دُرِّ فرائد ترجمہ و شرح جمع الفوائد

لعمدة المحدثين وزبدة المحققين العلامة الجليل
محمد بن محمد بن سليمان الرودانی المغربی المتوفی سنة ۱۰۹۴ھ
رحمہ اللہ تعالیٰ

حامل متن احاديث نبويه مع حواشی عربيه
الشيخ العلامة المحقق خالد الدمشقی قدس سره

مفسر و محدث و مؤرخ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی قدس اللہ سرہٗ

احادیثِ نبویہ کا جامع ترین انسائیکلوپیڈیا، جس میں پندرہ اُمّہاتِ کتبِ حدیث کے متون کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے مکررات اور سندات کو حذف کر دیا گیا احادیثِ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا مجموعہ جو ہر گھر کی ضرورت اور ہر اہلِ علم کے لئے ضروری ہے

ناشر
ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر
مؤسس و مدیر
الرحیم اکیڈمی
اے ۷/۷ اکرام آباد ناظم نگر، لیاقت آباد کراچی ۷۵۹۰۰
فون: ۴۹۱۳۹۱۶

دُررِ فرائد ترجمہ و شرح جمعُ الفوائد

لعُمدَة المحدّثين وزُبدة المُحققين العلّامة الجليل
مُحمّد بن مُحمّد بن سُليمان الروداني المغربي المتوفى سنة ١٠٩٤ھ
رحمه الله تعالیٰ

حامل متن احاديث نبويه مع حواشي عربيه
الشيخ العلامة المحقق خالد الدمشقي قدس سره

مفسّر و محدّث و مؤرّخ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی قدس اللہ سرّہٗ

احادیثِ نبویہ کا جامع ترین انسائیکلوپیڈیا، جس میں پندرہ اُمّہاتِ
کتبِ حدیث کے متون کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے مکررات اور سندات کو
حذف کر دیا گیا احادیثِ نبویّہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا مجموعہ جو ہر گھر
کی ضرورت اور ہر اہلِ علم کے لئے ضروری ہے

ناشر
ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن غضنفر
مؤسس و مدیر
الرّحیم اکیڈمی
۷/۱۷ اکرام آباد مظفر نگر، لیاقت آباد، کراچی ۷۵۹۰۰
فون: ۴۹۱۳۹۱۲

نام کتاب : درر فرائد

ترجمہ وشرح : از محقق ومحدث مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ

جمع الفوائد: عمدۃ المحدثین علامہ محمد بن محمد بن سلیمان المغربیؒ

ناشر : ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن غضنفر

موسس ومدیر : الرحیم اکیڈمی، A7/7، اکرام آباد اعظم نگر

لیاقت آباد کراچی 75900 ٹیلیفون: 4913916

طبع چہارم : ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بمطابق ۹ نومبر ۲۰۰۴ء

ھدیہ =/Rs. /400 روپے

ملنے کے پتے

۱۔ الرحیم اکیڈمی، کراچی ۱۹
۲۔ زم زم پبلشرز اردو بازار کراچی
۳۔ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۴۔ ادارۂ اسلامیات انار کلی لاہور
۵۔ مکتبۂ قاسمیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی
۶۔ علمی کتاب گھر اردو بازار، کراچی
۷۔ ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۸۔ مکتبہ زکریا علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۹۔ مکتبۂ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی
۱۰۔ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
۱۱۔ مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
۱۲۔ بیت الکتب گلشن اقبال کراچی
۱۳۔ مکتبۂ قاسمیہ، مکتبۂ سید احمد شہیدؒ، اردو بازار، لاہور
۱۴۔ مکتبۂ رشیدیہ، کوئٹہ، بلوچستان
۱۵۔ دار الاشاعت اردو بازار کراچی
۱۶۔ مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، بلوچستان
۱۷۔ امداد اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ
۱۸۔ مکتبہ تبلیغ واصلاح حیدر آباد سندھ
۱۹۔ مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
۲۰۔ مکتبہ مجیدیہ ملتان

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! حق تعالیٰ شانہ' کا یہ خاص فضل وانعام ہے، کہ مولا کریم نے اس ہیچمدان سے اس قدر اہم کام لے لیا ہے کہ "درر فرائد" ترجمہ وشرح "جمع الفوائد" شائع ہوکر آج قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ اس احسان وکرم پر حق تعالیٰ شانہ کا جس قدر بھی شکر کروں کم ہے۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء**○

یہ احادیث مبارکہ کی ایسی جامع اور مستند کتاب ہے، جس میں مؤلف رحمہ اللہ نے چودہ امہات کتب بخاری ومسلم ابوداؤد، ترمذی نسائی ابن ماجہ مؤطا امام مالک مسند امام احمد دارمی مسند ابویعلیٰ مسند ابو بکر اور طبرانی کی معجمات ثلاثہ کبیر واوسط وصغیر کے متون کو جمع کردیا ہے۔ مکررات کو حذف کردیا ہے، ہر روایت کے راوی کی نشاندہی کردی اور وضاحت کردی کہ یہ حدیث فلاں کتاب میں مذکور ہے، اس پر مفصل گفتگو اور رموز کی تشریحات شارح رحمہ اللہ نے اپنے مقدمہ میں بیان کردی ہیں جسے آئندہ سطور میں آپ ملاحظہ فرمائینگے۔

میں اس کتاب کے سلسلے میں صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ جب سے درر فرائد میری نظروں کے سامنے آئی اپنا گرویدہ بنالیا، حالانکہ اس طباعت سے قبل یہ دو مرتبہ ہندوستان میں اور ایک مرتبہ پاکستان میں شائع ہوچکی ہے باوجود اسکے یہ عنقاء وکمیاب تھی جس طرح کے شارح موصوف کی اور بہت سی تصنیفات دستیاب نہیں۔

یہ نسخہ دراصل سید تنظیم حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملک تھا موصوف نے برادر محترم محقق ومحدث ڈاکٹر مولانا محمد عبدالحلیم چشتی مدظلہ العالی "مشرف" تخصص فی الحدیث الشریف علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کو ہدیہ کردیا برادر محترم نے از راہ شفقت مجھے عنایت فرمایا اور فرمایا کہ احادیث کے موضوع پر یہ انتہائی عمدہ کام ہوا ہے اسے کسی صورت شائع کردو یہ عوام وخواص سب کیلئے یکساں مفید ہے۔

بس حق تعالیٰ عزوجل کے بھروسہ پر اسکی اشاعت کا مصمم ارادہ کرلیا، کام بڑا اہم تھا طباعت پر زرکثیر درکار تھا، اور مجھ جیسے کم مایہ کے بس سے باہر تھا، پھر بھی مولا کریم سے اسکی طباعت کے سلسلے میں دست دعا دراز کیے مولا کریم کا تو دستور ہی یہ ہے (**ادعونی استجب لکم**) بس دعا کرنے کی دیر تھی اجابت میں تاخیر کہاں۔

چند احباب سے اسکی اشاعت کا ذکر کیا۔ انھوں نے پذیرائی کی ہمت افزائی کی اور یہ کام بخیر وخوبی انجام کو پہونچا۔ اب کتاب کی اشاعت میں جن حضرات نے مختلف حیثیت سے دامے درمے سخنے قدمے میری امداد فرمائی ہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرے فرائض سے ہے، جن کے لئے دعائیں ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کے

صلہ میں دارین کی عافیت عطا فرمائے اور حق تعالیٰ شانہ ان معاونین کو اپنے شایان شان جزاء عطا فرمائے، اور ان کی جائز حاجات کو پورا فرمائے، اور اس کام کو حسن قبول عطا فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ اور مؤلف کتاب و مترجم شارح و ناشر اور تمام امت مسلمہ کے لئے سرمایۂ آخرت اور باعث نجات بنائے آمین یا رب العالمین۔

مؤلف کتاب اور حامل متن احادیث نبویہ کا شمار مشہور محدثین میں ہوتا ہے۔ اور ان کے تذکرے اہل علم کو دستیاب ہیں۔ لیکن اس صدی کے مشاہیر اہل علم میں حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۶۰ھ، ۱۹۴۱ء کو بھی ایک ممتاز مقام حاصل ہے، ان کی گوناگوں دینی، علمی، تدریسی، اصلاحی اور تالیفی خدمات بڑی اہمیت کی حامل ہیں، جن سے عوام وخواص دونوں ہی استفادہ کرتے رہتے ہیں، لیکن مولانا مرحوم کے حالات سے بہت کم لوگ واقف ہیں، مولانا میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف وتراجم آئے دن چھپتے رہتے ہیں۔ مگر ناشرین حضرات مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھتے قارئین کو موصوف کے حالات کی جستجو ہوتی ہوگی مگر اس خصوص میں کچھ نہ معلوم ہونے سے ایک درجہ کی مایوسی بھی ہوتی ہوگی۔

الحمد اللہ کے اس سلسلے میں قطب العارفین شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد الملوک کے مقدمہ کے ساتھ مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات لکھ کر یہ کمی پوری فرمادی، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ''الجواهر الزوهر'' ترجمہ ''البصائر'' سے اخذ فرمائے تھے اور اپنی طرف سے مزید اضافہ بھی فرمایا جس کو ہم من وعن مختصر حالات کے ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

آپ ملاحظہ فرمائیں اور دعائے خیر میں یاد رکھیں

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ
لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحاً

كتبه الفقير اليه سبحانه

(ڈاکٹر) محمد عبدالرحمٰن غضنفر غفر الله لهٗ ولوالديه

ولجميع مشائخهٖ وقرابتهٖ واحبائهٖ

۱۵، رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ، ۳۰ نومبر ۲۰۰۴ء

مختصر حالات

محقق ومفسر ومحدث حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ نے اپنے ابتدائی حالات الجواہر الزواہر ترجمہ البصائر میں خود ہی تحریر فرمائے ہیں اور بہت تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں جن کو یہاں مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔

(نسب) عاشق الٰہی بن یاد الٰہی بن رحم الٰہی بن فضل الٰہی کی ولادت پانچ رجب سن بارہ سو اٹھانوے ہجری مطابق تین جون سن اٹھارہ سو اکیاسی عیسوی یوم جمعہ کو ہوئی۔

چار سال کی عمر میں الف باء شروع ہوئی اور سن تیرہ سو چار ہجری ۱۳۰۴ھ میں جبکہ میری عمر چھ سال کی تھی قرآن پاک ناظرہ اور کچھ اردو کی کتابیں پڑھ لی تھیں اور بے پڑھے اخبارات کو فرفر پڑھنے لگا تھا۔ سن تیرہ سو پانچ ہجری ۱۳۰۵ھ میں عربی شروع کر دی، اس کے بعد انگریزی اسکول میں دو سال تعلیم پائی اور اسی طرح متفرق تعلیم ہوتے ہوئے جمادی الثانیہ سن تیرہ سو گیارہ ہجری ۱۳۱۱ھ میں جبکہ میری عمر تیرہ سال کی تھی مدرسہ قومی میرٹھ میں داخلہ ہوا اور ابتداء سے میزان وغیرہ ہوئی۔ سن تیرہ سو بارہ ہجری میں مشکوٰۃ شریف شروع ہوگئی جب کہ عربی شروع کئے ہوئے صرف دس مہینے ہوئے تھے دو سال میں جملہ کتب صحاح و دینیات ختم ہوگئیں اور حضرت مولانا میر حسن صاحب امروہی نے دستار بندی فرمائی اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔

ربیع الثانی سن تیرہ سو پندرہ ہجری میں میرا نکاح اول ہوا اور اسی سال رجب سن تیرہ سو پندرہ ہجری میں لاہور مولوی فاضل کی تعلیم کے لئے چلا گیا اور اعلیٰ نمبر کی کامیابی حاصل کی۔

چار محرم سن تیرہ سو سولہ ہجری کو کامیابی کا انعام لینے کے لئے لاہور روانہ ہوا تو راستہ میں گنگوہ حضرت قطب عالم گنگوہی قدس سرہٗ سے ملاقات کی۔ ایک شب قیام کے بعد لاہور روانہ ہوگیا۔

واپسی پر سن تیرہ سو سترہ ہجری میں ندوۃ العلماء کی طلبی پر ملازمت پر گیا اور چھبیس محرم سن تیرہ سو سترہ ہجری کو ندوہ میں پچیس روپیہ ماہوار پر میرا تقرر دار العلوم ندوہ کی دوم مدرسی پر ہوگیا لیکن آب و ہوا کی عدم موافقت اور اکابر کے عدم پسندیدگی کی وجہ سے آخر رجب میں واپسی ہوگئی۔

اور کچھ روپیہ قرض لیکر صفر سن تیرہ سو اٹھارہ ہجری میں خیر المطابع کے نام سے مطبع کھولا جس سے اجرت پر کتابیں طبع کرانے لگا اور ساتھ ہی مفید کتابوں کے تراجم میں مشغول ہوگیا۔ اور سب سے اول قرآن مجید کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا اور سن تیرہ سو انیس ہجری میں بصورت حمائل اس کو طبع کرایا وہ بہت جلد فروخت ہوگئی اور تیرہ سو بیس ہجری میں اس کو دوبارہ طبع کرایا اور اس کے ساتھ ہی اپنی تالیف الاسلام طبع کرائی جن میں اتنا نفع ہوا کہ جس

سے میرا قرضہ بھی ادا ہوگیا اور مجھ پر حج بھی فرض ہوگیا۔

ستر ہ رجب سن تیرہ سو اکیس ہجری کو مع اپنی والدہ کے حج کے سفر کیلئے روانہ ہوا۔ حج کے بعد مدینہ منورہ بدامنی کی وجہ سے جانا نہ ہوسکا۔ محرم سن تیرہ سو بائیس ہجری میں سفر حج سے واپسی ہوئی اور اپنے سابقہ تجارتی مشغلہ میں مشغول ہوگیا۔ سن تیرہ سو تیئیس ہجری میں دوسرا حج جو اپنے والد رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے حج بدل تھا کیا اور ربیع الاول سن تیرہ سو چوبیس ہجری میں سفر حج سے واپسی ہوئی۔

سن تیرہ سو چھبیس ہجری میں تذکرۃ الرشید شائع کی۔ اور سن تیرہ سو اٹھائیس ہجری میں جب حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری نوراللہ مرقدہ اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ حج کیلئے تشریف لے جارہے تھے تو میں نے بھی دفعۃً حج کا ارادہ کرلیا۔ اسی سفر میں شام، فلسطین اور مصر کا بھی سفر کیا۔

اور سن تیرہ سو تینتیس ہجری میں رسالہ ارشاد الملوک ترجمہ امداد السلوک تصنیف اور طبع کیا۔ بائیس محرم سن تیرہ سو سینتیس ہجری کو میری پہلی اہلیہ نے انتقال کیا۔ تین لڑکے (ڈاکٹر محمود الٰہی، مولوی حافظ مسعود الٰہی، حافظ مقبول الٰہی) اور دو لڑکیاں پسماندگان چھوڑی۔ اسی سال ربیع الاول سن سینتیس ہجری میں میرا دوسرا نکاح ہوا۔ اور اکیس شوال سن تیرہ سو اکتالیس ہجری میں مع دوسری اہلیہ کے چوتھے حج کے لئے روانہ ہوگیا۔ ربیع الاول سن تیرہ سو بیالیس ہجری کو واپسی ہوئی۔

ذی قعدہ سن تیرہ سو بیالیس ہجری میں پانچویں حج کے لئے روانہ ہوا حج سے فراغت پر مصر جا کر ٹائپ خریدا جس پر ہندوستان آکر جمع الفوائد طبع کرائی۔ اسی جمع الفوائد کی درر الفرائد کے نام سے ترجمہ و شرح کرکے شائع کی گئی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ حالات الجواہر الزواہر سے ماخوذ ہیں۔

اضافہ

بقیہ السلف شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ

سن تیرہ سو چوالیس ہجری میں جبکہ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہ مستقل قیام کے لئے مدینہ منورہ تشریف لیجانے کا ارادہ کررہے تھے تو تین جمادی الثانیہ سن چوالیس ہجری کو تین حضرات کا مدرسہ مظاہر علوم کی سرپرستی کیلئے انتخاب فرمایا حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، الحاج شیخ رشید احمد صاحب میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے انتہائی مشاغل کے باوجود بہت ہی زیادہ انہماک اور توجہ سے اپنے شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی یادگار سمجھکر مظاہر العلوم کی ایسی سرپرستی فرمائی کہ باید و شاید۔ بار بار

تشریف لاتے، مدرسین کے اسباق میں بھی تشریف رکھتے۔ مدرسہ کے حسابات کو بھی بہت اہتمام سے ملاحظہ فرماتے۔ مولانا کو دفتری اور حسابی کاموں سے بھی بہت زیادہ مناسبت تھی، مالیات کے رجسٹروں کو گہری نظر سے ملاحظہ فرماتے، خزانہ کی پڑتال کرتے۔ سال میں کئی کئی مرتبہ طلب پر اور بلاطلب دفعۃً بھی بار بار تشریف لاتے۔

سن تیرہ سو اڑتالیس ہجری کے آخر میں چھٹے حج کے لئے تشریف لے گئے اور بیس محرم سے تیرہ سو انچاس ہجری کو حجاز سے واپسی ہوئی۔ حضرت میرٹھی نے الجواہر میں اپنے پانچ حج تحریر فرمائے ہیں، اس کے بعد اس ناکارہ کو بھی ایک حج یاد ہے جس کو بندہ نے لکھا ممکن ہے کہ مولانا نے کوئی اور بھی حج کیا ہو جو مجھے یاد نہیں۔

مولانا انتہائی ذکی، انتہائی مدبر، ظریف، خوش مزاج تھے لیکن منکرات پر بہت غصہ آجاتا جو بسا اوقات سخت کلامی تک پہنچ جاتا۔ اول حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت کی تھی وہ اوپر ذکر ہوا۔ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نور اللہ مرقدہ مہاجر مدنی سے رجوع کیا اور حضرت ہی سے خلافت اور اجازت بیعت سلوک ملی۔ حضرت اقدس سہارنپوریؒ کے وصال کے بعد مرشد اول کی سوانح کی طرح مرشد ثانی کی سوانح بھی تذکرۃ الخلیل تصنیف فرمائی۔ جس میں حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھوی، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نور اللہ مراقدہم کے مختصر حالات بھی ذکر فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد تصانیف و تراجم مولانا کی تصانیف میں مشہور و معروف ہیں۔

وفات:۔ یکم شعبان سن تیرہ سو ساٹھ ہجری مطابق پچیس اگست سن انیس سو اکتالیس دوشنبہ کی صبح کو چھ بجے وصال ہوا۔ چار بجے شام کو مکان کے قریب ہی اپنے خاندانی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

حادثہ کے وقت بھی ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری نور اللہ مرقدہ ایک سفر سے سہارنپور واپس تشریف لائے اور اس ناکارہ زکریا سے ارشاد فرمایا کہ حضرت میرٹھی کی شدت علالت کی خبریں سنی جارہی ہیں خیال یہ ہے کہ رائے پور جانے سے پہلے حضرت میرٹھی کی عیادت بھی کرتا جاؤں بشرطیکہ آپ بھی ساتھ ہوں۔ میں نے قبول کرلیا اور قرار یہ پایا کہ اتوار کے دن جاکر دیوبند حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں قیام کیا جائے اور پیر کی صبح کو میرٹھ روانگی ہو۔ چنانچہ اتوار کو دیوبند حاضری ہوئی اور پیر کی صبح کو حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ سے جب میرٹھ جانے کی اجازت چاہی تو حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آج عقیقہ[1] ہے بکرے ابھی ذبح کراتا ہوں اس کا گوشت کھا کر جائیں لیکن مولانا میرٹھی کی کرامت ہو یا حضرت رائے پوری کی، حضرت مدنیؒ سے اجازت لیکر میرٹھ روانگی ہوگئی۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ چھ بجے مولانا میرٹھی کا

---

[1] یہ عقیقہ عزیزم الحاج مولوی حافظ ارشد سلمہ کا تھا۔ (ز)

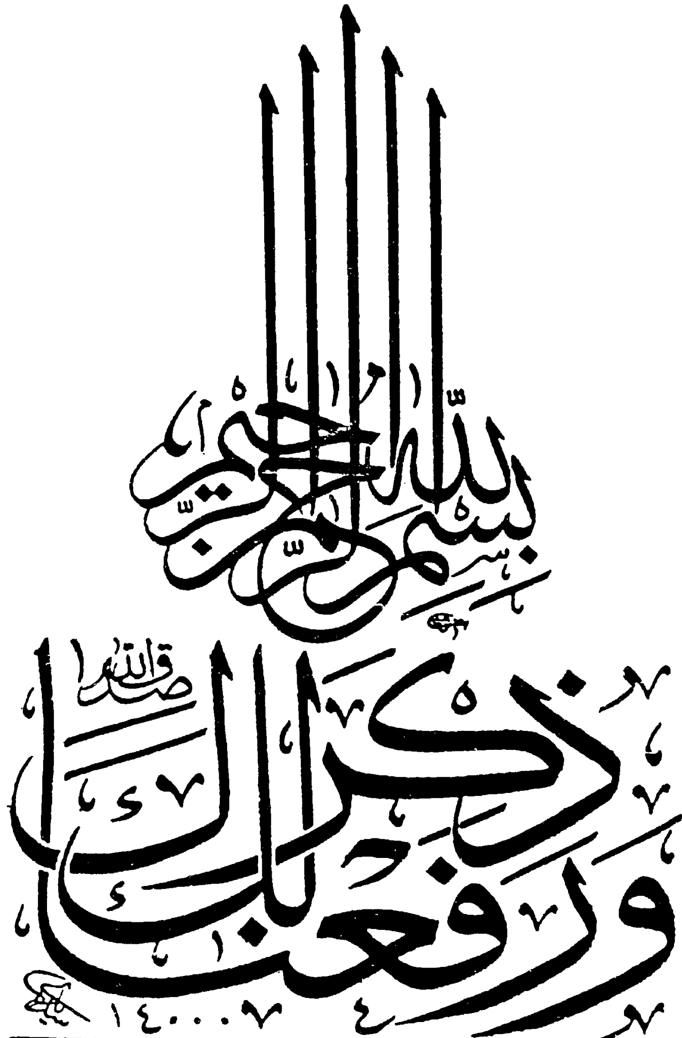
انتقال ہو چکا ہے اور دو تار سہارنپور پہلا حادثہ کی اطلاع کا اور دوسرا جنازہ کی نماز میں انتظار کا سہارنپور جا چکے ہیں اور حادثہ کی اطلاع کا تار دیوبند حضرت مدنی کی خدمت میں بھی جا چکا ہے اور حضرت میرٹھی کی وصیت کے موافق جنازہ کی نماز میں اس ناکارہ کا انتظار تھا اور مکان سے متصل مسجد میں رکھا ہوا تھا اور زائرین کا ہجوم ہو رہا تھا اس وقت حضرت اقدس مدنیؒ کی تعمیلِ ارشاد نہ ہونے کی ندامت بھی جاتی رہی بعد میں حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی جانے کی تصویب فرمائی۔

حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہ کی تصانیف بھی متعدد ہیں جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ جو عام فہم ہونے کے علاوہ بہت زیادہ دینی حیثیت سے مفید ہیں مگر افسوس کہ وہ سب نایاب ہوگئیں۔ رسالہ ارشاد الملوک بھی حضرت میرٹھیؒ کی تصنیف ہے اللہ جل شانہ پڑھنے والوں کو اس سے متمتع فرمائے اور حضرت میرٹھی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے مرشد اعظم قطب عالم حضرت گنگوہیؒ جن کی کتاب امداد السلوک کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے اور اصل رسالہ مکیہ کے مصنف نور اللہ مرقدہ تینوں حضرات کی ارواح مقدسہ کو پڑھنے والوں کے پڑھنے کا ثواب عطا فرمائے اور ان ارواح پر اللہ تعالیٰ کی بہت ہی رحمتیں نازل ہوں کہ سالکین کیلئے اصل کتاب اور اس کا ترجمہ بہت ہی نافع ہے۔

اور درر الفرائد ترجمہ وشرح جمع الفوائد بھی مولانا میرٹھی کے قلم کا انمٹ شاہکار ہے۔ اور احادیث نبویہ پر ایسا عمدہ کام ہے جس سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے اور جو تا قیام قیامت باقی رہنے والا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس محنت وکاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر موصوف کی روح پر فتوح کو اس کا اجر ثواب پہنچائے۔ اور امت مسلمہ کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

ماخوذ از تذکرۃ الخلیلؒ ترتیب جدید: از مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی

اَللّٰهُ يُوَفِّقُنَا لِمَا يُحِبُّ وَيَرْضٰى



اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو رفعت بخشی ۔ (الانشراح)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللّٰھم لک الحمد حمد الا یبید قائلہ الا رضاک ۔ ولک الشکر شکرا لا ینبغی بہ وجہ احد سواک ۔ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک ۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیٰ عبدک ورسولک محمد الذی بلغ رسالاتک وتلا آیاتک ۔ وعلیٰ آلہ وصحبہ الھداۃ لخلقک والمتبعین لمرضاتک ۔ اللّٰھم احشرنا فی زمرتہ واستعملنا سننہ وتوفنا علیٰ ملتہ واجعلنا من حزبہ ۔ اللّٰھم اجمع بیننا وبینہ کما آمنا بہ ولم نرہ ۔ اللّٰھم لا تفرق بیننا وبینہ حتی تدخلنا مدخلہ ۔ **امابعد** وہ بھی ایک وقت تھا کہ اسلام ایک اجنبی مسافر بنکر دنیا میں آیا اور اسکے خداداد حسن نے قلوب کو اپنا شیدا بنا کر چند ہی دنوں میں دنیا کی کایا پلٹ دی تھی ۔ اور یہ بھی ایک وقت ہے کہ جن کی چالیس چالیس نسلیں اسکو محبوب سمجھتے گذر گئیں وہ دن بدن اس سے اجنبی بنتے اور دور ہوتے جا رہے ہیں ۔ وہ زمانہ تھا کہ مال آبرو اور جان سب کچھ مذہب پر نچھاور کرتے تھے ۔ اور یہ زمانہ ہے کہ اس کی تعلیم کو عبث اور تعمیل کو بیکار سمجھتے اور ادنیٰ سے ادنیٰ راحت دنیا پر مذہب کو نثار کر رہے ہیں ۔ فالی اللہ المشتکی

مذہب نام تھا اللہ و رسول کی عظمت و محبت کا اور اس کا یہ اثر تھا کہ بحالت سفر کسی جگہ پر بضرورت بشریہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشاب بھی کیا تو جب کبھی کسیکو اس راستہ جانیکا اتفاق ہوا اور ضرورت نہ بھی ہوئی تو اتباع کی خاطر صورت بنا کر اس جگہ بیٹھ جانیکو پیارا سمجھا ہی مگر آج بڑے سے بڑے رکن کا جسکا اہتمام کرتے ہوئے سید عالم عالمیان صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر گذری اتنا بھی فکر نہیں ہے جتنا چاء کی پیالی اور ناشتہ کے انڈے کا اور کوئی یاد بھی دلائے تو بے تکلف جواب یہ ہے کہ مسلمان اسکے چھوڑ دینے سے کافر نہیں بنتا ۔ اللہ اللہ ۔ قرن اول کے اُس نوجوان انصاری کی رسول کیساتھ محبت دیکھو جو صف جنگ میں کھڑا ہوا اپنی تھیلی سے کھجور کھا رہا اور حضرتؐ کی زبان مبارک سے یہ سنکر کہ اللہ کے راستہ میں جان دینے کا صلہ جنت ہے اسکو چبائی ہوئی کھجور کا نگلنا مشکل ہو گیا تھا ۔ آخر اسکو تھوکدیا اور یہ کہکر میدان میں کود پڑا کہ اب تو جو کچھ کھانا ہے جنت ہی میں جا کر کھاؤں گا ۔ اور ایک اِس پندرہویں قرن کے ہم مدعیان اسلام کی ہمت و حمیت دیکھو کہ حی علی الصلوٰۃ کے ذریعہ بار بار فرض نماز کا بلاوا آ رہا ہے مگر یاران جلسہ کے قہقہوں میں اسکا سننا بھی پسند نہیں اور اگر سن بھی لیا تو دوستوں کی صحبت چھوڑ کر مسجد کی طرف قدم اٹھانا ہزار دشواریوں سے زیادہ دشوار ہے ۔ ایک مفلس نادار بھی جسکا گذران قرض یا گداگری پر ہے یہ سمجھکر کہ ناشتہ چھوڑ دینے سے انسان مرتا نہیں کبھی ایک پیسہ کی کمی یا ایک لمحہ کی تاخیر کو برداشت نہیں کرتا ۔ مگر خدارا کچھ تو انصاف کرو کہ دین کے متعلق کفر کا کیوں انتظار ہے کہ جبتک وہ نہ آئے کسی فرض یا واجب کا کرنا پسند ہی نہیں ؎ ترسم کہ بکعبہ نرسی اے اعرابی ۔ ایں رہ کہ تو میری بہ ترکستان است

انسان کو دنیا میں آکر بہر حال کسی ڈگر پر چلنا ہے اور تمدن و معاشرت جسکی لمحہ لمحہ پر ضرورت ہے کسی نہ کسی طریق کے

اختیار کرنے پر ہمکو مجبور کرتی ہے۔ پھر کچھ نہیں اگر وضعداری ہی کو جز و شرافت سمجھکر اور تاریخی مشاہدہ سے سبق لے کر اتنا خیال کر لیتے کہ بطحائی پیغمبر کی شریعت سے بہتر کوئی طریق نہیں جو انسانی زندگی کو کمال عزت و راحت کیساتھ پورا کرا دے تو آج یہ مصیبت کا دن دیکھنا نہ پڑتا کہ اسلام کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے اور باوجود چار طرف سے اتفاق اتفاق کی صدا گونجنے کے دو دل بھی باہم متفق الخیال نظر نہیں آتے کسی جماعت کا ایک ڈگر پر چلنا ہی اتفاق ہے اور مسلمانوں کے لئے اللہ جل جلالہ کی بھیجی ہوئی اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سے افضل نہ کوئی روش ہے جسپر فقیر سے لیکر بادشاہ تک یکساں چل سکے اور نہ اس سے اعلیٰ و مفید کوئی طریق ہے جو دین و دنیا دونوں کی تمام راحتیں دوش بدوش مہیا کر سکے اسکی بدولت باشندگان عرب کو وہ وسیع و عریض سلطنتیں نصیب ہوئیں جنکا ادلش مسلمانان دنیا نے ایک ہزار برس تک کھایا۔ اور اسی کے طفیل وہ بے پڑھی قوم دنیا کی مہذب ترین اقوام کی ایسی معلم و استاذ بنی کہ انکے زبانی چٹکلوں سے قوانین حکومت و سیاست ملکی مدون ہو گئے۔ یہ دیکھکر نہایت حیرت ہوتی ہے کہ وہ مسلمان جن کے پیغمبر کی روش اور سنت پر چلنے کو سیدنا عیسے علیہ السلام نے فخر سمجھا آج اپنے آپکو عیسائیوں کی روش کا محتاج سمجھتے اور تہذیب و تمدن میں انکے قدم بقدم چلنے پر ناز کرتے ہیں۔ ہاں یہ نعمت عظمی جسکی نظیر آسمان کی دونوں آنکھوں آفتاب و ماہتاب نے کبھی دیکھی نہ تھی ہمیں چونکہ بلا طلب اور بغیر محنت گھر بیٹھے ملگئی اسلئے اس کی قدر نہ ہوئی اور کچھ نہ سمجھا کہ سید عالم و عالمیان محمد صلی اللہ علیہ نے ہمارے رحم مادر میں آنے کے وقت سے لیکر آغوش لحد میں چھپ جانے تک کی ہماری کوئی دینی یا دنیوی بھلائی ایسی نہیں چھوڑی جسکے حاصل کرنے کے لئے اپنی شفقت کی بکھابین نہ اونڈیل دی ہوں۔ مگر افسوس کہ اغیار اس سے نفع اٹھاتے اور بیگانے اسکے قریب لگتے جاتے ہیں مگر اپنے اور یگانے اس سے وحشت کھاتے اور دور پڑتے جاتے ہیں۔ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

اسلام کے پانچ اجزا یعنی عقائد عبادات معاملات اخلاق اور معاشرت میں کوئی ایک جزو بھی ایسا نہیں جسمیں مسلمانوں کی بے توجہی بڑھ نہ گئی ہو۔ مگر اخلاق اور معاشرت تو خصوصیت کے ساتھ اس درجہ پر پہونچ گئے کہ گویا اسلام نے اسکے متعلق کچھ تعلیم ہی نہیں کیا اور مذہب کو اس بحث سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

بہت دنوں سے تمنا تھی کہ کسی حدیث کی کتاب کا ترجمہ کروں اور مختصر شرح بھی ساتھ ساتھ ہو کہ حقیقت مفہوم کو ظاہر کرے اور وہ شبہات و اشکالات جو دینی تعلیم سے غفلت اور دنیوی علوم و فنون کی رغبت و ممارست سے عام طور پر پیدا ہونے لگے ہیں کم ہو جاویں۔ مگر احادیث نبویہ کی جلالت شان کہ کلام الملوک ملوک الکلام ہے ہمت و جرات نہ ہونے دیتی تھی اور جب یہ امنگ ابھرتی فوراً ہی مرعوب ہو کر دب جایا کرتی تھی ۱۳۱۱ھ میں جبکہ بندہ کو سفر شام پیش آیا تو دمشق میں علامہ شیخ محمود بن رشید کے پاس جمع الفوائد کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوا اور شوق ہوا کہ اسکو کسی طرح حاصل کروں۔ یہ عجیب کتاب علامہ محمد بن محمد بن سلیمان رودانی کی تالیف تھی جسمیں ممدوح نے بخاری مسلم ابوداود ترمذی نسائی ابن ماجہ موطا امام مالک مسند امام احمد دارمی مسند ابو یعلی مسند ابو بکر اور طبرانی کی معجمات ثلثہ کبیر و اوسط

وتنقیہ چودہ کتب احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیا یعنی اسناد کو حذف اور مکررات کو ترک کرکے جو حدیث ایک کتاب میں کئی جگہ یا کئی کتابوں میں مختلف ابواب میں مذکور ہوئی تھی ایک جگہ لاکر سب کتابوں کے حوالے دیدیئے۔ تاکہ معلوم ہوجائے فلاں فلاں کتاب میں یہ حدیث آئی ہے اور ہر حدیث کے آخر میں روایت کی قوت وضعف کو بھی ظاہر کر دیا کہ کس درجہ میں قابلِ عمل ہے۔ اول تو یہ انتخاب خود بے بہا تھا کہ جس حدیث کا ضخیم کتابوں میں تلاش کرنا دشوار تھا وہ آیر نہایت آسانی سے ملجاتی ہے۔ دوم چودہ کتابوں سے مستغنی بنانیوالا مختصر مجموعہ تھا سوم چند کتابیں اسمیں وہ بھی شامل ہیں جو کمیاب ہوگئی ہیں اور چند وہ ہیں جو ابتک طبع ہی نہیں ہوئیں کہ ان کا منتخب مگر کامل وجود اسمیں موجود ہے چہارم ڈھائی سو برس پہلے امتِ محمدیہ کے ایک گوہر بے بہانے مکہ مکرمہ میں قیام فرماکر کلام رسولؐ کی جو خدمت کی تھی اسکو اب فرانسیسی حکومت کے ہاتھوں نذر آتش ہونیکا قوی خطرہ تھا اور مسلمانوں کی لکھوکھا تصانیف کی طرح وہ بھی پردۂ عدم میں چھپ جانیوالی تھی۔ اس لیئے اسکی اصل اور نقل کے حاصل کرنے میں بندہ سے جو تدبیر ہوسکی وہ عمل میں لایا اور الحمدللہ کہ تین سال کی محنت سے مصری ٹائپ میں سب سے پہلی طباعت واشاعت کا فخر ہندوستان کو بخشکر وہ نسخہ ہند و حجاز ومصر وشام وعراق وغیرہ ممالک میں پھیل گیا۔ احباب کا اصرار تھا کہ اسکا ترجمہ کر دوں کہ مجموعہ چودہ کتب کے ترجمہ کو حاوی ہوجائیگا مگر وہی پس وپیش اپنی نااہلیت کا اسکولیت ولعل میں ڈالتا رہا۔ آخر ۴۸ھ میں جب بندہ کو پھر زیارت حرمین شریفین کی توفیق ہوئی تو مسجد نبویؐ میں آستانۂ محمدیہ پر حاضر ہوکر بندہ نے استخارہ کیا اور تین دن کے بعد جب داعیہ قلب میں پیدا ہوا تو حصول برکت کی غرض سے مواجہہ شریفہ ہی میں بیٹھکر ایک حدیث کا ترجمہ لکھا اور چلا آیا۔ عادت ہمیشہ سے یہ رہی کہ جو کتاب یا رسالہ بھی تالیف کرتا ہوا کاتب کو بٹھالیا اور جب اسکے تقاضہ مضمون کا طبیعت پر بوجھ پڑا تو دماغ اور قلم نے کام دیا۔ مگر اسکے متعلق اسکی ہمت ہوتی اور یوں دل چاہتا تھا کہ اول ترجمہ سب مکمل ہوجائے تو کاتب کے حوالہ ہو۔ مگر طبیعت پر زور نہ پڑا اور کامل ڈیڑھ سال گذر گیا کہ ایک صفحہ بھی مرتب نہ ہوسکا۔ زندگی کے دن بیکار گذرنے اور موت کا وقت روز بروز قریب آنے پر قلق ہوا اور پھر دعا کی کہ بارالہا اگر یہ دین کی خدمت اس عاجز کیلئے مقدر ہے تو سامان مہیا فرمادے۔ آخر حسب عادت ۱۳ ذی الحجہ ۵۰ھ کو بنام خدا کاتب کو بلالیا اور کام شروع کر دیا کہ جتنی کتابت وہ کرسکے اسقدر ترجمہ وشرح لکھکر اسکو دیتا جاؤں۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ اسطرح کام چلا اور ترجمہ وکتابت وطباعت ساتھ ساتھ ہوکر آج بفضل حق تعالیٰ یہ حصہ ہدیہ ناظرین ہے۔ ترجمہ وشرح میں جن امور کی رعایت رہی وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) ترجمہ میں اختصار اور سلاست کا لحاظ رکھا گیا ہے اور جہاں شرح کی ضرورت پیش آئی ہے (ف) کے بعد لکھی گئی ہے اور ربط عبارت کا اضافہ قوس میں دیا گیا ہے۔

(۲) عام شبہات اور تعلیم جدید والوں کے اشکالات پر چونکہ زیادہ نظر رہی ہے اسلیئے مہذب طریق پر انکو دفع کیا گیا ہے۔

(۳) اختصار کے خیال سے اصطلاحات ذیل کام میں لائی گئی ہیں بخاری (خ) مسلم (س) ہر دو کا مجموعہ یعنی متفق علیہ

(ق) ترمذی (ت) ابوداؤد (د) نسائی (ن) ہر سہ سنن مذکورہ (سنن) ابن ماجہ (ة) موطا امام مالک (ط) مسند امام احمد (مد) مسند ابو یعلی موصلی (ص) مسند ابو بکر بزار (بز) مسند دارمی (ر) معجم کبیر (ك) معجم اوسط (و) معجم صغیر (غ) ہر سہ معجم کا مجموعہ یعنی طبرانی (طب) رزین (ن) مجموعہ صحاح ستہ (ست) حدیث مرفوع یعنی رفعہٗ (فع) مرسل یعنی ارسلہٗ (سل) جہاں مرفوع ہونے میں شک ہے۔ (شفع)

(۴) اصل کتاب قلمی دمشقی پر علامہ خالد دمشقی قدس سرہٗ کا مختصر تحشیہ تھا جو طباعتِ اولیٰ میں بضرورت چھوٹ گیا تھا اب اسکو حاشیہ پر چڑھا دیا گیا ہے کہ محفوظ ہوجائے اور آئندہ کسی کو ہمت و توفیق ہو تو اسکو بڑھا سکے۔

(۵) اصل متن بھی شامل کتاب کیا گیا ہے کہ طلبہ کو خاص طور پر نفع ہو اور جو غلطیاں پہلی طباعت میں رہ گئی تھیں وہ اس مرتبہ صحیح کرکے بصورت غلطنامہ آخر کتاب میں درج کردی گئی ہیں۔

(۶) پوری کتاب جمع الفوائد کو چار حصوں میں منقسم کرکے جلد ثانی کا حصہ دوم یعنی اخلاق و آدابِ معاشرت اور مناقب و ادعیہ و احوال قیامت و حشر و نشر وغیرہ کو بلحاظِ ضرورتِ زمانہ اہم و انفع سمجھکر مقدم کیا ہے اور اسکو بھی ضخیم ہوجانیکے خیال سے دو حصوں میں منقسم کردیا ہے اور ہر ایک کی فہرست مضامین ہر حصہ کے ساتھ دیدی گئی ہے اگر توفیق ہوئی تو بقیہ حصے بھی اسی ترتیب سے مکمل ہوجائینگے ورنہ اپنے خیال میں جسکو زیادہ ضروری سمجھا ہوں وہ پورا ہوکر امید ہے کہ مخلوق کے لئے نافع اور عاجز کیلئے صدقہ جاریہ بن سکے گا۔

(۷) ہر باب کی حدیثوں پر ترتیبی نمبر ڈالدیئے گئے ہیں اور وہی نمبر انکے ترجموں پر ہیں تاکہ عامی شخص کو حدیث اور اسکا ترجمہ نکالنے میں سہولت ہو۔

(۸) کوشش کی گئی کہ جتنا ترجمہ صفحہ میں آئے اسی قدر متن اس صفحہ پر رہے مگر کامیابی نہ ہوسکی۔ تاہم تقریبی درجہ میں اسکی رعایت ضروری رہی ہے۔

(۹) ترجمہ کرتے وقت متون کے حواشی اور شروح سے بندہ نے مدد لی ہے۔ بالخصوص بذل المجہود شرح ابی داؤد للعلامۃ مرشدنا و مولانا خلیل احمد المہاجر المدنی قدس سرہٗ اور مجمع البحار عینی نووی اور مظاہر حق سے۔

(۱۰) تخریج کے وقت کسی لفظ میں فرق معلوم ہوا تو بصورتِ نسخہ حاشیہ پر (ن) لکھکر دیدیا گیا ہے۔

اس وقت عام اہل اسلام جن افکار و حوادث اور طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں میں بھی اُن سے خالی نہیں ہوں اور اس لحاظ سے جتنا بھی ہوسکا اس کو محض لطفِ خداوندی سمجھتا ہوں۔ پھر فکر معاش کیساتھ کتابت و طباعت کی دشواریاں اور انکے نظم کے علاوہ نفس ترجمہ میں عربی کلام کی وسعت اور الفاظ کی تنگی و ضیق کے سبب مترجم کو جو مشکلات پیش آتی ہیں انکو مترجم ہی خوب سمجھتا ہے۔ انکا ذکر کرنا فضول ہے خصوصاً مجھ جیسے کم علم اور ناکارہ کیلئے اسلئے بصدق دل عرض کرتا ہوں کہ اپنی جدوجہد اگرچہ نیک نیتی کیساتھ اسمیں خرچ کرچکا مگر انسان کی ترکیب عنصری پر خطا و نسیان داخل ہے

اور فَوْقَ کُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیْمٌ ہ اس لئے اللہ جل جلالہٗ سے التجا ہے کہ میری لغزشوں کو معاف فرمائے اور حضرات علماء سے درخواست ہے کہ جہاں غلطی پائیں اسکی اصلاح فرمادیں. جیسا کہ علماء کو شایان ہے.

عامہ برادرانِ اسلام سے درخواست ہے کہ سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم چونکہ اصلاح خلق کیلئے ہے اور وہ عمل پر موقوف ہے اسلئے محض پڑھنے پر اکتفا نہ فرماویں بلکہ غور و فکر سے کام لیں اور ہمت فرما کر جتنا بھی ہوسکے عملی قدم آگے بڑھائیں کیونکہ آج عمل کا وقت ہے حساب کا وقت نہیں اور کل کو حساب کا وقت ہوگا عمل کا وقت نہ ہوگا ایک ایک قطرہ جمع ہوکر دریا بن جاتا ہے پس اگر ذرا ذرا بات میں بھی اتباع رسول اختیار فرماؤ گے تو بہت کچھ ذخیرہ جمع کرلوگے اور ایکدن ہوگا کہ خود اسکی قدر کروگے. ہر کام کے متعلق آخر کوئی نہ کوئی عادت ہمیں پڑی ہوئی ضرور ہے اور اسی پر ہم بے تکلف چل رہے ہیں اگر معلوم ہونیکے بعد عادات محمدیہ کو اپنی عادت بنالیں گے تو زیادہ دشواری نہ ہوگی اور چند ہی روز میں مشاہدہ ہوجائیگا کہ اسمیں کیا بات مضمر ہے اور انکے کیا ثمرات پیدا ہوا کرتے ہیں بہتیری باتیں ہیں جو کسیکے بتانے سے سمجھ میں نہیں آتیں صرف کرنے اور برتنے سے انکی حقیقت کھلا کرتی ہے. پس خدارا جہاں بندۂ عادت و رسم و رواج بنکر اتنی عمر گذار دی ہے اب آخری وقت ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ سے ملنے کا اور شفیع المذنبین آقا سے سفارش چاہنے کا وقت بہت ہی قریب آلگا ہے. پابند عادات نبویہ بنکر بھی دیکھ لو کہ اسمیں کیا لطف و مزہ ہے. ایک زمانہ تھا کہ تمہارا بچہ بچہ اسلامی علوم کا حامل اور عامل بنا ہوا غیر مسلم اقوام کا مبلّغ مجسّم نظر آتا تھا اور اغیار تمہاری صورت اور سیرت دیکھکر تمہاری طرف جھکتے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے. یہ دیکھکر شرم آتی ہے کہ آج ہم اس مقدس علم و عمل سے اتنے دُور پڑ گئے کہ اس پر چلنے اور ایک ایک کھلی سنّت پر عمل کرنیکے متعلق ہمکو ترغیب اور خدا کا واسطہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ آنکھوں دیکھتے دیکھتے زمین و آسمان کا فرق ہوگیا. ہمارے باپ کا طریق کیا تھا اور انکی اولاد کا طرز کیا ہے اس واضح فرق کو جو پچیس[۲۵] تیس[۳۰] ہی سال کے اندر پیدا ہوا ہے دیکھکر قدرتِ خدا یاد آتی ہے. اے میرے اللہ کیا وہ وقت پھر بھی دیکھنا نصیب ہوگا کہ ہمارے آباؤ و اجداد ہمکو اپنا خلفِ صالح کہہ سکیں اور اپنے پرانے طرز معاشرت کا قدردان دیکھکر ہمارا نام وضعدار اولاد رکھ سکیں. اے ڈوبتی کشتی کے کھیون ہار مدد فرما کہ تیری مدد کے بغیر چارہ کار نہیں اُمت محمدیہ کو سنبھال اور اس نام کی لاج رکھ لے کہ امت کو امت صادقہ بنادے. آمین.

اخلاق کی مثال تخم کی سی ہے کہ جتنی اسمیں صلاح و خوبی زیادہ ہوگی اسیقدر پھل شیریں، خوبصورت بڑا اور مزہ دار ہوگا چنانچہ ہر قرن و ہر زمانہ میں ہر قوم و ملت کے حکماء و دانشمندانِ ملک نے تہذیب اخلاق کی ترغیب دی اور نثر و نظم کے ہر دلکش طریق پر عادات حسنہ کے وہ نصائح بیان کئے ہیں جنکے بہترین نتائج ہمیشہ تجربہ میں آتے رہے اور انپر عمل کرنیوالی مخلوق ہر قسم کی عزت و آرام کی زندگی گذارتی رہی مگر ان لوگوں کی نظر صرف دُنیا پر قاصر تھی اور زیادہ سے زیادہ انکا تجربہ اس حد پر پہونچا کہ حسین الاخلاق شخص اپنے مرنیکے بعد بھی نیکنامی و ہر دلعزیزی کی یادگار دُنیا میں چھوڑ جاتا ہے کہ بہتیری مخلوق اسکو مدتوں یاد کرتی اسکی وفات پر روتی اور اسکی مدح و ثنا سے قند شکر کا مزہ لیتی ہے لیکن شریعت نے اس کی کمیت اور کیفیت دونوں

کو منتہا پر پہونچایا اور وہ دقیق اخلاق بھی ظاہر کر دیتے ہیں جنکا حسن دنیا دار باریک بین کو کیسا ہی عاقل و ذکی کیوں نہو نظر نہیں آسکتا اور اسکے ساتھ اس نیت کا اضافہ کر کے کہ جو بھی اچھا کام کرو اسمیں اپنے اللہ کو راضی کرنیکا قصد رکھو بندہ کا تعلق مولیٰ کریم کیساتھ جوڑ دیا اور نتائج اخلاق کا دائرہ وسیع کر کے آخرت کو بھی گھیر لیا ہے کہ آنیوالی دائمی زندگی بھی آرام سے گذرے اسلئے عقل کا بھی قطعی فیصلہ یہ ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر تہذیب اخلاق کی تعلیم دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی اور یہی وجہ ہے کہ کافروں نے بھی ان اخلاق کو اپنا شعار و مسلک بنا کر دنیا کا بہتر سے بہتر نفع اٹھایا مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کی مثال اس وقت ایسی ہے جیسے کوئی خاندانی رئیس زادہ خورد و نوش کی طلب میں اس غلام زادہ کے آستانہ پر آپڑا ہو جس نے جو بھی مال و دولت کمایا ہے وہ اسی کے باپ دادا کی ملازمت اور خدمتگاری سے کمایا ہے۔ آج یہ اخلاق جو متعدد ابواب میں منقسم ہیں اور جن میں مولف کے حد سے زیادہ اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے بھی احادیث کی تعداد ایکہزار سے زیادہ ہوگئی ہے آپکی نظر کے سامنے ہیں فرصت کیوقت افکار معتادہ سے دماغ کو خالی کر کے ذرا غور اور تدبر سے شوق و محبت کیساتھ انکی سادگی اور جامعیت پر نگاہ ڈالئے کیا کوئی خلق حسن ایسا ہے یا ہو سکتا ہے جسکی اسمیں تعلیم نہ آگئی ہو اور کیا کوئی بدخصلتی ایسی ہے یا ہو سکتی ہے جسکی ممانعت اسمیں مذکور نہو گئی ہو. پھر صرف بیان کر دینا ہی نہیں بلکہ ترہیب و ترغیب کا کوئی مفید پہلو ایسا نہیں جو نظر انداز ہو گیا ہو. یہ احادیث گویا اصول موضوعہ اور گر ہیں کہ کوزوں میں سمندر بند کئے گئے ہیں. ایک واعظ اگر منبر پر کھڑا ہو کر ایک حدیث کی پوری شرح بیان کریگا تو دو گھنٹہ میں بھی فراغ نہ پا سکے گا مگر عمل کرنیکے لئے جتنی ماہیت شناسی ضروری ہے وہ انشاء اللہ اس شرح میں آپکو ملیگی لہذا اب آپکا کام ہے کہ علم بمعنی دانش اور عمل بمعنی کارکردن کی نیت سے اسکو پڑھیں کہ ع کارکن کار بگذر از گفتار :: کاندریں راہ کار آید کار۔

حضرت جامع رح نے چونکہ جمع احادیث میں اختصار پر زیادہ نظر رکھی ہے اسلئے ساری سند چھوڑ کر آخری راوی لیا اور خط قوسی میں لکھکر اگر وہ صحابی ہیں تو حدیث کا مرفوع ہونا لفظ رفعہ سے ظاہر کیا ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ اس حدیث کو فلاں صحابی نے براہ راست یا فلاں تابعی نے بواسطہ کسی صحابی کے جنکا نام ذکر نہیں کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے. پس پڑھتے وقت ہر صحابی کے نام پر رضی اللہ عنہ اور آنحضرت کے اسم مبارک پر صلے اللہ علیہ وسلم کہنے کا لحاظ رکھیں میں نے چاہا تھا کہ ہر حدیث کیساتھ اسکے راوی کی مختصر سوانح عمری بھی لکھتا جاؤں کہ نفع مزید ہو مگر یہ کتاب اسکی متحمل نہو سکی اسلئے ارادہ ہے کہ علیحدہ ایک مستقل کتاب کی صورت میں اسکو طبع کروں کہ وہ تقریبا چار سو صحابہ اور دو سو تابعین کے حالات و سوانح کو مشتمل ہوگی اور چونکہ یہ کتاب مجموعہ ہے چودہ کتب احادیث کا اسلئے اسکے راویوں کی سوانح گویا تمامی کتب احادیث کے رواۃ صحابہ کی سوانح لکھی جائیگی جو طلبہ کے لئے خصوصاً اور عامہ مسلمین کے لئے عموماً ایک بے نظیر چیز ہوگی جسمیں اکابر امت کا نسب نامہ عمر و اتفاقات خاصہ حالات نادرہ مدفن وغیرہ وغیرہ تمامی ضروریات جتنی بھی تلاش و کوشش سے مل سکینگی جمع کر دی جائینگی اور ہر قصہ و واقعہ ہمارے عمل کیلئے ایک بہترین سبق ہوگا. ناموں کی فہرست حروف تہجی کی ترتیب پر شروع کتاب میں ہوگی اور اسی ترتیب پر حالات بیان کئے جائینگے تاکہ جس صحابی یا تابعی کا تذکرہ پڑھنا ہو وہ آسانی سے نکل آئے. ایک ولی کی سوانح کو نزول برکات میں بہت کچھ

دخل ہے اور صحابہ میں تو چھوٹے سے چھوٹے صحابی کو بڑے سے بڑے ولی پر وہ شرف ہے جو ماہتاب کو حاصل ہے کواکب پر اسلئے جہاں تک میرا خیال ہے یہ مجموعہ سوانح صحابہ ہر مسلمان کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہوگا جسکے ایک ایک لفظ سے قلب کو خاص قسم کی فرحت اور زبان کو ایک نرالی وضع کی لذت نصیب ہوگی اور اسی لئے اسکی قیمت صرف عہ ہوگی کہ ہر مسلمان خرید سکے حق تعالیٰ مجھ ناچیز کو توفیق و ہمت بخشے کہ اس خدمت کو انجام دے سکوں اور پھر اسکو قبول فرمائے کہ مخلوق کو بھی نافع ہو اور بندہ عاجز کے لئے بھی صدقہ جاریہ بنے واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مسکین طالب فیوض نامتناہی محمد عاشق الٰہی (مولوی فاضل) میرٹھی ۱۲ ربیع الاول ۵۱ھ

فہرست مضامین حصہ ہذا

باب ۔ ۸۳

عنوان ۔ ۲۸۰

احادیث ۔ ۲۱۰۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الآداب والسلام والجواب والمصافحة وتقبيل اليد والقيام للداخل

(ابو هريرة) رفعه: اذا انتهى احدكم الى المجلس فليسلم فان بدا له ان يجلس فيجلس ثم اذا قام فليسلم فليست الاولى باحق من الثانية: لابي داود والترمذي وزاد رزين: ومن سلم على قوم حين يقوم عنهم كان شريكهم فيما خاضوا فيه من الخير بعده: كلدة بن حنبل، ان صفوان بن امية بعثه الى النبي صلى الله عليه وسلم بلبن ولبأ وضغابيس والنبي صلى الله عليه وسلم باعلى الوادي قال فدخلت عليه ولم استأذن ولم اسلم فقال صلى الله عليه وسلم ارجع فقل السلام عليكم أأدخل وذلك بعد ما اسلم صفوان للترمذي ولابي داود: وجداية بدل اللبأ: (ابو هريرة) اذا لقي احدكم اخاه فليسلم عليه فان حالت بينهما شجرة وجدار او حجر ثم لقيه فليسلم عليه ايضا: لابي داود (انس) قال لي النبي صلى الله عليه وسلم يا بني اذا دخلت على اهلك فسلم يكن سلامك بركة عليك وعلى اهل بيتك: (جابر) رفعه: السلام قبل الكلام: هما للترمذي (انس) مر على صبيان فسلم عليهم وقال كان النبي صلى الله عليه وسلم يفعله: للشيخين والترمذي وابي داود (اسماء بنت يزيد) مر علينا النبي صلى الله

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے۔

تہذیب اخلاق اور سلام اور جواب اور مصافحہ اور ہاتھ چومنا اور آنے والے کی خاطر کھڑا ہونا

(ابو ہریرہ رض) رفع تم میں جب کوئی شخص کسی مجلس پر پہونچے تو چاہیئے کہ سلام کرے۔ پھر اگر بیٹھنے کی رائے ہو تو بیٹھ جائے پھر جب اُٹھے تو مکرر سلام کرے کہ پہلے سلام کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہیں ہے (د ت) ف یعنی آمد اور رخصت دونوں وقت کا سلام استحقاق اور سنیت میں مساوی ہے۔ رزین میں اتنا اضافہ ہے کہ جسنے کسی مجمع کو اپنے اُٹھتے وقت سلام کیا وہ دبا وجود چلے جانیکے) اُس کار خیر میں اُنکا شریک سمجھا جائیگا جسمیں وہ اسکے بعد مشغول رہے: (کلدۃ بن حنبل) صفوان بن اُمیہ نے کچھ دودھ اور کھیرا اور ککڑی کے رُوے دیکر انکو بالائے مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں آپکے پاس چلا گیا مگر نہ اذن لیا اور نہ سلام کیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باہر جاؤ اور اسطرح کہو "السلام علیکم کیا اندر آجاؤں؟" اور یہ قصہ اُسوقت کا ہے جبکہ صفوان اسلام لاچکے تھے (ت) اور (ابو داؤد) میں کھیس کی جگہ بچہ آہو مذکور ہے۔ ف ممکن ہے چاروں چیزیں بھیجی ہوں کسینے وہ تین نقل کردیں اور کسینے یہ تین (ابو ہریرہ رض) رفع (یعنی آنحضرت فرماتے ہیں) تم میں جب کوئی اپنے بھائی سے ملے تو چاہیئے کہ سلام کرے پھر اگر دونوں کے درمیان کسی درخت یا دیوار یا پتھر کی آڑ ہو جائے اور دوبارہ ملے تو پھر سلام کرے (د) ف یعنی نظر سے ذرا اوجھل ہو جانیکے بعد بھی دوبارہ ملاقات ہو تو مکرر سلام کرنا چاہیئے (انس رض کہتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا کہ بیٹا جب اپنے گھر والوں کے پاس پہونچا کرو تو سلام کیا کرو کہ تمہارا سلام تمہارے لئے اور تمہارے اہل خانہ کے لئے موجب برکت ہوگا (ت) ف یعنی یہ نہ سمجھو کہ سلام صرف بیگانوں کے یا انکے لئے ہے جنسے ملنا اتفاقیہ ہو بلکہ بی بی بچوں کو بھی سلام کرنا چاہیئے۔ افسوس ہے کہ مسلمان اس نعمت سے غافل ہیں جو کہ گھر والوں کی رنجش معاش کی تنگی اور ہر قسم کی بے برکتی دُور ہونیکا بہترین علاج تھا کہ گھر میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ السلام علیکم ہوتا (جابر رض) رفع سلام پہلے ہے کلام سے (ت)

عليه وسلم فى نسوة فسلم علينا: للترمذى وابى داود بلفظه (الطفيل بن ابى بن كعب) انه كان ياتى ابن عمر فيغدو معه الى السوق قال فاذا غدونا لم يمر ابو عبدالله على سقاط ولا على صاحب بيعة ولا مسكين ولا على احد الا سلم عليه قال الطفيل فجئته يوما فاستتبعنى الى السوق فقلت له وما تصنع فى السوق وانت لا تقف على البيع ولا تسأل عن السلع ولا تسوم بها ولا تجلس فى مجالس السوق فاجلس بنا ههنا نتحدث فقال يا ابا بطن وكان الطفيل ذا بطن انما نغدو من اجل السلام نسلم على من لقينا: لمالك (ابن عمر) رفعه: من سلم على عشرين رجلا من المسلمين فى يوم جماعة او فرادى ثم مات من يومه ذلك وجبت له الجنة و فى ليلة مثل ذلك: للكبير بضعف (على) رفعه: يجزئ عن الجماعة اذا مروا ان يسلم احدهم ويجزئ عن الجلوس ان يرد احدهم: لابى داود وحديث تقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف مر فى خصال الايمان (ابو امامة) رفعه: اولى الناس بالله من بدأهم بالسلام: للترمذى وابى داود بلفظه (ابو هريرة) رفعه: يسلم الراكب على الماشى والماشى على القاعد والقليل على الكثير وفى رواية: والصغير على الكبير: للشيخين وابى داود والترمذى وله عن فضالة بن عبيد رفعه بنحوه وفيه: والماشى

ف یعنی بات شروع کرنے سے پہلے السلام علیکم کہنا چاہیئے (انسؓ) بچوں پر انکا گذر ہوا تو انکو سلام کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے (ق ت د) ف یہ آپکا خلق عظیم تھا نیز بچوں کو تعلیم تھی کہ شروع ہی سے اسلامی طریقے کے عادی ہوں: (اسماءؓ بنت یزید) ہم چند عورتوں پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو آپنے ہمکو سلام کیا (ت د) ف اسمیں مستورات کو تعلیم ہے کہ وہ بھی السلام علیکم کی ایکدوسرے سے یا محرم سے ملنے کیوقت عادت ڈالیں اور خود ساختہ رسمی سلام جواب کو چھوڑیں افسوس ہے کہ آجکل عورتیں اسلامی سلام وجواب سے بالکل ناآشنا ہیں بلکہ وحشت ونفرت رکھتی ہیں اسیکا وبال ہے کہ طرح طرح کی رنجش وکدورت میں زندگی گذرتی ہے ہاں اجنبی جوان مرد وجوان عورت کا سلام یا جواب اگر احتمال فتنہ ہو تو مکروہ ہے (طفیلؓ بن اُبی بن کعب) حضرت ابن عمرؓ کے پاس آتے اور انکے ساتھ صبح سویرے بازار جایا کرتے تھے کہتے ہیں کہ جب ہم چلتے تو ابو عبداللہ (یعنی ابن عمر) جس کباڑی یا دکاندار یا مسکین پر گذرتے اسکو سلام ضرور کرتے ایکدن میں انکے پاس آیا تو انہوں نے بازار جانیکے لئے مجھے اپنے ساتھ لیا میں نے عرض کیا کہ بازار جاکر کیا کیجئے گا نہ تو آپ کسی دکان پر ٹھیریں نہ کسی سودے کو دریافت کریں نہ نرخ پوچھیں اور نہ بازاری جلسوں میں بیٹھیں (پھر بازار جانیسے کیا حاصل) یہیں بیٹھئے کہ باتیں کرینگے فرمایا اے بڑے پیٹے ہم تو صرف سلام کیغرض سے جایا کرتے ہیں کہ جسسے ملیں اسکو سلام کریں (ط) ف جس طرح ہمیں دنیا کیساتھ محبت ہے کہ نئی نئی تجارتوں کی سوجھتی اور اُس سوداگری کی تلاش ہوتی ہے جہاں دو پیسے نفع کے زیادہ ملیں اسیطرح حضرات صحابہ کو آخرت کا عشق وسودا تھا اور اسیکی ایک حالت تھی جو حضرت ابن عمر پر طاری ہوئی کہ ہر سلام پر کم از کم دس نیکیاں لینے کی ہوس میں مجمع کی تلاش ہوتی اور اجر وثواب کا وہ سودا خریدنیکے لئے بازار آنیکا شوق ہوا جسمیں سرمایہ لگائے بغیر لاکھوں کا نفع تھا (ابن عمرؓ) جسنے بیس مسلمانونکو دن میں سلام کیا خواہ ایک مجلس میں ہوں یا علیحدہ علیحدہ پھر اسیدن انتقال کر گیا تو وہ جنت کا مستحق ہو گیا اور رات کیمتعلق بھی یہی حکم ہے (ک) ف ظاہر ہے کہ جس شخص کو سلام کی نیکیاں جمع کرنیکا اتنا شوق ہوگا اسکو فرائض وواجبات کا اہتمام بہت ہی زیادہ ہوگا اور یوں بھی بیس

على القائم ۔ (وعنہ)[13] رفعہ: لما خلق الله آدم وطوله ستون ذراعاً ثم قال اذهب فسلم على اولٰئك نفر من الملٰئكة جلوس فاستمع ما يجيبونك فانها تحيتك وتحية ذريتك فقال السلام عليكم فقالوا السلام عليك ورحمة الله فزادوه ورحمة الله فكل من يدخل الجنة على صورة آدم فلم يزل الخلق ينقص حتى الآن ۔ للشيخين (ابن عباس)[14] وقد قال رجل السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ثم زاد شيئاً فقال ابن عباس ان السلام قد انتهى الى البركة ۔ ر (ابن عمر)[15] وسلم عليه رجل فقال السلام عليك ورحمة الله وبركاته والغاديات الرائحات فقال له ابن عمر وعليك الفاً كانه كره ذلك ۔ هما للموطا (عمران ابن حصين)[16] كنا عند النبى صلى الله عليه وسلم فجاء رجل فقال السلام عليكم فرد صلى الله عليه وسلم وقال عشر ثم جاء آخر فقال السلام عليكم ورحمة الله فرد صلى الله عليه وسلم وقال عشرون ثم جاء آخر فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته فرد عليه صلى الله عليه وسلم وقال ثلاثون ۔ للترمذى ولابى داؤد وله عن معاذ بن انس نحوه وزاد ثم اتى آخر فقال السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ومغفرته فرد عليه صلى الله عليه وسلم وقال اربعون ثم قال لنا هكذا تكون الفضائل ۔ (غالب بن خطاف)[17] انا لجلوس بباب الحسن

اہل اللہ کی زبانیں جنکو سلام کا جواب دینے میں سلامتی کی دعائیں دینگی تو اللہ کریم کا انکی دعاؤں کو قبول فرمانا اور بدکار بھی ہو تو نیکوکار بناکر عذاب آخرت سے سلامتی بخشنا کچھ بعید نہیں (علی)[11] فع ۔ ایک مجمع کیطرف سے جب انکا کسی پر گذر ہو تو ایک شخص کا سلام کرلینا بھی کفایت کرتا ہے اور اسی طرح بیٹھی ہوئی جماعت میں سے ایک کا جواب دیدینا سب کیطرف سے کفایت کریگا (د) ف یعنی سلام اور اس کے جواب کا وجوب علی الکفایہ ہے لہٰذا جدا جدا ہر ایک کو سلام کرنے یا جواب دینے کی ضرورت نہیں (ابو امامہ)[11] فع ۔ اللہ کیساتھ زیادہ تعلق والا وہ ہے جو لوگوں کو سلام میں ابتدا کرے (ت د) (ابوہریرہ)[12] فع ۔ سوار کو چاہیئے کہ پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور پیدل کو چاہیئے کہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور قلیل کو چاہیئے کہ سلام کرے کثیر کو ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چھوٹے کو چاہیئے کہ سلام کرے بڑے کو (ق دت) اور ترمذی میں فضالہ بن عبید سے اسکی مثل مروی ہے مگر اسمیں یہ ہے کہ پیدل کو چاہیئے کہ سلام کرے کھڑے ہونے کو ۔ ف یہ ترتیب ہے کہ سلام میں ابتدا کون کرے اور سوار کو چونکہ رفعت حاصل ہے اسلئے مناسب ہوا کہ تواضع اختیار کرے اور پیدل چلنے والے کو ابتداءً سلام کرے (ایضاً)[13] اللہ تعالیٰ نے جب آدمؑ کو پیدا کیا اور ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا تو فرمایا جاؤ اور فرشتوں کی اس جماعت کو جو بیٹھی ہوئی ہے سلام کرو اور سنو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں وہی تمہارا اور تمہاری ذریت کا سلام رہیگا پس آدمؑ نے کہا ۔ السلام علیکم ۔ فرشتوں نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ ۔ یعنی رحمۃ اللہ کا اضافہ کیا اب جو کوئی بھی جنت میں جائیگا وہ آدمؑ کی صورت پر ہوگا ۔ پس مخلوق کے قد و قامت میں اب تک برابر کمی ہوتی چلی آئی (ق) (ابن عباس)[14] کو ایک شخص نے سلام کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اسکے بعد بھی کچھ اضافہ کیا آپ نے فرمایا کہ سلام وبرکاتہ پر ختم ہو لیا (ط) (ابن عمر)[15] ایک شخص نے انکو سلام کیا ۔ تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں اور صبح و شام طرح طرح کے انعامات ۔ آپنے جواب دیا اور تجھ پر ہزار ۔ گویا اضافہ کو مکروہ سمجھا (ط) (عمران بن حصین)[16] ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا السلام علیکم

البصری ثم جاء رجل فقال حدثنی ابی عن جدی قال بعثنی ابی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ائته فاقرأه السلام فاتیته فقلت ان ابی یقرئك السلام فقال علیك وعلی ابیك السلام۔ لابی داود (جابر[18] بن سلیم) اتیت المدینة فرأیت رجلا یصدر الناس عن رأیه لایقول شیئا الا صدروا عنه قلت من هذا؟ قالوا هذا رسول الله فقلت علیك السلام یا رسول الله مرتین فقال لاتقل علیك السلام فان علیك السلام تحیة المیت قل السلام علیك قلت انت رسول الله؟ فقال انا رسول الله الذی ان اصابك ضر فدعوته کشفه عنك وان اصابك عام سنة فدعوته انبتها لك وان کنت بارض قفراء او فلاة فضلت راحلتك فدعوته ردها علیك قلت اعهد الی قال لاتسبن احدا فما سببت بعده حرا ولا عبدا ولا شاة ولا بعیرا قال ولا تحقرن شیئا من المعروف وان تکلم اخاك وانت منبسط الیه بوجهك فان ذلك من المعروف وارفع ازارك الی نصف الساق فان ابیت فالی الکعبین وایاك واسبال الازار فانها من المخیلة وان الله لایحب المخیلة[2] وان امرؤ شتمك وعیرك بما یعلم فیك فلا تعیره بما تعلم فیه فیکون وبال ذلك علیه۔ للترمذی وابی داود وبلفظه (انس[19]) قال رجل لعمر السلام علیکم فرد عمر السلام ثم قال کیف انت؟ قال الرجل احمد الله

آپنے اتنا ہی جواب دیا اور فرمایا دس. پھر دوسرا آیا اور اُس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ. آپنے اُسکو اسی اضافہ کیساتھ جواب دیا اور فرمایا بیس[2] پھر تیسرا آیا اُس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ. آپنے بھی جواب میں ایسا ہی کہا اور فرمایا تیس[3]. (ت) اور ابوداؤد میں معاذ بن انس سے یہی روایت ہے اور اتنا زائد ہے کہ پھر چوتھا شخص آیا اور اُس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ پس آپنے اسی اضافہ سے جواب دیا اور فرمایا چالیس[4]. اسکے بعد ہم سے فرمایا اسی طرح زیادتیاں ہوتی رہینگی. ف یہ درجہ ہے ایک چیز کے اثر وخاصیت بیان کرنیکا جیسے کہتے ہیں کہ جتنا گُڑ زیادہ ڈالوگے اسیقدر زیادہ میٹھا ہوگا" اور پہلی دو حدیثوں میں اظہار ہے عادت محمدیہ اور عمل صحابہ کا کہ وبرکاتہ سے آگے نہ بڑھتے تھے پس وہ بمنزلہ مذاقِ طبیعت کے ہے کہ سلیم الطبع کو معتدل مٹھاس مرغوب ہوتا ہے اور اُس پر زیادتی ناپسند. پس کسی خاص نیت سے اگر اضافہ ہوا ہے تو عجب نہیں کہ اجر بڑھ جائے ورنہ اتباع سنت خود موجب اجر ہے اور اجر بھی وہ جس کے قلیل کو کثیر پر ایسی فضیلت ہے جیسی اشرفی کو پیسوں پر (غالب[17] بن خطاف) ہم حسن بصری کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھ سے حدیث نقل کی میرے والد نے اور ان سے میرے دادا نے فرمایا کہ مجھے میرے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا کہ حاضر خدمت ہو کر میرا سلام عرض کیجیو چنانچہ میں آنحضرت کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے والد نے آپکو سلام کہا ہے تو آپنے فرمایا تم پر اور تمہارے والد پر سلام (د) ف اس سے غائبانہ سلام کے جواب کی تعلیم ہوئی کہ سلام کرنیوالے اور پہونچانے والے دونوں کو دعا دے اور یوں کہے علیک وعلیہ السلام. (جابر[18] بن سلیم) میں مدینہ آیا تو ایک شخص کو دیکھا کہ سب لوگ اسکی رائے لیتے اور جو کچھ بھی وہ کہدیتا ہے اسکو تسلیم کر کے جاتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا یہ پیغمبر خدا ہیں. پس میں نے (حاضر خدمت ہو کر) کہا علیک السلام یا رسول اللہ دو مرتبہ آپنے فرمایا علیک السلام مت کہو کہ یہ (عرف میں) مُردہ کا سلام ہے. یوں کہو السلام علیک. میں نے عرض کیا آپ پیغمبر ہیں اللہ کے؟ فرمایا ہاں میں پیغمبر ہوں اللہ کا جسکی شان یہ ہے کہ اگر تمکو تکلیف لاحق ہو

الیک قال عمر ذاک اردت منک: لمالک (عکرمة[20] بن ابی جہل) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم جئت مرحبا بالراکب المہاجر

للترمذی (انس[21]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سلم سلم ثلاثا واذا تکلم بکلمة اعادها ثلاثا حتی تفهم عنہ: للبخاری

و الترمذی (عمران بن حصین[22]) کنا نقول فی الجاهلیة انعم اللہ بک عینا وانعم صباحا فلما کان الاسلام نهینا عن ذلک: لابی داود

فقال قال معمر: یکره ان یقول الرجل نعم اللہ بک عینا ولا بأس ان یقول انعم اللہ عینک: (ابو اسید[23] الساعدی) قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن عبد المطلب دخل علیهم فقال السلام علیکم قالوا وعلیک السلام ورحمة اللہ وبرکاته

قال کیف اصبحتم؟ قالوا بخیر نحمد اللہ فکیف اصبحت بابینا وامنا یا رسول اللہ؟ قال اصبحت بخیر احمد اللہ: للقزوینی

(انس[24]) سمعت رجلا یقول للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الرجل منا یلقی اخاه او صدیقه ینحنی له؟ قال لا قال فیلتزمه ویقبله؟ قال

لا قال یاخذ بیده ویصافحه؟ قال نعم: للترمذی وزاد رزین بعد قوله ویقبله، قال لا الا ان یاتی من سفر: (عمرو بن شعیب[25]) عن ابیه

عن جده رفعه: لا تشبهوا بالیهود ولا بالنصاری فان تسلیم الیهود الاشارة بالاصابع وتسلیم النصاری الاشارة بالاکف: للترمذی

اور تم اسکو پکارو تو وہ اسے دور کردے اور اگر قحط سالی پیش آئے اور تم اس سے دعا کرو تو وہ تمہارے لئے غلہ پیدا فرمائے اور تم کسی بیابان

یا جنگل میں ہو اور تمہاری اونٹنی کھوئی جائے اور تم اسکو پکارو تو وہ تمہاری اونٹنی تمہارے پاس واپس پہونچا دے۔ میں نے

عرض کیا کہ (مجھے بیعت کر لیجئے) اور مجھ سے عہد لے لیجئے۔ فرمایا کسیکو گالی نہ دیجیو چنانچہ اسکے بعد میں نے کسی حر کو گالی دی نہ غلام کو اور

نہ بکری کو نہ اونٹ کو نیز فرمایا کسی نیک کام کو حقیر نہ سمجھیو اور اپنے بھائی سے بات کیجیو خندہ روئی اور توجہ کیساتھ کہ یہ بھی کار نیک ہے۔ اور

اپنے تہمد کو نصف پنڈلی سے اوپر رکھیو اور اتنا نہ ہوسکے تو بس ٹخنوں تک اور اس سے نیچے تہمد لٹکانے سے بچیو کہ وہ تکبر ہے اور اللہ تکبر کو

پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی شخص تمکو گالی دے یا ایسے عیب کا طعن دے جو تمہارے اندر اسکو معلوم ہے تو تم اسکو اس عیب کا طعن دیجیو

جو اسکے اندر تمہیں معلوم ہے (کہ بدلہ نہ لینے سے) وبال اسی پر رہیگا (ت د) ف خاص طور پر کسی بات کا عہد لینے سے چونکہ اسکی

پابندی کا اہتمام ہوجاتا ہے لہذا جسکے اندر جو نقص ہوتا ہے طبیب روحانی ہاتھ میں ہاتھ لیکر اُسی کی اصلاح کا عہد کرا لیتا ہے صوفیا

کی بیعت مروجہ کا یہی ثبوت ہے (انس[19]) ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا اور پھر فرمایا کیسا مزاج ہے؟ اُسنے کہا اللہ کا

شکر ہے آپنے فرمایا مجھے یہی (سُننا) تمسے مقصود تھا (ط) (عکرمہ[20] بن ابی جہل) ہیں (اسلام لانیکے لئے) جس دن رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپنے فرمایا مرحبا اے مہاجر سوار (ت) (انس[21]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام کیا کرتے تو تین

بار کرتے تھے (ایک دروازہ پر پہونچکر اذن دخول لینے کا دوسرا سامنے آکر ملاقات کا اور تیسرا رخصت کیوقت) اور جب کوئی

(خاص) بات کہا کرتے تو تین بار اسکا اعادہ فرماتے تھے تاکہ اچھی طرح سمجھ لی جائے (خ ت) (عمران بن حصین) ہم بزمانہ جاہلیت

اسطرح سلام کیا کرتے تھے اللہ تجھسے آنکھ ٹھنڈی رکھے اور صبح بخیر بس جب اسلام آیا تو ہمیں اسکی ممانعت ہوگئی (د) ف کیونکہ

اسکی جگہ السلام علیکم تعلیم ہوا لفظ سلام یا بمعنے سلامتی ہے اور اپنے مسلمان ہونیکا اظہار ہے کہ میں تمہارا دینی بھائی ہوں لہذا میری

طرف سے تمکو جان یا مال کے نقصان کا کوئی خطرہ نہیں شرع اسلام میں اس مفہوم کی زیادہ ضرورت تھی اور یہی ذریعہ تھا ایک کو دوسرے پر

(ابن عمرؓ) رفعه: اذا سلم عليكم اليهود فانما يقول احدهم السام عليك فقل وعليك: للستة الا النسائی (عائشةؓ) دخل رهط من اليهود على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا السام عليك ففهمتها فقلت عليكم السام واللعنة فقال صلى الله عليه وسلم مهلا يا عائشة ان الله يحب الرفق فی الامر كله فقلت يا رسول الله الم تسمع ما قالوا؟ قال قد قلت عليكم: وفی رواية: عليكم بدون الواو: وفی اخرى: قالت عليكم السام والذام: للشيخين والترمذی ولمسلم عن جابر نحوه وفيه: قالت الم تسمع ما قالوا قال بلى قد سمعت فرددت عليهم انا نجاب عليهم ولا يجابون علينا: (ابو هريرةؓ) رفعه: لا تبدؤا اليهود ولا النصارى بالسلام واذا لقيتم احدهم فی طريق فاضطروه الى اضيقه: لمسلم وابی داود والترمذی (اسامةؓ) ان النبی صلى الله عليه وسلم

اعتماد کا ہمیشہ کیلئے شعارِ اسلام قرار پایا نیز مخاطب کو دُعا ہے کہ تم ہر پریشانی سے محفوظ رہو یا السلام نام ہے حق تعالیٰ کا اور یہ مطلب ہے کہ اللہ تمہارا محافظ رہے۔ یا علیٰ بمعنی مع ہو کر یہ مطلب ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ اور تمہارا مددگار رہے۔ نیز اللہ کا نام زبان سے نکلنے کی وجہ سے لسانی ذکر اللہ ہے اور مخاطب کو یاد دہانی ہے کہ وہ بھی اللہ کا نام لے۔ غرض یہ طریق اسلامی ہر قسم کی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اور اجر جُدا کہ ہر لفظ پر دس نیکیوں کا ثواب: معمر کہتے ہیں کہ انعم اللہ بک عینا کہنا مکروہ ہے۔ (کیونکہ کسی کی زندگی یا فراخی اللہ کی آنکھوں کو ٹھنڈا نہیں بناتی) اور انعم اللہ عینک کہنے میں کچھ حرج نہیں اسکا ترجمہ ہے اللہ تجھے مسرور اور تیری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے) ف مگر جواز کا صرف یہ مطلب ہے کہ اسمیں گناہ نہیں باقی السلام علیکم کا سا اجر کسی دُعا میں بھی نہیں (ابو اسید الساعدی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب حضرت عباسؓ کے پاس تشریف لے گئے تو فرمایا السلام علیکم سب گھر والوں نے عرض کیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ نے فرمایا تم صاحبوں کا کیسا مزاج ہے؟ سب نے عرض کیا الحمد للہ بخیریت ہیں اور آپکا کیسا مزاج ہے۔ آپ پر ہمارے ماں باپ قربان یارسول اللہ فرمایا میں بھی الحمد للہ بخیریت ہوں (ہ) ف قبل دوپہر کا وقت ہوتا تو کیف اصبحتم کہتے تھے اور بعد دوپہر ملاقات ہوتی تو کیف امسیتہ جسکا ترجمہ وقتی لحاظ پر مزاج شریف ہے۔ (انسؓ)[24] میں نے ایک شخص کو سُنا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہا تھا کہ ایک شخص اپنے بھائی اور دوست سے ملے تو کیا جھک جائے؟ فرمایا نہ۔ کہا کیا اسکو لپٹ جائے اور بوسہ لے؟ فرمایا نہ۔ کہا کیا اسکا ہاتھ پکڑ لے اور مصافحہ کرے؟ فرمایا ہاں (ت) رزین نے معانقہ و بوسہ کے بعد اتنا اضافہ کیا ہے مگر یہ کہ سفر سے آئے: (تو اسوقت معانقہ میں حرج نہیں (عمرو بن شعیب) اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے رفع۔ نہ یہود کی مشابہت کرو نہ نصاریٰ کی کہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ ہے (ت) لہٰذا ہاتھ اٹھائے بغیر السلام علیکم کہو کہ کفار کی مشابہت سے بچو جو کہ اللہ و رسول کو ہر جگہ ناپسند ہے اسلئے کہ ثمرہ ہے انکے ساتھ انس و رغبت کا اور اس سے تعلق مع اللہ میں کمی آتی ہے۔ (ابن عمرؓ)[26] رفع۔ جب یہود تمکو سلام کرتے ہیں تو ہر ایک السام علیک کہا کرتا ہے لہٰذا جواب دیا کرو وعلیک (ق ت د ہ) ف سام کے معنیٰ ہیں موت۔ چونکہ یہودیوں میں عداوت کیساتھ چالبازی و شرارت تھی اسلئے وہ زبان دبا کر السام علیک کہتے تھے کہ کوسنا بھی ہو اور سننے والے کو پتہ بھی نہ چلے۔ اسلام نے

ركب على حمار على اكاف تحته قطيفة فدكية واردف اسامة يعود سعد بن عبادة في بني الحارث بن الخزرج قبل وقعة بدر فسار حتى مر بمجلس
فيه عبد الله بن ابي بن سلول وذلك قبل ان يسلم واذا في المجلس اخلاط من المسلمين والمشركين عبدة الاوثان واليهود وفي المسلمين
عبد الله بن رواحة فلما غشيت المجلس عجاجة[2] الدابة خمر عبد الله بن ابي انفه بردائه ثم قال لا تغبروا علينا فسلم النبي صلى الله
عليه وسلم عليهم ثم وقف فنزل فدعاهم الى الله وقرأ عليهم القرآن فقال له ابن ابي ايها المرء انه لا احسن مما تقول ان كان حقا
فلا تؤذينا به في مجالسنا وارجع الى رحلك فمن جاءك فاقصص عليه فقال عبد الله بن رواحة بلى يا رسول الله فاغشنا به في
مجالسنا فانا نحب ذلك فاستب المسلمون والمشركون واليهود حتى كادوا يتثاورون فلم يزل صلى الله عليه وسلم يخفضهم حتى سكتوا
ثم ركب فسار حتى دخل على سعد بن عبادة فقال له اي سعد الم تسمع الى ما قال ابو حباب يريد ابن ابي قال كذا وكذا فقال
سعد يا رسول الله اعف عنه واصفح فوالله الذي انزل عليك الكتاب لقد جاء الله بالحق الذي انزل عليك ولقد اجتمع
اهل هذه البحيرة[3] على ان يتوجوه فيعصبوه بالعصابة فلما ابى الله ذلك بالحق الذي اعطاك الله شرق[4] بذلك فذلك الذي

چونکہ انتقام میں بھی تہذیب و متانت کو ہاتھ سے نہیں دیا اسلئے جواب میں وعلیک کہدیا کہ تمہاری لا ابلا تمہارے سر (عائشہؓ) چند یہودی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا السام علیک چونکہ میں نے سمجھ لیا اسلئے کہا تم پر سام و لعنت. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ٹھیرو اے عائشہ حق تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے. میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپنے نہیں سُنا انہوں نے کیا کہا؟ فرمایا
میں نے بھی تو کہدیا وعلیکم. اور ایک روایت میں ہے علیکم بغیر واو کے. اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم پر موت
اور مذمت (ق ت) اور مسلم میں جابر سے یہی روایت ہے مگر اسمیں یہ ہے حضرت عائشہؓ نے کہا کیا آپنے نہیں سُنا کہ انہوں نے کیا کہا؟
فرمایا ہاں خوب سُنا پھر انہیں پر تو لوٹا دیا. اور ہماری انکے متعلق قبول ہو جائیگی اور انکی ہمارے متعلق قبول نہ ہوگی ف واو کی
روایت میں شرکت معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ موت سے نہ کافر کو مفر ہے نہ مسلمان کو اسلئے جواب زیادہ نرم اور عبرت آموز ہو جائے گا
کہ ہاں میاں موت تو ہمارے تمہارے دونوں کے لئے ہے. (ابو ہریرہؓ)[28] فع. نہ یہودیوں کو سلام میں ابتدا کرو نہ نصاریٰ کو کہ انکا احترام
مکروہ ہے اور جب انمیں کسی سے ملنا ہو تو اسکو تنگ راستہ یعنی کنارہ چلنے پر مجبور کرو (م د ت) بشرطیکہ قدرت اور اپنی حکومت ہو۔
[29](اسامہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہوئے جس پر کاٹھی تھی اور اسکے نیچے فدک کا بُنا ہوا گدہ پڑا تھا اور اسامہ
کو پیچھے بٹھا لیا کہ واقعہ بدر سے قبل قبیلہ بنی الحارث بن الخزرج میں سعد بن عبادہ کی مزاج پرسی کیلئے تشریف لئے جاتے تھے۔
چلتے میں ایک مجمع پر گذر ہوا جسمیں عبداللہ بن اُبی بن سلول بھی تھا اور یہ قصہ اُسکے اسلام لانے سے قبل کا ہے نیز مجمع میں مُسلمان اور
مُشرکین اور بُت پرست و یہود سب مخلوط تھے اور مسلمانوں میں عبداللہ بن رواحہ بھی موجود تھے. جب سواری کا غبار مجلس میں
بھرا تو عبداللہ بن اُبی نے چادر سے اپنی ناک ڈھانپ لی اور کہا کہ ہم پر غبار نہ اڑاؤ. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا
اور رُکے اور نیچے اتر کر انکو اللہ کی دعوت دی اور قرآن پڑھکر سُنایا. ابن اُبی نے آپ سے کہا اے شخص جو تم کہتے ہو اس سے بہتر
کوئی چیز نہیں بشرطیکہ حق [illegible] ہماری مجلسوں میں (دعوت اسلام دیکر) ہمکو ایذا نہ پہنچاؤ اور اپنے گھر جا کر بیٹھو کر جو

نعل ... وان ... بیت فعفا عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ یعفون عن المشرکین واہل الکتاب کما امرہم
اللہ ویصبرون علی الاذی قال تعالی ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا
وتتقوا فان ذلک من عزم الامور وقال تعالی ود کثیر من اہل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفارا حسدا من عند انفسہم
من بعد ما تبین لہم الحق فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ ان اللہ علی کل شئ قدیر وکان صلی اللہ علیہ وسلم یتاول فی
العفو ما امرہ اللہ بہ حتی اذن لہ فیہم فلما غزا بدرا فقتل اللہ فیہا من صنادید کفار قریش وقفل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
واصحابہ منصورین غانمین معہم اساری من صنادید الکفار وسادۃ قریش قال ابن ابی ومن معہ من المشرکین عبدۃ الاوثان
ہذا امر قد توجہ فبایعوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الاسلام فاسلموا (للشیخین والمہاجرین تنقذ) انما اتی النبی صلی اللہ

تمہارے پاس آئے اسکو وعظ سنا دو۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا ہاں ہاں یا رسول اللہ ہماری مجلسوں میں ہمارے پاس ضرور آیئے کہ
ہمکو یہ پیارا معلوم ہوتا ہے پس مسلمانوں اور مشرکین و یہودیوں میں دوبدو ہونے لگی حتی کہ قریب تھا ہاتا پائی ہوجائے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو دباتے رہے یہانتک کہ سب خاموش ہوگئے۔ پھر آنحضرت سوار ہوکر چلے گئے اور سعد بن عبادہ کے
پاس آئے انسے فرمایا اے سعد تم نے سنا بھی کہ ابو حباب یعنی ابن اُبی نے کیا کہا؟ اسنے ایسا ایسا کہا۔ سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ جانے بھی
دیجئے اور پروا نہ کیجئے۔ قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ پر قرآن اُتارا کہ مذہب حق جو آپ پر نازل ہوا اسکو اللہ تعالی ایسے وقت
لایا کہ باشندگان جزیرۂ عرب اس پر متفق ہوچکے تھے کہ ابن ابی کی تاج پوشی کریں اور پگڑی اسکے سر پر باندھ دیں مگر اللہ نے
اس حق کے ذریعہ جو آپ کو عطا فرمایا انکی اس تجویز کو مسترد کردیا لہٰذا وہ کِلس گیا۔ بس یہ سبب ہے جسنے اس سے یہ کام کرایا۔
جو آپنے دیکھا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درگذر فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ حسب حکم خداوندی
مشرکین و اہل کتاب کی بے عنوانیاں معاف اور ایذا رسانی پر صبر کیا کرتے تھے کہ حق تعالی نے فرمایا ہے "اور البتہ تم سنوگے ان لوگوں
کیطرف سے جنکو کتاب تمسے پہلے دیجا چکی ہے اور انکی طرف سے جو شریک خدا ٹھراتے ہیں بہتیری ایذا کی باتیں اور اگر تم صبر اور تقوی
اختیار کرو تو بیشک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں" نیز فرمایا ہے "بہتیرے اہل کتاب کی خواہش ہے کہ تمکو لوٹا دیں تمہارے ایمان
کے بعد کافر بنا کر، بوجہ اپنے نفسانی حسد کے باوجودیکہ انکو حق واضح ہوچکا۔ پس معاف دو اور درگذر کرتے رہو حتی کہ اللہ
اپنا حکم (انتقام اور جہاد کے متعلق) لائے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عفو کے
متعلق اسکے پورے مقتضا پر عمل فرماتے رہے جو اللہ نے آپکو حکم دیا تھا حتی کہ آپکو انکے متعلق (جہاد کی) اجازت دیگئی چنانچہ
جب غزوۂ بدر ہوا تو اللہ نے اسمیں سرداران قریش کو قتل کیا جنکو بھی قتل کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نصرت
ومال غنیمت کیساتھ واپس ہوئے کہ اکابر کفار اور سرداران قریش کے دستہ قیدی آپکے ساتھ تھے تب ابن ابی اور اسکے مشرک
وبُت پرست ساتھیوں نے کہا کہ یہ دین تو بڑھتا چلا لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کرلو چنانچہ مسلمان ہوگئے (ق)
شرق کے معنی گلے میں اُچھو لگنے کے ہیں کہ نہ اُگلا جائے نہ نگلا جائے یہی حالت عبداللہ بن ابی کی حسد کلس میں تھی اور اسلئے منافقانہ

عليه وسلم وهو يبول فسلم عليه فلم يرد عليه حتى توضأ ثم اعتذر اليه وقال اني كرهت ان اذكر الله الا على طهر ؛ لابي داؤد
والنسائي (ابن مسعود) [۳۱] فع: السلام اسم من اسماء الله تعالى وضعه في الارض فافشوه بينكم فان الرجل المسلم اذا مر بقوم
فسلم عليهم فردوا عليه كان له عليهم فضل درجة بتذكيره اياهم السلام فان لم يردوا عليه رد عليه من هو خير منهم
واطيب ؛ للبزار والكبير (ابوهريرة) [۳۲] فع: اعجز الناس من عجز في الدعاء وابخل الناس من بخل بالسلام ؛ للكبير
(وعنه) [۳۳] والثلاثة رفعه: لا يؤذن للمستاذن حتى يبدأ بالسلام ؛ للاوسط (معاوية بن قرة) [۳۴] فع: اذا مررت على مجلس فسلم
على اهله فان يكونوا في خير كنت شريكهم وان يكونوا في غير ذلك كان لك اجره ؛ للكبير بخفي (انس) [۳۵] لما جاء اهل اليمن
قال النبي صلى الله عليه وسلم جاءكم اهل اليمن وهم اول من جاء بالمصافحة ؛ لابي داود (ابن مسعود) [۳۶] فع: من تمام التحية
الاخذ باليد ؛ للترمذي (البراء) [۳۷] فع: ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا ؛ لابي داود
الترمذي (عطاء الخراساني) [۳۸] ارسله: تصافحوا يذهب الغل وتهادوا وتحابوا وتذهب الشحناء ؛ لمالك

اسلام لایا مخلوط مجمع کو مسلمانوں کی نیت کر کے سلام کر لینا جائز ہے (مہاجر بن قنفذ) [۳۰] وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
درآنحالیکہ حضرت پیشاب کر رہے تھے انہوں نے سلام کیا تو حضرت نے جواب نہ دیا یہاں تک کہ وضو کیا اسکے بعد عذر ظاہر فرمایا کہ مجھے پسند نہ آیا کہ بلا طہارت
کے اللہ کا ذکر کروں (د ن) ف کسیکو سلام کرنا جبکہ وہ پیشاب کر رہا ہو مکروہ ہے اور اسکو جواب دینا بھی مکروہ کیونکہ سلام نام خدا ہے اور کشف عورت
کیوقت زبان سے ذکر اللہ مکروہ ہے اور بے وضو کے ذکر اللہ اگرچہ جائز ہے مگر باوضو افضل ہے اور گنجائش تھی کہ پیشاب کے بعد وضو کر کے جواب سلام دیا
جا سکے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عملاً افضلیت کی تعلیم دی (ابن مسعود) [۳۱] فع سلام اللہ کے ناموں میں ایک نام ہے جسکو اُسنے زمین میں اُتارا
ہے لہذا اسکو آپس میں خوب پھیلاؤ کیونکہ مسلمان جب کسی قوم پر گذریگا اور انکو سلام کریگا اور وہ اسکو جواب دینگے تو اسکو اُن پر ایک درجہ فضیلت
حاصل ہوگی کیونکہ انکو سلام یاد دلایا اور اگر وہ جواب نہ دینگے تو وہ (خدا) جواب سلام دیگا جو اُن سے بہتر و برتر ہے (بزک) (ابوہریرہ) [۳۲] فع: عاجز ترین
وہ شخص ہے جو دعا مانگنے میں عاجز ہو (کہ اللہ کریم سے بھی کچھ نہ مانگے) اور بخیل ترین وہ ہے جو سلام میں بخل کرے (ک) ف کہ مسلمان بھائی
کو سلامتی کی دعا دینا بھی ناگوار ہے۔ (ایضاً) [۳۳] شفع۔ طالب اذن کو اذنِ دخول نہ دیا جائے جبتک کہ وہ پہلے سلام نہ کرے (د) ف ایسا
کرنے سے اسکو طریق مسنون کی تعلیم تنبیہ کیساتھ ہو جائیگی۔ (معاویہ بن قرہ) [۳۴] فع: جب کسی مجلس پر تیرا گذر ہو تو اہل مجلس کو سلام کر۔ اگر وہ کارِ
خیر میں مشغول ہونگے تو تو بھی انکا شریک بنجائیگا اور اگر وہ دوسری حالت میں ہونگے تو تجھے (سلام کا) اجر ملجائیگا (ک) بخفی ف۔
حالت نماز میں سلام کرنے یا جواب دینے کی چونکہ حدیث میں ممانعت ہے لہذا یہاں وہ کارِ خیر مراد ہے جسمیں سلام کا جواب خلل نہ ڈالے مثلاً
مستحب باتیں کر رہے ہوں نہ یہ کہ تلاوت قرآن یا درسِ دینیات یا ذکر اللہ کر ایسے وقت سلام کر کے انکا خیال بٹانا گویا افضل کا
چھڑانا ہے اور اسی طرح کشفِ عورت مثلاً پیشاب و غسل وغیرہ کیوقت سلام اور جواب کی ممانعت ہے اور معصیت میں مشغول ہونیوالے
کا احترام ممنوع ہے لہذا کوئی شطرنج یا جوا کھیل رہا ہو تو اُسکو سلام کرنا مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ کسی تجارت وغیرہ میں اہل مجلس مشغول
ہوں تو سلام کنندہ کو بہر حال اجر ملیگا۔ (انس) [۳۵] جب اہل یمن آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے پاس اہل یمن آئے

(جندب)[۳۹] كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا لقي اصحابه لم يصافحهم حتى يسلم عليهم ؛ للكبير بخفى (حذيفة)[۴۰] رفعه: ان المؤمن اذا لقي المؤمن فسلم عليه واخذ بيده فصافحه تناثرت خطاياهما كما يتناثر ورق الشجر ؛ للاوسط (ابو هريرة)[۴۱] رفعه: ان المسلمين اذا التقيا فتصافحا وتساءلا انزل الله بينهما مائة رحمة تسعة وتسعين لابشهما واطلقهما وابرهما واحسنهما مساءلة لاخيه ؛ للاوسط وفيه الحسن بن كثير بن عدى (دعنه)[۴۲] رفعه: لا تصافحوا اليهود والنصارى ؛ للاوسط بضعف (كعب بن مالك)[۴۳] انه لما نزل عذره اتى النبي صلى الله عليه وسلم فاخذ بيده فقبلها ؛ للكبير بضعف (عمر)[۴۴] انه قبل يد النبي صلى الله عليه وسلم ؛ للموصلي بلين ؛ (عبد الرحمن بن رزين)[۴۵] عن سلمة بن الاكوع: بايعت النبي صلى الله عليه وسلم بيدي هذه فقبلناها فلم ينكر ذلك. الاوسط (انس)[۴۶] لم يكن شخص احب اليهم من النبي صلى الله عليه وسلم وكانوا اذا راوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك ؛ للترمذي (ابو امامة)[۴۷] خرج علينا النبي صلى الله عليه وسلم يتوكأ على عصا فقمنا اليه فقال لا تقوموا كما تقوم الاعاجم يعظم بعضهم بعضا ؛ لابي داود (معاوية)[۴۸] رفعه: من احب ان يتمثل له الناس قياما فليتبوأ مقعده من النار ؛ لابي داود والترمذي۔

اور وہی سب سے پہلے مصافحہ لائے ہیں (د) ف یعنی مصافحہ کی کثرت۔ ورنہ نفس مصافحہ کا رواج عرب میں پہلے سے تھا۔ (بن مسعود)[۳۶] رفع۔ سلام کی تکمیل ہاتھ پکڑنا (یعنی مصافحہ کرنا) ہے۔ (ت) (براء)[۳۷] رفع۔ جو بھی دو مسلمان ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے قبل دونوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں (د ت) (عطا خراسانی)[۳۸] باہم مصافحہ کیا کرو کہ اس سے دونوں کی رنجش دور ہو جائیگی اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو کہ باہم محبت پیدا ہوگی اور کینہ جاتا رہیگا۔ (ط) (جندب)[۳۹] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ سے ملتے تو جبتک سلام نہ کرتے مصافحہ نہ فرمایا کرتے تھے (ک) بخفی (حذیفہ)[۴۰] رفع۔ مؤمن جب مؤمن سے ملتا اور اسکو سلام کرتا اور اسکا ہاتھ پکڑکر مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اسطرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کے سوکھے پتے جھڑتے ہیں۔ (و) ف شاید جاہلوں نے اسی سے استنباط کیا کہ ہاتھوں کو جھٹکا جائے جیسے درخت کو جھڑ جھڑایا جاتا ہے حالانکہ یہ خاصیت کہ گناہ جھڑیں محض مصافحہ کی ہے۔ نیز ہاتھ جھٹکانا فعل ہے نصاریٰ کا لہذا تشبہ ممنوع ہے (ابوہریرہ)[۴۱] رفع۔ دو مسلمان جب ملاقات میں باہم مصافحہ کرتے اور ایکدوسرے کا مزاج پوچھتے ہیں تو ان پر حق تعالیٰ سو رحمتیں نازل فرماتا ہے جنمیں ننانوے ۹۹ اسکے لئے ہیں جو بھائی کی مزاج پرسی میں دلبستگی و بشاشت و خوبی زیادہ رکھتا ہے (ایضاً)[۴۲] یہودیوں اور عیسائیوں سے مصافحہ نہ کیا کرو (د) ف کہ اس میں اعداء اللہ کا احترام اور محبت کا برتاؤ ہے ہاں اوپری دل سے بضرورت دفع مضرت ہو تو اللہ معاف کرنیوالا ہے۔ (کعب بن مالک)[۴۳] جب ان کی (قبولیت توبہ اور خطا میں) معذوری نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دست مبارک پکڑکر اسکو بوسہ دیا (ک) بضعف۔ (عمر)[۴۴] آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا (ص) بلین) ف بزرگوں کے ہاتھ کو چومنا جائز ہے۔ (عبد الرحمن بن رزین)[۴۵] سلمہ بن اکوع نے فرمایا کہ میں نے اپنے اس ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی پس ہم نے انکے ہاتھ کو چوم لیا کہ اسنے مس کیا ہے سرور عالم و عالمیان کے دست مبارک کو، تو سلمہ نے اسکو برا نہیں سمجھا (د) ف قرآن مجید وغیرہ کو بوسہ دینا اسی لئے جائز ہے (د) (انس)[۴۶] صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص بھی محبوب نہ تھا اور وہ جب رسول اللہ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے اسلئے کہ اسکے متعلق آپ کی ناگواری انکو معلوم ہوگئی تھی (ت) (ابو امامہ)[۴۷] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے باہر تشریف لائے تو ہم کھڑے ہوگئے۔ فرمایا: کھڑے ہو جیسے عجمی کھڑے ہوتے ہیں کہ اسطرح ایکدوسرے کی تعظیم کرتے ہیں (د) (معاویہ)[۴۸] رفع۔ جسکو یہ بات محبوب ہو کہ لوگ اسکیلئے کھڑے ہوا کریں اسکو اپنا ٹھکانا جہنم میں تلاش کرنا چاہیئے (د ت) ف قیام تعظیمی کی کراہت اسلئے ہے کہ دوسرے کو متکبر بنا دیتا ہے اگر اس سے مامون ہو اور کوئی چھوٹا اپنے بڑے کے آنے پر

الاستئذان

(ربعی بن حراش) جاء رجل فاستأذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال أألج؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لخادمہ اخرج الی هذا فعلمه الاستئذان فقل له قل السلام علیکم أأدخل؟ فسمع الرجل ذلك فقال السلام علیکم ادخل؟ فاذن له صلی اللہ علیہ وسلم فدخل (قیس بن سعد) زارنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منزلنا فقال السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرد ابی ردا خفیا فقلت الا تأذن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال ذره حتی یکثر علینا من السلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرد سعد ردا خفیا ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم السلام علیکم ورحمۃ اللہ ثم رجع فاتبعه سعد فقال یا رسول اللہ انی کنت اسمع تسلیمك وارد علیك ردا خفیا لتکثر علینا من السلام فانصرف معه النبی صلی اللہ علیہ وسلم وامر له سعد بغسل فاغتسل ثم ناوله ملحفة مصبوغة بزعفران او ورس فاشتمل بها ثم رفع یدیه وهو یقول اللهم اجعل صلواتك ورحمتك علی آل سعد ثم اصاب صلی اللہ علیہ وسلم من الطعام فلما اراد الانصراف قرب له سعد حمارا قد وطأ علیه بقطیفة فقال سعد یا قیس اصحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(اندر آنے کے لئے صاحب خانہ سے) اجازت مانگنا

(ربعی بن حراش) ایک شخص آیا اور اسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (اندر آنیکے لئے) اجازت مانگی اور کہا کیا اندر آجاؤں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم سے فرمایا اسکے پاس جاؤ اور اسکو اجازت مانگنا سکھاؤ۔ اس سے کہو کہ اسطرح کہے السلام علیکم کیا اندر آجاؤں؟ اِس شخص نے (حضرت کا ارشاد خود ہی سُن لیا) اور کہا السّلام علیکم کیا اندر آجاؤں؟ حضرت نے اسکو اجازت دی اور وہ اندر گیا (د) ف انسان اپنے گھر میں کبھی کُھلے بدن یا ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ بیٹے کا آنا جانا بھی پسند نہیں ہوتا لہذا شریعت نے استیذان کا حکم دیا اور پیغمبر نے اس کا طریق بتایا کہ دروازہ پر کھڑے ہوکر اول باواز بلند سلام کرے اور پھر اندر آنے کی اجازت مانگے۔ (قیس بن سعد) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو (طلب اذن کے لئے) فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والد صاحب نے (اندر بیٹھے ہوئے) آہستہ سے جواب سلام دیا۔ میں نے کہا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن نہیں دیتے؟ فرمایا ذرا رہنے دو تاکہ (اسی بہانہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام ہم پر بکثرت ہوجائے۔ چنانچہ حضرت نے پھر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور پھر سعد نے آہستہ آواز سے جواب دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور اس کے بعد واپسی فرمائی تب حضرت سعد آپکے پیچھے گئے اور عرض کیا یا رسُول اللہ میں آپ کے سلام کو سُن رہا اور چپکے چپکے جواب دے رہا تھا تاکہ آپ کا سلام ہم پر زیادہ ہو (نہ یہ کہ غریب خانہ میں حضرت کا قدم رنجہ فرمانا موجب مسرت نہیں) چنانچہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ واپس ہوئے۔ سعد نے آپ کے غسل کے لئے پانی رکھوایا اور آپ نے غسل فرمایا پھر اوڑھنے کی چادر آپ کو دی جو ورس یا زعفران میں رنگی ہوئی تھی پس آپ نے اس کو بدن پر لپیٹ لیا اور اس کے بعد یہ کہتے ہوئے دستِ دُعا اٹھائے کہ اے میرے اللہ اپنی نعمتیں اور رحمت نازل فرما سعد کے متعلقین پر۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ نوش فرمایا۔ اور جب تشریف بری کا قصد کیا تو سعد نے سواری کے لئے دراز گوش جس پر پالان پڑا ہوا تھا آپ کے پاس لا کھڑا کیا اور کہا کہ اے قیس (سائیس بن کر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاؤ۔ چنانچہ میں ساتھ ہولیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے ساتھ تم بھی سوار ہوجاؤ میں نے اسکو سوء ادب سمجھ کر

فصحبتہ فقال لی ارکب معی فابیت فقال اما ان ترکب و اما ان تنصرف فانصرفت ٭ھما لابی داود ٭ابو سعید بکنت فی مجلس من الانصار اذ جاء ابو موسیٰ کانہ مذعور فقال استاذنت علی عمر ثلاثا فلم یؤذن فرجعت فقال ما منعک قلت استاذنت ثلاثا فلم یؤذن فرجعت وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یؤذن لہ فلیرجع فقال واللہ لتقیمن علیہ ببینۃ امنکم احد سمعہ منہ؟ قال ابی بن کعب واللہ لایقوم معک الا اصغر القوم وکنت اصغر القوم فقمت معہ فاخبرت عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذلک ٭ وفی روایۃ: ان ابا موسیٰ استاذن علی عمر ثلاثا فکانہ وجدہ مشغولا فرجع فقال عمر الم اسمع صوت عبد اللہ بن قیس ؟ ایذنوا لہ فدعی لہ فقال ما حملک علی ما صنعت؟ قال انا کنا نؤمر بھذا قال لتقیمن علی ھذا بینۃ او لافعلن بک نحوہ ٭ وفیہ قال عمر خفی علی ھذا من امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الھانی عنہ الصفق بالاسواق ٭ وفی اخری: ان ابا موسیٰ استاذن فقال عمر واحدۃ ثم استاذن الثانیۃ فقال عمر ثنتان ثم استاذن الثالثۃ فقال عمر ثلاث ثم انصرف فاتبعہ فردہ فقال ان کان ھذا شیئا حفظتہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھا والا لاجعلنک عظۃ قال ابو سعید فاتانا فقال الم تعلموا ان النبی صلی اللہ

انکار کیا تو آپ نے فرمایا (دو باتوں میں سے ایک کا ماننا ضروری ہے یا تو) سوار ہو تو ورنہ واپس جاؤ۔ چنانچہ میں واپس ہوگیا (د) ابو سعیدؓ ہیں انصار کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابو موسیٰ آئے جیسے کوئی بدحواس ہوتا ہے اور فرمایا کہ میں نے حضرت عمرؓ سے تین مرتبہ اذن دخول مانگا اور اذن نہ ملا تو واپس ہوگیا پس حضرت عمرؓ نے (مجھے بلوایا) اور فرمایا کیا رکاوٹ پیش آئی؟ میں نے کہا کہ تین مرتبہ اذن مانگا اور جب نہ ملا تو چلا گیا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی تین مرتبہ اذن مانگے اور اجازت نہ ملے تو واپس ہوجایا کرے۔ حضرت عمرؓ نے کہا واللہ تمکو اس حدیث پر گواہ پیش کرنا پڑیگا۔ تو اے صاحبو تم میں کوئی ہے جسنے یہ حدیث آنحضرت سے سُنی ہو؟ تب ابی بن کعب نے فرمایا (گھبرایئے نہیں) واللہ قوم کا سب میں چھوٹا تمہارے ساتھ اُٹھے گا (جس سے معلوم ہو کہ ہمارے بچوں تک نے یہ حدیث سُنی ہے) اور سب میں چھوٹا میں تھا لہٰذا ابو موسیٰ کے ساتھ اٹھا اور حضرت عمر کو خبر دی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے ٭ اور ایک روایت میں ہے کہ ابو موسیٰ نے حضرت عمرؓ سے تین مرتبہ اذن دخول چاہا اور جواب نہ ملنے سے خیال کیا کہ کسی کام میں مشغول ہیں لہٰذا واپس ہوگئے۔ پس حضرت عمرؓ نے (حاضرین مجلس سے فرمایا) کیا عبد اللہ بن قیس کی آواز میرے کانوں میں نہیں آئی ان کو بلاؤ۔ چنانچہ بُلائے گئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ جو آپ نے کیا (کہ اجازت مانگنے کے بعد واپس ہوگئے) اس کا محرک کیا ہوا؟ کہا کہ ہم (بارگاہ رسالت سے) اسی کے مامور ہیں۔ فرمایا آپ کو اس پر گواہ قائم کرنا پڑے گا ورنہ میں (تعزیر) کروں گا (اس کے بعد ان کے مجمع انصار میں جانے کا قصہ مذکور ہے) اور آگے ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم مجھ پر مخفی رہا اور اس سے بازاری مشغلہ تجارت نے مجھے غافل رکھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ابو موسیٰ نے اذن مانگا تو عمرؓ نے فرمایا ایکؔ۔ پھر انہوں نے دوبارہ اذن مانگا تو عمر نے فرمایا دوؔ۔ پھر سہ بارہ اذن مانگا تو عمرؓ نے فرمایا تینؔ۔ پھر ابو موسیٰ چلے گئے تو عمر ان کے پیچھے گئے اور ان کو واپس لائے۔ پھر فرمایا اگر یہ ایسی شے ہے جس کو تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محفوظ کیا ہے تو (ثبوت) لاؤ ورنہ تم کو (سزا دیکر) موجب عبرت بنا دوں گا۔ ابو سعید کہتے ہیں۔ پس ابو موسیٰ ہمارے پاس آئے اور فرمایا کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

عليه وسلم قال الاستيذان ثلاث فجعلوا يضحكون فقلت اتاكم اخوكم المسلم قد افزع تضحكون قال انطلق فانا شريكك فى هذه العقوبة فاتاه فقال هذا ابو سعيد ؛ وفى اخرى: قال السلام عليكم هذا عبد الله بن قيس فلم يأذن له فقال السلام عليكم هذا ابو موسى السلام عليكم هذا الاشعرى ثم انصرف فقال ردوا على ردوا على فجاء فقال ما ردك؟ كنا فى شغل قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم بنحوه ؛ وفيه: ان الشاهد ابى بن كعب وانه قال يا ابن الخطاب فلا تكونن عذابا على اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم سبحان الله سبحان الله انما سمعت شيئا فاحببت ان اتثبت ؛ وفى اخرى: قال عمر اما انى لم اتهمك ولكن خشيت ان يتقول الناس على النبى صلى الله عليه وسلم ؛ للستة الا النسائى (عوف بن مالك) اتيت النبى صلى الله عليه وسلم فى غزوة تبوك وهو فى قبة من ادم فسلمت عليه فرد على وقال ادخل قلت اكلى يا رسول الله؟ قال كلك فدخلت قال ذلك من صغر القبة ؛ (عبد الله بن بسر) كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا اتى باب قوم لم يستقبل الباب من تلقاء وجهه ولكن من ركنه الايمن او الايسر ويقول السلام عليكم السلام عليكم وذلك ان الدور لم يكن

نے فرمایا ہے اذن مانگنا صرف تین مرتبہ ہے۔ پس حاضرین ہنسنے لگے۔ میں نے کہا کہ تمہارا ایک مسلمان بھائی تو پریشان حال تمہارے پاس آیا اور تم ہنستے ہو (ابو سعید نے کہا کہ) چلئے اس سزا میں میں آپ کا شریک ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر کے پاس آئے اور فرمایا یہ ابو سعید (حاضر ہوا ہے) اور دوسری روایت میں ہے کہ ابو موسیٰ نے طلب اذن کیلئے فرمایا السلام علیکم یہ عبد اللہ بن قیس (حاضر ہوا) ہے۔ پس اجازت نہ آئی۔ پھر فرمایا السلام علیکم یہ ابو موسیٰ (حاضر ہوا ہے۔ السلام علیکم یہ اشعری (آیا) ہے۔ اس کے بعد چلے گئے۔ پس خود عمر نے فرمایا ان کو واپس لاؤ۔ واپس لاؤ۔ چنانچہ وہ آئے تو آپ نے فرمایا واپسی کا کیا سبب ہوا ہم تو کام میں مشغول تھے۔ ابو موسیٰ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے الخ اور اسمیں یہ ہے کہ گواہ (بجائے ابو سعید کے) ابی بن کعب بنے۔ اور انہوں نے حضرت عمر سے کہا کہ اے ابن الخطاب تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر عذاب نہ بنو اور ان کو پریشان نہ کرو؛ آپ نے فرمایا سبحان اللہ سبحان اللہ بات صرف اتنی تھی کہ میں نے ایک چیز سُنی تو دل چاہا کہ خوب محقق کر لوں اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا میں نے تم کو غیر معتبر نہیں سمجھا لیکن اس کا اندیشہ ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر لوگ گھڑت نہ کرنے لگیں۔ (ق ت د) ف یہ اختلافات تو واقعہ کی صورت میں ہیں جو عارضی ہیں مگر نفس معاملہ پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جن کا نام عبد اللہ بن قیس تھا جب اس کو حدیث بتایا کہ اذنِ دخول کی درخواست صرف تین مرتبہ ہونی چاہیئے (کیونکہ پہلی آواز ممکن ہے مشغولیت کار یا شور و شغب میں سُنائی نہ دی ہو اور دوسری آواز پر محقق نہ ہوا ہو کہ کون پکار رہا ہے لہٰذا تیسری آواز فیصلہ کن ہے اور اب پکارے جانا بے تہذیبی میں داخل یا در گھر والوں کو تنگ کرنا ہے) تو امیر المؤمنین نے ثبوت مانگا اور سزا کی دھمکی دی چونکہ دین کا سارا مدار اقوال و افعال رسول پر ہے اور حضرت عمرؓ کی نظر دُور بین اور نظامِ دین میں بہت گہری تھی۔ اس لئے اس سخت پکڑ سے اوّل اس کا سدّباب کیا کہ ہر کہ و مہ اپنی خواہش کے موافق عبارت بنا کر اس کو حدیث نہ کہنے لگے۔ اور ان کی ہمتیں پست ہو جاویں کہ اشعری جیسے جلیل القدر سے ادعاء حدیث پر گواہ طلب ہو گئے تو عوام کا کیا پوچھنا۔ دوم اس کا سبق پڑھایا کہ جب تک روایت پوری طرح محقق نہ ہو جائے اس وقت تک محض قائل کے ساتھ حُسن ظن کی بناء پر مان لینا صحیح نہیں۔ عوف بن مالک میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

علیہا یومئذٍ ستور۔ (ھزیل بن شرحبیل) جاء رجل فوقف علی باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستأذن فقام مستقبل الباب فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم ھکذا عنک او ھکذا فانما الاستیذان من النظر۔ (ابو ھریرۃ) رفعہ: اذا دخل البصر فلا اذن۔ (د) اذا دعی احدکم فجاء مع الرسول فان ذلک لہ اذن۔ وفی روایۃ: رسول الرجل الی الرجل اذنہ۔ ھی لابی داؤد (عطاء بن یسار) ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال استأذن علی امی؟ فقال نعم قال انی معہا فی البیت فقال استأذن علیہا قال انی خادمہا فقال استأذن علیہا اتحب ان تراہا عریانۃ؟ قال لا فقال استأذن علیہا۔ لمالک (علی) کان لی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ساعۃ اتیہ فیہا فاذا اتیتہ استأذنتہ فان وجدتہ یصلی تنحنح فدخلت وان وجدتہ فارغا اذن لی وفی روایۃ: کان لی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم مدخل باللیل ومدخل بالنہار فکنت اذا دخلت باللیل تنحنح لی۔ للنسائی (ابو ایوب) فقلنا یا رسول اللہ ھذا السلام فما الاستیناس قال یتکلم الرجل بتسبیحۃ وتکبیرۃ وتحمیدۃ ویتنحنح ویؤذن اھل البیت۔ القزوینی بضعف (ابن مسعود) رفعہ: اذنک علی ان ترفع

کے پاس آیا اور آپ چمڑہ کی چھولداری میں تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا تو آپ نے جواب دیا اور فرمایا اندر آجاؤ میں نے کہا کیا سارا اندر آجاؤں۔ فرمایا ہاں سارے آجاؤ۔ چنانچہ اندر چلا گیا اور یہ چھولداری کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے تھا۔ ف گویا اتنی چھوٹی ہے کہ احتمال ہے سارا گھس بھی سکوں گا یا نہیں حضرت کے حسن اخلاق و شفقت پدرانہ کے سبب صحابہ بھی مہذب خوش طبعی برتنے لگے تھے (عبد اللہ بن بسر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسیکے دروازے پر تشریف لاتے تو دروازہ کے بالکل سامنے نہیں آتے تھے بلکہ اسکے داہنے رُخ یا بائیں رُخ کھڑے ہوتے) اور فرماتے السلام علیکم السلام علیکم۔ اور یہ اس لئے کہ اس زمانہ میں مکانات کے دروازوں پر پردے نہ تھے (اور سامنے کھڑے ہونے سے اندر نظر پڑتی تھی) ہزیل بن شرحبیل ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر طلب اذن کیلئے ٹھیرا پس دروازہ کے عین سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنے سے اسطرف یا اسطرف کھڑے ہو کہ اذن مانگنا تو نظر ہی کی وجہ سے ہے۔ (ابو ہریرہ) رفع: جب نگاہ گھر میں چلی گئی تو اذن کوئی چیز نہیں (د) ف طلب اذن کی مصلحت یہی ہے کہ ممکن ہے صاحب خانہ ایسے حال میں ہو جسکا دکھانا اسے ناگوار ہے اور جب وہ نظر پڑ چکی تو استیذان و اذن سب بے فائدہ ہے۔ (ایضاً) جب کسی شخص کو بلایا جائے اور وہ قاصد کیساتھ آئے تو یہی اسکے لئے اجازت ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی شخص کا کسی کی جانب بھیجنا (کہ اسکو بُلا لے آئے) یہی اجازت ہے (کہ قرینہ اور بُلائے ہونے کے انتظار نے طلب اذن کی مصلحت کو پورا کر دیا) (د) (عطاء بن یسار) ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اپنی ماں کے پاس جانے میں بھی اذن مانگوں؟ آپ نے فرمایا ہاں عرض کیا میں تو گھر میں اس کے ساتھ ہی رہتا ہوں۔ فرمایا اذن لیکر جایا کرو۔ عرض کیا میں تو اس کا خادم ہوں (لہذا بار بار اذن مانگنے میں حرج ہے) فرمایا میاں اذن لیکر جایا کرو کیا تم کو پسند آتا ہے کہ اس کو برہنہ دیکھو؟ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا تو اذن لیا کرو (کہ ممکن ہے اپنے گھر میں کپڑے اتارے بیٹھی ہو اور دفعۃً تمہارے جانیسے ستر پر نگاہ پڑے) (ک) (علی) میرے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک خاص وقت تھا جس میں آپ کے پاس آیا کرتا تھا پس جب آتا تو اذن چاہتا پھر اگر آپکو نماز پڑھتے پاتا تو آپ کھنکار دیتے (جس سے معلوم ہو جاتا کہ نماز کی وجہ سے آپ بول نہیں سکتے) پس میں اندر چلا جاتا اور اگر آپ کو فارغ پاتا تو مجھے اجازت دیدیتے تھے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میرے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک وقت رات میں آنے کا مقرر تھا اور ایک وقت دن میں۔ پس جب میں شب کو

الحجاب وان تسمع سوادی حتی انہاک ؛ ولمسلم (جابر)[13] اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی امر دین کان علی ابی فدققت الباب فقال من ذا؟ فقلت انا فخرج وھو یقول انا انا کانہ یکرھہ ؛ للشیخین وابی داود والترمذی (انس)[14] ان رجلا اطلع من بعض حجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام الیہ صلی اللہ علیہ وسلم بمشقص او بمشاقص کانی انظر الیہ یختل الرجل لیطعنہ ؛ وفی روایۃ ان اعرابیا اتی باب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فالقم عینہ خصاصۃ الباب فبصر بہ صلی اللہ علیہ وسلم فتوخاہ بجدیدۃ او عود لیفقاء عینہ فلما ان بصر بہ انقمع فقال صلی اللہ علیہ وسلم اما انک لو ثبت لفقأت عینک للستۃ الا مالکا (ابوھریرۃ)[15] رفعہ: من اطلع فی بیت قوم بغیر اذنھم فقد حل لھم ان یفقؤا عینہ ؛ وفی روایۃ:

آیا کرتا تھا تو آپ کھنکار دیا کرتے تھے (ن) (ابو ایوب)[11] ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سلام تو یہ ہے (جو معلوم ہو گیا) مگر استیناس کیا ہے (جس کا قرآن مجید میں حکم ہے لا تدخلوا بیوتا حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا کہ استیناس اور سلام کے بغیر دوسروں کے گھروں میں نہ جایا کرو۔) آپ نے فرمایا کہ تسبیح یا تحمید یا تکبیر زبان سے کہے یا کھنکارے اور اہل خانہ کو اطلاع دے کہ میں آنا چاہتا ہوں (ہ) ف ہرن جب کسی شُبہ پر ٹھٹک کر اِدھر اُدھر غور کی نظر ڈالتا ہے کہ معلوم کرے کوئی شکاری تو نہیں بیٹھا اس کی اس نگاہ کا نام لغت میں استیناس ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اجنبی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے سُبحان اللہ یا الحمد للہ یا اللہ اکبر کہکر کھنکار کر اول اسکا پتہ لگاؤ کہ گھر میں کوئی مرد اذن دینے والا ہے یا نہیں اور جب محقق ہو جائے کہے تو السلام علیکم کہکر اذن دخول چاہو۔ اور اگر اس کھنکار یا سُبحان کہنے پر صاحب خانہ کو اطلاع ہو جائے اور وہ اذن دخول دیدے تو یہی استیناس قائم مقام استیذان کے ہو گیا اور اب سلام گھر میں جا کر ملاقات کا ہو گا (ابن مسعود)[12] رفع: تم کو میرے پاس چلے آنے کی اجازت یہی ہے کہ پردہ اٹھالو اور میری آہستہ گفتگو سُنو یہاں تک کہ میں منع کر دوں (س) ف عبد اللہ بن مسعود کیسا تھا آنحضرت کو ایسی محبت تھی کہ اجنبی ان کو بھی گھر کا آدمی سمجھتا تھا۔ چونکہ آمد و رفت ان کی گھر میں زیادہ تھی اس لئے حضرت نے فرما دیا تھا کہ تم کو اطلاع دینے اور اذن مانگنے کی حاجت نہیں جب آؤ تو دروازہ پر جو بوریئے کا پردہ پڑا ہو اسے اٹھالو اور مجھے کسی سے آہستہ باتیں کرتے بھی پاؤ تب بھی نہ ٹھٹکو اور چلے آؤ کہ تم کو آنے سے یا بات سُننے سے مجھے روکنا ہو گا تو خود روک دونگا۔ یہ مردانہ مکان کا قصہ ہے جہاں حضرت اپنے خاص خدام سے ملنے کیلئے بیٹھا کرتے تھے۔ لہٰذا وہ مصلحت تو رہی نہیں کہ دفعۃً کسی کے آجانے سے وہ حالت نظر پڑے جسکا دکھانا ناگوار ہو۔ رہی یہ مصلحت کہ کسی سے ملنا منظور ہے اور کسی سے نہیں تو وہ فرطِ محبت کیوجہ سے رفع ہو گئی تھی کہ روکنا ہو گا تو بے تکلف منع کر دیا جائے گا۔ (جابر)[13] میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس والد صاحب کے قرض کی ضرورت میں آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے فرمایا کون صاحب ہیں؟ میں نے کہا میں ہوں۔ پس آپ باہر تشریف لائے اور یہ کہہ رہے تھے کہ میں تو میں بھی ہوں گویا اس جواب کو مکروہ سمجھتے تھے (ق د ت) ف کیونکہ اس گول جواب سے کچھ پتہ نہ چلا کہ کون ہے۔ لہٰذا کہنا چاہیئے تھا کہ جابر ہے یا میں ہوں جابر تا کہ مقصود حاصل ہو جاتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ میں میں کہنا آپ کو مکروہ معلوم ہوا اور اس کو دوہراتے ہوئے آپ تشریف لائے کیونکہ اس میں شائبہ کبر کا ہے اور ایسا وہ کہتا ہے جو اپنے آپکو سمجھتا ہے کہ نام بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نیز اس میں انانیت ٹپکتی ہے۔ (انس)[14] ایک شخص نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں جھانکا تو آپ اس کیطرف تیر کا پیکان لیکر اٹھے گویا میں دیکھ رہا ہوں آپ تاک لگاتے تھے کہ اُسکے بھونکدیں۔ اور ایک روایت میں ہے کوئی دیہاتی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آیا اور اپنی آنکھ کو دروازہ کی درز میں گھسا دیا تو آپ نے لکڑی یا لوہے سے داؤ لگایا کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔ پس جب اُس نے آپ کو دیکھا تو ہٹ گیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ٹھیرا رہتا تو تیری آنکھ پھوڑ دیتا (ق د ت ن) ف رؤف و رحیم پیغمبر کی شریفانہ غیرت کو

فقد هدرت عینه ۔ للشیخین وابی داؤد والنسائی (ابو ذر) رفعه، من کشف ستراً فادخل بصره فی البیت قبل ان یؤذن له فرآی عورة اهله فقد اتی حداً لا یحل له ان یاتیه ولو انه حین ادخل بصره استقبله رجل ففقأ عینه ما غیرت علیه وان مر رجل علی باب لا ستر له غیر مغلق فنظر فلا خطیئة علیه انما الخطیئة علی اهل البیت ۔ للترمذی ۔
(ابن عباس) انما کان نفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحکم بن ابی العاص من المدینة الی الطائف بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرته اذ اھو بانسان یطلع علیه فقال صلی اللہ علیہ وسلم الوزغ الوزغ فنظروا فاذا ھو الحکم فقال صلی اللہ علیہ وسلم اخرج لا تساکنی فی المدینة مابقیت فنفاہ الی الطائف ۔ للکبیر وفیہ مدرک بن سلیمان (اعین الخوارزمی) اتیت انسا وھو فی دھلیز فسلمت علیه فقال ادخل؟ قال ھذا مکان لا یستاذن فیه ۔ للکبیر واعین مجھول ۔

العطاس والتثاؤب والمجالسة وادب المجلس وھیئة النوم والقعود

(انس) عطس رجلان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشمت احدھما ولم یشمت الاخری فقیل له فقال ھذا حمد اللہ

دیکھو کر زنانہ گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنیکا اہتمام فرماتے ہیں اور موجودہ تحریک نسوانی بے حجابی کو دیکھو کہ مستورات کو ہوا خوری کے لئے باہر نکالنا تہذیب و انصاف سمجھتے ہیں۔ (ابو ہریرہ) رفع۔ جس نے اذن دخول حاصل ہوئے بغیر کسی کے گھر میں جھانکا تو اہل خانہ کو جائز ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔ اور ایک روایت میں ہے اس کی آنکھ پھوڑنیکا قصاص نہ ہوگا۔ (ق د ن) (ابو ذر) رفع۔ جس نے اس سے قبل کہ اذن حاصل ہو پردہ کھول کر نظر کو گھر میں پہونچایا اور اہل خانہ کا ستر دیکھ لیا وہ ایسے جرم کا مرتکب ہوا جس کا ارتکاب اسے جائز نہ تھا۔ اور اگر اس کے نظر ڈالتے وقت کوئی شخص سامنے آ کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو میں اس کی دیت نہ دلاؤں گا۔ اور اگر کسی شخص کا گذر ایسے دروازے پر ہو جس پر پردہ نہیں اور اس کو بند بھی نہیں کیا گیا اور اس کی نظر پڑ جائے تو اس کی کچھ خطا نہیں۔ خطا اہل خانہ کی ہے (کہ پردہ میسر نہ تھا تو کواڑ بند کیوں نہ رکھے) (ت) (ابن عباس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بن ابی العاص کو جو مدینہ سے طائف جلا وطن کیا تو اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں تھے دفعتہ آپ نے دیکھا کہ کوئی آپ کو جھانک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا گرگٹ ہے گرگٹ۔ دیکھا تو حکم تھا آپ نے فرمایا نکل جا جب تک میں موجود ہوں۔ تو میرے ساتھ مدینہ میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اس کو طائف بھیجدیا (ک) ف عجب نہیں لکڑی یا لوہا لیکر جس کی آنکھ پھوڑنے کے لئے آپ اٹھے تھے یہی حکم بن ابی العاص ہو۔ ایک مرتبہ یہ آپ کے پیچھے آ رہا تھا آپ نے جو دفعتہ نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ رفتار مبارک کی نقل اتار رہا ہے۔ آپ نے بددعا دی تو رعشہ میں مبتلا ہو گیا اور اپنی چال پھر کبھی نہ چل سکا۔ گرگٹ کا سا بہروپ اور پیٹ میں شرارت کا زہر کر راز کی باتوں اور قابل اخفا امور پر مطلع ہونے کی لوہ میں رہتا تھا گو کافر نہ تھا مگر معصیت اور خطرناک تھا لہذا جلا وطنی کی سزا دی گئی۔ (اعین الخوارزمی) میں حضرت انس کے پاس آیا اور آپ دہلیز میں بیٹھے ہوئے تھے عرض کیا کہ اندر آؤں؟ فرمایا ایسے مکان میں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں (کہ عامۃ الورود مردانہ بیٹھک ہے)

چھینکنا۔ جمائی لینا۔ ہمنشینی۔ آداب مجلس اور سونے بیٹھنے کا طریق

(انس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخصوں کو چھینک آئی تو ایک کو آپ نے یرحمک اللہ کہا دوسرے کو نہ کہا۔ آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا کہ اس نے الحمد للہ کہا تھا اور اس نے نہیں کہا (ق د ت) (عبد اللہ بن

لم یحمد اللہ: للشیخین وابی داود والترمذی (عبد اللہ بن ابی بکر عن ابیہ: ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اذا عطس فشمتہ ثم ان عطس فشمتہ ثم ان عطس فقل انک مضنوک لا ادری ابعد الثالثۃ او الرابعۃ: لمالک (عبید بن رفاعۃ الزرقی) رفعہ شمت العاطس ثلاثا فان زاد فان شئت فشمتہ وان شئت فلا: لابی داود والترمذی (سلمۃ بن الاکوع) انہ سمع النبی صلے اللہ علیہ وسلم وعطس عندہ رجل فقال لہ یرحمک اللہ ثم عطس اخری فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل مزکوم: لمسلم وابی داود والترمذی (ابوھریرۃ) رفعہ: ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب فاذا عطس احدکم فحمد اللہ فحق علی کل مسلم سمعہ ان یقول یرحمک اللہ واما التثاؤب فانما ھو من الشیطان واذا تثاءب احدکم وھو فی الصلوۃ فلیکظم ما استطاع ولا یقل ھا فان ذلکم من الشیطان یضحک منہ وفی روایۃ: فاذا تثاءب احدکم فلیضع یدہ علی فیہ فاذا قال آہ آہ فان الشیطان یضحک من جوفہ: للشیخین وابی داود والترمذی ولمسلم وابی داود عن ابی سعید رفعہ: اذا تثاءب احدکم فلیمسک بیدہ علی فمہ فان الشیطان یدخل: (ابوھریرۃ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا عطس

ابی بکر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کو چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہو پھر چھینکے تو پھر کہو اور پھر چھینکے تو کہدو تجھے زکام ہو رہا ہے۔ یہ مجھے یاد نہیں رہا کہ تیسری کے بعد یا چوتھی کے بعد (ط) عبید بن رفاعہ تین مرتبہ چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہو اور اس سے زیادہ چھینکنے پر چاہے کہو چاہے نہ کہو (دت) (سلمہ بن اکوع) ایک شخص کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینک آئی تو انہوں نے سُنا کہ آپ نے اس کو یرحمک اللہ فرمایا پھر دوبارہ اس کو چھینک آئی تو فرمایا اس شخص کو زکام ہو رہا ہے (س دت) (ابوہریرہ) فع: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے اور جمائی کو ناپسند پس جب کسی کو چھینک آوے اور وہ الحمد للہ کہے تو ہر مسلمان پر جو اس کو سُنے واجب ہے کہ یرحمک اللہ کہے لیکن جمائی شیطان کی طرف سے ہے اور جب کسی کو بحالت نماز جمائی آوے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے اور ہانہ کرے یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ وہ اس سے ہنستا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے جب کسی کو جمائی آوے تو مُنہ پر اپنا ہاتھ رکھ لے کیونکہ جب آہ آہ کرتا ہے تو شیطان اندر سے ہنستا ہے۔ (ق دت) اور مسلم وابوداود میں ابوسعید سے مرفوعاً روایت ہے جب کسی کو جمائی آوے تو مُنہ پر ہاتھ رکھ کر روکے کہ شیطان اندر گھستا ہے۔ ف چھینک سے دماغ کو صحت نفس کو خفت اور بدن کو چُستی حاصل ہوتی ہے لہذا حق تعالیٰ کو محبوب ہے اور پیغمبر کی تعلیم ہے کہ اس نعمت پر اللہ کا شکر کرے اور سُننے والے پر واجب ہے کہ اس کے الحمد للہ کہنے پر اسکی صحت جسمانی اور اللہ کی شکر گذاری معلوم کرکے خوش ہو۔ اور اسکو دُعا دے کہ تجھ پر اللہ کی ایسی ہی رحمت ہوتی رہے۔ ہاں اگر قرینے سے پہلی ہی مرتبہ میں علم ہو جائے ورنہ تین مرتبہ چھینک آنیسے تجربۃً یہ محقق ہو جائیگا کہ زکام اسکا سبب ہے تو یرحمک اللہ کہنا بے محل ہے کہ ہر موقع کی دُعا جُدا ہے اب اگر ضرورت ہے تو اس دُعا کی کہ اللہ تجھے شفا دے اور جمائی علامت ہے کسل کی اور بھاڑ کیطرح مُنہ کھولنا خلاف تہذیب ہے اس لئے شیطانی اثر کہلایا کہ اوّل دفع کی کوشش کرے اور بے اختیار ہو جائے تو مُنہ کو ہاتھ سے بھینچ لے اور ہا کی آواز نہ نکالے۔ (ابوہریرہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو اپنے دونوں ہاتھوں یا کپڑے سے مُنہ ڈھانپ لیا کرتے اور اس کی آواز کو دبایا کرتے تھے۔ (ابوموسیٰ) یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس توقع پر چھینکتے تھے کہ آپ یرحمکم اللہ فرمادیں گے مگر آپ فرمایا کرتے تھے اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہارے حال کی اصلاح فرمائے (ت د) (علی) فع جس نے چھینکتے ہی فوراً الحمد للہ کہا وہ کوکھ کے درد سے محفوظ رہے گا۔ اور اس کی داڑھ کبھی نہ دُکھے گی۔ (د) (ابوہریرہ) فع جس نے

غطى على وجهه بيده او بثوبه وغض بها صوته ؛ (ابو موسیٰ) كانت اليهود يتعاطسون عند النبي صلى الله عليه وسلم يرجون ان يقول لهم يرحمكم الله فيقول يهديكم الله ويصلح بالكم ؛ هما للترمذی وابی داود (علیؓ) رفعه : من بادر العاطس بالحمد عوفی من وجع الخاصرة ولم يشتك ضرسه ابداً ؛ للاوسط بضعف (ابو هريرةؓ) رفعه : من حدث بحديث فعطس عنده فهو حق ؛ للاوسط والموصلی بضعف وله بلين وخفی عن انس رفعه : اصدق الحديث ما عطس عنده ؛ (قيلةؓ بنت مخرمة) انها رأت النبي صلى الله عليه وسلم وهو قاعد القرفصاء قالت فلما رأيته المتخشع فی الجلسة ارعدت من الفرق ؛ (الشريد بن سويد) مر بی النبي صلى الله عليه وسلم وانا جالس هكذا وقد وضعت يدی اليسری خلف ظهری واتكأت علی الية يدی فقال تقعد قعدة المغضوب عليهم ؛ هما لابی داود (ابو سعيدؓ) ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا جلس احتبی بيده ؛ للترمذی وابی داود (ابو الدرداءؓ) كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا جلس جلسنا حوله فقام فاراد الرجوع نزع نعليه او بعض ما يكون عليه فيعرف ذلك اصحابه فيثبتون ؛ لابی داود (انسؓ) رفعه : فی حديث مر فی فضائل القرآن ؛ وفيه : مثل الجليس الصالح كمثل صاحب المسك الحديث ؛ (ابو سعيدؓ) رفعه : اياكم والجلوس فی الطرقات فقالوا يا رسول الله ما لنا من مجالسنا بد نتحدث فيها فقال فاذا ابيتم الا المجلس فاعطوا الطريق حقه فقالوا

کوئی بات کہی اور اسیوقت کسی کو چھینک آگئی تو وہ بات سچی ہے (ص) اور اسی میں انسؓ سے مروی ہے کہ زیادہ سچی بات وہ ہے جس کے ساتھ چھینک آجائے۔ ف مؤلف نے خود ہی اس حدیث کو ضعیف کہدیا ہے۔ پھر اگر کسی ہونیوالی بات کے زبان سے نکلتے ہی کسی کو چھینک بھی آجائے تو وہ محض اتفاق ہے (قیلہؓ بنت مخرمہ) نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قرفصاء یعنی گوٹ مارے بیٹھے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کو اس عاجزانہ نشست میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو کانپ گئی (د) ف قرفصاء نشست کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ سرینوں پر بیٹھکر گھٹنے کھڑے کرلے اور پیٹ کو رانوں سے ملاکر دونوں ہاتھ پنڈلیوں کے گرد لاکر تھام لے۔ دوم یہ کہ گھٹنے اور سرین زمین پر ٹیک کر پیٹ کو رانوں سے ملالے اور ہر ایک ہاتھ کو دوسری بغل میں داب لے کہ کہنیاں گھٹنے کے قریب ٹکی ہوئی ہوں۔ بدو عام طور پر اسیطرح بیٹھتے ہیں (شرید بن سویدؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مجھ پر گذر ہوا اور میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ اپنا بایاں ہاتھ کمر کے پیچھے لیجا کر انگوٹھے کی جڑ پر ٹیک لگا رکھی تھی۔ فرمایا جن پر اللہ کا غضب ہے ان کی سی نشست بیٹھے ہو؟ (د) ف کہ یہ نشست عام طور پر متکبرین کی اور بالخصوص یہود کی ہے (ابو سعیدؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بیٹھا کرتے تو اکثر اپنے ہاتھوں سے گوٹ مار لیا کرتے تھے (ت د) (ابو الدرداءؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے اور ہم آپ کے آس پاس بیٹھتے اور آپ واپسی کا ارادہ فرماکر (کسی ضرورت سے) اُٹھتے تو نعلین یا کوئی اور چیز بدن کی اُتار جایا کرتے تھے کہ اس سے صحابہ کو (آپ کی جلد واپسی کا ارادہ) معلوم ہوجاتا اور وہ بیٹھے رہا کرتے تھے (د) (انسؓ) فع: باب فضائل قرآن میں جو حدیث گذر چکی اسکا ایک جزو یہ ہے۔ دیندار ہمنشین کی مثال ایسی ہے جیسے مشک والا کہ اس کے پاس بیٹھنے سے مشک نہ ملیگا تو خوشبو ضرور آئے گی (ابو سعیدؓ) فع. گذرگاہوں کی بیٹھکوں سے پرہیز کرو. صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کے بغیر ہمیں چارہ نہیں. فرمایا اگر بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستہ کا حق ادا کرو عرض کیا راستہ کا حق کیا ہے یارسول اللہ. فرمایا نگاہ کو جھکائے رکھنا (کہ نامحرم پر نہ پڑے) اور ایذا رسانی سے رُکنا (کہ چلنے والیکو تنگی نہ ہو) اور کار نیک کی نصیحت کرنا اور معصیت سے روکنا (ق د) اور حضرت عمرؓ سے یہی روایت ہے جس میں اتنا اور ہے کہ مظلوم کی فریاد رسی کرتے رہو اور بھولے بھٹکے کو راستہ بتاتے رہو (ابو طلحہؓ) ہم لب راہ بیٹھک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہاں ٹھیر کر فرمایا تم کو ان راستہ کی نشست گاہوں سے کیا واسطہ ان گذرگاہوں کی

له القرفصاء بضم القاف والفاء والراء على الاتباع ان يجلس على اليتيه ويلصق فخذيه ببطنه ويحتبي بيديه يضعهما على ساقيه او يجلس على ركبتيه منكبا ويلصق بطنه بفخذيه ويتأبط كفيه [illegible] ١٢ قاموس عه ای الخوف ١٢

وما حق الطريق يا رسول الله؟ قال غض البصر وكف الاذى ورد السلام والامر بالمعروف والنهى عن المنكر. للشيخين. ولابى داود وله عن عمر نحوه وفيه: وتغيثوا الملهوف وتهدوا الضال: (ابو طلحة[16]) كنا قعودًا بالافنية نتحدث فجاء النبى صلى الله عليه وسلم فقام علينا فقال مالكم ولمجالس الصعدات[17]؟ اجتنبوا مجالس الصعدات فقلنا انما قعدنا لغير ما بأس قعدنا نتذاكر ونتحدث قال اما لا فادوا حقها - غض البصر ورد السلام وحسن الكلام: لمسلم (ابن عمر[17]) قال ابن دينار كنت انا وابن عمر عند دار خالد بن عقبة التى بالسوق فجاء رجل يريد ان يناجيه وليس مع ابن عمر احد غيرى وغير الرجل الذى يريد ان يناجيه فدعا ابن عمر رجلا آخر حتى كنا اربعة فقال لى وللرجل الذى دعاه استأخرا شيئا فانى سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول لا يتناجا اثنان دون واحد: للشيخين. ولابى داود والموطأ بلفظه (وعنه[18]) رفعه: لا يقيمن احدكم رجلا من مجلسه ثم يجلس فيه ولكن توسعوا وتفسحوا يفسح الله لكم: للشيخين. ولابى داود والترمذى: (سعيد بن ابى الحسن[19]) جاءنا ابو بكرة فى شهادة فقام له رجل من مجلسه فابى ان يجلس فيه وقال ان النبى صلى الله عليه وسلم نهى عن ذا ونهى ان يمسح الرجل يده بثوب من لم يكسه: لابى داود (ابو هريرة[20]) اذا قام احدكم من مجلس ثم رجع اليه فهو

بیٹھکوں سے پرہیز کرو۔ ہم نے عرض کیا کہ ہماری نشست کسی گناہ کے لئے نہیں ہے بلکہ صرف اِدھر اُدھر کے تذکرے اور بات چیت کرنے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا اگر [illegible] نہیں چھوٹ سکتا تو ان کا حق ادا کرو کہ نظر کا نیچا رکھنا۔ سلام کا جواب دینا اور اچھی گفتگو کرنا (س) (ابن عمر[17]) ابن دینار کہتے ہیں کہ میں اور ابن عمر خالد بن عقبہ کے گھر کے پاس جو کہ بازار میں تھا موجود تھے۔ ایک شخص آیا جو ان سے کوئی بات کان میں کہنا چاہتا تھا اور ابن عمر کے پاس بجز میرے اور اس شخص کے جو آہستہ بات کرنا چاہتا تھا اور کوئی نہ تھا۔ پس ابن عمر نے ایک تیسرے شخص کو بلایا اور ہم چار ہو گئے۔ تب مجھ سے اور اس شخص سے جس کو بلایا تھا فرمایا ذرا علیحدہ ہٹ جاؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ ایک کو چھوڑ کر دو آدمی سرگوشی نہ کیا کریں (کہ تیسرے کی وحشت وملال کا سبب ہے اس لئے چوتھے کو بلا لیا تا کہ یہ دو الگ باتیں کریں تو وہ دو بھی الگ باتیں کرتے رہیں (ق د ہ) (ایضًا[18]) فع: ایسا کوئی نہ کرے کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھائے اور خود وہاں بیٹھ جائے۔ ہاں (ذرا سرک کر) گنجائش نکال دو اور آنے والے کو جگہ دیدیا کرو کہ اللہ تم کو جگہ دے گا۔ (ق د ت) (سعد بن ابی الحسن[19]) ابو بکرہ کسی گواہی کے لئے مجلس میں تشریف لائے تو ایک شخص ان کی خاطر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے وہاں بیٹھنے سے انکار کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی منع فرمایا کہ اس شخص کے کپڑے سے ہاتھ پونچھے جس کو پہنایا نہیں (د) ف کسی بیٹھے ہوئے کا اٹھانا اور بات ہے اور خود کسی بڑے کی خاطر اٹھ جانا دوسری بات مگر چونکہ اس سے بھی اندیشہ ہے کبر کا کہ انتظار رہے گا لوگ میری خاطر جگہ چھوڑا کریں اس لئے احتیاط فرمائی اور لڑکے یا غلام کے کپڑے سے جن کو کپڑے خود ہی دیتے ہیں اگر ہاتھ پونچھ لیا تو ان کو گراں نہ ہوگا اور وہ بمنزلہ اپنے کپڑے سے پونچھنے کے ہے۔ لیکن اجنبی کے کپڑے سے پونچھنا اس کی دلشکنی وتحقیر ہے۔ ہاں کوئی خود ہی اپنا کپڑا پیش کرے یا اس کے ہاتھ پونچھنے کو فخر وعزت سمجھے تو مضائقہ نہیں۔ (ابو ہریرہ[20]) جب کوئی شخص مجلس سے اٹھے اور پھر واپس آئے تو وہی اپنی جگہ کا زیادہ مستحق ہے (د) ف بشرطیکہ کسی علامت سے اپنی جلد واپسی کا یقین دلایا جائے۔ (جابر بن سمرہ[21]) ہماری عادت تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جہاں کسی کو جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتا تھا۔ (ابو سعید[22]) فع: بہترین مجلس وہ ہے جس میں وسعت ہو

احق بہ: لمسلم وابی داود (جابر بن سمرۃ[21]) کنا اذا اتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس احدنا حیث ینتھی: (ابو سعید[22]) رفعہ: خیر المجالس اوسعھا: ھما لابی داود (عمرو[23] بن شعیب) عن ابیہ عن جدہ رفعہ: لا تجلس بین رجلین الا باذنھما (ابو مجلز[24]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن من جلس وسط الحلقۃ: ھما لابی داود والترمذی (جابر بن سمرۃ[25]) دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد وھم حلق فقال مالی اراکم عزین: لمسلم وابی داود (ابو ھریرۃ[26]) رفعہ: اذا کان احدکم فی الفیء وفی روایۃ: فی الشمس فقلص عنہ الظل وصار بعضہ فی الشمس وبعضہ فی الظل فلیقم: لابی داود (وعنہ[27]) رفعہ ان لکل شیء سیدا وان سید المجالس قبالۃ القبلۃ: للاوسط (سھل بن سعد[28]) رفعہ: لا یجلس الرجل بین الرجل وابنہ فی المجلس للاوسط بخفی (ابوذر[29]) مربی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا مضطجع علی بطنی فرکضنی برجلہ وقال یا جنیدب انما ھذہ ضجعۃ اھل النار: للقزوینی بمجہول (یعیش[30] بن طخفۃ) کان ابی من اصحاب الصفۃ فحدثنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انطلقوا معنا فاتی بیت عائشۃ فقال اطعمینا فجاءت بجشیشۃ[31] فاکلنا ثم قال یا عائشۃ اطعمینا فجاءت بحیسۃ[32] مثل القطاۃ[33] فاکلنا ثم قال یا عائشۃ اسقینا فجاءت بعس[34] من لبن فشربنا ثم قال یا عائشۃ اسقینا فجاءت بقدح صغیر فشربنا ثم قال ان شئتم بتم وان شئتم انطلقتم الی المسجد فجئت الی المسجد فبینا انا مضطجع من السحر علی بطنی اذ جاء رجل یحرکنی برجلہ

(کہ نہ کسی کو اٹھانا پڑے نہ آنے والے کو تنگی ہو) (عمرو بن شعیب[23]) رفع، دو آدمیوں کے بیچ میں بغیر ان کی اجازت کے نہ بیٹھو (بشرطیکہ اس تفرقہ سے ان کو تکلیف ہو) (ابو مجلز[24]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس پر جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھے (کہ تکبر ہے اور بہتیرے مسلمانوں کی طرف پشت ہوگی جو خلاف تہذیب ہے) (ت د جابر[25] ابن سمرہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور لوگ جُدا جُدا حلقہ باندھے بیٹھے تھے تو فرمایا کیا ہوگیا کہ میں تم کو متفرق دیکھ رہا ہوں (س د) ف ایک مجلس کی متعدد مجلسیں بنانے کا قومی اتفاق دیکھتی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ (ابو ہریرۃ[26]) رفع، جب کوئی شخص سایہ میں ہو اور ایک روایت میں ہے کہ دھوپ میں ہو اور سایہ اس سے ہٹ جائے کہ کچھ دھوپ میں رہے اور کچھ سایہ میں تو چاہیئے کہ اٹھ جائے (د) (ایضاً[27]) رفع: ہر چیز میں ایک سردار ہوا کرتا ہے اور بیٹھنے کی صورتوں میں سردار قبلہ رُخ بیٹھنا ہے (د) (سہل بن سعد[28]) مرد اور اس کے بیٹے کے درمیان کسی کو بیٹھنا نہ چاہیئے۔ (کہ اس سے بچہ اور باپ دونوں کو پریشانی ہوگی) (د) (ابوذر[29]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مجھ پر گذر ہوا اور میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا۔ آپ نے میرے ٹھوکر ماری اور فرمایا یہ لیٹنا دوزخیوں کا ہے (یعنی اس طرح کفار لیٹا کرتے ہیں جو جہنم میں جائیں گے ورنہ جہنم میں تو کسی کو لیٹنا ہی نصیب نہ ہوگا۔ (یعیش[30] بن طخفۃ) میرے والد فقرا، صفہ میں تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ہم فقراء سے) فرمایا۔ چلو میرے ساتھ۔ پس حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا ہمیں کچھ کھلاؤ۔ چنانچہ وہ حریرہ لائیں اور ہم نے کھایا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا اے عائشہ کچھ اور کھلاؤ پس وہ ذراسا ہریسہ لائیں فاختہ کے برابر جسے ہم نے کھالیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے عائشہ ہمیں کچھ کھلاؤ۔ چنانچہ دودھ کا ایک بڑا پیالہ لائیں۔ پس ہم نے پی لیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے عائشہ کچھ اور پلاؤ چنانچہ ایک چھوٹا پیالہ لائیں۔ پس ہم نے پی لیا۔ اس کے بعد آپؐ نے ہم سے فرمایا دل چاہے یہاں شب گذارو اور دل چاہے مسجد میں چلے جاؤ۔ چنانچہ میں مسجد میں چلا آیا۔ پس سحر کے وقت میں اپنے پیٹ پر پڑا ہوا تھا کہ دفعۃً کوئی آیا اور اپنے پاؤں سے مجھے ہلا کر کہنے لگا کہ

فقال ان هذه ضجعة يبغضها الله فنظرت فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم: لابی داود (علی[٣١] بن شيبان) رفعه: من بات على ظهر بيت ليس عليه حجاب فقد برئت منه الذمة: لابی داود (عباد[٣٢] بن تميم) عن عمه: انه ابصر النبی صلى الله عليه وسلم مضطجعًا فی المسجد رافعًا احدى رجليه على الاخرى: قال مالك وبلغنی عن ابن المسيب: ان عمر وعثمان كانا يفعلان ذلك: للستة (جابر[٣٣]) رفعه: لا يستلق احدكم ثم يضع احدى رجليه على الاخرى: لمسلم وابی داود والترمذی (جابر[٣٤] بن سمرة) رأيت النبی صلى الله عليه وسلم متكئًا على وسادة على يسار: للترمذی (بعض آل[٣٥] ام سلمة) قال كان فراش النبی صلى الله عليه وسلم نحوا مما يوضع للانسان فی قبره وكان المسجد عند راسه: لابی داود

التعاضد بين المسلمين بالنصرة والحلف والاخاء والشفاعة وغير ذلك

(انس[١]) رفعه: انصر اخاك ظالما او مظلوما فقال رجل يا رسول الله انصره اذا كان مظلوما افرأيت ان كان ظالما كيف انصره؟ قال تحجزه او تمنعه عن الظلم فان ذلك نصره: للبخاری والترمذی: (جابر[٢] وابو طلحة) رفعاه: ما من مسلم يخذل امرأ مسلما فی موضع ينتهك فيه حرمته وينتقص فيه من عرضه الا خذله الله فی موضع يحب فيه نصرته وما من امرئ ينصر مسلما فی موضع ينتقص فيه من عرضه وينتهك فيه من حرمته الا نصره الله فی موضع يحب نصرته: لابی داود. (ابی[٣] الدرداء) رفعه: من ذب عن عرض اخيه رد الله النار عن وجهه يوم القيامة: للترمذی (سراقة[٤] بن مالك) رفعه: خيركم

یہ ایسا لیٹنا ہے جس کو اللہ ناپسند فرماتا ہے۔ پس میں نے نظر جو ڈالی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے (د)۔ (علی[٣١] بن شیبان) رفع: جو شب میں گھر کی ایسی چھت پر سویا جس پر آڑ نہیں تو اس کی ذمہ داری اٹھ گئی (کہ کروٹ لیتے ہوئے یا نیند کے خمار میں راستہ بھٹک کر چھت سے گرا تو اتلافِ نفس کا بار اسی پر ہے کہ کیوں ایسی چھت پر سویا تھا) (د) (عباد[٣٢] بن تمیم) اپنے چچا (عبد اللہ بن زید بن عاصم) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ ایک پاؤں دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ امام مالک کہتے ہیں مجھے ابن المسیب سے روایت پہونچی ہے کہ ابوبکر و عمر بھی ایسا کیا کرتے تھے (ستہ) (جابر[٣٣]) رفع: کوئی اس طرح نہ لیٹے کہ اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھ لے (س د ت)۔ ف لیٹ کر پاؤں پر پاؤں رکھنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں پاؤں پھیلے ہوئے ہوں اور ایک کو دوسرے پر رکھ لے۔ دوم یہ کہ ایک کا گھٹنا کھڑا کرکے دوسرا پاؤں اس پر رکھ لے۔ پہلی صورت جائز ہے اور دوسری ناجائز کہ اس میں ستر کھلنے کا احتمال ہے۔ خصوصًا جبکہ تہمد باندھے ہوئے ہو (جابر[٣٤] بن سمرہ) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا (ت) (بعض آل[٣٥] سلمہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بستر تقریبًا اتنا تھا جتنی جگہ انسان کے لئے قبر میں رکھی جاتی ہے اور نماز پڑھنے کی جگہ آپ کے سرہانے تھی (د)

ایک دوسرے کی مدد اور قسما قسمی اور بھائی چارہ اور سفارش وغیرہ کے ذریعہ مسلمانوں کا باہمی تعاون

(انس[١]) رفع: اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب وہ مظلوم ہوتا ہے تو اس کی مدد کرتا ہوں مگر یہ بتائیے کہ جس وقت وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کس طرح کروں؟ فرمایا اس کو ظلم سے روکو یا منع کرو کہ یہی اس کی مدد کرنا ہے (کہ آخرت کے عذاب سے بچا لیا) (خ ت)

المدافع عن عشیرته مالم یأثم ؛ (واثلة بن الاسقع) قلت یارسول ما العصبیة؟ قال ان تعین قومك علی الظلم ؛ (د) لاحلف فی الاسلام وایما حلف کان فی الجاهلیة لم یزده الاسلام الاشدة ؛ لمسلم ولابی داؤد (جبیر بن مطعم) رفعه ؛ (عاصم الاحول) قلت لانس بلغك ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لاحلف وابی داود وقال یرید حلف المطیبین ؛ فی الاسلام فقال قد حالف صلی اللہ علیه وسلم بین قریش والانصار فی داری ؛ وفی روایة : بین المهاجرین والانصار فی دار نامرتین او ثلاثا ؛ للشیخین وابی داود (انس) اخی النبی صلی اللہ علیه بین طلحة وابی عبیدة ؛ لمسلم (ابوموسی) کان النبی صلی اللہ علیه وسلم جالسا

(جابرؓ و ابوطلحہ) رفع: جو مسلمان بھی کسی مسلمان کو ایسے موقع پر چھوڑ بیٹھا جہاں اس کا ہتک حرمت یا آبرو میں بٹہ لگ رہا ہو اور معقول جواب دے کر اس کی مدد کچھ نہ کی، ضرور حق تعالیٰ اس کو ایسے موقع پر چھوڑ دے گا جہاں اس کو اپنی مدد کرانا محبوب ہوگا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد کرے گا جہاں اس کی آبرو میں بٹہ لگ رہا اور اس کا ہتک حرمت ہو رہا ہو تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرمائے گا ایسے موقع پر جہاں اس کو اپنی نصرت محبوب ہوگی۔ (د)۔ (ابوالدرداءؓ) رفع: جس نے اپنے بھائی کی آبرو سے دھبہ دُور کیا حق تعالیٰ بروز قیامت اس کے منہ سے آگ کو ہٹا دے گا (ت)۔ (سراقہ بن مالکؓ) رفع: تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنے خاندان کی طرف سے مدافعت کرے جب تک کہ گناہ نہ ہو (د) (واثلہ بن اسقعؓ) میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ عصبیت (جو شعار جاہلیت اور ممنوع ہے) وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اپنی قوم کی اعانت کرو ظلم پر (د)۔ (جبیر بن مطعمؓ) رفع: اسلام میں حلف نہیں ہے اور بزمانۂ جاہلیت جو حلف تھا اسلام نے اس میں مضبوطی ہی بڑھائی ہے (س) اس سے آپ کی مُراد حلف المطیبین ہے (د)

ف اہل عرب میں شجاعت اور شرافت کے ساتھ چونکہ نخوت و قومی حمیت اور سب پر طرّہ جہالت بھی شامل تھی کہ بات بات پر جنگ ہوتی اور انتقام کا سلسلہ برسہا برس چلتا رہتا تھا۔ اس میں ضرورت پڑتی تھی کہ اپنی قوت اور جتھا بڑھے لہٰذا مختلف قبیلوں کے باہم عہد و پیمان ہو جاتے تھے کہ بجا ہو یا بیجا ایک دوسرے کی اعانت میں شریک حال رہیں گے۔ اس کا نام حلف تھا اور معاہدہ کرنے والے حلیف کہلاتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی حلیف کسی سے جنگ کرتا تو اس کے احلاف اس کا ساتھ دیتے اور اسی حلف پر ایک دوسرے کے وارث بھی ہوا کرتے تھے کہ معاہدے کے بھائی کو نسبی بھائی پر ترجیح تھی۔ یہ اندھی اعانت جس کا نام عصبیت ہے اسلام میں نہیں رہی مگر حق پر ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی حاضر و غائب مدد کرنا باقی ہے بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط کہ اس وقت محض معاہدہ کی پابندی تھی اور اب معاونت کی محرک وہ طبعی الفت و محبت ہے جس کا نام دینی اخوت ہے اور طاعت ہونے کے سبب شرعاً بھی امور ہے۔ لہٰذا معاہدہ زبانی کی ضرورت نہ رہی۔ شروع اسلام میں چونکہ خاندانوں میں کفر و اسلام کا تفرقہ پڑ گیا تھا اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں مواخات کرا دی اور نامزد فرما کر ایک کو دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا کہ اس خصوصی اخوت سے ایک دوسرے کا تعلق معاونت بڑھ گیا تھا اور اسی پر ایک دوسرے کے ترکہ کا وارث بھی ہوتا تھا۔ چنانچہ یہ مواخاۃ دو مرتبہ ہوئی ایک قبل ہجرت مکہ میں اور دوبارہ بعد ہجرت مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں جب قبائل عرب مسلمان ہو گئے اور آیت میراث کا نزول ہوا تو ترکہ کا تعلق خون کی رشتہ داری پر رکھ کر اخوت کو محض خیر خواہی اور صلہ رحمی کا قوت بازو بنا دیا کہ معاہدہ باہمی بھی ہو تو اسلام خود ملک خاندان اور کنبہ و برادری سب کی حمایت و اعانت پر زور دے رہا ہے۔ ہاں اتنی اصلاح کر دی ہے کہ برادر ستم رسیدہ

فجاء رجل یسأل فاقبل علینا بوجہہ وقال اشفعوا توجروا ویقضی اللہ علی لسان رسولہ ماشاء ؛ للستۃ الا مالکا ومعاویۃ
رفعہ: اشفعوا توجروا فانی لارید الامر فاؤخرکیما تشفعوا فتوجروا فان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اشفعوا
توجروا ؛ لابی داود وللنسائی، ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اشفعوا توجروا ولم یزد علی ھذا ؛ قلت لم اجدہ فی
ابی داود واما النسائی ففی الزکاۃ عن معاویۃ: ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ان الرجل لیسألنی فامنعہ حتی تشفعوا فیہ
فتوجروا وان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اشفعوا توجروا ؛ (ابن عمرؓ) رفعہ، المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا
یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ بہا کربۃ من کرب

اور بر سر حق ہو تو شریک جنگ ہو کر ان کی مدد کرو اور اگر ظالم ہو کر باقتضائے عصبیت اپنے رشتہ داروں کو ساتھ ملانا چاہتا ہے تو ان کی مدد یہ ہے کہ بحسن تدبیر ان کا دستِ تظلم روکو اور ان کو راہ راست پر لاؤ تاکہ وہ دنیا و آخرت کی ذلت سے بچیں۔ اور یہی سچی حمایت ہے۔ ہاں اگر تائید کی مصلحت سے یہ معاہدہ بھی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں اگرچہ اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قبل زمانۂ نبوت قریش کے دو خاندانوں میں رنجش ہو گئی کہ بنو عبدالدار ضیافت حجاج وسقایۂ زمزم وغیرہ کی خدمات پر قابض تھے اور اس کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ بنو عبد مناف ان کو غاصب قرار دیتے اور اپنا حق ان سے مانگتے تھے۔ آخر نوبت پہونچی مخالفۃ کی اور خاندان عبدالدار نے جمح مخزوم عدی کعب اور سہم کو ملا کر قسماعہدی کی۔ یہ چھ قبائل احلاف کہلائے اور حضرت عمر ان میں شامل تھے۔ بنو عبد مناف نے بنو اسد۔ بنو زہرہ اور بنو تمیم کو اپنے ساتھ ملایا اور معاہدہ کو زیادہ مضبوط کرنے کے لئے ایک طشت میں خوشبو گھول کر بیت اللہ کے پاس لا رکھا کہ حلفا اس میں ہاتھ ڈال کر مسجد الحرام میں قسم کھا کر عہد کریں کہ ایک دوسرے کے شریک جنگ رہیں گے اس بنا پر اس کا نام حلف المطیبین ہوا۔ اور خاندانی اشتراک کے سبب سرور عالم و عالمیان اور ابوبکر اس میں شریک تھے۔ اسلام نے جو قومی حمیت اور خاندانی اعانت کو قوی کیا ہے اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی اعانت سے ہاتھ نہیں اٹھایا حتی کہ وہ نفسانیت وجہالت پر غالب آ کر دین اور دنیا کے بادشاہ بن گئے۔ (عاصم الاحولؒ) میں نے حضرت انس سے کہا کیا آپ کو اطلاع پہونچی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں حلف نہیں ہے؟ فرمایا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش اور انصار کے درمیان میرے گھر میں حلف کرایا اور ایک روایت میں ہے کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان ہمارے مکان میں دو یا تین مرتبہ حلف کرایا۔ (ق د) ف یہ وہی مواخات ہے جو قبل نزول میراث باہمی تعاون مسلمین کے متعلق کرائی گئی تھی۔ (انسؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طلحہ اور ابو عبیدہ کے درمیان مواخات کرائی (س) (ابو موسیٰؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ ایک شخص آ کر کچھ مانگنے لگا آپ نے ہماری طرف منہ کیا اور فرمایا سفارش کرو کہ اجر پاؤ گے اور اللہ اپنے رسول کی زبان پر جاری فرمائے گا جو چاہے گا (ق د ت ن) یعنی دینے نہ دینے کا فیصلہ تو کچھ مقدر ہے وہ میری زبان سے نکلتا ہی ہے تمہاری سفارش کرنے سے اس میں تبدیلی کچھ نہ ہوگی مگر تم کو سفارش کر کے اعانت مسلم کا ثواب ضرور مل جائے گا۔ (معاویہؓ رفعہ: سفارش کر لیا کرو کہ اجر پاؤ گے۔ کیونکہ میں حکم دینا چاہتا ہوں مگر اس کو ملتوی کر دیتا ہوں تاکہ تم سفارش کرو اور اجر پاؤ۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سفارش کرو تم کو اجر مل جائے گا۔ (د) اور نسائی میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفارش کیا کرو کہ اجر پاؤ گے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں بیان کیا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ ابو داود میں تو یہ حدیث مجھے ملی نہیں البتہ نسائی نے زکوۃ میں معاویہ سے روایت

يوم القيامة ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة ؛ لابي داود وزاد رزين ؛ ومن مشى مع مظلوم حتى يثبت له حقه ثبت الله قدميه على الصراط يوم تزل الاقدام ؛ اعاد هذا الحديث بعد حديثين وقال للشيخين والترمذي ولم يذكرابا داود (ابو هريرة[١٢]) رفعه: من نفس عن مؤمن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ومن يسر على معسر يسر الله عليه في الدنيا والآخرة ومن ستر مسلما ستره الله في الدنيا والآخرة والله في عون العبد ما كان العبد في عون اخيه ؛ لمسلم والترمذي وابي داود (وعنه[١٣]) رفعه: الدين النصيحة قالوا لمن يا رسول الله؟ قال: لله ولكتابه ولائمة المسلمين والمسلم اخو المسلم لايخذله ولا يكذبه ولا يظلمه وان احدكم مرآة اخيه فان رای به اذى فليمطه عنه ؛ للترمذي (ابو موسى[١٤]) رفعه: المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا وشبك بين اصابعه ؛ للشيخين والترمذي (ابو هريرة[١٥]) رفعه: للمؤمن على المؤمن ست خصال يعوده اذا مرض ويشهده اذا مات ويجيبه اذا دعاه ويسلم عليه اذا لقيه ويشمته اذا عطس وينصح له اذا غاب وشهد ؛ للستة الامالكا

کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں رُک جاتا ہوں تاکہ تم اس کی سفارش کرلو اور اجر پاؤ اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ سفارش کیا کرو اجر پاؤ گے۔ (ابن عمرؓ) فع: مسلمان بھائی ہے مسلمان کا نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو ظالم کے حوالہ کرے۔ اور جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت میں لگے گا اللہ اس کی ضرورت پوری کرے گا اور جو کسی مسلمان کی ذرا سی پریشانی دور کرے گا اللہ اس کی قیامت کے دن پریشانیوں میں بڑی پریشانی دُور کرے گا۔ اور جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا (د) اور رزین میں اتنا اضافہ ہے اور جو کسی مظلوم کیساتھ جلے گا تاکہ اس کا حق ثابت کرے تو اللہ اس کو ثابت قدم رکھے گا اس دن جبکہ بہتیرے پاؤں پھسلیں گے۔ (ابو ہریرہ[١٢]) فع: جو کسی مؤمن کی دنیوی کلفتوں میں کسی کلفت کو دفع کرے گا اللہ اس کی روز قیامت کی کلفتوں میں ایک کلفت کو رفع کردے گا اور جو کسی تنگدست پر آسانی کرے گا اللہ اس کو دُنیا و آخرت میں آسانی بخشے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ اس کی دُنیا و آخرت میں پردہ پوشی فرمائے گا۔ اور اللہ اپنے بندہ کی اعانت میں رہتا ہے جبتک کہ بندہ اپنے بھائی کی اعانت میں رہتا ہے (س ت د) (ایضاً[١٣]) دین کا بڑا رکن خیرخواہی ہے۔ عرض کیا کہ کس کی یا رسول اللہ؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور ائمہ اسلام کی کہ ان کی اطاعت ہو خلوص کے ساتھ اور مسلمان بھائی ہے مسلمان کا۔ نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے نہ اس کو جھٹلائے اور نہ اس پر ظلم کرے اور ہر شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے پس اس پر کوئی تکلیف دیکھو تو اس کو دُور کرو (ت) ف جو صورت آئینہ میں تم کو نظر آتی ہے وہ خود تمہاری صورت ہے اگر اس پر پریشانی برس رہی ہے تو اس کو دُور کرنا اپنی پریشانی دُور کرنا ہوگا۔ یہی برتاؤ دوسرے مسلمان کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ (ابو موسیٰ[١٤]) فع: ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے مثل دیوار کے ہے کہ اس کا ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کو باندھتا ہے اور آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیا (ق ت) ف صورت مثالیہ دکھا کر ظاہر فرمایا کہ اس طرح پر تعمیر کے رو سے ایک دوسرے کو سہارا دیتے اور قوت پہونچاتے ہیں جس سے ساری دیوار مضبوط ہو جاتی ہے پس مسلمانوں کو بھی باہم اسی اتفاق و معاونت سے رہنا چاہیئے۔ کہ اس کا قومی و ملی مکان قائم رہے (ابو ہریرہ[١٥]) فع: مسلمان کے لئے مسلمان پر چھ خصلتیں ضروری ہیں اس کی عیادت کیا کرے جب وہ بیمار پڑے۔ شریک جنازہ ہو جب اس کا انتقال ہو منظور کرے جبکہ وہ اس کو بلائے سلام کرے جب اس سے ملے۔ الحمد للہ کہے جب اسکو چھینک آوے اس کی خیرخواہی کرے سامنے و پیچھے (ق ت د ن)

بلفظ النسائی (ابوذرؓ) رفعه: لا یحقرن احدکم شیئًا من المعروف فان لم یجد فلیلق اخاه بوجه طلق و اذا اشتریت لحما او طبخت قدرا فاکثر مرقته و اغرف لجارك منه. للترمذی (ابن عمرؓ) رفعه: ان لله خلقا خلقهم لحوائج الناس یفزع الناس الیهم فی حوائجهم اولئك الآمنون من عذاب الله. للکبیر بلین (ابن عباسؓ) رفعه: من مشی فی حاجة اخیه کان خیرا له من اعتکاف عشر سنین ومن اعتکف یوما ابتغاء وجه الله جعل الله بینه وبین النار ثلاث خنادق کل خندق ابعد مما بین الخافقین. للاوسط بضعف (ابوهریرةؓ) رفعه: من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من اتبعه ولا ینقص ذلك من اجورهم شیئا ومن دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل آثام من اتبعه لا ینقص ذلك من اوزارهم شیئا. للشیخین وابی داود والترمذی۔

التوادد وکتمان السر وصلاح ذات البین

(النعمان بن بشیرؓ) رفعه: مثل المؤمنین فی توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد ان اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی. للشیخین (المقدامؓ) رفعه: اذا احب الرجل اخاه فلیخبره انه یحبه. لابی داود والترمذی. (انسؓ) ان رجلا کان عند النبی صلی الله علیه وسلم فمر رجل فقال یا رسول الله انی لاحب هذا فقال له صلی الله علیه وسلم اعلمته

(ابوذرؓ) رفع: ذرا سی نیکی کو بھی کوئی معمولی نہ سمجھے اگر کچھ نہ ہو سکے تو اپنے بھائی کے ساتھ خندہ روئی سے ملے اور جب گوشت خریدے یا ہانڈی پکائے تو شوربہ بڑھا دے اور اس میں سے ایک چمچہ اپنے پڑوسی کو دیدے (کہ اس میں خرچ ہے صرف پانی کا اور پڑوسی کا حق ملحوظ رکھنے سے اجر بہت ہے) (ت) (ابن عمرؓ) اللہ کی ایسی بھی مخلوق ہے جن کو اس نے لوگوں کی حاجت براری کے لئے پیدا فرمایا ہے کہ لوگ اپنی ضرورتیں لے کر ان کی طرف لپکتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے عذاب سے بےخطر رہیں گے (ک) (ابن عباسؓ) رفع: جو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت میں چلا وہ اس کے لئے دس سال کے اعتکاف (اور عبادت میں ایک جگہ پڑے رہنے) سے بہتر ہے۔ حالانکہ جس نے محض اللہ کیواسطے ایک دن کا اعتکاف کیا اللہ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقیں قائم فرمائے گا کہ ہر خندق کا بُعد مشرق و مغرب کے بُعد سے زیادہ ہوگا۔ (د) (ابوہریرہؓ) رفع: جو شخص کسی امر حق کا داعی بنا اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا اُن سب کو ملے گا جنہوں نے اس کا اتباع کیا اور اس سے ان کے اجروں میں کچھ کمی نہ آئے گی (یعنی ان کو پورا اجر عمل کا جدا ملے گا اور داعی کو سبب بننے کیوجہ سے سب کے مساوی جدا) اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا اُس پر گناہ ہوگا جتنا اُن سب کو گناہ ہوگا جنہوں نے اس پر عمل کیا کہ ان کے گناہوں میں سے کمی نہ کیجائیگی۔ (ق د ت)

دوستانہ اور اخفاء راز اور قطع تعلق والوں کی صفائی

(نعمانؓ بن بشیر) رفع: مسلمانوں کی مثال ایک کو دوسرے کے ساتھ محبت و لطف و شفقت کرنے میں ایسی ہے جیسے بدن کہ اس کا کوئی عضو دُکھے تو اس کی خاطر سارا بدن بیداری اور بخار کا ایک دوسرے کو بلاوا دینے لگتا ہے (کہ کسی کو نیند نہیں آتی ہے اور سب کو بخار چڑھ آتا ہے) (ق) (مقدامؓ) رفع: جب کسی شخص کو مسلمان بھائی سے محبت ہو تو اس کو اطلاع دیدے کہ مجھے تمہارے ساتھ محبت ہے (د ت) (انسؓ) ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص اُدھر سے گذرا۔ اس نے کہا یا رسُول اللہ مجھے اس شخص کے ساتھ محبت ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو اطلاع بھی دیدی ہے؟ عرض کیا کہ نہیں فرمایا! اطلاع دیدو۔ چنانچہ یہ اس سے ملے اور کہا کہ میں تم سے اللہ واسطے کی محبت رکھتا ہوں۔

[illegible]

قال لا قال فاعلمه فلحقه فقال ذا احبك فی اللہ قال احبك الذی احببتنی له (د) (ابو داود) (یزید بن نعامة رضہ) رفعه: اذا اخی الرجل الرجل فلیسأله عن اسمه واسم ابیه وممن هو فانه اوصل للمودة (ت) للترمذی (ابو هریرة رضہ) احبب حبیبك هونا ما عسی ان یکون بغیضك یوما ما وابغض بغیضك هونا ما عسی ان یکون حبیبك یوما ما (ت) للترمذی وقال لا رفعه (وعنه) رفعه یقول اللہ تعالی یوم القیامة این المتحابون بجلالی الیوم اظلهم فی ظلی لا ظل الا ظلی (ط م) بلمالك ومسلم (معاذ رضہ) رفعه: المتحابون فی جلالی لهم منابر من نور یغبطهم النبیون والشهداء (ت) للترمذی (ابو ادریس الخولانی) دخلت مسجد دمشق فاذا فتی شاب براق الثنایا والناس حوله فاذا اختلفوا فی شیٔ اسندوه الیه وصدروا عن رایه فسألت عنه فقالوا هذا معاذ بن جبل فلما کان الغد هجرت الیه فوجدته قد سبقنی بالتهجیر ووجدته یصلی فانتظرته حتی قضی صلوته ثم جئته من قبل وجهه فسلمت علیه ثم قلت واللہ انی لاحبك فی اللہ فقال آللہ؟ فقلت اللہ فقال آللہ؟ فقلت اللہ فاخذ بحبوة ردائی فجبذنی الیه قال ابشر فانی سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول قال اللہ تعالی وجبت محبتی للمتحابین فی والمتجالسین فی

اس نے کہا کہ جس پاک ذات کے واسطے تم نے مجھ سے محبت کی وہ تم سے محبت فرمائے (د) (یزید بن نعامہ رضہ) رفعہ: جب کوئی شخص کسی شخص سے بھائی چارہ کرے تو چاہیئے کہ اس کا اور اس کے باپ کا نام اور یہ کہ کس خاندان کا ہے اس سے پوچھ لے کہ اسکو بقاء دوستی میں بڑا دخل ہے (ورنہ بعض دفعہ دوست کی ذات و قومیت معلوم ہو کر پرانی دوستی خرد برد ہو جاتی اور دھوکا محسوس ہو کر عناد پیدا ہو جاتا ہے) (ت) (ابو ہریرہ رضہ) محبوب سے محبت مناسب درجہ کی رکھو کہ ممکن ہے کسی دن دشمن بن جائے اور دشمن سے بھی بغض معتدل برتو کہ عجیب نہیں کسی دن تمہارا محبوب بن جائے (ت) ف محبت و بغض میں حد سے بڑھ جانے والے اکثر انقلاب احوال کے بعد پشیمانی و پریشانی اٹھاتے ہیں (ایضاً) رفعہ: بروز قیامت اللہ فرمائے گا کہاں ہیں میرے جلال کی خاطر باہم محبت رکھنے والے؟ آج میں ان کو اپنے سایہ میں لوں گا. جبکہ کہیں سایہ نہیں بجز میرے سایہ کے (ط س) (معاذ رضہ) رفعہ: میرے جلال کی خاطر محبت رکھنے والوں کے لئے نور کے ممبر ہیں کہ (ان کے اس احترام پر) انبیا و شہدا بھی رشک کریں گے. (ت) ف بعض دفعہ بادشاہ کو اپنی رعایا کے زمیندار پر رشک ہونے لگتا ہے جب کہ اپنے آپ کو ملک و رعایا کے افکار میں مبتلا اور اس کو بے فکر ہنستا بولتا دیکھتا ہے. لہذا حضرات انبیاء پر کسی صالح ولی کی افضلیت لازم نہیں آتی. کہ بادشاہ بادشاہ ہی ہے. (ابو ادریس الخولانی رضہ) میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو ایک جوان چمکدار دانتوں والے بزرگ نظر آئے اور لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے کہ جب ان میں کسی بات کے اندر اختلاف ہوتا تو ان کی طرف رخ کرتے اور ان کی رائے (تسلیم کرتے ہوئے) لوٹتے تھے. میں نے ان کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے کہا یہ حضرت معاذ بن جبل ہیں. جب اگلا دن ہوا تو میں دوپہر کے اول وقت ان کی طرف چلا. میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے بھی پہلے آ لئے اور نماز پڑھ رہے ہیں. میں منتظر رہا حتیٰ کہ انہوں نے نماز پوری کی. اس کے بعد میں ان کے سامنے کے رخ سے ان کے پاس آیا اور سلام کر کے عرض کیا کہ واللہ مجھے آپ کے ساتھ اللہ واسطہ کی محبت ہے. فرمایا کیا واللہ یہ سچ ہے؟ میں نے کہا ہاں واللہ. فرمایا کیا واللہ ایسا ہی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں. تب آپ نے میری چادر کا پلہ پکڑ کر مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اور فرمایا بشارت باد کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا. حق تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت ان کے لئے محقق ہو گئی جو میری خاطر باہم محبت رکھتے اور میری خاطر

والمتزاورین فی والمتباذلین فی بلمالك (ابوذر) افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ۰ (عمر رفعہ): ان من عباد اللہ ناساً ماھم بانبیاء ولا شہداء یغبطھم الانبیاء والشہداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللہ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم؟ قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی غیر ارحام بینھم ولا اموال یتعاطونھا فواللہ ان وجوھھم لنور وانھم لعلی نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرأ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۰ ھما الا داود (ابوھریرۃ رفعہ): ان رجلا زار اخا لہ فی قریۃ اخری فارصد اللہ علی مدرجتہ ملکا فلما اتی علیہ قال این ترید؟ قال ارید اخا لی فی ھذہ القریۃ قال ھل لك علیہ من نعمۃ تربھا؟ قال لا غیر انی احببتہ فی اللہ قال فانی رسول اللہ الیك بان اللہ قد احبك کما احببتہ فیہ لمسلم (وعنہ) رفعہ: ان اللہ اذا احب عبداً دعا جبریل فقال انی احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذا ابغض عبداً دعا جبریل فیقول انی ابغض فلانا فابغضہ فیبغضہ جبریل ثم ینادی فی اھل السماء ان اللہ یبغض فلانا فابغضوہ فیبغضونہ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض ۰ وفی روایۃ عن سہیل بن ابی صالح: کنا بعرفۃ فمر عمر بن عبد العزیز وھو علی الموسم فقام الناس ینظرون الیہ فقلت لابی یا ابت انی اری اللہ یحب عمر بن عبد العزیز قال وما ذاك؟

ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے اور میری خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور میری خاطر ایک دوسرے پر دراحت اور وقت اور مال) خرچ کرتے ہیں. (ابوذر) بہترین عمل راہ خدا میں بغض رکھنا ہے (کہ ثمرہ ہے اللہ کیسا تھ محبت کا اور محبت الٰہی وہ نعمت ہے کہ ہر طاعت اس کی محکوم ہے (د) (عمر) رفع: اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ہیں کہ نہ وہ نبی ہیں نہ شہید مگر انبیاء و شہداء اللہ کے ہاں ان کی منزلت دیکھ کر ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو آگاہ فرمائیے کہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جو محض اللہ واسطے باہم محبت رکھتے ہیں کہ نہ ان میں کوئی خون کا رشتہ ہے نہ مالی لین دین ان کے چہرے خالص نور ہوں گے اور نور پر متمکن ہوں گے. نڈر ہوں گے جب کہ لوگ ڈر رہے ہوں گے اور وہ بے غم ہوں گے جب کہ لوگ مبتلائے غم ہوں گے اور آپ نے یہ آیت پڑھی الا ان اولیاء اللہ الخ سن لو مقربان خدا پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے (د) (ابوہریرہ) رفع: ایک شخص اپنے (دینی) بھائی سے ملنے کو چلا جو کہ دوسری بستی میں رہتا تھا اللہ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ تعینات کر دیا جب یہ شخص اس پر گذرا تو فرشتے نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے۔ پوچھا کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے کہ اس کو پروان چڑھاؤ گے؟ کہا کچھ نہیں بجز اس کے کہ مجھے اس کے ساتھ اللہ واسطہ کی محبت ہے. فرشتہ نے کہا میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف (یہ کہنے کو) بھیجا گیا ہوں کہ اللہ کو تمہارے ساتھ محبت ہے جیسی تم کو اللہ واسطہ کی اس شخص کے ساتھ محبت ہے (س) (ایضاً) رفع: حق تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبریلؑ کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت رکھتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے محبت رکھو پس جبریلؑ بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں. اور پھر آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ فلاں شخص کے ساتھ محبت رکھتا ہے لہٰذا تم سب بھی اس سے محبت رکھو. چنانچہ اہل آسمان اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں اور پھر اس کے لئے قبولیت زمین میں رکھی جاتی ہے (کہ دنیا میں بھی وہ مقبول عام وخاص بن جاتا ہے) اور جب کسی بندہ سے بغض رکھتا ہے تو جبریلؑ کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص کو مبغوض سمجھتا ہوں لہٰذا تم بھی اس سے بغض رکھو پس جبریلؑ بھی اس سے بغض رکھتے اور پھر اہل آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے بغض

قلت لماله من الحب فی قلوب الناس قال فانبئك انی سمعت اباهریرة وذکر الحدیث: لمالك (الشیخین والترمذی بلفظ مسلم (انس[۱۳]) ان رجلا سأل النبی صلی الله علیه وسلم فقال متی الساعة؟ قال وما اعددت لها؟ قال لاشئ الا انی احب الله ورسوله فقال انت مع من احببت قال انس فما فرحنا بشئ فرحنا بقوله صلی الله علیه وسلم انت مع من احببت فانا احب النبی صلی الله علیه وسلم وابوبکر وعمر وارجوا ان اکون معهم بحبی ایاهم وان لم اعمل اعمالهم: وفی روایة: قال انس فانا احب الله ورسوله وذکره: للشیخین: فمر غلام للمغیرة وکان من اقرانی فقال ان اخر هذا الغلام لم یدرکه الهرم حتی تقوم الساعة: للشیخین وابی داود والترمذی (ابوذر[۱۴]) قال یارسول الله الرجل یحب القوم ولا یستطیع ان یعمل بعملهم قال انت یا اباذر مع من احببت قال فانی احب الله ورسوله قال فانك مع من احببت فاعادها ابوذر فاعادها صلی الله علیه وسلم: لابی داود (عائشة[۱۵]) قدمت امراة مزاحة من اهل مکة المدینة تنزلت علی نظیرة لها فقالت عائشة صدق حبی

رکھو. چنانچہ (تمام فرشتے) اس سے بغض رکھنے لگتے ہیں اور پھر اس کے لئے بغض لار کھا جاتا ہے زمین میں (کہ ہر شخص کو طوعًا وکرہًا اس سے بغض ہوتا ہے۔ اگرچہ کسی عارضی موافقت سے اوپری محبت نظر آرہی ہو) اور ایک روایت میں سہیل ابن ابی صالح سے مروی ہے کہ ہم (حج کے لئے) میدان عرفات میں تھے کہ عمر بن عبدالعزیز کے کہ جو امیر الحج بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لوگ اٹھ اٹھ کر ان کو دیکھنے لگے تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبدالعزیز سے محبت رکھتا ہے۔ فرمایا یہ کیا بات؟ میں نے کہا اس علامت سے کہ عام لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ہے۔ فرمایا میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ میں نے ابو ہریرہ سے سنا اور پھر یہی حدیث نقل کی (ط ق ت س) (انس[۱۳]) ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ فرمایا اور تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ کہا کچھ بھی نہیں بجز اس کے کہ اللہ ورسول ؐ سے محبت رکھتا ہوں فرمایا تم کو اسی کی معیت نصیب ہوگی جس سے محبت رکھتے ہو انس رضؓ کہتے ہیں "ہم کو جتنی خوشی حضرت کے اس ارشاد سے ہوئی کہ تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو" اتنی خوشی کسی بات سے بھی نہیں ہوئی۔ کیونکہ میں محبت رکھتا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کے ساتھ۔ اور امید ہے کہ ان کی محبت کے سبب ان کے ساتھ رہوں گا اگرچہ ان کے سے عمل میں نے نہیں کئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انس نے یہ فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں اور آگے حدیث وہی بیان کی اور دوسری روایت میں ہے پھر مغیرہ کا ایک بچہ اُدھر کو گذرا تو حضرت ؐ نے فرمایا اگر اس بچہ کی زندگی ہوئی تو بڑھاپا اس کو نہ پائے گا کہ قیامت آجائے گی (ق د ت) ف تورپشتی کہتے ہیں کہ قیامت تین قسم کی ہے ایک قیامت کبریٰ یعنی تمام عالم کا فنا ہونا جس کو سب قیامت کہتے ہیں اس کا وقت بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ دوم قیامت وسطیٰ یعنی جتنے انسان اس وقت سطح زمین پر بستے ہیں ان سب کا مرجانا اور قرن کا ختم ہونا۔ سوم قیامت صغریٰ اور وہ ہر انسان کی موت ہے کہ من مات فقد وقعت قیامتہ۔ یہاں قیامت وسطیٰ مراد ہے کہ اس بچہ کے بڑھاپے تک قرن صحابہ ختم ہوجائے گا۔ (ابوذر[۱۴]) عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ انسان ایک گروہ سے محبت رکھتا ہے مگر ان کے سے عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ فرمایا تم اے ابوذر اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو عرض کیا میں تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا بیشک تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کی محبت رکھتے ہو۔ ابوذر نے اس کو پھر دہرایا. تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب پھر دہرایا (د) (عائشہ رضؓ[۱۵]) مکہ کی ایک مسخری عورت مدینہ آئی اور اپنی ہی جیسی

صلی اللہ علیہ وسلم سمعت یقول الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف للبخاری (ابو سعید) رفعہ:
الا اخبرکم باحبکم الی اللہ؟ قلنا بلی قال ان احبکم الی اللہ احبکم الی الناس الا اخبرکم بابغضکم الی اللہ؟ قلنا بلی قال ان ابغضکم
الی اللہ ابغضکم الی الناس للاوسط وفیہ عبد الرحمن بن حبیبة الانباری (جابر) رفعہ: المجالس بالامانة الا ثلاثة
سفک دم حرام وفرج حرام واقتطاع مال بغیر حق لابی داود (وعنہ) رفعہ: اذا حدث رجل رجلا بحدیث ثم التفت فھو امانة
لابی داود والترمذی (انس) اتی علیّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا العب مع الغلمان فسلم علینا وبعثنی الی حاجة فابطأت
علی امی فلما جئت قالت وما اصاب؟ قلت بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حاجة قالت ما حاجتہ؟ قلت انھا سر قالت
لا تحدثن بسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدًا قال انس واللہ لو حدثت بہ احدا لحدثتک یا ثابت للشیخین (ابو الدرداء)
رفعہ: الا اخبرکم بافضل من درجة الصیام والصلوٰة والصدقة؟ قالوا بلی قال صلاح ذات البین فان فساد ذات
البین ھی الحالقة: لابی داود والترمذی وزاد فی روایة: لا اقول تحلق الشعر ولکن تحلق الدین:

عورت کے پاس اتری تو حضرت عائشہؓ نے کہا سچ فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روحیں جمع شدہ لشکر ہیں پس جن میں
تعارف ہوگیا ان میں الفت ہوئی اور جن میں توحش رہا ان میں اختلاف ہوا (خ) ف یعنی ازل میں ساری روحیں پیدا کی گئیں
اور لشکر کی صف بندی کی طرح جدا جدا دو فریق مجتمع ہوتے کہ اہل خیر ایک طرف اور اہل شر دوسری طرف۔ پس جو روح جس فریق میں
رہی اس سے تعارف ہوا اور دنیا میں جسم پاکر جب آئی تو اپنے ازلی تعارف والے سے خواہ وہ کہیں کا ہو اور کیسا ہی اجنبی
ہو مانوس ہوگی اور فریق ثانی سے چونکہ انجان و ناآشنا رہا اس لئے دنیا میں کیسا ہی وہ یگانہ ہو مگر وحشت کھائے گا اور
اس کی طبیعت اس سے بھاگے گی۔ خلاصہ اس کا الجنس یمیل الی الجنس ہے کہ دنیا میں کسی کا ایک شخص کیساتھ انس اور دوسرے
سے وحشت یہ درحقیقت اثر ہے ازلی پیدائش میں تقسیم انواع اور روحوں کے باہمی تعارف و توحش کا۔ لہٰذا صالح کا قلب
ہمیشہ صلحاء کی طرف کشش کرے گا اور طالح ہمیشہ طلحاء کی طرف جھکیگا۔ (ابو سعید) رفعہ: کیا تمہیں نہ بتلاؤں کہ اللہ کے نزدیک
زیادہ محبوب کون ہے؟ ہم نے کہا ضرور بتلایئے فرمایا اللہ کا زیادہ محبوب وہ ہے جو لوگوں کا زیادہ محبوب ہو۔ کیا تمہیں نہ بتاؤں
کہ اللہ کے نزدیک زیادہ مبغوض کون ہے؟ ہم نے کہا ضرور بتایئے۔ فرمایا اللہ کا مبغوض ترین وہ ہے جو لوگوں کا مبغوض ترین
ہو۔ (و) (جابر) رفعہ: مجلسیں امانت کے حکم میں ہیں (کہ ان کے مشورہ کا افشا جائز نہیں) بجز تین مجلسوں کے یعنی ناجائز خون
بہانے اور حرام شرمگاہ (کے مرتکب ہونے) اور ناحق کسی مال کے لوٹنے کے (کہ ایسے ناجائز مشوروں کا اظہار واجب ہے تاکہ مسلمان
کی جان اور آبرو و مال محفوظ رہ سکے) (د) (ایضاً) رفعہ: جب ایک شخص دوسرے سے کوئی (راز کی) بات کہکر چلا جائے تو وہ
امانت ہے (اور تیسرے پر اس کو ظاہر کرنا خیانت ہے) (د ت) (انس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے
اور میں بچوں کیساتھ کھیل رہا تھا۔ پس آپ نے سلام کیا اور مجھے ایک ضرورت کے لئے بھیجا اس لئے مجھے اپنی والدہ کے پاس
پہونچنے میں دیر ہوگئی جب میں آیا تو ماں نے کہا کہاں رہ گیا تھا؟ میں نے کہا رسول اللہؐ نے ایک ضرورت کے لئے بھیجدیا تھا
ماں نے پوچھا کیا ضرورت تھی؟ میں نے کہا وہ راز ہے (اس لئے بتا نہیں سکتا) کہا (شاباش) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
راز کسی سے بھی نہ کہیو۔ انسؓ نے (اپنے شاگرد سے) کہا کہ اے ثابت اگر میں وہ بات کسی سے کہتا تو تم سے کہتا (ق) (ابو الدرداء)
رفعہ: کیا تم کو روزہ نماز اور خیرات سے بہتر درجہ والی چیز نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور بتایئے۔ فرمایا باہمی اتفاق۔ کہ نا اتفاقی صفایا
کردینے والی چیز ہے (د ت) اور ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے۔ میں نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔
ف ہر قسم کی قومی ملی اور ملکی بہبودی جو کہ متعدی نفع ہے چونکہ باہمی اتفاق پر موقوف ہے لہٰذا عبادت کے لازمی نفع سے مقدم ہے

الاحترام وحسن الخلق والحياء وغيرها من الآداب

(ابو موسیٰ) رفعه: ان من اجلال الله اكرام ذي الشيبة المسلم وحامل القرآن غير الغالي فيه ولا الجافي عنه واكرام ذي السلطان المقسط: لابي داود (انسؓ) رفعه: ما اكرم شاب شيخا لسنه الا قيض الله له من يكرمه عند سنه: للترمذي (وعنه) جاء شيخ يريد النبي صلى الله عليه وسلم فابطأ القوم ان يوسعوا له فقال صلى الله عليه وسلم ليس منا من لم يرحم صغيرنا ولم يوقر كبيرنا: هما للترمذي (عمرو بن شعيب) عن ابيه عن جده رفعه: ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويعرف شرف كبيرنا: لابي داود والترمذي بلفظه (عائشةؓ) مر بها سائل فاعطته كسرة ومر بها آخر عليه ثياب وله هيئة فاقعدته فاكل فقيل لها في ذلك فقالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انزلوا الناس منازلهم: لابي داود (ابو هريرةؓ) ان جرير بن عبد الله دخل البيت وهو مملوء فلم يجد مجلسا فرمى اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بازاره او بردائه وقال اجلس على هذا فاخذه وقبله وضمه اليه وقال اكرمك الله يا رسول الله كما اكرمتني فقال صلى الله عليه وسلم اذا اتاكم كريم قوم فاكرموه: للاوسط والبزار بخفي. (ابن مسعودؓ) اذا اكرم الرجل اخاه فانما يكرم ربه: للبزار بلين (ابن عباسؓ) رفعه: من امسك بركاب اخيه المسلم لا يرجوه ولا يخافه

عزت کرنا اور خوش خلقی اور شرمانا وغیرہ اچھی خصلتیں

(ابو موسیٰ) رفع: اللہ ہی کی عظمت کرنے کا جزو ہے عزت کرنا بوڑھے مسلمان کی اور اُس حافظ قرآن کی جو نہ اس میں حد سے بڑھے (کہ ہر وقت تلاوت ہی میں رہے) اور نہ اس سے ہٹے (کہ تلاوت بالکل چھوڑ بیٹھے) اور عزت کرنا حاکم عادل کی (د) ف عبادت کا چھوڑنا جسطرح ثمرہ ہے کم ہمتی و بے توجہی کا اسی طرح اس کا حد سے بڑھانا دعویٰ ہے اپنی قوت کا اور غفلت ہے پیش آنے والے امراض اور بڑھاپے سے جو کہ نباہ اور مواظبت کے مزاحم ہیں لہٰذا تلاوت میں بھی میانہ روی محبوب خدا کو محبوب رہی۔ نیز محبت کا خاصہ ہے کہ جس چیز میں محبوب کی جھلک نظر آئے وہ مقناطیس بن کر دل کو کھینچے اس لئے محب خدا کو بوڑھے میں طولِ حیات دیکھ کر بقاء حی وقیوم کی یاد تازہ ہوتی ہے اور حافظ کا سینہ کلامِ محبوب کا مصحف بنا ہوا ہے اور حکومت و عدل تو خاص شان ہے احکم الحاکمین کی اس لئے جس کو دیکھو کہ ان مظاہر صفات الٰہیہ کی عزت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کے دل میں اللہ جل جلالہ کی عظمت ہے۔ (انسؓ) رفع: جو بھی نوجوان کسی بوڑھے کا اس کی عمر کی وجہ سے اکرام کرے گا اللہ اس کے لئے ایسا شخص مقرر فرمائے گا جو اس کی ضعیفی کے وقت اس کا اکرام کرے گا۔ (ت) (ایضاً) ایک بوڑھا شخص آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچنا چاہتا تھا لوگوں نے اس کے لئے جگہ نکالنے میں دیر کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے چھوٹے پر شفقت اور بڑے کی عزت نہ کرے وہ ہم (عشاق خدا) میں سے نہیں ہے۔ (ت) (عمرو بن شعیبؓ) رفع: جس نے ہمارے چھوٹے پر شفقت نہ کی اور بڑے کا شرف نہ سمجھا وہ ہم میں سے نہیں۔ (د ت) (عائشہؓ) ایک سائل کا گذر ہوا تو آپ نے اس کو ایک ٹکڑا دیدیا۔ اور دوسرے کا گذر ہوا جس کے بدن پر کپڑے تھے اور شان برستی تھی تو آپ نے اس کو بٹھالیا اور اس نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ اس کے بارہ میں آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کی حیثیت کے موافق برتاؤ کیا کرو۔ (د) (ابو ہریرہؓ) جریر بن عبد اللہ (یمنی جو اپنی قوم کے سردار تھے) مکان میں داخل ہوئے اور گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا پس ان کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہمد یا چادر ان

غفر اللہ لہ: للاوسط وفیہ حفص بن عمر المازنی (معاذ) کان اٰخر ما اوصانی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین وضعت رجلی فی الغرز ان قال یا معاذ احسن خلقك للناس: موطا مالك: بلغہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بعثت لاتمم حسن الاخلاق: (عائشۃ) رفعتہ: ان المؤمن لیدرك بحسن خلقہ درجۃ الصائم القائم: ابوداؤد (ایضاً) رفعتہ: ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ: (ابو الدرداء) رفعہ: ما من شیء اثقل فی میزان المؤمن یوم القیامۃ من خلق حسن وان اللہ تعالیٰ یبغض الفاحش البذی: (جابر) رفعہ ان من احبکم الیّ واقربکم منی مجلسا یوم القیامۃ احاسنکم اخلاقا وان ابغضکم الیّ وابعدکم منی یوم القیامۃ الثرثارون والمتشدقون والمتفیھقون قالوا یا رسول اللہ قد علمنا الثرثارون والمتشدقون فما المتفیھقون؟ قال المتکبرون: ھما للترمذی (النواس بن سمعان) رفعہ: البر حسن الخلق والاثم ما حاك فی صدرك

کی طرف پھینکا اور فرمایا (اس کو بچھا کر) اس پر بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے اسکو لے کر چوما اور چھاتی سے لگایا اور عرض کیا کہ اللہ آپ کی عزت افزائی فرمائے یا رسول اللہ جیسی آپ نے میری عزت افزائی فرمائی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کا اکرام کیا کرو (وبز) (ابن مسعود) جب آدمی اپنے بھائی کا احترام کرتا ہے تو بس اپنے رب کا احترام کرتا ہے۔ (بز) (ابن عباس) جس نے اپنے مسلمان بھائی (کے سوار ہوتے وقت) اس کی رکاب کو تھاما کہ نہ اس سے کوئی توقع رکھتا ہو نہ کوئی ڈر (بلکہ محض اخلاص اس کا سبب ہو) تو اللہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے (د) (معاذ) سب سے آخری وصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائی جب کہ میں نے (سفر یمن کے لئے) رکاب میں پاؤں ڈالا۔ وہ یہ تھی کہ اے معاذ لوگوں سے خوش خلقی برتنا (ط) (مالک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ حسن اخلاق کی تکمیل کروں (اور مخلوق کو عملاً و قولاً دکھا دوں کہ خوش خلقی کا کمال کیا ہے۔ (عائشہ) نع: مسلمان اپنے حسن خلق کی وجہ سے روزہ دار شب بیدار کے درجہ پر پہونچ جاتا ہے (د) (ایضاً) مع: مؤمنین میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ ہے جس کا حسن خلق سب میں بڑھا ہوا ہو اور بیوی کے ساتھ برتاؤ میں زیادہ نرم ہو۔ (ت) (ابو الدرداء) نع: قیامت کے دن مسلمانوں کے میزان میں حسنِ خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہوگی۔ اور حق تعالیٰ بدگو بدخلق کو ناپسند فرماتا ہے۔ (ت) (جابر) قیامت کے دن میرا سب سے زیادہ محبوب اور سب میں زیادہ میرے قریب بیٹھنے والا تم میں وہ ہوگا جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے۔ اور قیامت کے دن میرا سب سے زیادہ مبغوض اور سب میں زیادہ مجھ سے دور وہ ہونگے۔ جو زیادہ باتونی اور خلق پھاڑنے والے اور بڑا بول بولنے والے ہوں گے۔ (ت) (نواس بن سمعان) فع: نیکی حسن خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور جس پر لوگوں کا مطلع ہونا تجھے ناگوار ہو (س ت) (ابن مسعود) فع: اللہ سے شرماؤ جیسا شرمانے کا حق ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو الحمد للہ اللہ سے شرم کرتے ہیں۔ فرمایا یہ (معتبر نہیں) اللہ سے شرمانا جیسا کہ چاہئے وہ یہ ہے کہ حفاظت رکھے سر کی اور جو کچھ بھی اس میں ہے اس کی (کہ آنکھ کان زبان اور فکر و تخیل سب ہی معصیت کرنے سے شرمائیں) اور خیال رکھے پیٹ کا اور جو کچھ بھی اس میں شامل ہے اس کا (کہ خور و نوش حلال ہو اور ہاتھ پاؤں و شرمگاہ کا استعمال بے محل نہو) اور یاد رکھے مرنے اور بوسیدہ ہو جانے کو اور جو بھی آخرت چاہتا ہے وہ دنیا کی زینت چھوڑتا اور آنے والے عالم کو اس عالم پر ترجیح دیتا ہے۔ پس جس نے ایسا کیا وہ بے شک اللہ سے شرمایا جیسا کہ شرمانے کا حق ہے (ت) ف حیا ایک طبعی کیفیت ہے جو انقباض و گرانی

وکرھت ان یطلع علیه الناس: لمسلم والترمذی (ابن مسعود[16]) رفعه: استحیوا من الله حق الحیاء قلنا انا نستحیی من الله یا رسول الله والحمد لله قال لیس ذلك ولکن الاستحیاء من الله حق الحیاء ان تحفظ الراس وما وعی والبطن وما حوی وتذکر الموت والبلاء ومن اراد الآخرة ترك زینة الدنیا واثر الآخرة علی الاولی فمن فعل ذلك فقد استحیی من الله حق الحیاء: للترمذی (ابن عمر[17]) ان النبی صلی الله علیه وسلم مر علی رجل من الانصار وھو یعظ اخاه فی الحیاء فقال صلی الله علیه وسلم دعه فان الحیاء من الایمان: للستة (ابوھریرة[18]) رفعه: الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار: (ابوامامة[19]) رفعه: الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق: ھما للترمذی وقال العی قلة الکلام والبذاء الفحش والبیان ھو کثرة الکلام مثل ھؤلاء الخطباء الذین یخطبون ویتوسعون فی الکلام ویتفصحون فیه من مدح الناس فیما لا یرضی الله: (عمران بن حصین[20]) رفعه: الحیاء لا یأتی الا بخیر فقال بشیر بن کعب انه مکتوب فی الحکمة ان منه وقارا ومنه سکینة وفی روایة: ومنه ضعفا فقال عمران انا احدثك عن رسول الله صلی الله علیه وسلم وتحدثنی عن صحفك: للشیخین وابی داود (ابومسعود البدری[21]) رفعه: ان مما ادرك الناس من کلام النبوة الاولی اذا لم تستحیی فافعل ما شئت: للبخاری وابی داود

پیدا کرکے کسی فعل سے روکا کرتی ہے۔ پس اللہ سے سچی شرم وحیا یہ ہے کہ تمامی بدن کے کسی عضو سے کوئی حرکت بھی ایسی صادر نہو جو اللہ جل جلالہ کو ناپسند یا گرفت کے قابل ہو اور موت پیش نظر رہے کہ متاع دنیا سے دل سرد اور آخرت کی نعمتوں کا شیدا بنائے رکھے۔ (ابن عمر[17]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری پر گذر ہوا اور وہ اپنے بھائی کو حیا کے متعلق نصیحت کر رہا تھا کہ اتنی شرم نہ کیا کر جو اپنا حق بھی نہ وصول کرنے دے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کہ حیا تو جزو ایمان ہے (ستہ) (ابوہریرہ[18]) رفع: حیا ثمرۂ ایمان ہے اور ایمان جنت میں لے جائیگا) اور بدزبانی سخت دلی کا اثر ہے اور سخت دلی آگ میں دھونکے گی) (ت) (ابوامامہ[19]) رفع: شرم اور کم گوئی دونوں ایمان کی شاخیں ہیں اور بدکلامی وچرب زبانی دونوں نفاق کی شاخیں ہیں۔ ترمذی کہتے ہیں کہ زیادتی کلام مراد ہے جیسا کہ آج کل واعظین اپنے وعظ میں طول وطویل باتیں بناتے اور مخلوق کی مدح سرائی میں جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے زبانیں چلاتے ہیں (عمران بن حصین[20]) رفع: حیا سے ہمیشہ خوبی ہی صادر ہوتی ہے بشیر بن کعب نے فرمایا حکمت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ایک حیا تو متانت ہے اور ایک حیا مسکنت اور بروایتے ضعف ہے۔ عمران نے فرمایا میں تو تم کو حدیث سنا رہا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اور تم مجھ کو روایت سناتے ہو اپنے صحیفوں کی (ق د) ف حضرت بشیر کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح متانت ووقار کو حیا بولتے ہیں اسی طرح جو شاگرد ضعیف قلب اور مسکنت کی وجہ سے بول نہ سکے وہ بھی شرم کہلاتی ہے پس حضرت کی مراد پہلی حیا ہے نہ کہ دوسری۔ مگر صورۃً چونکہ حدیث کا مقابلہ ہوا اس لئے حضرت عمران کو ناگوار گذرا۔ ورنہ تحقیق صحیح اور موافق سنت کے ہے (ابومسعود بدری[21]) رفع: نبوت قدیمہ کی جو باتیں لوگوں کو ملی ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ جب حیا جاتی رہے تو جو دل چاہے وہ کر (خ د) ف یعنی حیا کی ضرورت ایسی مسلم ہے جس پر تمامی شرائع سابقہ متفق ہیں۔ اور کسی شریعت میں بھی یہ منسوخ نہیں ہوئی (ابوسعید[22]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کنواری لڑکی سے زیادہ شرمیلے تھے جو اپنے پردہ میں رہتی ہے۔ اور جب کوئی بات آپ کو ناگوار گذرتی تو حیا کے سبب زبان سے نہ کہتے لیکن اس کا اثر ہم آپ کے چہرہ پر پاتے تھے (ق) ایک حامیان بے حجابی اس سے سبق لے سکتے ہیں کہ جوان لڑکی کا گھر پردہ میں بیٹھنا حیا کا مقتضا اور نوجوان لڑکی کا شرمیلا ہونا کفار تک میں ضرب المثل

(ابو سعید[۲۲]) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء فی خدرها فاذا رأی شیئا یکرهه عرفناه فی وجهه: للشیخین (انس[۲۳]) رفعه: ما کان الفحش فی شیٔ الا شانه وما کان الحیاء فی شیٔ الا زانه: للترمذی (عائشہ[۲۴]) کنت ادخل بیتی وانی واضع ثوبی فاقول انما هو زوجی وابی فلما دفن عمر معهم فواللہ ما دخلته الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر: لاحمد (زید بن طلحہ[۲۵] بن رکانہ) بسند مرفوعا: ان لکل دین خلقا وخلق الاسلام الحیاء: لمالک (ابو سعید[۲۶]) رفعه: لا تصاحب الا مؤمنا ولا یاکل طعامک الا تقی: (ابو هریرة[۲۷]) رفعه: المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل: بهما لابی داود والترمذی (ابن مسعود[۲۸]) قال اعتبروا الناس باخوانهم: للکبیر بلین (سمرة[۲۹]) رفعه: لا تساکنوا المشرکین ولا تجامعوهم فمن ساکنهم او جامعهم فهو منهم: للترمذی (ابو موسی[۳۰]) رفعه: اذا مر احدکم فی مجلس او سوق وبیده نبل فلیاخذ بنصالها ثم لیاخذ بنصالها فقال ابو موسی واللہ ما متنا حتی سددناها بعضنا فی وجوه بعض: للشیخین وابی داؤد (جابر[۳۱]) ان النبی

بنا ہوا ہے کیونکہ خدر گھر کی اندرونی کوٹھری یا بخاری کو کہتے ہیں اور اسی مادہ سے خدر ہے جس کے معنی پاؤں یا ہاتھ سُن ہو جانے کے ہیں کہ حس و شعور ایسے گہرے پردہ میں چھپ گیا جس کا پتہ نہیں چلتا۔ (انس[۲۳]) نع: بے حیائی جس چیز میں آئی اس کو بدزیب بنا دیا اور حیا جس چیز میں بھی آئی اس کو زینت دیدی (ت) (عائشہ[۲۴]) میں (زاید) کپڑے اُتارے ہوئے ہوتی تب بھی اپنی کوٹھری میں (جہاں آنحضرتؐ اور ابوبکر مدفون تھے) چلی جایا کرتی اور کہتی تھی کہ میرے شوہر اور باپ ہی تو ہیں مگر جب ان کے ساتھ عمر مدفون ہوئے تو عمر سے شرم کی بنا پر جب تک اپنے اوپر کپڑے خوب نہ لپیٹ لئے کبھی اندر نہیں گئی۔ (م) ف یہ ہے شرافت طبعی اور حلاوت ایمانی کہ بعد وفات بھی حیات کی سی شرم تھی اور گھر میں شوہر کے سامنے جن معمولی کپڑوں میں رہتی تھیں ان میں حضرت عمر کی قبر پر جاتے ہوئے شرم آئی۔ (زید بن طلحہ[۲۵] بن رکانہ) نع: ہر مذہب کی ایک خاص خصلت ہوا کرتی ہے اور اسلام کی (مابہ الامتیاز) خصلت حیاء ہے۔ (ط) (ابو سعید[۲۶]) نع: محبت نہ رکھو مگر مومن سے اور تمہارا کھانا نہ کھائے مگر متقی (دت)، ف صحبت میں مقناطیسی اثر ہے کہ اپنا جیسا بنا لیتی ہے لہذا صالح کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے صلاح نصیب ہوگی۔ اور اسی تعلق کا اثر ہے کھلانا پلانا وغیرہ جس کو متقی کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں بددین سے دوستانہ کی ممانعت جدا ہے اور کسب حلال کی ترغیب جدا کیونکہ جو پیسہ محنت سے حاصل ہوتا ہے اس کی قدر ہوتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ اسی کے پیٹ میں جائے جو اس سے عبادتِ خدا کا کام لے۔ باقی احتیاج کا کھلانا تو کافر کو بھی جائز ہے بلکہ پیاسے کتے کو بھی پانی پلانے میں اجر ہے۔ (ابو ہریرہ[۲۷]) نع: آدمی اپنے دوست کے مشرب پر جاتا ہے لہذا دیکھ لینا چاہیئے کہ کس سے دوستانہ کر رہا ہے (دت)، (ابن مسعود[۲۸]) فرماتے ہیں لوگوں کو ان کے بھائیوں پر قیاس کر لیا کرو (ک)، ف جس کا دیندار ہونا معلوم ہو اس کے احباب کو بھی سمجھ لو کہ ضرور دیندار ہوں گے۔ ورنہ ان کے قلوب اس کی طرح کشش نہ کرتے اور یہ قدرتی کشش کا قانون صرف اجسام ہی میں نہیں بلکہ اعراض و افعال میں بھی جاری ہوتا ہے کہ جس عمل کو دیکھو صلحاء کے قلوب اس طرف جھکتے ہیں تو سمجھ لو کہ اس میں نور و حقانیت ہے اور جس فعل کی طرف جہلا و فساق کی کشش ہو اور صلحاء کے دل اس سے بھاگیں تو سمجھ لو کہ ضرور اس میں ظلمت ہے ورنہ اہل ظلمت کے قلوب اس طرف نہ کھنچتے۔ عوام کے لئے حق و باطل میں امتیاز کا یہ معیار بڑا مفید اور تسکین بخش ہے (سمرہ[۲۹]) نع: مشرکین کے محلہ میں سکونت اختیار نہ کرو اور نہ ان کے مجمعوں میں شرکت کرو کہ جس نے

صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یتعاطی السیف مسلولا: لابی داود والترمذی (ابن عمر[۳۲]) رفعہ: تعافوا تسقط الضغائن بینکم: للبزار بضعف (انس[۳۳]) رفعہ: احترسوا من الناس بسوء الظن: للاوسط بمدلس (ابن سیرین[۳۴]) کنا مع ابی قتادۃ علی ظھر بیتنا فرای کوکبا انقض فنظروا الیہ فقال انا نھینا ان نتبعہ ابصارنا: لاحمد (ابن عباس[۳۵]) رفعہ: لا ینظر احدکم الی ظلہ فی الماء: للاوسط بضعف (جابر[۳۶]) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ السراج عند الصبح: للاوسط بضعف (سعد[۳۷]) رفعہ: اذا تنخم احدکم فلیغیب نخامتہ لا تصیب جلد مؤمن او ثوبہ: للبزار (عائشۃ[۳۸]) قالت یکرہ ان یجعل الرجل یدہ فی خاصرتہ وکانت تقول ان الیھود تفعلہ: لرزین (ابو ھریرۃ[۳۹]) رفعہ: تجدون من شر الناس عند اللہ تعالی یوم القیامۃ ذا الوجھین الذی یاتی ھؤلاء بوجہ وھؤلاء بوجہ: للستۃ الا النسائی (عمار بن یاسر[۴۰]) رفعہ: من کان لہ وجھان فی الدنیا کان لہ یوم القیامۃ لسانان من نار: لابی داود (سھل بن سعد[۴۱]) رفعہ: الاناۃ من اللہ والعجلۃ من الشیطان: للترمذی (سعد[۴۲]) رفعہ: التؤدۃ فی کل شیء الا فی عمل الآخرۃ: (سمرۃ[۴۳]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یقد السیر بین اصبعین: ھما لابی داود

ان کے پاس سکونت رکھی یا ان کے مجمع میں شریک ہو وہ ان ہی میں شامل ہو گیا (ت) ف یعنی یہ اتحاد و قرب اثر کرتے کرتے اس کو ان کا ہم مذہب ورنہ کم از کم ہم مشرب بنائے بغیر نہ چھوڑیگا۔ (ابو موسیٰ[۳۰] رفع: جب کوئی شخص کسی مجلس یا بازار میں گذرے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہوں تو چاہیئے کہ ان کی نوک کو پکڑے اور پھر پکڑے۔ یہ حدیث سُنا کر ابو موسیٰ نے کہا واللہ ہم مرے نہیں جبتک کہ ہم میں ایک نے دوسرے کے مُنہ کے سامنے تیروں کو سیدھا نہ کرلیا (ن د) ف یعنی حضرت نے تو مسلمان کی جان کو اتنا عزیز سمجھا کہ چبھ جانے کے وہم سے تیر کی نوک کو مضبوط تھام لینے کی تاکید فرمائی اور ہم یہ شفقت کا سبق ایسی جلدی بھول گئے کہ اسی زندگی میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر تیر برسانے لگا۔ (جابر[۳۱] رفع: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ برہنہ تلوار کسی کو دی یا کسی سے لی جائے (کہ مبادا کسی کے لگ جائے اور خون نکل آئے (د ت) (ابن عمر[۳۲]) ایک دوسرے کو (غلطیوں) پر معافی دیا کرو کہ دلوں کے کینے دور ہو جائیں گے (بز) (انس[۳۳]) رفع: بدگمانی کے ذریعہ لوگوں سے اپنی حفاظت کیا کرو۔ (د) ف یعنی جہاں جان یا مال کا خطرہ ہو یا دینی و دنیوی احتیاط کا موقع ہو تو صورۃً کوئی کیسا ہی بھروسہ کا ہو اس پر اعتماد نہ کرو کہ ممکن ہے خفیہ پولیس کی طرح دوستی کے لباس میں دشمنی کر جائے اس کے سوا ہر معاملہ میں حُسن ظن رکھو (ابن سیرین[۳۴]) ہم ابو قتادہ کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر تھے کہ ایک تارہ ٹوٹا اور لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے آپ نے فرمایا ہمیں اس کی ممانعت کی گئی ہے کہ اس کے پیچھے اپنی نگاہ لے جائیں۔ (م) ف کہ بالخاصہ اس سے نظر کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے جس کی وجہ طبیب روحانی ہی سمجھ سکتا ہے (ابن عباس[۳۵]) رفع: پانی میں اپنا سایہ نہ دیکھنا چاہیئے کہ اس میں مُنہ پر چھائیاں ڈالدینے کی خاصیت ہے (و) (جابر[۳۶]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت چراغ کو پسند نہ فرماتے تھے (کہ بے فائدہ ہے اور صبح صادق کی شناخت میں مخل ہے) (سعد[۳۷]) رفع: جب کوئی ناک سنکے تو چاہیئے کہ رینٹ کو (مٹی وغیرہ میں) غائب کردے مبادا کسی مسلمان کے بدن یا کپڑے کو لگ جائے (بز) (عائشہ[۳۸]) آنحضرت کو ناپسند تھا کہ انسان اپنے ہاتھ کو اپنی کوکھ پر رکھے اور اس کی وجہ فرماتی تھیں کہ ایسا یہود کیا کرتے ہیں (ن) (ابو ہریرہ[۳۹]) رفع: تم اللہ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص دورُخے کو پاؤ گے کہ ادھر آتا ہے ایک رُخ سے اور اُدھر جاتا ہے دوسرے رُخ سے (ق د ت ط) ف آجکل اس کو پالیسی اور ہردلعزیزی و کمال عقل سمجھتے ہیں کہ جدھر گئے اُن ہی کی سی کہنے لگے (عمار بن یاسر[۴۰]) رفع: جس کے دُنیا میں دو رُخ ہوں گے اس کے لئے قیامت کے دن

لہ احفض الانعکاس والانطماس ولبنا اتہی بصیغۃ الامر وشدد بہا دانا زد الولم بیکن من ذلک الاثمل الاوزار لکفی لادنی الاعتبار ۱۲ السید عبد اللہ انتہی ۱۲

لتانی نبی کہمزۃ و حمزۃ ۱۲

الثناء والشکر والمدح والرفق

(اسامۃ) رفعہ: من صنع الیہ معروف فقال لفاعلہ جزاک اللہ خیرًا فقد بلغ فی الثناء: للترمذی (جابر) من اعطی عطاء فلیجز بہ ان وجد وان لم یجد فلیثن بہ فان من اثنی بہ فقد شکرہ ومن کتمہ فقد کفرہ ومن تحلی بما لم یعط کلابس ثوبی زور: لابی داود والترمذی بلفظہ (ابو سعید) رفعہ: من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ: للترمذی (انس) لما قدم النبی صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ اتاہ المہاجرون فقالوا یا رسول اللہ ما رأینا قومًا ابذل من کثیر ولا احسن مواساۃ من قلیل من قوم نزلنا بین اظہرہم لقد کفونا المؤنۃ واشرکونا فی المہنا حتی لقد خفنا ان یذہبوا بالاجر کلہ قال لا ما دعوتم اللہ لہم واثنیتم علیہم: لابی داود والترمذی بلفظہ (مطرف) قال قال لی انطلقت فی وفد بنی عامر الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلنا انت سیدنا فقال السید اللہ قلنا وافضلنا فضلًا واعظمنا طولًا فقال قولوا بقولکم او بعض قولکم ولا یستجرینکم الشیطان: لابی داود

آپ کی دونوں ہوں گی (د) (سہل بن سعد) نع: تامل (کی خصلت) اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے (ت) (سعد) ہر امر میں تامل مناسب ہے بجز عمل آخرت کے (کہ در کار خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست) (د) (سمرۃ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ انگلیوں کے بیچ میں جوتہ کا تسمہ کاٹا جائے (کیونکہ انگلیوں میں پڑے ہوئے تسمہ پر رانبی چلانے سے کھال کٹ جانے کا خوف ہے (د)

توصیف وشکر گذاری اور مدح اور نرمی

(اسامہ) نع: جس کے ساتھ کوئی سلوک کیا گیا اور اس نے اپنے محسن سے کہا اللہ تم کو جزائے خیر دے تو ثنا کا حق ادا کر دیا (ت) (جابر) جسے کوئی چیز دیجائے تو چاہیئے کہ بدلہ دے بشرطیکہ میسر ہو ورنہ محسن کی تعریف کرے (کہ آپ نے بڑا کرم کیا) پس جس نے اس کی تعریف کی تو شکریہ ادا کر دیا۔ اور جس نے چھپایا (اور کوئی لفظ احسانمندی کا نہ کہا) تو اس نے ناشکری کی اور جس نے صورت دکھائی اس کی جو اس کو نہیں دی گئی تو وہ ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا (دت) ف عرب کا اصل لباس دو ہی کپڑے ہیں یعنی تہمد اور چادر۔ پس مثلاً کسی کو زہد کی نعمت عطا نہیں ہوئی مگر وہ زاہدانہ صورت بناتا ہے تاکہ لوگ اس کے معتقد ہوں تو گویا از سرتا پا مجسم جھوٹا ہوا۔ یا دو جھوٹ کا مرتکب ہوا ایک اپنے متعلق کہ یک چیز حاصل نہیں اور بزبان حال اس کا حاصل ہونا ظاہر کرتا ہے۔ دوم معطی کے متعلق گویا کہتا ہے کہ اللہ نے مجھے زہد دیا ہے حالانکہ نہیں دیا۔ (ابو سعید) نع: جو شخص لوگوں کے (احسانات) کا شکریہ ادا نہ کرے گا وہ اللہ کے (انعامات) کا بھی شکر ادا نہ کرے گا۔ (ت) (انس) جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس قوم (انصار) میں ہم نے قیام کیا ہے کوئی قوم نہیں دیکھی جو زیادہ ہونے پر ان سے زیادہ خرچ کرنے والی اور کمی میں ان سے بہتر دلداری کرنیوالی ہو۔ ہمارا بار معاش انہوں نے سر رکھ لیا اور خوش عیشی میں بھی ہم کو اپنا شریک بنا لیا۔ حتی کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ (ہماری عبادتوں کا بھی) سارا اجر وہی لیجائیں گے (کیونکہ تمام محنت ومشقت جس پر اجر کا مدار ہے انہیں پر ہے) حضرتؐ نے فرمایا نہیں جب تک تم اللہ سے ان کے لئے دعا مانگتے اور ان کی ثنا وتوصیف کرتے رہوگے (اس وقت تک اجر میں تم بھی شریک رہوگے) (دت) (مطرف) میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ میں بنی عامر کے وفد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ ہمارے آقا ہیں فرمایا آقا حق تعالیٰ ہے۔ ہم نے کہا اور بلحاظ فضل ہم سب میں آپ برتر ہیں اور عطا میں سب سے

ولرزین نحوعن انس و زاد آخرہ: انی لا ارید ان ترفعونی فوق منزلتی التی انزلنیہا اللہ تعالیٰ انا محمد بن عبد اللہ عبدہٗ و رسولہ (عمرؓ) رفعہ: لا تطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبدہٗ فقولوا عبد اللہ و رسولہ: للرزین (ابوبکرۃؓ) اثنی رجل علی رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ویلک قطعت عنق صاحبک قطعت عنق صاحبک ثلاثا قال من کان منکم مادحا اخاہ لا محالۃ فلیقل احسبہ فلانا واللہ حسیبہ ولا یزکی علی اللہ احدا احسب کذا وکذا ان کان یعلم ذلک منہ: للشیخین وابی داود (المقدادؓ) وقد جعل رجل یمدح عثمان فعمد المقداد فجثی علی رکبتیہ وکان رجلا ضخما وجعل یحثو فی وجہہ الحصباء فقال لہ عثمان ما شانک؟ فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رأیتم المداحین فاحثوا فی وجوہہم التراب: لمسلم وابی داود والترمذی (عائشۃؓ) رفعتہ: ان الرفق لا یکون فی شیء الا زانہ ولا ینزع من شیء الا شانہ: وفی روایۃ: ان اللہ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق ما لا یعطی علی العنف وما لا یعطی علی ما سواہ: لمسلم وابی داود (جریرؓ) رفعہ: من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ: لمسلم وابی داود۔

بڑے ہیں۔ فرمایا یہ بات کہہ لو یا فرمایا اس میں سے کچھ کہہ لو (تو مضائقہ نہیں) اور شیطان تم کو اپنا قائم مقام نہ بنالے (کہ مدح میں غلو کرنے لگو) (د) اور رزین میں انس سے بھی ایسا ہی مروی ہے اور اتنا اضافہ ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ کو میرے اس مرتبہ سے اوپر چڑھاؤ جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں (عمرؓ) رافع: مجھے ایسا نہ بڑھاؤ جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھا دیا (کہ خدائی صفات ان میں ثابت کرنے لگے) میں تو اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا بندۂ خدا اور پیغمبر خدا کہو (ن) (ابو بکرۃؓ) ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی شخص کی (مبالغہ کیساتھ) تعریف کی تو آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی۔ اس کے بعد فرمایا کہ کسی کو اپنے بھائی کی تعریف ہی کرنا ضروری ہو تو یوں کہا کرے کہ میرے خیال میں وہ ایسا ہے باقی حقیقت حال اللہ جانے اور اللہ پر حکم لگا کر کسی کی خوبیاں بیان نہ کرے اگر اس کی کوئی خوبی معلوم ہے تو اس طرح کہے کہ میں اس کو ایسا اور ایسا سمجھتا ہوں۔ (ق د) ف بعض لوگ مدح سرائی کو کمائی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں کہ نہ فاسق کو دیکھیں نہ صالح کو اور نہ جھوٹ کو دیکھیں نہ سچ کو۔ اس کا سدباب کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدح تک میں مبالغہ سے روک دیا۔ رہا باقتضائے محبت اخلاص کے ساتھ کسی کی تعریف کرنا اس میں اسلم طریق یہی ہے کہ سکوت کرے کیونکہ ممدوح کے نفس پھولنے کا خطرہ ہے اور مسلمان بھائی کو مغرور و متکبر بنا دینا گویا اس کی گردن کاٹ لینا ہے کہ دینی ہلاکت کا نقصان دنیا میں ذبح ہو جانے سے زیادہ ہے اور ممکن ہے یہ تکبر کسی کا قاتل بنا کر قصاص میں گردن زدنی کا سبب ہو جائے۔ پس اگر کہیں مدح و ثنا ضروری ہو جیسا کہ محسن کے لئے نادار کو حکم ہے اور ممدوح کی مضرت کا بھی خطرہ نہ ہو تو اب دو باتوں کی رعایت رکھے۔ ایک یہ کہ جس خوبی کا ممدوح میں ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہو صرف وہ بیان کرے کیونکہ غلط بیانی صریح کذب ہے۔ دوم ان کو بھی جزم کے ساتھ نہ کہے کیونکہ حتمی طور پر کہنا کہ فلاں ایسا ہے گویا خدا پر حکم لگانا ہے کہ عند اللہ بھی وہ ایسا ہی ہے حالانکہ یہ منصب صرف رسول کا ہے کہ وہی معصوم ہے اور اسی پر وحی آتی ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے عشرہ مبشرہ کو ایک مجلس میں اور بعض دیگر صحابہ کو مختلف مواقع پر جنتی فرمایا گویا ان کے مجسم صلاح ہونے کی منہ پر تعریف کی ہے۔ (مقدادؓ) ایک شخص حضرت عثمانؓ کی مدح کرنے لگا تو آپ بالقصد اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے کیونکہ ذرا بھاری بدن کے تھے اور مداح کے منہ میں کنکریاں بھرنے لگے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم مدح سراؤں

الامر بالمعروف والنهی عن المنکر والنصح والمشورۃ

(ابو سعیدؓ) رفعہ: من رآی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہٖ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذٰلک اضعف الایمان۔ لمسلم واصحاب السنن۔ (ابن مسعودؓ) رفعہ: ان اول ما دخل النقص علی بنی اسرائیل انہ کان الرجل یلقی الرجل فیقول یا ھذا اتق اللہ ودع ما تصنع فانہ لا یحل لک ثم یلقاہ من الغد وھو علی حالہ فلا یمنعہ ذٰلک ان یکون اکیلہ وشریبہ وقعیدہٗ فلما فعلوا ذٰلک ضرب اللہ قلوب بعضھم علی بعض ثم قال لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل الی فاسقون ثم قال واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر ولتأخذن علی ید الظالم ولتأطرنہ علی الحق اطرا ولتقصرنہ علی الحق قصرا او لیضربن اللہ بقلوب بعضکم علی بعض ثم لیلعننکم کما لعنھم۔ لابی داود والترمذی (ابوبکرؓ) یا ایھا الناس انکم تقرؤن ھذہ الآیۃ وتضعونھا علی غیر

کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی بھر کر دو (س دت) ف غالباً خلیفہ کی یہ مدح انعام کی طمع میں اسی پیشہ کسب کے قبیل سے ہوگی اور ممکن ہے کہ آنحضرتؐ کا مقصود یہ محاورہ ہو کہ ان کو بجز مٹی کے کچھ انعام نہ دیا کرو کہ اس طریق سے مدح سرائی کی گداگری چھوٹ جائیگی یا یہ کہ کسی سے ہجو و بدگوئی کا اندیشہ ہو تو چند ٹکے دیکر اس کا منہ بند کر دیا کرو مگر حضرت مقداد نے ظاہری مفہوم پر عمل کیا واللہ اعلم (عائشہؓ) نعم: نرمی جس چیز میں بھی آتی ہے اس کو رونق دیدیتی ہے اور جس چیز سے نکال لی جاتی ہے اس کو عیب دار بنا دیتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ پاک نرم برتاؤ فرمانیوالا ہے اور نرمی برتنے پر اتنا عطا فرماتا ہے کہ سخت برتاؤ یا کسی دوسری چیز پر اتنا عطا نہیں فرماتا دس د) (جریرؓ) نعم: جو نرمی کی عادت سے محروم رہا وہ گویا ساری خوبیوں سے محروم رہا۔ دس د)

نیک کام کی نصیحت کرنا اور خلاف شرع سے روکنا اور خیر خواہی برتنا اور مشورہ دینا

(ابو سعیدؓ) نعم: تم میں جو شخص کوئی خلاف شرع بات (مثلاً باجا گاجا) دیکھے تو اس کو ہاتھ سے متغیر کرے (اور اس کو توڑ پھوڑ دے) پس اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے متغیر کرے (کہ حسب موقع شرعی حکم سنائے اور برا بھلا کہے) پس اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو اپنے دل سے (مکروہ سمجھے اور کنارہ کشی اختیار کرے) اور یہ ایمان کا نہایت کمزور درجہ ہے (کہ قلبی ناگواری بھی نہ رہی تو آگے کفر ہے) (م سنن) ف پہلا درجہ بالعموم امراء و حکام کے لئے ہے اور دوسرا درجہ علماء کے لئے اور تیسرا درجہ ہر مسلمان کے لئے۔ باقی حسب اقتضاء وقت و محل جیسی طاقت ہو بہر حال خلاف شرع امر کو فروغ پانے کی صورت نہ ہو کہ یہ ساری قوم کی تباہی کا موجب ہے۔ (ابن مسعودؓ) نعم: پہلی خرابی جو بنی اسرائیل میں آئی وہ یہ تھی کہ ایک شخص دوسرے سے ملتا (اور اس کو کسی معصیت کا مرتکب دیکھتا) تو کہتا کہ اے شخص اللہ سے ڈر اور جو کر رہا ہے اس کو چھوڑ دے کہ یہ تیرے لئے جائز نہیں ہے۔ پھر اگلے دن اس سے ملتا حالانکہ وہ اپنی اسی حالت میں ہوتا تو یہ واقعہ اس کے لئے اس کا ہم نوالہ و ہم پیالہ اور ہمنشیں بننے سے مانع نہ بنتا تھا۔ جب وہ ایسا کرنے لگے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے دے مارا (اور رلا ملا کر سب کو یکساں بنا دیا) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی لعن الذین کفروا تا فاسقون کہ لعنت کی گئی بزبان داؤدؑ و عیسٰیؑ ان بنی اسرائیل پر جنہوں نے کفر کیا۔ یہ اس لئے کہ وہ نافرمان بنے اور حد سے بڑھا کرتے تھے ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ اس خلاف شرع کام سے ایک دوسرے کو روکتا نہ تھا جس کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔ یہ کام بہت ہی برا کرتے تھے۔ تم ان میں بہتیروں کو دیکھوگے کہ دوستانہ تعلق برتتے ہیں ان کے

موضعها یا ایها الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتدیتم وانا سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الناس اذا راوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب لابی داود والترمذی (جریر بن عبد اللہ) رفعہ ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللہ منہ بعقاب قبل ان یموتوا: لابی داود (حذیفۃ) رفعہ: والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیوشکن اللہ یبعث علیکم عقابا منہ ثم تدعونہ فلا یستجیب لکم: للترمذی (عرس بن عمیرۃ الکندی) رفعہ: اذا عملت الخطیئۃ فی الارض کان من شھدھا فانکرھا کمن غاب عنھا ومن غاب عنھا فرضیھا کان کمن شھدھا: لابی داود (ابو سعید) رفعہ:

ساتھ جنہوں نے کفر کیا ہے بُرا ذخیرہ ہے جو انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور اگر ان کو سچی عقیدت ہوتی اللہ ورسول اور اس شریعت کیساتھ جو رسول پر اتری تو وہ ان (دشمنان خدا) کو دوست نہ بناتے۔ ولیکن بہتیرے ان میں فاسق ہیں (کہ صورت ہے ایمان والوں کی اور قلب میں مجانست وکشش ہے کفر کی طرف) اس کے بعد آپ نے (صحابہؓ سے) فرمایا کہ اب واللہ یا تو تم نیک کام کا حکم کرو اور خلاف شرع کو روکو اور ظالم (وبد دین) کے ہاتھ پکڑو اور اس کو حق کی طرف مائل کرو اور راہ راست پر روکے رہو ورنہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب بھی ایک دوسرے سے ٹکرا دیگا اور تم پر لعنت برسائے گا جیسی لعنت ان پر برسائی تھی (د ت) ف قلوب کے ٹکرانے کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ باہم نا اتفاقی پیدا فرمادے گا کہ بد دینوں سے خلاملا اور مداہنت کی تھی اس خاطر کہ باہم اتفاق اور میل جول رہے مگر نتیجہ پیدا ہوا برعکس۔ کیونکہ خلاف شرع چلنے کی سزا یہی ہے کہ جس مصلحت کی خاطر کیا جاتی ہے وہ ہمیشہ الٹی پڑا کرتی ہے۔ (ابو بکرؓ) لوگو تم آیت یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم کو پڑھتے ہو مگر اس کو بے موقع برتتے ہو۔ حالانکہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ لوگ جب کسی ظالم کو (ظلم ومعصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے) دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو عجب نہیں اللہ ان سب پر عذاب عام نازل فرمادے (د ت) ف آیت شریفہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ایمان لانیوالو تم صرف اپنی اصلاح کی فکر کرو کہ جب تم ہدایت پر ہوئے تو کوئی بھی گمراہ ہو تمہیں کچھ مضرنہ ہوگا، بعض لوگوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ خود معصیت سے بچنے کی ضرورت ہے دوسروں کو معصیت سے روکنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ حضرتؐ نے ترک تبلیغ پر وعید فرمائی ہے کہ نہ روکنے والے بھی مرتکب ہونے والوں کیساتھ عذاب میں شریک ہوں گے۔ لہٰذا تطبیق یہ ہے کہ آیت اس حالت کا عمل بتا رہی ہے جبکہ بد دینوں کا غلبہ ہو اور ناصحین کی نہ کوئی سُنے نہ مانے جیسا کہ قرب قیامت کا زمانہ۔ اور حدیث اس حالت کا سبق پڑھا رہی ہے جبکہ اہل صلاح کا تسلط وزور ہو جیسا کہ صحابہ وتابعین کے قرون۔ حدیث نے تبلیغ کو فرض اور وسیلہ نجات بتایا ہے اور آیت میں خود قید ہے کہ جب تم ہدایت پر ہو تو گمراہ کی گمراہی تمہارے لئے مضرنہ ہوگی۔ پس باوجود قدرت کے اگر کسی نے خلاف شرع امر سے نہ روکا تو خود تارک فرض ہوا اور ہدایت پر نہ رہا۔ لہٰذا عذاب عام میں شمولیت اپنی مداہنت کے سبب ہوئی نہ کہ دوسروں کی معصیت کے سبب۔ تو حدیث وآیت میں تعارض ہی نہیں اور مطلب صاف ہے کہ ہر زمانہ میں جتنی قدرت ہو اس کو کام میں لانا فرض ہے اور آخر میں کم از کم دل سے بُرا سمجھنا جس کا اثر لازمی یہ ہے کہ بد دین سے رنج وکشیدگی ویے تعلقی ہو اور ہم پیالہ وہم نوالہ نہ رہے (جریرؓ بن عبد اللہ) رفعہ: جو شخص کسی قوم میں رہکر معصیتوں کا مرتکب ہوتا ہو اور قوم کے لوگ قدرت رکھتے ہوں کہ اس کو معصیت نہ کرنے دیں مگر وہ نہ روکیں تو اللہ ضرور ان پر عذاب لائے گا اس سے پہلے کہ وہ مریں (د) ف یعنی باوجود قدرت کے بد دین کو بے دینی سے نہ روکنے کی سزا دنیا میں بھی ضرور ملے گی۔ (حذیفہؓ) رفعہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

ان من اعظم الجهاد کلمة عدل عند سلطان جائر (ت لابی دا ود والترمذی را سامة) قیل له لو اتیت عثمان فکلمته فقال انکم لترون انی لا اکلمه الا اسمعکم وانی اکلمه فی السر دون ان افتح بابا لا اکون اول من فتحه ولا اقول لرجل ان کان علی امیرا انه خیر الناس بعد شیء سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم قالوا وما هو؟ قال سمعته یقول یجاء بالرجل یوم القیامة فیلقی فی النار فتندلق اقتابه فیدور کما یدور الحمار برحاه فیجتمع علیه اهل النار فیقولون یا فلان ماشانک؟ الیس کنت تامرنا بالمعروف وتنهانا عن المنکر؟ فیقول کنت آمرکم بالمعروف ولا آتیه وانهاکم عن الشر وآتیه (ق) وقال: وانی سمعته یقول مررت لیلة اسری بی باقوام تقرض شفاههم بمقاریض من نار قلت من هؤلاء یا جبریل؟ قال خطباء امتک الذین یقولون ما لا یفعلون (للشیخین رعلی رفعه) کیف بکم اذا فسق فتیانکم وطغی نساءکم؟ قالوا یا رسول الله وان ذلک لکائن قال نعم واشد کیف بکم اذا لم تأمروا بالمعروف

یا تو نیک کاموں کا حکم کرو اور خلاف شرع سے روکو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے۔ پھر تم اس کو پکارو گے اور وہ تمہاری نہ سنے گا (ت) ف یعنی ترک امر بالمعروف کی سزا کا یہ بھی جزو ہو گا کہ تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں گی (عرس بن عمیرة الکندی رفعہ) جب کوئی گناہ زمین پر عمل میں آتا ہے تو جو شخص حاضر ہو اور اس پر اعتراض کرے وہ ایسا ہے گویا حاضر ہی نہ تھا اور جو شخص غیر حاضر ہو مگر اس گناہ سے راضی ہو وہ ایسا ہے گویا موجود تھا (د) (ابو سعیدؓ رفعہ) سب میں بڑا جہاد کسی ظالم حاکم کے پاس انصاف کی بات کہدینا ہے (د ت) ف یہ قوت ایمانی ہے کہ باوجود عدم قدرت اور اندیشۂ قتل کے امر بالمعروف کردے اور عجب نہیں تیسرا درجہ دل سے مکروہ سمجھنے کا جو ضعیف ترین ایمان کہلایا ہے وہ اسی قوت ایمان کے مقابلہ میں کہلایا ہے (اسامہؓ) ان سے لوگوں نے کہا کہ کاش آپ حضرت عثمان کے پاس جا کر بات کریں اور ان کو سمجھا دیں کہ وہ مراعات جس سے فتنہ کا غالب گمان ہے نہ کریں) اسامہ نے فرمایا تمہاری رائے یہ ہے کہ میں ان سے جو کچھ کہوں وہ تم کو سنا کر کہوں۔ حالانکہ میں چپکے سے ان کو نصیحت کیا کرتا ہوں بغیر اس کے کہ (فتنہ وشر کا) وہ دروازہ کھولوں جس کا پہلا کھولنے والا میں بننا نہیں چاہتا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سن لینے کے بعد کسی شخص کے متعلق بھی چاہے وہ مجھ پر امیر ہو یہ نہیں کہتا کہ وہ سب لوگوں سے بہتر ہے لوگوں نے پوچھا وہ بات کونسی ہے؟ فرمایا میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے بروز قیامت ایک شخص کو لایا جاوے گا اور دوزخ میں ڈالدیا جاویگا کہ اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں گی اور وہ ان کے گرد چکر لگائے گا جیسے گدھا (آٹا پیسنے کی) چکی کے گرد گھوما کرتا ہے پس اہل دوزخ اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ اے شخص کیا قصہ ہے کیا تم ہی نہیں تھے جو ہمیں نیک کام کی نصیحت اور خلاف شرع کی ممانعت کیا کرتے تھے (پھر تم ہمارے ساتھ جہنم میں کیسے آ گئے) وہ کہے گا تم کو نیک کام کی نصیحت کرتا تھا مگر خود عمل نہیں کرتا تھا اور تم کو برائی سے روکتا تھا مگر خود اس کا مرتکب ہوتا تھا۔ نیز اسامہ نے کہا اور آنحضرت کو یہ فرماتے ہوئے بھی میں نے سنا کہ شب معراج میں میرا گذر ایسی قوموں پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے تراشے جا رہے تھے میں نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ تمہاری امت کے واعظین ہیں کہ کہتے ہیں جن کو خود نہیں کرتے (ق) ف اس حدیث سے تبلیغ کے لئے دو امر کی ضرورت ثابت ہوئی ایک یہ کہ محض زبان سے کہکر ضابطہ پورا کر دینا کافی نہیں بلکہ محل وموقع کی رعایت ہونا چاہیئے کہ حاکم کو نصیحت کرے تو پوشیدہ تاکہ علانیہ گرفت سے کوئی نیا فتنہ نہ پیدا ہو۔ دوم یہ کہ جس بات کی دوسرے کو نصیحت کرے خود بھی اس کا عامل ہو ورنہ اثر نہ کرے گی۔ چونکہ خود دیندار بننا اور دوسرے کو دیندار بنانا جدا جدا فرض ہیں اس سے یہ مطلب تو نہیں ہے کہ جو خود بے عمل ہونے کی وجہ سے ایک فرض کا تارک ہو وہ دوسروں کو نصیحت

وتنہوا عن المنکر؟ قالوا یا رسول اللہ وان ذلک لکائن قال نعم واشد کیف بکم اذا امرتم بالمنکر ونہیتم عن المعروف؟ قالوا یا رسول اللہ وان ذلک لکائن؟ قال نعم واشد کیف بکم اذا رأیتم المعروف منکرا والمنکر معروفا۔ لرزین (سہل بن حنیف) رفعہ: من اذل عندہ مؤمن فلم ینصرہ وھو یقدر علی ان ینصرہ اذلہ اللہ علی رؤس الخلائق یوم القیامۃ۔ لاحمد والکبیر (جابر) رفعہ: اوحی اللہ الی ملک من الملائکۃ ان اقلب مدینۃ کذا وکذا علی اھلہا قال ان فیہا عبدک فلان لم یعصک طرفۃ عین قال اقلبہا علیہ وعلیہم فان وجہہ لم یتمعر فی ساعۃ قط۔ للاوسط بلین یعنی لم یغضب للہ (ابن عمر) سمعت الحجاج یخطب فذکر کلاما انکرتہ فاردت ان اغیرہ فذکرت قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ قلت یا رسول اللہ کیف یذل نفسہ؟ قال یتعرض من البلاء لما لا یطیق۔ للبزار والکبیر والاوسط۔ (ابو امامۃ) رفعہ: اذا رأیتم امرا لا تستطیعون غیرہ فاصبروا حتی یکون اللہ ھو الذی یغیرہ۔ للکبیر بضعف (ابن عمر) رفعہ: من دعا الناس الی قول او عمل ولم یعمل ھو بہ لم یزل فی سخط اللہ حتی یکف او یعمل ما قال ودعا الیہ۔ للکبیر

بھی نہ کرے کہ اس طرح دوسرے فرض مستقل کا تارک بنے گا۔ مگر یہ ضرور ہے کہ دوسروں پر ترس کھانا اور اپنے نفس کو بھلا کر اس پر ظلم کرنا علامت ہے غفلت وضعف ایمان کی لہذا اس کی سزا میں یہ بھی شامل ہے کہ دوزخیوں کے سامنے ذلت وپشیمانی اٹھائے گا اور اپنے پوشیدہ عیب کو خود ظاہر کریگا۔ اور نبی کے سوا چونکہ کوئی معصوم نہیں لہذا کوئی حاکم کیسا ہی آمر بالمعروف ہو مگر اس پر یہ حکم لگانا کہ بہترین خلق ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ احتمال ہے کہ شاید کسی امر کی نصیحت کرنے یا خود عامل ہونے میں کوتاہی ہو اور اس کا بجز خدا کے کسی کو علم نہ ہو۔ (علیؓ) رفع: تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تمہاری نوجوان عورتیں فاسق اور بیبیاں سرکش بن جاویں گی۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ کیا ایسا ہو کر رہے گا۔ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ تمہارا کیا انجام ہوگا جب کہ امر خیر کی نصیحت کروگے نہ خلاف شرع سے روکوگے؟ عرض کیا یا رسول اللہ کیا ایسا ہو کر رہے گا۔ فرمایا ہاں بلکہ بہت زیادہ۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم خلاف شرع کا حکم دوگے اور کارہائے نیک کی ممانعت کروگے۔ عرض کیا یا رسول اللہ کیا ایسا ہو کر رہے گا فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیا حال ہوگا تمہارا جبکہ اتباع شریعت کو برا اور خلاف شرع کو بھلا سمجھنے لگو گے۔ (ر)۔ ف کہ ان میں مابعد کی ہر حالت ماقبل سے بدتر ہے اور جوں جوں خیر القرون کو بُعد ہوتا جائے گا بدترین حالت رونما ہوتی جائے گی۔ چنانچہ آج اس کے بہتیرے اجزا کا مشاہدہ ہو رہا ہے (سہل بن حنیفؓ) رفع: جس شخص کے سامنے کسی مسلمان کی توہین کی گئی اور اس نے مدد نہ کی حالانکہ مدد کرنے پر قادر تھا تو اللہ اس کو قیامت کے دن مخلوق کے بھرے مجمع میں ذلیل فرمائے گا (مک) (جابرؓ) رفع: حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ فلاں شہر کو ان کے باشندوں پر الٹ دو کہ دب کر سب مر جائیں) فرشتہ نے عرض کیا کہ اس میں آپ کا فلاں بندہ رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے کی مقدار بھی آپ کی معصیت نہیں کی (اس کو نکالنے کی بابت کیا حکم ہے) فرمایا اس پر بھی الٹ دو (اگرچہ وہ مرتکب نہیں ہوا مگر دوسروں کو مبتلائے معاصی دیکھ کر) اس کا چہرہ کبھی متغیر نہیں ہوا۔ یعنی اللہ کی خاطر اس کو غصہ نہیں آیا۔ (د) ف ایمان کا اثر ہے اللہ کے ساتھ محبت۔ کہ ارشاد ہے والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور محبت کی خاصیت ہے کہ محبوب کو ناراض کرنے والے افعال پر رنج وغصہ آئے اور رنج وغصہ مجبور کرتا ہے کہ اس کے مٹانے کی نرم وگرم جو بھی تدبیر کر سکے اس کو عمل میں لائے۔ پس جو شخص خود عابد وزاہد ہے مگر معصیت دیکھ کر کبھی اس کی تیوری پر بل نہیں آتا یہ علامت ہے کہ وہ معصیت سے خوش ہے اور اس کی عبادت بتقاضائے محبت نہیں بلکہ تقاضائے عادت ہے۔ لہذا سزائے معصیت سے بچا نہ سکی۔ (ابن عمرؓ)

بلین (انس[15]) قلنا یا رسول اللہ لا نأمر بالمعروف حتی نعمل بہ ولا ننھی عن المنکر حتی نجتنبہ کلہ؟ فقال بل مروا بالمعروف وان لم تعملوا بہ وانھوا عن المنکر وان لم تجتنبوہ کلہ: للاوسط والصغیر بضعف (ابو ہریرۃ[16]) رفعہ: لا تزال لا الہ الا اللہ تدفع عن قائلھا ما بالی قائلوھا ما اصابھم فی دنیاھم اذا سلم لھم دینھم فاذا لم یبال قائلوھا ما اصابھم فی دینھم بسلامۃ دنیاھم فقالوا لا الہ الا اللہ قیل لھم کذبتم: للبزار بضعف (تمیم الداری[17]) رفعہ: ان الدین النصیحۃ قلنا لمن یا رسول اللہ؟ قال للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم: لمسلم وابی داود والنسائی (جریر بن عبد اللہ[18]) اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ابایعک علی الاسلام فشرط علیّ والنصح لکل مسلم: للستۃ الا مالکا۔ (علی بن سھل[19]) ان اباہ قال بعثنا

حجاج خطبہ پڑھ رہا (اور ممبر پر تقریر کر رہا تھا) میں نے اس کو سنا کہ اس میں اس نے ایک بات ایسی کہی جو میرے نزدیک خلاف شرع تھی میں نے چاہا کہ اس پر اعتراض کروں مگر مجھے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آگیا کہ مسلمان کو مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل بنائے میں نے عرض کیا کہ اپنے آپ کو ذلیل بنانے کی کیا صورت؟ فرمایا ایسی بلا کا سامنا کرے جس کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ (بزک د) ف طبائع مختلف ہوتی ہیں بعض کے لئے ظالم حاکم کی ایذائیں ناقابل برداشت ہوتی ہیں۔ اور اس میں پڑنے سے ان کا رہا سہا دین بھی برباد جاتا ہے۔ اور بعض کو استقلال ہوتے ہیں کہ بڑی سے بڑی تکلیف بھی ان کو از جا رفتہ نہیں کرتی۔ ان کے لئے کلمۃ الحق اعظم الجہاد ہے اور ضعفاء کے لئے تذلیل نفس کا سبب ہو کر مکروہ ہے جیسے فقر کہ اقویاء کے لئے سبب فخر ہے اور ضعفاء کے لئے سبب کفر نیز کبھی متعلقین اور کبھی نتائج کے لازمی و متعدی ہونے کے فرق سے حکم بدل جاتا ہے بعض دفعہ گھمسان میں سر جھونکنا بھی فتح کا سبب ہوتا ہے اور بعض دفعہ سپہ سالار مجبور ہوتا ہے کہ فوج کو میدان سے واپس بلائے (ابو امامہ[13]) جب کوئی ایسا کام ہوتا دیکھو جس کے متغیر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو صبر کرو حتی کہ اللہ ہی اس کو متغیر کر دے (ک) (ابن عمر[14] رفعہ) جس نے کسی (نیک) قول یا عمل کی طرف لوگوں کو بلایا اور خود اس پر عمل نہ کیا وہ ہر وقت غضب الٰہی میں مبتلا رہے گا حتی کہ (داعی ہونے سے) باز آوے یا اس کا خود بھی عامل بنے۔ (انس[15]) ہم نے کہا یا رسول اللہ جب تک خود عمل نہ کریں کیا دوسرے کو نیک کام کا امر نہ کریں اور جب تک تمام ممنوعات سے خود نہ بچیں کسی کو خلاف شرع کی ممانعت بھی نہ کریں؟ فرمایا نہیں بلکہ امر بالمعروف کرو اگرچہ اس پر عمل نہ ہو اور ممنوع سے روکو اگرچہ خود تمامی ممنوعات سے نہ بچو (د غ) (ابو ہریرہ[16]) کلمۂ لا الٰہ الا اللہ اپنے قائل سے (ہر تکلیف) دور کرتا رہے گا جب تک کہ اس کے قائلین کو دین محفوظ رہتے ہوئے دنیوی تکلیفوں کی پرواہ ہوا کرے گی اور جب دنیا محفوظ رہتے ہوئے دین میں کوئی خرابی آئے مگر ان کو پروا نہ ہو اور پھر وہ لا الٰہ الا اللہ کہیں تو ان کو جواب دیا جاتا ہے کہ تم جھوٹے ہو (س دی) ف توحید یعنی خدا کو دین و دنیا کے واحد بادشاہ سمجھنے کا پہلا اثر یہ ہے کہ دین کا اہتمام دنیا سے بدرجہا زیادہ ہو۔ پس دنیا کی ہر قسم کی ترقیات جائز ہیں بشرطیکہ دین میں ذرہ برابر نقصان نہ آئے چنانچہ خلفاء راشدین نے سلطنت کرکے دکھا دی لیکن وہ ترقی کہ دین جائے یا رہے مگر دنیا کی راحت کسی طرح نصیب ہو حرام ہے اور ایسے شخص کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا صریح جھوٹ ہے۔ (تمیم الداری[17]) رفعہ: دین نام ہے خیر خواہی کا۔ ہم نے عرض کیا کہ کس کی خیر خواہی یا رسول اللہ؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اس کے رسول کی۔ پیشوایان اسلام کی اور عامہ مسلمانوں کی (م د ن) (جریر بن عبد اللہ[18]) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ سے

رسول الله صلى الله عليه وسلم في غزاة فلما بلغت المغار استحثثت فرسي وسبقت اصحابي فقلت لهم قولوا لا اله
الا الله تحرزوا منا اموالكم ودمائكم فقالوها فلامني اصحابي وقالوا احرمتنا الغنيمة فلما قدمنا على رسول الله صلى
الله عليه وسلم اخبروه بالذي صنعت فدعاني وحسن لي فعلي وقال اما ان الله قد كتب لك من كل انسان منهم خيرا
وقال لي اما اني ساكتب لك بالوصاة على قومك فكتب لي كتابا وختم عليه ودفعه الي: لرزين قلت كذا في
الاصل والحديث في آخر ابي داود في باب ما يقول اذا اصبح بما حاصله قال ابوداود ثنا علي بن سهل الرملي ومحمد بن
المصفى ثنا الوليد ثنا عبد الرحمن بن حسان الكناني ثني مسلم بن الحارث بن مسلم التميمي قال على ان اباه حدثه قال
بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في سرية فلما بلغنا المغار استحثثت فرسي فسبقت اصحابي وتلقاني الحي بالرنين
فقلت لهم قولوا لا اله الا الله تحرزوا فقالوها فلامني اصحابي وقالوا احرمتنا الغنيمة فلما قدمنا على رسول الله
صلى الله عليه وسلم اخبروه بالذي صنعت فدعاني فحسن لي ما صنعت وقال اما ان الله قد كتب لك من كل انسان
منهم كذا وكذا قال عبد الرحمن فانا نسيت الثواب ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما اني ساكتب لك بالوصاة
بعدي قال ففعل وختم عليه ودفعه الي فقال لي ثم ذكر معناه وقال ابن المصفى سمعت الحارث بن مسلم يحدث عن
ابيه انتهى فعلم ان الحديث لمسلم بن الحارث ويقال له الحارث بن مسلم عن ابيه لا لعلي بن سهل كما توهمه رزين
من تعقيد لفظ ابي داود كعادته في تادية الحديث ورحم الله المصنف تبع هنا رزينا واخرج الحديث في الجهاد
لابي داود عن الحارث بن مسلم كما عند ابن المصفى والنسخة التي عندي من رزين فيها الحديث عن علي بن سهل
لكن لفظ متن الحديث هو لفظ ابي داود وواجدها كثيرة الاختلاف لما يسنده المصنف لرزين والله اعلم.
(ابوهريرة) رفعه: من افتى بغير علم كان اثمه على من افتاه ومن اشار على اخيه بامر يعلم ان الرشد في غيره
فقد خانه: لابي داود (ام سلمة) رفعته: المستشار مؤتمن: للترمذي ولابي داود عن ابي هريرة

اسلام پر بیعت کرتا ہوں تو آپ نے مجھ سے ہر مسلمان کی خیرخواہی کا وعدہ لیا (ق ن ت) (علی بن سہل) اُن کے
والد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک جہاد میں بھیجا. جب میں اس مقام پر پہونچا جہاں سے شبخون
مارا جاتا تو میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور رفقاء سے پہلے (دشمنوں کی بستی میں) پہونچا اور ان سے کہا کہ لا الٰہ
الا اللہ کہہ لو کہ اپنی جان و مال کو ہم سے محفوظ بنا لو گے. چنانچہ انہوں نے کہہ لیا. میرے رفقاء نے مجھے بُرا بھلا کہا کہ تو نے ہم کو
مال غنیمت سے محروم رکھا جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے میری کارروائی کی حضرت کو
اطلاع دی. آپ نے مجھے بُلایا اور میرے فعل کو اچھا بتایا اور فرمایا سن لو کہ ان میں سے ہر انسان کی طرف سے تمہارے
لئے نیکی لکھی گئی. اور مجھ سے فرمایا کہ میں تمہارے لئے تمہاری قوم پر (سرداری وافضلیت) کا پروانہ لکھ دوں گا چنانچہ
آپ نے تحریر لکھی اور اس پر (اپنی) مہر کر کے میرے حوالہ فرمائی (ق) آگے مؤلف نے سند کے متعلق تحقیق کی ہے
اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ رزین کو غلطی ہوئی اور ابوداود کے استاد کو اوپر کا مسلم بن حارث راوی حدیث سمجھ لیا. لہٰذا
علی بن سہل کی جگہ مسلم بن حارث کہنا صحیح ہے. (ابوہریرہ) رفع: جس نے علم کے بغیر فتویٰ دیا اس کا گناہ مفتی پر ہوگا
(بشرطیکہ مفتی میں اہلیت کی پوری تحقیق کر لی تھی) اور جس نے اپنے بھائی کو کسی کام کا مشورہ دیا حالانکہ جانتا ہے
کہ اس کی بہبودی اس کے خلاف میں ہے تو اس نے خیانت کی (د) (ام سلمہ) رفع: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امین ہوتا ہے
(ت) ف لہٰذا دوسروں پر اس کا اظہار نہ کرے کہ خیانت ہے. اور وہ بات کہے جس کو اپنے خیال میں اُس کیلئے بہتر و مفید سمجھتا

النية والاخلاص والوعد والصدق والكذب

(عمرؓ) رفعه: انما الاعمال بالنيات وفي رواية بالنية وانما لكل امرئٍ مانوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة يتزوجها فهجرته الى ماهاجر اليه: للستة الامالكا و في رواية: فمن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة ينكحها فهجرته الى ماهاجر اليه: (ابن عمرؓ) رفعه: اذا انزل الله بقوم عذابا اصاب العذاب من كان فيهم ثم بعثوا على اعمالهم: للشيخين (ابو هريرةؓ) رفعه: ان الله لاينظر الى صوركم واقوالكم ولكن انما ينظر الى اعمالكم وقلوبكم: للقزويني (ابن عباسؓ) رفعه: من اخلص لله اربعين صباحا ظهرت ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه: لرزين (عبد الله بن ابی الحمساءؓ) بايعت النبي صلى الله عليه وسلم ببيع قبل ان يبعث فبقيت له بقية ووعدته ان آتيه بها في مكانه فنسيت ثم ذكرت بعد ثلاث فجئت فاذا هو في مكانه فقال يا فتى لقد شققت علی انا ههنا منذ ثلاث انتظرك: لابی داود

نیت اور اخلاص اور وعدہ اور صدق وکذب

(عمرؓ) نع: اعمال کا مدار نیتوں ہی پر ہے اور بروایتے نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ثمرہ ملے گا جو اس کی نیت تھی. چنانچہ جس کی ہجرت اللہ ورسول کی خاطر ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ ورسول کی طرف سمجھی جائے گی اور جس کی ہجرت دُنیا کمانے یا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی غرض سے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف سمجھی جائے گی جس کی خاطر ہجرت کی ہے۔ (ق دت ن) ف نیت اس قوت کا نام ہے جو انسان کو کسی کام پر اُبھارتی اور آمادہ کرتی ہے اور وہی عند اللہ معتبر ہے مگر جس طرح دھواں مجبور ہے کہ جس رُخ کی ہوا ہوگی اسی طرف جلے گا اسی طرح نیت مجبور ہے کہ اگر قلب میں اللہ کے ساتھ محبت اور آخرت کی رغبت غالب ہے تو اُدھر کا رُخ کرے. اور اگر دُنیا طلبی کا غلبہ ہے تو اس کے آگے ہولے پس اللہ والوں کا کھانا پینا تک بھی اس نیت سے ہوتا ہے کہ عبادت پر قوت حاصل ہو لہٰذا ان کی زندگی کا ہر سکون و حرکت عبادت ہی بن جاتا ہے اور دنیا دار کا سفر حج بھی اس غرض سے ہوتا ہے. کہ تجارت کرکے خرچ راہ سے دس گناہ زیادہ کمائے لہٰذا وہ بھی تجارتی سفر کا حکم لیکر زرطلبی وخودغرضی بن جاتا ہے. (ابن عمرؓ) نع، جب اللہ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تو قوم میں (بھلے بُرے) جتنے بھی ہوتے ہیں سب پر پڑتا ہے اس کے بعد اپنے اعمال کے موافق (حشر میں) اٹھائے جائیں گے (ق) ف یعنی سکونت میں چونکہ سب شریک ہیں اس لئے دنیوی عذاب سب کو عام ہو کر ہلاک کر دیتا ہے البتہ قیامت میں حسب نیت واعمال خطا کاروں کو الگ کر دیا جائے گا اور ناکردہ گناہوں کو الگ. (ابو ہریرہؓ) نع، حق تعالیٰ تمہاری صورتوں اور باتوں پر نظر نہ فرمائے گا بلکہ تمہارے اعمال اور قلوب پر نظر فرمائیگا. (کہ جیسی بھلی یا بُری نیت ہوگی جس پر عمل مرتب ہوا ہے اس کا اعتبار ہوگا (ابن عباسؓ) جو خالص اللہ واسطے چالیس دن عمل کرلے گا اس کے قلب سے حکمت کے چشمے زبان پر ظاہر ہونے لگیں گے. (ن) ف چلہ میں خاصیت ہے کہ ریاضت کا ثمر تخم کی طرح زمین قلب میں جم جاتا ہے اور اخلاص کی کھیتی سطح ظاہری پر نمودار ہونے لگتی ہے. (عبد اللہ بن ابی الحمساءؓ) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے نبی ہونے سے پہلے ایک معاملہ بیع کا کیا اور اس کی کچھ قیمت (میرے ذمہ) باقی رہ گئی تو میں نے وعدہ کیا کہ یہیں لاتا ہوں مگر میں بھول گیا اور تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو میں آیا. دیکھتا ہوں کہ آپ اسی جگہ موجود ہیں. پس فرمایا اے شخص تم نے مجھے مشقت میں ڈالدیا کہ تین دن سے

لابی داود والترمذی بلفظہ لرزین: اذا وعد الرجل ونوی ان یفی بہ فلم یف بہ فلا جناح علیہ؛ (زید بن ارقم رفعہ: اذا وعد الرجل ونوی ان یفی بہ فلم یف بہ فلا جناح علیہ)
(زید بن ارقم رفعہ) من وعد رجلا فلم یأت احدھما الی وقت الصلوٰۃ وذھب الذی جاء لیصلی فلا اثم علیہ۔ (جابر) قال لی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم لو جاء مال البحرین اعطیتک ھٰکذا وھٰکذا فلم یجیٔ حتی قبض فلما مات جاء ابا بکر مال البحرین فنادی منادی
ابی بکر من کان لہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدۃ او دین فلیاتنا فاتیتہ فاخبرتہ فقال حثی ولم یعطنی ثم اتیتہ
فقال مثلہ ثم اتیتہ الثالثۃ فقلت سألتک فلم تعطنی ثم سألتک فلم تعطنی فاما ان تعطینی واما ان تبخل عنی فقال قلت اما
ان تعطینی واما ان تبخل عنی وای داء ادوأ من البخل وما رددتک من مرۃ الا وانا ارید ان اعطیک وفی روایۃ فحثی لی حثیۃ وجعل
سفیان حین روی یحثو بکفیہ جمیعا ثم قال ھٰکذا قال لنا ابن المنکدر عن جابر وقال عدھا فوجدتھا خمس مائۃ
قال فخذ مثلھا مرتین؛ للشیخین (ابن مسعود) رفعہ: ان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ وان الرجل
لیصدق حتی یکتب صدیقا وان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی
یکتب کذابا؛ وفی روایۃ: ومایزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا وقال

نہیں تمہارا انتظار کر رہا ہوں (د) ف افسوس ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کو ایفاء وعدہ کا اہتمام نہیں رہا حالانکہ محبوب خدا کی طبعی اور قدیمی عادت تھی۔ (زید بن ارقم رفع: جب کوئی شخص وعدہ کرے اور (پختہ نیت یہ ہو کہ پورا کرے گا۔ پھر کسی قوی مانع کی وجہ سے) اس کو پورا نہ کر سکے تو اس پر (وعدہ خلافی کا) گناہ نہ ہوگا (د ت) اور رزین میں ہے کہ جس نے کسی شخص سے (ملاقات) کا وعدہ کیا اور نماز کے وقت تک دونوں میں سے ایک نہ آیا اور یہ دوسرا جو آ گیا تھا نماز پڑھنے چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں (کہ اللہ کا بلاوا انسانی بلاوے سے زیادہ واجب العمل ہے۔ (جابر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے (وعدہ) فرمایا کہ بحرین سے مال آیا تو لپین بھر کر تم کو اس طرح اور اس طرح دوں گا۔ مگر مال نہ آیا اور حضرت کا وصال ہو گیا۔ آپ کی وفات کے بعد بحرین کا مال ابوبکر کے پاس آیا اور ابوبکر کے منادی نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جس کا بھی کچھ قرضہ یا وعدہ ہو وہ ہمارے پاس آئے چنانچہ میں آیا اور میں نے حضرت کے وعدہ کی ابوبکر کو اطلاع دی۔ فرمایا اچھا مگر کچھ دیا نہیں۔ میں پھر آیا اور انہوں نے پھر یہی کہدیا۔ تیسری مرتبہ میں پھر آیا اور کہا کہ میں نے آپ سے سوال کیا مگر آپ نے کچھ نہ دیا۔ پھر سوال کیا اور پھر کچھ نہ دیا۔ اب یا تو دیدیجئے ورنہ آپ بخل کرتے ہیں۔ فرمایا تم نے کہا کہ یا دیدیجئے ورنہ بخل کرتے ہو۔ بھلا بخل سے زیادہ گندا کون سا مرض ہے اور میں نے تم کو کسی مرتبہ بھی واپس نہیں کیا مگر یہ نیت ضرور رکھتا تھا کہ دوں گا۔ چنانچہ مجھے لپ بھر کر دی۔ اور سفیان راوی نے یہ حدیث روایت کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کی لپ بنا کر دکھایا اور کہا کہ اس طرح۔ جابر سے منقول ہے کہ پھر ابوبکر نے فرمایا ان کو گنو۔ چنانچہ وہ پانچسو تھے۔ فرمایا اتنے ہی دو مرتبہ اور لیلو۔ (ق) ف حضرت صدیق نے وعدۂ محمدیہ کو قرض کے حکم میں لیا کہ آنحضرت کا اس کے ایفاء میں اہتمام ادائے دین کے مثل دیکھ چکے تھے۔ (ابن مسعود رفع: راست گوئی رہبری کرتی ہے نیکی کی طرف اور نیکی راستہ دکھاتی ہے جنت کا اور انسان سچ بولتا رہتا ہے حتی کہ صدیق لکھا جاتا ہے اور دروغ گوئی رہبری کرتی ہے معصیت کی طرف اور معصیت راستہ دکھاتی ہے دوزخ کا اور انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے حتی کہ کذاب لکھا جاتا ہے اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ انسان ہمیشہ سچ بولتا اور سچ بولنے کی تلاش رکھتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور کذب کے متعلق فرمایا کہ ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ بولنے کی تلاش میں رہتا ہے حتی کہ اللہ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے (ق د ت ط) ف یعنی جب مسلمان کو سچ

فی الکذب یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا ۔ للستۃ الا النسائی (ابو الحوراء السعدی) قلت للحسن ابن علی ما حفظت من النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال حفظت منہ دع ما یریبک الی ما لا یریبک فان الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ ۔ للترمذی والنسائی (صفوان بن سلیم) قلنا یا رسول اللہ ایکون المؤمن جبانا؟ قال نعم فقیل لہ ایکون المؤمن بخیلا؟ قال نعم قیل لہ ایکون المؤمن کذابا؟ قال لا ۔ لمالک (ابن عمر) رفعہ: اذا کذب العبد تباعد عنہ الملک میلا من نتن ما جاء بہ ۔ للترمذی (بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ) رفعہ: ویل للذی یحدث بالحدیث یضحک بہ القوم فیکذب ویل لہ ویل لہ ۔ لابی داود والترمذی (سفیان بن اسید الحضرمی) کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک حدیثا ھو لک بہ مصدق وانت لہ بہ کاذب ۔ لابی داود (ابو ھریرۃ) رفعہ: کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع ۔ لمسلم وابی داود (عائشۃ) ان امرأۃ قالت یا رسول اللہ اقول ان زوجی اعطانی ما لم یعطنی فقال المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور ۔ لمسلم والنسائی (عبد اللہ بن عامر) دعتنی امی

بولنے کا ہمہ وقت اہتمام رہتا ہے تو دوسرے اعمال صالحہ کی بھی توفیق نصیب ہوتی ہے اور اس کو صدیقیت کا درجہ عطا کیا جاتا ہے جس کا یہ اثر ہے کہ مخلوق میں بھی اس کا نام سچا مشہور ہو جاتا اور کافر تک اس پر اعتماد کرنے لگتا ہے اور من جانب اللہ اس کی حفاظت ہوتی ہے کہ پھر کسی کے جبر و اکراہ سے بھی جھوٹ اس کی زبان سے نہیں نکلنے پاتا (ابو الحوراء السعدی) میں نے حضرت علی کے صاحبزادہ حسن سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر کون سی بات محفوظ رکھی ہے؟ فرمایا یہ کہ جو چیز تم کو شبہ میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ صورت لو جو تم کو شبہ میں نہ ڈالے۔ کیونکہ طمانیت قلب صدق ہے اور شک و شبہ کذب ہے (ت ن) ف یعنی جس کام کے جواز و عدم جواز میں شک ہو اس پر عمل کرکے طبیعت کو اطمینان و سکون نصیب نہ ہوگا لہٰذا جس کو دیکھو کہ اسے چھوڑ کر بے شبہ صورت کی طرف جاتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کو صدق حالی حاصل ہے۔ (صفوان بن سُلیم) ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا مؤمن بُزدل ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں. پھر عرض کیا گیا کہ مؤمن کیا بخیل ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہاں. عرض کیا گیا کہ مؤمن کیا دروغ گو ہو سکتا ہے؟ فرمایا نہیں (ط) ف اتفاقیہ زبان سے جھوٹ نکل جانا زبان کا گناہ ہے مگر اس کی عادت و خُو قلب کی کجی اور ظلمت ہے جو نورِ ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ (ابن عمر) رفعہ: جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو (رحمت کا) فرشتہ اس بدبو کی وجہ سے جو کذب کے سبب) یہ شخص لایا ہے ایک میل اس سے دور چلا جاتا ہے (ت) (بہز بن حکیم) رفعہ: وائے اس شخص پر جو ایسے قصے نقل کرتا ہے جن سے لوگ ہنسیں اور جھوٹ بولتا ہے. وائے اس پر وائے اس پر (ت) ف نقال اور بھانڈ تو کمال اسی کو سمجھتا ہے کہ جھوٹے [illegible] سنا کر اور فحش نقلیں اُتار کر لوگوں میں قہقہے ڈلوائے. مگر افسوس ہے کہ ان کو انعام دینے والے اس فعل پر [illegible] ان اور معین کا بنتے ہیں. (سفیان بن اسید الحضرمی) رفعہ: بڑا گناہ ہے کہ اپنے بھائی سے کوئی بات کہو جس میں وہ تو تم کو سچا سمجھ رہا ہے حالانکہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو (د) (ابو ہریرہ) رفعہ: جھوٹ کے لئے انسان کو اتنا ہی کافی ہے کہ جو کچھ بھی سُنے اس کو نقل کر دے (س د) ف [illegible] یہ تحقیق کئے بغیر کہ صحیح ہے یا غلط اس کا دوسروں سے نقل کر دینا بھی جھوٹ بولنا ہے کہ ایسا وہی شخص کرتا ہے جس کو سچ کا [illegible] جھوٹ کے اثر بد کا دل میں خوف نہ ہو (عائشہ) ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ [illegible] مجھے نہیں دی. مگر میں کہہ دیتی ہوں کہ یہ مجھے شوہر نے دی ہے۔ فرمایا نہ دی ہوئی چیز کا اظہار کرنے والا ایسا ہے جیسے جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والا. (س ن) ف

يوما والنبي صلى الله عليه وسلم قاعد في بيتنا فقالت ها تعال أعطيك فقال لها ما أردت أن تعطيه؟ قالت
أردت أن أعطيه تمرًا فقال أما إنك لو لم تعطه شيئًا كتبت عليك كذبة: لأبي داود (أبو هريرة) رفعه يكون
في آخر الزمان دجالون كذابون يأتون من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فإياكم وإياهم لا يضلونكم
ولا يفتنونكم: (ابن مسعود) قال إن الشيطان ليتمثل في صورة الرجل فيأتي القوم فيحدثهم بالحديث من الكذب
فيتفرقون فيقول الرجل منهم سمعت رجلاً أعرف وجهه ولا أعرف اسمه يحدث كذا وكذا: (ابن عمر) قال
إن في البحر شياطين مسجونة أوثقها سليمان يوشك أن تخرج فتقرأ على الناس قرآنًا: هي لمسلم (أسماء بنت يزيد)
رفعته: يا أيها الناس ما يحملكم على أن تتابعوا على الكذب كتتابع الفراش في النار الكذب كله على ابن آدم إلا
في ثلاث خصال رجل كذب امرأته ليرضيها ورجل كذب في الحرب فإن الحرب خدعة ورجل كذب بين المسلمين
ليصلح بينهما: لرزين وللترمذي نحوه: وله وللشيخين وأبي داود عن أم كلثوم بنت عقبة نحوه وذكره

عورتوں کو مرض ہے کہ سوکن کو کلسانے کے لئے یا سہیلیوں میں یہ جتلانے کو کہ میرا شوہر مجھ سے بہت محبت رکھتا ہے ایسا کیا
کرتی ہیں۔ اول تو واقعہ کے خلاف ہے۔ دوم شوہر پر غلط الزام ہے۔ لہٰذا دوہرا جھوٹ ہوا۔ پھر اندیشہ ہے کہ سوکن کو
اشتعال پیدا ہو اور باہمی رنجش کا نیا فتنہ پیش آجائے۔ (عبد اللہ بن عامرؓ) ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا درانحالیکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر بیٹھے تھے اور کہا کہ آؤ میں تمہیں چیز دوں گی۔ آپ نے ان سے فرمایا تم نے کیا دینے
کا ارادہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ ارادہ تھا کہ ایک کھجور دیدوں گی۔ فرمایا ہاں اگر کچھ نہ دیتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا (د)
(ابو ہریرہؓ) رفع: اخیر زمانہ میں بہتیرے دروغ گو دجال پیدا ہوں گے کہ ایسی (موضوع و غلط) روایتیں بیان کریں گے
جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے۔ پس ان سے الگ رہو کہیں تم کو گمراہی و فتنہ میں نہ ڈالدیں (س)
(ابن مسعودؓ) رفع: شیطان بصورت انسان ایک قوم میں آئے گا اور جھوٹی حدیثیں ان کو سنائے گا۔ جب مجمع متفرق ہو
جائے گا تو ان میں سے ایک شخص کہے گا کہ میں نے ایک شخص سے جس کی صورت پہچانتا ہوں مگر نام نہیں جانتا سنا ہے
کہ وہ (وعظ میں) ایسا ایسا بیان کر رہا تھا (س) (ابن عمرؓ) نے فرمایا کہ سمندر میں شیاطین مقید ہیں جن کو حضرت سلیمان
نے جکڑ دیا ہے قریب ہے کہ وہ خروج کریں اور لوگوں پر قرآن پڑھیں (س) ف اس زمانہ میں ان فتنوں کا ظہور
ہو رہا ہے کہ نئے نئے مذہب پیدا ہو رہے ہیں جن کے بانی مولویانہ صورت ہی والے ہیں کہ ممبروں پر ایسی خوش
الحانی سے تلاوت قرآن کرتے اور موضوع حدیثیں فرفر پڑھتے ہیں کہ دیکھنے والا بڑا عالم سمجھتا ہے حالانکہ مسلمانوں
کے عقائد بگاڑ رہے ہیں۔ دیہات میں گشت لگاتے اور غلط مسائل بتاتے ہیں لوگ ان کے نام تک سے واقف
نہیں مگر ان کے معتقد ہو کر اٹھتے اور ان کے وعظ کو دوسروں سے نقل کرتے ہیں۔ حالانکہ بخار بھی ہو تو
اس کا علاج ایسے انجان طبیب سے گوارا نہیں کرتے جس کے محض صورت شناس ہوں۔ لیکن ادھر
دجالین نے شیطانی کام شروع کیا۔ اور ادھر عوام کو دین کی قدر نہ رہی اور بلا تحقیق کہ مولوی صاحب
کون ہیں کہاں کے ہیں اور کس مشرب و مذہب کے ہیں صرف ان کی مولویوں کی سی وضع دیکھ کر اپنا دین
ان کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں۔ پس ممکن ہے کہ کسی جگہ شیاطین ہی بصورت انسان آجاتے ہوں جن کی وجہ سے
نام و پتہ تک معلوم نہیں۔ ورنہ امت محمدیہ کو گمراہ کرنے کی کوشش خود شیطان کی نیابت ہے اور ایسوں کی
مجلس [illegible]

الثالث الرجل يحدث امرأته والمرأة تحدث زوجها. (صفوان بن سليم الزرقی)[21] ان رجلا قال للنبی صلی الله علیه وسلم اکذب امرأتی؟ قال لاخیر فی الکذب فقال فاعدها و اقول لها؟ قال لاجناح علیك

(ابوهریرة)[22] رفعه: لم یکذب ابراهیم علیه السلام قط الاثلاث کذبات ثنتین فی ذات الله قوله انی سقیم وقوله بل فعله کبیرهم هذا وواحدة فی شان سارة فانه قدم ارض جبار ومعه سارة وکانت احسن الناس فقال لها ان هذا الجبار ان یعلم انك امرأتی یغلبنی علیك فاذا سألك فاخبریه انك اختی فانك فی الاسلام فانی لااعلم فی الارض مسلما غیری وغیرك فلما دخل ارضه راها بعض اهل الجبار اتاه فقال لقد قدم ارضك امرأة لا ینبغی لها ان تکون الالك فارسل الیها فاتی بها قام ابراهیم الی الصلوة فلما دخلت علیه لم یتمالك ان بسط یده الیها فقبضت یده قبضة شدیدة فقال لها ادعی الله ان یطلق عنی

(اسماء بنت یزید) رفع: لوگو کون چیز محرک ہوتی ہے کہ تم جھوٹ پر ایسے اوپر تلے گرتے ہو جیسے پروانے آگ پر گرتے ہیں۔ لاریب کہ جھوٹ سب کا سب انسان پر وبال ہے بجز تین صورتوں کے کہ ایک شخص اپنی عورت سے کوئی خلاف واقعہ بات کہدے تاکہ اس کو راضی کرلے اور ایک شخص جنگ میں کوئی جھوٹی بات کہدے کہ جنگ صرف ایک مرتبہ کا دھوکا ہے۔ اور ایک شخص دو مسلمانوں کے درمیان کوئی جھوٹی بات کہدے تاکہ ان میں مصالحت کرائے (ن) اور شیخین وابوداود نے ام کلثوم بنت عقبہ سے یہی روایت کی ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ مرد اپنی عورت سے کوئی جھوٹی بات کہدے اور عورت اپنے شوہر سے۔ ف الحرب خدعہ کے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ کہ جنگ کی ہستی بس ایک دھوکہ تک ہے کہ جہاں کوئی فریق دوسرے کے دھوکہ میں آیا بس اس کی واپسی ہوئی اور جنگ کا خاتمہ ہو گیا جیسے کہا کرتے ہیں کہ غصہ بس ایک تلخ گھونٹ ہے کہ جہاں اس کو پی لیا بس غصہ فرو ہوا اور اس کی مضرتوں سے نجات مل گئی۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جنگ کا بڑا ہتھیار دشمن کو دھوکہ دینا ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ دین نام ہی دیانت داری اور حسن خلق اور خیرخواہی خلق کا ہے یعنی دین کے جزو اعظم اور اہم افراد یہی ہیں کہ کبھی تو جھوٹ کے استعمال سے جنگ ملتوی ہو کر انسانی خونریزی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور کبھی دشمن مقتول ہو کر مسلمانوں کی ہزار ہا جانیں بچ جاتی ہیں۔ اسلام نے ہر چیز کے دونوں پہلوؤں پر نظر رکھی اور ہر امر میں اعتدال کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ روح وجسم دونوں کو ضرر دینے والے جانوروں کا گوشت قطعی حرام کیا مگر جس وقت زندگی کا بقا ہی حرام کے کھانے پر موقوف ہوا تو اس کو جائز بنا دیا کہ اکل حرام کا نقصان اضاعت جان سے کم ہے اسی طرح کذب کو سخت ترین عیب قرار دیتے ہوئے کہ بچہ کو بہلانے تک کے لئے بھی اجازت نہیں۔ تین موقعوں پر اس کو مباح بھی کر دیا۔ کہ ان کی مضرت متعدی اور کذب کے نقصان سے اہم و بالاتر ہے۔ ایک معاشرت زوجین کہ قلب کے سکون وراحت کا سارا مدار انہیں کی موافقت پر ہے۔ چنانچہ میاں بیوی میں رنجش ہو تو تمام خانگی انتظام مختل اور نماز روزہ تک معطل اور بعض دفعہ جلاوطنی وخودکشی تک نوبت پہونچا دیتی ہے۔ دوم جنگ کہ جانوں کا اتلاف نظام عالم کو خراب کرنیوالی مصیبت عظمیٰ ہے۔ سوم قومی نااتفاقی کہ تمام ملکی وملی مفاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ پس ان مواقع پر کذب کا استعمال ایسا ہے جیسے دشمن کے وار کا ہاتھ پر روکنا کہ چاہے ہاتھ کٹ جائے مگر گردن بچ جائے۔ پس تعلیم پیغمبر کو خواہشات پورا کرنے کا آلہ نہ بناؤ بلکہ اول وہ شان صدق حاصل کرو کہ عنداللہ صدیق

ولا اضرك ففعلت فعاد فقبضت اشد من القبضة الاولى فقال لها مثل ذٰلك ففعلت فعاد فقبضت اشد من القبضتين الاولين فقال ادعى الله ان يطلق يدى فلك ان لا اضرك ففعلت واطلقت يده ودعا الذى جاء بها فقال انك انما جئتنى بشيطان ولم تأتنى بانسان فاخرجها من ارضى واعطها هاجر فاقبلت تمشى فلما رآها ابراهيم انصرف فقال مهيم؟ فقالت خيرا كفى الله يد الفاجر واخدم خادما قال ابوهريرة فتلك امكم يا بنى ماء السماء[۲۲]. وفى رواية: ان الجبار ارسل اليه ان يا ابراهيم من هذا التى معك؟ قال اختى ثم رجع اليها قال لا تكذبى حديثى فانى اخبرتهم انك اختى والله ان على الارض مؤمن غيرى وغيرك فارسل بها اليه فقام اليها فقامت توضأ وتصلى فقالت اللّٰهم ان كنت آمنت بك وبرسولك واحصنت فرجى الا على زوجى فلا تسلط يد الكافر فغط حتى ركض برجله[۲۴] فقالت اللّٰهم ان يمت يقال هى قتلته فارسل ثم قام اليها فقامت ترضاء وتصلى وتقول اللّٰهم ان كنت آمنت بك وبرسولك واحصنت فرجى الا على زوجى فلا تسلط على هذا الكافر فغط حتى ركض برجله قال ابو هريرة فقالت اللّٰهم ان يمت يقال هى قتلته فارسل فى الثانية اوالثالثة فقال والله ما ارسلتم الى الا شيطانا ارجعوها الى ابراهيم واعطوها هاجر فرجعت الى ابراهيم فقالت أشعرت ان الله بكت الكافر واخدم وليدة. للشيخين ولابى داود والترمذى.

قرار پاؤ اور پھر اپنے ہی دل سے پوچھو کہ حسب ارشاد نبوی کذب کی اجازت کا وقت آیا یا ابھی نہیں. اب تم دیکھو گے کہ اجازت ہونے پر بھی تمہارا دل کہیگا کہ صرف توریہ کا استعمال کر و نہ کہ کھلے کذب کا. اس لئے کہ نفیس طبیعت بخار کی مجبوری میں بھی کُنین کھاتی ہے تو اس پر قند کا خول چڑھا لیتی ہے (صفوان[۲۱] بن سلیم الزرقی) ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنی عورت سے جھوٹی بات کہدیا کروں؟ آپ نے فرمایا جھوٹ میں کوئی خوبی نہیں ہے اس نے کہا اچھا کچھ وعدہ کر لیا کروں (کہ زیور بنوا دوں گا) اور ایسی ہی کوئی بات اس سے کہدیا کروں (جس سے مقصود اس کی دلجوئی ہو مگر پورا کرنے کی نیت نہ ہو) فرمایا اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں (ط) (ابوہریرہ[۲۲] رض: ابراہیم علیہ السلام نے کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا. بجز تین مرتبہ کے جن میں دو تو اللہ کی ذات کے متعلق تھے. ایک یہ کہنا کہ مجھے تکلیف ہے دوم یہ فرمانا کہ ان بتوں کے اس بڑے ہی نے کیا ہے اور ایک جھوٹ بی بی سارہ کے متعلق تھا (جس میں دینی حمایت کے ساتھ ذاتی راحت بھی مخلوط تھی) اور اس کا قصہ یہ ہے کہ آپ ہجرت فرما کر) ایک ظالم بادشاہ کی ملک کی طرف چلے اور حضرت سارہ آپ کے ساتھ تھیں جو کہ نہایت خوبصورت تھیں آپ نے ان سے فرمایا کہ اگر ظالم کو یہ معلوم ہوا کہ تم میری بی بی ہو تو تم پر قبضہ کرنے کے لئے) مجھے مغلوب کریگا. (کہ یا جبراً طلاق دلائے گا ورنہ مجھے قتل کرے گا) لہٰذا وہ تم سے پوچھے تو اس سے توریہ کے طور پر) میری بہن ہونا ظاہر کیجیو کہ مذہبی لحاظ سے تم میری بہن ہی ہو. اس لئے کہ اس وقت سطح زمین پر میرے علم میں تمہارے اور میرے سوا کوئی بھی مسلمان نہیں ہے. پس جب آپ اس کی زمین میں داخل ہوئے تو اس کے کسی آدمی نے سارا کو دیکھ پایا اور بادشاہ کے پاس آکر کہا کہ آپ کے ملک میں ایسی عورت آئی ہے جو صرف آپ ہی کے لائق ہے. چنانچہ آدمی بھیجا گیا اور وہ سارا کو لے گیا. حضرت ابراہیم ع (دعا اور التجا کی خاطر) نماز کے لئے کھڑے ہو گئے پس جب سارا اس کے پاس پہونچیں تو اس کو ضبط پر قدرت نہ رہی اور اس نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا. فوراً اس کا ہاتھ (غیبی گرفت سے) بڑا سخت پکڑا گیا (کہ شل ہو کر نہ آگے بڑھ سکا نہ پیچھے ہٹ سکا) پس اس نے سارہ سے کہا اللہ سے دُعا کرو میرا ہاتھ چھوڑ دے اور میں تم کو ضرر نہ پہونچاؤں گا. چنانچہ آپ نے دُعا کی

(اور ہاتھ درست ہوگیا مگر غلبۂ شہوت میں چور تھا اس لئے) پھر ہاتھ بڑھایا اور پھر پہلی مرتبہ سے زیادہ سختی کیساتھ پکڑا گیا پھر اس نے سارہ سے پھر وہی کہا اور انہوں نے دُعا کی. مگر اس نے پھر وہی کیا اور اب دونوں مرتبہ سے زیادہ سخت گرفت ہوئی. تب اس نے کہا اللہ سے دُعا کرو کہ میرا ہاتھ چھوڑ دے اور تمہارے لئے وعدہ ہے کہ اب تم کو کوئی مضرت نہ پہونچاؤنگا چنانچہ آپ نے دُعا فرمائی اور اُسکے ہاتھ کو چھٹکارا ملا. تب اس نے اس شخص کو بُلایا جو ان کو لیکر آیا تھا اور کہا تو میرے پاس جنیہ کو لے کر آیا انسان کو نہیں لایا. (کہ ایسے تصرفات جنات ہی میں سُننے تھے) لہٰذا اس کو میرے ملک سے باہر نکال اور اس کو ہاجرہ (باندی) دیدے. پس آپ اپنے پاؤں چلتی ہوئی آئیں. جس وقت حضرت ابراہیم کی ان پر نظر پڑی تو ادھر رُخ فرما کر پُوچھا کیا خبر ہے؟ کہا خیریت ہے. اللہ نے فاجر کا ہاتھ بھی روکا اور خدمت کے لئے خادمہ بھی دلائی. پھر ابو ہریرہ نے فرمایا یہ ہیں تمہاری ماں اے آسمانی بارش کے بیٹو. ف بارش کا پانی جو اوپر ہی کسی برتن میں بھر لیا جائے صرف آسمان کی طرف سے منسوب ہے اور اس لئے خالص شیریں اور بہترین پانی ہے. لیکن کنوئیں کا پانی ہر چند کہ آسمان ہی سے اُترا ہے مگر اس میں زمین کی شرکت ہے اور اس لئے کہیں شور بن جاتا ہے اور کہیں میٹھا رہتا ہے اسی طرح وہ بچہ جو زوجہ کے بطن سے پیدا ہو ماں اور باپ دونوں کی طرف منسوب ہوگا اور اس کے نسب میں دادھیال و ننھیال دونوں کے نسب کا دخل ہوگا. لیکن وہ بچہ جو اپنی مملوکہ کے بطن سے پیدا ہو صرف باپ کی طرف منسوب ہوگا. کیونکہ ماں میں حریت اور ثبات استقلال نہیں بلکہ وہ خود اپنے مالک یعنی بچہ کے باپ کی طرف منسوب ہے لہٰذا اس کا دو طرفہ نسب فقط باپ پر ختم ہو جائے گا. سارا عرب چونکہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہے جو کہ حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اس لئے ان کا نسب آسمانی بارش کی طرح بے غبار اور یکطرفہ ہے کیونکہ فقط اپنے باپ ابراہیم کی طرف منسوب ہے جن کی نبوت دنیا کے ہر مذہب کو تسلیم ہے اور حضرت ابراہیم کی نسبی شرافت پر آسمانی شہادت اور اللہ کی تصدیق موجود ہے کہ نبوت اسی کو ملتی ہے جو نسب کے لحاظ سے بھی شریف ترین ہو. اور اسی لئے خود حضرت اسمٰعیل کو بھی نبی بنایا گیا اب اس حقیقت کو نظر انداز کر کے عقلاء زمانہ نے نسب میں ماں کو اصل قرار دیا اور مملوکہ کی اولاد کو باندی زادہ کہکر حقیر سمجھنے لگے کیونکہ ان کے ہاں عورت ہر مرد کی حاکم قرار پائی ہے اور اللہ کی تصدیق کوئی چیز نہیں. لیکن اگر قوم ہنود گوشت خوری کو ظلم کہنے لگے تو کیا ضرور ہے کہ مسلمان بھی ان کے ہم نوا ہو جائیں اور اس حقیقت کو کہ ظلم نہیں بلکہ عین انصاف اور مقتضائے فطرتِ انسانی ہے چھوڑ بیٹھیں.

حضرت ابراہیم جن کو اللہ نے حنیف فرمایا اور خلیل بنایا ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ شدید ضرورت میں مُبتلا ہوئے تھے جہاں عام مسلمانوں کو بھی کذب کی اجازت دی گئی ہے بایں ہمہ تینوں جگہ آپ نے صریح کذب سے بچکر توریہ پر اکتفا کیا ہے. توریہ کی حقیقت یہ ہے کہ ایسا لفظ استعمال کیا جائے جو دو معنی رکھتا ہو. ایک میں سچ ہو مگر غور کے بعد سمجھ میں آوے اور دوسرے میں جھوٹ ہو اور سُننے والا جلدی میں وہی مراد سمجھے. چونکہ ظالم بادشاہ کی عادت یہی تھی کہ شوہر والی عورت کو چھینتا تھا اور حضرت ابراہیم کے پاس شریکِ راحت بیوی کی عفت و جان و ایمان اور اپنی ناموس و راحت زندگی بچانے اور معصیت زنا کو مٹانے کے لئے واحد ذریعہ یہی تھا کہ سارہ کا بیوی ہونا چھپائیں. لہٰذا آپ نے ان کے بہن ہونے کا لفظ استعمال کیا جو دینی بہن اور خون کے رشتہ کی بہن دونوں کو شامل ہے. دوسرے اور تیسرے توریہ کا قصہ یہ ہے کہ آپ کا تمام خاندان بُت پرست بلکہ خود باپ بُت پرست تھا اور آپ کی نورانی طبیعت شرک کی دشمن اور بُت شکن واقع ہوئی تھی آپ تنہا اور عمر و رشتہ میں چھوٹے ہونے

خاموش وکنارہ کش بھی نہیں رہ سکتے تھے آپ
کے سبب کچھ کر بھی نہ کر سکتے تھے اور رفدا ادا شفقت وشوقِ ہدایت کی وجہ سے
اس فکر میں تھے کہ ان کو کس طرح مشاہدہ کراؤں کہ ان کے بُت جن کو یہ حاجت روا سمجھتے ہیں مطلق بے حس وبے شعور اور خود
ان حاجتمندوں سے بھی زیادہ کمزور ہیں آخر قومی ومذہبی میلہ کا وقت آیا جو سال میں ایک مرتبہ ہوتا تھا اور بچہ بچہ اس میں
شرکت کا شوق رکھتا تھا۔ عزیزوں نے آپ کو بھی ساتھ لیجانا چاہا۔ اس وقت آپ نے میلہ کی شرکت سے بچنے کے لئے توریہ
برتا اور فرمایا! مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ سُننے والوں نے یہ سمجھا کہ کوئی مرض ہے جس کے سبب جانے سے معذور ہیں۔ حالانکہ آپ
کی مراد وہ غم اور دل کی دُکھن تھی کہ جس میں قوم کی بدحالی دیکھتے ہوئے ہر لمحہ مبتلا تھے اب بستی کو خالی پا کر آپ اُن کے
بت خانے میں جا گھسے اور پتھر کی تمام مورتیں توڑ پھوڑ کر تبر کو بڑے بُت کے کاندھے پر رکھدیا اور اپنے گھر آ بیٹھے۔ قوم جب
میلہ سے واپس ہو کر بت خانہ میں گئی تو یہ گل کھلا دیکھا۔ چونکہ بستی بھر میں آپ ہی کی زبان تھی جس سے بُت پرستی کی بُرائیاں لوگوں
نے سُنی تھیں اور آپ ہی بستی میں باقی رہے تھے۔ لہذا آپ مجمع میں لائے گئے اور پوچھا گیا کہ اے ابراہیم ہمارے معبودوں کے
ساتھ یہ گستاخی کس نے کی؟ تو آپ نے تیسرا توریہ برتا اور جواب دیا کہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے ان ہی سے پوچھ لو اگر یہ بولتے
ہوں۔ توڑ پھوڑ کو بُت کی طرف منسوب کرنا صورۃً خلاف واقعہ ہے مگر مقصود ان کے متخیلہ کی غلطی کا نقشہ کھینچنا اور مشاہدہ
کرانا تھا کہ جن مورتوں کو عالم میں تصرفات کا مختار سمجھتے ہو اس فعل کا فاعل ان کو سمجھ لینے میں کیوں تامل ہے مگر افسوس کہ
وہ اپنی گت بنانیوالے کو بھی نہیں بتا سکتے۔ یا مجاز ہے کہ ساری توڑ پھوڑ کا سبب یہ بت خانہ ہے جس کا ناظم اعلیٰ یہ بڑا بت
ہے کہ نہ یہ ڈھونگ ہوتا نہ اس کی نوبت آتی۔

اور ایک روایت میں اسطرح ہے کہ ظالم نے ابراہیم کے پاس آدمی بھیجا کہ یہ کون ہے جو تمہارے ساتھ ہے؟ آپ نے
فرمایا میری بہن ہے پھر آپ سارہ کے پاس آئے اور فرمایا میری بات کو جھوٹا مت کیجیو میں ان سے کہہ چکا ہوں کہ تم میری
بہن ہو اور واللہ سطح زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن ہے بھی نہیں۔ پس ظالم نے سارہ کی طرف آدمی بھیجا اور
آپ نے ان کو اس کی طرف بھیجدیا (بہ نیت فاسد) سارہ کی طرف اٹھا تو آپ کھڑی ہو گئیں اور وضو کر کے نماز پڑھنے
لگیں۔ اور یہ کہا کہ اے میرے اللہ اگر تیرے نزدیک یہ مقبول ہو چکا ہے کہ میں ایمان لائی ہوں تجھ پر اور تیرے رسول
ابراہیم پر اور میں نے اپنے شوہر کے سوا ہر شخص سے اپنی عفت کو محفوظ رکھا ہے تو مجھ پر کافر کی دسترس نہ ہونے دیجیو۔
چنانچہ جب اس نے ہاتھ بڑھایا، تو اس کا گلا گھٹنے لگا اور مرگی کے دورہ کی طرح زمین پر پاؤں مارنے لگا۔ سارہ
نے کہا بارالہا اگر یہ اس عذاب میں مرجائے گا تو لوگ کہیں گے کہ سارہ نے مار دیا (لہذا جان بخشی فرمائیے) تب
وہ چھوڑ دیا گیا مگر پھر آپ کی طرف اٹھا اور آپ کھڑی ہوئیں اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگیں اور عرض کیا کہ اے
میرے اللہ اگر میں ایمان لائی ہوں تجھ پر اور تیرے رسول پر اور اپنے شوہر کے سوا سب سے اپنے ستر کو محفوظ
رکھا ہے تو مجھ پر اس کافر کے ہاتھ کا قبضہ نہ ہونے دے پس پھر اس کا گلا گھٹنے لگا اور وہ زمین پر
ایڑیاں رگڑنے لگا ابو ہریرہ نے کہا کہ پھر آپ نے کہا کہ بارالہا اگر یہ مرجائے گا تو یوں کہا جائے گا کہ اسی
عورت نے مار ڈالا۔ چنانچہ چھوڑ دیا گیا اور دوسری یا تیسری مرتبہ میں اس نے کہا واللہ تم نے تو میرے
پاس جنیہ کو بھیجدیا اس کو ابراہیم کے پاس واپس کر دو اور ھاجرہ اسے دیدو۔ پس آپ ابراہیم کے
پاس واپس آئیں اور کہا آپ کو خبر بھی ہوئی کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کیا اور ایک باندی
خدمت کے لئے دلائی۔

(سعدؓ) رفعه: يطبع المؤمن على كل خلة غير الخيانة والكذب ؛ للترمذی

السخاء والكرم والبخل وذم المال والدنيا

(ابو ہریرةؓ) رفعه: السخی قريب من الله قريب من الناس قريب من الجنة بعيد من النار والبخيل بعيد من الله بعيد من الناس بعيد من الجنة قريب من النار ولجاهل سخی احب الى الله من عابد بخيل ؛ للترمذی (وعنه) رفعه: قال الله تعالى انفق انفق عليك وقال صلى الله عليه وسلم يد الله ملآى لا يغيضها نفقة سحاء الليل والنهار أرأيتم ما انفق منذ خلق السموت والارض فانه لم يغض ما فی يده وكان عرشه على الماء وبيده الميزان يخفض ويرفع ؛ للشيخين والترمذی (جابرؓ) ما سئل النبی صلى الله عليه وسلم شيئاً قط فقال لا. للشيخين. (انسؓ) ما سئل النبی صلى الله عليه وسلم على الاسلام شيئاً الا اعطاه ولقد جاء رجل فاعطاه غنماً بين جبلين فرجع الى قومه فقال يا قوم اسلموا فان محمدا ليعطی عطاء من لا يخشى الفاقة وان كان الرجل ليسلم ما يريد الا الدنيا فما يلبث الا يسيراً حتى يكون الاسلام احب اليه من الدنيا وما عليها ؛ لمسلم (ابن شهاب) ان النبی صلى الله عليه وسلم اعطى صفوان بن امية مائة من النعم ثم مائة وان صفوان قال والله لقد اعطانی ما اعطانی وانه لابغض الناس الی فما برح يعطينی حتى انه لاحب الناس الی ؛ لمسلم مطولا (عبد الله الهوزنی) لقيت بلالا لا بحلب فقلت كيف كان نفقة النبی صلى الله عليه وسلم؟ قال ما كان له شیء كنت الى ذلك منه منذ بعثه الله تعالى الى ان توفاه وكان اذا اتاه الانسان مسلما فيراه عاريا امرنی فانطلق فاستقرض فاشتری له البرد

(سعدؓ) رفع: ہر خصلت مؤمن کی طبیعت بن سکتی ہے بجز خیانت اور دروغ گوئی کے (کہ ان کا اتفاقیہ صادر ہو جانا تو ممکن ہے مگر عادت ہو کر طبیعت ثانیہ بن جائے یہ ناممکن ہے (ت)

سخاوت و کرم اور کنجوسی اور مذمتِ مال و دُنیا

(ابو ہریرہؓ) رفع: سخی قریب ہے اللہ سے، قریب ہے مخلوق سے، قریب ہے جنت سے دُور ہے دُوزخ سے۔ اور بخیل دُور ہے اللہ سے دُور ہے مخلوق سے دور ہے جنت سے قریب ہے دوزخ سے۔ اور بیشک سخی جو (بدعملی کی) جہالت میں مبتلا ہو اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا ہے اس بخیل سے جو عبادت گذار ہو۔ (ت) ف کیونکہ عبادت کا نفع صرف اپنے لئے ہے اور سخاوت کا نفع دوسروں کے لئے اور متعدی افضل ہے لازمی سے۔ (ایضاً) رفع: حق تعالیٰ فرماتا ہے (اے بندے تو میری مخلوق پر) خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کا ہاتھ (ہر قسم کے نعمتوں کے بے شمار خزانوں سے) بھرپور ہے کہ خرچ کرنے سے اس میں کچھ کمی نہیں آتی۔ رات اور دن (عطا کا مینہ) برساتا رہتا ہے۔ دیکھو جب سے آسمان وزمین پیدا کئے ہیں کتنا کچھ خرچ کیا پھر بھی اس میں کچھ کمی نہیں آئی جو اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور (اس کا عرش آسمان وزمین سے پہلے پانی پر تھا۔ اور اسی کے ہاتھ میں میزان ہے کہ پست اور بالا کرتا رہتا ہے (ق ت) ف یعنی حسب مشیت ومصلحت کسی کو امیر بناتا ہے اور کسی کو فقیر۔ مگر فقیر بنانا اس لئے نہیں کہ خزانوں میں کمی آگئی بلکہ اظہار قدرت کے لئے ہے کہ تصرفاتِ عالم کی ترازو اس کے ہاتھ میں ہے جس پلّہ کو چاہے جھکائے اور جس پلّہ کو چاہے اٹھائے (جابرؓ) کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے انکار کر دیا ہو (ق) (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام (کی توقع) پر جو کچھ بھی مانگا گیا آپ نے ضرور دیا۔ ایک شخص (سائل بن کر) آیا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان (بھرا ہو) بکریوں کا گلہ اس کو عطا

واکسوہ واطعمہ حتی اعترضنی یومًا رجل من المشرکین فقال ان عندی سعۃ فلا تستقرض من احد الامنی
ففعلت فلما ان کان ذات یوم توضأت ثم قمت لاؤذن للصلاۃ فاذا المشرک قد اقبل فی عصابۃ من التجار
فلما ان رآنی قال یا حبشی قلت یالباہ فتجھمنی وقال لی قولا غلیظا وقال تدری کم بینک وبین الشھر قلت
قریب قال انما بینک وبینہ اربع فآخذک بالذی علیک فاردک ترعی الغنم کما کنت قبل ذلک فاجد فی نفسی
ما یجد فی انفس الناس حتی اذا صلیت العتمۃ رجع صلی اللہ علیہ وسلم الی اھلہ فاستأذنت علیہ فاذن لی فقلت
یا رسول اللہ بابی انت وامی ان المشرک الذی کنت اتدین منہ قال لی کذا وکذا ولیس عندک ما تقضی عنی ولا
عندی وھو فاضحی فأذن لی ان آبق الی بعض ھؤلاء الاحیاء الذین اسلموا حتی یرزق اللہ رسولہ ما یقضی عنی
فخرجت حتی اتیت منزلی فجعلت سیفی وجرابی ونعلی ومجنی عند راسی حتی اذا انشق عمود الصبح الاول اردت ان
انطلق فاذا انسان یدعو یا بلال اجب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلقت حتی اتیتہ فاذا اربع رکائب مناخات
عند الباب علیھن احمالھن فاستأذنت فقال لی ابشر فقد جاء اللہ بقضاء ک ثم قال الم تر الرکائب المناخات
الاربع ؟ قلت بلی قال فان لک رقابھن وما علیھن وان علیھن کسوۃ وطعامًا اھداھن الی عظیم فدک

فرما دیا وہ اپنی قوم میں گیا تو کہنے لگا کہ بھائیو مسلمان بن جاؤ کہ محمدؐ تو (دل کھول کر) ایسا دیتے ہیں جیسے وہ (بادشاہ) دیا کرتا ہے
جسے فاقہ کا اندیشہ ہی نہ ہو۔ اور (بات بھی یہ تھی) کہ ایک شخص اسلام لاتا اور اس کی غرض صرف دنیا ہوتی تھی مگر قلیل ہی مدت
کے بعد اسلام اس کو دنیا اور ساز و سامانِ دنیا سے زیادہ پیارا بن جاتا تھا (س) ف ماں جب دیکھتی ہے کہ بیمار بچہ نا سمجھی
کے سبب دوا سے بھاگتا ہے تو ایک ایک گھونٹ پر ایک ایک روپیہ کا لالچ دیکر اسے دوا پلاتی ہے کیونکہ سمجھتی ہے کہ میرا کام
صرف حلق میں دوا اتارنا ہے۔ آگے دوا اپنا کام خود کریگی اور شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (ابن شہاب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے صفوان بن امیہ کو (اسلام کی رغبت دلانے کے لئے) ایک سو اونٹ دیئے پھر ایک سو دیئے اور صفوان نے کہا واللہ آنحضرت
نے مجھے دیا جو کچھ بھی دیا حالانکہ اس وقت مجھے سب سے زیادہ بغض آپ کے ساتھ تھا مگر آپ دیتے رہے حتی کہ آپ ساری مخلوق
سے زیادہ میرے محبوب بن گئے (س) ف عطا میں مقناطیسی کشش ہے اور آہن جب مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے تو اب
چمٹنے میں سکون ولذت پاتا ہے (عبد اللہ الہوزنی) میں حلب میں بلال سے ملا اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ
واخراجات کی کیا صورت ہوتی تھی۔ فرمایا آپ کے پاس تو کچھ بھی نہ رہتا تھا جب سے آپ کو اللہ نے مبعوث کیا تا وفات میں اس
کا انتظام کیا کرتا تھا۔ حالت یہ تھی کہ جب کوئی شخص مسلمان بن کر آپ کے پاس آتا اور آپ اس کو ننگے بدن دیکھتے تو مجھے حکم
فرماتے (کہ اس کے کپڑوں کا انتظام کر دو) پس میں جاتا اور کہیں کچھ قرض لیتا اور اسکے لئے چادر خرید کر اس کو پہناتا اور کھانا کھلایا
کرتا تھا۔ ایک دن مشرکین میں کا ایک شخص میرے سامنے پڑ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے (مال) وسعت حاصل ہے لہٰذا میرے سوا تم
کسی سے قرض نہ لیا کرو۔ چنانچہ میں (اسی سے لین دین) کرنے لگا۔ ایکدن ایسا ہوا کہ میں وضو کرکے اٹھا تا کہ اذان کہوں دیکھتا
کیا ہوں کہ وہ مشرک چند سوداگروں کو ساتھ لئے آ رہا ہے مجھے دیکھا تو بولا او حبشی۔ میں نے کہا حاضر پس مجھ سے بہت
ترش روی برتی اور مجھ کو سخت سست بکا اور کہا تجھے خبر بھی ہے کہ تیرے اور (وعدے کے) مہینہ میں کئی دن باقی ہیں۔ میں نے
کہا ہاں قریب ہی آلگا ہے۔ بولا تیرے اور وعدے کے مابین صرف چار دن ہیں۔ یاد رکھو کہ تجھ پر جو قرض ہے اس کے بدلے تجھے
پکڑ لوں گا (اور سرِ بازار) بیچکر پھر تجھے ایسا ہی بنا دوں گا جیسا پہلے تھا کہ بکریاں چرایا کرے گا۔ مجھے اس کا بڑا رنج ہوا
جیسا سب کو ہوا کرتا ہے جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے تو میں نے

فاقبضهن واقض دينك ففعلت ثم انطلقت الى المسجد فاذا فيه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاعد فسلمت علیه فقال ما فعل ما قبلك؟ قلت قضى اللہ كل شئ كان علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال افضل شئ؟ قلت نعم قال انظران تريحني منه فانی لست بداخل على احد من اهلی حتى تريحنی منه فلما صلی العتمة دعانی فقال ما فعل الذی قبلك؟ قلت هو معی لم ياتنا احد فبات صلى الله عليه وسلم فی المسجد واقام فيه حتى صلى العتمة يعنی من الغد ثم دعانی فقال ما فعل الذی قبلك؟ فقلت قد اراحك الله منه فكبر وحمد الله وانما كان يفعل ذلك شفقا من ان يدركه الموت وعنده ذلك ثم اتبعته حتى جاء ازواجه فسلم على امرأة امرأة حتى اتی التی عندها مبيته فهذا الذی سألتنی عنه لابی داود (انس) كان النبی صلى الله عليه وسلم لا يدخر شيئا لغد للترمذی. (عقبة بن الحارث) انه صلی وراء النبی صلى الله عليه وسلم العصر فسلم ثم قام مسرعا يتخطى رقاب الناس الى بعض حجر نسائه ففزع الناس من سرعته فخرج عليهم فرأى انهم قد عجبوا من سرعته فقال ذكرت شيئا من تبر عندنا فكرهت ان يبيت عندنا فامرت بقسمته للبخاری والنسائی۔
(عمرؓ) قسم النبی صلى الله عليه وسلم قسما فقلت والله يا رسول الله لغير هؤلاء كانوا احق به منهم قال انهم خيرونی بين ان يسألونی بالفحش ويبخلونی ولست بباخل لمسلم (انسؓ) ان الانصار قاسموا المهاجرين على ان يعطوهم

حاضری کی اجازت چاہی اور آپ نے مجھے اجازت بخشی میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان وہ مشرک جس سے میں قرض کیا کرتا تھا آج ایسا ایسا کہہ گیا ہے اور نہ آپ کے پاس اتنا ہے جس سے میرا قرض ادا ہو جائے نہ میرے پاس ہے اور وہ میری فضیحت کئے بغیر رہے گا نہیں لہذا مجھے اجازت دیجئے کہ ان مسلمان قبائل میں کسی جانب بھاگ جاؤں حتی کہ حق تعالے اپنے رسول کو اتنا دے جو میرے قرض کو ادا کر سکے۔ یہ کہکر میں باہر نکلا اور اپنے قیام گاہ پر آ کر اپنی تلوار اور تھیلا اور جوتے اور ڈھال کو اپنے سرہانے رکھ لیا کہ چلتے وقت تلاش کی ضرورت نہو جس وقت صبح کاذب کی پو پھٹی تو میں نے ارادہ کیا کہ چل دوں۔ یکایک کان میں آواز آئی) کوئی شخص پکار رہا ہے کہ اے بلال چلو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں۔ بس میں چلا اور حاضر خدمت ہوا دیکھتا کیا ہوں کہ چار اونٹنیاں دروازہ پر بیٹھی ہیں اور ان پر سامان لدا ہوا ہے۔ میں نے اندر آنے کا اذن طلب کیا (اور اجازت ملنے پر حضرت کے سامنے پہونچا) تو آپ نے مجھ سے فرمایا خوش ہو جاؤ کہ حق تعالیٰ نے ادا قرض (کی رقم) بھیجدی۔ پھر فرمایا کیا تم نے چار اونٹنیاں بیٹھی ہوئی نہیں دیکھیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں دیکھ لیں۔ فرمایا اونٹنیاں مع اس سامان کے جو ان پر لدا ہوا ہے سب تمہارا ہے کہ یہ فدک کے حاکم نے مجھے ہدیہ بھیجا ہے۔ ان کو قبضہ میں لاؤ اور اپنا قرض ادا کرو۔ چنانچہ میں نے (سارا قرض ادا) کر دیا اور اس کے بعد مسجد میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں۔ میں نے سلام کیا آپ نے (جواب دیا) اور فرمایا جو تمہارے متعلق تھا اس کا کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جتنا قرض تھا اللہ نے سب ادا کرا دیا۔ فرمایا کچھ بچا بھی؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا (کسی مسکین کو) دیکھ لو۔ اور اس (باقیماندہ) کے بارے ہے مجھے راحت بخشو کیونکہ جب تک اس کی طرف سے مجھے راحت نہ دیدوگے میں گھر میں نہ جاؤں گا۔ پھر جب آپ نماز عشا پڑھ چکے تو مجھے بلایا اور پوچھا جو تمہارے متعلق تھا اس کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا وہ رقم میرے پاس موجود ہے کوئی (ضرورتمند) آیا ہی نہیں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہی میں رات گذاری اور وہیں رہے حتی کہ اگلے دن کی عشا پڑھ کر پھر مجھے بلایا اور فرمایا کیا ہوا اس کا جو تمہارے متعلق تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ نے حضور کو اس سے راحت بخشی۔ (اور میں سب خرچ کر چکا) تب آپ نے اللہ اکبر کہا اور شکر خدا ادا کیا۔ اور ایسا آپ اس اندیشہ سے کیا کرتے تھے کہ مبادا موت آجائے اور یہ (مال دنیا) آپ کے پاس موجود ہو۔ پھر میں آپ کے پیچھے پیچھے گیا حتی کہ آپ ازواج مطہرات کے پاس آئے اور ہر بی بی کو سلام کرتے ہوئے ان تک

انصار ثماراً موالهم کل عام ویکفونهم العمل والمؤنة وکانت ام سلیم اعطت عذاقاً النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاعطاها ام ایمن ؛ فلما فتح خیبر رد المهاجرون الی الانصار منائحهم فرد صلے اللہ علیہ وسلم الی ام سلیم عذاقها واعطیٰ ام ایمن مکانهن من حائطه ؛ وفی روایة ان اهل انس امروه ان یسال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما کان اعطوه او بعضه قال فاتیته فاعطانیهن فجاءت ام ایمن فجعلت الثوب فی عنقی وقالت واللہ لا نعطیکهن وقد اعطانیهن فقال صلے اللہ علیہ وسلم یا ام ایمن اترکیه ولك کذا وکذا وتقول کلا واللہ الذی لا الٰه الا هو فجعل یقول کذا حتی اعطاها عشرة امثاله او قریبا للشیخین مطولا ؛ اسلم خرجت مع عمر فلحقته امرأة شابة فقالت یا امیر المؤمنین هلك زوجی وترك صبیة صغاراً واللہ ما ینضجون کراعاً ولا لهم زرع ولا ضرع وخشیت ان تاکلهم الضبع وانا بنت خفاف بن ایماء الغفاری وقد شهد ابی الحدیبیة مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فوقف معها عمر ولم یمض ثم قال مرحبا بنسب قریب ثم

(انس) پہونچے جن کے پاس آپ کو رہنا تھا (یہ تھی کیفیت حضرت کے گذران کی) جس کے متعلق تم نے مجھ سے استفسار کیا (د) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اگلے دن کے لئے کچھ بھی نہیں رکھا کرتے تھے (ت) (عقبہ بن الحارث) نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ پس آنحضرت نے سلام پھیرا اور پھر جلدی سے اٹھ کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے ایک بی بی کے حجرہ میں گئے صحابہ کو آپ کی اس عجلت سے پریشانی ہوئی پس آپ باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ آپ کی عجلت پر ان کو حیرت ہوئی ہے تو فرمایا ذرا سا سونا جو ہمارے پاس تھا وہ مجھے یاد آگیا مجھے پسند نہ آیا کہ وہ رات بھر ہمارے پاس رہے لہٰذا میں اس کے تقسیم کرنے کا حکم دے آیا . (خ ن) (عمرؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ دوسرے لوگ جو غیر حاضر ہیں) وہ ان سے زیادہ مستحق ہیں . فرمایا ان لوگوں نے دو باتیں اختیار کی تھیں یا یہ کر بے تہذیبی کے ساتھ مجھ سے مانگیں یا مجھے بخیل سمجھیں حالانکہ میں بخیل نہیں ہوں (خ ن) (انصار نے مہاجرین کے ساتھ اس طرح باہمی تقسیم کر لی تھی کہ ہر سال اپنی زمینوں کی نصف پیداوار ان کو دیں گے اور وہ بار عمل سے ان کو سبکدوش کر دیں گے . کہ محنت کئے بغیر صدقہ لینا ان کو گوارا نہ تھا) چنانچہ ام سلیم نے چند درختہائے کھجور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی دیئے تھے . جو کہ آپ نے ام ایمن کو عطا فرما دیئے تھے جب خیبر فتح ہوا تو مہاجرین نے (خوشحال ہونے کی وجہ سے) انصار کی املاک ان کو واپس کر دیں . چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی (انس کی والدہ) ام سلیم کو ان کے درخت واپس دیدیئے اور ام ایمن کو ان کی جگہ اپنے نخلستان سے دوسرے عطا فرمائے . اور ایک روایت میں ہے کہ انس کے گھر والوں نے انس سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمارا دیا ہوا کل یا جزو مانگ لیں . انس کہتے ہیں کہ میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے وہ سب درخت مجھے دیدیئے پس ام ایمن آئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں کہ میں تجھے وہ درخت ہرگز نہ دوں گی وہ تو آنحضرت مجھے دے چکے تھے آنحضرت نے فرمایا اے ام ایمن اسے چھوڑ دو اور تم اتنا اتنا لے لو . وہ کہتی تھیں کہ ہرگز نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں . پس آپ بدل میں اضافہ کرتے اور فرماتے تھے اچھا اتنا اچھا اتنا حتیٰ کہ اس کو دس گونہ یا اس کے قریب عطا فرمایا . (اسلم) میں ایک مرتبہ حضرت عمر کے ساتھ نکلا . آپ کو ایک جوان عورت ملی . اور کہنے لگی کہ اے امیر المومنین میرے شوہر کا انتقال ہو گیا اور ننھے ننھے بچے چھوڑ گیا ہے . اللہ کی قسم ان کے پاس اتنا بھی نہیں کہ پائے پکا سکیں اور نہ ان کے پاس کھیتی ہے نہ کوئی دودھ کا جانور اور مجھے اندیشہ ہے کہ قحط سالی ان کو کھا کر ختم نہ کر دے اور میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں . میرے والد جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے . حضرت عمر ٹھہر گئے اور آگے نہ بڑھے . پھر فرمایا او ہو تم تو ہماری قریب کی رشتہ دار نکلیں (کہ قریش اور غفار کا سلسلہ نسب کنانہ پر جا ملا ہے) اس کے بعد آپ لوٹے اور ایک مضبوط اونٹ

الضرف الى بعير ظهيره كان هو بوطاء الدال فحمل عليه غرارتين ملأهما طعاما وحمل بينهما نفقة وثيابا ثم ناولها بخطامه ثم قال اقتاديه فلن يفنى هذا حتى ياتيكم الله بخير فقال رجل يا امير المؤمنين اكثرت لها فقال عمر ثكلتك امك والله انى لكانى ارى اباهذه واخاها قدحاصرا حصنا زمانا فافتتحاه ثم اصبحنا نستفئ سهمهما فيه للبخارى۔

(الاحنف بن قيس) قدمت المدينة فبينا انا فى حلقة فيها ملأ من قريش اذجاء رجل اخشن الثياب اخشن الجسد اخشن الوجه فقام عليهم فقال بشر الكانزين برضف يحمى عليه فى نار جهنم فيوضع على حلمة ثدى احدهم حتى يخرج من نغض كتفه ويوضع على نغض كتفه حتى يخرج من حلمة ثديه يتزلزل فوضع القوم رؤسهم فما رأيت احدا منهم رجع اليه شيئا فادبر فاتبعته حتى جلس الى سارية فقلت ما رأيت هؤلاء الا كرهوا ما قلت لهم فقال ان هؤلاء لا يعقلون شيئا ان خليلى ابا القاسم صلى الله عليه وسلم دعانى فاجبته فقال اترى احدا؟ فنظرت ما على من الشمس وانا اظن انه يبعثنى فى حاجة له فقلت اراه فقال ما يسرنى ان لى مثله ذهبا انفقه كله الا ثلثة دنانير ثم هؤلاء يجمعون الدنيا لا يعقلون شيئا قلت مالك ولاخوانك من قريش لا تعتريهم وتصيب منهم؟ قال لا وربك لا اسألهم عن دنيا ولا استفتيهم عن دين حتى الحق بالله ورسوله للشيخين (ابوذر) انتهيت الى النبى صلى الله عليه وسلم

لیا جو گھر میں بندھا ہوا تھا اور اس پر دو بڑے بورے لادے جن کو غلّہ سے بھر دیا اور دونوں کے درمیان کچھ نقدی اور پارچہ لادا اور خود اس کی مہار پکڑ کر چلے اور عورت سے کہا اسے لیجاؤ۔ یہ ختم نہ ہونے پائیگا کہ حق تعالےٰ تم کو خوشحالی نصیب فرمادیگا ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے اسے بہت دیدیا حضرت عمرؓ نے فرمایا تجھے تیری ماں روئے واللہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے باپ اور بھائی نے مدت تک ایک قلعہ کا محاصرہ کیا اور آخر کار اس کو فتح کرلیا (اب وہ رخصت ہوگئے) اور ہم اس قلعہ کیمتعلق ان کے حصوں سے نفع اٹھا رہے ہیں (خ) ف تجھے تیری ماں روئے عرب کا ایک تکیہ کلام تھا جسکے حقیقی معنے مقصود نہ ہوتے تھے۔ جیسے ہمارے محاورہ میں ارے کمبختی مارے۔ اور اگر مفہوم بھی مراد ہو تو دعا ہے کہ تجھے ماں کے سامنے مرنا نصیب ہو اور ماں کا سایہ تیری زندگی بھر تیرے سر سے نہ اٹھے۔ (احنف بن قیسؓ) ہیں مدینہ آیا تو ایکدن مجمع میں بیٹھا ہوا تھا جہاں قریش کی ایک جماعت موجود تھی۔ دفعۃً ایک شخص آیا کھرے کپڑے کھرا بدن کھرا منہ (جیسا کہ مسکینوں کا حال ہوا کرتا ہے) وہ مجمع پر کھڑا ہوا اور کہا کہ مال جمع کرنیوالوں کو مطلع کردو کہ ایک گرم پتھر جس کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا ان میں ہر شخص کی پستان کے منہ پر رکھا جائے گا۔ اور وہ دبند وق کی گولی کی طرح) شانہ کی ہڈی سے پار نکل جائے گا اور پھر شانہ کی ہڈی پر رکھا جائے گا اور پستان کے منہ سے باہر نکل جائے گا کہ وہ شخص کانپ کانپ اٹھے گا۔ پس تمام مجمع نے سر جھکا لیا اور میں نے ایک کو بھی نہ دیکھا جس نے ان کو کچھ جواب دیا ہو۔ آخر انہوں نے واپس کے لئے پیٹھ پھیری اور میں ان کے پیچھے چلا حتی کہ وہ ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے (یہ حضرت ابوذر تھے) میں نے کہا میرے خیال میں ان صاحبوں کو آپ کا فرمانا ناگوار ہی گذرا۔ فرمایا یہ لوگ کچھ بھی (زہد کی قدر) نہیں سمجھتے (ایک مرتبہ) میرے خلیل ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا جبل احد دیکھا ہے؟ میں سورج کی طرف دیکھنے لگا کہ کتنا دن باقی ہے اور یوں سمجھ رہا تھا کہ آپ کسی ضرورت میں وہاں مجھ کو بھیجنا چاہتے ہیں۔ پس میں نے عرض کیا جی ہاں دیکھا ہے۔ فرمایا میرے لئے مسرت بخش صرف یہی صورت ہے کہ احد کی برابر مجھے سونا ملے تو سارا خرچ کر دوں بجز تین دینار کے کہ ان کو ادا حقوق کے لئے روکوں (پھر باوجود اس کے یہ لوگ دنیا جمع کرتے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے (کہ پیغمبر کا مال سے وحشت کھانا خالی از حکمت نہیں تھا) میں نے عرض کیا آپ کو کیا ہوگیا کہ اپنے برادران قریش کے پاس بھی نہیں پھٹکتے۔

وھو جالس فی ظل الکعبۃ فلما رآنی قال ھم الاخسرون ورب الکعبۃ فجئت حتی جلست فلم اتقار ان قمت فقلت یا رسول اللہ فداک ابی وامی من ھم؟ قال ھم الاکثرون اموالا الا من قال ھکذا وھکذا وھکذا من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ وقلیل ما ھم: للشیخین والترمذی والنسائی (ابن عمر[13]) رفعہ: ایاکم والشح فانما ھلک من کان قبلکم بالشح امرھم بالبخل فبخلوا وامرھم بالفجور ففجروا: لابی داود (ابو القین[14]) انہ مر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ شیء من تمر فاھوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیاخذ منہ قبضۃ ینشرھا بین یدی اصحابہ فضم طرف ردائہ الی بطنہ والی صدرہ فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ شحا: للکبیر بلین (ابو ھریرۃ[15]) رفعہ: لو کان عندی مثل احد ذھبا لسرنی ان لا یمر علی ثلاث لیال وعندی منہ شیء الا شیء ارصدہ للدین: للشیخین (کعب بن عیاض[16]) رفعہ: ان لکل امۃ فتنۃ وان فتنۃ امتی المال: (ابن مسعود[17]) رفعہ: لا تتخذ والضیعۃ فترغبوا فی الدنیا: ھما للترمذی: (ابو ھریرۃ[18]) رفعہ: تکون ابل للشیطان وبیوت للشیطان فاما ابل الشیطان فقد رأیتھا یخرج احدکم بنجیبات معہ قد اسمنھا فلا یعلو بعیرا منھا ویمر باخیہ قد انقطع بہ فلا یحملہ واما بیوت الشیطان فلا اراھا الا ھذہ الاقفاص التی یسترھا الناس بالدیباج: لابی داود۔

شاید ان سے کچھ مل جائے اور موجودہ عسرت کچھ کم ہو فرمایا میں تو ان سے نہ دنیا مانگا کروں گا نہ کوئی دینی مسئلہ پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول سے جا ملوں (ق) (ابوذر[12]) میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا اور آپ کعبہ (کی دیوار) کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا وہ لوگ بڑے سخت خسارہ میں ہیں۔ قسم ہے رب کعبہ کی۔ میں آکر بیٹھ گیا مگر مجھے قرار نہ آیا اور اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان وہ لوگ کون ہیں؟ فرمایا وہ لوگ ہیں جن کے پاس مال بکثرت ہے۔ بجز اس کے جس نے اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اس طرح اور اسطرح کیا (یعنی چار طرف خوب لٹایا اور مصارف خیر پر خرچ کیا) مگر ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں (ق ت ئی) (ابن عمر[13]) رفع: اپنے آپ کو شح سے بچاؤ کہ تم سے پہلے لوگ شح ہی کے سبب ہلاک ہوئے کہ شح نے انکو بخل کا حکم دیا تو بخل کرنے لگے اور فحش کا حکم دیا تو فحش کرنے لگے۔ (د) ف مال کی اتنی محبت کہ اس کے شرعی حقوق ادا کرنے سے بھی دل رکے بخل کہلاتا ہے اور ساتھ میں یہ تنگ ودو بھی شامل ہو کہ جتنا ہو سکے مال بڑھے اس کا نام شح ہے اسی طرح مال سے اتنی وحشت کہ اپنی ضروریات سے فاضل کو رکھ نہ سکے سخاوت کہلاتی ہے اور اگر اپنی ضرورت پر بھی دوسرے کی اعانت کو مقدم سمجھے تو اس کا نام ایثار ہے۔ لیکن اگر موقع بے موقع کا لحاظ نہ رکھے یا معصیت میں خرچ کرے تو اسی کا نام اسراف ہے۔ جو بخل سے بھی زیادہ برا ہے کہ نعمت الٰہی کی ناقدردانی ہے یا اسی کی عطا اور اسی کے مقابلہ میں صرف کرنا (ابو الفین[14]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ان کا گذر ہوا اور ان کے پاس کچھ کھجوریں تھیں۔ آنحضرت جھکے کہ اس میں سے ایک مٹھی لے کر اپنے صحابہ کے سامنے بکھیر دیں تو انہوں نے اپنی چادر کا پلہ اپنے پیٹ اور چھاتی سے ملا لیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا اللہ تمہارے شح کو اور زیادہ کرے۔ (ک) ف آپ نے مجازاً شح فرما دیا ورنہ حرص ہے اور وہ بھی جائز کہ کسی حق شرعی کا اتلاف نہیں ہے اور اسی لئے حضرت نے اس میں زیادتی کی دعا کی۔ اور ممکن ہے کہ حضرت ہی کا عطیہ ہو۔ جس کے تبرک ہونے کے سبب ان کو ایثار گوارا نہ ہوا۔ (ابوہریرہ[15]) رفع: اگر میرے پاس جبل احد کی برابر سونا ہو تو میری مسرت اس میں ہے کہ تین دن نہ گزریں جو کچھ بھی اس میں سے میرے پاس بچے۔ بجز اتنی رقم کے جسے قرض ادا کرنے کے لئے روک لوں (ق) (کعب بن عیاض[16]) ہر امت کیلئے ایک چیز موجب فتنہ ہوا کرتی ہے آپ کی امت کے لئے فتنہ مال ہے (ت) (ابن مسعود[17]) رفع: جائدادیں نہ بنایا کرو کہ دنیا کی رغبت پیدا ہوگی (ت)

(ابو ہریرہؓ) رفعہ: یقول العبد مالی مالی وانما لہ من مالہ ثلاث ما اکل فافنی او لبس فابلی او اعطی فاقتنی وما سوی ذلک فھو ذاھب وتارکہ للناس: لمسلم (ابن مسعودؓ) رفعہ: ایکم مال وارثہ احب الیہ من مالہ؟ قالوا یا رسول اللہ ما منا احد الا مالہ احب الیہ قال فان مالہ ما قدم ومال وارثہ ما اخر: للبخاری والنسائی (ابو وائل) جاء معاویۃ الی ابی ھاشم بن عتبۃ وھو مریض یعودہ فوجدہ یبکی فقال یا خال ما یبکیک؟ اوجع یشئزک ام حرص علی الدنیا؟ قال کلا ولکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عھد الینا عھدا لم اخذ بہ قال وما ذاک؟ قال سمعتہ یقول انما یکفی من جمع المال خادم ومرکب فی سبیل اللہ واجدنی الیوم قد جمعت: للترمذی والنسائی وزاد رزین۔ فلما مات حصل ما خلف فبلغ ثلاثین درھما وحسب فیہ القصعۃ التی کان فیھا یعجن ویاکل: (ابو سعیدؓ) جلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وجلسنا حولہ فقال ان مما اخاف علیکم بعدی ما یفتح اللہ علیکم من زھرۃ الدنیا وزینتھا فقال رجل او یاتی الخیر بالشر یا رسول اللہ؟ فسکت عنہ فقالوا ما شانک تکلم رسول اللہ ولا یکلمک قال واریناانہ ینزل علیہ فافاق یمسح الرحضاء وقال این السائل انفا؟ اوخیر ھو؟ ان الخیر لا یاتی الا بخیر

ف دُنیا کے مال میں بازاری عورت کی طرح ایک دلفریب کشش ہے کہ جس نے بھی اس پر بیباکانہ نظر ڈالی وہ اس کا شکار ہوا اور آمد وخرچ دونوں میں خدا سے غافل بن کر دین و دُنیا کی راحت کھو بیٹھا اس لئے اس کو فتنہ اور سخت آزمائش کی چیز کہا گیا ہے اور شفیق پیغمبر نے قولاً وفعلاً ہر طرح اپنی امت کو اس سے دُور رہنے کو کہا ہے اور جائداد میں تو یہ بھی اثر ہے کہ مروت وتحفظ کا بیحد انہماک اور اس کے بڑھانے کا ہر وقت فکر گھن کی طرح چرتا ہے۔ اور رزاق حقیقی کی جگہ اس پر اعتماد وتوکل بڑھ جاتا ہے۔ ہاں کوئی خاص وقت یا کوئی ضعیف طبیعت ایسی ہو کہ مال اس کے لئے محافظ ایمان وسکون قلب بنے تو وہ مستثنیٰ ہے بشرطیکہ حلال وحرام کی تمیز قائم رہے جیسے ماں کی بچہ کو یہ نصیحت کہ بھاگ کر کبھی نہ چلیو ورنہ سر کھپٹ جائے گا اس حالت کو مستثنیٰ کر دیتی ہے کہ سانپ اور یہ بھاگنے پر مجبور ہو مگر ایسا ضرور تمندا ور محتاط شاید لاکھوں میں ایک بھی مشکل سے نکلے گا۔ (ابو ہریرہؓ) فع؛ بعض اونٹ بھی شیطان کے لئے ہوتے ہیں اور بعض مکان بھی شیطان کے لئے ہوتے ہیں سو شیطان کے اونٹ تو میں نے دیکھ لئے کہ ایک شخص اپنے ساتھ (محض نمائش اور تفاخر کیلئے) اچھی اچھی اونٹنیاں لے کر نکلتا ہے جن کو خوب فربہ کر رکھا ہے مگر کسی پر خود کبھی سوار نہیں ہوتا اور اپنے بھائی پر جس کی سواری ہلاک ہو گئی ہے گذر ہوتا ہے تو اس کو بھی ان پر سوار نہیں کرتا۔ رہے شیطان کے مکانات میری رائے میں وہ یہ پنجرے (یعنی محمل و کجاوے) ہیں جن کو لوگ دیباج سے مڑھتے (اور اس سفری گھر کو ریشمی لباس پہنا کر روپیہ برباد کرتے) ہیں (د) (ابو ہریرہؓ) فع: آدمی کہا کرتا ہے میرا مال میرا مال۔ حالانکہ مال صرف تین ہیں۔ ایک وہ جسے کھا لیا پس فنا کر دیا یا پہن لیا پس کہنہ بنادیا یا دکار خیر میں دیدیا پس (آخرت کے لئے) جمع کر دیا۔ اور اس کے ماسوا کا تو یہ انجام ہے کہ یہ خود رخصت ہو جائیگا اور اسے لوگوں کے لئے چھوڑ جائے گا (س) (ابن مسعودؓ) فع: تم میں کون ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے ذاتی مال سے زیادہ پیارا ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کوئی بھی ایسا نہیں (بلکہ ہر ایک کو) اپنا ہی مال زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا پس اپنا مال تو وہی ہے جس کو ذریعۂ آخرت بنا کر آگے بھیجدیا۔ اور وارث کا مال وہ ہے جس کو اپنے بعد چھوڑ جاؤ (خ ن) (ابو وائل) امیر معاویہ حضرت ابو ہاشم بن عتبہ کے پاس عیادت کے لئے آئے کہ وہ بیمار تھے۔ پس ان کو روتے ہوئے پایا کہنے لگے کہ ماموں صاحب رونے کا کیا سبب ہے۔ کیا درد موجب قلق ہے یا دُنیا کی حرص (کہ اس کے چھوٹنے کا صدمہ ہے) فرمایا بالکل بھی نہیں۔ ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا جس کو ہم پورا

وان مما ینبت الربیع ما یقتل حبطاً او یلم الا آکلة الخضر فانها اکلت حتی اذا امتدت خاصرتاها استقبلت عین الشمس فثلطت[۲۲] وبالت ثم ارتعت وان ھذا المال خضر حلو ونعم صاحب المال ھو لمن اعطی منه المسکین والیتیم وابن السبیل او کما قال صلی اللّٰه علیه وسلم وان من یاخذ بغیر حقه کالذی یاکل ولا یشبع ویکون علیهم شهیداً یوم القیامة للشیخین والنسائی (عبد الرحمٰن بن عوف)[۲۳] وقد اتی بطعام وکان صائماً فقال قتل مصعب بن عمیر وھو خیر منی وکفن فی بردة ان غطی رأسه بدت رجلاه وان غطی رجلاه بدا رأسه وقتل حمزة وھو خیر منی فلم یوجد ما یکفن به الا بردة ثم بسط لنا من الدنیا ما بسط او قال اعطینا من الدنیا ما اعطینا وقد خشیت ان یکون قد عجلت لنا طیباتنا فی حیاتنا الدنیا ثم جعل یبکی حتی ترك الطعام ؛ للبخاری (ابو ھریرة)[۲۴] رفعه ؛ الدنیا ملعونة ملعون ما فیها الا ذکر اللّٰه وما والاہ وعالم ومتعلم ؛ للترمذی (وعنه)[۲۵] رفعه ؛ الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر ؛

نہ کر سکے (اس کا رنج ہے)، پوچھا وہ کیا؟ فرمایا میں نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے مال جمع کرنے کو بس اتنا کافی ہے کہ راہِ خدا میں (مدد دینے کے لئے) ایک خادم ہو اور ایک سواری حالانکہ آج میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ خوب مال جمع کیا ہے. (ت ق) رزین میں اتنا اضافہ ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو جو ترکہ انہوں نے چھوڑا اس کی کل قیمت تیس[۲] درہم قریب آٹھ (۸) روپیہ کے) تھی. اور اسی میں وہ پیالہ محسوب تھا جس میں آٹا گوندھتے اور اسی میں کھایا کرتے تھے (ابو سعید)[۲۱] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن وعظ کے لئے ممبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے آس پاس بیٹھ گئے. فرمایا مجھے اپنے بعد تمہارے متعلق جس چیز کا اندیشہ ہے وہ دنیا کی زینت و تازگی ہے جس کا (دروازہ) اللہ تم پر کھولے گا (اور مال ومتاع بکثرت تم پر برسائے گا.) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اچھی چیز سے بھی بُرا نتیجہ پیدا ہوتا ہے؟ آپ خاموش ہو گئے لوگوں نے (اس سے کہا) تجھے کیا ہو گیا کہ تو پیغمبر خدا سے بات کرتا ہے اور آپ تجھ سے بات نہیں کرتے. پھر ہمیں معلوم ہوا کہ آپ پر وحی کا نزول ہو رہا ہے (اور یہ سکوت اسی وجہ سے ہوا) چنانچہ آپ کو افاقہ ہوا کہ پسینہ پوچھتے تھے اور فرمایا کہاں ہے وہ شخص جس نے ابھی سوال کیا تھا؟ کیا وہ اچھی چیز ہے؟ اچھی چیز کا نتیجہ اچھا ہی پیدا ہوگا؛ مگر کوئی استعمال ہی میں بے احتیاطی کرے تو اس کا کیا علاج. چنانچہ) موسم بہار کی پیداوار میں وہ (تازہ گھاس) بھی ہے جو (خوش ذائقہ ہونے کی وجہ سے زیادہ کھائی جاتی اور ہیضہ پیدا کر کے) ہلاک کر دیتی ہے. یا (نفخ و درد کا سبب ہو کر) قریب المرگ بنا دیتی ہے. ہاں (موسم خریف کی سوکھی) گھاس کھانے والا جانور (البتہ امن میں رہتا ہے کہ بقدرِ ضرورت اور وہ بھی با دلِ ناخواستہ) کھاتا ہے اور جب اس کی کوکھیں (شکم سیری کے سبب) پھول جاتی ہیں تو سورج کے سامنے مُنہ کر کے بیٹھ جاتا ہے (کہ گرمی پا کر ہضم ہو جاوے) پس گوبر ڈالتا اور پیشاب کرتا ہے. اور جب پیٹ بالکل خالی ہو جاتا ہے تو پھر چرتا (اور یہی ہضم کی تدبیر کرتا ہے) (اور یہ مال گویا) سبز گھاس ہی ہے (تو جو شخص حریص بن کر ضرورت سے زیادہ کھائے گا وہ تباہ ہوگا) اور بہترین صاحبِ مال وہ ہے جو اس میں سے مسکین و یتیم اور مسافر کو دیتا ہے (کہ جمع کردہ اور خوردہ کا مصلح بن کر بربادی سے بچا تا رہے) اور جو شخص بغیر حق کے لیتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کھاتا ہے اور پیٹ نہیں بھرتا. اور وہ مال قیامت کے دن (ناجائز لینے والوں پر) حجت اور گواہ بنے گا. (ق ن) (عبد الرحمٰن بن عوف)[۲۳] آپ روزہ سے تھے اور کھانا لایا گیا تو فرمایا مصعب بن عمیر شہید ہوئے وہ مجھ سے بہتر تھے اور صرف ایک چادر میں کفنائے گئے (وہ بھی اتنی چھوٹی) کہ سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں ڈھانپے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا. اور حضرت حمزہ رض شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے ان

نبع المال اصلا شرفا تو لمنه شر لکن یخلص منه بالانفاق ۱۲ ؎ فثلطت ای خرج ما فی بطنها بغائط ۱۲ خفیف ۱۲ ؎ ای قاربه ۱۲

لمسلم والترمذی (انس)[٢٥] رفعه بحب الدنیا رأس کل خطیئة وحبك الشئ یعمی ویصم ؛ لرزین (ابن مسعود)[٢٦] مالی وللدنیا ما انا والدنیا الا کراکب استظل تحت شجرة ثم راح وترکها ؛ (جابر)[٢٨] ان النبی صلی الله علیه وسلم مر بالسوق داخلا من بعض العوالی والناس کنفیته فمر بجدی میت اسك فتناوله فاخذه باذنه ثم قال ایکم یحب ان هذا له بدرهم ؟ قالوا ما نحب انه لنا بلا شئ وما نصنع به ؟ انه لو کان حیا کان عیبا به انه اسك قال فوالله

کو بھی کفنانے کے لئے ایک چادر کے سوا کچھ نہ ملا۔ اس کے بعد ہمارے لئے دُنیا خوب ہی وسیع کی گئی اور جو کچھ دیا جانا تھا وہ ہم کو دیا گیا۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ ہماری نعمتیں (جو اعمال صالحہ کا صلہ بن کر آخرت میں ملنا چاہیئے تھیں) ہم کو دنیا ہی میں دیجا رہی ہیں۔ پھر آپ نے رونا شروع کر دیا حتیٰ کہ کھانا بھی چھوڑ دیا (خ) (ابوہریرہ)[٢٤] فع: دُنیا ملعون ہے اور جو کچھ بھی اس میں ہے سب ملعون ہے بجز ذکر اللہ اور اس کے متعلقات کے اور عالم یا طالب علم (ت) ف جس طرح سمندر اور اس کا سارا پانی تلخ ہے بجز ان قطرات کے جو بخار بن کر اوپر چڑھیں۔ اور بادل میں جگہ پا کر مخلوق پر برسیں اسی طرح دنیا کی ہر وہ چیز جو عبادت یا وسیلۂ عبادت بن کر آسمان کی طرف چڑھ گئی اس کو ابرِ رحمت نے اپنی چھاتی سے لگایا اور بقاء عالم کا سبب بنایا۔ باقی سب بدستور موردِ غفلت ہے لہٰذا رحمت الٰہیہ سے دور ہے اور اللہ کی یاد جب دل میں بیٹھ جاتی ہے تو اب خورد نوش بلکہ بول و براز بھی اس غرض سے ہوتا ہے کہ عبادت کی طاقت اور طاعت میں سکون نصیب ہو اور اس طرح پیدا ہو کر آغوش جوانی میں آنے سے لے کر آغوش لحد میں جانے تک اس کا ہر فعل ذکر اللہ یا وسیلۂ ذکر اللہ بن جاتا ہے مگر ذکر اللہ دل میں کیونکر بیٹھے یہ صرف علم دین سے حاصل ہو سکتا ہے لہٰذا صاحب علم اور طالب علم تو اصل دین ہیں اور اللہ کی یاد اور اس کے متعلقات اس کی فرع۔ پس اگر دُنیا کا ہر فرد اپنی پیدائش کے مقصود کو سمجھ لے تو ساری دنیا لعنت سے خارج ہو سکتی ہے اور اس لئے دُنیا کا پیدا کرنا عبث نہیں ہے (ایضاً)[٢٥] فع: دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے (س ت) ف کہ مؤمن تنگدستی و تکلیف میں گذارتا ہے اور کافر خوشحالی و راحت میں۔ یا یہ مطلب[٢] ہے کہ مؤمن دُنیا میں قیدی کی طرح شریعت کا پابند ہے کہ بلا اجازت قدم بھی نہیں رکھ سکتا اور کافر شتر بے مہار کی طرح آزاد۔ یا یہ مراد[٣] ہے کہ مؤمن دُنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھتا اور قیدی کی طرح اس کا دل برداشتہ رہتا ہے اور اس کا خورد نوش بھی بضرورت اوپری دل سے ہوتا ہے اور کافر کو اس کے پتہ پتہ سے دل بستگی ہوتی اور خزاں سے غافل ہو کر اس کی عارضی بہار پر مرا مٹتا ہے۔ یا یہ مقصود[٤] ہے کہ مؤمن کو دنیا سے رخصت ہونے کی ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے جیل خانہ سے رہائی کا حکم سُن کر قیدی کو کہ لقاء محبوب نصیب ہوا اور کافر کو موت کے نام سے بھی موت آتی ہے۔ یا یہ مطلب[٥] ہے کہ مؤمن دنیا میں کتنی ہی بڑی سے بڑی راحت میں کیوں نہ ہو مگر جو راحتیں اس کے لئے آخرت میں مہیا ہیں ان کے مقابلہ پر ایسا ہے جیسے جیل خانہ میں قیدی۔ اور اگر کافر سخت سے سخت تکلیف میں بھی ہو جن تکلیفوں کا اُسے سامنا پڑنا ہے ان کے مقابلہ میں گویا باغ کی ہوائیں کھا رہا ہے (انس)[٢٦] فع: دُنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے اور کسی چیز کی محبت تجھکو اندھا بہرا بنا دیتی ہے کہ اس کے عیوب و نقصانات نہ دکھائی دیتے ہیں نہ سنائی (ن) (ابن مسعود)[٢٧] مجھے دنیا سے کیا لینا۔ میرا تعلق تو دنیا سے صرف اتنا ہے جیسے سوار دھوپ میں ذرا آرام لینے کے لئے کسی درخت کے سایہ میں بیٹھا پھر چلدیا اور درخت کو چھوڑ گیا (جابر)[٢٨] حوالیٔ شہر سے مدینہ میں داخل ہوتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر بازار میں کو ہوا اور آپ کے دونوں طرف آدمی تھے۔ آپ ایک مُردہ بکری پر ہو کر گذرے جس کے دونوں کان کٹے ہوئے تھے پس آپ نے اس کا کان پکڑا اور فرمایا تم میں کون پسند کرتا ہے کہ ایک درہم میں اس کو لے صحابہ نے عرض کیا ہمیں تو یہ مفت میں بھی پسند نہیں اور اس کا ہو گا کیا۔ اگر زندہ بھی ہوتی تو اسمیں

الاٰخرۃ الا مثل ما یجعل احدکم اصبعہ ھٰذہٖ واشار یحیی بالسبابۃ فی الیم فلینظر بم یرجع : لمسلم والترمذی (سھل بن سعد)[٣٠] رفعہ : لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقی کافرًا منھا شربۃ : (قتادۃ بن النعمان)[٣١] رفعہ : اذا احب اللہ عبدًا احماہ الدنیا کما یظل احدکم یحمی سقیمہ الماء : ھما للترمذی (علی)[٣٢] قال ارتحلت الدنیا مدبرۃ وارتحلت الاٰخرۃ مقبلۃ ولکل واحدۃ منھما بنون فکونوا من ابناء الاٰخرۃ ولا تکونوا من ابناء الدنیا فان الیوم عمل ولا حساب وغدًا حساب ولا عمل : للبخاری فی ترجمۃ۔

للدنیا اھون علی اللہ من ھٰذا علیکم : لمسلم وابی داود (المستورد اخو بنی فھر)[٢٩] رفعہ : ما الدنیا فی

الغضب والغیبۃ والنمیمۃ والغناء

(ابو ھریرۃ)[١] رفعہ : لیس الشدید بالصرعۃ انما الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب : للشیخین والموطأ۔ (ابو وائل)[٢] دخلنا علی عروۃ بن محمد السعدی فکلمہ رجل فاغضبہ فقام فتوضأ فقال حدثنی ابی عن جدی عطیۃ قال قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الغضب من الشیطان وان الشیطان خلق من النار وانما یطفأ النار بالماء فاذا غضب احدکم فلیتوضأ : (ابو ذر)[٣] رفعہ : اذا غضب احدکم وھو قائم فلیجلس فان ذھب عنہ الغضب والا فلیضطجع : ھما لابی داود (سلیمان بن صرد)[٤] استب رجلان عند النبی صلی اللہ علیہ

عیب تھا کہ کن کٹی ہے۔ فرمایا خدا کی قسم دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی حقیر ہے جتنی تمہارے نزدیک یہ مُردار۔ (س د) (مستورد)[٢٩] فع : دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کوئی دریا میں انگلی ڈالے (انگشت شہادت کا اشارہ کرکے دکھایا) اور دیکھے کہ اس پر کتنا (پانی) لگا (س ت) (سہل بن سعد)[٣٠] اگر دُنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حقیقت رکھتی تو اس میں سے کسی کافر کو ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔ (قتادہ بن نعمان)[٣١] فع۔ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو اس کو دنیا سے ایسا بچاتا ہے جیسے ہر شخص اپنے بیمار کو پرہیز کراتا ہے (ت) (علی)[٣٢] نے فرمایا دنیا پیٹھ پھیرے جارہی ہے اور آخرت سامنے چلی آرہی ہے اور ان میں ہر ایک کے لئے لڑکے ہیں (کہ اس کو ماں کی گود سمجھ کر جھکتے اور آرام پاتے ہیں) پس ابناء آخرت بنو ابناء دنیا نہ بنو کہ آج (دنیا میں) عمل ہے حساب نہیں اور کل (آخرت میں) حساب ہوگا عمل نہ ہوگا (خ)

غصّہ اور غیبت اور چغلخوری اور راگ

(ابو ہریرہ)[١] فع۔ پہلوان پچھاڑنے سے نہیں ہوتا پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے (ق ط) (ابو وائل)[٢] ہم (ایک مرتبہ) عروہ بن محمد سعدی کے پاس آئے کسی شخص نے ان سے کوئی بات کہی جس پر ان کو غصہ آگیا تو انہوں نے اٹھ کر وضو کیا اور کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے والد نے اور ان سے میرے دادا عطیہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا غصہ ایک اثر ہے شیطان کی طرف سے اور شیطان پیدا ہوا ہے آگ سے اور آگ بجھا کرتی ہے پانی سے۔ لہٰذا جب کسی کو غصہ آئے تو چاہیئے کہ وضو کرلے۔ (ابو ذر)[٤] فع۔ جب کسی کو غصہ آوے اور وہ کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے۔ پھر اگر غصہ جاتا رہا تو بہتر ورنہ لیٹ جائے (د) (سلیمان بن صرد)[٥] دو آدمیوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس (بیٹھے ہوئے) سخت کلامی ہوگئی اور ہم آپ کے پاس حاضر تھے اس اثنا میں کہ ایک اپنے رفیق کو بُرا بھلا کہہ رہا اور اس کا مُنہ غصہ کے مارے سُرخ پڑا ہوا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک کلمہ معلوم ہے اگر یہ اس کو کہہ لے تو اس کا اثر موجودہ

وسلم ونحن عندہ فبينما احدھما يسب صاحبه مغضبا قد احمر وجهه قال صلى الله عليه وسلم انى لاعلم كلمة لو قالها لذهب عنه الذى يجد لو قال اعوذ بالله من الشيطان الرجيم ذهب ما يجد فانطلق اليه رجل فقال له تعوذ بالله من الشيطان الرجيم فقال اترى بى باس امجنون انا؟ اذهب ۔ وفى رواية قال له الا تسمع ما يقول النبى صلى الله عليه وسلم؟ قال انى لست بمجنون ۔ للشيخين وابى داود وله عن معاذ نحوه وفيه : يقول اللهم انى اعوذ بك من الشيطان الرجيم فجعل معاذ يامره فابى ومحك وجعل يزداد غضبا ۔ (ابو هريرة) ان رجلا قال للنبى صلى الله عليه وسلم مرنى بامر وا قاله علىّ كى اعقله قال لا تغضب فردد مرارا قال لا تغضب ۔ للبخارى والموطا والترمذى (سهل بن معاذ) عن ابيه رفعه: من كظم غيظا وهو يستطيع ان ينفذه دعاه الله يوم القيامة على رؤس الخلائق حتى يخيره فى اى الحور شاء ۔ للترمذى وابى داود (ابو سعيد) صلى بنا النبى صلى الله عليه وسلم يوما صلوٰة العصر ثم قام خطيبا فلم يدع شيئا يكون الى قيام الساعة الا اخبرنا به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه وكان فيما قال ان الدنيا خضرة حلوة والله مستخلفكم فيها فناظر كيف تعملون الا فاتقوا الدنيا واتقوا النساء وكان فيما قال الا لا يمنعن رجلا هيبة الناس ان يقول بحق اذا علمه قال فبكى ابو سعيد وقال والله رأينا اشياء فهبنا وكان فيما قال الا انه ينصب لكل غادر

زائل ہو جائے. اگر یہ کہہ لے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تو اس کا غصہ جاتا رہے. ایک شخص (یہ سنکر) اس غصہ والے کی طرف چلا اور کہا اللہ سے پناہ مانگ (اور اعوذ باللہ پڑھ لے. اس نے جواب دیا کیا تو میرے اندر خبط سمجھ رہا ہے کیا میں پاگل ہوں چل ہٹ. اور ایک روایت میں ہے اس شخص نے اس سے کہا سنتا بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا فرما رہے ہیں. وہ بولا میں دیوانہ نہیں ہوں (ق د) اور معاذ سے بھی اسی طرح مروی ہے مگر اس میں یہ ہے کہ حضرت نے اللہم انی اعوذ بک من الشیطان الرجیم فرمایا. پس معاذ اس کو تاکید کرتے تھے (کہ یہ الفاظ پڑھے مگر وہ نہ مانا اور لیچڑ بنا رہا کہ اس کا غصہ بڑھتا ہی جاتا تھا (ابو ہریرہ) ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا مجھے کوئی حکم فرمایئے اور مختصر کام بتایئے کہ سمجھ سکوں. فرمایا غصہ نہ کیا کرو اس نے بار بار پوچھا مگر آپ یہی فرماتے رہے غصہ نہ کیا کرو. (خ ط ت) ف شفیق وحاذق طبیب اپنے مریض کو جس بد پرہیزی میں بیباک پاتا جس کی مضرت کو اہم اور مزاج کے لحاظ سے زیادہ مہلک سمجھتا ہے اس کی ممانعت اہتمام کے ساتھ کیا کرتا ہے. آنحضرت نے جس خاص شخص کو کسی خاص معصیت سے روکا یا خاص عبادت کا حکم فرمایا اس کی یہی شان ہے کہ آپ روحانی طبیب تھے (سہل بن معاذ) رفع جس نے غصہ کو ضبط کیا حالانکہ قدرت رکھتا تھا کہ اس کو جاری کرے تو اس کو حق تعالے بروز قیامت برسرِ مخلوق بلا کر اختیار دے گا کہ جونسی حور چاہے لے لے (ت د) (ابو سعید) ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی اور پھر وعظ کے لئے کھڑے ہوئے پس قیامت تک کوئی ہونیوالی (ضروری) بات نہ چھوڑی جس کی ہمیں اطلاع نہ دیدی ہو. یاد رہا جسے یاد رہنا تھا اور بھول گیا جسے بھولنا تھا. منجملہ اس کے جو آپ نے فرمایا یہ بھی تھا کہ دنیا (دیکھنے میں) ہری بھری اور میٹھی چیز ہے اور اللہ تم کو اس میں اپنا قائمقام (تصرف کنندہ) بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ کیسے عمل کرتے ہو. لہذا دنیا سے بچتے رہو اور عورتوں کے (فتنہ) سے ڈرتے رہو. اور اسی وعظ میں یہ بھی تھا کہ خبردار لوگوں کی ہیبت کسی کو حق بات کہنے میں باز نہ رکھے. پس یہ حدیث نقل کر کے) ابو سعید رو دیئے اور فرمایا خدا کی قسم ہم نے بہتیری چیزیں (خلاف شرع) دیکھیں مگر ہم (لوگوں سے) ڈرے (اور حق بات نہ کہہ سکے)

لواء یوم القیامة بقدر غدرته ولا غدرة اعظم من غدرة امام عامة یرکز لواء عند استه وکان فیما حفظنا یومئذ الا ان بنی آدم خلقوا علی طبقات شتی فمنهم من یولد مؤمنا ویحیی مؤمنا ویموت مؤمنا ومنهم من یولد کافرا ویحیی کافرا ویموت کافرا ومنهم من یولد مؤمنا ویحیی مؤمنا ویموت کافرا ومنهم من یولد کافرا ویحیی کافرا ویموت مؤمنا الا وان منهم البطیٔ الغضب سریع الفیٔ وسریع الغضب سریع الفیٔ فتلک بتلک الا وان منهم سریع الغضب بطیٔ الفیٔ الا وخیرهم بطیٔ الغضب سریع الفیٔ وشرهم سریع الغضب بطیٔ الفیٔ الا وان منهم حسن القضاء حسن الطلب ومنهم سیئ القضاء وحسن الطلب ومنهم حسن القضاء سیئ الطلب فتلک بتلک الا وان منهم السیئ القضاء السیئ الطلب الا وخیرهم الحسن القضاء الحسن الطلب وشرهم سیئ القضاء سیئ الطلب الا وان الغضب جمرة فی قلب ابن آدم اما رأیتم الی حمرة عینیه وانتفاخ اوداجه فمن احس بشیٔ من ذلک فلیلصق بالارض قال وجعلنا نلتفت الی الشمس هل بقی منها شیٔ؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم الا انه لم یبق من الدنیا

اور منجملہ اس تقریر کے یہ بھی تھا: خوب سن لو کہ ہر بدعہدی کرنے والے کے لئے قیامت کے روز حسب مقدار بدعہدی کے جھنڈا ہو گا (جس سے محشر کا ہر شخص دُور سے سمجھ لے گا کہ یہ غدار ہے) اور امام عامہ (یعنی بادشاہ کیساتھ بدعہدی اور مقابلہ کرنے سے بڑا کوئی غدر نہیں اس کے سرین کے پاس اس کا جھنڈا نصب کیا جائے گا اور اُس دن جو ہمیں محفوظ رہا منجملہ اس کے یہ تھا کہ یاد رکھو بنی آدم کی مختلف قسمیں پیدا کی گئی ہیں بعض وہ ہیں کہ مومن پیدا ہوتے اور مومن زندگی گذارتے اور کافر بن کر مرتے ہیں۔ اور بعض وہ ہیں کہ مومن ہی پیدا ہوتے اور مومن ہی زندگی بسر کرتے اور مومن ہی بنے ہوئے وفات پاتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ ان کی پیدائش (والدین کے کافر ہونے کی بنا پر) کفر پر ہوتی اور عمر بھی کفر میں گذرتی اور موت بھی کفر پر ہوتی ہے۔ اور بعض وہ ہیں کہ ان کی پیدائش بحالت کفر ہوتی اور زندگی کفر میں گذرتی ہے اور مومن بن کر انتقال کرتے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ بعض ان میں وہ ہیں جن کو دیر میں غصہ آتا ہے اور جلد اتر جاتا ہے اور بعض کو غصہ جلد آتا ہے اور جلد اتر جاتا ہے۔ پس یہ (جلد اتر جانے کا ہنر اس (جلد غصہ آنے کے عیب) کا بدلہ ہو جاتا ہے۔ اور بعض ان میں وہ ہیں کہ غصہ جلد آتا ہے اور اترتا ہے دیر میں اور ان میں بہترین وہ ہے جس کو غصہ دیر میں آئے اور جلد اتر جائے اور بدترین وہ ہے جس کو غصہ جلد آئے اور دیر میں اترے۔ اور یاد رکھو کہ بعض ان میں وہ ہیں کہ (دوسرے کا قرض) دینے میں بھی خوش معاملہ ہیں اور اپنا (حق) مانگنے میں بھی میٹھے ہیں اور بعض ادا کرنے میں بُرے ہیں اور مطالبہ کرنے میں اچھے اور بعض دینے میں اچھے ہیں اور تقاضہ میں بُرے۔ پس وہ (خوبی) اس (عیب) کا بدل کر دیگی۔ اور بعض ان میں ادا کرنے میں بھی بُرے ہیں کہ ٹال مٹول کر کے محسن کو پریشان کرتے ہیں) اور مطالبہ میں بھی بُرے ہیں کہ (تنگدست سے بھی سخت گیری کرتے ہیں) آگاہ رہو کہ ان میں بہترین وہ ہے جو ادا کرنے میں بھی بھلا ہو اور مطالبہ میں بھی بھلا۔ اور بدترین وہ ہے جو ادا میں بھی بُرا ہو اور مطالبہ میں بھی بُرا۔ اور خوب سمجھ لو کہ غصہ انسان کے دل میں (گویا) ایک چنگاری ہے کہ تم نے اس کی دونوں آنکھوں کا سُرخ ہونا اور گردن کی رگوں کا پھول جانا دیکھا ہی ہو گا (یہ اسی کی حرارت کا اثر ہے) پس جس کو اس کا کچھ بھی اثر محسوس ہو اسے چاہیئے کہ زمین سے چمٹ جائے (کہ اپنی حقیر ہستی اور مرکر مٹی میں مل جانا یاد آئے۔ راوی کا بیان ہے کہ (جب تقریر طویل ہوئی تو) ہم دھوپ کی طرف دیکھنے لگے کہ کچھ دن باقی ہے یا غروب ہو چکا، تو رسول اللہ صلی

فیما مضی منہا الا کما بقی من یومکم ھٰذا فیما مضی منہ ؛ للترمذی (ابن مسعودؓ) رفعہ : ما تعدون الرقوب فیکم؟ قلنا الذی لا یولد لہ قال لیس ذلک بالرقوب ولکنہ الرجل الذی لم یقدم من ولدہ شیئا قال فما تعدون الصرعۃ فیکم؟ قلنا الذی لا یصرعہ الرجال قال لیس بذاک ولکنہ الذی یملک نفسہ عند الغضب ؛ لمسلم زاد رزین : فما تعدون المفلس فیکم؟ قلنا من لا مال لہ قال لیس بذاک ولکنہ الذی یاتی یوم القیامۃ بحسنات ویاتی قد ظلم ھٰذا وشتم ھٰذا واخذ مال ھٰذا ولیس ھناک دینار ولا درھم فیعطون من حسناتہ ولا تفنی فیؤخذ من سیئاتھم فتطرح علیہ ؛ (ابن عباسؓ) رفعہ : علموا ویسروا ولا تعسروا واذا غضب احدکم فلیسکت واذا غضب احدکم فلیسکت واذا غضب احدکم فلیسکت ؛ (محمد بن عطیۃؒ) عن ابیہ عن جدہ رفعہ : اذا استشاط السلطان تسلط الشیطان ؛ ھما لاحمد والکبیر (ابن عباسؓ) رفعہ : باب للنار لا ید خلہ احد الا من یشفی غیظہ بسخط اللہ ؛ للبزار بلین (ابو ھریرۃؓ) أتدرون ما الغیبۃ؟ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ فقال رجل ارأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتہ ؛

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو دنیا بمقابلہ اس کے جتنی گذر چکی ہے صرف اتنی باقی رہ گئی ہے جتنا یہ آج کا دن گذرے ہوئے دن کے مقابلہ میں باقی رہ گیا ہے (ت) (ابن مسعودؓ) فع : تم اپنے میں بے اولاد کس کو شمار کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جس کے کوئی اولاد نہ ہو۔ فرمایا وہ (دینی لحاظ سے) بے اولاد نہیں ، بلکہ اصل بے اولاد وہ ہے جس نے اپنے کسی بچہ کو اپنے سے پہلے نہیں بھیجا (اور وہ والدین کی زندگی میں مر کر ان کے لئے ذخیرۂ آخرت نہیں بنا) پھر فرمایا تم اپنے اندر پہلوان کسے سمجھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جس کو آدمی پچھاڑ نہ سکیں۔ فرمایا وہ نہیں بلکہ درحقیقت پہلوان وہ ہے جس کو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رہے (س) اور رزین میں اتنا اضافہ ہے تم اپنے اندر مفلس کس کو گنتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جس کے پاس کسی قسم کا مال نہ ہو۔ فرمایا وہ نہیں بلکہ مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن بہتیری نیکیاں لے کر آئے اور (ایک ادھر سے) آئے گا کہ اس پر ظلم کیا تھا (دوسرا ادھر سے) آئے گا کہ اس کو گالی دی تھی اور اس کا مال لیا تھا اور وہاں درہم و دینار تو ہے نہیں (جیسے دیگر حقوق سے سبکدوش ہو) لہٰذا اس کی نیکیاں ان کو دلائی جائیں گی۔ اور جب وہ بھی کافی نہوں گی تو ان کے گناہ اس کے اوپر ڈالے جائیں گے (اور اس طرح پر ذرا دیر میں ایک امیر کبیر مفلس قلاش رہ جائے گا۔ (ابن عباسؓ) فع : تم (طالبین کو) علم پڑھاؤ اور آسان طریق پر چلاؤ۔ اور دشواری میں نہ ڈالو۔ اور جب کسی کو (شاگرد کی ناسمجھی پر) غصہ آئے تو چاہیئے کہ چپ ہو جائے اور پھر جب غصہ آئے تو پھر چپ ہو جائے اور پھر جب غصہ آئے تو پھر چپ ہو جائے (اس طرح ضبط کی عادت پڑ کر غصہ اپنے قابو کا ہو جائے گا اور معلم کو اس کی زیادہ ضرورت ہے) (مرک) (محمد بن عطیہؒ) فع : جب کوئی بادشاہ بھڑکا تو شیطان مسلط ہوا (کہ حاکم با اختیار کا غصہ غضب کی چیز ہے کہ شیطان سر چڑھ کر قتل و غارت سب ہی کچھ کرا دیتا ہے۔ (ابن عباسؓ) فع : دوزخ کا ایک خاص دروازہ ہے جس میں کو بجز اس شخص کے کوئی داخل نہ ہوگا جو اللہ کو ناراض کر کے اپنا غصہ پورا کرتا ہے۔ (بر) ف ہاں اللہ کی معصیت دیکھ کر غصہ کرنا محمود ہے کہ وہ اللہ کی رضامندی میں ہے اور ایسا غصہ کرنے کا حکم ہے۔ (ابو ہریرہؓ) فع : جانتے بھی ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ فرمایا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جو اسے ناگوار گذرے۔ ایک شخص نے کہا بھلا اگر بھائی میں وہ (عیب) موجود ہو جس کا میں تذکرہ کرتا ہوں؟ فرمایا اگر موجود ہے تب تو

(عائشة[12]) قلت يا رسول الله حسبك من صفية قصرها قال لقد قلت كلمة لو مزج بها البحر لمزجته وحكيت له انسانا فقال ما احب اني حكيت انسانا وان لي كذا وكذا ؛ هما لابي داود والترمذي (انس[13]) رفعه لما عرج بي ربي مررت بقوم لهم اظفار من نحاس يخمشون بها وجوههم فقلت من هؤلاء يا جبريل؟ قال هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون في اعراضهم ؛ (المستورد[15]) رفعه ؛ من اكل برجل مسلم اكلة فان الله يطعمه مثلها من جهنم ومن كسا ثوبا برجل مسلم فان الله يكسوه مثله من جهنم ومن قام برجل مقام سمعة ورياء فان الله يقوم به مقام سمعة ورياء يوم القيامة ؛ (سعيد بن زيد[16]) رفعه ؛ ان من اربى الربوا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق. (معاذ بن انس[17]) رفعه من حمى مؤمنا من منافق بعث الله ملكا يحمي لحمه يوم القيامة من نار جهنم ومن رمى مسلما بشي يريد شينه به حبس

غیبت ہوئی. اور اگر اس میں وہ (عیب) نہیں ہے جو تم بیان کرتے ہو تب تو تم نے اس پر بہتان باندھا. (د ت) (عائشہ[12] رض) میں نے (ایک دفعہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا بس آپ کو تو صفیہ کا پست قد ہونا کافی ہے آپ نے فرمایا تم نے (طعن و تحقیر کے ساتھ) ایسا کلمہ کہا کہ اگر اس میں سمندر کو مخلوط کر دیا جائے تو اس پر بھی غالب آجائے اور میں نے آپ کے سامنے ایک شخص کی نقل اتاری تو آپ نے فرمایا مجھے اتنا اور اتنا (مال بھی ملے تب بھی پسند نہیں کہ کسی کی نقل اتاروں (د ت) ف مثلاً کسی کا چندھا ہونا آنکھ سے نقل اتار کر بتایا جائے یہ بھی غیبت میں داخل ہے جس کی تلخی بلحاظ معصیت اتنی شدید ہے کہ سمندر ملا دو تب بھی زائل نہ ہو. (انس[14]) لع: جب پروردگار نے مجھے معراج نصیب فرمائی تو میرا گذر ایک قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے منہ کھرچ رہے تھے میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ وہ لوگ ہیں (جو غیبتیں کر کے گویا) لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی آبرو کے پیچھے پڑتے ہیں. ف کون بشر ہے جو جسمانی اور روحانی عیب سے خالی ہو. یہ اللہ کا فضل ہے کہ ایک کے قلب میں دوسرے کی عزت ڈالدی. اور آبرو کو عیوب کا پردہ پوش بنا دیا کہ باہمی نفرت نہ ہو جیسے ہر پیٹ میں پاخانہ پیشاب کی الابلا بھری پڑی ہے مگر گوشت نے پردہ بن کر ان کو چھپالیا ہے. ورنہ ہر شخص دوسرے کے پاس بھی نہ بیٹھ سکتا. پس جو شخص پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت کرتا اور اپنی عزت بڑھانے کے لئے اس کے عیوب کا پردہ چاک کرتا ہے وہ گویا مُردہ کا گوشت کھاتا اور اپنا مٹاپا بڑھانے کے لئے اس کی چھپی ڈھکی گھناؤنی چیزوں کو کھولتا ہے کہ اس بیچارے کو خبر بھی نہیں کہ اس کا بھائی اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے. شیر با وجود حیوان اور درندہ ہونے کے مُردار گوشت کے کھانے سے نفرت کرتا ہے تو مسلمان جس کو انسانیت کے ساتھ اللہ والوں کی ہمدردی کا دعویٰ ہے زیادہ مستحق ہے کہ کراہت کرے کیونکہ یہ بدمذاقی زنا وغیرہ سے بھی زیادہ گندی ہے. کہ وہ صرف اپنے نفس کے ساتھ بیدردی ہے (مستورد[15]) فع: جس نے کسی مسلمان کی غیبت کے ذریعہ سے ایک لقمہ کھایا اسی کی مقدار حق تعالےٰ اس کو جہنم (کا غذا) کھلائے گا اور جس کو کسی مسلمان (کی غیبت کے) سبب کوئی کپڑا پہنایا گیا اللہ اس کو اسی جیسا جہنم سے پہنائیگا اور جو شخص کسی کے سبب دکھاوے سُناوے کی جگہ کھڑا ہو تو اللہ اس کو بروز قیامت دکھاوے سناوے کی جگہ کھڑا کرے گا. (ق د ت) ف غیبت پر آمادہ کرنے والی شے یا حب مال ہوتی ہے کہ کسی کے دشمن سے اس کی عیب جینی تر نوالہ یا اچھی پوشاک کی توقع میں کرتا ہے. یا حُبِ جاہ ہوتی ہے کہ لوگ اس کو حیلہ اور اسے معزز سمجھنے لگیں اور اسکی قابلیت سے اونچے مرتبہ پر اس کو بٹھا دیں یہ ریاکاری ہے اور قیامت کے دن

يوم القيامة على جسر من جسور جهنم حتى يخرج مما قال [۱۷] ؛ هي لابي داود (حذيفة) رفعه : لا يدخل الجنة قتات [۱۸] ؛ للشيخين وابي داود والترمذي (ابن مسعود) رفعه : لا يبلغني احد عن احد من اصحابي شيئا فاني احب ان اخرج اليهم وانا سليم الصدر ؛ لابي داود والترمذي (جابر) [۱۹] كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم فارتفعت ريحة منتنة فقال أتدرون ما هذه الريح هذه ريح الذين يغتابون المؤمنين ؛ لاحمد (ابن مسعود) [۲۰]

اس سے بھی یہی برتاؤ ہوگا کہ دکھایا جائے گا کچھ اور دیا جائے گا کچھ۔ کیونکہ جیسا کرنا ویسا بھرنا روز جزا کی خاص شان ہے (سعید بن زید) [۱۲] سخت ترین سود کسی مسلمان کی آبرو میں زبان درازی کرنا ہے (کہ مال بہ نسبت سود ہی قسم کے کم ملا اور گناہ سود خوری سے بھی زیادہ ہوا)۔ (معاذ بن انس) [۱۳] رفعہ ؛ جس نے کسی منافق یعنی (دوست نما دشمن) سے کسی مسلمان کی حمایت کی (کہ اس کی غیبت سن کر تردید کر دی) تو حق تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو قیامت کے دن اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے رکھے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کے (لفظاً یا اشارۃً کا) تیر مارا کہ اس سے مقصود اس کو دھبہ لگانا تھا تو قیامت کے دن وہ دوزخ کے ایک پل پر بٹھا یا جائے گا جب تک کہ (سزا پاکر) اس سے صاف ہو جائے جو اس نے کہا تھا (د) (حذیفہ) [۱۴] رفعہ ؛ چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا (ق د ت) ف یعنی سزا پائے بغیر کسی کی خطا کا ایسے شخص تک پہونچانا جو سزا پر بھی قدرت رکھتا ہو چغلخوری کہلاتا ہے اور یہ سنگدلی کا اثر ہے کہ اپنے بھائی کو دکھ میں دیکھنے بلکہ اپنے ہاتھوں ڈالنے سے خوش ہوتا ہے۔ ایسی گندی طبیعت عقلاً بھی جنت کے شایان نہیں کہ وہاں ہر شخص کو اس کی خواہش کے موافق عطا کرنے کا وعدہ ہے پس اگر چغلخور جنت میں بھی گیا تو اہل جنت کی راحت کو دیکھ کر کلسیگا اور چاہے گا کہ ان کو مبتلائے عذاب دیکھے۔ پس اسکی خواہش پوری کیجائے تو ان کی عزت چھینی جائے اور ان کو خوش رکھا جائے تو اس کی خواہش پوری نہ ہو۔ یوں تو ہر معصیت ایک گندگی اور اللہ کے غصہ کا سبب ہے اور اس کا مرتکب جنت جیسے محل رضا میں جانے کے شایان نہیں اور اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ کوئی فاسق بھی جنت میں نہ جائے گا مگر یہ حکم ایسا ہے جیسا حضرت ؐ کا ارشاد کہ "بڑھیا کوئی بھی جنت میں نہ جائے گی" جس کا مطلب یہ ہے کہ بڑھاپا لئے ہوئے نہ جائیگی۔ اور جس بڑھیا کو جنت میں بھیجنا ہوگا اس کو جوان بنا دیا جائے گا پس جبتک فاسق ہے جنت میں نہ گیا اور جب جنت میں گیا تو فسق کا نام بھی نہ رہا۔ مگر خصوصیت کے ساتھ اس حکم کا چغلخور کے لئے ذکر فرمانا اس بنا پر ہے کہ اول تو جنت کیساتھ ضدیت کا جو رنگ چغلخوری میں ہے وہ دوسری معصیت و ں میں نہیں۔ دوم عام فسق و فجور کے مادے دوسری طرح بھی مٹائے جا سکتے ہیں مگر چغلخوری کے خبیث مادہ کو دور کرنیکا بہترین طریق یہی ہے کہ اسے طرح طرح کی ذلت و تکلیف میں رکھکر راحت کا قدرداں بنایا جائے اور اب وہ اپنی طرح دوسروں کو بھی راحت میں دیکھکر خوش ہو۔ گویا اس کے لئے جہنم کی سزا لازمی ہے۔ ہاں غیبت ہو یا چغلی اگر خود غرضی کے لئے نہیں بلکہ خود مجرم کی یا دوسروں کی اصلاح کے لئے ہو تو ایسا ہے جیسا کسی کے مرض کا طبیب سے کہنا یا اس کے نشتر لگوانا یا اس نیت سے اس کا ہاتھ کٹوانا کہ جان اور باقی جسم بچ جائے۔ پس جہاں شریعت میں اس کی اجازت یا صحابہ سے ارتکاب اور آنحضرت ؐ سے اس کی سماعت ثابت ہو وہ ایسے ہی مواقع ہیں کہ صورت ہے غیبت یا چغلی کی مگر جرائم کا سد باب اور امن عام کا نظم اسی پر موقوف ہے۔ پس مدار نیت پر ہے کہ وہی فعل کی محرک ہوتی ہے اگر وہ خود غرضی و سنگدلی ہے تو حرام ہے اور اصلاح خلق و رفاہ عام ہے تو جائز بلکہ مامور ہے۔ (ابن مسعود) [۱۵] رفعہ ؛ کوئی شخص میرے صحابہ میں سے کسی کی کوئی شکایت مجھ تک نہ پہونچائے کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ ان کے پاس جب آؤں تو سینہ صاف آؤں۔ (د ت) (جابر) [۱۶] ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ

كنا عند النبي صلى الله عليه وسلم فقام رجل فوقع فيه رجل من بعده فقال له صلى الله عليه وسلم تخلل فقال ومما
اتخلل يا رسول الله اكلت لحما؟ قال انك اكلت لحم اخيك؛ للكبير (عائشة)[21] دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم
وعندي جاريتان تغنيان بغناء بعاث فاضطجع على الفراش وحول وجهه ودخل ابوبكر فانتهرني وقال مزمارة
الشيطان عند النبي صلى الله عليه وسلم؟ فاقبل عليه صلى الله عليه وسلم فقال دعهما فلما غفل غمزتهما فخرجتا وكان
يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب في المسجد فاما سألت النبي صلى الله عليه وسلم واما قال تشتهين تنظرين؟ فقلت
نعم فاقامني وراءه خدي على خده ويقول دونكم يا بني ارفدة حتى اذا مللت قال حسبك؟ قلت نعم قال فاذهبي؛ وفي
رواية: انهما تغنيان وما هما بمغنيتين؛ وفي اخرى ان عمر زجر الحبشة فقال صلى الله عليه وسلم امنا يا بني ارفدة؛ للشيخين
والنسائي ولهم عن ابي هريرة؛ دخل عمر فاهوى الى الحصباء فحصبهم فقال دعهم يا عمر؛ (الربيع بنت معوذ)[22] جاء النبي

وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک گندی بو اٹھی۔ آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو یہ بدبو کاہے کی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مسلمانوں
کی غیبت کرتے ہیں (م)۔ ف فعل کی خباثت وگندگی کو حق تعالیٰ نے عالم اجسام کی تشکل دیکر بھیجدیا جیسے علم کی صورت مثالیہ
خواب میں بہتے پانی کی صورت بن کر نظر آتی ہے۔ (ابن مسعودؓ) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ
ایک شخص اٹھا (اور چلا گیا) دوسرا شخص اس کے (جانیکے) بعد اس کی غیبت کرنے لگا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا خلال کرلے اس نے کہا یا رسول خلال کس وجہ سے کروں کیا میں نے گوشت کھایا ہے؟ فرمایا تو نے اپنے بھائی کا
گوشت کھایا ہے (ک)۔ (عائشہؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) مکان میں تشریف لائے اور میرے
پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کا قصہ گا رہی تھیں۔ پس آپ بستر پر لیٹ گئے اور منہ پھیرلیا۔ ابوبکرؓ آگئے اور انہوں نے مجھے ڈانٹا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور شیطانی راگ۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ادھر کو منہ پھیرا اور فرمایا
رہنے بھی دو۔ پس جب ابوبکر کی ادھر سے توجہ ہٹی تو میں نے دونوں کو ٹھوکا دیا اور وہ باہر نکل گئیں۔ اور وہ عید کا دن تھا
نیز سیاہ فام حبشی (احاطۂ) مسجد میں ڈھال اور نیزوں سے کھیل رہے تھے۔ پس یا تو میں نے ہی درخواست کی یا خود حضرت
نے پوچھا کیا دل چاہتا ہے دیکھنے کو؟ میں نے کہا جی ہاں تو آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا کہ میرا رخسارہ آپ کے رخسارہ
پر تھا اور آپ فرماتے تھے۔ ہاں ہاں اے بنی ارفدہ حتیٰ کہ جب میں تھک گئی تو فرمایا۔ بس؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا اچھا جاؤ
اور ایک روایت میں ہے کہ دو تو لڑکیاں گا رہی تھیں اور وہ گانے والیاں نہ تھیں (یعنی نہ ان کا یہ پیشہ تھا نہ ان کو باقاعدہ
گانا آتا تھا) اور دوسری روایت میں ہے کہ عمرؓ نے حبشیوں کو ڈانٹا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اطمینان سے (کھیلتے)
رہو اے بنی ارفدہ۔ (ق ن)۔ (اور ابوہریرہؓ) سے منقول ہے کہ عمرؓ آئے تو جھک کر (زمین سے) کنکریاں اٹھائیں اور ان پر
ماریں آنحضرتؐ نے فرمایا اے عمر رہنے بھی دو۔ ف بچیوں کا شعر پڑھنا وہ بھی قومی جنگ کا کارنامہ جس میں اپنے بڑوں کی
شجاعت کا ذکر ہو اور پڑھنا بے قاعدہ گنواروں کی طرح کہ نہ لَے نہ سُر اور وہ بھی عید کے روز کہ مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے
محض اس لئے گانا کہا جاتا ہے کہ اس کے لئے جدا کوئی لفظ نہیں ہے جیسے بھیجے کے سر میں جو رطوبت رکھی ہوتی ہے اس
کو بھی مغز ہی کہا جائے گا۔ پھر اس کو بھی حضرت صدیقؓ کا کہ طبیعت محمدیہ سے خوب مانوس تھے۔ مزمار شیطان فرمانا طالب
حق کی اس رہبری کے لئے کافی ہے کہ اصل اس میں حرمت ہے اور جواز بشرائط وقیود مخصوصہ عارضی ہے جیسے عمر بھر میں ایک
مرتبہ آنحضرتؐ کی نماز فجر کا قضا ہو جانا کہ باقتضاء بشریت ضرورت شدید میں گنجایش دکھانے کے لئے آپ کی ذات پر پیش آنا
ضروری تھا کہ کسی عاشق اور کسی [illegible] کے جواز کی دلیل بنانا اس کا کام نہیں

صلے اللہ علیہ وسلم حین بنی علی فدخل بیتی وجلس علی فراشی فجعل جویریات لنا یضربن بالدف ویندبن من قتل من اٰبائهن یوم بدر اذ قالت احداهن فینا نبی یعلم ما فی غد. قال لها صلے اللہ علیہ وسلم دعی هٰذه وقولی بالتی کنت تقولین ؛ للبخاری وابی داود والترمذی (نافع)[23] کنت مع ابن عمر فی طریق فسمع مزمارًا فوضع اصبعیه علی اذنیه ونائی عن الطریق الی الجانب الآخر ثم قال لی بعد ان بعُد یا نافع هل تسمع شیئًا؟ قلت لا فرفع اصبعیه من اذنیه وقال کنت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فسمع مثل هٰذا فصنع مثل هٰذا ؛ لابی داود (محمد بن المنکدر)[24] بلغنی ان اللہ تعالیٰ یقول یوم القیامة این الذین کانوا ینزهون اسماعهم عن اللهو ومزامیر الشیطان؟ ادخلوهم ریاض المسک ثم یقول للملائکة اسمعوهم حمدی واخبروهم ان لا خوف علیهم ولا هم یحزنون ؛ لرزین (السائب بن یزید)[25] ان امرأة جاءت الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا عائشة تعرفین هٰذه؟ قالت لا قال هٰذه قینة بنی فلان تحبین ان تغنیک؟ قالت نعم فاعطاها طبقًا فغنتها فقال نفخ الشیطان فی منخریها ؛ لاحمد والکبیر۔

ہے جو روش محمدی کا غلام ہو چہ جائیکہ بہترین عبادت اصل روحانیت اور کمال ولایت قرار دے۔ اسی طرح جنگ کی مشق اور فری گتکہ کی سی مصنوعی لڑائی وہ بھی سیاہ فام حبشیوں کی۔ اگر گھر کی دیوار سے جھانک کر عمر بھر میں ایک مرتبہ عید کی خوشی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح پر دیکھ لی کہ آلاتِ حرب نظر آ دیں اور لڑنے والے نظر آ دیں تو اس کو موجودہ کھیل تماشوں کے جواز اور جوان عورتوں کو تماشے اور تھیٹر دکھانے کے لئے ساتھ لئے پھرنے کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسے آنحضرت کا کبھی بضرورت وسادگی اپنے جوتہ کو گانٹھ لینا معلوم کر کے یہی پیشہ لے لینا اور اسی کو ساری ترقی کا راز سمجھ لینا کہ وہ کہاں اور یہ کہاں۔ (ربیع بنت معوذ) میری رخصتی کے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور گھر میں تشریف لا کر میرے بستر پر بیٹھے۔ ہماری چھوکریوں نے دف بجانا اور ان کے بڑے جو جنگ بدر میں شہید ہو چکے تھے ان کی بہادری کے اشعار گانا شروع کر دیئے۔ اسی میں ایک لڑکی نے یہ مصرعہ کہا۔ ہم میں پیغمبر موجود ہے جس کو معلوم ہے کہ کل کو کیا ہوگا آپ نے اس سے فرمایا اسے چھوڑ دو (کہ علم غیب کا غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں) اور وہی پڑھ جو پڑھ رہی تھی (خ دت)۔ (نافع)[23] میں ایک مرتبہ ابن عمر کے ساتھ بازار میں تھا کہ بانسری کی آواز آپ کے کان میں پڑی تو آپ نے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور راستہ کترا کر دوسرے رُخ ہو لئے جب دور نکل گئے تو مجھ سے پوچھا اب بھی کچھ سنائی دیتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ تب آپ نے کانوں سے انگلیاں اٹھائیں اور فرمایا کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو ایسی ہی آواز آپ کے کان میں پڑی اور آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ (د) فـ یہ صاف دلیل ہے کہ جس میں بھی سریلی آواز ہو گی اگرچہ بانسری ہو اس کا سننا ناجائز ہے پھر کیسے ممکن تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جبکہ آنحضرت لیٹے ہوں کسی مزمار کا استعمال ہو سکے۔ غلبۂ تقویٰ کے سبب اور اس خیال سے کہ حضرت کی نیند میں فرق آئیگا نیز خانۂ پیغمبر کا تقدس دیکھتے ہوئے حضرت صدیق نے لڑکیوں کے بھونڈے گانے ہی کو مزمار فرما دیا۔ حضرت نافع اس وقت نابالغ غیر مکلف تھے ورنہ ان کے بھی کان بند کرانے ضروری تھے (محمد بن المنکدر)[24] نے ایک گویئے سے فرمایا کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو لغویات اور شیطانی مزامیر سے اپنے کانوں کو پاک صاف رکھتے تھے ان کو مشک کے باغیچوں میں لیجاؤ اور پھر فرشتوں سے فرمائے گا کہ ان کو میری حمد کا راگ سناؤ (کہ دنیا میں گانا بجانا سننے سے پرہیز کرنے کا بدل ہو جائے) اور ان کو اطلاع دیدو کہ نہ ان پر کسی قسم کا خوف ہے نہ ان کو کوئی غم پیش آئے گا (ر ن)۔ (سائب بن یزید)[25] ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا اے عائشہ اسے پہچانتی بھی ہو کون ہے؟ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا یہ فلاں قبیلہ کی مغنیہ باندی ہے

اللهو واللعب واللعن والسب

(ابو هريرة) ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى رجلا يتبع حمامة فقال شيطان يتبع شيطانة: لأبي داود (ابن عباس) نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن التحريش بين البهائم: لأبي داود والترمذي (ابن جبير) مر ابن عمر بفتيان من قريش نصبوا طيرًا او دجاجة يترامونها وقد جعلوا لصاحبها كل خاطئة من نبلهم فلما رأوا ابن عمر تفرقوا فقال ابن عمر من فعل هذا؟ لعن الله من فعل هذا ان النبي صلى الله عليه وسلم لعن من اتخذ الروح غرضا: للشيخين والنسائي. (بريدة) رفعه: من لعب بالنردشير فكانما صبغ يده في دم خنزير: لمسلم وابي داود (نافع) ان ابن عمر كان اذا وجد احدا يلعب بالنرد من اهله ضربه وكسرها: لمالك (ابو سعيد) مثل الذي يلعب بالنرد ثم يقوم فيصلي مثل الذي يتوضأ بالقيح ودم الخنزير ثم يقوم فيصلي: لاحمد والموصلي وزاد: لا تقبل صلوته: (عائشة) كنت العب بالبنات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وكن ياتين صواحبي فكن ينقمعن منه صلى الله عليه وسلم فكان يسربهن الي فيلعبن معي: وفي رواية: ان النبي صلى الله عليه وسلم قدم من غزوة تبوك او خيبر وفي سهوتها ستر فهبت الريح فانكشف ناحية الستر عن بنات لعائشة لعب فقال ما هذا يا عائشة؟ قلت

کیا دل چاہتا ہے کہ کچھ گا کر تمہیں سُنائے. عرض کیا جی ہاں. پس آپ نے اس کو طباق دیدیا اور اس نے دھپ دھپ مار کر کچھ گایا حضرتؐ نے فرمایا شیطان نے اس کے نتھنوں میں پھونک ماردی اور اسی لئے وہ پھولے ہیں) مرک.

کھیل تماشے اور لعن طعن اور گالم گلوج

(ابو ہریرہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کبوتر کے پیچھے پڑا ہوا ہے تو فرمایا شیطان ہے کہ شیطان کا پیچھا کر رہا ہے (د) ف اس لئے کہ کبوتر بازی اللہ کی یاد سے غافل بنانیوالی چیز اور شیطانی فعل ہے. (ابن عباس) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جانوروں میں جنگ کرانے کی ممانعت فرمائی (دت) ف عرب میں اونٹوں کو باہم لڑایا جاتا تھا اور یہاں مرغ بازی بٹیر بازی وغیرہ ہوتی ہے (ابن جبیر) ابن عمر کا گذر چند جوانانِ قریش پر ہوا جو کسی پرند یا مُرغی کو باندھ کر اس کے تیر مار رہے تھے (کہ نشانہ لگانا سیکھیں) اور جو تیر خطا کر جائے وہ دُمرغی کے معاوضہ میں) اس کے مالک کو دیدیں. جب ابن عمر کو دیکھا تو سب اِدھر اُدھر ہو گئے. ابن عمر نے پوچھا یہ کس نے کیا ہے؟ جس نے ایسا کیا اس پر اللہ کی پھٹکار. کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعنت فرمائی ہے جس نے کسی جاندار کو نشانہ بنایا. (ق ن) (بریدہ) رفع ، جو نردشیر سے کھیلا گویا خنزیر کے خون سے اپنا ہاتھ رنگا. (م د) ف کہ فعل حرام میں ہاتھ ڈالا اور نجاست شرعی میں ملوث کیا. اسی حکم میں گنجفہ چوسر شطرنج وغیرہ تمام وہ کھیل ہیں جو ذکر اللہ سے غفلت کا سبب بنیں اور اپنے اندر منہمک و مستغرق کر کے نہ نماز کا رکھیں نہ خواب و خور کا. (نافع) ابن عمر اپنے گھر والوں میں کسی کو نردشیر سے کھیلتا ہوا پاتے تو اس کو مارتے اور نردشیر کو توڑ ڈالتے تھے (ط) (ابو سعید) جو شخص نردشیر سے کھیلے اور پھر اٹھ کر نماز پڑھے اس کی مثال ایسی ہے جیسے پیپ اور خونِ خنزیر سے وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر نماز پڑھے (م) اور موصلی میں اتنا اضافہ ہے کہ اس کی نماز قبول نہ کی جائے گی (عائشہؓ) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاں گڑیا کھیلا کرتی تھی میری سہیلیاں آتی تھیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (لحاظ و خوف کے مارے) اکتراتی تھیں. آنحضرتؐ ان کو پکڑ پکڑ کر میرے پاس بھیجتے اور وہ میرے پاس کھیلتی تھیں (اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا خیبر سے (فارغ ہو کر) تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ کے طاق میں پردہ لٹکا ہوا تھا.

[1] الشطرنج ذا بار الشافعی و ابو یوسف ۱۲ [4] ینقمعو منہ ای یتغیبن عنہ ولیسترن ۱۲ [5] بالتخفیف جمع لعبۃ و بالشد جمع لاعبۃ ۱۲

بنا تی ورای بینھن فرسٌ الہ جناحان من رقاع فقال وما ھٰذا الذی اری وسطھن؟ قلت فرس قال وما ھٰذا الذی علیہ؟ قلت جناحان قال فرس لہ جناحان؟ قلت اما سمعت ان لسلیمان خیلاً لھا اجنحۃ؟ فضحک حتی رأیت نواجذہ ۔ للشیخین وابی داود (انسؓ) لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ لعبت الحبشۃ لقدومہ فرحاً بذلک لعبوا بحرابھم ۔ لابی داود (ابن مسعودؓ) رفعہ: لیس المؤمن بطعان ولا لعان ولا فاحش ولا بذی ۔ للترمذی (ابو الدرداءؓ) رفعہ: ان اللعانین لا یکونون شھداء ولا شفعاء یوم القیٰمۃ ۔ لمسلم وابی داود (سمرۃؓ) رفعہ: لا تلاعنوا بلعنۃ اللہ ولا بغضب اللہ ولا بالنار ۔ لابی داود والترمذی (ابوھریرۃؓ) قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ادع اللہ علی المشرکین والعنھم فقال انی بعثت رحمۃ ولم ابعث لعاناً ۔ لمسلم (انسؓ) لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم سبابا ولا فاحشا ولا لعانا کان یقول لاحدنا عند المعتبۃ مالہ ترب جبینہ ۔ وفی روایۃ: ترب

ہوا جو چلی تو پردہ کے ایک رُخ سے گڑیاں کھل گئیں حضرتؐ نے فرمایا یہ کیا ہے اے عائشہؓ؟ میں نے کہا میری گڑیاں ہیں اور گڑیوں کے بیچ میں آپ کو ایک گھوڑا نظر پڑا جس کے کاغذوں کے دو پر تھے۔ پس آپ نے فرمایا اور یہ کیا ہے جو ان کے بیچ میں نظر آرہا ہے میں نے کہا گھوڑا ہے۔ فرمایا گھوڑا اور اس کے دو پر میں نے کہا کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان کے پاس گھوڑے تھے اور ان کے پر تھے پس آپؐ ہنسے کہ آپ کے دانت مجھے نظر آئے۔ (خ د) ف یہ لڑکیوں کے لئے سینا پرونا اور انتظام خانہ داری کے سکھلانے کا اور پردہ نشینی کی عادت ڈالنے کا ایک بہترین طریق ہے کہ اس دھندے میں لگ کر ہر آفت سے بچی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ ناک کان سے مبرا اور ایسی ہی بے جوڑ تھیں کہ چار ٹانگوں کا بے ڈھنگا پتلا بنا کر اس کا نام گھوڑا رکھدیا اور کاغذ یا چیتھڑے کے دو پر کاٹ کر اس کے دو طرف لگا دیتے کہ خود آنحضرتؐ اس کو دیکھ کر بھی گھوڑا نہ سمجھ سکے بلکہ حضرت عائشہؓ ہی کو بتانا پڑا کہ یہ اڑان گھوڑا ہے اس کو اس زمانہ کے بوتے اور بجتے کھلونوں اور مجسم مورتوں کے جائز ہونے کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسے کوئی سُنے کہ امہات المومنین کے بال بیوہ ہونے کے بعد فرط غم کی بیوست اور دھونے دھلانے سے غفلت کی وجہ سے بہتیرے گر گئے اور کان کی لَو تک رہ گئے تھے" یہ کہنے لگے کہ میموں کی طرح سر کے بال کتروانے کا فیشن خیر القرون میں خود ازواج مطہرات سے ثابت ہے فلا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ حقیقت واقعہ سے تجاہل اور دین کو اپنی خواہشات کا آلہ بنانا ہے جو مسلمان کی شان سے بعید ہے۔ (انسؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لائے تو آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں حبشیوں نے اپنے نیزوں کا کھیل کھیلا (د) (ابن مسعودؓ) رفع: مومن نہ طعن دیا کرتا ہے نہ لعن کیا کرتا ہے نہ گندے لفظ بکتا ہے نہ بدزبان ہوتا ہے (ت) (ابو الدرداءؓ) رفع: لعن کرنے والے قیامت کے دن نہ (تبلیغ انبیاء کے) گواہ بن سکیں گے اور نہ (گنہگاروں کے) سفارشی (س د) (سمرۃؓ) رفع: ایک دوسرے کو نہ اللہ کی پھٹکار سے لعن کیا کرو نہ اللہ کے غصہ سے اور نہ آگ سے (د ت) ف تو ملعون ہے یا تجھ پر اللہ کی پھٹکار یا تجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے یا اللہ کی آگ برسے یا اللہ تجھے دوزخ میں لے جائے یہ سب کوسنے لعن میں داخل ہیں اور ممنوع ہیں۔ (ابوہریرۃؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مشرکین کو بد دعا دیجئے اور ان پر لعنت کیجئے۔ فرمایا میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں لعنت برسانے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا (س) (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ گالی دینا جانتے تھے نہ فحش بات زبان سے نکالتے تھے۔ نہ لعن طعن فرماتے تھے۔ خاص عتاب کے موقع پر کسی کو فرماتے تو بس اتنا کہ تیرا ہاتھ خاک آلود ہو اور برد ایتے تیری پیشانی پر مٹی لگے۔ (خ) ف اول تو کلمے محاورۂ عرب میں تکیہ کلام تھے جو تعجب اور غلبۂ مسرت کے موقع پر بھی بولے جاتے تھے اور معنی

جبلينه ؛ للبخاری (ابن مسعودؓ) رفعه: سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر ؛ للشيخين والترمذی والنسائی (ابوذرؓ) رفعه: لا يرمی رجل رجلا بالفسق او الكفر الا ارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذلك ؛ للبخاری (ابو الدرداءؓ) رفعه: اذا لعن العبد شيئاً صعدت اللعنة الى السماء فتغلق ابواب السماء دونها ثم تهبط الى الارض فتغلق ابوابها دونها فتأخذ يميناً وشمالاً فاذا لم تجد مساغاً رجعت الى الذی لعن فان كان لذلك اهلا والا رجعت الى قائلها ؛ (عائشةؓ) انها سرقت ملحفة لها فجعلت تدعو على من سرقها فجعل النبی صلى الله عليه وسلم يقول لا تسبخی عنه ؛ لابی داود وقال لا تسبخی لا تخففی ؛ (ابو هريرةؓ) رفعه: المستبان ما قالا فعلى البادی منهما حتى يعتد المظلوم ؛ لمسلم

مقصود نہ ہوتے تھے اور اگر معنی بھی مراد ہوں تو جہال کو سُنانا ہے کہ خدا کرے تو تہی دست محتاج ہو جائے اور اوندھے مُنہ گرے۔ وہیں دُعا بھی ہے کہ تجکو فقر موجب فخر نصیب ہو یا سیم و زر ہاتھ آوے کہ وہ بھی مٹی ہی ہے اور خدا تجھے عابد زاہد بنائے کہ سجدہ کرنا کہ ماتھے پر مٹی کا لگنا نصیب ہو۔ (ابن مسعودؓ) رفعہ: مسلمان کو گالی دینا بد دینی ہے اور قتل کرنا کفر ہے (خ ت ن) ف بعض چیزیں زہر نہیں ہوتیں مگر زہر کا کام دیجاتی ہیں کہ ان کی عادت سبب موت بن جاتی ہے۔ پس اگر مسلمان کو کسی نے اس کے اسلام کی وجہ سے قتل کیا تب تو کفر حقیقی ہے اور اگر دنیوی قصہ میں یا شرعی غلط تاویل پر قتل کیا تو کفران نعمت ہے کہ اپنے قوتِ بازو اور اس وجود کی قدر نہ سمجھی جو زندہ رہ کر خدا جانے کتنی عبادتیں کرتا اور اس کی نسل میں کتنے ولی پیدا ہوتے۔ پھر یہ سلسلہ چلا تو اللہ کا قائم کیا ہوا کارخانہ دنیا ہی خالی ہو جائے گا۔ علاوہ براں حق تعالیٰ نے تو مٹی میں جان ڈال کر پتلہ بنایا اور ایمان دے کر اپنا محبوب قرار دیا اور اس نے اس کو خاک میں ملا دیا اور جلتے چراغ کو پھونک مار کر بجھایا۔ گویا موت و حیات اپنے قبضہ میں سمجھی اور خالق اجسام و ارواح کا مقابلہ کیا اس لئے ہر پہلو سے سنگین جرم ہے جو عجب نہیں کفر پر مرنے کا سبب بن جائے۔ (ابوذرؓ) رفعہ: کوئی شخص کسی کو فاسق یا کفر ہونے کا الزام دیتا ہے تو وہ اسی پر لوٹتا ہے اگر وہ مدمقابل ایسا نہو۔ (خ) ف یعنی جس کو فاسق یا کافر کہا ہے اگر وہ حقیقۃً ایسا ہوا تو خیر ورنہ کہنے والا فاسق و کافر ہو جاتا ہے گنبد کی صدا ہے اگر سوراخ سے نکل گئی تو نکل گئی ورنہ جو جیسی کہے گا بجنسہ ویسی ہی سُنے گا۔ (ابو الدرداءؓ) رفعہ: جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے پس آسمان کے دروازے اس سے پرے ہی بند کر دیئے جاتے ہیں تب وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس سے ورے ہی بند کر دیئے جاتے ہیں پس وہ دائیں اور بائیں جاتی ہے پھر جب کہیں گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس کو ملعون کہا گیا۔ پس اگر اس کو اس قابل پاتی ہے تو خیر ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹتی ہے (د) ف گنبد کے نیچے کھڑے ہو کر کسی کو گالی دو۔ اگر چھت میں کوئی سوراخ یا دائیں بائیں کوئی دریچہ کھلی پائے گی تو اس کے راستہ نکل کر یا فنا ہو جائے گی یا جس کو گالی دی اس کے کان میں پہونچیگی۔ اور کہیں جگہ نہ پائے گی تو قائل کے کان سے ٹکرائے گی اور وہ خود سُنے گا کہ جو لفظ زبان سے نکالے تھے وہ اپنے اوپر پڑ رہے ہیں۔ لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا۔ جب کوئی شخص کسی کو ملعون کہتا ہے تو اس کے دو معنی ہیں۔ یا خبر ہے کہ اطلاع دیتا ہے تجھے خدا نے اپنی رحمت سے دور پھینکدیا ہے اور یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے اور خدا پر حکم لگانا۔ یا انشا ہے یعنی بد دعا دیتا ہے کہ خدا تجھے راندہ درگاہ بنائے اور یہ شفقت کے خلاف ہے کیونکہ مسلمان کی خواہش تو یہ ہونا چاہیئے کہ ساری دُنیا رحمت الٰہیہ میں داخل ہو جائے۔ نہ یہ کہ داخل شدہ کو باہر کرے۔ اس بنا پر آنحضرت نے کسی کافر پر بھی کبھی لعنت

ولابی داود والترمذی (النعمان بن مقرن[١٩]) سب رجل رجلا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل المسبوب یقول علیک السلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم اما ان ملکا بینکما یذب عنک کلما شتمک ھذا قال لہ بل انت وانت احق بہ واذا قلت لہ علیک السلام قال لا بل انت وانت احق بہ ؛ لاحمد (ابوھریرۃ[٢٠]) رفعہ : قال اللہ تعالیٰ یسب بنو آدم الدھر بیدی اللیل والنہار وفی روایۃ : یوذینی ابن آدم یقول یاخیبۃ الدھر فلا یقولن احدکم یاخیبۃ الدھر فانی انا الدھر اقلب لیلہ ونہارہ ؛ للشیخین والموطا وابی داود (ابن عباس[٢١]) ان رجلا

لعنت نہیں کی کہ آپ جنت اور دائرہ رحمتِ الٰہیہ کی وسعت سے واقف تھے اور آپ کی عین تمنا بلکہ کوشش یہ تھی کہ تمامی ملعون تائب ہو کر مرحوم و مغفور بن جائیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایک درجہ معصیت سے نفرت اور اظہارِ حقیقت کا ہے کہ معصیت پر اللہ کی ناراضی مرتب ہے اور اس کا مرتکب اللہ کی رحمت سے بیشک دُور ہے۔ پس شخصیت پر تو لعنت کا حکم لگانا ممنوع ہے مگر معصیت کے ساتھ متصف پر لعن کرنا جائز بلکہ ماموربہ ہے مثلاً جھوٹے پر لعنت یا سود خور پر پھٹکار۔ کہ یہ لعنت اصل میں جھوٹ اور سود خوری پر ہے اور تبعاً اس کے فاعل و متصف پر۔ چنانچہ ایسی لعنتیں آنحضرتؐ سے ثابت ہیں اور آئندہ مذکور ہوں گی۔ اب کسی کو ملعون کہنے کا ایک درجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دعویٰ کرتا ہے اس میں ایسی معصیت کا کہ مثلاً کذب موجود ہے جس نے اس کو مستحق لعنت بنا دیا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو کچھ گناہ نہیں مگر ثواب بھی نہیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو خود مستحق لعنت ہو گیا۔ اور حشر کے دن شہادت اور شفاعت دونوں کے قابل نہ رہا۔ پس چونکہ اس کے اکثر پہلو پُر خطر ہیں اس لئے معین شے یا شخص پر لعنت کرنا مطلقاً ممنوع ہے اور ارشاد ہے کہ لعنت کرنا مومن کی شان ہی نہیں۔ (عائشہ[١٨]رضہ) آپ کا ایک لحاف چوری ہو گیا تو آپ چرانے والے کو کوسنے لگیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ اس کے عذاب کو ہلکا نہ کرو۔ (د) ف جب کوئی نقصان پہونچتا ہے تو انسان کو غصہ آتا ہے اور اس کا جی چاہتا ہے کہ جس نے نقصان پہونچایا ہے وہ تکلیف میں پڑے اور اسی لئے بددعا دیتا ہے کہ مجھے تو اس کا پتہ نہیں مگر میرے بدلہ میرا علام الغیوب خدا اس کو سزا دے پس حضرت صدیقہ کا رنج و غصہ فرد کرنے کی آنحضرتؐ نے حاذقانہ تدبیر فرمائی کہ اے عائشہ اس کو سنے سے تم نے فی الجملہ اپنا انتقام لے لیا اور جو سزا خدا کے حوالہ کی تھی اس میں خود ہی تخفیف کر دی حالانکہ غصہ یہ چاہتا ہے کہ سارق کو خوب سزا ملے۔ لہٰذا زبان روکو اور رضا موش ہو کر بیٹھو کہ غصہ کا مقصود پورا ہو۔ اللہ اللہ کیا عجیب معالجہ ہے کہ غصہ کا مقتضا حلم سے پورا کرایا اور ما دون کو سکونِ قلب اور ثواب الگ ملا اور مقدمہ عدالت عالیہ میں پہونچ گیا کہ احکم الحاکمین سزا ہی کو مصلحت سمجھے تو ہم رنج کرنے والے کون۔ اور اگر وہ مجرم کی سزا کو ہلکا یا اسکو بالکل رہا کرنا چاہے تو حق العبد معاف کرانے کی تدبیر خود کر لے گا (ابوہریرہ[٢٠]رضہ) نعم ؛ گالم گلوچ کرنے والے دو شخص جو کچھ بھی بکتے ہیں اس کا گناہ اس پر ہوتا ہے جس نے ابتدا کی (کہ وہی دوسرے کے گالیاں بکنے کا بھی سبب ہوا) جب تک کہ یہ مظلوم زیادتی نہ کرے (مس دت) ف یعنی حدِ انتقام سے آگے بڑھ کر دو کی جگہ چار نہ سُنائے۔ ورنہ اضافہ میں یہ شخص ظالم و ابتداء کنندہ بن گیا۔ لہٰذا گناہ میں دونوں برابر کے شریک ہو گئے (نعمان[١٩] بن مقرن) ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے کسی بات پر، دوسرے کو گالی دینے لگا اور وہ جواب میں وعلیک السلام کہنے لگا (کہ تجھ پر اللہ کی سلامتی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں کے درمیان ایک فرشتہ کھڑا ہے کہ جب بھی اس نے تمہیں گالی دی تو اس کو کہا "بلکہ ایسا تو اور تو ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔

نازعته الریح رداءہ فلعنہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنہا فانہا مأمورۃ مسخرۃ وانہ من لعن شیئا لیس له باھل رجعت علیہ ؛ لابی داود والترمذی (ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ)[22] رفعہ ؛ ان ھذہ الریح من روح اللہ تاتی بالرحمۃ وتاتی بالعذاب فاذا رأیتموھا فلا تسبوھا واسألوا اللہ خیرھا واستعیذوا باللہ من شرھا ؛ لابی داود والنسائی (جابر)[23] رفعہ ؛ لا تسبوا اللیل والنہار ولا الشمس ولا القمر ولا الریح فانہا رحمۃ لقوم وعذاب لآخرین ؛ للاوسط بلین (عائشۃ)[24] رفعتہ ؛ لا تسبوا الاموات فانہم قد افضوا الی ما قدموا ؛ للبخاری وابی داود والنسائی (المغیرۃ)[25] رفعہ ؛ لا تسبوا الاموات فتؤذوا الاحیاء ؛ للترمذی (ابن عمر)[26] رفعہ ؛ اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم ؛ لابی داود والترمذی (عمران بن حصین)[27] بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض اسفارہ وامرأۃ من الانصار علی ناقۃ لہا فضجرت فلعنتہا فسمع ذلک صلی اللہ علیہ وسلم فقال خذوا ما علیہا ودعوھا فانہا ملعونۃ قال عمران فکأنی اراھا الآن تمشی فی الناس ما یعرض لہا احد ؛ لمسلم وابی داود (ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ)[28] کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر یسیر فلعن رجل ناقۃ فقال این صاحب الناقۃ ؟ قال الرجل انا فقال اخرھا فقد اجبت فیہا ؛ لاحمد (زید بن خالد)[29] رفعہ ؛ لا تسبوا الدیک فانہ یوقظ للصلوٰۃ ؛ لابی داود۔

اور جب بھی تم نے اس کو وعلیک السلام کہا تو اس نے کہا بلکہ تم اور تم ہی اس کے زیادہ مستحق ہو۔ (م) (ابوہریرہ[20]) فع۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے آدمی زمانہ کو بُرا کہا کرتے ہیں حالانکہ زمانہ میں ہوں کہ میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن ہے۔ ایک روایت میں ہے ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے کہ کہتا ہے ہائے زمانہ بڑا خراب۔ پس کوئی یوں نہ کہے کہ ہائے زمانہ خراب کیونکہ زمانہ میں ہوں کہ گردش دیتا ہوں اس کی رات اور دن کو۔ (ق ط د) ف عوام الناس بالخصوص شعراء تمامی حوادث اور پریشانیوں کو زمانہ کی طرف منسوب کرکے اس کو بُرا بھلا کہا کرتے ہیں کہ ہائے گردش زمانہ نے مار لیا ہائے زمانہ نے پیس دیا۔ حالانکہ زمانہ نام ہے گردش لیل ونہار کا اور وہ خود بے حس اور محکوم ہے کہ اس کی گردش اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی حوادث کا خالق اور تقلیب احوال میں متصرف ہے۔ پس زمانہ کو بُرا کہنا درحقیقت اللہ موجدِ زمانہ کو بُرا کہنا ہے۔ جیسے کوئی سست رفتار ریل کو کہے کمبخت چھکڑا ہے "تو یہ الزام حقیقۃً ڈرائیور کو ہے جو اس کو کم رفتار پر چلا رہا ہے۔ ورنہ بیچاری ریل کا اس میں کیا دخل۔ (ابن عباس[21]) ہوا ایک شخص سے اس کی چادر کے متعلق کھینچا تانی کرنے لگی تو اس نے ہوا پر لعنت کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا کو لعنت مت کر کہ وہ (بیچاری تو) مامور اور دوسرے کے قبضہ میں ہے (کہ خدا کا جیسا حکم ہوتا ہے ویسی سست یا تیز چلتی ہے) اور جو کوئی ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو اس کی اہل نہیں تو لعنت اسی (کرنے والے پر) پلٹتی ہے (د ت) (ابوہریرہ[22]) فع: لاریب یہ ہوا اللہ کی طرف سے آنے والی چیز ہے (کبھی نسیم اور پُروا بن کر) رحمت لاتی ہے اور (کبھی اندھیاؤ بن کر) عذاب لاتی ہے۔ پس جب اس کو دیکھو تو اسے سخت سُست نہ کہو بلکہ اللہ سے اس کی خوبی کا سوال کرو اور اس کی برائی سے پناہ مانگو (د ن)۔ (جابر[23]) فع: نہ بُرا کہو رات اور دن کو نہ سورج اور چاند کو اور نہ ہوا کو کہ یہ چیزیں ایک گروہ کے لئے رحمت ہیں اور دوسروں کے لئے عذاب (د) (عائشہ[24] رض) فع: مُردوں کو بُرا نہ کہو کہ وہ پہونچ چکے اس تک جو آگے بھیج چکے تھے (خ د ئ) (مغیرہ[25]) فع: جو مر چکے ان کو سب وشتم نہ کیا کرو کہ زندوں کو ایذا پہونچاؤ گے (ت) ف کا فر بھی تو مرجانے کے بعد اس کو سب وشتم کرنا بے سود ہے کیونکہ جیسا کیا تھا ویسا بھر رہا ہے ہم اپنا عزیز وقت جو ذکر اللہ میں صرف کرنا چاہیئے بے کار کیوں کھوئیں۔ اور اگر اس کا کوئی عزیز مسلمان ہوگیا ہے تو مرنے والے کو سب وشتم سن کر اس کو تکلیف ہوگی اور قائل پر ایذا مسلم کا گناہ

(ابن عباس[30]) رفعہ: لاتسبوا تُبّعًا فانہ قد اسلم ۔ للاوسط بخفی (انس[31]) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لرجل قرصتہ برغوثۃ فسبّھا لاتسبّھا فانّھا ایقظت نبیا من الانبیاء للصلوٰۃ ۔ للموصلی (علی[32]) رفعہ، لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ لعن اللہ من لعن والدیہ لعن اللہ من آوی مُحدثًا لعن اللہ من غیر منار الارض ۔ للنسائی ومسلم بلفظہ (عائشۃ[33]) رفعتہ، ستۃ لعنتھم وکل نبی مجاب المحرف لکتاب اللہ والمکذب بقدر اللہ والمستحل لحرم اللہ والمتسلط بالجبروت ولیعز من اذل اللہ ویذل من اعز اللہ والمستحل ما حرم اللہ من عترتی والتارک لسنتی ۔ لرزین (انس[34]) لعن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ رجلا امّ قومًا وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط ورجلًا سمع حی علی الفلاح ثم لم یجب ۔ للترمذی ۔ ابن مسعود[35]) قال اکل الربا وموکلہ کاتبہ اذا علموا

بھی ہوگا (ابن عمر) رفعہ، اپنے (مسلمان) مُردوں کی خوبیاں بیاں کرو اور ان کی بُرائیوں سے زبان بند رکھا کرو (د ت ۔ (عمران[2] بن حصین) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ انصار کی ایک عورت نے جو کہ اونٹنی پر سوار تھی (اس کی سُست رفتاری سے) تنگدل ہو کر اس کو لعنت کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو سُن لیا اور فرمایا جو کچھ اس پر لدا ہوا ہے اسے اتار لو اور اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعونہ ہے۔ عمران فرماتے ہیں گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ آدمیوں میں چلتی پھرتی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا (م س د) ف تنبیہ تھی کہ جب تیرے لئے ملعون ہے تو اس سے نفع کیوں اٹھاتی ہے۔ پس یہ سزا خود مالک کے لئے اور دوسروں کے لئے کافی عبرت ہو گئی۔ کہ آئندہ بے زبان جانور کے لئے لعنت کا لفظ استعمال نہ کریں۔ (ابو ہریرہ[28]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی چھوٹے سے سفر میں تھے کہ ایک شخص نے اپنی سانڈنی کو لعنت کی۔ آپ نے فرمایا کہاں ہے اس کا مالک اس شخص نے کہا میں ہی ہوں فرمایا اس کو ذبح کر دے کہ تیری بد دعا اس کے بارہ میں قبول ہو چکی ہے (م) ف اور وہ رحمتِ خدا سے بایں معنی دور ہو گئی کہ جس کی سواری میں رہے گی موجب فلاح و مسرت نہ بنے گی۔ لہٰذا ذبح کر دینا چاہیئے کہ گوشت ہی سے دوسروں کو نفع پہونچے۔ یا یہ مطلب ہے کہ انسان کسی کو بد دعا دیتا ہے تو یہی خواہش رکھتا ہے کہ قبول ہو. پس سمجھ لے کہ قبول ہو گئی لہٰذا وہ برتاؤ کر جو ملعون کے ساتھ ہونا چاہیئے کیونکہ شریف کا کام ہے کہ جو زبان سے کہے تو اس کو پورا کر کے دکھائے۔ (زید[29] بن خالد) فعہ: مُرغ کو بُرا نہ کہو کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے (د) ف جانور کو بھی سخت لفظ نکالنا بُرا ہے کہ اللہ کی بے زبان مخلوق ہے اور معذور ہے پس جو جانور کسی وجہ میں سبب طاعت بنے اس کو گندے لفظ سے یاد کرنا تو کفران نعمت بھی ہے عجب نہیں توفیق طاعت سلب ہو جائے ۔ (ابن عباس[30]) فعہ: تُبّع کو بُرا نہ کہو کہ وہ اسلام لے آیا تھا (د) ف یمن کا بادشاہ تھا جس نے سب سے پہلے خانۂ کعبہ پر غلاف ڈالا ہے۔ (انس[31]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جس کو پسو نے کاٹا تھا اور اس نے اسے گالی دی یوں فرمایا کہ پسو کو بُرا نہ کہو اس نے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا (ص) ف یعنی نماز کا وقت ہو اتو اس نے کاٹا اور ان کی آنکھ کھل گئی تھی اس طرح یہ ادا، صلوٰۃ کا ذریعہ بن گیا۔ (علی[32]) فعہ: اللہ کی لعنت اس پر جس نے غیر اللہ کے لئے (جانور) ذبح کیا۔ اس کی لعنت اس پر جس نے اپنے ماں باپ کو ملعون کہا۔ اللہ کی لعنت اس پر جس نے زمین کے منارے (جو مسافر کو راستہ بتلانے کے لئے نصب کئے جاتے ہیں) مٹا دیئے۔ (ن س) (عائشہ[33]) فعہ، چھ شخص ہیں جن پر میں نے اور ہر مقبول دعا پیغمبر نے لعنت کی ہے۔ اللہ کی کتاب میں تحریف کرنے والا اللہ کی تقدیر کا منکر۔ اللہ تعالیٰ کے حرم (میں خون ریزی اور شکار) کو حلال سمجھنے والا۔ جبر و قہر کی طاقت جتانے والا کہ

ذلك والواشمة والمستوشمة للحسن ومانع الصدقة والمرتد اعرابيًا بعد الهجرة ملعونون على لسان محمد صلے اللہ
عليه وسلم يوم القيامة ۞ للنسائی۔ وله عن علی نحوه وفيه : والواشمة والمستوشمة الامن داء والمحلل و
المحلل له ۞ (عمرة بنت عبد الرحمٰن) لعن النبی صلے اللہ علیه وسلم المختفی والمختفية يعنی نباش القبور ۞
لمالك (ابو هريرة) رفعه اللّٰهم انی اتخذ عندك عهدًا لن تخلفنيه فانما انا بشر فای المؤمنين

جسے اللہ نے ذلیل کیا اس کو معزز بناتا ہے اور جسے اللہ نے عزت بخشی ہے اس کو ذلیل کرتا ہے۔ میرے خاندان
کا جسے اللہ نے محترم بنایا ہے ہتکِ حرمت کرنے والا۔ اور میری سنت کو چھوڑنے والا۔ (ن) (انس) رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں پر لعنت فرمائی۔ ایک وہ شخص کہ کسی قوم کا امام بنے اور وہ اس سے (بجا) ناراض
ہوں۔ دوم وہ عورت جو ایسی حالت میں رات گذارے کہ اس کا شوہر اس سے خفا ہو۔ سوم وہ مرد کہ حیّ علی
الفلاح سنے اور (نماز کے لئے مسجد میں) آوے نہیں۔ (ت) (ابن مسعود) سود کھانے والا اور (سود دیکر) اس
کا کھلانے والا اور (سودی معاملہ کو کاغذ پر) لکھنے والا جبکہ ان کو اس کا سود ہونا معلوم ہو۔ اور خوبصورتی کی خاطر
بدن کی کھال گودنے والی اور گودوانے والی، اور ادا، زکوٰۃ میں رکاوٹ کرنے والا اور ہجرت کے بعد گاؤں میں واپس
ہو جانے والا۔ سب بروز قیامت ملعون ہیں۔ بزبان محمد صلے اللہ علیہ وسلم (ن) اور حضرت علی سے بھی یہی مروی ہے
مگر اس میں اس طرح ہے اور گودنے والی وگدوانے والی بشرطیکہ کسی مرض کی وجہ سے نہ ہو اور حلالہ کرنے والا
اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا۔ ف۔ جب اپنی عورت کو تین طلاق دے تو جب تک یہ نہ ہو کہ مطلقہ دوسرے شخص سے
نکاح کرے اور وہ ہم صحبت ہونے کے بعد طلاق دے اور اس کی عدت گذر جائے اس وقت تک پہلے شوہر سے
نکاح نہیں ہو سکتا اس کا نام حلالہ ہے۔ بعض بے حیا تین طلاق دینے کے بعد نادم ہوتے اور پھر اس کو اپنی بیوی
بنانا چاہتے ہیں تو ضابطہ پورا کرنے کے لئے ایسا شخص تجویز کرتے ہیں کہ محض اس غرض کے لئے مطلقہ سے نکاح
کرکے صحبت کرے اور پھر طلاق دیدے تاکہ اب وہ اسے پھر بیوی بنا سکے۔ یہ بے حیائی کذب عالی کو بھی شامل
ہے کہ ایک نے زنا کیا اور دوسرے نے اپنی بیوی سے زنا کروایا اور صورت دکھائی نکاح کی ہجرت دو قسم کی تھی
ایک دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف جیسے مکہ سے بسوئے حبشہ اور بجانب مدینہ۔ دوسرے گاؤں سے شہر
کی طرف تاکہ علم سیکھیں جیسے آج کل طلبہ کا وطن چھوڑ کر مدارس اسلامیہ میں آنا۔ (عمرہ بنت عبد الرحمٰن) رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی کفن چور مرد اور کفن چور عورت پر (ط) یوں تو ہر معصیت اللہ کے غصہ کا
سبب ہے مگر اس کی رحمت چونکہ غصہ پر غالب ہے دستگیری کرتی ہے تو کافروں تک کو توبہ کی توفیق دے کر
اپنے سایہ میں لے لیتی ہے۔ مگر کذب میں ایسی ظلمت ہے کہ کاذب کو رحمت سے دور کرتی ہے اور اسی کا نام
لعنت ہے۔ اگرچہ دوری کے درجات مختلف ہیں کہ کتنی دور مگر طاعون مادہ کتنا ہی قلیل ہو آخر طاعون ہے
چنانچہ کذب ہی ہے کہ جب ترقی کرکے نفسِ ایمان میں اثر کرتا ہے تو نفاق بن جاتا ہے جو کفر سے بھی بدتر ہے
اسی لئے کذب کو نفاق کی علامت کہا گیا۔ اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین فرمایا گیا ہے اور دنیا میں کوئی حد یا تعزیر بھی اس
کے لئے نہیں رکھی گئی۔ کہ استاذ کا شاگرد کو مارنا بھی مہربانی ہے غور کروگے تو مذکورہ تمام معصیتوں میں جن
کے مرتکب پر آنحضرت نے لعنت فرمائی ہے کذب ہی کا رنگ غالب پاؤگے کہ وہی استحقاق لعنت کا خاص سبب
ہے۔ کذب یہ ہے کہ واقعہ کچھ ہوا ور ظاہر کیا جائے اس کے خلاف تاکہ مخلوق دھوکا کھائے اور طرح طرح کے

اَذیتُه شتمتُه لعنتُه جلدتُّه فاجعلها له صلاة وزکاة وقربة تقربه بها الیك یوم القیامة: للشیخین وفی روایة: اللّٰهم انما انا بشر اغضب کما یغضب البشر فایما رجل من المسلمین سببتہ اولعنته اوجلدته فاجعلها له صلاة وزکاة وقربة تقربه بها الیك یوم القیامة واجعل ذٰلك کفارة له الی یوم القیامة: وفی اخری: اوجلده لغة ابی هریرة فی جلدته (عائشه[۳۸]) دخل علی النبی صلی الله علیه وسلم رجلان فکلماه بشیٔ لا ادری ما هو فاغضباه فلعنهما وسبّهما فلما خرجا قلت یا رسول الله لمن اصاب من الخیر شیئًا ما اصابه هٰذان قال وما ذاك؟ قلت لعنتهما وسببتهما قال او ما علمت ما شرطت علیه ربی؟ قلت لا قال قلت اللّٰهم انما انا بشر فای المسلمین سببته او لعنته فاجعلها له زکاة واجرا: (انس[۲۹]) کانت عند ام سلیم یتیمة فرآها النبی صلی الله علیه وسلم فقال انت هیه لقد کبرت لا کبر الله سنك اوقرنك فرجعت الیتیمة الی ام سلیم تبکی فقالت لها مالك یا بنیة؟ فقالت دعا علیّ نبی الله صلی الله علیه وسلم ان لا یکبر سنی فاذًا لا یکبر سنی ابدًا او قالت قرنی فخرجت

متعدی نقصانات ظاہر ہوں. پس اب دیکھو حقیقت یہ ہے کہ جانور اللہ کی مخلوق ہے اور اس لئے اسی کے نام پر جان دینے سے حلال ہو سکتا ہے مگر یہ دوسرے کے نام پر ذبح کر کے اس کو غیر اللہ کی مخلوق بتا رہا اور خلاف واقعہ حرام ذبیحہ کو حلال کہہ رہا ہے. نافرمان بچہ واقعہ کا عکس کر کے اپنے کو باپ اور والدین کو بیٹا بلکہ غلام ظاہر کر رہا ہے. آسمانی کتاب میں تحریف اگر لفظی کر دی جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا ہے. اور معنوی کی جیسا کہ مذاہب باطلہ کے بانی مولویوں اور مدعیان نبوت دجالوں نے الفاظ قرآنی کے حقیقی معنی کچھ تھے مگر بنا لئے کچھ اور تاویلیں کر کے اپنی خواہش کے موافق عبارت کے سر مڑھ دیئے دونوں صورتوں میں واقعہ کو چھپانا اور دوسری صورت میں ظاہر کرنا موجود ہے جو کذب ہے امام جس میں صلحاء قوم کی ناگواری سے حقیقت یہ محقق ہوئی کہ وہ امامت کے قابل نہیں مگر امامت کئے جا رہا ہے تو واقعہ کے خلاف اپنے آپ کو ظاہر کر رہا اور بزبان حال جھوٹ بول رہا ہے. بدن گودوانے کو حسن سمجھنا حالانکہ خداداد حسن میں داغ اور دھبے ڈالنا ہے صورت کذب ہے. کفن چور سمجھتا ہے کہ کسی کی مملوکہ چیز نہیں لی. کہ مردہ میں مالک ہونے کی قابلیت نہیں ہے اور اس لئے چوری نہیں ہوئی. مگر حقیقت اس کی چوری سے بدتر ہے اور سنگدلی کو بھی ساتھ لئے ہوئے ہے. حلالہ میں تو زنا کا نکاح کی صورت میں دکھانا ظاہر ہی ہے عورت اپنی ماتحتی واحتیاط کے خلاف شوہر کی ناراضی میں رات گذار کر اپنے آپ کو خصم بلکہ شوہر کا حاکم ظاہر کر رہی ہے وغیرہ وغیرہ پس زنا اور سرقہ تک پہلی معصیتوں کو ترجیح دیکر آنحضرت کا لعنت فرمانا جس خصوصیت کی وجہ سے ہے وہ ذرا غور کرنے سے سمجھ میں آجائے گا. (ابوہریرہ[۳۰]) نعم: اے میرے اللہ میں تجھ سے عہد لینا چاہتا ہوں (جس میں کوئی شرط اور کوئی استثناء نہ ہو اور اس وجہ سے) تو کبھی اس کے خلاف نہ فرمائے. وہ یہ کہ میں آخر بشر ہی ہوں لہٰذا جس کسی مومن کو میں نے ستایا ہو یا بکا ہو لعنت کی ہو یا بکا مارا ہو پس اس کو اس کے لئے رحمت اور سبب تزکیہ و قربت بنا دے کہ بروز قیامت تو اسے مقرب گردانے. (ق) اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بار الٰہا میں بشر ہی تو ہوں کہ غصہ آتا ہے جیسا بشر کو آیا کرتا ہے پس مسلمانوں میں جس شخص کو برا بھلا کہوں یا لعنت کروں یا درہ ماردوں تو اسے اس کے لئے رحمت اور سبب طہارت قلب اور موجب قرب بنا دیجیو کہ اس کی وجہ سے بروز قیامت وہ آپ کا مقرب بنے اور اس (تکلیف) کو اس کے لئے قیامت تک کے گناہوں کا کفارہ بنائیو (عائشہ[۳۱]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے اور آپ سے کچھ باتیں کیں. مجھے معلوم نہیں وہ کیا تھیں. پس آپ کو غصہ دلا دیا اور آپ نے بہت سخت سست کہا. جب وہ دونوں باہر چلے گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ کوئی شخص کچھ تو خیر پاتا ہوگا مگر ان دونوں کو تو وہ بھی نصیب نہ ہوئی. فرمایا یہ کیا بات؟ میں نے کہا کہ آپ نے ان کو برا بھلا کہا اور پھٹکارا (جس کی قبولیت یقینی اور ان کے لئے خسران متحقق ہے) فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے

ام سلیم مستعجلة تلوث خمارها حتی لقیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال لها مالک یا ام سلیم؟ فقالت یا نبی اللہ دعوت علی بنتی فقال وما ذاک یا ام سلیم؟ قالت زعمت انک دعوت ان لا یکبر سنها ولا یکبر قرنها فضحک ثم قال یا ام سلیم اما تعلمین شرطی علی ربی؟ ان اشترطت علی ربی فقلت انما انا بشر ارضی کما یرضی البشر واغضب کما یغضب البشر فایما احد دعوت علیه من امتی بدعوة لیس لها باهل ان تجعلها له طهورا وزکاة وقربة تقربه بها یوم القیامة رواہ مسلم

الحسد والظن والهجران وتتبع العورة

(ابن مسعود) لا حسد الا فی اثنتین رجل آتاه اللہ الحکمة فهو یقضی بها ویعلمها ورجل آتاه اللہ مالا فسلطه علی هلکته

کیا شرط کرلی ہے؟ میں نے کہا مجھے علم نہیں ہے فرمایا میں نے عرض کیا ہے کہ بار الٰہا میں بشر ہی تو ہوں پس جس مسلمان کو میں نے برا بھلا کہا ہو یا لعن کیا ہو تو اس کو اس کے لئے موجب صفائے قلب و اجر بنا دیجئے۔ (س) (انس) ام سلیم کے پاس ایک یتیم بچی رہا کرتی تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا اچھا تو وہی ہے تو تو بڑی ہوگئی۔ خدا تجھے بڑی عمر کا نہ بنا دے۔ پس وہ بچی روتی ہوئی ام سلیم کے پاس آئی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کیا ہوگیا بیٹی؟ کہنے لگی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے بد دعا دی کہ میری عمر بڑی نہ ہو تو اب میری عمر ہرگز کبھی زیادہ نہ ہوگی۔ پس ام سلیم جلدی سے گھبرائی ہوئی اپنے سربند کو سر سے لپیٹتی ہوئی چلیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوگیا اے ام سلیم۔ عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے میری بچی کو بد دعا دیدی۔ فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا وہ کہتی ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی عمر بڑی نہ ہو۔ آپ ہنسے اور فرمایا اے ام سلیم کیا تمہیں میری شرط اپنے رب کے ساتھ معلوم نہیں؟ میں نے اپنے رب سے شرط کرلی ہے اور عرض کرلیا ہے کہ میں بشر ہی تو ہوں خوش ہوتا ہوں جیسے بشر خوش ہوا کرتا ہے اور غصہ ہوتا ہوں جیسے بشر غصہ ہوا کرتا ہے پس میں اپنی امت میں جس کسی کو بھی کوئی بد دعا دوں کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو تو اس کو اس کے لئے سبب طہارت و تزکیہ و قرب بنا دیجیو۔ کہ قیامت کے دن اس کی وجہ سے وہ آپ کا مقرب بنے (س) ف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی غیر مستحق کو بد دعا وغیرہ دینا تین طرح ہو سکتا ہے یا یہ کہ کوئی شخص حقیقۃً اس کا مستحق نہیں ہے مگر ظاہر میں کسی امر پر وہ آپ کو نظر آیا اور آپ ظاہر ہی کے مکلف ہیں لہذا آپ نے سزا یا بد دعا دی۔ دوم تکیۂ کلام کے طور پر کوئی لفظ بد دعا کا آپ کی زبان سے نکلا کہ مقصود اس کے معنی نہیں ہوتے۔ سوم یہ کہ ایک شخص کی اصلاح کے دو طریق ہیں نرم اور گرم اور دونوں کا آپ کو اللہ کی طرف سے اختیار ملا ہوا ہے پس آپ نے غصہ وغیرہ کی وجہ سے نرم طریق پر گرم کو اختیار فرمایا۔ مگر اللہ والوں کی زبان میں کمان کی خاصیت ہے کہ جو لفظ زبان سے نکلے وہ تیر بن کر نشانہ پہ لگے اگرچہ اتفاقیہ یا غلطی سے نکلے پس آپ نے اپنی امت پر کمال شفقت کی وجہ سے ان کا بھی دعا و رحمت بن جانا اپنے رب سے منظور کرالیا۔ ہاں جو اہل اور مستحق کو بد دعا دیجائے جیسے بعض کفار و منافقین کو دی ہے تو وہ بدستور رہے۔

حسد اور بدگمانی اور قطع تعلق اور عیوب کی تلاش

(ابن مسعود) دو شخصوں کے سوا کسی پر حسد کرنا جائز نہیں۔ ایک وہ (قاضی و عالم) جسے خدا تعالیٰ نے علم و فہم عطا فرمایا پس وہ اس کے موافق فیصلہ کرتا اور تعلیم دیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جسے خدا تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور با موقع خرچ کرنے پر اس کو تعینات کر دیا۔ (ق) ف حسد ایک مادہ ہے جو کسی کو اچھی حالت میں دیکھ کر اس جیسا بننے کی ہوس دلاتا ہے اور جب وہ بڑھ جاتا ہے تو اس کی اچھی حالت پر رنج و کلس پیدا کرتا

الدائم العظیم النافع دینا و دنیا واما غیرہ فلہو ولعب و تکاثر و کذب ۱۲ ـــــہ فی القاموس والہلکۃ محرکۃ والہلکا والہلاک ای مشی علی الہیئۃ ۱۲

فی الحق: للشیخین (ابوھریرۃ) رفعہ: ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب او قال العشب۔
لابی داود (الزبیر) رفعہ: دبّ الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء وھی الحالقۃ اما انی لا اقول تحلق الشعر
ولکن تحلق الدین والذی نفسی بیدہ لا تدخلنّ الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابّوا الا ادلکم علی ما تحابون بہ؟
افشوا السلام بینکم: للترمذی (ابوھریرۃ) رفعہ: ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا
ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا کما امرکم المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا
یخذلہ ولا یحقرہ التقوی ھٰھنا ویشیر الی صدرہ حسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم

اور چاہتا ہے کہ وہ نعمت اُس سے چھن جائے چونکہ برادرانہ محبت کے خلاف اور تجویز خداوندی پر اعتراض اور اپنے آپ
کو بے نتیجہ کوفت میں ڈال کر راحت واطمینانِ قلب کو برباد کرتا ہے اس لئے حرام ہے۔ لیکن اگر اعتدال پر رہے کہ صرف
اس جیسا بننے کی ہوس ہو جسے رشک اور غبطہ کہتے ہیں تو جائز ہے بشرطیکہ دین کے بارہ میں ہو کہ جاہ ومال کی بھی ہوس
ہے تو صرف عالم باعمل اور سخی مالدار کے جاہ ومال کی۔ (ابوہریرہ) رفع: حسد سے بہت بچو کہ حسد نیکیوں کو کھا لیتا ہے جیسے
آگ کھا لیتی ہے سُوکھی لکڑیوں کو یا فرمایا سُوکھی گھاس کو۔ (د) (زبیر) رفع: تم سے پہلی امتوں کا مرض یعنی حسد اور بغض
تمہارے اندر بھی سرایت کرے گا حالانکہ وہ مونڈنے والا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ بال مونڈے گا بلکہ یہ مراد ہے کہ
دین کو مونڈ کر (صفاچٹ) کر دے گا۔ اور قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ جنت میں نہ
جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے اور ایمان نہ پاؤ گے جب تک باہم محبت نہ رکھو گے۔ اور میں بتاتا ہوں کہ کس طریق سے
باہمی محبت ہو سکے گی۔ آپس میں سلام کو پھیلاؤ (ت) ف کسی کی آنکھ میں پانی اُتر آئے یا جالا پڑ جائے تو اس کو بھی اندھا
کہیں گے۔ مگر فرق اتنا ہے کہ مادۂ بصارت موجود ہے اور اس پر جو پردہ پڑ گیا ہے وہ علاج کرنے سے ہٹ سکتا ہے۔
اسی طرح آنحضرتؐ نے نااتفاقی کو ایمان کے خلاف فرمایا۔ مگر بایں معنی کہ نورِ ایمان پر اس نے پردہ ڈال دیا ہے جب تک
یہ دور نہ ہو گا ایمان کی روشنی اپنا کام نہ کرے گی۔ کیونکہ دوسری جگہ آپ ہی فرما چکے ہیں کہ ایمان نام ہے توحید اور اقرارِ
رسالت کا اور کوئی معصیت اس کو مٹا نہیں سکتی۔ مگر دُنیا تاریک ہو جانے کے لئے تو جالا پڑنا بھی کافی ہے بلکہ
اندھے سے زیادہ پریشان کرتی اور علاج میں جلدی اور دوڑ دھوپ کراتی ہے۔ چونکہ ایمان نام ہے اللہ کے
ساتھ محبت کا اور اس کے لئے لازم ہے کہ جن کو اللہ کے ساتھ محبت ہے ان کی محبت بھی دل میں ہو۔ پس جب
دیکھو کہ مسلمانوں میں باہم محبت نہیں تو سمجھ لو کہ اللہ کے ساتھ تعلق والے ایمان کی بینائی پر پانی اُتر آیا ہے
اور اس کا علاج یہ نہیں کہ زبان سے چیخو۔ تم اندھے ہو گئے ہو بینا بن جاؤ۔ بلکہ آپس میں السّلام علیکم کا رواج خوب
پھیلاؤ کہ اس میں ہر وقت اللہ کا نام لینے اور سلامتی کی بار بار دُعا دینے سے قلوب میں انس اور انکسار پیدا ہو گا
اور کبر وکشیدگی میں کمزوری ہو کر باہم محبت ہو گی۔ (ابوہریرہ) رفع: بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ بدگمانی بڑی
جھوٹی بات ہے (کیونکہ اکثر واقعہ کے خلاف ہوتی ہے) اور دوسرے کے عیوب کی تلاش میں نہ رہا کرو اور
جاسوسی نہ کیا کرو۔ اور نہ دوسروں سے بڑھنے چڑھنے کی ہوس کیا کرو۔ نہ باہم حسد کیا کرو۔ نہ بغض رکھا
کرو نہ (تعلق محبت قطع کر کے) ایک دوسرے سے پیٹھ پھیر کر چلو۔ بلکہ سب ایک اللہ کے بندے اور آپس
میں بھائی بھائی بنے رہو جیسا کہ اس نے حکم فرمایا ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر
ظلم کرے نہ اس کو بے یار ومددگار چھوڑے نہ اسے حقیر سمجھے اور سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ تقوی

اکہ بجہ بجہ ۱۱۹ ۱ ۱۴۲ ۱۴۴ ۱۴۲ ۱۴۴ ۱۴۳ ۱۴۲ ہ ۱۱

على المسلم حرام دمه وعرضه وماله ان الله لا ينظر الى اجسادكم ولا الى صوركم واعمالكم ولكن ينظر الى قلوبكم ﴿انس﴾ رفعه: لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تباغضوا ولا تحاسدوا وكونوا عباد الله اخوانا ولا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث ﴿ابوایوب﴾ رفعه: لا يحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا وخيرهما الذى يبدأ بالسلام ﴿هى لستة الا النسائى﴾ ﴿ابوهريرة﴾ رفعه: لا يحل لمؤمن ان يهجر مؤمنا فوق ثلاث فان مرت به ثلاث فليلقه وليسلم عليه فان رد عليه فقد اشتركا فى الاجر وان لم يرد عليه فقد باء بالاثم ﴿وفى رواية: فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار﴾ ﴿ابوخراش السلمى﴾ رفعه: من هجر اخاه سنة فهو كسفك دمه ﴿هما لابى داود﴾ ﴿ابوهريرة﴾ رفعه: تعرض الاعمال فى كل خميس واثنين فيغفر الله

اس جگہ ہے تقویٰ اس جگہ ہے (پس دل کا متقی ہونا کام دے گا۔ صرف متقیانہ صورت بنا لینے سے کچھ نفع نہ ہوگا) برائی کے لئے انسان کو اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے (کہ کبر و ظلم و قطع تعلق سب اسی سے پیدا ہوتا ہے) مسلمان سب کا سب دمحترم ہے اور اس کا ہتک) مسلمان پر حرام ہے۔ خون ہو یا آبرو یا مال۔ بیشک اللہ نہ تمہارے اجسام کو دیکھے گا (کہ کتنے موٹے ہو کر آئے) نہ صورتوں کو دیکھے گا (کہ کیسے حسین ہو) نہ تمہارے ظاہری اعمال کو دیکھیگا (کہ کتنی زیادہ تعداد میں ہیں) بلکہ تمہارے قلوب کو دیکھے گا (کہ اعمال کے ذریعہ اس میں کتنی صلاحیت اور محبت مع اللہ پیدا ہوئی ہے) (انسؓ) رفعہ: ایک دوسرے سے نہ قطع تعلق کیا کرو نہ پشت پھیر کر چلو نہ باہم بغض رکھو نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور سب ایک اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بنو اور کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ (قطع تعلق کر کے) اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ (ابوایوبؓ) رفعہ: مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین شب سے زیادہ چھوڑے کہ دونوں ملیں پس یہ ادھر کو منہ پھیرے اور وہ ادھر کو۔ اور دونوں میں افضل وہ ہے جو (میل جول کرنے کے لئے) سلام میں ابتدا کرے (ق د ت ہ) (ابوہریرہؓ) رفعہ: مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ مسلمان سے بے تعلق رہے زائد از تین دن۔ پس اگر تین دن گذریں۔ تو چاہیئے کہ اس سے ملے اور اس کو سلام کرے پھر اگر اس نے سلام کا جواب دیدیا تو اجر میں دونوں شریک ہوئے اور اگر جواب نہ دیا تو اس کا بھی گناہ اسی پر رہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھا اور مر گیا تو جہنم میں جائے گا۔ (ابوخراش السلمیؓ) جس نے مسلمان سے سال بھر قطع تعلق رکھا وہ ایسا ہے جیسے اس کا خون بہایا (د) (ابوہریرہؓ) رفعہ: ہر پنجشنبہ اور دوشنبہ کو (بارگاہ الٰہی میں) اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور حق تعالیٰ اس دن ہر شخص کی جو اللہ کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرتا ہو مغفرت فرماتا ہے بجز اس کے کہ اس میں اور اس کے بھائی میں کینہ ہو۔ فرماتا ہے ان دونوں کو رہنے دو جبتک کہ باہم صلح نہ کرلیں۔ (ط س د ت) **ف** دو مسلمانوں میں جب باہمی رنجش ہوتی اور سلام کلام کا تعلق قطع ہوتا ہے تو ایک کو دوسرے کی راحت سے رنج اور تکلیف سے خوشی ہوتی ہے اور اس لئے حسد کینہ، بغض، ایذا، غیبت، چغلخوری، ہتک، ضرب، اور قتل سب ہی اپنا رنگ جماتے ہیں۔ ادھر اپنے قلب کا سکون اور عبادت و طاعت کی لذت جاتی رہتی ہے۔ غرض دو طرفہ نقصان کا دونوں کے لئے دروازہ کھل جاتا اور پھر وہ سود کی طرح سوتے اور جاگتے ہر وقت بڑھتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی چونکہ بشر آخر بشر ہے خلاف طبع بات پر ناگواری و غصہ اس کی طبیعت میں رکھا گیا ہے۔ لہذا دو طرفہ رعایت کی گئی اور تین دن تک دنیوی کشیدگی کا اثر رکھنے میں معذور سمجھا گیا کہ اس مدت میں غصہ ٹھنڈا ہو کر عقل ٹھکانے آجائے گی اور اس کے بعد بے تعلقی کا قائم رکھنا ممنوع ہوا۔ لیکن اگر قطع تعلق کسی معصیت کی وجہ سے ہو تو مستحسن بلکہ مامور ہے

فی ذلک الیوم لکل امرئ لا یشرک باللہ شیئاً الا امرؤ کانت بینہ وبین اخیہ شحناء فیقول اترکوا ھذین حتی یصطلحا ۔

لمالک ومسلم وابی داود والترمذی (عائشۃ رض) حدثت ان ابن الزبیر قال فی بیع او عطاء اعطتہ عائشۃ لتنتھین عائشۃ او لاحجرن علیھا فقالت اھو قال ھذا؟ قالوا نعم قالت ھو للہ علی نذر ان لا اکلم ابن الزبیر ابدًا فاستشفع ابن الزبیر الیھا حین طالت الھجرۃ فقالت واللہ لا اشفع فیہ ابدًا و لا اتحنث الی نذری فلما طال ذلک علی ابن الزبیر کلم المسور ابن مخرمۃ وعبد الرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث وھما من بنی زھرۃ وقال لھما انشدکما اللہ لما ادخلتمانی علی عائشۃ فانھا لا یحل لھا ان تنذر قطیعتی فاقبل بہ المسور وعبد الرحمٰن مشتملین بارد یتھما حتی استاذنا علی عائشۃ فقالا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اندخل؟ قالت عائشۃ ادخلوا قالوا کلنا؟ قالت نعم ادخلوا کلکم ولم تعلم ان معھما ابن الزبیر فلما دخلوا دخل ابن الزبیر الحجاب فاعتنق عائشۃ وجعل یناشدھا و یبکی وطفق المسور و عبد الرحمٰن یناشدانھا الا کلمتیہ وقبلت منہ و یقولان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عما قد علمت من الھجرۃ ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال فلما اکثروا علی عائشۃ من التذکرۃ والتحریج طفقت تذکرھما و تبکی و تقول

کا امر بالمعروف اور اصلاح عالم کا رکن اعظم ہے اور محبت مع اللہ کا خاصہ لازمہ ہے۔ چنانچہ آنحضرت اور صحابہ نے مرتکب معصیت کو مدتوں چھوڑے رکھا اور بعض حضرات نے عمر بھر قطع تعلق قائم رکھا۔ مجنون کو اپنی لیلے کا کتا بھی پیارا تھا۔ اور اس پر بھونکتا تو یہ اس کو پھسلاتا تھا لیکن اگر دیکھتا کہ لیلیٰ پر بھونک رہا اور کاٹنے کو جھپٹ رہا ہے تو عجب نہیں گولی مار دیتا۔ (عائشہ رض ابن زبیر نے (اپنی خالہ اور مربیہ) عائشہ صدیقہ کو کسی بیع یا ہبہ کے متعلق جو انہوں نے کیا تھا یوں کہہ دیا کہ (عائشہ اس سخاوت سے) باز آویں ورنہ (حاکم کے ذریعہ) ان کے اختیارات تصرف روک دوں گا۔ حضرت عائشہ رض نے (سُنا تو یقین نہ آیا اور) فرمایا کیا اس نے ایسا کہا (جس کو میں نے اولاد کی طرح پالا ہے؟) لوگوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا اچھا اللہ کی مجھ پر نذر ہے کہ ابن زبیر سے کبھی کلام نہ کروں گی۔ اس کے بعد جب بے تعلقی نے طول پکڑا تو ابن زبیر نے آپ تک سفارشیں پہونچائیں۔ مگر آپ نے فرمایا خدا کی قسم (مجھے اتنا صدمہ ہے) کہ اس بارہ میں کسی کی بھی سفارش نہ مانوں گی اور نہ اپنی قسم توڑوں گی۔ جب ابن زبیر پر یہ بے تعلقی برداشت کرتے (مدت گذر گئی تو مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث سے گفتگو کی کہ وہ دونوں قبیلہ بنی زہرہ کے تھے (جو آنحضرت کی ننہیال تھی اور حضرت صدیقہ دان کا بہت لحاظ کرتی تھیں) اور دونوں سے یوں کہا کہ تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ (کسی حیلہ بہانہ سے) مجھے حضرت عائشہ رض کے سامنے پہونچا دو (پھر میں خوشامد کرکے کسی نہ کسی طرح ان کو منالوں گا) کہ ان کے لئے جائز نہیں کہ مجھ سے بے تعلقی کی نذر مانیں۔ (اور قسم کھا دیں)۔ چنانچہ دونوں صاحبوں نے منظور کرلیا) اور چادریں اوڑھ کر ان کو ساتھ لئے ہوئے چلے اور حضرت عائشہ سے (حاضری کی) اجازت چاہی اور کہا السّلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کیا ہم اندر آجائیں حضرت عائشہ رض نے فرمایا۔ آجایئے۔ عرض کیا کہ ہم سب آجائیں؟ فرمایا ہاں سب آجاؤ۔ اور آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ ان کے ساتھ ابن زبیر بھی ہیں (ورنہ ان کو اجازت نہ ملتی) غرض جب سب اندر گئے تو ابن زبیر پردہ میں گھس گئے اور (اپنی خالہ) حضرت عائشہ رض کو چپٹ گئے اور رو رو کر قسمیں دینے لگے (کہ اللہ کے واسطے میرا قصور معاف فرما دیجئے) ادھر حضرت مسور اور عبدالرحمٰن قسمیں دلانے لگے کہ اب تو بولنے بھی لگو۔ اور ان کی التجا قبول کرلو۔ اور کہنے لگے کہ دیکھئے آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بے تعلقی

انی نذرت والنذر شدید فلم یزالا بہا حتی کلمت ابن الزبیر واعتقت فی نذرہا ذلک اربعین رقبۃ وکانت تذکر نذرہا بعد ذلک فتبکی حتی تبل دموعہا خمارہا۔ (عروۃ) کان عبد اللہ بن الزبیر احب البشر الی عائشۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وکان ابر الناس بہا وکانت لا تمسک شیئا مما جاءہا الا تصدقت بہ فقال ابن الزبیر ینبغی ان یؤخذ علی یدیہا بنحوہ۔ وفیہ، فقال لہ الزہریون اخوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم عبد الرحمن بن الاسود والمسور بن مخرمۃ اذا استاذنا فاقتحم الحجاب ففعل فارسل الیہا بعشر رقاب فاعتقتہم ثم لم تزل تعتق حتی بلغت اربعین وقالت وددت انی جعلت حین حلفت عملا اعملہ فافرغ منہ بہما للبخاری (ابن عمر) صعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سے منع فرمایا ہے اور مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کو تین شب سے زیادہ چھوڑے جب ان لوگوں نے حضرت صدیقہ کو بار بار (سردارِ دوعالم کا ارشاد) یاد دلایا اور زیادہ مجبور کیا تو آپؓ رونے لگیں۔ اور دونوں سفارشیوں کو (واقعہ) یاد دلانے لگیں (کہ آخر اس نے سمجھا کیا جو ایسی بڑی بات کہی) اور فرمانے لگیں کہ میں منت بھی تو مان چکی ہوں اور منت کا قصہ بڑا سخت ہے (اس کا خلاف کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے) غرض دونوں حضرات (صلح کی کوشش میں) پٹے ہی رہے حتی کہ (آپ نے معافی دیدی اور) ابن زبیر سے بات کرلی اور اپنی اس منت میں (قسم کا کفارہ بنا کر) چالیس بردے آزاد کئے اس کے بعد آپ اپنی منت کو یاد کرکے اتنا روتی تھیں کہ آنسوؤں سے آپ کی اوڑھنی بھیگ جایا کرتی تھی۔ (عروۃ) عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ حضرت عائشہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر کے بعد سب سے زیادہ محبت تھی اور یہ بھی ان کے بہت فرمانبردار تھے اور (حضرت عائشہ کا حال یہ تھا کہ) جو کچھ بھی ان کے پاس آتا اس کو روکتی نہ تھیں سب خیرات کردیا کرتی تھیں۔ ابن زبیر نے ایک بار کہدیا مناسب ہے کہ ان کے ہاتھ روک دیئے جائیں۔ آگے چل کر اس روایت میں یہ ہے پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ننھیال بنی زہرہ نے جن میں عبد الرحمٰن بن اسود اور مسور ابن مخرمہ بھی تھے (کہ اول الذکر آپ کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے حقیقی بھائی یعنی عبد یغوث بن وہب کے اور دوسرے آپ کے چچازاد بھائی نوفل بن وہیب کے پوتے تھے) ابن زبیر سے کہا کہ جب ہم (گھر میں جانے کی) اجازت لے لیں تو تم پردہ کے اندر گھس جانا (اور خالہ کی منت سماجت کرنا) چنانچہ انہوں نے یہی کیا (اور معافی مل گئی) پس ابن زبیر نے (کفارہ ادا کرنے کے لئے) آپ کے پاس دس غلام بھیجے اور آپ نے ان کو آزاد کیا۔ پھر (متعدد مرتبہ کئی کئی غلام بھیجے اور (آپ ان کو آزاد کرتی رہیں حتی کہ چالیس تک نوبت پہونچی۔ (اس پر بھی) حضرت عائشہ نے یوں فرمایا اے کاش جب میں نے قسم کھائی تھی تو کوئی عمل تجویز کرتی اور اس کو پورا کرلیتی اور نذر سے فراغ پاتی (خ) منت ماننا قسم کے حکم میں ہے۔ مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک مفصل مثلاً کہے کہ اگر زید سے بات کروں تو دس روزے رکھوں۔ دوم مجمل جیسی حضرت صدیقہ نے نذر کی کہ اللہ کی منت مانتی ہوں کہ ابن زبیر سے کلام نہ کروں گی۔ یہ ظاہر نہ کیا کہ اگر بات کروں تو مثلاً غلام آزاد کروں یا پچاس نفلیں پڑھوں۔ قسم کا خلاف کرنے سے ایک بردہ آزاد کرنا پڑتا ہے۔ اور منت کا خلاف کرنے سے جو کچھ بھی معین کیا وہ دینا ہوگا مگر آپ کی نذر مجمل تھی اس لئے باوجود چالیس گنا کفارۂ قسم دینے کے بھی آپ کو پریشانی رہتی تھی کہ میں نذر میں کوئی عمل معین کرلیتی تو اس کو کرنے سے اطمینان ہوجاتا۔ اب غیر معین نذر کا کفارہ خدا جانے پورا ہوا یا نہیں۔ حضرت عائشہ کے بھائی

المنبر فنادی بصوت رفیع فقال یا معشر من اسلم بلسانه ولم یفض الایمان الی قلبه لا تؤذوا المسلمین ولا تعیروهم ولا تتبعوا عوراتهم فان من یتبع عورة اخیه المسلم یتبع اللہ عورته ومن یتبع اللہ عورته یفضحه ولو فی جوف رحله وقال نافع ونظر ابن عمر یوما الی الکعبة فقال ما اعظمك وما اعظم حرمتك والمؤمن اعظم حرمة عند اللہ منك ؛ للترمذی (معاویة) رفعه انك ان اتبعت عورات الناس افسدتهم وکدت ان تفسدهم ؛ عقبة بن عامر رفعه من رای عورة فسترها کان کمن احیی موؤدة ؛ هما لابی داود (ابو هریرة) رفعه : لا یستر عبد عبدا الا ...

عبداللہ بن زبیر بھی صحابی تھے اور خالہ کے بے حد فرمانبردار. مگر شدنی امر تھا کہ زبان سے سخت ناز یبا کلمہ نکل گیا اور حضرت صدیقہ کو صدمہ کا اثر لینے میں طبعاً و شرعاً معذور رہی تھیں لہٰذا ان کی معصیت پر قطع تعلق کیا. اور فرض کرلو کہ آپ کو بھی قطع تعلق جائز نہ تھا تو آخر بشر تھیں نبی نہ تھیں. اور بجز انبیا کے خطا سے کوئی معصوم نہیں. مگر بزرگوں کی خطاہیں اور عوام کی معصیتوں میں بڑا فرق ہے. ایک شخص پر تکان کی وجہ سے نیند کا خمار آتا اور وہ سوجاتا ہے. دوسرا شخص شراب پیتا اور نشہ میں بے ہوش ہوجاتا ہے. ہر چند کہ دونوں بے عقل اور غافل ہیں مگر ایک کی غفلت باوجود گہری ہے کہ تمامی حواس معطل ہوکر موت کی صورت لے آئے مگر طبعی ہے اور اسی لئے ذرا ہلانے یا آواز دینے سے اس کی عقل فوراً واپس آجاتی اور اب اس کو پہلے سے زیادہ چست بنادیتی ہے. مگر دوسرے کو کتنا ہی چیخو چلاؤ اور جھنجھوڑو ہوش نہیں آتا. بلکہ چلانے والا اس کی مار کھاتا اور گالیاں سنتا ہے. اسی طرح اہل اللہ سے خطا کا صدور باقتضائے بشریت ہوجاتا ہے کہ طبعی امر ہے. مگر ذرا سی تنبیہ ان کے ہوش ٹھکانے کردیتی اور اب ان کو اتنا رلاتی اور احتیاط و خوف پر مستعد بناتی ہے کہ معصیت سے قبل اس کا آدھا بھی نصیب نہ تھا. یہ کشش اور گریہ و شکستگی چونکہ اس بشری غلطی ہی کی بدولت حاصل ہوئی لہٰذا اس غلطی کو بھی حق تعالیٰ بنگاہ محبت دیکھتا اور طاعت کی فہرست میں منتقل کردیتا ہے. مگر فاسق کی معصیت کا سبب نفس کی غلامی اور اس کی شہوات سے مزہ لینا ہوتا ہے لہٰذا جوں جوں مزہ بڑھتا ہے غفلت بڑھتی ہے اور ندامت و توبہ کے بدلے اس کو نصیحت پر بھی غصہ آنے لگتا ہے. اس لئے اللہ کی ناراضی اس پر زیادہ ہوتی رہتی ہے اور اندیشہ ہے کہ یہ شراب موت کا سبب نہ بن جائے. اور صحابہ کی غلطیوں میں تو اس شان کے علاوہ دوسری حلاوت بھی ہے کہ سید الانبیاء قیامت تک کے لئے معلم عالم بن کر آئے تھے اور تعلیم کے لئے ہر قسم کے واقعات پیش آنے کی ضرورت تھی. مگر واقعات میں بعض وہ بھی ہیں جن کا صدور نبی کی ذات پر محال او منصب نبوت کے خلاف تھا. ایسے واقعات کے لئے حضرات صحابہؓ نے اپنے آپ کو پیش کیا کہ عیب ہو یا بدنامی ہم بے نفس غلاموں سے صدور ہو اور سزا و حد جاری فرماکر آنے والی نسلوں کے لئے عملی تعلیم کو سرکار تکمیل پر پہونچادیں. ایسے گناہوں پر کہ وسیلۂ تکمیلِ تعلیم محمدی بنیں. صد طاعت بھی قربان. (ابن عمرؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ممبر پر چڑھے اور بلند آواز سے پکارا کہ اے وہ گروہ جو محض زبان سے اسلام لاتا ہے اور ایمان اس کے دل تک نہیں پہونچا. تم مسلمانوں کو ایذا نہ پہونچاؤ نہ ان کو عار دلاؤ نہ ان کے عیوب کے پیچھے پڑو جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کے پیچھے پڑے گا اللہ اس کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اور جس کے عیوب کے پیچھے اللہ پڑے گا اس کو رسوا کرکے چھوڑے گا اگرچہ وہ اپنے بیچ گھر میں ہو. اور نافع نے ایک روز کعبہ پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ اے بیت اللہ تو بڑی عظمت والا اور احترام کے قابل ہے. مگر مومن اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ باحرمت ہے (ت) ف دوسرے ملک میں

الاستره الله یوم القیامة بالمسلم انه لا یستر الله علی عبد فی الدنیا الا ستره الله یوم القیامة ۔ وفی روایة : انه لا یستر الله علی عبد فی الدنیا الا ستره الله یوم القیامة ۔
(زید بن وهب الجهنی [۱۶]) اتی ابن مسعود رجل فقیل هذا فلان تقطر لحیته خمرا فقال انا قد نهینا عن التجسس
ولکن ان یظهر لنا شیئ ناخذ به ۔ (دخین [۱۷] کاتب عقبة بن عامر) قال کان لنا جیران یشربون الخمر فنهیتهم فلم ینتهوا
فقلت لعقبة ان جیراننا هؤلاء یشربون الخمر وانی نهیتهم فلم ینتهوا وانی داع لهم الشرط فقال دعهم ثم رجعت الیه مرة
اخری فقلت مثل ذلک فقال ویحک دعهم فانی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فذکر معنی حدیث عقبة بن عامر ۔

جلنے کا اتفاق ہوا ہو تو دیکھو سرکار اپنی رعیت کی کتنی پاسداری کرتی ہے کہ جان تو بڑی چیز ہے کوئی اس کے طمانچہ بھی مار دے تو تفصل اپنی جان تک لڑا دیتا ہے اور قصاص لئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اس سے بدرجہا زیادہ حق تعالیٰ شانہٗ کو اپنے ایمان دار بندے عزیز ہیں کہ مؤمن کے قتل کو تو کفر میں لے ہی لیا مگر ایمان کی بدولت ان کے عیوب اور خطاؤں کی اتنی رعایت ہے کہ جو اس کے پیچھے پڑتا ہے تو وہ خود مدعی بن کر اس کا انتقام لیتا ہے۔ کسی کی ماں بدچلن ہو اور کوئی اس کو عار دلائے کہ اے فلاں کے بیٹے یا چوری چھپے زنا و شراب نوشی میں مبتلا ہو اور کوئی اس کی پردہ دری کرے تو اس کو محض صورت کا مسلمان قرار دیا اور مؤمنین کی جماعت سے خارج فرما دیا۔ ماں اپنے بچہ کو عیب دار ہو یا خطادار خود جو چاہے پکارے یا مارے مگر دوسرا ذرا ترچھی نظر سے دیکھے تو اس کی آنکھیں نکالنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ جس مہربان خدا کی عیب دار عاصی رعیت پر محض ایمان کی خاطر یہ شفقت ہے اگر ایمان کے ساتھ طاعت اور گرویدگی بھی ملی ہوئی ہو تو اس کے احترام کا کیا پوچھنا۔ اسی لئے اولیاء اللہ کی ایذا رسانی تباہ کن اور حضرات انبیاء کا سوء ادب صریح کفر ہے۔ (معاویہ [۱۳] ہے) تو اگر لوگوں کے عیوب کی تلاش کرے گا تو ان کو خراب کر دے گا یا خراب ہونے کے قریب پہونچا دے گا۔ ف چور بھی خلاف قانون کر رہا ہے مگر اپنے آپ کو رعیت سمجھتا اور سرکار کا خوف دل میں رکھتا ہے۔ لہٰذا توقع ہے کہ تنبیہ یا سزا سے اس کی اصلاح ہو جائے۔ مگر ڈاکو اپنے آپ کو رعیت ہی نہیں سمجھتا اور اس لئے پولیس کا مقابلہ کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان کسی معصیت کا مرتکب ہو مگر چوری چھپے۔ تو یہ علامت ہے کہ ایمان موجود ہے اور اسی لئے لوگوں میں اپنا عیب ظاہر ہونے سے شرماتا ہے۔ الحیاء من الایمان اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ مگر جب یہ شرم جاتی رہتی ہے تو دلیر بن کر کھلم کھلا معصیت کرتا اور بے حیا بن کر کہتا ہے کہ جب خدا سے چوری نہیں تو مخلوق سے کیا چوری۔ ڈاکوؤں کی اصلاح چونکہ متوقع نہیں لہٰذا ان کی سزا پھانسی ہے۔ یا یہ کہ محاصرہ میں لے کر ان پر گولیوں کا مینہ برسا دیا جائے اور ایسے وقت بے گناہ جانور یا کچھ سرکاری سپاہی بھی زد میں آ جائیں تو کچھ پرواہ نہ کیجائے۔ جب کسی بستی میں اللہ کی معصیت عام طور پر کھلم کھلا ہونے لگتی ہے تو ہیضہ و طاعون وغیرہ کی بلائے عام نازل ہوتی ہے جس میں عاصی و مطیع سب ہی مرتے ہیں۔ مگر پرواہ نہیں کیجاتی۔ پس مسلمان کے چھپے عیب کا افشار کیا تو اسکو ڈاکو بنایا اور اسے دیکھکر دوسرے چوروں کی جرأت بڑھی تو وہ بھی اس کے جتھے میں شامل ہو گئے اس طرح رعایا کو بگاڑ کر باغیوں کا ایک اچھا خاصا گروہ تیار کر دیا۔ جس کا نتیجہ ہوا کہ عذاب عام کہ صلحاء، مؤمنین بھی اس کی زد میں آ گئے۔ (عقبہ [۱۴] بن عامر) جس نے کسی (مسلمان کے) چھپے عیب کو دیکھا اور اس پر پردہ ڈالا گویا اس نے زندہ در گور لڑکی جلا لیا (د) ف کفار عرب خسر بننے سے عار کھاتے اور لڑکی کی ولادت کو عیب سمجھتے تھے اس لئے اس کے پیدا ہوتے ہی زندہ کو مٹی میں دبا دیتے تھے۔ کیا عجیب بلاغت بھرا کلام ہے کہ مسلمان کے عیب کے دفنانے اور چھپانے میں وہ ثواب ہے جو

دفن شدہ معصوم بچی کے نکالنے اور پردۂ قبر کے کھولنے میں ہے، اس لئے کہ دونوں کا نتیجہ ایک ہے. عیب پوشی سے مسلمان کی شرم قائم رہی اور معصیت پر دلیر نہ ہوا تو اس کو ہلاکت اخروی سے بچایا. نیز افشاء عام نہ ہونے سے ارتکاب معصیت میں عموم نہ ہوا. لہٰذا عذاب عام نہ آیا اور دُنیا آباد رہی. زندہ لڑکی کو گور سے نکالا تو اس کو زندگی ملی اور عورت ہی پر بقاءِ نسل کا مدار ہے اس لئے اس کو بچا کر گویا دُنیا کو آباد کیا. آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی اتنی رعایت کی کہ منافقوں کے نفاق کا باوجود مطلع ہو جانے کے افشا، نہ فرمایا حالانکہ وہ محض صورت کے مسلمان تھے۔ (ابو ہریرہ [۱۵])

نع: ایسا کبھی نہ ہوگا کہ کوئی بندہ دوسرے کا عیب چھپائے اور حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کا عیب نہ چھپائے۔

ف قیامت کے دن عیب چھپنے کی یہی صورت ہے کہ جہنم میں نہ بھیجا جائے بلکہ چپکے سے شکایت کر کے کہ کیوں میاں تم نے فلاں معصیت کی؟ اور اس کو شرم کے مارے پسینہ آجائے اور کانپ کر عرض کرے کہ ہاں اے رب ضرور کی. بس اتنی تنبیہ پر اس کو معافی دیدی جائے اور جنت میں بھیجدیا جائے "جیسا کام ویسا انجام" روزجزا کی خاص شان ہے اس لئے پردہ پوشی کا صلہ پردہ پوشی ہوئی اور اس کے لئے پروانۂ مغفرت دینا ضروری ہوا. دوسروں کے عیوب کی تلاش اور پردہ دری وہی کرے گا جس کا نفس اپنے آپ کو بے عیب اور پاک صاف سمجھے گا. اول تو کوئی بشر اس سے خالی نہیں. اور فرض کرو کہ کوئی اختیاری و اضطراری ہر عیب سے صاف ہو تو اعتبار خاتمہ کا ہے. کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ میرا آخری سانس ایمان اور بے گناہی پر ہوگا. پس جس کا مقدمہ اس خطرہ میں پڑا ہوا ہو اس کو کہاں ہوش کہ دوسروں کے پیچھے پڑے. ہاں اگر کسی کا عیب دوسروں پر بُرا اثر ڈالے تو اس کا اظہار جرم نہیں بلکہ مامور ہے. مثلاً ایک مسلمان عورت جس سے نکاح کرنا چاہتی تھی وہ غصیلے تھے. جب اس نے آنحضرتؐ سے مشورہ لیا تو آپ نے صاف فرما دیا کہ ان کے کندھے پر تو ہر وقت لاٹھی تنی رہتی ہے. یا مثلاً محدثین کا راویانِ حدیث کے متعلق ہر قسم کے عیب کا کھولنا کہ یہ حفاظتِ دین کے غرض سے ہے اور وہ خیر خواہی کے لئے تھا کہ مشورہ میں حقیقت کا چھپانا خیانت ہے اور مشورہ لینے والے کو قصداً نقصان پہنچانا ہے) اور ایک روایت میں ہے جس بندہ کی حق تعالیٰ نے دُنیا میں پردہ پوشی فرمائی بروز قیامت بھی اس کی ضرور پردہ پوشی فرمائے گا.

(س) ف اس میں تنبیہ ہے کہ تم بھی ہمارے بندہ ہو خود مختار نہیں لہٰذا ایمان کے احترام میں مؤمن کی جو پردہ دری حرام کی گئی ہے اس میں تم اور دوسرے مسلمان سب برابر ہو. چنانچہ جس طرح قتل حرام ہے اسی طرح خودکشی بھی جرم ہے. کیا ٹھکانا ہے اس شفقت کا کہ بندہ مرنے پر جان دیتا اور شیطان کے دھوکہ میں آکر کہتا ہے کہ اللہ کے نزدیک چھپا کھلا سب برابر ہے اور جب اللہ سے شرم نہیں تو مخلوق سے شرمانا ریا و نفاق ہے. مگر آقا کو اس پر ترس آتا اور سمجھاتا ہے کہ چور سے ڈاکو نہ بنو. مخلوق سے شرمانا اثر ہے حیا کا اور حیا علامت ہے ایمان کی جیسے عہدہ دار کی وردی کہ سرکاری ملازم ہونے کا پتہ اسی سے چلتا ہے. اس کی عزت کروگے تو کبھی نہ کبھی ترقی پاؤگے. بس آج مخلوق سے شرماتے ہو کل کو خدا سے شرمانا بھی نصیب ہوگا. ورنہ کم از کم سرکار کو اپنی وردی کا لحاظ ہوگا اور عام مجرموں کی طرح برسرِ عدالت جیل خانہ کا حکم نہ سنایا جائے گا. اور جب وردی ہی پھینک دی تو سرکار اور رعایا دونوں کی نظروں میں گر جاؤگے. رہا نفاق و ریا سو اس کی حقیقت ہے طاعت کا دکھانا مخلوق سے عزت کرانے کے لئے اور اس کی حقیقت ہے معصیت کا چھپانا ذلت سے بچنے کے لئے. پھر وہ ثمرہ ہے دین کی بیقدری کا کہ خصلت شیطانی ہے اور یہ ثمرہ ہے حیا کا کہ صفت رحمانی ہے. (زید بن وہب الجہنی [۱۶])

هما لابی داود۔ (واثلۃ[۱۸] بن الاسقع) رفعہ: لاتظهر الشماتة باخيك فيعافيه الله ويبتليك ؛ للترمذی (عائشۃ[۱۹]) كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا بلغہ عن الرجل لم يقل ما بال فلان؟ ولكن يقول ما بال اقوام يقولون كذا وكذا۔ لابی داود

الكبر[۱] والرياء[۳] والكبائر[۴]

(ابو سعید[۱] وابو ہریرہ) رفعا: يقول الله تعالیٰ العز ازاری والكبرياء ردائی فمن نازعنی[۵] شيئا منهما عذبته ؛ لمسلم ولابی داود وعن ابی ہریرۃ ؛ لہ (ابن مسعود[۲]) رفعہ: لا يدخل الجنة من كان فی قلبه مثقال حبة من كبر فقال رجل ان الرجل يحب ان يكون ثوبه حسنا ونعله حسنا قال ان الله جميل يحب الجمال الكبر بطر الحق وغمط الناس ؛ لمسلم والترمذی

ابن مسعود کے پاس ایک شخص لایا گیا لوگوں نے کہا کہ یہ فلاں (شرابی) ہے جس کی داڑھی سے شراب ٹپکتی رہتی ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیں تجسس کی ممانعت کی گئی ہے۔ ہاں کوئی بات خود ظاہر ہو جائے تو ہم اس کی گرفت کریں گے (د) **ف** جس طرح چھپے عیب کا تجسس اور افشاء ممنوع ہے اسی طرح اگر وہ خود کھل جائے تو گرفت سے چھوڑنا دین میں مداہنت اور جرم کی طرفداری ہے کہ دوسرے مجرموں کی ہمت بڑھے گی اور نئی معصیت کا سبق ملے گا تو وہی معصیت کا عموم پیدا ہو گا جو عذاب عام کا سبب تھا (دخین کاتب عقبہ) ہمارے چند پڑوسی شراب پیا کرتے تھے۔ میں نے انہیں منع کیا مگر وہ باز نہ آئے۔ میں نے عقبہ سے (کہ امیر مصر تھے) عرض کیا کہ ہمارے یہ پڑوسی شراب پیتے ہیں اور میں نے ان کو منع بھی کیا مگر وہ باز نہ آئے میرا ارادہ ہے کہ پولیس کو بلاؤں۔ فرمایا رہنے بھی دو پھر میں دوبارہ آیا اور یہی عرض کیا۔ فرمایا بندۂ خدا رہنے بھی دے۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اور وہی عقبہ والی حدیث بیان کی (کہ پردہ پوشی گویا زندہ درگور کا جِلانا ہے) **ف** مجرم کو پولیس کے حوالہ کرنے میں وہی فاحشہ کا طشت ازبام کرنا ہے اور چور کو ڈاکو بنانا ہے۔ رہا امر بالمعروف اور معصیت کے بقدر طاقت مٹانے کا حکم سو اس کا یہ مطلب ہے کہ نصیحت کرو اور خود جتنی کوشش اس کے مٹانے کی کر سکو وہ کرو۔ نہ یہ کہ خود یا پولیس کے ذریعہ افشا کر کے دبی نجاست کو کریدو اور بدبو پھیلاؤ۔ مگر یہ حکم عیوب کے متعلق ہے جس کی مضرت دوسروں تک متعدی نہو۔ جیسے زنا شراب نوشی وغیرہ۔ رہے جرائم جیسے سرقہ و ڈکیتی و قتل و ظلم سو ان کے حاکم تک پہونچانے یا پولیس سے مدد لینے میں حرج نہیں بلکہ ماموربہ ہے کہ مصالح عامہ مصلحت خاصہ پر مقدم ہیں۔ (واثلہ[۱۸] بن اسقع) رفعہ: اپنے بھائی (کو کسی معصیت یا مصیبت میں مبتلا دیکھ کر) اظہار مسرت نہ کر کہ اللہ اسے عافیت دیدیگا۔ اور تجھے مبتلا کر دے گا۔ (ت) **ف** دشمن کی تکلیف پر خوش ہونا اگرچہ عیب ہے مگر مخفی۔ اور ممکن ہے کہ غیر اختیاری ہو اس لئے اظہار مسرت کو کہ فعل اختیاری اور سبب ایذا مؤمن ہے موجب انتقام فرمایا (عائشہ[۱۹]) رفعہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی شخص کی طرف سے کوئی (غلطی یا معصیت کی) اطلاع ملتی تو آپ (وعظ میں نصیحت کرنے کے وقت) یوں نہ کہتے تھے کہ کیا ہو گیا فلاں کو بلکہ (گول لفظوں میں) اس طرح فرمایا کرتے تھے کیا ہو گیا لوگوں کو کہ ایسا اور ایسا کرنے لگے (د) **ف** اس میں نائبین رسالت کو تعلیم ہے کہ ضابطہ پوری کو کافی نہ سمجھیں بلکہ درد مند بنیں کہ کاش ساری مخلوق جنتی ہو جائے اور پھونک پھونک کر قدم رکھیں کہ نہ نصیحت سے چشم پوشی ہو نہ احترام ایمان کے خلاف۔ ذات سے محبت بھی ہو اور فعل سے نفرت بھی۔

تکبر اور نمود اور بڑے گناہ

(ابو سعید[۱] و ابو ہریرہ) رفعہ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے عزت میرا تہمد ہے اور کبریائی میری چادر۔ پس جس نے بھی اس کے متعلق مجھ سے ذرا بھی کھینچا تانی کی ہے میں نے اس کو عذاب دیا ہے۔ (س) تمام صفاتِ حسنہ حقیقۃً اللہ کیلئے

[۶] ای رده وابطالہ ۱۲ [۷] ای احتقارہم ۱۲

ولابی داود والہ (عمرو بن شعیب) عن ابیہ عن جدہ رفعہ: یحشر المتکبرون یوم القیامۃ امثال الذر فی صور الرجال یغشاہم الذل من کل مکان یساقون الی سجن فی جہنم یسمی بولس تعلوہم نار الانیار یسقون من عصارۃ اہل النار طینۃ الخبال:
للترمذی (ابو ہریرۃ) رفعہ لینتہین اقوام یفتخرون بآبائہم الذین ماتوا انما ہم فحم جہنم اولیکونن اہون علی اللہ من الجعل الذی یدھدہ الخراء بانفہ ان اللہ تعالیٰ قد اذہب عنکم عبیۃ الجاہلیۃ وفخرہا بالآباء وانما ہو مومن تقی او فاجر شقی الناس کلہم بنو آدم وآدم خلق من تراب: لابی داود والترمذی بلفظہ (ودعنہ) وقد رای رجلا یجر ازارہ وجعل یضرب

ثابت ہیں مگر صورۃً اور مجازاً انسان بھی اس سے متصف ہوتا اور رحیم و کریم و مربی وغیرہ کہا جا سکتا ہے بجز عز و کبریائی کے کہ جس طرح ایک چادر اور تہمد میں دو شخص نہیں سما سکتے اسی طرح یہ دونوں صفتیں حق تعالےٰ کے لئے مخصوص ہیں کہ برائے نام بھی کوئی ان سے متصف نہیں ہو سکتا۔ پس اگر کسی نے کھینچا تانی کر کے بناوٹی تعزز و تکبر کا لباس پہنا تو بڑا بننے کی جگہ دنیا ہی میں ذلت کا عذاب چکھا ہے۔ ایک زمیندار کا سرکاری سپاہی کی وردی پہن کر حکومت جتانا سنگین جرم ہے چہ جائیکہ تخت و تاج میں منازعت کرنا جو بادشاہ کے لئے مخصوص چیزیں ہیں اور شاہانہ اختیارات عمل میں لانا کہ اس ناقابل عفو بغاوت میں تو وزیر کی شفاعت بھی قابل سماعت نہیں۔ (ابن مسعودؓ رفعہ) جس کے قلب میں دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ آدمی کو بھاتا ہے کہ اس کا کپڑا بھی اچھا ہو اور جوتہ بھی اچھا ہو۔ فرمایا اللہ صاحب جمال ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر تو حق بات کا دھکیلنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے (م ت د) **ف** خوبیوں کو خوبی سمجھنا اور خواہش کرنا کہ مجھے بھی نصیب ہوں انسان کا فطری امر ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اس خواہش کا محرک کیا ہے۔ اگر یہ ہے کہ اللہ میں سب خوبیاں ہیں اور اس کو اپنے بندوں کی بھی خوبیاں پسند ہیں اس لئے مجھے بھی ظاہری اور باطنی خوبیاں حاصل کرنا چاہئیں تاکہ اس کے پسند آؤں۔ تو یہ اثر ہے محبت کا اور خود ایک خوبی کی خصلت ہے۔ اسی لئے اللہ کو پسند ہے۔ اس کا ثمرہ یہ ہو گا کہ شریعت کا غلام بن کر صورتاً اور سیرت دونوں کو سنواریگا اور جو خوبی حاصل ہوتی جائے گی اس کو خداداد نعمت سمجھے گا۔ بار احسان سے گردن جھکیگی منعم کا شکر گذار ہو گا۔ ان کے چھن جانے کا خوف رہے گا اور دعا کرے گا کہ یہ نعمت قائم رہے۔ جو لوگ اس نعمت سے محروم ہیں ان پر ترس کھائیگا اور ان کو بھی اپنا جیسا بنانے کی کوشش کرے گا کہ محبوب کو تو سب ہی کی خوبیاں پسند ہیں۔ اور اگر اس خواہش کی غرض یہ ہو گی کہ لوگ مجھے بڑا سمجھیں گے اور زیر اثر رہیں گے تو یہ تکبر اور فرعونیت ہے اس کا اثر یہ ہو گا کہ تمام خوبیوں کا اپنے کو مستحق سمجھے گا اور جو نعمت حاصل نہ ہو گی یا اس کو بھی حاصل شدہ ظاہر کرے گا۔ اترائیگا۔ شکر گذاری سے محروم اور زوال نعمت سے نڈر ہو گا۔ لباس گفتار رفتار نشست و برخاست خورد و نوش بول و براز سب ہی باتوں میں امتیازی شان رکھے گا کہ سب کے برابر اور شریک حال رہنا کسر شان ہے۔ مخلوق پر جبر و ظلم کرے گا اور ان کو گدھا گھوڑا سمجھ کر اپنا محکوم اور آلہ کار قرار دیگا۔ غرض کہ حق بات کو کہ نطفۂ منی سے پیدا ہوا اور گل سڑ کر مور دہار کی غذا بننے والا ہے دھکے دے گا۔ ممکن ہے متکبر کا نفس دھوکہ دے کہ بڑائی بھی ایک خوبی ہے جو اللہ کو حاصل ہے لہٰذا اس خوبی کا بھی بندہ میں آنا خدا کو پسند ہو گا مگر یاد رکھے کہ یہ صرف اللہ کے لئے خوبی ہے اس لئے کہ اس کی خانہ زاد ہے اور اسی لئے وہ مستحق عبادت ہے۔ بندہ کے لئے خوبی اس کی ضد یعنی غلامی ہے پس اگر متکبر خدائی صفت کا بندہ میں آنا اچھا سمجھتا ہے تو پہلے اپنے کو بندہ تو سمجھ لے اور جب بندہ سمجھ لیا تو اب معبودیت کو اپنے لئے خوبی سمجھنا عقلاً محال ہو گیا کہ اجتماع ضدین ہے۔ نیز اگر اسکو خوبی سمجھتا ہے تو ساری مخلوق کے لئے خوبی ہو گی کہ بندے تو سب ہی ہیں اور اس صورت میں اپنی بڑائی پھر ہاتھ سے جاتی رہی کہ چھوٹا کوئی رہا ہی نہیں۔ الحاصل تکبر اگر اس حد کو پہنچ گیا کہ اللہ کا

الارض برجلا وهو امیر علی البحرین فقال له قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا ینظر یوم القیامۃ الی من جر ازارہ بطرًا قال وکان ابو هریرۃ یستخلف علی المدینۃ فیأتی بحزمۃ الحطب علی ظهرہ فیشق السوق ویقول طرقوا للامیر حتی ینظر الناس الیہ۔ لمالك والشیخین بلفظ مسلم (ابن عمرؓ) رفعہ: بینما رجل ممن کان قبلکم یجر ازارہ من الخیلاء خسف بہ فهو یتجلجل فی الارض الی یوم القیامۃ۔ للبخاری والنسائی وللدارمی عن ابی هریرۃ مثلہ وزاد: ان فتی فی حلۃ لہ قال لہ

بندہ بننے سے بھی عار آتی ہے تب تو صریح کفر ہے اور اللہ کا مقابلہ ہے اور دخولِ جنت قطعًا حرام۔ اور اگر ایمان قائم ہے تو ایسا ہے جیسے جنبی۔ کہ جب تک ایک بال بھی جنابت کا اثر باقی رہے گا وہ مسجد میں نہ جا سکے گا۔ ہاں دنیوی یا اُخروی ذلتیں اٹھا کر جس وقت دماغ ٹھکانے آجائے گا تو داخلہ نصیب ہو جائے گا۔ (عمرو بن شعیبؓ) تکبر کرنے والے بروزِ قیامت ذروں کی طرح محشر میں لائے جائیں گے کہ ان کی صورتیں آدمیوں کی سی ہوں گی۔ ہر طرف سے ذلت ان پر چھائے گی۔ ان کو جہنم کے جیل خانہ کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام بولس ہے کہ آگوں کی آگ ان کے اوپر ہو گی۔ دوزخیوں کی پیپ یعنی طینۃ الخبال ان کو پلائی جائے گی (ت) ف انسان ایک عالیشان محل کا نقشہ مکھی کے سر کی برابر کاغذ پر اُتار کر انگوٹھی میں لگا دیتا ہے کہ خوردبین سے دیکھو تو اینٹ کا بال تک اس میں نظر آتا ہے۔ پھر قدرت والے خدا کو جس نے ہاتھی کا پورا نقشہ مچھر میں دو پر کے اضافہ سے اُتار دیا ہے کون مشکل ہے کہ متکبر انسان کو ذلیل کرنے کے لئے ذرہ کے جثہ میں لے آئے کہ جانور تک اپنے پاؤں سے روندیں۔ پھر چونکہ حاکمانہ صورت میں وہ اپنے بھائیوں پر غصہ کی آگ برساتے تھے لہٰذا جہنم کے جیل خانہ کا قیدی بنا کر وہ آگ ان کے سر سے اونچی بھڑکائی جائے گی جس کا ایندھن بھی لکڑیوں کی جگہ آگ ہی ہے۔ (ابوہریرہؓ) رفعہ: یا تو باز آجاویں وہ لوگ کہ اپنے ان باپ دادا پر فخر کرتے ہیں جو مر چکے کہ وہ جہنم کا کوئلہ بنے ہوئے ہیں۔ ورنہ یہ اللہ کے نزدیک اس گُو کے کیڑے سے بھی زیادہ حقیر ہوں گے۔ جو اپنی ناک سے نجاست کو دھکیلتا ہے۔ اللہ نے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادا پر فخر کرنا تم سے دور کر دیا۔ بس آدمی یا مومن متقی ہے یا فاجر بدنصیب۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کی پیدائش مٹی سے ہوئی (پھر خاکی نژاد کیا خاک فخر کرے۔) (د ت) ف تکبر بالعموم پانچ خوبیوں میں ہوتا ہے۔ علم۔ تقویٰ۔ حسب۔ مال۔ جمال۔ علم اور تقویٰ میں تکبر کرنا خود علم اور تقویٰ کے خلاف ہے ایسا عالم درحقیقت جاہل ہے اور ایسا متقی بلاشبہ فاسق۔ پھر نہ اس کا اطمینان کہ علم و تقویٰ ریا و نمود سے خالی ہے نہ اس کا یقین کہ مرتے دم تک قائم رہے۔ حالانکہ اعتبار آخری سانس کا ہے۔ حسب میں تکبر یا باپ دادا کی بُزرگی پر ہوتا ہے کہ ہم پیرزادہ ہیں یا نسب کی شرافت پر کہ ہم قریش ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ نومسلم تھے اور ان کے باپ دادا کافر۔ پس بیٹا جب تکبر کے سبب بزرگی سے خود محروم ہے تو اپنے بزرگ باپ پر فخر کرنا ایسا ہے جیسے ڈینگ مارے کہ میرا باپ رستم پہلوان تھا اور خود منہ پر سے مکھی بھی نہ اڑا سکے۔ اور اگر باپ دادا کفر پر مرے ہیں اور ان کا نطفہ ہونے پر فخر کرتا ہے تو ایسا ہے جیسے گُو کا کیڑا۔ کہ نجاست کو ناک سے دھکیلتا اور اپنے آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا ہے۔ رہا مال پر تکبر سو ظاہر ہے کہ آنے جانے والی چیز ہے اور خود مالدار اسوقت ہوا ہے جبکہ مال دوسرے کے ہاتھ سے نکلا ہے۔ تو ایسے ہرجائی پر اترانا کون عقلمندی ہے جو آج تمہاری بغل میں ہے تو کل کو دوسرے کی گود میں۔ جمال کی حقیقت سب کو معلوم ہے کہ بول و براز کے ڈھیر کو صاف چمڑے سے مڑھ دیا گیا ہے۔ آج ذرا چیچک نکل آئے تو سارا حسن گھناؤنا بن جائے۔ ہاں شرافت نسبی وغیرہ وہبی نعمتوں پر فخر اگر براہ تکبر نہ ہو بلکہ تحدیثِ نعمتِ رب اور شکرِ منعم کے لئے ہو یا جہاد میں کفار کے مقابلہ پر ہو تو مستحسن ہے۔ کہ انا ابن عبد المطلب کا رجز آنحضرت سے ثابت ہے اور یہ ایسا ہے جیسا قتل نفس کہ ظلم ہے مگر جہاد

کَ ذٰلِکَ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ ھٰکَذَا کَانَ مَشْیِیْ ذٰلِکَ الْفَتَی الَّذِیْ خُسِفَ بِہٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِیَدِہٖ فَعَثَرَ عَثْرَۃً کَادَ یَنْکَسِرُ مِنْھَا فَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ

ہیں مامور۔ اسی طرح تقویٰ و دیگر کسی نعمتوں پر تکبر حرام ہے مگر خوش ہونا کہ اللہ نے توفیق خیر بخشی اور فاجر و محروم نہ بنایا محمود اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم پر ایمان لانا ہے۔ اور یہ فرق کہ تکبر ہے یا فرح بالنعمۃ ہے اثرات سے معلوم ہوگا کہ تکبر میں تحقیر خلق اور اترانا ہوگا اور فرح میں خشوع و مسکنت اور بقا کی دعا و زاری (الیضاً) انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنا تہمد نیچے لٹکائے زمین پر پاؤں مار کر چلتا تھا اور وہ بحرین کا حاکم تھا آپ نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں جو اتراتا ہوا اپنے تہمد کو زمین پر لٹکا کر چلا۔ اور ابو ہریرہ مدینہ کے خلیفہ بنائے جاتے تو اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر بیچ بازار میں کو نکلتے اور پکارتے جاتے تھے کہ امیر کو راستہ دید و تا کہ لوگوں کی نظریں ان پر پڑیں۔ (طاق) ف یعنی اپنے آپ کو اس موقع پر امیر جتانا اس غرض سے تھا کہ لوگ دیکھ لیں کہ حاکم ضلع اس حالت سے آرہے ہیں۔ ایک حالت مشترک ہوتی ہے مگر قرینہ سے پتہ چل جاتا ہے کہ براہِ تکبر ہے یا تواضع۔ چنانچہ یہی صدا اگر جلوس کے طمطراق میں ہو تو مقصود یہ ہوگا کہ عوام الناس گدھے گوڑھے کے حکم میں ہے اور ان کو زیبا نہیں کہ امیر جس راستہ چلے وہ بھی اسی راستہ چلیں۔ حکومت میں تکبر پیدا کرنے کا ایک خاص اثر ہے بلکہ نفس اپنے عیب کو ہنر بتاتا اور اس کو سبب رعب و لازمۂ سیاست قرار دیدیتا ہے اس لئے حضرت ابو ہریرہ کو ایسا کرنا پڑا کہ ادھر نفس کا چور سر نہ اٹھائے اور ادھر رعایا کو عملی سبق ملے۔ کہ ایسا سمجھنا مشاہدہ کے خلاف ہے۔ پھر اگر متکبر کا رعب بھی ہوتا ہے تو صرف اجسام پر اور محض صورۃً۔ اور تواضع کا رعب پڑتا ہے قلوب پر اور حقیقۃً۔ اور اگر کبھی تکبر کے بغیر حکومت نہ ہو سکے تو ایسی حکومت بھی حرام ہے جیسے کسی سلطنت کا قانون ہو کہ ناک کٹائے بغیر قلمدانِ وزارت نہ ملے گا تو ایسی وزارت کو دور ہی سے سلام ہے۔ متکبر کی طرف اللہ کا نہ دیکھنا بمعنی غصہ کے ہے کیونکہ جس پر غصہ آتا ہے انسان اُس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ زمین پر پاؤں مار کر دھما کے سے چلنا اور لباس کا اتنا نیچا رکھنا جو زمین سے رگڑتا چلے تکبر کی خاص علامت ہے۔ کہ جس زمین پر سب آدمی بلکہ کتے اور گدھے بھی چل رہے ہیں۔ اسی پر یہ بھی چلے اس کو اپنی کسرِ شان معلوم ہوتی ہے۔ اس کا ترفع چاہتا ہے کہ لوگوں کے سروں پر چلوں مگر یہ کسی طرح بن نہ پڑا تو زمین کو تحقیر کی غرض سے ہر قدم پر ٹھوکر ماری اور لباس نیچا کر کے اپنے قدم چھپا لئے کہ کم از کم لوگوں کو میرا زمین پر چلنا نظر نہ آئے۔ بندوق کی گولی حالانکہ تو لہ برابر ہے مگر خطرناک ہے اس لئے ماں اپنے بچہ کو اس کی زد سے بھی پچاس قدم پرے لیجاتی ہے۔ اسی طرح پیغمبرؐ نے اس غرض سے کہ امت کو تکبر کی آنچ بھی نہ لگے سارا قدم کھلا رہنے کا حکم دیا۔ پھر اعتدال کی رعایت کی کہ ادھر گھٹنا ہے جو ستر کی حد ہے اور اُدھر قدم ہے جس کی حد ٹخنہ ہے۔ چھپانے اور کھولنے کی فرضیت میں دو طرفہ احتیاط کو مساوی تقسیم کر دیا کہ نصف ساق تک تہمد یا پائنچہ لٹکانا مستحب ہے اور دو طرفہ حد کے اندر بڑھانا گھٹا لینا جائز۔ موزہ و جراب چونکہ نہ لباس میں داخل ہے نہ اس کو پہنکر چلنے سے کبر کا وہ منشا پورا ہوتا ہے کہ زمین پر چلتا نظر نہ آوے۔ لہٰذا ایسا ہے جیسا کسی ضرورت سے سارے قدم پر پٹی باندھ لینا۔

چونکہ شریعت نے ہر حال میں اعتدال کو پسند کیا ہے لہٰذا جیسا تکبر حرام ہے اسی طرح تذلل بھی حرام ہے کہ وہ تحقیر ہے خلق اللہ کی اور یہ تحقیر ہے اپنے نفس کی۔ اور اپنا نفس بھی خلق اللہ میں داخل ہے۔ پس جس درجہ کی نعمت حق تعالےٰ نے دی ہے اس سے اوپر چڑھنا تکبر ہے اور نیچے اترنا تذلل ہے۔ مثلاً دولت مند ہے تو غریبوں کو حقیر سمجھنا اور فقیروں کو دھکے دینا تکبر ہے اور میلے پھٹے کپڑے پہننا یا بھیک مانگنا تذلل۔

المستهزئین (جبیرؓ بن مطعم) قال یقولون فیَّ التیہ وقد رکبت الحمار ولبست الشملۃ وحلبت الشاۃ وقد قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم من فعل ھذا فلیس فیہ من الکبر شیئ ؛ للترمذی (ابوھریرۃؓ) رفعہ: ان اللہ اذا کان یوم القیامۃ ینزل الی العباد لیقضی
بینھم وکل امۃ جاثیۃ فاول من یدعو بہ رجل جمع القرآن ورجل قتل فی سبیل اللہ ورجل کثیر المال فیقول اللہ للقاری الم
اعلمک بما انزلت علی رسولی؟ فقال بلیٰ یارب قال فماذا عملت فیما علمت؟ قال کنت اقوم بہ اٰناء اللیل واٰناء النھار فیقول
اللہ کذبت وتقول الملائکۃ کذبت ویقول اللہ لہ بل اردت ان یقال فلان قاری وقد قیل ذلک ویؤتی بصاحب المال
فیقول اللہ الم اوسع علیک وحتی لم ادعک تحتاج الی احد؟ قال بلی یارب قال فماذا عملت فیما اٰتیتک؟ قال کنت اصل الرحم

چنانچہ تندرست جوان کو جو اپنی روزی کما سکے سوال کرنا حرام ہے اور فلیر اثر نعمتہ علیک. اللہ کی نعمت کا اثر تم پر نمایاں ہونا
چاہیئے. بین بین حالت کا نام تواضع ہے. مگر نفوس میں چونکہ غلبہ تکبر کا ہے اور مضرت بھی اس کی شدید ہے اور
متعدی ہے اور وہ مرض بھی دق کی طرح ایسا ہے کہ خود مدقوق کو بھی اس کا احساس نہیں رہتا. اس لئے اطبائے
روحانی نے اس کا زیادہ اہتمام کیا ہے حتی کہ جس طرح ایک طرف جھکی ہوئی کمان کو سیدھا کرنے کی یہی صورت ہے
کہ اس کو اتنا ہی دوسری طرف موڑ دو اسی طرح متکبر نفس کو متواضع بنانے کا علاج صرف یہی ہے کہ تذلل اور
فروتنی کی صورتیں اختیار کرتا رہے. ہاں جب طبیعت کے سادگی پسند بن جانے کا امتحان ہو جائے کہ اپنی ضروریات
کے خود انجام دینے میں عار نہیں آتی. مباح پیشوں سے نفرت نہیں ہوتی. عام لوگوں کے پاس بیٹھنے اٹھنے میں
تکلف نہیں ہوتا. کوئی حق بات بتائے تو غصہ نہیں آتا کھانے پہننے میں حلال ذریعہ سے جیسا برا بھلا ملجائے یہ خیال
نہیں ہوتا کہ لوگ کیا کہیں گے تو اللہ کا شکر کرو کہ تواضع کی نعمت نصیب ہوئی اور اب ڈرتے رہو کہ چھن نہ جائے.
(ابن عمرؓ) نعم، تم سے پہلی امت میں کا ایک شخص براہ تکبر تہمد لٹکا کر چلتا تھا اس کو دھنسا دیا گیا پس وہ قیامت تک زمین
میں اترتا رہے گا. (عجیب نہیں یہ قارون کا قصہ ہو جسے مال نے متکبر بنا دیا تھا) خ ئ. دارمی میں ابوہریرہ سے
یہی روایت ہے اور اتنا اضافہ ہے کہ جوان نے جو یمنی چادر اور تہمد میں (متکبرانہ چل رہا تھا) آپ سے کہا کہ اے
ابوہریرہ کیا وہ جوان جس کو دھنسایا گیا اسی طرح چلا کرتا تھا؟ پھر اپنا ہاتھ سینہ پر مارا. دفعۃً ٹھوکر کھائی کہ قریب
تھا گر پڑے ہو جائے تب ابوہریرہ نے یہ آیت پڑھی. انا کفیناک المستھزئین. مذاق اڑانے والوں کو ہم خود سمجھ لیں گے.
(جبیرؓ بن مطعم) لوگ کہتے ہیں کہ میرے اندر تکبر ہے حالانکہ میں نے دراز گوش پر سواری کی اور چادر اوڑھی
اور بکری کا دودھ دوہا. اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کئے اس میں کچھ بھی
تکبر نہیں. (ت) ف تکبر چونکہ نفسانی کیفیت ہے اور کسی کو نظر نہیں آسکتی اس لئے آثار و علامات
ہی سے اس کا پتہ چلایا گیا ہے. چونکہ ترفع پسند ان کاموں کو عار سمجھتا ہے اس لئے ان کا کرنے والا سادہ
طبیعت اور متواضع قرار پایا. (ابوہریرہؓ) نعم، حق تعالےٰ جب قیامت کا دن ہوگا تو بندوں کی طرف
توجہ فرمائے گا تاکہ ان کے مقدمات فیصل فرمائے اور ہر امت (ہیبت کے مارے) گھٹنوں کے بل بیٹھی
ہوگی. پس سب سے پہلے جن کو بلائے گا وہ (تین شخص ہوں گے) ایک وہ جس نے قرآن (کے معنی کو)
سینہ میں جمع کیا (اور عالم بنا) اور ایک وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں قتل کیا گیا اور ایک زیادہ مال
والا. پس حق تعالےٰ عالم سے فرمائے گا کہ جو (شریعت) میں نے اپنے پیغمبر پر اتاری تھی کیا تجھ کو اس کا
عالم نہیں بنایا؟ عرض کرے گا بے شک بنایا. فرمائے گا پھر میرے دیئے ہوئے علم کے متعلق تو نے کیا

واتصدق فیقول اللہ لہ کذبت وتقول الملائکۃ کذبت ویقول اللہ بل اردت ان یقال فلان جواد فقد قیل ذلک ثم یؤتی بالذی قتل فی سبیل اللہ فیقول اللہ فیماذا قتلت؟ فیقول امرت بالجہاد فی سبیلک فقاتلت حتی قتلت فیقول اللہ کذبت وتقول الملائکۃ کذبت ویقول اللہ بل اردت ان یقال فلان جری فقد قیل ذلک ثم ضرب صلی اللہ علیہ وسلم علی رکبتی فقال یا ابا ھریرۃ اولئک الثلاثۃ اول خلق اللہ تسعر بہم النار یوم القیامۃ ۔ مسلم والترمذی والنسائی

عمل کیا؟ عرض کرے گا کہ میں شب و روز (کتب بینی و تصنیف و تعلیم کے ذریعہ) اس کی حفاظت میں لگا رہتا تھا حق تعالےٰ فرمائے گا تو جھوٹ بکتا ہے۔ اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ بکتا ہے حق تعالےٰ اس سے فرمائے گا بلکہ تیرا مقصود یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص بڑا مولوی ہے اور یہ کہا جا چکا (لہٰذا اجرت مل چکی اور اب اجر کی خواہش بے محل ہے) اور صاحب مال کو لایا جائے گا پس حق تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھکو وسعت نہیں بخشی تھی حتیٰ کہ کسی کا بھی تجھے محتاج نہیں رکھا عرض کرے گا بے شک اے میرے رب ضرور بخشی۔ فرمائے گا پھر میرے دیئے ہوئے میں تو نے کیا کیا؟ عرض کرے گا میں صلہ رحمی اور خیرات کیا کرتا تھا۔ حق تعالےٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا اور فرشتے بھی کہیں گے تو نے جھوٹ بولا۔ اور حق تعالےٰ فرمائے گا بلکہ تیرا مقصود یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص بڑا سخی ہے۔ اور یہ کہا جا چکا۔ پھر اس کو لایا جائے گا جو اللہ کے راستہ میں قتل ہوا۔ پس حق تعالےٰ فرمائے گا تو نے کس راہ میں جان دی؟ عرض کرے گا آپ نے اپنے راستہ میں جہاد کا حکم دیا تھا لہٰذا میں لڑا یہاں تک کہ جان دیدی حق تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے۔ اور حق تعالیٰ فرمائے گا بلکہ تیرا مقصود یہ تھا کہ کہا جائے فلاں شخص بڑا بہادر ہے۔ چنانچہ کہا جا چکا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابوہریرہ اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے شخص جن سے دوزخ کو قیامت کے دن دھونکا جائے گا یہی تین ہوں گے۔ (م ت ن) ف ریا کی حقیقت ہے اپنی عبادت کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں میں عزت چاہنا۔ تکبر اور تفاخر ہر خوبی میں ہو سکتا ہے اگرچہ عبادت نہ ہو جیسے حسن شرافت شاعری پہلوانی وغیرہ مگر ریا صرف عبادت میں ہو گا۔ چنانچہ نفس علم اور دولت عبادت نہیں ہے لہٰذا محل تکبر ہے مگر تعلیم و تعلم اور مال کا خرچ کرنا عبادت ہے لہٰذا محل ریا ہے۔ متکبر اپنے آپ کو عزت و کبریائی کا مالک و مستحق سمجھتا ہے اور ریا میں اسکی طلب ہوتی اور عبادت کے بدلہ خریدی جاتی ہے۔ متکبر مخلوق کو حقیر اور انسانیت سے گرا کر گویا گدھا گھوڑا سمجھتا ہے اور ریاکار مخلوق کو عزت و ذلت کا معطی سمجھ کر گویا شریک خدا ٹھہراتا ہے اس نتیجہ میں دونوں شریک ہیں کہ مخلوقِ خدا کے قلوب و اجسام پر قبضہ جماتے ہیں کہ سب ہماری مدح سرائی میں اطاعت کیا کریں اور خدمت و رفع ضروریات میں لگا کریں۔ ریاکاری کی مثال ایسی ہے جیسے بدنیت ملازم آقا کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہو کر صورت دکھائے غلامی کی مگر مقصود ہو اس کی کنیز کا تکنا۔ پس وہ عبادت جس کی غرض صرف اللہ کی خوشنودی ہونا چاہیئے جب دنیوی غرض کو مشتمل ہو گئی تو شرک کا شبہ ہو گیا اور اسی لئے ریا کو شرک اصغر کہا گیا ہے۔ پھر اگر اصل عبادت یعنی ایمان میں ریا ہے اور وہ بھی اتنا بالا کہ اسلام کا اظہار محض گوشت کھانے کے لئے ہے تب تو صریح نفاق ہے اور اگر عبادت میں ہے تو مشرکانہ صورت اور منافقانہ عمل ہے۔ پھر عبادتوں کے درجات بھی مختلف ہیں اور اغراض بھی مختلف اور طلب و خواہش کے مراتب بھی مختلف۔ لطیف و خبیر شاہنشاہ بروز جزا کھولدے گا کہ کس درجہ کا ریا ہے اور اس کے اعتبار سے ریا کی مضرت میں کم و بیش کیا فرق ہونا چاہیئے مگر اس غلطی میں سب شریک ہوں گے کہ دوشالہ جو صرف شاہی دربار میں پہنچ کر جانے کے لئے تھا ایک مٹھی چنوں کے

بقصة (وعنہ) رفعہ: تعوذوا باللہ من جب الحزن قالوا وما جب الحزن؟ قال واد فی جہنم تتعوذ منہ جہنم کل یوم مائۃ مرۃ قیل ومن یدخلہ؟ قال القراء المراءون باعمالہم: للترمذی (وعنہ) رفعہ: قال اللہ تعالیٰ انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا اشرک فیہ معی غیری ترکتہ وشرکہ: لمسلم (وعنہ) ان رجلا قال یا رسول اللہ الرجل یعمل العمل فیسرہ فاذا اطلع علیہ اعجبہ ذلک فقال صلی اللہ علیہ وسلم اجران اجر السر واجر العلانیۃ: للترمذی وقال فسر بمن یعجبہ ثناء الناس علیہ بالخیر لحدیث انتم شہداء اللہ فی الارض اما اذا اعجبہ لیعلم الناس منہ الخیر ویکرموہ ویعظم علی ذلک فہذا ریاء وقیل اذا اعجبہ رجاء ان یعمل بعملہ فیکون لہ مثل اجورہم فہذا لہ مذہب ایضا: (ابو بکرۃ) رفعہ الا انبئکم

بدلہ بیچ لیا۔

چونکہ علم پر نفس اسلام کا مدار ہے کہ اللہ کون ہے اور اس کی عبادت کس طرح ہونی چاہیئے۔ یہ علم دین ہی سے معلوم ہوگا۔ اور جہاد پر شعائر اسلام کا مدار ہے کہ یہ نہ ہوگا تو کفار طرق اسلام کو معدوم کر دیں گے۔ اور سخاوت پر بقاء مسلمین کا مدار ہے کہ فقر اکثر سبب کفر بن جاتا ہے۔ لہٰذا عدالت عالیہ میں یہی عاملین مدعیانِ کمال اوّل پیش ہوں گے اور ان کی عبادتوں میں کہ اصول عبادات ہیں ریا و اخلاص کی جرح ہوگی ہر چند کہ ریا کا مادہ قلب سے تعلق رکھتا ہے اور بجز خدا کے دوسرے کو نظر نہیں آسکتا مگر محض اتنا قرینہ کہ ایک شخص نے شب میں تہجد پڑھا مگر دن میں صبح کو لوگوں سے اس کا تذکرہ کیا اور جب سننے والوں نے اس کو تہجد گذار کہا تو اس کا چہرہ خوشی سے دمک گیا۔ اس کی خبر دے رہا ہے کہ اخلاص نہ تھا بلکہ دکھاوا اور شب بیدار کہلانا مقصود تھا۔ لہٰذا فرشتوں نے بھی سرکاری گواہ بن کر ریا کاروں کے کاذب ہونے کی بلا طلب شہادت دیدی۔ اور جب کھل گیا کہ عبادت سے جو غرض تھی یعنی دنیوی شہرت و مدح سرائی وہ مل چکی تو ثواب عبادت بصورت شرک رہ گئی۔ کہ تمام نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ اور اس پر طرہ منافقانہ طریق پر اللہ کو دھوکہ دینا۔ لہٰذا سزا کا بنیادی پتھر انہیں کو بنایا جائے گا کہ انسان کو سچا یقین ہو کہ اللہ ہی مستحق عبادت ہے اور اس کی خوشنودی سب سے بڑی نعمت ہے۔ آخرت اور اس کا ثواب واقعہ ہے جس میں شک نہیں اور گو ادھار ہے مگر یقینی اور ان گنت ہے اور پاپیج و محتاج بن جانے کے وقت پنشن کی طرح بلا محنت اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملنے والا ہے۔ تو عبادت کو کہ اسی کی دی ہوئی طاقت اور توفیق سے نعمت غیر مترقبہ بن کر نصیب ہوگئی ہے۔ اس موہوم دنا پائیدار عزت و مدح سرائی کے بدلہ کبھی نہ بیچے جس کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ آج مرے کل دوسرا دن۔ (ایضاً) رفعہ: اللہ کی پناہ مانگو جب الحزن (چاہ غم) سے۔ صحابہ نے پوچھا کہ جب الحزن کیا چیز ہے؟ فرمایا جہنم کا ایک جنگل ہے جس سے جہنم بھی روزانہ سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے عرض کیا اور اس میں داخل کون ہوگا؟ فرمایا وہ علماء جو دکھاوے کے لئے عمل کرتے ہیں (ت) (ایضاً) رفعہ: حق تعالیٰ فرماتا ہے شریکوں میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز میں ہوں۔ جو شخص بھی کوئی ایسا عمل کرے گا جس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کرے گا میں اس کو اس کے شریک پر چھوڑ دوں گا۔ (کہ اسی سے اجر بھی لے) (م) (ایضاً) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ انسان ایک عمل چھپا کر کرتا ہے مگر جب کسی کو اس کی اطلاع ہو جاتی ہے تو اس کو خوشی ہوتی ہے آپ نے فرمایا اس کے لئے دوہرا ثواب ہے۔ ایک ثواب چھپانے کا اور ایک ثواب ظاہر ہو جانے کا (ت) ف ایک شخص تمہاری دعوت کرے اگر اس کی یہ غرض ہے کہ تم نمکخوار بنو اور جب اس کی خدمت نہ کرو تو وہ نمک حرام کہے۔ اس کھانے سے تم کو نفرت ہوگی اور اگر بھائی سمجھ کر کھلا رہا ہے کہ باہم محبت بڑھے تو تم خوش ہوؤ گے اور کھانے میں مزہ آئے گا۔ یہی حال تمام اعمال کا ہے۔ بالخصوص اخلاق کا کہ نیت کو ان میں بڑا دخل ہے

باکبر الکبائر ثلاثۃ الاشراک باللہ وعقوق الوالدین الا وشھادۃ الزور وقول الزور وکان متکئا فجلس وما زال یکررھا حتی قلنا لیتہ سکت ۔ للشیخین والترمذی (ابو ھریرۃ) رفعہ: اجتنبوا السبع الموبقات قیل یا رسول اللہ وما ھن؟ قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل مال الیتیم والزنا والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات ۔ للشیخین وابی داود والنسائی (عبید بن عمیر) عن ابیہ: ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال وقد سألہ رجل عن الکبائر فقال ھن تسع فذکر الشرک والسحر وقتل النفس واکل الربا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات وعقوق الوالدین واستحلال البیت الحرام قبلتکم احیاء وامواتا ۔ لرزین (ابن عمرو بن العاص) رفعہ: الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس ۔ للبخاری والترمذی والنسائی (بریدۃ) رفعہ: ان اکبر الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین ومنع فضل الماء ومنع الفحل ۔ للبزار بضعف

پس ایک شخص نے ریا سے بچنے کا اہتمام کیا اور تنہائی میں نماز پڑھی۔ پھر لوگوں کو کسی طرح اس کی اطلاع ہو گئی اور جب اس نے سنا کہ لوگ میری عبادت سے باخبر ہو گئے تو دل خوش ہوا۔ پس یہ خوشی اگر اس وجہ سے ہوئی کہ اب میری عزت بڑھ جائے گی اور لوگ مجھے عابد کہیں گے تو بے شک ریا ہے کہ جو نتیجہ دکھا کر نماز پڑھنے سے نکلتا وہ چھپا کر پڑھنے سے نکل آیا۔ اور اگر یہ خوشی اس لئے ہوئی کہ چھپا کر تو عیب اور معصیتیں بھی کرتا ہوں مگر اللہ کریم کا فضل ہے کہ عیوب پر پردہ ڈالے رکھا اور ظاہر کیا طاعت کو۔ یہ خوشی فبذلك فلیفرحوا میں داخل اور محمود ہے۔ یا مثلاً اس لئے خوشی ہوئی کہ مسلمانوں کی زبانوں پر میری نکوکاری کا تذکرہ ہونا علامت ہے کہ حق تعالیٰ نے یہ عمل قبول کیا اور مجھے حسن خاتمہ نصیب ہو گا کیونکہ مومنین دنیا میں اللہ کے گواہ بنائے گئے ہیں پس سرکار کے نزدیک جو شخص مستحق تعریف ہو گا سرکاری گواہوں کی زبان سے اسی کی تعریف کرائی جائے گی۔ یا مثلاً خوشی اس امید پر ہے کہ میرا عمل نیک ظاہر ہو کر دوسروں کی رغبت کا سبب بنے گا اور آگاہ ہو جانے والے بھی عبادت گذار بن جاویں گے تو نیکی کرنے اور کرانے کا دوہرا اجر ملے گا۔ امام ترمذی نے یہی دو وجہ بصورت تفسیر بیان کی ہیں۔ (ابو بکرۃ) رفعہ: کیا تم کو بہت بڑے گناہوں کی باخبر نہ کروں؟ وہ تین ہیں۔ اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا یعنی ریا و نمود اور ماں باپ کا نافرمان بننا اور جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔ آپ سہارا لگائے بیٹھے تھے پس سیدھے ہو بیٹھے اور اسی کلمہ کو دیر تک دہراتے رہے حتی کہ آپ کا قلق اور بار بار فرمانے کی تکلیف دیکھ کر ہمارا دل دکھ گیا اور ہم نے کہا کاش آپ چپ ہو جاتے۔ (ق ت) (ابو ہریرہ) رفعہ: سات ہلک گناہوں سے بچے رہو۔ عرض کیا گیا وہ کونسے ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا۔ جادو کرنا۔ کسی جان کا جسے اللہ نے حرام کیا ہے بلا استحقاق مار ڈالنا یتیم کے مال کا کھا جانا زنا کرنا۔ جہاد کے وقت پیٹھ دکھانا۔ بے خبر مسلمان پاکدامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگانا۔ (ق د ی)۔ ف بخار ایک اوپری ہوتا ہے کہ دھوپ میں چلا یا محنت کا کام کیا تو حرارت ہو گئی۔ اس کو دوا کی ضرورت نہیں شام کی ٹھنڈی ہوا کھانے اور آرام کی نیند سو جانے سے جاتا رہتا ہے۔ یہی حال صغیرہ گناہوں کا ہے کہ عبادات ان کا کفارہ بن کر ان کے اثر کو مٹاتی رہتی ہیں۔ دوسرا بخار مادی ہوتا ہے کہ معدہ متعفن ہو گیا اور وہ دوا پئے بغیر نہیں اترتا۔ یہ شان کبیرہ گناہوں کی ہے کہ بلا توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ پھر کبیرہ و صغیرہ ایک نسبتی امر ہے کہ ہر گناہ کو اس سے بڑے گناہ کے اعتبار سے صغیرہ کہہ سکتے ہیں اور اسی کو نیچے والے گناہ کے لحاظ سے کبیرہ کہہ سکتے ہیں مگر جن گناہوں پر دنیوی حد یا تعزیر قائم کی گئی ہے یا جہنم کی سزا ضروری بتائی گئی ہے وہ سب کبیرہ کی فہرست میں داخل ہیں۔ اگرچہ باہم فرق مراتب ہو۔ اور ان کے نیچے سب صغیرہ کی فہرست میں ہیں۔

النفاق والمزاح والمراء

(ابن عمرو بن العاص) رفعہ: اربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا اؤتمن خان اذا حدث کذب اذا عاہد غدر واذا خاصم فجر، وفی روایۃ: واذا وعد اخلف

پھر جس طرح بخار میں نمونیہ دق سل اور طاعونی بخار ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اسی طرح معاصی میں یہ چند گناہ جن کو مہلکات فرمایا گیا ہے خاص طور پر فکر کے قابل ہیں یوں تو موت زندگی اللہ کے ہاتھ ہے کہ بعض دفعہ معمولی بخار میں انسان مر جاتا ہے اور بعض دفعہ طاعون میں بچ جاتا ہے مگر جان کو پیارا سمجھنے والے پر اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ معمولی بخار سے بھی ڈر جاتا ہے نہ یہ کہ طاعون کا بھی علاج چھوڑ بیٹھے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ صغیرہ ہی پر کسی کی پکڑ ہو جائے اور کسی کے کبیرہ کو بھی خود یا کسی کی سفارش پر معاف کر دیا جائے مگر یہ مرحمت خسروانہ اور سیاسی اختیارات جزا و سزا کے قانون کی عظمت کو گھٹا نہیں بلکہ بڑھاتے ہیں کہ ایسے بااختیار بادشاہ کی نافرمانی جس کے اختیارات قانون سے بھی بالا ہیں اور زیادہ خطرناک ہے

(عبید بن عمیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جبکہ ایک شخص نے کبیرہ گناہوں کی بابت آپ سے سوال کیا تو فرمایا وہ نو ہیں شرک سحر قتل نفس سود خوری مال یتیم کھانا بروز جنگ فرار عفیفہ پر تہمت والدین کی نافرمانی اور بیت الحرام کو کہ تمہارے زندوں اور مردوں کا قبلہ ہے (کیونکہ دفن کے وقت مردہ کا منہ بھی اسی طرف پھیر دیا جاتا ہے) حلال سمجھنا (اور وہاں کے امن عام میں خلل ڈالنا) ن (ابن عمرو بن العاص) فع: بڑے گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا اور والدین کی نافرمانی اور زائد پانی کا (حاجتمند کو) نہ دینا اور نر کو (کسی کی مادین گیابھن کرانے کے لئے بلا اجرت) دینے میں دریغ کرنا (بز)

نفاق اور خوش طبعی اور نزاع

(ابن عمرو بن العاص) فع: چار چیزیں ہیں کہ جس شخص میں چاروں موجود ہوں گی وہ خالص منافق ہو گا اور جس میں کوئی ایک پائی جائے گی اس میں ایک خصلت نفاق کی ہو گی جب تک کہ اسے چھوڑ نہ دے جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب کوئی بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب قول و قرار کرے تو بدعہدی کرے اور جب لڑے تو بیہودہ باتیں بکے اور ایک روایت میں ہے کہ جب وعدہ کرے تو خلاف کرے (ق ت د ی) امام ترمذی نے کہا ہے کہ علماء کے نزدیک اس سے مراد نفاق عملی ہے کہ نفاق تکذیب صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور مسلم میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ منافق کی علامتیں تین ہیں گو نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا اور اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو الخ۔ روح کی دو قسمیں ہیں ایک حیوانی اور اس کے نکل جانے کا نام موت ہے۔ دوم سریانی اور یہ سونے کے وقت نکل جاتی ہے مگر اس پاس لگی رہتی اور ذرا بولنے پر یا بدن کو چھونے سے لوٹ آتی ہے۔ سویا ہوا شخص مردہ نہیں ہے حتی کہ کوئی اس کو قتل کر دے تو جاگتے ہوئے قاتل کی طرح پھانسی کا مستحق ہے گو عقل و شعور حس بصر سمع نطق سب مردہ کی طرح معطل ہیں اور اس لئے کہتے ہیں کہ سوتا مرا برابر۔ اسی طرح ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک قلبی اور وہ نام ہے توحید و رسالت پر یقین کا اور اس کے نکل جانے کا نام حقیقی کفر یا نفاق ہے۔ دوم عملی کہ ایمان کے اعمال جاتے رہے اور فرائض جو بمنزلہ حواس کے ہیں معطل ہو جائیں۔ یا شہوات نفسانیہ کے خمار سے غفلت طاری ہو اور وہ کبائر کے ارتکاب کا سبب بنے پس فاسق حقیقۃً کافر یا منافق نہیں ہے کہ روح قلبی موجود ہے اور اس لئے اس کو بھی کافر کہنے والا کافر ہے مگر صورت کے اعتبار سے عملی کفر و نفاق موجود ہے اور اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ کافر فاجر

للسنة الاما لكا وقال الترمذی معناه عند اهل العلم نفاق العمل وانما کان نفاق التکذیب علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولمسلم عن ابی هریرة آیة المنافق ثلاثة وان صام وصلی وزعم انه مسلم بنحوه ۔ (ابو هریرة) رفعه خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقه فی الدین ۔ للترمذی (ابن عمر) رفعه : مثل المنافق کالشاة العائرة بین الغنمین تعیر الی هذه مرة

برابر حتیٰ کہ اسی کے ساتھ جہنم میں یہ بھی جلے گا جہاں کافر جائیں گے۔ مگر جس وقت خمار اتر جائے گا خواہ کسی کے جگانے اور توبہ کرلینے سے ہو یا پوری نیند بھر جانے اور آتش جہنم میں مادہ معصیت کے جل بھن جانے سے ہو تو روح قلبی اپنا کام کرے گی اور حیات لذیذہ یعنی جنت میں لے آئے گی۔ اب نصیح وشفیق پیغمبر کے تمام ارشادات جن میں اپنے اپنے موقع پر دونوں محاورہ کا استعمال ہوا ہے دیکھو کہ نہ کہیں اختلاف ہے نہ تاویل کی ضرورت۔ روح قلبی کا اظہار ابوذر نے اس طرح فرمایا کہ جو بھی کلمۂ طیبہ کا قائل ہو گیا وہ مومن ہے اگرچہ زنا یا چوری کرے نیز کیسا ہی فاسق ہو اس کو لعن کرنے کافر کہنے اور کافروں کا سا میل بلکہ تعلق رکھنے تک کو حرام فرما دیا ہے اور روح کا اظہار بارہا مختلف صورتوں میں فرمایا کہ شفقت کا مقتضا صورت موت سے بھی بچانا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ زانی سے زنا کا اور سارق سے سرقہ کا ارتکاب مومن ہونے کی حالت میں نہیں ہوتا اور اس حالت میں اس کا ایمان سائبان کی طرح اس کے سر پر آجاتا ہے اور معصیت کے ختم ہوتے ہی لوٹ آتا ہے یہ وہی ایمان عملی ہے جو معصیت ختم ہوتے ہی تائب بنا دیتا ہے۔ یا مثلاً فرمایا جس نے قصداً نماز کو ترک کیا وہ کافر ہو گیا یعنی کفر عملی نمودار ہو گیا اور گو مومن قلبی رہا مگر خوابیدہ کی طرح معطل و بے حس بن گیا۔ یا مثلاً فرمایا مومن کو قتل کرنا کفر ہے یعنی کفر عملی کہ مومن کے قتل کے درپے بجز کافر کے کون ہو سکتا ہے لہٰذا قاتل مسلم کافر جیسا ہو گیا۔ یہی حال نفاق کا ہے کہ اصل نفاق زبان سے کلمۂ توحید کا اظہار اور دل میں تکذیب و انکار کا نام ہے اور یہ بزمانۂ نبوت تھا کہ قلب کی حقیقت بذریعۂ وحی معلوم ہو سکتی تھی مگر اب تو ظاہر ہی پر حکم لگ سکتا ہے کہ یا مسلمان ہے یا کافر پس آج کسی کو منافق کہا جائے گا تو نفاق عمل کے اعتبار سے کہا جائے گا کہ منافقانہ برتاؤ برت رہا ہے اور اسی کی وردی جس سے پہچانا جائے یہی چار بداعمالیاں ہیں (ابو ہریرہ) رفع : دو خصلتیں ہیں جو منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ خوش وضعی اور دین کی سمجھ (ت) ف مسلمانوں کی سی صورت لباس وضع اور معاشرت ہئیت حسنہ میں داخل ہے اور ایمان کی خاص علامت ہے اور دین کی سمجھ جس کو تفقہ کہتے ہیں خداداد نعمت اور آفتاب ایمان کی خاص شعاع ہے جس کو نفاق کا شپر چشم دیکھ نہیں سکتا۔ (ابن عمر) رفع : منافق کی مثال ایسی ہے جیسے دو گلوں میں چکر لگانے والی بکری کہ کبھی ادھر جاتی ہے اور کبھی ادھر (مسلم) (ن) ف بکری کو جب نر کی خواہش ہوتی ہے تو اس کو قرار نہیں رہتا اور بکری کی تلاش میں کبھی اس گلے کے ساتھ ہو لیتی ہے کبھی دوسرے کے۔ یہی حال منافق کا ہے کہ بندۂ خواہش بنا کبھی مسلمانوں میں آملتا ہے کبھی کافروں میں۔ پس تلون مزاجی زنانہ اور شہوانی رنگ ہے جو نفاق کی شان ہے اور استقلال و یک در گیری مردانہ طریق ہے اور ایمان کی خاصیت ہے (ایضاً) آپ سے کہا گیا کہ ہم اپنے افسر اور حکام کے سامنے جاتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں اور جب باہر نکلتے ہیں تو اس کے خلاف کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ہم اس کو نفاق سمجھا کرتے تھے مگر اب تو ایمان کے بعد کفر ہی کا درجہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آج کل کے منافق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقوں سے بدتر ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یہ کس طرح؟ فرمایا وہ اس زمانہ میں (نفاق کو) چھپایا کرتے تھے اور یہ کھولتے ہیں۔ (خ) ف حاکم کے سامنے اس کی تعریف اور پیچھے اس کی مذمت کرنا یہ نفاق عملی ہے کہ حقیقت میں اس کو برا سمجھتے ہیں مگر دنیوی فائدہ کی خاطر منہ پر اس کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ رہا وہ قصہ کہ ایک شخص آیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کی مدارات کی اور جب چلا گیا تو فرمایا برا شخص ہے۔

والی هذہ مرۃ ؛ لمسلم والنسائی (وعنہ) وقد قیل لہ انا لندخل الی سلطاننا وامرائنا فنقول لهم بخلاف ما نتکلم اذا خرجنا من عندهم فقال کنا نعدّ هٰذا نفاقا علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاما الیوم فانما هو الکفر بعد الایمان ؛ وفی روایۃ قال ان المنافقین الیوم شر منهم علی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قیل وکیف ذلک؟ قال کانوا یومئذ یسرّون والیوم یجهرون بالبخاری (حذیفۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلمہ اثنا عشر منافقا منهم ثمانیۃ لا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط واربعۃ لم احفظ ما قال فیهم ؛ وفی روایۃ: ثمانیۃ منهم تکفیکهم الدبیلۃ سراج من نار یظهر فی اکتافهم حتی ینجم فی صدورهم ؛ لمسلم

سوال تو وہاں یہ منہ پر تعریف نہیں ہوئی۔ اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم بڑے اچھے آدمی ہو۔ بلکہ صرف خوش خلقی کا برتاؤ کیا تھا اور اتنا بھی اس کے شر سے بچنے کے لئے کیا تھا کہ رکاوٹ برتنے سے اس کی شرارت رنگ لائے گی اور دفع مضرت کے لئے وہ بات جائز ہے جو جلب منفعت کے لئے ناجائز ہے۔ بالخصوص جبکہ مضرت بھی متعدی ہو۔ پس اگر حاکم ظالم ہو اور اس کی مضرت سے بچنا ہی مقصود ہو تو سکوت اور ضابطہ کی اطاعت کافی ہے نہ کہ مدح سرائی۔ نیز وہ غیبت ممنوعہ بھی نہ تھی کہ مخلوق کو اس کے شر سے بچنے کی ہدایت مقصود تھی اور ساتھ ہی یہ تعلیم کہ شریر کا مقابلہ کرنا اس کی بارود میں آگ دکھانا ہے جس کی برداشت سیدھا سادا مسلمان نہیں کرسکتا۔ (حذیفہ) ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بارہ منافقوں سے آگاہ کر دیا تھا جن میں آٹھ کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ چلا جائے (یعنی جس طرح یہ محال ہے اسی طرح ان کا جنت میں جانا محال ہے اس میں اشارہ ہے کہ ان کو توبہ نصیب نہ ہوگی) اور چار کے متعلق مجھے یاد نہیں رہا۔ کہ کیا فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا ان میں سے آٹھ کو پیٹ کا پھوڑا سلٹ لے گا کہ آگ کی بتی ان کے شانوں میں ظاہر ہوگی جو ان کے سینوں میں جا پہنچے گی۔ (س) ف یعنی ان کے شانہ میں ایک ورم پیدا ہوگا جس میں آگ کی سی سوزش ہوگی پھر یہ زہریلا مادہ ان کے سینہ میں اترے گا اور پھوڑا بن کر سبب موت بنے گا (ابو الطفیل۔ حذیفہ اور ایک تبوک کی گھاٹی والے شخص میں کچھ (رنجش) تھی جیسی لوگوں میں ہوا کرتی ہے تو اس نے (ایک دن حضرت حذیفہ سے) پوچھا کہ گھاٹی والے (منافق) کتنے تھے؟ لوگوں نے کہا جب یہ آپ سے پوچھ رہا ہے تو بتا ہی دیجیئے۔ آپ نے فرمایا ہم سے کہا جاتا تھا کہ وہ چودہ تھے لیکن اگر تو بھی انہیں میں سے ہے تو وہ پندرہ تھے اور اللہ شاہد ہے کہ بارہ ان میں سے اللہ و رسول کے فریق مخالف ہیں دنیا میں بھی اور (بروز قیامت) بھی جبکہ گواہ قائم ہوں گے اور تین کی معذرت قبول ہوئی کہ انہوں نے کہا نہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی کا (اعلان سنا) اور نہ ہمیں علم ہوا کہ ان (منافقوں) کا کیا ارادہ ہے۔ اور قصہ یہ تھا کہ آپ پتھریلی زمین میں چل رہے تھے پس آپ نے فرمایا (تبوک کے پڑاؤ پر) پانی بہت کم ہے لہٰذا مجھ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہونچے۔ مگر جب آپ وہاں پہونچے) تو کچھ لوگوں کو پایا کہ آپ سے آگے پہونچ لئے۔ تو اس دن آپ نے ان کو سخت سست کہا (س) اور کبیر میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں ایک گھاٹی پر پہونچے (جو پہاڑ پر چڑھائی کا دشوار گذار راستہ تھا) اور منادی کو حکم دیا کہ اعلان کر دے اس راستہ کو کوئی اختیار نہ کرے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو چلیں گے غرض آپ چل رہے تھے اور حذیفہ (آپ کی اونٹنی کی مہار تھامے) آگے تھے اور عمار ہانکنے کے لئے پیچھے۔ دفعۃً ایک گروہ منہ پر ڈھاٹے باندھے ہوئے سانڈنیوں پر سوار آپہونچا اور جب سر ہی پر آچڑھا تو عمار نے پلٹ کر سانڈنیوں کے منہ پیٹے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ سے فرمایا چلو چلو اور عمار سے فرمایا ہانکو ہانکو۔ یہاں تک کہ (پڑاؤ پر پہونچے) اور ادنٹنی کو بٹھایا۔ تب آپ نے عمار سے فرمایا۔ اس گروہ کو پہچانتے بھی ہو؟ عرض کیا نہیں وہ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے (جس کی وجہ سے صورت نظر نہ آئی) فرمایا جانتے بھی ہو ان کا ارادہ کیا تھا؟ عرض کیا اللہ اور رسول ہی کو پورا علم ہے۔ فرمایا ان کا ارادہ یہ تھا کہ

(ابو الطفیلؓ) كان بين رجل من اهل العقبة وبين حذيفة بعض ما يكون بين الناس فقال انشدك الله كم كان اصحاب العقبة فقال له القوم اخبره اذ اسألك فقال كنا نخبر انهم اربعة عشر فان كنت منهم فقد كان القوم خمسة عشر واشهد بالله ان اثني عشر منهم حرب الله ولرسوله في الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد وعذر ثلاثة قالوا ما سمعنا منادي رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا علمنا بما اراد القوم وقد كان في حرة فمشى فقال ان الماء قليل فلا يسبقني اليه احد فوجد قوما قد سبقوه فلعنهم يومئذ ؛ لمسلم وللكبير: ان النبي صلى الله عليه وسلم في غزوة تبوك انتهى الى عقبة فامر مناديا فنادى لا يأخذن العقبة احد فان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأخذها وكان صلى الله عليه وسلم يسير وحذيفة يقوده وعمار يسوقه فاقبل رهط متلثمين على الرواحل حتى غشوه فرجع عمار فضرب وجوه الرواحل فقال صلى الله عليه وسلم لحذيفة قد قد ولعمار سق سق حتى اناخ فقال لعمار هل تعرف القوم؟ قال لا كانوا متلثمين قال أتدري ما ارادوا؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال ارادوا ان ينفروا برسول الله صلى الله عليه وسلم فيطرحوه من العقبة فلما كان بعد ذلك نزع بين عمار وبين رجل منهم شيء فقال انشدك بالله

پیغمبر خدا کو تنہا پاکر گھاٹی سے نیچے گرادیں۔ اس کے مدت بعد عمار میں اور اس گروہ کے ایک شخص میں کچھ رنجش ہوئی تو اس نے پوچھا تم کو قسم ہے اللہ کی بتاؤ گھاٹی والے جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فریب کرنا چاہا تھا کتنے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہمارے خیال میں وہ چودہ تھے اور مذکورہ حدیث یوم یقوم الاشہاد تک بیان کی. ف مسلم کی حدیث زیادہ معتبر ہے کہ رنجش اور سوال کا قصہ حضرت حذیفہؓ سے پیش آیا نہ کہ حضرت عمارؓ سے. کہ انہیں کو آنحضرتؐ نے منافقین کے نام اور ولدیت سے پورا آگاہ کیا تھا اور منع فرمادیا تھا کہ اور کسی کو خبر نہ کریں. چنانچہ عمر بھر کسی کو نہیں بتایا حتی کہ حضرت عمرؓ بھی جب کسی جنازہ میں شبہ ہوتا کہ منافق کا ہے یا مومن کا تو حضرت حذیفہؓ کو دیکھا کرتے تھے کہ شریک نماز ہیں یا نہیں اسی لئے حضرت حذیفہؓ کو صاحب السر کہا جاتا ہے۔ یہ منافقوں کا ایک جتھا تھا جو آنحضرتؐ کو شہید کرنے کے لئے موقع کا منتظر رہتا تھا. چنانچہ غزوۂ تبوک میں ایک قصہ تو یہ پیش آیا کہ جاتے ہوئے جس وقت آپ حرہ میں پہونچے جو سیاہ کنکریوں والی سنگستانی زمین تھی تو آپ کو اطلاع ملی کہ تبوک کے تالاب میں جہاں پڑاؤ ہوگا پانی کم ہے اور آپ کے لشکر کی تعداد تیس چالیس ہزار تھی کہ کسی غزوہ میں اتنی نہیں ہوئی. اس لئے آپؐ نے اعلان کرایا کہ مجھ سے پہلے چشمہ پر کوئی نہ جائے تاکہ آپ اس میں لعاب دہن ڈال کر دعا برکت فرمائیں مگر جب آپ چشمہ پر پہونچے تو دیکھا کہ چند آدمی پہلے آئے اور پانی بھی استعمال کرچکے. یہ انہیں منافقین میں کے تھے جنہوں نے حضرتؐ کے حکم کی پرواہ نہیں کی اور خود غرضی کو بہانہ بنایا کہ پیاسے مرجانے کے اندیشہ سے جلدی کی آپؐ نے ان کو برا بھلا کہا اور پھر کیچڑ ملا ہوا پانی جمع فرماکر ایک چلو منہ میں لیا اور چشمہ میں کلی ڈالدی. تالاب میں ایک ابال پیدا ہوا اور سارے لشکر کو بزمانۂ قیام بھرپور پانی ملتا رہا (بندہ نے بھی سفر شام میں اس تالاب کی زیارت کی ہے اب تک اس میں اتنا پانی ہے کہ ٹوٹنے میں نہیں آتا اور نہ اس کی تہ کا پتہ لگتا ہے. حالانکہ ستر اسی ہاتھ سے زیادہ دور نہیں ہے) واپسی میں اس جتھے کا دوسرا فریب ظاہر ہوا کہ ایک مقام پر دو راستے تھے. ایک نیچے کھلے میدان میں کو جاتا تھا اور گو ذرا طویل تھا مگر آسان. دوسرا مختصر تھا مگر پہاڑی پر چڑھکر جاتا تھا اور چڑھائی بھی دشوار تھی. حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ منافقوں کا کوئی ارمان دل میں نہ رہ جائے اور دنیا کو معلوم ہوجائے کہ چالیس ہزار اسلامی لشکر کا سپہ سالار محض اللہ کی حفاظت میں جنگل و بیابان قطع کر رہا ہے. اس لئے آپؐ نے اعلان کرادیا کہ سب نشیبی میدان کے راستہ چلیں اور میں تنہا پہاڑی عقبہ کے راستہ جاؤں گا اور اگلی منزل پر سب سے مل لوں گا. منافقوں کے کان میں یہ ندا پڑی تو

کم اصحاب العقبۃ الذین ارادوا ان یمکروا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال نری انھم اربعۃ عشر فذکرہ الی یوم یقوم الاشہاد: (وتسمیۃ اصحاب ھذہ العقبۃ) معتب[1] بن قشیر شہد بدرا وھو الذی قال لوکان لنا من الامر شئی ما قتلنا ھھنا وقال یعدنا محمد کنوز کسریٰ وقیصر واحدنا لایأمن علی خلائہ[2] وودیعۃ بن ثابت[3] وھو الذی قال انما کنا نخوض ونلعب وجد[3] بن عبد اللہ بن نبتل وھو الذی قال جبریل علیہ السلام یا محمد من ھذا الاسود کثیر شعر عینیہ کانھما قدلان من صفر ینظر بعینی شیطان وکبدہ کبد حمار یخبر المنافقین بخبرک والحارث[4] بن یزید وھو الذی سبق الی الوشل التی نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسبقہ احد فاستقی منھا اربعتھم من بنی عمرو بن عوف واوس[5] بن قبطی الذی قال ان بیوتنا عورۃ وسعید[6] بن زرارۃ المدخن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسوید[7] وداعش[8] بن بلجبلی وھما ممن جھزا بن ابی فی غزوۃ تبوک یخذلان الناس وقیس[9] بن عمرو وزید[10] بن اللصیب وسلالۃ[11] بن الحمام وھما من یھود قینقاع والجلاس[12] بن سوید

خوشی کے مارے پھول گئے۔ اور ایک نے دوسرے سے کہا آج کی رات جاگو اور عمر بھر چین سے گذارو کہ اس سے بہتر موقع پھر کبھی نصیب نہ ہوگا۔ اہل عرب کا سفر خصوصاً گرمی میں شب کو ہوتا ہے۔ اس لئے چودہ پندرہ کے جتھے نے منہ پر ڈھاٹے باندھ لئے تاکہ ہم لوگ پہچانے نہ جاویں اور تیز سانڈنیوں پر سوار ہو کر ذرا فاصلہ سے حضرتؐ کے پیچھے پیچھے ہو لئے جو تنہا اپنی ناقہ پر سوار عقبہ کے راستہ پہاڑ پر چڑھنے لگے کہ حضرت حذیفہؓ مہار پکڑے آگے سے کھینچ رہے اور حضرت عمارؓ مونھ مڑی ہوئی چھڑی لئے پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ یکایک یہ جتھا لپکا اور پاس پہونچ گیا۔ حضرت عمارؓ نے دیکھا کہ کون بے ہنگم گروہ ہے جو اوپر چڑھا چلا آتا ہے تو پیچھے پینترا بدل کر سانڈنیوں کے منہ پر بید بجانی شروع کی اور سب کے منہ پھر گئے۔ ادھر سواروں کو یہ وہم ہوا کہ حضرتؐ کو اس چال کی خبر ہو گئی اور دیکھئے مدینہ پہونچکر کیا حشر ہو اس لئے منہ چھپینا غنیمت معلوم ہوا کہ پہچانے نہ گئے اور آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ حضرتؐ اپنی ناقہ سے کبھی نہ اترے اور حذیفہؓ وعمارؓ کو اپنے اپنے کام میں لگے رہنے کی تاکید فرماتے ہوئے بامن واطمینان منزل پر آ اترے۔ اس غزوہ میں کہ دور دراز کا سفر اور شدید گرمی کے موسم میں تھا۔ ترکیوں کی ایک لاکھ فوج جرار سے مقابلہ تھا۔ موسم کھجور کی فصل کاٹنے کا تھا جس پر سال بھر کا گذارا تھا۔ ایمان اور نفاق کی خوب جانچ ہوئی کہ بہتیرے منافق حیلے حوالے کر کے ساتھ جانے ہی سے ٹھٹک گئے اور رہ گئے انہوں نے جتلائے صعوبت مسلمانوں کو ورغلانے اور مکدر و مرتد بنانے کی خوب خوب تدبیریں کیں ذرا ذرا بات پر آوازے کسے اور حضرتؐ کی عظمت کو دلوں سے نکالنے کی چالیں چلیں حتیٰ کہ قصہ تمام کرنے کی آخری تدبیر بھی کر گذرے۔ مگر آسمانی چراغ چمگادڑوں کے پھونک مارے نہ بجھا۔ بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی محض صورت اور مومنین کے ساتھ تشبہ کی اتنی رعایت فرمائی کہ قتل یا درہ تو در کنار ان کے مکر و فریب کا پردہ بھی فاش نہ کیا۔ کہ رسوائی کی تکلیف پہونچی تو صورت اسلام کے نفع میں کمی آ جائے گی۔ حضرت حذیفہؓ کو بتانا بھی محض اس غرض سے تھا کہ تبلیغ کا کوئی جزو پردۂ کتمان میں نہ رہے اور ان کی متعدی مضرت سے امت کو بچنے کا فی الجملہ راستہ کھل جائے۔ پھر اگر اس کے برعکس کفار کے ادنیٰ تشبہ سے آپ کو تکلیف ہو کہ آپ کا امتی بن کر اپنے ایمان کا احترام خود ما شعار رہا ہے اور اس کے ساتھ صورتِ کفر کا برتاؤ فرمانے پر آپ طبعاً مجبور ہوں تو کیا تعجب ہے (اس گھاٹی والے منافقوں کے نام) معتبؓ بن قشیر یہ غزوۂ بدر و احد میں شریک ہوا تھا اور یہی ہے جس نے کہا تھا ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو یہاں مقتول ہوتے۔ منافق بات بھی کہتے تو دورخی کہتے تھے۔ غزوۂ احد میں مسلمانوں

قیل انہ تاب بعد ذلک و (سلمۃ بن الاکوع) عدنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم رجلا موعوکا فوضعت یدی علیہ فقلت واللہ ما رأیت کالیوم رجلا اشد حرا فقال الا اخبرکم باشد حرا منہ یوم القیامۃ؟ ھدینک الرجلین المقفلین لرجلین حینئذ من اصحابہ لمسلم (ابن ابی ملیکۃ) ادرکت ثلاثین من الصحابۃ قد شھدوا بدرا کلھم یخاف النفاق علی نفسہ ولا یؤمنوا المکر علے دینہ ما منھم من احد یقول انہ علی ایمان جبریل و میکائیل۔ للبخاری فی ترجمۃ (ابو ھریرۃ)

کو کچھ شکستگی پیش آئی اور ستر مسلمان شہید ہو گئے تو اس نے یہ جملہ کہا جس کا ظاہر تو افسوس کرنا تھا کہ آج ہم تقدیر کے ہاتھوں بے بس ہیں جو مقدر تھا وہ ہو کر رہا۔ اپنے بس کی کچھ بات ہوتی تو کون چاہتا ہے کہ اپنے عزیزوں کو قتل کرا دے لہذا بجز صبر و رضا کے کوئی چارہ نہیں، اور باطن یہ تھا کہ میاں ہم نے تو پہلے ہی یہ مشورہ دیا تھا کہ جنگ کے لئے نہ اٹھو۔ مگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو خودرائے ہیں کسی کی بھی نہیں سنتے۔ اگر ہماری رائے مانتے تو آج یہ بے گناہ مقتول نظر نہ آتے۔ بس اب ہمارے بس کی کیا بات ہے جیسا کیا ویسا بھگتا) اور اسی نے (اس موقع پر جبکہ آنحضرتؐ نے صحابہ کو بشارت سُنائی کہ موجودہ فقر سے گھبراؤ نہیں۔ قریب ہے وہ وقت کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے ہاتھ آئیں) یہ کہا تھا کہ محمدؐ وعدے تو دلا رہے ہیں کسرے اور قیصر کے خزانوں کے۔ اور حالت یہ ہے کہ ہم میں کوئی پاخانہ بھی اطمینان سے نہیں پھر سکتا۔ (پس وہ مثل ہوئی کہ رہیں جھونپڑوں میں اور خواب دیکھیں محلوں کے)۔ ودیعہؓ بن ثابت اور یہی ہے جس نے کہا تھا کہ ہم تو صرف مذاق اور رائے زنی کر رہے تھے (یہ راستہ میں مخشن بن حمیر سے لشکر اسلام میں خوف و بزدلی پھیلانے کی غرض سے کہنے لگا (میاں کیا تمہاری رائے میں ان ترکیوں سے مقابلہ عربوں کی سی لڑائی ہے کہ مارا پیٹا اور فتحیاب ہو گئے بھلا کہاں گورے اور کہاں کالے۔ واللہ کل کو ہم اور تم رسیوں میں بندھے نظر آئیں گے۔ مخشن نے کہا میاں چپ ہو رہو ایسا نہ ہو قرآن اُترے اور تمہارا یہ کلمہ بھی نقل ہو۔ بھئی ہمیں اس رُسوائی سے بڑا ڈر لگتا ہے کوئی ہمارے سو دُرّے مارے مگر قرآن میں ہمارے قصّے نقل نہ ہوں۔ حضرتؐ کو وحی کے ذریعہ اس گفتگو کی اطلاع ہوئی اور آپؐ نے دونوں کو بلا بھیجا ودیعہ بولا یا رسول اللہ یہ تو راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی تھیں اور دل بہلاؤ کیلئے لمبے سفر میں ایسی بے تکی باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔ اس کا جواب تو قرآن میں نازل ہوا کہ ہاں اس بے تکی دل لگی کے لئے بھی اللہ و رسول ہی رہ گیا ہے کہ یہ تمہارا ٹھیرا مذاق اور اس کا نتیجہ ہوا مسلمانوں میں افتراق اور مخشن سے گرفت ہوئی تو بیچارے نے صاف کہدیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے تو جو کچھ ایا وہ میرے نام اور ولدیت نے کرایا کہ مخشن نام میں خشونت ہے اور حمیر نام میں گدھا پن۔ چنانچہ ان کو معافی ملی۔) حذیرؓ بن عبد اللہ بن نبتل۔ اور یہی ہے جس کے متعلق حضرت جبریل نے کہا تھا کہ اے محمدؐ یہ کالا کلوٹا زیادہ پلکوں والا کون شخص ہے جس کے زرد زرد دیدے گویا پیتل کی دیگچیاں ہیں کہ شیطان کی دو آنکھوں سے دیکھتا اور گدھے کا سا کلیجہ رکھتا ہے۔ آپ کی خبریں منافقوں تک پہنچایا کرتا ہے۔ حارثؓ بن یزید یہی ہے جو (چشمۂ تبوک کے اس قلیل پانی پر پہلے جا پہنچا تھا جس کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ممانعت کی تھی کہ آپ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہونچے (مگر اس نے حکم نبوی کی پرواہ نہ کی) اور اس کا پانی جا پیا۔ یہ چاروں منافق قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے تھے۔ اوسؓ بن نبطی جس نے کہا تھا کہ ہمارے گھر محتاج حفاظت ہیں (جہاد میں ساتھ چلنے کے لئے جب بُلایا گیا تو عذر کیا کہ یا رسول اللہ سارے مرد لڑائی پر چلے گئے تو شہر میں صرف عورتیں رہ جائیں گی۔ ان پر دشمن آپڑا تو ان کی جان اور آبرو اور گھر کا مال و اسباب کون بچائے گا لہذا میں چلنے سے معذور رہوں۔) سعیدؓ بن زرارہ

رفعہ، ان للمنافقین علامات یُعرفون بھا تحیتھم لعنا وطعامھم نھبۃ وغنیمتھم غلول لا یقربون المساجد الا ھجرا ولا یأتون الصلوٰۃ الا دبرًا مستکبرین لا یألفون ولا یؤلفون خشب باللیل صخب بالنھار ؛ لاحمد والبزار (سہل بن سعد) رفعہ: نیۃ المؤمن خیر من عملہ وعمل المنافق خیر من نیتہ وکل یعمل علی نیتہ فاذا عمل المؤمن عملا ثار فی قلبہ نور ؛ للکبیر وفیہ حاتم بن عباد بن دینار (ابوسعید) رفعہ، لو ان احدکم یعمل فی صخرۃ صماء لیس لھا باب ولا کوۃ یخرج عملہ للناس کائنا ما کان ؛ لاحمد والموصلی (ابوھریرۃ) قالوا یا رسول اللہ

آنحضرتؐ کے شہید کرنے پر بھڑکانے والا (اصل بانی ومحرک یہی) تھا۔ سوید اور داعش بن بلجلی جس کو ابن ابی (رئیس المنافقین) نے سامانِ سفر دیکر غزوۂ تبوک میں اسی غرض کے لئے بھیجا تھا کہ مسلمانوں کو پیغمبر کا ساتھ دینے سے دہشت دلائیں۔ قیس بن عمر زید بن لصیب اور سلالہ بن حمام یہ تینوں بنی قینقاع کے یہودی تھے۔ جلاس بن سوید کہتے ہیں کہ یہ اس قصہ کے بعد نادم و تائب ہو گئے تھے (ان کا قصہ ہمارے رسالہ احوال صحابہ میں دیکھو۔) ف ممکن ہے حضرت حذیفہ صاحب السر نے اپنے وصال کے قریب ان کے نام اس اندیشہ سے دوسروں پر ظاہر کر دیئے ہوں کہ کتمانِ علم کا گناہ ہو اور چونکہ اکثر منافقین مر چکے تھے اس لئے وہ مصلحت جس کی بناء پر اظہار کی ممانعت تھی ختم ہو چکی تھی یا محدثین نے واقعات اور ان کے اقوال وافعال معلوم کر کے اپنے تخمین و اجتہاد سے سمجھا ہو کہ اصحاب عقبہ یہ لوگ تھے اور بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ بعض مورخین اسلام نے دوسرے نام ذکر کئے ہیں۔ اگر حضرت حذیفہ بتاتے تو یہ اختلاف نہ ہوتا۔ (سلمہؓ بن اکوع) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کو گئے جس کو بخار چڑھا ہوا تھا۔ میں نے جو ان کے بدن پر ہاتھ رکھا تو یہ کہنے لگا کہ واللہ آج کی طرح کبھی میں نے اتنی شدید گرمی میں مبتلا کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا بروز قیامت ان سے زیادہ شدید حرارت میں مبتلا میں تمہیں بتاؤں۔ یہ دو شخص جو پیٹھ پھیرے جا رہے ہیں یہ ان دو شخصوں کے متعلق فرمایا جو اس وقت آپ کے اصحاب میں سمجھے جاتے تھے (س) (ابن ابی ملیکہ) میں نے صحابہ میں سے تیس حضرات کو پایا جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے نفس پر نفاق کا خطرہ رکھتا تھا اور اپنے دین میں (نفس کے) دھوکہ پر مطمئن نہ تھے ایک بھی ان میں نہ تھا جو یوں کہے کہ میں جبریل و میکائیل کا سا ایمان رکھتا ہوں (خ) ف عاقل انسان دیوانوں کی بات اور حرکات پر ہنسا نہیں کرتا بلکہ عبرت کا سبق لیتا اور کبھی وہم کرتا ہے کہ ممکن ہے یہ مادۂ جنون مجھ میں بھی ہو جو اس وقت مجھے محسوس نہیں ہوتا مگر آئندہ بڑھ کر انہیں جیسا بنا دے۔ اور کبھی کانپتا اور ڈرتا ہے کہ یہ بھی مجھ ہی جیسے عاقل تھے جس قدرت نے ان کی عقل چھین لی اگر دفعتہً میری بھی چھین لے تو کون ہاتھ پکڑ سکتا ہے اور یہی وہم دبلے اطمینانی اس کے عاقل ہونے کی شناخت اور عذاب سے محفوظ رہنے کی علامت ہے۔ (ابوہریرہؓ) منافقوں کی چند علامتیں ہیں جن سے ان کی شناخت ہوا کرتی ہے۔ ان کا سلام لعنت ہوتا ہے (کہ باہمی ملاقات کے وقت بجائے سلام کے ایک کہے گا۔ اے ملعون بہت دنوں میں نظر آیا دوسرا جواب دے گا ارے خبیث تو بھی تو مدت کے بعد دکھائی دیا) اور ان کا کھانا لوٹ مار ہوتی ہے (کہ حلال حرام کی تمیز اٹھا کر چھینا جھپٹی سے کھانے کو بے تکلفی و خوش طبعی سمجھتے ہیں) ان کا مال غنیمت خیانت ہوتی ہے (کہ امانت میں دست برد پر خوش ہوتے ہیں کہ بلا مشقت خوب ہاتھ لگا) مسجدوں کے پاس نہیں پھٹکتے۔ مگر اوپری دل سے۔ اور نہیں نماز پڑھتے مگر اخیر وقت میں۔ متکبر و مغرور ہوتے ہیں کہ نہ کسی سے مانوس ہوتے ہیں نہ ان سے کوئی مانوس ہوتا ہے۔ رات بھر تنہ درخت بنے (پڑے اینڈتے)

انک لتد اعبنا قال انی لا اقول الاحقا۔ للترمذی (انسؓ) ان امرأۃ اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت احملنا علی بعیر فقال احملکم علی ولد الناقۃ قالت وما نصنع بولد الناقۃ؟ فقال ھل یلد الابل الا النوق۔ و عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا ذا الاذنین یعنی یمازحہما لابی داود والترمذی (ام سلمۃؓ) قالت خرج

ہیں اور دن بھر شور و غوغا مچاتے بازاروں میں گھومتے ہیں (مر۔ بز) ف ڈیوڑھی کا عیالدار دربان جسے تیس دن میں دو روپیہ ملنے کی امید ہو بے فکری و آزادی بھول جاتا ہے پھر کیا پوچھنا ایمان کا کہ اللہ سے لگاؤ ہو اور ہولناک جنگلوں کا سفر نظر کے سامنے۔ (سہلؓ بن سعد) فع: مومن کی نیت بہتر ہوتی ہے اس کے عمل سے اور منافق کا عمل بہتر ہوتا ہے اس کی نیت سے۔ اور ہر ایک اپنی نیت پر عمل کرتا ہے۔ پس مومن جب کوئی عمل کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک نور اُبلتا ہے (ک) ف مؤمن سوتا بھی ہے تو اس نیت سے کہ خمار دور کر دوں تاکہ نماز دل لگا کر پڑھ سکوں۔ اور منافق مسجد بھی بناتا ہے تو اس غرض سے کہ مسلمانوں کا شیرازہ بکھر کر فرقہ بندی ہو جائے۔ پس ظاہری اعمال پر حق و باطل کا فیصلہ نہ کرو بلکہ عقائد جانچو کہ صحیح ہیں یا غلط۔ اصل سونا اگرچہ مٹی سے مخلوط ہو اس گلٹ سے بدرجہا بہتر ہے جس پر سونے کا چمکدار جھول چڑھا ہو اور برسات اترتے ہی کالا پڑ جائے۔ دوم۔ مؤمن کا عمل چونکہ محبت خدا کے چقماق سے رگڑ کھاتا ہے اس لئے عامل کے قلب میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اور حرارت عشقیہ اس میں دیگچی کے اُبھان کی طرح اُبال پیدا کرتی ہے اس لئے وہ فوارہ کی طرح اُچھل کر آس پاس والوں پر برستا ہے۔ اور منافق کا جوش سوڈے کا اُبھان یا لُو کا جھونکا ہوتا ہے کہ جلد فنا ہو جاتا اور جس پر پڑتا ہے اندھا بناتا اور جھلسا دیتا ہے یعنی مؤمن کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ یاد آتا اور دین کی رغبت نصیب ہوتی ہے۔ اور اہلِ باطل کی صحبت سے ظلمت اور دنیا کی رغبت بڑھتی ہے۔ اب عوام کا یہ شکوہ کہ ہم بے علم کیا جانیں کہ بہتر فرقوں میں کون حق پر ہے، رفع ہو گیا مومن کا یہ نور جس کی مثال ایسی ہے جیسے لالٹین کہ اس کی روشنی چمنی سے باہر نکل کر دور تک پھیلتی ہے کبھی کشف کونی کا سبب بنتی ہے کہ ہونے والے واقعات قبل از وقت نظر آ جاتے ہیں۔ اور کبھی کشف معنوی کا سبب بنتی ہے کہ کلام اللہ و کلام الرسول کے اسرار و حقائق بارش کی طرح قلب پر برسنے لگتے ہیں۔ اسی کا نام تفقہ اور دین کی سمجھ ہے جس کو حکمت کہا گیا ہے اور یہ نعمتِ عظمیٰ کہ خیر کثیر ہے محض اخلاص اور اتباعِ سُنت کی بدولت ملتی ہے اسی نور کو مثل نورہ کمشکوٰۃ الآیہ کی تمثیل سے ظاہر کیا گیا ہے۔ (ابو سعیدؓ) فع: اگر کوئی شخص سخت پتھر میں (بیٹھ کر) بھی کوئی عمل کرے گا تو وہ لوگوں پر کھل کر رہے گا (اچھا بُرا) کیسا ہی عمل کیوں نہ ہو۔ (م ص) ف نیک عمل سے چونکہ نور اُبلتا ہے اس لئے عامل کے چہرہ پر دمکتا اور کتنا ہی وہ اس عمل کو چھپائے مگر چھُپ نہیں سکتا اور معصیت میں ایک تیز بدبو ہوتی ہے کہ کتنا ہی دبانے کی کوشش کرے مگر وہ دبتی نہیں اس میں دو شیطانی دھوکوں پر تنبیہ ہے۔ عابد کو نفس دھوکا دیتا ہے کہ کسی کے سامنے نماز نہ پڑھ ممکن ہے ریا ہو جائے۔ اور آخر کار یہ مرض جمعہ اور جماعات تک کو چھڑا دیتا ہے۔ اس کو سبق ہے کہ جس طرح ریا میں طلب ہے نیک نامی کی اور اس لئے شرک اصغر ہے۔ یہاں بھی طلب ہے۔ نیک نامی نہ ہونے کی اور وہ بھی اخلاص کے خلاف ہے۔ اگر مخلوق اور اس کی مدح کا عدم وجود برابر سمجھے گا تو جس طرح جانوروں اور فرشتوں سے عبادت کے چھپانے کا خیال نہیں ہوتا یہاں بھی اخفا کا اہتمام جاتا رہے گا۔ پس اے عابد اپنی عبادت کو اگر اس میں اخلاص ہے تو حسن صورت کی طرح عطیہ خدا سمجھ کہ کوئی دیکھے تو نقاب ڈالنے کا اہتمام نہ ہو اور کوئی نہ دیکھے تو نظارہ کرانے کا شوق نہ ہو۔ اور اگر اخلاص نہیں تو کنکر پتھر سمجھ کہ وہ چھپانے کی چیز نہیں ــ

ابوبکر فی تجارۃ الی بصری قبل موت النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعام ومعہ نعیمان وسویبط بن حرملۃ وکانا شہدا بدرا وکان نعیمان علی الزاد وکان سویبط رجلا مزاحا فقال لنعیمان اطعمنی قال حتی یجیٔ ابوبکر قال اما لاغیظنہ فمروا بقوم فقال لھم سویبط تشترون منی عبدا لی؟ فقالوا نعم قال انہ عبد لہ کلام وھو قائل انی حر فان کنتم اذا قال لکم ھذہ المقالۃ ترکتموہ فلا تفسدوا علی عبدی فقالوا لا بل نشتریہ منک فاشتروہ بعشرۃ قلائص ثم اتوہ فوضعوا فی عنقہ عمامۃ او حبلا فقال نعیمان ان ھذا یستھزئ بکم وانی حر لست بعبد فقالوا قد اخبرنا خبرک فانطلقوا بہ فجاء ابوبکر فاخبروہ فاتبع القوم ورد علیھم القلائص واخذ نعیمان فلما قدموا علی النبی صلے اللہ

ہاں تنہائی اس لئے پسند ہو کہ یکسوئی میں مناجات کا مزہ آتا ہے تو مضائقہ نہیں۔ یا صدقات میں اخفا ہو اس غرض سے کہ لینے والے کو غیرت نہ آئے تو اجر ہے۔ اور اے مؤمن عاصی تیرے ایمان کی شعاع تجھکو معصیت کی ظلمت محسوس کرائے گی۔ پس نادم ہو کر جلد توبہ کر کہ وہ کالعدم ہو جائے اور اب تجھکو اپنی پردہ پوشی کا بھی نیک صلہ ملے اور اللہ پاک کبھی بروز قیامت اس کو چھپائے رہے کہ تائب کو نادم بنانا کریم کا شیوہ نہیں۔ اور اگر تم نے چور کی طرح پردہ پوشی کو آڑ بنایا اور چھپ کر معصیتیں کرنے کی عادت ڈالی تو یہ بدبو عالم آشکارا ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ اور اب وہ ایمان کا احترام تو نے خود کھویا جس کی بنا پر مسلمانوں کو غیبت چغلی و پردہ دری کی ممانعت کی گئی تھی بسر بازار بدنام ہوگا اور سزائے شرعی پائے گا جدا۔ (ابوہریرہ[۱۲]) صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں (کیا ہمارے لئے بھی جائز ہے) فرمایا میں (اس میں بھی) سچی بات کہتا ہوں (اور ایسی خوش طبعی سنت ہے) ف مزاح اس کا نام ہے کہ قول یا فعل کی حقیقت کچھ اور ہو اور صورت دکھائی جائے کچھ اور۔ چونکہ بظاہر کذب تھا اس لئے صحابہ کو جواز میں شبہ ہوا اور حضرت نے اس کو رفع فرمادیا۔ کہ کذب تو بہرحال حرام ہے مگر صورت کذب اگر غرض محمود کے لئے ہو تو مستحب ہے جیسے بچوں کے گدگدی کرنا کہ صورت ہے بیدردی اور بدن دکھانے کی مگر حقیقت ہے اس کو ہنسانے اور دل خوش کرنے کی۔ لہٰذا ان شرائط کے ساتھ کہ کبھی کبھی ہو اور اتنا نہ ہو کہ وہ رونے لگے پیار میں داخل ہے۔ (انس[۱۳]) ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہمیں سواری کے لئے ایک اونٹ دیدیجئے آپ نے فرمایا اچھا میں تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا اس نے کہا ہم اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کریں گے۔ تب آپ نے فرمایا اونٹ تو اونٹنی ہی کا بچہ ہوتا ہے۔ (د ت) ف بات بالکل سچی کہ اونٹ بڈھا بھی ہو جائے تو چونکہ اونٹنی ہی سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس کا بچہ ہے مگر محاورہ میں بچہ کم عمر اور شیر خوار کو کہتے ہیں۔ اس لئے گول لفظ سے سننے والے کا ذہن دوسری طرف پھیر دیا۔ نہ یہ نفاق ہے کہ وہ دین میں ہوتا ہے اور اللہ و رسول کی تحقیر کے لئے ہوتا ہے اور اس میں صورت دکھائی جاتی ہے پیاری اور اندرون ہوتا ہے مسلم آزاری۔ اور یہاں اس کے برعکس صورت ہوتی ہے پریشان کن اور اندرون ہوتا ہے فرحت بخش۔ اور اس کا محرک مسلمان بھائی کیساتھ محبت و بے تکلفی ہوتی ہے اور یہ باہمی معاشرت میں ہوتا ہے اور حقیقت بالکل سچی ہوتی ہے۔ نیز نہ ریا ہے کہ وہ طاعت میں ہوتا ہے اور اس کا مقصود مدح سرائی ہوتی ہے اور نہ وہ صورت کذب مذموم ہے جو بیع و شرا میں دوسرے کو دھوکہ دینے اور مضرت پہنچانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پس ہر ایک کی حقیقت جدا ہے۔ منشا جدا ہے۔ غرض جدا ہے اور ثمرہ و اثر جدا ہے لہٰذا شریعت میں ہر ایک کا حکم جدا ہے۔ (ایضاً[۱۴]) ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پکارا اے دو کان والے یہ جملہ آپ براہ خوش طبعی فرماتے تھے۔ (د ت) ف سننا وہی معتبر ہے کہ اس کو مانا بھی جائے۔ چنانچہ نوکر جب تعمیل میں غفلت کرتا ہے تو

عليه وسلم اخبره فضحك صلے الله عليه وسلم واصحابه منه حولاً ؛ للقزوينى بضعف (اسيد بن حضير) ان رجلاً من الانصار كان فيه مزاح فبينما هو يحدث القوم يضحكهم اذ طعنه النبى صلے الله عليه وسلم فى خاصرته بعود كان فى يده فقال اصبرنى يا رسول الله فقال اصطبر قال ان عليك قميصا وليس علىّ قميص فرفع صلے الله عليه وسلم قميصه فاحتضنه وجعل يقبل كشحه قال انما اردت هذا يا رسول الله ؛ (عبد الله بن السائب بن يزيد) عن ابيه عن جده رفعه : لا يأخذن احدكم متاع اخيه لاعبا جادا ؛ (ابن ابى ليلى) حدثنا اصحاب محمد صلے الله عليه وسلم انهم كانوا يسيرون معه فنام رجل منهم فانطلق بعضهم الى حبل معه فاخذه ففزع فقال صلے الله عليه وسلم لا يحل لمسلم ان يروع مسلما ؛ هى لابى داود (ابو امامة) رفعه من ترك المراء وهو مبطل بنى له بيت فى ربض

آقا کہتا ہے تو نے میرا کہنا نہ سُنا۔ اور جب پیار کے ساتھ اس کو تنبیہ کرتا ہے تو کہتا ہے تمہارے کان تو دو ہیں۔ یعنی جب خدا نے ایک جوڑ دو دو کان بخشے ہیں تو پھر نہ سُننے یعنی تعمیل نہ کرنے کا عذر کیسا۔ انس آنحضرتؐ کے خادم تھے مگر نوعمر تھے اور باپ سے زیادہ حضرت کا لاڈ پیار دیکھتے تھے اس لئے ممکن ہے اس طرح اشارہ سے ان کو تنبیہ مقصود ہو کہ حکم غور سے سُنیں اور تعمیل میں غفلت نہ کریں اور ممکن ہے خوش طبعی ہو کہ بات سچی ہے کیونکہ سب ہی کے کان دو ہوتے ہیں اور انس ڈر گئے کہ شاید مجھ سے تعمیل حکم میں کوئی بے پروائی ہوئی ہے۔ وہ استاذ جو اپنے شاگردوں کے ساتھ خوش طبعی کر کے ان کو ہر بات کے پوچھنے میں بے تکلف بنائے۔ اس باپ سے بدرجہا زیادہ شفیق ہے جس کا دل چاہتا ہو کہ میرا اکلوتا بچہ مجھ سے نڈر ہو کر بار بار پیسہ مانگا کرے۔ (ام سلمہؓ) فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہلے (کا قصہ ہے کہ) ابوبکرؓ بغرض تجارت شہر بصریٰ کی طرف گئے۔ اور نعیمان اور سویبط بن حرملہ جو غزوۂ بدر میں شریک ہو چکے تھے آپ کے ساتھ تھے۔ نعیمان کی تحویل میں خورد ونوش کا سامان تھا۔ سویبط کی طبیعت میں مذاق بہت تھا (راستہ میں کسی موقع پر جبکہ ابوبکرؓ موجود نہ تھے) انہوں نے نعیمان سے کہا کہ مجھے کچھ کھلا دو۔ سویبط نے کہا جب تک ابوبکرؓ نہ آجائیں (اس وقت تک کچھ نہ دوں گا) بولے بہت اچھا یہی بات ہے تو یاد رکھنا ایسا تماشا دکھاؤں گا (کہ) جھلا اٹھو گے۔ غرض ایک قوم پر گذر ہوا تو سویبط نے (چپکے سے ان سے) کہا میرا ایک غلام ہے (جس کو بیچنا چاہتا ہوں) کیا تم خرید لو گے؟ انہوں نے کہا ہاں ضرور۔ کہنے لگے مگر وہ غلام ذرا باتونی ہے تم سے کہے گا میں تو حُر ہوں۔ پس اگر تم ایسے بھولے بیوقوف ہو (کہ جس وقت وہ ایسا کہے (تو تم ڈر جاؤ اور) اسے چھوڑ بیٹھو تب تو ابھی خریداری سے انکار کر دو اور) میرے غلام کو بگاڑو مت (کہ پھر آئندہ کے لئے فرنٹ ہو جائے گا) انہوں نے کہا نہیں (ہم اس کی ایک نہ سنیں گے اور) ہم خریدنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ دس اونٹ پر سودا ہو گیا اور انہوں نے ان کے گلے میں رسّی ڈال دی (کہ ان کو لے چلیں) میاں یہ شخص تو تمہارے ساتھ مذاق کر رہا ہے اور میں تو حُر ہوں غلام نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا جی ہاں ہمیں آپ کا (یہ مرض) پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے (اس لئے باتیں بنانے سے آپ بچ نہیں سکتے) چنانچہ ان کو لے گئے۔ (ذرا دیر بعد) ابوبکرؓ آئے تو ان کو خبر ہوئی اور وہ قوم کے پیچھے پیچھے گئے۔ ان کے اونٹ ان کو واپس کئے اور نعیمان کو چھڑا کر لائے۔ جب (سفر سے واپس ہو کر) یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اس واقعہ کی آپ کو اطلاع دی۔ چنانچہ آپ اور آپ کے صحابہ سال بھر تک ہنسے (کہ جب یہ قصہ یاد آجاتا تو ہنسی آجاتی۔ پھر سال بھر بعد تو وفات نبویؐ نے ساری ہنسی خوشی کو خاک میں ملا دیا۔ **ف** رفقا کو کھلانے پلانے کی خدمت پر تعینات کو غلام کہنا مجازاً تھا۔ اور حُر کے ساتھ غلامی کا برتاؤ کلسانے کے لئے ذرا سی دیر کا ایک مذاق تھا کیونکہ

الجنة ومن ترکہ وھو محق بنی لہ فی وسطھا ومن حسن خلقہ بنی لہ فی اعلاھا۔ (وعنہ[۲۰]) رفعہ: ما ضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم تلا ما ضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون۔ ھما للترمذی (ابو ھریرۃ[۲۱]) رفعہ، المراء فی القرآن کفر۔ لابی داود (عائشۃ[۲۲]) رفعتہ: ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم۔ للشیخین والترمذی والنسائی (ابن عباس[۲۳]) قال لا تمار اخاک فان المراء لا تفھم حکمتہ ولا تؤمن غائلتہ ولا تعدہ موعدا فتخلفہ۔ لرزین (عمر[۲۴]) رفعہ

جانتے تھے ان کی تحریت چھپ نہیں سکتی اور ابوبکر آتے ہی انہیں ضرور چھڑا کر لائیں گے۔ (اسید بن حضیر) انصار میں ایک شخص تھے کہ ان کے مزاج میں خوش طبعی زیادہ تھی۔ ایک دن وہ لوگوں سے باتیں کر کے ان کو ہنسا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں اپنی چھڑی کی جو آپ کے ہاتھ میں تھی ذرا نوک چبھو دی۔ انہوں نے (خوش طبعی کے طور پر) کہا یا رسول اللہ مجھے انتقام دیجئے (کہ بلا وجہ آپ نے مجھے تکلیف پہونچائی) آپ نے فرمایا بہتر انتقام لے لو۔ انہوں نے کہا آپ کے بدن پر تو کرتہ ہے اور میرے بدن پر کرتہ نہیں۔ (اس کو اتاریئے تاکہ بدلہ پورا ہو سکے) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ اوپر اٹھا لیا (اور کوکھ کو کھول دیا) اس وقت یہ انصاری آپ کو لپٹ گئے اور پہلوئے مبارک کے بوسے لینے لگے اور کہا بس میرا مقصود تو یا رسول اللہ یہ تھا۔ (د) **ف** حضرت کے باوجود اس خداداد ہیبت کے کہ سفراء قیصر و کسریٰ سامنے آتے تو تھر تھر کانپا کرتے تھے۔ صحابہ کو اتنا بے تکلف بنا لیا تھا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ خوش طبعی کیا کرتے اور انتقام کے بہانہ جسم اطہر کے بوسے لیا کرتے تھے۔ (عبد اللہ بن السائب ابن یزید) رفع: کوئی اپنے بھائی کے سامان پر براہ مذاق قبضہ نہ کر بیٹھے (کہ صورۃً ہو خوش طبعی اور حقیقۃً ہو غصب یا یہ کہ پتہ لگ جائے تو مذاق تھا ورنہ مال یاروں کا۔ (ابن ابی لیلی[۱۸]) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ہم سے یہ واقعہ نقل کیا کہ وہ (ایک مرتبہ کسی سفر میں) آپ کے ساتھ جا رہے تھے۔ ایک صاحب ان میں سے سو گئے تو ایک شخص اس لاٹھی کی طرف چلے جو ان کے ساتھ تھی اور اس کو اٹھا لیا (ان کی آنکھ کھلی تو لاٹھی گم پا کر) گھبرا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان کو وحشت دلائے۔ (د) **ف** کہ خوش طبعی کا منشا دل لگی ہے نہ کہ دل آزاری۔ (ابو امامہ[۱۹]) رفع: جس نے جھگڑے کو چھوڑا درانحالیکہ غلطی پر تھا تو اس کے لئے جنت کے آس پاس مکان بنایا جائے گا اور جس نے اس کو چھوڑا درصورتیکہ وہ حق پر تھا تو اس کے لئے بیچ جنت میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے رکھے (کہ جھگڑے کی نوبت ہی نہ آنے دی) اس کے لئے بالائے جنت مکان بنایا جائے گا۔ (ت) **ف** مقدمہ جن دو شخصوں میں ہوگا ظاہر ہے کہ ایک برسر حق ہوگا اور دوسرا برسر ناحق۔ مگر جھگڑے کے جو مفاسد و نقصان ہیں ان کا اثر دونوں پر پڑے گا۔ لہذا اگر غیر مستحق دعویٰ سے باز آگیا تو رجوع الی الحق کا ثواب لیا۔ اور اگر حقدار نے باوجودیکہ مدافعت میں اس پر کوئی الزام نہیں۔ مگر دفع نزاع کی خاطر دنیوی نفع پر خاک ڈالی تو ترک جدال اور صدقہ کا دوہرا اجر لیا۔ اور جس نے اپنے اخلاق سنوار کر اس کی نوبت ہی نہ آنے دی تو وہ نور علی نور۔ (ایضاً) رفع: جو قوم بھی ہدایت پر رہنے کے بعد گمراہ ہوئی اس کو کٹ حجتی کا مادہ ضرور دیا گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ما ضربوہ لک الا جدلا۔ اے محمد اہل کتاب نے یہ بحث تمہارے ... اِک کٹ حجتی نکالی ہے اور وہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ (ت) **ف** بیٹا پتنگ اڑاتا ہے تو باپ اس کو مارتا اور ساتھ ہی اس کے پتنگ کو توڑ موڑ کر چولہے میں جھونک دیتا ہے۔ مگر جب کبوتر اڑاتا ہے تو صرف اس کو مارتا ہے اور کبوتر اس سے چھین کر گھر میں بھیج دیتا ہے۔ فرق ظاہر ہے کہ پتنگ بے جان

لایبلغ العبد صریح الایمان حتی یدع المزاح والکذب ویدع المراء وان کان محقا۔ للموصلی بخفی (ابن عمرؓ) رفعہ: [25]
ما اختلفت امۃ بعد نبیھا الا ظھر اھل باطلھا علی اھل حقھا۔ للاوسط بضعف (ابن عباسؓ) رفعہ: ان عیسٰی علیہ السّلام [26]

کاغذ ہے. اور بجز اڑانے کے اور کسی مصرف کا نہیں. لہٰذا پتنگ باز کی سزا کا جزو ہے کہ آلہ لہو کو جلایا جائے اور اس کو کِلسا یا جائے. مگر کبوتر ذی روح جانور ہے اور وہ کھیل کے لئے وضع نہیں ہوا بلکہ پالنے یا کھانے کے کام کا ہے. لہٰذا سزا کا مستحق صرف وہ ہے جو خلاف وضع اس کو اُڑانے کے کام میں لایا. اور کبوتر اس کا مستحق ہے کہ جس کام کا ہے اسی میں منتقل کیا جائے. چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی (کہ اے بت پرستو) تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سب جہنم کا ایندھن بنائے جاؤ گے. تو حالانکہ مطلب ظاہر تھا کہ پتھر اور لکڑی کے بُت مراد ہیں جن کی بناوٹ ہی پرستش کے لئے ہوئی ہے. مگر بد دینوں کو حق سے بحث نہیں ہوتی بلکہ بڑوں پر اعتراض اور ہادی کو لاجواب کرنے کی ٹوہ ہوتی ہے. اس لئے فوراً گرفت کی کہ پرستش تو حضرت عیسٰیؑ کی بھی کی گئی ہے لہٰذا تمہارے قول کے موافق وہ بھی (نعوذ باللہ) جہنمی ہوئے. اس کا نام کٹ حجتی اور جدال ہے جو گمراہ ہونے کی طبیعت ثانیہ بن جاتی اور ان کو رجوع الی الحق سے روک دیتی ہے. اگر اس کو ما بہ الفرق معلوم ہونے کی تمنا میں بصورت شُبہ ادب کے ساتھ پیش کرتے تو مجیب کو نہ جواب دینے میں بُخل تھا نہ سائل کو سمجھنے میں دشواری. (ابو ہریرہؓ) رفع: قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے. (د) **ف** جھگڑالو نفس کو اپنی رائے کے ناقابلِ تردید ہونے کا دعویٰ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ قانون کو بھی اپنی رائے کا ماتحت سمجھتا اور کہتا ہے کہ قانون اگر میری رائے کے خلاف فیصلہ دے تو وہ بھی غلط اور قابلِ ترمیم ہے. مثلاً معجزات انبیاء علیہم السّلام کے متعلق کہتا ہے کہ یا حقیقت اور ظاہری معنیٰ کو چھوڑ کر مجازی معنیٰ لو کہ میری رائے کی موافقت کریں اور کہو کہ صحابہ سے لے کر اب تک تمامی امت نے مطلب سمجھنے میں غلطی کھائی. ورنہ یہ آیات قابلِ اصلاح ہیں کہ ان میں ایسا لفظ استعمال کیا گیا جس نے دنیا کو تیرہ سو برس دھوکہ میں رکھا. یا اللہ پناہ. دو ججوں کے فیصلے بھی کبھی مختلف ہوتے ہیں. مگر اس کی حقیقت یہ ہے کہ قانون کو صحیح مانتے ہوئے واقعہ پر دفعہ لگانے میں اختلاف کیا ہے. مثلاً ایک کو ملزم کا چور ہونا محقق ہوا اور اس نے قانونی سزا دیدی. مگر دوسرے کو چوری کے الزام میں شبہ ثابت ہوا تو اس نے اس دفعہ کی رُو سے جس میں شبہ کا نفع ملزم کو دیا گیا ہے اسے رہا کر دیا. یہ شان صحابہ اور ائمہ کے اختلاف کی ہے. اوّل کا نام جدال ہے اور وہ کفر یا منجر الی الکفر ہے اور ثانی اختلاف موجب رحمت ہے کہ رائے کو تابع بنایا ہے قانون کے (عائشہؓ) [22] رفع: اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض لپچر جھگڑالو ہے. (ق ت ی) **ف** کیا اپنی بات کی پچ میں نہ دُنیا کی ناموس کا لحاظ کرتا ہے نہ آخرت کی رسوائی کا اندیشہ. (ابن عباسؓ) [23] فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑا مت کر کہ جھگڑے کی نہ مصلحت سمجھ میں آتی ہے نہ اس کے فریب کی طرف سے اطمینان ہے اور ایسا وعدہ نہ کر جس کا خلاف کرے۔ (ن) **ف** یعنی شروع میں تو جھگڑنے کے اندر طرح طرح کی مصلحت کا سبز باغ نظر آتا ہے مگر نتیجہ نکلتے وقت پتہ چلتا ہے کہ سب دھوکہ تھا. اور دوسرے جملہ کا مطلب یا یہ ہے کہ ایسا وعدہ نہ کر جس کو پورا نہ کر سکے. یا یہ کہ پورا کرنا شرعاً معصیت ہو اور خلاف کرنے پر مجبور رہو. یا یہ مطلب ہے کہ ایسا نہ کر کہ وعدہ کرتے وقت ہی پورا نہ کرنے کی نیت ہو. یا مطلق وعدہ کی ممانعت ہے کہ زیادہ وعدہ کرنے والے کو خلاف کی نوبت آ ہی جاتی ہے. اور جھگڑا کرنے میں تینوں کا ارتکاب غالب ہے. (عمرؓ) [24] رفع: بندہ خالص ایمان کے درجہ کو نہیں پہونچ سکتا جب تک کہ مذاق کرنا [illegible] ہو مگر جھگڑا کرنا ترک نہ کرے۔

قال انما الامور ثلاثۃ امر تبین رشدہ فاتبعہ[۲۳] وامر تبین لک غیہ فاجتنبہ وامر اختلف فیہ فردہ الی عالمہ ؛ للکبیر۔

الاسماء والکنٰی

(ابو الدرداء) رفعہ: انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم واسماء[۱۲] ابائکم فاحسنوا اسمائکم ؛ لابی داود (وذھب الخشمی)

(ص) ف وہی مذاق مراد ہے جس سے دوسرے کو تکلیف ہو یا عادت[۴] ڈالنا مراد ہے کہ نہ وقت دیکھے نہ ناوقت اپنی چہل سے کام۔ (ابن عمر[۲۵]) رفعہ: جس امت نے بھی اپنے نبی کے بعد باہم اختلاف کیا ہے اس کے اہل باطل کو اہل حق پر ضرور غلبہ ہوا ہے۔ (د) ف نبی کی وفات کے بعد امت کی طبیعت میں آزادی آجاتی ہے کہ دابنے والا کوئی نہ رہا لہٰذا اختلاف ہوتا ہے۔ اور چونکہ برکاتِ نبوت اٹھ گئیں اس لئے اہل حق دن بدن کمزور ہوتے رہتے ہیں۔ انجام کار دوسرے نبی کے بھیجنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ باطل کو مغلوب کرے۔ مگر اسلام قیامت تک کی عمر لایا اور نبی نے شریعت کو قانون اور عترت یعنی خلفاء کو جج بنا کر دنیا میں چھوڑا کہ ہر اختلاف میں خواہ دنیا کا ہو یا دین کا اس کی طرف رجوع کرنا گویا پیغمبر ہی سے فیصلہ لینا ہے اور اہل حق کو ہدایت ہے کہ تواضع اور شفقت کی راہ چلیں اس لئے جو اس پر عمل کریں گے وہ غالب رہیں گے لایزال طائفۃ من امتی میں منصور ہونے کی بشارت انہیں کے لئے ہے ورنہ اختلاف طاعون کی طرح دنیا کا ایک عذاب ہے۔ (ابن عباس[۲۶]) رفعہ: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ معاملات تین طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جس کا حق ہونا تجھکو واضح ہو چکا پس اس کا اتباع کر۔ دوم وہ جس کا گمراہی ہونا تجھ پر کھل گیا پس اس سے گریز کر۔ سوم وہ جس میں اختلاف ہو رہا ہے (کہ کوئی جائز کہتا ہے کوئی ناجائز) پس اس کو اس کے جاننے والے کی طرف لیجا۔ (ک) ف کہ وہ حقیقت واضح کرے گا اور اختلاف دور ہو جائے گا اور اگر اس کو بھی معلوم نہ ہوگا تو یا اپنے بڑے سے پوچھے گا یا منصوص کی علت معلوم کر کے غیر منصوص پر قیاس کرے گا۔ حضرت عیسیٰ نبی ہیں اور امت محمدیہ کے آخری مجدد اس مضمون کو آپ کی زبان سے ادا کرانا الیوم اکملت لکم دینکم کی حقیقت کا عملاً دکھانا ہے کہ تمامی اختلافات قیامت کے قریب حد کو پہونچ لیں گے اور آپ نائب خاتم النبیین ہو کر اسی پر عمل کریں گے۔ کہ جو سنت محمدیہ میں منصوص ہے اس کا حکم دیں گے۔ اور جو غیر منصوص ہے اس میں خاتم النبیین کی طرف رجوع کریں گے کہ سنت منصوص پر قیاس کر کے حکم لگائیں گے اور اس طرح امت محمدیہ کا کوئی نزاع دینی یا دنیوی ایسا نہ رہے گا جو سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ناقابل اپیل فیصلہ سے طے نہ ہو جائے۔ اگر مسلمان جو اپنے کو امت محمدؐ کہہ رہے ہیں اپنے قول میں سچے بنجادیں اور نبی کو حقیقۃً اللہ کا نائب اور فیصلہ دینے کا واحد مستحق سمجھ لیں تو نہ کوئی مقدمہ شریعت کو چھوڑ کر اغیار کی عدالتوں میں جائے جس کا انجام یہ ہے کہ جو جیتا وہ ہارا اور جو ہارا وہ مرا۔ اور نہ کسی مذہبی اختلاف میں تو تو میں میں کی نوبت آوے کہ پیغمبر اور اس کے صحابہ کی روش آفتاب کی طرح کھلی ہوئی ہے اور جس میں اشتباہ ہو اس کو چھوڑ کر علماء یا مجتہدین امت کے حوالہ کر دیا کریں کہ علماء کا انبیاء بنی اسرائیل ہونا اور ہر صدی پر ایک مستقل مجدد کا آنا انہیں انتظامات کے لئے ہے کہ نبی گویا موجود ہے اور اختلافات امت کے فیصلے سنا رہا ہے۔

نام اور کنیتیں

(ابو الدرداء) رفعہ: تم قیامت کے دن پکارے جاؤ گے اپنے ناموں سے مع باپ کے ناموں کے۔ لہٰذا اپنے نام اچھے رکھا کرو (د) ف انسان کا فطری امر ہے کہ جس طرح واقعہ سے خوشی یا غم کا اثر لیتا ہے اس کے تذکرے اور سماعت سے

رفعہ: سموا باسماء الانبیاء واحب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمٰن واصدقہا حارث وھمام واقبحہا حرب ومرۃ۔ للنسائی وابی داود بلفظہ (ابو ھریرۃ) رفعہ: ان اخنع اسم عند اللہ رجل تسمی ملک الاملاک لا مالک الا اللہ قال سفیان مثل شاھنشاہ۔ للشیخین وابی داود والترمذی (جابر) اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ینھی عن ان یسمی بیعلی وبرکۃ وافلح ویسار ونافع وبنحو ذلک ثم رأیتہ سکت بعد عنہا ولم یقل شیئا ثم قبض صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینہ عنہا۔ لابی داود ومسلم بلفظہ (سمرۃ) رفعہ: احب الکلام الی اللہ اربع سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا یضرک بایھن بدأت لا تسمین غلامک یسارا ولا رباحا ولا نجیحا ولا افلح فانک تقول أثم ھو؟ فیقول لا انما ھو اربع فلا تزیدن علی۔ للترمذی وابی داود ومسلم بلفظہ

بھی اثر لیتا ہے۔ ٹھنڈے میٹھے پانی کا ذکر کرو گے تو گو اس کو پی نہیں لیا مگر قوتِ متخیلہ میں اس کی صورت پہونچگی اور قائل وسامع دونوں کے قلب کو فرحت ہوگی اور بول وبراز کا تذکرہ کرو گے تو نفرت اور گھناہٹ آئے گی بلکہ بعض وقت قے بھی آجائے تو بعید نہیں۔ کیونکہ متخیلہ جب قوت پکڑتا ہے تو بدن پر بھی اثر ڈالتا ہے۔ نام انسان کا بار بار پکارنے کی چیز ہے اور شریعت چاہتی ہے کہ جس طرح تمہارے عقائد واعمال صاف ستھرے ہوں اسی طرح تمہارا تخیل بھی صاف اور صحیح ہو۔ کہ جس طرح کوئی تمہارا نام گدھا یا پاگل رکھدے تو اس سے تم کو ملال اور پکارنے والے کو نفرت ہوگی اسی طرح عبد العزٰے یا بندۂ شیطان تمہارا نام رکھا جائے تو گو واقعہ کے خلاف ہے کہ تم مسلمان اور بندۂ خدا ہو۔ مگر اس سے نفرت ہونا چاہیئے۔ خصوصًا جبکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن اولین وآخرین سب ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتے تم کو تمہارا نام لے کر بقید ولدیت پکاریں گے تو ان کو گندا نام لیتے نفرت آئے گی۔ اور تم کو بھرے مجمع میں اپنا یہ نام سنتے غیرت آئے گی۔ لہٰذا اپنے بچوں کے نام رکھو تو اچھے نام رکھو اور تمہارے نام جو والدین کے رکھے ہوئے ہیں اگر برے ہیں تو بدل دو کہ غلطی کی اصلاح ابھی تمہارے اختیار میں ہے۔ اس طرح ہر نام کے ساتھ کنیت بھی پیاری ہو جائے گی۔ کہ باپ یا بیٹے کی طرف نسبت کو کنیت کہتے ہیں جیسے ابو صالح (نیکو کار کا باپ) اور ابن الرشید (ہدایت یافتہ کا بیٹا) کیا ٹھکانا ہے پیغمبر کی شفقت کا کہ بچہ کی جو رعایت ماں باپ نہ کر سکے وہ پیغمبر نے پوری کی اور اس اہتمام سے کی کہ نام میں کسی پہلو بھی کوئی خفیف سی کراہت دیکھی تو اس کو دور کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن مخلوق کو ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا اور اس میں رعایت ہے زنا سے پیدا ہونے والے بچوں کی کہ وہ بے قصور ہیں ان کو شرمندہ کرنا پسند نہیں اور اظہار فضل ہے حضرات حسنین کا کہ فاطمہؓ بنت محمدؐ کی طرف انتساب اشرف ہے علی بن ابی طالب کی طرف نسبت کرنے سے۔ اور لحاظ ہے سیدنا عیسیٰ روح اللہ کا کہ باپ نہ رکھتے تھے۔ چونکہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کی مقدار کا ہوگا اور اس کے اوقات مختلف ہوں گے۔ لہٰذا ممکن ہے کہ کسی وقت اُس طرح پکارا جائے اور کسی وقت۔ یا بعض کو اس طرح اور بعض کو اس طرح۔ (وہب الجشمی) رفعہ: اپنے نام انبیاء کے ناموں پر رکھا کرو۔ اور سب میں زیادہ پیارا نام عبد اللہ وعبد الرحمٰن اور زیادہ سچے نام حارث (کمانے والا) اور ہمام (صاحب ارادہ) ہیں۔ اور بدترین نام حرب یعنی جنگ اور مرہ بمعنی تلخ ہیں۔ (ن د) ف محبوب کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے اور نام تو بڑی چیز ہے کہ کان میں پڑتے ہی محبوب کی صورت خیال کی نظروں کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ چنانچہ حاکم کا دل دکھتا ہے کہ اس مجرم کو جو اس کے اکلوتے بیٹے کا ہمنام ہو قید کا حکم سنائے۔ یہ پیغمبر کی شفقت ہے امت کے ساتھ کہ محبوبین خدا کا ہمنام بننے کی

(اسلم مولی عمر) ان عمر ضرب ابنا له یکنی ابا عیسٰی وان المغیرة بن شعبة یکنی ابا عیسٰی فقال له عمر اما یکفیك ان تکنی بابی عبد الله؟ فقال ان النبی صلی الله علیه وسلم کنانی ابا عیسٰی فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر وانا بعد فی جلجتنا فلم یزل یکنی بابی عبد الله حتی هلك ۞ (لابی داود) (یحیٰی ابن سعید) ان النبی صلی الله علیه وسلم قال للقحة تحلب من یحلب هذه؟ فقام رجل فقال له صلی الله علیه وسلم ما اسمك؟ قال مرة فقال له اجلس ثم قال من یحلب هذه؟ فقام رجل فقال له صلی الله علیه وسلم ما اسمك؟ قال حرب فقال له اجلس ثم قال من یحلب هذه؟ فقام رجل فقال له صلی الله علیه وسلم ما اسمك؟ قال یعیش فقال له احلب ۞ (وعنه) ان عمر قال لرجل ما اسمك؟ قال جمرة قال ابن من؟ قال ابن شهاب قال

ترغیب دی کہ گناہ گاروں پر اللہ کی نظرِ رحمت پڑ جانے کا ایک حیلہ ہے۔ اور کریم شاہنشاہ کی شفقت اپنے بندوں پر کہ شفقت محمدیہ اسی کا پرتو ہے وہ قیامت کے دن معلوم ہوگی جبکہ محمدؐ اور ابراہیمؑ کے ہمنام مجرم بنے ہوئے آئیں گے اور محبوبین خدا کے ساتھ اتنی محبت کے سوا ان کا کوئی سہارا نہ ہوگا کہ اشتراک اسمی کو پیارا سمجھا تھا۔ ان پیارے ناموں کے بعد درجہ ان ناموں کا ہے جن میں اپنے کو اللہ کا بندہ ظاہر کیا ہے کہ کیا عجب ہے بے نیاز کو یہی بھا جائے اور اس کی رحمت یہ صدا شنوائی پسند نہ کرے کہ بندۂ رحمٰن کو جہنم میں لیجاؤ (ابو ہریرہ[۳]) فع: سب میں زیادہ رذیل نام اس شخص کا ہے جو شاہنشاہ کے نام سے پکارا جائے کیونکہ شاہی بجز اللہ کے کسی کا حق نہیں ہے (ق د ت) ف حیلۂ نجات کی بھی ایک حد ہے جو محبوبین انسانوں کے اشتراک اسمی پر ختم ہوگئی جیسے باپ دادا کا نام رکھ لینا کہ ان کے منصب پدری کا مقابلہ نہیں بلکہ خلف سعید اور نمونہ بننے کی ہوس ہے مگر اس سے آگے بڑھنا کہ فرشتوں کے نام رکھنے لگے گرہیں داخل ہے اور حق تعالیٰ کا ہمنام بننا تو سوء ادب اور مقابلہ کی صورت ہے۔ (جابر[۴]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد کیا کہ یعلی۔ برکت۔ افلح۔ یسار اور نافع رکھنے کی ممانعت فرمادیں۔ مگر میں نے دیکھا کہ اس کے بعد آپ نے سکوت فرمایا اور کچھ نہ کہا پھر آپ کا وصال ہوگیا اور ان ناموں کی ممانعت نہیں فرمائی۔ (د س) (سمرہ[۵]) فع: اللہ کے نزدیک زیادہ پیارے کلمات چار ہیں۔ سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر۔ ان میں جس کلمہ کو بھی پہلے کہہ لو کچھ حرج نہیں اور اپنے غلام کا نام یسار یا رباح یا نجیح یا افلح مت رکھ کیونکہ تو پوچھے گا کیا وہ موجود ہے؟ اور دوسرا کہے گا کہ نہیں۔ بس یہ چار نام ہیں (جن کی ممانعت ہے) ان سے زائد کا مجھ پر افترا نہ کیجیو۔ (ت د س) ف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کا مقتضا یہ تھا کہ مسلمان کی زبان سے ہمیشہ کلمۃ الخیر نکلے اور اس کا خلاف بلا ارادہ بھی صادر نہ ہو۔ چنانچہ جگہ جگہ تعلیم ہے کہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے دعائیں خوب مانگو مگر کیسی ہی تکلیف پہونچے بددعا مت دو حتی کہ غنودگی میں دعا مانگنے کی ممانعت فرمائی کہ ممکن ہے دعا کی جگہ بلا ارادہ بددعا نکل جائے وہی رعایت ان ناموں میں ہے کہ برکت فلاح سہولت اور کامیابی وغیرہ جب نام تجویز ہوئے تو بہر حال پکارے جائیں گے کہ گھر میں موجود ہے یا نہیں۔ اگر جواب ملا کہ ہاں موجود ہے تو کلمۃ الخیر ہے اور وجود خیر و برکت کا اظہار ہوا لیکن اگر موجود نہیں ہے تو جواب ملے گا کہ برکت و فلاح گھر میں نہیں ہے اور گو اس نام والا شخص مراد ہے نہ کہ نفس برکت و فلاح۔ مگر صورت بددعا یا کفران نعمت ضرور ہے۔ اور ایسا کلمہ بلا ارادہ بھی مسلمان کی زبان پر کیوں آئے جس کی حقیقت ناپسند ہو۔ کیا ٹھکانا ہے اس باریک بینی اور احتیاط کا۔ مگر چونکہ ایک پہلو اس کا بصورت دعا کلمۃ الخیر بھی تھا لہٰذا آپ نے تحریمی ممانعت نہ فرمائی اور یہی محمل ہے پہلی حدیث کا مگر مکروہ ضرور سمجھا کہ مقتضائے

ممن؟ قال من الحرقة قال این مسکنك؟ قال بحرة النار قال بایها؟ قال بذات لظیٰ قال عمر ادرك اهلك فقد احترقوا فكان

تنزیہی کا اور یہی محمل ہے دوسری حدیث کا۔ (اسلم مولیٰ عمرؓ) حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے کو مارا جن کی کنیت ابوعیسیٰ تھی اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کی کنیت بھی ابوعیسیٰ تھی۔ تو ان سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تمہیں یہ کافی نہیں ہے کہ (اپنے دوسرے بیٹے کے نام پر) اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھ لو؟ انہوں نے کہا میری یہ کنیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے (پھر اس کو ناپسند سمجھنے کا کسی کو کیا حق ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تو اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے گئے تھے۔ اور ہم ابھی تک اپنی ضیق میں ہیں (کہ دیکھئے کس ذراسی بات پر گرفت ہوجائے) چنانچہ تا وفات وہ ابوعبداللہ ہی کی کنیت سے پکارے جاتے رہے (د) ف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ دوسرے ہیں اور یہ عیسیٰ جن کے نام پر ان کے باپ کی کنیت ابوعیسیٰ ہوئی یہ دوسرے ہیں اس لئے جواز میں تو کوئی شبہ نہیں مگر اشتراکِ اسمی کی وجہ سے صورت ایہام کی ہے اور بلاارادہ زبان پر کذب جاری ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت فاروقؓ کو مکروہ معلوم ہوا اور حضرتؓ کی تجویز کی توجیہ فرمائی کہ آپ معصوم تھے اور بسا اوقات ایک فعل جو شرعاً مکروہ ہے اس کو بیان جواز کے لئے کرتے تھے تاکہ معلوم ہوجائے کہ حرام نہیں ہے اس مصلحت دینی کے لحاظ سے وہ مکروہ آپ کے لئے تو جائز بلکہ موجب اجر ہوتا تھا۔ مگر ہمارا نہ وہ منصب ہے اور نہ ہم معصوم بلکہ عام مسلمین میں شامل ہیں اور ذرا غلطی پر پکڑ ہوجانے کا خطرہ ہے لہٰذا ہمیں ایہام اور صورتِ خطا سے بھی بچنا ضروری ہے۔ مگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس کنیت کو جائز رکھنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کا حضرت آدم کی طرح بغیر باپ کے ہونا دُنیا کو معلوم ہے اس لئے ایہام بہت ضعیف ہے اور اس ضعف کی اگر رعایت کی جاتی ہے تو انبیا علیہم السلام کے ہمنام بننے میں جو ہماری سعادت ہے وہ حضرت عیسےٰ اور آدم کے نام میں نہ رہے گی اور کہنا پڑے گا کہ ان کے نام کوئی نہ رکھے ورنہ پھر اس کے باپ کو ابوعیسےٰ اور ابوآدم نہ پکارا جانا خود خلاف واقعہ ہوجائے گا۔ بہرحال کراہت ایسی ہے جیسے بعض لوگ شہتوت نہیں کھاسکتے کہ صورت اور گلگلاہٹ میں کیڑے کے مشابہ ہے حالانکہ اس کا کھانا وہ بھی بے شبہ حلال سمجھتا ہے۔ (یحییٰ بن سعیدؒ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹنی کے متعلق جس کا دودھ دُھانے کی ضرورت تھی دریافت فرمایا اس کو کون دوہے گا۔ ایک شخص اٹھا اور کہا کہ میں۔ آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا مُرہ (بمعنی تلخی) آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا اس کو کون دوہے گا؟ تو دوسرا شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ میں۔ آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حرب (بمعنی لڑائی) آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا اس کو کون دوہے گا؟ تو تیسرا شخص اٹھا اور کہا کہ میں آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا یعیش (بمعنی زندہ رہے گا) آپ نے فرمایا ہاں تم دوہو۔ (ط) ف طریقۂ محمدیہ یہ بھی تھا کہ زبان کی طرح مسلمان کا تخیل بھی ہمیشہ خیر سے لبریز اور اپنے مولیٰ سے بھلائی کا متوقع رہے۔ چنانچہ آپ نے بدشگونی کو منع فرمایا کہ مثلاً جانور بائیں طرف کو نکل گیا تو منحوس اور ارادہ سفر کے لئے نقصان کا سبب سمجھ لیا آنکھ پھر پھرانا۔ یا چاند دیکھ کر بُری صورت نظر پڑنے سے بچنا۔ وغیرہ سب اسی میں داخل ہے کہ اوّل تو سب وہمی اور ظنی بلادلیل باتیں ہیں۔ دوم غیراللہ کو موثر سمجھنا ہے جو شرک خفی ہے۔ اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ بعض ناموں کو منحوس سمجھتے اور کہتے ہیں کہ اچھے اور بُرے نام کے معنی کا مسمّیٰ میں ضرور اثر ہوتا ہے۔ سوم نحوست کا تخیل قائم ہوجانا اپنے اللہ کی طرف سے شر کا متوقع اور منتظر ہونا ہے کہ گو شر نہ پہونچے مگر یہ بدگمانی وانتظار خود بلا ہے۔ ہاں فال کو آپ پسند فرماتے تھے۔ سفر کے

كما قال عمر: هر المالك رانسؓ) كان النبي صلے اللہ علیہ وسلم یوما یمشی فی البقیع نسمع قائلا یقول یا ابا القاسم فرد راسہ الیہ فقال الرجل یا رسول اللہ انی لم اعنك وانما دعوت فلانا فقال صلے اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی ۔ للشیخین والترمذی ولهم ولابی داود عن جابر: ولد لرجل منا غلام فسماه القاسم فقلنا لا نکنیك ابا القاسم ولا ننعمك عینا فاتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر ذلك له فقال له سم ابنك عبد الرحمن ۔ وفی روایۃ قالت الانصار لا نکنیك ابا القاسم ولا ننعمك عینا فقال صلے اللہ علیہ وسلم احسنت الانصار تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی ۔ وفی اخری: ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم نهی ان یجمع احد بین اسمه وکنیته فیسمی محمدا ابا القاسم (ابو رافعؓ) رفعه: اذا سمیتم محمدا فلا تضربوه ولا تحرموه ۔ البزار بلین (انسؓ) رفعه: تسمونهم محمدا

وقت کوئی سامنے آگیا جس کا نام منصور تھا تو دل خوش ہو گیا۔ کہ انشاء اللہ نصرت حاصل ہو گی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ منصور کے اس وقت آجانے کو نصرت میں کچھ دخل ہے بلکہ محض اپنے اللہ سے خیر کا متوقع رہنا ہے کہ اگرچہ حاصل نہ ہو مگر یہ توقع بھی اللہ کے ساتھ حسن ظن ہے اور خود خیر ہے۔ پھر کسی بات میں اگر اسکو نحوست سمجھتے اور اتفاق سے اس کے موافق پیش آجاتا تو یہ بدعقیدگی بڑھتی تھی اس لئے آپ احتیاط فرماتے اور جس کے نام میں تلخی یا جنگ وغیرہ کا مکروہ مفہوم ہوتا اس سے اونٹنی کا دودھ نہ دوہاتے۔ کہ بحکم تقدیر کوئی نقصان پیش آیا تو نام میں نحوست کا عقیدہ جاہلوں کا پختہ ہو جائے گا جیسے جذامی سے علیحدہ رہنے کا آپ نے حکم دیا کہ اثر جذام ہو گیا۔ تو مرض کے متعدی ہونے کی بدعقیدگی پختہ ہو جائے گی اور جس کا نام یعیش تھا اس سے دودھ دوہا یا کہ بحکم تقدیر خیر پیش آئی تو اللہ سے خیر کا متوقع ہونا مضبوط ہو گا اور اگر شر پیش آیا تو نام کے موثر ہونے کا غلط خیال دُور ہو جائے گا۔ پس اس کے دونوں پہلو مفید ہیں۔ نیز مکروہ نام والوں کو خدمت سے روک دینے میں کافی تنبیہ تھی کہ بُرے نام نہ رکھیں اور اس حسن تدبیر سے اچھے نام رکھنے کی تعلیم عملاً ہو گئی۔ (ایضاً) عمرؓ نے ایک شخص سے پُوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا جمرہ (چنگاری) آپ نے پوچھا اور بیٹے کس کے ہو؟ کہا شہاب (شعلہ) کا۔ پوچھا کس قبیلہ کے ہو؟ کہا قبیلہ حرقہ (سوزش) کا۔ فرمایا تمہارا گھر کہاں ہے؟ کہا قصبہ حرۃ النار (حرارت آتش) میں۔ پوچھا اس کے کس حصہ میں؟ کہا ذات لظیٰ (لپٹ والی) میں (کہ ہر نام میں آگ ہی آگ بھری ہوئی تھی) آپ نے فرمایا خبر لو اپنے گھر والوں کی کہ سب جل چکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ (ط) ف بُرا نام رکھنے کی ممانعت میں جہاں شرمندگی و ندامت اور توقع شر سے بچانے کی مصلحت ہے وہیں نحوست کی بدعقیدگی سے محفوظ رکھنے کی مصلحت بھی شامل ہے کہ کسی وجہ سے بھی بُرائی پہونچی تو وہ نام کی نحوست ہی پر محمول ہو گی۔ اور نام والا بلا وجہ چار طرف بدنام ہو گا۔ چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نام سُن کر اس کے مفہوم کا تخیل کسی اللہ والے کے قلب میں قائم ہوتا ہے تو اس کے عند اللہ مقبول ہونے کی وجہ سے وہ واقعہ کی صورت لے لیتا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام سے دو شخصوں نے فرضی خواب نقل کی تو آپ نے تعبیر دی۔ اور گو انہوں نے کہدیا کہ خواب بے اصل ہے مگر آپ کے سلیم قلب میں جو تخیل ان کے ذکر کرنے سے قائم ہو چکا تھا وہ واقعہ بن چکا تھا جس کے خلاف نہ ہوا۔ پس حضرت فاروقؓ کہ فیضان صحبت محمدیہ سے استعداد نبوت اور شان الہام لئے ہوئے تھے اس کے ہر نام میں آگ ہی آگ سُن کر بے اختیار بول اٹھے کہ تمہارے گھر والوں میں آگ لگ گئی لہٰذا خواہ تو یہ صورت ہوئی کہ واقعہ بحکم تقدیر پہلے ہوا اور اس کے موافق حضرت عمرؓ کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا۔ کہ شان الہامی ہے۔ یا تخیل کو حق تعالیٰ

ثم تلعنونهم: للموصلی والبزار بلین (عبد الرحمٰن بن ابی لیلی[12]) نظر عمر الی ابن عبد الحمید وکان اسمه محمدًا ورجل یقول له
فعل الله بك یا محمد فسماه عبد الرحمٰن فارسل الی بنی طلحة وهم سبعة سیدهم وکبیرهم محمد بن طلحة یغیر اسماءهم فقال
محمد اذکرك الله یا امیر المؤمنین فوالله محمد صلی الله علیه وسلم سمانی فقال قوموا فلا سبیل الی شئ سماه صلی الله علیه
وسلم: لاحمد والکبیر (عائشة[13]) قالت امرأة یا رسول الله انی ولدت غلامًا فسمیته محمدًا وکنیته ابا القاسم فذکر لی انك
تکره ذلك فقال ما الذی احل اسمی وحرم کنیتی؟ او ما الذی حرم کنیتی واحل اسمی: (محمد بن الحنفیة[14]) عن ابیه: قلت
یا رسول الله ارأیت ان ولد لی بعدك ولد اسمیه باسمك واکنیه بکنیتك؟ قال نعم: هما لابی داود (ابن عباس[15])
رفعه: من ولد له ثلاثة فلم یسم احدهم محمدًا فقد جهل: للکبیر بضعف (سهل بن سعد[16]) وقد قیل له هذا فلان لامیر
المدینة یذکر علیا عند المنبر یقول ابو تراب فضحك سهل وقال والله ما سماه به الا النبی صلی الله علیه وسلم وما کان
له اسم احب الیه منه جاء النبی صلی الله علیه وسلم بیت فاطمة ولم یجد علیا فقال این ابن عمك؟ فقالت کان بینی وبینه
شئ فغاضبنی فخرج ولم یقل عندی فقال صلی الله علیه وسلم لانسان انظر این هو؟ فقال هو فی المسجد راقد فجاءه صلی الله علیه

نے واقعہ بتا دیا اور بصورت بددعا یہ خیال مقبول ہوا ہو کہ ظل نور نبوت ہے۔ بہرحال آپ کی ایک کرامت تھی جس
میں نام کے اثر کو کچھ دخل نہیں ہے چنانچہ بہتیرے نام آتش اور حرارت لئے ہوتے ہیں اور رات دن ان کو مخلوق
اس نام سے پکارتی ہے مگر کبھی ان کے کپڑوں میں بھی آگ نہیں لگی۔ (انس[9]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن
گورستانِ بقیع میں چل رہے تھے کہ ایک شخص کو آپ نے یہ کہتے سنا۔ اے ابوالقاسم۔ تو آپ نے اس کی جانب سر
موڑا۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مراد نہ تھے بلکہ میں تو فلاں کو پکار رہا ہوں (کہ اس کی کنیت بھی آپ کی
طرح ابوالقاسم ہے) آپ نے کہا کہ میرا نام رکھ لیا کرو مگر میری کنیت نہ رکھا کرو (ق ت) اور جابر سے مروی ہے کہ
ہمارے خاندان میں ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام اس نے قاسم رکھا ہم نے کہا کہ (اس بچہ کے نام پر)
ہم تمہاری کنیت ابوالقاسم کبھی نہ پکاریں گے اور نہ اس سے تمہاری آنکھ ٹھنڈی ہونے دیں گے پس وہ شخص رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھ لو اور
ایک روایت میں ہے اس شخص نے کہا کہ انصار کہتے ہیں ہم تیری کنیت ابوالقاسم کبھی نہ پکاریں گے اور نہ (بچہ کے
اس نام سے) ہم تیری آنکھ ٹھنڈی ہونے دیں گے۔ آپ نے فرمایا انصار نے ٹھیک کہا۔ میرا نام رکھ لیا کرو مگر میری
کنیت نہ رکھا کرو۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی آپ
کے نام اور کنیت کو جمع کرے اور نام رکھے محمد ابوالقاسم۔ (ابو رافع[11]) رفع: جب تم کسی کو محمد نام کا سنو تو
نہ اسے مارو اور نہ اس کو (اس کی درخواست میں) محروم کرو (بز) ف کہ محسن کے نام کا بھی احترام ہونا
چاہیئے۔ (انس[11]) رفع: تم (اپنے بچوں کا) نام محمد رکھتے ہو اور پھر (غصہ میں) ان پر پھٹکار ڈالتے ہو (کچھ تو نام کا
لحاظ کرو کہ صورۃً کس پر لعن کا ایہام ہو رہا ہے) (ص بز) (عبدالرحمٰن بن ابی لیلے[12]) عمر نے عبدالحمید کے
بیٹے کو دیکھا جن کا نام محمد تھا۔ ایک شخص ان کو کہہ رہا ہے۔ اے محمد اللہ تجھے یوں کرے اور یوں کرے۔
تو آپ نے ان کا نام (بدل کر) عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ پھر آپ نے طلحہ کے صاحبزادوں کی طرف آدمی بھیجا
اور وہ سات تھے جن کے سردار اور بڑے محمد بن طلحہ تھے۔ کہ ان کے نام بدل دیں (تاکہ اسم محمد کی بے
حرمتی نہ ہو) تو محمد بن طلحہ نے کہا اے امیر المومنین میں تم کو یاد دلاتا ہوں کہ واللہ یہ نام میرا محمد صلے اللہ

وسلم وھو مضطجع قد سقط رداءہ عن شقہ فاصابہ تراب فجعل صلی اللہ علیہ وسلم یقول قم ابا تراب قم ابا تراب ؀ للشیخین (اسماء[12] بنت ابی بکر) انھا حملت بعبد اللہ بن الزبیر بمکۃ قالت فخرجت وانا متم فقدمت المدینۃ فنزلت بقبا فولدتہ بقبا ثم اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضعہ فی حجرہ ثم دعا بتمرۃ فمضغھا ثم تفل فی فیہ فکان اول شئی دخل جوفہ ریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم حنکہ بالتمرۃ ثم دعا لہ وبرک علیہ فکان اول مولود ولد فی الاسلام ؀ زاد فی روایۃ، ففرحوا بہ فرحاً شدیداً لانھم قیل لھم ان الیھود قد سحرتکم فلا یولد لکم ؀ للشیخین ولھما نحوہ عن عائشۃ وفیہ: وسماہ عبد اللہ ؀ (ابو موسیٰ[18]) ولد لی غلام فاتیت بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسماہ ابراھیم وحنکہ بتمرۃ ودعا لہ بالبرکۃ ودفعہ الی وکان اکبر ولد ابی موسیٰ ؀ للشیخین (عائشۃ[19]) قلت یا رسول اللہ کل صواحبی لھن کنی قال فاکتنی بابنک عبد اللہ بن الزبیر فکانت تکنی ام عبد اللہ ؀ لابی داود (ابن مسعود[20]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کناہ ابا عبد الرحمٰن ولم یولد لہ ؀ للکبیر (عائشۃ[21]) ان النبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے رکھا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تشریف لے جاؤ۔ بے شک کوئی گنجائش نہیں اس نام کی تبدیلی میں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا (مرک) (عائشہ[13]) ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لڑکا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھدی تھی مگر مجھ سے کسی نے ذکر کیا کہ آپ اس کو ناپسند فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کون وجہ ہے جو میرے نام کو جائز کرے اور کنیت کو ناجائز۔ یا یہ کہا کہ کون وجہ ہے جس سے میری کنیت حرام ہو اور نام حلال ہو۔ (د) (محمد بن حنفیہ[14]) اپنے والد حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بھلا آپ کے بعد اگر میرے کوئی لڑکا پیدا ہو تو آپ کے نام پر اس کا نام اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھدوں؟ آپ نے فرمایا ہاں (رکھدیجیو) (د) (ابن عباس[15] رفع): جس کے تین لڑکے ہوں اور اس نے ایک کا نام بھی محمد نہ رکھا تو اس نے نادانی کی۔ (دلک) ف یہ مختلف احادیث ہیں جن میں کسی سے معلوم ہوا کہ ابو القاسم کنیت رکھنا مطلق جائز نہیں کہ آپ کی یہ کنیت صرف صاحبزادہ قاسم کی وجہ سے نہیں بلکہ ابو الفضل کے مثل بایں وجہ ہے کہ آپ قاسم الخیرات والہدایات ہیں۔ اور یہ شرف آپ کے لئے مخصوص ہے۔ کسی سے معلوم ہوا کہ جمع کرنا کنیت اور نام کا جائز نہیں۔ یعنی کسی کا نام محمد ہو تو اس کی ابو القاسم کنیت نہ رکھنی چاہیئے۔ اور کسی کی کنیت ابو القاسم ہو تو محمد نام نہ رکھنا چاہیئے۔ پھر بعض علماء کے نزدیک مخصوص تھا حیات شریفہ میں کہ منع کی وجہ اشتباہ ہے اور وہ بعد وفات رفع ہو گئی۔ چنانچہ حضرت علی نے محمد بن حنفیہ کی کنیت بھی ابو القاسم ہی رکھی۔ کسی روایت سے معلوم ہوا کہ محمد نام رکھنا بھی مکروہ ہے کہ اس کا احترام قائم رکھنا دشوار ہے اور کسی سے معلوم ہوا کہ نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ مقتضا ہے محبت کا اور جب عام انبیاء کا نام رکھنا پیارا ہے تو سید الانبیاء کا بدرجہ اولیٰ۔ اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ رہی کنیت سو نام کے ساتھ جمع ہو یا نہ ہو مکروہ ہے اور حیات شریفہ میں بدرجہ اولیٰ۔ اور حضرت علی کو اجازت ان کے لئے مخصوص تھی۔ (سہل بن سعد[16]) ان سے کسی نے کہا دیکھئے یہ فلاں شخص اور اس سے امیر مدینہ کی طرف اشارہ تھا۔ ممبر کے پاس حضرت علی کا تذکرہ کر رہا اور (آپ کو) ابو تراب کہہ رہا ہے۔ تو حضرت سہل ہنسے اور فرمایا واللہ ان کا یہ نام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا ہے اور اس لئے حضرت علی کو اس سے زیادہ پیارا کوئی نام ہی نہ تھا اور قصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ کے گھر آئے اور علی کو

علیہ وسلم کان یغیر الاسم القبیح ٭ للترمذی (ابو ہریرۃ[۲۲]) ان زینب ھی بنت ابی سلمۃ کان اسمھا برۃ فقیل
تزکی نفسھا فسماھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم زینب ٭ للشیخین (ابن عباس[۲۳]) کان اسم جویریۃ بنت الحارث
برۃ فحول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسمھا جویریۃ وکان یکرہ ان یقال خرج من عند برۃ ٭ (زینب[۲۴] بنت ابی
سلمۃ) کان اسمی برۃ فسمانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودخلت علیہ زینب بنت جحش واسمھا برۃ فسماھا زینب ٭ ھما لمسلم
(شریح[۲۵] بن ھانی) عن ابیہ ٭ قال لما وفد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ مع قومہ سمعھم یکنونہ بابی
الحکم فدعاہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ ھو الحکم والیہ الحکم فلم تکنی ابا الحکم؟ فقال ان قومی اذا اختلفوا
فی شیء اتونی فحکمت بینھم فرضی کلا الفریقین بحکمی فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما احسن ھذا فما لک من الولد؟
قال لی شریح ومسلم وعبد اللہ قال فمن اکبرھم؟ قلت شریح قال فانت ابو شریح ٭ لابی داود والنسائی
(اسامۃ[۲۶] ابن اخدری) ان رجلا کان اسمہ اصرم کان فی نفر اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ ما اسمک؟ قال
اصرم قال بل انت زرعۃ ٭ لابی داود (سعید[۲۷] بن المسیب) ان اباہ جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما
اسمک؟ قال حزن قال انت سھل قال لا اغیر اسما سمانیہ ابی وفی روایۃ بان جدہ حزنا قدم علی النبی صلی اللہ

نہ پایا تو پوچھا کہاں ہیں تمہارے چچازاد (یعنی علی کہ شوہر بھی تھے اور عمزاد بھائی بھی) فاطمہ نے کہا میرے اور ان
کے درمیان کچھ قصہ ہوگیا اور وہ مجھ پر غصہ ہوکر کہیں چلے گئے کہ دوپہر کو یہاں سوئے بھی نہیں۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ دیکھو تو وہ کہاں ہیں اس نے کہا مسجد میں پڑے سو رہے ہیں پس آنحضرت
ان کے پاس آئے اور وہ لیٹے ہوئے تھے کہ ان کی چادر ایک جانب سے گر گئی تھی اور اس کو مٹی لگ گئی تھی پس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اٹھو ابو تراب۔ (ق) ف باپ کا لفظ کبھی صاحب کے معنی
میں آتا ہے جیسے ابوالفضل حضرت علی کی چادر کو مٹی لگنے کی مناسبت سے آنحضرت نے پیار میں ان کو ابوتراب
فرمایا کہ معنی خاکسار کے بھی لئے ہوئے تھا۔ (اسماء[۱۷] بنت ابی بکر) ان کو عبد اللہ بن زبیر کا حمل (ہجرت سے پہلے) مکہ
میں قرار پایا تھا فرماتی ہیں کہ میں (مکہ سے ہجرت کرکے) نکلی اور وضع حمل کے دن قریب تھے۔ چنانچہ مدینہ آئی
اور قبا میں اتری تو وہیں ولادت ہوئی۔ پھر میں (بچہ کو لیکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوئی تو آپ نے بچہ کو اپنی گود میں لے لیا اور اس کے بعد کھجور منگائی اور اس کو چبایا۔ پھر بچہ کے منہ میں لعاب
ڈالدیا۔ پس سب سے پہلی چیز جو اس کے پیٹ میں اتری وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب تھا۔ پھر کھجور
اس کے تالو کو لگائی اور دعاء برکت دی۔ پس یہ پہلا بچہ تھا جو اسلام میں پیدا ہوا۔ اور ایک روایت
میں اتنا اضافہ ہے پس اہل اسلام کو اس پر بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی کیونکہ ان سے یہ کہا گیا تھا کہ یہودیوں
نے تم پر جادو کیا ہے لہذا تم مسلمانوں کی اولاد بالکل نہ ہوگی۔ (ق) اور (عائشہ سے بھی یہ روایت ہے اور اس
میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت نے بچہ کا نام عبد اللہ رکھا۔ (ابو موسیٰ[۱۸]) میرے لڑکا پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور اس کے تالو کو لگائی
اور برکت کی اس کو دعا دے کر مجھے دیدیا۔ اور یہ ابو موسیٰ کے سب میں بڑے بیٹے تھے۔ (ق) (عائشہ[۱۹]) میں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ساری ہیلیوں کی کنیت ہے (مگر میں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے محروم ہوں)
فرمایا کہ اپنے بیٹے عبد اللہ بن زبیر پر کنیت رکھ لو۔ (کہ بہن کا بیٹا گویا اپنا ہی بیٹا ہے) چنانچہ آپ کی کنیت

قال ابن المسیب فما زالت فینا الحزونة بعد ؛ وفی اخری: قال لا السهل یوطأ ویمتهن قال
علیه وسلم بنحوه ؛ وفیه: قال ابن المسیب فظننت انه سیصیبنا بعده حزونة ؛ للبخاری وابی داود وقال: غیّر النبی صلی اللہ علیه وسلم اسم العاص و
سعید فظننت انه سیصیبنا بعده حزونة ؛ للبخاری وابی داود وقال: غیّر النبی صلی اللہ علیه وسلم اسم العاص و
عزیز وعتلة وشیطان والحکم وغراب وحباب وشهاب فسماه هشاما وسمی حربا سلما وسمی المضطجع المنبعث وارضا
تسمی عفرة سماها خضرة وشعب الضلالة سماه شعب الهدی وبنی الزنیة سماهم بنی الرشدة وسمی بنی مغاویة
بنی رشد ؛ قال ابوداود وترکت اسانیدها للاختصار (خیثمة بن عبد الرحمن[۲۸]) عن ابیه: اتیت النبی صلی اللہ علیه
وسلم فقال لی ما اسمک؟ قلت عبد العزی قال بل انت عبد الرحمن ؛ للکبیر وللبزار ما اسمک؟ قلت عزیز. قال اللہ
العزیز ؛ (وعنه[۲۹]) عن ابیه رفعه: لا تسم ابنک الحباب فان الحباب شیطان ولکن هو عبد الرحمن ؛ للکبیر بقصة
(ابن عمر[۳۰]) ان النبی صلی اللہ علیه وسلم غیر اسم عاصیة وسماها جمیلة ؛ لمسلم والترمذی وابی داود (مسروق[۳۱])
لقیت عمر فقال من انت؟ قلت مسروق بن الاجدع قال سمعت النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول الاجدع شیطان
لابی داود (سهل بن سعد[۳۲]) ان النبی صلی اللہ علیه وسلم اتی بالمنذر بن ابی اسید حین ولد فوضعه علی
فخذه وابو اسید جالس فلها النبی صلی اللہ علیه وسلم بشئ کان بین یدیه فامر ابو اسید

ام عبد اللہ پکاری جاتی تھی (د) (ابن مسعود) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو عبد الرحمن رکھ دی تھی.
حالانکہ ان کے کوئی بچہ بھی نہ تھا (ک) ف عرب میں کنیت کا اہتمام نام ہی کے برابر تھا کہ ایک نام کے بکثرت
لوگ ہوتے تھے اور ان میں امتیاز کنیت ہی سے ہوتا تھا۔ پس بغیر اولاد کے کنیت رکھدینے میں علاوہ تعیین
کی مصلحت کے تفاؤل اور دعا بھی تھی کہ حق تعالیٰ صاحب اولاد کرانے پر فرضی کنیت کو حقیقی بنا دے۔ (عائشہ[۲۱])
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بُرے نام کو بدل دیا کرتے تھے (ت) (ابو ہریرہ[۲۲]) زینب یعنی ابو سلمی کی بیٹی کا نام برّہ
تھا (یعنی بڑی نیک) لوگوں نے کہا اپنے کو (یہ نام رکھکر) بڑی نیک ظاہر کرتی ہے۔ لہذا حضرت نے ان کا نام زینب
رکھدیا۔ (ق) ف کہ جس نام میں تقدس اور بڑائی نکلتی ہو اس میں صورۃً تکبر کا شائبہ ہے۔ (ابن عباس[۲۳]) ام المومنین
جویریہ بنت الحارث کا نام برّہ تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام بدل کر جویریہ رکھدیا کیونکہ آپ
کو مکروہ معلوم ہوتا تھا کہ یوں کہا جائے آپ نکلے برّہ کے پاس سے (س) ف ممکن ہے دونوں مصلحتیں ہوں
یعنی اظہار تقدس سے بچنا بھی اور دہی تفاؤل حسن کہ آپ کے باہر تشریف لے آنے پر جب یہ زبان پر آئے گا کہ برّہ
کے پاس سے نکلے تو برا ایہام ہوگا جو طالب صلاح کے لئے نازیبا ہے (زینب بنت ابی سلمہ[۲۴]) میرا نام برّہ تھا
پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام زینب رکھدیا۔ اور زینب بنت جحش آپ کے پاس آئیں ان کا
نام بھی برّہ تھا پس آپ نے ان کا نام بھی زینب رکھدیا (جس کے معنی فربہ کے ہیں یا خوشبودار و خوش منظر
درخت کا نام ہے یا اصل میں زین اب تھا یعنی باپ کی زینت) (شریح بن ہانی[۲۵]) اپنے والد سے روایت کرتے
ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ساتھ وفد بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت نے لوگوں
کو انہیں ابو الحکم کی کنیت سے پکارتے ہوئے سنا۔ پس حضرت نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ حقیقی حاکم صرف اللہ
ہے اور اسی کو حکومت کا حق ہے پس تمہاری کنیت ابو الحکم کیوں ہے۔ عرض کیا کہ میری قوم میں جب کسی بات
پر اختلاف ہوتا ہے تو میرے پاس آتے ہیں اور میں ان میں فیصلہ کرا دیتا ہوں کہ دونوں فریق میرے فیصلہ
پر راضی ہوجاتے ہیں۔ (اس لئے ابو الحکم کنیت پڑگئی) آپ نے فرمایا کام تو یہ بہت اچھا ہے مگر (یہ نسبت اچھی نہیں

کہ شرکت ہے صفت الٰہیہ میں) تمہارے بیٹے کون کون ہیں انہوں نے کہا کہ شریح اور مسلم اور عبداللہ۔ فرمایا سب میں بڑا کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ شریح۔ فرمایا اچھا آج سے تم ابوشریح ہو (د ن) (اسامہ بن اخدری) ایک شخص جن کا نام اصرم تھا اس جماعت میں تھے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے ان سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کیا کہ اصرم۔ فرمایا بلکہ تم زرعہ ہو۔ (د) ف صرم کے معنی درخت کاٹنے کے ہیں اس لیے مکروہ سمجھ کر آپ نے زرعہ نام بدل دیا کہ کھیتی کے معنی ہیں جو مشعر خیر و برکت ہے۔ (سعید بن المسیب) ان کے والد حضرت مسیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے۔ عرض کیا حزن یعنی سخت زمین آپ نے فرمایا تمہارا نام سہل ہے (بمعنی نرم زمین) وہ بولے میں اس نام کو نہیں بدلتا جو میرے باپ نے رکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے دادا حزن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آگے وہی مضمون ہے۔ اور پھر یہ ہے کہ ابن المسیب کہتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد ہمیشہ ہمارے اندر سختی کا مضمون رہا اور دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ نہیں۔ نرم زمین تو پامال اور ذلیل ہوتی ہے (لہٰذا سہل نام مجھے حقیر معلوم ہوتا ہے) سعید کہتے ہیں اسی وقت میں سمجھ گیا کہ آئندہ ہمیں سختی پہونچکر رہے گی۔ (خ د) ف یا تو سعید کے والد یا دادا جن کا نام حزن تھا اس کو مشورہ کا درجہ سمجھے اور حکم خیال نہیں کیا۔ یا ان کی پہلی حاضری تھی کہ فیضانِ صحبت سے کامل مستفید نہ ہوئے تھے اور بڑائی کا مضمون ابھی موجود تھا جس کی بنا پر نرم زمین کا ہمنام ہونا حقارت معلوم ہوا کہ وہ چلنے پھرنے میں کثیرالاستعمال و پامال رہتی ہے۔ اور حضرت کا مشورہ ہو یا حکم بہرحال انہیں کی بہبودی کے لئے تھا اور اس کو نہ ماننے کی یہ سزا تھی کہ ہر کام میں دشواریاں پیش آتی رہیں۔ یا سب میں طبعی تشدد کا رنگ تھا۔ (ابوداؤد میں ہے) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاص (نافرمان) اور عزیز (کہ حق تعالیٰ کا نام ہے) اور عتلہ (بمعنی سرکش) اور شیطان (ابلیس) اور حکم (حاکم کرشایان ہے اللہ کے لئے) اور غراب (کوا) اور حباب (کہ شیطان کا نام ہے) یہ سب نام بدل دیئے۔ اور شہاب (شعلہ) بدل کر ہشام نام رکھا (کہ خشک اور منکسر کھاس کو کہتے ہیں۔) اور حرب (جنگ) کو بدلکر سلم (بمعنی صلح) رکھا اور مضطجع (لیٹا ہوا ضعیف) کا نام منبعث (اٹھا ہوا باہمت) رکھا۔ اور ایک قطعہ زمین کا نام تھا عفرہ (بنجر) اس کا نام آپ نے خضرہ (سبز) رکھا۔ (اور ایک گھاٹی کا نام) شعب الضلالہ تھا اس کا نام شعب الہدیٰ رکھا۔ اور خاندان بنی الزنیہ کا نام بنی رشدہ رکھا (یعنی نکاح صحیح کی اولاد) اور بنو مغویہ کا نام بنو رشدہ رکھا کہ غوایت کے معنی گمراہی کے ہیں اور رشد کے معنی ہدایت کے) ابوداؤد کہتے ہیں کہ ان کی اسنادیں بغرض اختصار میں نے چھوڑ دی ہیں۔ (خیثمہ بن عبدالرحمٰن) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے میں نے عرض کیا کہ عبدالعزیٰ فرمایا نہیں تم عبدالرحمٰن ہو (کہ عزیٰ کا بندہ نام رکھنا شرک فی الاسم ہے) (ک) اور بزار میں ہے (آنحضرتؐ نے پوچھا) تمہارا نام کیا ہے۔ جواب دیا کہ عزیز۔ فرمایا عزیز تو اللہ کا نام ہے (اس کو بدل لو) (ایضاً فع) اپنے لڑکے کا نام حباب مت رکھو کہ حباب شیطان کا نام ہے ہاں عبدالرحمٰن رکھ (ک) (ابن عمرؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ کا نام بدل دیا۔ اور جمیلہ نام رکھا۔ (کہ معصیت و نافرمانی مسلمان کو شایاں نہیں) (س د ت) (مسروق) میں حضرت عمرؓ سے ملا تو آپ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا مسروق ابن الاجدع۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اجدع شیطان کا نام ہے (د)

بابنہ فاحتمل من فخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلبوہ فاستفاق صلی اللہ علیہ وسلم فقال این الصبی؟
فقال ابو اسید قلبناہ یا رسول اللہ قال ما اسمہ؟ قال فلان قال لا ولکن اسمہ المنذر فسماہ یومئذ المنذر:
للشیخین (رجل من جھینۃ[۲۳]) قال سمعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول یا حرام فقال یا حلال: لاحمد (علی[۲۴]) لما
ولد الحسن سماہ حمزۃ فلما ولد الحسین سماہ بعمہ جعفر قال فدعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی امرت
ان اغیر اسم ابنی ھذین قلت اللہ ورسولہ اعلم فسماھما حسنا وحسینا: لاحمد والموصلی والبزار والکبیر (وعنہ[۲۵])
لما ولد الحسن سمیتہ حربا فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ؟ قلت حربا قال بل ھو حسن فلما ولد
الحسین سمیتہ حربا فجاء صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ؟ قلت حربا قال بل ھو حسین فلما ولد الثالث
سمیتہ حربا فجاء صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارونی ابنی ما سمیتموہ؟ قلت حربا قال بل ھو محسن ثم قال سمیتھم باسماء
ولد ھارون شبر وشبیر ومبشر: لاحمد والبزار الا انہ قال جبر وجبیر ومجبر: ولہ وللکبیر نحوہ وفیہ: وکنت احب
ان اکنی بابی حرب: (عبد اللہ بن سلام[۲۶]) کان اسمی فی الجاھلیۃ غیلان فسمانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ

ف جدع کے معنی قطع کے ہیں اور شیطان مقطوع الحجۃ ہے کہ اس کا ہر فعل و قول بے دلیل ہے۔ (سہل بن سعد[۲۲]) ابن
ابی سید کے بیٹے منذر جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے۔ آپ نے ان کو اپنی ران پر
رکھ لیا اور ابو اسید بیٹھے ہوئے تھے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی چیز میں جو آپ کے سامنے تھی مشغول
ہو گئے۔ ابو اسید نے اپنے بچہ کے متعلق کسی کو کہا اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ران پر سے اٹھا لیا گیا
اور اس کو (گھر) پہونچا دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب (اُدھر سے فراغ ہو کر ادھر) توجہ ہوئی تو فرمایا بچہ کہاں
ہے۔ ابو اسید نے کہا یا رسول اللہ اس کو (گھر) پہونچا دیا۔ فرمایا اس کا نام کیا ہے۔ عرض کیا فلاں نام ہے۔ فرمایا نہیں
بلکہ اس کا نام منذر ہے۔ چنانچہ اسی دن اس کا نام منذر رکھدیا (ق) (شخصے از قبیلہ جہینہ[۲۳]) ان کو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے یہ کہتے سنا اے حرام پس فرمایا (یہ نام اچھا نہیں بلکہ یوں پکارو) اے حلال۔ (م) (علی[۲۴]) جب (ان کے
صاحبزادہ) حسن پیدا ہوئے تو علی نے ان کا نام (اپنے چچا کے نام پر) حمزہ رکھا اور جب حسین پیدا ہوئے تو ان کے چچا
پر ان کا نام جعفر رکھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنے دونوں
نواسوں کا نام بدل دوں۔ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو (مصلحت کا) زیادہ علم ہے۔ پس آپ نے حسن
اور حسین ان کے نام رکھدیئے (م ص بزک) (ایضاً[۲۵]) جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا۔ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بچہ دکھاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا۔ میں نے عرض
کیا کہ حرب۔ فرمایا نہیں بلکہ وہ حسن ہے۔ پھر جب حسین پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا۔ پس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بچہ دکھاؤ۔ تم نے اس کا کیا نام رکھا۔ میں نے کہا کہ حرب۔ فرمایا نہیں
بلکہ وہ حسین ہے۔ پھر جب تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے اور فرمایا مجھے میرا بچہ دکھاؤ۔ تم نے اس کا نام کیا رکھا۔ میں نے عرض کیا کہ حرب۔ فرمایا نہیں بلکہ وہ محسن ہے؟
اس کے بعد فرمایا میں نے ان کے نام ہارون کے بیٹوں شبر و شبیر و مبشر کے ناموں پر رکھے ہیں۔ (م) بزار میں بھی یہی
روایت ہے مگر اس میں جبر اور جبیر اور مجبر ہے اور کبیر میں بھی اسی طرح ہے اور دونوں میں اتنا اضافہ ہے۔ کہ
حضرت علی نے بار بار حرب نام رکھنے کی وجہ بتائی کہ میرا دل چاہتا تھا میری کنیت ابو حرب ہو۔ ف ممکن ہے

للکبیر بضعف (یزید[34] بن جاریۃ الانصاری) کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذا لم یحفظ اسم رجل قال یا ابن عبد اللہ ؛ للاوسط والصغیر بخفی (ابو ھریرۃ[38]) رفعہ : لا تسموا العنب الکرم[1] فان الکرم المسلم ؛ وفی روایۃ: ولکن قولوا حدائق الاعناب ؛ وفی اخری : انما الکرم قلب المؤمن ؛ للشیخین وابی داود ومسلم عن وائل بن حجر رفعہ : لا تقولوا الکرم ولکن قولوا العنب والحبلۃ ؛

الشعر[2]

(ابی) رفعہ : ان من الشعر حکمۃ ؛ للبخاری وابی داود ولہ عن ابن عباس : جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل یتکلم بکلام فقال ان من البیان سحرا وان من الشعر حکما ؛ (ابو ھریرۃ[2]) لان یمتلی جوف احدکم قیحا حتی یریہ[2]

حضرت علی نے حرب نام رکھا ہوا اور ماں یا کسی دوسرے نے جعفر و حمزہ۔ کہ ایک بچہ کے کئی کئی نام ہوتے ہیں۔ یا حرب نام رکھنے کا صرف ارادہ ہوا ہوا اور حمزہ و جعفر رکھ دیا گیا ہوا ور پھر یہ دونوں بھی بدل دیئے گئے ہوں (عبد اللہ[42] ابن سلام) میرا نام بزمانہ کفر غیلان (بھوت) تھا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبد اللہ رکھ دیا (ک) (یزید[34] بن جاریہ انصاری) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا اور دیکھا کہ جب کسی کا نام آپ کو یاد نہ رہتا تو اس طرح پکارتے یا ابن عبد اللہ (دغ) ف کیونکہ ہر مسلمان بندۂ خدا ہے۔ (ابو ہریرہ[38]) رفع : انگور کا نام کرم مت رکھو کہ کرم (کے نام کا مستحق) مسلمان ہے بلکہ حدائق الاعناب کہا کرو۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ کرم (کا مصداق) قلبِ مومن ہے (ق د) اور مسلم میں وائل بن حجر سے مرفوعًا روایت ہے کہ انگور کو کرم مت کہو بلکہ عنب اور حبلہ کہو۔ ف چونکہ انگور سے شراب بنتی ہے اور عرب کا خیال تھا کہ شراب پینے سے جود و کرم کے اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اس لئے وہ انگور کو کرم کہتے تھے۔ حالانکہ اس نام کا مستحق قلب مومن ہے پس لفظی ابہام کی وجہ سے آپ نے اس اشتراک نام کو پسند نہ فرمایا۔

شعر و شاعری

(ابی) رفع : بے شک بعضے شعر میں حکمت و (دانش) ہوتی ہے (خ د) اور ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور (فصیح و بلیغ) کلام بولنے لگا۔ آپ نے فرمایا بعضا بیان سحر ہوتا ہے اور بعضا شعر دانائی۔ ف سحر کی حقیقت ہے ارواح خبیثہ کے ذریعہ عالم میں ایسے تصرفات کرنا جن سے دوسرے عاجز ہوں۔ چونکہ اس کی ابتداء بھی گندی ہے کہ اسباب خفیہ کو مؤثر حقیقی سمجھ کر رب العالمین کو معطل سمجھا جاتا ہے۔ اور درمیان بھی گندا ہے کہ کلمات کفر اور افعال شرک سے ہمزاد اور شیاطین کو مسخر کرکے آلۂ کار بنایا جاتا اور ان کو خوش اور اپنا تابع بنائے رکھنے کے لئے جسمانی اور روحانی ہر قسم کی نجاستوں میں پڑا رہنا پسند آتا ہے۔ اور انتہا بھی گندی ہے کہ مضر اور حرام اغراض میں استعمال ہوتا اور میاں بیوی میں تفریق اور زناکاروں میں محبت و اتحاد پیدا کیا جاتا ہے۔ لہذا حسب درجات مفاسد کفر یا فسق یا حرام ہے۔ ہر چند کہ صلحا نے شراب کو سرکہ بنا لینے کی مثل سحر کی تینوں نجاستوں کو دور کرکے ارواحِ طیبہ یا اسماء الٰہیہ و آیات قرآنیہ سے جائز حب و بغض اور تسخیر قلوب کا کام لیا ہے مگر چونکہ خطرہ ہے کہ طبیعت حد پر قائم نہ رہے۔ یا ابتداء و درمیان و انتہا میں کوئی خفی معصیت پیش آجائے۔ نیز اطمینان نہیں کہ قوت تاثیر کا تجربہ کرتے کرتے کبر یا عجب یا حب مال و جاہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے اس کو بھی شریعت نے کمال نہیں سمجھا بلکہ تسخیر قلوب کی خواہش ہی کو نکالا۔ اور اس کا حکم دیا ہے کہ بندہ بن کر

خیر له من ان یمتلئ شعرًا (للشیخین والترمذی) (ابو سعیدؓ) بینا نحن نسیر مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالعرج اذ
عرض شاعر ینشد. فقال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا الشیطان او امسکوا الشیطان لان یمتلئ جوف احدکم قیحًا خیر له
من ان یمتلئ شعرًا (لمسلم) (عائشہؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضع لحسان منبرًا فی المسجد یقوم علیہ قائمًا یفاخر
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم او ینافح فیقول صلی اللہ علیہ ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح او فاخر عن

روح اور بدن دونوں اپنے خالق کے حوالہ کر دو اور اس کی اطاعت میں فنا ہو جاؤ کہ بقا نصیب ہوگی اور اب طفیل
بن کر تصرفات کی وہ قوتِ قدسیہ آئے گی جس کا نام کرامت ہے اور وہ مقناطیسی اثر حاصل ہوگا کہ ساحروں کے
قلوب بھی مسخر ہو جائیں گے اور چونکہ یہ نعمت وہبی اور من اللہ ہوگی جس کی حفاظت معطی کے ذمہ ہے لہذا ہر طرح
بے خطر بلکہ مثمر حسنات اور صدقہ جاریہ بنے گی۔ شاعری بھی ایک فن اکتسابی ہے کہ تخیلات کو واقعات کا جامہ پہنا
کر سامنے لایا اور سامعین کے قلوب پر اثر ڈال کر ان کو مسخر کیا جاتا ہے کہ ابھی کسی کی مدح کی تو قلوب کو اس کا معتقد
و غلام بنا دیا اور ابھی اس کی ہجو و مذمت کی تو انہیں کو دشمن اور متنفر بنا دیا۔ اس لئے فصیح پیغمبر نے مختصر دو لفظوں
میں اس کو سحر کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کی ماہیت اور تمامی احکامات پر روشنی ڈال دی کہ شراب ہے تو حرام ہے
اور سر کہ بنا لیا گیا ہے تو حلال ہے۔ بلکہ بعض امراض کی دوا اور درد و کرب کے لئے سبب شفا ہے۔ اہل عرب نے
چونکہ شعر اور سحر سے زیادہ کوئی چیز قوی التاثیر دیکھی ہی نہ تھی اس لئے نبی کی قوتِ قدسیہ اور نظم قرآن کی مقناطیسی کشش
دیکھ کر حیران ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور ساحر کہا کرتے تھے حالانکہ حق تعالیٰ نے آپ کو افصح
العرب بنایا مگر شاعر نہ بنایا بلکہ اتنا منزہ رکھا کہ کسی شاعر کے اشعار کا یاد رکھنا اور صحیح پڑھنا بھی آپ کو دشوار تھا۔
کہ اول تو یہ مادہ ہی خطرناک اور منصب نبوت کے منافی ہے دوم جو غرض ہے وہ محمود بن کر وہبی اور اعلیٰ درجہ
میں حاصل۔ سوم اس میں اعجاز قرآنی مشتبہ ہوتا اور مخالفین کو موقع ملتا تھا کہ وہ حق کے فاتحانہ اثر کو شاعری کا سحر
اثر سمجھ کر ہدایت سے محروم رہیں گے۔ (ابو ہریرہؓ) فع: کسی کا پیٹ راد (پیپ) و خون سے اتنا لبریز ہو جائے کہ اس کے اندرون
کو کھالے وہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرے۔ (ق ت) ف مال کا حکم دوسرا ہے کہ کارِ خیر میں صرف ہو تو موجبِ اجر ہے
اور بُرے مصرف پر صرف ہو تو وبال و گناہ ہے اور مال کی طلب اور مالدار بننے کی ہوس کا حکم دوسرا ہے کہ فتنہ ہے خطرناک
ہے اور دیندار کے شایان نہیں۔ اسی طرح اشعار میں نصائح اور توجہ الی اللہ کے مضامین ہوں تو پیارے ہیں ورنہ
قابل نفرت ہیں۔ رہا شعر گوئی یا اس کا سیکھنا سو ظاہر ہے کہ اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے کہ لفظ لفظ پر شرعی حکم معلوم
کرنا پڑے گا بالخصوص جبکہ اس میں افیون کا سا نشہ ہے کہ جائز درجہ میں بھی چسکا لگا تو عجب نہیں افیونی بنا کر
دنیا و مافیہا سے بے خبر بنا دے۔ چنانچہ تجربہ ہے کہ اس لت میں پڑ کر آدمی تلاوت و نماز و ذکر اللہ سب سے
غافل ہو جاتا اور اپنے اندرون کو ایسا سڑا لیتا ہے کہ بدن کا زخم سے سڑنا اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ (ابو سعیدؓ)
ہم مقام عرج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک شاعر اشعار پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پکڑ لو شیطان کو حقیقت یہ ہے کہ کسی کا اندرون پیپ سے بھر کر اس کو کھالے وہ
زیادہ بہتر ہے اس کی بہ نسبت کہ وہ شعر سے بھر جائے (س) (عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان کے
لئے مسجد میں ممبر رکھوا دیا کرتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرہ
اور مشرکین کا مقابلہ کیا کرتے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ حسان کو بذریعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؛ للبخاری وابی داود والترمذی۔ (عمرو بن شرید) عن ابیہ: ردفت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال ھل معک من شعر امیۃ بن ابی الصلت؟ قلت نعم قال ھیہ فانشدتہ بیتا قال ھیہ فانشدتہ فقال ھیہ فانشدتہ فقال ھیہ فانشدتہ مائۃ بیت ؛ وفی روایۃ: ولقد کاد یسلم فی شعرہ ؛ لمسلم (جابر بن سمرۃ) جالست النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر من مائۃ مرۃ فکان اصحابہ یتناشدون الشعر ویتذاکرون شیئا من امر الجاھلیۃ وھو ساکت فربما تبسم معھم ؛ للترمذی (ابوھریرۃ) ان عمر مر بحسان وھو ینشد الشعر

روح القدس کے قوت پہونچاتا ہے جب تک کہ وہ مقابلہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مفاخرہ کرتا رہتا ہے (رخ دت) ف کفر کے ساتھ جب کبر شامل ہوتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے پیٹ کے اندر پھوڑ اور اس کے اوپر ورم۔ کہ ذرا ٹھیس بھی لگے تو گویا تیر مار دیا جب تک اس دربان کو ہٹایا نہ جائے جو انگلی کو بھی پاس نہیں آنے دیتا۔ اس وقت تک اندر دوا کا اثر پہونچنا محال ہے۔ کیونکہ بیت اللہ نے عرب کو تمامی دنیا پر شرف بخشا اس لئے اہل عرب کے نفوس متکبر ہو کر پھول گئے۔ اور یہی وہ قوی مانع تھا کہ نبی کی نصیحتیں اور معجزات کا اثر کان آنکھ کے ذریعہ ان کے دلوں تک نہ اترتا تھا۔ بالخصوص قریش چونکہ نبی زادے۔ عرب کے حاکم۔ کعبہ کے متولّی۔ اور تمام دنیا کی نظروں میں محترم بنے ہوئے تھے اس لئے وہ سب میں زیادہ سخت تھے۔ اور فصاحت و شاعری جس میں قدرتاً ان کو کمال تھا ان کا ہتھیار تھا کہ اپنے آباء و اجداد کا ہر خوبی سے اور دوسروں کا ہر عیب سے متصف ہونا بھرے مجمعوں میں بیان کرتے اور زور کلام سے قلوب کو مسخر کر کے سامعین کو جواب و مقابلہ سے عاجز بنایا کرتے تھے۔ اور اب تو اسلام کا مقابلہ کرنے میں یہ ہتھیار بہت ہی تیز کر لیا گیا تھا کہ سارا زور صرف اسلام کی مذمت اور پیغمبر کی ہجو میں صرف ہونے لگا تھا۔ چیچک کا علاج چیچک ہی کے مادہ سے ہوتا ہے اس لئے ان کا شاعرانہ کبر شاعرانہ طریق پر توڑنا ضروری ہوا کہ نیچا دیکھ کر کبر کا دربان ہٹے تو اندرونی علاج کا راستہ کھلے چنانچہ حضرت حسان بن ثابت کعب بن مالک اور عبد اللہ بن رواحہ اس لسانی جنگ کے لئے کھڑے کئے گئے تھے جن میں حسان اور کعب ان کی ہجو کا جواب ہجو میں دیتے اور عبد اللہ بن رواحہ ان کو اندھی بہری مورتوں کے سامنے ماتھا ٹیکنے کی عار دلایا کرتے تھے۔ اول تو شاعری خود خطرناک ہے کہ اس کا مایۂ فخر ہیا کی کبر اور کذب ہے اور اسی لئے شعراء اسلام کی شاعری ایمان لانے کے بعد پھیکی پڑ گئی تھی۔ دوم قریش کی ہجو تو بڑا نازک مرحلہ تھا کہ حضرت کے ہجد اور کنبہ تھے پس ان کے معائب بیان کرنے کہ حضرت پر آنچ نہ آنے پائے اور پھر زور بھی اتنا کہ ان کی بیباکانہ ہجو کا توڑ ہو سکے۔ بغیر آسمانی تائید کے ناممکن تھا لہذا جبریل امین آکر ان کو لغزش سے بچاتے تھے۔ اور ان کی قدسی روحانیت سے الہامی تائید ہوتی رہتی تھی۔ بہرحال یہ حقیقت بے غبار ہے کہ آپ کو طبعاً شاعری ناپسند تھی اور مشاعرہ و مفاخرہ تو بڑی چیز ہے۔ مسجد میں ممبر رکھنا شعرا کی تعظیم کیلئے نہ تھا۔ بلکہ صرف اس لئے کہ آواز دور تک پہونچے۔ نہ آپ کو اپنی مدح سرائی مرغوب تھی نہ کفار کے دل دکھانے کا شوق تھا کہ ہجو میں ابتدا آپ کی طرف سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ کافر کی ہجو کرنا اپنے بزرگوں کی ہجو کرانا قرار دے کر ممنوع بتایا اور نہ آپ کو اہل ہجو کا انتقام لینا منظور تھا۔ کہ اس کی کبھی آپ کو خواہش ہی نہیں ہوئی۔ ہاں آپ کی تمنا تھی تو صرف یہ کہ اللہ کا بول بالا اور ہر شخص کو اللہ والا دیکھیں اور اس پاک ارادہ میں جو کنکر یا پتھر سد راہ ہوتا اس کو مناسب طریق سے ہٹاتے جاتے تھے حتی کہ کوئی پہلو انسے حق ہونے پر ایمان لانے کا وعدہ کرتا تو آپ اس سے کشتی

فی المسجد فلحظ الیہ شزرا فقال کنت انشد فیہ وفیہ من ھو خیر منک ثم التفت الی ابی ھریرۃ فقال انشدک
اللہ اسمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اجب عنی اللھم ایدہ بروح القدس؟ فقال اللھم نعم ؛ للشیخین وابی
داود (انسؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ فی عمرۃ القضاء وعبد اللہ بن رواحۃ یمشی بین یدیہ ویقول خلوا
بنی الکفار عن سبیلہ ؛ الیوم نضربکم علی تنزیلہ ؛ ضربا یزیل الھام عن مقیلہ ؛ ویذھل الخلیل عن خلیلہ ؛
فقال لہ عمر یا ابن رواحۃ بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حرم اللہ تقول الشعر؟ فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم خل عنہ یا عمر فلھو اسرع فیھم من نضح النبل ؛ للترمذی والنسائی ومر فی عمرۃ القضاء بوجہ آخر
(وعنہ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض اسفارہ وغلام اسود یقال لہ انجشہ یحدو فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے بھی تیار ہو جاتے تھے۔ (عمرو بن شرید) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن سواری پر رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا تم کو امیہ بن ابی الصلت کا بھی کوئی شعر یاد ہے؟ میں نے
عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا سناؤ۔ میں نے ایک شعر آپ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا اور سناؤ۔ پھر میں نے سنایا۔ فرمایا اور سنا
پھر میں نے سنایا حتیٰ کہ سو شعر سنائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا) یہ اپنے شعر میں تو اسلام کے
قریب آلگا۔ (س) ف امیہ بن ابی الصلت قبیلۂ بنی ثقیف کا ایک شاعر تھا جس نے اہل کتاب کی صحبت میں دین
کی باتیں حاصل کی تھیں۔ موحد تھا۔ حشر و نشر پر ایمان رکھتا اور عبادت و نیک کاموں کا شوق رکھتا اور وہی اپنے
اشعار میں ادا کرتا تھا۔ نبی آخر الزمان کی علامتیں معلوم کر کے اس کو توقع تھی کہ وہ نبی میں ہوں گا۔ مگر جب یہ نعمت
قریش میں منتقل ہوئی تو ساری خوبیاں حسد و بغض سے بدل گئیں اور اس نے کہا کہ جو نبی قبیلہ بنی ثقیف میں نہ ہو اس
پر میں ایمان نہیں لا سکتا۔ چونکہ پیاری بات دشمن کی زبان سے بھی ادا ہو تو پیاری معلوم ہوتی ہے اس لئے حضرت
اس کے اشعار کو پسند فرماتے تھے (جابر بن سمرہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس میں سو مرتبہ سے زیادہ
بیٹھا ہوں (دیکھا کہ) آپ کے صحابہ شعر پڑھا کرتے اور جاہلیت کے واقعات کا تذکرہ کیا کرتے اور آپ خاموش
بیٹھے رہتے (اور منع نہ فرماتے بلکہ) کبھی ان کے ساتھ آپ بھی تبسم فرمایا کرتے تھے (ت) ف ایام جاہلیت کا تذکرہ
تذکر نعمت رب کے لئے تھا کہ کیا تھے اور اللہ کے فضل سے کیا بن گئے۔ (ابو ہریرہ) حضرت عمر کا گذر حسان پر ہوا
اور وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے۔ پس آپ نے ان کو تیز نظر سے گھورا۔ حسان نے کہا میں اس مسجد میں اس وقت
بھی شعر پڑھا کرتا تھا جبکہ تم سے بہتر ذات (سرور کائنات کی) اس میں تشریف فرما تھی۔ اس کے بعد ابو ہریرہ
کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں (سچ کہنا) کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے
سنا تھا کہ میری طرف سے (مشرکین عرب کو) جواب دے۔ اور اے اللہ اس کی تائید فرما روح القدس سے
ابو ہریرہ نے کہا بے شک سنا ہے۔ (ق د) ف حضرت فاروق اعظم جانشین پیغمبر تھے اس لئے حقیقت سے
واقف تھے کہ وہ ضرورت وقتی تھی جو رفع ہو چکی۔ اور اب کفار کی بھی ہجو کرنا فعل عبث ہے اور ابتدائے
بلکہ زندوں کو ایذا پہونچانا ہے جیسے مستورات کا بزمانہ پیغمبر مسجد میں آنا کہ صرف اسی زمانہ کے لئے مخصوص تھا۔
پھر ایسے فعل کا مسجد نبوی میں ہونا اور زیادہ نامناسب ہے۔ مگر حضرت حسان نے ظاہری فعل سے استدلال
کیا تو حضرت عمر حسن ادب کے درجہ میں خاموش ہو گئے کہ اجازت رسول کا صورۃً مقابلہ تھا ورنہ حضرت فاروق فاروق
ہی ہیں۔ اور حسان حسان۔ (انسؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے لئے مکہ میں داخل ہوئے اور

ويحك يا انجشة رويدك سوقك بالقوارير ؛ للشيخين وفي رواية : قال ابو قلابة تكلم صلى الله عليه وسلم بكلمة لو تكلم بها بعضكم لعبتموها عليه ؛ (ابو هريرة) رفعه: ان اخا لكم لا يقول الرفث يعني ابن رواحة قال فينا رسول الله يتلو كتابه ؛ اذا انشق معروف من الفجر ساطع ؛ ارانا الهدى بعد العمى فقلوبنا ؛ به موقنات ان ما قال واقع ؛ يبيت يجافي جنبه عن فراشه ؛ اذا استثقلت بالمشركين المضاجع ؛ للبخاري (البراء) ان النبي صلى الله عليه وسلم قال يوم قريظة لحسان اهج المشركين فان جبريل معك ؛ (عائشة) استاذن حسان النبي صلى الله عليه وسلم في هجاء المشركين فقال كيف بنسبي ؟ قال لأسلنك منهم كما تسل الشعرة من العجين ؛ وفي رواية : قال حسان يا رسول الله ائذن لي في ابي سفيان قال كيف بقرابتي منهم ؟ قال والذي اكرمك لاسلنك كما تسل الشعرة من الخمير فقال حسان وان سنام المجد من آل هاشم ؛ بنو بنت مخزوم ووالدك العبد ؛ قصيدة ،

عبداللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے چل رہے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ اے کافروں کے بچو پیغمبر کے راستہ سے ہٹو۔ آج ہم ان کی تشریف آوری پر تم کو مار چکھائیں گے۔ ایسی مار جو بدن سے کھوپریوں کو جدا کر دے گی۔ اور دوست کو دوست سے غافل بنا دے گی حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ اے ابن رواحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے اور حرم شریف کے اندر تو شعر پڑھتا ہے؟ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھنے بھی دو اے عمر کہ یہ ان میں تیراندازی سے زیادہ سریع النفوذ ہے (ت ن ف) کہ اس ٹھیس اور نشتر سے ان کا ورم پھوٹکر مادہ اُبلے گا اور پھر علاج کرنا آسان ہوجائے گا۔ (ایضاً) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے اور ایک سیاہ فام غلام جن کا نام انجشہ تھا حُدی پڑھ رہا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا (وائے تم پر اے انجشہ ذرا آہستہ کرو شیشیوں کے چلانے کو (ق) اور ایک روایت میں ہے کہ ابو قلابہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کلمہ فرمایا کہ یہی کلمہ کوئی دوسرا کہتا تو تم اس کو عیب سمجھتے۔ ف عرب کی عادت ہے کہ جب اونٹ چلتے چلتے تھک جاتے ہیں تو قافلہ میں کوئی خوش آواز شخص اشعار پڑھتا ہے جس کو سُن کر اونٹ گرم اور مست ہوجاتے ہیں اس کا نام حُدی ہے اور بالاتفاق جائز ہے۔ انجشہ خوش الحان زیادہ تھے اور ان کی حُدی سے جب اونٹ تیز ہوئے تو آنحضرت صلعم نے روکا کہ بس ذرا آہستہ کیونکہ اونٹوں پر عورتیں بھی سوار ہیں جو ضعف و نزاکت جسمانی کے لحاظ سے شیشہ کی مثل ہیں اور تیز حرکت سے ان کو ٹوٹنے یعنی مبتلائے تکلیف نسوانی ہوجانے کا اندیشہ ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ عورتوں کے دل شیشہ کی طرح نازک ہوتے ہیں اور اشعار کا اس طرح پڑھنا بالخاصہ طبیعت کو جنبش میں لاتا ہے ایسا نہو کہ خطرات بد آنے لگیں۔ لہذا احتیاط ضروری ہے ابو قلابہ کا اشارہ اسی مفہوم کی طرف ہے۔ مگر اس سے گانے کی خاصیت اور قلوبِ نسوانی میں ہیجان کا مادہ معلوم ہو کر یہ سبق ضرور ملا کہ جہاں اشعار یا خوش الحانی میں بضرورت شرعیہ جواز بھی ہو وہاں بھی عورتوں کو بہت احتیاط چاہئے۔ (ابو ہریرہ) رفع: تمہارا بھائی ابن رواحہ (اشعار میں) فحش بات کوئی نہیں کہتا چنانچہ وہ کہتا ہے ۵ اور ہم میں اللہ کا پیغمبر موجود ہے جو (نماز فجر میں) کتاب اللہ پڑھتا ہے جبکہ صبح کی مشہور روشنی پھٹتی ہے اندھے پن کے بعد اس نے ہم کو ہدایت دکھلائی پس ہمارے دل اس کا یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اس نے کہا وہ واقعہ ہے وہ اپنے بستر سے اپنے پہلوؤں کو علیحدہ رکھ کر (یعنی نوافل تہجد میں) شب گذارتا ہے۔ جبکہ خواب گاہیں مشرکین کو بھاری بنا دیتی ہیں۔ (کہ مست سوئے ہوئے کسی کے اٹھائے بھی نہیں اٹھتے) (خ) (براء) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ قریظہ کے دن حسان سے فرمایا کہ

هٰذہ رشتیخین ولمسلم: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اهجو قریشا فانہ اشد علیهم من رشق النبل فارسل الی ابن رواحۃ فقال اهجهم فهجاهم فلم یرض فارسل الی کعب بن مالک ثم ارسل الی حسان فلما دخل علیہ قال آن لکم ان ترسلوا الی هٰذا الاسد الضارب بذنبہ ثم ادلع لسانہ فجعل یحرکہ فقال والذی بعثک بالحق لافرینهم بلسانی فری الادیم فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا تعجل فان ابا بکر اعلم قریش بانسابها وان لی فیهم نسبا حتی یلخص لک نسبی فاتاہ حسان ثم رجع فقال والذی بعثک بالحق لاسلنک منهم کما تسل الشعرۃ من العجین قالت عائشۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول هجاهم حسان فشفی واشتفی. قال حسان هجوت محمدا فاجبت عنہ وعند اللہ

مشرکین کی ہجو کرو جبریل (مدد اور حفاظت کے لئے تمہارے ساتھ ہیں۔ (عائشہؓ) حسان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے ہجو کرنے کے متعلق اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا میرے نسب کا (جو ان میں شامل ہے) کیا کرو گے؟ عرض کیا کہ آپ کو ان سے ایسا نکال لوں گا جیسے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حسان نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے ابوسفیان (کی ہجو) کے متعلق۔ کہ میری جو ان سے رشتہ داری ہے اس کا کس طرح ہوگا۔ عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو محترم بنایا کہ آپ کو ایسا باہر نکال لوں گا جیسا آٹے سے بال کھینچ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ حسان نے یہ شعر پڑھا۔ اور بے شک ہاشم کی اولاد میں اعلیٰ شرف بنت مخزوم کی اولاد کو حاصل ہے اور تیرا باپ تو غلام ہے ان کا یہ قصیدہ بخاری و مسلم میں منقول ہے۔ ف یہ ابوسفیان حضرت معاویہ کے والد نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہیں کہ حضرتؐ کی ہجو کیا کرتے تھے۔ آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کی کئی بیویاں تھیں جن میں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ابن عمران بن مخزوم کے بطن سے زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے والد ابوطالبؓ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد خواجہ عبداللہؓ پیدا ہوئے۔ اور دوسری بیوی ہالہ بنت وہیب بن عبد مناف بن زہرہ کے بطن سے حضرت حمزہ سید الشہداءؓ اور صفیہؓ یعنی حضرت زبیر بن العوام کی والدہ پیدا ہوئیں۔ اور تیسری بیوی نتیلہ سے حضرت عباسؓ اور ان کے بھائی ضرارؓ پیدا ہوئے۔ اور چوتھی بیوی سمراء سے ابوسفیانؓ کا والد حارث تولد ہوا۔ اور ابوسفیان کی والدہ کا نام سمیہ ہے۔ پس حسانؓ کہتے ہیں کہ اے ابوسفیان تیرا باپ حارث غلام ہے کہ سمراء کا بیٹا ہے۔ اگرچہ باپ اس کے بھی ہاشم ہیں مگر ہاشم کی اولاد میں شرف و بزرگی فاطمہ مخزومیہ کی اولاد کی طرف منتقل ہوگئی۔ کہ آنحضرتؐ اور علی انہیں میں ہیں۔ پھر دوسرے شعر میں کہتے ہیں اور بنو زہرہ کے بچے بھی سب قابل احترام ہیں یعنی حمزہؓ اور صفیہؓ۔ مگر یہ تیری بوڑھی نانی اور پر نانی کو کبھی شرف نہ ملا۔ پھر تیسرے شعر میں کہتے ہیں اول تو عباس اور ان کی ماں شامل بھائی یعنی ضرار کا بھی شبیہ نہ بن سکا۔ بلکہ ماں کی طرف سے کمینہ دنا کام ہی بنا رہا الخ۔ بعد فتح مکہ ابوسفیان اسلام لے آئے اور بہترین صحابہ میں شامل ہوئے اس لئے اب ان کے متعلق کوئی کلمہ سوء ادب کا کہنا حرام ہے۔ اور (مسلم) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کی ہجو کرو کہ یہ ان کے لئے تیر مارنے سے زیادہ (تکلیف دہ) ہے۔ چنانچہ ابن رواحہ کے پاس آدمی بھیجا گیا اور جب وہ آئے تو حضرتؐ نے فرمایا قریش کی ہجو کرو۔ پس انہوں نے ہجویہ اشعار کہے مگر حضرتؐ کو پسند نہ آئے۔ پھر کعب بن مالک کے پاس آدمی بھیجا گیا اور پھر حسان کی طرف۔ چنانچہ جب حسان داخل مسجد ہوئے تو کہا ہاں اب وقت آیا ہے کہ اس (غصہ میں) دم پٹخارنے والے شیر کے بلانے کو آدمی بھیجو۔ اور پھر اپنی زبان نکال کر

فی ذاک الجزاء ۔ هجوت محمدا برا تقیا ۔ رسول الله شیمته الوفاء ۔ فان ابی ووالده وعرضی ۔ لعرض محمد منکم وقاء ۔
ثکلت بنیتی ان لم تروها ۔ تثیر النقع من کنفی کداء ۔ یبارین الاعنة مصعدات ۔ علی اکتافها الاسل الظماء ۔
تظل جیادنا متمطرات ۔ تلطمهن بالخمر النساء ۔ فان اعرضتم عنا اعتمرنا ۔ وکان الفتح وانکشف الغطاء ۔
والا فاصبروا لضراب یوم ۔ یعز الله فیه من یشاء ۔ وقال الله قد ارسلت عبدا یقول الحق لیس به خفاء ۔
وقال الله قد یسرت جندا ۔ هم الانصار عرضتها اللقاء ۔ تلاقی کل یوم من معد ۔ سباب او قتال او هجاء ۔ فمن
یهجو رسول الله منکم ۔ ویمدحه وینصره سواء ۔ وجبریل رسول الله فینا ۔ وروح القدس لیس له کفاء ۔
(ابوهریرہؓ) رفعه: اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید الا کل شیء ما خلا الله باطل وکاد ابن ابی الصلت یسلم ۔

اس کو ہلایا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا کہ اپنی زبان سے ان کو چمڑے کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلدی مت کرو۔ ابوبکر کو قریش کے نسب کی تفصیل زیادہ معلوم ہے اور میرا ان میں نسب شامل ہے لہذا جب تک وہ میرا نسب تم پر واضح نہ کر دیں (اس وقت تک کوئی لفظ نہ کہو مبادا مجھ پر حملہ ہو کر تمہارا دین برباد ہو جائے) چنانچہ حسان ابوبکرؓ کے پاس آئے (اور ان سے تشریح انساب معلوم کر کے) واپس ہوئے۔ اور عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا کہ آپ کو ایسا کھینچ لونگا جیسے بال کھینچ لیا جاتا ہے آٹے سے۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے حسان نے (دل کھول کر) ان کی ہجو کی کہ (دوسروں کو بھی ان کا ملال دور کر کے) شفا بخشی۔ اور خود بھی (اپنا غبار نکال کر) شفا پائی۔ حسان نے یہ شعر کہے۔ اے ابوسفیان تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی پس میں نے ان کی طرف سے جواب دیا اور اس گستاخی کا پورا بدلہ تو اللہ ہی کے ہاں ملے گا۔ تو نے محمدؐ کی ہجو کی جو مجسم نیک اور اعلیٰ درجہ کے پرہیز گار ہیں اور اللہ کے پیغمبر ہیں۔ جن کی طبیعت میں وفا کا مادہ ہے۔ اور میرا باپ اور دادا اور میری آبرو سب محمدؐ کی آبرو کے لئے آڑ ہیں (کہ پہلے وہ سب فنا ہو جائیں جب آپ پر اثر آوے ان کے والد کا نام ثابت ہے اور دادا کا نام منذر اور پردادا کا نام حرام۔ اور یہ عجائبات میں سے ہے کہ چاروں کی عمر ایک سو بیس بیس سال کی ہوئی کیا عجب ہے کہ پیغمبر پر جان قربان کرنے کا صلہ ملا ہو) میرا بدن مٹ جائے (اور میں فنا ہو جاؤں) اگر تم (اپنے مقابلہ کے لئے) وہ عربی گھوڑے نہ دیکھو جو کدا کے دونوں طرف غبار اڑاتے اور چڑھتے ہوئے باگیں تڑاتے ہوں (اور ان کے کندھوں پر خون کے پیاسے نیزے رکھے ہوں۔ ہمارے گھوڑے اس دن بڑھے چلے جا رہے ہوں۔ کہ عورتیں ان کو اپنی اوڑھنیوں سے ہٹا رہی ہوں یعنی یہ منظر تم کو ضرور دیکھنا ہوگا کہ جنت المعلی کے راستہ ہمارے جنگی گھوڑے جو پہاڑ پر چڑھتے وقت سوار کے روکے نہیں رُکتے اور گھوڑ دوڑ کی طرح ایک دوسرے سے پہلے پہونچنے کے شوق میں باگیں تڑاتے ہیں تم پر حملہ کریں گے اور تم خوف کے مارے گھروں میں چُھپ جاؤ گے یا مکہ چھوڑ کر بھاگ جاؤ گے اور تمہاری عورتیں ان گھوڑوں کو اپنی اوڑھنیوں سے ہٹاتی ہوں گی کہ نہ تلوار رہے گی نہ تلوار چلانے والا۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن بعینہٖ یہی صورت پیش آئی۔ اور اس وقت تائید جبریل کا راز کھلا کہ ہونے والا واقعہ کئی سال قبل الہام ہو کر حسان کے اشعار میں ادا ہوا تھا) پس اگر تم ایک طرف ہو جاؤ (اور ہماری مزاحمت نہ کرو) تو ہم عمرہ ادا کریں اور (بغیر جنگ کے عقدار کی) فتح ہو جائے اور (عام الناس کے اشتباہ کا) پردہ ہٹ جائے (کہ بہتیروں نے فتح مکہ ہی کو اسلام کی حقانیت کا معیار قرار دے رکھا تھا) اور اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو ذرا دم لو اور انتظار کرو (اس

للشیخین والترمذی (عائشۃ رضی اللہ عنہا) قیل لہا ھل کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یتمثل بشئ من الشعر؟ قالت کان یتمثل بشعر ابن رواحۃ ویتمثل ویقول ویأتیک بالاخبار من لم تزود ۔ للترمذی (جندب رضی اللہ عنہ) بینما نحن عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذ اصابہ حجر فعثر فدمیت اصبعہ فقال ھل انت الا اصبع دمیت ۔ وفی سبیل اللہ مالقیت ۔ للشیخین (عائشۃ رضی اللہ عنہا) سئلت ھل کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یتسامع عندہ الشعر؟ قالت کان ابغض الحدیث الیہ ۔ لاحمد (ابوھریرہ رضی اللہ عنہ)

مارپیٹ کے دن کا کہ اس روز اللہ جس کو چاہے گا عزت دے گا اور اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک بندہ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) رسول بنا کر بھیجا ہے جو حق بات کہتا ہے جس میں پردہ نہیں۔ نیز اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک لشکر تیار کیا ہے یعنی انصار کا کہ جن کا اعلیٰ مقصد جنگ ہے۔ ان کو ہر روز قبیلۂ بنی معد (یعنی قریش) کی طرف سے کبھی گالی سے ہجو کبھی جنگ اور کبھی ہجو (مگر ان چھچھوری حرکتوں کی نہ وہ پروا کرتے ہیں نہ پیغمبر) پس کوئی تم میں پیغمبر خدا کی ہجو کرے یا مدح اور مدد کرے سب برابر ہے (کہ جو جیسا کرے گا اپنے لئے کرے گا۔ نہ مدح سے آپ کا ذاتی نفع نہ مذمت سے آپ کا کچھ نقصان) اور اللہ کے فرشتہ جبریل اور روح القدس بھی ہم میں شامل ہیں جن کا کوئی ہم پلہ نہیں، پس مدح محمدی اور نصرت غیبی میں واسطہ بننے کے لئے وہ کافی ہیں)۔ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) نع: سب میں زیادہ سچا کلمہ جو شاعر کہہ سکتا ہے وہ لبید کا کلمہ ہے۔ خوب کان کھول کر سن لو کہ اللہ کے سوا ہر چیز بے اصل ہے اور ابن ابی الصلت قریب تھا کہ اسلام لے آئے (جیسا کہ اس کے اشعار سے ٹپکتا ہے مگر حسد نے اس کو کھو دیا)، ق ت۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کسی کا شعر پڑھ بھی لیتے تھے؟ فرمایا ہاں ابن رواحہ کا شعر چنانچہ یہ مصرعہ پڑھا کرتے تھے اور تجکو خبریں پہونچائے گا وہ شخص جس کو تو نے سفر خرچ بھی نہیں دیا۔ (ت) ف اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ستبدی لک الایام ماکنت جاہلا۔ مطلب یہ ہے کہ جو بات تجھے معلوم نہیں زمانہ اس کو تیرے لئے ظاہر کر دیگا اور ساری خبریں تجکو بلا مشقت پہونچ جائیں گی۔ کہ سفر خرچ دے کر اطلاع منگانے کی ضرورت ہو گی؟ سچ ہے زمانہ بہترین معلم ہے کہ سر پڑتی ہے تو آنکھیں کھلتی ہیں۔ آج جو شخص پیغمبر کے بار بار بتانے پر بھی معصیت کے نقصانات نہیں سمجھتا کل کو زمانہ خود ہی گھر بیٹھے اس کا مشاہدہ کرا دے گا (جندب رضی اللہ عنہ) ہم (ایک غزوہ میں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک پتھر آپ کے لگا اور آپ نے ٹھوکر کھائی اور آپ کی انگلی میں زخم آیا تو آپ نے فرمایا۔ تو ایک انگلی ہی تو ہے (سارا بدن تو نہیں اور وہ بھی محض زخمی ہوئی ہے (بالکل کٹی بھی نہیں) اور یہ بھی جو کچھ تجھے پہونچا اللہ ہی کے راستہ میں پہونچا ہے (جو ضائع نہیں ہوا بلکہ اجر مرتب ہوا۔ (ق)، ف شعر اس کا نام ہے جو بالارادہ موزون و مقفی بنایا جائے اور جو بلا ارادہ گفتگو میں موزون بن کر زبان سے نکل جائے نہ اس کو شعر کہتے ہیں نہ اس کے قائل کو کسی نے شاعر کہا۔ پس یہ کلمہ جو حضرت کی زبان سے نکلا یا رجز ہے یا اتفاقیہ موزون ہو کر شعر کی صورت بن گیا۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کیا شعر بھی سنائے جاتے تھے؟ فرمایا یہ تو حضرت کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند بات تھی۔ (م) ف یعنی اشعار سننے سنانے سے آپ کو طبعی ناگواری تھی۔ یوں کسی اچھے مضمون مثلاً توحید وغیرہ کی دل چسپی سے کسی کے اشعار فرمائش کر کے سن لئے یا وقتی ضرورت سے ہجو مشرکین کرائی ہو اور خود بھی بیٹھ کر سنی ہو اس کا نام نہ مشاعرہ سے دل چسپی ہے نہ شاعری کے رنگ سے انس و شوق۔ (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) نع۔ دوزخ میں جلتے وقت شعراء کا علم بردار امرء القیس ہو گا۔ (کہ زمانہ جاہلیت کا شاعر تھا) بز (شداد بن اوس رضی اللہ عنہ) نع: جس نے عشاء کے بعد ایک شعر بھی تصنیف کیا اس شب کی نماز اس کی

رفعہ: امرؤ القیس صاحب لواء الشعراء الی النار: لاحمد والبزار وفیہ ابو الجہیم شیخ ہشیم (سند ابن اوس)

رفعہ: من قرض بیت شعر بعد العشاء الآخرۃ لم تقبل لہ صلوۃ تلک اللیلۃ: لاحمد والبزار والکبیر باسناد (ابن عمر)

رفعہ: الشعر بمنزلۃ الکلام فحسنہ کحسن الکلام وقبیحہ کقبیح الکلام: للاوسط (عبد اللہ بن رواحۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ کیف تقول الشعر اذا اردت ان تقول؟ قلت انظر ثم اقول قال علیک بالمشرکین ولم اکن اعددت لذلک شیئا فقلت فخبرونی اثمان العباء متی: کنتم مطاریق او دانت لکم مضر: فنظرت الکراھیۃ فی وجہہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جعلت قومہ اثمان العباء فنظرت ثم قلت یا ہاشم الخیر ان اللہ فضلکم: علی البریۃ فضلا مالہ غیر: انی تفرست فیک الخیر اعرفہ: فراسۃ خالفتہم فی الذی نظروا: ولو سألت او استنصرت بعضہم: فی جل امرک ما اووا ولا نصروا: فثبت اللہ ما اتاک من حسن: تثبیت موسی ونصرا کالذی نصروا: قال وانت فثبتک اللہ یا ابن رواحۃ: للکبیر (عمرو بن مسلم الخزاعی) عن ابیہ: کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانشدتہ قول سوید بن عامر المصطلق لا تامنن وان امسیت فی حرمی: ان المنایا بجنبی کل انسان: واسلک طریقک تمشی غیر مختشع: حتی تلاقی ما یمنی لک المانی: فکل ذی صاحب یوما مفارقہ: وکل زاد وان ابقیتہ فانی: والخیر والشر مقرونان فی قرن:

قبول نہ ہوگی (مرہ نرت) ف اول تو عشا کی نماز کے بعد سو جانے کا حکم ہے کہ نماز تہجد یا فجر کے لئے آنکھ کھل سکے۔ پس ایک لغو کام میں پڑ کر اس کا خلاف ہوا۔ دوم ایسے وقت کہ موت کا نمونہ سامنے ہے توبہ اور توجہ الی اللہ کے بدلے جھوٹے تخیل میں دھیان ڈالا۔ اور نہ سوچا کہ سوتے کا سو تا رہ گیا تو اللہ کے سامنے حاضری کس تخیل میں ہوگی (ابن عمر) رفع: شعر بمنزلہ کلام کے ہے کہ اچھا شعر اچھے کلام کی طرح اور برا شعر برے کلام کی طرح۔ (و) ف پس نظم اور نثر کا حکم یکساں ہے کہ مدار حسن و قبح کا اس کے مضمون پر ہے۔ رہا شعر گوئی یعنی شاعر بننا اور اس میں انہماک و دلچسپی وہ دوسری چیز ہے اور بہتیرے دینی خطرات کو مشتمل ہے۔ ہاں کسی کی طبیعت ہی موزون ہو اور کبھی کبھی اشعار کہہ لے کہ کسی دینی ضرورت میں تاخیر یا ذکر اللہ میں بے لذتی واقع نہ ہو اور مضمون بھی مستحسن اور شرعاً پیارا ہو تو وہ مستثنیٰ ہے۔ (عبد اللہ بن رواحہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ جب تم شعر کہنا چاہتے ہو تو کیسے کہا کرتے ہو۔ عرض کیا اول سوچتا ہوں اور پھر کہتا ہوں۔ فرمایا اچھا مشرکین کی گرفت کرو اور میں نے اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی تھی مگر (تعمیل ارشاد میں فی البدیہ یہ شعر پڑھا) اے عباؤں کا بھاؤ تاؤ کرنے والو مجھے بتاؤ کہ تم فوجی پیادے کب بنے ہوا ور کب قبیلہ مضر تمہارا مطیع ہوا۔ (یعنی اے قریش تم فرزندان جنگ نہیں ہو کہ قبائل عرب کو شکست دے کر زیر کر دو بلکہ جبہ و عبا کی خرید و فروخت کے تجارت پیشہ ہو) پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ناگواری کا اثر محسوس کیا کیونکہ آپ کی قوم کو عبا فروش بنا دیا (اور فوری شعر کہنے میں اس کا خیال نہ رکھ سکا) لہذا پھر میں نے غور سے کام لے کر یہ اشعار کہے۔ اے خیر و برکت کے مینر بان اللہ نے آپ کو (مع آپ کی قوم کے) تمامی مخلوق پر وہ شرف بخشا ہے جس میں تغیر نہ ہوگا۔ میں نے آپ کے اندر وہ خوبی محسوس کی ہے جس کو میں ہی خوب سمجھتا ہوں اور یہ میرا احساس ان (مشرکوں) کے خلاف ہے جنہوں نے (آپ کو حسد کی آنکھوں سے) دیکھا اور (آپ کے ایسے ناقدرداں بنے) کہ آپ ان میں کسی سے اپنی بڑی ضرورت میں بھی کچھ طلب فرما دیں یا مدد چاہیں تو نہ وہ پناہ دیں اور نہ مدد کریں۔ پس اللہ آپ کے (ظاہری و معنوی) حسن کو قائم رکھے جیسا کہ موسیٰ کو جمائے رکھا اور (قوم کی مدد کا محتاج نہ بنایا اور غیب سے آپ کی) مدد ہو جیسی (پہلی پیغمبروں کی) مدد کی گئی۔ آنحضرت نے

بکل ذلك یأتیك الجدیدان ۔ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لو ادرکتی ھذا الاسلم ۔ للکبیر والبزار النابغۃ[۲۲] اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانشدتہ من قولی علونا العباد عفۃ وتکرما ۔ وانا نرجو فوق ذلك مظھرا ۔ فقال این المظھر یا ابا لیلی؟ قلت الجنۃ قال اجل ان شاء اللہ ثم قال انشدنی فانشدتہ من قولی ولا خیر فی حلم اذا لم یکن لہ ۔ بوادر تحمی صفوہ ان یکدرا ۔ ولا خیر فی جھل اذا لم یکن لہ ۔ حلیم اذا ما اورد الامر اصدرا ۔ قال احسنت لا یفضض اللہ فاك للبزار بضعف العجاج[۲۳] سال اباھریرۃ ما تقول فی ھذا ۔ طاف الخیال الان فھاجا سقما ۔ خیال سلمی وخیال تکتما ۔

فرمایا اور تمکو بھی اللہ ثابت قدم رکھے اے ابن رواحہ (ک) (عمرو بن مسلم خزاعی) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا پس میں نے آپ کو سوید بن عامر مصطلق کے یہ اشعار پڑھ کر سنائے اے مخاطب (موت کی طرف سے) مطمئن مت ہو اگرچہ تو کیسے ہی با امن قلعہ میں ہو۔ کیونکہ موت انسان کے دو طرفہ پہلو سے لگی ہوئی ہے اور اپنے (اعتدال کے) راستہ چل کہ بے خوف و ذلت چلتا رہے گا۔ حتیٰ کہ مقدر کرنے والے (خدا) نے تیرے لئے جو وقت مقرر کر دیا ہے اس سے جا ملے گا۔ (یعنی ساری زندگی عزت کے ساتھ گذرے گی اگر موت سے غافل ہو کر متکبر نہ بنا) پس ہر صاحب رفیق ایک دن اپنے رفیق سے جدا ہونے والا ہے۔ اور ہر توشہ کتنا ہی تو اگر کیا جائے ختم ہو جانے والا ہے۔ اور اچھی بری حالت دونوں ایک رسی میں بندھی ہوئی ہیں کہ ان میں سے ہر وقت ایک نئی حالت تیرے پاس آتی رہتی ہے (یعنی کبھی غم پیش آتا ہے کبھی خوشی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شاعر اگر میرا زمانہ پاتا تو ضرور اسلام لے آتا (کہ اس کے اشعار سے صلاحیت کا پتہ چل رہا ہے) (ک بز) (نابغہ[۲۲]) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو اپنا یہ کلام سنایا۔ پاکدامنی اور اخلاق حسنہ میں ہم تمام بندوں پر فوقیت لے گئے۔ اور جائے ظہور میں تو ہم اس سے بھی زیادہ توقع رکھتے ہیں۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا وہ جائے ظہور کہاں ہے اے ابن ابو لیلےٰ؟ میں نے عرض کیا جنت۔ فرمایا ہاں انشاء اللہ (جنت میں دنیا سے بھی زیادہ فروغ نصیب ہو گا) پھر آپ نے فرمایا اور کچھ سناؤ۔ تو میں نے اپنے یہ شعر پڑھے۔ بردباری میں کوئی خوبی نہیں جبکہ اس کے ساتھ بھڑ کانے والے جوش نہوں جو اس کی صفائی کو مکدر ہونے سے محفوظ رکھ سکیں۔ اور جہالت (یعنی غصہ) میں بھی کوئی خوبی نہیں جبکہ اس کے ساتھ برداشت کا مادہ نہ ہو کہ یہ کسی معاملہ میں (اندھا دھند) گھسے تو وہ اس کو واپس لے آئے (مطلب یہ ہے کہ انسان کو حلم اور غصہ دونوں کا جامع بننا چاہیئے۔ اگر حلم ہی حلم ہوا تو ٹھیرے ہوئے پانی کی طرح ہر کہ ومہ دلیر ہو کر اس کا استعمال کرے گا اور اس کے شرف وکمال کے پانی کی صفائی مکدر ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ اور اگر غصہ ہی غصہ ہوا تو اپنی بھڑک میں خود ڈوبے گا اور کوئی ہاتھ تھامنے والا بھی نہو گا۔) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب کہا خدا کرے تمہارے منہ کے دانت نہ ٹوٹیں (چنانچہ ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور دانت ایک بھی نہ ٹوٹا جس منہ سے شعر کہے تھے وہ بھرا ہوا پر رونق بنا رہا)۔ (عجاج[۲۳]) نے ابو ہریرہ سے سوال کیا کہ ان اشعار کے بارہ میں کیا کہتے ہو دو خیال بیک وقت میرے دماغ میں) گھومنے لگے جنہوں نے میری بیماری کو بڑھا دیا۔ ایک سلمی کا خیال اور دوسرا تکتم کا۔ وہ اس خوف سے کہ بے تعلقی نہ کرا دی جائے تجکو پوری نلی کی پنڈلی اور بھرا ہوا ٹخنہ دکھاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی (سلمی اور تکتم عورتوں کا نام ہے جن سے شاعر کو محبت تھی۔ اور اہل عرب کو محبوبہ عورت کی فربہی و درازی پر ناز ہوتا ہے جیسا کہ شعراء ہند اس کی نزاکت ولاغری کی تعریف کرتے ہیں۔ پنڈلی کی نلی کا پورا ہونا درازیٔ قد کی علامت ہے۔ اور ٹخنہ کا پُر گوشت ہونا اُبھار

قامت تربك رهبة ان تصرما: ساقا بخدلة وكعبا ادرما: فقال ابو هريرة كنا ننشد هذا على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فلا يعيبه۔ للبزار وفيه رفيع بن سلمة

كتاب البر والصلة (بر الوالدين)

(ابو هريرة) جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله من احق الناس بحسن صحابتي؟ قال امك قال ثم من؟ قال ثم امك قال ثم من؟ قال ثم امك قال ثم من قال ثم ابوك، وفي رواية: قال امك ثم امك ثم امك ثم اباك ثم ادناك فادناك۔ ق

نظر آئے فرہن کی نشانی ہے۔ پس کہتا ہے کہ سلمی کے فراق دخیال نے تو بیمار بنا ہی رکھا تھا اب رقیب کے خوف سے کہ باہمی محبت کا افشا ہو کر قطع تعلق کی نوبت نہ آجائے تکلم بھی سامنے سے چلدی۔ اس کے خیال نے رہا سہا نڈھال کر دیا) ابو ہریرہ نے فرمایا ہم یہ اشعار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پڑھا کرتے تھے اور آپ اس کو عیب نہ سمجھتے تھے (بز) اس حدیث کی سند میں رفیع بن سلمہ ہیں (جن کی روایت پر اطمینان نہیں۔ لہذا جواز میں حجت نہیں بن سکتی۔ ف اور روایت صحیح بھی ہو تو نقل اور تذکرہ کرنا کسی گناہ گار کے واقعہ گناہ کا بھی گناہ نہیں ہے چہ جائیکہ محبت یا عشق کہ غیر اختیاری امر ہے خود گناہ نہیں۔ اگر گناہ ہوگا تو آگے اس کے ثمرات و نتائج میں ہوگا رہا ایسے عشقیہ اشعار پڑھنے کا سبب معصیت بن جانا سو یہ ان کے لئے ہے جہاں شہوانی مادوں کا کوئی دلبنے والا نہ ہو اور حضرات صحابہ جو عشق خدا اور رسول میں شہوات سے بے حس و بے خبر تھے اور دابنے والی زبردست قوت قدسیہ محمدیہ بالکل کو جکڑے ہوئے تھی۔ ایسے اشعار سے کیا اثر لیتے اور آنحضرت کیوں منع فرماتے۔ پس ان کا یہ یا دیگر مدائح ومراثی و وقائع جنگ و ایام جاہلیت کے اشعار کا پڑھنا محض ایک خوش طبعی اور دفع تعب طاعات کا درجہ رکھتا تھا۔ اس کو زمانۂ موجودہ کی نظیر بنانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ حضرت فاروقؓ نے اپنے ہی زمانہ میں شعر و شاعری کا رنگ بہت کچھ دبا دیا تھا۔

احسان اور رشتہ ناتہ میں سلوک کا بیان (ماں باپ کی خدمت)

(ابو ہریرہؓ) ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری حسن خدمت کا زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں۔ عرض کیا اس کے بعد کون؟ فرمایا تمہاری ماں۔ عرض کیا پھر کون؟ فرمایا پھر تمہاری ماں۔ عرض کیا پھر کون۔ فرمایا پھر تمہارا باپ۔ اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا۔ (خدمت کی زیادہ مستحق) تمہاری ماں ہے۔ اور پھر ماں ہے اور پھر ماں، اور پھر باپ، اور پھر جس کا رشتہ اس کے بعد تم سے قریب تر ہو۔ اور پھر جو اس کے بعد قریب تر ہو۔ (ق) ف تمہارا بچہ دریا میں گر پڑے اور کوئی شخص اپنی جان پر کھیل کر فوراً کود دے اور اس کو چھاتی سے لگا کر باہر نکال لائے تو اس کا احسان تم عمر بھر نہ بھولو گے انسانی وجود کا اصلی سبب باپ ہے مگر حمل و رضاعت و تربیت میں اپنے خون کا دودھ بنا بنا کر اور اپنی تمام راحتوں کو نچھاور کر کے بلکہ بہتیرے موقعوں پر اپنی جان کو خطروں میں ڈال ڈال کر جو مصیبتیں ماں نے اٹھائی ہیں ان کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ ہر چند کہ عمر بھر ماں باپ کا احسان مند بنا رہنا اور ان کی خدمت گذاری تن من دھن سب کچھ لٹانا کہ یہ سب وجود پر مرتب ہیں۔ اور وجود والدین کی بدلت ہوا تمہاری فطرت اور شرافت کا مقتضے تھا مگر پیغمبر نے اس کو تعلیم کا جزو بنا کر موجب اجر بھی بنا دیا کہ کر د طبعی مجبوری سے شرافت اور آدمیت کا کام اور پاؤ بھرپور ثواب اور اخروی زندگی کا آرام۔ اس مشقت ہی کے لحاظ سے ماں کا حق الخدمت باپ سے سہ چند

للشيخين. (كليبؓ بن منفعة) عن جده: قال يا رسول الله من ابر؟ قال امك واباك واختك واخاك ومولاك
الذي يلي ذلك حق واجب ورحم موصولة: (ابن عمروؓ بن العاص) ان النبي صلى الله عليه وسلم اتاه رجل فقال يا
رسول الله ان لي مالا وولدا وان ابي يحتاج الى مالي فقال انت ومالك لوالدك ان اولادكم من اطيب كسبكم
فكلوا من كسب اولادكم: لهما لابي داود (ابو هريرةؓ) رفعه: رغم انفه رغم انفه قيل من يا رسول الله؟ قال من ادرك
والديه عند الكبر او احدهما ثم لم يدخل الجنة: لمسلم (وعنهؓ) رفعه: لن يجزي ولد عن والده الا ان يجده مملوكا
فيشتريه فيعتقه: لمسلم والترمذي وابي داود (ابن عمروؓ بن العاص) رفعه: رضا الرب في رضا الوالد وسخط الرب

ہے اگرچہ عظمت واطاعت میں باپ کا درجہ ماں سے بڑھا ہوا ہے۔ (کلیبؓ بن منفعہ) اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ
انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں کس کس کے ساتھ سلوک کروں۔ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، باپ کے ساتھ بہن
کے ساتھ، بھائی کے ساتھ اور اپنے عزیز کے ساتھ جو قرابت رکھتا ہو کہ یہ (رشتہ داری کا) ضروری حق ہے اور ناتہ ہے
جس کے جوڑنے کا حکم ہے۔ ف ماں کی تقدیم باپ پر اور بہن کی تقدیم بھائی پر مالی خدمات میں ہے اور بوجہ احتیاج
اور ضعف کے ہے۔ (ابن عمروؓ بن العاص) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ یارسول
اللہ میرے پاس مال ہے اور میرے لڑکا بھی ہے اور میرے باپ کو (تنگدستی کے سبب) میرے مال کی حاجت ہے
فرمایا تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے (اور پھر عام خطاب فرمایا کہ) تمہاری اولاد تمہاری ہی پاک کمائی ہے۔
لہذا اپنی اولاد کی کمائی کھاؤ (د) ف اولاد کی محبت طبعی وفطری ہے اور باپ کی محبت اس کے محسن ہونے کی بناء
پر عقلی۔ اس لئے مال خرچ کرتے وقت باپ کو مقدم رکھنا بیٹے پر مشکل ہوتا ہے۔ حالانکہ باپ نہ ہوتا تو اپنا وجود ہی نہ ہوتا
اور وجود نہ ہوتا تو نہ مال ہوتا نہ بیٹا۔ لہذا یہ حکم تو مبالغہ کے درجہ میں اولاد کو ہوا۔ کہ اپنا نفس اور اپنا مال سب
اپنے باپ کی ملک سمجھو کہ جب اتنا زور کا حکم دیا جائے گا تب اپنے باپ اور بیٹے کو کم از کم برابر کا درجہ دے
سکے گا۔ اور ادھر باپ کو بیٹے کی کمائی سے نفع اٹھانے میں طبعاً غیرت آتی ہے کہ عمر بھر کمایا اور کھلایا آج نادار معذور
بن کر جس کا معطی تھا اسی کا محتاج وسائل بن گیا۔ اس کی غیرت کو ان زوردار لفظوں میں کم کیا گیا کہ نکاح ہوتا ہے
طلب اولاد کے لئے پس جس طرح اپنے ہاتھ کو حلال محنت ومشقت میں ڈال کر کمانا اسی طرح حلال نکاح کے ذریعہ
اولاد حاصل کرنا کہ دونوں تمہاری ہی پاک کمائی ہیں۔ اور جب اولاد تمہاری کمائی ہے تو اس کا کمایا ہوا پیسہ تجارتی نفع
کی طرح گویا تمہارا ہی کمایا ہوا ہے۔ پھر اس کے لینے میں غیرت یا رنج کیسا۔ اللہ رے شفقت کہ دو مختصر لفظوں میں بخیل
بیٹے اور تنگدست باپ کی مکدر زندگی کو بھی راحت سے بدل دیا اور دونوں کا دین بھی سنبھال لیا۔ رہا ملکیت
اور طلب اجازت کا قصہ سو ہر قانون کی کتاب جدا ہے۔ یہاں کی بحث یہاں دیکھو اور ملکیتوں کے امتیاز واحکام
اس کے قانون میں تلاش کرو۔ (ابو ہریرہؓ) رفعہ: مٹی میں ملے اس کی ناک۔ مٹی میں ملے مٹی میں ملے۔ پوچھا گیا کہ یارسول
اللہ کس کی؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں کسی ایک کو بوڑھا پایا اور پھر ان کی خدمت اور دعا دل
سے محروم رہ کر جنت میں نہ جا سکا۔ (م) ف ناک کا مٹی میں ملنا ذلت وخواری نصیب ہونے کے معنی میں عرف
کا محاورہ ہے۔ مگر آنحضرتؐ کی بددعا دھمکی کے درجہ میں صورۃً بددعا ہوتی ہے اور حقیقۃً دعا۔ چونکہ بوڑھے
ماں باپ کی خدمت نہ کرنا کبر ونخوت کا اثر ہے کہ مال وقوت جوانی کے غرہ میں اپنی ابتلا اور حمل ورضاعت
کی کس مپرسی کو بھول گیا۔ کہ ماں باپ نے اپنی جوانی میں اس مضغۂ گوشت کی کیا کیا خدمت کی تھی۔ آج یہ جوان ہے

فی سخط الوالد: للترمذی (ومنہ) جاء رجل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاستأذنہ فی الجہاد فقال أحی والداک؟
قال نعم قال ففیہما فجاھد: للستۃ الا مالکا: وفی روایۃ: جاء رجل فقال جئت ابایعک علی الہجرۃ وترکت ابوی
یبکیان قال فارجع الیہما فاضحکہما کما ابکیتہما: (معاویۃ بن جاھمۃ) ان جاھمۃ قال یا رسول اللہ اردت
ان اغزو وقد جئت استشیرک فقال ھل لک من ام؟ قال نعم قال الزمہا فان الجنۃ عند رجلیہا: للنسائی (ابن
عمر) کانت تحتی امرأۃ احبہا وکان عمر یکرھہا فقال لی طلقہا فابیت فاتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ
فقال لی صلے اللہ علیہ وسلم طلقہا: للترمذی وابی داود (ابو الدرداء) قال لہ رجل ان لی امرأۃ وان ابی
یأمرنی بطلاقہا فقال ابو الدرداء سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول ابو الدا اوسط ابواب الجنۃ فان
شئت فاضع ذلک الباب او احفظہ: للترمذی (اسماء بنت ابی بکر) قدمت علی امی وھی مشرکۃ

اور ماں باپ اس کی خدمت کے محتاج مگر یہ پرواہ بھی نہیں کرتا پس حضرت دُعا دیتے ہیں کہ کاش یہ اپنے
خالق کو محسن حقیقی سمجھکر سجدہ کرے اور اس کی ناک زمین پر لگ کر خاک آلود ہو تو کبر ٹوٹے اور پھر محسن
مجازی کی بھی قدر ہو اور یہ اس کے لئے دخولِ جنت کا سبب بنے۔ (ایضاً) بیٹا اپنے باپ (کے احسانات)
کا بدلہ نہیں دے سکتا بجز اس کے کہ اس کو غلام پائے تو خرید کر آزاد کر دے۔ (س ت د) ف باپ سبب
وجود ہے بیٹے کا۔ پس اس کی مکافات یہ تھی کہ بیٹا سبب وجود بنتا باپ کا۔ مگر یہ ناممکن ہے اس لئے کچھ اس کی
مکافات ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ باپ غلام ہو اور بیٹا اس کو خرید کر آزاد کر دے کہ قید غلامی سے رہائی
دینا گویا موت کو زندگی سے بدل دینا ہے۔ مگر آج وہ بے چارہ روٹی اور کپڑے کی احتیاج میں قید ہے
تو اس سے رہائی دلانا بھی بڑا احسان اور اپنے اوپر بوجھ نظر آتا ہے (ابن عمرو بن العاص) رفع: اللہ کی رضا
باپ کی رضا مندی میں ہے۔ اور اللہ کی ناراضی باپ کی ناراضی میں (ت) ف باپ چونکہ پیدائش اور
پرورش میں مظہر ربوبیت ہے اس لئے رضا و ناراضی میں بھی مظہر خدا ہے کہ باپ ناخوش ہو تو سمجھ لو کہ خدا
ناخوش ہے اور وہ خوش ہے تو پہچان لو کہ خدا خوش ہے۔ نیز دنیا دار الاسباب ہے اس لئے زینہ کے بغیر
کوٹھے پر پہونچنا ناممکن ہے۔ پس جس نے ربِ مجازی کی قدر نہ کی وہ ربِ حقیقی کی کیا قدر کر سکتا ہے۔ اور
یہی عقلی دلیل ہے اقرار رسالت کے جزو توحید ہونے کی۔ کہ اس واسطہ ہدایت کا معتقد ہوئے بغیر
ہادیِ حقیقی کے ساتھ اعتقاد ناممکن ہے۔ ہاں ربِ مجازی خود ہی حدِ مجاز سے نکل جائے اور معصیت کا
حکم دے کر رب حقیقی ہونے کا دعوٰی کرنے لگے۔ تو اس کی اطاعت جائز نہیں کہ وہ علت ہی مفقود ہو گئی
جس پر حکم مرتب تھا۔ (ایضاً) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور جہاد میں شریک
ہونے کی آپ سے اجازت مانگی۔ آپ نے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا
ان ہی میں (مشغول رہ کر) جہاد کرو (کہ جتنی ان کی خدمت کروگے وہ جہاد کے حکم میں لکھی جائے گی) اور
ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے
کے لئے آیا ہوں۔ اور اپنے والدین کو روتا چھوڑ کر آیا ہوں۔ فرمایا واپس جاؤ اور ان کو ہنساؤ جیسا
کہ ان کو رولایا ہے (ق د ت ئ) ف اس ہجرت سے مراد دار الکفر چھوڑنا نہیں ہے بلکہ طلب دین
کے لئے وطن چھوڑ کر بارگاہِ رسالت میں حاضر رہنا ہے۔ ہر چند کہ طبیب مشفق ہر غذا کی لذت و خاصیت

فاستفتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت قدمت علی امی وھی راغبۃ افاصل امی؟ قال نعم صلی امک۔ للشیخین ابی
داود (ابن عمر[12]) قال رجل یا رسول اللہ اذا اصبت ذنبا عظیما فھل لی من توبۃ؟ فقال ھل لک من ام؟ قال لا قال فھل
لک من خالۃ؟ قال نعم قال فبرھا۔ للترمذی (ابو اسید[13] الساعدی) ان رجلا قال یا رسول اللہ ھل بقی من بر ابوی شیٔ
ابرھما بہ بعد موتھما؟ قال نعم الصلوۃ علیھما والاستغفار لھما وانفاذ عھدھما من بعدھما وصلۃ الرحم التی لا توصل

پوری تشریح کے ساتھ بیان کر دیتا ہے مگر پھر بھی یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس وقت میرے مزاج کے مناسب کونسی غذا
ہے ہر شخص کو طبیب کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے کہ وہ درجہ علم کا تھا اور یہ درجہ عمل کا ہے۔ چنانچہ ادھر خدمت
والدین اور ادھر حصولِ برکات کے لئے آستانہ محمدیہ کی حاضر باشی دونوں کا طاعت ہونا رسول ہی نے بیان کیا تھا
مگر عمل کرنے میں ذاتی اجتہاد نے غلطی کھائی کہ ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر چلدیا جس کو مجاہدہ اور مستحق قدر دانی سمجھا
تھا نور نبوت نے اسی کو معصیت قرار دیا اور جلد از جلد تلافی کرنے کے لئے واپس فرمایا پس لاریب کہ قرآن میں سب
کچھ ہے مگر اس پر عمل کرنے میں پیغمبر سے پوچھے بغیر چارہ نہیں اور اس کا نام رسول کو خدا بنا لینا نہیں ہے۔ اسی طرح
بے شک احادیث میں سب کچھ ہے مگر اس پر عمل کرتے وقت نائبین رسالت کی طرف رجوع کئے بغیر چارہ نہیں اور
اس کا نام ائمہ مجتہدین کو رسول بنا لینا نہیں ہے۔ (معاویہؓ بن جاہمہ) جاہمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں جہاد میں
شریک ہونا چاہتا ہوں اور آنحضرت سے مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ فرمایا تمہاری ماں زندہ ہے۔ عرض کیا جی ہاں
فرمایا اس سے لگے لپٹے رہو کہ جنت اسی کے پیروں کے پاس ہے (ن)۔ ف جہاد جیسی جاں نثاری جس کی موت
وحیات دونوں کا پیارا ہونا اللہ ورسول نے تصریح کے ساتھ بتا دیا تھا جب پیغمبر سے مشورہ کی محتاج ہوئی اور
وقتی وشخصی لحاظ سے نورانی قلب نے سائل کے لئے والدین کے پاس پڑے رہنے کو افضل قرار دیا تو کیسے اطمینان
کر لیا جائے بدعات پر جن کی تصریح پیغمبر سے ثابت بھی نہیں۔ کیا ضرور ہے کہ ہماری رائے جس کو طاعت سمجھے اس
خدا اور رسول بھی اس کو طاعت ہی سمجھ لے۔ بے خطر زندگی ان کی ہے جو چھوٹے بنے بڑے رہیں اور اپنے دین کی ہر جزو
کا مشورہ حاملان سنت بزرگوں سے لیا کریں۔ (ابن عمر[9]) میری زوجیت میں ایک عورت تھی جس کے ساتھ مجھے محبت
تھی اور میرے والد (حضرت) عمر کو وہ ناپسند تھی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا اسے طلاق دیدو۔ میں نے انکار کیا۔
انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس کا تذکرہ کیا تو آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ دیدو طلاق
(دت)۔ ف ظاہر ہے کہ حضرت عمر کا ناپسند فرمانا عورت میں کسی دینی کمزوری کے سبب ہوگا اور اس کے ساتھ
محبت کا تعلق بیٹے پر بھی بُرا اثر ڈالتا اس لئے طلاق کا مشورہ دیا۔ جس کو عبد اللہ بن عمر تعلق محبت کے سبب
نہ مان سکے۔ اور یہی اندیشہ ناک چیز تھی اس لئے حضرت سے عرض کرنا پڑا۔ اور حضرت نے بھی موافقت فرمائی
ہر چند کہ باپ کے حکم پر بیٹے کو بیوی کا چھوڑ دینا واجب نہیں اور یہی وجہ ہے کہ حضرت نے ان کے انکار پر عتاب بھی
نہیں فرمایا۔ مگر ہاں حضرت کے حکم پر اب طلاق دینا واجب ہوگیا۔ (ابو الدرداؓ) ان سے ایک شخص نے فرمایا کہ میری
ایک بیوی ہے اور میرے والد اسے طلاق دینے کا مجھے حکم دیتے ہیں (پس کیا کرنا چاہئیے) ابو الدرداء نے فرمایا
میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے لہذا اب
تم اپنے سوال کا جواب خود لے لو کہ اس دروازہ کو ضائع کر دیا محفوظ رکھو۔ (دت)۔ (اسماءؓ بنت ابی بکر) میری
ماں قتیلہ بنت عبد العزی (صلح حدیبیہ کے زمانہ میں) بحالت شرک میرے پاس آئی تو میں نے رسول اللہ

الا بہما واکرام صدیقہما ؛ لابی داود (ابن عمرؓ[14]) انہ کان اذا خرج الی مکۃ کان لہ حمار یتروح علیہ اذا مل رکوب الراحلۃ وعمامۃ یشد بہا رأسہ فبینما ھو یومًا علی ذلک الحمار اذ مر بہ اعرابی فقال ألست فلان بن فلان؟ قال بلی فاعطاہ الحمار فقال ارکب ھذا والعمامۃ وقال اشدد بہا رأسک فقال لہ بعض اصحابہ غفر اللہ لک اعطیت ھذا الاعرابی حمارا کنت تروح علیہ وعمامۃ کنت تشد بہا رأسک فقال انی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان من ابر البر صلۃ الرجل اھل ود ابیہ بعد ان تولی وان اباہ کان ودا لعمر ؛ لابی داود والترمذی ومسلم بلفظہ (عمر بن السائب[15]) بلغہ ؛ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان جالسا یومًا فاقبل ابوہ من الرضاعۃ فوضع لہ بعض ثوبہ فقعد علیہ ثم اقبلت امہ من الرضاعۃ فوضع لہا شق ثوبہ من جانبہ الآخر فجلست علیہ ثم اقبل اخوہ من الرضاعۃ فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاجلسہ بین یدیہ ؛ لابی داود (انسؓ[16]) انطلق النبی صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے فتوی پوچھا اور عرض کیا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ غیر مسلم ہے کیا میں ماں کے ساتھ کچھ سلوک کر دوں؟ فرمایا ہاں اپنی ماں کے ساتھ سلوک کرو۔ (ق د) **ف** والدین اگر کافر بھی ہوں تو روپیہ پیسہ سے ان کی اعانت کرنا چاہیئے اور عجب نہیں کہ یہ ان کے اسلام کا بھی سبب بن جائے۔ (ابن عمرؓ[14]) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے ایک بڑا گناہ صادر ہو گیا ہے کیا میرے لئے کوئی توبہ کی صورت ہے؟ فرمایا کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا اچھا خالہ ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا اس کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ (ت) **ف** جس قلب میں حق تعالیٰ کی عظمت ومحبت ہوتی ہے اس کو چھوٹا گناہ بھی بڑا معلوم ہوتا ہے اور گویا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے اور وہ نادم ہو کر اتنا کہنے کو کہ یا اللہ میری خطا معاف کر توبہ ہی نہیں سمجھتا بلکہ جس طرح حضرت نے مہاجر کو واپس کیا کہ جا کر ماں باپ کو اتنا ہی ہنسا جتنا رلایا ہے۔ اس کو بے چینی ہوتی ہے کہ اپنے اللہ کو طاعت کرکے اتنا ہی خوش کروں جتنا معصیت کرکے ناراض کیا ہے۔ چنانچہ حضرت وحشیؓ قاتل حمزہؓ کو باوجود اس علم کے کہ ایمان تمامی گناہوں کو دھوتا ہے جب تک مسیلمہ کذاب کو قتل نہ کر لیا ایک دن بھی چین نہ آیا۔ اب یہ فراست محمدیہ تھی کہ سائل کے گناہ عظیم کی تلافی ماں کے قائم مقام خالہ کی خدمت کو قرار دیا کہ طاعت عظیمہ ہے۔ بالخصوص سائل کے مناسب حال (ابو اسید ساعدیؓ[15]) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ کی وفات کے بعد کیا ان کی خدمت کی کوئی صورت ہے کہ اسکو عمل میں لاؤں؟ فرمایا ہاں ان پر نزول رحمت کی (اللہ) سے دعا کرنا ان کے گناہوں کی بخشش مانگنا۔ ان کے بعد ان کے (کئے ہوئے) قول وقرار کا پورا کرنا۔ اس رشتہ کا (سلوک واحسان کے ساتھ) جوڑے رکھنا جو محض انہیں کی وجہ سے جوڑا جائے (مثلاً چچا پھوپھی ماموں خالہ اور ان کی اولاد کا لحاظ رکھنا کہ ان سے رشتہ والدین ہی کی وجہ سے ہے) اور ان کے دوستوں کا احترام کرنا (د) (ابن عمرؓ[16]) جب (کسی ضرورت) سے مکہ تشریف لے جاتے تو آپ کے پاس ایک دراز گوش تھا کہ جب اونٹ کی سواری سے اکتاتے تو بطور تفریح اس پر سوار ہوا کرتے تھے اور ایک عمامہ تھا (جو سفر میں دھوپ سے حفاظت کے لئے) سر پر باندھا کرتے تھے ایک روز آپ اس دراز گوش پر سوار تھے کہ ایک دیہاتی کا آپ پر گذر ہوا اور اس سے کہا کیا تم فلاں کے بیٹے فلاں نہیں ہو؟ فرمایا ہاں میں وہی ہوں اور اپنا دراز گو اس کو دے کر کہا کہ اس پر سوار ہو جاؤ اور عمامہ دیکر فرمایا اس کو اپنے سر پر باندھ لو (چنانچہ وہ لے کر چلا گیا) آپ کے کسی رفیق نے کہا اللہ تمہیں بخشے تم نے اس دیہاتی کو اپنا دراز گوش بھی دیدیا جس پر آرام لیا کرتے تھے اور دستار بھی دیدی جس کو سر پر باندھا

عليه وسلم الى ام ايمن فانطلقت معه فناولته اناء فيه شراب فلا ادرى اصادفته صائما اولم يرده فجعلت تصخب عليه وتذمر عليه ؛ لمسلم (عمر[17] بن السائب) بلغه: ان النبى صلے الله عليه وسلم شفع امه التى ارضعته فيما استشفعت اليه فيه من وفد هوازن واكرمها واباه من الرضاعة بان بسطلها رداءه فاجلسهما عليه ؛ د زيد[18] بن ارقم (رفعه) من حج عن احد ابويه اجزأ ذلك عنه وبشر روحه بذلك فى السماء وكتب عند الله بارا ولو كان عاقا ؛ وفى رواية كتب لابيه بحج وله بسبع ؛ هما لرزين (معاذ[19] بن انس) رفعه: من بر والديه طوبى له زاد الله فى عمره ؛ للموصلى الكبير بلين (عائشة[20]) اتى رسول الله صلے الله عليه وسلم رجل ومعه شيخ فقال له يا فلان من هذا معك ؟ قال ابى قال فلا تمش امامه ولا تجلس قبله ولا تدعه باسمه ولا تستب له ؛ للاوسط بلين (ابن عمر[21]) رفعه: بروا آباءكم تبركم ابناؤكم وعفوا تعف نساؤكم ؛ للاوسط (ابو هريرة[22]) رفعه: اعينوا اولادكم على البر من شاء استخرج العقوق لولده ؛ للاوسط بخفى۔

کرتے تھے۔ (ایسی فضول خرچی نہ چاہیئے تھی) فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ بہترین نیکی انسان کا اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ باپ کے پیٹھ پیچھے سلوک کرنا ہے۔ اور اس کا باپ (میرے والد) حضرت عمر کا دوست تھا (ت دس) (عمر[15] بن سائب) کو یہ حدیث پہونچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے رضاعی باپ (حارث بن عبد العزی) آئے تو آپ نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنا کپڑا بچھا دیا پس وہ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ) آگئیں تو آپ نے ان کے لئے اپنا (ملبوس کپڑا) دوسری جانب سے بچھا دیا اور وہ اس پر بیٹھ گئیں اس کے بعد آپ کے رضاعی بھائی عبد اللہ بن حارث آگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (اپنی جگہ سے) اٹھے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا (د) (انس[16]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ام ایمن کے پاس تشریف لے گئے اور میں آپ کے ساتھ گیا۔ انہوں نے آپ کو پیالہ دیا جس میں شربت تھا۔ اب نہ معلوم آپ روزہ سے تھے یا جی ہی نہ چاہتا تھا کہ آپ نے پیا نہیں، پس ام ایمن آپ پر تیز لہجہ میں اونچی آواز سے بولنے اور اصرار کرنے لگیں۔ (کہ دیکھوں کیسے نہ پیوگے اور ضرور پینا پڑے گا۔ ف ام ایمن خواجہ عبد اللہ کی باندی تھیں اور آپ کو ترکہ پدری میں ملی تھیں چونکہ انہوں نے بچپن میں آپ کو گود میں رکھا اور پالا تھا۔ آپ اس کی اتنی رعایت فرماتے تھے کہ گویا ماں ہیں اور ان کی نگاہ میں وہ وقت تھا کہ حضرتؐ کو گود میں کھلایا ہے اس لئے کسی چیز کے کھلاتے پلاتے وقت ماں کی طرح بلند آواز اور تیز لہجہ میں اصرار کر لیتی تھیں (عمر[17] بن السائب) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دودھ پلائی ماں کی سفارش کو بھی منظور فرمایا۔ جو انہوں نے وفد ہوازن کی طرف سے کی تھی اور ان کا اور اپنے رضاعی باپ کا احترام بھی کیا کہ ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور اس پر دونوں کو بٹھایا (ن) ف غزوۂ حنین میں بنی ہوازن کی چھ ہزار عورتیں اور بچے قید ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور اونٹ بکریوں کی تو کچھ گنتی ہی نہ تھی حضرت حلیمہ سعدیہ بھی اسی قبیلہ کی تھیں۔ جب حضرت نے جعرانہ میں قیام فرما کر اموال غنیمت تقسیم کئے تو ہوازن کے کچھ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے وفد کی صورت میں سفارشی بن کر حضرت کی خدمت میں آئے کہ اموال کی واپسی اور قیدیوں کی رہائی کا احسان فرما دیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ بھی اپنے شوہر اور بیٹے کو لے کر یہیں آئی تھیں اور منظوری درخواست کی سفارش کی تھی۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے سب کو چھوڑ دیا اور ان کے تمامی اموال واپس فرما دیئے۔ (زید[18] بن ارقم) رفعه: جس نے اپنے ماں باپ

برالاولاد والاقارب وبر الیتیم واماطۃ الاذی وغیر ذلک

(عائشۃ) دخلت علی امرأۃ ومعها ابنتان لها تسأل فلم تجد عندی شیئا غیر تمرۃ فاعطیتها ایاها فقسمتها بین ابنتیها ولم تأکل منها ثم خرجت فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فقال من ابتلی من ھذہ البنات بشیٔ فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار۔ للشیخین والترمذی (سراقۃ بن مالک) رفعہ: الا ادلک علی افضل الصدقۃ ابنتک مردودۃ الیک لیس لھا کاسب غیرک۔ للقزوینی (انس) رفعہ: من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامۃ انا وھو وضم اصابعہ۔ للترمذی ومسلم بلفظہ (ابو سعید) رفعہ: من عال ثلاث بنات او ثلاث اخوات او اختین او بنتین فادبھن واحسن الیھن وزوجھن فلہ الجنۃ۔ للترمذی وابی داود بلفظہ (ابن عباس) رفعہ من کانت لہ انثی فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ یعنی الذکور علیھا ادخلہ اللہ الجنۃ۔

کی طرف سے حج بدل کیا وہ اس کی طرف سے ادا (فرض میں) کافی ہوجائے گا۔ اور اس کی روح کو آسمان میں اس کی بشارت پہونچائی جائے گی اور یہ اللہ کے ہاں (ماں باپ کا مطیع لکھا جائے گا اگرچہ (پہلے) نافرمان بنا رہا ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک حج اس کے باپ کا لکھا جائے اور سات حج اس بیٹے کے لئے۔ (ن) (معاذ بن انس) فع: جو اپنے والدین کا فرمانبردار بنا رہا اس کو مبارک ہو۔ اللہ اس کی عمر بڑھائے گا (بزک) ف ممکن ہے کہ تقدیر معلق کی صورت میں ایام زندگی بھی بڑھ جاویں ورنہ برکت ہوگی کہ اس کی تھوڑی ہی عمر میں وہ کام انجام پائیں گے جو دوسرں کی بڑی عمر میں انجام پاتے ہیں۔ (عائشہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور ایک بوڑھا اسکے ساتھ تھا آپ نے اس سے پوچھا اے فلاں یہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ عرض کیا میرے والد ہیں۔ فرمایا دیکھو ان کے آگے مت چلنا اور ان سے پہلے نہ بیٹھنا اور ان کا نام لے کر نہ پکارنا اور ان کو کبھی گالی نہ دینا۔ (کہ یہ سب سوء ادب اور نافرمانی میں داخل ہے)۔ (ابن عمر) فع: تم اپنے باپ کے فرمانبردار بنو۔ تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار بنے گی۔ اور تم پاکدامن بنو تمہاری عورتیں بھی پاکدامن بنی رہیں گی۔ (و) ف والدین کی نافرمانی اور بدچلنی دونوں گناہ ایسے ہیں جن کا بدلہ دنیا میں بھی ملتا ہے کہ جیسا کرنا ویسا بھرنا۔ پس کسی کو اپنی بیٹی ماں بہن وغیرہ کی بدچلنی اگر غیرت آتی ہے تو خود بدچلنی اور بدنظری سے بچے کہ غیب سے ان کی حفاظت ہوگی اور کوئی ان کو بری نگاہ سے بھی نہ دیکھ سکے گا اور جس کا دل چاہتا ہے کہ اولاد میری مطیع و فرمانبردار رہے اس کو اپنے والدین کا فرمانبردار بنا رہنا چاہیئے۔ کہ اس راحت اور عزت کے حاصل کرنے کا صرف یہی طریق ہے (ابو ہریرہ) فع: اپنی اولاد کی مدد کرتے رہو۔ فرمانبرداری کے متعلق (خصوصًا) جس کی خواہش ہو کہ اولاد سے نافرمانی کا مادہ نکالے۔ (و) ف یعنی اولاد کو نہ لاڈ پیار میں گستاخ بناؤ نہ مار دھاڑ سے فرنٹ۔ بلکہ میانہ روی برتو کہ فرمانبردار بنی رہے اور اس اعانت خیر کا بھی تم کو ثواب ملے۔

اولاد اور اقارب اور یتیم کے ساتھ سلوک اور جس چیز سے تکلیف پہونچے اسکا دور کرنا

(عائشہ) ایک عورت میرے پاس آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں کہ دکھانے کے لئے کچھ مانگتی تھی پس میرے پاس بجز ایک کھجور کے کچھ نہ ملا۔ لہٰذا وہی میں نے اس کو دیدی۔ اس نے اس کو (آدھا آدھا کرکے) اپنی دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد چلی گئی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو میں نے آپ کو واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا ہاں جو شخص ان لڑکیوں کے متعلق کسی امر

میں مبتلا ہوا پس ان کے ساتھ احسان کیا تو وہ لڑکیاں اس کے لئے دوزخ سے آڑ بن جاویں گی (ق دت) ف
اولاد کی محبت حالانکہ غیر اختیاری ہے جس پر اجر نہ ہونا چاہیئے تھا مگر اللہ جل جلالہ کا کرم ہے کہ اس میں بھی
اتنا خیال کر لینا کہ میرے قلب میں یہ محبت میرے خدا نے ڈالی ہے اور پھر جتنا امر اختیاری ہے اس میں حکم
شرعی کا لحاظ رکھنا کہ اپنی ذاتی غرض کو اس میں دخل نہ دے اس کو طاعت بنا دیتا ہے پس جس طرح کسی عزیز
کا مرنا کہ صبر نہ کرے تو آخر کیا کرے مگر حادثہ کو بحکم مشیت الٰہی سمجھنا اور اختیاری نوحہ و بکا سے باز رہنا اس کو
اتنا موجب امر بنا دیتا ہے گویا اپنے اختیار سے اس کو اللہ کی نذر کر دیا۔ اسی طرح لڑکوں کو اس خیال سے
کہ ان سے بڑھاپے میں اعانت کی توقع ہے لڑکیوں پر ترجیح نہ دے کہ وہ جہیز لے لوا کر دوسرے گھر چلی جانے
والیاں ہیں۔ اس فطری محبت کو امر اختیاری کی طرح اتنا موجب اجر بنا دیتا ہے گویا جنگل سے اٹھائے ہوئے
بے زبان لاوارث بچہ کو محض اللہ واسطے پرورش کیا۔ اللہ اللہ۔ امت محمدیہ پر محبوبیت پیغمبر کی بدولت
اللہ کریم کا تو یہ انعام کہ جبری امور کو اختیاری کے حکم میں لا کر مستحق ثواب بناتا ہے اور ہماری یہ احسان فراموشی
کہ اپنی اختیاری معصیت کو بھی تقدیر کے سر رکھ کر غیر اختیاری قرار دیتے اور اس پر سزا کو ظلم سمجھتے ہیں
(سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ) فع: کیا میں بہترین محل صدقہ تم کو نہ بتاؤں؟ تمہاری وہ لڑکی جو (لاولد بیوہ بن کر) تمہارے
پاس آ رہے کہ تمہارے سوا اس کا کوئی کمانے والا نہ ہو۔ (ہ) ف چونکہ سبکدوش ہو جانے کے بعد اس کی
واپسی پر دوبارہ اس کی خدمت و اعانت میں اخلاص اور درد و شفقت کا زیادہ دخل ہے لہٰذا ہر پیسہ افضل
ترین صدقہ کا حکم لے گا۔ (انس رضی اللہ عنہ) فع: جس نے دو لڑکیوں کو پرورش کیا حتی کہ وہ بالغ (ہو کر اپنے گھروں کی)
ہو گئیں تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے۔ اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا لیا (مس)
ف پیغمبر دنیا میں مخلوق کی بلا کسی ذاتی غرض کے محض ان کی بہبودی کی خاطر روحانی تربیت کرتا ہے
اور لڑکیوں کی جسمانی پرورش کرنے والا بھی اخلاص و شفقت میں پیغمبر کے ساتھ مناسبت لیتا ہے
اس لئے ایسی معیت نصیب ہوگی جیسے شاہی غلام کو اپنے آقا پادشاہ کے ساتھ۔ کہ فرق مراتب بھی قائم
ہے اور شاہی محل میں دونوں ایک جگہ اور سفر و حضر میں ساتھ ساتھ بھی ہیں۔ (ابو سعید رضی اللہ عنہ) فع: جس نے
تین بیٹیوں یا تین بہنوں کو یا دو بہنوں یا دو بیٹیوں کو پرورش کیا پس ان کو ادب بھی سکھایا اور ان
کے ساتھ سلوک بھی کیا اور ان کا نکاح کر دیا تو اس کے لئے جنت ہے۔ (ت د) ف کوئی چیز اکیلی ہوتی
ہے تو عنقا اور نادر معلوم ہو کر خود بخود محبوب ہوتی ہے۔ اور جب دو تین ہو جاتی ہیں تو اب ان کے
ساتھ محبت کی مساوات اور پرورش کی مدارات میں اختیار کو دخل ہو کر مشقت کی نوبت آ جاتی ہے
اور اجر مرتب فرمانے کا حیلہ مل جاتا ہے۔ بہنوں کی پرورش ظاہر ہے کہ اس وقت اپنے ذمہ پڑے گی جبکہ
باپ کا انتقال ہو گیا ہو لہٰذا ان کی کفالت میں یتیم پروری بھی شامل ہے۔ نیز تربیت صرف جسمانی کافی
نہیں بلکہ تہذیب اخلاق اور دینی آداب کی تعلیم مقدم ہے کہ روحانی تربیت ہے اور ان کی آئندہ زندگی
میں راحت کا سامان کرنے والی ہے اس لئے صدقۂ جاریہ کے حکم میں ہے جس کا صلہ جنت ہے۔ (ابن
عباس رضی اللہ عنہ) فع: جس شخص کی لڑکی ہو اور وہ نہ اسے زندہ درگور کرے نہ اس کو حقیر سمجھے اور نہ لڑکوں کو اس
پر ترجیح دے تو حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (د) ف جس طرح ہر غذا کو بقاء حیات

(عوفؓ بن مالك الاشجعي) رفعه: انا وامرأة سفعاء الخدين كهاتين يوم القيامة واومأ يزيد بن زريع بالوسطى والسبابة امرأة آمت من زوجها ذات منصب وجمال حبست نفسها على يتاماها حتى بانوا او ماتوا، هما لابي داود۔
(خولةؓ بنت حكيم) خرج النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم وهو محتضن احد ابني بنته وهو يقول انكم لتبخلون وتجبنون وتجهلون وانكم لمن ريحان الله، (سعيدؓ بن العاص) رفعه، ما نحل والد ولداً من نحل افضل من ادب حسن، (عائشةؓ) رفعته: خيركم خيركم لاهله وانا خيركم لاهلي واذا مات صاحبكم فدعوه، هي للترمذي (سهلؓ بن سعد)

اور حصولِ قوت میں دخل ہے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ اسی طرح ہر طاعت کو خصوصاً تہذیب اخلاق اور شفقت علی الخلق کو رضا حق اور دخول جنت میں خاص دخل ہے مگر جیسے غذا کا نفع اس پر مشروط ہے کہ اس کے مقابل ایسی ہی یا اس سے زیادہ قوت والی مُضر شے استعمال نہ کرے ورنہ اس کا نقصان اس کے نفع کو دبا لے گا۔ اسی طرح مثلاً لڑکی کے ساتھ احسان کرنے والا بیشک جنت میں جائے گا بشرطیکہ وہ ایسی معصیت کا مرتکب نہ ہو جس کی خاصیت دوزخ میں لیجانا ہے کہ ایسی صورت میں جس کا غلبہ ہوگا وہ اپنا کام کریگی اور دوسرے مخالف اثر کو دبا لے گی۔ پس پوری صحت ونجات پوری شریعت کی پابندی میں ہے کہ طاعت ومعاصی کی مختلف حدیثوں میں جُدا جُدا خاصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور سب کو یکجا ملا کر جو ترتیب فرائض وواجبات وسُنن ومستحبات اور حرام ومکروہ وممنوعات کی قائم ہوئی ہے وہ مجموعہ ہے دُنیا میں مزہ دار زندگی گذارنے اور آخرت میں نفس مطمئنہ لے کر جنت میں جانے گا۔ (عوفؓ بن مالک اشجعی) رفع: میں اور جُھلسے ہوئے رخساروں والی عورت بروز قیامت اس طرح ہوں گے۔ اور یزید بن زریع (راوی حدیث) نے بیچ کی انگلی اور انگشت شہادت (کو ملا کر قرب واتصال کا) اشارہ کیا۔ یعنی وہ عورت جو شوہر کی طرف سے بیوہ ہوگئی کہ باوجود صاحب منصب اور جمال ہونے کے (دوسرا نکاح نہ کیا اور) اپنے نفس کو اپنے یتیم بچوں (کی تربیت وخدمت) پر روکے رکھا حتی کہ وہ (جوان اور مستغنی ہوکر ماں سے) جُدا ہوگئے یا مرگئے۔ (د) ف یعنی بچوں کی خاطر اس عورت نے اپنی جوانی کو خاک میں ملا دیا۔ حسین اور عالیخاندان ہونے کے سبب نکاح ثانی ہونا کچھ بھی دشوار نہ تھا۔ مگر اس نے اپنی راحت وضرورت پر بچوں کی احتیاج اور خدمت کو ترجیح دی کہ یہ ایثار نمونہ ہے شان انبیاء کا۔ (خولہؓ بنت حکیم) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایکدن باہر تشریف لائے کہ ایک نواسہ کو گود میں لئے ہوئے تھے اور یہ فرما رہے تھے۔ بیشک تم ہی بخیل اور بزدل بناتے ہو اور تم ہی جہالت کے کام کراتے ہو حالانکہ تم منجملہ اللہ کی عطاؤں کے ہو (ت) ف تمامی مرغوبات انعامات الٰہیہ ہیں بالخصوص اولاد کہ مجامعت ہو تحصیل لذت کے لئے اور سبب بن جائے باپ جیسے جیتے جاگتے انسان کی پیدائش کا جس کا دیکھنے اور سونگھنے میں بھی پھول کا سا مزہ آوے۔ مگر جب اس کی محبت اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو غزوہ وجہاد میں شرکت سے اور مال کے صدقات وخیرات میں سخاوت سے روکدیتی ہے اور اس کی طرفداری میں طرح طرح کی جہالت اور معصیت کا ارتکاب ہونے لگتا ہے۔ پس اگر اس فطری محبت کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھے کہ یہ ایک نعمت ہے اور اس کا معطی حق تعالےٰ ہے تو انعام سے زیادہ منعم کی محبت ہو اور یہ کمزوریاں پیدا نہ ہونے پائیں۔ (سعیدؓ ابن العاص) رفع: باپ نے بیٹے کو تہذیب اخلاق سے بہتر کوئی عطا نہیں کی (ت) ف روپیہ جائداد اثاث البیت کتنا ہی اولاد کے لئے چھوڑ جائے اگر اولاد کے اخلاق مہذب نہیں تو خود بھی برباد ہوگا اور اثاثہ بھی ختم۔ اور اگر اولاد کو دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ کر کے چھوڑ گیا کہ اخلاق حسنہ سے مزین ہے اور اخلاق رذیلہ سے

رفعه انا وكافل اليتيم فى الجنة هٰكذا واشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما شيئاً ؛ للبخارى والترمذى وابى داود (ابن عباس) رفعه: من قبض يتيما من بين المسلمين الى طعامه وشرابه ادخله الله الجنة البتة الا ان يكون قد عمل ذنبا لا يغفر ؛ للترمذى (ابو هريرة) ان رجلا شكى الى النبى صلى الله عليه وسلم قسوة قلبه فقال امسح راس اليتيم واطعم المسكين ؛ لاحمد (وعنه) رفعه: خير بيت فى المسلمين بيت فيه يتيم يحسن اليه وشر بيت فى المسلمين بيت فيه يتيم يساء اليه ؛ للقزوينى بلين (ابو موسىٰ) رفعه: ما قعد يتيم مع قوم على قصعتهم فيقرب قصعتهم شيطان

متنفر۔ خالق کے حقوق جُدا سمجھتا ہے اور مخلوق کے حقوق جُدا۔ تو نادار ی بھی اس کے لئے سلطنت و خوش عیشی ہے اور اس کا رات دن مشاہدہ ہو رہا ہے۔ (عائشہؓ) فع: تم میں بھلا وہ ہے جو اپنی گھر والی کے ساتھ بھلا ہو اور دیکھو کہ میرا برتاؤ اپنی اہل کے ساتھ بھلا ہے۔ اور جب تمہارا رفیق مر جائے تو اس کو چھوڑ دو (اور اس کی غلطیوں کا کبھی تذکرہ نہ کرو) (ت) ف اخلاق حسنہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ طبیعت ثانیہ بن جائیں اور ان کے استعمال میں تکلف و مجاہدہ کی ضرورت پیش نہ آئے اور اس کا امتحان بیوی کے ساتھ برتاؤ میں ہوتا ہے جو زندگی کی رفیق اور ہر وقت کی ساتھی ہے اس کے علاوہ جتنے بھی تعلقات ہیں ان سے معاملات و معاشرت کا اتفاق چونکہ گاہے ماہے ہوتا ہے اس لئے ان سے اچھے برتاؤ کا برت لینا دشوار نہیں۔ پس حسن اخلاق ہی کا یہ بھی جزو ہے کہ بیوی کی کجی و نسوانی کمزوری کے سبب کوفت یا کلفت پیش آئی ہو تو مرنے کے بعد اس کا ذکر نہ کرے کہ اصلاح و تنبیہ کی خاطر تو تذکرہ کرنا رہا نہیں۔ اب بجز اس کے کہ خوبیاں بھول کر بُرائیاں یاد رکھنا خود بُرا اور بُرے کا شیوہ ہے اور کوئی وجہ نہیں بن سکتی۔ (سہلؓ بن سعد) فع: میں اور یتیم کا سرپرست جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں ذرا سا فرق کر کے اشارہ فرمایا (خ ت د) ف یتیم دل شکستہ بچے پر وہی ترس کھائیگا جو باپ کے سایہ کا قدر دان اور مربی کے سر پر قائم ہونے کو نعمتِ الٰہی سمجھے گا۔ اور یہی بڑھتے بڑھتے اس درجہ پر پہونچتا ہے کہ عاصی و کافر پر ترس آتا ہے کہ وہ یتیم سے زیادہ بے خانماں اور ظل مربی سے محروم ہے۔ چونکہ یہ شان حضرات انبیا کی ہے اس لئے جو کوئی جتنا بھی اس مادہ میں مشابہت لے گا اسی قدر خادم و مخدوم کی سی معیت لے گا۔ (ابن عباسؓ) فع: جس نے مسلمانوں کے درمیان میں سے کسی یتیم کو لے لیا اور اپنے خورد و نوش کا شریک بنا لیا حق تعالےٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔ بشرطیکہ کوئی ایسا گناہ (کفر و شرک) نہ کیا ہو جو بخشا نہ جائے (ت) (ابو ہریرہؓ) ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کے سخت ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو (جو کچھ میسر آئے) کھلایا کرو (م) ف یتیم کی بے کسی اور مسکین کی بے بسی کا بار بار مشاہدہ کرنے سے قلب میں رقت اور ترس کا مادہ پیدا ہو جائے گا۔ (ایضاؓ) بہترین گھر مسلمانوں میں وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو جس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور بدترین گھر مسلمانوں میں وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔ (ہ) ف کہ پہلے گھر میں اللہ رحیم کی رحمتیں برسیں گی اور دوسرے پر لعنت و عذاب۔ (ابو موسیٰؓ) فع: ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی خاندان کے ساتھ ان کے پیالہ پر (کھانے کے لئے) کوئی یتیم بیٹھا ہو اور پھر شیطان اس پیالہ کے پاس پھٹکا ہو۔ (ذ) ف بظاہر نظر آتا ہے کہ یتیم کو شریک طعام کرنے سے کھانا کم ہو گا اور اپنا پیٹ نہ بھرے گا۔ مگر حقیقت یہ ہو گی کہ شیطان دور رہے گا اور اس لئے کھانے میں برکت ہو گی کہ دو کی جگہ تین کو شکم سیر کر کے بھی کھانا بچ رہے گا۔

للاوسط (ابو هريرة) رفعه: بينما رجل يمشي بطريق وجد غصن شوك على الطريق فاخره فشكر الله له فغفر له ؛
وفي رواية: لقد رأيت رجلا يتقلب في الجنة في شجرة قطعها من طريق المسلمين كانت تؤذي الناس ؛ وفي اخرى
نزع رجل لم يعمل خيرا قط غصن شوك عن الطريق بنحوه ؛ للستة الا النسائي (ابو ذر) رفعه: عرضت على
اعمال امتي حسنها وسيئها فوجدت في محاسن اعمالها الاذى يماط عن الطريق ووجدت في مساوي اعمالها النخاعة
تكون في المسجد لا تدفن ؛ لمسلم (ابو هريرة) رفعه: الساعي على الارملة والمسكين كالمجاهد في سبيل الله
واحسبه قال وكالقائم لا يفتر وكالصائم لا يفطر ؛ للشيخين والترمذي والنسائي (ابن عمرو بن العاص)

(ابو ہریرہ) رفعہ: ایک شخص راستہ میں جارہا تھا کہ ایک کانٹے دار شاخ راستہ پر پڑی پائی تو اس نے اس کو ہٹا دیا پس حق تعالیٰ نے اس کی قدر فرمائی اور اس شخص کی مغفرت کردی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (آنحضرتؐ نے فرمایا) میں نے ایک شخص کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا (محض اس صلہ میں کہ) اس نے ایک درخت کو کاٹ دیا جو کہ مسلمانوں کے راستہ میں (بے موقع کھڑا ہوا) لوگوں کو تکلیف پہونچاتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے کبھی کوئی نیک کام نہ کیا تھا مگر راستہ سے ایک کانٹے دار شاخ کو نکال دیا۔ الخ (ق ت د ہ) ف بعضا عمل دیکھنے میں بہت معمولی ہوتا ہے مگر جو مادہ اس فعل کا محرک ہوتا ہے وہ اتنا پیارا ہوتا ہے کہ بہتیری بڑی خطاؤں کو نظر انداز کرادیتا ہے۔ جیسے کوئی بدسلیقہ نوکر برتنوں کو بے احتیاطی سے توڑتا اور بہتیرے نقصان کرتا ہے مگر آقا کو جب غصہ آتا ہے تو وہ ایک واقعہ سامنے آجاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس کے بچہ کے کوٹھری میں جلتے وقت وہ بے کہے دوڑ کر لالٹین لے آیا تھا کہ آقازادہ اندھیرے میں ڈر نہ جائے۔ بس یہ ایک دلکش برتاؤ اس کی تمام غلطیوں پر قلم عفو پھیرتا رہتا ہے۔ لہٰذا کسی طاعت کو حقیر و معمولی نہ سمجھو خصوصاً نفع رسانی خلق کو کہ یہ خالق کی نظر میں بڑی پیاری خدمت ہے۔ کیونکہ محبت الٰہی کا اثر ہے اور محبت کے ساتھ مٹی کا بنا ہوا آم بھی بادشاہ کی نذر کر دوگے۔ تو عجب نہیں اتنا بھادے کہ بڑے بڑے قصور قلمزد ہوجاویں۔ (ابو ذر) رفعہ: مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے سب قسم کے اعمال پیش کئے گئے تو میں نے ان کے نیک اعمال میں اس کو بھی پایا کہ کوئی تکلیف کی چیز راستہ سے ہٹادی جائے اور ان کی بداعمالیوں میں اس کو بھی پایا کہ مسجد میں بلغم (ڈال دے) جس کو (مٹی میں) دفن نہ کیا جائے۔

(س) ف بعضی غلطی دیکھنے میں بہت ہلکی ہوتی ہے مگر جو مادہ اس کا محرک ہوتا ہے وہ اتنا ناگوار ہوتا ہے کہ بہتیری خوبیاں اس کے سامنے مٹی میں دفن ہوجاتی ہیں۔ عدالت میں کسی بیرسٹر کا پان کی پیک تھوک دینا اس کی برسہا برس کی خدمات اور خزانہ شاہی کے بھرنے کی ساری کوششوں پر ایک دم پانی پھیر دیتا ہے۔ کہ حاکم کے قلت احترام کی علامت ہے۔ بس مسجد میں کہ خانۂ خدا ہے جھاڑو دینے کی عظمت اور تھوک یا سنک ڈالنے یا بیباکانہ اونچی آواز سے بات کرنے کی بے حرمتی وہ سمجھے جس کو اللہ جل جلالہ کی شاہنشاہانہ عظمت اور غیر متناہی قدرت و جلالت کا حس ہو لہٰذا کسی معصیت کو معمولی و ہلکا نہ سمجھو۔ خصوصاً اللہ کی طرف منسوب ہونے والے مکان یا زمان یا علم یا جان کو کہ اللہ والے کی بے حرمتی کا اثر دور تک جاتا اور صدہا طاعتوں کو ملیامیٹ کردیتا ہے۔ (ابو ہریرہ) رفعہ: بیوہ اور بے کس کی خدمت گذار ایسا ہے جیسا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا (راوی کہتا ہے) اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ بھی فرمایا اور ایسا ہے جیسا شب بیدار جس کو کاہلی نہ آئے اور جیسے روزہ دار جو کبھی روزہ نہ چھوڑے (ق ت ن) ف یہ تمام افعال چونکہ اثر ہیں رحم و شفقت اور نرم دلی و رقت قلب کے

رفعه: اربعون خصلة اعلاها منيحة العنز ما من عامل يعمل بخصلة منها رجاء ثوابها وتصديق موعودها الا ادخله الله بها الجنة قال الراوی فعددنا ما دون منيحة العنز من رد السلام وتشميت العاطس واماطة الاذی عن الطريق ونحوه فما استطعنا ان نصل الی خمسة عشر خصلة ؛ للبخاری وابی داود (ابو موسیٰ[19]) رفعه علی كل مسلم صدقة قيل ارأيت ان لم يجد؟ قال يعمل بيديه فينفع نفسه ويتصدق قال ارأيت ان لم يستطع؟ قال يعين ذا الحاجة الملهوف قال ارأيت ان لم يستطع؟ قال يأمر بالمعروف او الخير قال ارأيت ان لم يفعل؟ قال يمسك عن الشر فانها صدقة ؛ (ابو هريرة[20]) رفعه: كل سلامی من الناس عليه صدقة

اور یہ مادہ رحیم وکریم خدا کو بہت پیارا ہے کہ اس کے ثمرات عاقلانہ اور مفید ترین پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کی تحریک سے پیدا ہونے والا ذرا سا عمل دوسری نوع کے ظاہری بڑے بڑے اعمال کا مقابلہ کرنے لگتا۔ کیونکہ اخلاق اور اعمال میں وہ فرق ہے جو تخم اور پھل ہیں۔ کہ قلمی انبہ کا پودہ اگرچہ دو چار پھل لائے مگر دیسی انبہ کے اس بڑے گھنے درخت سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے جس میں دو چار ہزار پھل آویں۔ (ابن عمروؓ بن العاص[18]) رفع: چالیس خصلتیں جن میں سب سے بڑی خصلت بکری کا عطیہ ہے (کہ کسی کو دودھ پینے کے لئے مستعار دیدی جائے) اس درجہ کی ہیں کہ جو شخص بھی ان میں سے کسی خصلت پر ان کے ثواب کا متوقع بن کر اور ان کے وعدۂ اجر کو سچا سمجھ کر عمل کرے گا تو حق تعالےٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ بکری کے عطیہ سے نیچے کے درجہ میں سلام کا جواب دینا۔ چھینکنے والے کو الحمد للہ کہنا اور راستہ سے تکلیف کا دور کرنا وغیرہ خصلتوں کو ہم نے شمار کیا تو پندرہ تک بھی پہونچنے کی قدرت نہ ہوئی (اور اس لئے ان چالیس کی پوری تفصیل معلوم نہ ہوسکی لہذا کسی خصلت کو معمولی نہ سمجھو کہ ممکن ہے انہیں چالیس میں داخل ہو) (خ د) (ابو موسیٰ[19]) رفع: ہر مسلمان پر صدقہ ضروری ہے۔ عرض کیا کہ اگر کسی کو میسر نہ ہو (تو صدقہ کیسے کرے گا) فرمایا ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے اور اپنے نفس کو بھی نفع پہونچائے اور (اسی میں سے) صدقہ بھی کرے سائل نے کہا بھلا اگر اس کی طاقت نہ ہو؟ فرمایا حاجتمند مصیبت زدہ کی مدد کرے (کہ یہ بھی صدقہ کے حکم میں لکھی جائے گی)۔ عرض کیا بھلا یہ بھی اگر نہ ہوسکے؟ فرمایا نیک کام کی ترغیب دے۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرسکے؟ فرمایا برائی کرنے سے باز رہے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ (ابو ہریرہ[20]) مع: انسان کے جوڑ جوڑ کے ذمہ ہر روز جس میں آفتاب طلوع ہو صدقہ واجب ہے۔ دو شخصوں کے درمیان انصاف کرے یہ بھی صدقہ ہے کسی کی مدد کرے اس کی سواری کے متعلق کہ اس کو سہارا دیکر اس پر بٹھا دے یا اس کا سامان اس پر لدوا دے۔ یہ بھی صدقہ ہے۔ اور نیک بات بھی صدقہ ہے اور ہر قدم جس کو نماز کے لئے چلائے وہ بھی صدقہ ہے۔ اور راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دے یہ بھی صدقہ ہے۔ (ق) ف انسان کی زندگی ایک نعمت عظمیٰ ہے اور اس کے بدن میں آنکھ کان ناک ہاتھ پاؤں جو اعضا پیدا کئے گئے اور ان سے مختلف منافع حاصل ہوتے ہیں جدا جدا مستقل نعمتیں ہیں۔ اور ایک ایک عضو میں کئی کئی جوڑ قائم کئے گئے ہیں۔ مثلاً ہاتھ میں کہنی پہونچا اور ہر انگلی میں تین تین جوڑ ہیں جن کی وجہ سے ہاتھ کو موڑتا توڑتا اور انگلیوں کے موڑ توڑ سے چھوٹی سی چھوٹی چیز پکڑ تا ہے کہ ایک جوڑ بھی معطل ہوجائے تو صدہا ضرورتیں بند ہوجاویں۔ ایسے بڑے چھوٹے جوڑ تمام بدن انسانی میں ایام سال کی تعداد کے موافق تین سو ساٹھ ہیں۔ یوں تو عمر بھر ہر لمحہ وہر آن

كل يوم تطلع فيها الشمس تعدل بين الاثنين صدقة وتعين الرجل في دابته فتحمله عليها او ترفع له عليها متاعه صدقة والكلمة الطيبة صدقة وبكل خطوة تمشيها الى الصلاة صدقة وتميط الاذى عن الطريق صدقة۔ (حكيم[21] ابن حزام) قال يا رسول الله أرأيت امورا كنت اتحنث بها في الجاهلية من صلوة وعتاقة وصدقة هل لي فيها اجر؟ قال اسلمت على ما سلف لك من خير۔ وفي رواية: قال عروة ان حكيما اعتق في الجاهلية مائة رقبة وحمل على مائة بعير فلما اسلم حمل على مائة بعير واعتق مائة رقبة قال سألت النبي صلى الله عليه وسلم قلت يا رسول الله اشياء كنت اصنعها في الجاهلية كنت اتحنث بها يعني اتبرر بها فقال صلى الله عليه وسلم اسلمت على ما سلف لك من خير۔ وفي اخرى: قلت فوالله لا ادع شيئا صنعته في الجاهلية الا فعلت في الاسلام مثله۔ هي للشيخين (عائشة[22]) قلت يا رسول الله ان ابن جدعان كان في الجاهلية يصل الرحم ويطعم المسكين فهل ذلك نافعه؟ قال لا ينفعه انه لم يقل يوما رب اغفر لي خطيئتي يوم الدين۔ لمسلم (جابر[23]) رفعه: لا تحقرن من المعروف شيئا وان من

بھی شکر کرتا رہے تو اللہ کی ایک عطا کا شکر بھی انسان ادا نہیں کر سکتا کہ آلۂ شکر اور خود شکر بھی اللہ ہی کی نعمت ہے مگر کم از کم تذکر نعمت کے درجہ میں ہر روز ہر جوڑ کا ایک ایک شکر تو ادا کرنا ضروری سمجھے مگر محض زبان سے یہ کہہ کر نہیں کہ یا اللہ تیرا شکر ہے بلکہ ہر عضو سے اللہ معطی و محسن کی رضا و خوشنودی کا ایک عمل کرے کہ حقیقت شکر یہی ہے۔ یہ انعام ہے اللہ کا کہ دن بھر میں تین سو ساٹھ[۳۶۰] نیک کام کر لے گا تو ایک ایک فعل خیر ایک ایک جوڑ کے نامزد کر کے یوں سمجھ لیا جائے گا کہ ہر جوڑ نے اپنا حق شکر گذاری ادا کر دیا اور اس اداءِ حق کے لئے بہتیرے ان ہلکے اور معمولی کاموں کو بھی صدقہ و شکر بنا دیا گیا ہے جو اعضاء کے موڑ توڑ سے انجام پلتے اور خدمتِ خلق یا اطاعت خالق کہلاتے ہیں۔
(حکیم[۲۱] بن حزام) نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے بتلایئے کہ جو نیک کام بزمانۂ کفر عبادت سمجھ کر میں کیا کرتا تھا مثلاً صلہ رحمی (اور رشتہ ناتہ میں سلوک) اور غلاموں کا آزاد کرنا اور صدقات و عطا کیا ان میں میرے لئے کچھ اجر ہے؟ فرمایا اپنی سابقہ نیکیوں پر ہی تم مسلمان بنے ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عروہ کہتے ہیں حکیم نے بزمانۂ کفر سو بردے آزاد کئے تھے۔ اور سو اونٹ سواری کے لئے (حاجتمندوں کو) دیئے تھے۔ پس جب مشرف باسلام ہوئے تو سو اونٹ سواری کے لئے دیئے اور سو بردے آزاد کئے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ وہ کام جو زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتا تھا میں ان کو نیکی اور عبادت ہی سمجھ کر کیا کرتا تھا۔ (اب ان پر بھی اجر ملے گا یا نہیں) فرمایا تم اپنی سابق خوبی ہی کی بدولت اسلام لائے ہو۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ واللہ میں کوئی نیک کام نہ چھوڑوں گا جس کو بزمانۂ جاہلیت کیا تھا مگر کہ بحالت اسلام اس کے مثل ضرور کروں گا۔ (ق) ف بیوی کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اگر دبلا کمزور اور سیاہ فام بھی ہو گا تو شریف اور صحیح النسب کہلائے گا اور اپنے باپ کے ترکہ کا وارث اور اس کی مسند کا جانشین بنے گا۔ مگر کسبی کے بطن سے جو بچہ پیدا ہو گا اگر قوی اور حسین بھی ہو گا تو نہ مخلوق کی نظر میں عزت پائے گا نہ امامت کا اہل سمجھا جائے گا نہ صاحب نطفہ کا بیٹا کہلائے گا اور نہ اس کے ترکہ میں ایک حبہ کا مالک ہو سکے گا نہ اس کی ماں مستحق نفقہ و مہر ہو گی۔ فرق اس کے سوا کیا ہے کہ یہاں ایجاب و قبول کے دو بولوں نے زوجیت کا تعلق قائم کر دیا ہے اور وہاں یہ تعلق مفقود ہے۔ باقی جماع کی جو خاصیت تھی کہ ولادت ہو وہ دونوں جگہ برابر ہے۔ اسی طرح رفاہِ عام ہو یا نفع رسانیِ خلق اور تہذیبِ اخلاق ہو یا حُسنِ معاشرت سب انسانی کمال ہیں اور کافر سے صادر ہوں

المعروف ان تلقى اخاك بوجه طلق وان تفرغ من دلوك فى اناء اخيك ؛ للشيخين والترمذى بلفظه (ابو هريرة) رفعه: الا رجل يمنح اهل بيت ناقة تغدو بعشاء وتروح بعشاء ان اجرها العظيم ؛ لمسلم۔

صلة الرحم وحق الجار

(عبد الرحمن بن عوف) رفعه: قال الله تعالى انا الله وانا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها اسما من اسمى فمن وصلها وصلته ومن قطعها بتته ؛ للترمذى وابى داود (ابو هريرة) رفعه: ان الرحم شجنة من الرحمن فقال الله من وصلك وصلته ومن قطعك قطعته ؛ وفى رواية: ان الله خلق الخلق حتى اذا فرغ منهم قامت الرحم فاخذت بحقو الرحمن فقال مه؟ قالت هذا مقام العائذ بك من القطيعة قال نعم اما ترضين ان اصل من وصلك واقطع من قطعك؟ قالت بلى قال فذاك لك ثم قال صلى الله عليه وسلم اقرؤوا ان شئتم فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم الى اقفالها ؛ (عائشة) رفعه: الرحم

یا مؤمن سے بہرحال دنیوی نتائج اور ہردلعزیزی و مدح سرائی کے ثمرات دونوں کے لئے برابر پیدا کریں گے مگر قبولیت کہ جس کا ثمرہ اخروی راحت جنت کا داخلہ اور بعد الموت ہر قسم کی عزت وخوشنودی خالق ہے اس کے لئے کلمۂ طیبہ کے دو بول یعنی اقرار توحید ورسالت کے ذریعہ اللہ کے ساتھ اپنی غلامی کا تعلق قائم کرنا شرط اولین ہے اور اس کے بغیر کوئی کار خیر مقبول نہیں۔ پس اب حدیث کے دو مفہوم ہیں۔ یا یہ کہ کافر جب ایمان لے آتا ہے تو شرما تا ہے کہ اللہ سے بے تعلقی کے زمانہ میں جب یہ کام کئے تو اس کے ساتھ تعلق قائم ہونے کے بعد تو بہت کچھ کرنا چاہئے۔ اور یہ سبب ہو جاتا ہے مزید طاعات کا لہذا کفر کے اعمال خیر اب بعد الایمان طاعات بنا کر اس کے نامۂ اعمال میں لکھدیئے جاتے ہیں۔ اور یا یہ مطلب ہے کہ ان اعمال خیر کا جو مادہ محرک ہوا ہے وہ اللہ کو پسند آتا اور عامل کے ایمان کا سبب بن جاتا ہے کہ توفیق خداوندی دستگیر ہو کر اسکو اسلام بخش دیتی ہے۔ (عائشہ)[۲۲] میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابن جدعان بزمانہ جاہلیت رشتہ ناتہ میں سلوک کرتا اور مساکین کو کھلایا کرتا تھا کیا اس کے لئے (آخرت میں) کچھ نافع ہوگا؟ فرمایا کچھ نفع نہ دے گا کیونکہ اس نے ایک دن بھی ایسا نہ کہا کہ اے میرے رب میری خطاؤں کو بروز جزا بخش دیجیو۔ (س) **ف** یعنی ایمان بمنزلۂ عقل اور ہوش کے ہے کہ جو افعال حسنہ بحالت کفر صادر ہوں گے وہ ایسے ہیں جیسے جنون اور بے ہوشی کے افعال۔ کہ صورت فعل ہے مگر معتبر نہیں۔ (جابر)[۲۳] فع: ذرا سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو (کہ ممکن ہے وہی اللہ کو پیاری ہو کر نجات کا سبب بن جائے) اور یہ بھی نیکی ہے کہ اپنے بھائی سے بخندہ پیشانی ملو۔ اور (یہ بھی نیکی ہے کہ) اپنے ڈول سے (ذرا سا پانی) اپنے بھائی کے برتن میں ڈالدو۔ (ق ت) (ابو ہریرہ)[۲۴] فع: کوئی ہے جو کسی (محتاج) خاندان کو ایک اونٹنی (دودھ) پینے کے لئے (مستعار) دیدے۔ جو ایک بار یہ بھر کے دودھ صبح کو دیدیا کرے اور ایک شام کو۔ اس کا بڑا اجر ہے (س)

رشتہ ناتہ میں سلوک اور پڑوسی کا حق

(عبد الرحمن بن عوف) فع: حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ہوں اللہ اور میں ہوں رحمن۔ میں نے رحم کو پیدا کیا اور اپنے نام میں سے اس کا نام نکالا ہے۔ پس جو اس کو ملائے گا میں اس کو ملاؤں گا اور جو اس کو قطع کرے گا میں اس کو قطع کروں گا (ت د) **ف** رحم درحقیقت نام ہے بچہ دانی کا جس میں بچہ کی پیدائش ہوتی ہے۔ پس میراث میں جو رشتہ ماں کے واسطہ سے ہوتا ہے مثلاً خالہ نانی ماموں وغیرہ وہ ذوالارحام کہلاتے

معلقة بالعرش تقول من وصلنی وصله الله ومن قطعنی قطعه الله؛ هما للشیخین (ابو هریرۃؓ) رفعه؛ من سرہ ان یبسط الله فی رزقه وان ینسأله فی اثرہ فلیصل رحمه؛ للبخاری وللترمذی: تعلموا من انسابکم ماتصلون به ارحامکم فان صلة الرحم محبة فی الاهل مثراۃ فی المال منساۃ فی الاثر؛ (جبیر بن مطعمؓ) رفعه؛

ہیں اور عام طور پر جن دو شخصوں کا نسب ایک شخص پر ملے گا وہ ذو رحم کہلائیں گے یعنی خون کا رشتہ خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے کرا، دو میں اس کو ناتہ کہتے ہیں اور زوجیت کے لحاظ سے جو تعلقات ہوتے ہیں اس کو رشتہ کہتے ہیں۔ مگر محاورہ میں رحم کا ترجمہ قرابت اور رشتہ داری کیا جاتا ہے اس قرابت داری کا لحاظ رکھنا اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا صلہ رحمی کہلاتا ہے اور بے تعلق ہونا یا بدسلوکی کرنا قطع رحمی۔ پھر قرابت کے بھی تین۳ درجے ہیں۔ اخصّ کہ باہم ولادت کا واسطہ ہو جیسے باپ دادا ماں نانی۔ خاصّ جو ان سے بعد کے درجہ کے ہیں جیسے بھائی بہنیں چچا تایا اور عامّ جو ان کے بعد ہیں۔ ان میں ہر اقرب کو ترجیح ہے مابعد والے پر اور اعانت وصلہ رحمی میں وجوب وسنیت اور استحباب کے اندر لحاظ ہے حاجت اور مقدار ضرورت کا کہ جیسی ضرورت وحاجت ویسی سلوک واحسان کی تاکید۔ شریعت میں حقوق قرابت اور صلہ رحمی کی خاص اہمیت ہے کہ رحم کا لفظ ہی مشتق ہے رحمٰن سے۔ پس جس کو تمنا ہو کہ رحمٰن کی رحمت اسے اپنی آغوش میں لے لے اس کو چاہئیے کہ صلہ رحمی کا اہتمام کرے کہ جو دنیا میں قطع رحمی کرے گا بروز آخرت رحمٰن کی رحمت سے محروم رہے گا۔ (ابو ہریرہؓ) رفع؛ رحم وابستہ ہے رحمٰن سے۔ پس حق تعالیٰ فرماتا ہے (کہ اے رحم) جو تجھکو ملائے گا میں اس کو (اپنی رحمت سے) ملاؤں گا۔ اور جو تجھ سے قطع تعلق کرے گا میں اس سے قطع تعلق کروں گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور جب اس سے فارغ ہوا تو رحم کھڑا ہوا اور رحمٰن کی کمر پکڑی۔ فرمایا کیا ہے؟ عرض کیا کہ یہ قطع سے پناہ مانگنے والے کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔ فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں ملاؤں اس کو جو تجھے ملائے اور قطع کروں اس کو جو تجھے قطع کرے؟ عرض کیا ہاں راضی ہوں اے میرے رب۔ فرمایا اچھا یہ تجھکو دیا گیا اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر (قرآن سے تائید) چاہتے ہو تو پڑھو فھل عسیتم الخ پس کیا عجب ہے اگر تم روگردانی کرو کہ فساد برپا کرو زمین میں اور قطع رحمی کرو۔ (ق) ف رحم یعنی قرابت کوئی ذی روح شے نہیں جس کے لئے کھڑا ہونا اور فریاد کرنا محقق ہو اور نہ حق تعالیٰ کے لئے جسم ثابت ہے کہ کمر کا وجود ہو۔ پس یہ ایک تمثیل ہے کہ تعلق قرابت نے حق تعالیٰ سے خاص اہتمام کے ساتھ فریاد کی کہ آپ کی عزت وعظمت کا دامن پکڑ کر اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی مجھے قطع کرے۔ چنانچہ فریاد رسی ہوئی اور وعدہ فرمایا کہ جو تیرا لحاظ رکھے گا یعنی اہل قرابت کے ساتھ سلوک کرے گا میں اس کے ساتھ ہر قسم کے احسان کروں گا اور جو تیرے ساتھ بے دردی برتے گا میں اس کو اپنی خاص رحمت سے محروم رکھوں گا۔ (عائشہؓ) رفع؛ رحم عرش سے لٹکا ہوا کہہ رہا ہے کہ جو مجھے ملائے گا اللہ اسے ملائے گا۔ اور جو مجھے قطع کرے گا اللہ اسے قطع کرے گا (ق)۔ ف رحم کے لئے خاص رحمٰن سے وابستہ ہونا۔ رحمٰن کی کمر تھامنا اور عرش سے معلق ہونا۔ تین۳ صفتیں ثابت کی گئی ہیں جن میں قرابت کے تینوں درجوں اخصّ اور خاصّ اور عامّ کی حسب ترتیب رعایت ہے۔ (ابو ہریرہؓ) رفع جس کی خوشی یہ ہو کہ اللہ اس کی روزی میں وسعت اور عمر میں ترقی بخشے تو اس کو چاہئیے کہ صلہ رحمی کرے (خ) اور ترمذی میں ہے کہ اپنے نسبوں کو اتنا ضرور معلوم کیا کرو جس سے صلہ رحمی کرسکو۔ کہ صلہ رحمی تعلقا

لا یدخل الجنۃ قاطع رحم ؛ للشیخین وابی داود والترمذی ؛ (ابوبکرۃ) رفعہ : مامن ذنب اجدر ان یعجل اللہ العقوبۃ فی الدنیا مع مایدخرلہ فی الآخرۃ من البغی وقطیعۃ الرحم ؛ للترمذی وابی داود (ابن عمرو بن العاص) رفعہ : لیس الواصل بالمکافی لکن الواصل من اذا قطعت رحمہ وصلھا ؛ للبخاری وابی داود والترمذی۔

میں محبت اور مال میں زیادتی اور عمر میں برکت بخشنے والی چیز ہوتی ہے (ت دت) (جبیر بن مطعم رفعہ: قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔ ف یعنی اس کی خاصیت اور سزا محرومی جنت ہے۔ پس کوئی طاعت جس کی خاصیت ادخال جنت ہو اگر اس سے قوی ہوگی یا شفاعت صلحا یا مغفرت حق جل وعلیٰ شانہ دستگیر ہو کر جرم کو محو فرما دیں تو غالب آجائے گی۔ ورنہ سزا ملے بغیر نہ رہے گی۔ (ابوبکرۃ رفعہ) کوئی گناہ جس کو زیادہ سزاوار ہو کر حق تعالیٰ اس کے مرتکب کو دنیا میں بھی فوری سزا دے اور آخرت میں بھی اس کو ذخیرہ رکھے بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر نہیں ہے (ت د) ف بعض چھوٹے گناہوں کی سزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔ یہاں کی تکالیف ان کا کفارہ ہو کر قیامت کے دن کے لئے اس کو پاک صاف بنا دیتی ہیں۔ اور بعض بڑے گناہوں کی سزا کو آخرت پر رکھا جاتا ہے کہ وہاں کی تکلیف دنیا کی تکلیف سے کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے سخت ہے۔ اور بعض گناہوں کی سزا دونوں جگہ ملتی ہے کہ یہاں بھی ذلت و پریشانی اور وہاں بھی عذاب و حیرانی۔ ایسے گناہوں میں حاکم مسلم سے غدر و بغاوت اور رشتہ ناتہ میں بدسلوکی کا درجہ سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ (ابن عمرو بن العاص رفعہ) کامل صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بدلہ کرے بلکہ وہ ہے جس کے ساتھ بدسلوکی کی جائے اور پھر وہ سلوک کرے (خ د ت) ف کہ عزیزوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرنا اور باوجود ان کی بے تعلقی کے ان کے حقوق ادا کرنے کا اہتمام رکھنا عالی ظرف باہمت کا کام ہے۔ (ابوہریرہؓ) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے تعلقات رشتہ داری کا یہ حال ہے کہ میں ان سے جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے توڑتے ہیں اور میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ میں ان کی زیادتیوں کو برداشت کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت برتتے ہیں۔ فرمایا اگر ایسا ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کو تنور کی گرم راکھ پھنکاتے ہو۔ اور تمہارے ساتھ ہر وقت ایک مددگار رہے گا جب تک تم اس خوبی پر قائم رہو گے۔ (س) ف تنور کی گرم راکھ پھانکنا اور پیٹ بھرنے کی چیز نہیں بلکہ روٹی پکانے اور بقاء حیات کا ذریعہ بنانے کی چیز ہے۔ پس یہ تشبیہ ہے کہ تم ان کے ساتھ احسان کرتے ہو جس پر چاہئے تھا کہ وہ احسان مند و شکر گزار ہو کر اپنا دین و دنیا درست کرتے۔ مگر وہ نیکی کا بدلہ بدی سے دے کر گویا آگ اپنے پیٹ میں بھرتے اور مرتکب معصیت ہو کر جہنم کا سامان جمع کرتے ہیں۔ اور تمہارے لئے بہرحال نافع ہے کہ فرشتہ ان کی ایذاؤں سے تم کو محفوظ رکھنے کے لئے ہر وقت تعینات رہتا ہے۔ (عمرو بن العاص) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ چھپا کر نہیں بلکہ کھلم کھلا فرماتے تھے۔ فلاں شخص کی اولاد (محمد بن جعفر کی کتاب بروایت شعبہ میں لفظ فلاں کی جگہ سفید یعنی خالی چھوٹی ہوئی ہے اور اس کے بعد یہ ہے کہ) میرے متعلقین نہیں ہیں۔ پس میرا تعلق تو اللہ سے اور دیندار مسلمانوں سے ہے۔ اور ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ ہاں البتہ خون کا تعلق ہے جس کو میں بقدر ضرورت تر کرتا رہوں گا (ق) ف غالباً آل ابی لہب مراد ہے کہ حضرت نے تو صاف نام لے کر فرمایا مگر راوی نے اپنے زمانہ میں کسی فتنہ یا ایذا کے خوف سے نام چھپا لیا۔ یا مطلق کفار قریش مراد ہیں کہ ان

(ابو ہریرۃ) ان رجلا قال یا رسول اللہ ان لی قرابۃ اصلھم ویقطعونی واحسن الیھم ویسیئون الی واحلم عنھم ویجھلون علی قال لئن کنت کما قلت فکانما تسفھم الملّ ولن یزال معک من اللہ ظھیر علیھم مادمت علی ذلک ۔ لمسلم ۔ (عمرو بن العاص) سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول جھارًا غیر سرار ان ال ابی .... وفی کتاب محمد بن جعفر عن شعبۃ بیاض وبعدہ لیسوا باولیائی وانما ولیی اللہ وصالح المؤمنین ۔ وفی روایۃ: ان آل ابی فلان ۔ وفی اخری: ولکن لھم رحم ابلھا ببلالھا ۔ للشیخین (ابوذر) رفعہ: انکم ستفتحون ارضا یذکر فیھا القیراط ۔ وفی روایۃ ستفتحون مصر وھی ارض یسمی فیھا القیراط فاذا فتحتموھا فاحسنوا الی اھلھا فان لھم ذمۃ ورحما او قال ذمۃ وصھرا فاذا رأیت رجلین یختصمان فیھا فی موضع لبنۃ فاخرج منھا فمر بربیعۃ وعبد الرحمن بن شرحبیل یختصمان فی موضع لبنۃ فخرج منھا لمسلم (میمونۃ) عتقت ولیدۃ ولم تستأذن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما کان یومھا قالت أشعرت یا رسول اللہ انی اعتقت ولیدتی؟ قال اوفعلت؟ قالت نعم قال اما انک لو اعطیتھا اخوالک کان اعظم لاجرک ۔ للشیخین

کے کفر نے تعلق خصوص قطع کر دیا۔ رہا سلوک بقدرِ حاجت سو اس میں آپ کی عطا ورحمدلی سے تمام خاندان اور قوم کی گردنیں ہمیشہ جھکتی رہیں۔ تری کا استعمال جوڑنے میں اور خشکی کا قطع کرنے میں ایک عام محاورہ ہے اس لئے رحم کو تر کرنا بمعنی صلہ رحمی اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنا ہے۔ (ابوذرؓ) رفع: تم عنقریب ایک ملک فتح کرو گے جہاں قیراط کا تذکرہ (زیادہ) ہوتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تم مصر فتح کرو گے اور وہ ایک ملک ہے جہاں قیراط کا نام (زیادہ) لیا جاتا ہے جب اس کو فتح کرو تو اس کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کہ ان کے لئے حرمت اور مادری قرابت ہے۔ یا یہ فرمایا کہ احترام اور سسرال کا رشتہ ثابت ہے۔ پس جب تو اس میں ایک اینٹ کی جگہ کے متعلق دو شخصوں کو لڑتا دیکھے تو وہاں سے چلا جائیو چنانچہ (ابوذر کا) گذر ربیعہ اور عبدالرحمٰن بن شرحبیل پر ہوا جو ایک اینٹ کی برابر جگہ پر لڑ رہے تھے۔ تو یہ (مصر چھوڑ کر دوسری جگہ) چلے گئے۔ (س) ف قیراط ایک سکہ تھا جو بعض جگہ دینار کا بیسواں اور بعض ممالک میں چوبیسواں حصہ تھا۔ جیسے دو آنہ کے لئے پائی۔ ہر چند کہ اس کا رواج اکثر بلاد میں تھا مگر اہل مصر میں خست ودنارت زیادہ تھی کہ معاملات اور لین دین میں اس قلیل مقدار کا بھی اہتمام تھا اور تقریر وتحریر میں بکثرت آتا تھا کسی سے ایک پائی کی بھی چشم پوشی گوارہ نہ تھی۔ مگر حضرت ہاجرہ چونکہ مصر کی تھیں کہ عرب کی ننہیال کا رشتہ ہوا۔ اور حضرت ماریہ قبطیہ بھی مصر کی تھیں جن کے بطن سے ابراہیم بن محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے کہ سرور عالم وعالمیان کی سسرال کا رشتہ ہوا۔ لہٰذا آپ نے وصیت فرمائی کہ اہل مصر کی دنارت وغلبۂ دنیاداری پر غصہ کا اثر نہ لیں اور بلحاظ قرابت سابقہ ولاحقہ حسن سلوک کا برتاؤ کریں۔ چنانچہ ایک اینٹ کی برابر قطعہ زمین پر جھگڑا اسی قلت ومروت کا نمونہ تھا جس پر ابوذر کو ہجرت کا حکم ہوا۔ آخر کار چند روز بعد اہل مصر ہی کے ہاتھوں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا فتنہ ابلا اور اس یکسوئی کی حکمت معلوم ہو گئی۔ (میمونہؓ) نے ایک باندی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کئے بغیر آزاد کر دیا۔ جب ان کی باری کا دن آیا اور حضرت تشریف لائے تو کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو خبر بھی ہوئی کہ میں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا۔ فرمایا

(ابی داود (سلمان[13] بن عامر) رفعه: الصدقة علی المسکین صدقة وعلی ذی الرحم ثنتان صدقة وصلة

رحم ؛ للنسائی (ابو هریرة[13]) رفعه: ان اعمال بنی ادم تعرض کل خمیس لیلة الجمعة فلا یقبل عمل قاطع رحم ؛

لاحمد (عائشة[14]) رفعته: ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه ؛ للشیخین وابی داود و

الترمذی (ابن عمرو[15] بن العاص) ذبحت له شاة فی اهله فلما جاء قال اهدیتم لجارنا الیهودی اهدیتم لجارنا

الیهودی؟ سمعت النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه

لابی داود والترمذی بلفظه (ابو هریرة[16]) جاء رجل الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یشکو جاره فقال له

اذهب فاصبر فاتاه مرتین او ثلاثا فقال اذهب فاطرح متاعك فی الطریق ففعل فجعل الناس یمرون

ویسألونه ویخبرهم خبر جاره فجعلوا یلعنونه فعل اللّٰه به وفعل وبعضهم یدعو علیه فجاء الیه جاره فقال

ارجع فانك لن تری منی شیئا تکرهه ؛ لابی داود (وعنه[17]) رفعه: واللّٰه لا یؤمن واللّٰه لا یؤمن واللّٰه

لا یؤمن قیل من یا رسول اللّٰه؟ قال الذی لا یأمن جاره بوائقه ؛ للشیخین (ابو شریح[18] العدوی)

کان فی حائط حد ه ربیع یعنی ساقیة لابن عوف فاراد ابن عوف ان یحولة الی ناحیة من الحائط

کیا اس کو آزاد کر دیا؟ عرض کیا جی ہاں فرمایا اگر اپنے ماموؤں کو ہبہ کر دیتیں تو اس میں تمہارے لئے زیادہ اجر تھا۔ (ق د) (سلمان[13] بن عامر) رفع: (اجنبی) مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے۔ اور قرابت دار (ضرورتمند) پر صدقہ کرنا دوہرا صدقہ ہے۔ ایک صدقہ کرنا دوم صلہ رحمی (ئی) (ابو ہریرہ[13]) رفع۔ ہر جمعرات کو شب جمعہ میں بنی آدم کے اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ پس قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔ (م) (عائشہ[14]) رفع: جبریل مجھے بار بار پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا اس کو وارث قرار دیدیں گے۔ (ق دت) ف یعنی امت کو پڑوسی کے ساتھ مراعات و مدارات کرنے کے متعلق حضرت جبریلؑ نے بار بار مجھے اتنی تاکید فرمائی کہ خیال ہوا عجب نہیں یہ تمہید ہو اور آئندہ اقارب وعصبہ کی طرح اس کو وارث بنا دیں۔ حقوق بعد الموت جبری طور پر عام مال سے متعلق ہوتے ہیں۔ (ابن عمرو[15] بن العاص) ان کے گھر والوں میں (کسی خوشی کے موقع پر) ایک بکری ذبح ہوئی جب آپ تشریف لائے تو فرمایا ہمارے یہودی پڑوسی کو بھی ہدیہ بھیجا۔ ہمارے یہودی پڑوسی کو بھی ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے جبریل مجھے بار بار پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا اس کو وارث قرار دیدیں گے۔ (دت) ف یہ مراعات حق پڑوس کی ہے جس میں کافر و مسلم برابر ہیں اور یہود کے محلہ میں سکونت کی ممانعت اس حدیث کے معارض نہیں کہ وہ سکونت مستقلہ کے بارہ میں ہے کہ اثر کفر سے اور ایذاء کفار سے محفوظ رہے اور عارضی پڑوس کسی ضرورتِ دینی و دنیوی میں ہو جانا ممنوع نہیں۔ جیسا کہ سرحد پر مرابطین کو پیش آتا ہے۔ اور حضرت عمرو بن العاص کا یہ واقعہ بھی غالبًا ملک شام یا مصر میں پیش آیا نہ کہ مدینہ میں جو کہ ان کا دار القرار اور مسکن تھا (ابو ہریرہ[16]) ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنے پڑوسی کا شکوہ کرنے لگا۔ (کہ بہت ایذا پہونچاتا ہے) آپ نے فرمایا صبر کر (کہ اجر ملے گا) پس وہ دو یا تین مرتبہ (یہی شکایت لے کر) آیا تو آپ نے فرمایا جا اپنا خانگی سامان (گھر سے نکال کر) راستہ میں ڈالدے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ پس لوگ آتے جاتے اس سے پوچھتے کہ کیا بات ہوئی؟ اور یہ ان کو اپنے پڑوسی کا قصہ سناتا (کہ اس نے گھر میں رہنا مجھے دشوار کر دیا)، تو لوگ

هي اقرب الى ارضه فمنعه صاحب الحائط فكلم عبد الرحمن عمر فقضى لعبد الرحمن بتحويله؛ (وعنه[18]) رفعه
لا ضرر ولا ضرار؛ ودروی: ولا اضرار؛ هما للك (ابو صرمة[20]) رفعه من ضار اضر الله به ومن شاق شق الله
عليه؛ لابي داود قلت اخرجه في اللواحق للترمذي فقط (انس[21]) رفعه ما آمن بي من مات شبعان وجاره
جائع الى جنبه وهو يعلم به؛ للكبير والبزار (ابو هريرة[22]) رفعه حق الجار اربعين دارا هكذا وهكذا وهكذا
وهكذا يمينا وشمالا وقدام وخلف؛ للموصلي بضعف (فضالة بن عبيد[23]) رفعه ثلاثة من الفواقر امام ان
احسنت لم يشكر وان اساءت لم يغفر وجار سوء ان رأى خيرا دفنه وان رأى شرا اذاعه وامرأة ان حضرت
آذتك وان غبت عنها خانتك؛ للكبير (ابو هريرة[24]) قال رجل يا رسول الله ان فلانة تذكر من كثرة
صلاتها وصدقتها وصيامها غير انها تؤذي جيرانها بلسانها قال هي في النار قال يا رسول الله ان

اس پر لعنت کرتے کہ اللہ اسے ایسا کرے ایسا کرے اور بعض اس کو بد دعائیں بھی دیتے۔ آخر (اس عام ناراضی و بدنامی کو دیکھ کر) اس کا پڑوسی آیا اور کہا واپس چلو آئندہ میری طرف سے کوئی ناخوشگوار بات نہ دیکھو گے۔ (د)
ف سخت دل دنیادار دنیوی ناموس و بدنامی سے زیادہ اثر لیتا ہے اس لئے اپنے آپ کو اس کی ایذا سے بچانے کے لئے ایسی تدبیر کرنا کہ اس کے مظالم عالم آشکارا ہو جائیں۔ گویا اس کو بھی ظلم سے بچالینا ہے۔ جو نہ حق پڑوسی کے خلاف ہے۔ اور نہ انتقام ہے بلکہ ایک درجہ کا احسان ہی ہے۔ (ایضاً[17]) واللہ مومن نہ بنے گا۔ واللہ مومن نہ بنے گا۔ واللہ مومن نہ بنے گا۔ عرض کیا گیا کہ کون یا رسول اللہ؟ فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے خوف نہ ہو (ق) ف یعنی کمال ایمان کا جزا در حلاوت ایمان کا اثر جس کا امتحان معاشرت میں ہوتا ہے یہ ہے کہ پڑوسی کو نفع اور راحت نہ پہونچا سکے تو کم سے کم کسی قسم کی ایذا تو نہ پہونچائے۔ (ابو شریح العدوی[18]) انکے دادا کے باغ میں عبد الرحمن بن عوف کی ایک نالی تھی (جسکے بہتے پانی سے ان کا باغ بھی سیراب ہو جاتا تھا۔) حضرت عبد الرحمن نے اسے باغ کے باہر کو پھیرنا چاہا کہ وہ ان کی زمین سے زیادہ قریب تھی۔ مالک باغ نے روکا (کہ مجھے حق آب پاشی حاصل ہے) عبد الرحمن نے حضرت عمر سے (کہ خلیفہ وقت تھے) اس کا ذکر کیا۔ آپ نے پھیر لینے کا فیصلہ دیا۔ (ط) ف کہ ملکیت کے سامنے حق شرع کوئی چیز نہیں اور نہ اس پر مجبور کرنے کا پڑوسی کو اختیار۔ اور نہ حق جوار کا یہ مطلب کہ اپنے مالکانہ اختیار چھوڑ دے۔ (ایضاً[19]) فع: نہ (ابتداءً کسی کو) ضرر پہونچانا جائز ہے نہ (انتقاماً) ضرر رسانی جائز ہے۔ (ط) (ابو صرمہ[20]) فع: جس نے (دوسرے کو) ضرر پہونچایا اللہ اس کو ضرر پہونچائے گا۔ اور جو (دوسرے کو) دشواری میں ڈالے گا اللہ اس کو دشواری میں ڈالے گا۔ (د) ف کہ معاشرت میں جیسا کرنا ویسا بھرنے کا قانون دنیا ہی میں جاری ہوتا ہے۔ (انس[21]) فع: مجھ پر (پورا) ایمان نہیں لایا جس نے ایسے حال میں انتقال کیا کہ وہ خود شکم سیر ہوتا رہا اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا پڑا رہا۔ حالانکہ اس کو خبر تھی۔ (ک بز) ف یعنی جان بوجھ کر اور کھاتا پیتا ہو کر پڑوسی کے فاقہ کی پرواہ نہ کرنا حلاوت ایمان اور شان امت محمدیہ کے بالکل خلاف ہے۔ (ابو ہریرہ[22]) فع: پڑوسی کا حق چالیس گھر تک ہے اِدھر اور اُدھر یعنی دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے (ص) ف اور جب قرب و بعد حق مراعات میں فرق مراتب ہے کہ جتنا زیادہ پاس پڑوس ہے اتنا ہی لحاظ خیال زیادہ۔ (فضالہ بن عبید[23]) فع: تین چیزیں بڑی کمر شکن مصیبتیں ہیں۔ وہ حاکم کہ اگر تو بھلائی کرے تو وہ قدر نہ کرے اور برائی سے غلطی ہو جائے تو

فلانة تذکر من قلة صیامها وصلاتها وانما تصدق بالاثوار من الاقط ولا تؤذی بلسانها جیرانها قال هی فی الجنة: لاحمد والبزار:

الرحمة والضیافة والزیارة

(ابن عمرو بن العاص) رفعه: الراحمون یرحمهم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء: للترمذی وابی داوٗد بلفظه (ابو هریرة) رفعه: لا تنزع الرحمة الا من شقی: لابی داوٗد والترمذی بلفظه (وعنه) قبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحسن بن علی وعنده الاقرع بن حابس فقال الاقرع ان لی عشرة من الولد ما قبلت منهم احدا قط فنظر الیه صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال من لا یرحم لا یرحم: للشیخین والترمذی وابی داود (عائشة) جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انکم تقبلون الصبیان وما نقبلهم فقال او املك لك ان نزع الله الرحمة من قلبك: للشیخین: (ابو هریرة) لما خلق الله الخلق کتب فی کتاب فهو عنده فوق العرش ان رحمتی تغلب غضبی: (وعنه) رفعه: ان للہ مائة رحمة انزل منها رحمة واحدة

معاف نہ کرے۔ اور بُرا پڑوسی (کہ تیری طرف سے) کوئی خوبی دیکھے تو اس کو دفن کرے اور بُرائی دیکھے تو اسکو شائع کرے۔ اور وہ عورت کہ جب تو آئے تو تجھے ایذا پہونچائے اور جب تو چلا جائے تو خیانت کرے (ک. ف خیانت عام ہے کہ نفس میں ہو یا عفت میں یا مال میں چونکہ ان تینوں سے واسطہ سابقہ عمر بھر کا ہے اس لئے ان کا بدخُلق ہونا مصیبت عظمیٰ اور دُنیا کی دوزخ ہے۔ (ابو ہریرہ) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلاں عورت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ نماز روزہ صدقات بکثرت کرتی ہے مگر اپنے پڑوسیوں کو زبان کی وجہ سے ایذا پہونچاتی ہے۔ فرمایا وہ دوزخ میں (جائے گی) عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا روزہ نماز بھی تھوڑا ہے اور (خیرات بھی کم ہے) کہ پنیر کے ٹکڑے دیا کرتی ہے مگر زبان سے پڑوسیوں کو ایذا نہیں پہونچاتی۔ فرمایا وہ جنت میں (جائے گی) مر بز۔

نرم دلی اور ضیافت اور ملاقات

(ابن عمرو بن العاص) رفع۔ جو (خلق خدا) پر رحم کیا کرتے ہیں انہیں پر رحمٰن رحم فرمایا کرتا ہے۔ تم رحم کرو ان پر جو زمین میں (آباد) ہیں کہ تم پر رحم فرمائے گا۔ وہ جو آسمان میں ہے۔ (ت د) ف یعنی حق تعالیٰ جس کی علامت عالیہ اور قدرت و رحمت خاصہ کا مقام آسمان ہے۔ یا فرشتے مراد ہیں کہ نزول رحمت کا واسطہ اور تعمیل احکام میں سفیر بنائے جاتے ہیں۔ (ابو ہریرہ) رفع۔ رحمت کا مادّہ اسی کے دل سے نکالا جاتا ہے جو بدنصیب (اور ازلی محروم) ہو۔ (د ت) (ایضاً) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اپنے نواسہ) حسن بن علی کو پیار کیا اور آپ کے پاس اقرع بن حابس موجود تھے۔ اقرع نے کہا میرے تو دس بچے ہیں اور میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (بنگاہ تعجب) ان کی طرف دیکھا اور پھر فرمایا (جو بچوں پر) رحم نہیں کرتا (اس پر خالق کی طرف سے بھی) رحم نہیں کیا جاتا (ق ت د) ف رحم نام ہے شفقت اور دلگیری کا جو محبوب کے ساتھ انس و محبت کی بنا پر ایک جوش کے ساتھ پیدا ہوتا اور اس پر لطف و کرم کا باعث بنتا ہے۔ حق تعالیٰ کا رحیم ہونا نتائج ہی کے لحاظ سے ہے کہ بندوں پر طرح طرح کے احسان و انعام فرماتا ہے ورنہ وہ حوادث سے منزہ ہے۔ بچوں کا پیار کرنا بھی چونکہ اسی کا اثر ہے اس لئے

بین الجن والانس والبھائم والھوام فبھا یتعاطفون وبھا یتراحمون وبھا تعطف الوحوش علی ولدھا واخر الله تسعا وتسعین رحمة یرحم الله بھا عبادہ یوم القیامة. وفی روایة: ولو یعلم الکافر بکل الذی عند الله من الرحمة لم ییأس من الجنة ولو یعلم المؤمن بکل الذی عند الله من العذاب لم یأمن من النار. رواھما للشیخین والترمذی (عمرؓ) قدم علی النبی صلی الله علیه وسلم بسبی فاذا امرأة من السبی تسعی قد تحلب ثدیھا اذ وجدت صبیا فی السبی اخذته فالزقته ببطنھا فارضعته فقال صلی الله علیه وسلم أترون ھذہ المرأة طارحة ولدھا فی النار؟ قلنا لا والله وھی تقدر علی ان لا نطرحه فقال الله ارحم بعبادہ من ھذہ المرأة بولدھا. للشیخین (ابوھریرةؓ) رفعه: بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیه العطش فوجد بئرا فنزل فیھا فشرب ثم خرج فاذا کلب یاکل الثری من العطش فقال الرجل لقد بلغ ھذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ منی فنزل البئر فملأ خفه ماء ثم امسکه بفیه حتی رقی فسقی الکلب فشکر الله له فغفر له فقالوا یا رسول الله ان لنا فی البھائم اجرا؟ فقال فی کل کبد رطبة اجر. وفی روایة ان امرأة بغیا رأت کلبا فی یوم حار یطیف

قلب میں رحم و شفقت ہونے کی علامت ہے جس کا صلہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ اس پر رحمت برساتا اور مہربانیاں فرماتا ہے۔ (عائشہؓ) ایک دیہاتی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ تم لوگ بچوں کو پیار کیا کرتے ہو مگر ہم ان کو پیار نہیں کرتے آپ نے فرمایا میرے بس کی کیا بات ہے اگر اللہ تیرے قلب سے رحمت کا مادّہ نکال لے (ق) ف یعنی تم اس کو چھچھورپن اور طفلانہ حرکت سمجھتے ہو مگر حقیقت میں شفقت کا مادہ ہے کہ کمزور پر ترس کھانا اور بیکس کی مدد کرنا اسی دردِ دل کا ثمرہ ہے جو کہ موجبِ رحمتِ خدا ہے۔ (ابوہریرہؓ) جب حق تعالیٰ مخلوق کو پیدا کر چکا تو اپنی کتاب (لوح محفوظ) میں کہ اس کے پاس عرش کے اوپر ہے تحریر فرمایا کہ "بیشک میری رحمت غالب رہے گی میرے غصہ پر" (ق ت) ف کہ نیکوکار کوئی بھی معذب نہ ہوگا۔ اور گنہگار ہزاراں ہزار مغفور و مرحوم بنیں گے۔ (ایضاً) فع۔ اللہ تعالیٰ کی سَو رحمتیں ہیں جن میں صرف ایک رحمت کو جنات و انسان اور چوپاؤں اور حشرات الارض میں اتارا ہے کہ اسی کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کی طرف جھکتے اور اسی کے سبب ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں اور اسی کی بدولت وحشی جانور (باوجود طبعی وحشت و خونخواری کے) اپنے بچوں پر گرویدہ ہوتے ہیں۔ اور ننانوے 99 رحمتیں حق تعالیٰ نے رکھ چھوڑی ہیں کہ ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے اگر کافر کو پوری رحمت کا جو اللہ کے پاس ہے علم ہو جائے تو وہ کبھی جنت سے ناامید نہ ہو۔ اور اگر مؤمن کو پورے عذاب کا جو اللہ کے پاس ہے علم ہو جائے تو کبھی دوزخ کی طرف سے مطمئن نہ ہو۔ (ق ت) ف محض سمجھانے کے لئے ایک تمثیل ہے کہ دنیا بھر میں چرند پرند گزند اور جنات و انسان تمامی ذی روح مخلوق میں جو کچھ رحم و شفقت کا اثر نظر آرہا ہے وہ اللہ کی ان رحمتوں کا جو بروز جزا بندوں پر ظہور پائے گی گویا 1/100 ہے۔ ورنہ اس کی رحمت تو غیر متناہی ہے جس کی حد و شمار ہی عقل سے باہر ہے مگر اس کی رحمت اس کی اختیاری ہے اس لئے نہ کسی کو دعویٰ ہو سکتا ہے کہ مجھ پر ضرور ہوگی اگرچہ کتنے ہی نیک اعمال کرے۔ اور نہ کوئی مایوس ہو سکتا ہے کہ مجھ پر نہ ہوگی اگرچہ کتنی بداعمالی و گناہ کرے۔ اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ گنہگار کو شرم آکر توبہ کی ہمت ہوگی۔ اور نیکوکار کو خائف ہو کر عبادت پر ناز نہ ہوگا۔ دونوں کو اس کی شان جلال و جمال کا منظر

ببئرقد ادلع لسانه من العطش فنزعت له موقها فغفر لها بها ۔ لمالك والشيخين وابی داود (ابن عمرؓ) رفعه دخلت امرأة النار فی هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأکل من خشاش الارض ۔ للشیخین (عبد اللہ بن جعفر) اردفنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خلفه ذات یوم فاسر الی حدیثا لا احدث به احدا من الناس وکان احب ما استتر به لحاجته هدفا او حائش نخل فدخل حائطا لرجل من الانصار فاذا فیه جمل فلما رأی النبی صلی اللہ علیه وسلم حن وذرفت عیناه فاتاه صلی اللہ علیه وسلم فمسح ذفراه فسکت فقال من رب هذا الجمل لمن هذا الجمل؟ فجاء فتی من الانصار فقال لی یا رسول اللہ فقال له افلا تتقی اللہ فی هذه البهیمة التی ملکک اللہ ایاها؟ فانه شکی الی انک تجیعه وتدئبه ۔ (سهل بن الحنظلیة) مر النبی صلی اللہ علیه وسلم ببعیر قد لحق ظهره ببطنه فقال اتقوا اللہ فی هذه البهائم المعجمة فارکبوها صالحة وکلوها صالحة ۔ (ابو هریرة) رفعه: ایاکم ان تتخذوا ظهور دوابکم منابر فان اللہ انما سخرها لکم لتبلغکم الی بلد لم تکونوا بالغیه الا بشق الانفس وجعل لکم الارض فعلیها فاقضوا حاجتکم ۔ (عبد الرحمن بن عبد اللہ) عن ابیه: کنا مع النبی

بیک وقت رجاء اور امید کا غلام بنائے ہوئے ان کی دُنیا اور دین کو سنبھالے رہے گا. (عمرؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ (کافر مرد عورتیں) گرفتار ہو کر آئے تو ان قیدیوں میں ایک عورت نظر آئی جو (بچہ کی تلاش میں بیتابانہ) دوڑ رہی اور اس کی چھاتی سے دودھ (جوشِ محبت میں) ٹپک رہا تھا. یکایک قیدیوں میں اس کو ایک بچہ مل گیا اور اس نے اس کو لے کر اپنے پیٹ سے چپٹا لیا اور اس کو دودھ پلایا (تب اس کو سکون ہوا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھتے ہو اس عورت کو. بھلا یہ اپنے بچہ کو آگ میں ڈالے گی؟ ہم نے عرض کیا واللہ ہرگز نہیں ڈالے گی جبکہ اختیار رکھتی ہے کہ نہ ڈالے. فرمایا اللہ کو اپنے بندوں پر اس سے زیادہ شفقت ہے جتنی اس عورت کو اپنے بچہ پر ہے. (ق) ف پھر کفار کو جہنم میں ڈالنا باوجودیکہ حق تعالےٰ کے اختیار میں ہے کہ ان کو نہ ڈالے یا تو اس وجہ سے ہے کہ وہ بندہ ہونے سے خارج ہیں بایں توجیہ کہ بندہ کے دو مفہوم ہیں ایک بندۂ تکوینی کہ مخلوق خدا ہے اور اس اعتبار سے کافر بھی بندۂ خدا ہے. دوم بندۂ تشریعی کہ بندگی کا حق ادا کرتا ہے اور اس اعتبار سے بندہ ہونا صرف مؤمنین پر صادق آتا ہے اور اسی اعتبار سے کمالِ عبدیت کو صفت خاصہ بنایا گیا ہے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ التحیات اور کلمہ میں بھی آپ کے نام کے ساتھ عبدہٗ ورسولہٗ لایا گیا ہے. پس قیامت کے دن چونکہ رحمت مخصوص ہوگی مومنین کے ساتھ اور حدیث میں عباد کے لفظ سے یہی مراد ہے لہٰذا کفار کے خلود اس کے مزاحم نہیں. رہا فساق مسلمین کا دوزخ میں جانا سو وہ تعذیب کے لئے نہ ہوگا تہذیب کے لئے ہوگا. تاکہ طبعی مادی کھوٹ جل کر نکھر کر دور ہو جائے اور جنت میں قیام کے قابل بنا دیں. جیسے سونے کا بھٹی میں تپانا کہ غلاظت یا ردی کے ملانے کی طرح تحقیر واحتراق کے لئے نہیں بلکہ میل کچیل نکالنے کے لئے ہے تاکہ امراء کا منظورِ نظر زیور بننے کے قابل ہو جائے سو وہ خود رحمت ہے. اور یا اس وجہ سے ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت بندوں کے ساتھ اختیاری ہے کہ جب چاہے اس سے کام لے اور جہاں چاہے کام نہ لے. اور ماں کی محبت اولاد کے ساتھ اضطراری ہے کہ وہ اس کے نکالنے پر قادر نہیں پس اظہارِ عدل کے لئے کفار کے ساتھ تعلق رحمت کو قطع فرمالے گا. اور مؤمنین کے ساتھ قائم رکھے گا کہ بے شمار خطاوار بلا سزا کے جنت میں چلے جائیں گے. (ابو ہریرہؓ) رفعہ. ایک شخص راستہ

صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فانطلق لحاجتہ فرأینا حمرۃ معہا الفرخان فاخذنا فرخیہا فجاءت الحمرۃ فجعلت تعرش فلما جاء صلی اللہ علیہ وسلم قال من فجع ھٰذہ بولدھا؟ ردوا ولدھا الیہا ورآی قریۃ نمل قد احرقناھا فقال من احرق ھٰذہ؟ قلنا نحن قال انہ لا ینبغی ان یعذب بعذاب النار الا رب النار۔ (عامر الرام) قال انا لببلادنا اذ رفعت لنا رایات والویۃ فقلت ما ھٰذا؟ قالوا لواء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ وھو

چل رہا تھا کہ اسکو شدید پیاس لگی۔ ایک کنواں ملا اور وہ اس میں اترا اور پانی پی کر باہر آیا تو ایک کتے کو دیکھا کہ زبان لٹکائے ہانپ رہا اور (پیاس کی وجہ سے (تر) مٹی کھا رہا ہے اس شخص نے کہا اس کتے کو پیاس کی وہی تکلیف پہونچ رہی ہے جو مجھے پہونچی تھی۔ لہٰذا (دوبارہ) کنوئیں میں اترا اور اپنے (پاؤں کے) موزہ کو پانی سے بھر کر منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کو پلایا پس حق تعالےٰ نے اس کی قدر فرمائی اور اس کو بخشدیا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جانوروں (پر ترس کھانے) میں بھی ہمارے لئے اجر ہے؟ فرمایا ہر ایک تر کلیجہ (یعنی جان دار کی اعانت) میں اجر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک فاحشہ عورت نے سخت گرمی کے دن ایک کتے کو دیکھا کہ کنوئیں کے گرد پھر رہا اور پیاس کی وجہ سے زبان نکالے ہوئے ہے۔ تو اپنے پاؤں کا موزہ اس کی خاطر اتارا (اور اس کو ڈول بنا کر کنوئیں سے پانی کھینچکر اس کو پلایا) پس حق تعالےٰ نے اس کو بخشدیا (طاق د) (ابن عمرؓ رفع۔ ایک عورت جہنم میں داخل ہوئی ایک بلی کے بارہ میں کہ اس کو باندھ دیا۔ نہ کھانے کو دیا اور نہ چھوڑا کہ حشرات الارض کھالیتی (ق) ف یہ تو رحمۃ للعالمین پیغمبر کی شفقت علی الخلق کا نمونہ ہے کہ کتے اور بلی کے ساتھ ہمدردی سکھائی اور بے دردی سے بچایا بروز قیامت ارحم الراحمین کی عنایت تو دنیا دیکھے گی کہ خالق کو خالق سمجھنے کے بعد ذرا ذرا نیکی پر بڑے بڑے گناہ بخشدیئے جائیں گے۔ مگر جب اسکو خالق سمجھنے ہی میں غفلت ہو کہ اس کی مخلوق کا بھوکا پیاسا ہونا بھی ترس اور توجہ نہیں دلاتا تو پھر ذرا سی بیدردی پر بے نیاز کی گرفت بھی سخت ہے۔ (عبداللہؓ بن جعفر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سواری پر مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا اور راز کے درجہ میں ایک بات فرمائی جس کو میں کسی شخص سے کبھی نہ بیان کروں گا۔ اور قضائے حاجت کے وقت پردہ کے لئے سب سے زیادہ پسند آپ کو اونچی زمین یا درختہائے کھجور کا جھنڈ تھا (تاکہ ستر کے کسی حصہ پر نظر نہ جاسکے) پس آنحضرت رفع حاجت کے لئے ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ اس میں ایک اونٹ کھڑا ہے۔ اس نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ڈکرایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب آئے اور اس کے کانوں کی جڑ کو سہلایا۔ چنانچہ اس کو قرار آگیا۔ تب آپ نے کہا کون ہے اس اونٹ کا مالک؟ کس کا ہے یہ اونٹ؟ ایک نوجوان انصاری آیا اور عرض کیا کہ میرا ہے یا رسول اللہ۔ آپ نے اس سے فرمایا اس جانور کے بارہ میں جس کا تجھے خدا نے مالک بنا دیا ہے کیا تجھکو خوف خدا نہیں آتا؟ اس نے مجھ سے شکایت کی کہ تو اس کو بھوکا رکھتا (اور پیٹ بھر اور چارہ نہیں دیتا) اور کام زیادہ لیتا ہے۔ (سہلؓ بن حنظلیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اونٹ پر گذر ہوا جس کی کمر (محنت اور فاقوں کی وجہ سے پیٹ کے ساتھ جالگی تھی تو آپ نے فرمایا ان بے زبان چوپاؤں کے بارہ میں اللہ کا خوف کیا کرو کہ ان پر سوار ہوا کرو خوبی کے ساتھ اور ان کو کھایا کرو خوبی کے ساتھ۔ (د) ف ہری کھیتی کو راستہ بنانا اور پاؤں سے روندنا بیدردی ہے۔

تحت شجرة بسط له كساء وهو جالس عليه وقد اجتمع اليه اصحابه فجلست اليهم فذكر الاسقام والامراض
فقال ان المؤمن اذا اصابه السقم ثم عافاه الله منه كان كفارة لما مضى من ذنوبه وموعظة له فيما يستقبل
وان المنافق اذا مرض ثم اعفى كان كالبعير عقله اهله ثم ارسلوه فلم يدر لم عقلوه ولم ارسلوه فقال رجل
يا رسول الله وما الاسقام؟ والله ما مرضت قط فقال قم فلست منا فبينما نحن عنده اذا اقبل رجل وعليه
كساء وفي يده شئ قد التف عليه فقال يارسول الله اني لما رأيتك اقبلت فمررت بغيضة شجر فسمعت فيها
اصوات فراخ طائر فاخذتهن فوضعتهن في كسائي فجاءت امهن فاستدارت على رأسي وكشفت لها
عنهن فوقعت عليهن فلففتها معهن بكسائي فهن اولاء معي فقال ضعهن فقعلت فابت امهن الا لزومهن
فقال اتعجبون لرحمة ام الافراخ بفراخها؟ قالوا نعم قال والذي بعثني بالحق لا الله ارحم بعباده من ام

مگر پک جانے کے بعد درانتی سے کاٹنا اور بیلوں کے کھروں سے کچلوانا بھی داخل ہمدردی ہے کہ اس کی کاشت
اور داشت کی غرض یہی ہے۔ پس چوپاؤں کی پیدائش دو غرض کے لئے ہے یا ان سے سواری لینا۔ اور اس میں
اچھا برتاؤ یہ ہے کہ طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادیں۔ بلا ضرورت چابک نہ ماریں اور ان کے دانہ چارہ کا اپنے
سے پہلے فکر کریں۔ یا اللہ کے نام پر ذبح کرکے کھانا۔ اور اس میں انسانیت کا برتاؤ یہ ہے کہ چھری تیز ہو دوسرا
جانور پاس نہ ہو۔ جب تک ٹھنڈا نہ ہوجائے۔ گوشت نہ کاٹیں باقی ذبح کرنا کہ کھیتی کی طرح ان کی پیدائش کا
مقصود ہے۔ بیدردی نہیں بلکہ غور کرو تو ذبح نہ کرنا بیدردی ہے کہ اپاہج ہو کر سسک سسک کر مرے گا
کیونکہ بڑھاپے میں نہ کھیتی کے قابل ہے کہ مالک اس کو چارہ دے اور نہ چل سکتا ہے کہ خود چر سکے۔ اگر اللہ
جل جلالہٗ اس کے ذبح کی اجازت دے کر انسان کو گوشت خور نہ بناتا تو بڑھے گلے بیل بکری کی موت کا نظارہ
دیکھا نہ جاتا۔ اور جو قوم انسان کے بدلے چیلوں اور گِدوں کا ان کی لوتھ کو نوچ نوچ کر کھانا رحم سمجھ رہی ہے اس
اندیشہ سے کہ مُردار کے اٹھوانے کا ڈنڈ دینا پڑے گا ان کو سسکتا ہوا گھروں سے باہر دھکیل دیا کرتی۔
(ابوہریرہ[12]) رفع۔ اپنے چوپاؤں کی پُشت کو ممبر بنا لینے سے بچو دکا اترنے کا نام ہی نہ لو کیونکہ اللہ نے ان پر تمہارا
تبقہ صرف اس غرض کے لئے دیا ہے کہ وہ تم کو اس شہر تک پہونچا دیں جہاں تم اپنے نفسوں کو سخت مشقت
میں ڈالے بغیر پہونچ نہ سکتے تھے۔ اور دراصل قرار گاہ) تمہارے لئے زمین کو بنایا ہے۔ لہٰذا اس پر اپنی حاجتیں
پوری کرو۔ ف یعنی سواری کے جانور محض اس لئے ہیں کہ تمہاری مشقتِ سفر میں سہولت ہوجائے نہ یہ کہ
کھانا پینا اور سونا بھی انہیں پر ہو کہ اس کے لئے زمین بنائی گئی ہے نہ کہ ان کی کمر۔ (عبدالرحمٰن[13] بن عبداللہ)
اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ
قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ ہمیں ایک چڑیا نظر پڑی جس کے دو بچے تھے۔ ہم نے ان دونوں
بچوں کو پکڑ لیا۔ چڑیا آئی اور پر جھکا جھکا کر (گھبرائی ہوئی) اُڑنے لگی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف
لائے تو فرمایا۔ اسے بچوں کی طرف سے کس نے پریشان کردیا؟ اسکا بچہ اسکو واپس کرو۔ نیز آپ کی نظر ایک چیونٹی کے
پر پڑی جس میں ہم نے آگ لگا دی تھی۔ فرمایا اس کو کس نے آگ لگائی؟ عرض کیا کہ ہم نے۔ فرمایا نار کے
ساتھ عذاب دینا بجز خالق نار کے دوسرے کو شایان نہیں ہے۔ (عامر رام[14]) کہتے ہیں کہ ہم اپنی بستیوں
میں تھے۔ کہ دفعۃً ہم کو عَلَم اور جھنڈے بلند ہوتے نظر آئے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ (فوجی) عَلَم

ام الافراخ بفل خها ارجع بهن حتی تضعهن من حیث اخذ تهن وامهن معهن فرجع بهن ۔ هن لابی داود (ابو هریرۃ[15]) رفعه: قرصت نملة نبیا من الانبیاء فامر بقریة النمل فاحرقت فاوحی الله الیه ان قرصتک نملة احرقت امة من الامم تسبح ۔ للشیخین وابی داود والنسائی (ابو کریمة[16]) رفعه الیلة الضیف حق علی کل مسلم فمن اصبح بفنائه

ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ پس میں آپ کے پاس آیا اور آپ ایک درخت کے نیچے تھے کہ کمبل آپ کے لئے بچھا دیا گیا تھا اور آپ اس پر بیٹھے تھے اور آپ کے صحابہ آپ کے پاس مجتمع تھے۔ میں بھی آپ کے پاس بیٹھ گیا پس امراض و تکالیف کا تذکرہ ہوا اور آپ نے فرمایا مؤمن کو جب کوئی تکلیف پہونچتی ہے پھر اس کو حق تعالیٰ عافیت بخشتا ہے تو یہ تکلیف اس کے گذشتہ گناہوں کے لئے کفارہ بنتی ہے اور آئندہ کے لئے عبرت و نصیحت اور منافق جب بیمار پڑتا اور اس کے بعد تندرست ہوتا ہے تو اس کی مثال اونٹ کی سی ہے کہ مالک نے اس کا پاؤں باندھا اور پھر کھولدیا مگر اسے کچھ پتہ نہیں کہ کیوں باندھا تھا اور کیوں کھولدیا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ امراض کیا ہوتے ہیں؟ واللہ میں تو کبھی بیمار نہیں پڑا۔ آپ نے فرمایا اٹھ جا کہ تو ہم میں سے نہیں ہے۔ پس ہم آپ کے پاس بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا جس کے بدن پر چادر تھی اور ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس کو لپیٹ رکھا تھا۔ پس کہنے لگا کہ یا رسول اللہ جب میں نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو میں بھی حاضری کے لئے چلا۔ درختوں کے ایک جھنڈ پر میرا گذر ہوا تو مجھے ایک پرندے کے بچوں کی آواز (چیں چیں) سنائی دی۔ میں نے (اندر گھس کر) ان کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں رکھ لیا۔ ان کی ماں جو آئی تو میرے سر پر چکر لگانے لگی۔ میں نے بچوں کو (اوپر سے کپڑا ہٹا کر) اس کے سامنے کھولدیا تو وہ ان پر آ گری اور میں نے بچوں کے ساتھ اس کو بھی اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور اب وہ سب میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو نیچے رکھو چنانچہ میں نے رکھدیا تو ماں نے (قید سے چھوٹ کر اڑ جانا) گوارا نہ کیا اور بچوں سے لپٹی رہی۔ آپ نے فرمایا ماں کی اپنے بچوں کے ساتھ شفقت پر تم کو تعجب ہوتا ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق دیکر بھیجا ہے کہ بے شک اللہ کو اپنے بندوں پر اس سے زیادہ شفقت ہے جتنی اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے۔ (اے شخص) ان کی ماں سمیت ان کو وہیں لے جا کر رکھدے جہاں سے پکڑا تھا۔ چنانچہ وہ انکو واپس لے گیا۔ (د) (ابوہریرہ[15]) رفع: کسی چیونٹی نے ایک نبی کے کاٹ لیا تو انہوں نے اس کے سارے بھٹ کے جلا دینے کا حکم کیا۔ حق تعالیٰ کی ان پر وحی آئی کہ تمہارے کاٹا تو ایک چیونٹی نے اور تم نے جلا دیا ایک جماعت کو جو تسبیح کیا کرتی تھی (ق د ن) ف منقول ہے کہ ان پیغمبر کا ایک بستی پر گذر ہوا جس کو حق تعالےٰ نے ان کی شامت اعمال میں تباہ و ویران کر دیا تھا۔ ان کو تعجب ہوا کہ آخر بھلے برے دونوں ہی قسم کے باشندے ہوں گے۔ مگر گناہ گاروں کے ساتھ بے گناہ بھی ہلاک ہو گئے۔ تب بغرض تنبیہ ان کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا کہ تم کو باوجود مخلوق ہونے کے ایک کی ایذا پر اس کی تمام جنس اور بستی کو جلانے کا حق ہو کہ موذی کی جنس اسی کی مستحق ہے حالانکہ وہ بھی اپنی حیثیت اور شان کے موافق ہماری تسبیح کرتی ہے اور ہم خالق ہو کر ہر قسم کے تصرف کا اختیار رکھتے ہوئے اگر بستی کے بدکاروں کی ہلاکت کے ضمن میں نیکوکاروں کو بھی اٹھا لیں تو تم کو تعجب ہے۔ حالانکہ ان کی یہ موت دنیوی کوفت سے چھٹکارے کا سبب علیحدہ بنیگی اور حکم شہادت میں ہو کر مزید اجر کا موجب آخرت میں جدا ہو گی۔ جیسے طاعون جب شامت بدعملی میں

فهو عليه دين ان شاء اقتضى وان شاء ترك ۞ وفي رواية: ايما رجل اضاف قومًا فاصبح الضيف محرومًا فان نصره حق على كل مسلم حتى يأخذ بقرى ليلته من زرعه وماله ۞ لابي داود (عقبة بن عامرؓ) قلت يا رسول الله انا نمر بقوم فلا يضيفونا ولا يؤدونا مالنا عليهم من الحق ولا نحن ناخذ منهم؟ فقال صلى الله عليه وسلم ان ابوا الا ان تاخذوا منهم كرها فخذوه ۞ للشيخين وابي داود والترمذي بلفظه وقال كان عمر يأمر بنحو هذا ومعناه انهم يشترونه منهم بالثمن كرها ان لم يجدوا الا ذاك وقال روي في بعض الحديث مفسرا (عوف بن مالكؓ) قلت يا رسول الله الرجل امر به فلا يقريني ولا يضيفني ثم يمر بي أفاجزيه؟ قال لا بل اقره ۞ للترمذي مطولا (ابو شريح العدويؓ) سمعت اذناي وابصرت عيناي ووعاه قلبي حين تكلم به النبي صلى الله عليه وسلم فقال من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه جائزته قالوا وما جائزته يا رسول الله؟ قال يومه وليلته والضيافة ثلاثة ايام فما كان وراء ذلك فهو صدقة

عذابِ الٰہی بن کر آتا ہے تو نیک و بد سب ہی مرتے ہیں۔ مگر صلحاء کے لئے شہادتِ صغریٰ بن جاتی ہے الحاصل موذی کا قبل ایذا مار دینا ہماری شریعت میں بھی جائز ہے مگر جلانا جائز نہیں۔ اُن نبی کی شریعت میں جائز ہوگا لہٰذا انہوں نے جلایا اور اسی لئے ان سے اس کی گرفت نہیں ہوئی۔ (ابو کریمہؓ) مع۔ مہمان کی ایک شب (ضیافت) واجب ہے ہر مسلمان پر۔ لہٰذا جو شخص کسی کے مکان میں صبح کرے تو حق (مہمانی) اس کے ذمہ قرض ہے۔ اگر چاہے تو وصول کرے اور چاہے تو چھوڑ دے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بھی کسی قوم کے پاس آکر اُترا اور صبح کے وقت مہمان (کھانے سے) محروم رہا۔ تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے جب تک کہ اس کے مال اور کھیتی سے اپنی شب کی مہمانی کی مقدار وصول نہ کرلے۔ (د) ف مہمان نوازی اہل عرب کی طبیعت ثانیہ تھی کہ کتنا ہی غریب و نادار ہو دشمن بھی مہمان بنے تو گھبرانا بدترین عیب تھا۔ مگر اسلام کے ساتھ بغض و عناد نے اس حد پر پہونچا دیا تھا کہ مسلمان کوئی آجائے تو قیمتًہ کھانا دینا بھی ناگوار تھا۔ شروع اسلام میں مسلمان پر مسلمان کی ایک وقت کی مہمانی واجب تھی اور کفار سے بجبر و اکراہ وصول کرلینا مباح۔ مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ مگر اب بھی حالتِ اضطرار ہو تو وجوب قائم ہے۔ یا کفار مسلمانوں کے ہڑتال کریں تو قیمتًہ بجبر لے لینا جائز اور دوسرے مسلمانوں کو اس کی مدد کرنا بھی ضروری اور یہ صورت نہ ہو تو ضیافت مستحب اور مروت و شرافت کے درجہ میں مہمان کا حق ہے۔ (عقبہ بن عامرؓ) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا کسی قوم پر گذر ہوتا ہے تو وہ ہماری ضیافت نہیں کرتے اور جو ہمارا ان پر حق ہے وہ ادا نہیں کرتے۔ کیا ہم ان سے (جبرًا) وصول نہ کرلیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس کے بغیر کہ تم ان سے جبرًا وصول کرو وہ کسی طرح نہ مانیں تو وصول کرلو (ق د ت) اور حضرت عمرؓ بھی اس قسم کا حکم فرمایا کرتے تھے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے جبرًا بقیمت خریدیں بشرطیکہ اس کے بغیر نہ مل سکے اور ایک حدیث میں اس تشریح کے ساتھ آیا بھی ہے۔ ف ذمّی کافر سے بھی بلا قیمت دیئے جبرًا لینا غصب و غدر اور اکل بالباطل ہے۔ اور کفار اگر مسلمانوں کے ہاتھ خرید و فروخت بند کردیں۔ مگر دوسرا راستہ کھلا ہوا ہو کہ مسلمان اپنا گذر کرسکے تب بھی کفار کو بیع پر مجبور کرنا صحیح نہیں ہاں اگر اس کے بغیر مسلمان کو کھانا ملنے کی کوئی صورت نہ ہو تو حالت اضطرار ہے کہ حرام بھی حلال

علیہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً او لیصمت ﴿ وفی روایۃ: ولا یحل لرجل مسلم ان یقیم عند اخیہ حتی یؤثمہ قالوا یا رسول اللہ وکیف یؤثمہ؟ قال یقیم عندہ ولا شی لہ یقریہ بہ ﴿ للستۃ الا النسائی (شقیق بن سلمۃ)[20] دخلت انا وصاحب لی علی سلمان الفارسی فقال سلمان لولا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن التکلف لتکلفت لکم ثم جاء بخبز وملح فقال صاحبی لو کان فی ملحنا صعتر فبعث سلمان بمطہرتہ فرہنہا ثم جاء بصعتر فلما اکلنا قال صاحبی الحمد للہ الذی قنعنا بما رزقنا فقال سلمان لو قنعت بما رزقت لم تکن مطہرتی مرہونۃ ﴿ للکبیر (ابو ہریرۃ)[21] رفعہ: اذا دخل احدکم علی اخیہ المسلم فاطعمہ من طعامہ فلیأکل من طعامہ ولا یسأل عنہ وان سقاہ من شرابہ فلیشرب من شرابہ ولا یسأل عنہ ﴿ لاحمد والموصلی بلین (عبد اللہ بن قیس)[22]

ہوجاتا ہے لہذا اجازت ہے بشرطیکہ زیادتی نہ ہو. یعنی قیمت ادا کرے اور قدر ضرورت سے زیادہ نہ لے (عوف[18] ابن مالک) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک شخص پر میرا گذر ہوتا ہے تو نہ وہ میری مہمانی کرتا ہے نہ مجھے کھلاتا ہے پھر اس کا مجھ پر گذر ہوتا ہے تو کیا میں بھی اس کے ساتھ وہی برتاؤ کروں (کہ کھانے کو نہ دوں) فرمایا نہیں بلکہ تم اس کی مہمانی کرو. (ت) ف کہ بے مروتی کا بدلہ مروت واحسان سے کرنا اسلام کی خاص شان اور توحید واخلاص کا امتحان ہے. (ابو شریح[19] عدوی) میرے کانوں نے سُنا اور میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے قلب نے محفوظ کیا جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے کہ جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے بزمانہ مہمانی. صحابہ نے عرض کیا اور اس کی مہمانی کا زمانہ کتنا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا ایک شب وروز اور ضیافت کے تین دن ہیں. اور جتنا اس سے زائد ہو وہ اس پر صدقہ ہے. اور جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ نیک بات کہے. ورنہ چُپ رہے.

اور ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے پاس اتنا قیام کرے کہ اُسے گناہ گار بنائے. عرض کیا کہ یا رسول اللہ گناہگار کس طرح بنائے گا. فرمایا اس کے پاس قیام کرے حالانکہ اس کے پاس کچھ نہ ہو جسے مہمان کے سامنے رکھے. (ق دت ن) ف اِدھر میزبان کو مروت کی تعلیم ہے کہ مہمان کے آنے سے دل تنگ نہ ہو. بلکہ پہلے دن کچھ معمول سے بہتر کھانا کھلائے اور اس کے آنے پر خوشی کا اظہار کرے اور باقی دو دن حسب عادت معمولی کھانا پیش کرے اور جب تین دن مہمانی کے ختم ہو جائیں تو اختیار ہے احسان کرنا چاہے تو کھلائے ورنہ اب نہ کھلانا بے مروتی میں داخل نہیں. اِدھر مہمان کو انسانیت کی تعلیم ہے کہ میزبان کی استطاعت پر نظر رکھے اور ایسا نہ کرے کہ وہ مروت میں شرما کر مہمان کی خاطر قرض لے یا برتن بھانڈا بیع رہن کرنے کی نوبت آئے. (شقیق[20] بن سلمہ) میں اور میرے ایک دوست حضرت سلمان فارسی کی خدمت میں حاضر ہوئے سلمان نے فرمایا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تکلف کی ممانعت نہ فرمائی ہوتی تو آج تمہارے لئے تکلف کرتا. اس کے بعد روٹی اور نمک لائے (کہ کھاؤ) میرے دوست نے کہا کاش نمک کے ساتھ صعتر بھی ہوتا. حضرت سلمان نے اپنا وضو کا برتن (بازار) بھیجکر گرو رکھا اور صعتر لے کر آئے جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے دوست نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھانے کو جو کچھ دیا اس پر قانع بنایا. سلمان نے فرمایا جو کھانے کو دیا اگر اس پر قانع بنا تا تو میرا وضو کا برتن گرو رکھا ہوا نہ ہوتا (ک) ف

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يكثر زيارة الانصار خاصة وعامة فكان اذا زار خاصة اتى الرجل في منزله و
اذا زار عامة اتى المسجد : لاحمد بمن لم يسم (انس[23]) رفعه : مامن عبد مسلم اتى اخاه يزوره في الله الا ناداه
مناد من السماء ان طبت وطابت لك الجنة والا قال الله في ملكوت عرشه عبدي زارني وعليّ قراه فلم يرض
له بثواب دون الجنة : للبزار والموصلي۔

(كتاب المناقب[1]) ما ورد في ذكر بعض الانبياء ومناقبهم

(ابو موسى[1]) رفعه : لما اخرج الله آدم من الجنة زوده من ثمار الجنة وعلمه صنعة كل شئ فثماركم هذه من
ثمار الجنة غير ان هذه تغير وتلك لا تتغير : للبزار والكبير (بريدة[2]) رفعه : لو ان بكاء داود وبكاء جميع اهل
الارض يعدل ببكاء آدم ما عدله : للاوسط (ابي[3]) ان آدم غسلته الملائكة بماء وسدر وكفنوه وألحدوا
له ودفنوه وقالوا هذه سنتكم يا بني آدم في موتاكم : للاوسط بلين (عائشة[4]) رفعته : لو رحم الله من قوم
نوح احدا لرحم ام الصبي كان نوح مكث في قومه الف سنة الا خمسين عاما يدعوهم حتى كان آخر زمانه وغرس
شجرة فعظمت وذهبت كل مذهب ثم قطعها وجعل يعملها سفينة ويمرون عليه فيسألونه فيقول اعملها سفينة
فيسخرون منه ويقولون تعمل سفينة في البر وكيف تجري؟ قال سوف تعلمون فلما فرغ منها وفار التنور

بار ہو وہ ممنوع ہے۔ اور جو تکلف موجب فرح وسرور ہو وہ مہمان کے لئے پہلے دن مستحب ہے اور اس کا مدار مہمان
کے ساتھ تعلق انس ومحبت اور اپنی مالی وسعت پر ہے۔ (ابو ہریرہ[21]) رفع : جب تم میں کوئی شخص اپنے مسلمان
بھائی کے پاس جائے اور وہ اپنے ماحضر کھانے میں سے (کھلائے) تو چاہیئے کہ کھالے اور (کسی) چیز کی اس سے
فرمائش نہ کرے اور اگر اپنی ماحضر پینے کی چیزیں سے پلائے تو چاہیئے کہ پی لے۔ اور (کسی غیر موجود چیز کی) اس
سے فرمائش نہ کرے۔ (م ص) ف ممکن ہے کہ اس پر بار ہو اور مقروض ہونا پڑے لیکن کہیں بے تکلفی کا تعلق
ہو کہ وسعت بھی رکھتا ہو اور کسی معمولی چیز کی مناسب فرمائش سے اس کی مسرت بڑھتی ہو تو مضائقہ
نہیں۔ (عبداللہ بن قیس[22]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انصار سے ملنے کے لئے اکثر جایا کرتے تھے خاص ملاقات
کے لئے بھی اور عام ملاقات کے لئے بھی۔ پس جب خاص ملاقات کو جاتے تو اس شخص کے مکان پر جاتے۔ اور جب
عام ملاقات کے لئے جاتے تو مسجد میں آیا کرتے تھے۔ (م) (انس[23]) رفع۔ جو بھی بندۂ مسلمان اپنے بھائی کی اللہ واسطے
ملاقات کو جاتا ہے تو ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے خوش عیش بنو اور مبارک ہو تمہارے لئے جنت۔ اور
یہ نہیں ہوتا) تو حق تعالے اپنے ملکوت عرش میں فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری خاطر (میرے بندہ سے) ملاقات
کی اور میرے ذمہ اس کی مہمانی ہے۔ پس جنت سے کم کسی ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔ (بز ص)

(مناقب) بعض انبیاء علیہم السلام کے حالات اور (مناقب۔

(ابو موسیٰ[1]) رفع۔ حق تعالے نے جب آدمؑ کو جنت سے روانہ کیا تو جنت کے پھل توشہ سفر بنا کر ان کے ساتھ کئے اور ہر
چیز کی صناعی ان کو سکھائی پس تمہارے یہ دنیا کے (تمامی پھل) وہی جنتی پھل ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ گلتے سڑتے ہیں۔
اور وہ (اثمار جنت) گلتے سڑتے نہیں (بز کب) ف مسافر کو چلتے وقت ناشتہ دینا علامت ہے تعلق محبت کی کہ
احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم کا دنیا میں آنا ہر قسم کے برکات ومظاہر تجلیات
کا سبب ہوا۔ (بریدہ[2]) رفع۔ اگر حضرت داؤد کا گریہ اور تمامی باشندگان زمین کا گریہ حضرت آدم کے گریہ سے وزن

وكثر الماء في السكك فخشيت ام الصبي عليه وكانت تحبه حبا شديدا فخرجت الى الجبل حتى بلغت ثلثه فلما بلغها الماء خرجت حتى بلغت ثلثي الجبل فلما بلغها الماء خرجت به حتى استوت به على الجبل فلما بلغ الماء رقبتها رفعته بيدها حتى ذهب بهما الماء فلو رحم الله منهم احدا لرحم ام الصبي ؛ للاوسط بلين (انس) جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال له يا خير البرية فقال صلى الله عليه وسلم ذاك ابراهيم خليل الله ؛ لمسلم وابي داود والترمذي (ابن عمر) رفعه : ان الكريم بن الكريم بن الكريم ابن الكريم يوسف بن يعقوب بن اسحاق ابن ابراهيم ؛ للبخاري (ابن عباس) رفعه : اول ما اتخذت النساء من المنطق من قبل ام اسمعيل اتخذت منطقا لتعفي اثرها على سارة ثم جاء بها ابراهيم وبابنها اسماعيل وهي ترضعه حتى وضعها عند البيت عند دوحة فوق زمزم في اعلى المسجد وليس بمكة يومئذ احد وليس بها ماء فوضعهما هناك ووضع عندهما جرابا فيه تمر وسقاء فيه ماء ثم قفى ابراهيم منطلقا فتبعته ام اسماعيل فقالت يا ابراهيم اين تذهب وتتركنا بهذا الوادي الذي ليس فيه انيس ولا شئ ؟ فقالت له ذلك مرارا وجعل لا يلتفت اليها فقالت له آالله امرك بهذا ؟ قال نعم قالت اذاً

کیا جائے تب بھی اس کے برابر نہ ہوگا۔ (و) ف یہی ادھر سے تعلق محبت کی علامت تھی کہ صدور خطا پر روتے روتے بدحال ہو گئے۔ یہ نہ ہوتا تو جنت میں رہتے ہوئے محبت و عشق الٰہی کا پتہ نہ چلتا۔ (ابی) رفع۔ حضرت آدم کو (بعد وفات) فرشتوں نے پانی اور بیری کے پتوں سے نہلایا اور کفن پہنایا اور بغلی قبر کھود کر اس میں دفن کیا اور کہا کہ اے اولاد آدم یہ ہے طریقہ (غسل کفن و دفن) تمہارے مردوں کے بارے میں (و) (عائشہ) رفع۔ اگر حق تعالےٰ کو قوم نوح میں کسی پر ترس آتا تو بچہ کی والدہ پر آتا (اور اس کو نجات بخشتے مگر شریر قوم میں کوئی ترس کے قابل تھا ہی نہیں اس لئے وہ بھی نہ بچی۔) حضرت اپنی قوم میں پچاس کم ایک ہزار برس مقیم رہے کہ ان کو (ایمان کی طرف) بلاتے تھے (مگر چند کے سوا کوئی ایمان نہ لایا) یہاں تک کہ جب آپ کا آخری زمانہ آیا اور آپ نے ایک درخت لگایا تھا تو وہ بڑا ہو گیا اور چار طرف پھیل گیا پس آپ نے اس کو کاٹا اور اس سے ایک کشتی بنانے لگے۔ لوگ آتے جاتے آپ پر گذرتے اور پوچھتے (کہ کیا کر رہے ہو؟) تو آپ فرماتے کشتی بنا رہا ہوں۔ وہ آپ کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ خشکی میں کشتی بنا رہے ہو بھلا کس طرح چلے گی، آپ فرماتے عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ پس جب اس سے فارغ ہو لئے اور تنور ابلا اور گلی کوچوں میں پانی بکثرت بھر گیا تو بچہ کی ماں کو بچہ کا اندیشہ ہوا اور وہ اس کے ساتھ بہت ہی زیادہ محبت کرتی تھی لہٰذا (شہر سے) نکل کر پہاڑ پر چڑھی حتی کہ (بچہ کو لے کر) تہائی بلندی پر پہونچ گئی۔ مگر جب پانی وہاں بھی آ پہونچا تو وہاں سے بھی چلی اور پہاڑ کی دو تہائی اونچائی پر پہونچی۔ پھر جب وہاں بھی پانی پہونچ گیا تو بچہ کو لے کر چلی اور چوٹی پر جا کر کھڑی ہوئی پھر جب پانی اس کی گردن تک آ پہونچا تو بچہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا لیا (کہ کسی طرح یہ نہ ڈوبے مگر پانی کا چڑھاؤ نہ رکا) حتی کہ پانی دونوں کو بہالے گیا۔ پس اگر حق تعالےٰ ان میں کسی پر رحم فرماتا تو بچہ کی ماں پر رحم فرماتا (و) (انس) ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا یا خیر البریہ (اے بہترین مخلوق) آپ نے فرمایا یہ (شان) ابراہیم خلیل اللہ کی ہے (س د ت) ف ہر پیغمبر اپنے زمانہ کا بہترین خلق ہے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام زمانۂ محمدیہ کے سوا تمامی ازمنہ کے بہترین خلق ہیں اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم بلا استثنا تمامی عالم کے بہترین خلق ہیں کہ شفاعتِ کبریٰ کا واقعہ اس کا کھلا ثبوت ہے۔ پس سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فی الجملہ بہترین خلق ہونے کا اظہار فرمانے سے اپنے بہترین خلق ہونے کا انکار نہیں ہوا۔ اور اسی لئے قائل پر نہ عتاب فرمایا نہ ممانعت فرمائی۔ (ابن عمر)

عہ باپ کا ایک خطا پر ندامت و بے چینی کا یہ حال تھا اور اولاد کی یہ حالت ہے کہ روزانہ بیسیوں گناہ کرتے ہیں اور آنکھ میں نمی بھی نہ

لا یضیعنا ثم رجعت فانطلق ابراهیم حتی اذا کان عند الثنیة حیث لا یرونه استقبل بوجهه البیت ثم دعا
بهؤلاء الدعوات فرفع یدیه وقال رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم الٰی یشکرون
وجعلت ام اسماعیل ترضعه وتشرب من ذلك الماء حتی اذا نفد ما فی السقاء عطشت وعطش ابنها وجعلت
تنظر الیه یتلوی او قال یتلبط فانطلقت کراهیة ان تنظر الیه فوجدت الصفا اقرب جبل فی الارض یلیها فقامت
علیه ثم استقبلت الوادی تنظر هل تری احدًا فلم تری احدًا فهبطت من الصفا حتی اذا بلغت الوادی
رفعت طرف درعها ثم سعت سعی الانسان المجهود حتی جاوزت الوادی ثم اتت المروة فقامت علیها فنظرت
هل تری احدا فلم تر احدًا ففعلت ذلك سبع مرات وفلذلك سعی الناس بینهما فلما اشرفت علی المروة سمعت
صوتًا فقالت صه ترید نفسها ثم تسمعت فسمعت ایضًا فقالت قد اسمعت ان کان عندك غواث فاذا هو
بالملك عند موضع زمزم فبحث بعقبه او قال بجناحه حتی ظهر الماء فجعلت تحوضه وتقول بیدها هکذا وجعلت
تغرف من الماء فی سقائها وهو یفور بقدر ما تغرف ویرحم الله ام اسمٰعیل لو ترکت زمزم او قال لو لم تغرف
من الماء لکانت زمزم عینًا معینًا فشربت وارضعت ولدها فقال لها الملك لا تخافوا الضیعة فان ههنا

نع. کریم ابن الکریم ابن الکریم حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ (ع) ف کہ مسلسل چار نسلوں میں نبوت عالیہ کا شرف آپ کو حاصل ہے اور یہ فضیلت جزئیہ ہے جو فضیلت کلیہ محمدیہ کے مزاحم نہیں (ابن عباس) نع۔ سب سے پہلے جو عورتوں نے پٹکہ بنایا ہے (کہ پردہ کی خاطر کورتہ نیچا پہنتی ہیں مگر کام کاج کے وقت اس کو بیچ سے اٹھا کر پیٹی کی طرح کمر باندھ لیتی ہیں کہ دامن سے پاؤں نہ الجھے) تو والدۂ اسمٰعیل سے لیا ہے کہ انہوں نے پٹکہ باندھا تھا تاکہ اپنے متعلق اثر جو حضرت سارہ (کے قلب) پر پیدا ہو گیا ہے (کہ میری لائی ہوئی باندی آج صاحب اولاد ہو کر میری برابر بن گئی) مٹائیں (اور یہ دکھائیں کہ میں تو ویسی ہی خدمت گذار ہوں جیسی پہلے تھی پھر حضرت ابراہیم ان کو اور ان کے بیٹے اسمٰعیل کو در آنحالیکہ وہ ان کو دودھ پلاتی تھیں لے کر چلے حتی کہ دونوں کے کعبہ کے پاس ایک بڑے درخت کے قریب زمزم سے اوپر بالائی حصہ مسجد (کی جگہ) میں لا کھڑا کیا۔ (کہ اس وقت نہ مسجد الحرام بنی ہوئی تھی نہ چاہ زمزم تھا) اور نہ مکہ میں اس وقت کوئی آباد تھا نہ پانی۔ پس آپ نے ان کو وہاں ٹھیرایا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھدی جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم پیٹھ پھیر کر چلدیئے تو والدۂ اسمٰعیل ان کے پیچھے چلیں اور کہا کہ اے ابراہیم ہم کو اس جنگل میں چھوڑ کر جہاں نہ کوئی (انسان) ہے جس سے دل بہلے نہ کوئی چیز ہے (جس پر گذر اوقات ہو۔) کہاں جا رہے ہو؟ یہ لفظ ان سے کئی مرتبہ کہے مگر آپ ان کی طرف رُخ بھی نہ کرتے تھے آخر ہاجرہ نے کہا کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ کہا ایسا ہے تو وہ ہمیں برباد نہ کرے گا۔ اس کے بعد واپس آگئیں اور حضرت ابراہیم چلدیئے حتی کہ جس وقت گھاٹی کے پاس پہونچے جہاں آپ ان کو نظر نہ آتے تھے تو وہ دعا مانگی (جو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ) ہاتھ اٹھا کر عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے اپنی نسل کو ایک ناقابل کاشت جنگل کا باشندہ بنا دیا تیرے محترم گھر کے پاس تا آیتشکرون۔ غرض والدۂ اسمٰعیل ان کو دودھ پلاتی اور وہ (مشکیزہ کا) پانی پیتی رہیں حتی کہ جب مشکیزہ کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو ان کو بھی پیاس لگی۔ اور (چھاتی کا دودھ سوکھ جانے کے سبب) ان کے بچے کو بھی پیاس لگی اور وہ بچہ کو تکنے لگیں جو (پیاس کی بے تابی میں) تڑپ رہا تھا پس ان کو دیکھنا گوارا نہ ہوا اور وہاں سے چلیں تو زمین میں سب سے زیادہ قریب (یعنی نیچا) پہاڑ جو ان کے متصل

بیت اللہ یبنیہ هذا الغلام وابوه وان الله لا يضيع اهله وكان البيت مرتفعا من الارض كالرابية تأتيه السيول
فتأخذ عن يمينه وعن شماله فكانت كذلك حتى مرت بهم رفقة من جرهم او اهل بيت من جرهم مقبلين من طريق
كداء فنزلوا في اسفل مكة فرأوا طائرا عائفا فقالوا ان هذا الطائر ليدور على ماء لعهدنا بهذا الوادي وما فيه ماء
فارسلوا جريا او جريين فاذا هم بالماء فرجعوا فاخبروهم فاقبلوا وام اسماعيل عند الماء فقالوا أتأذنين
لنا ان ننزل عندك؟ قالت نعم ولكن لا حق لكم في الماء قالوا نعم فالفى ذلك ام اسماعيل وهي تحب الانس فنزلوا
فارسلوا الى اهليهم فنزلوا معهم حتى اذا كان بها اهل ابيات منهم وشب الغلام وتعلم العربية منهم وانفسهم
واعجبهم حين شب فلما ادرك زوجوه امرأة منهم وماتت ام اسماعيل فجاء ابراهيم بعد ما تزوج اسماعيل
يطالع تركته فلم يجد اسماعيل فسأل امرأته عنه فقالت خرج يبتغي لنا؛ وفي رواية: ذهب يصيد لنا ثم سألها
عن عيشهم وهيئتهم فقالت نحن بشر نحن في ضيق وشدة وشكت اليه قال فاذا جاء زوجك فاقرئي عليه السلام
وقولي له يغير عتبة بابه فلما جاء اسماعيل كأنه انس شيئا فقال هل جاءكم من احد؟ قالت نعم جاءنا شيخ كذا
وكذا فسألنا عنك فاخبرته فسألني كيف عيشنا فاخبرته انا في جهد وشدة قال فهل اوصاك بشيء؟ قالت نعم امرني

تھا کوہِ صفا کو پایا پس اس پر جا کھڑی ہوئیں اور پھر نشیب کی طرف رُخ کرکے (چار طرف) دیکھنے لگیں۔ کہ کوئی (چلتا
مسافر نظر آئے (تو اس سے پانی مانگیں۔) مگر کوئی نظر نہ آیا۔ پس صفا سے اتریں اور جب نشیب میں پہونچیں تو اپنے
کُرتہ کا دامن اٹھا کر دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ (دیوانہ وار) دوڑا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ نشیب سے
نکل گئیں اور اس کے بعد مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر (اِدھر اُدھر) نگاہ ڈالی کہ کوئی نظر آئے مگر کوئی
نظر نہ آیا۔ چنانچہ سات مرتبہ اُسی طرح کیا۔ پس اسی بناء پر (حجاج) ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان دوڑتے
ہیں۔ پس جب (ساتویں چکر میں) مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سُنائی دی۔ پس اپنے نفس کو خطاب کرکے کہا ذرا ٹھیر
(اور غور سے سُن کہ کان بجتے ہیں یا حقیقت ہے) اس کے بعد غور سے کان لگائے تو پھر وہی آواز سنی۔ اس وقت
بولیں کہ (اے غیبی آواز سُنانیوالے) تو نے آواز تو سُنا دی اگر تیرے پاس فریاد رسی (کی طاقت) ہو تو میری مدد کر۔
پس دیکھتی کیا ہیں کہ زمزم کے مقام پر ایک فرشتہ کھڑا ہے اور اس نے اپنی ایڑی سے یا یہ فرمایا کہ بازو سے زمین
کو کُریدا حتیٰ کہ پانی ظاہر ہوگیا۔ پس ہاجرہ اسکو حوض کی طرح روکنے اور اپنے ہاتھ سے سمیٹنے اور چلّو بھر بھر کر مشکیزہ
میں بھرنے لگیں مگر جتنا چلّو بھرتی تھیں اسی قدر پانی اُبلتا تھا۔ اور اللہ رحم فرمائے والدۂ اسماعیل پر اگر وہ زمزم
کو چھوڑ دیتیں (اور حوض کی طرح مینڈھ نہ بناتیں) یا یہ فرمایا کہ پانی کے (ختم ہوجانے کا وہم لاکر) چلّو نہ بھرتیں تو
زمزم (دریا کی طرح) بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ غرض خود بھی پیا (اور جب سیراب ہوکر چھاتی میں دودھ اترا تو) اپنے
بچہ کو بھی دودھ پلایا۔ پس فرشتہ نے ان سے کہا ہلاکت کا اندیشہ نہ کرو کہ اس جگہ اللہ کا گھر ہے (جو زمین میں دب
گیا ہے) اسکو یہ لڑکا اور اس کے والد (از سرِ نو تعمیر) کریں گے۔ اور اللہ اپنے لوگوں کو ضائع نہیں کیا کرتا۔
اور (خانہ کعبہ کی جگہ) زمین سے بلند تھی ٹیلہ کی طرح کہ بارشوں کی رَو آتی تو اس کے دائیں اور بائیں کٹ جایا
کرتی تھی۔ غرض وہ رہتی سہتی رہیں حتیٰ کہ قبیلۂ جرہم کے چند مُسافر یا یہ فرمایا کہ جرہم کا ایک خاندان کداء کے
راستہ سے (جدھر جنت المعلیٰ قبرستان ہے) آتا ہوا ان پر گذرا اور مکہ کے حِصّۂ زیرین میں (جدھر مسفلہ اور
جدّہ کا راستہ ہے) اترا۔ ان کو پرند اڑتا ہوا نظر آیا تو کہنے لگے۔ کہ یہ پرند (پرواز سے معلوم ہو رہا ہے کہ) پانی پر

الدینہ ... [illegible]

ان اقرأ عليك السّلام ويقول لك غير عتبة بابك قال ذاك ابى وقد امرنى ان افارقك الحقى باهلك فطلقها
وتزوج منهم اخرى فلبث عنهما ابراهيم ما شاء الله ان يلبث ثم اتاهم بعد فلم يجده فدخل على امرأته فسأل عنه
قالت خرج يبتغى لنا قال كيف انتم؟ وسألها عن عيشهم وهيئتهم فقالت نحن بخير وسعة واثنت على الله فقال
ما طعامكم؟ قالت اللحم قال فما شرابكم؟ قالت الماء قال اللهم بارك لهم فى اللحم والماء ولم يكن لهم يومئذ حب
ولو كان لهم دعا لهم فيه فهما لا يخلو عليهما احد بغير مكة الا لم يوافقاه قال فاذا جاء زوجك فاقرأى عليه
السّلام وأمريه يثبت عتبة بابه فلما جاء اسمٰعيل قال هل اتاكم من احد؟ قالت نعم اتانى شيخ حسن الهيئة
واثنت عليه فسألنى عنك فاخبرته فسألنى كيف عيشنا فاخبرته انا بخير قال فاوصاك بشىء؟ قالت نعم يقرأ
عليك السّلام ويأمرك ان تثبت عتبة بابك قال ذاك ابى وانت العتبة امرنى ان امسكك ثم لبث عنهم ما شاء
الله ثم جاء بعد ذلك واسماعيل يبرى نبلا له تحت دوحة قريبًا من زمزم فلما رآه قام اليه وصنع

اُڑ رہا ہے۔ حالانکہ ہم ایک زمانہ سے اس میدان میں آتے جاتے ہیں (اس سے واقف ہیں) کہ یہاں کہیں پانی نہیں۔ پس انہوں نے ایک یا دو شخص کو (تفتیش حال کے لئے) بھیجا تو دیکھتے کیا ہیں کہ درحقیقت پانی (کا چشمہ) موجود ہے۔ پس انہوں نے (واپس آکر) اپنے رفقا کو خبر دی اور اب وہ سب لوگ یہاں آئے اور دیکھا کہ والدۂ اسمٰعیل پانی (کے چشمہ پر) بیٹھی ہیں (سمجھ گئے کہ کوئی مقدس ہستی ہے جس کی خاطر یہاں پانی اُبلا ہے) کہنے لگے کیا ہمیں آپ اجازت دیتی ہیں کہ آپ کے پاس (مستقل) قیام کرلیں؟ فرمایا ہاں اجازت ہے مگر (شرط یہ ہے کہ) پانی پر تمہارا کوئی حق ہوگا۔ کہا منظور ہے۔ پس والدۂ اسمٰعیل کو (من جانب اللہ) یہ انسیت کا سامان دوسروں ہی کی درخواست پر) مل گیا۔ کہ وہ خود (تنہائی سے اکتا کر) آدمیوں کی خواہشمند تھیں۔ چنانچہ وہ مقیم ہوگئے اور اپنے بال بچوں کو بھی بلوا بھیجا۔ کہ وہ بھی ان کے ساتھ رہنے لگے۔ حتیٰ کہ جب وہاں ان کے کئی گھرانے ہوگئے اور وہ بچہ جوان ہوا اور جرہم سے (ان کی زبان) عربی سیکھی۔ اور جب جوانی آئی تو ان کو بہت ہی پسند آیا اور بھایا تو انہوں نے اس کے بالغ ہوجانے کے بعد اپنے ہی (اشرف ترین گھرانے) میں ایک عورت سے ان کی شادی کردی اور والدۂ اسمٰعیل کا انتقال ہوگیا۔ تو حضرت ابراہیم اسکے بعد کہ اسمٰعیل کا نکاح ہوچکا تھا اپنے پس ماندہ (صاحبزادہ) کی خبر لینے کے لئے آئے (کہ اس سے قبل بحیات ہاجرہ بھی آچکے اور ذبح اسمٰعیل کا واقعہ ہوچکا تھا مگر یہ آنا بیٹے کی مستقل گذران دیکھنے کے لئے تھا کہ ماں کے بعد کوئی تکلیف تو نہیں ہے) پس (مکان پر) اسمٰعیل کو موجود نہ پایا تو ان کی بی بی سے ان کی بابت دریافت کیا۔ اس نے کہا ہمارے لئے (روزی کی) طلب میں کہیں باہر گئے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے (کھانے کے لئے) شکار مارنے گئے ہیں۔ پھر آپ نے اہل خانہ کی بسر اوقات اور حالت گذران کے متعلق استفسار کیا تو اس نے کہا کہ ہم بُری حالت میں ہیں۔ ہم بڑی تنگی اور مصیبت میں ہیں اور (طرح طرح کی) شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اچھا جب تمہارا شوہر آوے تو اسکو (میرا) سلام کہنا اور اس سے کہدینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو تبدیل کردے (یہ کہہ کر بیٹے سے ملے بغیر واپس ہوگئے کہ دن کے دن واپس ہونے کا حضرت سارہ سے وعدہ کر آئے تھے) پس جب اسمٰعیل آئے تو گویا کچھ (اثر برکات نبوت کا) محسوس کیا لہذا (بی بی سے) پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ کہا ہاں ایک بوڑھے شخص آئے تھے جن کا ایسا ایسا حلیہ تھا۔ انہوں نے تمہاری بابت ہم سے دریافت کیا تو میں نے بتا دیا (کہ باہر گئے ہیں) پھر مجھ سے پوچھا کہ تمہاری گذران کس حال پر ہے تو

لا يضيعنا ثم رجعت فانطلق ابراهيم حتى اذا كان عند الثنية حيث لا يرونه استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهؤلاء الدعوات فرفع يديه وقال رب انی اسكنت من ذريتي بواد غير ذی زرع عند بيتك المحرم الى يشكرون وجعلت ام اسماعيل ترضعه وتشرب من ذلك الماء حتى اذا نفد ما فی السقاء عطشت وعطش ابنها وجعلت تنظر اليه يتلوی او قال يتلبط فانطلقت كراهية ان تنظر اليه فوجدت الصفا اقرب جبل فی الارض يليها فقامت عليه ثم استقبلت الوادی تنظر هل ترى احدا فلم ترى احدا فهبطت من الصفا حتى اذا بلغت الوادی رفعت طرف درعها ثم سعت سعی الانسان المجهود حتى جاوزت الوادی ثم اتت المروة فقامت عليها فنظرت هل ترى احدا فلم ترا احدا ففعلت ذلك سبع مرات وفلذلك سعی الناس بينهما فلما اشرفت على المروة سمعت صوتا فقالت صه تريد نفسها ثم تسمعت فسمعت ايضا فقالت قد اسمعت ان كان عندك غواث فاذا هو بالملك عند موضع زمزم فبحث بعقبه او قال بجناحه حتى ظهر الماء فجعلت تحوضه وتقول بيدها هكذا وجعلت تغرف من الماء فی سقائها وهو يفور بقدر ما تغرف ويرحم الله ام اسمٰعيل لو تركت زمزم او قال لو لم تغرف من الماء لكانت زمزم عينا معينا فشربت وارضعت ولدها فقال لها الملك لا تخافوا الضيعة فان ههنا

فع. کریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ (خ) ف کہ مسلسل چار نسلوں میں نبوت عالیہ کا شرف آپ کو حاصل ہے اور یہ فضیلت جزئیہ ہے جو فضیلت کلیہ محمدیہ کے مزاحم نہیں (ابن عباس) فع، سب سے پہلے جو عورتوں نے پٹکہ بنایا ہے (کہ پردہ کی خاطر کورتہ نیچا پہنتی ہیں مگر کام کاج کے وقت اس کو پیچ سے اٹھا کر پیٹی کی طرح کمر پر باندھ لیتی ہیں کہ دامن سے پاؤں نہ الجھے) تو والدۂ اسمٰعیل سے لیا ہے کہ انہوں نے پٹکہ باندھا تھا تاکہ اپنے متعلق اثر جو حضرت سارہ (کے قلب) پر پیدا ہوگیا ہے (کہ میری لائی ہوئی باندی آج صاحب اولاد ہو کر میری برابر بن گئی) مٹائیں (اور یہ دکھائیں کہ میں تو ویسی ہی خدمت گذار ہوں جیسی پہلے تھی) پھر حضرت ابراہیم ان کو اور ان کے بیٹا اسمٰعیل کو در آنحالیکہ وہ ان کو دودھ پلاتی تھیں لے کر چلے حتی کہ دونوں کے کعبہ کے پاس ایک بڑے درخت کے قریب زمزم سے اوپر بالائی حصہ مسجد (کی جگہ) میں لا کھڑا کیا۔ (کہ اس وقت نہ مسجد الحرام بنی ہوئی تھی نہ چاہ زمزم تھا) اور نہ مکہ میں اس وقت کوئی آباد تھا نہ پانی۔ پس آپ نے ان کو وہاں ٹھہرایا اور ان کے پاس ایک تھیلی رکھ دی جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا اس کے بعد حضرت ابراہیم پیٹھ پھیر کر چلدیئے تو والدۂ اسمٰعیل ان کے پیچھے چلیں اور کہا کہ اے ابراہیم ہم کو اس جنگل میں چھوڑ کر جہاں نہ کوئی (انسان) ہے جس سے دل بہلے نہ کوئی چیز ہے (جس پر گذر اوقات ہو۔) کہاں جا رہے ہو؟ یہ لفظ ان سے کئی مرتبہ کہے مگر آپ ان کی طرف رُخ بھی نہ کرتے تھے آخر ہاجرہ نے کہا کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ کہا ایسا ہے تو وہ ہمیں برباد نہ کرے گا۔ اس کے بعد واپس آگئیں اور حضرت ابراہیم چلدیئے حتی کہ جس وقت گھاٹی کے پاس پہونچے جہاں آپ ان کو نظر نہ آتے تھے تو وہ دعا مانگی (جو قرآن مجید میں مذکور ہے کہ) ہاتھ اٹھا کر عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے اپنی نسل کو ایک ناقابل کاشت جنگل کا باشندہ بنا دیا تیرے محترم گھر کے پاس تا شکر کروں۔ غرض والدۂ اسمٰعیل ان کو دودھ پلاتی اور وہ (مشکیزہ کا) پانی پیتی رہیں حتی کہ جب مشکیزہ کا ذخیرہ ختم ہوگیا تو ان کو بھی پیاس لگی۔ اور (چھاتی کا دودھ سُوکھ جانے کے سبب) ان کے بچے کو بھی پیاس لگی اور وہ بچہ کو تکنے لگیں جو (پیاس کی بے تابی میں) تڑپ رہا تھا پس ان کو دیکھنا گوارا نہ ہوا اور وہاں سے چلیں تو زمین میں سب سے زیادہ قریب (یعنی نیچا) پہاڑ جو ان کے متصل

بيّنا الله يبليه هٰذا الغلام وابوه وان الله لا يضيع اهله وكان البيت مرتفعاً من الارض كالرابية تأتيه السيول فتاخذ عن يمينه وعن شماله فكانت كذلك حتى مرت بهم رفقة من جرهم او اهل بيت من جرهم مقبلين من طريق كداء فنزلوا في اسفل مكة فرأوا طائراً عائفاً فقالوا ان هٰذا الطائر ليدور على ماء لعهدنا بهذا الوادي وما فيه ماء فارسلوا جريا او جريين فاذا هم بالماء فرجعوا فاخبروهم فاقبلوا وام اسماعيل عند الماء فقالوا أتأذنين لنا ان ننزل عندك؟ قالت نعم ولكن لاحق لكم في الماء قالوا نعم فالفى ذلك ام اسماعيل وهي تحب الانس فنزلوا فارسلوا الى اهليهم فنزلوا معهم حتى اذا كان بها اهل ابيات منهم وشب الغلام وتعلم العربية منهم وانفسهم واعجبهم حين شب فلما ادرك زوجوه امرأة منهم وماتت ام اسماعيل فجاء ابراهيم بعد ما تزوج اسماعيل يطالع تركته فلم يجد اسماعيل فسأل امرأته عنه فقالت خرج يبتغي لنا: وفي رواية: ذهب يصيد لنا ثم سألها عن عيشهم وهيئتهم فقالت نحن بشر نحن في ضيق وشدة وشكت اليه قال فاذا جاءك زوجك فاقرأي عليه السلام وقولي له يغير عتبة بابه فلما جاء اسماعيل كأنه انس شيئاً فقال هل جاءكم من احد؟ قالت نعم جاءنا شيخ كذا وكذا فسألنا عنك فاخبرته فسألني كيف عيشنا فاخبرته انا في جهد وشدة قال فهل اوصاك بشئ؟ قالت نعم امرني

تھا کوہِ صفا کو پایا پس اس پر جا کھڑی ہوئیں اور پھر نشیب کی طرف رُخ کر کے (چار طرف) دیکھنے لگیں۔ کہ کوئی (چلتا مسافر نظر آئے (تو اس سے پانی مانگیں)، مگر کوئی نظر نہ آیا۔ پس صفا سے اتریں اور جب نشیب میں پہونچیں تو اپنے کرتہ کا دامن اٹھا کر دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ (دیوانہ وار) دوڑا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ نشیب سے نکل گئیں اور اس کے بعد مروہ پہاڑی پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر (اِدھر اُدھر) نگاہ ڈالی کہ کوئی نظر آئے مگر کوئی نظر نہ آیا۔ چنانچہ سات مرتبہ اسی طرح کیا۔ پس اسی بنا پر (حجاج) ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان دوڑتے ہیں۔ پس جب (ساتویں چکر میں) مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سُنائی دی۔ پس اپنے نفس کو خطاب کر کے کہا ذرا ٹھیر (اور غور سے سُن کہ کان بجتے ہیں یا حقیقت ہے) اس کے بعد غور سے کان لگائے تو پھر وہی آواز سنی۔ اس وقت بولیں کہ (اے غیبی آواز سُنانیوالے) تونے آواز تو سُنا دی اگر تیرے پاس فریادرسی (کی طاقت ہو تو میری مدد کر) پس دیکھتی کیا ہیں کہ زمزم کے مقام پر ایک فرشتہ کھڑا ہے اور اس نے اپنی ایڑی سے یا یہ فرمایا کہ بازو سے زمین کو کُرید احتیٰ کہ پانی ظاہر ہو گیا۔ پس ہاجرہ اسکو حوض کی طرح روکنے اور اپنے ہاتھ سے سمیٹنے اور چلّو بھر بھر کر مشکیزہ میں بھرنے لگیں مگر جتنا چلّو بھرتی تھیں اسی قدر پانی اُبلتا تھا۔ اور اللہ رحم فرمائے والدۂ اسماعیل پر اگر وہ زمزم کو چھوڑ دیتیں (اور حوض کی طرح مینڈھ نہ بناتیں) یا یہ فرمایا کہ پانی کے (ختم ہو جانے کا وہم لا کر) چلّو نہ بھرتیں تو زمزم (دریا کی طرح) بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ غرض خود بھی پیا (اور جب سیراب ہو کر چھاتی میں دودھ اترا تو) اپنے بچّہ کو بھی دودھ پلایا۔ پس فرشتہ نے ان سے کہا ہلاکت کا اندیشہ نہ کرو کہ اس جگہ اللہ کا گھر ہے (جو زمین میں دب گیا ہے) اسکو یہ لڑکا اور اس کے والد (از سرِ نو تعمیر) کریں گے۔ اور اللہ اپنے لوگوں کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ اور خانہ کعبہ (کی جگہ) زمین سے بلند تھی ٹیلہ کی طرح کہ بارشوں کی رَو آتی تو اس کے دائیں اور بائیں کٹ جایا کرتی تھی۔ غرض وہ رہتی سہتی رہیں۔ حتّٰی کہ قبیلۂ جرہم کے چند مسافر یا یہ فرمایا کہ جرہم کا ایک خاندان کدا کے راستہ سے (جدھر جنت المعلی قبرستان ہے) آتا ہوا ان پر گذرا اور مکّہ کے حصّۂ زیریں میں (جدھر مسفلا اور جدہ کا راستہ ہے) اترا۔ ان کو پرند اڑتا ہوا نظر آیا تو کہنے لگے۔ کہ یہ پرند (پرواز سے معلوم ہو رہا ہے کہ) پانی پر

لہ في القاموس والرفقة مثلثة وكنا مة جماعة ترافقهم جميع ككتاب واصحاب وصرد ۱۲ وجرہم کقنفذ حی من الیمن تزوج فیہم اسماعیل علیہ السلام ۱۲ قاموس ۲ عائفا ای حائما ۱۲ ۳ جریا ای رسولا ۱۲ ۴ ای وجد ذلک الحال ۱۲ ۵ ای صار

ان اقرأ عليك السلام ويقول لك غير عتبة بابك قال ذاك ابي وقد امرني ان افارقك الحقي باهلك فطلقها
وتزوج منهم اخرى فلبث عنهم ابراهيم ما شاء الله ان يلبث ثم اتاهم بعد فلم يجده فدخل على امرأته فسأل عنه
قالت خرج يبتغي لنا قال كيف انتم؟ وسألها عن عيشهم وهيئتهم فقالت نحن بخير وسعة واثنت على الله فقال
ما طعامكم؟ قالت اللحم قال فما شرابكم؟ قالت الماء قال اللهم بارك لهم في اللحم والماء ولم يكن لهم يومئذ حب
ولو كان لهم دعا لهم فيه فهما لا يخلو عليهما احد بغير مكة الا لم يوافقاه قال فاذا جاء زوجك فاقرئي عليه
السلام وامريه يثبت عتبة بابه فلما جاء اسمعيل قال هل اتاكم من احد؟ قالت نعم اتانا شيخ حسن الهيئة
واثنت عليه فسألني عنك فاخبرته فسألني كيف عيشنا فاخبرته انا بخير قال فاوصاك بشيء؟ قالت نعم يقرأ
عليك السلام ويأمرك ان تثبت عتبة بابك قال ذاك ابي وانت العتبة امرني ان امسكك ثم لبث عنهم ما شاء
الله ثم جاء بعد ذلك واسمعيل يبري نبلا له تحت دوحة قريبا من زمزم فلما رآه قام اليه وصنعا

اڑ رہا ہے. حالانکہ ہم ایک زمانہ سے اس میدان میں آتے جاتے ہیں (اس سے واقف ہیں) کہ یہاں کہیں پانی نہیں پس انہوں نے ایک یا دو شخص کو (تفتیش حال کے لئے) بھیجا تو دیکھتے کیا ہیں کہ درحقیقت پانی (کا چشمہ) موجود ہے. پس انہوں نے واپس آکر اپنے رفقا کو خبر دی اور اب وہ سب لوگ یہاں آئے اور دیکھا کہ والدۂ اسمٰعیل پانی (کے چشمہ) پر بیٹھی ہیں (سمجھ گئے کہ کوئی مقدس ہستی ہے جس کی خاطر یہاں پانی اُبلا ہے) کہنے لگے کیا ہمیں آپ اجازت دیتی ہیں کہ آپ کے پاس (مستقل) قیام کر لیں؟ فرمایا ہاں اجازت ہے مگر (شرط یہ ہے کہ) پانی پر تمہارا کوئی حق ہو گا. کہا منظور ہے. پس والدۂ اسمٰعیل کو (من جانب اللہ یہ انسیت کا سامان دوسروں ہی کی درخواست پر) مل گیا. کہ وہ خود (تنہائی سے اکتا کر) آدمیوں کی خواہشمند تھیں چنانچہ وہ مقیم ہو گئے اور اپنے بال بچوں کو بھی بلوا بھیجا. کہ وہ بھی ان کے ساتھ رہنے لگے حتیٰ کہ جب وہاں ان کے کئی گھرانے ہو گئے اور وہ بچہ جوان ہوا اور جرہم سے (ان کی زبان) عربی سیکھی. اور جب جوانی آئی تو ان کو بہت ہی پسند آیا اور بھایا تو انہوں نے اس کے بالغ ہو جانے کے بعد اپنے ہی (اشرف ترین گھرانے) میں ایک عورت سے ان کی شادی کر دی اور والدۂ اسمٰعیل کا انتقال ہو گیا تو حضرت ابراہیم اسکے بعد کہ اسمٰعیل کا نکاح ہو چکا تھا اپنے پس ماندہ (صاحبزادہ) کی خبر لینے کے لئے آئے (کہ اس سے قبل بحیات ہاجرہ بھی آچکے اور ذبح اسمٰعیل کا واقعہ ہو چکا تھا مگر یہ آنا بیٹے کی مستقل گذران دیکھنے کے لئے تھا کہ ماں کے بعد کوئی تکلیف تو نہیں ہے) پس (مکان پر) اسمٰعیل کو موجود نہ پایا تو ان کی بی بی سے ان کی بابت دریافت کیا. اس نے کہا ہمارے لئے (روزی کی) طلب میں کہیں باہر گئے ہیں. اور ایک روایت میں ہے کہ ہمارے کھانے کے لئے شکار مارنے گئے ہیں. پھر آپ نے اہل خانہ کی بسر اوقات اور حالت گذران کے متعلق استفسار کیا تو اس نے کہا کہ ہم بُری حالت میں ہیں. ہم بڑی تنگی اور مصیبت میں ہیں اور (طرح طرح کی) شکایت کی. آپ نے فرمایا اچھا جب تمہارا شوہر آوے تو اسکو (میرا) سلام کہنا اور اس سے کہدینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو تبدیل کر دے (یہ کہہ کر بیٹے سے ملے بغیر واپس ہو گئے کہ دن کے دن واپس ہونے کا حضرت سارہ سے وعدہ کر آئے تھے) پس جب اسمٰعیل آئے تو گویا کچھ (اثر برکات نبوت کا) محسوس کیا لہذا (بی بی سے) پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ کہا ہاں ایک بوڑھے شخص آئے تھے جن کا ایسا ایسا حلیہ تھا. انہوں نے تمہاری بابت ہم سے دریافت کیا تو میں نے بتا دیا کہ باہر گئے ہیں) پھر مجھ سے پوچھا کہ تمہاری گذران کس حال پر ہے تو

كما يصنع الوالد بالولد والولد بالوالد ثم قال يا اسمٰعيل ان الله امرني بامر قال فاصنع ما امرك ربك قال وتعينني؟ قال واعينك قال فان الله امرني ان ابني بيتًا ههنا واشار الى اكمة مرتفعة على ما حولها فعند ذلك رفع القواعد من البيت فجعل اسماعيل يأتي بالحجارة وابراهيم يبني حتى اذا ارتفع البناء جاء ابراهيم بهذا الحجر فوضعه فقام عليه وهو يبني واسماعيل يناوله الحجارة وهما يقولان ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم فجعلا يبنيان حتى يدورا حول البيت وهما يقولان ربنا تقبل منا انت السميع العليم. وفي رواية: فجعلت تشرب من الشنة ويدر لبنها على صبيها حتى لما فني الماء قالت لو ذهبت فنظرت لعلي احس احدًا فذهبت فصعدت الصفا فنظرت ونظرت هل تحس احدًا فلم تحس احدًا فلما بلغت الوادي سعت واتت المروة وفعلت ذلك اشواطًا ثم قالت لو ذهبت فنظرت ما فعل الصبي فذهبت فنظرت فاذا هو على حاله كانه ينشغ[1]

میں نے انکو اطلاع دیدی کہ ہم تنگی و سختی میں ہیں. فرمایا کیا تجھے کوئی وصیت فرما گئے ہیں؟ کہا ہاں مجھے حکم دیگئے ہیں کہ تم کو (ان کا) سلام کہوں اور یہ کہ تم کو کہہ گئے ہیں اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دو. فرمایا وہ میرے والد تھے اور مجھے حکم دیگئے کہ تجکو علیحدہ کر دوں. لہذا تو اپنے گھر والوں میں جاکر بیٹھ. چنانچہ اسکو طلاق دیدی. اور ان میں ایک دوسری عورت سے نکاح کر لیا. پس حضرت ابراہیم نے توقف کیا جتنا بھی اللہ کو منظور تھا اور اسکے بعد (دوبارہ) آئے. تب بھی اسماعیل کو موجود نہ پایا. لہذا ان کی بی بی کے پاس آکر انکی بابت استفسار کیا. اس نے کہا وہ ہمارے لئے (معاش) کی طلب میں باہر گئے ہوئے ہیں. فرمایا تم کس حال میں ہو اور ان کی گذران اور حالت دریافت کی. عرض کیا ہم اچھی حالت اور فراخی میں ہیں اور حق تعالیٰ کی حمد کی (کہ اس کا بڑا احسان ہے) فرمایا تمہاری غذا کیا ہے؟ عرض کیا کہ گوشت. پوچھا پینے کے لئے کیا ہے؟ عرض کیا (زمزم) کا پانی. کہا کہ اے اللہ ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت بخش. اور اس وقت وہاں غلہ نہ ہوتا تھا ورنہ ان کے لئے اس میں بھی برکت کی دُعا فرماتے. چنانچہ صرف گوشت اور پانی پر مکہ کے سوا کوئی دوسرا اگر اکتفا کرے تو موافق نہیں آئے گا. (مگر بدعاء ابراہیمی اہل مکہ کو غلہ نہ ملے تو پانی اور گوشت پر بے تکلف گذر کر سکتے تھے. فرمایا جب تمہارا شوہر آئے تو اسکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو قائم رکھے. چنانچہ جب اسمٰعیل آئے تو پوچھا کیا تمہارے ہاں کوئی آیا تھا؟ عرض کیا ہاں ایک خوش وضع بزرگ تشریف لائے تھے. اور ان کی تعریف کی. پس انہوں نے آپ کی بابت مجھ سے استفسار کیا تو میں نے بتا دیا. پھر مجھ سے پوچھا کہ ہماری بسر اوقات کیونکر ہے تو میں نے عرض کر دیا کہ ہم اچھی حالت میں ہیں. فرمایا کسی بات کی وصیت بھی فرما گئے؟ عرض کیا ہاں آپ کو سلام کہہ گئے اور یہ حکم فرما گئے ہیں کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ کو قائم رکھنا. فرمایا وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ (سے مُراد) تم ہو. وہ مجھے حکم دیگئے ہیں کہ تم کو (اپنی زوجیت میں قائم) رکھوں. پھر آپ نے توقف فرمایا جتنا اللہ کو منظور تھا اور اس کے بعد پھر تشریف لائے اور (دیکھا کہ) اسمٰعیل زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے (بیٹھے ہوئے شکار کے لئے) اپنے تیر بنا رہے ہیں. پس جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو اٹھ کر آپ کی طرف لپکے اور دونوں نے وہ برتاؤ کیا جو باپ بیٹے کے ساتھ اور بیٹا باپ کے ساتھ کیا کرتا ہے (کہ بیٹے نے ادب کے ساتھ ہاتھ چومے اور باپ نے شفقت کے ساتھ چھاتی سے لگالیا) اس کے بعد فرمایا اے اسمٰعیل اللہ نے

[1] ينشغ يتموق اى الشهيق نفسه ۱۲

للموت فلم تقرها نفسها فقالت لو ذهبت فنظرت لعلی احس احدًا فذهبت فصعدت فنظرت ونظرت فلم تحس احدًا حتی اتمت سبعًا ثم قالت لو ذهبت فنظرت ما فعل؟ فاذا هی بصوت فقالت اغث ان کان عندك خیرًا فاذا جبریل علیه السلام فقال بعقبه هکذا وغمز بعقبه علی الارض فانبثق الماء فدهشت فجعلت تحفر و لو ترکته کان الماء ظاهرًا عینًا معینًا ؛ للبخاری۔ (ابو هریرة) رفعه: ان فی الجنة قصرًا من درة لا صدع فیه ولا وهن اعده الله لخلیله ابراهیم نزلًا ؛ للبزار والاوسط (العباس) رفعه: الذبیح اسحاق ؛ للبزار بلین و مر فی الحج انه اسماعیل. (ابو هریرة) رفعه: ارسل ملك الموت الی موسٰی فلما جاءه صکه ففقأ عینه فرجع الی ربه فقال ارسلتنی الی عبد لا یرید الموت فرد الله الیه عینه فقال ارجع الیه فقل له یضع یده علی متن ثور فله بکل ما غطت یده من شعرة سنة قال ای رب ثم ماذا؟ قال ثم الموت قال فالآن فسأل الله تعالی ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر قال صلی الله علیه وسلم فلو کنت ثم لاریتکم قبره الی جانب الطریق عند الکثیب الاحمر ؛ للشیخین والنسائی وزاد احمد والبزار کان ملك الموت یأتی الناس عیانا فاتی موسٰی فلطمه الحدیث ؛ (ابن مسعود) رفعه: کان طول موسٰی

مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ عرض کیا کہ رب کا جو حکم ہے اسکو پورا فرمایئے۔ فرمایا اور تم بھی میری مدد کرو گے، عرض کیا ضرور مدد کروں گا۔ فرمایا اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ اس جگہ (اللہ کا) گھر بناؤں اور اونچے ٹیلہ کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے چار طرف۔ پس اسی وقت حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ کی بنیادوں کو اونچا کرنے لگے۔ کہ اسماعیل پتھر (اٹھا اٹھا کر) لاتے اور ابراہیمؑ (دے دے رکھ رکھ کر) تعمیر کرتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ جب تعمیر (اتنی اونچی ہو گئی) کہ ہاتھ نہ پہونچ سکا تو ابراہیم نے یہ پتھر (جس کا نام مقام ابراہیمؑ ہے) لاکر رکھا اور اس پر کھڑے ہو کر وہ تعمیر کرتے اور اسمٰعیلؑ ان کو پتھر پکڑاتے اور دونوں یہ عرض کرتے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری یہ خدمت قبول فرمالے بےشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ غرض دونوں بناتے اور کعبہ کے گرد (چو طرفہ دیواریں اونچی کرنے کے لئے) گھومتے اور یہ دعا مانگتے رہے کہ اے ہمارے رب ہماری اس خدمت کو قبول فرما۔ بیشک تو (دعاؤں کا) سننے والا اور (نیتوں سے) باخبر ہے اور ایک روایت میں ہے۔ پس والدۂ اسماعیل اس مشکیزہ سے پانی پیتی رہیں اور بچہ کے لئے دودھ اترتا رہا حتیٰ کہ جب پانی ختم ہو گیا تو دل میں کہنے لگیں کاش میں جا کر (ادھر اُدھر) نظر دوڑاتی شاید کوئی دکھائی پڑتا۔ چنانچہ چلیں اور صفا پر چڑھ گئیں۔ پس نگاہ دوڑائی اور (خوب) نگاہ دوڑائی کہ کوئی تو نظر آئے مگر کوئی نظر نہ آیا۔ پس (مایوس) ہو کر اتریں اور (جب نشیب میں پہونچیں تو دوڑیں اور مروہ پر آکر (چڑھ گئیں کہ شاید اس جانب کوئی راستہ چلتا دکھائی دے) اور کئی چکر اسی طرح لگائے اس کے بعد (دل میں) کہا کاش میں جا کر دیکھتی تو سہی کہ بچہ کا کیا حال ہوا۔ چنانچہ چلیں اور دیکھا کہ بچہ اسی (بھوک پیاسی) سخت حالت میں ہے گویا مرنے کے لمبے لمبے سانس لے رہا ہے۔ پس وہ (اس حالت کو دیکھ نہ سکیں اور) بیقرار ہو کر (دل میں) کہنے لگیں کاش میں جا کر دیکھتی شاید (اب) کوئی نظر آجاتا۔ چنانچہ جا کر (پھر پہاڑی پر) چڑھ گئیں اور (ادھر بھی) دیکھا (ادھر بھی) دیکھا۔ مگر کوئی نظر نہ آیا حتیٰ کہ سات چکر پورے کئے اور پھر (پریشان دل نے) کہا کہ چل کر دیکھوں تو سہی بچہ کا کیا ہوا (یعنی مر لیا یا ابھی سسک رہا ہے) اچانک ان کو ایک آواز

لے فانبثق الماء ای انفجر ۱۲ کہ فی القاموس والنزل بضمتین المنزل وما ہیٔ للضیف ای ینزل علیہ کالنزل ۱۲

دشنائی دی، توانہوں نے کہا (بندۂ خدا) اگر تیرے پاس کسی قسم کی خوبی ہے تو میری مدد کر۔ پس دیکھتی کیا ہیں۔ کہ جبریل (کھڑے ہیں) تب انہوں نے اپنی ایڑی سے اس طرح کیا اور راوی نے اپنی ایڑی زمین پر مار کر دکھائی پس پانی اُبلنے لگا۔ وہ حیران ہو گئیں۔ پس گڑھے کی صورت بنانے لگیں (کہ بہکر ضائع نہ ہو جائے) اور اگر وہ اسکو (اسکے حال پر) چھوڑ دیتیں تو وہ پانی (سطح زمین پر) بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ (ع) ف پانی کی قدر حضرت ہاجرہ سے پُوچھو کہ ایک ایک قطرہ کیا نعمت ہے۔ عمر بھر بھی سجدہ میں پڑے رہیں تو اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ شب و روز مشکیں چڑھا جاتے اور پانچ وقت کی نماز سے بھی اکتاتے ہیں۔ عورت ذات ہو کر حضرت ہاجرہ کا استقلال۔ رضا بر قضا اور یہ معلوم ہوتے ہی کہ اس بے آب و گیاہ میدان میں اکلوتے شیر خوار بچے کو لے کر زندگی گذارنے کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے سکون کیساتھ بیٹھ جانا مردانِ خدا کو شانِ تسلیم کا سبق پڑھا رہا ہے اور یہ سب کچھ حضرت خلیل اللہ کی صحبت کا اثر تھا کہ آپ بحر توحید و تجرید کے دُرِ فرید تھے۔ وقت گذر لیا مگر یادگار ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئی اور دُنیا نے دیکھ لیا کہ بیشک اللہ اپنے فرمانبردار بندوں کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ (ابو ہریرہؓ)

فع۔ جنت میں ایک موتی کا (عالیشان) محل ہے جس میں نہ کہیں شگاف ہے نہ کمزوری۔ حق تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم کی مہمانی کے لئے تیار کیا ہے۔ (بز و) (عباسؓ) فع۔ ذبیح اللہ حضرت اسحاق ہیں۔ (بز) اور کتاب الحج میں گذر چکا ہے کہ حضرت اسمٰعیل ہیں۔ ف یہ بزار کی روایت ہے جو صحاح کی روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بالخصوص جبکہ صاحبِ کتاب خود اسکو ضعیف کہہ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب کو یہ شرف اہل عرب کی طرف منتقل ہونا موجبِ حسد ہوا اس لئے حضرت اسحاق کو ذبیح اللہ قرار دیدیا۔ حالانکہ خود توریت کے بھی خلاف ہے اور اس میں اکلوتے اور پہلے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم منقول ہے۔ اور حضرت اسحٰق بن ابراہیم بعد میں پیدا ہوئے ہیں جبکہ حضرت اسمٰعیل موجود تھے۔ پس نہ وہ اکلوتے ہوئے نہ پہلے۔ پھر نہ معلوم اہل کتاب کا یہ قول اسلام میں کس طرح آیا اور کس راوی کو کیا غلطی ہوئی کہ صورت حدیث بن گیا۔ حالانکہ روایت و درایت دونوں کے خلاف ہے۔ روایت تو باب الحج کی حدیث ہے اور درایۃً یہ کہ قربانی حج یادگار ہے اسی قصۂ ذبح کی جیسا کہ سعی صفا و مروہ یادگار ہے حضرت ہاجرہ کے دوڑنے و پریشان پھرنے کی پس واقعہ ذبح نواح مکہ میں ہوا اور وہ تیامگاہ ہے حضرت اسمٰعیل کی نہ کہ ملک شام میں جو کہ مولد و مسکن ہے حضرت اسحاق کا کہ وہاں کسی مذہب کی کوئی بھی قربان گاہ اب تک نہیں ہے۔ پھر حضرت خلیل اللہ کے قلب کا ماسوی اللہ کی محبت سے خالی ہونا جس کا اس قصہ میں امتحان ہے پہلے ہی بیٹے کے متعلق ہو سکتا ہے نہ اس وقت کہ دوسرے بیٹے کو ذبح کرایا جائے کہ پہلا موجود ہو جو تعلق محبت کے لئے کافی ہے۔ نیز حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل کا میدان مکہ میں چھوڑنا بحکم خداوندی حضرت سارہ کی دلجوئی کے لئے تھا کہ لاولد تھیں اور باندی کے صاحب اولاد ہو جانے پر شوہر کا رُخ اُدھر پھر جانے کے خیال سے پریشان تھیں۔ اور حضرت سارہ عنداللہ محترم تھیں کہ خلیل کی زوجہ اور اس وقت سے ہم خیال و مومنہ تھیں۔ کہ سطح زمین پر کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا شوہر کا اتنا ساتھ دینا کہ دُنیا ایک طرف ہو اور وہ اکیلی ایک طرف اللہ کے نزدیک بہت پیارا ہو چکا ہے۔ اس لئے اُدھران کی مدارات کہ اس کا اقتضا حضرت ہاجرہ کی جلاوطنی کے ساتھ انہیں کے بیٹے کا ذبح کرانا تھا۔ نہ کہ خود ان کے بیٹے کا ذبح کرانا۔ اور اِدھران کے قلب کو نرم بنانا کہ اس واقعہ ذبح کے ذریعہ سے دور افتادہ ماں بیٹوں پر رحم و

اثنی عشر ذراعًا وعصاہ اثنی عشر ذراعًا ووثبتہ اثنی عشر ذراعًا فضرب عوج بن عناق فما اصاب الا کعبہ (البزار) للکبیر بمختلط (ابو ھریرۃ) بینما یھودی یعرض سلعتہ اعطی بھا شیئًا کرھہ فقال لا والذی اصطفٰی موسٰی علی البشر فسمعہ رجل من الانصار فقام فلطم وجھہ وقال تقول والذی اصطفٰی موسٰی علی البشر والنبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اظھرنا؟ فذھب الیہ فقال یا ابا القاسم ان لی ذمۃ وعھدًا فما بال فلان لطمنی؟ فقال

شفقت پیدا ہو. دونوں اسی کو مقتضی ہیں. کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل ہیں. خلاصہ یہ ہے کہ جلاوطنی کے ساتھ ذبح کا امتحان سونے پر سہاگا بن کر خلت ابراہیمی کو عالم آشکارا کر گیا کہ بی بی اور بچہ کی محبت اللہ کی محبت اور اطاعت کے سامنے کسی درجہ کی بھی حقیقت نہیں رکھتی. اور یہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی واقعہ میں پیش آنے کو چاہتی ہے. واللہ اعلم. (ابوہریرہ) رفع. ملک الموت کو قبض روح کے لئے حضرت موسیٰ کی طرف بھیجا گیا جب وہ آئے تو حضرت موسیٰ نے ان کے طمانچہ مارا کہ ان کی آنکھ پھوڑ دی وہ اپنے رب کے پاس واپس ہوئے اور کہا کہ آپ نے مجھے جس بندہ کی طرف بھیجا تھا وہ مرنا نہیں چاہتا. پس حق تعالےٰ نے ان کی آنکھ کو پھر درست کر دیا اور فرمایا کہ ان کے پاس جاؤ اور کہو کہ بیل کی کمر پر ہاتھ پھیریں اس کے جتنے بالوں پر ان کا ہاتھ پڑے گا. ہر بال کے بدلہ ایک سال (کی عمر) ان کو دیدی جائے گی. چنانچہ ملک الموت نے ایسا ہی کیا. (حضرت موسیٰ نے) عرض کیا کہ اے رب اس کے بعد کیا؟ فرمایا پھر وہی موت. عرض کیا تو اب ہی سہی. پس اللہ سے درخواست کی کہ ان کو بیت المقدس سے پتھر کی پھینک کی مقدار قریب کر دے. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو تم کو راستہ کے کنارہ سرخ ٹیلہ کے قریب ان کی قبر دکھا دیتا (ق) اور (احمد وبزار نے اتنا زائد بیان کیا ہے کہ ملک الموت لوگوں کے پاس رُو در رُو آیا کرتے تھے. پس حضرت موسیٰ کے پاس آئے تو انہوں نے طمانچہ مارا. الخ. ف یہ حضرات انبیاء کا امتیازی احترام ہے کہ ان کو حیات وموت کا اختیار دیا جاتا ہے کہ زندگی چاہیں تو دنیا میں رکھا جائے اور آنا پسند کریں تو قبض روح کرایا جائے. سیدنا موسیٰ علیہ السلام میں جلال وغصہ بڑھا ہوا تھا. ملک الموت بصورتِ بشر بلا اذن تشریف لائے تو اجنبی کو بلا حصولِ اجازت مکان میں دیکھ کر غصہ آیا اور طمانچہ مار دیا. جن ہو یا فرشتہ جس شکل میں متشکل ہوگا اس کے اثرات لے گا اس لئے آنکھ کا پھوٹنا مستبعد نہیں ہے. یا ممکن ہے اختیار دینے کی اعزازی صورت کہ مقتضائے نبوت ہے عمل میں نہ آنے کی وجہ سے غصہ آیا ہو. اور چونکہ پیغمبران بشر کو فضیلت ہے پیغمبران ملائکہ پر اور حضرت موسیٰ تو پیغمبروں میں بھی ایک خاص شان رکھتے ہیں. کہ قران مجید میں بکثرت جگہ جگہ ان کے قصے مذکور ہیں. کہ کلیم اللہ خطاب ہے. فرعون کے ہاتھوں پرورش کرایا بچپن ہی سے بغض فی اللہ کا جوش رکھتے تھے. کہ فرعونی قبطی کو قتل کیا. مدین کو ہجرت فرمائی اور ناز پروردہ ہو کر اللہ کے راستہ میں طرح طرح کی کلفتیں برداشت کیں. بہرحال حق تعالےٰ نے دوبارہ ملک الموت کو بھیجکر حیات وموت میں اختیار دیا. تو وصال کو ترجیح دی مگر درخواست کی کہ بیت المقدس کے قریب پہونچا کر روح قبض کریں. کہ وہ مدفنِ انبیاء اور قبلۂ پیغمبران ہے اور خاص بیت المقدس میں دفن ہونے کی دعا اس لئے نہ کی کہ قوم کی حالت جانتے تھے اندیشہ تھا کہ قبر شریف کی پرستش نہ کرنے لگیں. بعد میں پھر امن ہے اسی لئے آپ کی قبر نا معلوم ہے ادب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی سرخ ٹیلہ کے قریب ہونے کا مجمل پتہ دیا. اس قصہ کے وقت آپ میدانِ

لم لطمت وجهه؟ فذكر فغضب صلى الله عليه وسلم حتى رؤى فی وجهه ثم قال لا تفضلوا بين انبياء الله فانه ينفخ فی الصور فيصعق من فی السموٰت ومن فی الارض الا من شاء الله ثم ينفخ فيه اخرى فاكون اول من يبعث فاذا موسیٰ آخذ بالعرش فلا ادری أحوسب بصعقة الطور ام بعث قبلی؟ ولا اقول ان احدًا افضل من يونس بن متی ؛ للشيخين ولابی داود والترمذی نحوه (ابن عباسؓ) رفعه ؛ لا ينبغی لعبد ان يقول انا خير من يونس بن متی ونسبه الی ابيه ؛ للشيخين وابی داود وله عن عبد الله بن جعفر رفعه ما ينبغی لنبی ان يقول انا خير من يونس بن متی ؛ وللشيخين عن ابی هريرة رفعه ؛ قال الله تعالیٰ لا ينبغی لعبدی

میں تھے۔ اور وہاں وفات پانا پسند نہ آیا۔ (ابن مسعودؓ) فع۔ حضرت موسیٰ کا قد بارہ ہاتھ تھا اور آپ کا عصا بھی بارہ ہاتھ اور آپ کی پھلانگ بھی بارہ ہاتھ تھی۔ پس آپ نے عوج بن عناق کو (اُچھل کر لاٹھی) ماری تو اس کے ٹخنہ پر لگی۔ رک۔ ف یعنی عوج بن عناق کا قد اتنا اونچا تھا کہ چھتیس ہاتھ کی مار پر بھی اس کے پاؤں کا ٹخنہ مضروب ہوا جامع نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے مگر ممکن ہے کہ پہلے زمانہ میں قد لمبے تو تھے ہی۔ اظہار قدرت کے لئے عوج بن عناق عجیب الخلقت بہت ہی لمبا پیدا کیا گیا ہو اور پھر اس کی لمبائی میں مبالغہ شامل ہو کر ضعیف حدیث کے درجہ میں منقول ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم (ابو ہریرہؓ) ایک یہودی کوئی سودا بیچ رہا تھا۔ اس کی قیمت اتنی کم لگائی گئی جو اسکو ناگوار گذری اور اس نے کہا کہ نہیں (دونگا) قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو فضیلت بخشی (تمامی البشر پر۔ ایک انصاری (مسلمان) نے سُن پایا اور اٹھ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا کہ تو ایسا کہتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ پس یہودی آنحضرت کی خدمت میں پہونچا اور کہا کہ اے ابو القاسم میرے لئے ذمہ اور عہد وپیمان ہے (کہ جان ومال کے متعلق مسلمانوں کا سا برتاؤ کیا جائے) پھر کیا وجہ کہ فلاں (انصاری) نے میرے چانٹا مارا؟ آپ نے انصاری کو بُلایا اور پُوچھا تم نے اس کے چانٹا کیوں مارا؟ انہوں نے قصہ کہہ سُنایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا غصہ آیا کہ (اس کے آثار) چہرۂ مبارک پر نمایاں ہو گئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ کے نبیوں میں تفضیل نہ کیا کرو (بروز قیامت) صور پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمان میں ہیں اور جو بھی زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے بجز ان کے جنہیں اللہ نے (بچانا) چاہا ہے اس کے بعد صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو سب سے پہلے اٹھنے والا میں ہوں گا۔ پس دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کو پکڑے (کھڑے ہیں) پس میں نہیں کہہ سکتا کہ (وہ صور سے فنا ہی نہیں کئے گئے اور) کوہ طور پر بے ہوشی (اس کے بدل) محسوب کر لیگئی۔ یا مجھ سے پہلے اٹھا دیئے گئے۔ اور میں تو یہ بھی نہیں کہتا کہ کوئی شخص حضرت یونس بن متی سے افضل ہے (ق د ت) ف لاریب کہ افضلیت کلیہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور اس کی تبلیغ خود آنحضرت نے فرما دی ہے انا سید ولد آدم ولا فخر مگر نہ اس کا اظہار بصورتِ عجب آپ کو پسند تھا کہ تبلیغ میں بھی ولا فخر شامل ہے۔ اور اس درجہ میں نام لے کر حضرت ذوالنون یونس بن متی سے بھی اپنے کو افضل کہنا جن کی خطا کا اور مچھلی کے نگل لینے کا قرآن مجید میں تذکرہ ہے آپ کو پسند نہ تھا۔ اور نہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت اس بحث کو نزاعی صورت میں چھیڑے۔ بالخصوص اہل کتاب سے کہ مباحثہ میں نفسانیت کا دخل ہو کر نبی کی تحقیر تک نوبت پہونچ جاتی ہے جو کفر ہے۔ اور اگر خود سنبھلا بھی رہا تو فریقِ مخالف کی زبان اپنے نبی کے متعلق کس طرح روکے گا۔ اور چونکہ اس کی بدزبانی کا سبب اس بحث کا چھیڑنا ہی ہوا۔ لہذا خود

ان يقول انا خير من يونس بن متى ؛ (ابو هريرة) رفعه: خفف على داود القرآن وكان يأمر بدوابه ان تسرج فيقرأ قبل ان تسرج دوابه وكان لا يأكل الا من عمل يديه ؛ للبخاري (وعنه) رفعه: كانت امرأتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب بابن احداهما فقالت لصاحبتها انما ذهب بابنك وقالت الاخرى انما ذهب بابنك فتحاكمتا الى داود فقضى به للكبرى فخرجتا به على سليمان بن داود فاخبرتاه فقال ائتوني بالسكين اشقه بينهما فقالت الصغرى لا تفعل يرحمك الله هو ابنها فقضى به للصغرى قال ابو هريرة والله ان سمعت بالسكين الا يومئذ وما كنا نقول الا المدية ؛ للشيخين والنسائي (وعنه) رفعه: بينما ايوب يغتسل عريانا

بھی معصیت سے نہ بچے گا۔ نیز تفضیل کی بحث بھی دقیق ہے کہ نفس نبوت میں سب متحد ہیں اور لا نفرق بین احد کا امر ہے۔ ہاں صفات رسالت اور قرب مع اللہ میں فرق مراتب ہے کہ تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض ارشاد ہے۔ مگر مباحثہ کے وقت ہر محل کو اس کا پورا پورا حق دینا دشوار ہے اور خطرہ ہے کہ صورت بنے محبت و عقیدت کی اور نتیجہ پیدا ہو نفسانیت اور سوء ادب کا۔ نیز جس طرح انسان اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بعض جزئی خوبیوں میں مثلاً فربہی میں ہاتھی شجاعت میں شیر دوڑ میں گھوڑا انسان سے بڑھے ہوئے نظر آرہے ہیں اسی طرح سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سید الرسل وافضل الانبیاء ہوتے ہوئے بعض جزئی فضیلتیں دیگر انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہیں۔ چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا بوجہ جبل طور پر بیہوش ہونے کے نفخہ صور کی بے ہوشی سے مستثنیٰ ہونا۔ یا آپ سے قبل ہوش میں آجانا۔ آپ نے فضیلہ جزئیہ کے درجہ میں خود ہی بیان فرمایا۔ پس کسی نبی کو ہر ہر جزئی کے اعتبار سے افضل کہنا حقیقت کے خلاف ہوگا اور فضیلت کلیہ کے ثبوت میں اندیشہ ہے کہ فضائل جزئیہ کا دیگر انبیاء علیہم السلام سے انکار نہ ہوجائے کہ وہ بھی خلاف واقعہ ہے۔ بہر حال یہ بحث چونکہ عوام کے لئے خطرناک تھی اس لئے شفیق پیغمبر نے اپنی امت کو اس سے روک کر اس کوشش میں لگایا ہے کہ سہ کار کن کار بگذر از گفتار ؛ کاندریں راہ کار آید کار۔ (ابن عباس) رفع۔ کسی بندہ کو زیبا نہیں کہ کہے میں بہتر ہوں یونس بن متی سے۔ اور ان کو باپ کی طرف نسبت فرمایا (کہ متی ان کے والد کا نام ہے نہ کہ ماں کا) اور ابو داود میں عبداللہ بن جعفر سے مرفوعاً روایت ہے۔ کسی نبی کو شایاں نہیں کہ وہ کہے میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ اور شیخین نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ "میرے کسی بندہ کو مناسب نہیں کہ کہے میں بہتر ہوں یونس بن متی سے۔ (ابو ہریرہ) رفع۔ حضرت داود پر (زبور کی) تلاوت اتنی آسان کر دی گئی تھی کہ وہ اپنی سواریوں کی بابت حکم دیتے تھے کہ ان پر زین کسا جائے (اور زبور کی تلاوت شروع کر دیتے تھے) تو اس سے پہلے کہ ان پر زین کسا جائے وہ اسکو پڑھ لیتے تھے اور وہ اپنی ہاتھ کی کمائی کے سوا کچھ نہ کھاتے تھے (خ)، ف آہنی زرہ بناتے اور فروخت کرکے اس کی قیمت سے گذر اوقات فرمایا کرتے تھے حالانکہ صاحب ملک اور پادشاہ وقت تھے۔ ضخیم کتاب کا ذرا سے وقت میں پڑھ لینا طی زمانی ہے جیسے بعید مسافت کا ذرا وقت میں قطع کر لینا طی مکانی ہے۔ برقی قوت کا طے مکانی اگر مشاہدہ میں نہ آتا تو انسان اس کا کبھی یقین نہ لاتا اسی طرح طے زمانی کا مشاہدہ نہ ہونے کے سبب ممکن ہے کہ حضرت داود کا قلیل وقت میں ساری زبور کا پڑھ لینا مستبعد معلوم ہو۔ حالانکہ قدرت حق کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے [illegible] انکے بچے تھے۔

خر علیه رجل جراد من ذهب فجعل یحثی فی ثوبه فناداه ربه یا ایوب الم اکن اغنیتک عما تری؟ قال بلیٰ یا رب ولکن لا غنیٰ لی عن برکتک ۞ للبخاری والنسائی (وعنه) رفعه: ما من بنی آدم مولود الا یمسه الشیطان حین یولد فیستهل صارخا من نخسه ایاه الا مریم وابنها ۞ وفی روایة: ثم یقول ابو هریرة اقرء وا ان شئتم و انی اعیذها بک وذریتها من الشیطان الرجیم ۞ وفی اخری: کل ابن آدم یطعن الشیطان فی جنبیه باصبعه حین یولد غیر عیسےٰ بن مریم ذهب یطعن فطعن فی الحجاب ۞ للشیخین (وعنه) یلقّی عیسےٰ حجته ولقاه الله تعالیٰ فی قوله واذ قال الله یا عیسی بن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰهین من دون الله قال ابو هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم فلقاه الله سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق الآیة کلها ۞ للترمذی. (وعنه) رفعه: انا اولی الناس بابن مریم فی الدنیا والآخرة ولیس بینی وبینه نبی والانبیاء اخوة اولاد علات

بھیڑیا آیا اور ایک کے بچہ کو لے گیا۔ ایک نے اپنی ساتھن سے کہا کہ بھیڑیا تیرے بچہ کو لے گیا (اور یہ جو موجود ہے یہ میرا ہے) دوسری نے کہا (نہیں بلکہ) تیرے بچہ کو لے گیا۔ دونوں اپنا مقدمہ حضرت داودؑ کے پاس لائیں۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ بچہ اس بڑی کا ہے۔ پس دونوں اس بچہ کو لے کر حضرت داودؑ کے صاحبزادے حضرت سلیمان کے پاس آئیں۔ اور فیصلہ مقدمہ سے انکو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا اچھا چھری لاؤ کہ اسکو چیر کر دونوں کو تقسیم کر دوں۔ چھوٹی بولی کہ اللہ تم پر رحم فرمائے ایسا نہ کرو۔ بچہ اسی کا سہی۔ پس آپ نے فیصلہ دیا بچہ اسی چھوٹی کا ہے۔ (ق ن) ف ایسے معاملہ میں کہ ایک چیز پر دو کا دعوی ہو مگر گواہ اور ثبوت کسی کے پاس نہ ہو۔ حضرت داودؑ کی شریعت میں فیصلہ کا جو طریق ہوگا خواہ قبضہ کی بنا پر یا مدعیان کی بڑائی چھٹائی کے لحاظ سے بہرحال ضابطہ کا فیصلہ یہی تھا کہ بچہ بڑی کو دلایا جائے۔ مگر واقعہ اس ضابطہ کے خلاف تھا حضرت سلیمان نے خداداد فہم سے ہر دو مدعیان کے بے ثبوت ہونے پر چیز کی دونوں میں تقسیم کا فیصلہ سُنا کر فطری محبت سے حقیقت جانچ لی کہ بچہ زندہ رہے اگرچہ دوسری کا ہو کر رہے یہ صرف ماں ہی کہہ سکتی ہے اور پھر اپنی ذاتی علم کو مرجح بنا کر پہلے فیصلہ کے خلاف حکم دیا۔ کہ قانونی حکم کے سبب باپ بھی معذور بلکہ ماجور رہے اور بیٹے میں فہم سلیم کی فضیلت جزئیہ ثابت ہو کر مسند قضا وحکومت کی سچی جانشینی کا بھی پتہ چل گیا۔ کہ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات (ایضاً) فع۔ حضرت ایوب (تنہائی کی جگہ) میں برہنہ نہارہے تھے کہ سونے کی ٹڈیوں کا دل ان پر گرا تو آپ لپین بھر کر اپنے کپڑے میں سمیٹنے لگے۔ حق تعالیٰ نے پکارا کہ اے ایوب کیا ہم نے تم کو (دھیرا مال و دولت دیکر) اس سے بے نیاز نہیں بنا دیا؟ عرض کیا کہ (بیشک سب کچھ دیا) مگر آپ کی برکت سے تو مجھے بے نیازی نہیں ہوسکتی۔ (خ ن) ف اولاد کے دفعۃً مرلے۔ تمامی مال کے فنا ہونے اور آخرکار صحت تک خراب ہونے کے امتحان میں حضرت ایوب کا جب مدتوں صبر دیکھ لیا گیا تو اس سے کئی گنا زائد ان کو عطا ہوا۔ مگر مثل مشہور ہے "سرکار سے ملے تیل تو پلّہ ہی میں میل" ژالہ کی طرح ٹڈی کی صورت میں سونے کے پترے آسمان سے برسے تو نہ برہنگی کا ہوش رہا نہ غسل کے پورا کرنے کا انتظار۔ لپک کر آقا کی عطا سے دامن بھرنے لگے۔ یہی وہ شان غلامی ہے۔ جو انبیاء کا حصہ ہے اور یہ آپ کی فضیلت جزئیہ ہے کہ حضرات انبیا حق تعالیٰ کے سدا بہار باغ کے پھول ہیں۔ جس کا رنگ دیکھو جُدا۔ مگر دیکھنے والے کو اپنا شیدا بنانے کے لئے ہر ایک کافی۔ (ایضاً) فع اولاد آدم میں کوئی بچہ نہیں جسکو پیدا ہونے کے وقت شیطان چھوتا نہ ہو۔ کہ اسی کے ٹھوکے سے وہ چیخا کرتا ہے۔ مگر مریم اور ان کے بیٹے (حضرت عیسےٰ اس سے محفوظ رہے) اور ایک روایت میں ہے ابو ہریرہ حدیث نقل

امہاتہم شتی ودینہم واحد۔ للشیخین وابی داود (وعنہ[20]) رفعہ۔ انی لارجو ان طال بی عمر ان القی عیسے ابن مریم فان عجل بی موت فمن لقیہ منکم فلیقرأہ منی السلام ؛ لاحمد (ابن عمر[21]) قال لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعیسی احمر ولکن قال بینا انا نائم اطوف بالبیت فاذا رجل آدم سبط الشعر یہادی بین

کرنے کے بعد کہا کرتے تھے تمہارا دل چاہے تو پڑھ دیکھو انی اعیذہا بک وذریتہا من الشیطان الرجیم (کہ والدۂ مریم نے مریم کو مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کرتے وقت یہ دعا مانگی تھی۔ اے اللہ میں اس بچی کو اور اس کی نسل کو مردود شیطان کے اثر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس اس کی قبولیت میں اس ٹھوکہ سے ان کی حفاظت کی گئی، اور دوسری روایت میں ہے کہ ہر آدمی کی کوکھ میں شیطان اپنی انگلی سے چوکا مارتا ہے جبکہ وہ پیدا ہوتا ہے بجز عیسےٰ بن مریم کے کہ (حسب عادت) چوکا مارنے کے لئے گیا۔ مگر وہ جھلی پر لگا (جسمیں لپٹا ہوا بچہ پیدا ہوتا ہے اور جسم محفوظ رہا) ف حضرت آدم کے ساتھ کینہ ور شیطان کو آسمانی ابتدائی قصہ میں جو عداوت قائم ہو چکی ہے وہ ان کے نوزائیدہ بچوں تک کو چین نہیں لینے دیتی۔ اور جس طرح بچھو پتھر پر ڈنک مارے بغیر نہیں رہتا چاہے بیکار جائے۔ اسیطرح جنکو حق تعالےٰ نے اپنے قلعۂ حفاظت میں لے لیا ہے خصوصًا حضرات انبیا جو ہمیشہ شیطانی تمام اثرات سے معصوم ہیں مگر شیطان طفلانہ چھیڑ خانی سے باز نہیں آتا لیکن یہ حضرت عیسےٰ کی فضیلت جزئیہ مخصوصہ ہے کہ اس بچوں کی سی صورت غمز سے بھی محفوظ رہے۔ (ایضًا[11]) فع۔ حضرت عیسےٰ کو ان کا جواب (منجانب اللہ) تعلیم کیا جائیگا جو کہ حق تعالےٰ نے اس قول میں ظاہر فرما دیا ہے واذ قال اللہ الخ جب حق تعالےٰ فرمائے گا کہ اے مریم کے فرزند عیسےٰ کیا تم نے کہا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو معبود قرار دے لو اللہ کو چھوڑ کر۔ ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پس اللہ نے ان کو جواب تلقین فرمایا۔ سبحانک مایکون لی الخ آپ پاک ذات ہیں بھلا مجھے کس طرح زیبا تھا کہ ایسی بات کہوں جسکا مجھے کوئی حق نہیں۔ الخ (ت) ف جج باوجودیکہ انسان اور برادری کا بھائی ہے مگر عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر جب کسی گواہ سے جرح کے سوالات کرنے لگتا ہے تو کیسا ہی سچا واقعہ کیوں نہ ہو اچھے اچھے بہادروں کا دل تھرتھرانے اور زبان لڑکھڑانے لگتی ہے۔ اللہ مالک الملک جبار و قہار کی پیشی کیوقت تو فرشتہ ہو یا نبی اور عرش ہو یا کرسی کیا ہستی ہے کہ جواب کے قابل ہوش و حواس قائم رہیں ہاں جن پر فضل فرمانا ہے خود ہی ان سے سوال فرمائے گا اور خود ہی جواب تلقین فرما کر صفائی و ثبوت کا ضابطہ پورا کرا دے گا۔ بروز جزا اس جواب کا الہام بھی فضیلۃ جزئیہ ہے سیدنا عیسے علیہ السلام کی۔ (ایضًا[12]) فع۔ ابن مریم کے ساتھ دنیا و آخرت میں سب آدمیوں کی بہ نسبت زیادہ خصوصیت مجکو ہے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور تمامی انبیا بھائی ہیں جن کا باپ ایک ہے اور مائیں جدا جدا۔ کہ (اصول میں) سب کا دین ایک ہے (مگر فروع کے درجہ میں شریعت ہر ایک کی الگ ہے) (ق د) ف یہ فضیلت جزئیہ بھی حضرت عیسےٰ کیلئے مخصوص ہے کہ سید عالم و عالمیان محبوب رب العلمین کے زمانہ بابرکت سے ابتداء بھی انکو قرب زمانی بلافصل نصیب ہوا اور وہ آپکی تشریف آوری کے تصریح اسم مبارک منادی بنے اور انتہاء بھی آپ کی شریعت مطہرہ کے تابع و مجدد دار امت کے مصلح سپہ سالار بن کر تشریف لائیں گے۔ لہٰذا آخرت میں بھی آپ کی معیت سے سرفراز ہوں گے۔ (ایضًا[20]) فع مجھے توقع ہے کہ اگر میری عمر دراز ہوئی تو عیسےٰ بن مریم سے ملاقات کر دوں گا۔ لیکن اگر مجھے اس سے قبل موت آجائے تو تم میں جسکی بھی ان سے ملاقات ہو وہ ان سے میرا سلام کہدے۔ (م) (ابن عمر[21]) نہیں خدا کی قسم نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسےٰ کو سرخ رنگ کا نہیں فرمایا۔ بلکہ قصہ یہ فرمایا تھا کہ میں ایک مرتبہ خواب میں بیت اللہ

عہ اس میں نزول عیسےٰ علیہ السلام کی پختگی اور غایت قرب کی اطلاع ہے اور یہ کہ قلب محمدیؐ میں انکی خاص محبت ہے اور یہ ان کی فضیلۃ جزئیہ ہے

رجلین ینطف رأسه ماءا ویھراق رأسه ماء فقلت من ھذا؟ قالوا ابن مریم ثم ذھبت التفت فاذا رجل احمر جسیم جعد الرأس اعور عینه الیمنی کان عینه عنبة طافیه[۱] قلت من ھذا؟ قالوا الدجال واقرب الناس به شبھا ابن قطن
وفی روایة: رأیت عیسیٰ وموسیٰ وابراھیم علیه السلام فاما عیسیٰ فاحمر جعد عریض الصدر واما موسیٰ فآدم جسیم سبط کأنه من رجال الزط[۲] للشیخین والموطا (ابو ھریرة[۲۲]) رفعه لیلة اسری بی لقیت موسیٰ فنعته صلی الله علیه وسلم فاذا رجل حسبته قال مضطرب رجل الرأس کانه من رجال شنوءة[۳] ولقیت عیسیٰ فنعته فقال ربعة احمر کانما خرج من دیماس یعنی الحمام ورأیت ابراھیم وانا اشبه ولدہ به؛ وفی روایة: واذا عیسیٰ بن مریم قائم یصلی اقرب الناس به شبھا عروة بن مسعود الثقفی؛ للترمذی والشیخین ولھما عن ابن عباس؛ موسیٰ آدم طوال[۴] کأنه من رجال شنوءة (ابو الدرداء[۲۳]) رفعه لقد قبض الله داود من بین اصحابه فما فتنوا ولا بدلوا ولقد مکث

کا طواف کر رہا تھا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص گندمی رنگ سیدھے بال والا دو آدمیوں کے درمیان (انکے کندھوں پر سہارا دیئے طواف کرتا ہوا) چل رہا ہے کہ اسکے سر سے پانی ٹپک رہا ہے (جیسے تازہ غسل کیے ہوئے کے سر سے ٹپکا کرتا ہے) میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ ابن مریم ہیں۔ پھر میں دوسری طرف دیکھنے لگا تو ایک شخص نظر پڑا سُرخ رنگ موٹا بدن پیچدار بال والا۔ داہنی آنکھ سے کانا گویا اس کی آنکھ پھولا ہوا انگور ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ دجال ہے اور آدمیوں میں سب سے زیادہ اس کے مشابہ ابن قطن ہے (جو قبیلۂ خزاعہ کا ایک شخص تھا اور بزمانۂ جاہلیت مر چکا تھا) اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے (شب معراج میں) عیسیٰ اور موسیٰ اور ابراہیم علیہم السّلام کو دیکھا۔ پس عیسےٰ تو سُرخ رنگ پیچدار بال والے چوڑے سینہ کے ہیں اور موسیٰ گندمی رنگ کے فربہ اور سیدھے بال والے ہیں گویا قبیلہ زط کے لوگوں میں سے۔ (ق ط) **ف** چہرہ کے رنگ کی سُرخی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک انگریزوں کی سی سُرخی کہ خالص اور گہری ہے۔ دوم عرب اور ہند کے حسین مردوں کی سُرخی کہ گندمی اور ملاحت سے ملی ہوئی ہوتی ہے۔ حضرت عیسےٰ کے حُلیہ میں جہاں سُرخ رنگ آیا ہے وہاں یہ حسن کی سُرخی مُراد ہے اور جہاں انکار آیا ہے وہ پہلی سُرخی ہے کہ دلکش اور جاذب قلوب نہیں۔ ہاں دجال کے چہرہ کی سُرخی اسی نوع کی ہے۔ اسیطرح سر کے بالوں میں حُسن یہ ہے کہ حبشیوں کے سے پیچدار نہوں جنکو گھونگریالہ بال بولتے ہیں۔ نیز مسطر کی طرح بالکل سپاٹ بھی نہوں بلکہ ہلکی سی خمیدگی ہو کر کنگھا کرنے میں نیچے کا حصّہ خفیف محراب کی شکل لے آئے۔ حضرت عیسےٰ کے بال ایسے ہی تھے جن کو سپاٹ بال کے مقابلہ پر پیچدار کہہ سکتے ہیں۔ مگر گھونگریالہ بال کے لحاظ سے اس کا نام سپاٹ بال ہوگا کہ اس درمیانی حالت کیلئے لُغت عرب میں کوئی مخصوص لفظ نہیں ہے۔ ہاں دجال کے موٹے سر حبشی وضع کے گھونگریالہ ہونگے جو چہرہ کی گہری سُرخی پر بدشکلی میں کریلا اور نیم چڑھے کا مصداق ہوں گے۔ اور اس بھونڈی شکل پر کر ساتھ میں داہنی آنکھ کے اندر بڑے انگور کی طرح پھولا بھی ہوگا دعویٰ کریگا خدا ہونیکا۔ اور باین وضاحت بہتیری مخلوق ڈوبیگی۔ سُبحان تیری قُدرت۔ (ابو ہریرہ[۲۲]) فع شب معراج میں موسیٰ سے میری ملاقات ہوئی۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکا حلیہ بیان کیا کہ وہ ایک شخص غالبًا یہ فرمایا کہ دراز قامت سیدھے بال والے گویا کہ قبیلہ شنوءۃ کے لوگوں میں سے ہیں۔ اور عیسےٰ سے میری ملاقات ہوئی۔ پس آپ نے ان کا حلیہ بیان کیا اور فرمایا کہ متوسط قد سُرخ رنگ گویا ابھی نہا کر حمام سے نکلے ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا اور میں انکی اولاد میں سب سے زیادہ انکے مشابہ ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے اور کیا دیکھتا ہوں کہ عیسےٰ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ لوگوں میں انکے ساتھ زیادہ مشابہت والے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ (ت ق) اور شیخین میں ابن عباس سے مروی ہے کہ موسیٰ گندمی

[۱] ای بارزة ۱۲
[۲] الزط جنس من السودان والھنود ۱۲
[۳] فی القاموس وازد شنوءة قد تشدد الواو قبیلة سمیت شنآن بینھم ۱۲
[۴] الطوال کغراب الطویل وککتاب جمع کطیال ۱۲

اصحاب المسیح علی سنتہ وھدیہ مائتی سنۃ ۔ للکبیر (ابن عمرو بن العاص)[24] رفعہ: لا ینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یحیی بن زکریا ما ھم بخطیئۃ احسبہ قال ولا عملھا ۔ للبزار (ابوھریرۃ)[25] رفعہ: کل بنی آدم یلقی اللہ یوم القیامۃ بذنب قد اذنبہ یعذبہ علیہ ان شاء او یرحمہ الا یحیی بن زکریا فانہ کان سیدا وحصورا ونبیا من الصالحین واھوی صلی اللہ علیہ وسلم الی قذاۃ من الارض فاخذھا وقال ذکرہ مثل ھذہ القذاۃ للاوسط بلین (ابوامامۃ)[26] ان رجلا قال یارسول اللہ انبیا کان آدم؟ قال نعم قال کم کان بینہ وبین نوح؟ قال عشرۃ قرون قال کم کان بین نوح وابراھیم؟ قال عشرۃ قرون قال یارسول اللہ کم کانت الرسل؟ قال ثلاث مائۃ وثلاثۃ عشر ۔ للکبیر (انس)[27] رفعہ: الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون ۔ للموصلی والبزار (ابوھریرۃ)[28] رفعہ: انما سمی الخضر لانہ جلس علی فروۃ بیضاء فاذا ھی تھتز من خلفہ خضراء ۔ للبخاری والترمذی (ابن عباس)[29]

رنگ لمبے گویا شنوہ قبیلہ کے لوگوں میں سے ہیں۔ (ابوالدرداء)[23] فع: حق تعالیٰ نے داود کو وفات دیکر ان کے صحابہ میں سے اٹھالیا مگر نہ وہ فتنہ میں پڑے نہ انہوں نے شریعت کو بدلا اور یہ امت میں رنگ نبوت کا قائم رہنا فضیلت جزئیہ ہے حضرت داود کی، اور عیسےٰ مسیح کے اصحاب ان کی روش اور طریقہ پر دوسو برس قائم رہے (اس کے بعد رنگ بدل دیا) (ک) (ابن عمرو بن العاص)[24] فع: کسی کو مناسب نہیں کہ کہے میں یحییٰ بن زکریا سے بہتر ہوں۔ انہوں نے کسی گناہ کا کبھی خیال بھی نہیں کیا۔ اور میرا غالب گمان ہے کہ فرمایا، اور نہ کبھی اس کے مرتکب ہوئے (بز)۔ (ابوہریرہ)[25] رفع: ہر ابن آدم بروز قیامت اللہ سے کوئی نہ کوئی گناہ لئے ہوئے ملے گا کہ چاہے اس پر عذاب دے اور چاہے رحم فرمائے بجز یحییٰ بن زکریا کے کہ (ان کی تعریف قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے) کہ وہ سردار تھے اور عورت سے بے تعلق تھے اور نیکوکار تھے اور (اسکے بعد) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جھک کر زمین سے تنکا اٹھایا اور فرمایا ان کا عضو تناسل اس تنکا کی طرح تھا۔ (و) ف سخت گرمی کے موسم میں دوپہر کیوقت برف کے ٹھنڈے شربت کی طرف کسی روزہ دار کا خیال جانا باوجودیکہ روزہ توڑنے کا وہم بھی نہیں ہوتا ایک بشری اقتضا ہے جو اولیا محفوظین میں بھی ہوتی ہے مگر انبیا علیہم السلام کی شان نہایت بلند ہے ان کا گناہ محض صورۃً گناہ ہے اور حقیقۃً گناہ نہیں۔ بلکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی فضیلت جزئیہ ہے کہ گویا قوت شہوانیہ کی حس ہی نہ تھی۔ اور اسی بنا پر حصور اور صالح کا خطاب پاکر گروہ انبیاء میں بہتیروں کے سردار تجویز ہوئے۔ (ابوامامہ)[26] ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا حضرت آدم نبی تھے؟ فرمایا ہاں۔ عرض کیا کہ ان کے اور حضرت نوح کے درمیان کتنی مدت گذری؟ فرمایا دس قرن۔ عرض کیا اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیان کتنا زمانہ گذرا؟ فرمایا دس قرن۔ عرض کیا یارسول اللہ پیغمبر کتنے ہوئے؟ فرمایا تین سو تیرہ (ک) ف رسول وہ ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو اور نبی عام ہے کہ خواہ پہلی شریعت کی ترغیب دے۔ پس ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی رسول نہیں۔ (انس)[27] فع۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں کہ باجسم نمازیں پڑھتے ہیں۔ (ص بز) ف یہ حیات برزخیہ ہے کہ دنیوی اکل وشرب اور امراض وتغیرات سے مبرا ہے۔ اس کی پوری حقیقت وہیں جاکر معلوم ہوگی جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ حالانکہ زندہ ہے مگر دنیوی حیات کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا۔ (ابوہریرہ)[28] حضرت خضر کا نام خضر اسوجہ سے ہوا کہ وہ ایک سپید زمین پر بیٹھے۔ (جس پر سبزی کا نشان نہ تھا) دفعۃً وہ آپکے پیچھے سے لہلہانے لگی (کہ آپ کی برکت سے سبز دبچی گھاس پیدا ہوگئی) (خ ت) (ابن عباس)[29] خالد بن سنان[عہ] کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا وہ نبی تھا جس کو اس کی قوم نے (ناقدردانی کرکے) کھودیا۔

عہ خالد بن سنان بن غیث بن مریطہ بن مخزوم بن مالک بن غالب بن قطیعہ بن عبس العبسی۔ انہوں نے حضرت کی بعثت کی بشارت دی تھی مگر آپکا زمانہ نہیں پایا۔

ذکر خالد بن سنان عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ذاک نبی ضیعہ قومہ ۔ (للبزار وللکبیر بلین جاء بنت خالد بن سنان الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فبسط لھا ثوبہ فذکرہ ۔ (ابو سعید) رفعہ: لاتخیروا بین الانبیاء ۔ (لابی داود)

من فضائل النبی صلے اللہ علیہ وسلم غیر ما تفرق فی الکتاب

(ابن عباس) جلس ناس من الصحابۃ یتذاکرون وھم ینتظرون خروجہ فخرج حتی اذا دنا منھم سمعھم یتذاکرون فسمع حدیثھم فقال بعضھم عجبا ان اللہ تعالیٰ اتخذ من خلقہ خلیلا اتخذ ابراھیم خلیلا و قال

(بز) اور کبیر میں ہے خالد بن سنان کی لڑکی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے اسکے لئے کپڑا بچھادیا اور مضمون بالا ارشاد فرمایا ۔ (ابو سعید) رفعہ ۔ انبیاء میں تفضیل کی بحث نہ کیا کرو ۔ (د)

اس کتاب میں متفرق طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جو فضائل بیان ہو چکے ان کے علاوہ آپ کے دیگر فضائل ۔

(ابن عباس) چند صحابہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے منتظر تھے پس آپ تشریف لائے اور جب ان کے قریب پہونچے تو سنا کہ وہ باتیں کر رہے ہیں ۔ پس آپ نے انکی باتیں سنیں ۔ ایک نے براہ تعجب کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے خلیل کا انتخاب کیا اور حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا ۔ دوسرے نے کہا یہ حضرت موسیٰ کے کلام سے زیادہ عجیب نہیں کہ حضرت موسیٰ سے تو اللہ پاک نے کلام فرمایا ۔ تیسرے نے کہا یہ حضرت عیسیٰ کے اللہ کا کلمہ اور روح ہونے سے زیادہ عجیب نہیں ہے ۔ چوتھے نے کہا یہ حضرت آدم سے زیادہ عجیب نہیں کہ انکو حق تعالیٰ نے برگزیدہ بنایا ۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے السلام علیکم کہا اور فرمایا میں تمہاری گفتگو اور تعجب سن چکا ہوں ۔ بیشک حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور وہ اسی لائق ہیں اور بیشک حضرت موسیٰ نجی اللہ ہیں اور وہ اسی کے اہل ہیں اور بیشک حضرت عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور وہ اسی کے شایاں ہیں ۔ اور بیشک حضرت آدم کو حق تعالیٰ نے برگزیدہ بنایا کہ صفی اللہ ہیں اور وہ اسی قابل ہیں ۔ ہاں سنو کہ میں حبیب اللہ ہوں اور فخر نہیں (کرتا بلکہ اظہار نعمت رب کرتا ہوں ۔) اور میں بروز قیامت حمد کا علم اٹھاؤں گا اور فخر نہیں کرتا ۔ اور میں اللہ کے نزدیک تمامی اگلوں اور پچھلوں میں سب سے زیادہ محترم ہوں اور فخر نہیں کرتا ۔ اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں گا جو (قیامت کے دن) شفاعت کرے گا ۔ اور اس کی شفاعت قبول ہوگی اور فخر نہیں کرتا ۔ اور میں ہی سب سے پہلا شخص ہوں جو جنت کے حلقوں کو ہلائے گا اور اللہ پاک میرے لئے اسکو کھولیگا پس مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے ۔ اور فخر نہیں کرتا ۔ (ابی) رفعہ ۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں تمامی نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور صاحب شفاعت ہوں گا اور فخر نہیں کرتا ۔ (ت) ف حضرات انبیاء کے مستحق خطاب کمالات کی حقیقت کا معلوم کرنا ہم جیسوں کا کام نہیں خصوصاً جبکہ اندیشہ ہے ہتک حرمت کا ۔ محض سمجھانے کے لئے کہتا ہوں کہ عجب نہیں خلیل اور حبیب میں ایسا فرق ہو جیسا محب اور محبوب میں ہوتا ہے کہ ہر چند دونوں صفتیں بمنزلہ لازم وملزوم ہیں مگر محب خدا رضا جو ہوتا ہے خدا کا اور محبوب خدا رضا جو ہوتا ہے خالق جل شانہ کا واللہ اعلم ہر فوج کا علم اسکے سپہ سالار کے ہاتھ میں ہوتا ہے ۔ زندگی کے ہزارہا احوال مختلف ہیں اور ہر حال میں زبان اور دل سے اللہ کا حمد وثنا کرنا خاص شان ہے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اور اسی لئے

آخر ماذا ابا عجب من كلام موسىٰ له تكليما وقال آخر ماذا ابا عجب من جعله عيسىٰ كلمة الله و روحه وقال آخر ماذا با عجب من آدم اصطفاه الله عليهم فسلم رسول الله صلى الله عليه وسلم عليهم وقال قد سمعت كلامكم وعجبكم ان ابراهيم خليل الله وهو كذلك وان موسىٰ نجي الله وهو كذلك وان عيسىٰ روح الله وكلمته وهو كذلك وان آدم اصطفاه الله وهو كذلك الا وانا حبيب الله ولا فخر وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر وانا اكرم الاولين والآخرين على الله ولا فخر وانا اول شافع واول مشفع يوم القيامة ولا فخر وانا اول من يحرك حلق الجنة فيفتح الله لي فيدخلنيها ومعي فقراء المؤمنين ولا فخر ؛ (ابيّ) رفعه: اذا كان يوم القيامة كنت امام النبيين وخطيبهم وصاحب شفاعتهم غير فخر ؛ هما للترمذي (جابر) رفعه اعطيت خمسًا لم يعطهن احد قبلي كان كل نبي يبعث الى قومه خاصة وبعثت الى كل احمر واسود واحلت لي الغنائم ولم تحل لاحد قبلي وجعلت لي الارض طيبة وطهورًا ومسجدًا فايما رجل ادركته الصلوٰة صلى حيث كان ونصرت بالرعب على العدو بين مسيرة شهر واعطيت الشفاعة ؛ للشيخين والنسائي ولهم وللترمذي عن ابي هريرة رفعه: بعثت بجوامع الكلم ونصرت بالرعب وبينا انا نائم رأيتني اتيت بمفاتيح خزائن الارض فوضعت في يدي قال ابو هريرة فقد ذهب رسول الله صلى الله عليه وسلم وانتم تنتثلونها ؛

له ای تخرجون الاموال من الخزائن ۱۲

آپ کا اسم مبارک حمد سے مشتق یعنی احمدؐ و محمدؐ ہے اور آپ کی امت کا نام حمادون یعنی کثیر الحمد ہے۔ لہذا حمد کا علم آپ کے ہاتھ میں اس لئے ہوگا کہ اولین و آخرین آپ کے سید الحمادین ہونے کا مشاہدہ کریں۔ نیز محشر میں جب تمامی مخلوق پریشان ہوگی اور کسی نبی کی امت کیوں نہ ہو سب ہی چار طرف سے مایوس ہو کر آپ سے درخواست کریں گے تو آپ شفاعت کے لئے اٹھیں گے اور مقام محمود میں سربسجود ہوں گے کہ صلہ ہے حماد ہونے کا اور وہاں آپ کو اللہ جل جلالہٗ کے وہ محامد القا ہوں گے جو اس سے قبل نہ کسی بشر کو ہوئے نہ فرشتہ کو۔ اور ارشاد ہوگا کہ سر اٹھاؤ اور کہو جو کہنا ہے اسکو قبول کیا جائے گا۔ یہ ہے آپ کی شفاعتِ کبریٰ جو تصفیہ حساب اور پیشی مقدمات کے لئے ہوگی اور آپ کا یہ احسان تمامی اولین و آخرین پر ہے۔ اور اسکے بعد شفاعت ہوگی گنہگاروں کی اور وہ سب انبیاء و صلحاء و اولیاء اپنے اپنے متعلقین و اقارب کی کریں گے۔ مگر اس شفاعت صغریٰ میں بھی آپ کا مرتبہ ارفع و اعلیٰ و اکثر ہوگا۔ جنت چونکہ محل ہے رضاءِ حق کا اور صلہ ہے اطاعتِ خالق کا لہذا سب سے پہلا داخلہ سید الانبیاء کا ہوگا۔ کہ اللہ کے نزدیک تمامی کائنات میں محترم اور پیارا وجود آپ کا ہے اس لئے اس کا قفل کھلوانے کے لئے حلقہ ہلانے کا حق آپ ہی کو ہے۔ فقراء سے مراد یا مفلس و نادار مومنین ہیں کہ امراء اپنے مالی آمد و خرچ کے حساب و کتاب میں مشغول ہوں گے۔ اور وہ اپنے محب الفقراء بادشاہ کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ یا فقر و احتیاج الی اللہ مراد ہے کہ کسی ضرورت میں بھی غیر اللہ کی طرف نظر نہ بھٹکے۔ پس بادشاہ بھی اگر یہ نعمت فقر رکھتا ہے تو دخول اولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ہوگا۔ (جابرؓ) مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی نہیں دی گئیں۔ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ہر سرخ و سیاہ (جن و بشر) کیطرف (تمامی عالم کا نبی بنا کر) بھیجا گیا ہوں۔ اور میرے لئے مال ہائے غنیمت (کا استعمال) حلال بنایا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی حلال نہیں کیا گیا (بلکہ یہ حکم تھا کہ پہاڑ پر رکھدیں اور آگ بجلی کی طرح آسمان سے اتر کر اسکو جلا دیتی تھی)، اور میرے لئے زمین (طہارت و تیمم کے لئے) پاک صاف

للشیخین والترمذی والنسائی (ابو هریرة) رفعه: ما من نبی من الانبیاء الا اعطی من الآیات ما مثله آمن علیه البشر وانما کان الذی اوتیته وحیا اوحاه الله الی فارجوان اکون اکثرهم تابعًا یوم القیامة: للشیخین (ابن عمر) رفعه: جعل رزقی تحت ظل رمحی[له] وجعلت الذلة والصغار علی من خالف امری: للبخاری فی ترجمة (ابو هریرة) رفعه: ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتًا فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاویة من زوایاه فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة؟ فانا اللبنة انا خاتم النبیین: للشیخین (انس) رفعه: آتی باب الجنة یوم القیامة فاستفتح فیقول الخازن من انت؟ فاقول محمد فیقول بك امرت ان لا افتح لاحد قبلك: لمسلم (ابو هریرة) رفعه: سلوا الله لی الوسیلة قالوا یا رسول الله وما الوسیلة؟ قال اعلی درجة فی الجنة لا ینالها الا رجل واحد وارجو ان اکون انا هو: (ابن مسعود)

از مسجد بنادی گئی ہے کہ جس شخص کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے (زمین پر) نماز پڑھ لے (گرجا کی طرح مخصوص جگہ کی شرط نہیں)۔ اور ایک مہینہ کی مسافت پر دشمن پر رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے اور مجھے شفاعت (عامہ وخاصہ کا منصب) عطا کیا گیا ہے (خ ی) اور مع ترمذی کے ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت ہے مجھے جامع الفاظ دیکر (دنیا میں) بھیجا گیا ہے (کہ میری مختصر عبارت میں طویل مضمون ادا ہوتا ہے) اور رعب کے ذریعہ مجھے منصور بنایا گیا ہے (کہ صدہا کوس بیٹھے ہوئے دشمن پر میری ہیبت طاری ہوتی اور مقابلہ کرنے سے اس کا دل کانپ جاتا ہے) اور ایک مرتبہ میں سو رہا تھا کہ (خواب میں) اپنے آپ کو دیکھا زمین کے خزانوں کی کنجیاں میرے پاس لائی گئیں۔ اور میرے ہاتھ میں رکھدی گئیں۔ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ (صاحبو) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور تم ان خزانوں کو نکال رہے (اور فتوحات بلاد کے ذریعہ اموال دنیا پر قبضے کر رہے) ہو۔ (ابو ہریرہ) رفع جو بھی نبی ہوا اسکو صرف اتنے معجزے دئے گئے کہ ان پر انسان ایمان لے آئے مگر مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی ہے جو مجھ پر اللہ نے نازل فرمائی ہے پس مجھے امید ہے کہ میں بلحاظ متبعین تمام انبیاء میں بڑھا ہوا ہونگا۔ (خ) ف یعنی ہر نبی کو بقدر ضرورت اتنا معجزہ دیا گیا جو قوم کو عاجز بنا کر سبب ایمان ہو سکے۔ کہ اسے دیکھ کر جسے ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آیا۔ اور معجزہ ختم ہو چکا۔ مگر مجھے قرآن مجید کہ کلام اللہ ہے قیامت تک کے لئے ایک پائیدار معجزہ دیا گیا ہے (دنیا ختم ہونے تک عالم کے لئے سبب ایمان بنے گا) اور اس لئے مجھ پر ایمان لانے والوں کی تعداد تمامی انبیاء سے زیادہ ہوگی۔ (ابن عمر) رفع۔ میری معاش میرے نیزہ کی چھاؤں کے نیچے رکھی گئی ہے۔ اور ذلت ورسوائی ڈالی گئی ہے اس پر جو میرے دین کا خلاف کرے۔ (خ) ف زراعت ملازمت صنعت کی ہزاروں صورتیں ہیں جو انسان کا ذریعہ معاش ہیں۔ جس کے اختیار کئے بغیر چارہ نہیں مگر اس میں مشغول ہونا اللہ کے کام بالخصوص تبلیغ دین کے لئے ہمہ وقت ہونے کے مزاحم تھا اور عمل پر بار پڑنا کہ زکوۃ سے آپ بسر اوقات فرماتے آپ کی عظمت نبوت اور شان توکل کے خلاف تھا۔ کہ آپ معطی بن کر آئے تھے نہ کہ سائل ودست نگر۔ لہذا مال غنیمت کے خمس میں آپ کی اور آپ کے اہل وعیال کی معاش تجویز ہوئی کہ جہاد فی سبیل اللہ میں جان نثاری توکل شجاعت اور مردانہ مشقت کے علاوہ حاصل شدہ مال بہر طرح حلال وطیب تھا اور چونکہ مال غنیمت خالص حق تعالیٰ شانہ کا حق ہے لہذا رسول کی معاش بلا واسطہ مرسل کے خزانۂ غیب سے پہونچتی تھی۔ فطری اقتضا ہے کہ انسان کے لئے جو صورت ذریعہ معاش ہوتی ہے اس کی بقا بلکہ ترقی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ مگر عجیب

[له] ہو کنایۃ عن سعۃ الرزق بالجہاد ۱۲

صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العشاء ثم انصرف فاخذ بید عبد اللہ بن مسعود حتی خرج بہ الی بطحاء مکۃ فاجلسہ ثم خط علیہ خطاً ثم قال لا تبرحن خطک ھذا فانہ سینتھی الیک رجال فلا تکلمھم فانھم لن یکلموک ثم مضی صلی اللہ علیہ وسلم حیث اراد فبینا انا جالس فی خطی اذ اتانی رجال کانھم الزط اشعارھم واجسامھم لا اری عورۃ ولا اری قشرا وینتھون الی لا یجاوزون الخط ثم یصدرون الیہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا کان من آخر اللیل ولکن جاءنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا جالس فقال لقد ارانی منذ اللیلۃ ثم دخل علی فی خطی فتوسد فخذی فرقد وکان صلی اللہ علیہ وسلم اذا رقد نفخ فبینا انا قاعد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوسد فخذی اذا اتی رجال علیھم ثیاب بیض اللہ اعلم ما بھم من الجمال فانتھوا الیہ فجلس طائفۃ منھم عند رأسہ وطائفۃ منھم عند رجلیہ ثم قالوا بینھم ما رأینا عبداً قط اوتی ما اوتی ھذا النبی ان عینیہ تنامان وقلبہ یقظان اضربوا لہ مثلاً مثل سید بنی قصراً ثم جعل مأدبۃ فدعا الناس الی طعامہ وشرابہ فمن اجابہ اکل من طعامہ وشرب من شرابہ ومن لم یجبہ عاقبہ او قال عذبہ ثم ارتفعوا واستیقظ صلی اللہ علیہ وسلم

بات ہے کہ رحمۃ للعالمین کی نرمی وشفقت ساری مخلوق کے مسلمان ہوجانے کے متعلق بھی حد سے زیادہ تھی جسکا نتیجہ یہ تھا کہ نہ جہاد رہے نہ مالِ غنیمت حالانکہ اسی کے خمس پر آپ کی گذران تھی اور یہی آپ کے سید المتوکلین اور جامع اوصاف متضادہ ہونے کا ثبوت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا مخالف عقیدۃً ہو یا عملاً دین یا دُنیا دونوں میں رسوا وخوار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (ابو ہریرہ) رفع۔ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان بنایا اور بہت ہی حسین وخوبصورت بنایا۔ مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ (خالی رہ گئی) پس لوگ اس کے چار طرف پھرنے اور اسکو بنگاہ حیرت دیکھنے اور کہنے لگے کہ یہ اینٹ کیوں نہ رکھدی گئی (جس کی وجہ سے یہ عجیب ترین محل ناقص رہا جاتا ہے) پس (وہ مکان قصر) نبوّت ہے کہ حق تعالٰے نے دُنیا میں انبیاء کو بھیجکر مکمل فرمایا اور) میں وہ اینٹ ہوں (جو باقی رہ گئی تھی) اور میں ختم کرنے والا ہوں انبیاء کا (کہ قصرِ نبوّت مجھ پر تمام ہوچکا اور اب میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) (ق) (انس) رفع۔ میں قیامت کے دن جنّت کے دروازہ پر آؤں گا۔ اور (اسکو) کھلواؤں گا پس خازن (دربانِ جنّت) کہے گا تم کون ہو؟ میں جواب دوں گا کہ محمد۔ کہے گا ہاں آپ ہی کی بابت مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہ کھولوں (س) (ابو ہریرہ) رفع۔ میرے لئے وسیلہ (حاصل ہونے) کی اللہ سے درخواست کیا کرو۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ وسیلہ کیا چیز ہے؟ فرمایا جنّت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے کہ بجز ایک کے کسی نصیب نہ ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا۔ (ت) ف جو مراتب رفیعہ آپ کو حاصل ہونا ہیں وہ بہر حال حاصل ہوں گے۔ کسی کی دعا پر ان کا توقف نہیں مگر امت کی اس دعا سے آپ کے ساتھ اُمت کا تعلق محبت معلوم ہو کر عجب نہیں ان کو معیت نصیب کرا دے۔ کہ بادشاہ کتنا ہی صاحب اقبال وفاتح ملک کیوں نہ ہو اس کا وفادار غلام زیادتی اقبال وسلطنت کی دُعائیں دیتا ہی رہتا ہے۔ (ابن مسعودؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ایک شب) نماز عشاء پڑھ کر چلے اور (عبد اللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑ کر انہیں ساتھ لئے ہوئے (شہر سے باہر) نکل کر ریگستان مکہ کی طرف آئے (زمین پر) ان کو بٹھا کر ان کے چار طرف ایک خط کھینچدیا اور فرمایا اس خط سے باہر نہ نکلنا۔ کہ اب تم کو اپنی طرف آتے ہوئے آدمی دکھائی دیں گے پس

عند ذٰلك فقال سمعت ما قال هؤلاء وهل تدری من هم ؟ قلت الله ورسوله اعلم فقال هم الملٰئكة وهل
تدری ما المثل الذی ضربوه ؟ قلت الله ورسوله اعلم فقال المثل الذی ضربوه الرحمٰن بنی الجنة ودعا الیها
عبادہ فمن اجابه دخل الجنة ومن لم یجبه عاقبه وعذبه ؛ هما للترمذی وللشیخین عن جابر نحوه وفیه :
مثلك ومثل امتك کمثل ملك اتخذ دارًا ثم بنی فیها بیتًا ثم جعل فیها مائدة ثم بعث رسولًا یدعو الناس
الی طعامه فمنهم من اجاب الرسول ومنهم من ترکه فالله هو الملك والدار الاسلام والبیت الجنة وانت یا محمد
رسول الله فمن اجابك دخل الاسلام ومن دخل الاسلام دخل الجنة ومن دخل الجنة اکل ما فیها ؛ (عبد الله
ابن هشام) کنا مع النبی صلی الله علیه وسلم وهو آخذ بید عمر فقال له عمر یا رسول الله لَاَنت احب الی من
کل شیء الا نفسی فقال صلی الله علیه وسلم لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیك من نفسك فقال له
عمر فانه الآن لانت احب الی من نفسی فقال صلی الله علیه وسلم الآن یا عمر ؛ للبخاری. (ابو هریرة) رفعه:
والذی نفسی بیدہ لیأتین علی احد کم یوم ولا یرانی ثم لان یرانی احب الیه من اهله وماله معهم فاولوه علی
انه فعی نفسه الیهم وعرفهم علی ما یحدث لهم من تمنی لقاءه عند فقدهم ما کانوا یشاهدون ومن برکاته

ان سے کلام نہ کرنا کہ وہ بھی تم سے بات نہ کریں گے۔ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چلے گئے جہاں بھی آپ
کو جانا تھا۔ پس میں اپنے خط کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ آدمی میرے پاس آئے جیسے قوم زط۔ انہیں کے سے بال تھے
اور بدن بھی۔ نہ مجھے ان کا ستر نظر آتا تھا اور نہ کپڑے دکھائی دیتے تھے۔ اور وہ میری طرف آ رہے تھے مگر میرے خط سے
آگے نہ بڑھتے تھے اور پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹ جاتے تھے یہاں تک کہ جب آخر شب ہوئی (تو
ان کی آمد کا سلسلہ ختم ہو گیا) مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور میں بیٹھا ہوا تھا پس فرمایا کہ
شروع رات سے میں اپنے آپکو جاگتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ (اور اس لئے اب نیند بہت آ رہی ہے) اس کے بعد آپ
میرے خط کے اندر داخل ہوئے اور میری ران کا تکیہ بنا کر سو رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ
جب سوتے تو (ہلکے ہلکے) خراٹے لیا کرتے تھے۔ (کہ یہ صحت دماغ کی بھی علامت ہے اور اس سے سونے کی صورت
بنانے والے اور حقیقۃً سو جانے والے کا بھی پتہ چل کر کسیکو دھوکا نہیں ہوتا) اس اثنا میں کہ میں بیٹھا ہوا تھا اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے (سو رہے تھے) کہ چند آدمی آئے ان پر سفید کپڑے تھے اور جتنا حسن
ان پر برس رہا تھا بس اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ چنانچہ وہ آپ تک پہونچے اور ایک فریق ان میں سے آپکے سرہانے
بیٹھ گیا اور ایک آپکے پیروں کی طرف۔ اس کے بعد وہ آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے کسی بندہ کو اب تک نہیں دیکھا جسے
اتنا مرتبہ دیا گیا ہو جتنا اس نبی کو دیا گیا انکی (صرف) آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے ان کے (فضل وکمال) کی کوئی
مثال بیان کرو (کہ بیداری قلب کے سبب یہ ضرور سنیں گے اور وہ یہ ہے) جیسے سردار نے ایک محل بنایا اور پھر خوان
ضیافت بچھا کر لوگوں کو اپنے کھانے اور پان کی طرف بلایا (کہ خوب کھائیں پئیں) تو جس نے بلانے والے کا کہنا مان لیا اس
نے کھانا بھی کھایا اور پانی بھی پیا اور جس نے اس کا کہنا نہ مانا سردار نے اس کو خوب مارا۔ اس کے بعد وہ اوپر چڑھ گئے۔
اور اسیوقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جاگ اٹھے (اور فرمایا تم نے سُنا کہ انہوں نے کیا کہا اور جانتے بھی ہو کہ یہ کون
تھے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا یہ فرشتے تھے۔ اور سمجھتے ہو کہ جو مثال انہوں نے بیان
کی اس کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا جو مثل انہوں نے بیان

(ابن مسعود[۱۱]) رفعہ، ما منکم من احد الا وقد وکل بہ قرینہ فی الجن زاد فی روایۃ وقرینہ من الملئکۃ قالوا وایاک یا رسول اللہ؟ قال وایای الا ان اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یأمرنی الا بخیر: ھ لمسلم (ابوھریرۃ[۱۲]) رفعہ: فضلت علی الانبیاء بخصلتین کان شیطانی کافرا فاعاننی اللہ علیہ حتی اسلم ونسیت الخصلۃ الاخری: للبزار بضعف (انس[۱۳]) رفعہ: ما منکم من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام: لابی داود (وعنہ[۱۵]) لما کان الیوم الذی دخل فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اضاء منہا کل شیء فلما کان

کی اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدائے رحمٰن نے جنت بنائی اور (بواسطہ انبیاء) اپنے بندوں کو اس کی طرف بلایا پس جس نے اس کا بلاوا قبول کیا وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے قبول نہ کیا اس کو سزا دی اور (جہنم کے عذاب) میں ڈالا ۔ اور شیخین نے بھی جابر سے یہی روایت کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ (اے محمد) تمہاری اور امت کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ نے ایک گھر بنایا اور پھر اس میں ایک کمرہ تعمیر کیا اور پھر اس میں دستر خوان بچھایا اور (اپنے ایک معتمد غلام کو) بھیجا کہ لوگوں کو کھانے کی طرف بلا لائے پس ان میں بعض ایسے تھے جنہوں نے اس فرستادہ کے بلاوے کو قبول کر لیا اور بعض ایسے تھے جو اس کو چھوڑ بیٹھے۔ پس بادشاہ تو اللہ ہے اور گھر مذہب اسلام ہے اور کمرہ جنت ہے اور (اے محمد) تم اللہ کے بھیجے ہوئے (داعی) ہو تو جس نے تمہاری دعوت کو قبول کیا وہ اسلام میں آ گیا اور جو اسلام میں آ گیا وہ داخل جنت ہوا اور جو داخل جنت ہوا اس نے وہ (لذیذ و عجیب غذائیں) کھائیں جو اس میں (مہربان خدا نے مہمانوں کے لئے پیدا فرمائی ہیں۔ (عبد اللہ بن ہشام[۱۰]) ہم (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ حضرت عمر کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے تو آپ سے حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں بجز اپنی جان کے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے جب تک کہ میں تم کو جان سے بھی زیادہ پیارا نہ بن جاؤں (تمہارے ایمان کو کامل نہ کہا جائے گا) پس حضرت عمر نے عرض کیا ہاں اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ فرمایا اب (اطمینان ہو گیا) اے عمر (ف) حضرت فاروق کے کمال ایمان اور پیغمبر کو جان سے زیادہ پیارا سمجھنے میں پہلے بھی کوئی کمی نہ تھی مگر اس کی شناخت بدنی تکلیف کو سمجھے ہوئے تھے کہ مثلاً خود محنت کرنے سے جو تکان یا تکلیف ہوتی ہے اگر آنحضرت کو وہی تکان لاحق ہو تو اپنے کو وہ تکلیف نہیں ہوئی۔ حالانکہ یہ فرق تقاضا فطرت کا ہے نہ کہ محبت کا۔ محبت کی شناخت اس سے ہو گی کہ مثلاً خدا نخواستہ حضرت پر کسی قاتل کے حملہ کا کوئی موقع آتا تو اس وقت دیکھتے بے اختیار اپنی جان کو حضرت کے لئے ڈھال بناتے ہیں یا نہیں۔ اور جب صرف آپ کے حکم اور ترقی دین کی خاطر خوشی خوشی شربت شہادت پینے کا نوجوانان انصار امتحان دے چکے تو حضرت فاروق جیسے اکابر امت کی تو بڑی شان ہے۔ ہاں اس محبت میں پھر غیر متناہی ترقی ہے اور آنحضرت کی تنبیہ پر اس کا مرتبہ خاصہ حاصل ہوا ہو تو بعید نہیں۔ (ابو ہریرہ[۱۱]) رفعہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم پر ایک دن ایسا آئے گا۔ تو میری وفات ہو جانے کے سبب کوئی تم میں مجھے نہ دیکھے گا۔ پھر ایک بار مجھے دیکھ لینا اس کو زیادہ پیارا ہو گا تمامی اہل اور اس کے ساتھ سارے مال سے (کہ تمنا کرے گا کاش مال اور بال بچے چھن جائیں مگر ایک نظر حضور پرنور کو دیکھ لوں) صحابہ نے اس ارشاد سے پتہ چلا لیا کہ آپ اپنی وفات پر ان کو متنبہ کر رہے ہیں اور جن برکات کا (آپ کی حیات شریفہ میں) مشاہدہ کر رہے ہیں ان کے مفقود ہو جانے کے وقت جو آرزو نے زیارت ان کو پیش آئے گی اس سے باخبر بنا رہے ہیں (س) (ابن مسعود[۱۲]) رفعہ

اليوم الذی مات فيه اظلم منها کل شئ وما نفضنا الايدی من دفنه وانا لفی دفنه حتى انکرنا قلوبنا ۔: الترمذی (ابن عمروؓ بن العاص) قال تلا النبی صلے اللہ علیہ وسلم قول اللہ رب انهن اضللن کثیرا من الناس الی رحیم وقول عیسیٰ ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم فرفع یدیه وقال اللهم امتی اللهم امتی وبکی فقال اللہ تعالٰے یاجبریل اذهب الی محمد وربك اعلم فاسأله مایبکیك؟ فاتاه جبریل فسأله فاخبره بما قال وهو اعلم فقال تعالٰے یاجبریل اذهب الی محمد فقل له انا سنرضیك فی امتك ولا نسوئك ۔: مسلم (عمار بن یاسرؓ) سألوا النبی صلے اللہ علیہ وسلم هل اتیت فی الجاهلیة حراما؟ قال لا وقد کنت منه علی میعادین اما احدهما فغلبتنی عینی واما الاخر فحال بینی وبینه سامر قومی ۔: للطبرانی بخفی ولفظا لاوسط. سألوا النبی صلے اللہ علیہ وسلم هل اتیت من النساء حراما ۔: (عمرؓ) رفعه: لما اذنب آدم الذنب الذی اذنبه رفع رأسه

تم میں کوئی ایسا نہیں جس کے ساتھ اس کا رفیق جنات (شیاطین) میں سے اس پر تعینات نہ کیا گیا ہو (کہ اس کا کام ہے ہمیشہ معصیت کی طرف رغبت دلانا۔) اور ایک روایت میں اس کا اضافہ ہے کہ نیز ایک رفیق فرشتوں میں سے (کہ اس کا کام ہے ہر وقت طاعت کا شوق بڑھانا) صحابہ نے عرض کیا اور آپ کے لئے بھی یا رسول اللہ (یہی صورت ہے؟) فرمایا ہاں میرے لئے بھی۔ مگر اللہ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی اور وہ مطیع ہوگیا ہے کہ وہ بھی مجھے نیکی ہی کی ترغیب دیتا ہے۔ (س) (ابوہریرہؓ) رفع. انبیاء پر مجھے دو باتوں میں فضیلت بخشی گئی ہے۔ (ایک یہ کہ) میرا شیطان (بھی دوسروں کیطرح) کافر تھا تو اللہ نے اس کے مقابلہ پر میری مدد فرمائی حتی کہ وہ مسلمان ہوگیا (اور اب شر کی ترغیب کا اسمیں مادہ ہی نہ رہا) اور دوسری بات میں بھول گیا۔ (بز) (انسؓ) رفع. تم میں جو کوئی بھی (بعد وفات) مجھے سلام کرے گا حق تعالٰے ضرور میری روح مجھ پر واپس فرمائے گا۔ حتی کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ (د) (ایضاً) جب وہ دن آیا تھا جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تھے تو مدینہ کی ہر چیز (نور جمال سے) چمک اٹھی تھی اور جب وہ دن آیا جس میں آپ کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک ہوگئی۔ اور ہم نے آپ کے دفن سے (فارغ ہوکر مٹی سے) ہاتھ جھاڑے بھی نہ تھے اور آپ کے دفن ہی میں لگے ہوئے تھے کہ اپنے قلوب کو اوپرا سمجھ رہے تھے۔ (کہ ایک دم برکات حیاتِ محمدیؐ اٹھ جانے کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ دل ہی نہیں جو حضور کے بالائے زمین رہنے تک سینوں میں تھے۔ گویا چراغ گل ہوگیا۔ اور دُنیا تاریک اور ہر چیز اوپری معلوم ہونے لگی۔ یہ محبت کا اثر تھا جس کا ادراک آپ کی زندگی میں نہ ہوتا تھا) (ت) (ابن عمروؓ بن العاص) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی رَبِّ انهن اضللن کثیرا تا رحیم کہ (حضرت ابراہیم نے عرض کیا) (اے میرے رب ان بتوں نے (سبب بن کر) بہتیرے آدمیوں کو گمراہ بنا دیا۔ پس ان میں سے جس نے (بتوں کو چھوڑ کر) میرا اتباع کیا وہ تو میرا ہوگیا (اور آپ کا وعدۂ مغفرت اس کے لئے ثابت ہے) مگر جس نے میری نافرمانی کی (اس پر بھی رحم فرما دیجئے) کہ آپ تو غفور رحیم ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ کی درخواست ان تعذبهم فانهم عبادك الآیه کہ (یا اللہ) اگر آپ ان (خطاداروں کو) عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں (اور آپ کو ان میں ہر قسم کے تصرف کا حق ہے) اور اگر ان کو بخش دیں تو آپ بڑی عزت والے اور دانا ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کیا بار الٰہا میری امت (کو بھی بخش دے) میری امت کو بھی بخش دے) حق تعالٰے نے فرمایا اے جبریل محمدؐ کے پاس جاؤ اور

الى العرش فقال اسألك بحق محمد الا رفعتني فاوحى الله اليه وما محمد؟ قال تبارك اسمك لما خلقتني رفعت راسي الى عرشك فرأيت فيه مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه ليس احد اعظم عندك قدرا ممن جعلت اسمه مع اسمك فاوحى الله اليه يا آدم انه آخر النبيين من ذريتك وان امته آخر الامم من ذريتك ولولاه ما خلقتك: للاوسط والصغير بخفى (ابو سعيد) رفعه: اتاني جبريل فقال ان ربي وربك يقول كيف رفعت ذكرك؟ قال الله اعلم قال اذا ذكرت ذكرت معي: للموصلي.

من صفاته وشعره وخاتم النبوة ومشيه وكلامه وعرقه وشجاعته واخلاقه صلى الله عليه وسلم

(علي) يصف النبي صلى الله عليه وسلم قال لم يكن بالطويل الممغط ولا بالقصير المتردد كان ربعة من القوم ولم يكن بالجعد القطط ولا بالسبط كان جعدا رجلا ولم يكن بالمطهم ولا بالمكلثم وكان في وجهه تدوير ابيض مشرب ادعج العينين اهدب الاشفار جليل المشاش والكتد اجرد ذو مسربة شثن الكفين والقدمين اذا مشى تقلع كانما يمشي في صبب واذا التفت التفت معا بين كتفيه خاتم النبوة وهو خاتم النبيين اجود الناس صدرا واصدق الناس لهجة والينهم عريكة واكرمهم عشرة من رآه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه يقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله: وزاد في رواية: ضخم الرأس ضخم الكراديس: للترمذي.

حالانکہ تمہارے رب کو سب کچھ معلوم ہے مگر ان سے پوچھو کہ کیوں روتے ہو؟ چنانچہ جبریلؑ آئے اور آپ سے دریافت کیا آپ نے جو درخواست کی تھی وہ ان سے ظاہر کر دی حالانکہ اللہ کو علم تھا پس حق تعالیٰ نے فرمایا اے جبریلؑ محمد کے پاس (دوبارہ) جاؤ اور کہو (کہ اطمینان رکھو) ہم تمہاری امت کے بارہ میں تم کو خوش کر دیں گے اور تمہیں رنج نہ ہونے دیں گے (س) ف یہ پیغمبر کی شفقت ہے امت کے ساتھ کہ مجرموں کی سزا سے بھی دل دُکھتا اور رحمت خسروانہ کی درخواست کرتے ہیں۔ اور یہ ناقدردانی ہے امت کی پیغمبر کے متعلق کہ جن خطاؤں پر فرماتے ہیں کہ جو ایسا کرے وہ میرا نہیں یا یہ کہ جو شخص جس کی مشابہت کرے گا وہ اسی میں محسوب ہوگا تو پروا بھی نہیں کرتے حالانکہ مقصود اسی خصوصی تعلق سے بیزاری اور اسی قطع تعلق کا محبت امیز اشارہ ہے۔ (عمرؓ) رفع حضرت آدم سے جب گناہ سرزد ہوا تو انہوں نے سر عرش کی طرف اٹھایا اور عرض کیا کہ بارِ الٰہا میں التجا کرتا ہوں کہ بحق محمد مجھے (عتاب کی بستی سے) اٹھا لیجئے۔ پس حق تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی کہ محمد کون؟ عرض کیا اے مبارک نام والے جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے آپ کے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ اس میں لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس میں نے جان لیا کہ آپ کے نزدیک اس سے زیادہ قدر و منزلت والا کوئی نہیں جس کا نام آپ نے اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ہاں اے آدم وہ تمہاری اولاد میں آخری نبی ہے اور اس کی امت تمہاری نسل میں آخری امت ہے اور اگر وہ نہ ہوتا تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (دغ ۲) (ابو سعیدؓ) رفع۔ میرے پاس جبریلؑ آئے اور کہا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ کس طریق سے تمہارا ذکر بلند کروں۔ آپ نے فرمایا اللہ ہی کو زیادہ علم ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اچھا (یہ صورت طے کرتا ہوں کہ) جہاں میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے۔ (ص) ف چنانچہ کلمہ طیبہ تشہد نماز اذان سب میں یہ معیت ذکر قائم ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ شریف موئے مبارک مہر نبوت رفتار گفتار پسینہ شجاعت اور اخلاق

(علیؓ) نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان فرماتے ہوئے کہا کہ آپ نہ زیادہ لانبے تھے نہ زیادہ پستہ قد: آپ

(انس[1]) كان صلى الله عليه وسلم ربعة من القوم ليس بالطويل البائن ولا بالقصير ازهر اللون ليس بالابيض الامهق ولا بالآدم ليس بجعد قطط ولا سبط رجل انزل عليه وهو ابن اربعين سنة فلبث بمكة عشر سنين ينزل عليه الوحى وبالمدينة عشرا وتوفاه الله على رأس ستين وليس فى رأسه ولحيته عشرون شعرة بيضا قال ربيعة بن ابى عبد الرحمن فرأيت شعرا من شعره واذا هو احمر فسألت فقيل احمر من الطيب ؛ للشيخين والموطا والترمذى

(جابر بن سمرة[2]) كان النبى صلى الله عليه وسلم ضليع الفم اشكل العينين منهوس العقب ضخم القدمين قيل لسماك ما ضليع الفم؟ قال عظيم الفم قيل ما اشكل العينين؟ قال طويل شق العينين. قيل ما منهوس العقب؟ قال قليل لحم العقب ؛ لمسلم والترمذى وله: كان فى ساقيه صلى الله عليه وسلم حموشة وكان لا يضحك الا تبسما وكنت اذا نظرت اليه قلت اكحل العينين وليس باكحل ؛ (انس[3]) كان النبى صلى الله عليه وسلم ازهر اللون كان عرقه اللؤلؤ اذا مشى تكفأ وما مسست ديباجة ولا حريرة الين من كف رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا شممت مسكة ولا عنبرة اطيب من رائحة النبى صلى الله عليه وسلم ؛ للشيخين والترمذى (وعنه[4]) وقد سئل عن شعر النبى صلى الله عليه وسلم قال شعر بين شعرين لا رجل سبط ولا جعل قطط وكان بين اذنيه وعاتقه ؛ وفى رواية كان

میانہ قد لوگوں میں تھے اور آپ کے بال نہ زیادہ گھونگریالے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ اور آپ نہ موٹے بدن کے تھے نہ بالکل گول چہرہ کے ہاں آپ کے چہرہ میں کچھ گولائی تھی۔ رنگ سفید تھا سرخی مائل۔ آنکھیں خوب سیاہ تھیں اور پلکیں دراز۔ جوڑوں کی ہڈیاں (مثلاً کہنی اور گھٹنا) اور مونڈھوں کا درمیانی حصہ بھرا ہوا تھا۔ بدن پر بال نہ تھے (جیسے بعض لوگوں کے سارے جسم پر بال ہی بال ہو جاتے ہیں۔ ہاں بازو پنڈلی وغیرہ خاص حصوں پر بال تھے۔ (اور) سینہ سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے۔ جب چلتے تو پاؤں قوت سے اٹھاتے تھے گویا نشیب کیطرف چل رہے ہیں اور جب کسی کی طرف دیکھتے تو پوری نگاہ سے دیکھتے تھے (خواہ سینہ ادھر پھیر کر یا کن انکھیاں چھوڑ کر سارا چہرہ موڑ کر) آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی کہ آپ ختم کرنیوالے تھے نبیوں کے سینہ (اور حوصلہ) کے لحاظ سے سب میں زیادہ سخی اور گفتار میں سب سے زیادہ سچے۔ بلحاظ طبیعت سب میں زیادہ نرم اور بلحاظ معاشرت سب میں زیادہ شریف تھے جس نے بھی آپ کو اچانک دیکھا وہ مرعوب ہو گیا (کہ وقار اور خداداد ہیبت تھی) اور جو واقف حال ہو کر آپکے پاس بیٹھا اٹھا وہ آپ کا شیدا بن گیا (کہ محبوبانہ مقناطیسی کشش تھی) بس آپ کا حلیہ بیان کرنیوالا اتنا کہہ سکتا ہے کہ آپ جیسا (حسین) نہ میں نے آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں (دیکھنا نصیب ہوگا) اور ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ سر مبارک بڑا تھا اور جوڑوں کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں (کہ مردانہ حسن کا کمال یہی ہے) (ت، (انس[1]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میانہ قد لوگوں میں تھے نہ کھلے ہوئے لانبے اور نہ ٹھنگنے۔ آپ کا رنگ چمکتا ہوا تھا نہ قلعی کیطرح بالکل سفید اور نہ گندمی سانولہ۔ بال نہ گھرے پیچیدار اور نہ سیدھے سپاٹ۔ آپ کی عمر چالیس برس کی تھی کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا اور نبوت سے نوازے گئے) پس دس برس آپ مکہ میں رہے کہ وحی کا نزول ہوتا رہا اور دس برس مدینہ میں۔ اور ساٹھ برس کی عمر میں حق تعالیٰ نے آپکو اٹھا لیا اور اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ آئے تھے۔ ربیعہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے موئے مبارک دیکھا (جو تبرکاً کسی کے پاس محفوظ تھا) اور اس کا رنگ سُرخ تھا تو میں نے وجہ دریافت کی پس کہا گیا کہ خوشبو کی وجہ سے سُرخ ہو گیا ہے۔ (ق ط ت) ف صحیح روایت کے بموجب عمر شریف تریسٹھ ۶۳ سال ہوئی اس میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں۔ راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی نوبت ہی نہیں

يضرب شعره الى منكبيه ؛ وفي اخرى: الى انصاف اذنيه ؛ وفي اخرى: الى شحمة اذنيه ؛ للشيخين وابي داود و النسائي (عائشة) كان شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم فوق الوفرة ودون الجمة ؛ (ام هانى) قدم النبي صلى الله عليه وسلم مكة وله اربع غدائر ؛ هما للترمذي وابي داود (ابن عباس) كان اهل الكتاب يسدلون اشعارهم وكان المشركون يفرقون وكان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه موافقة اهل الكتاب فيما لم يؤمر به فسدل ناصيته ثم فرق بعد ؛ للشيخين وابي داود (انس) سئل عن شيب النبي صلى الله عليه وسلم قال ماشانه الله ببيضاء ؛ وفي رواية: قال كان يكره ان ينتف الرجل الشعرة البيضاء من لحيته ورأسه قال ولم يخضب صلى الله عليه وسلم انما كان البياض في عنفقته وفي الصدغين وفي الرأس نبذ ؛ لمسلم (ابن سيرين) قلت لعبيدة عندنا من شعر النبي صلى الله عليه وسلم اصبناه من قبل انس او من قبل اهل انس قال لان تكون عندي شعرة منه احب الي من الدنيا وما فيها ؛ للبخاري (جابر بن سمرة) كان النبي صلى الله عليه وسلم قد شمط مقدم رأسه ولحيته فكان اذا ادهن لم يتبين فاذا اشعث رأسه تبين وكان كثير شعر اللحية فقال رجل وجهه مثل السيف قال لا بل مثل الشمس

آئی کہ سر مبارک اور ڈاڑھی میں متفرق جگہ چند ہی بال آپ کے سفید ہوئے تھے۔ اور چونکہ آپ نظافت طبع کی وجہ سے تیل اور خوشبو کا زیادہ استعمال فرماتے تھے اس لئے سفید بالوں میں سُرخی دمک آئی تھی اور اسی سے بعض کو خضاب کا شبہ ہوگیا واللہ اعلم۔ (جابر بن سمرہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک فراخ تھا اور آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے۔ اور سماک راوی نے اس کا ترجمہ (فراخ چشم کیا ہے) آپ کی ایڑی پر گوشت کم تھا اور قدم بھرے ہوئے تھے (س ت) اور ترمذی میں یہ بھی ہے کہ آپکی پنڈلیوں میں ذرا پتلا پن تھا کہ موٹی بھدی نہیں) آپ کی ہنسی بس مسکراہٹ ہوا کرتی تھی (یعنی ٹھٹھے نہیں مارتے تھے کہ علامت غفلت ہے) جب میں آپکو دیکھتا تو کہتا تھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا رکھا ہے حالانکہ سُرمہ نہ ہوتا تھا (بلکہ قدرتی طور پر آپ سرمگین چشم تھے) (انسؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رنگ چمکتا ہوا روشن تھا اور پسینہ آپ کا جیسے موتی (کیونکہ جسم اطہر پر میل کا نام ونشان نہ تھا) آپ جب چلتے تو آگے کو جھک کر (متواضعانہ مگر مردانہ چال) چلتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم میں نے نہ کسی دیباج کو چھوا نہ ریشم کو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بوئے بدن سے بہتر میں نے کسی مشک کو سونگھا نہ عنبر کو (ق ت) (ایضاً) حضورؐ کے بالوں کے متعلق کسی نے ان سے دریافت کیا تو فرمایا ہر دو قسم کے بالوں کے بین بین تھے۔ کہ نہ زیادہ سپاٹ اور نہ زیادہ پیچدار اور کانوں اور مونڈھوں کے درمیان رہا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مونڈھوں پر آپڑتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ آدھے کانوں تک اور ایک روایت میں ہے کانوں کی لو تک (ق د ئ) (عائشہؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال کان کی لو تک کے پٹھوں سے زیادہ تھے اور مونڈھوں تک کے پٹھوں سے کم (ت د) ف چونکہ بال بڑھنے والی چیز ہے اور آپکا حج وغیرہ میں بال منڈوانا بھی ثابت ہے اس لئے جس نے ابتداء میں دیکھا اس نے نصف گوش تک نقل کیا اور جس نے کچھ دنوں بعد دیکھا اس نے لو تک اور جس نے بعد میں دیکھا کہ دوبارہ کترانیکا وقت قریب آلگا تو اس نے شانہ تک نقل کیا مگر عادت مستمرہ وہی تھی جو ہر وقت کی رفیق بی بی عائشہ فرمارہی ہیں۔ کہ اعتدال آپکو ہر امر میں مرغوب تھا۔ (ام ہانیؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب (فتح کیلئے) مکہ تشریف لائے تو آپکو چار گیسو تھے (ت د) ف کہ بالوں کے چار حصّے ہوگئے تھے نہ یہ کہ عورتوں کی طرح مینڈیاں گندھی ہوئی تھیں کہ زنانہ تشبہ کو آپ نے خود حرام فرمایا ہے۔ (ابن عباسؓ) اہل کتاب سر کے بالوں کو یوں ہی چھوڑ دیا کرتے تھے اور مشرکین (ان کو دائیں بائیں دو حصّوں میں تقسیم کرکے) مانگ نکالا کرتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ

(الفم) وکان مسند بزاً قال رأیت الخاتم بین کتفیہ مثل بیضۃ الحمام یشبہ جسدہ لا ؛ للنسائی ومسلم بلفظہ (عبد اللہ بن
سرجس رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم واکلت معہ خبزاً ولحماً فقال ثریداً فقلت یا رسول اللہ غفر اللہ لک و
قال ولک قال الراوی عنہ فقلت استغفر لک صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم ولک ثم تلا ہذہ الآیۃ واستغفر لذنبک
وللمؤمنین والمؤمنات قال ثم درت خلفہ فنظرت الی خاتم النبوۃ بین کتفیہ عند ناغض کتفہ الیسری جمعاً
علیہ خیلان کامثال الثاٰلیل ؛ لمسلم (السائب بن یزید) کان الخاتم مثل زر الحجلۃ وکان اشہل العینین منہوس

علیہ وسلم کو جس امر میں کوئی منصوص حکم نہ ہوتا تھا (مشرکین کے مقابلہ میں) اہل کتاب کی موافقت پسند آیا کرتی تھی (کہ
پھر مشرکین سے بہتر ہیں اور آسمانی نسبت رکھتے ہیں) لہذا آپ نے بھی اپنے سامنے کے بال مانگ کے بغیر چھوڑے مگر
اس کے بعد (یہ حکم منسوخ ہوگیا) تو آپ مانگ نکالنے لگے. (ق د) ف اور اب تو ادا ہی نرالی ہے کہ سارا سر گویا منڈا
ہوا اور اگلے حصہ کی تقسیم بحساب ½ و ⅓ کے. کاش امت محمدیہ اپنے پیغمبر کی طبیعت کا رنگ دیکھے کہ بال بال میں تشبہ و
موافقت سے دحشت تھی اور جہاں غیر منصوص معاملہ میں کسی طرح مفر نہ ہو تو آسمانی کتاب کی ادنیٰ مناسبت کو شرک پر ترجیح
تھی بمگر آج منصوص حکم اور سید الانبیاء کا طریق کار واضح ہونے کے باوجود اول تو تشبہ کی بحث ہی گویا عبث ہے اور بایں
دعویٰ نرالی وضع کیطرف اتنی کشش ہے کہ کوئی پرانی وضع پر سارا سر منڈالے یا بال رکھے اور مانگ نکالے تو اس پر ہنسی آتی
ہے. اگر وضع میں تشبہ کوئی چیز نہیں اور اختیار ہے کہ جو چاہے وضع رکھے تو نہ معلوم کیوں ہنسی آتی ہے اور برعکس صورت
میں فریق ثانی کی ہنسی کا استحقاق سلب کرنا کونسا انصاف ہے. (انس) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں
سپیدی آجانے کے متعلق استفسار کیا گیا تو فرمایا حق تعالیٰ نے آپکو سپید بالوں کی بدنمائی سے محفوظ رکھا تھا. (کہ اتنے
بال سپید ہی نہیں ہوئے جو حسن شباب میں کمی لائے یا خضاب میں چھپانے کی ضرورت ہوتی) اور ایک روایت میں ہے کہ آپکو
ناگوار گذرتا تھا کہ کوئی شخص اپنی داڑھی اور سر کا سفید بال نوچے (کہ آخر اقتضاء عمر سے کہاں تک بچے گا. اور پھر گنجوں اور
بے داڑھی مونچھ عورت جیسے بنے بغیر چارہ نہ ہوگا.) نیز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں فرمایا (کہ اس کی نوبت
ہی نہیں آئی) کیونکہ سپیدی صرف آپ کے ریش بچہ اور کنپٹیوں اور سر کے چند تا بالوں میں تھی (س) (ابن سیرین) میں نے
حضرت عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہے جو ہمکو والدہ انس کے پاس سے نصیب
ہوا ہے فرمایا یہ نعمت کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہو مجھے دنیا ومافیہا (کی سلطنت ہفت
اقلیم) سے زیادہ پیاری ہے (خ) ف لاریب قدر گوہر شہ باراند یا بداند جوہری. (جابر بن سمرہ) رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی کے اگلے حصہ پر (چند بالوں میں) سفیدی آگئی تھی کہ جب آپ تیل لگاتے تو محسوس نہ ہوتی
اور جب روکھے بال ہوتے تو ظاہر ہونے لگتی تھی. اور آپ کی داڑھی (بھری ہوئی گنجان تھی کہ) بال زیادہ تھے.
پس ایک شخص نے کہا کہ چہرہ مبارک مثل تلوار کے تھا. فرمایا نہیں بلکہ مثل آفتاب اور ماہتاب کے کہ اس میں گولائی تھی (جو
تلوار میں مفقود ہے) جابر نے فرمایا. میں نے آپ کے ہر دو شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی (مقدار میں) جیسے کبوتر
کا انڈا کہ (رنگت میں) سارے جسم کے مشابہ تھی. (م ت) (عبد الرحمن بن سرجس) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی زیارت کی ہے. اور آپ کے ساتھ گوشت روٹی یا ثرید کا لفظ کہا کھایا ہے. پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول
اللہ حق تعالیٰ آپکے گناہ بخشدے. آپ نے فرمایا اور تمہارے بھی. راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے بخشش کی دعا کی؟ فرمایا ہاں اور تمہارے لئے بھی تو. اس کے بعد یہ

العقب ضليع الفم ؛ للشيخين (ابو هريرة[14]) ما رأيت احسن من النبي صلى الله عليه وسلم كان الشمس تجري في وجهه وما رأيت احدًا اسرع في مشيته منه صلى الله عليه وسلم لكانما الارض تطوى له كنا اذا مشينا معه نجهد انفسنا وانه لغير مكترث ؛ للترمذي (انس[15]) كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا مشى يتوكأ ؛ لابي داود (جابر[16]) كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا مشى مشى اصحابه امامه وتركوا ظهره للملائكة ؛ للقزويني (عائشة[17]) ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يحدث حديثا لو عده العاد لاحصاه ؛ وفي رواية: قالت لعروة الا يعجبك ابو فلان جاء فجلس الى جانب حجرتي يحدث عن النبي صلى الله عليه وسلم يسمعني ذلك وكنت اسبح فقام قبل ان اقضي سبحتي فلو ادركته لرددت عليه ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يكن يسرد الحديث كسردكم ؛ وفي اخرى: كان ابو هريرة يحدث يقول اسمعي يا ربة الحجرة وعائشة تصلي فلما قضت صلاتها قالت لعروة ؛ للشيخين والترمذي وابي داود

له اي اصل السهر وهي الناظر ١٢ له اي يتابعه ويستعجل فيه ١٢ منه

آیت پڑھی واستغفر لذنبک کہ اے محمد بخشے جانے کی دعا مانگو اپنے گناہوں کے لئے اور سب ایمان والے مردوں اور عورتوں کیلئے (لہٰذا اس کی تعمیل کرنے میں قیامت تک جو بھی مؤمن ہوگا اس کی بخشش کی آپ دعا مانگ چکے) کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں نے آپ کی پشت کیطرف چکر لگایا تو دونوں شانوں کے درمیان مُہر نبوت دیکھی بائیں کندھے کی اُبھری ہوئی ہڈی کے متصل مٹھی کے ہمشکل کہ اس پر مسّوں کی طرح بڑے بڑے چند تل تھے (س)۔ (سائب بن یزید[13]) مُہر نبوت مسہری کی گھنڈی جیسی تھی۔ اور آپ کی آنکھوں میں سُرخ ڈورے تھے اور ایڑی پر گوشت کم تھی اور دہن مبارک فراخ تھا (عورتوں کی طرح کوتاہ وتنگ نہ تھا) (ق)۔ ف بیمہ کے لفافے تھیلے میں رکھ کر منہ باندھ کر سرکاری مہر لگا دی جاتی ہے کہ نہ کسی کو نکالنے کی گنجائش ہے نہ اضافہ کی۔ آپ کے خاتم النبیین ہونے کی یہ علامت جسم اطہر پر بھی پیدائش کے وقت سے قائم تھی۔ اور کتب سابقہ میں شناخت کے لئے اس کا ذکر کیا جا چکا تھا۔ اور جب آپ کی وفات میں بعض صحابہ کو شک ہوا تو حضرت اسماء نے اس مُہر نبوت پر نظر ڈالی کہ وہ گم ہو چکی تھی اس سے استدلال کیا کہ حقیقۃً آپکا وصال ہو چکا ہے۔ اسکی تشبیہ میں مختلف روایتیں آئی ہیں مگر سب تقریبی ہیں کہ قائل کے ذہن میں جو چیز مناسب آئی وہ بیان کر دی۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مقدار میں انڈے کے موافق بیضوی شکل پر بدن سے اُبھرا ہوا گوشت کا ایک ٹکڑا تھا جس کے چار طرف کچھ بال بھی تھے اور اُبھرے ہوئے تل بھی۔ بعض کہتے ہیں اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔ (ابوہریرہ[14]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین میں نے کہیں نہیں دیکھا (یوں معلوم ہوتا تھا) گویا آپ کے چہرہ میں آفتاب گھوم رہا ہے۔ اور میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تیز رفتار بھی کسی کو نہیں دیکھا گویا زمین آپ کی خاطر لپیٹی جاتی تھی۔ ہم آپ کے ساتھ جب چلا کرتے تو اپنے آپ کو تھکا ڈالتے حالانکہ آپ بے تکان (اپنی معمولی چال) چلا کرتے تھے (ت)۔ (انس[15]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب چلا کرتے تو اتنا تیز قدم چلتے تھے (گویا لاٹھی وغیرہ پر) سہارا دے رہے ہیں (د)۔ (جابر[16]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب چلا کرتے تو آپ کے صحابہ آگے چلتے اور آپ کی پشت ملائکہ کے لئے چھوڑ دیتے۔ (کہ آپ کے پیچھے چلنا فرشتوں کے لئے فخر تھا اور صحابہ ان کی مزاحمت نہ چاہتے تھے۔) ہ۔ (عائشہ[17]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح بات کیا کرتے تھے کہ شمار کرنے والا لفظوں کو شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ نے عروہ سے کہا کہ فلاں شخص پر کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا۔ وہ آکر میرے حجرہ کی ایک سمت بیٹھا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کر کے مجھے سُنانے لگا۔ اور میں نفلیں پڑھ رہی تھی۔ کہ میرے ان کو ختم کرنے سے پہلے وہ اٹھ کر

(انس[18]) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعید الکلمۃ ثلاثاً لتعقل عنہ: للترمذی (عائشۃ[19]) کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلاماً فصلاً یفھمہ کل من سمعہ: (ابن سلام) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس یتحدث یکثر ان یرفع طرفہ الی السماء: ھما لابی داود (رجل من الصحابۃ[21]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضمہ قال فسال علی من عرق ابطہ مثل ریح المسک: للدارمی مطولاً بمجھول (انس[22]) ان ام سلیم کانت تبسط للنبی صلی اللہ علیہ وسلم نطعاً فیقیل عندھا علی ذلک النطع فاذا قام اخذت من عرقہ وشعرہ فجمعتہ فی قارورۃ ثم جعلتہ فی سک فلما حضر انساً الوفاۃ اوصی ان یجعل فی حنوطہ من ذلک السک فجعل فی حنوطہ: وفی روایۃ: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدخل بیت ام سلیم فینام علی فراشھا ولیست فیہ فجاء ذات یوم فنام علی فراشھا فاتیت فقیل لھا ھذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم نائم علی فراشک فجاءت وقد عرق واستنقع عرقہ علی قطعۃ ادیم الفراش ففتحت عتیدتھا فجعلت تنشف ذلک العرق فتعصرہ فی قواریرھا ففزع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما تصنعین یا ام سلیم؟ فقالت یا رسول اللہ نرجو برکتہ لصبیاننا قال اصبت: وفی اخری: قالت ھذا عرقک نجعلہ فی طیبنا وھو اطیب الطیب:

چلا گیا۔ ورنہ میں اس کو تنبیہ کرتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات ایسی جلدی جلدی نہیں کرتے تھے جیسے تم فر فر کرتے ہو اور دوسری روایت میں ہے کہ ابوہریرہ حدیث نقل کر رہے اور کہتے جاتے تھے سنوائے حجرہ والی (ام المومنین) سنوائے حجرہ والی (اماں) اور حضرت عائشہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئیں تو عروہ سے فرمایا الخ (ق دت) (انس[18]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بات کا تین مرتبہ اعادہ فرمایا کرتے تھے تاکہ (لوگوں کی سمجھ) میں خوب آجائے۔ (ت) **ف** وہ مضمون مراد ہے جو مشکل یا مہتم بالشان ہوتا یا مجمع زیادہ ہوتا کہ تینوں طرف رخ فرما کر حاضرین کو سناتے تھے۔ (عائشہ[19]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو (کا ہر مضمون وہر لفظ) جدا جدا ہوتا تھا۔ کہ جو بھی سنتا تھا وہ سمجھ لیتا تھا۔ (ابن سلام[20]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تو کثرت سے آسمان کی طرف نظر اٹھایا کرتے تھے۔ (د) **ف** بانتظار وحی یا بشوق رفیق اعلیٰ کہ رخ بسوئے خلق ہے مشغول کار دل پڑا ہے کوچہ محبوب میں۔ (شخصے از صحابہ[21]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بدن سے چپٹا لیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کی بغل کا پسینہ مجھ پر بہنے لگا جیسے مشک کی خوشبو (ر) (انس[22]) ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (چمڑہ کا) بستر بچھا دیا کرتی تھیں۔ پس آپ ان کے پاس جب (تشریف لاتے) تو اس بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ پس جب آپ اٹھے تو ام سلیم نے آپ کا پسینہ اور بال (جو بستر پر جھڑے تھے) ایک شیشی میں جمع کر لئے اور پھر اس کو سک میں (کہ ایک قسم کی خوشبو ہے جس کے استعمال کا عرب میں رواج تھا) ملا دیا۔ جب حضرت انس کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ (ان کے کفن کی) خوشبو میں وہ سک (جس میں آنحضرت کا پسینہ مخلوط تھا) شامل کیا جائے چنانچہ شامل کیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے گھر آتے اور ان کے بستر پر سو جاتے اور ام سلیم وہاں موجود نہ ہوتی تھیں۔ پس ایک دن آپ تشریف لائے اور ان کے بستر پر سو گئے پس کسی نے جا کر ام سلیم کو اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بستر پر استراحت فرما رہے ہیں۔ پس وہ آئیں اور حضرت کو (گرمی کی وجہ سے) پسینہ آیا اور بستر کے چمڑہ پر ٹپکا تھا تو ام سلیم نے اپنی صندوقچی کھولی اور وہ پسینہ سونت کر اس کی شیشوں میں نچوڑنے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور پوچھا کیا کر رہی ہو اے ام سلیم؟ عرض کیا ہم اپنے بچوں کے لئے اس کی برکت د ییب

للشيخين والنسائى (وعنه)[٢٣] كان فزع بالمدينة فاستعار النبى صلى الله عليه وسلم فرسًا من ابى طلحة يقال له
المندوب فركب فلما رجع قال ما رأينا من شئ وان وجدناه لبحرًا ؛ وفى رواية: كان النبى صلى الله عليه وسلم احسن
الناس وكان اجود الناس وكان اشجع الناس ولقد فزع اهل المدينة ذات ليلة فانطلق ناس من قبل الصوت
فتلقاهم صلى الله عليه وسلم راجعًا وقد سبقهم الى الصوت ؛ وفى اخرى: قد استبرأ[له] الخبر وهو على فرس
لابى طلحة عرى فى عنقه السيف وهو يقول لن تراعوا لن تراعو فقال وجدناه بحرًا او انه لبحر وكان فرسا
يبطأ[له] ؛ وفى اخرى: فما سبق بعد ذلك اليوم ؛ للشيخين وابى داود والترمذى (عائشة)[٢٤] ما خير رسول الله صلى الله
عليه وسلم بين امرين قط الا اخذ ايسرهما ما لم يكن اثمًا فان كان اثمًا كان ابعد الناس منه وما انتقم صلى الله عليه وسلم لنفسه
فى شئ قط الا ان تنتهك حرمة الله فينتقم ؛ لمالك والشيخين وابى داود وفى رواية: ما ضرب رسول الله صلى
الله عليه وسلم شيئًا قط بيده ولا امرأة ولا خادمًا الا ان يجاهد فى سبيل الله ؛ (انس)[٢٥] كانت الامة من اماء اهل المدينة
لتاخذ بيد رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنطلق به حيث شاءت ؛ للبخارى (وعنه)[٢٦] كان النبى صلى الله عليه وسلم

له اى استبان الخبر ١٢ له اى بحرفى السباق والمقصود فى المعانى ١٢

ہو جانے کی) توقع رکھتے ہیں. فرمایا ٹھیک ہے. اور دوسری روایت میں ہے کہ عرض کیا یہ آپ کا پسینہ ہے جس کو ہم
(سوکھ جانے کے اندیشہ سے) اپنی خوشبو میں شامل کرتے ہیں. حالانکہ یہ سب عطروں میں بہترین عطر ہے. (ق ی)
(ایضاً)[٢٣] مدینہ میں (چور یا غنیم کے شور وغل سے) کچھ گھبراہٹ پیش آئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ کا گھوڑا
جس کا نام مندوب تھا عاریت لے کر سوار ہوئے (اور تنہا اس طرف روانہ ہوئے) جب واپس ہوئے تو فرمایا
کچھ بھی نظر نہیں آیا. اور اس گھوڑے کو تو ہم نے (رفتار میں) دریا پایا. اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین تھے. سب سے زیادہ سخی تھے. اور سب سے زیادہ دلیر تھے
ایک رات اہل مدینہ کو گھبراہٹ پیش آئی تو لوگ آواز کی طرف لپکے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو واپس
تشریف لاتے ہوئے ملے کہ آپ ان سے پہلے (تن تنہا) آواز کی طرف پہنچ لئے تھے. اور دوسری روایت میں ہے
کہ آپ پتہ چلا لائے اور آپ ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے کہ گلے میں تلوار لٹکی ہوئی تھی اور فرما
رہے تھے گھبراؤ مت گھبراؤ مت (کچھ نہیں ہے) نیز فرمایا گھوڑے کو ہم نے دریا پایا (کہ خوب ہی چلا) حالانکہ وہ گھوڑا
بہت ہی سست تھا. اور تیسری روایت میں ہے کہ اس روز کے بعد پھر وہ کسی گھوڑے سے پیچھے نہ رہا. (ق د ت)
ف یہ معجزہ تھا آپ کا کہ سواری لینے کی برکت سے نہایت تیز رفتار بن گیا. (عائشہ)[٢٤] جب کبھی بھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو ضرور آپ نے آسان ترین کو اختیار فرمایا بشرطیکہ
موجب گناہ نہ ہو. اور اگر موجب گناہ ہوتا ہو تو اس سے دور رہنے میں آپ سب سے زیادہ تھے (مثلاً
آپ کو اختیار دیا گیا کہ خزائن زمین لو یا فقر وسادگی. تو آپ نے فقر کو ترجیح دی کہ مالدار ہونے میں ہر قسم
کے افکار دنیا اور خطرات دینی تھے) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی بات
کا بدلہ نہیں لیا. بجز اس کے کہ حرمت خداوندی کا ہتک کیا جائے (مثلاً آپ کی رسالت کا انکار اور ہجو و ہتک
ہو) کہ اس کا بدلہ لیتے تھے. (ط ق د) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی
کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا. نہ عورت کو نہ خدمت گار کو. مگر یہ کہ جہاد کریں راہ خدا میں. (کہ تعزیراً
ضرور مارتے اور غزوہ احد میں ابی بن خلف کو نیزہ مارا) (انس)[٢٥] مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی (ایسی

اذا استقبله الرجل فصافحه لاينزع يده من يده حتی یکون الرجل ینزع یده ولا یصرف وجهه عن وجهه حتی یکون الرجل هو یصرفه ولم یر مقدما رکبته بین یدی جلیس له ؛ لابی داود والترمذی بلفظه (وعنه[27]) مارأیت احدًا کان ارحم بالعیال من النبی صلی اللہ علیه وسلم کان ابراهیم ابنه مسترضعا فی عوالی المدینة وکان ینطلق ونحن معه فیدخل البیت وانه لیدخن وکان ظئره قینًا فیاخذه فیقبله ثم یرجع ؛ لمسلم (الاسود[28]) سألت عائشة ماکان النبی صلی اللہ علیه وسلم یصنع فی بیته؟ قالت کان یکون فی مهنة اهله فاذا حضرت الصلوٰة یتوضأ ویخرج الی الصلوٰة ؛ لمسلم والترمذی (ابن عباس[29]) کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لایکل طهوره الی احد ولا صدقته التی یتصدق بها یکون هو الذی یتولاها بنفسه ؛ للقزوینی بضعف (عبد اللہ[30] ابن الحارث بن جزء) مارأیت احدًا اکثر تبسما من النبی صلی اللہ علیه وسلم ؛ للترمذی . (ابو هریرة[31]) کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یجلس معنا المسجد یحدثنا فاذا قام قمنا قیامًا حتی نراه قد دخل بعض بیوت ازواجه فحدثنا یومًا فقمنا حین قام فنظرنا الی اعرابی قد ادرکه فجبذه بردائه فحمر رقبته وکان رداءً خشنا فالتفت الیه فقال له الاعرابی

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر (کسی ضرورت کے لئے) جہاں چاہتی آپؐ کو لے جایا کرتی تھی۔ (خ) (ایضًا[27]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر جب کوئی مصافحہ کرتا تو آپ اس کے ہاتھوں کے درمیان سے اپنا ہاتھ نہ نکالتے حتی کہ وہی شخص اپنا ہاتھ نکالے۔ اور نہ اس کے سامنے سے اپنا رُخ پھیرتے جب تک کہ وہی (جانے کے لئے) رُخ نہ پھیرتا۔ اور نہ آپ کا گھٹنا آپ کے ہمنشین سے آگے نکلا ہوا کسی نے دیکھا۔ (د ت) (ایضًا[27]) اپنے بال بچوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شفیق میں نے کسی کو نہیں دیکھا آپ کے صاحبزادہ ابراہیم نواحِ مدینہ کی بستی میں دودھ پیتے تھے۔ آپؐ (انکو دیکھنے کو) تشریف لیجایا کرتے اور ہم آپ کے ساتھ ہوتے تھے۔ پس آپؐ گھر میں داخل ہوتے اور گھر دھوئیں سے غٹ ہوتا تھا کہ انکی دودھ پلائی کے شوہر (ابو یوسف) لوہار تھے۔ (اور بھٹی دھونکنے سے گھر میں دھواں گھٹ جاتا) پس ان کو لے کر پیار کرتے اور پھر چلے آیا کرتے۔ (س) ف ابراہیم آپؐ کے صاحبزادہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ ان کی دودھ پلائی نواح کی بستیوں میں کہ قُبا بھی اسی جانب ہے رہا کرتی تھیں۔ سولہ سترہ مہینہ کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ (اسود[28]) میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ فرمایا اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے رہتے اور جب نماز کا وقت آتا تو وضو کرتے (اور سب کام چھوڑ چھاڑ کر) نماز کو تشریف لے جاتے تھے (س ت) (ابن عباس[29]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کو اور صدقہ کو جو خیرات کرنا ہوتا کسی کے حوالہ نہیں کیا کرتے بلکہ خود ہی کیا کرتے تھے۔ (ق) ف یعنی خود ہی اپنے ہاتھ سے مسکین کو دیتے اور خود ہی پانی لاتے اور وضو فرماتے تھے اس کا انتظار نہ دیکھتے کہ کوئی پانی لائے یا اعضا پر ڈالے اور وضو کرائے (عبد اللہ[30] بن حارث بن جزء) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکراہٹ والا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (ت) ف کہ باوجود فکرِ آخرت میں دائم الحزن ہونے کے صحابہ کے ساتھ معاشرت میں خندہ پیشانی تھے اور گویا ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ (ابو ہریرہ[31]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ کر باتیں کیا کرتے اور جب اٹھتے تو ہم اٹھ جاتے حتی کہ آپ کو دیکھتے کہ کسی بی بی کے مکان میں داخل ہو گئے۔ (تو اس سے اطمینان ہو جاتا کہ جلد واپس نہیں ہوں گے

احملنی علی بعیری هذین فانک لا تحملنی من مالک ولا مال ابیک فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا واستغفر اللہ لا واستغفر اللہ لا واستغفر اللہ لا احملک حتی تقیدنی من جبذتک التی جبذتنی فکل ذلک یقول لہ الاعرابی واللہ لا اقیدکہا فذکر الحدیث قال ثم دعا رجلا فقال لہ احمل لہ علی بعیریہ هذین علی بعیر شعیرا وعلی الاخر تمرا ثم التفت الینا فقال انصرفوا علی برکۃ اللہ۔ لابی داود والنسائی (رجل من العرب) قال زاحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین وفی رجلی نعل کثیفۃ فوطأت بہا رجلہ فنفحنی نفحۃ بسوط فی یدہ وقال بسم اللہ اوجعتنی فبت لنفسی لائما اقول اوجعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبت بلیلۃ کما یعلم اللہ فلما اصبحت اذا رجل یقول این فلان؟ قلت هذا واللہ الذی کان منی بالامس فانطلقت وانا متخوف فقال لی صلی اللہ علیہ وسلم انک وطأت بنعلک علی رجلی بالامس فاوجعتنی فنفحتک نفحۃ بالسوط فهذہ ثمانون نعجۃ فخذها بها۔ (عکرمۃ)[33] قال قال العباس لاعلمن ما بقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فینا فقال یا رسول اللہ انی اراهم آذوک وآذاک غبارهم فلو اتخذت عرشا تکلمهم منه فقال لا ازال بین اظهرهم یطئون عقبی وینازعونی

اور ہم چلے جاتے) پس ایک دن آپؐ نے ہم سے باتیں کیں اور جب آپؐ اٹھے تو ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پس ایک گنوار نے آپ کو آتھاما اور آپؐ کی چادر پکڑ کر آپ کو ایسا کھینچا کہ گردن مبارک سُرخ ہو گئی۔ کیونکہ چادر سخت اور موٹی تھی۔ پس آپ نے اس کی طرف رُخ پھیرا تو گنوار نے آپ سے کہا میرے ان دونوں اُونٹوں کو (غلّہ سے) لبریز کرنے کا حکم دیدو کہ تم اپنے مال سے نہیں دے رہے نہ اپنے باپ کے مال سے دے رہے ہو (بلکہ یہ سب خدا کا مال اور صدقات عامہ سے ہیں) پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں میں نہ دوں گا جب تک مجھے اس کھینچنے کا قصاص نہ دوگے جو تم نے مجھے کھینچا۔ مگر ہر مرتبہ وہ گنوار یہی کہتا تھا کہ واللہ میں تم کو قصاص نہ دوں گا۔ الحاصل آپ نے ایک شخص کو بُلا کر کہا اس کے دونوں اونٹ بھر دو۔ ایک کے اوپر جَو اور دوسرے پر کھجور۔ اس کے بعد ہماری طرف رُخ کیا اور فرمایا جاؤ اللہ برکت بخشے (دی) (شخصے از عرب)[34] جنگ حنین کے دن (بے ترتیب بھیڑ کی وجہ سے) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹکرا گیا اور میرے پاؤں میں بھاری جوتہ تھا جسنے آنحضرتؐ کے پاؤں کو داب دیا تو آپ نے چابک سے کہ آپ کے ہاتھ میں تھا مجھے ہٹایا اور فرمایا بسم اللہ تم نے مجھے بُرا دُکھ دیا۔ پس میں نے تمام رات اپنے نفس کو ملامت کرتے گذاری۔ کہ تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچائی۔ پس اللہ ہی جانتا ہے کہ ساری رات کس حال میں گذری آخر صبح ہوئی تو میرے کان میں آواز پڑی، ایک شخص (میرا نام لے کر) پکار رہا ہے کہ کہاں ہے فلاں۔ میں نے (دل میں) کہا یہ واللہ وہی قصّہ ہے جو میری طرف سے کل ہو چکا۔ (کہ آج مجھے سزا دی جائے گی) چنانچہ میں چلا مگر ڈرتا ہوا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل تم نے اپنے جوتہ سے میرا پاؤں کچل کر مجھے دُکھ دیا تھا اور میں نے تم کو چابک سے دھکیلا تھا۔ لہذا یہ اسّی بھیڑیں ہیں اس کے عوض ان کو لے جاؤ۔ (عکرمہ)[33] عباس نے کہا اچھا میں (تدبیر سے) معلوم کروں گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کتنی باقی ہے (چنانچہ حاضر خدمت ہو کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگوں نے آپ کو بہت ستایا اور ان کا غبار تک آپ کو ستا رہا ہے پس اگر آپ تخت بنالیں کہ وہاں سے ان کے ساتھ باتیں کیا کریں (تو یہ دھکا پیل کی تکلیف نہ ہو) فرمایا میں تو انہیں میں ملا جلا رہونگا۔ کہ میرا پاؤں کچلتے اور میری چادر کھینچتے رہیں حتیٰ کہ اللہ ہی (دنیا سے اٹھا کر) مجھے

ورائی حتی یکون اللّٰہ ھو الذی یریحنی منھم فعلمت ان بقاءہ فینا قلیل ؛ ھما للدارمی (انس[۳۴]) خدمت النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم عشر سنین واللّٰہ ماقال لی اف قط ولا قال لشئی لم فعلت کذا وھلا فعلت کذا ؛ وفی روایۃ : کان النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم من احسن الناس خلقاً فارسلنی یوماً لحاجۃ فقلت واللّٰہ لا اذھب وفی نفسی ان اذھب لما امرنی بہ فخرجت حتی امر علی صبیان وھم یلعبون فی السوق فاذا النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم قد قبض بقفای من ورائی فنظرت الیہ وھو یضحک فقال یا انس ذھبت حیث امرتک ؟ قلت نعم انا اذھب یا رسول اللّٰہ قال انس واللّٰہ لقد خدمتہ تسع سنین ما علمتہ قال لشئی صنعتہ لم فعلت کذا وکذا او لشئی ترکتہ ھلا فعلت کذا وکذا ؛ للشیخین وابی داود والترمذی (وعنہ[۳۵]) کان النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم اذا صلے الغداۃ جاء خدم المدینۃ بآنیتھم فیھا الماء فما یأتون باناء الا غمس یدہ فیہ فربما جاءوہ فی الغداۃ الباردۃ فیغمس یدہ فیہ ؛ لمسلم (وعنہ[۳۶]) کان النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم احسن الناس خلقاً وکان لی اخ یقال لہ عمیر وھو فطیم کان اذا جاء قال یا ابا عمیر ما فعل النغیر لنغر کان یلعب بہ وربما حضرت الصلوۃ وھو فی بیتنا فیامر بالبساط الذی تحتہ فیکنس ثم ینضح ثم یقوم ونقوم

ان سے راحت بخشے۔ پس میں نے جان لیا کہ آپ کا ہمارے اندر قیام تھوڑا ہی ہے (کہ آپ کا خدا اپنے محبوب کو زیادہ دنوں اس تکلیف میں رکھنا گوارا نہ فرمائے گا) (انس[۳۴]) میں نے رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت دس سال کی۔ واللّٰہ کبھی آپ نے مجھے اُف کہا اور نہ کسی کام کے متعلق یہ فرمایا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اور ایسا کیوں نہ کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم اخلاق میں سب سے زیادہ بہترین تھے۔ ایک دن آپ نے کسی کام کے لئے مجھے بھیجا۔ میں نے کہا واللّٰہ میں نہ جاؤں گا حالانکہ میرے دل میں تھا کہ جس کا آپ نے حکم دیا ہے اس کے لئے ضرور جاؤں گا۔ پس میں باہر آیا اور بچوں پر گذر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (ان کا تماشا دیکھنے کو میں بھی کھڑا ہو گیا) پس دیکھتا کیا ہوں کہ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یکایک پیچھے سے آکر میری گُدی پکڑ لی۔ میں نے جو آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے اور فرمایا اے انس گئے بھی تھے جہاں جانے کو میں نے کہا تھا؟ میں نے کہا ہاں جا رہا ہوں یا رسول اللّٰہ۔ انس کہتے ہیں۔ واللّٰہ میں نے نو برس آپ کی خدمت کی مجھے یاد نہیں کوئی کام میں نے کیا ہو اور آپ نے فرمایا ہو کہ ایسا کیوں کیا۔ یا کوئی کام میں نے نہیں کیا تو آپ نے فرمایا ہو ایسا کیوں نہیں کیا۔ (ق د ت) (ایضاً[۳۵]) رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم جب نماز فرض پڑھ چکتے تو مدینہ کے خدام (لونڈیاں غلام) اپنے برتن لے کر آجاتے جن میں پانی ہوتا تھا۔ پس جو برتن بھی لاتے حضرت اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے (اور اس کی برکت سے وہ شفا یا امراض بن جاتا تھا) پس اکثر ایسا ہوا کہ سردی کی صبح میں وہ لائے اور آپ اس میں ہاتھ ڈبوتے تھے۔ (س) (ایضاً[۳۶]) رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کے اخلاق سب میں بہترین تھے میرا ایک بھائی تھا جس کا نام عمیر تھا اور اس کا دودھ چھوٹ چکا تھا۔ آپ جب تشریف لاتے تو فرماتے اے ابو عمیر وہ لال کیا ہوا۔ لال سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اور بارہا ایسا ہوا کہ نماز کا وقت آگیا اور آپ ہمارے گھر میں ہوتے تو وہ بستر جو نیچے ہوتا اس کے متعلق حکم فرماتے (کہ تہ کر لیا جائے) پس جھاڑ دیجاتی اور ہلکا سا چھڑکاؤ کیا جاتا اس کے بعد آپ (امام بن کر آگے) کھڑے ہوتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوتے اور آپ ہم کو نماز پڑھاتے (ق دت) (حسن[۳۷] بن علی) میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ تمیمی سے کہ حلیہ بیان کرنے میں مہارت رکھتے تھے رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا اور میرا دل چاہتا تھا کہ مجھے کوئی ایسی (جامع و مختصر) بات بیان کریں جس کو

لہ فی القاموس: نغر: بلبل ونغر نغر من کرب او ضجر وذات کفیر تکسر ونغف نغفا قالبا ولغا بنا اربعون وعد با والنکرۃ یکون استقذارا وا نغفا رادا استقلالاہ تصحیح ۱۲

عہ حفو ... حضرت علی کے ساتھ جنگ جمل میں شہید ہوئے

خلفه ويصلی بنا۔ للشیخین وابی داود والترمذی (الحسن بن علی[۳۷]) سألت خالی هند بن ابی هالة التمیمی وکان وصافًا عن صفة رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا اشتهی ان یصف لی منها شیئًا اتعلق به فقال کان صلی الله علیه وسلم فخمًا مفخمًا یتلألأ وجهه تلألؤ القمر لیلة البدر اطول من المربوع واقصر من المشذب عظیم الهامة رجل الشعر ان انفرقت عقیقته فرق والا فلا یجاوز شعره شحمة اذنیه اذا هو وفره ازهر اللون واسع الجبین ازج الحواجب سوابغ من غیر قرن بینهما عرق یدره الغضب اقنی العرنین له نور یعلوه یحسبه من لم یتأمله اشم کث اللحیة ادعج سهل الخدین ضلیع الفم اشنب مفلج الاسنان دقیق المسربة کان عنقه جید دمیة فی صفاء الفضة معتدل الخلق بادن متماسک سواء البطن والصدر عریض الصدر بعید ما بین المنکبین ضخم الکرادیس انور المتجرد موصول ما بین اللبة والسرة بشعر یجری کالخط عاری الثدیین والبطن مما سوی ذلک اشعر الذراعین والمنکبین واعالی الصدر طویل الزندین رحب الراحة سبط القصب شثن الکفین والقدمین وسائر الاطراف خمصان الاخمصین مسیح القدمین ینبو عنهما الماء اذا زال زال تقلعا ویخطو تکفؤا ویمشی هونا ذریع المشیة اذا مشی کانما ینحط من صبب واذا التفت التفت معا خافض الطرف نظره الی الارض اطول من نظره الی السماء جل نظره الملاحظة یسوق اصحابه ویبدأ من لقیه بالسلام قلت صف لی منطقه قال کان صلی الله علیه وسلم متواصل

پکڑلوں۔ پس انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شاندار تھے۔ اور دوسروں کی نظروں میں بھی شان رکھتے تھے۔ آپ کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسا چودھویں شب میں چاند چمکتا ہے۔ قد مبارک متوسط سے کچھ اونچا اور لمبے سے کچھ کم تھا۔ سر مبارک بڑا تھا۔ بال سیدھے تھے (کہ گھونگریالے پن نہ تھا) اگر مانگ نکل آتی تو نکال لیتے ورنہ نہیں۔ (یعنی ہر وقت مانگ نکالنے کی عادت نہ تھی اور خاص اہتمام نہ تھا) جب آپ کے بال بڑھتے تو کان کی لو سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ آپ کا رنگ کھلا چمکدار تھا۔ پیشانی چوڑی تھی۔ ابرو خمدار اور بھری ہوئی تھیں۔ ایک دوسرے سے الگ دونوں کے درمیان ایک رگ جو غصہ کے وقت اُبھر جاتی تھی۔ ناک بلندی مائل تھی جس پر ایک چمک دوڑتی تھی کہ سرسری نظر سے دیکھنے والا آپ کو اونچی ناک والا سمجھتا تھا۔ داڑھی گنجان آنکھیں سیاہ رخسارے ہموار دہن فراخ دانت آبدار ایک دوسرے سے جدا۔ سینہ سے ناف تک (بالوں کی) ایک دھاری تھی۔ گردن مبارک گویا مورت کی گردن اور چاندی کی طرح صاف۔ اعضا سب معتدل پُر گوشت اور بدن گٹھا ہوا۔ پیٹ اور سینہ ہموار اور سینہ چوڑا دونوں مونڈھوں کے درمیان کا فصل زیادہ۔ جوڑوں کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی۔ بدن عریان چمکدار تھا (جو حصہ کپڑوں میں مستور اور غبار سے ہر وقت محفوظ تھا) ابتدا سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک مسلسل لکیر تھی۔ اس کے ماسوا دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھا البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور بالائی سینہ پر بال تھے۔ آپ کی کلائیاں دراز تھیں۔ اور ہتھیلیاں فراخ۔ ہاتھ کی ہڈی سیدھی ولمبی۔ ہتھیلیاں اور دونوں قدم گدازہ انگلیاں (مناسب) لمبی۔ دونوں تلوے زمین سے اُبھرے ہوئے اور دونوں قدم چکنے ہموار تھے کہ پانی ان پر ٹھہرتا نہ تھا بلکہ ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ قدم اٹھاتے تو قوت سے اٹھاتے اور جب رکھتے تو آگے جھک کر رکھتے اور نرم چال چلتے تھے۔ آپ تیز رفتار تھے جب چلتے تو گویا نشیب میں اتر رہے ہیں۔ اور جب کسی طرف دیکھتے تو پورے پھر کر دیکھتے تھے۔ نظر آپ کی نیچی رہتی تھی۔ آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔ عموماً آپ کی نظر (بشرمیلی) جھکی نگاہ کی ہوتی تھی (کہ آنکھوں میں آنکھیں نہ ملاتے تھے)۔

[۱] الشنب البیاض والبریق والتحدید فی الاسنان ۱۲ نہایہ [۲] الفلج بالتحریک فرجة ما بین الثنایا والرباعیات ۱۲ [۳] الجید العنق والدمیة بالضم الصورة المنقشة من الرخام

الاحزان دائم الفكرة ليست له راحة ولا يتكلم في غير حاجة طويل السكوت يفتتح الكلام ويختمه باشداقه ويتكلم
بجوامع الكلم فصلا لا فضول فيه ولا تقصير دمثا ليس بالجافي ولا بالمهين يعظم النعمة وان دقت لا يذم ذواقا
ولا يمدحه ولا تغضبه الدنيا ولا ما كان لها فاذا تعرض للحق لم يعرفه احد ولم يقم لغضبه شيء ولا يغضب لنفسه
ولا ينتصر لها اذا اشار اشار بكفه كلها واذا تعجب قلبها واذا تحدث اتصل بها فضرب بباطن راحته اليمنى باطن
ابهامه اليسرى واذا غضب واعرض اشاح واذا فرح غض طرفه جل ضحكه التبسم ويفتر عن مثل حب الغمام
فكتمتها الحسين زمانا ثم حدثته فوجدته قد سبقني اليه فسأله عما سألته ووجدته قد سأل اباه عن مدخله
ومجلسه ومخرجه وشكله فلم يدع منه شيئا قال الحسين سألت ابي عن دخول رسول الله صلى الله عليه وسلم
فقال كان دخوله لنفسه ماذونا له في ذلك فكان اذا اوى الى منزله جزأ نفسه ثلاثة اجزاء جزءا لله وجزءا لاهله
وجزءا لنفسه ثم جزأ جزءه بينه وبين الناس فيرد ذلك على العامة بالخاصة فلا يدخر عنهم شيئا فكان
من سيرته في جزء الامة ايثار اهل الفضل باذنه وقسمه على قدر فضلهم في الدين فمنهم ذو الحاجة ومنهم
ذو الحاجتين ومنهم ذو الحوائج فيتشاغل بهم فيما يصلحهم والامة واخبارهم بالذي ينبغي لهم ويقول ليبلغ
الشاهد الغائب وابلغوني حاجة من لا يستطيع ابلاغها اياي فانه من ابلغ سلطانا حاجة من لا يستطيع
ابلاغها ثبت الله قدميه يوم القيامة لا يذكر عنده الا ذلك ولا يقبل من احد غيره يدخلون
روادا ولا يتفرقون الا عن ذواق ويخرجون ادلة قال فسألته عن مخرجه كيف كان يصنع فيه؟ فقال كان

صحابہ کو اپنے آگے چلاتے تھے (تواضعًا یا ملائکہ کے پسِ پشت ہونے کی وجہ سے یا خاص سفر میں کہ لوگوں کی گری پڑی چیز
اٹھاکر ان کو پہنچائیں) جس سے ملتے اس کو پہلے سلام کرتے تھے۔ میں نے کہا اب آپ کی گفتار کا حال سنائیے۔ فرمایا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم متواتر (آخرت کے) غموں میں اور (ہر وقت) فکر اور سوچ میں رہتے تھے کہ کسی وقت راحت
نہیں ملتی تھی۔ اکثر خاموش رہتے کہ بلا ضرورت بات نہ فرماتے تھے۔ آپ کی گفتگو کی ابتدا اور انتہا منہ بھر کر ہوتی۔
(کہ الفاظ کٹتے اور دبتے نہ تھے) جامع الفاظ بولتے اور آپ کی تقریر کا لفظ لفظ جدا ہوتا تھا نہ (زائد از ضرورت)
کوئی لفظ فضول ہوتا تھا نہ کوتاہی۔ (کہ مطلب ناتمام رہ جائے) آپ نرم خو تھے نہ سخت مزاج تھے اور نہ کسی کی تحقیر
کرنیوالے نعمت کو خواہ کتنی ہی کم ہو بڑا سمجھتے کہ کسی شے کی مذمت نہ فرماتے۔ ہاں کھانے کی چیز کی نہ برائی فرماتے
تھے نہ تعریف۔ (کہ وہ کفرانِ نعمت ہے اور یہ حرص وطمع) دنیا اور دنیوی امور کی خاطر آپ کو غصہ نہ آتا تھا۔ ہاں
جب حق کی خاطر گرفت کرتے تو کسی کو کچھ نہ سمجھتے اور آپ کے غصہ کی کوئی تاب نہ لا سکتا۔ اپنے نفس کے لئے نہ آپکو
غصہ آتا تھا اور نہ آپ اس کا بدلہ لیتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پوری ہتھیلی سے اشارہ فرماتے (تاکہ توحید کے
اشارہ سے کہ انگلی سے ہوتا تھا ممتاز بن جائے) اور جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے اور جب
بات کرتے تو اسکو ملالیتے اور داہنی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کا انگوٹھا مارتے۔ اور جب ناراض ہوتے تو روگردانی
فرماتے تو منہ پھیر لیا کرتے اور جب ہنستے تو نظر جھکا لیتے تھے۔ آپ کی ہنسی اکثر مسکراہٹ ہوتی تھی اور دانت
کھل جاتے تھے جیسے بارش کا اولہ (دھلا ہوا آبدار) پس میں نے اس حدیث کو اپنے بھائی حسین سے مدت
تک چھپائے رکھا مگر اس کے بعد ظاہر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے ابوہالہ کے پاس آپکے اور وہ پوچھ چکے
ہیں۔ جو ان سے میں نے پوچھا۔ نیز میں نے ان کو پایا کہ والد صاحب سے آنحضرت کے گھر میں آنے اور بیٹھنے اور باہر

صلے اللہ علیہ وسلم یخزن لسانہ الا مما یعنیہم ویؤلفہم ولا یفرقہم او قال ولا ینفرہم ویکرم کریم کل قوم
ویولیہ علیہم ویحذر الناس ویحترس منہم من غیر ان یطوی عن احد منہم بشرہ ولا خلقہ یتفقد اصحابہ
ویسأل الناس عما فی الناس ویحسن الحسن ویصوبہ ویقبح القبیح ویوھنہ معتدل الامر غیر مختلف لا یغفل مخافۃ
ان یغفلوا ویملوا لکل حال عندہ عتاد لا یقصر عن الحق ولا یجاوزہ الذین یلونہ من الناس خیارھم افضلہم
عندہ اعمہم نصیحۃ واعظمہم عندہ منزلۃ احسنہم مواساۃ وموازرۃ فسألتہ عن مجلسہ فقال کان رسول
اللہ علیہ وسلم لا یجلس ولا یقوم الا علی ذکر ولا یوطن الاماکن وینہی عن ایطانہا واذا انتہی الی قوم جلس حیث
ینتہی بہ المجلس ویأمر بذلک ویعطی کل جلسائہ نصیبہ حتی لا یحسب جلیسہ ان احدا اکرم علیہ منہ من
جالسہ او قاومہ فی حاجۃ صابرہ حتی یکون ھو المنصرف ومن سألہ حاجۃ لم یردہ الا بہا او بمیسور من القول
قد وسع الناس بسطہ وخلقہ فصار لہم ابا وصاروا عندہ فی الحق سواء مجلسہ مجلس حلم وحیاء وصبر وامانۃ
لا ترفع فیہ الاصوات ولا تؤبن فیہ الحرم ولا تنثی فلتاتہ متعادلین متفاضلین فیہ بالتقوی متواضعین یوقرون
فیہ الکبیر ویرحمون الصغیر ویؤثرون ذوی الحاجۃ یحفظون الغریب قال قلت کیف کانت سیرتہ فی جلسائہ
قال کان صلے اللہ علیہ وسلم دائم البشر سہل الخلق لین الجانب لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب ولا فاحش
ولا عیاب ولا مداح یتغافل عما لا یشتہی ولا یؤیس منہ ولا یخیب فیہ قد ترک نفسہ من ثلاث
المراء والاکثار ومالا یعنیہ وترک الناس من ثلاث کان لا یذم احدا ولا یعیرہ ولا یطلب

جاننے اور اور آپ کے طرز طریق کے متعلق سب کچھ معلوم کر چکے کہ کوئی بات نہیں چھوڑی حضرت حسین فرماتے
ہیں کہ میں نے والد صاحب سے آنحضرتؐ کے گھر میں تشریف لانے کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ آپ جب
گھر میں تشریف فرما ہوتے تو وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک حصّہ اللہ کے لئے (کہ تہجد پڑھتے تھے)
اور ایک حصہ گھر والوں کے لئے (کہ ان سے ہنستے بولتے اور بات کرتے تھے) اور ایک حصہ اپنے نفس کے لئے (کہ سوتے
اور آرام فرماتے تھے) پھر اس نفس کے حصّہ کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے (کہ اس وقت میں
خواص حاضرِ خدمت ہو کر نصائح سے مستفید ہوتے) اور ان خواص کے ذریعہ سے مضامین عوام تک پہنچائے
جاتے تھے۔ ان سے کسی بات کا اخفاء نہ رکھتے تھے۔ پھر اس حصہ امت میں بھی آپ کا طرز یہ تھا کہ اذنِ دخول میں اہل
فضل کو ترجیح دیتے اور بمقدار ان کے دینی فضل کے وقت کو ان پر تقسیم فرماتے۔ کوئی اُن میں ایک حاجت لیکر
آتا اور کوئی دو حاجتیں اور کوئی متعدد حاجتیں۔ پس آپ ان کے ساتھ (علاوہ حاجت براری کے) وہ مشغلہ رکھتے
جو ان کے اور دیگر امت کے لئے مفید ہوتا اور ان کو مطلع کرتے اُن کے مناسب حال امور سے اور فرمایا کرتے کہ
حاضر شخص کو چاہیئے کہ (یہ مضامین) غیر حاضر شخص تک پہنچا دے۔ (نیز) جو شخص (رعب یا دوری کی وجہ سے) اپنی حاجت
مجھ تک نہیں پہونچا سکتا تو اس کی حاجت مجھ تک پہونچا دیا کرو کہ جو شخص حاکم تک اس کی حاجت پہونچائے گا۔ جو
خود نہیں پہونچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم جمائے رکھیگا۔ (اور پلصراط پر پھسلنے نہ دے گا) پس
آپ کے پاس اسی قسم کا تذکرہ رہا کرتا۔ اور اس کے سوا کسی کی منظور نہ فرماتے تھے۔ صحابہ آپ کے پاس طالب بن کر آتے
اور بغیر (روحانی لذت) چکھے جدا نہ ہوتے اور رہبر بن کر نکلا کرتے تھے۔ حضرت حسین کہتے ہیں۔ پس میں نے
حضور کے باہر تشریف لانے کی بابت دریافت کیا کہ کیا کیا کرتے تھے۔ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بجز

ان باتوں کے جن سے لوگوں کو نفع پہونچے اپنی زبان کو محفوظ رکھتے اور (وہ بات کہتے جس سے) ان میں الفت ہو اور تفریق و نفرت نہو۔ چنانچہ ہر قوم کے سربرآوردہ شخص کا اکرام فرماتے اور اسی کو ان کا سردار بناتے۔ لوگوں کو احتیاط رکھنا سکھاتے (کہ دوست نما دشمن سے دھوکا نہ کھادیں) اور خود بھی ان سے محتاط رہتے مگر بغیر اس کے کسی سے چہرہ کی بشاشت یا حُسن اخلاق کو روک لیں۔ صحابہ کی نگرانی احوال رکھتے اور لوگوں سے ان کے حالات پوچھتے رہتے تھے (پھر) اچھی بات کی تحسین اور تصویب فرماتے اور بُری بات کی تقبیح و توہین فرماتے تھے۔ آپ کے ہر امر میں اعتدال تھا نہ یہ کہ کبھی کچھ اور کبھی کچھ۔ (حتیٰ کہ نصیحت میں بھی اعتدال تھا) اور یہ اندیشہ کہ (نصیحت کم ہوتی تو) غافل ہوجائیں گے اور (ہر وقت رہتی یا زیادہ ہوتی) تو اکتا جائیں گے (آپ کو محفوظ رہتی اور) آپ اس سے بے پرواہ نہوتے تھے۔ بہ حالت کا آپ کے ہاں ایک انتظام تھا کہ نہ حق سے کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے آگے بڑھتے تھے۔ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے وہ بہترین مخلوق ہوتے تھے۔ اور ان میں آپ کے نزدیک (معظم) وہ تھا جو بالعموم سب کا خیر خواہ ہو۔ اور آپ کے نزدیک بڑے مرتبہ والا وہ ہوتا تھا جو مخلوق کی ہمدردی و غمگساری میں بہترین ہو۔ پھر میں نے آپ کی مجلس کے متعلق دریافت کیا۔ تو فرمایا حضور کی نشست برخاست سب ذکر اللہ پر ہوا کرتی تھی (بیٹھنے کے لئے) کسی خاص جگہ کو معین نہ فرماتے اور دوسروں کو بھی اس تعین محل سے منع فرماتے۔ اور جب کسی مجمع میں تشریف لیجاتے تو ختم مجلس پر بیٹھ جاتے اور اسی کا دوسروں کو حکم فرماتے تھے (کہ بیچ میں گھسنے کی کوشش نہ کرو) بیٹھنے والے کو (نظر محبت و شیریں کلامی سے) اس کا حصہ عطا فرماتے کہ ہر شخص یوں سمجھتا تھا مجھ سے زیادہ آپ کسی کا اکرام نہیں فرماتے۔ جو کوئی آپ کو کسی ضرورت سے بٹھالیتا یا کھڑا کرلیتا تو آپ کو روکے رکھتا۔ (کہ آپ خود نہ ہٹتے) حتیٰ کہ وہ خود ہی رخصت ہو۔ اور کوئی آپ سے کچھ مانگتا تو وہی شے یا نرمی کا جواب لئے بغیر واپس نہوتا تھا۔ آپ کی خندہ روئی اور خوش خلقی سب کے لئے عام تھی کہ آپ ان کے باپ بنے ہوئے تھے اور وہ سب حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپؐ کی مجلس علم اور حیا اور صبر و امانت کی مجلس تھی (کہ اس میں یہ چاروں باتیں حاصل ہوتی تھیں) نہ اس میں شور و غل مچتا تھا اور نہ کسی کی بے حرمتی کی جاتی تھی اور نہ کسی کی لغزش کا افشا کیا جاتا تھا۔ تقویٰ سے ایک کو دوسرے پر فضیلت ہوتی تھی (ورنہ) سب برابر کے (بھائی) تھے۔ ہر ایک دوسرے کے سامنے چھوٹا بنتا تھا۔ اپنے بڑوں کی تعظیم کرتے۔ چھوٹوں پر شفقت کرتے حاجتمند کی اعانت کو اپنی ضرورتوں پر مقدم رکھتے اور پردیسی کی خبرگیری کیا کرتے تھے۔ حضرت حسین کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اہل مجلس کے متعلق آپ کا طرز کیا تھا؟ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہنس مکھ، خوش خُلق اور نرم مزاج تھے نہ سخت گو تھے نہ سخت دل نہ چلا کر بولنے والے نہ فحش بات کہنے والے نہ عیب گیر اور نہ مداح (کسی کی درخواست) آپ کی خلاف منشا ہوتی تو تغافل برتتے (گویا سنی ہی نہیں) کہ نہ (انکاری جواب دے کر) اسے مایوس بناتے اور نہ (اقراری صاف) جواب دیتے۔ آپؐ نے تین باتوں سے اپنے آپ کو بالکل علیحدہ رکھ چھوڑا تھا جھگڑے سے۔ زیادہ کلام سے اور بے سود گفتگو سے اور تین باتوں سے لوگوں کو مطمئن بنا چھوڑا تھا۔ کہ نہ کسی کی مذمت فرماتے تھے نہ کسی کو عیب لگاتے تھے۔ اور نہ کسی کے چھپے عیب کی ٹوہ میں رہتے۔ صرف وہی بات زبان سے نکالتے جس کے ثواب کی توقع رکھتے۔ اور جب آپ کلام فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہیں (کہ ذرا سر اٹھانے سے اڑ جائیں گے) اور جب آپ

عوزته ولا يتكلم الا فيما يرجو ثوابه اذا تكلم اطرق جلساؤه كانما على رؤسهم الطير واذا سكت تكلموا ولا يتنازعون عنده الحديث من تكلم عنده انصتوا له حتى يفرغ حديثهم حديث اولهم يضحك مما يضحكون منه ويتعجب مما يتعجبون منه ويصبر للغريب على الجفوة في منطقه ومسألته حتى ان كان اصحابه ليستجلبونهم ويقول اذا رأيتم طالب الحاجة فارشدوه ولا يقبل الثناء الا من مكافئ ولا يقطع على احد حديثه حتى يتجوزه فيقطعه بانتهاء او قيام قال قلت كيف كان سكوته؟ قال كان سكوته صلى الله عليه وسلم على اربع على الحلم والحذر والتقدير والتفكر فاما تقديره ففي تسوية النظر والاستماع بين الناس واما تذكره او قال تفكره ففيما يبقى ويفنى وجمع له الحلم في الصبر فكان لا يغضبه شئ ولا يستفزه وجمع له الحذر في اربع اخذه بالحسن ليقتدى به وتركه القبيح لينتهى عنه واجتهاد الرأى فيما اصلح امته والقيام لهم بما جمع لهم الدنيا والآخرة ؛ للكبير (انس[٢٨])

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا مر في طريق من طرق المدينة وجد منه رائحة المسك فيقال مر رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا الطريق ؛ للموصلي والبزار والاوسط.

من علامات صلى الله عليه وسلم غير ماتفرق في الكتاب

(عطاء بن يسار) قلت لا بن عمرو بن العاص اخبرني عن صفة النبي صلى الله عليه وسلم في التورية فقال والله انه لموصوف في التورية ببعض ما في القرآن يا ايها النبي انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا وحرزا للاميين

خاموش ہوجاتے تب وہ کلام کرتے۔ اور آپ کے پاس بیٹھ کر بات میں کھینچا تانی نہیں کرتے تھے۔ (کہ اس کی بات ختم نہ ہوئی اور اس نے کاٹ دی اور وہ پوری بات کہنے نہ پایا کہ دوسرا بول پڑا) جو بھی آپ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرتا سب چپ ہو کر اس کو سنتے حتیٰ کہ وہ فارغ ہوجاتا۔ ہر شخص کی بات ایسی ہوتی جیسی پہلے کی (کہ سب توجہ سے سنتے اور وہی عام خاموشی کا برتاؤ کرتے) جس بات پر وہ ہنستے تو آپ بھی ہنستے۔ اور جس پر وہ اظہار تعجب کرتے اس پر آپ بھی اظہار تعجب فرماتے اور اجنبی مسافر کے کلام اور سوال کی سختی (و بے تمیزی) پر صبر فرماتے حتیٰ کہ صحابہ (غصہ ہوکر) ان کو کھینچنا چاہتے (کہ پرے ہٹا دیں مگر حضرت معذور سمجھتے کہ ان کے جا و بیجا سوالات سے دونوں کو بھی بہتیری وہ باتیں معلوم ہوجائیں گی جن کو خود دبا نہیں پوچھ سکتے۔ اور فرمایا کرتے کہ جب کسی طالب حاجت کو دیکھا کرو تو اس کی رہنمائی کیا کرو۔ کسی کی مدح وثنا قبول نہ فرماتے۔ ہاں کسی احسان کے صلہ میں (بطور شکریہ کوئی تعریف کرتا تو رد نہ فرماتے کہ اس میں اداءِ شکر کی تعلیم ہے) کسی کی بات کاٹتے نہ تھے (کہ نا تمام چھوڑوا دیں) ہاں اگر حد سے بڑھنے لگتا تو اس کو اس طرح قطع فرماتے کہ یا روک دیتے یا اٹھ کھڑے ہوتے حضرت حسین نے کہا کہ میں نے پوچھا آپ کے سکوت کی کیفیت کیا تھی؟ فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سکوت چار حالتوں پر مبنی تھا۔ تحمل، احتیاط، اندازہ اور سوچ۔ اندازہ اس امر میں کہ نظر اور سماعت لوگوں کے درمیان مساوی رہے (اور کسی کو یہ شکوہ نہ ہو کہ آپ فلاں کو زیادہ محبت کی نظر سے دیکھتے اور فلاں کی بات زیادہ سنتے ہیں) اور سوچ اس میں کہ کیا پائدار ہے اور کیا ناپائدار۔ اور تحمل آپ کا صبر کے ساتھ جمع تھا کہ نہ (دنیوی) کوئی بات آپکو غصہ میں لاتی تھی اور نہ دکینہ بن کر ٹھیرتی تھی۔ اور احتیاط آپ کے لئے چار باتوں میں جمع کی گئی تھی۔ اچھا کام کرنا تا کہ لوگ اس کا اقتدا کریں۔ برے کام سے بچنا تا کہ لوگ اس سے بچیں اور غور وفکر کے بعد وہ رائے قائم کرنا جس میں امت کی بہبودی ہو۔ اور اس کا اہتمام کرنا۔

انت عبدی ورسولی سمیتك المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب فی الاسواق ولا یدفع بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویصفح ولن یقبضه اللہ حتی یقیم به الملة العوجاء ویفتح به اعینا عمیاء واذانا صماء وقلوبا غلفا: للبخاری

(ابن مسعود) رفعه: صفتی احمد المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ یجزی بالحسنة الحسنة ولا یکافی بالسیئة مولدہ بمکة ومهاجرہ بطیبة وامته الحامادون ویأتزرون علی انصافهم ویوضئون اطرافهم اناجیلهم فی صدورهم یصفون للصلوٰة کما یصفون للقتال قربانهم الذی یتقربون به الی دماؤهم رهبان باللیل لیوث بالنهار: للکبیر بخفی (عبد اللہ ابن سلام) قال مکتوب فی التورٰیة صفة محمد وعیسی بن مریم یدفن معه فقال ابو مودود والمدنی قد بقی فی البیت موضع قبر: للترمذی (ابن عمر) قال ما سمعت عمر یقول لشیٔ قط انی لاظنه کذا الا کان کما یظن بینما عمر جالس اذ مرّ به رجل جمیل فقال لقد اخطأ ظنی به وان هذا علی دینه فی الجاهلیة اولقد کان کاهنهم علی الرجل فدعی له فقال له ذلك فقال ما رأیت کالیوم استقبل به رجل مسلم قال فانی اعزم علیك الا ما اخبرتنی قال کنت کاهنهم فی الجاهلیة قال فما اعجب ما جاءتك به جنیتك؟ قال بینما انا یوما فی السوق جاءتنی اعرف فیها الفزع قالت الم تر الجن وابلاسها ویاسها من بعد ایناسها ولحوقها بالقلاص واحلاسها: قال عمر صدق بینا انا نائم عند الهتهم اذ جاء رجل بعجل فذبحه فصرخ به صارخ لم اسمع صارخا قط اشد صوتا منه یقول یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الٰه الا اللہ فوثب القوم قلت لا ابرح حتی اعلم ما وراء هذا ثم نادی یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لا الٰه الا اللہ فقمت فما نشبنا ان

جس سے ان کو دنیا و آخرت (دونوں کا آرام) ملے۔ (ک۔ (انس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے راستوں میں جس کسی راستہ کو گذرتے تو اس سے مشک کی خوشبو مہکتی اور (بغیر دیکھے) کہدیا جاتا تھا کہ اس راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا ہے۔ (ص بز و)

اِس کتاب میں متفرق طور پر جو آچکیں اُن کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر علامتیں

(عطا ابن یسار) میں نے عمرو بن العاص سے کہا کہ توریت میں جو صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان ہوئی ہے وہ مجھے بتاؤ۔ فرمایا واللہ توریت میں بھی آپ کے قریب قریب وہی اوصاف مذکور ہیں جو قرآن میں ہیں کہ اے نبی ہم نے تم کو بھیجا ہے (انبیاء کی تبلیغ پر) گواہ اور (مومنین کا) بشارت دہندہ اور (کفار کے لئے) ڈرانیوالا اور ان پڑھی امت کا محافظ بناکر تم میرے بندے اور رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے کہ نہ وہ تند خو ہوگا نہ سخت مزاج اور نہ (وقار کیخلاف) بازاروں میں چلا کر بولنے والا۔ بُرائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ معاف فرمائیگا اور درگذر کرے گا۔ اور اسکو حق تعالیٰ دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ وہ ٹیڑھے راستہ کو سیدھا نہ کرلیگا اور اس کے ذریعہ حق تعالیٰ اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور غلاف میں لپٹے ہوئے دل کھولدیگا۔ (خ) (ابن مسعود) رفع: میری صفت (کُتب سابقہ میں اس طرح مذکور ہے کہ) احمد متوکل نہ تندخو ہوگا نہ سخت مزاج بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دے گا بُرائی کا بدلہ نہ لے گا۔ اس کی پیدائش مکہ میں ہوگی اور اس کی ہجرت طیبہ میں اور اس کی امت کے لوگ حمد گذار ہوں گے (کہ ہر حال بکثرت الحمد للہ کہیں گے) لنگیاں باندھیں گے نصف پنڈلی تک اور وضو کرائیں گے اپنے اعضاء کو۔ ان کی انجیل (یعنی آسمانی کتاب قرآن مجید۔ ان کے سینوں میں ہوگا (کہ حفظ کریں گے) نماز کے لئے صف باندھیں گے۔ جیسا کہ جنگ کیلئے صف بندی کریں گے۔ ان کی قربانیاں جن کے ذریعہ میرا تقرب حاصل کریں گے خود ان کے خون ہوں گے (کہ نفس کو ماریں گے اور مجاہدوں میں دُبلے ہوں گے) رات میں جوگی

قیل ھٰذا ابنی ؟ للبخاری. (جبیرؓ بن مطعم) خرجت تاجرًا الی الشام فی الجاھلیۃ فلما کنت بادنی الشام لقینی رجل من اھل الکتاب فقال ھل عندکم رجل تنبأ ؟ قلت نعم قال ھل تعرف صورتہ اذا رأیتھا ؟ قلت نعم فادخلنی بیتًا فیہ صور فلم ار صورۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فبینا انا کذلک اذ دخل رجل منھم علینا فقال فیم انتم ؟ فاخبرناہ فذھب بنا الی منزلہ فساعۃ دخلت نظرت الی صورۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم واذا رجل اخذ بعقبہ قلت من ھٰذا الرجل القابض علی عقبہ ؟ قال انہ لم یکن نبی الا کان بعدہ نبی الا ھٰذا فانہ لا نبی بعدہ وھٰذا

ہوں گے۔ اور دن میں شیر (کہ تہجد گذاری میں عجز وخشوع انتہا درجہ پر ہوگا اور جہاد و قتال میں بہادری بےحد) (عبداللہؓ بن سلام) نے فرمایا کہ توریت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت یہ لکھی ہوئی ہے کہ عیسیٰ بن مریم اُن کے پاس دفن ہوں گے۔ اور (ابو مودود مدنی نے بیان کیا کہ قبۂ مطہرہ میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ت)۔ (ابن عمرؓ) کہتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت عمرؓ کو میں نے کسی امر کی بابت یہ کہتے سُنا ہو کہ میرے خیال میں یہ اس طرح ہے اور وہ ویسا ہی ہوا ہو جیسا ان کا خیال تھا۔ (چنانچہ) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت شخص کا گذر ہوا۔ آپ نے فرمایا میرا خیال غلط ہے (اگر دو باتوں میں سے ایک نہو) کہ یہ شخص یا اپنے جاہلیت کے دین پر قائم ہے یا یہ کہ ان کا کاہن تھا۔ اس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ بُلایا گیا۔ پس آپ نے اس سے بھی یہی کہدیا۔ اس نے کہا آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک مسلمان شخص کو ایسا کہا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ (بیچ بیچ حال) بتادو۔ اس نے کہا ہاں میں زمانۂ جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔ فرمایا اچھا تمہارے شیطانی جن جو خبریں تم کو دیا کرتے تھے ان میں عجیب ترین بات کیا تھی ؟ کہا ایک دن میں بازار میں چل رہا تھا کہ وہ جنیہ آئی کہا آؤ مجھے اس میں وحشت محسوس ہو رہی تھی اور اس نے یہ اشعار سُنائے (ترجمہ) کیا تجھے خبر نہیں جنات اور ان کی حیرت کی اور مانوس ہونے کے بعد ان پر نا امیدی چھا جانے کی۔ اور اونٹنیوں اور ان کے پالان کے ساتھ جا چمٹنے کی (کہ شیطانی نظم مختل ہوکر جنات میں ہلچل مچ گئی اور بنی عرب کی طرف مکہ جانے کی کوششیں ہونے لگیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ میں بھی ایک دن ان کے بتوں کے پاس پڑا سو رہا تھا کہ ایک شخص گوسالہ لیکر آیا اور (حسب رواج بُت کے نام پر) اس کو ذبح کیا پس ایک چیخنے والا چیخا کہ کسی چیخنے والے کی آواز اس سے زیادہ سخت میں نے کبھی نہیں سُنی (اور وہ چیخنے والا یہ لفظ) کہتا تھا اے کھلے دشمن معاملہ کامیاب ہوگیا کہ ایک فصیح شخص کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ پس لوگ بھاگ پڑے میں نے کہا اچھا یہ معلوم کئے بغیر کہ اس کے بعد کیا ہے میں بھی یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ چنانچہ پھر آواز آئی اے کھلے دشمن معاملہ کامیاب ہوگیا کہ ایک فصیح شخص کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ پس میں اٹھا اور چند روز بھی نہ گذرے تھے کہ چرچا ہونے لگا یہ (محمدؐ) نبی ہیں۔ (خ) (جبیرؓ بن مطعم) میں بزمانۂ جاہلیت تجارت کی غرض سے بسوئے شام روانہ ہوا۔ جب شام کے قریب پہونچا تو اہل کتاب میں کا ایک شخص مجھے ملا اور کہا کیا تمہارے ہاں کوئی شخص ہے جس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے ؟ میں نے کہا ہاں۔ کہا جب تم ان کی تصویر دیکھو گے تو پہچان لوگے ؟ میں نے کہا ہاں ہاں۔ پس وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جہاں تصویریں تھیں مگر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر نظر نہ آئی۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ دفعۃً ان میں سے ایک شخص ہمارے پاس آیا اور کہا تم کس حیرت میں ہو ؟ ہم نے اس کو بتایا کہ حضرت کی تصویر یہاں نظر نہیں آتی (پس وہ ہمیں اپنے قیام گاہ پر لے گیا اور فورًا داخل ہوتے ہی مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر نظر پڑی۔ اور دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص آپ کی ایڑی پکڑے ہوئے ہے میں نے پوچھا یہ

الخليفة بعده واذا صفة ابى بكرؓ للكبير والاوسط مختصراً (عبد الله بن سلام) لما اراد الله هدى زيد بن سعنة قال زيد ما من علامات النبوة شئ الا وقد عرفتها فى وجه محمد الا اثنتين يسبق حلمه جهله ولا يزيده شدة الجهل عليه الا حلما فخرج صلے الله عليه وسلم يوما من الحجرات ومعه على فاتاه رجل كالبدوى فقال يا رسول الله ان نفرى قد اسلموا وكنت حدثتهم ان اسلموا اتاهم الرزق رغدا وقد اصابتهم سنة فاخشى يا رسول الله ان يخرجوا من الاسلام طمعا كما دخلوا فيه طمعا فان رايت ان ترسل اليهم شيئا تعينهم به فعلت فنظر الى رجل اراه عليا فقال يا رسول الله ما بقى منه شئ فقال زيد بن سعنة فقلت يا محمد هل لك ان تبيعنى تمرا معلوما فى حائط بنى فلان الى اجل كذا وكذا؟ قال لا يا يهودى ولكن ابيعك ولا تسمى حائط بنى فلان قلت نعم فباعنى فاعطيته ثمانين مثقالا من ذهب فاعطى الرجل وقال اعدل عليهم واغثهم بها قال زيد فلما كان قبل محل الاجل بيومين او ثلاثة خرج صلے الله عليه وسلم ومعه ابو بكر وعمر وعثمان فى نفر من اصحابه فلما صلے على الجنازة ودنا على الجدار ليجلس اليه اتيته فاخذت بمجامع قميصه ورداءه ونظرت اليه بوجه غليظ قلت له يا محمد الا تقضينى حقى؟ فوالله ما علمتكم

آپ کی ایڑی پکڑے ہوئے کون شخص ہے؟ اس نے کہا کوئی نبی ایسا نہیں جس کے بعد دوسرا نبی نہ ہو بجز اس نبی (سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کے کہ اسکے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور یہ شخص خلیفہ ہوگا آپ کے بعد۔ غور کیا تو وہ حلیہ ابوبکر کا تھا۔ (ک ط و) (عبد اللہؓ بن سلام) جب حق تعالیٰ نے چاہا کہ زید بن سعنہ کو ہدایت ہو تو یہ صورت پیش آئی کہ زید نے کہا نبوت کی علامتوں میں کوئی ایسی نہیں رہی جس کو محمدؐ کے چہرہ میں پاکر میں نے شناخت نہ کرلیا ہو بجز دو علامتوں کے (کہ ان کی جانچ کرنا باقی ہے۔ ایک[۱] یہ کہ آپ کا حلم آپ کے غصہ پر غالب رہے گا (اور دوم[۲] یہ کہ) آپ کیساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ کا تحمل زیادہ ہوگا۔ پس ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لائے اور آپ کے ساتھ حضرت علی تھے کہ ایک شخص بدوی طرز کا آپ کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم مسلمان ہوچکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہوجاؤ گے تو بھرپور رزق ملے گا اور حالت یہ ہے کہ ان پر قحط آپڑا پس مجھے اندیشہ ہے یا رسول اللہ کہ بطمع رزق اسلام سے خارج ہوجائینگے جیسا کہ اسی طمع میں اسلام کے اندر داخل ہوئے تھے۔ لہذا آپ کی رائے ہو کہ ان کے پاس کچھ (نقد یا غلہ) بھیج دیں جس سے ان کو مدد ملے تو کر دیجئے۔ پس آپ نے ساتھی یعنی حضرت علی کی طرف دیکھا (کہ کچھ موجود ہو تو بتائیں) انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس میں تو کچھ بھی نہیں بچا۔ پس زید بن سعنہ نے (کہ اس وقت یہودی تھے اور کھڑے قصہ دیکھ اور سن رہے تھے) کہا اے محمدؐ کیا تم کو پسند ہے کہ فلاں شخص کے باغ کی کھجور اتنی مدت کے وعدہ پر بمقدار معین میرے ہاتھ فروخت کردو (تو میں قیمت نقد دیدوں اور کھجور وقت موعود پر وصول کرلوں گا)۔ آپؐ نے فرمایا اے یہودی یہ منظور نہیں۔ ہاں فلاں کے باغ کی تعیین نہ کرے تو بیع کئے دیتا ہوں (کیونکہ ممکن ہے اس کے باغ کی پیداوار کا عشر اتنا دست نہ ہو) میں نے کہا بہتر ہے چنانچہ آپ نے بیع کر دی اور میں نے اسّی مثقال سونا آپ کو دیدیا۔ آپ نے وہ اس شخص کے حوالہ کیا اور فرمایا انصاف (اور قدر حاجت کی) رعایت رکھیو اور اس کے ذریعہ ان کے فریاد رسی کیجیو۔ زید کہتے ہیں کہ جب وقت آیا کہ [ادا تمر کی] مدت مقررہ میں دو یا تین دن باقی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کسی جنازہ کی نماز کے لئے) نکلے اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر و عثمان اور چند دیگر صحابہ تھے۔ جب نماز جنازہ پڑھ چکے اور دیوار کے قریب پہونچے تاکہ اس کے

لے یعنی مصری ای مطور ۱۲

بنی عبد المطلب الا مطلا ونظرت الی عمرؓ وعیناہ تدوران فی وجھه ثم رمانی ببصرہ فقال یا عدو اللہ اتقول لرسول اللہ
صلے اللہ علیه وسلم ما اسمع وتصنع به ما اری فلولا ما احاذر لضربت بسیفی رأسك ورسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم ینظر
الی فی سکون وتؤدة وقال یا عمر انا وھو کنا احوج الی غیر ھذا ان تأمرنی بحسن الاداء وتأمرہ بحسن التباعة اذھب
به یا عمر فاعطاہ حقه وزدہ عشرین صاعا من تمر مکان ما روعته فذھب بی عمرؓ فاعطانی حقی وزاد فی عشرین صاعا
فقلت ما ھذہ الزیادة یا عمر قال امرنی صلے اللہ علیه وسلم ان ازیدك قال وتعرفنی یا عمر؟ قال لا قلت انا زید بن
سعنة قال الحبر؟ قلت الحبر قال فما دعاك الی ان فعلت وقلت ما قلت؟ قلت یا عمر لم یکن من علامات النبوة شئ الا
عرفته فی وجه النبی صلے اللہ علیه وسلم حین نظرت الیه الا اثنتین لم اخبرھما منه یسبق حلمه جھله ولا یزیدہ شدة
الجھل علیه الا حلما وقد اخبرتھما فاشھدك یا عمر انی قد رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا واشھدك
ان شطر مالی صدقة علی امة محمد قال عمر او علی بعضھم فانك لا تسعھم قلت او علی بعضھم فرجع عمر وزید الی النبی
صلے اللہ علیه وسلم فقال زید اشھد ان لا الٰه الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسوله وآمن به وصدقه وبایعه
وشھد معه مشاھد کثیرة ثم توفی فی غزوة تبوك مقبلا غیر مدبر. للکبیر (محمدؒ بن کعب القرظی) بینا عمرؓ قاعد

سایہ میں بیٹھیں تو میں آیا اور آپ کے کرتہ اور چادر کے پلے پکڑ لئے اور بڑی ترشروی کے ساتھ آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ اے محمد کیا میرا حق ادا نہیں کرو گے؟ واللہ میں تم سب اولاد عبد المطلب کو خوب جانتا ہوں کہ بڑے ٹالنے والے ہو. اور میں نے عمرؓ کیطرف نگاہ کی تو ان کی آنکھیں ان کے چہرہ میں گھوم رہی تھیں اور انہوں نے مجھے تیز نظر سے گھورا اور کہا کہ اے دشمن خدا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ کلمات بک رہا ہے جو میں سن رہا ہوں اور آپ کیساتھ وہ (گستاخانہ) برتاؤ برت رہا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں. اگر ایک اندیشہ نہ ہوتا (کہ بدعہدی سے حضرت ناراض ہوں گے) تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا. اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (بجائے غصہ کے) میری طرف بحالت سکون و اطمینان دیکھ رہے تھے. اور آپ نے فرمایا کہ اے عمر مجھے اور اس کو زیادہ حاجت کسی دوسری چیز کی تھی. وہ یہ کہ مجھے اداء حق میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو تقاضا میں خوبی برتنے کی نصیحت کرتے (نہ یہ کہ میری طرفداری میں اس کو ڈانٹ رہے ہو) اے عمر اسکو لیجاؤ اور اس کا حق اسکو دیدو. اور بیس صاع (تقریبا دو من) کھجور اس کے عوض کہ تم نے اسکو ڈانٹا ہے زیادہ دو چنانچہ عمر مجکو لے چلے. اور میرا حق مجھے دیکر بیس صاع زائد دیئے. میں نے کہا اے عمر یہ زیادتی کیسی؟ کہا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زیادہ ہی دینے کا حکم فرمایا ہے. زید نے کہا اے عمر مجھے پہچانتے بھی ہو؟ فرمایا نہیں. میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں فرمایا وہ جو علامہ ہے؟ میں نے کہا ہاں. فرمایا پھر (مقتضائے علم و تصوّف کیخلاف) اس (برے) برتاؤ اور سخت کلامی کا باعث کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ علامات نبوت میں کوئی ایسی نہ تھی جسکو میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر نظر ڈالتے ہی شناخت نہ کر لیا ہو بجز دو بات کے کہ انکی آزمائش نہیں کی تھی (ایک یہ کہ) ان کا تحمل کا غالب ہوگا انکے غصہ پر اور (ایک یہ کہ) انکے ساتھ سخت جہالت کا برتاؤ انکے حلم ہی کو بڑھائیگا اور اب (اس قرض و مطالبہ کے قصہ میں) دونوں کا امتحان کر لیا. لہذا اے عمر میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں بخوشی اللہ کو رب اور اسلام کو مذہب اور محمد کو نبی قرار دیتا ہوں اور تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میرے سارے مال کا نصف حصہ صدقہ ہے امت محمد پر حضرت عمرؓ نے فرمایا (اتنی وسعت اور دو کہ) یا بعض پر کیونکہ امت کی تعداد ماشاءاللہ وسیع ہے اور مال کی مقدار قلیل اسلئے سب کی گنجائش نہ ہو سکیگی میں نے کہا بہتر یا بعض پر بس حضرت عمرؓ اور زید واپس ہوئے

لہ الحلم التصبر وقف بالعذرۃ والمراد بالحلم وعدم الغضب والعفو ۱۲

فی المسجد اذ مر بہ رجل فقیل یا امیر المؤمنین تعرف ھٰذا المار؟ قال فمن ھو؟ قال ھٰذا سواد بن قارب وھو من اھل الیمن لہ فیھم شرف وھو الذی اتاہ رئیہ بظھور النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال عمر علی بہ فدُعِیَ فقال انت سواد ابن قارب؟ قال نعم قال انت الذی اتاک رئیک بظھور النبی صلے اللہ علیہ وسلم؟ قال نعم قال فانت علی ماکنت علیہ من کھانتک؟ فغضب غضبا شدیدا وقال یا امیر المومنین ما استقبلنی بھٰذا احد منذ اسلمت فقال عمر یا سبحان اللہ ماکنا علیہ من الشرک اعظم مماکنت علیہ من کھانتک اخبرنی باتیانک رئیک بظھور النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال بینا انا ذات لیلۃ بین النائم والیقظان اذ اتانی رئی فضربنی برجلہ وقال قم یا سواد بن قارب فافھم واعقل ان کنت تعقل انہ بعث رسول من لوی بن غالب یدعوا الی اللہ والی عبادتہ ثم انشأ یقول عجبت للجن وتحساسھا: وشدھا العیس باحلاسھا: تأوی الی مکۃ تبغی الھدا: ماخیر الجن کانجاسھا: فارحل الی الصفوۃ من ھاشم: واسم بعینیک الی راسھم: قال فلم ارفع بقولہ راسا وقلت دعنی فانی امسیت ناعسا فلما کانت اللیلۃ الثانیۃ اتانی فضربنی برجلہ وقال لی الم اقل لک یا سواد بن قارب قم وافھم واعقل ان کنت تعقل انہ قد بعث رسول من لوی بن غالب یدعوا الی اللہ والی عبادتہ ثم انشأ الجنی یقول عجبت للجن تطلابھا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور زید نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ. غرض آپ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور آپ کے ساتھ بہت سے غزوات میں شریک ہوئے. آخر کار غزوۂ تبوک میں پیٹھ پھیرے بغیر (دشمن کے سامنے) چھاتی کئے ہوئے وفات پائی. (ک) (محمد بن کعب قرظی) ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ادھر کو ہو کر گذرا کسی نے پوچھا اے امیر المؤمنین اس گذرنیوالے سے بھی آپ واقف ہیں؟ فرمایا کون ہے یہ؟ کہا یہ سواد بن قارب ہے اور باشندگان یمن میں سے ہے کہ ان میں خاص شان رکھتا ہے اور یہی ہے جس کے پاس اس کا جن ظہورِ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر لایا تھا. حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ چنانچہ بلایا گیا اور آپ نے پوچھا تم سواد بن قارب ہو؟ عرض کیا جی ہاں. فرمایا تم ہی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر تمہارا جن تمہارے پاس لایا تھا؟ عرض کیا جی ہاں. فرمایا اپنی جس کہانت پر تھے اس کا حال سُناؤ. پس انکو سخت غصہ آیا کہ اے امیر المؤمنین جب سے میں اسلام لایا ہوں میرے منہ پر ایسی بات کسی نے نہیں کہی (بھلا اب خبیث کہانت کے ذکر سے کیا واسطہ) حضرت عمرؓ نے فرمایا سُبحان اللہ وہ شرک جس پر ہم تھے تمہاری اس کہانت سے جس پر تم تھے کہیں بڑھا ہوا ہے (پھر کوئی ہم سے پوچھے کہ ہم نے بحالت شرک کیا کچھ کیا تو اس میں بُرا ماننے کی کیا بات ہے) ظہور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جو خبر تمہارا جن لایا تھا وہ سُناؤ. کہنے لگے ایک رات میں کچھ سوتا کچھ جاگتا (غنودگی کی سی حالت میں) تھا کہ میرا جن میرے پاس آیا اور پاؤں کی مجھے ٹھوکر ماری اور کہا کہ اٹھ اے سواد بن قارب اور عقل رکھتا ہے تو سمجھ اور بوجھ کہ لوی بن غالب کی اولاد میں ایک پیغمبر مبعوث ہوا ہے (جو مخلوق) کو اللہ اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) تعجب ہے جنات پر اور ان میں ہل چل پڑجانے پر (سفر کی تیاری کے لئے) اور ان کی اونٹنیوں پر کجاوے کسنے پر کہ ہدایت کی طلب میں مکہ کی طرف چلیں کیونکہ جنات میں بہترین اور گندے برابر نہیں ہوسکتے. پس تو بھی خلاصہ بنی ہاشم کی طرف کوچ کر اور اپنی آنکھیں سر کیطرف اٹھا. کہتے ہیں پس میں نے جن کی بات پر کان نہ دھرے اور کہا مجھے سونے دے کہ میں رات سے اونگھ رہا ہوں. پس جب دوسری شب ہوئی تو وہ پھر آیا. اور ٹھوکر مار کر مجھ سے کہا کیا میں نے

لہ رئیہ ای جنیہ فعیل بمعنی مفعول ای المرئی من الجن الذی یخبرہ ۱۲ لہ التحس الاستماع لحدیث القوم وطلب خبرھم فی الخیر ۱۲

تھوی الی مکۃ تبغی الھدا ⁂ ما صادق الجن ککذابھا ⁂ فارحل الی الصفوۃ من ہاشم
وشدھا العیس باقتابھا ⁂ قال فلم ارفع بقولہ رأسا فلما کانت اللیلۃ الثالثۃ اتانی وضربنی برجلہ وقال الم اقل
لک یا سواد بن قارب افھم واعقل ان کنت تعقل انہ قد بعث رسول من لوی بن غالب یدعو الی اللہ والی
عبادتہ ثم انشا الجنی یقول عجبت للجن واخبارھا ⁂ وشدھا العیس باکوارھا ⁂ تھوی الی مکۃ تبغی الھدا ⁂ ما
مؤمن الجن ککفارھا ⁂ فارحل الی الصفوۃ من ہاشم ⁂ بین روابیھا واحجارھا ⁂ فوقع فی نفسی حب الاسلام
والرغبۃ فیہ فلما ان اصبحت شددت علی راحلتی وانطلقت الی مکۃ فلما ان کنت ببعض الطریق اخبرت ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قد ھاجر الی المدینۃ فاتیت المدینۃ فسألت عنہ فقیل لی فی المسجد فانتھیت الی المسجد فعقلت ناقتی
واذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس حولہ فقلت اسمع مقالتی یا رسول اللہ فقال یا ابوبکر ادنہ ادنہ فلم
یزل بی حتی صرت بین یدیہ فقال ھات فاخبرنی باتیان رئیک فقلت اتانی نجی بعد ھدء ورقدۃ ولم
یک فیما قد بلوت بکاذب ثلاث لیال کلھن یقول لی ⁂ اتاک رسول من لوی بن غالب ⁂ فشمرت عن ذیلی الازار
وسطت ⁂ بی الدلعب الوجناء بین السباسب فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ ⁂ وانک مامون علی کل غائب ⁂

تجھ سے نہ کہا تھا اے سواد بن قارب کہ اٹھ اور عقل رکھتا ہے تو سمجھ اور بوجھ کر لوی بن غالب کی اولاد میں ایک رسول
مبعوث ہوا ہے جو (مخلوق کو) اللہ اور اس کی عبادت کیطرف بلاتا ہے اور اس کے بعد جن نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ)
تعجب ہے جنات اور ان کی تلاش پر اور اونٹنیوں پر پالان باندھنے پر کہ ہدایت کی طلب میں مکہ کا ارادہ کرتے
ہیں کیونکہ جنات میں سچے اور جھوٹے مساوی نہیں ہو سکتے۔ پس تو بھی خلاصہ بنی ہاشم کیطرف کوچ کر کہ اگلا حصہ کبھی
دم کی برابر نہیں ہوتا (یس ایمان لانے میں پیش قدمی کر) کہتے ہیں پس میں نے اس کی بات کی طرف سر نہ اٹھایا اور
کچھ پروا نہ کی۔ پھر جب تیسری شب ہوئی تو وہ جن پھر آیا اور مجھے ٹھوکر مار کر کہا کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا اے سواد
ابن قارب کہ عقل رکھتا ہے تو سمجھ اور بوجھ کر لوی بن غالب کی اولاد میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے جو (مخلوق کو) اللہ
اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے اس کے بعد جن نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) تعجب ہے جنات پر اور ان کی اطلاع
پر اور اونٹنیوں پر پالان باندھنے پر کہ طلب ہدایت میں مکہ پہونچنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ کیونکہ جنات میں مؤمنین اور
کفار برابر نہیں ہو سکتے۔ پس تو بھی خلاصہ بنی ہاشم کیطرف کوچ کر کہ عرب کے سنگستان و ریگستان میں آباد ہے۔ پس
میرے قلب میں اسلام کی محبت اور رغبت پڑ گئی۔ اور جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی سانڈنی پر کاٹھی کسی اور مکہ کیطرف
چلا۔ راستہ ہی میں تھا کہ مجھے اطلاع ملی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو مدینہ کیجانب ہجرت فرما گئے۔ چنانچہ میں مدینہ
آیا اور آپ کی بابت دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ مسجد میں ہیں۔ پس میں مسجد تک پہونچا اور سانڈنی کو بٹھا کر
اس کا پاؤں باندھا اور اندر قدم رکھا) دیکھتا کیا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ کے آس پاس
آدمی بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا میری بات سن لیجئے یا رسول اللہ۔ پس ابوبکر نے کہا قریب آجاؤ قریب آجاؤ چنانچہ وہ مجھے
قریب کرتے رہے حتیٰ کہ میں آنحضرت کے بالکل سامنے گیا تو آپ نے فرمایا ہاں بتاؤ۔ تمہارے جن نے تمہیں کیا خبر
سنائی؟ میں نے یہ شعر پڑھے (ترجمہ) کچھ سکون اور غنودگی کے بعد میرا راز دار (جن) میرے پاس آیا اور جہاں تک مجھے
تجربہ ہوا ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تین رات کامل وہ مجھ سے کہتا رہا کہ لوی بن غالب کے خاندان میں ایک
رسول آیا ہے پس میں نے تیاری سفر کے لئے اپنے دامن سمیٹے اور ایک مضبوط فربہ اونٹ مجھے بیابانوں کے بیچ میں

والقیاس بکسر راء ۱۲ الدلعب کسجل البعیر الضخم قاموس والوجناء الناقۃ الشدیدۃ والباسب جمع سبسب وھو المفازۃ او الارض المستویۃ البعیدۃ ۱۲

وانت ادنی المرسلین وسیلة ۔ الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب ۔ فمرنا بما یأتیک یا خیر مرسل ۔ وان کان فیما جاء
شیبت الذوائب ۔ وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعة ۔ سواک بمغن عن سواد بن قارب ۔ قال ففرح صلی اللہ علیه
وسلم واصحابه باسلامی فرحا شدیدًا قال فوثب عمر الیه والتزمه وقال قد کنت احب ان اسمع ھذا منک ۔ للکبیر
بضعف ۔ وابن عباس) حدثنی ابوسفیان بن حرب من فیه الی فی قال انطلقت فی المدة التی کانت بینی وبین النبی
صلی اللہ علیه وسلم قال فبینا انا بالشام اذ جیٔ بکتاب من النبی صلی اللہ علیه وسلم الی هرقل وکان دحیة الکلبی
جاء به فدفعه الی عظیم بصری فدفعه عظیم بصری الی هرقل فقال هرقل هل ھاھنا احد من قوم ھذا الرجل الذی
یزعم انه نبی ؟ قالوا نعم فدعیتُ فی نفر من قریش فدخلنا علی هرقل فاجلسنا بین یدیه فقال ایکم اقرب نسبا من
ھذا الرجل الذی یزعم انه نبی ؟ فقلت انا فاجلسونی بین یدیه واجلسوا اصحابی خلفی ثم دعا بترجمانه فقال قل
لھؤلاء انی سائل ھذا عن ھذا الرجل الذی یزعم انه نبی فان کذبنی فکذبوه وایم اللہ لولا ان یؤثروا علی الکذب
لکذبته ثم قال لترجمانه سله کیف حسبه فیکم ؟ قلت ھو فینا ذو حسب قال فھل کان من آبائه من ملک ؟

(چلا کر) یہاں تک لے آیا۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ ہر غیب (اور وحی) کے متعلق
قابل وثوق ہیں اور اے محترم اور ستھرے آباؤ اجداد کے بیٹے اللہ کی طرف وسیلہ ہونے میں تمام پیغمبروں میں قریب
بیشک آپ ہیں۔ اب اے بہترین پیغمبر (اللہ کی طرف سے) جو آپ پر اترتا ہے اس کا ہمیں حکم سنا دیجئے (کہ تعمیل کریں)
اگرچہ اس میں بال سفید ہو جائیں اور میرے لئے شفیع ہو جئے۔ اُس دن جبکہ آپ کے سوا کوئی ایسی شفاعت نہ کر سکے
جو سواد بن قارب کی نجات کا سبب ہو۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو میرے مسلمان ہونے
پر بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی۔ راوی کہتا ہے پس حضرت عمر لپک کر حضرت سواد کو چمٹ گئے اور فرمایا میرا دل
چاہتا تھا کہ یہ قصہ خود تم ہی سے سنوں۔ (ک) (ابن عباسؓ) ابوسفیان بن حرب نے (بلا واسطہ) رُو در رُو
مجھ سے بیان کیا کہ اس زمانہ میں جبکہ میرے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان (صلح کا معاہدہ) تھا
میں سفر میں گیا۔ دریں اثنا کہ میرا قیام مُلک شام میں تھا دفعۃً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خط ہرقل
کے نام آیا جس کو دحیہ کلبی لائے اور شہر بصریٰ کے گورنر کو دیا اور اس نے ہرقل کو پہنچایا تھا۔ پس ہرقل نے
(اپنے مصاحبوں سے) پوچھا کیا اس شخص کا جو کہ اپنے آپ کو نبی کہتا ہے کوئی ہم قوم یہاں (ہمارے شہر میں)
ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہے۔ چنانچہ چند قریش کی معیت میں میری طلبی ہوئی اور ہم سب ہرقل کے پاس
پہونچے۔ اس نے ہم کو اپنے سامنے بٹھایا اور پوچھا اس کے ساتھ جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تم میں زیادہ
قریب رشتہ داری کس کی ہے؟ میں نے کہا کہ میری۔ پس مجھے خاص اپنے سامنے بٹھایا اور میرے ساتھیوں
کو میرے پیچھے اور پھر ترجمان کو بلا کر کہا کہ ان سب سے کہدو کہ میں اس (ابوسفیان) سے اس شخص کے
متعلق جو اپنے کو نبی سمجھتا ہے کچھ دریافت کروں گا پس اگر وہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اس کا جھوٹ
کھول دینا۔ اور قسم ہے اللہ کی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں میں میرے جھوٹے ہونے کی شہرت ہو جائے گی
تو (آنحضرتؐ کے ساتھ عداوت کی وجہ سے) میں ضرور جھوٹ بولتا (مگر اب سچ بولنے پر مجبور ہو گیا) اس
کے بعد ہرقل نے ترجمان سے کہا اس شخص سے دریافت کرو کہ مدعی نبوت نسب کے لحاظ سے تم میں کیسا ہے؟
میں نے کہا بڑے عالی نسب ہیں۔ کہا ان کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا اس

ه کعلی علم بالشام وقرية ببغداد کما فی القاموس ۱۲

قلت لا قال فهل كنتم تتهمونه بالكذب قبل ان يقول ما قال؟ قلت لا قال فهل يتبعه اشراف الناس ام ضعفاؤهم
قلت بل ضعفاؤهم قال ايزيدون ام ينقصون؟ قلت بل يزيدون قال فهل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان
يدخل فيه سخطة له؟ قلت لا قال فهل قاتلتموه؟ قلت نعم قال فكيف كان قتالكم اياه؟ قلت تكون الحرب بيننا
وبينه سجالا يصيب منه ونصيب منا قال فهل يغدر؟ قلت لا ونحن منه في هذه المدة لا ندري ما هو صانع فيها
قال والله ما امكنني من كلمة ادخل فيها شيئا غير هذه قال فهل قال هذا القول احد قبله؟ قلت لا ثم قال
لترجمانه قل له اني سألتك عن حسبه فيكم فزعمت انه فيكم ذو حسب وكذلك الرسل تبعث في احساب قومها
وسألتك هل كان في آبائه ملك فزعمت ان لا فقلت لو كان في آبائه ملك قلت رجل يطلب ملك آبائه وسألتك
عن اتباعه ضعفاؤهم ام اشرافهم؟ فقلت بل ضعفاؤهم وهم اتباع الرسل وسألتك هل كنتم تتهمونه
بالكذب قبل ان يقول ما قال فزعمت ان لا فعرفت انه لم يكن ليدع الكذب على الناس ثم يذهب فيكذب
على الله وسألتك هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة له فزعمت ان لا وكذلك الايمان

دعویٰ سے پہلے جو وہ کر رہے ہیں کیا تم ان کو دروغ گوئی کا الزام دیتے تھے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا اچھا اس کا اتباع شرفاء کرتے ہیں یا ضعفاء؟ میں نے کہا کہ ضعفاء۔ کہا دن بدن ان میں زیادتی ہوتی ہے یا کمی؟ میں نے کہا بلکہ زیادتی ہوتی ہے۔ کہا کیا داخل ہونے کے بعد کوئی ان میں ان کے دین سے ناراض ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ کہا کیا تم نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ کہا پھر باہمی جنگ کی کیا کیفیت رہی؟ میں نے کہا جنگ کی حالت ہمارے اور اس کے درمیان لبریز ڈول کی سی رہی کہ کبھی وہ ہم سے کچھ لے لیتے اور کبھی ہم کچھ ان سے لے لیتے تھے۔ کہا اچھا وہ کبھی بدعہدی کرتے ہیں؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ باقی اس مدت میں کہ ہم ان سے دور ہیں کچھ پتہ نہیں کہ کیا کریں گے۔ ابوسفیان نے کہا واللہ کسی بات میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے داخل کر دوں۔ بجز اس فقرہ کے (کہ مدت غیوبت میں بدعہدی کا احتمال پیدا کر دیا) ہرقل نے کہا ان سے پہلے کوئی شخص یہ دعویٰ کر چکا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا اس سے کہو کہ میں نے تم سے سوال کیا کہ ان کا نسب کیسا ہے اور تم نے جواب دیا کہ عالی نسب ہیں اور یہی ہوتا ہے انبیاء میں کہ اپنی قوم کے شریف خاندان میں مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا کہ ان کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے اور تم نے جواب دیا کہ نہیں تو میں نے سمجھ لیا کہ اگر بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہتا کہ (اس بہانہ سے) بڑوں کی سلطنت طلب کرتے ہیں۔ اور میں نے ان کے تابعین کی بابت سوال کیا کہ کمزور لوگ ہیں یا وہ جو بڑے کہلاتے ہیں اور تم نے کہا کہ کمزور لوگ ہیں سو (ہمیشہ) رسولوں کا اتباع کرنے والے یہی لوگ ہوئے ہیں۔ اور میں نے سوال کیا کہ اس دعویٰ سے قبل کیا تم دروغ گوئی کا ان پر الزام لگاتے تھے؟ اور تم نے کہا نہیں۔ پس میں نے جان لیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اب لوگوں پر جھوٹ بولنا چھوڑ کر اللہ پر جھوٹ بولنے لگے۔ اور میں نے سوال کیا کہ اس کے دین میں داخل ہونے کے بعد کیا کوئی ناراض ہو کر اس سے لوٹتا ہے اور تم نے کہا کہ نہیں۔ سو ایمان کی یہی خاصیت ہے جبکہ اس کی بشاشت قلوب میں گھل مل جاتی ہے۔ اور میں نے دریافت کیا کہ وہ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں۔ اور تم نے کہا کہ بڑھتے ہیں۔ پس ایمان کا یہی رنگ رہتا ہے حتیٰ کہ کامل ہو جائے۔ اور جو میں نے سوال کیا کہ تم نے اس کے ساتھ

اذ خالط بشاشته القلوب وسألتك هل يزيدون او ينقصون؟ فزعمت انهم يزيدون وكذلك الايمان حتى يتم و
سألتك هل قاتلتموه فزعمت انكم قاتلتموه فتكون الحرب بينكم وبينه سجالا ينال منكم وتنالون منه وكذلك
الرسل تبتلى ثم تكون لهم العاقبة وسألتك هل يغدر فزعمت انه لا يغدر وكذلك الرسل لا تغدر وسألتك
هل قال هذا القول احد قبله فزعمت ان لا فقلت لو كان قال هذا القول احد قبله قلت رجل ائتم بقول قيل
قبله ثم قال بما يأمركم؟ قلنا يأمرنا بالصلوة والزكاة والصلة والعفاف قال ان يك ما تقول حقا فانه نبي
وقد كنت اعلم انه خارج ولم اك اظنه منكم ولو انى اعلم انى اخلص اليه لاحببت لقائه ولو كنت عنده لغسلت
عن قدميه وليبلغن ملكه ما تحت قدمى ثم دعا بكتاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأه فاذا فيه بسم الله
الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى اما بعد فانى ادعوك بدعاية
الاسلام اسلم تسلم واسلم يؤتك الله اجرك مرتين فان توليت فانما عليك اثم الاريسيين ويا اهل الكتاب
تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون
الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون فلما فرغ من قراءة الكتاب ارتفعت الاصوات عنده وكثر

جنگ کی؟ اور تم نے کہا کہ ہاں اور اس جنگ کا انجام تمہارے اور ان کے درمیان بھرے ہوئے ڈول کا سا رہا کہ کبھی وہ تم کو
داب لیتے ہیں اور کبھی تم ان کو نقصان پہونچا دیتے ہو۔ سو پیغمبروں کا اسی طرح امتحان رہا کرتا ہے مگر آخر انجام
بہتر انہیں کا ہوتا ہے۔ اور میں نے سوال کیا کہ کیا وہ بدعہدی کرتے ہیں؟ اور تم نے کہا کہ نہیں۔ سو پیغمبروں کی شان
یہی ہے کہ وہ بدعہدی نہیں کیا کرتے۔ اور میں نے دریافت کیا کہ کیا ان سے پہلے یہ دعویٰ کسی نے کیا ہے اور تم نے
کہا کہ نہیں۔ پس میں قائل ہو گیا کہ اگر ان سے پہلے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص ایسے قول کی تقلید کر رہا
ہے جو پہلے کہا جا چکا ہے۔ اس کے بعد ہرقل نے کہا اچھا وہ تم کو حکم کس بات کا دیتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ حکم دیتے
ہیں نماز پڑھنے کا زکوٰۃ دینے کا رشتہ داری میں سلوک کرنے کا اور پاکدامنی کا۔ کہا جو تم کہہ رہے ہو اگر یہ سچ ہے
تو بیشک وہ نبی ہیں اور میں خوب جانتا تھا کہ ان کا ظہور ہوگا مگر میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے اور
اگر میں سمجھوں کہ ان تک پہونچ سکوں گا تو سچ یہ ہے کہ مجھے ان کی زیارت کا شوق ہے۔ اور اگر میں ان کے پاس
ہوتا تو ان کے پاؤں دھو کر پیتا اور یقیناً انکی حکومت میرے زیر قدم ملک تک پہونچیگی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کا خط منگایا اور اس کو پڑھا۔ چنانچہ اس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از محمد رسول اللہ بجانب
ہرقل شاہ روم۔ سلام اس پر جو اتباع کرے ہدایت کا۔ اس کے بعد (واضح ہو) کہ میں تم کو دعوت اسلام میں
بلاتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے اور مسلمان بن جاؤ کہ اللہ تم کو دوہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے روگردانی
کی تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم ہی پر ہوگا (اور اس کے بعد یہ آیت تھی کہ) اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف
جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شریک کریں اس کے ساتھ
کسی چیز کو اور نہ بنائے ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب سوا اللہ کے۔ پس اگر وہ روگردانی کریں تو اے
مسلمانو (تم کہدو کہ صاحبو گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں)۔ پس ہرقل جب والا نامہ پڑھ کر فارغ ہوا تو (چاروں
طرف سے ناراضی کی) صدائیں بلند ہوئیں اور شور و شغب زیادہ مچا۔ اور ہم حکماً باہر نکالدیئے گئے۔ تو میں نے
اپنے ساتھیوں سے باہر نکالدیئے جانے کے وقت کہا کہ (دیکھو) ابو کبشہ[عہ] کے بیٹے (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کا

عہ قبیلہ خزاعہ کا کوئی شخص ... کوئی شخص تھا کہ رشتہ ... بجائے اس طرف منسوب کیا۔

اللغط وامرنا فاخرجنا فقلت لاصحابی حین خرجنا لقد امرامر ابن ابی کبشۃ انہ یخافہ ملک بنی الاصفرفمازلت موقنا بامرالنبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ سیظھرحتی ادخل اللہ علی الاسلام قال الزھری فدعا ھرقل عظماء الروم فجمعھم فی دار لہ فقال یا معشرالروم ھل لکم فی الفلاح والرشد آخرا لابد ولن یثبت لکم ملککم؟ فحاصوا حیصۃ حمر الوحش الی الابواب فوجدوھا قد اغلقت قال علی بھم فدعابھم فقال انی اختبرت شدتکم علی دینکم فقد رأیت منکم الذی احببت فسجدوا لہ ورضوا عنہ وفی روایۃ فمازلت ذلیلاً مستیقنا بان امرہ سیظھرحتی ادخل اللہ علی قلبی الاسلام وانا کارہ قال وکان ابن الناطور صاحب ایلیا وھرقل اسقفاً علی نصاری الشام یحدث ان ھرقل حین قدم ایلیا اصبح یوماً خبیث النفس فقال بعض بطارقتہ قد استنکرنا ھیئتک قال ابن الناطور وکان ھرقل حزاءً ینظر فی النجوم فقال لھم حین سألوہ انی رأیت اللیلۃ حین نظرت فی النجوم ملک الختان قد ظھر فمن یختتن من ھذہ الامۃ؟ قالوا لیس یختتن فیھا الا الیھود قال فلا یھمنک شأنھم واکتب الی مدائن ملکک فلیقتلوا من الیھود فبینما ھم علی امرھم اذاتی ھرقل برجل ارسل بہ ملک غسان یخبر عن اخبار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فلما استخبرہ ھرقل قال اذھبوا فانظروا أمختتن ھو؟ فنظروہ الیہ فحدثوہ انہ مختتن وسألوہ عن العرب فقال ھم یختتنون فقال ھرقل ملک ھذہ الامۃ قد ظھر ثم کتب ھرقل الی صاحب لہ

اثر اتنا بڑھ گیا کہ اس سے ان گوروں کا بادشاہ بھی ڈرتا ہے پس (اس وقت سے) مجھے ہمیشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کی بابت یقین رہا کہ اس کو عنقریب غلبہ ہوگا حتیٰ کہ اللہ نے مجھ پر اسلام کو داخل کر دیا۔ زہری کہتے ہیں کہ پھر ہرقل نے سرداران روم کو دعوت دے کر اپنے ایک مکان میں جمع کیا اور کہا کہ اے رومی جماعت کیا تم کو ہمیشہ ہمیشہ کی فلاح اور رہدایت کی رغبت ہے اور اس کی کہ تمہارا ملک تمہارے لئے محفوظ رہے؟ (اور یہ اسلام لانے میں نصیب ہوگا) پس (یہ سنتے ہی) وہ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے مگر ان کو بند پایا (کہ پہلے سے مقفل کر دیئے گئے تھے اس لئے باہر نہ جا سکے) ہرقل نے کہا ان کو بلاؤ چنانچہ سب کو بلوایا اور کہا کہ میں تو تمہارے اپنے دین پر مضبوطی کا امتحان کرتا تھا (نہ یہ کہ مسلمانوں سے ڈر گیا اور اسلام کا شوق دلاتا ہوں) سو جس پختگی کا خواہشمند تھا وہ تم میں دیکھ لی۔ پس سب نے اسکو سجدہ کیا اور خوش ہو گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (ابوسفیان نے کہا) پس ہمیشہ میں اس کا یقین رکھتا رہا کہ طریق محمدیؐ عنقریب غالب آئے گا حتیٰ کہ اللہ نے اسلام کو میرے قلب پر داخل کیا اور (اس وقت بھی اسلام کی محبت میں) میرا دل کھلا نہ تھا۔ نیز راوی نے کہا اور ابن ناطور ایلیا کا حاکم تھا اور ہرقل ملک شام کے تمامی نصاری کا سردار دلشب تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر اٹھا۔ اس کے بعض خواص نے کہا کہ (کیا بات ہے) آج ہم آپ کی حالت دگرگوں پا رہے ہیں۔ ابن ناظور کہتا ہے اور ہرقل کاہن تھا اور نجوم میں مہارت رکھتا تھا۔ پس خواص کے استفسار پر اس نے کہا کہ میں نے رات نجوم میں نظر کی تو دیکھا کہ ختنہ کرنیوالی قوم کا بادشاہ غالب آگیا۔ پس (دیکھو کہ) اس زمانے کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہود کے سوا کوئی ختنہ نہیں کراتا۔ سو ان کا آپ فکر نہ کریں۔ (کہ اول تو ان میں غلبہ کی قابلیت نہیں۔ دوم تدبیر آسان ہے کہ) اپنے ملک کے تمام شہروں میں لکھ بھیجئے کہ یہودیوں کو قتل کر دیں۔ الغرض وہ اس تدبیر میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کو شاہ غسان نے بھیجا تاکہ رسول [illegible] اس سے یہ اطلاع پائی

برومية وكان نظيره في العلم وسار هرقل الى حمص فلم يرم[1] حمص حتى اتاه كتاب من صاحبه يوافق رأى هرقل على خروج النبي صلى الله عليه وسلم وهو نبي فاذن هرقل لعظماء الروم في دسكرة[2] له بحمص ثم امر بابوابها فاغلقت ثم قال يا معشر الروم هل لكم في الفلاح والرشد وان يثبت لكم ملككم فبايعوا هذا النبي؟ فحاصوا بنحوه وفي آخره: وكان ذلك آخر شان هرقل ؛ للشيخين (وعنه) قال كان الجن يصعدون الى السماء يستمعون الوحي فاذا سمعوا الكلمة زادوا عليها تسعًا وتسعين فاما الكلمة فتكون حقا واما ما زادوه فيكون باطلا فلما بعث النبي صلى الله عليه وسلم منعت الجن مقاعدها من السماء بالشهب قال ولم تكن النجوم يرمى بها قبل ذلك فقال لهم ابليس ما هذا الا من امر حدث؟ فبعث جنوده فوجدوا النبي صلى الله عليه وسلم قائما يصلي بين جبلين بمكة فاتوه فاخبروه فقال هذا الحدث الذي حدث في الارض ؛ للترمذي وهو قد رواية اخرى في تفسير سورة الجن (وعنه) ان قريشا اتوا امرأة كاهنة فقالوا لها اخبرينا اشبهنا اثرا بصاحب المقام فقالت ان انتم جررتم كساء على هذه السهلة ثم مشيتم عليها انبأتكم فجروا الكساء ثم مشى الناس عليها فابصرت اثر النبي صلى الله عليه وسلم فقالت هذا اقربكم اليه شبها[3] ثم مكثوا بعد ذلك عشرين سنة او ما شاء الله ثم بعث محمد صلى الله عليه وسلم ؛ للقزويني۔

تو (مصاحبین سے) کہا کہ جاؤ دیکھو یہ شخص ختنہ کیا ہوا ہے یا نہیں. چنانچہ اس کو دیکھا اور آکر ہرقل سے بیان کیا کہ ہاں ختنہ کیا ہوا ہے. اور اس سے عرب کا حال بھی پوچھا تو اس نے کہا ہاں وہ ختنہ کراتے ہیں. تب ہرقل نے کہا لو صاحبو اس زمانہ کے لوگوں کا پادشاہ ظاہر ہوگیا اس کے بعد ہرقل نے اپنے ایک دوست کو جو روم میں تھا اور علم میں اسی کا ہم پلہ تھا (یہ قصہ) لکھا اور خود حمص کی طرف چلا گیا. حمص سے باہر نہیں نکلنے پایا تھا کہ اس کے دوست کا خط اس کو ملا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور میں اور اس بارہ میں کہ وہ نبی ہیں ہرقل کی رائے کی موافقت کرتا تھا پس ہرقل نے حمص ہی کے محل میں سرداران روم کو طلب کیا اور دروازوں کے بند کئے جانے کا حکم دیا. چنانچہ سب بند کر دیئے گئے اس کے بعد کہا اے رومی باشندو کیا تم کو بہبودی اور راہِ راست کا اور اس کا کہ تمہارا ملک تمہارے لئے محفوظ رہے کچھ خیال ہے؟ اگر ہے تو اس نبی سے بیعت کرلو. پس وہ وحشی گدھوں کی طرح بھاگے الخ اور آخر میں ہے کہ ہرقل کے معاملہ کا اخیر انجام یہی رہا (ق، (ایضاً) جنات آسمان کی طرف چڑھا کرتے تھے کہ وحی (جو انتظام عالم کے متعلق فرشتوں کو عالم بالا سے ہوتی تھی) سنیں. اور جب کوئی بات سن پاتے (تو جن کاہنوں کے مسخر ہوتے ان کو لاسناتے) یہ ان پر ننانوے باتوں کا (اپنی طرف سے) اضافہ کرلیتے. (اور غیب دانی کا رنگ جما کر لوگوں کو بتایا کرتے تھے.) چنانچہ وہ کلمہ (جو آسمان سے سنا تھا) حق ہوا کرتا. اور جن کا اضافہ کیا تھا وہ غلط نکلتا تھا (مگر اسی ایک بات کے سچا ہوجانے سے ان کی عقیدت روبہ ترقی رہتی تھی) پس جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جنات کو آسمان کی ان جگہوں سے جہاں وہ بیٹھتے (اور آسمانی خبریں سنا کرتے) تھے بذریعہ ٹوٹتے ہوئے تاروں کے روک دیا گیا. اور اس سے پہلے تارے ٹوٹتے نہ تھے. پس ابلیس نے ان سے کہا کہ یہ رکاوٹ ہو نہ ہو کسی نئے واقعہ کی وجہ سے ہوئی ہے. چنانچہ اس نے اپنے لشکر ادھر ادھر تفتیش حال کے لئے) روانہ کئے. پس (بعض جنات نے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ مکہ کے دو پہاڑوں کے بیچ میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں. پس انہوں نے آکر ابلیس کو خبر دی اور

[1] لم یرم ای لم یبرح من رام یریم اذا برح وزال من مکانہ ۱۲ [2] الدسکرۃ ... بناء کالقصر حولہ بیوت ۱۲ [3] یعنی ابراہیم الخلیل صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲

الاسرآء[1]

(قتادة) عن انس بن مالك بن صعصعة رفعه، بينما انا في الحطيم وربما قال في الحجر مضطجع ومنهم من قال بين النائم واليقظان اذ اتاني آت فشق ما بين الى هذه يعني من ثغرة نحره الى شعرته[2] فاستخرج قلبي ثم اتيت بطست من ذهب مملوء ايمانا فغسل قلبي ثم حشي ثم اعيد ثم اتيت بدابة دون البغل وفوق الحمار ابيض يقع خطوه عند اقصى طرفه فحملت عليه فانطلق بي جبريل عليه السلام حتى اتى السماء الدنيا فاستفتح فقيل من هذا؟ قال جبريل قيل ومن معك؟ قال محمد قيل وقد ارسل اليه؟ قال نعم قيل مرحبا به فنعم المجيء جاء فلما خلصت[3] فاذا فيها آدم فقال هذا ابوك آدم فسلم عليه فسلمت عليه فرد علي السلام ثم قال مرحبا بالابن الصالح والنبي الصالح ثم صعد حتى اتى السماء الثانية فاستفتح قيل من هذا؟ قال جبريل قيل ومن معك؟ قال محمد قيل وقد ارسل اليه؟ قال نعم قال مرحبا به ونعم المجيء جاء ففتح فلما خلصت فاذا يحيى وعيسى وهما ابنا خالة قال هذا يحيى وعيسى فسلم عليهما فسلمت عليهما فردا ثم قالا مرحبا بالاخ الصالح والنبي الصالح ثم صعد بي الى السماء الثالثة فاستفتح قيل من هذا؟ قال جبريل قيل ومن معك؟ قال محمد قيل وقد ارسل اليه؟ قال نعم قيل مرحبا

اس نے کہا بیشک یہی وہ بات ہے جو زمین میں پیش آئی (اور اس کو خلط ملط سے محفوظ رکھنے کیلئے شیطانی سور بند کیا گیا ہے) ت (ایضًا) چند قریش ایک کاہن عورت کے پاس آئے اور کہا ہمیں آگاہ کر کہ صاحب مقام (حضرت ابراہیم) کے نشان قدم کیساتھ سب میں زیادہ مشابہت رکھنے والا ہم میں کون ہے؟ اس نے کہا اگر تم اس ریتلی زمین پر چادر گھسیٹو (کہ سب ریت برابر ہو جائے) اور پھر اس پر چلو (کہ نشان ہائے قدم صاف پڑیں) تو میں بتادوں گی چنانچہ انہوں نے چادر کو گھسیٹا اور پھر اس پر سب لوگ چلے تو اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نشان قدم کو دیکھ کر کہا کہ یہ ان کے ساتھ بہت مشابہ ہے (ق)

معراج

(قتادہ) انس بن مالک بن صعصعہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درانحالیکہ میں حطیم میں اور کبھی فرمایا کہ حجر میں لیٹا ہوا تھا اور کسی راوی نے یہ لفظ نقل کئے کہ کچھ سوتا اور کچھ جاگتا تھا کہ ایک آنیوالا (فرشتہ) میرے پاس آیا اور اس نے یہاں سے یہاں تک یعنی حلقوم سے زیر ناف تک چیر کر میرا دل نکالا اور پھر ایک طلائی طشت لایا گیا جو ایمان سے لبریز تھا پس میرا دل دھویا گیا اور پھر (ایمان و محبت الٰہی سے) بھرا گیا اور پھر اسی جگہ رکھدیا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک چوپایہ سفید رنگ (براق کہ اس کی رفتار مثل برق کے تھی) لایا گیا جو خچر سے چھوٹا تھا اور دراز گوش سے بڑا کہ قدم رکھتا تھا منتہائے نظر پر۔ پس مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبریل مجھکو لیکر چلے یہاں تک کہ آئے پہلے آسمان پر۔ پس (اس کا دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کہ کون ہے؟ کہا میں ہوں جبریل سوال ہوا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا کہ محمدؐ ہیں۔ سوال ہوا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا (اور وہ بلائے ہوئے آئے ہیں؟) کہا ہاں آواز آئی کہ مرحبا ان کو پس اچھا آنا آئے (کہ یہ معراج انہیں کے لئے مخصوص تھی اور ہم ان کے منتظر تھے) چنانچہ دروازہ کھولدیا گیا۔ پس جب میں اس میں داخل ہوا تو دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت آدم (تشریف رکھتے) ہیں جبریل نے کہا کہ یہ آپکے باپ آدم ہیں ان کو سلام کیجئے (کہ سوار کو بیٹھے ہوئے پر تواضعًا اور آنے والے کو مقیم پر سلام کرنا چاہیئے اگرچہ وہ چھوٹا ہو) پس میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور

[1] السير ليلا ١٢ [2] شعرته ضبط اى الدر بكسر الشين وفي نسخة المولف ضبط قلم بفتحها ١٢ [3] بالشين المعجمة في نسخة المولف ١٢ [4] اى وصلت ما بعده او دخلت ١٢

به فنعم المجئ جاء ففتح فلما خلصت فاذا یوسف قال ھٰذا یوسف فسلم علیه فسلمت علیه فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح ثم صعد بی حتی اتی السماء الرابعة فاستفتح قیل من ھٰذا؟ قال جبریل قیل ومن معک؟ قال محمد قیل وقد ارسل الیه؟ قال نعم قیل مرحبا به فنعم المجئ جاء ففتح فلما خلصت فاذا ادریس قال ھٰذا ادریس فسلم علیه فسلمت علیه فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح ثم صعد بی حتی اتی السماء الخامسة فاستفتح قیل من ھٰذا؟ قال جبریل قیل ومن معک؟ قال محمد قیل وقد ارسل الیه؟ قال نعم قیل مرحبا به فنعم المجئ جاء ففتح فلما خلصت فاذا هارون قال ھٰذا هارون فسلم علیه فسلمت علیه فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح ثم صعد بی حتی اتی السماء السادسة فاستفتح قیل ومن ھٰذا؟ قال جبریل قیل ومن معک؟ قال محمد قیل وقد ارسل الیه؟ قال نعم قیل مرحبا به فنعم المجئ جاء فلما خلصت فاذا موسیٰ قال ھٰذا موسیٰ فسلم علیه فسلمت علیه فرد ثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح فلما جاوزته بکی فقیل ما یبکیک؟ قال ابکی لان غلاما بعث بعدی یدخل الجنة من امته اکثر مما یدخلها من امتی ثم صعد بی الی السماء السابعة فاستفتح قیل من ھٰذا؟ قال جبریل قیل ومن معک؟ قال محمد قیل وقد بعث الیه؟ قال نعم قیل مرحبا به فنعم المجئ جاء فلما خلصت فاذا ابراھیم قال ھٰذا ابوک ابراھیم فسلم

فرمایا مرحبا صالح بیٹے اور صالح نبی کو (کہ ایسے ہونہار پیارے کسے نصیب ہوتے ہیں) پھر جبریل (مجھے لے کر) اوپر چڑھے حتیٰ کہ دوسرے آسمان پر آئے اور (دروازہ) کھلوایا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا جبریل ہے۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں۔ پوچھا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا (اور معراج موعود کا وقت آگیا؟) کہا ہاں۔ صدا آئی کہ مرحبا ان کو اور بڑا مبارک آنا آئے۔ چنانچہ دروازہ کھولدیا گیا۔ پس جب میں وہاں پہونچا تو یحییٰ اور عیسیٰ نظر آئے کہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے (اس لئے کہ حضرت یحییٰ کی والدہ یعنی زوجہ زکریا علیہم السّلام حضرت مریم کی بہن تھیں) جبریل نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے۔ چنانچہ میں نے دونوں کو سلام کیا اور دونوں نے مجھے جوابِ سلام دے کر کہا مرحبا صالح بھائی اور صالح نبی کو (کہ سب بھائیوں کے لئے سببِ فخر و ناز ثابت ہوا) پھر جبریل مجھے لیکر اوپر چڑھے حتیٰ کہ تیسرے آسمان پر آئے اور (دروازہ) کھلوایا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا جبریل ہے۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں۔ پوچھا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا؟ کہا ہاں صدا آئی مرحبا ان کو اور بڑا خوب آنا آئے (کہ ایسی آمد دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی) چنانچہ دروازہ کھلا اور جب میں اندر پہونچا تو حضرت یوسف نظر پڑے جبریل نے کہا یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجئے۔ پس میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا اور پھر فرمایا مرحبا صالح بھائی اور صالح نبی کو۔ اس کے بعد جبریل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتیٰ کہ چوتھے آسمان پر آئے اور دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا جبریل ہے۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا؟ کہا ہاں۔ صدا آئی کہ مرحبا ان کو اور بڑا اچھا آنا آئے (کہ اپنے خالق کے مہمان بن کر بجسد عنصری تشریف لائے) چنانچہ دروازہ کھلا اور جب میں اندر پہونچا تو حضرت ادریس نظر پڑے۔ جبریل نے کہا یہ ادریس ہیں ان کو سلام کیجئے۔ پس میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا اور پھر فرمایا مرحبا صالح بھائی اور صالح نبی کو۔ پھر جبریل لیکر اوپر چڑھے حتیٰ کہ پانچویں آسمان پر آئے اور دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کہ کون ہے؟ کہا جبریل ہے۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا؟ کہا ہاں۔ صدا آئی کہ مرحبا ان کو اور بڑا اچھا آنا آئے۔ پس دروازہ کھولا گیا اور جب میں اندر پہونچا تو حضرت ہارون نظر آئے۔ جبریل نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کیجئے پس میں نے سلام کیا۔

عليه فسلمت عليه فرد السلام ثم قال مرحبا بالابن الصالح والنبي الصالح ثم رفعت الى سدرة المنتهى فاذا نبقها مثل قلال هجر واذا ورقها مثل آذان الفيلة قال هذه سدرة المنتهى فاذا اربعة انهار نهران باطنان ونهران ظاهران فقلت ما هذان يا جبريل؟ قال اما الباطنان فنهران في الجنة واما الظاهران فالنيل والفرات ثم رفع لي البيت المعمور ثم اتيت باناء من خمر واناء من لبن واناء من عسل فاخذت اللبن فقال هي الفطرة التي انت عليها وامتك ثم فرضت علي الصلوة خمسين صلوة كل يوم فرجعت فمررت على موسى فقال بم امرت؟ قلت امرت بخمسين صلوة كل يوم قال ان امتك لا تستطيع خمسين صلوة كل يوم واني والله لقد جربت الناس قبلك وعالجت بني اسرائيل اشد المعالجة فارجع الى ربك فاسأله التخفيف لامتك فرجعت فوضع عني عشرا فرجعت الى موسى فقال مثله فرجعت فوضع عني عشرا فرجعت الى موسى فقال مثله فرجعت فامرت بخمس صلوات كل يوم فرجعت الى موسى فقال بم امرت؟ قلت امرت بخمس صلوات كل يوم قال ان امتك لا تستطيع خمس صلوات كل يوم واني قد جربت الناس قبلك وعالجت بني اسرائيل اشد المعالجة فارجع الى ربك فاسأله التخفيف لامتك قال سألت ربي حتى استحييت ولكن ارضى واسلم فلما جاوزت نادى مناد امضيت فريضتي وخففت عن عبادي (للشيخين والترمذي والنسائي) (شريك) سمع انسا يقول ليلة اسري بالنبي صلى الله عليه

اور انہوں نے جواب دیا اور پھر فرمایا مرحبا صالح بھائی اور صالح نبی کو اور بڑا خوب آنا آئے۔ پھر جبرئیل مجھے لے کر چڑھے حتی کہ چھٹے آسمان پر آئے اور دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا جبرئیل ہے۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں؟ پوچھا گیا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا۔ کہا ہاں۔ صدا آئی کہ مرحبا ان کو اور بڑا خوب آنا آئے۔ چنانچہ دروازہ کھلا اور جب میں وہاں پہونچا تو حضرت موسیٰ نظر آئے۔ پس جبرئیل نے کہا یہ موسیٰ ہیں انکو سلام کیجئے پس میں نے انکو سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا اور پھر فرمایا مرحبا صالح بھائی اور صالح نبی کو۔ پس جب میں ان سے آگے بڑھا تو وہ رونے لگے۔ پوچھا گیا آپ روتے کیوں ہیں؟ فرمایا اس لئے روتا ہوں کہ ایک لڑکا جوانی بنا کر) میرے بعد بھیجا گیا اس کے امتی جو جنت میں جائیں گے وہ بہت زیادہ ہوں گے ان سے جو میری امت کے جنت میں جائیں گے۔ (پس یہ گریہ امت کی بدحالی پر ہے کہ باوجود طویل العمر ہونے کے قصیر العمر امت محمدیہ کے برابر نہ ہوسکے نہ کہ براہ حسد کہ حضرات انبیا خصوصًا اور عالم ملکوت میں ہر صالح عمومًا بداخلاقیوں سے پاک صاف ہے) پھر جبرئیل مجھے لے کر اوپر چڑھے حتی کہ ساتویں آسمان پر آئے اور دروازہ کھلوایا۔ آواز آئی کون ہے؟ کہا جبرئیل ہے۔ کہا گیا اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمدؐ ہیں۔ کہا گیا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا؟ کہا ہاں۔ صدا آئی مرحبا ان کو اور بڑا خوب آنا آئے۔ پس جب میں اندر پہونچا تو حضرت ابراہیم نظر آئے۔ جبرئیل نے کہا یہ آپ کے باپ ابراہیم ہیں۔ پس انکو سلام کیجئے۔ چنانچہ میں نے انکو سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا اور پھر فرمایا مرحبا صالح بیٹے اور صالح نبی کو اس کے بعد مجھے اٹھایا گیا سدرۃ المنتہی کیجانب (کہ بیری کا درخت ہے جس کی بڑائی اللہ ہی کو معلوم ہے اور ملائکہ واعمال مخلوقات کی پہونچ وہاں تک ہے اس سے ادھر کسی کا گذر نہیں) پس دیکھتا کیا ہوں کہ اس کے بیر اتنے بڑے ہیں جیسے ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے گویا ہاتھیوں کے کان۔ جبرئیل نے کہا یہ سدرۃ المنتہی ہے (جس سے آگے میں بھی نہیں بڑھ سکتا۔ اب مہمان جانے اور میزبان) پس دفعۃً چار نہریں نظر پڑیں۔ دو نہریں چھپی ہوئی اور دو کھلی ہوئی میں نے پوچھا یہ دو طرح کی نہریں کیسی ہیں اے جبرئیل؟ کہا یہ جو چھپی ہوئی ہیں یہ تو جنت کی دو نہریں ہیں (کوثر اور سلسبیل)

وسلم من مسجد الكعبة انه جاءه ثلاثة نفر قبل ان يوحى اليه وهو نائم فی المسجد الحرام فقال اولهم ايهم هو؟ فقال اوسطهم هو خيرهم وقال آخرهم خذوا خيرهم فكانت تلك الليلة فلم يرهم حتى اتوه ليلة اخرى فيما يرى قلبه وتری عينه ولا ينام قلبه وكذالك الانبياء تنام اعينهم ولا تنام قلوبهم فلم يكلموه حتى احتملوه فوضعوه عند بير زمزم فتولاه منهم جبريل فشق ما بين نحره الى لبته حتى فرغ من صدره وجوفه فغسله من ماء زمزم بيده حتى انقى جوفه ثم اتى بطست من ذهب فيه تور من ذهب محشوا ايمانا وحكمة فحشی به صدره ولغاديده يعنی عروق حلقه ثم اطبقه ثم عرج به الى السماء الدنيا بنحوه ، وفيه ، فاذا هو فی السماء الدنيا بنهرين يطردان فقال ما هذان النهران يا جبريل؟ قال هذا النيل والفرات عنصرهما ثم مضى به فی السماء فاذا هو بنهر آخر عليه قصر من لؤلؤ وزبرجد فضرب بيده فاذا هو مسك اذفر قال ما هذا يا جبريل؟ قال هذا الكوثر الذی خبأ لك ربك ثم عرج به الى السماء الثانية بنحوه الا انه لم يعين من الانبياء الا ادريس فی الثانية وهارون فی الرابعة وابراهيم فی السادسة وموسیٰ فی السابعة واما الاولى ففيها آدم ، وفيه ، انه تعالیٰ وضع منه فی المراجعة الاولى عشر صلوات ثم رجع الى موسیٰ فلم يزل يرده موسیٰ الى ربه حتى صارت خمس صلوات عند المراجعة الخامسة وقال تعالیٰ انه لا يبدل القول لدی كما فرضت عليك فی ام الكتاب فكل حسنة بعشرة

اور یہ جو ظاہر ہیں سو نیل اور فرات ہیں (کہ منبع ان کا یہاں ہے اور بہاؤ مصر اور عراق میں۔ یا دُنیوی دریاؤں کے ہم نام وہاں علیحدہ نہریں ہیں) پھر مجھے بیت المعمور دکھایا گیا (کہ خانہ کعبہ کے محاذ میں ساتویں آسمان پر بیت اللہ اور فرشتوں کا محل طواف ہے) پھر میرے پاس لایا گیا (ایک برتن شراب کا اور ایک برتن دودھ کا اور ایک برتن شہد کا (کہ پینے کے لئے جو لینا چاہوں لے لوں) پس میں نے دودھ لے لیا۔ جبریل نے کہا کہ دودھ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت ہے (کہ انسان کی ابتدائی پرورش اسی سے ہے اور آپ کا یہ انتخاب علامت ہے کہ کمال توحید جو روح کی اصل غذا ہے آپ کی محبوبیت کے طفیل آپ کی اُمت کو نصیب ہوگی اور اسی فضیلت پر وہ اشرف الامم بنے گی) اس کے بعد مجھ پر نماز فرض ہوئی یعنی روزانہ پچاس نمازیں۔ پس میں واپس ہوا اور حضرت موسیٰ پر گذر ہوا تو انہوں نے پوچھا آپ کو کس (عبادت) کا حکم کیا گیا؟ میں نے کہا کہ روزانہ پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے۔ فرمایا آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں ادا نہ کر سکیگی۔ اور میں واللہ آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں۔ (کہ تعب کی برداشت کرنا بہت مشکل ہے) اور بنی اسرائیل (کی اصلاح) میں بہت کچھ مشقتیں اٹھا چکا ہوں۔ لہذا اپنے رب کے حضور واپس جائیے اور اپنی امت کیلئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ چنانچہ میں دوبارہ بارگاہ احدیت میں) حاضر ہوا پس حق تعالیٰ نے دس نمازوں کا بار میرے اوپر سے اٹھا دیا (اور چالیس باقی رکھیں) پس میں حضرت موسیٰ کی طرف واپس آیا تو پھر انہوں نے وہی کہا (کہ اتنے کا بھی تحمل دشوار ہے لہذا تخفیف کی درخواست کیجئے) چنانچہ میں پھر حاضر ہوا اور (اس مرتبہ پھر) دس نمازیں کم کر دیں۔ پس میں حضرت موسیٰ کیطرف آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا (کہ اتنے کا بھی تحمل دشوار ہے۔ لہذا تخفیف کی درخواست کیجئے۔) چنانچہ میں پھر حاضر ہوا (اور اسی طرح چار مرتبہ دس دس اور پانچویں حاضری میں پانچ کی تخفیف ہو کر) روزانہ پانچ نمازوں کا مجھے حکم ہوا۔ پس میں حضرت موسیٰ کیطرف آیا اور انہوں نے پوچھا اب کیا حکم ہوا؟ میں نے کہا کہ روزانہ پانچ نمازوں کا۔ کہا آپ کی

امثالها فهی خمسون فی ام الکتاب وهی خمس علیک ؛ وفی آخرہ : فاستیقظ صلی اللہ علیہ وسلم وهو فی المسجد الحرام ؛ وفی روایۃ ثابت البنانی عن انس رفعه : اتیت بالبراق وهو دابۃ ابیض طویل فوق الحمار

اُمت روزانہ پانچ نمازوں کا نباہ نہ کر سکے گی۔ کہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا اور بنی اسرائیل کیساتھ بہت کچھ تدبیریں کر چکا ہوں (اور جب وہ باوجود جسمانی قوت میں زیادہ ہونے کے اصلاح پذیر نہوئے تو آپ کی امت ضعیف ہو کر کیسے نباہیگی۔ لہٰذا واپس جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے (بار بار تخفیف کا) سوال کیا حتی کہ شرم آنے لگی (اور اب سوال کی ہمت نہیں) پس رضا و تسلیم اختیار کرتا ہوں۔ جب میں آگے بڑھا تو ایک (غیبی) آواز دینے والے نے آواز دی کہ جاری کیا میں نے اپنا فریضہ اور تخفیف کر دی اپنے بندوں سے (کہ عدد میں پانچ کر دیں مگر اجر میں حسب تقرر سابق پچاس بنا دیں) (قوت ی (شریکؒ) نے حضرت انسؓ کو اس رات کے متعلق جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے لیجا کر سیر کرائی گئی ہے یہ کہتے سُنا کہ آپ کے پاس زمانہ نزول وحی سے قبل تین فرشتے آئے درانحالیکہ آپ مسجد حرام میں سو رہے تھے۔ پس پہلے نے کہا وہ (نبی جن کو لے چلنا ہے بھلا) ان میں کون سے ہیں؟ بیچ والے نے کہا وہ ہیں جو ان میں بہتر ہیں (کہ آپ کے پاس حضرت جعفرؓ و حمزہؓ سو رہے تھے) تیسرے نے کہا اچھا اس بہترین کو لے چلو۔ پس یہ رات تو یوں ہی رہی کہ (اتنے سوال و جواب کے بعد) آپ نے ان کو نہ دیکھا۔ حتّٰی کہ (عرصہ کے بعد) دوسری رات (شب معراج) میں وہ فرشتے پھر آئے کہ آپ کا قلب دیکھ رہا اور آنکھ سو رہی تھی کہ آپ کا قلب کبھی نہیں سوتا تھا اور انبیاء کی شان یہی ہے کہ ان کی آنکھیں سو جایا کرتی ہیں مگر قلب نہیں سویا کرتا۔ پس اس مرتبہ انہوں نے آپ سے کوئی بات نہیں کی حتی کہ آپ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لاکر رکھا اور ان میں سے حضرت جبریلؑ نے کام اپنے ہاتھ میں لیا کہ آپ کے وسط حلق اور کنارۂ گردن کا درمیان چیرا حتی کہ سینہ اور پیٹ کا اندرون کھولدیا اور اس کو اپنے ہاتھ سے آب زمزم سے دھویا یہاں تک کہ اندرون کو بالکل صاف کر دیا۔ پھر ایک طلائی طشت لایا گیا جس میں ایک طلائی پیالہ پڑا ہوا تھا اور وہ ایمان و حکمت سے لبریز تھا پس وہ آپ کے سینہ اور حلق کی رگوں میں بھر گیا اور پھر دونوں پٹ ملا دیئے گئے اس کے بعد آپ کو لے کر آسمانِ دنیا پر چڑھے اور اسی روایت میں ہے کہ آپ کو پہلے آسمان پر دو نہریں بہتی ہوئی نظر آئیں۔ آپ نے پوچھا یہ نہریں کون سی ہیں اے جبریلؑ؟ کہا یہ نیل اور فرات ہیں کہ ان کی اصل (یہاں) ہے۔ پھر آپکو آسمان میں چلایا اور ایک دوسری نہر نظر پڑی جس کے کنارہ موتی اور زبرجد کا ایک محل بنا ہوا تھا۔ پس آپ نے جو ہاتھ مارا تو گویا خالص مشک تھا۔ فرمایا یہ کیا ہے اے جبریلؑ؟ عرض کیا یہ کوثر ہے جسکو آپ کے رب نے آپ کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ پھر آپکو دوسرے آسمان کیطرف چڑھایا۔ آگے روایت سابقہ کے موافق تذکرہ ہے مگر حضرت انبیاؑ کی تعیین نہیں کی بجز اس کے کہ حضرت ادریسؑ دوسرے آسمان میں اور حضرت ہارون علیہ السلام چوتھے میں اور حضرت ابراہیمؑ چھٹے میں اور حضرت موسیٰؑ ساتویں میں اور پہلے آسمان میں حضرت آدمؑ، اور اسمیں ہے کہ حق تعالیٰ نے پہلی مراجعت میں دس نمازیں معاف کیں۔ پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار (بارگاہِ احدیت میں واپس) بھیجتے رہے حتی کہ پانچویں مراجعت میں پانچ رہ گئیں۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا میرے ہاں حکم میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ جیسا میں تم پر لوح محفوظ میں فرض کر چکا ہوں۔ وہی قائم رہے گا مگر اس طرح کہ) ہر نیکی اپنی جیسی دس نیکیوں کی برابر ہوگی کہ لوحِ محفوظ میں پچاس رہیں اور تم پر (عمل کرنے کے لئے) پانچ۔ اور اخیر میں ہے رسول اللہ صلے اللہ

ودون البغل یضع حافرہ عند منتھی طرفه فرکبته حتی اتیت بیت المقدس فربطته بالحلقة التی تربط بها الانبیاء ثم دخلت المسجد فصلیت فیه رکعتین ثم خرجت فجاءنی جبریل باناء من خمر واناء من لبن فاخترت اللبن فقال جبریل اخترت الفطرۃ ثم عرج بنا بنحو حدیث قتادۃ ؛ وفیه: فاذا انا بابراھیم مسندا ظھرہ الی البیت المعمور فاذا ھو یدخله کل یوم سبعون الف ملك لا یعودون الیه وذھب بی الی السدرۃ المنتھی فاذا ورقھا کآذان الفیلة واذ ثمرھا کالقلال فلما غشیھا من امر الله تعالیٰ ما غشی تغیرت فما احد من خلق الله یستطیع ان ینعتھا من حسنھا ؛ وفیه: انه تعالیٰ حط عنه فی المراجعة الاولی خمسا قال فلم ازل ارجع بین ربی تعالیٰ وبین موسیٰ حتی قال یا محمد انھن خمس صلوات کل یوم ولیلة کل صلوۃ عشر فذلك خمسون صلوۃ ؛ للشیخین والنسائی (انس) کا ...

علیہ وسلم بیدار ہوئے اور (دیکھا کہ) آپ مسجد ہی میں ہیں۔ اور ثابت بنانی کی انس سے مرفوعاً روایت ہے کہ میرے پاس براق لایا گیا اور وہ چوپایہ تھا سفید رنگ دراز قامت دراز گوش سے زیادہ اور خچر سے کم کہ سُم رکھتا تھا منتہائے نظر پر۔ (کہ آسمان تک اس کی رفتار کا ایک قدم تھا) پس میں اس پر سوار ہوا حتی کہ بیت المقدس آیا اور اس کو اس حلقہ سے باندھا جس سے انبیاء (اپنی سواریوں کو) باندھتے رہے اس کے بعد مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر باہر آیا تو جبریل ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا لائے پس میں نے دودھ کو انتخاب کر لیا۔ جبریل نے کہا آپ نے فطرت کا انتخاب کیا۔ پھر مجھے لے کر چلے الخ آگے ہے کہ دیکھتا کیا ہوں حضرت ابراہیم بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے ہیں۔ جس میں (طواف کے لئے) روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور دوبارہ ان کی نوبت نہیں آتی۔ اور مجھے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے تو دیکھتا کیا ہوں کہ اس کے پتّے ایسے (بڑے) ہیں جیسے ہاتھی کے کان۔ اور اس کے پھل جیسے مٹکے۔ پس جب اس کو بحکمِ الٰہی ڈھانپ لیتی ہے جو چیز بھی۔ (انوار و تجلیات خاصہ کی) ڈھانپتی ہے تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ کی مخلوق میں کسی کی طاقت نہیں کہ اس کے حُسن کی پوری کیفیت بیان کر سکے۔ اور اسی روایت میں ہے کہ حق تعالےٰ نے پہلی مراجعت میں پانچ نمازیں کم کیں۔ آپ فرماتے ہیں پس میں بار بار اپنے رب اور حضرت موسیٰ کے درمیان (بغرض تخفیف) آتا اور واپس ہوتا رہا حتی کہ حق تعالےٰ نے فرمایا اے محمد یہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز برابر (کیجائے گی) دس کے پس وہ پچاس ہو جائے گی (ق ی) ف اس روایت میں اضطراب اور تقدیم تاخیر ہے۔ صحیح تر روایت قتادہ کی ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ عروج کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں اور اسرا کے معنی رات میں چلنے کے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حق تعالےٰ نے ہجرت سے ایک سال قبل ماہ ربیع الاول یا ۲۷ رمضان یا ۲۷ رجب کی شب میں حسب اختلاف روایات یہ شرف نصیب فرمایا کہ آپ مسجد اقصیٰ تشریف لائے اور اس کا نام اسرا ہے اور نص قرآن سے ثابت ہے جس کا منکر کافر ہے۔ اور اس کے بعد آپ کو افلاک وعجائبات ملکوت کے لئے اوپر چڑھایا گیا۔ اور اس کا نام معراج ہے اور احادیث مشہورہ سے ثابت ہے جس کا منکر فاسق اور بدعتی ہے اس بارہ میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ اسرا اور معراج ایک ہی شب میں متصلاً ہوئی یا جُدا جُدا دو راتوں میں۔ مگر اس سے نتیجہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نیز معراج روحی تھی یا بدنی؟ مگر روحی کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے عالم خواب میں یہ سیر کی تھی۔ مانا کہ خواب میں کسی واقعہ کا نظروں سے اوجھل عالم افلاک اور جنت دوزخ کا حقیقت کے موافق دیکھنا علامتِ قُرب اور کمال صدق ہے مگر ایسی شے نہیں جو نبی کے ساتھ مخصوص ہو اور نہ ایسی عجیب بات ہے جس پر مخالفین کا

اتنا شور وغوغا مچے۔ ہاں یہ مطلب ہے کہ جس طرح روح بدن سے موت کے وقت جدا ہو کر عالمِ برزخ کی سیر کرتی ہے اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بحالتِ حیات روحی سیر نصیب ہوئی کہ جس طرح آفتاب اپنی جگہ پر قائم ہے مگر اس کی حرارت و روشنی زمین پر پڑتی اور پھلوں کو پکاتی ہے اسی طرح بدن کا روح کیساتھ تعلق رہتے ہوئے روح کا عالمِ افلاک پر جانا بعید از عقل نہیں۔ کہ روح کی قوتِ پرواز اور حیرت انگیز تاثیرات کا ادراک یا بروئے مشاہدہ اولیا اللہ کو ہوتا ہے ورنہ مادیات میں برقی کی سُرعت رفتار اور مسمریزم میں نظر اور خیال کی قوت تاثیر کو دیکھ کر ہر روح میں کہ بسیط اور عالم علوی سے تعلق رکھنے والی شے ہے اس سے بہت کچھ زیادہ اثر کا مان لینا عوام کو بھی بعید نہیں۔ مگر یہ روحی معراج دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہوئی اس لئے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ جو نبوتِ محمدیہؐ کے لئے مخصوص و ممتاز مرتبہ ہے اس سے بھی بالا تھا یعنی بدن کے ساتھ کہ ایک معجزہ ہے منجملہ معجزات کے جس کی کُنہ کا ادراک عقول عامہ سے بالا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ نورِ محمدیؐ کو حق تعالےٰ نے جس قوت سے نوازا تھا اس کی نہ عالمِ دُنیا میں کوئی نظیر ملتی ہے نہ عالم ملائک میں اور اس لئے اس محل تشریف و تکریم میں ذات ترابیہ کا روحی اثرات میں تابع بنجانا اگر تعجب کے قابل ہے تو صرف اس کے لئے جس کو روح کے ادراکات سے مس نہ ہو یا اسباب مادیہ کی قید ظلمت میں پھنسنے کی وجہ سے قدرت الٰہیہ کی غیر متناہی وسعت کا اعتقاد نہ ہو۔ اور انہیں پر حجت پوری کرنے کے لئے معجزات کا ظہور ہوا کرتا ہے۔ اور حضرات انبیاء کے لئے تعیین افلاک میں جو اختلاف ہے وہ راوی کا سہو ہے یا کسی نبی کا ایک آسمان پر ملنا اور دوسرے آسمان تک ساتھ جانا۔ اور اس ملاقات میں حضرات انبیاء کی روحی معراج تھی کہ قبور میں ابدان سے بھی تعلق قائم تھا اور افلاک پر حسب مراتب قرب مجسم قیام و کلام بھی تھا۔ شق صدر بھی آپ کا چند بار ہوا۔ اول بحالت طفولیت حلیمہ سعدیہ کے پاس قیام کے زمانہ میں اور وہ ذات ترابیہ سے اس حصہ کے نکالنے کی خاطر تھا جو شیطانی اثرات کا محل بنتا ہے اور اسی بنا پر آپ نے فرمایا کہ میرا قرین شیطان مسلمان بن گیا کہ وہ شے ہی نہیں جس پر اس کا اثر ہو۔ دوم قبل از نبوت اور وہ اس لئے تھا کہ بار رسالت کا تحمل آسان ہو جائے کہ افلاک و جبال امانت الٰہی کا بوجھ نہ اٹھا سکے اور بار رسالت کے لئے تو بڑے قوی قلب کی ضرورت ہے۔ سوم عند البعض معراج کے وقت جیسا کہ اس حدیث میں آیا اور یہ عروج فلکی اور تحمل سیاحت علویات کے لئے تھا اور طلائی طشت کا استعمال اس موقع پر عالم آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ جو دُنیا میں اُمت پر حرام ہونے کے منافی نہیں۔ نیز اس کا استعمال فرشتوں نے کیا کہ غیر مکلف ہیں نہ کہ پیغمبر نے۔ اور آنکھوں کا سو جانا مگر قلب کا بیدار رہنا بوراثت محمدیہ اولیاء امت کو بھی نصیب ہوا ہے کہ بسا اوقات سونے میں ان کے قلب نے دوسروں کو اور خود اس سوئے ہوئے ذاکر کو بھی جگا دیا ہے۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت حسب علو مرتبہ اتنی قوی تھی کہ اس کا عوام کو سمجھانا اتنا ہی مشکل ہے جتنا اس شخص کو جس نے عمر بھر خواب نہ دیکھی ہو روح کا عالمِ مثال میں سیر کرنے کی ماہیت کا سمجھانا کہ وجدانیات ہمیشہ تعلیم و تفہیم سے بالا رہتے ہیں۔ اور اس حالت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرشتوں کا اور باتیں کرنا بارہا ہوا ہے اور یہ یا متعدد مرتبہ معراج منامی و روحی سب ایک تمہید تھی۔ اسی معراج جسدی کی کہ طبیعت مانوس ہو کر سیر افلاک سے خائف نہ ہو اور آخر اس مقام پر پہونچیں جہاں نہ جبریل کا گذر ہو نہ کسی دوسرے کا۔

ابوذر یحدث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فرج سقف بیتی وانا بمکۃ فنزل جبریل ففرج عن صدری ثم غسلہ من ماء زمزم ثم جاء بطست من ذھب ممتلئ حکمۃ وایمانا فافرغھا فی صدری ثم اطبقہ ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء بنحوہ ؛ وفیہ ؛ فلما علونا السماء الدنیا فاذا رجل عن یمینہ اسودۃ وعن یسارہ اسودۃ فاذا نظر قبل یمینہ ضحک واذا نظر قبل شمالہ بکی فقال مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح قلت یا جبریل من ھذا؟ قال ھذا آدم وھذہ الاسودۃ عن یمینہ وعن شمالہ نسم بنیہ فاھل الیمین اھل الجنۃ والاسودۃ التی عن شمالہ اھل النار ؛ وفیہ ؛ قال انس فذکر انہ وجد فی السموٰت آدم وادریس وعیسٰی وموسٰی وابراھیم علیھم السلام ولم یثبت کیف منازلھم غیر آدم فی السماء الدنیا وابراھیم فی السماء السادسۃ ؛ وفیہ ؛ قال ابن شھاب واخبرنی ابن حزم ان ابن عباس وابا حبۃ الانصاری یقولان قال صلی اللہ علیہ وسلم ثم عرج بی حتی ظھرت لمستوی اسمع فیہ صریف الاقلام ؛ وفیہ ؛ قال فی اول المراجعۃ فراجعت ربی فوضع شطرھا وفی الثانیۃ فرجعت

اور اسی لئے بجز اس کے کہ وہاں آپ کو فرضیت نماز کا کہ کمال قرب مع اللہ کا ذریعہ ہے تحفہ عطا ہوا اور کچھ نہیں بتا سکتے کہ کیا ہوا۔ افسوس ہے کہ اُمت محمدیہ اسی تحفۂ محبوب کی کہ موجب فخر و ناز تھا حد سے زیادہ ناقدرداں ہوئی اور اسی لئے حد درجہ ذلت و پستی میں گری کہ کفرانِ نعمت بُری بلا ہے۔ تخفیف بروایت صحیحہ ہر مرتبہ میں پانچ پانچ نمازوں کی ہوئی اور اس لئے دس یا نصف کی روایت کو اختصار پر محمول کیا جائے گا کہ نتیجہ بہر حال متفق علیہ ہے یعنی یہ کہ پچاس کی پانچ رہیں اور ہر نیکی کو دس گونہ بنانے کے قانونِ رحمت سے حکماً پچاس ہی شمار کی گئیں۔ (انس) حضرت ابوذر بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی درانحالیکہ میں مکہ میں تھا پس جبریل اُترے اور میرا سینہ کھولا اور پھر اس کو آب زمزم سے دھویا۔ پھر ایک طلائی طشت لایا گیا جو حکمت اور ایمان سے لبریز تھا پس اس کو میرے سینہ میں ڈالدیا اور سینہ کے پٹ ملا دیئے اور اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر (براق پر سوار کرا کے) مجھے آسمان کی طرف چڑھایا الخ اور آگے ہے کہ جب ہم آسمان دُنیا پر پہونچے تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھے ہیں۔ ان کی داہنی طرف بھی بہتیرے شخص ہیں اور بائیں طرف بھی بہتیرے اشخاص۔ پس وہ جس وقت داہنی طرف دیکھتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف نگاہ کرتے ہیں تو رو دیتے ہیں۔ پس مجھے دیکھ کر انہوں نے کہا مرحبا ہو صالح نبی اور صالح بیٹے کو۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون ہیں؟ کہا یہ حضرت آدم ہیں اور یہ اشخاص جو ان کے دائیں اور بائیں ہیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں کہ داہنی جانب والے اہل جنت ہیں اور جو لوگ بائیں طرف ہیں وہ اہل دوزخ ہیں۔ آگے مذکور ہے کہ انس نے کہا پھر آنحضرت نے ذکر فرمایا کہ آپ نے افلاک پر حضرت آدم و ادریس و عیسٰی و موسٰی و ابراہیم علیہم السّلام کو پایا مگر محقق نہیں ہوا کہ ان کے مقامات کہاں کہاں فرمائے بجز اس کے کہ آدم کو آسمان دنیا میں اور حضرت ابراہیم کو چھٹے آسمان پر فرمایا۔ اور اسی میں ہے کہ ابن شہاب نے کہا مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباس اور ابوحبہ انصاری کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مجھے اوپر چڑھایا گیا حتی کہ میں ایک بلند و ہموار جگہ پہونچا کہ (لکھنے والے فرشتوں کے) قلموں کی آواز سنتا تھا۔ اور اسی میں ہے کہ پہلی مراجعت کے متعلق فرمایا میں اپنے رب کی طرف واپس آیا تو نصف کی تخفیف فرما دی اور دوسری مراجعت کے متعلق فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف واپس آیا تو فرمایا وہ پانچ ہیں (بروئے ادا) اور پچاس ہیں (بروئے اجر) ق۔ ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چچا زاد بہن اُم ہانی والدہ حضرت علی کے گھر میں تھے کہ اس کو کبھی تصریح کے ساتھ فرمایا اور کبھی اپنے گھر کے لفظ سے کہ خواجہ عبدالمطلب کے بعد آپ کا قیام اپنے چچا

ربی فقال ھی خمس وھی خمسون ؛ للشیخین (ابن مسعودؓ) لما اسری بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم انتہی الی سدرۃ المنتھی وھی فی السماء السادسۃ والیھا ینتھی ما یعرج بہ من الارض فیقبض منھا قال تعالیٰ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی قال فراشٌ من ذھب قال فاعطی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثلاثا الصلوٰت الخمس وخواتیم سورۃ البقرۃ وغفر لمن لا یشرک باللہ شیئًا من امتہ المقحمات ؛ لمسلم والنسائی والترمذی (بریدہؓ) لما انتھینا الی بیت المقدس قال جبریل کذا باصبعہ فخرق بہ الحجر وشد بہ البراق ؛ للترمذی (جابرؓ) لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن اٰیاتہ وانا انظر الیہ ؛ للشیخین و الترمذی ولاحمد والبزار والکبیر والاوسط عن ابن عباس : ان اباجھل قال للنبی صلے اللہ علیہ وسلم صبیحۃ الاسراء کالمستھزئ ھل کان من شئی؟ فقال صلے اللہ علیہ وسلم نعم قال وما ھو؟ قال انی اسری بی اللیلۃ قال الی این؟ قال الی بیت المقدس قال ثم اصبحت بین ظھرانینا؟ قال نعم قال ارأیت ان دعوت قومک اتحدثھم ما حدثتنی؟ قال نعم قال یا معشر بنی کعب بن لؤی حی ھلا فجاءوا قال حدث قومک بما حدثتنی فقال صلے اللہ علیہ وسلم انی اسری بی اللیلۃ قالوا الی این؟ قال الی بیت المقدس قالوا ثم اصبحت بین ظھرانینا؟ قال نعم فمن بین مصفق وبین واضع یدہ علے رأسہ متعجبا للکذب قالوا وتستطیع ان تنعت لنا

ابوطالب کی کفالت میں انہیں کے پاس رہا تھا. یہاں سے فرشتوں نے چھت کی راہ آپ کو اٹھا کر مسجد حرام کے حصۂ حطیم میں کہ اسی کا نام حجر بھی ہے پہونچایا اور اس لئے کسی روایت میں ابتدا معراج کعبہ سے اور کسی میں حجر سے اور کسی میں حطیم سے منقول ہے. (ابن مسعودؓ) جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ کو سدرۃ المنتہی تک پہونچایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے (ممکن ہے کہ جڑ اس کی آسمانِ ششم میں ہو کہ بہت بڑا درخت ہے یا کسی راوی کا وہم وسہو ہو کہ بروایت صحیحہ ساتویں آسمان پر ہے) اور اسی تک پہونچتی ہے جو چیز بھی زمین سے چڑھتی ہے (خواہ اعمال ہوں یا ارواح) پھر وہاں سے (بقدرت الٰہیہ) لے لیجاتی ہے. (کہ اوپر کسی مخلوق کی پہونچ نہیں) اور اوامر واحکام نافذہ بھی فرشتے وہیں سے لیتے ہیں.) حق تعالےٰ فرماتا ہے اذ یغشی السدرۃ ما یغشی جبکہ ڈھانپ رہا تھا سدرہ کو جو کچھ بھی ڈھانپ رہا تھا (اس کی تفسیر میں فرمایا کہ) طلائی پروانے (یہ انوار وتجلیات کی تشبیہ ہے ورنہ کُنہ کا ادراک کسی کو نہیں کہ خود حق تعالےٰ نے مبہم رکھا ہے) پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (شب معراج میں) تین چیزیں عطا کی گئیں. نمازِ پنجگانہ اور سورۂ بقرہ کی اخیر آیتیں. (از آمن الرسول تا آخر) اور مغفرت کبیرہ گناہ کی اس کے لئے جو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرتا ہو (کہ مرتکب کبیرہ کو خلود نار نہ ہوگا) س ئی ت (بریدہؓ) نع. جب ہم بیت المقدس پہونچے تو جبریل نے اپنی انگلی سے اس طرح اشارہ کیا. پس پتھر میں شگاف ہوگیا اور اس سے براق باندھ دیا گیا. (ت) (جابرؓ) نع. جب (اسرار بیت المقدس کے متعلق) قریش نے مجھے جھٹلایا (اور اس کا حلیہ وصورت وغیرہ مجھ سے دریافت کیا تو) میں حجر میں کھڑا ہوا پس حق تعالےٰ نے (درمیانی پردے اٹھا کر) بیت المقدس میرے لئے کھول دیا. اور میں نے شروع کیا کہ اسکو دیکھتا جاتا اور اس کے حالات کی ان کو خبر دیتا جاتا تھا (ق ت) اور احمد وبزار وکبیر اور اوسط میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوجہل نے شب اسرا کی صبح کو مذاق کے طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہو کوئی نئی بات ہوئی؟ فرمایا ہاں. کہا وہ کیا؟ فرمایا رات مجھے سیر کرائی گئی. پوچھا کہاں کی؟ فرمایا بیت المقدس کی. کہا پھر صبح ہوئی تو ہم ہی میں موجود تھے؟ فرمایا ہاں

له فراش جمع فراشۃ وھی ما یتہافت فی السراج ۱۲ سه المقحمات ای الذنوب العظام التی تقحم ای تلقی فی النار من اقحمہ بمعنی القی ۱۲ سله ایات

المسجد؟ وفي القوم من سافر الى البلد ورأى المسجد قال صلے اللہ علیہ وسلم فمازلت انعت حتى التبس علے بعض النعت فجئي بالمسجد حتى وضع دون دار عقیل فنعته وانا انظر الیہ فقال القوم اما النعت فواللہ لقد اصاب۔ (ابو هریره)

کیا بھلا اگر تمہاری قوم کو بلاؤں تو جو مجھ سے کہہ رہے ہو ان سے بھی کہدو گے؟ فرمایا ہاں ہاں۔ ابوجہل نے آواز دی کہ اے گروہ بنی کعب جلدی آؤ چنانچہ وہ آئے اور ابوجہل نے کہا لو اپنی قوم سے بھی کہدو جو مجھ سے کہا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات مجھے سیر کرائی گئی۔ بولے کہ کہاں کی؟ فرمایا بیت المقدس کی کہنے لگے پھر صبح کو ہم ہی میں موجود تھے؟ فرمایا ہاں۔ پس جھوٹ پر متعجب ہو کر کوئی تالیاں بجانے لگا اور کسی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا اور کہا کیا مسجد اقصیٰ کے حالات بیان کر سکتے ہو؟ ان لوگوں میں بعض وہ بھی تھے جو اس شہر کا سفر کر چکے اور مسجد دیکھ دیکھ آئے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے پس (ان کے سوالات پر) میں اس کے حالات بیان کرتا رہا حتی کہ بعض باتوں میں مجھے الجھن پیش آئی (کہ ان کو غور سے نہ دیکھا تھا) لہذا مسجد اقصیٰ میرے لئے لائی گئی حتی کہ عقیل کے گھر سے ورے لاکر رکھدی گئی پس میں نے اس کا حال بیان کیا کہ اس کو دیکھتا جاتا تھا۔ لوگوں نے کہا میاں حالات تو بالکل ٹھیک بتائے۔ ف یہ دوسرا معجزہ تھا کہ اول طی زمان و مکان دونوں ہوئے اور آپ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے۔ اور اب آپ کی تصدیق کی خاطر مسجد کے لئے طی مکان ہوا اور وہ سامنے لائی گئی یا کشف تام ہوا کہ درمیانی پردے اٹھادئے گئے۔ اور جس طرح آسمان باوجود بعید از بعید ہونے کے درمیان میں آڑ نہ ہونے کے سبب صاف نظر آتا اور آنکھ کے تل میں کہ دانۂ مسور سے بھی چھوٹا ہے رکھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ فلسطین کے شہر یروشلم کی مسجد ملک عرب میں شہر مکہ کے دار عقیل سے ورے رکھی ہوئی آپ کو نظر آئی کہ جو باتیں سرسری ملاحظہ میں نظر سے چوک جاتی ہیں کہ مثلاً طاق کتنے ہیں اور کڑیاں کتنی، وہ اب مشاہدہ کے ذریعہ بیان ہونے لگیں۔ ایک ایسے نازک زمانہ میں جبکہ چار طرف سے مخالفت اور تکذیب کی آگ مشتعل تھی اور محض دعویٰ نبوت و دعوت توحید پر ملک کا بچہ بچہ وحشت کھا کر درپئے تحقیر ہو چکا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے واقعۂ اسرا کا ظاہر کرنا ہی واقعہ کے بالکل سچے ہونے کا ثبوت اور آپ کے کمال استقلال اور خود غرضی و طلب جاہ سے بے لوث ہونے کی کھلی دلیل تھا۔ کہ مصلحت بین شخص کو سچی بات کے بیان کرنے میں بھی وقت اور سامعین کا رنگ دیکھنا ضروری ہے اور جھوٹ بات کہنا تو کارے دارد۔ بالخصوص جبکہ مذاق اڑانے میں رہے سہے معتقدین کے بھی ہاتھ سے جانے کا یقین ہو اور امتحان ہونے پر اگلی پچھلی ساری تجویزیں ہی بے اثر ہو جائیں۔ آج ایک عالم کوئی ایسا مسئلہ بیان کرے جو مذہبی روایات سے حق ہے مگر چونکہ عوام کے کان ناآشنا رہے ہیں اس لئے ان کو نرالا اور عجیب معلوم ہوتا ہے تو اس پر اپنوں میں جو شور و غوغا مچتا ہے اس کی برداشت مشکل پڑ جاتی ہے اور ہم عقیدہ علماء بھی براہِ تاسف پکار اٹھتے ہیں کہ بات حق سہی مگر بیان کرنا کیا ضرور تھا کہ رہے سہے ہیخیال بھی بدگمان ہو کر پھر گئے۔ پھر کیا پوچھنا واقعہ اسرا کا کہ بھڑکتی ہوئی نارِ عداوت میں بلا تاخیر صبح ہوتے ہی آپ کی زبان سے نکلا اور ہوا جو ہونا تھا۔ مگر قلبِ محمدیؐ پر گھبراہٹ نہ آئی۔ یہ اسی کمال نورِ معرفت الٰہیہ کا اثر تھا جو طلائی طشت میں جبریل کے ہاتھوں سینہ چاک کر کے آپ کے قلب میں بھر اگیا تھا کہ سینہ کے چاک ہونے میں تکلیف بھی نہ تھی جیسا کہ عالم خواب میں انسان کو ایسا قصہ پیش آئے اور حس نہ ہو۔ اور نبوت کی بیش از بیش قوتِ قدسیہ پر کہ پہلے ہی سے دنیا میں بے نظیر تھی۔ ایک جدید اضافہ تھا کہ اب جس مقدار پر پہونچی تھی۔ اس کا ادراک فرشتوں کو بھی نہیں ہو سکتا۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اتی بفرس یجعل کل خطوۃ منہ اقصی بصرہ فسار و معہ جبریل فاتی علی قوم یزرعون ویحصدون فی یوم کلما حصدوا عاد کما کان فقال یا جبریل من ھؤلاء؟ قال المجاھدون تضاعف لھم الحسنۃ بسبعمأۃ ضعف وما انفقوا من شئی فھو یخلفہ ثم اتی علی قوم ترضخ رؤسھم بالصخرۃ کلما رضخت عادت کما کانت قال من ھؤلاء؟ قال الذین تثاقلت رؤسھم عن الصلوۃ ثم اتی علی قوم علی ادبارھم رقاع وعلی اقبالھم رقاع یسرحون کما تسرح الانعام الی الضریع[1] والزقوم ورضف جھنم قال من ھؤلاء؟ قال الذین لا یؤدون صدقۃ اموالھم ثم اتی علی قوم بین ایدیھم لحم فی قدر نضیج ولحم آخر نئی خبیث فجعلوا یاکلون الخبیث ویدعون النضیج قال من ھؤلاء؟ قال الرجل من امتک یقوم من عند امرأتہ فیأتی المرأۃ الخبیثۃ فیبیت معھا والمرأۃ تقوم من عند زوجھا

یہی استقلال اور بلاپس و پیش حق گوئی وہ عبدیت ہے جس کی بنا پر اس اشرف اعظم یعنی معراج کی نعمت کا اظہار حق تعالےٰ نے سبحن الذی اسری بعبدہ میں لفظ عبد سے فرمایا ہے۔ ادھر ابوجہل یا دیگر جُہلا کو مانا کہ ایمان نصیب نہوا مگر امتحان میں کامیاب دیکھ کر نفس واقعہ میں زبان چلانے کی عمر بھر ہمت نہ ہوئی۔ اور آگے چل کر سارا عرب اور پھر دور دراز کی مختلف الخیال اقوام آپ پر ایمان لائیں اور پھر صدیاں گذر گئیں کہ واقعۂ اسرا میں خفیف شبہ کبھی کسی کے قلب پر وارد نہ ہوا۔ مگر افسوس ہے کہ آج امتی ہونے کا دعویٰ کرنے والے ہی ایسے ملیں گے جن کے نزدیک چودہ سو برس کے اَن گنت مسلمانوں کا یقین بلکہ ابوجہل کا سکوت بھی ضعف عقل اور تاریکی خیال کا شعبہ ہے کہ ان کو موجودہ زمانہ کی تحقیق معلوم نہ تھی۔ اور وہ مادیات کی پابند قوت سے ناواقف تھے۔ حالانکہ آج جبکہ دو ہزار میل کی مسافت پر ٹیلیفون کے ذریعہ ایک آواز ہی دوسرے کان میں نہیں پہونچتی بلکہ اس کی صورت مجسم بھی سامنے آکھڑی ہوتی ہے۔ اس واقعۂ تم ایمان لانا کچھ بھی بعید نہ تھا۔ آہ کتنا فرق ہوگیا۔ کہ اس زمانہ کے سادہ لوح غائبانہ قدرتِ الٰہیہ پر یقین کرتے ہوئے رسول پر ایمان لاتے تھے۔ اور آج مادیات کی چھپی ہوئی قوتوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی محض اس لئے نبی اُمّی روحی فداہ کا ذاتی واقعہ اور ارشاد ہے۔ اس کا یقین کرنا دشوار ہے اور پھر دعویٰ ہے عقل اور فہم سلیم کا اور ساتھ ہی میں ایمان بلکہ رہبری اسلام کا۔ (ابوہریرہؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گھوڑا (براق) لایا گیا۔ جس کا ایک قدم منتہائے نگاہ تھا۔ پس آپ (اس پر سوار ہوکر) چلے اور جبریل آپ کے ساتھ تھے۔ ایک قوم پر گذرے جو روزانہ بوتے اور کاٹ رہے تھے کہ جتنا کاٹ لیتے تھے وہ پھر عود کر آتا (اور کھیتی ہری بھری بن جاتی تھی) آپ نے پوچھا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ مجاہدین ہیں کہ ان کی ایک ایک نیکی ان کے لئے سات سو گونہ بنائی جاتی ہے۔ اور جو کچھ بھی یہ (اللہ کے نام پر) خرچ کرتے تھے اللہ اس کا بدل بخشتا ہے (کہ کاٹنے سے کھیتی ختم نہیں ہوتی)۔ پھر آپ دوسری قوم پر آئے جن کے سر پتھر سے کچلے جارہے تھے کہ جب کچل جاتا تو پھر سالم بنجاتا اور پھر کچلا جاتا اور پھر پہلی حالت پر آجاتا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبریل نے کہا وہ لوگ ہیں جن کے سر نماز ادا کرنے سے بھاری بن جاتے (اور نیند سے اٹھنا مشکل ہوجاتا تھا) پھر ایک قوم پر تشریف لائے جن کے پیچھے (ستر پر) چیتھڑے تھے اور سامنے (ستر پر بھی) چیتھڑے۔ کہ جس طرح چوپائے (کھاس) چرا کرتے ہیں یہ لوگ ضریع اور زقوم (کہ نہایت تلخ و بدمزہ جہنمیوں کی غذا ہے) اور دوزخ کے گرم پتھر چر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر ایک قوم پر

[1] الشبرق او یابسہ الضریع لا تقربہ دابۃ لخبثہ او شئی فی جہنم امر من الصبر وانتن من الجیفۃ واحر من النار او غیر ذلک کما فی القاموس۔ والزقوم کالتنور شجرۃ بجہنم و نبات بالیاسمین اشکل وطعام اہل النار کما فیہ ایضا وفی النہایۃ الزقوم ما وصف اللہ تعالیٰ فی کتابہ

فتأتی الرجل الخبیث فتبیت عندہ ثم اتی علی رجل قد جمع حزمة عظیمة لا یستطیع حملها وهو یرید ان یزید علیها فقال ماهذا الرجل؟ قال رجل من امتك علیه امانة الناس لا یستطیع اداءها وهو یزید علیها ثم اتی علی قوم تقرض شفاههم والسنتهم بمقاریض من حدید کلما قرضت عادت قال من هؤلاء؟ قال خطباء الفتنة ثم اتی علی حجر صغیر یخرج منه ثور عظیم فیرید الثور ان یدخل من حیث خرج فلا یستطیع قال ماهذا؟ قال الرجل یتکلم بالکلمة العظیمة فیندم فیرید ان یردها فلا یستطیع ثم اتی علی واد فوجد ریحًا طیبة وریح مسك مع صوت قال ماهذا؟ قال صوت الجنة تقول یارب ائتنی باهلی وبما وعدتنی فقد کثر غرسی وحریری وسندسی واستبرقی وعبقری ومرجانی وفضتی وذهبی واکوابی وصحافی واباریقی وفواکهی وعسلی وثیابی ولبنی وخمری ائتنی بما وعدتنی قال لك کل مسلم ومسلمة ومؤمن ومؤمنة ومن آمن بی وبرسلی وعمل عملًا صالحًا ولم یشرك بی شیئًا ولم یتخذ من دونی اندادا فهو آمن ومن سألنی اعطیته ومن اقرضنی جزیته ومن توکل علی کفیته انی انا الله لا اله الا انا لا اخلف المیعاد قد افلح المؤمنون تبارك الله احسن الخالقین فقالت قد رضیت ثم اتی علی واد فسمع صوتًا منکرًا فقال ماهذا؟ قال صوت جهنم تقول یارب ائتنی باهلی وبما وعدتنی فقد کثرت سلاسلی واغلالی وسعیری وحمیمی وغساقی وغسلین[له] وقد بعد قعری

تشریف لائے جن کے سامنے ایک گوشت ہانڈی میں پکا ہوا رکھا تھا۔ اور دوسرا گوشت کچا بودار پس یہ بودار کو کھاتے اور بھنے ہوئے کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ آپ کی اُمت کا وہ مرد ہے جو اپنی بی بی سے (کہ حلال وطیب ہے) اٹھ کر فاحشہ وگندی عورت کے پاس جاتا (اور زنا کرتا ہے) اور وہ عورت ہے جو اپنے شوہر کے پاس سے اٹھ کر گندے (بدچلن) مرد کے پاس جاتی اور وہاں شب گذارتی ہے۔ پھر آپ ایک شخص پر آئے جس نے (لکڑیوں کا) ایک بڑا گٹھا جمع کر رکھا تھا جس کو اٹھا نہ سکتا تھا اور چاہتا تھا کہ اُس پر اضافہ کئے جائے۔ آپ نے پوچھا یہ کون شخص ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس پر لوگوں کی امانتوں کے اتنے بوجھ ہیں کہ ان کے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر ان پر زیادتی کئے جا رہا ہے۔ پھر آپ ایک قوم پر آئے جن کے ہونٹ اور زبانیں لوہے کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں اور جب وہ کٹ جاتی تھیں تو پھر پہلی حالت پر آجاتی تھیں (اور پھر کاٹی جاتیں اور پھر درست ہو جاتی تھیں کہ تکلیف کا عمل برابر قائم رہے) آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ وہ واعظین ہیں جو شر پیدا کرتے ہیں۔ پھر ایک چھوٹے سے سوراخ پر پہونچے کہ اس سے ایک بڑا بیل نکلتا ہے اور پھر وہ بیل جہاں سے نکلا اس میں گھسنا چاہتا ہے تو گھس نہیں سکتا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا یہ وہ شخص ہے جو ایک بھاری بات (مثل کفر یا تکبر کے) زبان سے نکالتا ہے اور پھر اس پر ندامت ہوتی ہے تو اس کو واپس لینا چاہتا ہے مگر نہیں لے سکتا۔ (کہ نکلا ہوا تیر لوٹا نہیں کرتا) پھر آپ کا گذر ایک میدان پر ہوا تو بڑی اچھی خوشبو مشک کی سی اور (پیاری) آواز محسوس ہوئی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا یہ جنت کی آواز ہے کہ کہتی ہے اے رب۔ میرے باشندے اور جو کچھ تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ سب مجھے عطا کر کہ میرے درخت میرا ریشم میرا کمخواب میرا استبرق میرے قالین میرے مرجان میری چاندی میرے سونے میرے پیالے میری رکابیاں میرے گلاس میرے میوے میرا شہد میرے کپڑے میرا دودھ میری شراب بہت کثیر ہو چکی (اور اس لئے اتنے ہی کثیر مہمانوں کی ضرورت ہے) لہٰذا مجھے دے جو تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا (کہ پیٹ بھر دوں گا) حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ تیرے ہی لئے ہے ہر مسلمان مرد وعورت اور ہر ایمان والا مرد وعورت

[له] الغسلين عطف تفسير على غساق والمراد بهما ما يسيل من صديد اهل النار ١٢

واشدد حری انتنی بما وعدتنی قال لك کل مشرك ومشركة وخبيثة وكل جبار لا يؤمن بيوم الحساب قالت رضيت
ثم سار حتی اتی بيت المقدس فنزل فربط فرسه الی صخرة فصلے مع الملائکة فلما قضيت الصلوة قالوا يا جبريل
من هذا معك؟ قال هذا محمد رسول الله خاتم النبيين قالوا وقد ارسل اليه؟ قال نعم قالوا حياه الله من اخ
وخليفة فنعم الاخ ونعم الخليفة ثم لقوا ارواح الانبياء فاثنوا علی ربهم فقال ابراهيم الحمد لله الذی اتخذنی
خليلا وآتانی ملكا عظيما وجعلنی امة قانتا واصطفانی برسالاته وانقذنی من النار وجعلها علیّ بردا وسلاما ثم
قال موسیٰ الحمد لله الذی كلمنی تكليما واصطفانی وانزل علیّ التورية وجعل هلاك فرعون ونجاة بنی اسرائيل
علیٰ يدی وقال داود الحمد لله الذی جعل لی ملكا وانزل علیّ الزبور والان لی الحديد وسخر لی الجبال يسبحن معی
والطير وآتانی الحكمة وفصل الخطاب وقال سليمان الحمد لله الذی سخر لی الرياح والجن والانس وسخر
لی الشياطين يعملون ما شئت من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب وقدور راسيات وعلمنی منطق الطير واسال
لی عين القطر واعطانی ملكا لا ينبغی لاحد من بعدی وقال عيسیٰ الحمد لله الذی علمنی التورية والانجيل وجعلنی
ابرئ الاكمه والابرص واحيی الموتیٰ باذنه ورفعنی وطهرنی من الذين كفروا واعاذنی وامی من الشيطان الرجيم

اور جو بھی ایمان لایا مجھ پر اور میرے رسولوں پر اور عمل صالح کیا اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا اور مجھے چھوڑ کر
دوسرے کو رب نہ بنایا پس وہ امان کا مستحق ہے اور جو کوئی بھی مجھ سے کچھ سوال کرتا ہے میں اس کو دیتا ہوں اور
جو مجھے قرض دیتا ہے میں اس کو بدلہ بخشتا ہوں۔ اور جو مجھ پر بھروسہ کرتا ہے میں اس کا ذمہ دار بنتا ہوں کہ در حقیقت
میں ہی اللہ ہوں۔ کوئی معبود نہیں بجز میرے۔ میرا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ بیشک ایمان والے فلاح پائیں گے
(اور تیرے اندر داخل ہوں گے) بڑا بابرکت ہے اللہ بہترین خالق۔ جنت کہتی ہے مجھے منظور ہے۔ پھر آپ کا گذر درت
میدان پر ہوا تو بُری ناگوار آواز سُنی۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ کہا یہ جہنم کی آواز ہے کہ کہتی ہے اے رب مجھے دے میرے باشندے
اور وہ جو تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری بیڑیاں میرے طوق میری لپٹ میرا کھولتا پانی میرا غساق اور غسلین
(یعنی دوزخیوں کی راد پیپ) بہت کثیر ہے اور میری گہرائی بہت زیادہ ہے میری تپش بہت شدید ہے (اور اس لئے
اتنی ہی زیادہ مخلوق درکار ہے) مجھے دے جو تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے ہاں تیرے ہی لئے
ہے ہر مشرک مرد وعورت اور گندا بدکار مرد وزن اور ہر متکبر کہ روزِ حساب پر ایمان نہ لائے۔ جہنم کہتی ہے مجھے منظور
ولپسند ہے۔ پھر آپ آگے چلے حتیٰ کہ بیت المقدس میں آئے پس اُترے اور اپنی سواری کو ایک پتھر سے باندھا اور
فرشتوں کے ساتھ (ان کے امام بن کر) نماز پڑھی۔ پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرشتوں نے پوچھا اے جبرئیل یہ
تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا یہ محمدؐ ہیں اللہ کے رسول خاتم النبیین۔ فرشتوں نے پوچھا کیا ان کی طرف کسی کو بھیجا گیا
(اور واقعہ اسرا کو عالمِ ظہور میں لانے کا وقت آگیا) فرمایا کہ ہاں۔ سب نے کہا اللہ ان کو مبارک فرمائے کیا خوب
بھائی ہیں اور کیا خوب خلیفۂ خدا۔ پھر ارواحِ انبیا سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اپنے رب کی حمد و ثنا کی حضرت
ابراہیم نے کہا اللہ ہی حمد کا مستحق ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور (روحانی) ملک عظیم عطا کیا۔ اور فرمانبردار
اُمّت بنایا (کہ ایک فرد گویا ہزاروں کی برابر ہے) اور مجھے اپنے پیغاموں سے برگزیدگی بخشی اور مجھے (نمرود کی) آگ
سے نکالا اور اس کو مجھ پر سرد اور موجبِ سلامتی بنایا۔ پھر حضرت موسیٰ نے کہا کہ اللہ ہی حمد کا مستحق ہے۔ جس نے مجھ
سے کلام کیا اور برگزیدہ بنایا اور مجھ پر توریت اُتاری اور فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھوں

له سقطت الواو من نسخ المخزون سهو قلم واثباته الصواب ١٢

الذی لم یجعل للشیطان علینا سبیلا وقال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کلکم اثنی علی ربہ وانا مثن علی ربی الحمد للہ الذی ارسلنی رحمة للعالمین وکافة للناس بشیرا ونذیرا وانزل علی القرآن فیہ تبیان کل شئی وجعل امتی خیر امة اخرجت للناس وجعل امتی وسطا وجعل امتی هم الاولون وهم الآخرون وشرح لی صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما فقال ابراهیم بهذا افضلکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم اتی بآنیة ثلاثة مغطاة فدفع له اناء فقیل له اشرب فیہ ماء ثم دفع له آخر فیہ لبن فشرب منه حتی روی ثم دفع له آخر فیہ خمر فقال قد رویت لا اذوقه فقیل له قد اصبت اما انها ستحرم علی امتک ولو شربتها لم یتبعک من امتک الا قلیل

پوری کی۔ حضرت داؤد نے کہا کہ اللہ ہی حمد کا مستحق ہے جس نے مجھے سلطنت بخشی اور مجھ پر زبور اتاری۔ اور میرے لئے لوہا نرم کیا اور پہاڑوں کو میرا مسخر بنایا کہ وہ اور پرندے میرے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور مجھے فہم سلیم اور فیصلہ مقدمات کی استعداد بخشی۔ حضرت سلیمان نے کہا اللہ ہی حمد کا مستحق ہے جس نے میرے لئے ہواؤں اور جنات اور انسان کو مسخر کیا اور شیاطین کو میرا تابع بنایا کہ بناتے تھے جو میں چاہتا تھا قلعے اور مورتیں اور لگن تالاب جیسے اور دیگیں جو ایک جگہ جمی رہیں (کہ ہلائے ہل نہ سکیں) اور مجھے جانوروں کی بولی (کا سمجھنا) تعلیم فرمایا۔ اور میرے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ (کہ پگھلانے کی ضرورت نہ رہی اور اس سے بڑے بڑے ظروف جنات کے ہاتھوں بنوائے) اور مجھے اتنی بڑی سلطنت بخشی جو میرے بعد کسی کے شایاں نہ ہو۔ حضرت عیسیٰ نے کہا اللہ ہی حمد کا مستحق ہے جس نے مجھے توریت اور انجیل کا علم دیا اور مجھے ایسا بنایا کہ باذنِ خدا مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست اور مُردوں کو زندہ کردوں اور مجھے (آسمان پر) اٹھایا اور پاک رکھا کافروں (کے مکر و شر) سے اور مجھے اور میری ماں کو پناہ بخشی شیطان مردود سے اور ہم پر شیطان کی کسی قسم کی دسترس ہونے دی۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ سب حضرات نے اپنے رب کی ثنا کی لہٰذا میں بھی اپنے رب کی ثنا کرتا ہوں کہ اللہ ہی حمد کا مستحق ہے جس نے مجھے تمامی کائنات کے لئے رحمت اور تمامی انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر قرآن نازل کیا جس میں ہر (ضروری) چیز کا بیان ہے اور میری اُمت کو جتنی بھی اُمتیں دُنیا میں آئیں سب سے بہتر بنایا اور میری اُمت کو متوسط بنایا (کہ نہ افراط کی طرف جھکتی ہے نہ تفریط کیطرف) اور میری اُمت کو ایسا بنایا کہ (شرف کے اعتبار سے سب میں) اوّل بھی ہیں اور (ظہور کے لحاظ سے) سب کے آخر بھی۔ اور میرا شرحِ صدر فرمایا اور بوجھ اتارا۔ (کہ کتنا ہی بڑا سانحہ ہو ہمت نہیں ہارتی) اور میرا ذکر بلند کیا (کہ اپنے نام کے ساتھ ساتھ میرا نام رکھا) اور مجھ ہی کو (بلحاظ عطاء نبوت) پہلا بنایا اور (مجھ ہی کو بلحاظ بعثت سب کا) پچھلا۔ پس حضرت ابراہیم نے (دیگر انبیاء سے خطاب) فرمایا کہ انہیں (کمالات) کی وجہ سے (حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم پر فضیلت بخشی ہے۔ اس کے بعد آپ کے پاس تین برتن لائے گئے ڈھانپے ہوئے پس ایک برتن آپ کو دیا گیا اور کہا گیا کہ پی لیجئے اس میں پانی ہے۔ پھر دوسرا دیا گیا جس میں دودھ تھا۔ پس آپ نے پیا یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ اس کے بعد تیسرا دیا گیا جس میں شراب تھی۔ پس آپ نے فرمایا میں سیر ہو چکا اب اس کو چکھ بھی نہیں سکتا۔ پس آپ سے کہا گیا کہ آپ نے بہت ٹھیک کیا کہ عنقریب یہ آپ کی اُمت پر حرام کیجائے گی اور اگر آپ اسکو پی لیتے (تو اگرچہ گناہ کچھ نہ تھا مگر چونکہ عقل کو زائل کرنے والی چیز ہے جس کا اثرِ باطنی امت پر بصورت جہل پڑتا اور نتیجہ یہ ہوتا کہ امت میں سے بہت لوگ آپ کا اتباع کرتے۔ پھر آپ کو آسمان کیطرف چڑھایا گیا۔ الخ آگے قتادہ کی حدیث کے مثل مذکور ہے مگر حضرت آدمؑ کے متعلق اس میں یہ ہے کہ ان کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے جس سے خوشبو آتی ہے

ثم صعد به الى السماء بنحو حديث قتادة الا انه قال فى آدم عن يمينه باب تخرج منه ريح طيبة وعن شماله باب تخرج منه ريح خبيثة اذا نظر الى الباب الذى من يمينه ضحك والى الذى عن يساره بكى فقال يا جبريل ما هذا؟ قال ابوك آدم وهذا الباب الذى عن يمينه باب الجنة واذا رآى من يدخله من ذريته ضحك واذا نظر الى الباب الذى عن شماله باب جهنم ومن يدخله من ذريته بكى وقال فى ابراهيم فاذا هو برجل اشمط[1] على كرسى عند باب الجنة وعنده قوم سود الوجوه يعنى بعضهم نقاموا فدخلوا نهرا يقال له نعمة الله فاغتسلوا فخرجوا وقد خلص من الوانهم شئ فدخلوا نهرا آخر يقال له رحمة الله فاغتسلوا فخرجوا وقد خلص من الوانهم شئ فدخلوا نهرا آخر فذلك قوله وسقاهم ربهم شرابا طهورا فخرجوا وقد خلص الوانهم من الوان اصحابهم فقال يا جبريل ما هذا؟ قال ابوك ابراهيم اول من شمط على الارض وهؤلاء البيض الوجوه قوم لم يلبسوا ايمانهم بظلم وهؤلاء قد خلطوا عملا صالحا وآخر سيئا تابوا فتاب الله عليهم ثم مضى الى السدرة يخرج من اصلها انهار من ماء غير آسن وانهار من لبن لم يتغير طعمه وانهار من خمر لذة للشاربين وانهار من عسل مصفى وهى شجرة يسير الراكب فى ظلها سبعين عاما وان ورقة منها مظلة[2] الخلق فغشيها نور وغشيتها الملائكة وذلك قوله اذ يغشى السدرة ما يغشى فقال له تعالى سل فقال انك

اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے جس سے بدبو آتی ہے. جب وہ داہنی طرف والے دروازہ کی جانب نظر کرتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں اور بائیں جانب کے دروازہ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو رو دیتے ہیں. پس آپ نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے؟ کہا یہ آپ کے باپ آدم ہیں اور دروازہ جو ان کی داہنی طرف ہے جنت کا دروازہ ہے اور وہ اپنی اس ذریت کو دیکھتے ہیں جو اس میں داخل ہوگی تو خوش ہوکر ہنس دیتے ہیں. اور جب اس دروازہ کو جو بائیں طرف ہے کہ دوزخ کا دروازہ ہے اور اپنی اس ذریت کو جو اس میں داخل ہوگی دیکھتے ہیں تو (رنجیدہ ہوکر) رو دیتے ہیں اور حضرت ابراہیم کے بارہ میں یہ ہے کہ دیکھتا کیا ہوں ایک شخص جن کے بال کچھ سفید ہیں اور کچھ سیاہ دروازہ جنت کے قریب کرسی پر بیٹھے ہیں اور ان کے پاس ایک جماعت بیٹھی ہے جن میں کچھ لوگوں کا منہ سیاہ ہے. پس وہ لوگ اٹھے اور ایک نہر میں گھس گئے جس کا نام نعمت اللہ ہے پس نہا کر نکلے تو ان کے رنگ نکھر گئے. پھر دوسری نہر میں گھسے جسکو رحمت اللہ کہتے ہیں اور نہا کر نکلے تو ان کے رنگ کچھ اور نکھر گئے. پھر تیسری نہر میں داخل ہوئے چنانچہ حق تعالے نے فرمایا ہے پس ان کے رب نے ان کو شراب طہور پلائی. پس اس سے ان کے رنگ دوسروں کی طرح صاف ہوگئے. آپ نے پوچھا یہ کیا قصہ ہے اے جبریل؟ کہا یہ آپ کے باپ ابراہیم ہیں کہ زمین پر سب سے پہلے بالوں میں سفیدی آپ ہی کے آئی. اور یہ روشن چہرہ والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو معصیت سے ملوث نہیں کیا اور یہ (سیاہ منہ والے) وہ ہیں جنہوں نے ایک عمل نیک کیا تو دوسرا بد مگر توبہ کرلی. پس اللہ نے ان پر رحم فرمایا (اور ان کو نہروں میں غسل کرا کے صلحاء کے زمرہ میں شامل کردیا) اس کے بعد آپ سدرہ پر پہونچے کہ اس کی جڑ سے کچھ نہریں پانی کی نکلتی ہیں جو کہ کبھی سڑتا نہیں اور کچھ نہریں دودھ کی جس کا ذائقہ کبھی بدلتا نہیں اور کچھ نہریں شراب کی جو پینے والوں کے لئے مجسم لذت ہے (اور دنیا کی شراب کی طرح نہ تلخی ہے نہ بیہوشی و ہذیان) اور کچھ نہریں صاف شہد کی (کہ نہ اس میں میل ہے نہ موم) اور سدرہ اتنا بڑا درخت ہے کہ سوار اس کے سایہ میں ستر برس سفر کرے اور اس کا ایک پتہ (کیترا) مخلوق کا سائبان بن سکے. پس اس کو نور نے ڈھانپ رکھا اور فرشتوں نے گھیر رکھا ہے. اور یہی مطلب ہے اس ارشاد کا اذ یغشی السدرۃ ما یغشی. پس حق تعالے نے آپ سے فرمایا مانگو (جو دل چاہے) آپ نے عرض کیا کہ (بار الہا)

[1] شمط محرکہ بیاض الرأس یخالطہ سواد قاموس ۱۲
[2] فی القاموس والمظلۃ بالکسر والفتح الکبیر من الاخبیۃ ۱۲

اتخذت ابراهیم خلیلا وکلمت موسیٰ تکلیما واعطیت داود ملکا عظیما والنت له الحدید وسخرت له الجبال و
اعطیت سلیمان ملکا عظیما وسخرت له الجن والانس والشیاطین والریاح وعلمت عیسیٰ التوریة والانجیل وجعلته
یبرئ الاکمه والابرص فقال تعالیٰ قد اتخذتك خلیلا ومکتوب فی التوریة محمد حبیب الرحمٰن وارسلتك الی
الناس کافة وجعلت امتك الاولین والاٰخرین ولا تجوز لهم خطبة حتی یشهدوا انك عبدی ورسولی وجعلتك
اول النبیین خلقا واٰخرهم بعثا واعطیتك سبعا من المثانی ولم اعطها نبیا قبلك واعطیتك خواتیم سورة البقرة
من کنز تحت العرش لم اعطها نبیا قبلك وجعلتك فاتحا وخاتما ثم ذکر فرض الصلوٰة ومراجعة موسیٰ فحط
عشرا ثم عشرا ثم عشرا ثم عشرا ثم خمسا ؛ للبزار (شداد بن اوس) قلنا یا رسول اللّٰه کیف اسری بك؟

آپ نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور موسیٰ کے ساتھ کلام فرمایا اور داود کو ملک عظیم بخشا اور ان کیلئے لوہا نرم کر دیا اور
پہاڑ ان کے مسخر کئے اور سلیمان کو ملک عظیم دیا اور جنات و انسان اور شیاطین اور ہواؤں کو ان کے لئے مسخر کیا اور
عیسیٰ کو توریت و انجیل کا علم بخشا۔ اور ان کو ایسا بنایا کہ اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتے تھے۔ پس حق تعالیٰ نے
فرمایا میں نے تم کو بھی خلیل بنایا اور توریت میں لکھا ہوا ہے کہ محمد حبیب الرحمٰن ہے (پس تمہاری خلّت مخصوصہ یعنی محبوبیت)
اور تم کو تمامی انسانوں کا رسول بنایا اور تمہاری امت کو بنایا کہ (مرتبہ میں) اولین ہیں اور (ظہور میں) آخرین اور
ان کا کوئی خطبہ یا رشتۂ نکاح صحیح نہ ہوگا جب تک کہ شہادت نہ دیں کہ تم میرے بندہ اور رسول ہو اور تم کو بلحاظ آفرینش
سب نبیوں میں پہلا اور بلحاظ بعثت سب میں آخری بنایا اور تم کو سات آیتیں بار بار تلاوت والی (یعنی سورۂ فاتحہ) عطا
کیں کہ تم سے پہلے کسی نبی کو بھی میں نے عطا نہیں کیں (چنانچہ اس میں سائل کو خود ہی درخواست کا مضمون بتایا ہے۔
کہ قبولیت کے لئے حیلہ بن جائے) اور تم کو سورہ بقر کی آخری آیتیں خزانۂ زیر عرش سے عطا کیں کہ تم سے پہلے کسی نبی کو
بھی عطا نہیں کیں (اور اس میں بھی وہ جامع دعائیں ہیں جو دین و دنیا کی بہبودی کے لئے کافی ہیں اور وحی متلو بنا کر تمہاری
امت کی زبانوں سے کہلوائی ہیں۔) اور تم کو فاتح و خاتم بنایا (کہ مرکز دائرہ کیطرح تم ہی مبتدا ہو اور تم ہی منتہا) پھر اسکے
بعد نماز کی فرضیت اور حضرت موسیٰ کے پاس آمد و رفت کا ذکر ہے کہ دس نمازیں کم فرمائیں اور پھر دس اور پھر دس اور
پھر دس اور پھر پانچ۔ (بز) **ف** آج جو مادی ترقیات مشاہدہ میں آکر معمولی بن گئی ہیں پچاس برس پہلے کی مخلوق سے
بیان کیجاتیں تو بجز انکار اور استہزاء کے تیسرا جواب نہ ہوتا۔ اسی طرح مادہ پرستوں کو روح کے کارنامے سمجھانے دشوار
ہیں کہ جس شے کی ان کو ہوا بھی نہ لگی ہو اس کی حقیقت تک کیسے پہونچیں۔ لیکن اگر وہ دیکھیں کہ روح ہی ہے جو
ہاتھی کے وزنی جسم کو بھگائے اور سیمرغ کو ہوا میں اڑائے اور جہاز کی برابر مچھلی کو سمندر میں تیر کیطرح تیرائے
پھرتی ہے کہ اس کے نکلتے ہی ہر کالبد مٹی کا تودہ ہے اور روح ہی ہے جس نے انسان کے دماغ میں مشعل جلا کر
مادی قوتوں کی رہبری کی ہے کہ پانی کی ذرا سی بھاپ ریل کا لاکھوں من بوجھ اور اس کے ساتھ صدہا انسانی
اجسام کو اٹھا کر کئی ہزار گھوڑوں کی طاقت سے زیادہ تیز لیکر دوڑتی اور برقی قوت آواز کو ساتھ لے کر
دریا جنگل باغ کھیت بستی ویرانہ سب کی تفصیلی سیر کراتی ہوئی آن کی آن میں ہزاروں میل پہونچاتی ہے
اور پھر سمجھے کہ نبوت کا زمانہ روح کی قوتوں کے ظہور کا زمانہ ہوتا ہے جو حسب حال معجزات کی صورت میں نمایاں ہوتی
ہیں اور روح محمدی چونکہ سید ارواح عالم تھی اور آپ کے ظہور کا زمانہ ترقیات روحانیہ کا انتہائی زمانہ تھا اس
لئے مادی قوتوں پر پردہ ڈالدیا گیا اور روح کی اس بالاترین قوت کا انکشاف ہوا جس نے آپ کے جسم کو

قال صلیت باصحابی العتمة بمکة معتما فاتانی جبریل بدابة بیضاء فوق الحمار ودون البغل فاستصعب علی فادارها باذنها حتی حملنی علیها فانطلقت حتی انتهینا الی ارض ذات نخل قال انزل فنزلت ثم قال صل فصلیت ثم رکبنا قال لی اتدری این صلیت؟ قلت الله اعلم قال صلیت بیثرب ثم انطلقنا حتی بلغنا ارضا بیضاء قال لی انزل فنزلت ثم قال لی صل فصلیت ثم رکبنا قال اتدری این صلیت؟ قلت الله اعلم قال صلیت بمدین صلیت عند شجرة موسیٰ ثم انطلقنا حتی قال انزل فنزلت فقال صل فصلیت ثم رکبنا فقال اتدری این صلیت؟ قلت الله اعلم قال صلیت ببیت لحم حیث ولد عیسیٰ ثم انطلق بنا حتی دخلنا المدینة فاتی قبلة المسجد فربط دابته ودخل المسجد فصلیت ثم اتیت باناءین بنحوه؛ وفیه: ثم انطلق بی حتی اتیت الوادی الذی بالمدینة فاذا جهنم تنکشف عن مثل الزرابی قلنا یا رسول الله کیف وجدتها؟ قال مثل وذکر شیئا ذهب عنی ثم مررنا بعیر لقریش بمکان کذا وکذا قد اضلوا بعیرا لهم فسلمت علیهم فقال بعضهم لبعض هذا صوت محمد ثم اتیت اصحابی قبل الصبح بمکة فاتانی ابوبکر فقال یا رسول الله این کنت اللیلة؟ قد التمستک فی مکانک فلم اجدک قال اتیت بیت المقدس اللیلة قال یا رسول

مادی اور خاکی ہونے کے اپنی لطافت سے متکیف بنا کر اوپر اٹھا لیا اور وہاں پہونچی جہاں روح القدس کی روح بلا جسد بھی نہ پہونچ سکی۔ تو بجائے انکار کے قدرتِ الٰہیہ اور عظمتِ محمدیہؐ کا سبق حاصل ہو۔ مگر آج کفر والحاد کی ظلمت کا انتہائی زمانہ ہے کہ اس کے بعد قیامت آنی ہے کیونکہ نبوت محمدیہؐ کے انکار کرنے والوں کا غلبہ ہے جس سے زیادہ واضح نہ آفتاب ہے نہ ماہتاب۔ اس لئے روحانی قوتوں کو پردہ میں چھپا لیا گیا۔ اور سفلیات کی قوتوں کا دروازہ کھولدیا گیا ہے۔ اسی کا یہ اثر ہے کہ بہتیرے مدعیانِ اسلام کے دلوں میں بھی وہ نور نہیں جو واقعہ اسرا کو اتنا سچا سمجھے جیسا دوپہر کے وقت سورج کا نکلا ہوا ہونا۔ حالانکہ ایمان اسی کا نام تھا اور صحابہ کو یہی نصیب ہوا تھا۔ کیونکہ اس وقت آفتابِ نبوت کی دھوپ دُنیا پر چمکی ہوئی تھی۔ (شداد بن اوس) ہم نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے اسرا کا، واقعہ کیونکر ہوا تھا؟ فرمایا میں مکہ میں اپنے صحابہ کیساتھ عشا کی نماز پڑھ چکا تو جبریل ایک سفید رنگ چوپایہ لے کر جو دراز گوش سے بڑا اور خچر سے کم تھا میرے پاس آئے پس اس نے میرے سوار ہونے میں شرارت کی۔ (اور خوشی کے مارے بدکا) تو جبریل نے اس کا کان مروڑا حتی کہ مجھے اس پر سوار کیا اور میں چلا یہاں تک کہ ایک زمین میں پہونچے جہاں کھجور کے درخت تھے۔ جبریل نے کہا اتریئے۔ پس میں اترا۔ پھر فرمایا کہ (یہاں نفل نماز) پڑھ لیجیے چنانچہ میں نے نماز پڑھی۔ پھر میں سوار ہوا تو جبریل نے مجھ سے کہا آپ کو خبر بھی ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی؟ میں نے کہا اللہ اعلم۔ کہا آپ نے یثرب میں نماز پڑھی (جہاں آپ کو ہجرت کرنا ہے) پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک بے آب وگیاہ زمین میں پہونچے۔ جبریل نے کہا اتریئے۔ پس میں اترا۔ پھر کہا کہ نماز پڑھ لیجئے۔ پس میں نے نماز پڑھی۔ پھر سوار ہوا تو انہوں نے کہا آپ کو خبر بھی ہے کہاں نماز پڑھی؟ میں نے کہا اللہ اعلم۔ کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی ہے۔ حضرت موسیٰ کے درخت کے نیچے۔ پھر ہم چلے حتی کہ کہا اتریئے پس میں اترا۔ کہا نماز پڑھ لیجیے۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھی۔ پھر سوار ہوا تو کہا آپ کو خبر بھی ہے کہاں نماز پڑھی؟ میں نے کہا اللہ اعلم۔ کہا آپنے بیت لحم میں اس جگہ نماز پڑھی جہاں حضرت عیسےٰ کی ولادت ہوئی تھی۔ پھر ہم چلے یہاں تک کہ شہر (بیت المقدس) میں پہونچے۔ پس مسجد کے سامنے آکر سواری کو باندھا اور مسجد میں داخل ہوئے۔ پس میں نے نماز پڑھی اور اس کے بعد میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ الخ۔ آگے ہے کہ۔ پھر جبریل

لہ نحوہ دریں ذکی الوسادہ ۱۲

الله انه مسيرة شهر فصفه لی ففتح لی شراك[1] كأنی انظر اليه لا يسألونی عن شئ الا انبأتهم عنه فقال ابو بكر اشهد انك رسول الله فقال انظروا الى ابن ابی كبشة يزعم انه اتی بيت المقدس الليلة قال نعم وقد مررت بعير لكم بمكان كذ او كذا قد اضلوا بعيرا لهم وانا مسيرهم لكم[2] ينزلون بكذا ثم يأتونكم يوم كذا يقدمهم جمل عليه مسح اسود وغرارتان سوداوان فلما كان ذلك اليوم اشرف الناس ينظرون حتى كان قريبا من نصف النهار اقبلت العير يقدمهم ذلك الجمل الذی وصف صلے الله عليه وسلم: للبزار والكبير بلين وللبزار والموصلی والكبير نحوه وفيه: ان البراق اذا اتی علی جبل ارتفعت رجلاه واذا هبط ارتفعت يداه الا انه صلے الله عليه وسلم صلے بالانبياء فی بيت المقدس ؛ (انس) رفعه: بينا انا قاعد اذ جاء جبريل فوكز بين كتفی فقمت الی شجرة فيها كوكری[3] الطير فقعد فی احدهما وقعدت فی الاخر فنمت وارتفعت حتی سدت الخافقين وانا اقلب طرفی ولو شئت

مجھے لے کر چلے حتی کہ میں شہر کی وادی صدد (پہاڑیوں کے درمیانی نشیب) میں آیا تو جہنم منکشف ہوئی اور اس میں باریک روئیں دار کپڑے کیطرح چیزیں نظر آئیں۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ آپ نے اسکو کس کیفیت میں پایا؟ فرمایا جیسے (راوی کہتا ہے کہ) اسکے بعد آپ نے کچھ فرمایا جو میرے ذہن سے اتر گیا۔ پھر ہمارا گذر اس مقام پر جس کی یہ یہ شناخت ہے قریش کے ایک تجارتی قافلہ پر ہوا کہ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کی تلاش میں لگے ہوئے تھے، پس میں نے ان کو سلام کیا تو ایک نے دوسرے سے کہا یہ تو محمد کی آواز ہے۔ پھر میں صبح ہونے سے پہلے اپنے صحابہ میں آ گیا۔ (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شب اسرا مستقل ہے اور شب معراج مستقل) پس (صبح کو) ابو بکر میرے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ رات آپ کہاں تھے۔ کہ میں نے آپ کی جگہ میں آپ کو تلاش کیا مگر آپ کو پایا نہیں۔ آپ نے فرمایا رات میں بیت المقدس پہونچا۔ عرض کیا وہ تو ایک مہینہ کی مسافت پر ہے اس کا حال تو مجھے سُنائیے۔ پس تسمہ کی برابر (ایک درز) میرے لئے کھول دی گئی (کہ جسطرح ذرا سے سوراخ میں نظر ڈال کر اندر کا بڑا مکان نظر آتا ہے اسی طرح اس درز سے) گویا میں بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا کہ جو بات بھی وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو بتا جاتا تھا۔ پس ابو بکر نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مشرکین چرچا کرنے لگے کہ ابو کبشہ کے صاحبزادہ (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کو دیکھو کہتا ہے رات میں بیت المقدس ہو آیا۔ آپ نے فرمایا ہاں (بیشک گیا تھا) اور فلاں فلاں جگہ تمہارے قافلہ پر بھی ہو کر گذرا تھا۔ کہ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور میں ان کے سفر کی پوری تفصیل تم سے بیان کرتا ہوں کہ فلاں فلاں (پڑاؤ) پر وہ اُتریں گے اور پھر فلاں دن تم تک آ پہونچیں گے۔ کہ سب کے آگے وہ اونٹ ہو گا جس پر ایک سیاہ پالان پڑا ہے اور دو بورے سیاہ لدے ہوئے ہیں۔ پس جب وہ دن آیا تو لوگ دیکھنے کے لئے باہر نکلے (کہ امتحان کریں) حتی کہ دوپہر کا قریب ہو گیا تو قافلہ سامنے نظر آیا کہ آگے آگے وہی اونٹ تھا جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا (بزک) اور موصلی میں یہ بھی ہے کہ براق جب پہاڑ پر چڑھتا تو اس کے پچھلے پاؤں اونچے ہو جاتے اور جب اُترتا تو اگلے پاؤں بلند ہو جاتے۔ (کہ سوار بدستور سطح مستوی پر بیٹھا رہتا تھا) اور نیز یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کے ساتھ (امام بن کر) بیت المقدس میں نماز پڑھی۔ (انس) رفع۔ میں بیٹھا ہوا تھا کہ جبریل آئے اور میرے شانوں کے بیچ ٹھوکا دیا (کہ اشارہ تھا اٹھنے اور ساتھ چلنے کا) پس میں اٹھا اور ایک درخت پر پہونچا جس میں پرندکے گھونسلے کی طرح دو (جھولے لٹکے ہوئے) تھے۔ پس ایک میں جبریل بیٹھے اور دوسرے میں میں بیٹھ گیا۔ پس وہ بڑھا اور اوپر چڑھا حتی کہ کنارہ آسمان و زمین کو

[1] الشراک ککتاب احد سیور النعل والمراد بها ... شراک ۱۲ [2] مختصر تفصیل سیرتم ۱۲ [3] ابو کبشہ ... الطائف ... علیه ۱۲

ان امس السماء لمسست فالتفت الى جبريل كانه حلس لاطئ فعرفت فضل علمه بالله علی وفتح باب من ابواب السماء ورأیت النور الاعظم واذا دون الحجاب رفرفة الدر والیاقوت فاوحی الی ماشاء ان یوحی ؛ للبزار وللاوسط

من اخباره صلى الله عليه وسلم بالمغيبات

رجابر بن سمرة رفعه: اذا هلك كسری فلا كسری بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده والذی نفسی بيده لتنفقن كنوزهما فی سبيل الله ؛ للشيخين رعدی بن حاتم) بينا انا عند النبی صلی الله عليه وسلم اذ اتاه رجل فشكی اليه الفاقة ثم اتاه آخر فشكی اليه قطع السبيل فقال يا عدی هل رأيت الحيرة؟ قلت لم ارها وقد انبئت عنها قال ان طالت بك حياة لترين الظعينة ترتحل من الحيرة تطوف بالكعبة لا تخاف احدا الا الله قلت فيما بينی وبين نفسی فاين دعار طیٔ الذين سعروا البلاد ولئن طالت بك حياة لتفتحن كنوز كسری بن هرمز قلت كسری بن هرمز قال كسری بن هرمز ولئن طالت بك حياة لترين الرجل يخرج ملأ كفه من فضة او ذهب يطلب من يقبله منه

ۓ بر داشت از طبیعتِ امکاں قدم کہ آں کا بجانہ جاست و نے بجہت نشان نہ نام	اسری بعبدہ است عن المسجد الحرام سرّ لیست بس شگرف در آنجا بہیچ ہان	تا عرصۂ وجود کہ اقصائے عالم است از آشنائے عالم جان پُرس ازیں مقام

بند کرلیا اور میں کبھی ادھر دیکھتا تھا کبھی اُدھر۔ اور اگر چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔ پس میں نے جبریل کیطرف جو دیکھا تو (خوف جلال حق کے اثر سے) ایسے نظر آئے جیسے کمر سے چپٹا ہوا پالان پس اس وقت مجھے اپنے اور ان کے علم باللہ کی فضیلت معلوم ہوئی۔ اور آسمان کے دروازوں میں ایک دروازہ کھولا گیا اور میں نے نورِ عظیم دیکھا۔ اور حجاب سے لٹے گوہر و یاقوت کا پردہ دیکھا۔ پس میری طرف جو وحی فرمانا چاہی وہ وحی فرمائی۔ (بز د) ف یہ اور اس جیسے دوسرے واقعات عالم منام و کشف میں متعدد مرتبہ پیش آئے جنکو روحی معراج کہا جاتا ہے اور یہ سب تمہید تھی اس معراج جسمانی کی جو آپکی تکریم و تشریف کیلئے صرف ایکبار پیش آئی۔ ذاتِ باری تعالٰی عز اسمہ عقول سے وراء الوراء ہے اس لئے اس کے نور اور صورتِ وحی اور حجاب و کیفیتِ قرب کی کیفیت نہ سمجھ میں آسکتی ہے نہ اس کو سمجھنے کا وہم کرنا صحیح ہے بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جو صورت بھی شانِ واجب الوجود کو زیبا ہے وہ ہوئی اور تمامی کائنات میں افضل ترین قُرب اس شب میں سید ولد آدم صلے اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا۔ جبریل علیہ السّلام پر شانِ احدیت کا اثر طاری ہوا مگر ذاتِ سرورِ عالم و عالمیانِ مقام تانیس و محبوبیت میں تھی اس لئے ثبات و سکون قائم رہا اور آپ کی شانِ تواضع تھی کہ حضرت جبریل کو افضل و اعلم باللہ فرمایا۔ ایک بادشاہ کی طلبی پر رعیت کے دو شخص حاضر ہوں۔ ایک کی نظر اس کی شانِ سطوت و اقتدار پر جاتی ہے تو تھر تھر کانپتا ہے اور دوسرے کی نگاہ کمال احسانات و انعامات پر ہوتی ہے تو قدموں میں آگرنے کے شوق میں سر کے بل لپکتا اور قریب سے قریب ہو جھکر سجدہ میں گر پڑتا ہے مگر فضیلت و شرف کا مدار نہ اِس پر ہے نہ اُس پر بلکہ نور باطنی اور تعلق مع اللہ پر ہے جس کی حقیقت کا خدا ہی کو علم ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نظروں سے غائب امور کی خبریں دینا

(جابر بن سمرہ) رفع جس وقت کسریٰ (آتش پرست شاہ فارس) ہلاک ہوا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جس وقت قیصر (نصرانی المذہب شاہ روم) ہلاک ہوا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ضرور بالضرور تم ان کے خزانوں پر قبضہ کرکے) ان کو راہ خدا میں خرچ کروگے (ق) ف

فلا یجد احد ایقبله منه ولیلقین الله احدکم یوم یلقاه ولیس بینه وبینه حجاب ولا ترجمان یترجم له فلیقولن الم ابعث الیک رسولاً فیبلغک؟ فیقول بلیٰ یارب فیقول الم اعطک مالاً وافضل علیک؟ فیقول بلیٰ فینظر عن یمینه فلا یری الا جهنم وینظر الیٰ شماله فلا یری الا جهنم وسمعته صلے الله علیه وسلم یقول اتقوا النار ولو بشق تمرة فمن لم یجد شق تمرة فبکلمة طیبة قال عدی فرأیت الظعینة ترتحل من الحیرة حتی تطوف بالکعبة لا تخاف الا الله وکنت فیمن افتتح کنوز کسریٰ ولئن طالت بکم حیاة لترون ما قال ابو القاسم صلے الله علیه وسلم یخرج ملأ کفه . للبخاری (ثوبانؓ) رفعه : زوی لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها وان امتی سیبلغ ملکها ما زوی لی منها واعطیت الکنزین الاحمر والابیض وانی سألت ربی لامتی ان لا یهلکها بسنة بعامة وان لا یسلط علیهم عدواً من انفسهم فیستبیح بیضتهم وان ربی قال یا محمد اذا قضیت قضاء فانه لا یرد

دو زبردست سلطنتوں کے متعلق جن کا ستارۂ اقبال بے حد عروج پر تھا یہ قطعی فیصلہ دینا کہ وہ جلد نابود ہو جائیں گی. صحیح کشف اور اطلاع من اللہ کی دلیل ہے. پھر ان پر صحابہ کا قبضہ ہونا جن کا ابتدائی ضعف و غربت ان کے بقاء ہی کو دشوار بتا رہا تھا ان کے خلفاء اللہ فی الارض ہونے کی علامت ہے کہ خزانوں پر تصرف عیش پرستی و ذاتی اغراض کے لئے نہیں بلکہ حمایت دین اور باتباع شریعت راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لئے ہوگا. چنانچہ دس سال کے اندر خلافت فاروقی میں اس کا ظہور ہو گیا. مگر جس وقت ان کی اولاد کے قلوب سے اخلاص کی یہ روح نکلی تو سلطنت ہاتھ سے نکل گئی (عدیؓ بن حاتم) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور فاقہ (و تنگدستی) کا شکوہ کیا. پھر دوسرا آیا اور اس نے (راستوں کی بدامنی اور) ڈاکہ زنی کا شکوہ کیا. آپ نے فرمایا اے عدی کیا تم نے حیرہ شہر دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ دیکھا تو نہیں مگر اس کی خبر سنی ہے. فرمایا اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو دیکھو گے کہ ایک پردہ نشین عورت حیرہ سے چل کر (مکہ آئے گی) اور کعبہ کا طواف کرے گی کہ (راستے پُرامن ہوں گے اور) بجز اللہ کے کسی کا اسے خوف نہ ہوگا میں نے اپنے دل میں کہا کہ قبیلۂ طی کے ڈاکو کہاں چلے جائیں گے جنہوں نے شہروں کو (آتش فساد سے) پھونک رکھا ہے. (پھر آپ نے فرمایا) اور اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرو گے. میں نے (تعجب سے) کہا کسریٰ بن ہرمز (شاہِ فارس) کے؟ فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز کے. اور اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص ہاتھ بھر کر چاندی یا سونا لے کر ڈھونڈتا پھرے گا کہ کوئی اسے قبول کرلے مگر کوئی نہ ملے گا اور ایک شخص تم میں اللہ کے سامنے حاضر ہوگا جس دن بھی اس کا وقت آئے گا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان نہ آڑ ہوگی نہ ترجمان جو ترجمانی کرے (بلکہ براہِ راست) سوال ہوگا کہ کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا جو تجھکو (میرے احکام) پہونچائے؟ عرض کرے گا ضرور بھیجا اے رب. فرمائے گا کہ میں نے تجھکو مال عطا نہیں کیا اور تجھ پر فضل نہیں فرمایا. عرض کرے گا بیشک فرمایا. پس داہنی طرف دیکھے گا تو بجز جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تو بجز جہنم کے کچھ نظر نہ آئے گا. اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے بچو آگ سے بذریعہ ایک ٹکڑے چھوارہ کے اور جس کو چھوارہ کا ٹکڑا میسر نہ ہو وہ بذریعہ کلمہ طیبہ کے (کہ اس پیشی کے وقت صدقہ یا کلمۃ الخیر ہی سبب نجات ہو سکے گا) عدی کہتے ہیں پس میں نے (بزمانہ عمر بن عبدالعزیز راستوں کا امن امان آنکھوں سے) دیکھ لیا کہ ایک پردہ نشین عورت حیرہ سے آتی اور کعبہ کا طواف کرتی ہے کہ بجز خدا کے کسی کا اس کو ڈر نہیں ہوتا. اور (بزمانہ عمر فاروقؓ) میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانے فتح کئے (رہ گیا

انی اعطیتك لامتك ان لا اھلکھم بسنة بعامة ولا اسلط علیھم عدوا سوی انفسھم یستبیح بیضتھم ولو اجتمع علیھم من باقطارھا حتی یکون بعضھم یھلك بعضا ویسبی بعضھم بعضا وانما اخاف علی امتی الائمة المضلین واذا وضع السیف فی امتی لم یرفع عنھا الی یوم القیامة ولا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان وانه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کل یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللّٰه ۔ لمسلم والترمذی وابی داود بلفظه قال ابن المدینی ھم اصحاب الحدیث۔ (جابرؓ) رفعه: ھل لك من انماط[1] قلت انی یکون لنا الانماط؟ قال اما انھا ستکون لکم الانماط فکانت فانا اقول لھا یعنی امرأته اخری عنی انماطك فتقول الم یقل صلی اللّٰه علیه وسلم ستکون لکم الانماط فادعھا ۔ للستة الا مالکا (ابو ھریرةؓ) رفعه: ان اللّٰه یبعث لھذہ الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لھا دینھا ۔ لابی داود (حذیفةؓ) قام فینا رسول اللّٰه

[1] الانماط جمع نمط وھو ظہارة فراش او ضرب من البسط۔

تیسرا واقعہ سو) اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو دیکھو گے جو ابوالقاسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص بابِ تیمور کر سونا لے کر نکلے گا الخ (خ) (ثوبانؓ) رفع، زمین میرے لئے سمیٹی گئی (اور عکسی فوٹو کی طرح چھوٹی بنا کر سامنے کیگئی) اور میں نے اس کے مشارق ومغارب سب دیکھ لئے. اور عنقریب میری اُمت کی سُلطنت اس حد تک پہونچے گی جو مجھے سمیٹ کر دکھائی گئی ہے. اور مجھے سُرخ سُفید (زر وسیم) دونوں کے خزانے عطا کئے گئے (کہ فارس میں چاندی کا زیادہ رواج تھا اور روم میں طلائی سکّہ کا) اور میں نے اپنی اُمت کے لئے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ اسکو قحطِ عام سے ہلاک نہ فرمائیو. اور یہ کہ ان پر ایسا دُشمن مسلط نہ فرمائیو جو ان سب کو ہلاک کر دے. میرے رب نے فرمایا کہ اے محمد جب میں کوئی فیصلہ قطعی دیدیتا ہوں تو وہ منسوخ نہیں ہو سکتا. اور میں تمہاری اُمت کے متعلق تم کو یہ (منظوری) عطا کر چکا کہ ان کو قحطِ عام سے ہلاک نہ کروں گا. اور نہ ان کے نفسوں کے سوا (کوئی غیر) دشمن ایسا مسلط کروں گا جو ان سب کو ہلاک کر دے اگرچہ تمامی اطرافِ زمین کے لوگ مقابلہ پر کیوں نہ آجاویں. ہاں بعض ان کا ہلاک کرے گا بعض کو اور ایک قید کرے گا دوسرے کو. اور مجھے صرف گمراہ کنندہ پیشواؤں کا اندیشہ ہے (کہ وہ اس باہمی جنگ وخونریزی کا سبب بنیں گے) اور جب میری اُمت میں تلوار چل جائے گی تو پھر قیامت تک نہ رُکے گی. اور قیامت قائم نہ ہو گی جب تک یہ نہ ہو جائے گا. کہ میری اُمت کے کچھ گروہ مشرکین میں جا ملیں گے اور جب تک میری اُمت کی کچھ جماعتیں بتوں کی پرستش نہ کرنے لگیں گے. اور میری امت میں آگے چل کر تیس دجال ہوں گے کہ ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا. حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں. کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں. اور میری اُمت کا ایک ٹکڑا ہمیشہ اہل حق پر قائم (اور اہل باطل پر) غالب رہے گا کہ کوئی بھی ان کی مخالفت کرے مگر انکو نقصان نہ پہونچا سکے گا. حتیٰ کہ حکم الٰہی (یعنی قیامت) آجائے. (س د ت) ابن مدینی کہتے ہیں کہ وہ گروہ اصحاب حدیث کا ہے (کہ افراط وتفریط دونوں چھوڑ کر سُنت نبویہ کا پابند ہے) (جابرؓ) رفع: کیا تمہارے پاس انماطؔ ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس انماط کہاں سے آئے. فرمایا اچھا عنقریب ہو جائیں گے. چنانچہ ہو گئے. پس میں اپنی بیوی سے کہا کرتا کہ اپنے انماط میرے پاس سے دور رکھ اور وہ کہا کرتی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عنقریب تم کو انماط ملیسر آجائیں گے. پس میں خاموش ہو جاتا تھا (ق ت دی) (ابوہریرہؓ) رفع. حق تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک شخص (اولیاء اُمت میں سے) کھڑا کرے گا جو دین میں اصلاح (اور رسوماتِ

صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً فما ترک شیئاً یکون من مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الا حدثہ حفظہ من
حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاء وانہ لیکون منہ الشئ قد نسیتہ فاراہ فاذکرہ کما یذکر
الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راٰہ عرفہ ۔ للشیخین وابی داود (ابن مسعود) رفعہ: تدور
رحی الاسلام لخمس وثلاثین او ست وثلاثین او سبع وثلاثین فان یھلکوا فسبیل من ھلک وان
یقم لھم دینھم یقم لھم سبعین عاماً قلت مما بقی او مما مضی؟ قال مما مضی ۔ (سعد) رفعہ: انی
لارجوان لا تعجز امتی عند ربھا ان یؤخرھم نصف یوم قیل لسعد کم نصف یوم؟ قال خمس مائۃ ۔ ھما
لابی داود۔ (ابو ھریرۃ) لما فتحت خیبر اھدیت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ فیھا سم فقال اجمعوا الی
من کان ھاھنا من الیھود فجمعوا فقال لھم انی سائلکم عن شئ فھل انتم صادقی عنہ؟ قالوا نعم یا ابا القاسم
فقال لھم من ابوکم؟ قالوا فلان قال کذبتم ابوکم فلان قالوا صدقت وبررت قال ھل انتم صادقی
عن شئ ان سألتکم عنہ؟ قالوا نعم وان کذبنا ک عرفت کما عرفتہ فی ابینا قال لھم من اھل النار؟ قالوا

باطل نکال کر خالص طریق محمدی کو واضح) کرے گا۔ (د) (حذیفہؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ہم میں (خطیب
بن کر) کھڑے ہوئے اور اس وقت سے لے کر وقوع قیامت تک پیش آنے والی کوئی بات (جس کی اطلاع کسی درجہ
میں مفید ہو) ایسی نہ چھوڑی جسے بیان نہ کر دیا ہو جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا
ان میرے رفقا کو بھی اس کا علم ہے۔ اور ایسا حال ہے کہ ایک واقعہ ہوتا ہے جس کو میں بھول گیا تھا پس اس کو دیکھتا
ہوں تو یاد آجاتا ہے جیسے کسی آدمی کا چہرہ جبکہ وہ اوجھل ہوجائے (تو بھول جاتا ہے مگر جب اس کو دیکھتا ہے تو فوراً
پہچان لیتا ہے۔ (ق د) (ابن مسعودؓ) مع۔ اسلام کی چکی چلے گی پینتیس ۳۵ یا چھتیس ۳۶ یا سینتیس ۳۷ سال تک پھر اگر لوگ
(عیش پرست اور دین سے غافل ہو کر) تباہ ہو گئے تو تباہ کاروں کا راستہ پکڑا (اور جیسے دوسری امتیں مری کھپیں وہ
مرے کھپے) اور اگر ان کا دین سنبھلا رہا تو پھر ستر برس سنبھلا رہے گا۔ میں نے عرض کیا کہ آئندہ ستر سال یا گذشتہ ملا کر؟
فرمایا گذشتہ کو ملا کر۔ (د) ف چنانچہ ۳۵ھ میں سانحۂ شہادت عثمانؓ ہوا اور ۳۶ھ میں واقعہ جنگ جمل اور ۳۷ھ میں
واقعہ صفین۔ اور اس سے قبل بکمال اتفاق واقامتِ حدود مسلک نبوی پر بلا فساد سلطنت قائم رہی۔ اور پھر ہر سال
زیادتی فساد وخونریزی ہوئی۔ (سعدؓ) مع۔ مجھے امید ہے کہ میری اُمّت اپنے رب کے نزدیک اتنی تھکی ماندی نہیں
کہ ان کو نصف دن کی بھی عمر نہ دے۔ سعد سے دریافت کیا گیا کہ نصف دن کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا پانچسو برس (کہ
ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون ۃ اور پانچسو برس سے زیادہ جتنی بھی چاہے عمر بخشے) (ابوہریرہؓ) جب خیبر فتح
ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بکری کا گوشت ہدیۃً آیا جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ آپ نے صحابہ کو باخبر کیا کہ نہ کھاؤ
اس میں زہر ہے) اس کے بعد فرمایا جتنے بھی یہاں یہود موجود ہیں انکو جمع کرو۔ چنانچہ سب جمع کیے گئے آپ نے ان سے
کہا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں کیا سچ سچ بتا دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں اے ابو القاسم سچ بتائیں گے۔ آپ نے
ان کا امتحان لینے کے لئے پوچھا تمہارا باپ کون ہے؟ کہا فلاں شخص۔ آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا تمہارا باپ تو
فلاں ہے۔ بولے ہاں تم نے سچ کہا اور ٹھیک بتایا۔ آپ نے فرمایا اچھا اب اگر تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا سچ بتا دو گے؟
بولے ہاں ضرور اور اگر ہم جھوٹ بتائیں گے تو تم کو معلوم ہی ہوجائے گا جیسا کہ ہمارے باپ کے قصہ میں معلوم ہو گیا۔ آپ
نے فرمایا اچھا اہل دوزخ کون لوگ ہیں؟ بولے ہم تو اس میں کچھ دنوں رہیں گے اس کے بعد تم اس میں ہماری جگہ

نكون فيها يسيرا ثم تخلفونا فيها قال اخسئوا فيها والله لا نخلفكم فيها ابدًا قال هل انتم صادقي عن شيء ان سألتكم عنه؟ قالوا نعم قال هل جعلتم في هذه الشاة سمًا؟ قالوا نعم قال فما حملكم على ذلك؟ قالوا اردنا ان كنت كاذبا نستريح منك وان كنت صادقا لم يضرك. (للبخاري) (جابر رضی اللہ عنہ) ان النبي صلى الله عليه وسلم قدم من سفر فلما كان قرب المدينة هاجت ريح شديدة تكاد ان تدفن الراكب فزعم انه صلى الله عليه وسلم قال بعثت هذه الريح لموت منافق فلما قدم المدينة اذا عظيم من المنافقين قد مات (لمسلم) (عاصم بن كليب رحمہ اللہ) عن ابيه عن رجل من الانصار: قال خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في جنازة فرأيته صلى الله عليه وسلم وهو على القبر يوصي الحافر يقول اوسع من قبل رجليه اوسع من قبل رأسه فلما رجع استقبله داعي امرأة فاجاب ونحن معه فجيئ بالطعام فوضع يده ثم وضع القوم فاكلوا ففطن آباؤنا والنبي صلى الله عليه وسلم يلوك لقمة في فيه ثم قال اجد لحم شاة اخذت بغير اذن اهلها فارسلت المرأة تقول يا رسول الله اني ارسلت الى البقيع وهو موضع يباع فيه الغنم لتشتري لي شاة فلم توجد فارسلت الى جار لي قد اشترى شاة ان يرسل بها الي بثمنها فلم توجد فارسلت الى امرأته

رہو گے. فرمایا تم ہی اس میں پڑے سڑتے رہو خدا کی قسم ہم ہرگز بھی اس میں تمہاری جگہ نہ جائیں گے. پھر آپ نے فرمایا کیا اب مجھے سچ بتا دو گے اگر کوئی بات تم سے پوچھوں. بولے ہاں ضرور. فرمایا کیا تم نے اس بکری (کے گوشت) میں زہر ملایا تھا؟ کہا ہاں فرمایا اسکا محرک کیا ہوا تھا؟ بولے ہمارا مقصود یہ تھا کہ اگر آپ (دعوی نبوت میں) جھوٹے ہیں تو زہر سے ہلاک ہو جائیں گے اور ہمیں آپ سے راحت مل جائیگی. اور اگر سچے ہیں (تو اللہ آپ کی حفاظت کریگا اور) آپکو کچھ نقصان نہ دیگا (خ) (جابر رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے تشریف لائے جب مدینہ کے قریب پہونچے تو نہایت سخت آندھی چلی کہ عجب تھا سوار کو (ریت میں) دفن کردے. آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آندھی کسی منافق کے مرنے پر چلی ہے. چنانچہ جب مدینہ میں آگئے تو دیکھنے کیا ہیں کہ منافقوں میں ایک بڑا شخص مر گیا. (س) (عاصم بن کلیب) اپنے باپ سے اور وہ ایک انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسا تھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے پس میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ قبر پر کھڑے ہوئے گورکن کو بتا رہے ہیں کہ پاؤں کیطرف سے ذرا وسیع کرو. سر کیطرف سے ذرا وسیع کرو. پس جب آپ (دفن سے فارغ ہوکر) واپس ہوئے تو کسی عورت (صحابیہ) کیطرف سے ایک دعوت دینے والا آپکو ملا اور ہم آپ کے ساتھ تھے (پس آپ اسکے مکان پر تشریف لائے) اور کھانا سامنے آیا تو آپ نے بھی ہاتھ بڑھایا اور صحابہ نے بھی. پس کھایا مگر ہمارے بزرگ جو آنحضرت کے ہر ہر طرز پر نظر رکھتے تھے (کچھ سمجھے (کہ ضرور کوئی بات ہے کیونکہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منہ میں نوالہ چلا رہے تھے (اور نگل نہ سکتے تھے آخر آپ نے نوالہ تھوک دیا) اور پھر فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو بلا اجازت مالک کے لیگئی ہے (اور اس لئے مشتبہ ہے کہ حلت مالک کی اجازت پر موقوف ہے) پس عورت نے (معذرت کے درجہ میں واقعہ کہلا کر) بھیجا کہ یا رسول اللہ میں نے بقیع میں جہاں بکریاں فروخت ہوتی ہیں آدمی بھیجا تھا کہ میرے لئے بکری خرید لائے مگر وہاں ملی نہیں. تب میں نے اپنے پڑوسی کے پاس جس نے ایک بکری خریدی تھی آدمی بھیجا کہ وہ بکری میرے پاس بھیجدے اور اس کی قیمت میرے ذمہ. مگر وہ پڑوسی موجود نہ تھا. اس کی بیوی نے (اس اعتماد پر کہ شوہر بخوشی منظور کرلے گا) وہ بکری میرے پاس بھیجدی. آپ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو (کہ سڑنے والی چیز ہے اور اجازت حاصل کرنے تک قائم رہنا دشوار ہے. اور وہ کافر ہیں. لہذا صدقہ کے حکم میں ہو جائے گا اور ضمان

فارسلت بها الی فقال صلی اللہ علیہ وسلم اطعمی ھذا الطعام الاسری ۔ لابی داود (عائشۃ) ان بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلن یا رسول اللہ اینا اسرع بك لحوقا؟ قال اطولکن یدا فاخذوا قصبۃ یذرعونھا وکانت سودۃ اطولھن یدا فعلمنا بعد انما کان طول یدھا الصدقۃ وکانت اسرعنا لحوقا بہ وکانت تحب الصدقۃ للشیخین وفی روایۃ: قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسرعکن لحوقا بی اطولکن یدا فکن یتطاولن ایتھن اطول یدا وکانت اطولنا یدا زینب لانھا کانت تعمل بیدھا وتتصدق ۔ (علی) رفعہ یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطئ او یمکن لآل محمد کما مکنت قریش للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجب علی کل مسلم نصرہ او قال اجابتہ ۔ لابی داود (ابن ابی کثیر) قال قال ابو سھم مرت بی امرأۃ فی المدینۃ فاخذت بکشحھا ثم اطلقتھا فاصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبایع الناس فاتیتہ فقال الست صاحب الجبذۃ بالامس؟ قلت بلی فانی لا اعود یا رسول اللہ فبایعنی ۔ لرزین (انس) کان وھب بن عمیر شھد احدا کافرا فاصابتہ جراحۃ فکان فی القتلی فمر بہ رجل من الانصار فعرفہ فوضع سیفہ فی بطنہ حتی خرج من ظھرہ ثم ترکہ ولما دخل اللیل واصابہ البرد لحق بمکۃ فبرأ فاجتمع ھو وصفوان بن امیۃ فی الحجر فقال لصفوان ان لولا عیالی ودین علی لاحببت ان اکون انا الذی اقتل محمدا بنفسی فقال صفوان فعیالك ودینك

بذمہ عورت ہوگا ۔ (عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بی بی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم میں جلد تر آپ سے کون ملے گا (اور سب سے پہلے کس کی وفات ہوگی) فرمایا وہ کہ جس کا ہاتھ زیادہ لمبا ہے۔ چنانچہ لکڑی لیکر سب اپنے اپنے ہاتھوں کو ناپنے لگیں۔ اور حضرت سودہ کا ہاتھ زیادہ لمبا نکلا مگر بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ ہاتھ کے لمبے ہونے سے مراد صدقات (میں ہاتھ بڑھانا تھا اور وہ ہم میں سب سے پہلے آنحضرتؐ سے جا ملیں۔ اور صدقہ خیرات انکو بہت پیارا تھا ق، اور ایک روایت میں ہے کہ عائشہ فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جلد ملنے والی وہ ہے جس کا ہاتھ زیادہ طویل ہے پس سب اپنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر لمبائی جانچنے لگیں۔ اور ہم میں لمبے ہاتھ والی زینب نکلیں کہ ہاتھ سے کسب کرکے خیرات کیا کرتی تھیں۔ ف ہاتھ حضرت سودہ کا لمبا تھا اور اس لئے ان کو خیال تھا کہ میری مدت فراق جلد ختم ہوگی۔ مگر وفات پہلے حضرت زینب کی ہوئی جنکو خیرات بہت پیاری تھی۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ درازی دست سے مراد عطا میں ہاتھ بڑھانا تھا پہلی روایت میں کچھ اشتباہ ہوا کہ حضرت سودہ کیطرف منسوب کیا۔ حالانکہ یہ فقرہ کہ مگر بعد میں ہمیں معلوم ہوا الخ وہاں بھی بتا رہا ہے کہ کوئی دوسری تھیں۔ (علیؓ) رفعہ۔ ماوراء النہر (بخارا و سمرقند وغیرہ) کیطرف سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام حارث ہوگا اس کا سپہ سالار لشکر منصور نام ہوگا وہ آل محمد (امام مہدی) کو تقویت دیگا جیسا کہ قریش نے (آخر وقت میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت پہونچائی۔ اور ہر مسلمان پر اس کی مدد کرنا یا فرمایا کہ طاعت کرنا واجب ہے۔ (د) (ابن ابی کثیرؓ) ابو سہم کہتے ہیں شہر میں ایک عورت کا مجھ پر گذر ہوا تو میں نے اس کی کوکھ کو پکڑا پھر (اپنے گناہ سے معذور) کر (زنا کی نوبت نہیں آئی) پس صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بیعت کر رہے تھے کہ میں بھی حاضر ہوا فرمایا کیا تم وہ نہیں ہو جس سے کل (نامحرم عورت کو اپنی طرف) کھینچنے کا قصہ ہوا؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ وہی ہوں مگر اب کبھی ایسا نہ ہوگا یا رسول اللہ چنانچہ آپ نے مجھے بیعت فرما لیا (ن)۔ (انسؓ) وہب بن عمیر بحالت کفر جنگ احد میں آیا اور زخمی ہوا کہ مقتولین میں پڑا تھا۔ ایک انصاری کا اس پر گذر ہوا تو انہوں نے پہچان لیا اور

علی فخرج فشحذ سیفاء وسمه ثم خرج الی المدینة فلما قدمها رآه عمر فهاله ذلك وشق علیه وقال لاصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم انی رأیت وهبا قدم فرابنی قد رمه وهو رجل غادر فاطیفوا به بنبیکم فاطافوا به فجاء وهب فوقف علی النبی صلی اللہ علیه وسلم وقال انعم صباحا یا محمد فقال قد ابدلنا اللہ خیرا منها فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم ما اقدمك؟ قال جئت افدی اسارا کم قال ما بال السیف؟ قال اما انا قد حملناها یوم بدر فلم یفلحن ولم ینجحن قال فما شیء قلت لصفوان وانتما بالحجر لولا عیالی ودینی لکنت انا الذی اقتل محمدا بنفسی فاخبره صلی اللہ علیه وسلم الخبر فقال وهب ھاہ کیف قلت؟ فاعاد علیه قال وهب قد کنت تخبرنا خبر اهل الارض فنکذبك فاراك تخبرنا خبر اهل السماء اشهد ان لا اله الا اللہ وانك لرسول اللہ فقال یا رسول اللہ اعطنی عمامتك فاعطاه صلی اللہ علیه وسلم عمامته ثم خرج راجعا الی مکة فقال عمر لقد قدم وانه لابغض الی من الخنزیر ثم رجع وهو احب الی من ولدی ؛ للکبیر (ابو حمید الساعدی) انطلقنا حتی قدمنا تبوك فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم ستهب علیکم اللیلة ریح شدیدة فلم یقم فیها احد فمن کان له بعیر فلیشد عقاله فهبت ریح شدیدة فقام رجل فحملته الریح حتی القته بجبلی طی ؛ للشیخین وابی داود

اسکے پیٹ میں تلوار بھونک دی حتی کہ کمر سے باہر نکل گئی۔ پھر اسکو چھوڑ کر چلے گئے (کہ یقین تھا مر جائے گا) مگر جب رات ہوئی اور اس کے زخم کو خنکی پہونچی (تو آرام ملا اور) وہ مکہ آپہونچا اور (چند روز بعد) تندرست ہو گیا۔ ایک دن حطیم میں وہ اور صفوان بن امیہ جمع ہو گئے تو وہ صفوان سے کہنے لگا۔ اگر مجھ پر اہل و عیال اور قرض کا بار نہ ہوتا تو میرا جی چاہتا تھا کہ میں ہی محمد کو خود قتل کر دوں۔ صفوان بولا اچھا تیرے بال بچوں (کا خرچ) اور تیرا تمام قرض میرے ذمہ ہے (تو اپنا ارادہ پورا کر) چنانچہ یہ چلا اور تلوار کو تیز کر کے زہر آلود کیا۔ اور پھر مدینہ کیطرف روانہ ہوا۔ جب یہاں آیا تو اسکو حضرت عمر نے دیکھ پایا اور گھبرا گئے اور بہت گراں گذرا اور صحابہ سے کہا میں نے دیکھا ہے وہ آیا ہے اور مجھے اس کے آنے سے شبہ ہو گیا ہے کہ وہ ایک غدار شخص ہے۔ پس اسکو اپنے نبی کے پاس لے جاؤ اور نگرانی رکھو۔ چنانچہ وہ اسکو آپکے پاس لائے۔ پس آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور کہا صبح بخیر اے محمد۔ آپ نے فرمایا ہمیں اللہ نے اس کے بدلہ میں اس سے بہتر (السلام علیکم کا طریقہ) دیدیا ہے۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کس ضرورت سے آنا ہوا؟ کہا تمہارے (ہاتھ میں ہمارے) جو قیدی ہیں ان کا فدیہ (مالی بدل) دو فرمایا اور یہ تلوار کیسی ہے؟ کہا اسکو ہم نے بدر کے دن اٹھایا تو نہ فلاح حاصل ہوئی نہ بچاؤ نصیب ہوا۔ (اور بھولے سے ساتھ آگئی نیت فاسد سے نہیں آئی) فرمایا اور وہ کیا بات تھی جو حطیم میں بیٹھے ہوئے تم نے صفوان سے کہی تھی کہ اگر بال بچوں اور قرض کا فکر نہ ہوتا تو میں ہی خود محمد کو قتل کرتا۔ غرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ کہہ سنایا پس وہب (حیران ہو گیا اور) کہا پھر کہئے آپنے کیا کہا؟ چنانچہ آپ نے مکرر فرمایا۔ وہب نے کہا آپ ہمیں اہل زمین کی خبریں دیا کرتے اور ہم آپکو جھٹلایا کرتے تھے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اہل آسمان کی خبریں دے رہے ہیں (کہ میری گفتگو کو بجز فرشتوں کے کسی نے نہ سنا تھا لہذا) میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور بیشک آپ پیغمبر خدا ہیں۔ پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے (تبرکا اور نشانی کے لئے) اپنا عمامہ عطا فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ نے انکو اپنا عمامہ عطا فرما دیا اس کے بعد وہ لوٹ کر مکہ آئے۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ شخص آیا تھا اور مجھے خنزیر سے زیادہ مبغوض تھا اس کے بعد چلا اور مجھے اپنے بیٹے سے زیادہ پیارا ہے

مطولا (عبد اللہ بن عمرو الخزاعی عن ابیہ: قال دعانی النبی صلے اللہ علیہ وسلم واراد ان یبعثنی بمال الی ابی سفیان بمکۃ لیقسمہ فی قریش بعد الفتح فقال التمس صاحبا فجاء نی عمرو بن امیۃ الضمری فقال بلغنی انک ترید الخروج الی مکۃ فتلتمس صاحبا قلت اجل قال فانا لک صاحب فجئت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت قد وجدت صاحبا قال من؟ قلت عمرو بن امیۃ قال اذا ھبطت بلاد قومہ فاحذرہ فانہ قد قال القائل اخوک البکری لا تأمنہ فخرجنا حتی اذا کنا بالابواء قال انی ارید حاجۃ الی قومی وددت ان تلبث لی قلیلاً فقلت انصرف راشدًا فلما ولی ذکرت قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم فشددت علی بعیری فخرجت اوضعہ[له] حتی اذا کنت بالاصافر اذا ھو یعارضنی فی رھط فاوضعت فسبقتہ فلما رآنی قد فتہ جاءنی فقال قد کانت لی الی قومی حاجۃ قلت اجل ومضینا حتی قدمنا مکۃ فدفعت المال الی ابی سفیان؛ لابی داود۔

له اوضعہ ای اعملہ علی سرعۃ السیر

من کلام الحیوانات والجمادات لہ صلے اللہ علیہ وسلم

(ابو سعید) عدی الذئب علی شاۃ فاخذھا فطلبہ الراعی فانتزعھا منہ فاقعی الذئب علی ذنبہ فقال الا تتقی اللہ تنزع منی رزقا ساقہ اللہ الیَّ فقال یا عجبا ذئب یکلمنی بکلام الانس فقال الذئب الا اخبرک باعجب من ذلک

(ک) ف کبیر کی روایات میں اکثر سہو و اضطراب ہوتا ہے۔ اسماء الرجال میں یہ قصہ ان کے والد عمیر بن وہب کا لکھا ہوا ہے اور جنگ اُحد کا نہیں بلکہ بدر کا ہے۔ کہ ان کے بیٹے وہب بن عمیر جنگ بدر میں قید ہوئے اور باپ عمیر بدل دیکر ان کے چھڑانے کے بہانہ بدنیتی سے مدینہ آئے اور ایمان لائے۔ یہ صفوان بن اُمیہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ پھر مکہ جا کر اسلام کی تبلیغ کی تو بہتیروں کو مسلمان بنایا۔ (ابو حمید ساعدی) ہم چلے یہاں تک کہ تبوک میں پہونچے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات کو تم پر تند ہوا چلے گی لہذا اس میں کوئی کھڑا نہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کا پاؤں باندھ دے چنانچہ (حسب ارشاد نبوی) تند ہوا چلی۔ پس ایک شخص کھڑا ہو گیا تو اسکو ہوا نے اٹھا کر قبیلہ طی کے پہاڑوں میں جا پھینکا۔ (ق د) (عبد اللہ بن عمرو خزاعی) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد بلایا اور کچھ مال دیکر مکہ میں ابو سفیان کے پاس بھیجنا چاہا کہ وہ اسکو قریش پر تقسیم کر دیں۔ پس فرمایا کوئی ساتھی تلاش کر لو پس عمرو بن اُمیہ ضمری نے میرے پاس آکر کہا کہ مجھے خبر ملی ہے تم مکہ کے سفر کا ارادہ رکھتے ہو اور ساتھی کی تلاش ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا تو میں تمہارا ساتھی ہوں۔ چنانچہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ مجھے ساتھی مل گیا۔ فرمایا وہ کون؟ میں نے عرض کیا عمرو بن اُمیہ۔ فرمایا جب اُس کی قوم کی بستیوں میں پہونچو تو ذرا احتیاط رکھنا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہے تیرا بھائی بنی بکر کا ہے پس اس سے بے خوف مت ہوجیو؛ غرض ہم چلے حتی کہ جب مقام ابوا میں آئے تو عمرو نے کہا مجھے اپنی قوم میں جانے کی کچھ ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری خاطر ذرا یہاں ٹھیر جاؤ۔ میں نے کہا (بہتر ہے جاؤ) عافیت سے لوٹنا نصیب ہو۔ جب وہ چلا گیا تو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نصیحت یاد آئی پس میں نے اپنے اونٹ پر کاٹھی کسی اور سوار ہو کر اسکو ایڑ لگائی۔ حتی کہ جب مقام اصافر میں پہونچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ وہ ایک جماعت کو لئے ہوئے سامنے سے آرہا ہے۔ پس میں نے اونٹ کو تیز کیا اور اس سے آگے نکل گیا جب اس نے مجھے دیکھا کہ قبضہ سے نکل گیا تو میرے پاس آیا اور کہا مجھے اپنی قوم کے متعلق ایک ضرورت تھی (اسلئے گیا تھا) میں نے کہا ہاں ٹھیک ہے اور ہم وہاں سے چلے حتی کہ مکہ آئے اور میں نے مال ابو سفیان کے حوالہ کیا (د)۔
ف قبیلہ بنی ضمرہ بن بکر ہی کو بنی بکر کہتے ہیں۔ اور اس میں احتیاط کی تعلیم ہے۔ کہ اس قبیلہ کا شخص اگر اپنا حقیقی بھائی بھی

محمد صلے اللہ علیہ وسلم بیثرب یخبر الناس بانبیاء ما قد سبق فاقبل الراعی بغنمہ حتی دخل المدینۃ فزواھا الزاویۃ ثم اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فامر صلی اللہ علیہ وسلم فنودی الصلوٰۃ جامعۃ ثم خرج فقال للاعرابی اخبرھم فاخبرھم لاحمد والبزار مطولا (عمر) جاء اعرابی من بنی سلیم قد صاد ضبًا وجعلہ فی کمہ فاقبل علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد ما اشتملت النساء علی ذی لھجۃ اکذب منک وانقص ولولا ان تسمینی العرب عجولا لعجلت علیک فقتلتک فقال عمر یا رسول اللہ دعنی اقتلہ فقال صلے اللہ علیہ وسلم اما علمت ان الحلیم کاد ان یکون نبیا فقال صلے اللہ علیہ وسلم یا اعرابی ما حملک علی ان قلت غیر الحق ولم تکرم مجلسی وفقال الاعرابی واللات والعزیٰ لا آمنت بک حتی یؤمن ھذا الضب فقال صلے اللہ علیہ وسلم یا ضب من تعبد؟ فقال الضب بلسان عربی مبین لبیک وسعدیک یا رسول اللہ اعبد الذی فی السماء عرشہ وفی الارض سلطانہ وفی البحر سبیلہ وفی الجنۃ رحمتہ وفی النار عذابہ قال فمن انا؟ قال انت رسول رب العلمین وخاتم النبیین قد افلح من صدقک وقد خاب من کذبک فقال الاعرابی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ حقًا واللہ لقد اتیتک وما علی الارض ابغض الی منک وواللہ لانت الساعۃ احب الی من نفسی ومن ولدی فقد آمنت بک بشعری وبشری وداخلی وخارجی وسری وعلانیتی الحدیث ؛ وفیہ: انما خبر بھذا القا

ہو کو اطمینان نہ کر وجہ جائیکہ غیر ہو۔ پھر یہ ضرب المثل بن گئی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جانوروں اور پتھروں کا باتیں کرنا

(ابو سعیدؓ) بھیڑیے نے ایک بکری پر حملہ کیا اور اس کو داب لیا۔ پس چرواہا اس کی طلب میں لگا اور بکری کو اس سے چھین لیا۔ پس بھیڑیا اپنی دُم پر بیٹھا اور کہا کیا تجھے اللہ کا خوف نہیں آتا کہ جو رزق اس نے مجھے پہونچایا تو نے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہا بولا کیا عجیب بات ہے کہ بھیڑیا مجھ سے آدمی کی بولی بول رہا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ عجیب بات تجکو سُناؤں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم یثرب میں لوگوں کو گذشتہ خبریں سُنا رہے ہیں۔ پس چرواہا اپنی بکریاں لیکر چلا حتی کہ مدینہ میں داخل ہوا اور بکریوں کو ایک کونہ میں سمیٹکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو قصہ سُنایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کر لو چنانچہ پکارا گیا کہ نماز تیار ہے اسکے بعد آپ تشریف لائے اور چرواہے سے کہا ان کو واقعہ سُناؤ۔ چنانچہ اس نے سب کے سامنے بیان کیا۔ (مربز) (عمرؓ) قبیلہ بنی سلیم کا ایک بدو آیا کہ گوہ کا شکار کرکے لایا اور اس کو اپنی آستین میں رکھ چھوڑا تھا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہونچا اور کہا کہ اے محمد (نعوذ باللہ) تم سے زیادہ جھوٹا اور بُرا کسی عورت کے حمل میں نہ آیا ہوگا اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ عرب میرا نام جلد باز رکھدیں گے تو بہت ہی عجلت کے ساتھ تم کو قتل کر ڈالتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے روکئے نہیں۔ میں اسے قتل کر ڈالوں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حلیم عجب نہیں نبی بنجائے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بدو نا حق بات کہنے کا محرک کیا ہوا کہ تم نے میری مجلس کا بھی پاس لحاظ نہ کیا۔ بدو نے کہا قسم ہے لات اور عزیٰ کی تم پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا جب تک کہ یہ گوہ ایمان نہ لے آئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے گوہ تو کس کی پرستش کرتی ہے؟ پس گوہ نے صاف عربی زبان میں کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ میں اس ذات کی پرستش کرتی ہوں کہ آسمان میں ہے اس کا عرش اور زمین میں ہے اس کی حکومت اور سمندر میں ہے اس کا راستہ اور جنت میں ہے اس کی رحمت اور جہنم میں ہے اس کا عذاب۔ آپ نے فرمایا اور میں کون ہوں؟ کہا آپ رسول رب العلمین اور خاتم النبیین ہیں۔ کہ فلاح پائی جس نے آپکو سچا سمجھا اور تباہ ہوا جس نے آپکو جھٹلایا۔ پس بدو نے کہا میں گواہی دیتا ہوں

من قومه فاسلموا جميعًا ۔ للاوسط والصغير مطولاً قلت الحديث وهاه الذهبي في الميزان (ام سلمة) كان النبي صلى الله عليه وسلم في الصحراء فاذا منادينادي يا رسول الله فالتفت فلم ير احدًا ثم التفت فاذا ظبية موثقة قالت ان لي خشفين في هذه الجبل فخلني حتى ارضعهما ثم ارجع اليك فاطلقها فذهبت فارضعت خشفيها ثم رجعت فاوثقها فاتاه الاعرابي فقال الك حاجة يا رسول الله؟ قال نعم تطلق هذه فاطلقها فخرجت تعدو وتقول اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله ۔ للكبير بضعف (رجل من مزينة او جهينة) قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر فاذا هو بقريب من مائة ذئب قد اقعين وفود الذئاب فقال صلى الله عليه وسلم ترضخوا لهم شيئا من طعامكم وتامنون على ماسوى ذلك فشكوا الى النبي صلى الله عليه وسلم الحاجة قال فاذنوهن فاذنوهن فخرجن ولهن عواء ۔ للدارمي (جابر) ان يهودية من خيبر سمت شاة مصلية ثم اهدتها للنبي صلى الله عليه وسلم فاخذ الذراع فاكل منها واكل رهط من اصحابه معه ثم قال ارفعوا ايديكم وارسل الى اليهودية فدعاها فقال لها سممت الشاة؟ قالت من اخبرك؟ قال اخبرتني هذه الذراع التي بيدي قالت نعم قال وما اردت الى ذلك؟ قالت قلت

کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور بیشک آپ اللہ کے برحق پیغمبر ہیں جس وقت میں آپ کے پاس آیا تھا تو سطح زمین پر آپ سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک کوئی نہ تھا اور واللہ اس وقت آپ مجھے اپنی جان اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہیں پس میں آپ پر ایمان لایا اپنے بالوں سے اپنی کھال سے اپنے اندرون سے اپنے بیرون سے اپنے چھپے سے اپنے کھلے سے الخ اور اسی میں ہے کہ پھر اس بدو نے اپنی قوم کے ایک ہزار بدؤں کو یہ واقعہ سنایا۔ اور وہ سب مسلمان ہوئے (ص) اس حدیث کو ذہبی نے میزان میں ساقط الاعتبار بتایا ہے۔ (ام سلمہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنگل میں تھے کہ دفعۃً ایک آواز سنائی دی یا رسول اللہ۔ آپ نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا پھر آپ نے توجہ کی تو دیکھا کہ ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے (اور وہ پکار رہی ہے) اس نے کہا کہ میرے دو بچے ہیں اس پہاڑ میں پس مجھے کھول دیجئے کہ انکو دودھ پلا آؤں اور پھر میں چلی آؤں گی پس آپ نے اُسے کھول دیا اور وہ بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی تو آپ نے اسکو باندھ دیا۔ پس آپ کے پاس بدو (جس نے اس کو پکڑا تھا) آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو کسی شے کی حاجت ہے؟ فرمایا ہاں یہ حاجت ہے کہ اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ پس اس نے چھوڑ دیا اور وہ دوڑتی ہوئی چلی اور کہتی تھی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ۔ (ک) (شخصے از مزینہ یا جہینہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) نماز فجر پڑھ چکے تو دیکھتے کیا ہیں کہ تقریبًا سو بھیڑیئے جو سارے بھیڑیوں کے وفد بن کر آئے تھے بیٹھے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ) سے فرمایا اپنے کھانے میں کچھ تھوڑا ان کے لئے نکال دیا کرو کہ پھر باقی چیزوں پر بے خوف ہو گے (کہ حصہ مل جانے کے بعد حملہ نہ کریں گے) کیونکہ انہوں نے (ضرورت پوری نہ ہونے کی) رسول اللہ سے شکایت کی ہے (چنانچہ سب نے مان لیا) آپ نے فرمایا ان کو اطلاع دیدو۔ چنانچہ انکو اطلاع دیدی تو وہ خوشی میں چیختے ہوئے چلدیئے۔ (د) (جابرؓ) خیبر کی ایک یہودن نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت میں زہر ملایا اور پھر اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیہ بنا کر بھیجا۔ آپ نے دست لے کر اس میں سے کچھ کھایا اور آپکے ساتھ جو صحابہ تھے انہوں نے بھی کھایا۔ پھر آپ نے فرمایا ہاتھ کھینچ لو (اور بالکل نہ کھاؤ کہ اس میں زہر ہے) اور اس یہودن کو بلا بھیجا پس اس سے فرمایا تو نے گوشت میں زہر ملا دیا۔ بولی آپ کو کس نے اطلاع دی؟ فرمایا مجھے اس دست نے اطلاع دی جو میرے ہاتھ میں ہے بولی ہاں (بیشک ملایا تھا) فرمایا تیرا مقصود

لہ فی القاموس والخشف مثلثۃ والد الظبی اواول مایولد ۔ اواول مشیہ ۔ اوالتی نفرت من اولادہا تشردت ۱۲ ۵ہ الرضخ العطیۃ القلیلۃ ۱۲ ۱ہ العوار بالضم التصویت ۱۲

ان کان نبیا لم یضرہ وان لم یکن نبیا استرحنا منه فعفا عنها ولم یعاقبها وتوفی اصحابه الذین اکلوا معه من الشاة واحتجم صلی اللہ علیه وسلم علی کاھله من الذی اکل ؛ وفی روایة : فامر بها صلی اللہ علیه وسلم فقتلت ؛ لابی داود (علیؓ) کنت مع النبی صلی اللہ علیه وسلم بمکة فخرجنا فی بعض نواحیها فما استقبله شجرۃ ولا جبل الا وھو یقول السلام علیک یا رسول اللہ ؛ للترمذی (جابر بن سمرةؓ) رفعه : ان بمکة حجرا کان یسلم علی لیالی بعثت انی لاعرفه الآن ؛ لمسلم والترمذی (ابن عباسؓ) جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال بم اعرف انک رسول اللہ ؟ قال ان دعوت ھذا العذق من النخلة فیشھد لی انی رسول اللہ ؟ فدعاہ فجعل العذق ینزل من النخلة حتی سقط الیه صلی اللہ علیه وسلم فسلم علیه وقال السلام علیک یا رسول اللہ ثم قال له صلی اللہ علیه وسلم ارجع الی موضعک فعاد الی موضعه والتأم فاسلم الاعرابی ؛ للترمذی (ابن مسعودؓ) سئل من آذن النبی صلی اللہ علیه وسلم بالجن لیلة استمعوا القرآن ؟ فقال آذنت بھم شجرۃ ؛ للشیخین (جابرؓ) ان امرأۃ من الانصار قالت للنبی صلی اللہ علیه وسلم الا اجعل لک شیئا تقعد علیه ؟ فان لی غلاما نجارا قال ان شئت فعملت له المنبر فلما کان یوم الجمعة قعد صلی اللہ علیه وسلم

اس سے کیا تھا، میں نے (اپنے دل میں) کہا اگر نبی ہوں گے تو انہیں ضرر نہ دے گا اور جو نبی نہ ہوں گے تو ہمیں ان سے راحت مل جائیگی۔ پس آپ نے اسکو معاف کر دیا اور سزا نہ دی۔ اور جن صحابہ نے آپ کے ساتھ گوشت کھایا تھا وہ انتقال کر گئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کھائے ہوئے (زہر) کیوجہ سے پشت و شانہ پر پچھنے لگوائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور وہ قتل کی گئی۔ (د) ف اپنا انتقام لینا چونکہ آپ کو پسند نہ تھا اس لئے وہ تو معاف کر دیا مگر جب بعض صحابہ کی اس کے اثر سے وفات ہوگئی تو ان کے قصاص میں اس کو قتل کیا گیا۔ (علیؓ) میں مکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ پس ہم ایک کوچہ میں جا رہے تھے تو جو بھی درخت یا پہاڑ (کا پتھر) سامنے پڑتا تھا وہ کہتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ۔ (ت) (جابر بن سمرہؓ) مع۔ مکہ میں ایک پتھر ہے جو ان راتوں میں جبکہ مجھے نبوت عطا ہوئی مجھے سلام کیا کرتا تھا اور اب بھی میں اسے خوب پہچانتا ہوں (م ت) (ابن عباسؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدو آیا اور کہا میں کیسے سمجھوں کہ تم اللہ کے رسول ہو؟ آپ نے فرمایا اگر میں درخت کھجور کے اس خوشہ کو بلاؤں اور وہ میرے متعلق شہادت دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں (تب تو مانوگے) پس آپ نے اسکو بلایا تو خوشہ نے درخت سے اترنا شروع کیا حتی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگرا۔ پس آپ کو سلام کیا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا اپنی جگہ واپس جا۔ چنانچہ وہ اپنی جگہ جا کر (درخت سے) جڑ گیا۔ پس بدو اسلام لے آیا (ت) (ابن مسعودؓ) سے کسی نے پوچھا کہ جس شب میں جنات نے قرآن سنا ان کی اطلاع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کس نے دی تھی؟ فرمایا ان کی اطلاع ایک درخت نے دی تھی۔ (ق) (جابرؓ) ایک انصاری عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت کے لئے کیا ایسی کوئی چیز نہ تیار کرادوں جس پر آپ (خطبہ کے قبل ذرا) بیٹھ جایا کریں کہ میرے پاس ایک غلام بڑھئی ہے۔ فرمایا تمہاری خوشی۔ چنانچہ اس نے آپ کے لئے ایک ممبر بنایا پس جب جمعہ کا دن ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس ممبر پر بیٹھے جو بنایا گیا تھا اور خطبہ پڑھا۔ پس وہ تنہ کھجور جس کے پاس (کھڑے ہوکر) آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اتنا چیخا کہ قریب تھا پھٹ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ بچہ کیطرح چیخا پس آپ اترے اور اس کو چھاتی سے چپٹا لیا۔ پس وہ اس بچہ کیطرح جس کو بہلا کر

علی المنبر الذی صنع فخطب فصاحت النخلۃ التی کان یخطب عندھا حتی کادت تنشق ۔ وفی روایۃ: فصاحت صیاح الصبی فنزل حتی اخذھا فضمھا الیہ فجعلت تئن انین الصبی الذی یسکن حتی استقرت بکت[1] علی ما کانت تسمع من الذکر ۔ وفی اخری: کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب یستند الی جذع نخلۃ من سواری المسجد فلما صنع المنبر واستوی علیہ اضطرب تلک الساریۃ کحنین الناقۃ حتی سمعھا اھل المسجد حتی نزل الیھا صلی اللہ علیہ وسلم فاعتنقھا ۔ للبخاری والنسائی والترمذی عن بریدۃ نحوہ وفیہ بان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجع الیہ فوضع یدہ علیہ وقال اختر ان اغرسک فی المکان الذی کنت فیہ فتکون کما انت وان شئت ان اغرسک فی الجنۃ فتشرب من انھارھا وعیونھا فیحسن نبتک وتثمر فیأکل اولیاء اللہ من ثمرتک ونخلک فعلت فزعم انہ سمع من النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہ نعم قد فعلت مرتین فسئل صلی اللہ علیہ وسلم فقال اختار ان اغرسہ فی الجنۃ ۔ ولہ عن ابی بن کعب نحوہ وفیہ: فلما ھدم المسجد اخذ ذلک الجذع ابی بن کعب فلم یزل عندہ حتی بلی واکلتہ الارضۃ[2] وعاد رفاتا ۔ ولہ عن انس نحوہ وفیہ: انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما التزمہ سکت ثم قال اما والذی نفس محمد بیدہ لو لم التزمہ لما زال ھکذا حتی یوم القیامۃ فامر بہ فدفن ۔ د (ابن عمرؓ) کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاقبل اعرابی فلما دنا قال لہ صلی اللہ علیہ وسلم

چپکا کیا جاتا ہے سُبکیاں لینے لگا حتی کہ اس کو قرار آ گیا جو ذکر اللہ وہ سُنا کرتا تھا۔ وہ اس کے دُور چلے جانے کی وجہ سے رو یا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب خطبہ پڑھا کرتے تو ستون ہائے مسجد کے ایک تنہ کھجور سے کمر لگا لیا کرتے تھے پس جب ممبر بن گیا اور آپ اس پر کھڑے ہوئے تو وہ ستون بیقرار ہوا جیسے اونٹنی (بچہ کے مرنے پر) ڈکراتی ہے۔ حتیٰ کہ تمام اہلِ مسجد نے آواز سُنی. آخر کار رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُتر کر اسکو گلے لگایا۔ (تب اسکو سکون ہوا اور اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کے فراق میں رو یا تھا) (خ ئ) اور ترمذی نے بریدہ سے یہی روایت کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس آکر اس پر دستِ مُبارک رکھا اور فرمایا کہ رائے قائم کرلے. اگر چاہے تو تجکو اسی جگہ لگا دوں جہاں تو لگا ہوا تھا (اور وہاں سے کاٹ یہاں لایا گیا ہے) اور پھر تو جیسا ہے ایسا ہی رہے. اور اگر تو چاہے تو تجکو جنت میں لگا دوں کہ اس کی نہروں اور چشموں کا پانی پئے. اور تیرا خوب نشو و نما ہو اور پھل لاوے کہ تیرے پھل اور کھجوریں اولیاء اللہ کھائیں. راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ یہ کہتے ہوئے سُنا. ہاں میں نے کر دیا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پُوچھا تو فرمایا کہ اس نے اسی کو ترجیح دی کہ جنت میں اسے لگا دوں. اور ابی ابن کعب سے بھی اسیطرح مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ، پس جب مسجد (تعمیر جدید کے لئے) منہدم کی گئی تو اس تنہ کو ابی ابن کعب نے لے لیا اور وہ انہیں کے پاس رہا حتی کہ پُرانا ہو گیا اور دیمک نے اسکو کھا لیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا) اور انس سے بھی اسی طرح منقول ہے نیز یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اسکو چپٹایا تو وہ چُپ ہو گیا اور اس کے بعد آپنے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ محمدؐ کی جان اس کے ہاتھ میں ہے اگر میں اسے چھاتی سے نہ لگاتا تو قیامت تک یہ ایسا ہی (بیقرار پہنچتا) رہتا. پس آپؐ نے حکم دیا اور وہ دفن کر دیا گیا۔ (ابن عمرؓ) ہم سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک بدو سامنے سے آیا اور جب قریب آ گیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا. کہاں جا رہے ہو؟ عرض کیا اپنے گھر. فرمایا کیا تم کو خیر کی کچھ رغبت ہے؟ کہا وہ کیا فرمایا یہ کہ شہادت دو کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ جس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں. بولا آپکے اس قول پر گواہ کون ہے؟ فرمایا یہ درخت

[1] بکت ای ماکانت تسمع من الذکر۔ وہلا کانت تسمع بالبعد بل ببعد ذاتہ بکت وتنائہ أتشکت ۱۲ [2] محرکۃ دویبۃ معروفۃ۔ ورفاۃ کغراب مادق وکسر ۱۲

این ترید؟ قال الی اهلی قال هل لک فی خیر؟ قال وما هو؟ قال تشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له وان محمداً عبده ورسوله وقال من یشهد علی ما تقول؟ قال هذه الشجرة فدعاها صلے الله علیه وسلم وهی بشاطئ الوادی فاقبلت تخد الارض خدا حتی جاءت بین یدیه فاستشهدها ثلاثا فشهدت انه کما قال ثم رجعت الی منبتها ورجع الاعرابی الی قومه فقال ان یتبعونی آتک بهم والا رجعت الیک فکنت معک ؛ للکبیر والموصلی والبزار (ابوذر رضی اللہ عنہ) انه تبع النبی صلے الله علیه وسلم یوما فجلس قال فجلست عنده فقال یا اباذر ما جاء بک؟ قلت الله ورسوله فجاء ابوبکر فسلم وجلس عن یمینه صلے الله علیه وسلم فقال له ما جاء بک یا ابابکر؟ قال الله ورسوله فجاء عمر فجلس عن یمین ابی بکر فقال یا عمر ما جاء بک؟ قال الله ورسوله ثم جاء عثمان فجلس عن یمین عمر فقال یا عثمان ما جاء بک؟ قال الله ورسوله فتناول صلے الله علیه وسلم سبع حصیات او تسع حصیات فسبحن فی یده حتی سمعت لهن حنیناً کحنین النحل ثم وضعهن فخرسن ثم وضعهن فی ید ابی بکر فسبحن فی یده حتی سمعت لهن حنینا کحنین النحل ثم وضعهن فخرسن ثم تناولهن فوضعهن فی ید عمر فسبحن فی یده حتی سمعت لهن حنیناً کحنین النحل ثم وضعهن فخرسن ثم تناولهن فوضعهن فی ید عثمان فسبحن فی یده حتی سمعت لهن حنیناً کحنین النحل ثم وضعهن فخرسن ؛ للبزار وقال الزهری یعنی الخلافة.

لطیفہ: اشارات الی الخلافۃ ثم ظہورھا علی الترتیب اشارۃ الی کونھا فی ہذا الامر العجیب ۱۲

پس آپ نے اس درخت کو بلایا اور وہ جنگل کے ایک کنارہ لگا ہوا تھا پس وہ زمین کو چیرتا پھاڑتا چلا حتیٰ کہ آپ کے سامنے آکھڑا ہوا پس آپنے تین مرتبہ اس سے گواہی دلوائی اور اس نے گواہی دی کہ جو کچھ حضرت نے فرمایا وہی ٹھیک ہے اس کے بعد وہ اپنی جگہ لوٹ گیا اور بدو یہ کہکر اپنی قوم کیطرف چلا کہ انہوں نے بھی میرا کہنا مانا تو ان کو لیکر آپ کے پاس آتا ہوں ورنہ تنہا آؤں گا اور آپ ہی کے پاس رہوں گا۔ (ک ص بز) (ابوذر رضی اللہ عنہ) ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیے۔ پس آپ (ایک جگہ) بیٹھ گئے اور میں بھی آپکے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر کون چیز تمہیں لے کر آئی؟ میں نے کہا اللہ اور اسکے رسول (کی محبت) پھر ابوبکر آئے اور سلام کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب بیٹھ گئے تو ان سے آپنے فرمایا اے ابوبکر تمہیں کون چیز لیکر آئی؟ عرض کیا کہ اللہ اور اسکے رسول (کی محبت) پھر عمر آئے اور ابوبکر کی داہنی جانب بیٹھ گئے پس آپنے فرمایا اے عمر کون چیز تمہیں لے کر آئی؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول (کی محبت) پھر عثمان آئے اور عمر کی داہنی طرف بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا اے عثمان تمہیں کون چیز لے کر آئی؟ عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت (پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کنکریاں ہاتھ میں لیں تو وہ آپکے ہاتھ میں سُبحان اللہ سُبحان اللہ پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز سُنی جیسے شہد کی مکھی کی گنگناہٹ ہوتی ہے۔ پھر آپنے انکو (زمین پر) رکھدیا تو آواز بند ہوگئی۔ اسکے بعد آپنے وہ کنکریاں ابوبکر کے ہاتھ میں رکھدیں تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز سُنی جیسے شہد کی مکھی کی گنگناہٹ۔ پھر انکو (زمین پر) رکھدیا تو آواز بند ہوگئی۔ پھر آپ نے انکو لے کر عمر کے ہاتھ میں رکھدیا پس وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز سنی جیسے شہد کی مکھی کی گنگناہٹ پھر انکو (زمین پر) رکھدیا تو آواز بند ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے انکو عثمان کے ہاتھ میں رکھدیا تو وہ انکے ہاتھ میں تسبیح کرنے لگیں حتیٰ کہ میں نے انکی آواز سُنی جیسے شہد کی مکھی کی گنگناہٹ پھر انکو (زمین پر) رکھدیا تو آواز بند ہوگئی۔ (بز) زہری کہتے ہیں کہ اس سے مُراد خلافت ہے (کہ بایں ترتیب اور علی منہج النبوۃ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوئی۔ اور بصورتِ فتوحات و توسیع اسلام خوارق عادات کا اتنا ظہور ہوا کہ اب تک دُنیا حیران ہے۔

(۱)

من زيادة الطعام والشراب ببركته صلى الله عليه وسلم

(عمران بن حصين) ان النبي صلى الله عليه وسلم في بعض اسفاره تشكے اليه الناس من العطش فدعا فلانا ودعا عليا فقال اذهبا فابغيا الماء فانطلقا فلقيا امرأة بين مزادتين وسطيحتين من ماء على بعير لها فقالا لها اين الماء؟ فقالت عهدي بالماء امس هذه الساعة ونفرنا خلوف قالا لها انطلقي اذا قالت الى اين؟ قالا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت الذي يقال له الصابي؟ قالا هو الذي تعنين فانطلقي فجاء ابها الى النبي صلى الله عليه وسلم وحدثاه الحديث فاستنزلوها عن بعيرها ودعا صلى الله عليه وسلم باناء فافرغ فيه من افواه المزادتين او السطيحتين واوكأ افواههما واطلق العزالي فنودي في الناس اسقوا واستقوا فسقي من شاء واستقى من شاء وكان آخر ذلك ان اعطى رجلا اصابته جنابة اناء من ماء فقال اذهب فافرغه عليك وهي قائمة تنظر ما يفعل بمائها وايم الله لقد اقلع عنها وانه ليخيل الينا انها اشد ملأة منها حين ابتدأ فيها صلى الله عليه وسلم اجمعوا لها فجمعوا لها من بين عجوة ودقيقة وسويقة حتى جمعوا لها طعاما فجعلوه في ثوب وحملوها على بعيرها ووضعوا الثوب بين يديها وقال لها اما تعلمين ما رزأنا من مائك شيئا ولكن الله هو الذي اسقانا فاتت اهلها وقد احتبست عنهم وقالوا

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کھانے اور پانی کا بڑھ جانا

(عمران بن حصین) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ صحابہ نے پیاس کی شکایت کی (کہ پانی ختم ہوگیا) آپ نے ایک شخص کو اور حضرت علی کو بلایا اور فرمایا جاؤ اور پانی تلاش کرو۔ چنانچہ دونوں چلے اور ایک عورت ملی جو دو مشکیں پانی کی اپنے اونٹ پر لادے بیچ میں بیٹھی تھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ پانی کا (کنواں) کہاں ہے؟ اس نے کہا پانی تو کل اسی وقت مجھے ملا تھا (کہ یہاں سے ایک رات دن کی مسافت پر ہے) اور ہمارے قبیلے کے مرد پردیس ہیں (جس کی وجہ سے پانی لانیکی مشقت ہم عورتوں کو اٹھانا پڑتی ہے) انہوں نے اس سے فرمایا اچھا چل۔ بولی کہاں؟ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ بولی وہی جن کو لامذہب کہا جاتا ہے؟ فرمایا ہاں وہی جنکو تو اس عنوان سے ادا کر رہی ہے اچھا چل بس دونوں اسکو لے کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قصہ بیان کیا۔ پھر اسکو اونٹ سے اتارا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے برتن منگا کر مشکوں کے دہانہ سے کچھ پانی اس میں ڈالا اور پھر ان کے اوپر کے دہانے تسمہ سے باندھ کر نیچے کے دہانے کھول دیئے۔ اور (مجمع) لشکر میں اعلان کر دیا گیا کہ پیو اور پلاؤ۔ چنانچہ جس نے چاہا پیا اور جس نے چاہا پلایا۔ اور آخر میں یہ ہوا کہ آپ نے ایک شخص کو جسے غسل کی حاجت تھی پانی دیا۔ اور فرمایا جا اس سے نہالو۔ اور عورت کھڑی تکتی رہی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اور قسم ہے اللہ کی جس وقت مشک سے برتن علیحدہ کیا گیا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ اب بھری ہوئی ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا اس کے لئے کھجور آٹا ستو جو کچھ بھی ہو سکے چندہ کر دو۔ چنانچہ اس کے لئے کھانے کی چیزیں جمع کرکے کپڑے میں باندھ دیں۔ اور عورت کو اونٹ پر بٹھا کر گٹھری اس کے سامنے رکھدی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا دیکھ تیرے پانی میں سے ہم نے کچھ بھی کم نہیں کیا۔ بلکہ ہمیں تو اللہ نے پلایا چنانچہ وہ اپنے گھر آئی اور چونکہ تاخیر سے آئی تو گھر والوں نے پوچھا اے فلانی کہاں رہ گئی تھی؟ بولی بڑا عجیب قصہ ہوا۔ مجھے دو آدمی ملے اور مجھے اس لامذہب کے پاس لے گئے اور اس نے ایسا ایسا کیا پس خدا کی قسم یا آسمان وزمین کے درمیان سب میں بڑا جادوگر ہے اور یا وہ اللہ کا سچا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر آس پاس مشرکوں پر

له ابغيا اي اطلبا ۱۲ سه خلوف نفرنا اي المرأة الحي خرجت سارفا غيبن ارواحهن وقلب البيا نفرنا خلوف اي رجالنا غيب ۱۲ سه مجمع عزلى بمعجمة تثنية فم المزادة الاسفل ۱۲ سه ملاة بالكسر مصدر بمعنى الامتلاء ۱۲ ه اي ما نقصنا ۱۲

ماحبسك يا فلانة؟ قالت العجب لقيني رجلان فذهبا بي الى هذا الصابي ففعل كذا وكذا فوالله انه لاسحر الناس من بين هذه وهذه تعني السماء الى الارض او انه لرسول الله حقا فكان المسلمون بعد يغيرون على من حولها من المشركين ولا يصيبون الصرم[۱] الذي هي منه فقالت يوما لقومها ما ارى الا ان هؤلاء القوم يدعونكم عمدًا فهل لكم في الاسلام؟ فاطاعوها فدخلوا في الاسلام. وفي رواية قالت لهما هيهات هيهات لا ماء لكم. وفيه: فاخبرته صلى الله عليه وسلم انها موتمة[۲] فامر براويتها فانيخت فمج في العزلاوين العلياوين ثم بعث براويتها فشربنا ونحن اربعون رجلا عطاشا حتى روينا وملأنا كل قربة معنا واداوة وغسلنا صاحبنا غير انا لم نسق بعيرًا وهي تكاد تنضرج[۳] بالماء يعني المزادتين. للشيخين مطولا (ابو قتادة) خطبنا النبي صلى الله عليه وسلم وقال انكم تسيرون عشيتكم وليلتكم وتأتون الماء ان شاء الله غدا فانطلق الناس لا يلوي احد على احد فبينا النبي صلى الله عليه وسلم يسير حتى ابهار[۴] الليل وانا الى جنبه فنعس فمال عن راحلته فاتيته فدعمته[۵] من غير ان اوقظه حتى اعتدل على راحلته ثم سار حتى تهور[۶] الليل مال عن راحلته فاتيته فدعمته من غير ان اوقظه حتى اعتدل ثم سار حتى اذا كان من آخر الليل مال ميلة هي اشد من الاوليين حتى كاد ينجفل[۷] فاتيته فدعمته فرفع رأسه فقال من

پرچھاپہ مارتے مگر اس جماعت سے جس میں کی وہ عورت تھی کچھ تعرض نہ کرتے۔ ایک دن وہ عورت اپنی قوم سے کہنے لگی کہ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ تم کو قصدًا چھوڑ جاتے ہیں (کہ پانی کا صلہ دے رہے ہیں) تو کیا (ایسا احسان ماننے والے نیک گروہ میں شامل ہو کر) اسلام قبول کرنے کی رغبت ہے؟ چنانچہ سب نے اس کا مشورہ مانا اور مسلمان ہو گئے۔ اور ایک روایت میں ہے عورت نے دونوں صاحبوں کو جواب دیا کہ ہیہات ہیہات یہاں پانی کہیں نہیں۔ اور اس میں ہے کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر کیا کہ وہ یتیم بچوں والی ہے۔ (اور بیوہ ہونے کے سبب بچوں کے لئے خود پانی لاتی ہے) پس آپ نے حکم دیا تو اس کا اونٹ بٹھا دیا گیا اور آپ نے اوپر کے دہانوں میں کلی ڈال دی۔ اس کے بعد اونٹ کو کھڑا کر دیا گیا۔ (اور نیچے کے دہانوں سے پانی لینا شروع کیا گیا) پس ہم نے پیا اور ہم چالیس آدمی تھے پیاسے۔ حتی کہ سب سیر ہو گئے۔ اور جو بھی مشکیزے یا برتن ہمارے ساتھ تھے وہ سب بھر لئے۔ اور اپنے رفیق کو غسل بھی کرا دیا۔ ہاں اپنے کسی اونٹ کو نہیں پلایا اور (باوجود اتنا پانی خرچ ہونے کے) اس کی مشکیں پانی سے پھٹی جاتی تھیں۔ (ق) (ابو قتادہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (رفقاء سفر کو جمع کر کے) اطلاع دی کہ شام تک اور پھر تمام رات چلو گے اور کل کو انشاء اللہ پانی پر پہونچو گے چنانچہ سب (پانی کی طلب میں) تیز چلے کہ کوئی دوسرے کی طرف مڑتا بھی نہ تھا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی چلے حتی کہ آدھی رات ہو گئی اور میں آپ کے قریب تھا کہ آپ کو اونگھ آئی اور آپ کاٹھی سے ایک جانب جھکے۔ تو میں نے آپ کو اس طرح سے مبارک کے نیچے ہاتھ رکھ کر سہارا دیا کہ آنکھ نہ کھلے۔ (اور خمار رفع ہو جائے) حتی کہ آپ کاٹھی پر سیدھے ہو بیٹھے۔ پھر آگے چلتے رہے۔ حتی کہ رات زیادہ گذر لی۔ تو پھر آپ جھکے اور میں نے آکر آپ کو سہارا لیا۔ کہ آنکھ بھی نہ کھلے (اور آرام مل جائے) حتی کہ آپ کاٹھی پر سیدھے بیٹھ گئے۔ پھر آگے چلے حتی کہ جب آخر شب ہوئی تو پہلی دونوں مرتبہ سے زیادہ جھکے کہ قریب تھا گر پڑیں۔ پس میں نے آکر آپ کو سہارا دے لیا۔ تب آپ نے سر اٹھایا اور پوچھا کون ہے؟ عرض کیا ابو قتادہ ہے۔ فرمایا تمہارا یہ قصہ میرے ساتھ کب سے چل رہا ہے؟ عرض کیا کہ شروع رات سے یہی صورت ہو رہی ہے۔ فرمایا اللہ تمہاری حفاظت فرمائے جیسی تم

قال ابوقتادة قال متی کان هٰذا مسیرك منی ؟ قلت مازال قال مسیری منك منذ اللیلة قال حفظك الله بما حفظت به نبیه ثم قال هل ترانا نخفی علی الناس ؟ ثم قال هل تری من احد ؟ قلت هٰذا راکب ثم قلت هٰذا راکب آخر حتی اجتمعنا فکنا سبعة رکب فمال صلے الله علیه وسلم عن الطریق فوضع رأسه ثم قال احفظوا علینا صلاتنا فکان اول من استیقظ النبی صلے الله علیه وسلم والشمس فی ظهره فقمنا فزعین ثم قال ارکبوا فرکبنا حتی اذا ارتفعت الشمس نزل ثم دعا بمیضأة کانت معی فیها شیئ من ماء فتوضأ منها وضوءً دون وضوءٍ وبقی فیها شیئ من ماء ثم قال لنا احفظ علینا میضأتك فسیکون لها نبأ ثم ذکر اذان بلال وصلاته صلے الله علیه وسلم الفجر ثم اصبح ثم رکب ثم قال ما ترون الناس صنعوا ؟ ثم قال اصبح الناس فقدوا نبیهم فقال ابوبکر وعمر النبی صلے الله علیه وسلم بعدکم لم یکن لیخلفکم فقال الناس هو بین ایدیکم فان یطیعوا ابابکر وعمر یرشدوا قال وانتهینا الی الناس حین امتد النهار وحمی کل شیئ وهم یقولون یارسول الله هلکنا عطشنا قال لا هلك[1] علیکم الیوم ثم قال اطلقوا الی غمری[2] ودعا بالمیضأة فجعل یصیب وابوقتادة یسقیهم فلم یعد ان رأی الناس ماءً فی المیضأة تکابوا[3] علیها فقال صلے الله علیه وسلم احسنوا الملأ[4] کلکم سیروی ففعلوا فجعل یصیب واسقیهم حتی ما بقی غیری وغیره ثم صب فقال لی اشرب فقلت لا اشرب حتی تشرب یارسول الله قال ان ساقی القوم آخرهم شربا فشربت وشرب صلے الله علیه وسلم فاتی الناس

اس کے نبی کی حفاظت کی۔ اس کے بعد فرمایا کیا ہم رُفقا کی نظروں سے اوجھل ہیں؟ اس کے بعد فرمایا کیا کوئی رفیق نظر آتا ہے (یا سب آگے نکل گئے کہ نہ کوئی ہمیں نظر آتے نہ ہم کسی کو نظر آئیں) میں نے عرض کیا یہ ایک سوار (نظر آیا) پھر عرض کیا یہ دوسرا (نظر آیا) حتّٰی کہ ہم جمع ہو کر سات نفر ہو گئے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راستہ سے ایک طرف ہوتے (اور سونے کے قصد سے اترے) پس (زمین پر) سر رکھا اور فرمایا کہ ہماری نماز کی نگہداشت کرو (کہ کوئی جاگتا رہے وقت پر سب کو جگا دے۔ چنانچہ انتظام کیا گیا مگر وہ بھی سو گیا اور) سب سے پہلے جس کی آنکھ کھلی وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے (مگر اس وقت کہ) سورج آپ کی کمر پر تھا۔ پس ہم گھبرا کر اٹھے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ (قضا نماز آگے چل کر پڑھیں گے۔) چنانچہ ہم سوار ہو گئے حتی کہ جب سورج اونچا ہو گیا تو آپ اترے اور وضوء کا برتن منگایا جو میرے ساتھ تھا اور اسمیں ذرا سا پانی تھا۔ پس آپ نے اس سے وضو کیا مگر حسب معمول وضو سے کچھ کم (کہ پانی کم ہونے کے سبب تین تین بار اعضاء نہ دھوئے) اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اپنے ظرف وضو کو احتیاط سے رکھو کہ اس سے ایک کارنامہ ظہور پائے گا اس کے راوی نے بلال کے اذان دینے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سُنت فجر اور پھر صبح کے فرض پڑھنے کا ذکر کیا۔ اس کے بعد آپ سوار ہوئے اور پھر فرمایا نہ معلوم اور رُفقاء کو کیا پیش آیا۔ پھر فرمایا کہ رفقاء نے جب صبح ہوئی تو اپنے نبی کو موجود نہ پایا۔ ابوبکر و عمر نے تو کہا تھا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابھی پیچھے ہیں کہ تم کو چھوڑ کر آگے نہیں جا سکتے۔ اور دوسروں نے کہا کہ نہیں آگے تشریف لے گئے (اس لئے سب آگے بڑھے چلے گئے۔) پس اگر ابوبکر و عمر کا کہنا مان لیتے تو ٹھیک رہتے (اور نبی سے جُدا نہ ہوتے) راوی کہتا ہے اور ہم رُفقاء تک اس وقت پہونچے جب کہ دن خوب چڑھ گیا۔ اور ہر چیز گرم ہو گئی اور رُفقاء پکار رہے تھے کہ یا رسُول اللہ ہم تو پیاس کے مارے مر گئے۔ فرمایا نہیں آج تم پر کوئی ہلاکت نہیں۔ پھر فرمایا کہ میرا پیالہ (اونٹ سے کھول لاؤ اور ظروف وضو منگایا۔ پس آپ نے (اس سے پیالہ میں پانی) ڈالنا اور ابوقتادہ نے لوگوں کو پلانا

[1] لا ہلاک ای لا ہلاک ۱۲ [2] غمری بضم الغین وفتح المیم القدح الصغیر، وقولہ اطلقوا الی ای ائتونی به ۱۲ [3] تکابوا ای تزاحموا ۱۲ [4] محرکة الخلق ای احسنوا خلقکم واکثر قراء الحدیث یقرؤن الملأ بالکسر من ملأ الاناء ولیس بشیء کما فی النہایہ ۱۲

الماء جامئین[۱] رواہ پ۔ لمسلم مطولا۔ (انس) رأیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم وحانت صلوۃ العصر فالتمس الناس الوضوء فلم یجد وہ فاتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم بوضوء فوضع فیہ یدہ وامر الناس ان یتوضؤا منہ فرأیت الماء ینبع من تحت اصابعہ فتوضأ الناس حتی توضأ من عند آخرھم ÷ ومن روایاتہ دعا بماء فاتی بقدح رحراح[۲] فجعل القوم یتوضؤن فحزرت مابین الستین الی الثمانین ÷ ومنہا: حضرت الصلوۃ فقام من کان قریب الدار الی اھلہ وبقی قوم فاتی صلے اللہ علیہ وسلم بمخضب من حجارۃ فیہ ماء فصغر المخضب عن ان یبسط فیہ کفہ فتوضأ القوم کلھم فقلنا کم کنتم؟ قال ثمانین وزیادۃ ÷ ومنہا: اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم باناء وھو بالزوراء فوضع یدہ فی الاناء فجعل الماء ینبع من بین اصابعہ فتوضأ القوم قال قتادۃ کم کنتم؟ قال ثلاث مائۃ اوزھاء ثلاث مائۃ

[۱] ای یحرکن قدر مدا من الماء ۱۲ مجمع۔ [۲] ای واسع قریب القعر منبسط ۱۲

شروع کیا لوگوں نے ظروفِ وضو میں پانی دیکھا تو اس پر ٹوٹ پڑے (اور بھیڑ لگ گئی) آپ نے فرمایا اخلاق درست کرو (اور حریص وایذارساں نہ بنو) کہ سب سیراب ہوجاؤ گے۔ چنانچہ سب نے تعمیل کی (اور صبر وسکون کے ساتھ کھڑے ہوگئے) پس آپ پیالہ میں پانی ڈالنے لگے اور میں ان کو پلانے لگا حتی کہ سب پی چکے (اور میرے اور آپ کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ پھر آپ نے ڈالا اور مجھ سے فرمایا پی لو۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو نہیں پیوں گا جب تک آپ نہ پی لیں گے یارسول اللہ۔ فرمایا پلانے والا سب کے بعد پیا کرتا ہے۔ پس میں نے پی لیا اور پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ پس (وہاں سے چل کر) لوگ پانی (کے کنوئیں) پر آئے تو نہایت آرام سے اور سیراب شدہ آئے۔ (کہ نہ پیاس تھی نہ راستہ کا تکان) س۔ (انسؓ) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ عصر کا وقت آگیا تھا اور لوگوں نے وضو کے لئے پانی تلاش کیا مگر نہ ملا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کے قابل پانی لایا گیا۔ پس آپ نے اس میں دست مبارک رکھدیا اور لوگوں کو حکم دیا اس سے (پانی لیکر) وضو کریں۔ پس میں نے دیکھا کہ آپؐ کی انگلیوں کے نیچے سے (چشمہ کی طرح) پانی اُبل رہا تھا، چنانچہ لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا حتی کہ سب نے کر لیا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے پانی منگایا پس ایک وسیع برتن لایا گیا۔ (کہ اس میں پانی ڈالکر آپ نے ہاتھ رکھدیا) پس لوگ وضو کرنے لگے۔ پس میں نے تخمینہ کیا تو ساٹھ اور اسّی کے درمیان آدمی تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نماز کا وقت آگیا تو جن کا گھر پاس تھا وہ تو اٹھ کر (وضو کرنے کے لئے) اپنے گھر چلے گئے اور باقی لوگ رہ گئے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک بادیہ لایا گیا جس میں پانی تھا اور بادیہ اتنا چھوٹا تھا کہ آپ اپنا ہاتھ اس میں نہ پھیلا سکے۔ پس سب نے وضو کر لیا ہم نے پوچھا کتنے نفر تھے؟ کہا اسّی سے کچھ زیادہ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا اور اس وقت آپ زوراء میں تھے (کہ مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے) پس آپ نے برتن میں دستِ مبارک رکھدیا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اُبلنے لگا۔ چنانچہ لوگوں نے وضو کیا۔ قتادہ نے پوچھا کتنے آدمی تھے؟ کہا کہ تین سو یا قریب تین سو کے۔ (ف) پانی کی زیادتی کا معجزہ کئی مرتبہ ظاہر ہوا ہے۔ کبھی ستر اسّی نفر کے وضو کی مقدار پوری ہوئی کبھی تین سو کی تعداد اور کبھی ڈیڑھ ہزار کی۔ عصاء موسوی کے پتھر پر مارنے سے چشمے پیدا ہوئے تھے کہ پتھر بہرحال چشمہ کی جگہ اور پانی کا مخزن ہے اور آپ کی انگلیوں سے چشمے جاری ہوتے جو پانی کا محل ہی نہیں ہیں۔ (جابرؓ) حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ... نکل تھی پس آپ نے

للستة الا ابا داود (جابرؓ) عطش الناس يوم الحديبية والنبی صلے اللہ علیه وسلم بين يديه ركوة فتوضأ منها ثم اقبل الناس نحوه فقال مالكم؟ قالوا يا رسول الله ليس عندنا ماء نتوضأ به ولا شراب الا ما فی ركوتك فوضع يده فی الركوة فجعل الماء يفور من بين اصابعه كامثال العيون فشربنا وتوضأنا فقلت لجابر كم كنتم يومئذ؟ قال لو كنا مائة الف لكفانا كنا خمس عشرة مائة ¤ للشيخين (البراءؓ) قال تعدون انتم الفتح فتح مكة وقد كان فتح مكة فتحا ونحن نعد الفتح بيعة الرضوان يوم الحديبية كنا مع النبی صلے اللہ علیه وسلم اربع عشرة مائة والحديبية بئر فنزحناها فلم نترك فيها قطرة فبلغ ذلك النبی صلے اللہ علیه وسلم فاتاها فجلس على شفيرها ثم دعا باناء من ماء فتوضأ فمضمض ودعا ثم صبه فيها فتركناها غير بعيد ثم انها اصدرتنا ما شئنا نحن وركائبنا ¤ للبخاری

اس سے وضو کیا اس کے بعد لوگ آپ کی طرف چلے. آپ نے فرمایا کیا بات ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نہ ہمارے پاس وضو کرنے کے لئے پانی ہے اور نہ پینے کے لئے بجز اس کے جو اس چھاگل میں (آپ کے وضو سے بچا ہے. پس آپ نے اس میں دستِ مبارک ڈالدیا. پس پانی آپکی انگلیوں کے بیچ میں سے چشموں کیطرح اُبلنے لگا. کہ ہم نے پیا بھی اور وضو بھی کیا. میں نے جابر سے پوچھا آپ اس دن کتنے نفر تھے؟ فرمایا اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو سب کو کافی ہوتا ہم پندرہ ۱۵۰۰ سو تھے. (ق) (براءؓ) نے فرمایا کہ (صاحبو) تم تو فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو اور بیشک فتح مکہ (کھلی ہوئی) فتح ہے. مگر ہم حدیبیہ کے دن (جو بیعت ہوئی کہ اس کا نام بیعۃ الرضوان ہے اس کو فتح سمجھتے ہیں کہ (فتح مکہ کی بنیاد بھی وہی تھی" اس بیعت پر حق تعالےٰ کی طرف سے پروانہ رضا عطا ہوا اور یہی علامت تھی شاہنشاہ کی طرف سے سب کچھ ملا چاہتا ہے. چنانچہ اس کے آثار بصورتِ برکات اسی دن ظاہر ہوئے کہ) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ ۱۴۰۰ سو صحابہ تھے اور حدیبیہ (جس کی طرف یہ واقعہ منسوب ہے) ایک کنوئیں کا نام ہے ہم نے اس کا پانی کھینچا تو اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی (کہ آئندہ ضرورت کے لئے اُس میں پانی بالکل نہ رہا) تو آپ اسکے پاس تشریف لائے اور اس کی مَن پر بیٹھ گئے. اس کے بعد ایک برتن پانی منگایا اور وضو کیا اور کلی کی اور دعا مانگی. اور اس کے بعد وہ پانی کنوئیں میں ڈالدیا. پس تھوڑی ہی سی دیر ہم نے اسکو چھوڑا تھا کہ (اس میں پانی بکثرت آگیا اور) پھر اس نے ہمیں اور ہماری سواریوں کو جتنا بھی ہم نے چاہا شکم سیر پانی دیدیا (خ). (معاذؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک کے چشمہ پر تشریف لائے اور اس میں کچھ کچھ پانی چمکتا تھا. پس صحابہ نے چلوؤں کے ذریعہ کچھ پانی جمع کیا. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ اور منہ دھویا اور پھر اسکو اسی چشمہ میں ڈالدیا. پس چشمہ میں پانی بکثرت جاری ہو گیا. کہ سب نے پیا (اور ساری ضرورتیں رفع کیں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ اگر تمہاری عمر دراز ہوئی تو اس جگہ کو باغات سے لبریز دیکھو گے. (ط). (ابن مسعودؓ) نے فرمایا کہ (صاحبو) ہم معجزات کو برکت سمجھا کرتے تھے (کہ ان سے صحابہ کے قلوب میں نورِ ایمان زیادہ ہوتا تھا) اور تم ان کو ڈرانے کی صورت سمجھتے ہو. (کہ ان کا صدور کافروں پر حجت قائم کر کے عذاب نازل کرنے کے لئے ہوتا ہے) ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ پانی تھُڑ گیا. آپ نے فرمایا کہیں کچھ بچا ہوا پانی ہو تو تلاش کرو. چنانچہ ایک برتن لائے جس میں ذرا سا پانی تھا. آپ نے برتن میں دست مبارک ڈالدیا. اس کے بعد فرمایا آؤ بابرکت آب وضو پر. (اور خوب وضو کرو کہ) برکت اللہ کی طرف سے ہے (جس میں کبھی کمی نہیں ہوسکتی) پس میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں سے اُبلتا تھا. اور کھانے میں سے جس وقت وہ کھایا

(معاذ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اتی عین تبوک وھی تبض بشیٔ من ماء فغرفوا بایدیہم من العین قلیلاً حتی
اجتمع شئ فغسل النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیہ یدیہ ووجہہ ثم اعادہ فیہا فجرت العین بماء کثیر فاستقی الناس
فقال صلے اللہ علیہ وسلم یا معاذ یوشک ان طالت بک حیاۃ ان تری ماھٰھنا قد ملئ جناناً ؛ لمالک مطولاً
(ابن مسعود) قال کنا نعد الاٰیات برکۃ وانتم تعدونہا تخویفاً کنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی سفر فقل الماء
فقال اطلبوا فضلۃ من ماء فجاءوا باناء فیہ ماء قلیل وادخل یدہ فی الاناء ثم قال حی علی الطہور المبارک والبرکۃ
من اللہ فلقد رأیت الماء ینبع من بین اصابعہ ولقد کان یسمع تسبیح الطعام وھو یوکل ؛ للبخاری والترمذی و
النسائی. (ابو رجاء) دخل النبی صلے اللہ علیہ وسلم حائطا لبعض الانصار فقال لہ ما تجعل لی ان ارویت حائطک
ھٰذا؟ قال لہ انی اجھد ان ارویہ فلا اطیق قال صلے اللہ علیہ وسلم تجعل لی مائۃ تمرۃ اختارھا من تمرک؟
قال نعم فاخذ الغرب فما لبث ان ارواہ حتی قال الرجل غرقت علی حائطی فاختار مائۃ تمرۃ فاکل ھو واصحابہ
حتی شبعوا ثم ردعلیہ مائۃ تمرۃ کما اخذھا ؛ للکبیر (سلمۃ بن الاکوع) خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی غزوۃ فاصابنا جھد حتی ھممنا ان ننحر بعض ظہرنا فامر صلے اللہ علیہ وسلم فجمعنا ازوادنا وبسطنا لہ نطعا
فاجتمع زاد القوم علی النطع فتطاولت لاحزرہ کم ھو فاذا ھو کربضۃ العنز ونحن اربع عشرۃ مائۃ فاکلنا

جاتا تسبیح کی آواز سنائی دیتی تھی (خ ت ی)۔ (ابو رجاء) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ
میں تشریف لائے اور فرمایا مجھے کیا (اجرت) دوگے۔ اگر تمہارے اس باغ کو پانی سے سیراب کر دوں؟ عرض
کیا کہ میں تو بہتیری کوشش کرتا ہوں کہ اسکو بھروں مگر بھر نہیں سکتا۔ فرمایا اچھا سو چھوارے دوگے کہ میں تمہارے
ڈھیر میں سے چھانٹ چھانٹ کر لے لوں؟ کہا بہت اچھا۔ پس آپ نے بڑا ڈول لیا اور کچھ بھی دیر نہوئی تھی کہ
سارے باغ کو بھر دیا کہ وہ شخص پکار اٹھا میرا باغ ڈوبا۔ پس آپ نے سو چھوارے چھانٹ کر لے لئے۔ اور خود
بھی کھائے اور صحابہ نے بھی حتی کہ سب کا پیٹ بھر گیا۔ اس کے بعد آپ نے اس کے چھوارے جیسے لئے تھے ویسے
واپس کر دیئے۔ (ک) (سلمہ بن اکوع) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک جہاد میں گئے۔ پس ہمیں بہت
بھوک لگی کہ قصد ہوا سواری کے اونٹ ذبح کرلیں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اور ہم نے
جو کچھ بھی زادراہ (کسی کے پاس تھی اسکو) جمع کیا۔ اور دسترخوان بچھا دیا گیا اور (اس پر ساری جماعت کا توشہ لا رکھا
گیا۔ پس میں نے گردن اٹھائی کہ اندازہ تو کروں کتنی مقدار ہے تو بیٹھی ہوئی بکری کے برابر ہے اور ہم چودہ سو
آدمی تھے۔ پس ہم نے کھایا حتی کہ سب شکم سیر ہوگئے۔ اور پھر ہم سب نے اپنے تھیلے بھر لئے۔ پھر رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کے لئے پانی بھی ہے؟ پس ایک شخص برتن لایا جس میں ذرا سا پانی تھا۔ آپ نے
اس کو پیالہ میں ڈال لیا۔ اور (سب کو دینا شروع کیا۔) پس ہم سب نے وضو کر لیا کہ خوب اوندھاتے (اور
دریا دلی کے ساتھ خرچ کرتے) تھے۔ (ق) (ابو ہریرہ یا ابو سعید) یہ شک اعمش راوی کا ہے۔ غزوہ تبوک
کا دن تھا کہ لشکر کو (جو تقریباً ایک لاکھ تھا) بھوک لگی۔ پس عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اجازت دیں
تو اونٹنیاں ذبح کرلیں کہ ان کا گوشت کھائیں، اور (چربی کو) مالش کے کام میں لائیں۔ آپ نے فرمایا اچھا
کرلو۔ پس عمر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کیجئے گا تو سواریاں تھم جائیں گی۔ ہاں ان سے بچا ہوا توشہ
سفر منگا لیجئے اور اس میں ان کے لئے برکت کی دعا فرما دیجئے۔ فرمایا بہت اچھا۔ پس آپ نے دسترخوان منگا کر

له ای الماء ١٢ ڪه وبزر وی بکسر الباء ای جئنا بما ادا برکت ١٢

حتی شبعنا جمیعًا ثم حشونا جربنا فقال صلے اللہ علیہ وسلم فھل من وضوء؟ فجاء رجل باداوۃ فیھا نطفۃ[1] فافرغھا فی قدح فتوضأنا کلنا ند غفقہ دغفقۃ[2]: للشیخین: ابوھریرۃ ابوسعید) شک الاعمش: لما کان یوم غزوۃ تبوک اصاب الناس مجاعۃ فقالوا یارسول اللہ لو اذنت لنا فنحرنا نواضحنا فاکلنا وادھنا فقال افعلوا فجاء عمر فقال یارسول اللہ ان فعلت قل الظھر ولکن ادعھم بفضل ازوادھم ثم ادع اللہ لھم علیھا بالبرکۃ فقال نعم فدعا بنطع فبسط ثم دعا بفضل ازوادھم فجعل الرجل یجیٔ بکف ذرۃ ویجیٔ الاخر بکف تمر ویجیٔ الاخر بکسرۃ حتی اجتمع علی النطع من ذلک شئ یسیر فدعا صلے اللہ علیہ وسلم بالبرکۃ ثم قال خذوا فی اوعیتکم فاخذوا فی اوعیتھم حتی ماترکوا فی العسکر وعاءً الا ملأوہ واکلوا حتی شبعوا وفضلت فضلۃ فقال صلے اللہ علیہ وسلم اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وانی رسول اللہ لا یلقی اللہ بھما عبد غیرشاک فیحجب عن الجنۃ: وفی روایۃ: فجاء ذوالبر ببرہ وذو التمر بتمرہ وذوالنواۃ بنواہ قلت ماکانوا یصنعون بالنوی؟ قال یمصونہ ویشربون علیہ الماء: لمسلم (جابر) لما حفر الخندق رأیت بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم خمصًا[3] فانکفأت الی امرأتی فقلت ھل عندک من شئ؟ فانی رأیت بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم خمصًا فاخرجت الی جرابا فیہ صاع من شعیر ولنا بھیمۃ داجن[4] فذبحتھا وطحنت ففرغت

بھجوادیا اور اس کے بعد سب کا بقیہ زادِراہ منگایا کوئی شخص ایک مٹھی جوار لا رہا ہے کوئی ایک مٹھی کھجور اور کوئی روٹی کا ٹکڑا حتی کہ دسترخوان پر یہ سب ذرا سی مقدار میں جمع ہوگیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی اور اس کے بعد فرمایا اپنے برتنوں میں لے لو۔ چنانچہ سب نے اپنے برتنوں میں لے لیا حتی کہ لشکر میں کوئی برتن نہ چھوڑا جسے لبریز نہ کرلیا ہو اور کھاکر شکم سیر ہوگئے۔ اور کچھ بچ بھی رہا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اور جو بندہ بھی یہ دونوں (یعنی توحید و رسالت کی) شہادت کہ ان میں مطلق شک نہ لئے ہوئے اللہ سے ملے گا تو جنت سے روکا نہ جائیگا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جس کے پاس گیہوں تھے وہ گیہوں لایا اور جس کے پاس کھجور تھی وہ کھجور لایا اور جس کے پاس گٹھلیاں تھیں وہ گٹھلیاں لے کر آیا میں نے پوچھا کہ گٹھلیوں کا کیا کیا کرتے تھے؟ فرمایا ان کو (جب کچھ نہ ہوتا تو) چوس لیا کرتے اور اس پر پانی پی لیا کرتے تھے (س) (جابر) جب (غزوہ خندق میں) خندق کھودا جارہا تھا تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر دیکھا پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور پوچھا تیرے پاس کچھ ہے بھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر نظر آیا ہے۔ پس اس نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع (تقریبًا تین سیر) جَو تھے۔ اور ہمارے ہاں ایک بکری کا بچہ پلا ہوا تھا چنانچہ میں نے تو اسکو ذبح کیا اور بیوی نے جَو پیسے کہ میرے فارغ ہونے تک وہ بھی فارغ ہوگئی اور میں نے گوشت کا ٹکڑا اسکی ہانڈی میں ڈالدیا۔ اس کے بعد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا تو بیوی نے کہا دیکھو مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین میں رسوا نہ کیجیو (کہیں زیادہ آدمیوں کو لے آؤ اور شرمندگی ہو) پس میں آپ کے پاس آیا اور چپکے سے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہ ہم نے اپنا ایک بچہ بکری کا ذبح کیا ہے اور بیوی نے ایک صاع جَو پیسے ہیں جو ہمارے پاس موجود تھے۔ پس آپ اور چند نفر آپ کے ساتھ تشریف لے چلیں (اور نوش فرمالیں) پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند پکارا کہ اے اہلِ خندق جابر نے دعوت کا کھانا تیار کیا ہے پس چلو اور (مجھ سے) فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں ہانڈی کو (چولھے سے) نہ اتارنا۔ اور آٹے کی

[1] النطفۃ: الماء القلیل جمعہ نطاف واما نطفۃ فجمعہ نطف ۱۲ [2] قال فی النہایۃ: وغفق الماء اذا دفقہ وصبہ صبًا کثیرًا واسعًا وفلان فی عیش وغفق ای واسع ۱۲ [3] خمصًا ای جوعًا وفی القاموس خمصہ الجوع خمصًا ومخمصۃ ۱۲ [4] ای التی تعلف ۱۲

الی فراغی وقطعتہا فی برمتہا ثم ولیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت لا تفضحنی برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومن معہ فجئتہ فساررتہ فقلت یا رسول اللہ ذبحنا بہیمۃ لنا وطحنت صاعا من شعیر کان عندنا فتعال انت
ونفر معک فصاح صلی اللہ علیہ وسلم وقال یا اہل الخندق ان جابرا قد صنع سورا فحی ہلا بکم فقال صلی اللہ
علیہ وسلم لا تنزلن برمتکم ولا تخبزن عجینکم حتی اجیٔ فجئت وجاء یقدم الناس حتی جئت امرأتی فقالت بک
وبک فقلت قد فعلت الذی قلت فاخرجت عجیننا فبصق فیہ وبارک ثم عمد الی برمتنا فبصق وبارک ثم قال ادع
خابزۃ فلتخبز معک واقدح من برمتک ولا تنزلوہا وہم الف فاقسم باللہ لاکلوا حتی ترکوا وانحرفوا وان برمتنا
لتغط کما ہی وان عجیننا لیخبز کما ہو۔ للشیخین۔ (انس رضی اللہ عنہ) قال ابو طلحۃ لام سلیم قد سمعت صوت النبی صلی اللہ علیہ
ضعیفا اعرف فیہ الجوع فہل عندک من شیٔ؟ فقالت نعم فاخرجت اقراصا من شعیر ثم اخذت خمارا لہا فلفت
الخبز ببعضہ ثم دستہ تحت ثوبی وردتنی ببعضہ ثم ارسلتنی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذہبت بہ فوجدتہ جالسا
فی المسجد ومعہ الناس فقمت علیہم فقال لی صلی اللہ علیہ وسلم ارسلک ابو طلحۃ؟ قلت نعم قال الطعام؟ قلت نعم
قال لمن حولہ قوموا فانطلقوا وانطلقت بین ایدیہم حتی جئت ابا طلحۃ فاخبرتہ فقال یا ام سلیم قد جاء النبی

روٹی نہ پکانا۔ پس میں آیا اور آنحضرت بھی لوگوں کے ساتھ لئے تشریف لائے حتی کہ میں بیوی کے پاس پہونچا اور کہدیا (کہ
سب حضرات آرہے ہیں) بیوی (مجھے بکنے لگی کہ) تم ایسے اور تم ایسے۔ میں نے کہا کہ میں نے تو وہی کیا جو تونے کہا تھا
(مگر حضرت ہی نے سب کو دعوت دیدی تو میں روکنے والا کون۔ چنانچہ حضرت تشریف لے آئے) تو میں نے آٹا نکالا
اور حضرت نے اس میں لعابِ دہن ڈالدیا۔ اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر ہانڈی کیطرف تشریف لائے۔ اور اس
میں لعابِ دہن مبارک ڈال کر دعائے برکت فرمائی۔ اور اس کے بعد فرمایا ایک روٹی پکانیوالی کو اور بلالو
کہ تمہارے ساتھ پکائے۔ اور ہانڈی کو اُتارے بغیر اس میں سے نکالتے جاؤ اور یہ لوگ ایک ہزار تھے پس قسم
کھاتا ہوں اللہ کی کہ سب نے کھالیا حتی کہ چھوڑ دیا اور (شکم سیر ہوکر) واپس ہوئے۔ حالانکہ ہماری ہانڈی جوش
ماررہی تھی جیسی کہ تھی۔ اور آٹا پکایا جارہا تھا جیسا کہ تھا۔ (ق) (انس رضی اللہ عنہ) ابو طلحہ نے (کہ انس کے سوتیلے باپ ہیں اپنی
بیوی) اُم سلیم سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کمزور سنی ہے کہ اس میں بھوک محسوس کرتا
ہوں۔ پس تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ بولی ہاں ہے اور جو کی چند ٹکیاں نکالیں اور پھر اپنی اوڑھنی لائیں۔ اسکے
بعد ایک حصہ میں تو روٹی لپیٹی اور پھر اسکو میرے کپڑے کے نیچے ٹھونس دیا اور اس کا دوسرا حصہ مجھے اُڑھا
دیا۔ پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیا۔ (کہ یہ کھانا پیش کرآؤ) چنانچہ میں اسے لے کر
گیا۔ تو آپ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا کہ آپ کے پاس بہت آدمی بیٹھے تھے پس میں کھڑا ہوگیا۔ تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی۔ فرمایا کھانا (لائے
ہو؟) میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے ان لوگوں سے جو آپ کے ساتھ تھے ارشاد فرمایا اٹھو اور (ابو طلحہ
کے گھر) چلو۔ اور میں ان کے آگے آگے چلا حتی کہ ابو طلحہ کے پاس آیا اور ان کو خبر دی (کہ حضرت مع جماعت
کے تشریف لارہے ہیں) انہوں نے کہا اے ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں اور ہمارے
پاس اتنا ہے نہیں جو ان کو کھلا سکیں۔ بولیں (گھبراتے کیوں ہو) اللہ اور اس کا رسول زیادہ باخبر ہیں۔ (کہ آنے
میں کیا حکمت ہے) چنانچہ ابو طلحہ (استقبال کے لئے) چلے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچے اور

صلى الله عليه وسلم وليس عندنا ما نطعمهم فقالت الله ورسوله اعلم فانطلق ابو طلحة حتى اتى النبي صلى الله عليه وسلم فاقبل النبي صلى الله عليه وسلم معه حتى دخلا فقال صلى الله عليه وسلم هلمي ما عندك يا ام سليم فاتت بذلك الخبز فامر به ففت وعصرت عليه ام سليم عكة لها فادمته ثم قال فيه صلى الله عليه وسلم ما شاء الله ان يقول ثم قال ائذن لعشرة فاذن لهم فاكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرة فاذن لهم فاكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرة فاذن لهم فاكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرة فاذن لهم فاكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا ثم قال ائذن لعشرة حتى اكل القوم كلهم وشبعوا والقوم سبعون رجلا او ثمانون ۔ وفي رواية: رأى ابو طلحة النبي صلى الله عليه وسلم مضطجعا في المسجد يتقلب ظهرا لبطن فظنه جائعا وساق الحديث ۔ وفيه: ثم اكل النبي صلى الله عليه وسلم وابو طلحة وام سليم وانس وفضلت فضلة فاهدوا منها لجيراننا ۔ للشيخين والموطأ والترمذي (ابو هريرة)[13] الله الذي لا اله الا هو ان كنت لاعتمد بكبدي على الارض من الجوع وان كنت لاشد الحجر على بطني من الجوع ولقد قعدت يوما على طريقهم الذي يخرجون منه فمر ابو بكر فسألته عن آية من كتاب الله ما سألته الا ليستتبعني فمر فلم يفعل ثم مر عمر فسألته عن آية من كتاب الله ما سألته الا ليستتبعني فمر فلم يفعل ثم مر ابو القاسم صلى الله عليه وسلم فتبسم حين رآني

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابو طلحہ کے ساتھ آئے۔ اور فرمایا لاؤ کیا ہے تمہارے پاس اے ام سلیم۔ پس وہ روٹیاں لے کر آئیں۔ اور حضرت کے حکم سے ان کے ٹکڑے کئے گئے اور ام سلیم نے اس پر (گھی کی) کپی نچوڑ کر اسکو سالن بنایا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر پڑھا جو کچھ بھی اللہ نے چاہا اور فرمایا دس نفر کو آنے کی اجازت دو (کہ برتن اتنا ہی تھا) چنانچہ وہ کھا کر شکم سیر ہو گئے اور باہر آئے تو آپ نے فرمایا دس کو اور بلالو چنانچہ بلائے گئے۔ اور شکم سیر ہو کر باہر آئے۔ تو فرمایا دس کو اور بلالو۔ الغرض سب نے پیٹ بھر کر کھا لیا حالانکہ ساری جماعت ستر یا اسی حضرات تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں اور پیٹ اور کمر کے بل کروٹیں بدل رہے ہیں لہٰذا سمجھا کہ آپ کو بھوک لگ رہی ہے۔ اور اسی میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور ابو طلحہ اور ام سلیم اور انس نے کھایا اور پھر بھی کچھ بچ رہا۔ تو وہ پڑوسیوں کو ہدیہ بھیجا۔ (ق ط ت) (ابو ہریرہ)[13] قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں بھوک کیوجہ سے زمین پر کلیجہ کو داب کر پڑ جاتا اور بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا۔ ایک دن میں راستہ پر جس سے لوگ آتے جاتے تھے بیٹھ گیا۔ پس ابو بکر کا گذر ہوا تو میں نے ان سے قرآن مجید کی ایک آیت پوچھی۔ اور پوچھنے کی غرض اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ (میری بھوک کو محسوس کر کے) مجھے اپنے ساتھ لے جائیں (اور کچھ کھلا دیں) مگر وہ چلے گئے اور مجھے ساتھ نہ لیا۔ پھر عمر گذرے اور ان سے میں نے قرآن مجید کی آیت پوچھی اور پوچھنے کا مقصود اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ مجھے اپنے ساتھ لیجائیں مگر وہ بھی چل دیئے اور ایسا نہ کیا۔ پھر ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا اور جب مجھے دیکھا تو مسکرائے اور جو میری صورت پر (بھوک کا ضعف برس رہا) تھا اور جو میرے دل میں تھا (کہ ساتھ لے جا کر کچھ کھلا دیں) اسکو سمجھ لیا اور فرمایا ای ابو ہریرہ۔ میں نے عرض کیا حاضر یا رسول اللہ۔ فرمایا ساتھ آؤ۔ اور آگے ہو لئے۔ پس میں آپ کے پیچھے ہوا۔ حتی کہ (گھر میں) تشریف لے گئے اور دریافت

وعرف ما فی وجهی وما فی نفسی ثم قال یا ابا ھریرۃ قلت لبیک یا رسول اللہ قال الحق ومضی فاتبعتہ فدخل فاستأذن
فاذن لی فدخل فوجد لبنا فی قدح فقال من این ھذا اللبن؟ قالوا اھداہ لک فلان او فلانۃ قال یا ابا ھریرۃ قلت
لبیک یا رسول اللہ قال الحق الی اھل الصفۃ فادعھم لی واھل الصفۃ اضیاف الاسلام لا یأوون الیٰ اھل
ولا مال ولا علی احد اذا اتتہ صدقۃ بعث بھا الیھم ولم یتناول شیئا واذا اتتہ ھدیۃ ارسل الیھم واصاب
منھا واشرکھم فیھا فساء نی ذلک وقلت ما ھذا اللبن فی اھل الصفۃ کنت احق ان اصیب من ھذا اللبن شربۃ
اتقوی بھا فاذا جاء وا امرنی فکنت انا اعطیھم وما عسیٰ ان یبلغنی من ھذا اللبن ولم یکن من طاعۃ اللہ وطاعۃ
رسولہ بد فاتیتھم فدعوتھم فاقبلوا واستأذنوا فاذن لھم واخذوا مجالسھم من البیت فقال یا ابا ھریرۃ
قلت لبیک یا رسول اللہ قال خذ واعطھم فاخذت القدح فجعلت اعطیہ الرجل فیشرب حتی یروی ثم یرد علی
القدح حتی انتھیت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد روی القوم کلھم فاخذ القدح فوضعہ علی یدہ فنظر الی فتبسم
فقال یا ابا ھریرۃ قلت لبیک یا رسول اللہ قال بقیت انا وانت قلت صدقت یا رسول اللہ قال اقعد فاشرب
فقعدت فشربت فقال اشرب فشربت فما زال یقول اشرب حتی قلت والذی بعثک بالحق ما اجد لہ مسلکا قال

کرنے کے بعد مجھے بھی اجازت دی۔ پس ابوہریرہ اندر گئے تو ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہوا پایا۔ آپ نے
پوچھا یہ دودھ کہاں سے آیا؟ اہلِ خانہ نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے آپ کو ہدیہ بھیجا ہے۔ فرمایا اے
ابوہریرہ۔ میں نے عرض کیا حاضر یارسول اللہ۔ فرمایا اہلِ صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو بلا لاؤ۔ اور اہل صفہ
وہ اسلامی مہمان تھے جن کے نہ گھر تھا کہ ٹھکانا پکڑیں نہ مال تھا اور نہ کسی سے کوئی تعلق تھا جب آپ کے پاس کوئی
چیز صدقہ کی آتی تو آپ اُن کو بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ کھاتے اور اگر آپ کے پاس ہدیہ
آتا تو ان کو بلواتے اور خود بھی کھاتے اور اپنے ساتھ ان کو بھی اسمیں شریک کرتے تھے۔ پس مجھے یہ گراں
گذرا اور میں نے اپنے دل میں کہا، کہ اہل صُفہ میں اتنے سے دودھ کی حقیقت کیا ہے۔ میں ہی زیادہ مستحق
تھا۔ کہ یہ دودھ پی لیتا اور کچھ قوت حاصل کرتا اور جب وہ آجائیں گے تو آپ مجھ ہی کو حکم دیں گے کہ ان کو
تقسیم کروں اور پھر عجب نہیں کہ مجھے اس دودھ میں سے کچھ بھی نہ ملے۔ مگر اللہ ورسول کی تعمیل حکم ضروری تھی
لہٰذا میں اہلِ صُفہ کے پاس آیا اور ان کو دعوت دی پس وہ چلے اور اذن چاہا۔ چنانچہ اجازت ملی اور سب
گھر کے اندر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا اے ابوہریرہ۔ میں نے عرض کیا حاضر ہوں یارسول
اللہ۔ فرمایا لو اور ان کو دو۔ پس میں نے پیالہ لیا اور شروع کیا کہ (دودھ بھر کر) ایک شخص کو دیتا
حتی کہ وہ سیر ہو جاتا اور پھر مجھے پیالہ واپس دیتا تو میں دوسرے کو دیتا۔ حتی کہ وہ سیر ہو جاتا اور
پھر مجھے پیالہ واپس کر دیتا یہاں تک کہ (دور پورا کر کے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہونچا کہ
ساری جماعت سیر ہو چکی تھی۔ پس آپ نے پیالہ لیکر اپنے ہاتھ پر رکھ لیا اور میری طرف دیکھ کر
مسکرائے اور فرمایا۔ اے ابوہریرہ۔ میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ۔ فرمایا اب میں اور تم باقی رہ گئے
میں نے عرض کیا سچ فرمایا یارسول اللہ۔ فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ اور پی لو۔ چنانچہ میں بیٹھ گیا اور پیا۔ پھر
آپ نے فرمایا اور پیو۔ پس میں نے اور پیا۔ غرض آپ بار بار فرماتے رہے اور پیو اور پیو۔ حتی کہ میں نے
عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو سچا رسول بنا کر بھیجا اب (پیٹ میں) بالکل جگہ نہیں رہی۔ فرمایا

فاریٰی فاعطیتہ القدح فحمد اللہ ویشرب الفضلۃ ؛ للبخاری والترمذی. (عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق) کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثین ومائۃ فقال صلے اللہ علیہ وسلم ہل مع احد منکم طعام ؟ فاذا مع رجل صاع من طعام اونحوہ فعجن ثم جاء رجل مشعان طویل بغنم یسوقہا فقال صلے اللہ علیہ وسلم ابیعًا ام ہبۃً ؟ قال بل بیع فاشتری منہا شاۃ فصنعت فامر صلے اللہ علیہ وسلم بسواد البطن[1] ان یشوی وایم اللہ ما من الثلاثین والمائۃ رجل الا وقد حزلہ حزۃ من سواد بطنہا ان کان شاہدًا اعطاہا ایاہ وان کان غائبًا خبالہ فجعل منہا قصعتین فاکلوا اجمعون وشبعنا ففضلت القصعتان فحملناہ علی البعیر ؛ للشیخین (سمرۃ) کنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم نتداول من قصعۃ من غدوۃ حتی اللیل تقوم عشرۃ وتقعد عشرۃ فقلنا فما کانت تمد ؟ قال من ای شئ تعجب ما کانت تمد الا من ہہنا واشار بیدہ الی السماء ؛ للترمذی. (جابر) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم جاء رجل یستطعمہ فاطعمہ شطر وسق شعیر فما زال الرجل یأکل منہ وامرأتہ وضیفہما حتی کالہ ففنی فاتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال لو لم تکلہ لاکلتم منہ ولقام لکم ؛ (وعنہ) ان امرأۃ کانت تہدی للنبی صلے اللہ علیہ وسلم فی عکۃ لہا سمنا فیاتیہا بنوہا فیسألون الادم ولیس عندہم شئ فتعمد الی العکۃ التی تہدی منہا للنبی صلے اللہ علیہ وسلم فتجد فیہا سمنا فما زالت

اچھا پیالہ مجھے دکھاؤ. پس میں نے آپ کو پیالہ دیدیا تب آپ نے اللہ کی حمد کی اور بچا ہوا خود پی لیا. (خ ت) (عبد الرحمٰن ابن ابی بکر صدیق) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کسی سفر میں) ایک سو تیس[۱۳۰] صحابہ تھے. پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کسی کے پاس کچھ کھانا بھی ہے ؟ دیکھا تو ایک شخص کے پاس ایک صاع غلہ تھا چنانچہ وہ گوندھا گیا. پھر ایک شخص بکھرے ہوئے بال والا دراز قامت بکریاں ہانکتا ہوا آگیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیچے گا یا ہبۃً دیگا ؟ بولا بلکہ بیچوں گا. پس آپ نے اس میں سے ایک بکری خریدی اور وہ بنائی گئی. پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کلیجی کے بھوننے کا حکم فرمایا اور واللہ کی قسم ایک سو تیس[۱۳۰] آدمیوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جسکو آپ نے اس کلیجی کی بوٹیاں نہ دی ہوں. اگر موجود تھا تو اسکو دیدیں اور اگر غیر حاضر تھا تو اس کے لئے رکھ چھوڑیں پھر آپ نے اس سے دو قعب بھریں اور سب نے کھایا کہ ہم شکم سیر ہوگئے اور دونوں قعب (بھری کی بھری) قائم بھی رہیں جن کو ہم نے اونٹ پر لادلیا. (ق) (سمرہ) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پیالہ سے از صبح تا شام کھاتے رہے تھے کہ دس اٹھتے تھے اور دس بیٹھتے تھے. ہم نے عرض کیا اتنا کھانا کہاں سے بڑھ جاتا تھا؟ فرمایا تعجب کس بات کا کرتے ہو. آسمان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا. بس وہاں سے بڑھتا تھا. (ت) (جابر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا کہ طعام مانگتا تھا پس آپ نے اس کو آدھا وسق (۳۰ صاع تقریبًا ڈھائی من) جو عطا فرمادیئے. پس (ایک مدت دراز تک) وہ شخص اور اس کی بیوی اور دونوں کے مہمان اس میں سے کھاتے رہے حتیٰ کہ اسکو ماپ لیا. (یعنی تھیلی سے پیمانہ میں نکال کر دیکھا کہ کتنا باقی ہے) پس وہ ختم ہوگیا اور وہ برکت سلب ہوگئی. پس وہ شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور صورتِ حال عرض کی) آپ نے فرمایا اگر تو ماپتا نہیں تو تم سب اسمیں سے کھاتے رہتے اور وہ ہمیشہ تمہارے لئے قائم رہتا. (م) (ایضًا) ایک عورت (ام مالک رضی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی کپی میں گھی ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں ان کے بچے ان کے پاس آکر سالن مانگا کرتے (کہ روٹی کے ساتھ کھادیں) اور ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تو وہ اس کپی کے پاس آتیں جسمیں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا کرتیں تو اس میں گھی موجود پاتیں. غرض ہمیشہ

[1] لہ سواد البطن الکبد ۱۲

تقیم لھا ادم بنیھا حتی عصرتھا فاتت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال عصرتیھا؟ قالت نعم قال لو ترکتیھا مازال قائما
ھا (مسلم) (ابو ھریرۃ) اتیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوما بتمرات فقلت یا رسول اللہ ادع فیھن بالبرکۃ فضمھن
ثم دعا لی فیھن ثم قال خذھن فاجعلھن فی مزودک ھذا او فی ھذا المزود فکلما اردت ان تاخذ منہ شیئا
ادخل یدک فیہ وخذہ ولا تنثرہ نثرا ففعلت فلقد حملت من ذلک التمر کذا وکذا من وسق فی سبیل اللہ فکنا
نأکل منہ ونطعم وکان لا یفارق حقوی حتی کان یوم قتل عثمان انقطع ؛ للترمذی (علی[و]) جمع النبی صلے اللہ علیہ
وسلم من بنی عبد المطلب رھطا کلھم یأکل الجذعۃ ویشرب الفرق[له] فصنع لھم مدا من طعام فاکلوا حتی شبعوا
وبقی الطعام کانہ لم یمس ثم دعا بغمر فشربوا حتی شبعوا وبقی الشراب کانہ لم یمس فقال یا بنی عبد المطلب انی
بعثت الیکم خاصۃ والی الناس عامۃ قد رأیتم من ھذہ الآیۃ ما رأیتم فایکم یبایعنی علی ان یکون اخی وصاحبی
فلم یقم الیہ احد فقمت الیہ وکنت اصغر القوم فقال اجلس ثلاث مرات کل ذلک اقوم الیہ فیقول لی اجلس حتی اذا کان
فی الثالثۃ ضرب بیدہ علی یدی ؛ لاحمد (ابو رافع[ع]) صنع للنبی صلے اللہ علیہ وسلم شاۃ مصلیۃ فاتی بھا فقال یا
ابا رافع ناولنی الذراع فناولتہ فقال یا ابا رافع ناولنی الذراع فناولتہ ثم قال یا ابا رافع ناولنی الذراع فقلت
یا رسول اللہ وھل للشاۃ الا ذراعان؟ فقال لو سکت لناولتنی منھا ذراعا ما دعوت بہ وکان صلے اللہ علیہ وسلم یعجبہ

له الفرق بفتح الراء مکیال یسع ستۃ عشر رطلا والمکوک بفتح المیم ... وعشرون ١٢

وہ کپی ان کے بچوں کا سالن قائم رکھتی حتی کہ (ایک دن) انہوں نے اس کو نچوڑ لیا (اور وہ ختم ہو گئی) پس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کو نچوڑ لیا؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا اگر اس کو یوں
ہی رہنی دیتیں تو ہمیشہ سالن قائم رہتا۔ (م) (ابو ہریرہ[ؓ]) میں چند چھوارے لے کر ایک دن رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان میں برکت کی دعا فرما دیجئے۔ پس آپ نے ان کو بھینچ
لیا اور پھر ان میں میرے لئے دُعا کی اور فرمایا لو ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو اور جب اس میں سے کچھ لینا
چاہو تو اس کے اندر ہاتھ ڈال کر لیا کرو۔ بالکل اس کو نہ جھاڑنا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس ان چھواروں میں سے
اتنے اور اتنے وسق تو راہِ خدا میں دے چکا ہوں۔ اور اسی میں سے ہم کھاتے اور (عزیزوں دوستوں کو) کھلاتے
رہے۔ اور وہ (توشہ دان) میری کمر سے کبھی جدا نہ ہوتا تھا حتی کہ شہادت عثمان کا دن ہوا تو وہ کھل پڑا۔ (اور جاتا
رہا۔) (ت) (علی[ؓ]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اپنے کنبہ) اولاد عبد المطلب کی ایک جماعت کو
اکھٹا کیا۔ جن میں ایک ایک شخص پوری بکری کھا لیتا اور ایک فرق (تقریباً آٹھ سیر پانی) پی جاتا تھا۔ پس آپ
نے ایک مُد (تین پاؤ) طعام ان کے لئے تیار کرایا۔ پس انہوں نے کھایا حتی کہ سب کا پیٹ بھر گیا اور کھانا جتنا
تھا، وہ بچ رہا گویا کسی نے چھوا بھی نہیں۔ پھر ایک چھوٹا پیالہ (پانی کا) منگایا کہ سب نے پیا اور سیر ہو گئے اور
بچ رہا گویا کسی نے چھوا ہی نہیں۔ پس فرمایا کہ اے بنی عبد المطلب میں تمہاری طرف بالخصوص اور سب لوگوں
کی طرف بالعموم (نبی بنا کر) بھیجا گیا ہوں۔ تم یہ معجزہ دیکھ چکے ہو پس تم میں کون ہے جو مجھ سے بیعت کرے
کہ میرا بھائی اور صحابی بنے؟ جب ان میں کوئی بھی نہ اٹھا تو میں اٹھ کر آپ کی طرف چلا اور میں ساری جماعت
میں چھوٹا تھا۔ مگر تین مرتبہ ایسا ہوا کہ ہر مرتبہ میں ہی کھڑا ہوا۔ اور آپ مجھ سے فرما دیتے کہ بیٹھ جاؤ۔ آخر جب
تیسری مرتبہ (بھی میرے سوا کوئی نہ اٹھا تو) آپ نے میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا (اور مجھے بیعت کیا) (حم) (ابو رافع[ؓ])
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بکری بھون کر تیار کی گئی اور لائی گئی تو آپ نے فرمایا اے ابو رافع

الذراع ؛ لاحمد والکبیر (سلمۃ [۱] السکونی) بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ قال قائل یارسول اللہ ھل اتیت بطعام من السماء؟ قال نعم قال یا نبی اللہ ھل کان فیہ من فضل؟ قال نعم قال فما فعل بہ؟ قال رفع الی السماء ؛ للدارمی مطولا بلین.

من اجابۃ دعائہ صلی اللہ علیہ وسلم وکف الاعداء عنہ

(انس [۱]) کان رجل نصرانی اسلم فقرأ البقرۃ وآل عمران وکان یکتب الوحی للنبی صلی اللہ علیہ فعاد نصرانیا فکان یقول ما یدری محمد الا ما کتبت لہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللّٰھُمَّ اجعلہ آیۃ فاماتہ اللہ فدفنوہ فاصبح ولقد لفظتہ الارض فقالوا ھذا فعل محمد واصحابہ لما ھرب منھم نبشوا عن صاحبنا والقوہ فحفروا لہ واعمقوا ما استطاعوا فاصبح ولقد لفظتہ الارض فقالوا ھذا فعل محمد واصحابہ لما ھرب منھم نبشوا عن صاحبنا والقوہ فحفروا لہ واعمقوا ما استطاعوا فاصبح ولقد لفظتہ الارض وقالوا مثل الاول فحفروا لہ واعمقوا فلفظتہ الثالثۃ فعرفوا انہ لیس من الناس فالقوہ بین حجرین ورضموا علیہ الحجارۃ ؛ للشیخین (جابر [۲]) ان اباہ توفی وترک علیہ ثلاثین وسقا لرجل من الیھود فاستنظرہ جابر فابی ان ینظرہ فکلم جابر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیشفع الیہ فجاء صلی اللہ علیہ وسلم فکلم الیھودی

اس کی بونگ لاکر دو. چنانچہ میں نے دیدی. پھر فرمایا اے ابورافع بونگ لاکر دو. چنانچہ میں نے (دوسری دست دیدی) پھر فرمایا اے ابورافع بونگ لاؤ. میں نے عرض کیا یارسول اللہ بکری کے دو ہی تو بونگ ہوتی ہیں. فرمایا اگر تم سکوت کرتے (اور انکاری جواب نہ دیتے) تو جب تک میں مانگتا رہتا مجھے اس میں سے تم بونگ دیئے جاتے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دست کا گوشت مرغوب تھا (م ل (سلمہ [۲] سکونی) ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوتے تھے کہ کسی شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا آسمان سے (مائدہ عیسوی کیطرح بھی کبھی) آپ کے پاس کھانا آیا ہے؟ فرمایا ہاں آیا ہے۔ عرض کیا یا نبی اللہ اس میں سے کچھ بچا بھی؟ فرمایا ہاں عرض کیا پھر اس کا کیا ہوا؟ فرمایا آسمان طرف اٹھا لیا گیا. (م).

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا قبول ہونا اور دشمنوں سے حفاظت

(انس [۱]) ایک نصرانی شخص اسلام لایا اور سورۂ بقرہ وآل عمران پڑھی اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوا کرتی اسکو لکھا کرتا تھا. پس وہ (مرتد ہو کر) پھر نصرانی بن گیا. کہ کہا کرتا تھا محمدؐ اس کے سوا جانتے ہی کیا ہیں جو میں لکھکر ان کو دیتا ہوں. پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بار الٰہا اس کو نشانی بنا (کر مخلوق دیکھ کر عبرت پکڑے) چنانچہ اللہ نے اسے موت دی. پس عیسائیوں نے اسے دفنایا مگر صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اسکو باہر پھینکدیا ہے. کہنے لگے یہ فعل محمدؐ اور ان کے صحابہ کا ہے. کیونکہ یہ ان سے بھاگ آیا تھا اس لئے (کلس میں) ہمارے دوست کی نعش اکھاڑ پھینکی. چنانچہ اس کے لئے جتنی بھی ہوسکی خوب گہری قبر کھودی (اور اس کو دفن کیا) مگر صبح ہوئی تو دیکھا کہ زمین نے اس کو باہر ڈالدیا ہے. پھر انہوں نے وہی کہا جو پہلے کہا تھا اور اب کے اور زیادہ گہری قبر کھودی. پس تیسری مرتبہ بھی زمین نے باہر پھینک دیا. اس وقت انہوں نے سمجھا کہ یہ انسانی فعل نہیں ہے. پس اسے دو پتھروں کے بیچ میں ڈال کر اوپر سے پتھروں کا ڈھیر کر دیا. (ق) ف ارتداد چونکہ اسلام کی تحقیر اور دوسروں کو بھی رغبت سے باز رکھنا اور شبہ میں ڈالنا ہے اس لئے اسلام نہ لانے سے بھی زیادہ سنگین ہے اور اس نے تو وحی ربانی کی بھی گستاخی کی تھی. اس لئے آپؐ نے

له ہو فی نسخۃ المؤلف کما فی القاموس لفظاً ٹغرہ وکعروہ۔

ليأخذ ثمر نخله بالذى له فأبى فدخل صلى الله عليه وسلم النخل فمشى فيها ثم قال لجابر جد له فاوف الذى له فجده بعد ما
رجع صلى الله عليه وسلم فاوفاه ثلاثين وسقا وفضلت له سبعة عشر وسقا فجاء جابر النبى صلى الله عليه وسلم
ليخبره بالذى كان فوجده يصلى العصر فلما انصرف اخبره بالفضل فقال اخبر ذلك ابن الخطاب فاخبره فقال عمر لقد
علمت حين مشى فيها صلى الله عليه وسلم ليباركن فيها: وفى رواية: قال له صلى الله عليه وسلم اذا جددته فوضعته
فى المربد فآذنى فلما جددته ووضعته فى المربد آذنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فجاء ومعه ابوبكر وعمر
فجلس عليه ودعا بالبركة فيه ثم قال ادع غرماءك فاوفهم فما تركت احدا له دين على ابى الا قضيته وفضل ثلاثة
عشر وسقا سبعة عجوة وستة لون او ستة وسبعة: وفى اخرى: قلت يا رسول الله قد علمت ان والدى استشهد يوم
احد وترك دينا كثيرا واحب ان يراك الغرماء فقال اذهب فبيدر كل تمر على ناحية ففعلت ثم دعوته فلما رآه
اغروا بى تلك الساعة فلما رأى ما يصنعون طاف حول اعظمها بيدرا ثلاث مرات ثم جلس عليه ثم قال ادع اصحابك
فما زال يكيل لهم حتى ادى الله امانة والدى وانا والله راض ان يؤدى الله امانة والدى ولا ارجع الى اخواتى بتمرة فسلم
البيادر كلها حتى انى انظر الى البيدر الذى عليه النبى صلى الله عليه وسلم كانه لم ينقص تمرة واحدة: للبخارى وابى داؤد والنسائى

بد دعا دی اور جس طرح اس نے روحانی غذا کو براہِ تکبر باہر پھینکا اور محبوبِ خدا کی چھاتی سے لگنے کو عزت
نہ سمجھا اسی طرح مادرِ گیتی نے اسکو چھاتی سے لگایا اور پردہ پوشی بن کر آلائش بدنی کو ہضم کرنا گوارا نہ کیا
کہ اللہ و رسول پر جرءت و گستاخی بُری بلا ہے۔ (جابرؓ) ان کے والد کی وفات ہوئی اور ایک یہودی شخص کا تیس
وسق (ڈیڑھ سو من) کھجور کا قرض ان پر چھوڑ گئے۔ یہودی سے حضرت جابر نے مُہلت مانگی (کہ قسطوار وصول کرلے)
مگر اس نے مہلت دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ تب حضرت جابر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست
کی کہ اس سے سفارش فرمادیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور یہودی سے
گفتگو کی کہ اپنے قرض میں جتنی بھی جابر کے باغ میں کھجوریں ہیں وہ سب لے لے مگر وہ نہ مانا۔ تب آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم باغ میں آئے اور چند قدم چلے اور اسمیں کھڑے ہوئے اور اس کے بعد جابر سے فرمایا پھل
توڑنا شروع کرو اور جتنا اس کا قرض ہے پورا دیدو۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واپس تشریف
لے جانے کے بعد جابر نے توڑنا شروع کیا اور پورے تیس وسق اسکو دیدیئے اور سترہ وسق ان کے
لئے بچ بھی رہے۔ پس جابر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو خبر سنائیں
پس آپ کو نماز عصر میں مشغول پایا۔ اور جب آپ نے سلام پھیرا تو فاضل مقدار کی خبر سنائی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا یہ خبر ابن الخطاب کو سنا دو۔ (کہ وہ بھی خوش ہو جائیں گے۔ اور خصوصیت کا ممکن ہے یہ سبب ہو کہ
یہود کے ساتھ ان کو خصوصی بغض ہے اور ایسے سخت دل بے مروت کے احسان سے جس نے پیغمبر کی سفارش
کی بھی قدر نہ کی ایک مسلمان بھائی کا محفوظ رہنا مزید مسرت کا باعث ہوگا۔) چنانچہ جابر نے ان کو خبر سنائی تو
حضرت عمر نے فرمایا میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس میں چلے تھے کہ اس
میں ضرور برکت ہوگی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جابر سے فرمایا جب کھجور
توڑ کر خرمن میں رکھلو تو مجھے اطلاع کرنا۔ چنانچہ میں نے توڑ کر خرمن میں لا رکھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
[illegible] برکت کی دعا فرمائی

له فى القاموس وبيدر الطعام كومه والبيدر موضع الذى يداس فيه ۱۲ له اغروا بى اى لجوا فى مطالبتى والحوا ۱۲ لمعات

(ابو ہریرۃؓ) کنت ادعوا امی الی الاسلام وھی مشرکۃ فدعوتھا یوماً فاسمعتنی فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اکرہ فاتیتہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابکی فقلت یا رسول اللہ انی کنت ادعوا امی الی الاسلام فتابی علی فدعوتھا الیوم فاسمعتنی فیک ما اکرہ فادع اللہ ان یھدی ام ابی ھریرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اھد ام ابی ھریرۃ فخرجت مستبشراً بدعوتہ فلما جئت قصدت الی الباب وقربت منہ فاذا ھو مجاف فسمعت امی خشف قدمی فقالت مکانک یا ابا ھریرۃ وسمعت خضخضۃ الماء فاغتسلت ولبست درعھا وعجلت عن خمارھا ففتحت الباب ثم قالت یا ابا ھریرۃ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ فرجعت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاتیتہ وانا ابکی من الفرح فقلت یا رسول اللہ ابشر فقد استجاب اللہ دعوتک وھدی ام ابی ھریرۃ فحمد اللہ وقال خیرا فقلت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یحببنی وامی الی عبادہ المؤمنین ویحببھم الینا فقال اللھم حبب عبدک ھذا وامہ الی عبادک المؤمنین وحبب الیھما المومنین فما خلق من مؤمن یسمع بی ولا یرانی الا احبنی ۔ لمسلم (السائب بن یزیدؓ) ذھبت بی خالتی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان ابن اختی وجع فمسح راسی ودعا لی بالبرکۃ فتوضأ فشربت من وضوئہ ثم قمت خلف ظھرہ فنظرت الی خاتم النبوۃ بین کتفیہ مثل زر الحجلۃ وقال الجعید رأیت السائب

اور اس کے بعد فرمایا اپنے قرض خواہوں کو بلاؤ اور ان کا پورا قرض ادا کردو. پس میں نے ایک شخص بھی نہ چھوڑا جس کا میرے والد پر کچھ قرض تھا مگر کہ اسکا ادا کردیا اور پھر تیرہ وسق بچ رہے. یعنی سات وسق عجوہ قسم کے اور چھ دوسری قسم کے. یا چھ وہ اور سات یہ. اور دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد نے غزوۂ احد میں شہادت پائی اور قرض بہت زیادہ چھوڑا ہے اور میری خواہش یہ ہے کہ آپ کو قرض خواہ (میرا سرپرست بنا ہوا) دیکھ لیں (تو عجب نہیں کچھ نرمی کریں) پس آپ نے فرمایا جاؤ. ہر نوع کھجور کی ڈھیری علیحدہ لگالو (اور پھر مجھے بلالینا) چنانچہ میں نے ایسا کیا اور پھر آپکو بلالیا. جب قرض خواہوں نے آپکو دیکھا تو اس وقت مجھ پر اور زیادہ بھڑکے. (کہ آپ کے لحاظ کا دباؤ ڈال کر ہمارا حق مارنا چاہتا ہے) پس جب آپ نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو سب میں بڑی ڈھیری کے گرد تین مرتبہ چکر لگایا اور پھر اس پر بیٹھ گئے اور اس کے بعد فرمایا بلالو اپنے قرض خواہوں کو پس آنحضرتؐ ان کو پیمانہ بھر بھر کر دیتے رہے حتی کہ اللہ نے میرے والد کی امانت (قرض) کو ادا کرادیا. اور میں تو واللہ اس پر راضی تھا کہ اللہ میرے باپ کی امانت کو ادا کرادے اور ایک چھوارہ بھی اپنی بہنوں کی طرف لے کر نہ جاؤں. (مگر یہ قدم مبارک کی برکت تھی کہ) اللہ نے ساری ڈھیریاں بھی سالم رکھیں حتی کہ میں اس ڈھیری کو بھی جس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی (خ د ئ).

(ابو ہریرہؓ) میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا کہ وہ مشرکہ تھی. ایک دن جو میں نے اس کو دعوت دی تو اس نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بات سنائی جو مجھے بہت ناگوار گذری اور میں روتا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بلایا کرتا اور وہ انکاری جواب دیا کرتی تھی. آج جو میں نے اسکو بلایا تو اس نے آپ کے متعلق ایسی بات سنائی جو مجھے بہت ناگوار گذری. پس اللہ سے دعا فرما دیجئے کہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت بخشدے. پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بار الہا ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت بخشدے. چنانچہ میں آپ کی دعا سے خوش خوش (گھر کیطرف) چلا اور جب دروازہ کی طرف مڑا اور قریب پہونچا تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے. اور میری ماں نے جو میرے پاؤں کی آہٹ

ک۱ای مردودۃ ۱۲ ع۲ الخف والخشوۃ وتحرک الصوت او الحرکۃ او الحس الخفی ۱۲ قاموس. ع۳ درعھا ای قمیصہا ۱۲

ابن یزید ابن اربع وتسعین جلدًا معتدلا فقال قد علمت ما متعت به سمعی وبصری الا بدعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ÷ للشیخین والترمذی. (ابو زیدؓ بن اخطب) مسح النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ علی وجھی ودعا لی قال عزرۃ فلقد رأیتہ بعد ما عاش عشرین مائۃ سنۃ ولیس فی لحیتہ الا شعیرات تعد بیض ÷ للترمذی (جابرؓ) بینما نحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسوق اذا امرأۃ قالت یارسول اللہ ان زوجی لا یقربنی ففرق بینی وبینہ فمر زوجہا فدعاہ صلی اللہ علیہ وسلم واخبرہ قال یارسول اللہ والذی اکرمک ان عہدی بہا ھذا اللیلۃ فبکت المرأۃ وقالت کذب فرق بینی وبینہ فانہ من ابغض خلق اللہ الی فتبسم صلی اللہ علیہ وسلم ثم اخذ برأسہ ورأسہا فجمع بینہما وقال اللہم ادن کل واحد منہما من صاحبہ فلبثنا ماشاء اللہ ثم مر صلی اللہ علیہ وسلم بالسوق فاذا نحن بالمرأۃ فلما رأتہ اقبلت الیہ فقالت یارسول اللہ والذی بعثک بالحق ما خلق من بشر احب الی منہ الاٰن ÷ للموصلی

سُنی تو (اندر ہی سے) پکاری ابو ہریرہ ذرا ٹھہر (کہ میں نہا رہی ہوں) اور پانی کی سرسراہٹ میرے کان میں آئی۔ چنانچہ اس نے غسل کیا اور کُرتہ پہنا اور عجلت کی وجہ سے اوڑھنی بھی نہ اوڑھی کہ دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ۔ پس میں (الٹے پاؤں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس ہوا کہ اب خوشی کے مارے رو رہا تھا۔ اور عرض کیا مژدہ باد اللہ نے حضورؐ کی دُعا قبول فرمائی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت بخشدی۔ پس آپ اللہ کا شکر بجا لائے اور کلمۂ خیر فرمایا۔ پس میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ مجھے اور میری ماں کو اپنے مومنین بندوں کا محبوب بنا دے اور ان کو ہمارا محبوب بنا دے۔ پس آپ نے دُعا فرمائی کہ اے میرے اللہ اپنے ان دونوں بندوں یعنی ابو ہریرہ اور ان کی ماں کی محبت اپنے مومنین بندوں کے دلوں میں ڈالدے اور مومنین کی محبت ان کے قلب میں ڈالدے۔ چنانچہ کوئی مومن ایسا نہیں ہوا جو مجھے سُنا اور مجھ سے محبت نہ کرے اگرچہ مجھے دیکھا بھی نہو۔ (س) ف آج بھی کسی کو اپنے مومنین ہونے کا امتحان کرنا ہو تو قلب کو ٹٹول لے کہ حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ محبت رکھتا ہے یا نہیں۔ (سائبؓ بن یزید) میری خالہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا بھانجہ بیمار رہتا ہے۔ پس آپؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیلا اور (عمر وصحت میں) برکت کی دُعا فرمائی۔ پھر آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ اور اس کے بعد آپ کی پشت کی طرف جا کھڑا ہوا پس دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جیسے مسہری کی گھنڈی۔ جُعید کہتے ہیں کہ میں نے سائب بن یزید کو جبکہ ان کے چورانوے ۹۴ برس کی عمر تھی خوب مستعد اور قوی دیکھا۔ پس فرمایا جانتے بھی ہو کہ میری سماعت وبصارت میں یہ قوت صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دُعا کے سبب ہے (ق ت) (ابو زیدؓ بن اخطب) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) دستِ مُبارک میرے منہ پر پھیرا اور مجھے دُعا دی۔ عزرہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو ایک سو بیس ۱۲۰ سال سے زیادہ عمر کا دیکھا کہ ان کی داڑھی میں گنتی کے صرف چند بال سفید تھے۔ (ت) (جابرؓ) ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار میں تھے کہ ایک عورت (ملی اور اس نے) کہا یارسول اللہ میرا شوہر میرے پاس نہیں آتا لہذا میرے اور اس کے درمیان تفریق کرا دیجئے۔ اور (اتفاق سے اسی وقت) اس کا شوہر گذرا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بلایا۔ اور (بیوی کی شکایت سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا۔ یارسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو بزرگی بخشی کہ میں نے تو رات ہی اس سے صحبت کی ہے۔ پس عورت رو پڑی اور کہا یہ جھوٹا ہے آپ میرے اور اس کے درمیان تفریق کرا دیجئے

(ابوہریرۃؓ) قال ابوجہل ھل یعفر محمد وجھہ بین اظھرکم؟ قیل نعم قال واللات والعزی لئن رأیتہ یفعل ذلک لاطأن علی رقبتہ ولاعفرن وجھہ فی التراب فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی لیطأ علی رقبتہ فما فجأھم منہ الا وینکص علی عقبیہ ویتقی بیدیہ فقیل لہ مالک؟ قال ان بینی وبینہ لخندقا من نار وھولا واجنحۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لو دنا منی لاختطفتہ الملائکۃ عضوا عضوا فانزل اللہ لا ندری فی حدیث ابی ھریرۃ او شیٔ بلغہ کلا ان الانسان لیطغی الی قولہ کلا لا تطعہ ۔ لمسلم (جابرؓ) غزونا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم غزاۃ قبل نجد فادرکنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القائلۃ فی واد کثیر العضاہ فنزل تحت شجرۃ فعلق سیفہ بغصن من اغصانھا وتفرق الناس فی الوادی یستظلون بالشجر فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا اتانی وانا نائم فاخذ السیف فاستیقظت وھو قائم علی رأسی والسیف صلتا فی یدہ فقال من یمنعک منی؟ قلت اللہ فشام[1] السیف فھا ھو ذا جالس ثم لم یعرض لہ وکان ملک قومہ فانصرف حین عفی عنہ فقال لا اکون فی قوم ھم حرب لک ۔ للشیخین (وغیرھما)

کہ ساری مخلوق میں مجھے سب سے زیادہ تم ہی پسند ہو۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور پھر شوہر اور بیوی کا سر پکڑ کر دونوں کو ملایا اور دعا کی کہ الٰہی اللہ ان میں ہر ایک کو دوسرے کے قریب کر دیجئے۔ پس کچھ دنوں بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پھر بازار کی طرف گذر ہوا تو ہم نے اسی عورت کو دیکھا۔ جب اس نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنایا کہ اب مخلوق میں مجھے اس سے زیادہ پیارا کوئی بشر نہیں۔ (ص) (ابوہریرہؓ) ابوجہل ایک دن اپنے دوستوں سے کہنے لگا کیا محمدؐ تمہارے سامنے بھی اپنا منہ خاک آلود کیا کرتے (یعنی نماز پڑھتے اور سجدہ میں پیشانی زمین پر ٹیکتے) ہیں؟ جواب ملا کہ ہاں۔ کہا قسم ہے لات اور عزیٰ کی اگر میں نے ایسا کرتے دیکھ پایا تو (نعوذ باللہ) ان کی گردن روند دوں گا اور ان کا منہ مٹی میں رگڑ دوں گا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جبکہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ گردن مبارک پر پاؤں رکھے۔ پس دفعتہ لوگوں نے اس کو دیکھا کہ وہ اپنی ایڑیوں پر (الٹے پاؤں) لوٹ رہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنے کو بچا رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تجھے کیا ہو گیا بولا (مجھے دکھائی دیا کہ) میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق اور خوفناک منظر اور (فرشتوں کے) بازو ہیں۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو (جدا کر کے) اس کو اچک لے جاتے (کہ بوٹیوں کا بھی پتہ نہ لگتا) پس حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کلا ان الانسان لیطغیٰ تا کلا لا تطعہ کہ یہ آدمی (ابوجہل) بڑی شرارت کرتا ہے۔ اس وجہ سے کہ اپنے کو غنی سمجھتا ہے حالانکہ تیرے رب کی طرف واپس آنا ہے۔ دیکھو تو سہی (اس کو اتنا نہ سوجھا) اگر وہ (پیغمبر درحقیقت) ہدایت پر ہوا اور اس کا حکم تقویٰ کے متعلق ہوا (تو یہ گستاخی کیا رنگ لائیگی) کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہاں اگر باز نہ آیا تو ہم اس کی جھوٹی خطا اور پیشانی کو رگڑ دیں گے۔ اور اچھا وہ اپنی جماعت کو (مدد کے لئے) بلائے اور ہم عذاب پر تعینات فرشتوں کو بلاتے ہیں۔ (دیکھئے ہار کس کی ہوتی ہے) پس اے محمدؐ تم اس کا کہنا مانو (اور رنج و غصہ کر کے اپنے سکون قلب کو نہ کھوؤ) اور سجدہ کرتے اور (اللہ کا مزید) قرب حاصل کرتے رہو۔ (جابرؓ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نجد کیجانب ایک غزوہ میں شریک تھے کہ دوپہر کو آرام کرنے کے وقت ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگل میں پایا۔ جہاں کانٹے دار درخت (کیکر و ببول کے) بکثرت تھے پس آپ (قیلولہ فرمانے کے لئے) ایک درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار اس کی ایک شاخ میں لٹکا دی اور آدمی ادھر ادھر جنگل میں درختوں کا سایہ لے کر منتشر

[1] لہ ای اغمدہ وہو من الاضداد ای یکون بمعنی السل ۱۲

رفعه: دخلت البيت فاذا هو شيطان خلف الباب فخنقته حتى وجدت برد لسانه على يدي فلولا دعوة العبد الصالح لاصبح مربوطا يراه الناس. للاوسط۔

مما سأل عنه اهل الكتاب وصدقوه في جوابه صلى الله عليه وسلم

(ثوبان) كنت قائما عند النبي صلى الله عليه وسلم فجاء حبر من احبار اليهود فقال السلام عليك يا محمد فدفعته دفعة كاد يصرع منها فقال لم تدفعني؟ فقلت الا تقول يا رسول الله؟ فقال اليهودي انما ندعوه باسمه الذي سماه به اهله فقال صلى الله عليه وسلم ان اسمي محمد الذي سماني به اهلي فقال اليهودي جئت اسألك فقال صلى الله عليه وسلم اينفعك شيء ان حدثتك؟ قال اسمع باذني فنكت صلى الله عليه وسلم بعود معه فقال سل قال اليهودي اين يكون الناس يوم تبدل الارض غير الارض والسموت؟ فقال صلى الله عليه وسلم في الظلمة دون الجسر قال فمن اول الناس اجازة؟ قال فقراء المهاجرين قال اليهودي فما تحفتهم حين يدخلون الجنة؟ قال زيادة كبد الحوت قال فما غذاؤهم على اثرها؟ قال ينحر لهم ثور الجنة الذي كان يأكل من اطرافها قال فما شرابهم عليه؟ قال من عين تسمى سلسبيلا قال صدقت وجئتك اسألك عن شيء لا يعلمه احد الانبياء او رجل

ہوگئے۔ (تھوڑی دیر کے بعد جب صحابہ حاضر خدمت ہوئے) تو ایک شخص بارادۂ قتل کہ اس کا نام غورث تھا میرے پاس آیا اور میں سو رہا تھا پس اس نے تلوار کو لیا۔ میں جاگا تو وہ میرے سر پر کھڑا تھا اور تلوار سُتی ہوئی اس کے ہاتھ میں تھی اور اس نے کہا بتاؤ اے محمدؐ تم کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ۔ پس وہ کانپ گیا اور تلوار کو نیام میں کر لیا۔ لو دیکھو وہ یہ بیٹھا ہے۔ پس آپ نے اس سے کوئی دارو گیر نہیں کی۔ یہ شخص اپنی قوم کا بادشاہ تھا۔ پس جب اس کو معافی دی گئی تو وہ (احسان مند ہو کر) چلا اور کہا میں اس قوم میں نہیں ہونا چاہتا جو آپ کے مخالف ہو (چنانچہ مسلمان ہوئے اور اپنی قوم میں جا کر تبلیغ کی۔ (ق) (ایضاً) مع۔ میں گھر میں جو گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دروازہ کے پیچھے شیطان کھڑا ہے پس میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا حتی کہ (اس کی زبان نکل پڑی اور) اس کی برودت مجھے اپنے ہاتھ پر محسوس ہوئی پس اگر عبد صالح (حضرت سلیمان علیہ السلام) کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح کو یہاں بندھا ہوا ہوتا کہ لوگ اس کو دیکھتے۔ (د)

ف حضرت سلیمان نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ مجھے وہ حکومت دے جو میرے بعد کسی کو شایاں نہ ہو۔ چنانچہ جنات و شیاطین بھی ان کے مسخر ہوئے کہ جس کو چاہا قید کیا اور جس کو چاہا رہائی بخشی۔ پس اس کی رعایت رکھتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شیطان کو قید نہ کیا کہ سلیمانی خواہش بحال رہے اور شاہانہ خصلت یہی ہے کہ باوجود اقتدار کے رؤسائے مملکت کی خواہشات کو بحال رکھا جائے۔

چند سوالات جو اہل کتاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے اور آپ کے جواب کی انہوں نے تصدیق کی

(ثوبانؓ) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ علمائے یہود میں سے ایک عالم آیا اور کہا السلام علیک یا محمدؐ۔ پس میں نے اس کو ایک دھکا دیا کہ قریب تھا وہ گر پڑے۔ کہنے لگا مجھے دھکا کیوں دیتے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ کیوں نہیں کہتا۔ یہودی نے کہا ہم تو ان کو اسی نام سے پکاریں گے جو ان کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا کچھ مضائقہ نہیں) بیشک میرا نام محمد ہے جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے (جو کہنا ہو وہ کہو) یہودی بولا میں آپ کے پاس ایک سوال کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا اگر میں بتا دوں گا تو کچھ نفع بھی مرتب

اورجلان قال ینفعک ان حدثتک؟ قال اسمع باذنی قال جئت اسألک عن الولد قال ماء الرجل ابیض وماء المرأۃ اصفر فاذا اجتمعا فعلا منی الرجل منی المرأۃ اذکرا[1] باذن اللہ واذا علا منی المرأۃ منی الرحل انثا باذن اللہ قال الیھودی صدقت وانک لنبی ثم انصرف فقال صلی اللہ علیہ وسلم لقد سألنی ھٰذا عن الذی سألنی منہ ومالی علم بشئ منہ حتی اتانی اللہ بہ۔ لمسلم (صفوانؓ بن عسال) قال بعض الیھود لصاحبہ اذھب بنا الی ھٰذا النبی فقال لہ صاحبہ لا تقل نبی انہ لوسمعک کان لہ اربعۃ اعین فاتیا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألاہ عن تسع آیات بینات فقال لھم لا تشرکوا باللہ شیئًا ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا تمشوا ببرئ الی ذی سلطان لیقتلہ ولا تسحروا ولا تأکلوا الربوا ولا تقذفوا محصنۃ ولا تولوا الادبار یوم الزحف وعلیکم خاصۃ من الیھود ان لا تعدوا فی السبت فقبلا یدہ ورجلہ

ہوگا۔ (یا صرف امتحان ہی لینا ہے) بولا ہاں کان لگا کر سنوں گا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لکڑی سے جو آپ کے پاس تھی زمین کریدنے لگے۔ (جیسے کسی بات کے سوچنے میں ہوا کرتا ہے) اور فرمایا کہ پوچھو۔ یہودی بولا کہ جس روز زمین دوسری بدل دی جائے گی اور آسمان بھی تو اس وقت آدمی کہاں ہوں گے؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اندھیرے میں ہوں گے پلصراط سے ورے۔ کہا اچھا سب سے پہلے پلصراط کو کون عبور کرے گا؟ فرمایا فقراء مہاجرین۔ یہودی نے کہا اچھا جس وقت جنت میں داخل ہوں گے تو ان کا سب سے پہلا تحفہ کیا چیز ہوگی؟ فرمایا مچھلی کی کلیچی کا زائد حصہ۔ کہا اچھا اس کے بعد ان کی غذا کیا ہوگی۔ فرمایا ان کے لئے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو اطراف جنت میں چرا کرتا تھا۔ کہا اس پر پینے کے لئے کیا چیز ہوگی؟ فرمایا چشمہ کا پانی جس کا نام سلسبیل ہے۔ یہودی بولا آپ نے سچ بتایا۔ پھر کہا میں آپ کے پاس ایسی بات کا سوال کرنے آیا ہوں جسے بجز نبی یا (اس کے خاص) ایک دو شخص کے اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اگر بتاؤں گا تو تمہارے لئے کچھ مفید بھی ہوگا؟ بولا ہاں کان لگا کر سنوں گا۔ پھر کہا کہ میں بچہ کے متعلق پوچھنے آیا ہوں (کہ لڑکا یا لڑکی ہونے کا سبب کیا ہوتا ہے) فرمایا مرد کا نطفہ سفید ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ زرد۔ پس جب دونوں (مجامعت کے ذریعہ رحم میں) اکٹھے ہوتے ہیں اور مرد کی منی (بلحاظ کثرت یا قوت یا سبقت کے) عورت کی منی پر غالب ہوتی ہے تو باذن الٰہی ان کا بچہ نر ہوتا ہے۔ اور جب عورت کی منی مرد کی منی کے اوپر غالب ہوتی ہے تو باذن خدا ان کے لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا اور تم بیشک نبی ہو اور اس کے بعد واپس ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے پوچھا جو کچھ بھی مجھ سے پوچھا۔ اور مجھے کچھ بھی اس کا علم نہ تھا حتی کہ (ابھی) اللہ نے مجھے جواب بتایا۔ (س) صفوانؓ بن عسال) ایک یہودی نے اپنے رفیق سے کہا ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو۔ (کہ کچھ دریافت کریں گے) رفیق نے کہا نبی نہ کہو کہ وہ سن پائیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی (اور خوش ہوں گے کہ اہل توریت بھی مجھے نبی کہتے ہیں) الحاصل یہ دونوں شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے سوال کیا کہ نو آیات بینات (احکام شرعیہ) کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھیراؤ۔ چوری نہ کرو۔ زنا نہ کرو۔ کسی نفس کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے قتل نہ کرو۔ کسی بے قصور کو حاکم پاس اس غرض سے نہ لے جاؤ کہ وہ اسے مار ڈالے۔ جادو نہ کرو۔ سود نہ کھاؤ۔ پاک دامن عورت پر (زنا کی) تہمت نہ دھرو۔ جہاد کے وقت پیٹھ نہ پھیرو۔ اور اے یہودیو (دسواں حکم) مخصوص تمہارے لئے یہ کہ ہفتہ کے دن (کو خالص عبادت کا دن سمجھو اور شکار وغیرہ کے ذریعہ) اس میں زیادتی

[1] اذکرا ای اتیا بذکر و کذا انثا ای اتیا بانثی ۱۲ سلطہ ہو کنایۃ من قوۃ الصولۃ والاستظہار علیہم ۱۲

وقالا نشهد انك نبي فقال ما يمنعكما ان تتبعاني؟ قال ان داود دعا ربه ان لا يزال من ذريته نبي وانا نخاف
ان اتبعناك ان تقتلنا اليهود. للترمذي والنسائي (انس)[3] بلغ عبد الله بن سلام مقدم النبي صلى الله عليه وسلم
المدينة فاتاه وقال اني سائلك عن ثلاث لا يعلمهن الا نبي ما اول اشراط الساعة؟ وما اول طعام يأكله
اهل الجنة؟ ومن اي شيء ينزع الولد الى ابيه ومن اي شيء ينزل الى اخواله؟ فقال صلى الله عليه وسلم اخبرني
بهن آنفا جبريل قال عبد الله ذاك عدو اليهود من الملائكة اما اول اشراط الساعة فنار تحشر الناس من
المشرق الى المغرب واما اول طعام يأكله اهل الجنة فزيادة كبد الحوت واما الشبه في الولد فان الرجل اذا غشي
المرأة فسبقها ماؤه كان الشبه له واذا سبقت كان الشبه لها قال اشهد انك رسول الله ثم قال يا رسول الله
ان اليهود قوم بهت[1] ان علموا باسلامي قبل ان تسألهم بهتوني عندك فجاءت اليهود ودخل عبد الله البيت
فقال صلى الله عليه وسلم اي رجل فيكم عبد الله بن سلام؟ قالوا اعلمنا وابن اعلمنا واخيرنا فقال صلى الله
عليه وسلم افرأيتم ان اسلم عبد الله؟ قالوا اعاذه الله من ذلك فخرج عبد الله اليهم فقال اشهد ان لا اله الا الله

نہ کرو۔ پس دونوں نے آپ کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں بیشک تم نبی ہو۔ آپ نے فرمایا
پھر میرا اتباع کرنے سے تم کو کون سی چیز مانع ہے؟ کہا حضرت داود نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ میری نسل میں ہمیشہ
نبی ہوتا ہے (لہذا ہم اسی کے منتظر رہیں گے۔ اور دوسری قوم کے نبی کا اتباع نہ کریں گے۔) اور دوسری وجہ یہ کہ
ہمیں اندیشہ ہے اگر تمہارا اتباع کریں تو یہودی ہمیں قتل کر ڈالیں گے۔ (ت ن) (انس)[3] عبد اللہ بن سلام کو
(کہ یہود میں زبردست عالم تھے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کی خبر پہونچی تو حاضر خدمت
ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں۔ جن کو بجز نبی کے کوئی نہیں جانتا۔ قیامت[1] کی سب سے
پہلی علامت کیا ہے۔ اور سب[2] سے پہلا کھانا جو اہلِ جنت کھائیں گے کیا ہوگا۔ اور کس[3] وجہ سے بچہ (شکل و شباہت
میں) اپنے باپ کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ اور کس وجہ سے اپنے ماموؤں (یعنی ماں کے خاندان) کیطرف کھنچ جاتا ہے
پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان تینوں باتوں کی مجھ ابھی جبرئیل نے خبر دی ہے۔ عبد اللہ بن سلام
بولے وہ تو فرشتوں میں یہود کے خاص دشمن ہیں (غرض آپ نے فرمایا) قیامت کی پہلی علامت تو آگ[1] ہے جو سب
آدمیوں کو مغرب سے کھینچکر مشرق میں لا جمع کرے گی۔ اور پہلا طعام جو اہلِ جنت کھائیں گے وہ مچھلی کی کلیجی کا
زائد حصہ ہے (جو جگر میں لٹکتا اور سب میں زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔) رہا[3] قصہ مشابہت کا بچہ میں سو مرد جب عورت
سے صحبت کرتا ہے اگر اس کا نطفہ عورت کے نطفہ سے پہلے (رحم میں) پہونچا تو بچہ مرد کے مشابہ ہوگا اور اگر عورت
کے نطفہ نے سبقت کی تو بچہ میں اس کی مشابہت ہوگی۔ عبد اللہ بن سلام (ایمان لے آئے اور) کہا میں گواہی
دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہودی بڑے (جھوٹے اور) بہتان
باندھنے والے لوگ ہیں۔ اگر اس سے پہلے کہ آپ (میرے متعلق) ان سے دریافت کریں اگر ان کو میرا اسلام
لانا معلوم ہوگیا تو آپ کے پاس آکر جھوٹ بول جائیں گے اور مجھ پر بہتان باندھ دیں گے۔ (لہذا ان سے
پہلے پوچھ لیجئے کہ مجھے کیسا سمجھتے ہیں) چنانچہ یہود آئے اور عبد اللہ بن سلام کوٹھری میں گھس گئے۔ تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیسا شخص ہے عبد اللہ بن سلام تم میں؟ ان سب نے کہا ہم سب میں بڑا عالم اور
بڑے عالم کا بیٹا ہے اور سب میں زیادہ (صلاح کے لحاظ سے) بہتر اور بہتر کا بیٹا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ

[1] جمع بهوت من البهت وهو البهت كصبور وصبر ثم سكن تخفيفا اى كذب لان البهت والبهتان الكذب ۱۲

واشهد ان محمدًا رسول الله قالوا شرنا وابن شرنا وقعوا فيه ۔ زاد فی روایۃ: قال هذا الذی کنت اخافه یا رسول الله ۔ للبخاری۔

معجزات متنوعۃ له وذکر عمره واولاده صلی الله علیه وسلم

(جابرؓ) سرنا مع النبی صلی الله علیه وسلم حتی نزلنا وادیا افیح فذهب صلی الله علیه وسلم یقضی حاجته فاتبعته باداوۃ من ماء فنظر فلم یر شیئا یستتر به واذا شجرتان بشاطئ الوادی فانطلق الی احداهما فاخذ بغصن من اغصانها فقال انقادی علی باذن الله فانقادت معه کالبعیر المخشوش الذی یصانع قائده حتی اتی الشجرۃ الاخری فاخذ بغصن من اغصانها فقال انقادی علی باذن الله فانقادت معه کذلک حتی اذا کان بالمنصف مما بینهما لأم بینهما یعنی جمعهما فقال التئما علی باذن الله فالتأمتا فخرجت احضر مخافۃ ان یحس صلی الله علیه وسلم بقربی فیتبعد فجلست احدث نفسی فحانت منی لفتۃ فاذا انا به صلی الله علیه وسلم واذا شجرتان قد افترقتا فقامت کل واحدۃ منهما علی ساق فرأیته وقف وقفۃ فقال برأسه هکذا واشار الراوی برأسه یمینا وشمالا ثم اقبل فلما انتهی الی قال یا جابر هل رأیت مقامی؟ قلت نعم یا رسول الله قال فانطلق الی الشجرتین فاقطع من کل واحدۃ منهما غصنا فاقبل بهما حتی اذا قمت مقامی فارسل غصنا عن یمینک وغصنا عن یسارک فقمت فاخذت حجرا فکسرته وحسرته فانذلق لی فاتیت الشجرتین فقطعت من کل واحدۃ منهما غصنا ثم اقبلت اجرهما

علیہ وسلم نے فرمایا بھلا اگر عبداللہ اسلام لے آئے؟ بولے اللہ اس کو اس سے پناہ میں رکھے۔ پس عبداللہ باہر نکل آئے اور کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا رسول اللہ۔ (یہ سنکر) وہ کہنے لگے یہ ہم سب میں بدتر ہے اور سب میں بدتر کا بیٹا ہے اور طرح طرح کے ان میں عیب نکالنے لگے۔ ایک روایت میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عبداللہ نے کہا یہی بات تھی جس کا مجھے ڈر تھا یا رسول اللہ (کہ اسلام کا علم ہو جانے کے بعد میرے متعلق سچ نہ بولیں گے) خ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مختلف اقسام کے معجزے اور آپکی عمر اور اولاد کا ذکر

(جابرؓ) ہم (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (سفر میں) گئے اور ایک وسیع جنگل میں اُترے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے (ایک طرف) تشریف لے چلے تو میں برتن میں پانی لے کر پیچھے گیا۔ پس آپ نے نظر ڈالی تو کوئی چیز ایسی نہ دیکھی جس کا پردہ کر سکیں۔ دفعۃً جنگل کے کنارہ دو درخت نظر آئے پس آپ نے ایک کے پاس جا کر اس کی شاخ پکڑی فرمایا بحکم خدا میری اطاعت کر۔ پس وہ آپ کے ساتھ اس طرح چل پڑا جیسے نکیل پڑا ہوا اونٹ اپنے چلانے والے کی موافقت کیا کرتا ہے۔ حتی کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آئے اور اس کی شاخ پکڑ کر بھی یہی فرمایا کہ بحکم خدا میری اطاعت کر۔ چنانچہ وہ بھی اسی طرح آپ کے ساتھ ہو لیا۔ یہاں تک کہ جب بیچوں بیچ پہونچے تو آپ نے دونوں کو جوڑ دیا اور فرمایا بحکم خدا جڑ جاؤ۔ (کہ قضائے حاجت کے لئے پوری آڑ ہو جائے) چنانچہ وہ دونوں باہم مل گئے۔ پس میں وہاں سے لپکا کہ مبادا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرا قریب ہونا محسوس فرمائیں گے اور دُور تشریف لے جائیں گے۔ پس میں (ایک جگہ) بیٹھ کر اپنے دل سے باتیں کرنے لگا کہ ادھر جو میری نظر گئی تو دیکھتا کیا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں اور دونوں درخت جدا ہو کر اپنے تنہ پر (اپنی جگہ) جا کھڑے ہوئے۔ پس میں نے آپ کو دیکھا

حتی قمت مقام النبی صلے اللہ علیہ وسلم ارسلت غصنا عن یمینی وغصنا عن یساری ثم لحقت فقلت قد فعلت یا رسول اللہ فعمّ ذلک قال انی مررت بقبرین یعذ بان فاحببت بشفاعتی ان یرفہ عنہما ما دام ھذان الغصنان رطبین فاتینا العسکر فقال ناد بوضوٓ فقلت الا وضوٓ الا وضوٓ الا وضو قلت یا رسول اللہ ما وجدت فی الرکب من قطرۃ وکان رجل من الانصار یبرد للنبی صلے اللہ علیہ وسلم الماء فی اشجاب لہ علی حمارۃ من جرید فقال لی انطلق الی فلان الانصاری فانظر ھل فی اشجا بہ من شیٔ؟ فانطلقت الیہ فنظرت فیہا فلم اجد الا قطرۃ فی عزلاء شجب منہا لو انی افرغتہ شربہ یابسہ فاتیتہ صلے اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ قال اذھب فاتنی بہ فاتیتہ بہ فاخذہ بیدہ فجعل یتکلم بشیٔ لا ادری ماھو ویغمز بیدہ ثم اعطانیہ فقال یا جابر ناد بجفنۃ فقلت یا جفنۃ الرکب فاتیت بہا تحمل فوضعتہا بین یدیہ فقال بیدہ فی الجفنۃ ھکذا فبسطہا وفرق بین اصابعہ ثم وضعہا فی قعر الجفنۃ وقال خذ یا جابر فصب علی وقل بسم اللہ فصببت علیہ وقلت بسم اللہ فرأیت الماء یفور من بین اصابعہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم فارت الجفنۃ ودارت حتی امتلأت فقال یا جابر ناد من کانت لہ حاجۃ بماء فاتی الناس فاستقوا حتی رووا فقلت ھل بقی احد لہ حاجۃ؟ ورفع صلے اللہ علیہ وسلم یدہ من الجفنۃ وھی ملأی وشکی الناس الیہ صلے اللہ علیہ وسلم الجوع فقال عسی اللہ ان یطعمکم فاتینا سیف البحر فزخر البحر

کہ ذرا توقف فرمایا اور سرِ مبارک سے دائیں بائیں اس طرح اشارہ کیا راوی نے اشارہ کرکے دکھایا اسکے بعد آپ چلے اور جب مجھ تک پہونچے تو فرمایا اے جابر کیا تم نے میرے کھڑے ہونے کی جگہ کو دیکھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ. فرمایا اچھا ان دو درختوں کی طرف جاؤ اور ہر ایک کی ایک ایک شاخ کا ٹکڑا لاؤ اور جب میرے کھڑے ہونے کی جگہ پہونچو تو ایک شاخ کو اپنی داہنی جانب چھوڑ دو اور دوسری اپنی بائیں جانب. پس میں اٹھا اور ایک پتھر کو لے کر اُسے توڑا اور چھیلا کہ اس کی دھار نکل آئی تب میں درختوں کے پاس آیا اور دونوں کی ایک ایک شاخ کاٹی. پھر ان کو گھسیٹتا ہوا چلا حتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کھڑے ہو کر ایک شاخ کو اپنی داہنی طرف چھوڑ دیا اور ایک کو اپنی بائیں طرف. اور اس کے بعد حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ کر آیا یا رسول اللہ مگر یہ کس غرض سے تھا؟ فرمایا میرا گذر (یہاں) دو قبروں پر ہوا جن پر عذاب ہو رہا ہے. پس میں نے چاہا کہ میری سفارش سے ان پر تخفیف کر دی جائے. جبتک بھی یہ شاخیں ہری رہیں. پھر ہم لشکر میں آئے تو آپ نے فرمایا وضو کا اعلان کر دو. چنانچہ میں نے پکار دیا. وضو کرو. وضو کرو. وضو کرو. میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قافلہ میں پانی کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں ہے اور ایک انصاری شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے کھجور کی تین لکڑیوں پر (لٹکا کر) مشکیزوں میں پانی ٹھنڈا کیا کرتا تھا. پس آپ نے فرمایا کہ فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو اس کی مشکیزوں میں کچھ ہے؟ پس میں نے وہاں جا کر دیکھا تو ایک مشکیزہ کی تلی میں اتنا سا پانی پایا کہ اگر اسکو نکالوں تو مشکیزہ کا (اوپر کا) خشک حصہ ہی اس کو پی جائے. پس میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اطلاع دی. آپ نے فرمایا جاؤ اسکو لے آؤ. چنانچہ میں اس کو آپ کے پاس لے آیا آپ نے اسے ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھنا شروع کیا جس کا مجھے علم نہیں. اور دستِ مبارک سے اس کو دابنے (اور پانی نچوڑنے) لگے. اسکے بعد وہ مجھے دیدیا اور فرمایا تاشلہ منگاؤ. پس میں نے آواز دی اے قافلہ والو جن کے

زخرة فالقی دابۃ فاورینا علی شقها النار فاطبخنا[1] واشتوینا واکلنا وشبعنا فدخلت انا وفلان وفلان عد خمسة فی حجاج[2] عینها ما یرانا احد حتی خرجنا فاخذنا ضلعًا من اضلاعها فقوسناه ثم دعونا باعظم رجل واعظم جمل واعظم کفل[3] فی الرکب فدخل تحته ما یطاطئ راسه ؛ لمسلم مطولا وللدارمی قصة الشجرتین وزاد: ثم رکبنا وعرضت امرأة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم معها صبی لها فقالت یا رسول اللہ ان ابنی هذا یاخذه الشیطان کل یوم ثلاث مرار فتناول ابنی فجعله بینه وبین مقدم الرحل ثم قال اخسأ عدو اللہ انا رسول اللہ اخسأ عدو اللہ انا رسول اللہ ثلاثا ثم دفعه الیها فلما قضینا سفرنا مررنا بذلک المکان فعرضت لنا المرأة معها صبیها ومعها کبشان تسوقهما فقالت یا رسول اللہ اقبل منی هدیتی فوالذی بعثک بالحق ما عاد الیه بعد قال خذ وامنها واحدا وردوا علیها الآخر ؛ رجل من الصحابة لما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحفر الخندق عرضت لهم صخرة حالت بینهم وبین الحفر فقام صلی اللہ علیہ وسلم واخذ المعول ووضع رداءه ناحیة الخندق وقال وتمت کلمات ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماته وهو السمیع العلیم فندر ثلث الحجر وسلمان الفارسی ینظر فبرق مع ضربته صلی اللہ علیہ وسلم برقة ثم ضرب الثانیة وقال وتمت کلمات ربک الآیة فندر الثلث الآخر فبرقت فرآها

پاس بڑا تاشلہ ہو وہ لائے۔ چنانچہ وہ اٹھا کر لایا گیا۔ اور میں نے اس کو آپ کے سامنے رکھدیا پس آپ نے اسمیں اس طرح اپنا ہاتھ رکھا کہ پھیلا کر اپنی انگلیاں الگ الگ کرلیں۔ اور اس کو تاشلہ کی گہرائی میں رکھدیا۔ اور فرمایا لو جابر بسم اللہ کہکر میرے (ہاتھ) پر پانی ڈالو چنانچہ میں نے بسم اللہ کہکر پانی ڈالا۔ پس دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں سے اُبل رہا ہے۔ پھر تاشلہ میں اُبال آیا۔ اور پانی بڑھا حتی کہ وہ لبریز ہوگیا۔ پس آپ نے فرمایا کہ اے جابر جسے پانی کی ضرورت ہو اُسے پکار لو۔ چنانچہ آدمی آئے اور سب نے پیاس بھر کر خوب پیا۔ پھر میں نے کہا کیا کوئی باقی ہے جسے پانی کی حاجت ہو؟ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تاشلہ سے دستِ مُبارک اُٹھایا اور وہ لبریز تھا۔ اور لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی تکلیف کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا عنقریب اللہ تم کو کھانا عطا فرمائے گا۔ پس ہم ساحل سمندر پر پہونچے تو اس کی موجیں اٹھیں اور اس نے ایک بڑی مچھلی باہر پھینکی جس کے ایک جانب ہم نے آگ سُلگائی اور پکایا بھُونا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا (اور وہ اتنی بڑی تھی کہ) میں اور فلاں شخص پانچ آدمی اس کی آنکھ کے حلقہ میں گھس گئے اور ہم جب تک نکل نہ آئے کسی کو نظر نہ آئے پھر ہم نے اس کی ایک پسلی لے کر کمان کی طرح اس کو کھڑا کیا اور بڑے سے بڑا آدمی اور بڑے سے بڑا اونٹ اور بڑے سے بڑا کجاوہ منگایا اور وہ سوار اس کے نیچے کو صاف نکل گیا۔ کہ سر جھُکانے کی بھی ضرورت نہ ہوئی (مسلم) اور دارمی میں صرف درختوں کا قصہ مذکور ہے اور اتنا زائد ہے کہ پھر ہم سوار ہوگئے اور (راستہ میں) ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئی جس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔ پس اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے اس بچہ کو روزانہ تین مرتبہ آسیب دباتا (اور بیہوش) کر دیتا ہے۔ پس آپ نے بچہ کو لے کر اپنے اور کاٹھی کی اگلی لکڑی کے درمیان رکھا اور تین مرتبہ فرمایا کہ دُور ہو اے دشمن خدا میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر بچہ کو عورت کے حوالہ کر دیا۔ جب ہم اپنا سفر پورا کر کے (واپسی میں) اس جگہ پر گذرے تو وہ عورت پھر ملی کہ اس کے ساتھ اس کا بچہ تھا اور دو مینڈھے تھے کہ ان کو ہنکائے لا رہی تھی۔ پس اس نے کہا کہ یا رسول اللہ میری طرف سے ہدیہ قبول فرمالیجئے۔ کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسولِ برحق بنایا اُس دن کے بعد سے وہ آسیب پھر

[1] ای فاوقدنا ۱۲ [2] ای العظم الذی بین العین ۱۲ [3] ای کساء رحل ۱۲

سلمان ثم ضرب الثالثة وقال وتمت كلمات ربك الآية فبرز الثلث الباقي وخرج صلى الله عليه وسلم واخذ ردائه وجلس قال سلمان يا رسول الله رأيتك حين ضربت ما تضرب ضربة الا كانت معها برقة قال له يا سلمان رأيت ذلك؟ قال اي والذي بعثك بالحق قال فاني حين ضربت الضربة الاولى رفعت لي مدائن كسرى وما حولها ومدائن كثيرة حتى رأيتها بعيني فقال من حضر من اصحابه يا رسول الله ادع الله ان يفتحها علينا ويغنمنا ذراريهم ويخرب بايدينا بلادهم فدعا صلى الله عليه وسلم بذلك ثم ضربت الضربة الثانية فرفعت لي مدائن قيصر وما حولها حتى رأيتها بعيني فقالوا يا رسول الله ادع الله ان يفتحها علينا ويغنمنا ذراريهم ويخرب بايدينا بلادهم فدعا صلى الله عليه وسلم ثم ضربت الضربة الثالثة فرفعت لي مدائن جشة وما حولها من القرى حتى رأيتها بعيني قال صلى الله عليه وسلم عند ذلك دعوا الجبشة ما ودعوكم واتركوا الترك ما تركوكم؛ للنسائي (ابن مسعود) بينا نحن مع النبي صلى الله عليه وسلم بمنى اذا انفلق القمر فلقتين فلقة وراء الجبل وفلقة دونه فقال لنا صلى الله عليه وسلم اشهدوا؛ (انس) ان اهل مكة سألوا النبي صلى الله عليه وسلم ان يريهم آية فاراهم انشقاق القمر

کبھی نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا صحابہ سے ایک مینڈھا لے لو۔ (کہ دلشکنی نہو) اور دوسرا واپس کردو (کہ بار نہو) دیکھ! از صحابہ) جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کا حکم دیا (اور صحابہ کھودنے لگے) تو ایک پتھر (برآمد ہوا) جس نے کھدائی روک دی (کہ نہ وہ ٹوٹتا تھا نہ نکلتا تھا) پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور کدال تھامی۔ اور چادر مبارک کو (بدن سے اتار کر) خندق کے ایک طرف رکھدیا اور کہا وتمت کلمات ربک صدقا وعدلا الخ (پھر پتھر پر جو چوٹ ماری) تو تہائی پتھر کھل گیا اور حضرت سلمان دیکھ رہے تھے۔ پس آپ کی ضرب کے ساتھ ایک چمک نمودار ہوئی۔ پھر آپ نے دوسری چوٹ ماری اور کہا وتمت کلمات ربک الخ پس دوسرا تہائی کھل گیا۔ اور چمک نمودار ہوئی۔ کہ اسکو بھی سلمان رضی نے دیکھا۔ پھر آپ نے تیسری چوٹ ماری اور کہا وتمت کلمات ربک الخ پس باقی تہائی بھی نکل گیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکل آئے اور اپنی چادر لے کر بیٹھ گئے۔ سلمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب آپ نے کدال ماری تو میں دیکھ رہا تھا کہ جو بھی آپ چوٹ مارتے تھے اس کے ساتھ چمک نمودار ہوتی تھی۔ فرمایا اے سلمان کیا تم نے اُسے دیکھ لیا۔ عرض کیا جی ہاں قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا ہے۔ فرمایا جب میں نے پہلی چوٹ ماری تو مجھے کسریٰ (شاہ فارس) کے شہر اور اس کے اطراف دکھائے گئے۔ کہ بکثرت شہر ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پس حاضرین صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ سے دُعا فرما دیجئے کہ ان پر ہمیں قبضہ بخشے اور ان کی اولاد ہمیں مالِ غنیمت میں عطا فرمائے۔ اور ان کے ملک کو ہمارے ہاتھوں ویران کرائے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی۔ (اور اس کے بعد ارشاد فرمایا) پھر میں نے دوسری ضرب ماری تو قیصر (شاہِ روم) کے شہر اور اس کے گرد ونواح مجھے دکھائے گئے۔ (کہ درمیانی پردے اُٹھا دیئے گئے) حتی کہ میں نے اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پس صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ سے دُعا فرما دیجئے کہ ان پر ہمیں فتح بخشے اور ان کی اولاد ہمیں مالِ غنیمت میں عطا فرمائے اور ان کے شہروں کو ہمارے ہاتھوں ویران کرائے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی۔ پھر میں نے تیسری ضرب ماری تو حبشہ کے شہر مع اِرد گرد دیہات کے مجھے دکھائے گئے۔ حتی کہ میں نے اُن کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حبشہ کو چھوڑے رکھو جب تک کہ وہ تم کو چھوڑے رہیں۔ اور ترک کو چھوڑے رہو

ف اور تیرے رب کے ارشادات پورے ہوئے بڑے سچائی اور انصاف۔ اس کے ارشادات کو کوئی بدل نہیں سکتا اور وہ سُننے والا جاننے والا ہے ۱۲ ع

ما للشیخین والترمذی وله عن جبیر بن مطعم: انشق القمر علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم فصار فرقتین فقالت قریش سحر محمد اعیننا فقال بعضهم لئن کان سحرنا ما یستطیع ان یسحر الناس کلهم ؛ زاد رزین: فکانوا یتلقون الرکبان فیخبرونهم بانهم قد رأوه فیکذبونهم ؛ (اسماء بنت عمیس) ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی الظهر بالصهباء ثم ارسل علیا فی حاجة فرجع وقد صلی النبی صلی الله علیه وسلم العصر فوضع رأسه فی حجر علی فنام فلم یحرکه حتی غابت الشمس فقال صلی الله علیه وسلم اللهم ان عبدك علیا حبس نفسه علی نبیه فرد علیه الشمس قالت اسماء فطلعت علیه الشمس حتی وقعت علی الجبال وعلی الارض وقام علی فتوضأ وصلی العصر ثم غابت وذلك بالصهباء ؛ وفی روایة: قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا انزل علیه الوحی یکاد یغشی علیه فانزل علیه یوما وهو فی حجر علی فقال له صلی الله علیه وسلم صلیت العصر؟ قال لا فدعا الله فرد علیه الشمس حتی صلی العصر قالت فرأیت الشمس طلعت بعدما غابت حین ردت حتی صلی العصر ؛ للکبیر (عائشة رضی الله عنها) کان بلال رسول الله صلی

جبتک کہ وہ تمہیں چھوڑے رہیں۔ (ق) ف یعنی اُن کے ساتھ جنگ میں ابتداء نہ کرنا۔ (ابن مسعودؓ) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے۔ کہ دفعۃً چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ایک ٹکڑا پہاڑ کے اُس طرف اور ایک ٹکڑا اس طرف۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ گواہ رہنا۔ (انسؓ) اہلِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے ان کو شق قمر دکھایا۔ (ق) اور ترمذی میں جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ بزمانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چاند شق ہوا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پس قریش نے کہا کہ محمدؐ نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا تو ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اگر ہم پر جادو کر دیا تو سارے آدمیوں پر تو جادو نہیں کر دیا۔ (لہٰذا باہر والوں سے پوچھو کہ انہوں نے بھی دیکھا یا نہیں) اور رزین میں اتنا زائد ہے پس وہ (باہر سے آنیوالے) قافلوں سے ملتے (اور پوچھتے تھے) چنانچہ وہ ان کو خبر دیتے تھے کہ ہاں انہوں نے بھی دیکھا پس وہ انکو بھی جھٹلاتے تھے۔ ف واقعۂ شق القمر شہرت و تواتر کے درجہ پر پہونچا ہوا ہے جس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور جس کو یقین ہے کہ افلاک بھی اللہ کے بنائے ہوئے اور تحت تصرف ہیں۔ اس کے نزدیک خرق والتیام کی بحث ہی لغو محض ہے کہ انسانی تمام تحقیقات کا مدار اس کی عقل و خیال کے ادراک پر ہے۔ اور عقل اور عاقل دونوں بروئے مشاہدہ فانی و حادث ہیں تو قدیم و واجب الوجود جل شانہٗ کی قدرت و افعال تک کیسے رسائی پا سکتے ہیں بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ سے بھی باہر نہیں آیا اگر موجودہ زمانہ کے مادّی ادراکات کا انکار کرے تو اتنا تعجب خیز نہیں جتنا کسی دُنیا دار کا۔ حق تعالےٰ کے اپنی مخلوقات میں کسی تصرف کے متعلق یہ کہنا کہ میری عقل میں نہیں آتا اس لئے محال ہے تعجب خیز ہے۔ اسی کوتہ نظری نے وجود ملائکہ عذاب قبر قیامت حشر نشر جنت دوزخ اور معراج کا انکار کرایا۔ عجیب بات ہے کہ دہلی شہر کسی نے عمر بھر نہ دیکھا ہو مگر چونکہ ہزار دو ہزار دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہاں وہ ہندوستان کا ایک بڑا شہر ہے اس لئے اس کا مان لینا قرین عقل ہے مگر فلکیات پر خلاق عالم کے تصرفات اور اس کے متعلق گذشتہ و آئندہ واقعات زمانہ آدمؑ سے لے کر آج تک ہزاران ہزار انبیاء علیہم السّلام اور لکھوکھا صلحاء و اولیاء اور کرور ہا بلکہ ان گنت مومنین قسم کھا کر پورے یقین کے ساتھ نقل کرتے چلے آتے ہیں۔ مگر اس کا یقین لانا دشوار۔ اگر یہ نبوت و ولایت بلکہ خدا سے بغض و نفرت کا اثر نہیں تو کیا ہے۔ رہا معجزۂ شق القمر سو تیرہ سو برس میں جتنی مخلوق اس کی راوی ہے وہ دہلی کے

له والصهباء بالمد ... موضع على روحة من خيبر ١٢

واقبل وادبر فاذا احسّ بہ صلے اللہ علیہ وسلم لعب واشتد واقبل وادبر فاذا احسّ بہ صلے اللہ علیہ وسلم
اللہ علیہ وسلم وحش فاذا اخرج صلے اللہ علیہ وسلم فی البیت کراھیۃ ان یؤذیہ ۔ لاحمد والموصلی والبزار والاوسط
ربض فلم یترمرم مادام صلے اللہ علیہ وسلم اقام بمکۃ ثلاث عشرۃ سنۃ یوحی الیہ وتوفی وھوابن ثلاث وستین
(ابن عباسؓ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اقام بمکۃ خمس عشرۃ سنۃ یسمع الصوت ویری الضوء ولا یری شیئًا سبع سنین وثمانی سنین
وفی روایۃ: اقام بمکۃ خمس عشرۃ سنۃ یسمع الصوت ویری الضوء ولا یری شیئًا ۔ وفی اخری: انزل علیہ صلے اللہ علیہ وسلم
یوحی الیہ واقام بالمدینۃ عشرًا وتوفی وھو ابن خمس وستین سنۃ ۔ وفی اخری: انزل علیہ صلے اللہ علیہ وسلم
وھو ابن اربعین فمکث ثلاث عشرۃ ثم امر بالھجرۃ فھاجر الی المدینۃ فمکث بھا عشر سنین ۔ وفی اخری عن عمرو
ابن دینار: قلت لعروۃ کم لبث صلے اللہ علیہ وسلم بمکۃ؟ قال عشرًا قلت فابن عباس یقول بضع عشرۃ نغفرلہ
وقال انما اخذہ من قول الشاعر، ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ ۔ للشیخین والترمذی. (انسؓ) توفی النبی صلے اللہ

وجود کو نقل کرنے والوں سے تعداد میں بھی بہت زیادہ ہے. اور راست گوئی و تقوی و دیانت میں بھی بڑھی ہوئی ہے
(اسماءؓ بنت عمیس) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صہبا میں (کہ خیبر کے قریب ایک مقام ہے) ظہر کی نماز پڑھی
اور اس کے بعد حضرت علی کو کسی کام کے لئے (کہیں) بھیجا. پس وہ اس وقت واپس ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نماز عصر پڑھ چکے تھے. پس آپؐ حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر سو گئے. اور حضرت علی نے (ادب کے سبب آپ کو) ہلایا
نہیں. حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا. پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (جاگنے کے بعد) دُعا کی کہ اے میرے اللہ
تیرے بندہ علی نے اپنے نفس کو تیرے نبی پر روکے رکھا. پس آفتاب کو واپس کر دے. اسماء کہتی ہیں. چنانچہ آفتاب
نکل آیا حتیٰ کہ دھوپ پہاڑوں اور زمین پر پڑی اور علی نے اُٹھ کر وضو کیا اور نماز عصر پڑھی. اس کے بعد سورج
چھپ گیا اور یہ قصہ صہبا میں ہوا. اور ایک روایت میں ہے کہ اسماء کہتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جب
وحی نازل ہوا کرتی تو گویا غشی طاری ہو جاتی تھی. پس ایک دن وحی نازل ہونے لگی اور آپ (سر مبارک) علی کی گود
میں رکھے ہوئے تھے. (اور اس طرح پر حضرت علی کی نماز قضا ہو گئی) پس (افاقہ کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اُن سے پوچھا کہ عصر کی نماز بھی پڑھ لی؟ عرض کیا کہ نہیں. پس آپ نے اللہ سے دُعا کی اور آفتاب لوٹ آیا حتیٰ کہ
انہوں نے نماز عصر ادا کی. اسماء کہتی ہیں میں نے خود دیکھا کہ دھوپ غائب ہو جانے کے بعد پھر نکل آئی (اور قائم
رہی) حتیٰ کہ انہوں نے عصر کی نماز پڑھ لی. (ک) **ف** وحی کا قصہ زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ کسی نے اسی کو سو جانے
سے تعبیر کر دیا. ورنہ عادت محمدیہؐ بعد عصر سونے کی نہ تھی اور نہ حضرت علی کے نماز پڑھے بغیر آپ اُن کو اپنے سونے
میں مشغول کرنا پسند فرما سکتے تھے واللہ اعلم. (عائشہؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک جنگلی جانور
پلا ہوا تھا. پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لیجاتے تو وہ کھیلتا کودتا اور کبھی اِدھر آتا کبھی اُدھر
جاتا. اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ پاتا تو دبکا بیٹھ جاتا اور اس اندیشہ سے کہ حضرتؐ کو ایذا پہونچے
(اپنی جگہ سے) ہلتا بھی نہ تھا اور ص بزی (ابن عباسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں (بحالت نبوت)
تیرہ ۱۳ برس قیام فرمایا کہ آپ پر وحی اترتی تھی. اور آپ کی وفات ہوئی تو آپ کی عمر تریسٹھ ۶۳ سال کی تھی. اور
ایک روایت میں ہے کہ مکہ میں پندرہ سال قیام فرمایا کہ سات سال تک (غیبی) آواز سنائی دیتی اور روشنی
نظر آتی اور کوئی دکھائی نہ دیتا تھا. اور آٹھ سال وحی کا نزول ہوتا رہا اور مدینہ میں دس سال قیام فرمایا
اور بعمر پینسٹھ ۶۵ سال وفات پائی. اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ پر نزولِ وحی ہوا جبکہ آپ کی عمر چالیس

علیہ وسلم وھوابن ثلاث وستین سنۃ وابوبکر وھوابن ثلاث وستین وعمر وھوابن ثلاث وستین ثم
لمسلم والترمذی عن جریر: خطب معاویۃ فقال مات النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھوابن ثلاث وستین وابوبکر
وعمر وانا ابن ثلاث وستین ﴿ ابن عباس ﴾ قال اِنَّ قریشا تواصت بینھا بالتمادی فی الغی والکفر فقال بعضھم
الذی نحن علیہ احق مما ھو علیہ ھذا الصنبور المنبتر فانزل اللہ تعالیٰ انا اعطینا ک الکوثر فصل لربک
وانحر الیٰ آخرھا واتاہ بعد ذلک خمسۃ اولاد ذکور اربعۃ من خدیجۃ عبد اللہ وھو اکبرھم والطاھر وقیل
ان الطاھر ھو عبداللہ فھم ثلاثۃ والطیب والقاسم وابراھیم من ماریۃ وکان لہ صلے اللہ علیہ وسلم اربع
بنات منھن زینب التی کانت تحت ابی العاص بن الربیع ورقیۃ وام کلثوم کانتا تحت عتبۃ وعتیبۃ ابنی ابی
لھب فلما نزلت تبت یدا ابی لھب امرھما بفراقھما وتزوج عثمان اولا رقیۃ وھاجرت معہ الی ارض الحبشۃ و
ولدت ھناک عبداللہ وبہ کان یکنی ثم ماتت وتزوج بعدھا ام کلثوم وفاطمۃ وکانت تحت علی وولدت
لہ حسنا وحسینا ومحسنا وزینب کانت تحت عبد اللہ بن جعفر وام کلثوم زوجھا علی من عمر ﷛ لرزین

سال تھی۔ پس تیرہ[۱۳] سال آپ (مکہ میں) مقیم رہے۔ پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ تو آپ مدینہ میں تشریف لائے اور یہاں دس سال قیام فرمایا۔ اور تیسری روایت عمرو بن دینار سے ہے کہ میں نے حضرت عروہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قیام (بزمانۂ نبوت) مکہ میں کتنا ہوا؟ فرمایا دس سال۔ میں نے کہا کہ ابن عباس تو دس سے اوپر بتاتے ہیں فرمایا اللہ انہیں بخشے۔ انہوں نے شاعر کے اس قول سے اخذ کیا کہ کہتا ہے۔ ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ۔ کہ قریش میں آپ کا قیام کچھ اوپر دس سال رہا۔ (ق ت) ف راجح روایت حضرت ابن عباس ہی کی ہے کہ آپ کے چچازاد بھائی تھے اور حالات سے زیادہ واقف۔ رہا شاعر کا قول سو وہ بھی اگر مدلل اور قابل اعتماد ہو تو اس سے ذاتی واقفیت کی مزید تائید ہی ہوگی۔ (انس) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی بعمر تریسٹھ[۶۳] سال اور ابوبکر نے بھی بعمر تریسٹھ[۶۳] سال اور حضرت عمر نے بھی بعمر تریسٹھ[۶۳] سال (س) اور ترمذی میں جریر سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ نے خطبہ میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ابوبکر و عمر کا وصال بعمر تریسٹھ[۶۳] سال ہوا اور میری عمر بھی تریسٹھ[۶۳] سال ہے۔ (کیا عجب ہے کہ مجھے بھی موافقت نصیب ہو)۔ (ابن عباس) فرماتے ہیں کہ قریش نے باہم ایک دوسرے کو تاکید کی تھی کہ گمرہی و کفر پر اڑے رہیں چنانچہ ایک نے یہ لفظ بھی کہے کہ جس طریق پر ہم قائم ہیں وہ اس کی بہ نسبت زیادہ قابل اتباع ہے جس پر یہ منقطع النسل بے اولاد اچل رہا ہے۔ پس حق تعالے نے سورۂ کوثر نازل فرمائی اور اس کے بعد آپ کے پانچ صاحبزادے ہوئے کہ چار حضرت خدیجہ سے یعنی عبداللہ جو سب میں بڑے تھے۔ اور طاہر مگر بعض کہتے ہیں کہ طاہر انہیں عبداللہ کا لقب ہے۔ پس اس روایت کے موافق حضرت خدیجہ سے تین[۳] لڑکے تھے اور طیب اور قاسم۔ اور ایک صاحبزادہ ابراہیم ماریہ کے بطن سے (کہ شاہ حبش کی ہدیہ بھیجی ہوئی آپ کی مملوکہ تھیں) اور آپ کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ ایک زینب جو ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی تھیں۔ دوم رقیہ اور سوم ام کلثوم جن کا عقد ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا تھا۔ اور تبت یدا ابی لہب کے نازل ہونے پر ابولہب نے اپنے بیٹوں کو ان کے چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا (اور اس طرح پر رخصتی سے پہلے دونوں آپ کے پاس رہیں)۔ پھر حضرت عثمان کا اول حضرت رقیہ سے عقد ہوا اور شوہر کے ساتھ ہجرت فرما کر حبشہ تشریف لے گئیں۔ اور وہاں ان کے بطن سے عبداللہ پیدا ہوئے کہ انہیں پر حضرت عثمان کی کنیت (ابو عبداللہ) ہے

۵ صنبور جمع صنابیر الابتر لا عقب لہ والذی لا ولد لہ ۱۲

(انس رض) رفعہ: ان ابراھیم مات فی الثدی وان لہ لظئران یکملان رضاعہ فی الجنۃ وانہ ابنی ۔ لمسلم (اسمٰعیل ابن ابی خالد) قلت لابن ابی اوفی ارأیت ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال نعم مات صغیرا ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہ ۔ للبخاری۔

من فضائل الصحابۃ المشترکۃ التی لا تخص واحدا منھم رضی اللہ عنھم اجمعین

(عمران رض بن حصین) رفعہ: خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم فلا ادری ذکر قرنین او ثلاثۃ ثم

اس کے بعد (مدینہ آکر فتح بدر کے دن) ان کی وفات ہوگئی۔ اور ان کے بعد حضرت عثمان کا ام کلثوم سے نکاح ہوا۔ چہارم حضرت فاطمہ رض جو حضرت علی کے نکاح میں آئیں اور آپ کے بطن سے حسن حسین محسن تین صاحبزادے پیدا ہوئے اور دو صاحبزادیاں یعنی زینب رض جو عبداللہ بن جعفر کی بی بی تھیں اور ام کلثوم جنکو حضرت علی نے حضرت عمر کی زوجیت میں دیا۔ (ن) ف یہ راوی کا اشتباہ ہے کہ صاحبزادوں کی ولادت اس طعن کے بعد سمجھی۔ ورنہ بجز حضرت ابراہیم کے کہ ان کی ولادت مدینہ میں ہوئی۔ باقی سب قبل نبوت مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور کفار کا آپ کو مقطوع النسل کہنا اس بنا پر نہ تھا کہ آپ کے اولاد نہ ہوئی تھی بلکہ اس بنا پر تھا کہ لڑکوں میں کوئی زندہ نہ رہا۔ اور اسکو انہوں نے عقیدۂ توحید کی نعوذ باللہ نحوست قرار دیا اولاد کا انتقال اور وہ بھی پے در پے اور پھر اس پر طعن اور دشمنوں کا ہنسنا اور سب سے زیادہ یہ کہ انسان اپنی خواہشات کا شیدا ہوتا ہے۔ جب لوگوں کو یہ وہم ہوگا کہ اسلام لانے سے اولاد نہ ہوگی اور اگر ہوگی تو زندہ نہ رہے گی تو اسلام سے بھاگیں گے۔ یہ ایسے صدمات تھے جن کی برداشت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا قلب مطہر کر سکا۔ پس اس کے صلہ میں آپ کو ساقیٔ کوثر بنایا گیا۔ اور لفظ کوثر جو کثرت سے مشتق ہے اس لئے تسلی دی گئی کہ نسل بھی منقطع نہ ہوگی بلکہ ظاہری سلسلہ بطن فاطمہ سے اور باطنی سلسلہ کثرت متبعین سے قیامت تک اتنا بیش از بیش چلے گا کہ دنیا بھر جائے گی اور یہ طعن دینے والے اگرچہ اس وقت دو چار بچوں کے باپ نظر آتے ہیں مگر چند سال بعد نسل سمیت نابود ہو جائیں گے۔ یا اپنی نسل کو تمہاری روحانی اولاد بنا کر تمہارے ہی حوالہ کر جائیں گے۔ (انس رض) فع۔ ابراہیم کا انتقال دودھ پینے کے زمانہ میں ہوا اور اس لئے ان کے واسطے (ایک چھوڑ) دو دو دودھ پلائیاں ہیں۔ جو جنت میں ان کی رضاعت کو پورا کریں گی۔ اور بیشک وہ میرا بیٹا تھا (م)۔ (اسماعیل رض بن ابی خالد) میں نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم کو آپ نے دیکھا تھا؟ فرمایا ہاں۔ اُن کا انتقال بچپن میں ہوگیا۔ اور اگر حق تعالیٰ کی یہ تجویز ہوتی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کا لڑکا زندہ رہتا مگر آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں۔ (خ) ف یہ راز ہے آپ کی اولاد ذکور کی وفات میں کہ اولاد کا ہونا ضعف ہے رجولیت کا اور انبیاء ہر عیب سے پاک ہوتے ہیں لہذا آپ لاولد نہ رہے پھر لڑکوں کا زندہ رہنا چاہتا تھا کہ وہ آپ کے بعد نبی نہیں تا کہ آپ کی افضلیت میں فرق نہ آوے۔ اور ایسا ہونا آپ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف تھا لہذا سب آپ کی حیات میں دنیا سے اٹھ لئے کہ انبیاء کی طرح معصوم بھی رہے اور آپ کو اُن کی وفات پر صبر و رضا کا اجر جدا ملے۔ صبر کی تعلیم عملی طور پر جدا ہوئی اور آئندہ صابرین کے تمامی اجر ہائے لا محدود میں آپ کی شرکت جدا ہوئی کہ الدال علی الخیر کفاعلہ۔

صحابہ کے فضائل مشترکہ جن میں کسی کی خصوصیت نہیں۔

(عمران رض بن حصین) فع۔ لوگوں میں بہترین میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہوں گے۔ اور پھر وہ جو ان کے

ان بعدهم قوماً يشهدون ولا يستشهدون ويخونون ولا يؤتمنون وينذرون ولا يوفون ويظهر فيهم السمن ؛ للستة الامالكاً۔ (جابرؓ) رفعه: لا تمس النار مسلماً رآنی او رأى من رآنی قال طلحة فقد رأيت جابراً وقال موسى قد رأيت طلحة قال يحيي وقال لی موسى وقد رأيتنی ونحن نرجوا الله ؛ للترمذی (ابوسعیدؓ) رفعه: ياتی على الناس زمان فيغزو فئام من الناس فيقولون هل فيكم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون نعم فيفتح لهم ثم ياتی على الناس زمان فيغزو فئام من الناس فيقال هل فيكم من صاحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون نعم فيفتح لهم ثم ياتی على الناس زمان فيغزو فئام من الناس فيقولون هل فيكم من صاحب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون نعم فيفتح لهم ؛ وفی رواية بنحوه وزاد: ثم يكون بعث الرابع فيقال انظروا اهل ترون فيهم احداً رأى من رأى احداً رأى اصحاب النبی صلى الله عليه وسلم؟ فيوجد فيفتح

متصل ہوں گے (مجھے) ٹھیک یاد نہیں رہا کہ دو زمانے فرمائے یا تین) اس کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو گواہیاں دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہ کی جائے گی۔ اور خیانت کریں گے اور امین قرار نہ دیئے جائیں گے اور منتیں مانیں گے مگر پوری نہ کریں گے اور ان میں مٹاپا ظاہر ہوگا (ق ت د ئ) ف جس مدت میں اہلِ زمانہ ختم ہو جاویں وہ قرن کہلاتا ہے۔ زمانۂ حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک جتنے بھی قرن سطح زمین پر آکر بسے اُن میں بہترین قرن حضرات صحابہ کا ہے کہ وجود سرورِ عالم و عالمیان کا سطح زمین پر جلوہ فرما ہوا اور وہ ۱۳۰ھ میں ختم ہوا کہ آخری صحابی حضرت ابوالطفیل نے بعمر اٹھانوے ۹۸ سال وفات پائی۔ اور چونکہ مجموعہ قرن کا کہ اس میں سید الانبیاء بھی شامل ہیں تمامی قرون سے افضل ہونا مراد ہے نہ کہ ہر ہر فرد کا افضل ہونا لہٰذا حضرات صحابہ کی گذشتہ انبیاء پر فضیلت لازم نہ آئی۔ اور قرنِ صحابہ کے بعد افضل ترین قرن تابعین کا ہے اور پھر تبع تابعین کا۔ کہ افضلیت محمدیہؐ کی وجہ سے آپ کی اُمت کو دیگر اُمم پر افضلیت کلیہ حاصل ہے اور جتنا قُرب کسی کو نورِ آفتاب سے ہوگا۔ اسی قدر اس میں روشنی زیادہ ہوگی۔ پھر چوتھے قرن میں وہ نورانیت نہ رہی کہ شہادت میں بیباکی و جرءت پیدا ہوگئی اور حُبِ دُنیا غالب ہو کر امانت داری اور ایفاءِ نذر کا اہتمام اُٹھ گیا۔ اور ما بعد الموت کا فکر دب جانے کے سبب تن پروری اور بدن کو فربہ کرنے کا عشق ہوگیا۔ مگر پھر بھی ہر زمانہ متاخر سے اس کا مقدم زمانہ بہتر رہا کہ جتنا دھوپ سے بُعد ہوا۔ اسی قدر جمود اور تاریکی بڑھی۔ پس کسی کا مٹاپا اگر خلقی ہو کہ باوجود فکرِ آخرت کے قائم ہے تو وہ اس میں داخل نہیں۔ (جابرؓ) رفع۔ آگ نہ چھوئیگی اس مسلمان کو جس نے دیکھا مجھکو یا دیکھا اسکو جس نے دیکھا مجھکو۔ طلحہ (تابعی) نے (یہ حدیث نقل کر کے) فرمایا کہ میں نے جابر (صحابی) کو دیکھا اور موسیٰ راوی حدیث نے کہا کہ میں نے طلحہ کو دیکھا اور یحییٰ راوی کہتے ہیں کہ مجھ سے موسیٰ نے فرمایا کہ تم نے مجھے دیکھا لہٰذا ہم سب اللہ سے امید رکھتے ہیں (کہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہیں) (ت)۔ ف اس میں صحابہ اور تابعین کے مغفور اور جنتی ہونے کی بشارت ہے کہ حسن خاتمہ کے ساتھ نوازے جائیں گے اس لئے کہ محبت کے ساتھ سید الانبیاء کے چہرۂ انور پر ایک نظر ڈالنے سے ایمان میں جو حلاوت اور مشاہدہ کی کیفیت پیدا ہوتی تھی وہ دوسروں کو برسوں کے مجاہدہ سے بھی نصیب نہیں ہوسکتی۔ اور پھر یہ سلسلہ متعدی ہو کر دوسروں کو مومنِ کامل بناتا رہے گا۔ اگرچہ کما و کیفاً کمی ہوتی رہے گی۔ (ابوسعیدؓ) نع۔ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ (اسلامی) لشکر جہاد میں جائے گا پس کہا جائے گا کیا تم میں کوئی ہے جس کو صحبت نصیب ہوئی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔ پس ان کو (صحابی کی برکت سے) فتح نصیب ہوگی۔ پھر دوسرا زمانہ آئے گا کہ لشکر جہاد میں جائیں گے۔ پس کہا جائے گا کیا تم میں کوئی ہے

لهم ؛ للشيخين والترمذی (وعنه) کان بین خالد بن الولید و بین عبد الرحمٰن بن عوف شیٔ فسبه خالد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا اصحابی فان احدکم لو انفق مثل احد ذهبًا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه ؛ للشیخین وابی داود والترمذی (عبد الله بن مغفل) رفعه: الله الله فی اصحابی لا تتخذ وهم غرضًا بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی الله ومن آذی الله فیوشك ان یاخذه ؛ (ابن عمر) رفعه: اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم ؛ هما للترمذی (عروة) قالت لی عائشة یا ابن اختی امروا ان یستغفروا لاصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فسبوهم ؛ لمسلم (جابر) قیل لعائشة ان ناسًا یتنا ولون اصحاب رسول الله صلی الله حتی ابا بکر وعمر فقالت وما تعجبون من هذا انقطع عنهم العمل فاحب الله ان لا یقطع عنهم الاجر ؛ لرزین (ابو موسٰی) ان النبی صلی الله علیه وسلم لیلة رفع راسه الی السماء فقال النجوم امنة السماء فاذا ذهب النجوم اتی السماء ما توعد وانا امنة لاصحابی فاذا ذهبت اتی اصحابی ما یوعدون واصحابی امنة لامتی فاذا ذهب اصحابی اتی امتی ما یوعدون ؛ لمسلم. (بریدة)

جس کو صحبت نصیب ہوئی ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔ پس ان کو (تابعی کی برکت سے) فتح نصیب ہوگی۔ پھر تیسرا زمانہ آئے گا کہ لشکر جہاد میں جائے گا۔ پس کہا جائے گا کیا تم میں کوئی ہے جس کو صحبت نصیب ہوئی صحابہ کے اصحاب کی؟ وہ جواب دیں گے ہاں ہے۔ پس ان کو (تبع تابعی کی برکت سے) فتح نصیب ہوگی۔ اور ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ پھر چوتھا لشکر روانہ ہوگا کہ کہا جائے گا دیکھو ان میں کوئی ہے جس نے دیکھا ہو کسی (تبع تابعی) کو کہ جس نے دیکھا تھا کسی (تابعی) کو جس نے دیکھا تھا صحابہ میں سے کسی کو پس وہ (تبع تابعی) پایا جائے گا اور (اس کی برکت سے) ان کو فتح نصیب ہوگی۔ (ق ت) ف یہ سوال ملائکہ آسمان کی طرف سے ہوگا ان ملائکہ سے جو لشکر کے ساتھ ہوں گے۔ یا مراد سوال حالی ہے نہ کہ مقالی۔ اور برکت صحبت محمدیہؐ کا اظہار ہے کہ حضرات صحابہ کی برکات کا اثر فتوحاتِ ملکی وراحتِ دُنیوی پر کئی نسل تک متواتر قائم رہے گا کہ محض ان کی شرکت آسمانی مدد کا سبب بنے گی۔ (ایضًا) خالد بن ولید اور عبد الرحمٰن بن عوف کے درمیان کچھ قصہ ہوا جس میں حضرت خالد نے ان کو سخت سُست کہا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مطلع ہو کر خالد سے) فرمایا میرے صحابہ کو سب وشتم نہ کرو کہ تم میں کوئی اُحد پہاڑ کی برابر سونا بھی (راہِ خدا میں) صرف کرے گا تو ان کے ایک مُد بلکہ آدھے کو بھی نہ پہونچ سکیگا۔ (ق دت) ف وہ فضیلت عام صحابہ کی تھی۔ اور یہاں صحابہ میں بھی متقدمین کو جو شرف متاخرین پر حاصل ہے اس کا اظہار ہے کہ متقدمین نے جس ضرورت کے وقت پیسہ خرچ کیا ہے وہ متاخرین کو بھی نصیب نہیں ہوا اور جب مال خرچ کرنے میں ان کو یہ فوقیت ہے تو کیا پوچھنا جان خرچ کرنے کا کہ اسلام مسافرانہ کسمپرسی میں تھا چار طرف دشمن اور اس سے نفرت دلانے والے بھرے ہوئے تھے۔ جان اور مال کے بہراہ خدا خرچ کرنے کی ہر طرح اور ہر حال میں سخت ضرورت تھی اور ایسے وقت کام آنے والے حضرات السابقون السابقون ثابت ہوئے۔ جب مابعد صحابہ ہی کو ان کا ہتکِ حرمت جائز نہیں اور احترام واجب ہے تو کیا پوچھنا بعد کی اُمت کا کہ اسے تو ذرہ برابر سوءِ ادب بھی حرام در حرام ہے۔ (عبد اللہ بن مغفل) اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے متعلق۔ ان کو میرے بعد (طعن و دشنام کا) نشانہ مت بنانیو کہ جو ان سے محبت کرے گا وہ میرے ساتھ محبت کی وجہ سے محبت کرے گا۔ اور جو اُن سے بغض رکھے گا وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ

رفعه: ما من احد من اصحابی یموت بارض الا بعث لهم نورًا وقائدًا یوم القیامة ؛ للترمذی (عمرؓ) رفعه: سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الیّ یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم من السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشیٔ مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی وقال اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم ؛ لرزین (سعیدؓ بن زید) سمع من یسب علیًا بحضرة بعض الامراء فقال الا اری اصحاب النبی

سے بغض رکھے گا اور جس نے (زبان یا اشارہ سے) ان کو ایذا پہونچائی اور جس نے مجھے ایذا پہونچائی اس نے اللہ کو ایذا پہونچائی اور جس نے ایذاء پہونچائی تو قریب ہے کہ اللہ اس کو پکڑے۔ (ت) ف کس درجہ دلیری ہے کہ سب صحابہ کے ذریعہ اللہ جل جلالہٗ کو ایذا پہونچائی جائے اور پھر اسلام کا دعویٰ ہو۔ (ابن عمرؓ) فع جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہیں تو کہو کہ اللہ کی لعنت تمہارے فعل بد پر (ت) ف کہ جن کی بدولت آج تم کو دین پہونچا ہے نا خلف بن کر انہیں پر زبان درازی کرنے لگے۔ (عروۃؓ) مجھ سے حضرت عائشہ نے فرمایا اے میرے بھانجے حکم تو یہ ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (سے صورۃً کوئی لغزش بھی ہو تو) ان کے لئے استغفار کریں مگر لوگ ان پر تبرا بھیجنے لگے۔ (س) ف تمامی اُمت محمدیہ میں بہتر قرون ثلٰثہ ہیں اور وہ بھی علی الترتیب۔ کہ ان میں بہترین قرن حضرات صحابہ کا ہے اور صحابہ میں افضل ترین حضرات سابقین ہیں جو فتح مکّہ سے قبل ایمان لائے۔ اور ان میں افضل وہ متقدمین ہیں جو ہجرت سے قبل جبکہ اسلام مسافرانہ بیکسی کے عالم میں تھا ایمان لائے۔ کہ راحت عزت آبرو وطن مال اور جان سب کچھ نثار کیا۔ اور ان میں افضل ترین خلفاء راشدین ہیں اور ان میں افضلیت کلیہ حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے کہ وزیر ہیں سید عالم و عالمیان صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت معیار ہے اللہ کے ساتھ محبت کی کہ جتنی محبت بندہ کو خدا کے ساتھ ہوگی اسی قدر اس کے محبوب کے ساتھ ہوگی اور صحابہ کے ساتھ محبت پیمانہ ہے محبتِ رسول کا کہ جتنی محبت پیغمبر کے ساتھ ہوگی اسی قدر اس کے پیاروں اور محبوبین کے ساتھ ہوگی۔ لہٰذا صحابہ کا سوء ادب بالخصوص حضرات شیخین کا کسی طرح بھی ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے صحابہ کے ساتھ بغض رکھنے والے کو کافر کہا گیا ہے کہ بمقتضاء لیغیظ بہم الکفار صحابہ پر غیظ ہونا کفار کی خاصیت اور کفر کی کھلی علامت ہے۔ (جابرؓ) حضرت عائشہ سے ذکر کیا گیا کہ لوگ صحابۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں زبان درازی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ابو بکر و عمر کی شان میں بھی (جن کی محبوبیت و رفاقت و جلالتِ شان آفتاب کی طرح روشن ہے) فرمایا تعجب کس بات کا کرتے ہو۔ ان حضرات کے عمل ختم ہو چکے (کہ وفات پا جانے کے سبب عبادت نہیں کر سکتے) تو حق تعالےٰ نے چاہا کہ اجر ان کا منقطع نہ ہو (ن) ف لہٰذا بد دینوں کے سب و شتم کے ذریعہ ان کے اجر برابر بڑھ رہے ہیں۔ اور اس طرح ان کے اعمالِ خیر کا ذخیرہ تا قیامت بیش از بیش ہوتا رہے گا۔ (ابو موسیٰؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شب اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا کہ ستارے (جن میں شمس و قمر بھی شامل ہیں) سببِ امان ہیں آسمان کے لئے کہ جس وقت ستارے (مکدّر و بے نور ہو کر) جاتے رہیں گے تو آسمان (ٹوٹ پھوٹ جائے گا اور) وہ منظر آ نازل ہوگا جس کا وعدہ کیا گیا ہے (کہ قیامت آجائے گی) اور میں سبب امان ہوں اپنے صحابہ کے لئے کہ جس وقت میں (عالم برزخ میں) چلا جاؤں گا تو وہ (اختلاف اور باہمی جنگ کا) وقت آجائے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور میرے صحابہ سببِ امان ہیں تمامی اُمت کے لئے کہ جب

صلے اللہ علیہ وسلم یسبون عندکم ثم لا تنکروا ولا تغیروا سمعتہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول وانی لغنی ان اقول عنہ مالم یقل فیسألنی عنہ غداً اذا لقیتہ ابو بکر فی الجنۃ وعمر فی الجنۃ وعثمان فی الجنۃ وعلی فی الجنۃ وطلحۃ فی الجنۃ وزبیر فی الجنۃ وسعد بن مالک فی الجنۃ وعبد الرحمٰن بن عوف فی الجنۃ وابو عبیدۃ بن الجراح فی الجنۃ وسکت عن العاشر قالوا ومن ھو العاشر؟ فقال سعید بن زید یعنی نفسہ ثم قال واللہ لمشھد رجل منھم مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم یغبر فیہ وجھہ خیر من عمل احدکم ولو عمر عمر نوح؛ وفی روایۃ: فعد ھولاء التسعۃ وسکت عن العاشر فقال القوم ننشدک اللہ یا ابا الاعور من العاشر؟ قال نشدتمونی باللہ ابو الاعور فی الجنۃ؛ لابی داود والترمذی (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) انہ توضأ فی بیتہ ثم خرج فقال لالزمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میرے صحابہ رخصت ہو جائیں گے تو اُمت پر (ہر قسم کے فتن وفساد دین و دُنیا) آنازل ہوں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (س) ف روشنی ہی ہے جو دافع حشرات الارض اور ہر قسم کے امن واطمینان کا ذریعہ ہے جتنی اس میں کمی ہو گی اسی قدر ظلمت پیدا ہو کر چوروں ڈاکوؤں اور سانپ بچھو کیڑوں مکوڑوں کو دلیر بنا کر چار طرف سے حملہ کرائے گی۔ اور جب عام اہل اللہ کا وجود مخلوق کے لئے باعث امن وفلاح ہے تو کیا پوچھنا ان کا کہ ہزار اقطاب وابدال ایک طرف اور ایک وجود باجود صحابی کا ایک طرف۔ (بریدہ رضی اللہ عنہ) نبع جو کوئی بھی میرے صحابہ میں سے کسی خطۂ زمین میں وفات پائے گا وہ وہاں کے (مسلمان) باشندوں کا ہادی اور مشعل بنا کر قبر سے اٹھایا جائے گا۔ (ت) ف کہ جنت میں لیجانے کے لئے سپہ سالار بن کر سب سے آگے ہوگا۔ (عمر رضی اللہ عنہ) نبع میں نے اپنے بعد اپنے صحابہ کے اختلاف کی بابت اپنے رب سے پُوچھا (کہ اس میں کیا مصلحت ہے) تو میری طرف وحی آئی کہ اے محمدؐ تمہارے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں کہ ہر ایک میں روشنی ہے اور (باایں ہمہ) بعض کا نور بعض سے زیادہ قوی ہے۔ پس جس نے ان کے اختلافات میں سے جس بات کو بھی لے لیا پس وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جن کا بھی تم اقتدا کرلو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ (ن) ف فروع دین میں خواہ وہ مسائل فقہیہ ہوں یا مسئلہ خلافت وامارت۔ حضرات صحابہ میں اختلاف ہوا اور اس اختلاف ہی نے کمالِ محمدی کا پتہ دیا کہ یہ بھی نہ ہوتا تو حضرتؐ کے تشریف فرما ہونے کے زمانہ کو فضل وشرف ہی کیا ہوتا۔ اور یہ اختلاف اگر اغراض نفسانی کے لئے ہوتا تو کیمیا اثر صحبت محمدیہؐ کا نفع کیا ہوتا۔ بہرحال اس کی شان عالم برزخ یا فلک دُنیا کی سی ہے کہ ہر دو رخ سے مناسبت ہے۔ لہٰذا جس طرح مسافر کو شب کی تاریکی میں سمت کا پتہ تاروں سے چلتا ہے اور وہ جس تارہ کو معین کر کے راستہ چل پڑے منزل مقصود کو پہونچ جاتا ہے اسی طرح ہر صحابی کہ خصائل محمدیہؐ میں ایک مخصوص خصلت کا وارث بنا ہے راہبری کے لئے کافی ہے۔ مگر بایں ہمہ ستاروں کی روشنی کی طرح حضرات صحابہ میں بھی نور فہم وتفقہ اور اخلاص وکمالِ حُبِّ خدا اور رسول میں فرق مراتب ہے اس لئے فقہاء صحابہ کا قول و فعل معلوم ہوتے ہوئے غیر فقیہ کا اتباع کرنا سالک کی غرض نفسانی سے خالی نہ ہوگا۔ البتہ لاعلمی میں وہ بھی چونکہ نور ہے اس لئے نجات کے واسطے کافی ہے۔ (سعید بن زید رضی اللہ عنہ) آپ نے کسی (خارجی) کو ایک حاکم کے سامنے حضرت علی پر تبرا بھیجتے سُنا تو حاکم سے) فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے روبرو صحابہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کیا جاتا ہے اور تم نہ اعتراض کرتے ہو نہ اس کو رد کرتے ہو۔ حالانکہ میں نے

ولا کونن معہ یومی ھٰذا فجاء المسجد فسأل عنہ فقالوا خرج وجہ ھھنا قال فخرجت علی اثرہ اسأل عنہ حتی دخل بیر اریس فجلست عند الباب وبابھا من جرید حتی قضی صلی اللہ علیہ وسلم حاجتہ وتوضأ فقمت الیہ فاذا ھو قد جلس علی بیر اریس وتوسط قفھا وکشف عن ساقیہ ودلاھا فی البیر فسلمت علیہ ثم انصرفت فجلست عند الباب فقلت لاکونن بواب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیوم فجاء ابوبکر فدفع الباب فقلت من ھٰذا؟ فقال ابوبکر فقلت علی رسلک ثم ذھبت فقلت یا رسول اللہ ھٰذا ابوبکر یستأذن فقال ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ فاقبلت حتی قلت لابی بکر ادخل والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یبشرک بالجنۃ فدخل فجلس عن یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم معہ فی القف ودلی رجلیہ فی البیر کما صنع صلی اللہ علیہ وسلم وکشف عن ساقیہ ثم رجعت فجلست وقد ترکت اخی یتوضأ ویلحقنی فقلت ان یرد اللہ بفلان یعنی اخاہ خیرًا یأت بہ فاذا انسان یحرک الباب فقلت من ھٰذا؟ قال عمر فقلت علی رسلک ثم جئت الیہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت علیہ وقلت ھٰذا عمر یستأذن فقال ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ فجئت عمر فقلت ادخل ویبشرک بالجنۃ فدخل عمر فجلس معہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القف عن یسارہ ودلی رجلیہ فی البیر ثم رجعت وجلست فقلت ان یرد اللہ بفلان خیرًا یعنی اخاہ یأت بہ فجاء انسان فحرک الباب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا اور مجھے اس کی مطلق ضرورت نہیں کہ آپ کی طرف سے وہ بات نقل کروں جو آپ نے نہ کہی ہو کہ کل (قیامت کے دن) جبکہ آپ سے ملوں تو آپ مجھ سے باز پرس فرماویں (کہ مجھ پر بہتان کیوں باندھا تھا وہ ارشاد آپ کا یہ ہے) ابوبکر جنتی ہے عمر جنتی ہے علی جنتی ہے طلحہ جنتی ہے زبیر جنتی ہے سعد بن مالک جنتی ہے عبدالرحمٰن بن عوف جنتی ہے ابوعبیدہ بن جراح جنتی ہے اور دسویں سے سکوت فرمایا۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ دسواں کون ہے تو اپنے آپ کو فرمایا کہ سعید بن زید جنتی ہے اس کے بعد فرمایا کہ واللہ ان میں ایک شخص کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (کسی غزوہ میں) حاضری جس میں اس کے چہرہ پر راستہ کا گرد وغبار پڑا وہ تمہارے تمامی اعمال سے اگرچہ عمر نوح دیئے جاؤ بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نو حضرات گنوا کر دسویں سے سکوت فرمایا تو حاضرین نے کہا آپ کو قسم ہے اللہ کی اے ابوالاعور دسواں کون تھا؟ فرمایا تم نے مجھے اللہ کی قسم دی (اس لئے بتاتا ہوں کہ ابوالاعور جنتی ہے)۔ (ت) ف ایک مجلس اور بیک وقت اور ایک عبارت میں ان دس حضرات کے جنتی ہونے کی بشارت دی گئی۔ اس لئے ان کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے اور جنت میں بھی بے شمار فرق مراتب ہے اس لئے تمامی صحابہ کے جنتی ہوتے ہوئے اِن حضرات کی خصوصی شان جنت کے اُس مقام رفیع پر پہونچنے کی اطلاع ہے جو حضرات انبیاء کے بعد کا اور تمامی اہل جنت سے بالا درجہ ہے۔ (ابوموسیٰ[۱۳] گھر میں وضو کر کے باہر نکلے اور کہا آج تو تمام دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ مسجد میں آئے اور حضرت کو دریافت کیا تو لوگوں نے کہا اس جانب تشریف لے گئے ہیں۔ کہتے ہیں پس میں آپ کے نشانِ قدم پر آپ کو پوچھتا ہوا چل پڑا حتی کہ آپ چاہ اریس (کے نخلستان) میں داخل ہوئے اور میں اس کے دروازہ پر بیٹھ گیا جو کہ شاخہائے کھجور کا تھا۔ یہاں تک کہ آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور وضو کیا تب میں آپ کی طرف اُٹھا تو دیکھا کہ آپ چاہ اریس پر بیٹھے ہیں اس کے چبوترہ کو وسط میں لے کر پنڈلیاں کھول دیں اور ان کو کنوئیں میں لٹکا دیا ہے۔ پس میں نے آپ کو سلام کیا اور اس کے بعد لوٹ آیا۔ اور دروازہ پر بیٹھ گیا اور (اپنے دل میں کہا) آج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا۔ پس ابوبکر آئے اور دروازہ کو دھکا دیا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا ابوبکر۔ میں نے کہا ٹھہریئے۔ پھر میں حضرت کے پاس گیا اور عرض کیا

فقلت من هذا؟ فقال عثمان فقلت علی رسلك وجئت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فقال ائذن لہ وبشرہ بالجنۃ مع بلوی تصیبہ فجئت فقلت ادخل و یبشرك النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالجنۃ مع بلوی تصیبك فدخل فوجد القف قد ملئ فجلس وجاھھم من الشق الآخر قال ابن المسیب فاولت ذلك قبورھم اجتمعت ھھنا وانفرد عثمان عنھم ؛ وفی روایۃ : وقلت لاکونن الیوم بواب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یأمرنی ؛ وفی اخری : انہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل حائطا وامرنی بحفظ باب الحائط بنحوہ ؛ وفیہ : ان عثمان قال حین بشرہ اللھم صبرا واللہ المستعان وفیہ : ان کل واحد منھم قال حین بشرہ الحمد للہ وانہ صلی اللہ علیہ وسلم لما دخل عثمان غطی رکبتیہ ؛ وفی اخری : ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاعد فی مکان فیہ ماء منکر یرکز بعود بین الماء والطین ؛ للشیخین والترمذی (علیؓ) رفعہ : طلحۃ والزبیر جارای فی الجنۃ ؛ (انسؓ) [15] رفعہ : ان الجنۃ تشتاق الی ثلاثۃ علی وعمار وسلمان ؛ ھما للترمذی (ابو ھریرۃؓ) [16] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان علی حراء[ل] ھو وابو بکر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر فتحرکت الصخرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اھدأ فما علیك الا نبی اوصدیق اوشھید ؛ وفی روایۃ : وسعد بن ابی وقاص ؛ لمسلم والترمذی (انسؓ) [17] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدا وابو بکر وعمر وعثمان فرجف بھم الجبل فقال اسکن

کہ یارسول اللہ یہ ابوبکر ہیں کہ (حاضری کی اجازت) مانگتے ہیں. فرمایا ان کو اجازت دو اور مژدہ سُناؤ جنت کا پس میں آیا اور ابوبکر سے کہا اندر آجایئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو بشارت دیتے ہیں جنت کی چنانچہ وہ اندر آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی داہنی طرف آپ کے ساتھ چبوترہ پر بیٹھ گئے اور پنڈلیاں کھول کر کنوئیں میں پاؤں لٹکا لئے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا. پھر میں لوٹ گیا اور (دروازہ پر) بیٹھ گیا. اور میں اپنے بھائی کو وضو کرتا چھوڑ آیا تھا کہ مجھ سے آملے تو میں نے (دل میں) کہا کہ اگر اللہ فلاں شخص (یعنی میرے بھائی) کیساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اسے لے آئے (کہ وہ بھی بشارت جنت سے مالامال ہوجائے) پس دفعۃً (کیا دیکھتا ہوں) کہ ایک شخص دروازہ ہلا رہا ہے. میں نے پوچھا کون؟ کہا عمر. میں نے کہا ٹھہریئے. پھر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا. پس سلام کیا اور عرض کیا کہ یہ عمرؓ ہیں اجازت مانگتے ہیں. فرمایا ان کو اجازت دو اور مژدہ سُناؤ جنت کا پس میں (واپس آیا) اور کہا اندر آجایئے. اور آنحضرت تم کو بشارت دیتے ہیں جنت کی. پس عمرؓ اندر آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چبوترہ پر آپ کے بائیں جانب بیٹھ گئے. اور کنوئیں میں اپنے پاؤں لٹکا لئے. پھر میں واپس ہوکر بیٹھ گیا اور کہا اگر اللہ فلاں شخص (میرے بھائی) کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو اس کو لے آئے. چنانچہ ایک شخص آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا. میں نے پوچھا کون؟ کہا عثمان. میں نے کہا ٹھہریئے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اطلاع دی. فرمایا انہیں اجازت دو اور مژدہ سُناؤ جنت کا ایک بلائے عظیم کے ساتھ جو ان کو پہونچیگی چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور کہا کہ اندر آجایئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو بشارت دیتے ہیں جنت کی ایک بلائے عظیم کے ساتھ جو آپ کو پہونچیگی. پس وہ اندر آئے اور دیکھا کہ چبوترہ بھر گیا ہے. پس دوسری طرف آپ کے سامنے بیٹھ گئے. ابن مسیب کہتے ہیں میں نے اس سے قبروں کو مُراد لیا کہ شیخین آپ کے پاس مدفون ہوں گے اور ذو النورین ان سے علیحدہ. اور ایک روایت میں ہے. میں نے کہا کہ آج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا اور آنحضرتؐ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا تھا. اور تیسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے اور مجھے حکم دیا دروازۂ باغ پر نگرانی کا. ممکن ہے ابتداءً اپنے شوق سے دربان بنے اور

له حراء الكتاب جبل معروف وكثير من المحدثين يفتحون حاءه ويقصرونه ويميلونه وخطاهم الخطابي فعليه يكتب بالالف لانه ممدود ١٢

احد اراہ ضربہ برجلہ فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان ؛ للبخاری وابی داود والترمذی (وعنہ[۱۸]) رفعہ: ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدھم فی امر اللہ عمر واشدھم حیاء عثمان واقضاھم علی واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل وافرضھم زید بن ثابت واقرؤھم ابی بن کعب ولکل قوم امین وامین ھذہ الامۃ ابو عبیدۃ بن الجراح وما اظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء اصدق لھجۃ من ابی ذر اشبہ عیسیٰ علیہ السلام فی ورعہ قال عمر انعرف لہ ذلک یارسول اللہ؟ قال نعم فاعرفوہ ؛ للترمذی (ابن عمرو[۱۹] بن العاص) رفعہ: خذوا القرآن من اربعۃ من عبد اللہ وسالم ومعاذ وابی بن کعب ؛ للشیخین والترمذی (معاذ[۲۰]) قیل لہ لما حضرہ الموت اوصنا قال اجلسونی ففعلنا فقال ان العلم والایمان مکانھما من ابتغاھما وجدھما یقول ذلک ثلاث مرات والتمسوا العلم عند اربعۃ رھط عند عویمر

جب حضرت نے اس خدمت پر ان کو دیکھا تو خود فرما بھی دیا کہ محافظ بنے بیٹھے رہو۔) اور اسی میں ہے کہ حضرت عثمان نے بشارت پاکر کہا یا اللہ صبر دیجیو اور اللہ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے۔ اور اسی میں ہے کہ ان حضرات میں ہر ایک نے بشارت سُنکر الحمدللہ کہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے آنے پر گھٹنے ڈھانپ لئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے جہاں کچھ پانی تھا کہ لکڑی کو زمین میں گاڑ کر سہارا لگائے ہوئے تھے۔ (ق ت (علی[۱۳]) فع. طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔ (انس[۱۴]) فع جنت مشتاق ہے تین شخصوں کی علی اور عمار اور سلمان کی۔ (ت) (ابو ہریرہ[۱۵]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) کوہ حرا پر تھے۔ آپ اور ابوبکر اور عثمان اور علی اور طلحہ اور زبیر پس پتھر کو حرکت ہوئی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیر (اور ہلے مت) کہ تجھ پر بجز نبی یا صدیق یا شہید کے اور کوئی نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ (م ت) (انس[۱۷]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) جبلِ اُحد پر چڑھے اور ابوبکر و عمر و عثمان بھی۔ پس پہاڑ نے حرکت کی تو آپ نے اُس پر پاؤں مار کر فرمایا اے اُحد ٹھیر جا کہ تیرے اوپر ایک نبی ہے اور ایک صدیق اور دو شہید (خ د ت) (ایضاً[۱۸]) فع میری اُمت پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والے ابوبکر ہیں اور اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر اور سب میں زیادہ شرمیلے عثمان اور سب میں بہتر فیصلہ دہندہ علی اور حلال و حرام سے زیادہ واقف معاذ بن جبل اور مسائل میراث کے زیادہ عالم زید بن ثابت اور بڑے قاری ابی بن کعب۔ اور ہر قوم میں ایک امین ہوتا ہے اور اس اُمت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ اور سبز گنبد (آسمان) کے نیچے اور زمین کے اوپر ابو ذر سے زیادہ زبان کا سچا کوئی نہیں کہ تقویٰ میں عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ کیا ان کو اس کی اطلاع نہ دیدیں؟ فرمایا ہاں اطلاع دیدو۔ (ت) ف صدہا علما ایک مدرسہ سے فارغ التحصیل ہوتے اور ہر فن معقول و منقول کے امتحان میں کامیاب ہو کر سند لیتے ہیں مگر ہر ایک کو کسی خاص فن سے خاص مناسبت ہوتی ہے۔ جس کی بنا پر کسی کو محدث کہتے ہیں کسی کو فقیہ اور کسی کو رئیس المناظرین وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح تمامی صحابہ ایمان کے تمامی خصائلِ حمیدہ سے بدرجۂ کمال متصف تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ ہر کمال کی نوع اعلیٰ کے جامع تھے اس لئے ہر صحابی نے اس کمال محمدیؐ میں خاص خاص کمال کو بصورتِ میراث حاصل کیا تھا کہ اُس وصف میں ممتاز تھے اور یہی ان کی فضیلت جزئیہ کا سبب بنا۔ (ابن عمرو[۱۹] بن العاص) فع. قرآن سیکھو چار شخصوں سے عبد اللہ (ابن مسعود) سے یا سالم (مولی ابی حذیفہ) سے یا معاذ (ابن جبل) سے یا ابی بن کعب سے۔ (ق ت) ف کہ چاروں حضرات حافظِ قرآن تھے ... [illegible] ... (معاذ[۲۰]) جب ان کی وفات کا وقت آیا تو کہا گیا

ابی الدرداء وعند سلمان الفارسی وعند ابن مسعود وعند عبد اللہ بن سلام الذی کان یہودیا فاسلم فانی سمعت
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ عاشر عشرۃ فی الجنۃ ؛ (خیثمۃ[21] بن ابی سبرۃ) اتیت المدینۃ فسألت اللہ ان ییسر
لی جلیسا صالحا فیسر لی ابا ہریرۃ فجلست الیہ فقلت لہ انی سألت اللہ ان ییسر لی جلیسا صالحا فوفقت لی فقال لی
من این انت؟ فقلت من اہل الکوفۃ جئت التمس الخیر واطلبہ فقال الیس فیکم سعد بن مالک مجاب الدعوۃ وابن
مسعود صاحب طہور النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونعلیہ وحذیفۃ صاحب سرہ صلی اللہ علیہ وسلم وعمار الذی اجارہ
اللہ من الشیطان علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلمان صاحب الکتابین قال قتادۃ والکتابان الانجیل
والقرآن ؛ (علی[22]) رفعہ: رحم اللہ ابا بکر زوجنی ابنتہ وحملنی الی دار الہجرۃ وصحبنی فی الغار واعتق بلالا من مالہ رحم
اللہ عمر یقول الحق وان کان مرا ترکہ الحق ومالہ من صدیق رحم اللہ عثمان تستحیی منہ الملئکۃ رحم اللہ علیا اللہم
ادر الحق معہ حیث دار ؛ (حذیفۃ[23]) رفعہ: انی لا ادری قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی
ابی بکر وعمر واہتدوا بہدی عمار وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ ؛ ہی للترمذی (ابو بکرۃ[24]) رفعہ: من رأی

کہ ہمیں کچھ آخری نصیحت فرمایئے۔ فرمایا مجھے اٹھا کر بٹھاؤ۔ چنانچہ ہم نے بٹھا دیا۔ فرمایا کہ علم اور ایمان اپنی جگہ ہیں (کہ
دُنیا سے مفقود نہیں ہوئے) جو بھی ان کو تلاش کرے گا پالے گا۔ اس کو تین مرتبہ فرمایا۔ اور علم چار شخصوں کے پاس
تلاش کرو عویمر یعنی ابو درداء اور سلمان[1] فارسی اور ابن مسعود[3] اور عبد اللہ[4] بن سلام کے پاس جو یہودی تھے اور
مشرف باسلام ہوئے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا یہ دس جنتیوں میں دسویں ہیں۔ (ت
ف یعنی مثل عشرۂ مبشرہ کے ہیں۔ (خیثمہ[21] بن ابی سبرہ) میں مدینہ آیا تو اللہ سے دُعا مانگی کہ مجھے کوئی صالح ہمنشیں میسر
فرمائے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کو میسر فرمایا پس میں ان کے پاس آ بیٹھا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ سے دُعا کی تھی کہ
مجھے کوئی صالح ہمنشیں میسر فرمائے تو آپ میرے حصہ میں آئے۔ انہوں نے مجھ سے پُوچھا تم کس شہر کے ہو؟ میں نے
عرض کیا اہل کوفہ میں سے ہوں کہ دین کی تلاش و جستجو میں آیا ہوں۔ فرمایا کیا تمہارے ہاں سعد[1] بن مالک نہیں ہیں جو
مجاب الدعوات ہیں۔ اور ابن مسعود[2] جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برتنِ وضو اور پاپوش رکھا کرتے (کہ وضو
کراتے اور نعلین اٹھانے اور رکھنے کی خدمت انجام دیا کرتے تھے۔) اور حذیفہ[3] جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے رازدار تھے۔ اور عمار[4] جن کو حق تعالیٰ نے بزبان پیغمبر امان بخشا ہے شیطان سے اور سلمان[5] جو دو کتابوں والے
(کہ حضرت قتادہ[1] (جو حضرت خیثمہ سے روایت کر رہے ہیں) کہتے ہیں کہ دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن مجید ہے
سلمان اوّل نصرانی تھے اور پھر مشرف باسلام ہوئے۔) ف مفصل حالات ہمارے رسالہ حالات صحابہ میں
ملیں گے۔ (علی[22]) فع۔ اللہ کی رحمت نازل ہو ابو بکر پر کہ اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی اور دار الہجرت کی طرف
آنے کے لئے میری سواری کا انتظام کیا اور غار میں میرے ساتھ رہے اور بلال کو (میری خواہش پر) اپنے مال
سے خریدا اور لوجہ اللہ آزاد کیا۔ اللہ رحمت نازل فرمائے عمر پر کہ حق بات کہتا ہے اگرچہ (دیکھنے میں کیسی ہی)
تلخ (و ناگوار) ہو۔ حق گوئی نے اس کو ایسا بنا چھوڑا کہ اس کا کوئی (خود غرض) دوست ہی نہیں۔ اللہ رحمت
نازل فرمائے عثمان پر کہ (اس کا غلبۂ حیا دیکھ کر) فرشتے بھی اس سے شرماتے ہیں۔ اللہ رحمت نازل فرمائے
علی پر۔ بار الہا حق کو اس کے ساتھ پھیر جدھر بھی وہ پھرے۔ (ت۔ (حذیفہ[23]) فع۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم میں کتنے دن
رہوں گا لہٰذا کہے دیتا ہوں کہ میرے بعد اقتدا کرنا۔ ان دونوں کا اور اشارہ فرمایا ابو بکر و عمر کی طرف۔ اور

اللیلة رؤیا؟ فقال رجل انا رأیت کأن میزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت بابی بکر ووزن عمر وابوبکر فرجح ابوبکر ووزن عمر بعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فرأینا الکراهیة فی وجه النبی صلے اللہ علیہ وسلم؛ لابی داود والترمذی (سمرة[25]) ان رجلا قال یارسول اللہ رأیت کأن دلوا[1] دلی من السماء فجاء ابوبکر فاخذ بعراقیها[1] فشرب شربا ضعیفا ثم جاء عمر فاخذ بعراقیها فشرب حتی تضلع ثم جاء عثمان فاخذ بعراقیها فشرب حتی تضلع ثم جاء علی فاخذ بعراقیها فانتشطت[2] وانتضح علیه منها شئی؛ لابی داود. (جابر[26]) رفعه: رأیتنی ادخلت الجنة فاذا بالرمیصاء[3] امرأة ابی طلحة وسمعت خشفة فقلت من ھذا؟ فقال ھذا بلال ورأیت قصرا بفنائه جاریة فقلت لمن ھذا؟ فقالوا لعمر فاردت ان ادخله فانظر الیه فذکرت غیرتك فولیت مدبرا فبکی عمر وقال اعلیك اغار یارسول اللہ؛ للشیخین (اسامة[27]) کنت جالسا اذ جاء علی والعباس فقالا یا اسامة استأذن لنا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ علی والعباس یستاذنان قال أتدری ما جاء بهما؟ قلت لا قال لکنی ادری

چلنا عمار کے طریق پر اور جو حدیث تم سے بیان کرے ابن مسعود اس کو سچا سمجھنا۔ (ابوبکرہ[24]) رفع۔ رات کسی نے کوئی خواب دیکھی؟ ایک شخص نے کہا میں نے دیکھی ہے۔ گویا ایک ترازو آسمان سے اُتری۔ پس آپ اور ابوبکر (ایک ایک پلہ میں بیٹھا کر) تولے گئے تو آپ غالب آئے۔ اور ابوبکر و عمر تولے گئے تو ابوبکر غالب آئے۔ اور عمر و عثمان تولے گئے تو عمر غالب آئے۔ اس کے بعد ترازو اُٹھا لی گئی۔ پس (یہ خواب سُنکر) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر ہم نے ناگواری کو محسوس کیا۔ (دت) ف اس کی تعبیر خلافتِ نبوت ہے کہ بعدِ شیخین نہ اُمت میں خلاف ہوگا نہ شاہانہ خودغرضی اور اس کے بعد خلاف و بدنظمی شروع ہوجائے گی اور یہی حضرت کے رنج کا سبب ہوا۔ تولنا چونکہ ہمجنس چیزوں کا ہوتا ہے اس لئے ترازو کا اُٹھ جانا علامت تھی طریق بدل جانے اور تباین و اختلاف ظاہر ہونے کی۔ اور وزن میں ہلکا بھاری ہونا افضل و مفضول ہونا ہے مرتبہ میں۔ (سمرة[25]) ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا گویا ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا پس ابوبکر آئے اور اُس کے (دو طرفہ ڈنڈے جنمیں رسّی بندھتی ہے) پکڑ کر پیا مگر ضعف کیساتھ۔ اس کے بعد عمر آئے اور اس کے ڈنڈے پکڑ کر اتنا پیا کہ کوکھیں پھول گئیں۔ پھر عثمان آئے اور اس کے ڈنڈے پکڑ کر اتنا پیا کہ کوکھیں پھول گئیں۔ پھر علی آئے اور اس کے ڈنڈے پکڑے تو ڈول ہلا اور کچھ (پانی) اس میں سے ان کے اوپر گرا۔ (د) ف اشارہ ہے ظہور فتن و جنگ باہمی کی طرف کہ حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے عہدِ خلافت کا سا سکون و اطمینان قائم نہ رہے گا۔ اور حضرت صدیق کے پینے میں کمزوری اشارہ ہے آپ کے عہدِ خلافت میں غلبۂ رافت و شفقت اور ظہور ارتداد اعراب کی طرف واللہ اعلم۔ (جابر[26]) رفع۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں لایا گیا ہوں تو ابوطلحہ کی عورت رمیصا وہاں نظر پڑیں۔ اور میں نے پاؤں کی آہٹ سُنی تو دریافت کیا کون شخص ہے؟ جواب ملا کہ یہ بلال ہیں۔ اور میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک نوجوان لڑکی بیٹھی تھی۔ میں نے پوچھا کہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا کہ عمر کا ہے۔ پس میں نے چاہا کہ اندر جاؤں مگر (اے عمر) تمہاری غیرت مجھے یاد آئی اور میں واپس ہوگیا۔ پس عمر رو دیئے اور کہا یارسول اللہ کیا آپ کے متعلق غیرت کرتا۔ (ق) (اسامہ[27]) میں (دربان بنا) بیٹھا تھا کہ حضرت علی اور عباس آئے اور فرمایا کہ اے اسامہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے لئے ہمارے واسطے اجازت حاصل کردو پس میں نے (حاضر خدمت ہوکر) عرض کیا کہ یارسول اللہ علی اور عباس اجازت طلب کرتے ہیں۔ فرمایا جانتے بھی ہو دونوں کس غرض سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا مگر مجھے معلوم ہے

[1] ای مع عروة والمرقوة ان خشبتان تعرضان علی الدلو کالصلیب ۱۲ [2] ای انجلت واضطربت ۱۲ [3] فی القاموس والرمیصاء بنت ملحان صحابیة ۱۲

فأذن لهما فدخلا فقالا يارسول الله انا جئناك نسألك اى اهلك احب اليك؟ قال فاطمة بنت محمدٌ قالا ما جئناك نسألك عن اهلك قال احب اهلى الى من انعم الله عليه وانعمت عليه اسامة بن زيد قالا ثم من؟ قال ثم علی فقال العباس جعلت عمك آخرهم؟ قال ان عليًا سبقك بالهجرة ؛ (بريدة[28]) رفعه: ان الله تعالى امرني بحب اربعة واخبرني انه يحبهم قيل يارسول الله سمهم قال علي منهم يقول ذلك ثلاثًا وابوذر والمقداد وسلمان امرني بحبهم واخبرني انه يحبهم ؛ هما للترمذی (ابن عمر[29]) كنا زمن النبي صلى الله عليه وسلم لا نعدل بابی بكر احدًا ثم عمر ثم عثمان ثم نترك اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم لا نفاضل بينهم ؛ للبخاری وابی داود والترمذی. (ابوهريرة) رفعه: نعم الرجل ابوبكر نعم الرجل عمر نعم الرجل ابو عبيدة بن الجراح نعم الرجل اسيد بن حضير نعم الرجل ثابت بن قيس بن شماس نعم الرجل معاذ بن جبل نعم الرجل عمرو بن الجموح ؛ (علی[31]) رفعه: ان كل نبی اعطى سبعة نجباء او قال رقباء واعطيت انا اربعة عشر قلنا من هم؟ قال انا وابناى وجعفر وحمزة وابوبكر وعمر ومصعب بن عمير وبلال وسلمان وعمار والمقداد وحذيفة وعبد الله بن مسعود ؛ هما للترمذی (عمار[32]) رأيت النبي صلى الله عليه وسلم وما معه الا خمسة اعبد وامرأتان وابوبكر ؛ للبخاری (عائذ بن عمرو[33]) ان اباسفيان اتى على سلمان وصهيب وبلال

اچھا اجازت دیدو. چنانچہ دونوں اندر آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم آپ سے یہ دریافت کرنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا فاطمہ بنت محمدؐ. عرض کیا آپ کے عزیزوں کے متعلق سوال کرنے نہیں آئے (بلکہ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں) فرمایا اپنے لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر اللہ نے انعام کیا اور میں نے احسان کیا یعنی اسامہ بن زید. عرض کیا ان کے بعد کون؟ فرمایا پھر علی (یہ سن کر) حضرت عباس نے کہا اپنے چچا کو (یعنی مجھے) آپ نے سب کے اخیر کر دیا؟ فرمایا علی ہجرت میں تم سے سبقت لے گئے. (اور اس نے ان کا درجہ بڑھا دیا) ت (بریدہ[28]) نع. حق تعالے نے چار شخصوں کی محبت کا مجھے حکم کیا اور اطلاع دی ہے کہ اللہ ان سے محبت رکھتا ہے. عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ان کے نام ظاہر فرما دیجئے. فرمایا علیؓ ان میں شامل ہے. اس کو تین مرتبہ فرمایا. اور (بقیہ حضرات) ابوذرؓ اور مقدادؓ اور سلمانؓ ہیں. کہ ان کی محبت کا مجھے حکم کیا اور اطلاع دی ہے کہ اللہ ان سے محبت فرماتا ہے. (ت) (ابن عمر[29]) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر کے برابر کسی کو قرار نہ دیتے تھے. اور ان کے بعد عمر اور پھر عثمان اور پھر تمام صحابہ کو (بلا ترجیح) رہنے دیتے تھے. کہ ان میں کسی کو کسی پر فضیلت نہ دیتے تھے. (خ دت) **ف** یہ تفصیل بلحاظ صحابی ہونے کے ہے ورنہ بلحاظ زوجیت حضرت عائشہ کو یا بلحاظ قرابت فاطمہ وعلی وحسنین رضی اللہ عنہم کو اکثر صحابہ پر فضیلت متحقق ہے. نیز یہ تخصیص تام نہیں مگر بہ تخصیص کام مثلاً اہل بدر وبیعت رضوان کی فضیلت دیگر اصحاب پر ثابت اور منصوص ہے. (ابوہریرہ[30]) فع. کیا خوب آدمی ہے ابوبکرؓ کیا خوب آدمی ہے عمرؓ. کیا خوب آدمی ہے ابوعبیدہؓ بن جراح. کیا خوب آدمی ہے اسید بن حضیر کیا خوب آدمی ہے ثابت بن قیس بن شماس. کیا خوب آدمی ہے معاذ بن جبل. کیا خوب آدمی ہے عمرو بن الجموح. (علی[31]) فع. ہر نبی کو (امت میں سے) سات محافظ دیئے گئے تھے اور مجھے چودہ دیئے گئے ہیں. ہم نے عرض کیا وہ کون کون ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا میں اور میرے دونوں لڑکے (حسنؓ وحسینؓ) اور جعفرؓ وحمزہؓ وابوبکرؓ وعمرؓ ومصعب بن عمیرؓ وبلالؓ وسلمانؓ وعمارؓ ومقدادؓ وحذیفہؓ اور عبداللہ بن مسعود. (ت) (عمار[32]) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا بجز پانچ غلام اور دو عورتوں اور ابوبکر کے. (خ) ف

فی نفر بالمدینۃ فقالوا ما اخذت سیوف اللہ من عنق عدو اللہ ماخذھا فقال ابو بکر تقولون ھٰذا لشیخ قریش وسیدھم فاتی ابو بکر النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال یا ابا بکر لعلک اغضبتھم لئن کنت اغضبتھم لقد اغضبت ربک فاتاھم ابو بکر فقال یا اخوتاہ اغضبتکم؟ قالوا لا ثم قالوا یغفر اللہ لک یا اخی ۔ لمسلم (ابو موسیٰ[۳۴]) کنا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم بالجعرانۃ ومعہ بلال فاتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم اعرابی فقال الا تنجز لی یا محمد ما وعدتنی؟ فقال لہ ابشر فقال قد اکثرت علی من ابشر فاقبل علیّ وعلی بلال کھیئۃ الغضبان فقال انّ ھٰذا ردّ البشری فاقبلا انتما فقلنا قبلنا ثم دعا بقدح فیہ ماء فغسل یدیہ ووجھہ فیہ ومج فیہ ثم قال اشربا وافرغا علی وجوھکما ونحورکما وابشرا فاخذنا القدح ففعلنا فنادت ام سلمۃ من وراء الستر افضلا لامکما من انائکما فافضلنا لھا منہ طائفۃ ۔ للشیخین (انس[۳۵]) ان رجلین من اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم خرجا من عندہ فی لیلۃ مظلمۃ ومعھما مثل المصباحین بین ایدیھما فلما افترقا صار مع کل واحد منھما واحد حتی

له ای فی الرد علیہم علیٰ ابی سفیان ۱۲

گویا حضرت عمار کے اسلام لانے کا نواں نمبر ہے ۔ (عائذ[۳۳] بن عمرو) ابو سفیان کا (بزمانہ صلح حدیبیہ قبل از ایمان) مدینہ میں آنا ہوا اور حضرت سلمان وصہیب وبلال وغیرہ ایک جماعت (فقراء صحابہ) پر گذر ہوا تو ان حضرات نے کہا کہ شمشیر ہائے خداوندی نے ابھی تک (اس) دشمن خدا کی گردن سے اپنا حق وصول نہیں کیا (کہ زندہ پھرتا ہے) ابو بکر نے فرمایا قریش کے سردار وشیخ کے متعلق ایسی بات کہتے ہو۔ اس کے بعد ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا اے ابو بکر شاید تم نے اُن (فقراء) کو یہ کلمہ کہکر ناراض کر دیا۔ اگر تم نے اُن کو ناراض کیا تو یقیناً اپنے اللہ کو ناراض کیا۔ پس ابو بکر ان کے پاس آئے اور کہا اے برادران من کیا میری بات سے تم ناراض ہو گئے؟ بولے نہیں اور اس کے بعد کہا بھائی صاحب اللہ آپ کو معاف فرمائے (مس)۔ ف ابو بکر کا یہ فرمانا ابو سفیان کی تالیف قلب کے لئے اور امان کی رعایت میں تھا۔ (ابو موسیٰ[۳۴]) ہم جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور بلال آپ کے ساتھ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدو آیا اور کہا کہ اے محمدؐ تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا مُژدہ باد۔ بدو نے کہا مژدہ باد (تو بار ہا کہہ لیا (مجھے تو مال چاہیئے) پس آپ غصہ کی صورت میں مجھ پر اور بلال پر متوجہ ہوئے اور فرمایا اس نے بشارت کو رد کیا لہٰذا تم دونوں قبول کرو (کہ قلیل ثواب آخرت بہتر ہے دُنیوی متاع کثیر سے) ہم نے عرض کیا کہ قبول کیا۔ اس کے بعد آپ نے پیالہ منگایا جس میں پانی تھا اور اس میں ہاتھ مُنہ دھو کر کُلّی ڈالدی اور پھر فرمایا اس کو پی لو اور مُنہ اور سینہ پر بھی ڈال لو اور بشارت پاؤ۔ پس ہم نے پیالہ لے کر (حسب الارشاد) عمل کیا تو (اُم المومنین) اُم سلمہ نے پردہ کے پیچھے سے پکارا کہ اپنی ماں کے لئے بھی کچھ برتن میں بچائیو۔ پس ہم نے ان کے لئے کچھ اس میں سے بچالیا۔ (ق)۔ (انس[۳۵]) دو شخص صحابہ میں سے اندھیری رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے رُخصت ہوئے اور دونوں کے ساتھ آگے آگے دو چراغوں کی طرح (مشعل روشن ہوئی) پس جب راستہ دونوں کا پھٹا تو ہر ایک کے ساتھ ایک چراغ ہو گیا حتی کہ وہ اپنے گھر پہونچ گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے پس اندھیری رات میں رخصت ہو کر چلے تو دو چراغوں کی طرح۔ الخ۔ (ابن عمر[۳۶]) کے پاس ایک شخص آیا اور حضرت عثمان کے متعلق سوال کرنے لگا۔ آپ نے اُن کے اعمال حسنہ بیان کئے اور فرمایا عجب

اتی اهله ؛ وفی روایة : کان اسید بن حضیر وعباد بن بشر عند النبی صلی الله علیه وسلم فخرجا فی لیلة مظلمة بنحوه ؛ للبخاری (ابن عمر) [۳۶] جاءه رجل یسأله عن عثمان فذکر محاسن عمله فقال لعل ذلك یسوءك قال نعم قال فارغم الله انفك ثم سأله عن علی قال ذاك بیته اوسط بیوت النبی صلی الله علیه وسلم قال لعل ذلك یسوءك قال اجل قال فارغم الله انفك انطلق فاجهد علی جهدك ؛ للبخاری (عمرو بن العاص) [۳۷] رفعه : هممت ان ابعث معاذ بن جبل وسالماً مولی ابی حذیفة وابی بن کعب وابن مسعود الی الامم کما بعث عیسی الحواریین فقال رجل الا تبعث ابا بکر وعمر فانهما ابلغ ؟ فقال لا غنا لی عنهما انما منزلتهما من الدین منزلة السمع والبصر ؛ للکبیر براو لم یسم (ابن عمر) [۳۸] لم یجلس ابو بکر فی مجلس النبی صلی الله علیه وسلم علی المنبر حتی لقی الله ولم یجلس عمر فی مجلس ابی بکر حتی لقی الله ولم یجلس عثمان فی مجلس عمر حتی لقی الله ؛ للاوسط (ابو هریرة) [۳۹] رفعه : بینما راع فی غنمه عدا الذئب فاخذ منها شاة فطلبها حتی استنقذها منه فالتفت الیه الذئب

نہیں یہ تجکو ناگوار گزرے (کیونکہ تیرے دل میں حضرت عثمان کی طرف سے بُغض ہے) کہا ہاں. فرمایا اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے. پھر اس نے حضرت علی کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا (دیکھو) یہ ہے اُن کا گھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے وسط میں (اور اس سے آنحضرتؐ کی ان کے ساتھ محبت ظاہر ہو رہی ہے) مگر شاید یہ تجکو ناگوار گزرے. اس نے کہا ہاں. فرمایا اللہ تیری ناک کو خاک آلود کرے (اور ناگواری کو بڑھانے جا اپنی کوشش تحقیر ختنین کے متعلق) کر گزر (کہ ان حضرات کے فضل خداداد میں کچھ بھی کمی نہ آئے گی). خ (عمرو بن العاص) [۳۷] رفع. میں نے قصد کیا ہے کہ معاذ بن جبل اور سالم مولی ابی حذیفہ اور اُبی بن کعب اور ابن مسعود کو تبلیغ دین کے لئے مختلف جماعتوں کی طرف بھیجوں. جیسا کہ حضرت عیسےٰ نے حوارین کو بھیجا تھا. پس ایک شخص نے کہا حضرت ابو بکر و عمر کو کیوں نہ بھیجئے کہ وہ زیادہ قابل ہیں. فرمایا ان سے مجھے استغنا نہیں ہو سکتا کہ وہ دین کے لئے بمنزلہ کان اور آنکھ ہیں. ک. ف اس میں ان کی وزارت اور خصوصی تعلق کے علاوہ استحقاق خلافت اور ترقی دین کی خاص قابلیت کا اظہار ہے (ابن عمر) [۳۸] ابو بکر ممبر پر (ادب کی وجہ سے) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ کبھی نہ بیٹھے. حتیٰ کہ اللہ سے جا ملے (بلکہ نیچے کی سیڑھی پر بیٹھتے رہے) اور عمر کبھی ابو بکر کے بیٹھنے کی نہ بیٹھے (بلکہ اس سے نیچے کے درجہ پر بیٹھے) حتیٰ کہ اللہ سے جا ملے. اور عثمان کبھی عمر کے بیٹھنے کی جگہ پر نہ بیٹھے حتیٰ کہ اللہ سے جا ملے. (و) (ابو ہریرہ) [۳۹] رفع. ایک چرواہا اپنے ریوڑ میں تھا کہ بھیڑیئے نے حملہ کیا اور ایک بکری لے گیا. چرواہا اس کی طلب میں لگا حتیٰ کہ اُس سے چھڑا لیا پس بھیڑیئے نے چرواہے کی طرف مُنہ کیا اور کہا کہ درندوں (کی حکومت) کے دن (یعنی جس دن فتن و شدائد کا ظہور ہوگا اور لوگ باہمی جنگ میں مشغول ہو کر مواشی سے غافل ہو جائیں گے) اِن کا کون حمایتی ہوگا جبکہ میرے سوا اِن کا کوئی چرواہا ہی نہ ہوگا. پس لوگوں نے (حیران ہو کر) کہا سُبحان اللہ (بھیڑیا آدمی کی طرح باتیں کر رہا ہے) پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (یہ خبر سُن کر) فرمایا میں ایمان لاتا ہوں اس پر (کہ یہ کرشمۂ قدرت ہے) اور ابو بکر و عمر بھی (ایمان لاتے ہیں). اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص گائے پر بوجھ لاد کر اس کو ہنکار رہا تھا تو گائے نے اس کی طرف مُنہ کر کے کہا کہ میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کی گئی بلکہ کھیتی کرنے (اور ہل چلانے کے) لئے پیدا کی گئی ہوں. پس لوگوں نے بہ راہِ تعجب کہا سُبحان اللہ گائے باتیں کر رہی ہے. پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایمان لاتا ہوں

فقال من لها یوم السبع یوم لا راع لها غیری فقال الناس سبحان اللہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم فانی أؤمن بھذا وابوبکر وعمر؛ وفی روایۃ: بینما رجل یسوق بقرۃ قد حمل علیہا التفتت الیہ فقال انی لم اخلق لھذا ولکنی خلقت للحراث فقال الناس سبحان اللہ تعجبا وفزعا ابقرۃ تتکلم؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم فانی أؤمن بھذا وابوبکر وعمرؓ وفی اخری: بینما رجل یسوق بقرۃ اذ رکبھا فضربھا فقال: انا لم نخلق لھذا بنحوہ؛ وفیہ: فانی أؤمن بھذا انا وابوبکر وعمرؓ وما ھما ثم؛ للشیخین والترمذی (ابوسعیدؓ[٣٩]) رفعہ: ان اھل الدرجات العلی لیراھم من تحتھم کما ترون النجم الطالع فی افق السماء وان ابابکر وعمر منھم وانعما؛ لابی داود و الترمذی (علیؓ[٤٠]) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر وعمر ھذان سید اکھول اھل الجنۃ من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین یا علی لا تخبرھما؛ (ابن عمرؓ[٤٢]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج ذات یوم فدخل المسجد وابوبکرؓ وعمرؓ احدھما عن یمینہ والآخر عن شمالہ وھو آخذ بایدیھما وقال ھکذا نبعث یوم القیامۃ؛ (انسؓ[٤٣]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج علی اصحابہ من المہاجرین والانصار ولا یرفع طرفہ الا الی ابی بکر وعمر کانا ینظران الیہ وینظر الیھما ویتبسمان الیہ ویتبسم الیھما خاصۃ

اس پر اور ابوبکر و عمر بھی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص گائے کو ہانک رہا تھا کہ اس پر سوار ہو گیا اور اس کو (چابک) مارا پس اس نے کہا کہ ہم اس کام کے لئے پیدا نہیں ہوئے الخ اور اسی میں ہے کہ فرمایا میں ایمان لاتا ہوں اس پر اور ابوبکر و عمر بھی۔ حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔ (ق ت) ف دونوں حضرات کی اپنے ساتھ طبعی موافقت پر اتنا اعتماد تھا کہ باوجود موجود نہ ہونے کے ایک نمونۂ قدرت پر ان کے ایمان لانے کا وثوق کے ساتھ اظہار فرما دیا۔ اس واقعہ پر ایمان لانے میں حکمت یہ بھی ہے کہ گائے کو احساس ہے کہ وہ کس کام کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اس کے خلاف کام کرنا اس کو گراں ہے۔ پس جس انسان کو حس نہیں کہ وہ اپنے خالق کی عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے اور اس کے خلاف کام کرنے سے اس کو اُنس ہے تو وہ ڈھور ڈنگر سے بھی گیا گذرا ہے۔ (ابوسعیدؓ[٤٠]) فع۔ بلند درجہ والوں کو ان کے نیچے کے (جنتی) ایسا دیکھیں گے جیسے تم کنارہ آسمان پر طلوع کرنے والے ستارہ کو دیکھتے ہو۔ اور ابوبکر و عمر اُنہیں (بلند درجہ والوں) میں ہیں اور (اُن میں بھی) اچھے مرتبہ پر۔ (د ت) (علیؓ[٤١]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر و عمر کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں سردار رہوں گے تمامی اگلے اور پچھلے اُن اہل جنت کے جو ادھیڑ عمر میں (دُنیا سے اُٹھیں گے) بجز انبیا اور مرسلین کے۔ اے علی ان کو اطلاع نہ کیجیو (ت) ف حضرات شیخین کی عمر بوقت وفات ترسیٹھ[٦٣] سال تھی۔ کہ جوانی سے متجاوز اور بڑھاپے سے کم تھے جس کو ادھیڑ کہتے ہیں۔ پس اس عمر میں کہ تمامی طاعات کی قُدرت کا وقت آجاتا ہے جتنے بھی زمانۂ آدمؑ سے قیامت تک شہدا، و صلحا و مجددین و ائمہ و اقطاب و ابدال ہوئے اور ہوں گے حتی کہ اصحاب کہف و مومن آلِ فرعون اور حضرت خضر بھی بشرطیکہ نبی نہ ہوں۔ غرض انبیا، و رسل کے سوا سارے جنتیوں کے سردار ہوں گے کہ سردار انبیا، و رسل کی وزارت کا صلہ ہی یہ ہے۔ (ابن عمرؓ[٤٢]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکر و عمر میں ایک آپ کی داہنی طرف تھے اور ایک بائیں طرف۔ اور آپ ان دونوں کے ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ پس فرمایا کہ اسی طرح ہم قیامت کے دن اُٹھائے جائیں گے۔ (انسؓ[٤٣]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ مہاجرین و انصار کے پاس تشریف لاتے اور سب سے پہلے بجز ابوبکر و عمر کے

والی سائر اصحابہ عامۃ ؛ (ابو سعید[44]) رفعہ: ما من نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض
فاما وزیرای من اھل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیرای من اھل الارض فابو بکر وعمرؓ (ابن عمر[45]) رفعہ انا
اول من تنشق عنہ الارض یوم القیامۃ ثم ابو بکر ثم عمر فنأتی البقیع فیحشرون معی ثم ننتظر اھل مکۃ حتی نحشر
بین الحرمین ؛ ھی للترمذی (محمد بن الحنفیۃ[46]) قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابو بکر
قلت ثم من؟ قال ثم عمر وخشیت ان اقول ثم من فیقول عثمان قلت ثم انت؟ قال ما انا الا رجل من المسلمین ؛
للبخاری وابی داود (عائشۃ[47]) بینا رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجری فی لیلۃ ضاحیۃ اذ قلت یا رسول
اللہ یکون لاحد من الحسنات عدد نجوم السماء؟ قال نعم عمر قلت فاین حسنات ابی بکر؟ قال انما جمیع
حسنات عمر کحسنۃ واحدۃ من حسنات ابی بکر ؛ لرزین (انس[48]) رفعہ: السباق اربعۃ

کسی کی طرف نظر نہ اُٹھاتے تھے۔ یہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے اور آپ ان کی طرف دیکھتے اور یہ آپ کو دیکھ کر مسکراتے
اور آپ ان کو دیکھ کر مسکراتے۔ (یہ برتاؤ) ان کے ساتھ بالخصوص تھا اور تمامی صحابہ کے ساتھ بالعموم۔ (ابو سعید[44])
رفع۔ کوئی نبی نہیں جس کے دو وزیر اہلِ آسمان (فرشتوں) میں سے اور دو وزیر اہلِ زمین میں سے ہوں۔ پس میرے دو
وزیر اہلِ آسمان میں سے جبرئیل اور میکائیل ہیں اور دو وزیر اہلِ زمین میں سے ابو بکر اور عمر ہیں۔ (ابن عمر[45]) رفع۔ میں
سب سے پہلا شخص ہوں گا کہ بروز قیامت زمین شق ہو کر (قبر سے) اُٹھوں گا۔ پھر ابو بکر اُٹھیں گے اور پھر عمر۔ پس ہم (تینوں)
گورستان بقیع میں آئیں گے اور وہاں کے دفن شدہ مُردے اُٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم سب اہلِ مکہ کا انتظار
کریں گے حتیٰ کہ اہل حرمین کے درمیان محشر میں آئیں گے۔ (ت) ف کہ ایک طرف اہلِ مدینہ ہوں گے اور دوسری
طرف اہلِ مکہ اور بیچ میں سردار دو عالم ہر دو وزیروں کا داہنے اور بائیں ہاتھ تھامے ہوئے وکفیٰ بہ فخراً۔
(محمد بن الحنفیہ[46]) میں نے اپنے والد (حضرت علی) سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انسانوں میں سب
سے بہتر کون ہے؟ فرمایا ابو بکر۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر۔ اور مجھے ڈر ہوا کہ اگر پوچھوں پھر کون تو کہدیں گے
عثمان۔ لہذا میں نے کہا کہ پھر آپ؟ فرمایا میں تو عام مسلمانوں میں کا ایک مسلمان ہوں۔ (خ د) ف یہ آپ کا کسر
نفس تھا۔ ورنہ حضرات ختنین[عہ] میں افضلیت کے متعلق سکوت پسند کیا گیا ہے۔ ہاں افضلیت شیخین بالکلیہ آفتاب
سے زیادہ روشن ہے (عائشہ[47]) ایک مرتبہ چاندنی رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود
میں تھا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی ہے جس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کی برابر ہوں؟ فرمایا ہاں عمر ہے
میں نے کہا اور ابو بکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ فرمایا عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (ن) ف
اشرفی اگرچہ ایک ہے مگر نو سو ساٹھ پیسوں کی برابر ہے۔ (انس[48]) رفع سبقت کرنے والے چار شخص ہیں۔ میں
سابق عرب ہوں اور صہیب سابق روم اور سلمان سابق فارس اور بلال سابق حبشہ۔ (ک) ف یعنی ملکی
لحاظ سے سب میں اول دین کی طرف لپکنے والے کہ بعد میں جو بھی ایمان لایا اس کا اجر بھی انہیں سابقین کے
نامۂ اعمال میں لکھا گیا۔ ورنہ سید عالم و عالمیان تو سابق دُنیا بلکہ سبب عالم عالم ہونے کے لحاظ سے سابق
بجمیع کائنات اور کلیۃً اول المومنین ہیں۔ (ابن مسعود[49]) سب سے پہلے اپنے اسلام کا اظہار سات حضرات
نے کیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمار اور ان کی والدہ سمیہ اور صہیب اور بلال اور
مقداد پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت تو حق تعالیٰ نے آپ کے چچا ابو طالب کے ذریعہ کرائی

عہ ختن داماد کو کہتے ہیں پس جسطرح حضرت ابو بکر اور عمر کو شیخین کہتے ہیں اسیطرح حضرت عثمان اور علی کو ختنین کہتے ہیں کہ آنحضرت کے دونوں داماد تھے۔

انا سابق العرب وصهیب سابق الروم وسلمان سابق الفرس وبلال سابق الحبشۃ ÷ للکبیر (ابن مسعود) کان اول من اظهر اسلامہ سبعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمار وامہ سمیۃ وصهیب وبلال والمقداد فاما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمنعہ اللہ بعمہ ابی طالب واما ابو بکر فمنعہ اللہ بقومہ واما سائرہم فاخذہم المشرکون والبسوہم ادراع الحدید وصہروہم فی الشمس فما منہم من احد الا وقد واتاہم علی ما ارادوا الا بلالا فانہ ہانت علیہ نفسہ فی اللہ وہان علی قومہ فاخذوہ واعطوہ الولدان فجعلوا یطوفون بہ فی شعاب مکۃ ویقول اَحَدٌ اَحَدٌ ÷ للقزوینی۔

مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ

(عروۃ) ابو بکر اسمہ عبد اللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ وامہ ام الخیر سلمی بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب ÷ للکبیر مطولا (عائشۃ) دخل ابو بکر علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ ابشر فانت عتیق اللہ من النار فمن یومئذ سمی عتیقا ÷ (ابو ہریرۃ) رفعہ: ما لاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ما خلا ابا بکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ اللہ بہا یوم القیامۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا من الناس لاتخذت ابا بکر خلیلا وان صاحبکم خلیل اللہ ÷ ہما للترمذی زاد رزین وما عرضت الاسلام علی احد الا کانت لہ کبوۃ الا ابا بکر فانہ لم یتلعثم فی

ان کی وجاہت کے سبب دشمنوں کو آپ پر کھلے حملہ کی ہمت نہ ہوئی) اور ابو بکر کی حفاظت حق تعالیٰ نے ان کی قوم کے ذریعہ کرائی۔ (کہ ان کے خاندان کا ملک پر رعب واثر تھا) باقی سب کو مشرکین نے پکڑا اور لوہے کے کرتے پہنا کے اور دھوپ میں تپایا۔ کہ ان میں کوئی نہ بچا جس نے (نا قابل برداشت تکلیف سے تنگ آکر بصورت تقیہ) ان کی موافقت نہ کی ہو جو مشرکین چاہتے تھے (کہ کلمۂ کفر کہیں) بجز بلال کے کہ اللہ کے راستہ میں انہوں نے اپنی جان کی نہ خود وقعت سمجھی اور نہ قوم نے وقعت سمجھی۔ پس ان کو پکڑ کر لونڈوں کے حوالہ کر دیا کہ وہ (ان کی گردن میں رسّی باندھ کر مکہ کا گشت لگاتے اور بلال اَحَدٌ اَحَدٌ پکارتے جاتے تھے (اس ذلت وتکلیف سے بچنے کے لئے بھی ان کی موافقت میں خلافِ توحید کوئی لفظ کبھی نہ نکالتے تھے)۔ ف آپ وفات محمدی کے بعد بسوئے شام چلے گئے اور کچھ اوپر ساٹھ برس کی عمر پا کر ۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب

(عروہ) ابو بکر کا نام عبد اللہ ہے اور آپ کے والد عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ اور آپ کی والدہ (کی کنیت) ام الخیر (ہے اور نام) سلمی بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب (ک)۔ ف حضرت صدیق کے والد حضرت عثمان بھی صحابی ہیں۔ کہ فتح مکہ میں اسلام لائے اور ان کی کنیت ابو قحافہ ہے۔ ماں کے سلسلہ نسب میں کبیر کی روایت غلط ہے کہ آپ کی والدہ سلمی ان کے والد کی بھتیجی ہیں حالانکہ بھتیجی کے ساتھ نکاح اہل جاہلیت میں بھی صحیح نہ تھا ... میں مادری نسب نامہ آپ کا اس طرح ہے سلمی بنت

قولہ : (وعنہ) رفعہ : اتانی جبریل واخذ بیدی فارانی باب الجنۃ التی تدخل منہ امتی فقال ابوبکر یارسول اللہ وددت انی کنت معک حتی انظر الیہ فقال صلے اللہ علیہ وسلم اما انک یا ابابکر اول من یدخل الجنۃ من امتی : لابی داود (وعنہ) رفعہ : من انفق زوجین فی سبیل اللہ نودی من ابواب الجنۃ یا عبد اللہ ھذا خیر فمن کان من اھل الصلوۃ دعی من باب الصلوۃ ومن کان من اھل الجہاد دعی من باب الجہاد ومن کان من اھل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ ومن کان من اھل الصیام دعی من باب الریان فقال ابوبکر یارسول اللہ ما علی احد یدعی من تلک الابواب من ضرورۃ فہل یدعی احد من تلک الابواب کلہا؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم نعم وارجوان تکون منہم یا ابابکر : للستۃ الا ابا داود (وعنہ) رفعہ : من اصبح الیوم منکم صائما؟ قال ابوبکر انا قال فمن تبع الیوم منکم جنازۃ؟ قال ابوبکر انا قال فمن اطعم الیوم منکم مسکینا؟ قال ابوبکر انا قال فمن عاد الیوم منکم مریضا؟ قال ابوبکر انا قال صلے اللہ علیہ وسلم ما اجتمعن فی رجل الا دخل الجنۃ : لمسلم

صخر بن عمرو بن کعب کہ سلمی چچازاد بہن تھیں اپنے شوہر ابوقحافہ کی۔ (عائشہؓ) ابوبکر (ایک دن) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ مژدہ باد تم اللہ کے آزاد کئے ہوئے ہو دوزخ سے۔ پس اُس دن سے آپ کا لقب عتیق ہوگیا۔ (ابوہریرہؓ) نع۔ ہمارے نزدیک کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا ہم نے بدلہ نہ دیدیا ہو بجز ابوبکر کے کہ اس کا ہمارے نزدیک وہ احسان ہے جس کا عوض اللہ اس کو قیامت کے دن دے گا۔ اور مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا۔ اور اگر میں آدمیوں میں کسی کو جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ اور تمہارا صاحب (یعنی میں) اللہ کا خلیل ہوں (کہ بجز اللہ کے کسی کو حقیقی دوست نہیں بناتا) اور رزین میں اتنا اضافہ ہے کہ میں نے جس پر بھی اسلام پیش کیا اس کو (قبول کرنے میں کچھ نہ کچھ) جھجک ہوئی بجز ابوبکر کے کہ اُس نے کلمہ پڑھنے میں مطلق توقف نہیں کیا۔ ف حضرت صدیق کے پاس چالیس ہزار درہم تھے اور وہ سب ضعفاء مسلمین کی اعانت اور اسلامی خدمات میں صرف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے مال میں اس طرح بے تکلف تصرف فرماتے تھے جیسا اپنے مال میں۔ اور جس وقت حضرت نے یہ فرمایا کہ ابوبکر کے مال کی برابر مجھے کسی کے مال نے نفع نہیں دیا تو ابوبکر رو دیئے اور کہا کہ میرا مال اور میں خود حضرت ہی کی ملک ہوں۔ مال کی مقدار کتنی ہی ہو سب بے حقیقت ہے اور جس نے بھی ضعف اسلام کے زمانہ میں جتنا خرچ کیا غلبۂ اسلام کے وقت حضرت نے مع شئی زائد اس کا عوض عطا فرما دیا۔ مگر جس محبت واخلاص کے ساتھ عزت وفخر سمجھ کر حضرت صدیق نے خرچ کیا اس کی نظیر کہیں نہیں ملتی لہذا اس کا معاوضہ حق تعالےٰ کے حوالہ ہوا کہ حالتِ قلبیہ کا صلہ مالک القلوب ہی دے سکتا ہے۔ (ایضاً) نع۔ جبریل میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر (مجھے لے گئے) اور جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری اُمت داخل ہوگی۔ پس ابوبکر نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میری خواہش تھی کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا اور وہ دروازہ دیکھتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو اے ابوبکر میری اُمت میں سب سے پہلے شخص ہو کر جنت میں جاؤ گے۔ (د) ف اس میں اشارہ ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت کا کہ جنت کا دروازہ کھلوانا آپ ہی کا منصب ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ دروازہ دیکھنے میں میری معیت کا شوق کیا کرتے ہو تم کو تو جنت کے دخول اور ابدی رہائش میں میری معیت نصیب رہے گی۔ (ایضاً) نع۔ جس نے ایک قسم کی دو چیزیں راہ خدا میں خرچ کیں (کہ روپیہ دیا تو دو عدد اور کپڑا دیا تو دو عدد دو شیزہ) تو اس کو تمامی دروازہ ہائے

لہ قال فی النہایۃ فیہ من انفق زوجین فی سبیل اللہ ابتدرتہ حجبۃ الجنۃ قیل وما زوجان؟ قال فرسان او عبدان او بعیران۔ الاصل فی الزوج الصنف والنوع من کل شئ وکل شئ مقترنین شکلین کانا او نقیضین فہما زوجان وکل واحد منہما زوج یرید من انفق :

(ابو سعیدؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلس علی المنبر فقال ان عبدًا خیرہ اللہ بین ان یؤتیہ زھرۃ الحیاۃ الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عندہ فقال ابو بکر فدیناک یا رسول اللہ بآبائنا وامھاتنا فعجبنا فقال الناس انظروا الی ھذا الشیخ یخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن عبد خیرہ اللہ بین ان یؤتیہ زھرۃ الحیاۃ الدنیا وبین ما عندہ وھو یقول فدیناک بآبائنا وامھاتنا فکان صلی اللہ علیہ وسلم ھو المخیر وابو بکر اعلمنا بہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان من امن الناس علی فی صحبتہ وما لہ ابو بکر ولو کنت متخذًا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام لا تبقین فی المسجد خوخۃ[له] الاخوخۃ ابی بکر ؛ للشیخین والترمذی بلفظہ۔ (عمرؓ) امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نتصدق ووافق ذلک منی مالا فقلت الیوم اسبق ابا بکر ان سبقتہ فجئت بنصف مالی فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما ابقیت لاھلک؟ قلت مثلہ واتی ابو بکر بکل ما عندہ فقال یا ابا بکر ما ابقیت لاھلک؟ قال ابقیت لھم اللہ ورسولہ قلت لا اسبقہ الی شیء ابدا ؛ لابی داود والترمذی (ابو الدرداءؓ) کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل ابو بکر آخذا بطرف ثوبہ حتی ابدا عن رکبتہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اما صاحبکم فقد غامر[له] فسلم فقال انی کان بینی وبین ابن

جنت سے آواز دی جائے گی کہ اے بندۂ خدا یہ (دروازہ) بہتر ہے (ادھر سے آ کہ ہمیں بھی فخر و شرف حاصل ہو) پھر جو شخص اہل نماز سے ہوگا وہ دروازۂ نماز سے بلایا جائے گا۔ اور جو اہل جہاد سے ہوگا وہ دروازۂ جہاد سے بلایا جائے گا۔ اور جو اہل صدقہ سے ہوگا وہ دروازۂ صدقہ سے بلایا جائے گا۔ اور جو اہل صوم سے ہوگا وہ ریان دروازہ سے بلایا جائے گا پس ابو بکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ضرورت تو ہے نہیں کہ کوئی تمام دروازوں سے پکارا جائے (جبکہ اصل مقصود دخول جنت کا ایک دروازہ سے بھی حاصل ہے۔) پس کیا کوئی شخص ایسا ہوگا جس کو (اظہار شرف و احترام کی خاطر) سب دروازوں سے پکارا جائے گا۔ فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ اے ابو بکر تم انہیں میں ہو۔ (ق ی ت) (ایضًا) فع۔ (آنحضرت نے صحابہ سے پوچھا، آج تم میں روزہ کس نے رکھا ہے؟ ابو بکر نے کہا میں نے۔ فرمایا آج کسی جنازہ کے ساتھ تم میں کون جا چکا ہے؟ ابو بکر نے کہا میں۔ فرمایا (کھانا) آج کسی مسکین کو تم میں کون کھلا چکا ہے؟ ابو بکر نے کہا میں۔ فرمایا آج کسی مریض کی عیادت تم میں کون کر چکا ہے؟ ابو بکر نے کہا میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خوبیاں جس شخص میں بھی جمع ہوئیں وہ جنت میں داخل ہوا (س) ف اعمال ثمرات ہیں ایمان کے اور چونکہ ایمان حضرت صدیق کا سب میں زیادہ قوی تھا اس لئے ہر قسم کی طاعت کی طرف لپکتے اور طبعًا راغب ہوتے تھے۔ (ابو سعیدؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ بزمانۂ قرب وفات) ممبر پر بیٹھ کر فرمایا ایک بندہ اللہ نے اختیار دیا کہ اس کو زندگانی دنیا کی لذتیں عطا فرمائے (اور وہ اس کو ترجیح دے کر دنیا میں رہے) یا اُن (نعمتوں) کو جو کہ اللہ کے پاس ہیں (اختیار کرے اور وفات کو ترجیح دے) پس اُس نے اسی کو اختیار کیا جو اللہ کے پاس ہے۔ پس ابو بکر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ہم آپ پر اپنے ماں اور باپ کو قربان کر دیں۔ اس پر ہمیں تعجب ہوا اور لوگ کہنے لگے کہ ان بڑے میاں (ابو بکر) کو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اطلاع دے رہے ہیں کہ ایک بندہ کو اللہ نے اختیار دیا دُنیوی مال و متاع اور اُخروی لذتوں کے درمیان (کہ اُن میں جس کو چاہے انتخاب کرے) اور یہ (بے جوڑ بات) کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ پر اپنے ماں باپ کو قربان کر دیں (مگر چند روز بعد جب حضرت کی وفات ہو گئی تو پتہ چلا کہ) جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور ابو بکر ہم میں سب سے زیادہ دانش مند تھے۔ (کہ اشارۂ نبوی کو فورًا سمجھ گئے۔) پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ

[له] الخوخۃ کوۃ کو تو کوی الضوء الی البیت ومخترق ما بین کل دارین ما علیہ باب ۱۲ قاموس [له] غامر ای دخل فی غمرۃ الخصومۃ ای مغاضبا ۱۲

الخطاب شئ فاسرعت اليه ثم ندمت فسألته ان يغفر لی فابٰی علی فاقبلت اليك فقال يغفر الله لك يا ابا بكر ثلاثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فقال أثمّ ابو بکر؟ قالوا لا فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فجعل وجه النبی صلی الله علیه وسلم یتمعر[1] حتی اشفق ابو بکر فجثی علی رکبتیه وقال والله یا رسول الله انا کنت اظلم مرتین فقال صلی الله علیه وسلم ان الله بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابو بکر صدق وواسانی بنفسه وماله فهل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین فما اوذی بعدها۔ للبخاری (عائشة رضی اللہ عنہا) رفعته: لا ینبغی لقوم فیهم ابو بکر ان یؤمهم غیره۔ للترمذی (عبد اللہ بن زمعة) لما استعز[2] بالنبی صلی الله علیه وسلم وانا عنده فی نفر من الناس دعاه بلال الی الصلوٰۃ فقال صلی الله علیه وسلم مروا ابا بکر یصلی بالناس فخرجت فاذا عمر فی الناس وکان ابو بکر غائبا فقلت یا عمر قم فصلّ بالناس فتقدم وکبر فلما سمع صلی الله علیه وسلم صوته وکان عمر رجلا مجهرا[3] قال فاین ابو بکر؟ یأبی الله ذلك والمسلمون یأبی الله ذلك والمسلمون فبعث الی ابی بکر فجاء بعد ان صلی عمر تلك الصلوٰۃ فصلی

وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر اپنی صحبت (و خدمت گذاری) اور اپنے مال کا خرچ کرنے والا ابو بکر ہے۔ (کہ کبھی کسی خدمت میں دریغ ہی نہیں کیا) اور اگر میں (بجز خدا کے) کسی کو جانی دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا (کہ خلیل بننے کی اہلیت انہیں میں ہے) مگر اسلامی اخوت ہے (سو ان کے ساتھ سب میں زیادہ ہے) مسجد میں کسی کی کھڑکی نہ رہے بجز ابو بکر کی کھڑکی کے (ق ت) ف مسجد نبوی کے گرد جو مکانات تھے صحابہ نے ان میں روشن دان کھول رکھے تھے کہ حضرت کی مسجد میں تشریف آوری معلوم کرتے اور گھر بیٹھے زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ اور بعض نے کھڑکیاں کھول رکھی تھیں کہ اسی سے مسجد میں آتے جاتے تھے۔ قریب وفات آنحضرت نے بجز ابو بکر کے سب دریچے بند کرا دیئے کہ اس میں اشارہ تھا خلافت کی طرف کہ امام مسجد یہی ہوں گے۔ (عمرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ہم کو صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور اتفاق سے اس وقت میرے پاس مال زیادہ تھا پس میں نے (دل میں) کہا اگر بڑھنا ہوا تو آج ابو بکر سے (خیرات میں) بڑھ جاؤں گا چنانچہ میں آدھا مال لے آیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنے بال بچوں کے لئے کتنا چھوڑ آئے؟ میں نے عرض کیا کہ اتنا ہی (ان کے لئے رکھ لیا ہے) اور ابو بکر جو کچھ بھی ان کے پاس تھا سب لے آئے پس آپ نے فرمایا اے ابو بکر تم اپنے بال بچوں کے لئے کتنا چھوڑ آئے؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول (کا نام) چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ ابو بکر پر کبھی کسی امر میں بھی میں نہیں بڑھ سکتا۔ (د ت) ف حضرت عمر کا نصف مال صدقہ اگرچہ مقدار میں ابو بکر کے کل مال سے زیادہ تھا مگر اللہ و رسول کی یہ محبت جس نے پیغمبر کے ایک اشارہ پر گھر کی ساری پونجی لا رکھوائی حضرت صدیق ہی کے لئے مخصوص تھی اور اس کا مقابلہ حضرت عمر بھی نہ کر سکے پھر دوسروں کا کیا پوچھنا۔ (ابو الدرداءؓ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابو بکر اپنے کپڑے کا کنارہ اٹھائے ہوئے کہ گھٹنا بھی کھل گیا تھا تشریف لائے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی یہ بدحواسی دیکھ کر) فرمایا تمہارے رفیق (ابو بکر کی معلوم ہوتا ہے) کسی سے لڑائی ہوئی ہے۔ پس ابو بکر نے سلام کیا اور کہا کہ میرے اور عمر بن الخطاب کے درمیان کچھ قصہ ہو گیا تھا کہ جلدی میں میری زبان سے ان کو کچھ نکل گیا مگر پھر مجھے اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا اس لئے میں حضرت کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ تمہیں معاف کرے اے ابو بکر اس کے بعد حضرت عمر کو (معافی نہ دینے پر) ندامت ہوئی اور وہ ابو بکر کے مکان پر آئے اور پوچھا کیا

[1] یتمعر ای یتغیر ۱۲ کشف [2] استعز ای اشتد المرض به واشرف علی الموت والمعنی غلب علیه المرض ومعناه مجهول ۱۲ [3] مجهر وا لجهار ... جهوری الصوت وضبط علی لفظ اسم فاعل ۱۲

بالناس ؛ وفی روایۃ : لما سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم صوت عمر خرج حتی اطلع رأسہ من حجرتہ ثم قال لا لا لا لیصل بالناس ابن ابی قحافۃ یقول ذلک مغضبًا ؛ لابی داؤد (ابن مسعودؓ) لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فاتاھم عمر فقال ألستم تعلمون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابابکر ان یصلی بالناس؟ فایکم تطیب نفسہ ان یتقدم ابابکر؟ فقالوا نعوذ باللہ ان نتقدم ابابکر ؛ للنسائی (عائشۃؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ مروا ابابکر یصلی بالناس قلت ان ابابکر اذا قام فی مقامک لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل بالناس فقلت لحفصۃ قولی لہ ان ابابکر اذا قام فی مقامک لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل بالناس ففعلت حفصۃ فقال انکن لانتن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس فقالت حفصۃ لعائشۃ ماکنت لاصیب منک خیرًا ؛ وفی روایۃ : قالت لقد راجعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک وما حملنی علی کثرۃ مراجعتی الا انہ لم یقع فی قلبی ان یحب الناس بعدہ رجلا قام مقامہ ابدًا وانی کنت اری انہ من یقوم مقامہ احد الا تشاءم الناس بہ فاردت ان یعدل[1] ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابی بکر ؛ للستۃ الا اباداؤد (ابن عباسؓ) اسلمت ام ابی بکر وام عثمان وام طلحۃ وام الزبیر وام عبد الرحمٰن بن عوف وام عمار بن یاسر وانما سمی عتیق بن عثمان لحسن وجہہ ؛ للکبیر بضعف (ابو ھریرۃؓ) رفعہ عرج بی الی السماء فما مررت بسماء الا وجدت فیھا اسمی محمد رسول اللہ وابو بکر الصدیق من خلفی ؛ للموصلی والاوسط بضعف

وہ موجود نہیں؟ جواب ملا کہ نہیں۔ تب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ بدلنے لگا حتی کہ ابوبکر ڈر گئے (کہ حضرت عمر کو نقصان نہ پہونچ جائے) اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دو مرتبہ عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ زیادتی میری ہی طرف سے تھی۔ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (صاحبو) اللہ نے مجھے تمہاری طرف (رسول بنا کر) بھیجا پس تم نے کہدیا کہ جھوٹ بولتے ہو اور ابوبکر نے کہا کہ سچ فرماتے ہیں (یعنی سب سے پہلے میری تصدیق کی) اور جان اور مال سے میری خدمت کی پس کیا یہ صورت ہو سکتی ہے کہ تم میرے دوست کو میرے لئے چھوڑ دو (کہ میں جانوں اور وہ) پھر اس کے بعد ابوبکر کو کسی نے ایذا نہیں دی۔ (خ) (ف) صحابہ کو حس تھا کہ ابوبکر کے رنج سے محبوب خدا کو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیشہ کے لئے قدر شناس ہو گئے۔ بگر وائے ان پر کہ تیرہ سو برس بعد بھی ایذا سے باز نہیں آتے اور وہ بھی بلا وجہ محض اپنے زعم پر کہ خلافت کا حق نہ تھا۔ اس نوع کی بے سر و پا عداوت کی نظیر بھی بجز اہل تشیع کے دُنیا میں شاید کہیں نہ ملے گی۔ (عائشہؓ) فع۔ کسی قوم کے لئے کہ جن میں ابوبکر موجود ہو زیبا ہی نہیں کہ ان کے سوا دوسرے کو امام بنائے۔ (ت) (عبداللہؓ بن زمعہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وصال میں شدت ہوئی اور میں چند نفر سمیت آپ کے پاس بیٹھا تھا کہ بلال آپ کو نماز کے لئے بلانے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز پڑھانے کی طاقت نہ پاکر) ارشاد فرمایا ابوبکر سے کہدو کہ نماز پڑھائیں۔ پس میں باہر آیا تو دیکھا حضرت عمر لوگوں میں موجود ہیں اور ابوبکر موجود نہیں۔ لہٰذا میں نے کہا کہ اے عمر اُٹھو نماز پڑھا دو۔ چنانچہ وہ آگے (مصلی پر) بڑھے اور کہا اللہ اکبر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی آواز سُنی کہ عمر بلند آواز تھے تو فرمایا ابوبکر کہاں ہیں (امام کیوں نہ بنے) یہ صورت (کہ کوئی دوسرا امام بنے) نہ اللہ کو پسند آتی ہے نہ مسلمانوں کو۔ دو بار فرمایا۔ پس ابوبکرؓ کے پاس آدمی بھیجا گیا اور وہ آئے جبکہ عمر یہ نماز پڑھا چکے۔ پس ابوبکر نے نماز پڑھائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی

[1] قولہ ذلک مفعول لا وردت آخرو اعترض بین الفعل والفاعل او منصوب بنزع الخافض ای یعدل ذلک ۱۲

(موسیٰ[16] بن عقبۃ) لا نعلم اربعۃ ادرکوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابناؤھم الا ھؤلاء الاربعۃ ابو قحافۃ وابو بکر وعبد الرحمٰن وابو عتیق بن عبد الرحمٰن واسمہ محمد[17] ؛ للکبیر بخفی (عائشۃ[17]) توفی ابو بکر لیلۃ الثلاثاء ودفن لیلاً للکبیر (الھیثم[18] بن عمران) سمعت جدی یقول توفی ابو بکر وفیہ طرف من السل[19] وولی سنتین ونصفا ؛ للکبیر

مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ابن[1] اسحاق) ھو عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی ابن کعب بن لوی وامہ خلیثمۃ بنت ھشام بن المغیرۃ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم ؛ للکبیر (جابر[2]) قال عمر لابی بکر یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر اما انک ان قلت ذلک فلقد سمعت رسول اللہ

اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کی آواز سنی تو سر مبارک حجرہ شریفہ سے باہر نکال کر فرمایا نہیں نہیں نہیں۔ نماز ابن ابی قحافہ (ابو بکر) پڑھائے اور یہ غصہ کیساتھ فرمایا۔ (د) ف ممکن ہے حضرت عمر نے یہ ارشاد سن کر نماز توڑ دی ہو اور حضرت ابو بکر نے آکر نماز پڑھائی ہو اور پہلی حدیث میں نماز پڑھ چکنے کا مطلب یہ ہو کہ نماز شروع کر دی یا یہ ایک دو رکعت پڑھا چکے۔ (ابن مسعود[11]) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو انصار نے (مہاجرین سے) کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہونا چاہیئے اور ایک امیر تم میں سے پس حضرت عمر ان کے پاس آئے اور فرمایا آپ صاحبوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اخیر حیات میں) نماز پڑھانے پر ابو بکر کو مامور فرمایا تھا تم میں سے کس کا دل خوش ہو گا کہ ابو بکر سے آگے بڑھے (اور امیر و امام بننا پسند کرے) سب نے کہا ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ابو بکر سے آگے بڑھیں (ن) (عائشہ[12]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں فرمایا ابو بکر کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا کہ ابو بکر جب آپ کی جگہ (خالی پا کر) خود کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو (قرآن) سنا بھی نہ سکیں گے لہٰذا عمر کو حکم دیجئے کہ وہ نماز پڑھائیں پھر میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ تم حضرت سے عرض کرو کہ ابو بکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو گریہ کے سبب لوگوں کو قرآن سنا بھی نہ سکیں گے لہٰذا عمر کو حکم دیجئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ پس حفصہ نے اس پر عمل کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس چپ رہو تم تو حضرت یوسف (کیساتھ قصہ کرنے والی) عورت بن گئیں (کہ ان کی طرح پیغمبر کی خلاف مزاج باتیں کر رہی ہو) تب حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا میں ایسی کہاں تھی کہ تم سے کبھی مجھے بھلائی نصیب ہوتی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عائشہ نے فرمایا کہ میں نے اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار عرض کیا اور اس بار بار عرض کرنے کا محرک یہ تھا کہ میرے خیال میں آیا ہی نہیں کہ لوگ اس شخص سے کبھی محبت کریں گے جو آپ کی جگہ کھڑا ہو گا بلکہ میں تو یہ سمجھتی تھی کہ جو بھی آپ کے قائم مقام ہو گا لوگ اسے منحوس سمجھیں گے (کہ نہ حضرت دنیا سے رخصت ہوتے نہ یہ جانشین ہوتا) لہٰذا چاہتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کو اس (بدشگونی) سے بچالیں۔ (ق ت ی ط) ف مگر نتیجہ اس کے برعکس نکلا کہ حضرت صدیق تمامی صحابہ اور دنیا بھر کے صلحاء امت کے حد سے زیادہ محبوب بنے۔ (ابن عباس[13]) والدہ ابو بکر و والدہ عثمان والدہ طلحہ والدہ زبیر والدہ عبد الرحمٰن بن عوف اور والدہ عمار بن یاسر (سب عورتیں) ایمان لائیں اور (ابن عثمان[14]) (یعنی ابو بکر) کا نام عتیق بوجہ حسن صورت کے رکھا گیا (ک) ف کہ حسین زیادہ تھے مگر اصل وجہ تسمیہ عتق من النار ہے جو گذشتہ حدیث میں آچکی (ابو ہریرہ[15]) (نع) مجھے آسمانی معراج ہوئی تو جس آسمان پر بھی میرا گذر ہوا میں نے اس میں اپنا نام محمد رسول اللہ اور اپنے پیچھے ابو بکر صدیق (لکھا ہوا پایا۔ (ص د) (موسیٰ[16] بن عقبہ) چار نسلیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا (اور سب صحابی بنے) ہمارے علم میں بجز ان کے کوئی نہ تھا۔ ابو قحافہ اور (ابو بکر) اور (عبد الرحمٰن اور) (ابو عتیق بن عبد الرحمٰن

صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر ؕ (ابن عمر) رفعہ: اللّٰھم اعز الاسلام باحب
ھذین الرجلین الیک بابی جھل بن ھشام او بعمر بن الخطاب قال وکان احبھما الیہ عمر ؕ ھما للترمذی. (وعنہ)
لما اسلم عمر اجتمع الناس عند دارہ فقالوا صبأ عمر وانا غلام فوق ظھر بیتی فجاء رجل علیہ قباء دیباج فقال
صبأ عمر فماذاک فانا لہ جار فرأیت الناس تصدعوا عنہ فقلت من ھذا؟ قالوا العاص بن وائل ؕ للبخاری
(وعنہ) رفعہ: ان اللہ تعالیٰ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ وقال ابن عمر ما نزل بالناس امر قط فقالوا وقال
فیہ عمر الا نزل فیہ القرآن علی نحو ما قال فیہ عمر ؕ للترمذی (عقبۃ بن عامر) رفعہ: لقد کان فیمن کان
قبلکم ناس محدثون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فانہ عمر ؕ للشیخین (ابن مسعود) ما زلنا
اعزۃ منذ اسلم عمر ؕ للبخاری (ابو سعید) رفعہ: بینا انا نائم رأیت الناس یعرضون وعلیھم قمص فمنھا ما
یبلغ الثدی ومنھا ما یبلغ دون ذلک وعرض علیّ عمر علیہ قمیص یجرہ قالوا فما اولتہ یا رسول اللہ؟ قال
الدین ؕ للشیخین والترمذی والنسائی (ابن عمر) رفعہ: بینا انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت منہ حتی انی

جن کا نام محمد تھا. (ک) (عائشہ) ابو بکر کی وفات شب سہ شنبہ میں ہوئی اور رات ہی میں دفن ہوئے. (ک) (ہیثم بن
عمران) میں نے اپنے دادا سے سنا کہ ابو بکر کی وفات مرض سِل کے اثر سے ہوئی اور ڈھائی سال خلافت کی (ک)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب

(ابن اسحاق) آپ کا نسب اس طرح ہے عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح
ابن عدی بن کعب بن لوی. اور آپ کی والدہ خنیثمہ دختر ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم (ک) ف اس رشتہ
سے ابو جہل آپ کا ماموں ہوا کہ ہشام کا بیٹا تھا مگر اسد الغابہ نے آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم اور ہشام حقیقی
بھائی تھے لہٰذا آپ کی والدہ ابو جہل کی چچا زاد بہن ہوئیں اور غالباً یہی صحیح ہے. (جابر) حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کو
اے بہترین مردمان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہکر پکارا تو ابو بکر نے فرمایا اچھا تم نے یہ کہا تو (میں بھی تمہاری
فضیلت سناتا ہوں کہ) میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جن پر آفتاب طلوع ہوا ان میں عمر سے
بہتر کوئی نہیں ہے. (ابن عمر) رفع. بار الٰہا ان دو شخصوں یعنی ابو جہل بن ہشام اور عمر بن خطاب میں جو بھی تجھے پیارا ہو
(اسکو توفیق ایمان دیکر) اسلام کو غلبہ نصیب فرما. چنانچہ اللہ کو پیارے حضرت عمر تھے (کہ مرید نہیں بلکہ مراد قبولیتِ
دعاء محمدی بن کر سبب غلبۂ اسلام قرار پائے) ت (ایضاً) جب حضرت عمر اسلام لائے تو ان کے گھر کے پاس لوگ جمع
ہوگئے کہ کہتے تھے عمر لامذہب ہوگیا اور میں (اسوقت) بچہ تھا اپنے گھر کی چھت پر (کھڑا سُن رہا) تھا. دفعتہً ایک
شخص آیا جس پر دیباج کی قبا تھی اور اس نے کہا عمر لامذہب ہوگیا تو کیا ہے. میں اس کا حامی ہوں (اور وہ میری
پناہ میں ہے) پس میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہاں سے منتشر ہوگئے (اور کوئی آپ کو ایذا نہ پہونچا سکا) میں نے پوچھا
یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا عاص بن وائل ہے. (خ) ف حضرت عمر کے دُور کے رشتہ سے ماموں. (ایضاً) رفع.
حق تعالےٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق (جاری) کیا ہے. اور ابن عمر کہتے ہیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ لوگوں کو کوئی واقعہ پیش
آیا ہو اور ان کی رائے کچھ ہوا اور عمر کی رائے کچھ مگر کہ قرآن اسکے موافق اُترا جو عمر نے فرمایا. (ت) (عقبہ بن عامر)
رفع. تم سے پہلے زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نبی نہ تھے مگر ان کو الہام ہوتا تھا پس میری اُمت میں اگر کوئی ایسا
ہے تو عمر ہے (ق) ف تردد مراد نہیں بلکہ جیسے کوئی کہے کہ کوئی رحیم وکریم ہے تو بس اللہ جل جلالہٗ ہے. اسی طرح

لاری الری یخرج من اظافیری ثم اعطیت فضلی عمر قالوا فما اولت ذلک یا رسول اللہ؟ قال العلم (ابوھریرۃ)
رفعہ: بینا انا نائم رأیتنی علی قلیب علیہ دلو فنزعت منہ ماشاء اللہ ثم اخذھا ابن ابی قحافۃ فنزع بھا ذنوبا
او ذنوبین وفی نزعہ ضعف واللہ یغفر لہ ثم استحالت غربا فاخذھا ابن الخطاب فلم ار عبقریا من الناس
ینزع نزع عمر حتی ضرب الناس بعطن: ھما للشیخین والترمذی (عمر) استأذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فی العمرۃ فاذن لی وقال لا تنسانا یا اخی من دعائک او قال اشرکنا یا اخی فی دعائک فقال کلمۃ ما یسرنی ان
لی بھا الدنیا: للترمذی وابی داود بلفظہ (بریدۃ) خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض مغازیہ فلما
انصرف جاءت جویریۃ سوداء فقالت نذرت وجعلت تضرب: زاد رزین: وتقول طلع البدر علینا من
ثنیات الوداع۔ وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع: ثم اتفقا فدخل ابو بکر وھی تضرب ثم دخل علی وھی
تضرب ثم دخل عثمان وھی تضرب ثم دخل عمر فالقت الدف تحت استھا وقعدت علیھا فقال صلی اللہ
علیہ وسلم ان الشیطان لیخاف منک یا عمر انی کنت جالسا وھی تضرب فدخل ابو بکر وھی تضرب
ثم دخل علی وھی تضرب ثم دخل عثمان وھی تضرب فلما دخلت انت یا عمر القت الدف

حضرت عمرؓ کے اُمت محمدیہ میں مُلہَم اور صائب الرائے ہونے کا اظہار ہے کہ اُمتِ محمدیہ افضل ترین اُمم ہے پس
دوسری اُمتوں میں اگر دو چار مُلہَم تھے تو اس اُمت میں ہزاروں ہیں جن میں افضلیت حضرت فاروق کو ہے۔ (ابن مسعود)
جس وقت سے عمر اسلام لائے ہم ہمیشہ باعزت و غالب رہے (خ) (ابو سعید) فع۔ میں سو رہا تھا کہ (خواب میں)
دیکھا لوگ مجھ پر پیش کئے جا رہے ہیں کسی (کے بدن) پر کورتہ ہے چھاتیوں تک اور کسی پر اس سے بھی کم مگر عمر مجھ پر
پیش کئے گئے تو ان پر کورتہ (اتنا نیچا تھا) کہ اسکو (زمین پر) کھینچتے تھے۔ صحابہ نے پوچھا پھر آپ نے اس کی کیا تعبیر
سمجھی یا رسول اللہ؟ فرمایا۔ (ق ت ی) ف کہ ان کے زمانۂ حکومت میں دین کو خوب قوت اور وسعت حاصل
ہوگی۔ کہ جس طرح کورتہ بدن انسان کو گرمی و سردی کی تکلیف سے بچاتا اور لوگوں کی نظروں میں عزت بخشتا ہے
اسی طرح دین انسان کے لئے ہر تکلیفِ آخرت سے محافظ اور دارین میں جاہ و عزت بخشنے والا ہے۔ (ابن عمرؓ) نع۔ میں
حالتِ خواب میں تھا کہ دودھ کا ایک پیالہ میرے پاس لایا گیا پس میں نے اس میں سے پیا حتی کہ سیرابی اپنے ناخنوں
سے ٹپکتی ہوئی دیکھتا تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنا (جھوٹا) بچا ہوا عمر کو دیدیا۔ صحابہ نے پوچھا اس کی تعبیر کیا ہوئی یا رسول
اللہ؟ فرمایا علم (ق ت) ف جس طرح دودھ غذا ہے بدن کی۔ علم اصل غذا ہے روح کی۔ اور اسی علم دین میں حظ
وافر پانے کا ثمرہ ہے موافقتِ وحی اور تراویح وغیرہ کا اہتمام۔ کہ آج بقاء قرآن میں ساری اُمت آپ کی مرہونِ
منت ہے۔ (ابوہریرہؓ) نع۔ بحالتِ خواب میں نے اپنے آپ کو بغیر من کے کنوئیں پر دیکھا کہ اس پر ایک ڈول
پڑا ہے پس میں نے اس سے پانی کھینچا جتنا بھی اللہ نے چاہا۔ پھر اسکو ابوبکر نے لیا اور ایک دو ڈول کھینچے۔
اور ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی۔ اور اللہ بخشے ان کی کمزوری کو ذکر اشارہ ہے خلافت کا زمانہ قلیل اور
فتنۂ ارتداد و نبوتِ کاذبہ کے دفع میں مُبتلا رہنے کی طرف۔ کہ وقتی نزاکت بصورتِ ضعف متمثل ہوئی
پھر وہ ڈول (بڑا ہوکر) چرس بن گیا تو اس کو عمر نے لیا۔ پس میں نے لوگوں میں کوئی قوی نہیں دیکھا جو عمر کا سا
کھینچنا کھینچ سکے حتی کہ لوگوں نے اونٹوں کو سیراب کر کے زمین پر (اطمینان سے) بٹھا دیا۔ (ق ت) ف
اشارہ ہے درازیٔ مدتِ خلافت اور کثرتِ فتوحات اور وسعتِ ارزاق و غنائم کی طرف۔ (عمرؓ) میں نے

وجلست عليه (عائشة[13]) ذكرت قصة لعب الحبشة وفيه: فقال صلى الله عليه وسلم انى لانظر الى شياطين
الجن والانس يفرون من عمر؛ هما للترمذى (سعد[14]) استأذن عمر على النبى صلى الله عليه وسلم وعنده نسوة
من قريش يكلمنه عالية اصواتهن على صوته فلما استأذن عمر عليه قمن يبتدرن الحجاب فاذن له فدخل وهو صلى
الله عليه وسلم يضحك فقال عمر اضحك الله سنك يا رسول الله بابى وامى ما اضحكك؟ قال عجبت من هؤلاء
اللاتى كن عندى فلما سمعن صوتك ابتدرن الحجاب قال عمر فانت يا رسول الله لاحق ان يهبن ثم قال عمر
اى عدوات انفسهن اتهبننى ولا تهبن رسول الله صلى الله عليه وسلم قلن نعم انت افظ واغلظ من رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال صلى الله عليه وسلم ايه يا ابن الخطاب والذى نفسى بيده ما لقيك الشيطان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کرنے کے لئے (سفر کی) اجازت چاہی. تو آپ نے مجھے اجازت دی اور فرمایا
بھائی ہمیں دعا میں نہ بھولنا. یا یہ فرمایا بھائی ہمیں بھی دعا میں شریک رکھنا. (یہ بھائی کا) کلمہ آپ نے ایسا فرمایا
کہ اس کے بدلے مجھے ساری دنیا بھی ملے تو مسرت نہ ہو. (ت د). (بریدۃ[11]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں
گئے تھے جب واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام لڑکی آئی اور کہا میں نے منت مانی تھی کہ اللہ آپ کو ساتھ خیریت
کے لائے گا تو آپ کے سامنے دف بجا کر گاؤں گی. آپ نے اس سے فرمایا اگر منت مانی تھی تو بجالے ورنہ نہیں. بولی منت
ہی مانی تھی اور دف بجانا شروع کر دیا. رزین میں اتنا زائد ہے کہ یہ شعر گانے لگی ؎ طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا اللہ داع. آگے متفقہ روایت ہے کہ پس ابوبکر آئے اور وہ بجاتی رہی. پھر علی آئے اور وہ بجاتی
رہی. پھر عثمان آئے اور وہ بجاتی رہی. پھر عمر آئے تو وہ دف کو اپنے سرین کے نیچے ڈال کر اس پر بیٹھ گئی. پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک شیطان ڈرتا ہے تم سے اے عمر کہ میں بیٹھا تھا اور وہ دف بجاتی رہی. پھر ابوبکر آئے
اور وہ بجاتی رہی پھر علی آئے اور وہ بجاتی رہی پھر عثمان آئے اور وہ بجاتی رہی مگر جب تم آئے تو دف کو ڈال کر اس پر
بیٹھ گئی. (ت) ف لڑکی نو عمر اور سیاہ فام تھی کہ فتنہ کا احتمال نہ تھا اور جہاد کے خطرناک موقع سے پیغمبر کی بعافیت
واپسی نعمت الٰہیہ تھی اور اس پر مباح خوشی کا اظہار قربت وعبادت تھی کہ منت صحیح اور واجب الادا ہو گئی اس لئے
حضرت نے اجازت دی. مگر صورت مشابہ لہو ولعب کے ضرور ہے گو اس موقع خاص پر حکم بدل گیا لہٰذا حضرت عمر
کی آمد ان کے تشدد فی الدین کے سبب اس کی بھی متحمل نہ ہوئی (عائشہ[13]) آپ نے حبشیوں کے نیزہ بازی کا قصہ بیان کیا
اور اسی میں یہ بھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں انسان وجنات ہر دو قسم کے شیطانوں کو دیکھتا ہوں
کہ وہ عمر سے بھاگتے ہیں (اور صورتِ لہو ولعب کو بھی قائم نہیں رکھ سکتے.) ت. (سعد[14]) عمر نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آنے کے لئے اذن مانگا اور آنحضرت کے پاس چند قریشی عورتیں (ازواج مطہرات) بیٹھی تھیں. کہ آپ
سے (نفقہ کی بیشی کے متعلق) اونچی آواز سے گفتگو کر رہی تھیں. پس جب عمر نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو وہ اٹھ کر
پردہ کی طرف لپکیں. پس حضرت نے ان کو اذن دیا اور وہ اندر آئے تو حضرت ہنس رہے تھے. عمر نے کہا اللہ آپ
کے دندان مبارک کو ہنساتا رہے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا سبب ہوا ہنسنے کا؟ فرمایا مجھے ان
عورتوں پر تعجب ہوا کہ میرے پاس (غل مچا رہی) تھیں. جب تمہاری آواز سنی تو جلدی سے پردہ میں ہو گئیں. عمر نے
کہا یا رسول اللہ ان کو آپ سے زیادہ ڈرنا چاہیئے. اور اس کے بعد (عورتوں سے خطاب کیا کہ) اے اپنی جانوں کی
دشمنو کیا مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ وہ بولیں ہاں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سالكا فجًا الا سلك فجًا غير فجك ۔ (انس وابن عمر) ان عمر قال وافقت ربي في ثلاث قلت يا رسول الله لو اتخذنا
من مقام ابراهيم مصلى فنزلت واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى وقلت يا رسول الله يدخل على نسائك البر
والفاجر فلو امرتهن يحتجبن فنزلت آية الحجاب واجتمع نساء النبي صلى الله عليه وسلم في غيرة فقلت عسى ربه
ان طلقكن ان يبدله ازواجا خيرا منكن فنزلت كذلك ۔ وفي رواية: حتى آتيت احدى نسائه فقالت يا عمر اما
في رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يعظ نسائه حتى تعظهن انت؟ فانزل الله عسى ربه ان طلقكن الآية ۔ و
في أخرى: وافقت ربي في ثلاث في مقام ابراهيم وفي الحجاب وفي اسارى بدر ردهما للشيخين (يحيى بن سعيد)
ان عمر كان يحمل في العام الواحد على اربعين الف بعير يحمل الرجل الى الشام على بعير والرجلين الى العراق على
بعير فجاءه رجل من اهل العراق فقال احملني وسحيما فقال له عمر انشدتك بالله اسحيم زق؟ قال نعم ۔

وسلم سے زیادہ سخت گو اور سخت مزاج ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واہ واہ اے ابن الخطاب قسم ہے اس
ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جب کبھی شیطان کسی راستہ میں تجھے مل گیا تو تیرا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ چلنے پر
مجبور ہوا (ق) ف ایک ہیبت ہوتی ہے بزرگی کی جیسے پیر کا خوف مرید کے دل میں۔ اور ایک ہیبت ہوتی ہے گرفت
اور تندخوئی کی جیسے کوتوال سے ڈر نا رعایا کا۔ چونکہ طبیعت محمدیہ میں شفقت و رحمت کا غلبہ تھا اس لئے عظمت و جلالت
کی ہیبت ہوتے ہوئے عام صحابہ میں بے تکلفی کی شان آگئی تھی چہ جائیکہ ازواج مطہرات۔ لہٰذا شوہر کی عطاؤں سے دنیا
کو مالا مال ہوتا دیکھ کر اپنے زاہدانہ نان و نفقہ میں زیادتی کا مطالبہ ناز کیساتھ کرنے لگیں۔ مگر حضرت فاروق میں تشدد
اور گرفت کا غلبہ تھا شیطان بھی ڈرتا اور راستہ کترا تا تھا اور بسا اوقات سیاست میں یہ مفید پڑتا ہے اس لئے بیٹے کی اس
ہیبت نے ماؤں کے دلوں پر بھی اثر ڈالا اور وہ چپ ہو گئیں۔ (انس اور ابن عمر) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے تین باتوں میں
اپنے رب سے موافقت پائی ہے (کہ وحی ربانی کا نزول میری درخواست کے موافق ہوا) میںؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے (کہ بعد طواف اس جگہ دو رکعت پڑھتے) پس یہ آیت نازل ہوئی واتخذوا
من مقام ابراہیم مصلی۔ اور میںؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی ازواج پر باوجودیکہ وہ چادر وغیرہ میں مستور
ہوتی ہیں مگر آپ سے مسائل پوچھنے گچھنے کے لئے) بھلے برے سب طرح کے آدمی گھر میں آتے ہیں۔ پس کاش آپ ان
کو حکم دیتے کہ بالکل پردہ میں چلی جایا کریں۔ چنانچہ پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ (اور ان کو برقعہ پوش ہو کر بھی غیر کے
سامنے آنے کی ممانعت ہو گئی) اور رشکؓ کے قصہ میں ازواج مطہرات نے (ایک رائے پر) اتفاق کیا تو میں نے
کہا عجب نہیں کہ آنحضرت اگر تم کو طلاق دیدیں تو آپ کا رب بدلے میں تم سے بہتر عورتیں آپ کو عطا فرمادے۔ چنانچہ اسی
طرح آیت عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً کا نزول ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اپنے
رب سے تین باتوں میں موافقت کھائی۔ مقامؓ ابراہیم کے متعلق اور پردہؓ کے مسئلہ میں اور قیدیانؓ بدر کے
معاملہ میں۔ (ق) ف ذات محمدی تمام اوصاف کمالیہ کی جامع تھی۔ اور ہر صفت کمالیہ کے لئے ایک خاص نور
ہے جو حضرات صحابہ میں منقسم ہو کر ہر صحابی کو ایک ایک مخصوص صفت میں ممتاز بنایا گیا۔ چنانچہ الہام اور دل
و زبان پر حق کا جاری ہونا حضرت فاروق کے حصہ میں آیا اور اسی کا ثمرہ تھا کہ امر حق نزول وحی سے قبل ان کے
قلب پر خطور کرتا اور پھر اس کی موافقت میں حکم الٰہی نازل ہو جاتا تھا ایسی موافقت کے قصے آپ کے متعلق علماء
نے پندرہؓ شمار کئے ہیں جن میں چار اس حدیث کی دو روایتوں میں بیان ہوئے۔ رشک کا قصہ مختصراً یہ ہے کہ حضرت

المالك (المسور[۱۷]) لما طعن عمر جعل يألم فقال له ابن عباس وكأنه يجزعه يا امير المؤمنين ولا كل ذلك لقد صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحسنت صحبته ثم فارقك وهو عنك راض ثم صحبت ابا بكر فاحسنت صحبته ثم فارقك وهو عنك راض ثم صحبت المسلمين فاحسنت صحبتهم ولئن فارقتهم لتفارقنهم وهم عنك راضون قال اما ذكرت من صحبة رسول الله صلى الله عليه وسلم ورضاه فانما ذلك منٌّ من الله به عليّ واما ما ذكرت من صحبة ابي بكر ورضاه فانما ذلك منٌّ من الله به عليّ واما ما ذكرت من جزعي فهو من اجلك ومن اجل اصحابك[۱] والله لو ان لي طلاع الارض[۲] ذهبا لافتديت به من عذاب الله قبل ان اراه: للبخاري. (ابن عباس[۱۸]) اني لواقف في قوم يدعون لعمر وقد وضع على سريره فتكنفه الناس يدعون ويصلون قبل ان يرفع فلم يرعني الا رجل اخذ بمنكبي فاذا علي فترحم على عمر وقال ما خلفت احدا احب الي ان القى الله بمثل عمله منك وايم الله ان كنت لاظن ان يجعلك الله مع صاحبيك لاني كنت كثيرا اسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ذهبت انا وابو بكر وعمر ودخلت انا وابو بكر

کو شہد سے رغبت تھی۔ حضرت زینب نے اپنی باری کے دن حضرت کو شہد پلایا کہ ان کے پاس کہیں سے آیا اور انہوں نے حضرت کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ عائشہ صدیقہ کو رشک ہوا اس لئے حضرت حفصہ کو اپنے ساتھ ملا کر منصوبہ گانٹھا کہ جس کے پاس حضرت تشریف لائیں وہ کہے کہ دہن مبارک سے بُو آرہی ہے چنانچہ اس پر عمل ہوا اور حضرتؐ کو بدبو سے چونکہ نفرت زیادہ تھی اس لئے یہ سمجھ کر کہ شہد میں بو ہو گی اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ سورۂ تحریم میں یہ قصہ مذکور ہے اور حضرت عائشہ وحفصہ پر عتاب ہوا ہے۔ قیدیانِ بدر کا قصہ یہ تھا کہ جنگ بدر میں ستر کفار مارے گئے اور ستر قید کر کے مدینہ لائے گئے۔ تو ان کے متعلق آنحضرتؐ نے مشورہ فرمایا کہ کیا کرنا ہے۔ حضرت عمر کی رائے ہوئی کہ ہر ایک قیدی کو اس کا رشتہ دار مسلمان قتل کرے۔ اور حضرت صدیق کی رائے ہوئی کہ خون بہا مال لے کر رہا کر دیا جائے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا میلانِ خاطر بھی احسان وجان بخشی کی طرف تھا۔ اس لئے رہائی عمل میں آئی مگر بعد میں وحی کا نزول فاروقی رائے کی موافقت میں ہوا۔ تاہم تجویز محمدی بدستور بحال رہی اور وہی نتیجہ کے لحاظ سے موجب برکات وحسنات قرار پائی۔ (یحییٰ بن سعید[۱۶]) حضرت عمر سال بھر میں چالیس ہزار اونٹ (مجاہدین کو) سواری کے لئے دیا کرتے تھے۔ شام کی طرف جانے والے کو فی کس ایک اونٹ اور عراق کے لئے دو شخصوں کے لئے ایک اونٹ۔ پس عراق کا ایک باشندہ آپ کے پاس آیا اور کہا مجھے اور سُحیم کو ایک اونٹ دیدیجئے۔ (کہ سحیم مشکیزہ کو کہتے ہیں مگر اس نے ایک اونٹ سالم لینے کے لئے دھوکا دینا چاہا۔ گویا سحیم آدمی کا نام ہے۔ مگر فراستِ فاروقی دھوکا نہ کھا سکی) اور آپ نے اس سے فرمایا تجھے خدا کی قسم (سچ بتا کہ) سُحیم مشکیزہ ہی کو ہے؟ اس نے کہا جی ہاں (ط)۔ (مسور[۱۷]) جب حضرت عمر (ابو لؤلؤ مجوسی غلام کے خنجر سے) زخمی ہوئے تو (آہ وغیرہ کے ذریعہ) دُکھن کا اظہار فرمانے لگے۔ ابن عباس نے تسلی دینے کے طور پر فرمایا اے امیر المؤمنین یہ (جزع فزع) کچھ نہ ہونا چاہیئے کہ آپ نے صحبت پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حق صحبت بخوبی انجام دیا۔ پھر آنحضرتؐ (دنیا سے) رخصت ہوئے درانحالیکہ آپ سے نہایت خوش تھے۔ اس کے بعد آپ کو صحبت ملی ابوبکر کی اور آپ نے حق صحبت کو خوبی کیساتھ ادا کیا۔ پھر وہ رخصت ہوئے۔ درانحالیکہ آپ سے خوش تھے۔ پھر آپ نے صحبت رکھی مسلمانوں سے اور ان کے حق خدمت کو خوب ادا کیا اور اگر آپ ان سے رخصت ہوں گے تو ایسی حالت میں ہوں گے کہ وہ سب آپ سے خوش ہیں۔ (اور یہ

[۱] یعنی من اجل انک واصحابک تکثرون شراء العلوج بالمدینۃ لان العباس کان اکثر الصحابۃ رقیقا ۱۲
[۲] طلاع الارض ککتاب ما یملؤہا حتی لطلع عنہا ویسیل ۱۲

وعمر وخرجتُ انا وابو بکر وعمر فان کنت لارجو لاظن ان یجعلک اللہ معھما ؛ للشیخین. (ابن شہابؒ) قال عمر
ابن عبد العزیز لابی بکر بن سلیمان من اول من کتب امیر المؤمنین؟ فقال اخبرتنی الشفاء بنت عبد اللہ
وکانت من المہاجرات الاول ان لبید بن ربیعۃ وعدی بن حاتم قدما المدینۃ فاتیا المسجد فوجدا عمرو
ابن العاص فقالا لہ استأذن لنا علی امیر المؤمنین فقال انتما واللہ اصبتما اسمہ فھو الامیر ونحن المؤمنون
فدخل علی عمر فقال السلام علیک یا امیر المؤمنین فقال ما ھذا؟ فقال انت الامیر ونحن المؤمنون فجری
الکتاب من یومئذ ؛ (ابن مسعودؓ) رکب عمر فرسا فرکضہ فانکشفت فخذہ فرأی اھل نجران علی فخذہ
شامۃ سوداء قالوا ھذا الذی نجد فی کتابنا انہ یخرجنا من ارضنا ؛ ھما للکبیر. (عمرؓ) کنت اشد الناس
علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبینا انا فی بعض طرق مکۃ اذ رآنی رجل من قریش فقال این تذھب یا ابن الخطاب
قلت ارید ھذا الرجل قال تقول ھذا وقد ذھبت الیہ اختک فرجعت مغضبا حتی قرعت علیھا الباب
وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اسلم بعض من لا شیء لہ ضم الرجل والرجلین الی الرجل ینفق علیہ

سب علامات اُخروی راحت اور معیت رسول کی ہیں جس کے حصول کا وقت آنے پر خوش ہونا چاہئے نہ
کہ درد وغم) آپ نے فرمایا یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور خوشنودی کا تم نے ذکر کیا سو محض
احسان ہے جو اللہ نے مجھ پر کیا اور یہ جو ابوبکر کی صحبت اور خوشنودی کا تم نے ذکر کیا سو یہ بھی محض انعام ہے۔
جو اللہ نے مجھ پر کیا اور یہ جو میری جزع فزع کا تذکرہ کیا سو یہ تمہاری اور تمہارے رفقاء کی وجہ سے ہے۔ اور واللہ
اگر زمین کے بھراؤ کے موافق میرے پاس سونا ہو تو عذاب الٰہی کے بدلے دے ڈالوں اس سے پہلے کہ عذاب کو
دیکھوں۔ (خ) **ف** مطلب یہ ہے کہ مجھے حق تعالیٰ نے فتن ومصائب اُمت کا بند دروازہ بنایا تھا کہ اب میرے بعد
اس کے کھلنے سے تم جن پریشانیوں میں مبتلا ہو گے ان کا تصور مجھ سے جزع فزع کرا رہا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ
تم لوگ مجوسی غلاموں کی رغبت رکھ کر ان کو مدینہ میں بھرنے لگے کہ آج انہیں کے ہاتھوں مجھے کاری زخم لگا۔ پس
یہ کرب جو بشری اقتضا ہے تم صاحبوں کی بدولت ہے۔ بایں ہمہ حق تعالیٰ کی بے نیازی اور عذاب سے بھی
نڈر نہیں کہ دنیا بھر کا مال فدیہ میں دیکر ہی نجات ملے تو نعمت ہے۔ یہ آپ کے کمالِ ایمان کا ثمرہ تھا کہ مقربان
را بیش بود حیرانی۔ (ابن عباسؓ) میں بھی ان لوگوں میں کھڑا تھا جو عمر کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے جب اُن
کو (غسل دے کر) جنازہ پر رکھا گیا تو لوگوں نے چار طرف سے ان کو گھیر لیا کہ دعائیں دیتے اور اس سے
قبل کہ جنازہ اُٹھایا جائے (اُن پر نزول رحمت وترقی درجات کی اللہ سے) دعائیں مانگتے تھے۔ یکایک
ایک شخص نے میرا شانہ پکڑا کہ میں گھبرا گیا۔ دیکھا تو علی تھے۔ پس انہوں نے حضرت عمر پر نزول رحمت کی دعا
کی اور کہا (اے رخصت ہونے والے عمرؓ) تم نے اپنے بعد ایک بھی ایسا نہیں چھوڑا کہ اس کے سے عمل لیکر
اللہ سے ملنا مجھے تمہارے سے (عمل لے کر اللہ کے سامنے جانے سے) زیادہ پیارا ہو۔ اور خدا کی قسم میں سمجھتا
تھا کہ اللہ تمہیں تمہارے دونوں رفیقوں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق) کے ساتھ اُٹھائے گا۔
(اور جلدی ہی ان سے جا ملو گے) کیونکہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنتا تھا کہ گیا میں
اور ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ اور داخل ہوا میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ اور نکلا میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ پس مجھے امید تھی اور
یقین تھا کہ اللہ تمہیں ان دونوں کے ساتھ کرے گا کہ اس آرام گاہ میں بھی معیت ہوگی جس کا ایک حصہ عرش

وكان ضم الرجلين الى زوج اختي فقرعت الباب فقيل من هذا؟ قلت عمر وقد كانوا يقرؤن كتابا في ايديهم فلما
سمعوا صوتي قاموا حتى اختبؤا في مكان وتركوا الكتاب فلما فتحت لي اختي قلت يا عدوة نفسها صبوت فاضرب
رأسها فبكت وقالت يا ابن الخطاب اصنع ما كنت صانعا فقد اسلمت فذهبت فجلست على السرير فاذا الصحيفة فقلت
ما هذه الصحيفة؟ فقالت دعنا عنك فانك لا تغتسل من الجنابة ولا تتطهر وهذا لا يمسه الا المطهرون
فما زلت بها حتى اعطتنيها فاذا فيها بسم الله الرحمن الرحيم فلما قرأت الرحمن الرحيم تذكرت من اين اشتق
ثم رجعت الى نفسي فقرأت سبح لله ما في السموات والارض وهو العزيز الحكيم حتى بلغ آمنوا بالله ورسوله
وانفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه قلت اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله فخرج القوم

سے افضل ہے۔ اور بعث وحشر وجنت میں بھی ساتھ ہوگا۔ کہ ہر ہر لفظ میں محبوب خدا کا تم دونوں کو ساتھ رکھنا اسی معیت کو چاہتا ہے۔ (ق) (ابن شہاب[19]) عمر بن عبدالعزیز (خلیفہ) نے ابوبکر بن سلیمان سے دریافت کیا کہ لقب امیر المومنین (خلفاء کے لئے) سب سے پہلے کس نے لکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے (میری پردادی) شفاء بنت عبداللہ نے کہ ابتدائی ہجرت کرنے والیوں میں تھیں مطلع کیا کہ لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم جب (حضرت عمر کے بنام گورنر عراق اس فرمان پر کہ میرے پاس دو سمجھدار آدمی بھیجو کہ ان سے لوگوں کے حالات دریافت کروں انتخاب ہو کر) مدینہ آئے اور مسجد تک پہونچے تو عمرو بن العاص ملے اور انہوں نے ان سے کہا کہ ہمارے لئے امیر المومنین سے حاضری کی اجازت لے دو۔ وہ بولے واللہ تم نے آپ کا لقب بہت ٹھیک تجویز کیا کہ وہ امیر ہیں اور ہم مومنین۔ چنانچہ وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور کہا السّلام علیک یا امیر المومنین۔ آپ نے فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا کہ آپ (ظاہر ہے کہ ہمارے حاکم اور امیر ہیں اور ہم مومنین ہیں چنانچہ اُس دن سے (بجائے خلیفۂ رسُول اللہ کے یہ) تحریری جاری ہوگئی (اور پھر آئندہ ہر اسلامی بادشاہ امیر المومنین کہلایا) (ابن مسعود[20]) حضرت عمر (ایک مرتبہ) گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس کو ایڑ ماری تو آپ کی ران کھل گئی۔ پس اہل نجران (عیسائیوں) نے آپ کی ران پر تل دیکھا اور کہا بیشک یہی ہے جس کو ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں کہ ہمیں ہمارے ملک سے نکال باہر کرے گا۔ (ک) (عمر[21]) میں بزمانہ جاہلیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی عداوت) میں بہت سخت تھا۔ ایک روز (حضرت کو شہید کرنے کے ارادہ سے) مکہ کے راستہ میں جا رہا تھا کہ ایک قریشی شخص نے مجھے دیکھا اور پوچھا کہاں جا رہے ہو ابن الخطاب؟ میں نے کہا اس شخص کا قصد رکھتا ہوں (جو اپنے کو نبی کہتا ہے کہ شہید کر دوں) قریشی نے کہا تم ایسا کہتے ہو حالانکہ تمہاری بہن (فاطمہ) اُن کی (معتقد ہو کر مذہب اسلام کی) طرف جا چکیں۔ پس میں غصہ میں بھرا ہوا (ان کے گھر کی طرف) لوٹا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی عادت تھی کہ) جب کوئی (مفلس) شخص جس کے پاس کچھ نہ ہوتا اسلام لاتا تو ایک ایک دو دو کو کسی (خوشحال مُسلمان) شخص کے حوالہ کر دیتے کہ اُس پر خرچ کرے۔ چنانچہ دو آدمیوں کو آپ نے میرے بہنوئی (سعید بن زید) کے شامل کر دیا تھا۔ پس میں نے دستک دی تو جواب آیا کون ہے؟ میں نے کہا عمر ہے۔ اور وہ ہاتھوں میں لئے ہوئے ایک کتاب (جس میں سورۂ حدید تھی) پڑھ رہے تھے۔ پس جب انہوں نے میری آواز سُنی تو (تینوں مرد) اُٹھ کر کسی مکان میں چھپ گئے اور وہ تحریر (رکھی) چھوڑ گئے۔ پس جب میری بہن نے دروازہ کھولا تو میں نے (اندر گھستے ہی) کہا اے اپنی جان کی دشمن تو بھی لامذہب بن گئی۔ اور اس کے سر پر مارنے لگا پس وہ روئی اور کہا اے ابن الخطاب کر لے جو کچھ تجھے کرنا ہے بیشک میں اسلام لا چکی ہوں۔ (یہ کہکر) تخت پر جا بیٹھی

له وفي الصحفا نقل قالت إنك رجس ثم توضأ بقام وتوضأ ثم اخذ الكتاب ١٢

مبادرین فکبروا واستبشروا ثم قالوا بشریا ابن الخطاب فان النبی صلے اللہ علیہ وسلم دعا یوم الاثنین اللھم اعز الدین باحب الرجلین الیک عمر بن الخطاب وابی جھل بن ھشام وانا نرجوان تکون دعوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لک فقلت دلونی علے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم این ھو؟ فلما عرفوا الصدق دلونی علیہ فجئت حتی قرعت الباب فقال من ھذا؟ قلت عمر قد علموا شدتی علیہ ولم یعلموا باسلامی فما اجترأ احد منھم ان یفتح لی حتے قال لھم افتحوا لہ فان یرد اللہ بہ خیرا یھدہ ففتح لی فاخذ رجلان بعضدی حتی دنوت منہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال لھم ارسلوہ فجلست بین یدیہ فاخذ بمجامع قمیصی ثم قال اسلم یا ابن الخطاب اللھم اھدہ فقلت اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ فکبر المسلمون تکبیرۃ سمعت فی طرق مکۃ وقد کانوا سبعین قبل ذلک وکان الرجل اذا اسلم فعلم بہ الناس یضربونہ ویضربھم فجئت الی رجل فقرعت علیہ الباب فخرج الی فقلت اعلمت انی صبوت؟ فقال لا تفعل ودخل البیت واجاف الباب دونی فذھبت الی آخر فقلت لہ وقال مثل ذلک واجاف الباب دونی فقلت ما ھذا بشیء فقال لی رجل اتحب ان یعلم اسلامک؟

تو میری نظر صحیفہ پر پڑ گئی میں نے کہا یہ کتاب کیسی ہے؟ بہن نے کہا پرے ہٹو (اس کو ہاتھ نہ لگاؤ) کہ تم نہ جنابت سے غسل کرتے ہو نہ وضو اور اسکو بجز پاک صاف لوگوں کے کوئی چھو نہیں سکتا۔ پس میں برابر اصرار کرتا رہا حتی کہ (مجھ وضو کرانے کے بعد) بہن نے وہ میرے حوالہ کر دی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں (لکھا ہے) بسم اللہ الرحمن الرحیم جب میں نے الرحمن الرحیم پڑھا تو سوچنے لگا کہ اس کا اشتقاق کس مادہ سے ہے (یعنی رحمت سے جس کے معنی ہیں خاص مہربانی پس میں تھر تھر کانپنے لگا) پھر میرا دل ٹھکانے آیا تو میں نے (آگے) پڑھا۔ سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم حتی کہ اس آیت پر پہونچا آمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ (پس مشیت الٰہی اپنا کام کر گئی اور بے اختیار) میں نے پکارا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔ پس سب لوگ (جو چھپ گئے تھے) باہر نکل آئے اور خوشی میں نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا مژدہ باد اے ابن الخطاب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیوم دوشنبہ دعا مانگی تھی کہ بار الہا دین کو غلبہ بخش اُس سے جو ان دونوں میں تجکو پیارا ہو یعنی عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام ہمیں اُمید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا مظہر اتم ہو گے۔ پس میں نے کہا کہ مجھے بتاؤ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں۔ الحاصل جب انہوں نے میری سچائی معلوم کر لی (اور اطمینان ہو گیا کہ دغا مقصود نہیں) تو مجھے آپ کا پتہ بتا دیا کہ دار ارقم میں مخفی ہیں، پس میں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے کہا عمر ہے۔ اللہ صحابہ کو آنحضرت کے متعلق میری سخت عداوت معلوم تھی۔ اور میرے اسلام کا علم ہوا نہیں تھا لہذا ان میں کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ دروازہ کھولے حتی کہ حضرت ہی نے ان سے فرمایا دروازہ کھولدو۔ اگر اللہ کو مقصود اس کی بہبودی ہے تو ہدایت بخشے گا۔ چنانچہ دروازہ کھولدیا گیا اور دو آدمیوں نے میرے بازو پکڑ لئے (کہ حملہ نہ کر دوں) حتی کہ (اسی طرح مشکیں کسا ہوا) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو آپ نے ان سے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ پس میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ تب آپ نے میرا کورتہ (سینہ کے قریب سے) پکڑا اور پھر فرمایا اسلام لے آ اے ابن الخطاب بار الہا اس کو ہدایت بخشدیجیے۔ پس میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ۔ پس مسلمانوں نے تکبیر کا نعرہ مارا جس کی آواز مکہ کی گلیوں میں سُنائی دی۔ اور اس سے پہلے صحابہ ستر تھے (مگر بروایت صحیح انتالیس تھے کہ چالیسویں حضرت عمر ہیں) اور حالت یہ تھی کہ کوئی شخص جب اسلام لاتا اور لوگوں کو اس کا علم ہوتا تو وہ اسکو

قلت نعم قال اذا جلس الناس فی الحجر فأت فلانا فقل له فیما بینك وبینه اشعرت الی صبوت؟ فانه قلما یکتم شیئا ففعلت ذلك فقام الرجل فنادی باعلی صوته الا ان عمر قد صبأ فثار الی الناس فمازالو یضربونی واضربهم حتی اتی خالی فقیل له ان عمر قد صبأ فقام فی الحجر فنادی الا انی قد اجرت ابن اختی فانکشفوا عنی فکنت لا اشاء ان اری احدا من المسلمین یضرب الا رأیته فقلت ماهذا بشیء ان الناس یضربون ولا اضرب فلما جلس الناس فی الحجر جئت الی خالی فقلت جوارك علیك رد فقال لا تفعل فابیت فمازلت اضرب واضرب حتی اظهر الله تعالی الاسلام ؛ للبزار بضعف (عصمة[22]) رفعه: لوکان بعدی نبی لکان عمر ؛ للکبیر بضعف (ابوهریرة[23]) رفعه: ان الله تعالی باهی ملئکته بعبیده عشیة عرفة عامة وباهی بعمر خاصة ؛ للاوسط بلین (عبد الرحمن[24] بن یسار) شهدت موت عمر فانکسفت الشمس یومئذ ؛ (عروة[25]) لما قتل عمر محا الزبیر اسمه من الدیوان ؛ (المسور[26] بن مخرمة) ولی عمر عشر سنین ثم توفی ؛ (سالم[27] بن عبد الله) ان عمر قبض

مارتے اور وہ ان کو پیٹا کرتا تھا۔ پس میں ایک شخص کے پاس آیا اور اس کے دروازہ پر دستک دی تو وہ باہر نکلا میں نے کہا کیا تجھے علم ہو گیا کہ میں (تمہاری اصطلاح کے موافق) لامذہب بن گیا ہوں وہ یہ کہہ کر کہ ایسا ہرگز نہ کر گھر میں گھس گیا اور مجھے باہر چھوڑ کر دروازہ بند کر لیا تب میں دوسرے شخص کے پاس گیا اور اس سے کہا تو اس نے بھی وہی جواب دیا اور دروازہ بند کر لیا میں نے کہا یہ تو کچھ نہ ہوا (کہ مار پیٹ کا لطف ہی نصیب نہیں ہوتا) تب مجھ سے ایک شخص نے کہا کیا تمہاری خواہش یہ ہے کہ تمہارے اسلام کا (سب کو) علم ہو جائے؟ میں نے کہا ہاں کہا جب لوگ حطیم میں آکر بیٹھیں تو فلاں شخص کے پاس جا کر چپکے سے کہنا کیا تجھے خبر ہے کہ میں لامذہب بن گیا ہوں۔ کیونکہ وہ کوئی بات بہت ہی کم چھپا سکتا ہے (لہٰذا وہ خود سب میں پھونک دے گا) چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تو وہ حطیم میں کھڑا ہوا اور بلند آواز سے پکارا کہ سن لو عمر لامذہب ہو گیا۔ پس لوگ میری طرف اُبل پڑے اور وہ مجھے مارتے رہے اور میں ان کو مارتا رہا حتی کہ میرا ماموں آ گیا اور اس سے کہا گیا کہ عمر لامذہب بن گیا تو وہ حطیم میں کھڑا ہوا اور پکارا کہ سن لو میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے۔ چنانچہ سب مجھ سے الگ ہو گئے (اور مار پیٹ بند ہو گئی) اب یہ حال ہوا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں میں سے کسی کو بھی پٹتا ہوا دیکھوں مگر کہ دیکھ لیتا تھا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہ ہوا کہ سب کو زدوکوب کیا جاتا ہے اور مجھے نہیں کیا جاتا لہٰذا جب لوگ حطیم میں آکر بیٹھے تو میں نے اپنے ماموں کے پاس آکر کہا کہ تمہاری امان تم پر واپس۔ اُس نے کہا ایسا نہ کر مگر میں نے نہ مانا چنانچہ پھر دوسروں کو مارتا اور خود پٹتا رہا حتی کہ اللہ نے اسلام کو فروغ بخشا (اور سب مسلمان زدوکوب سے محفوظ ہو گئے) بز (عصمة[22]) رفع۔ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا (ک ط ابوہریرہ[23]) رفع۔ حق تعالیٰ نے عرفہ کی شام کو اپنے (حاضرینِ عرفات) بندوں پر عام طور پر فخر فرمایا اور عمر پر خاص طور پر فخر فرمایا۔ (و) (عبد الرحمن[24] بن یسار) حضرت عمر کی وفات پر میں حاضر تھا تو اس دن سُورج گرہن ہوا (ک) **ف** یہ اتفاقی بات تھی ورنہ حدیث میں آ چکا ہے کہ سُورج یا چاند کا گہنانا کسی کی موت پر ہوتا ہے نہ ولادت پر۔ باقی اس میں شک نہیں کہ آپ کی وفات اسلام کے اُن مصائب میں سے ہے جس کی تلافی نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کیا رخصت ہوئے مُسلمانوں کا اقبال اور دُنیا کا امن وامان رخصت ہو گیا اس لئے اہلِ عالم کی نظروں میں دُنیا تاریک نظر آئے اور اس کو سُورج کا گہنا کہا جائے تو واقعہ ہے۔ (عروة[25]) جب حضرت عمر شہید ہوئے تو حضرت زبیر نے آپ کا نام دفتر سے قلم زد فرما دیا۔ (اور بیت المال سے جو تنخواہ مقرر تھی وہ بند ہو گئی۔ (ک) (مسور[26] بن مخرمہ)

وهو ابن خمس[له] وخمسین ؛ هی للکبیر (ابو بردة[۲۸] بن ابی موسی) قال لی عبد الله بن عمر هل تدری ما قال ابی لابیك؟ قلت لا قال فان ابی قال لابیك یا ابا موسی هل یسرك ان اسلامنا مع النبی صلی الله علیه وسلم وهجرتنا معه وجهادنا معه وعملنا كله معه برد[عه] لنا وان كل عمل عملنا بعده نجونا منه كفافا رأسا برأس فقال ابوك لابی والله لقد جاهدنا بعده صلی الله علیه وسلم وصلینا وصمنا وعملنا خیرا كثیرا واسلم علی ایدینا بشر كثیر وانا لنرجو ذلك قال ابی لكنی انا والذی نفس عمر بیده لوددت ان ذلك برد لنا وان كل شئ عملنا بعده نجونا منه كفافا رأسا برأس فقلت ان اباك والله كان خیرا من ابی ؛ للبخاری (ابی[۲۹] رفعه: اول من یصافحه الحق عمر و اول من یسلم علیه واول من یاخذ بیده فیدخله الجنة ؛ للقزوینی بضعف.

مناقب عثمان بن عفان رضی الله تعالیٰ عنه

(مصعب[۱] بن عبد الله بن الزبیر) قال هو عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیة بن عبد شمس بن عبد مناف

حضرت عمر نے دس سال خلافت کی اس کے بعد وفات ہوگئی. (ک، ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ مابین مغرب وعشاء دو برس تین مہینہ نو دن خلیفہ رہکر حضرت صدیق کا وصال ہوا تھا اور ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو حضرت فاروق زخمی ہوئے اور پانچویں دن یکم محرم ۲۴ھ بیوم یک شنبہ رحلت فرمائی. پس زمانہ خلافت دس سال چھ ماہ پانچ دن ہوا. (سالم[۲۵] بن عبد اللہ) حضرت عمر کی وفات بعمر پچپن[۵۵] سال ہوئی. (ک) ف صحیح روایت وہی ہے کہ رفیقین مطہرین کے مثل بعمر تریسٹھ[۶۳] سال وصال ہوا.

(ابو بردہ[۲۸] بن ابو موسیٰ) مجھ سے عبد اللہ بن عمر نے کہا تمہیں معلوم بھی ہے کہ میرے والد (عمر فاروق) نے تمہارے والد حضرت ابو موسیٰ ؛ سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں. کہا میرے والد نے تمہارے والد سے یہ کہا تھا کہ اے ابو موسیٰ کیا تم کو بھی یہ بات مسرت بخش ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ ہمارا اسلام لانا اور ہجرت کرنا اور جہاد میں شریک ہونا اور ہمارا سارا عمل جو آنحضرت کی معیت میں ہوا تھا وہ ہمارے لئے سالم رہے اور وہ تمام اعمال جو ہم نے آپ کے بعد کئے ان سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں. (کہ نہ ثواب ملے نہ عذاب) پس تمہارے والد نے میرے والد سے کہا کہ واللہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کئے نمازیں پڑھیں روزے رکھے اور بہتیرے اعمال خیر کئے اور ہمارے ہاتھوں پر بکثرت آدمی اسلام لائے اور ہم کو ان سب (کے ثواب) کی اُمید ہے. میرے والد نے کہا مگر میں تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے کہ یوں چاہتا ہوں وہ ہمارے لئے بنا رہے اور جو کچھ بھی ہم نے آپ کے بعد میں کیا ہے اُس سے برابر سرابر چھٹکارا مل جائے. تب میں نے کہا کہ واللہ تمہارے والد بہتر تھے میرے والد سے (کہ رحمۃ للعالمین کے زیر سایہ اعمال پر رجا تھی اور زمانہ امامت واجتہاد کے اعمال پر خوف جو کمال ایمان اور محبت رسول کی دلیل ہے. (ابی[۲۹] رفع) حضرت عمر ہیں جن سے حق تعالیٰ اس کے پہلے مصافحہ کریگا اور سب سے پہلے سلام علیک ؛ اور سب سے پہلے اُن کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائے گا. (ہ) ف یہ حدیث ضعیف ہے یا اولیت اضافی مراد ہے. کہ انبیاء اور حضرت صدیق کے بعد باقی سب سے پہلے.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مناقب

(مصعب[۱] بن عبد اللہ بن زبیر) آپ کا نسب یہ ہے عثمان[۱] بن عفان[۲] بن ابی العاص[۳] بن امیہ[۴] بن عبد[۵] شمس بن عبد مناف[۶] ابن قصی. اور آپ کی والدہ اروی ہیں دختر کریز[۲] بن ربیعہ[۳] بن حبیب[۴] بن عبد[۵] شمس بن عبد مناف[۶] اور آپ کی نانی اُم حکیم

له الاربع وثلاث وستون كما تقدم فی معجزات متنوعه ۱۲ عه برد لنا ای ثبت واستقر من قولهم برد لی حق علی فلان ای ثبت ۱۲

ابن قصی وامہ اروی بنت کریز بن ربیعۃ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف وامہا ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب عمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ للکبیر (عائشۃ) استأذن ابوبکر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو مضطجع علی فراشی علیہ مرطی فاذن لہ وھو علی حالہ فقضی الیہ حاجتہ ثم انصرف ثم استأذن عمر فاذن لہ وھو علی تلک الحالۃ فقضی الیہ حاجتہ ثم انصرف ثم استأذن عثمان فجلس صلی اللہ علیہ وسلم واصلح علیہ ثیابہ وقال اجمعی علیک ثیابک فاذن لہ فقضی الیہ حاجتہ ثم انصرف فقلت یارسول اللہ لم ارک فزعت لابی بکر وعمر کما فزعت لعثمان فقال یا عائشۃ ان عثمان رجل حیی وانی خشیت ان اذنت لہ علی تلک الحالۃ ان لا یبلغ الی حاجتہ وفی روایۃ: قال لہا الا استحیی من رجل تستحیی منہ الملائکۃ۔ لمسلم (ابن عمر) وقد قال لہ رجل مصری انی سائلک عن شئ فحدثنی ھل تعلم ان عثمان فر یوم احد؟ قال نعم قال تعلم انہ تغیب عن بدر ولم یشہد؟ قال نعم قال تعلم انہ تغیب عن بیعۃ الرضوان فلم یشہد؟ قال نعم قال اللہ اکبر فقال ابن عمر تعال ابین لک اما فرارہ یوم احد فاشہد ان اللہ عفا عنہ واما تغیبہ عن بدر فانہ کانت تحتہ رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت مریضۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بیضا ہیں دختر عبدالمطلب یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی (کہ آپ کے والد خواجہ عبداللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں) ک۔ (عائشہؓ) ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کا اذن چاہا اور آپ میرے بستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ میری چادر آپ کے اوپر پڑی تھی پس آپ نے ان کو اجازت دی اور اسی حالت پر لیٹے رہے۔ پس وہ اپنی ضرورت (جس کے لئے حاضر خدمت ہوئے تھے) پوری کر کے چلے گئے۔ پھر عمر نے اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو بھی اجازت دیدی اور اسی حالت میں لیٹے رہے۔ پس وہ بھی اپنی ضرورت پوری کر کے چلے گئے۔ پھر عثمان نے اجازت طلب کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے اور اپنے کپڑے درست کر لئے اور (مجھ سے بھی) فرمایا کہ اپنے کپڑے سمیٹ کر بیٹھو۔ پھر ان کو اجازت دی اور وہ اپنی ضرورت پوری کر کے چلے گئے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ابوبکر و عمر کیوجہ سے آپ کو وہ اہتمام کرتے نہیں دیکھا جو آپ نے عثمان کے لئے کیا۔ فرمایا اے عائشہ عثمان بڑا شرمیلا شخص ہے اور مجھے اندیشہ ہوا کہ اسی حالت پر اُسکو بلالوں گا تو وہ (شرم کے سبب) اپنی ضرورت ظاہر نہ کرسکے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے عائشہ سے فرمایا کیا میں اُس شخص سے شرم نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہیں (م) ف ستر کے سوا باقی بدن کا کھل جانا جائز ہے مگر جس پر حیا کا غلبہ ہو وہ اس سے بھی شرماتا ہے اس لئے حضرات شیخین کے ساتھ آپ کا برتاؤ بے تکلفی کا رہا اور حضرت عثمان کے ساتھ اُن کے غلبۂ حیا کی رعایت فرمائی کہ مرشد کو اپنے مختلف الطبائع سالکین کی جداجدا رعایت کرنا پڑتی ہے۔ (ابن عمرؓ) ایک مصر کے باشندہ نے اُن سے کہا کہ میں آپ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ مجھے بتا دیجئے۔ کیا آپ کو علم ہے کہ عثمان نے جنگ اُحد میں فرار کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا آپ کو علم ہے کہ وہ غزوہ بدر سے غیر حاضر رہے اور شریک نہیں ہوئے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کو علم ہے کہ وہ بیعت رضوان سے غیر حاضر رہے اور شریک نہ ہوئے؟ فرمایا ہاں۔ اُس نے تکبیر کا نعرہ مارا (اور خوش ہوا کہ حضرت ممدوح کے نقائص کا ثبوت ہوگیا) پس ابن عمر نے فرمایا آ حقیقت حال تجھ سے بیان کردوں یہ جنگ اُحد کے دن آپ کا فرار (اول تو فرار ہی نہ تھا کہ فرار وہ ہے جو آنحضرت کو چھوڑ کر بھاگتا ہو۔ نہ یہ کہ آپ کے شہید ہونے کی خبر سُن کر بدحواس ہو جانا کہ اس کا نام انتشار ہے۔ اور زمان نے کہ صورت فرار کی ہوئی) تو میں اس کا شاہد ہوں کہ اللہ نے اس کو معاف

ان لك اجر رجل من شهد بدرًا وسهمه واما تغيبه عن بيعة الرضوان فلو كان احد اعز ببطن مكة من عثمان لبعثه فبعث صلى الله عليه وسلم عثمان وكانت بيعة الرضوان بعد ما ذهب عثمان الى مكة فقال صلى الله عليه وسلم بيده اليمنى هذه يد عثمان فضرب بها على يده وقال هذه لعثمان ثم قال ابن عمر اذهب بها الآن معك : للبخاري و الترمذي (عبدالرحمٰن بن سمرة) جاء عثمان الى النبي صلى الله عليه وسلم بالف دينار فى كمه حين جهز جيش العسرة فنثرها فى حجره فرأيته صلى الله عليه وسلم يقلبها فى حجره ويقول ما ضر عثمان ما عمل بعد اليوم مرتين : (عبدالرحمٰن بن خباب) شهدت النبى صلى الله عليه وسلم وهو يحث على تجهيز جيش العسرة فقام عثمان فقال يا رسول الله على مائة بعير باحلاسها واقتابها فى سبيل الله ثم حض على الجيش فقام عثمان فقال يا رسول الله على مائتا بعير باحلاسها واقتابها فى سبيل الله ثم حض على الجيش فقام عثمان فقال يا رسول الله على ثلاث مائة بعير باحلاسها واقتابها فى سبيل الله فانا رأيت النبى صلى الله عليه وسلم ينزل عن المنبر وهو يقول ما على عثمان ما عمل بعد هذه ما على عثمان ما عمل

لغ فى القاموس وجيش العسرة بالضم جيش تبوك سندوا اليها فى حمارة القيظ فعسر عليهم ۱۲

کر دیا۔ (جیسا کہ قرآن میں صاف مذکور ہے) رہا غیر حاضر ہونا بدر سے سو (اس کا سبب یہ ہوا کہ) اُن کی زوجیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیہ تھیں اور وہ (اس وقت) مریض (اور تیماردار کی ضرورتمند) تھیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان سے فرمایا۔ (تم یہیں ٹھیرو اور) تمہارے لئے (اس بنا پر کہ میرے حکم سے ٹھیرتے ہو) اس کا سا اجر بھی ملے گا جو بدر میں جائے گا اور (اس کے) (مالِ غنیمت کا پورا) حصّہ بھی۔ اب رہی غیر حاضری بیعتِ رضوان کی سو عثمان سے زیادہ صاحب وجاہت بطن مکّہ میں اگر کوئی دوسرا ہوتا تو وہ بھیجا جاتا (مگر چونکہ کوئی نہ تھا اس لئے شرائط صلح طے کرنے کے لئے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عثمان ہی کو بھیجا اور بیعتِ رضوان اس وقت ہوئی جب کہ عثمان مکہ جا لئے تھے (بلکہ بیعت کا انعقاد ہی اس افواہ پر ہوا کہ عثمان کو اہل مکہ نے شہید کر دیا ہے یا بہم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو یہ فرما کر کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اپنے (بائیں) ہاتھ پر مارا اور فرمایا یہ (بیعت ہے) عثمان کی۔ (پس دوسروں کی بیعت اپنے ہاتھوں سے ہوئی، تو عثمان کی بیعت دستِ پیغمبر سے) اس کے بعد ابن عمر نے فرمایا اب جا اور (اس تشریح کو ساتھ لے جا۔ (خ ت)، ف حضرات صحابہ کے اکثر واقعات کی یہی نوعیت ہے کہ صورت اگر قابلِ انقباض بھی ہے تو حقیقت محض اخلاص اور اطاعتِ رسول۔ اس لئے حق تعالیٰ ذرا بھی سمجھ دے۔ تو ان کی کسی بڑی سے بڑی غلطی پر بھی گرفت نہ کرے کہ نہ معلوم ستارہائے فلکِ ہدایت کے کس نُور کا ظہور تھا۔ اور لطیف وخبیر خدا کے نزدیک اس کی حقیقت کیا ہے۔ (عبدالرحمٰن بن سمرہ) عثمان ایک ہزار دینار اپنی آستین میں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جبکہ تنگدست لشکر (یعنی غزوۂ تبوک) کی تیاری کی جا رہی تھی۔ پس ان کو آپ کی گود میں بکھیر دیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کرتے اور فرماتے جاتے تھے۔ کہ آج کے بعد عثمان کیسا ہی کام کرے اِسے نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ دو مرتبہ یہی فرمایا۔ (عبدالرحمٰن بن خباب) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ غزوۂ تبوک کا سامان فراہم (کرنے کے لئے مالی اعانت کی) ترغیب دے رہے تھے۔ پس عثمان اُٹھے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ سو اونٹ مع جھولوں اور کجاووں کے براہِ خدا میرے ذمّہ پھر آپ نے اعانتِ لشکر کی تحریک کی تو عثمان کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ دو سو اونٹ مع جھولوں اور کجاووں کے براہِ خدا میرے ذمّہ۔ پھر آپ نے اعانت لشکر کی تحریک کی تو عثمان کھڑے ہوئے اور عرض کیا

بعد هذا ہ ؛ (طلحۃ بن عبید اللہ) رفعہ: لکل نبی رفیق ورفیقی یعنی فی الجنۃ عثمان ؛ ھی للترمذی (ابو ھریرۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی عثمان عند باب المسجد فقال یا عثمان ھذا جبریل اخبرنی ان اللہ قد زوجک ام کلثوم بمثل صداق رقیۃ علی مثل صحبتھا ؛ (عثمانؓ) قال ما تغنیت وما تمنیت ولا مسست ذکری بیمینی منذ بایعت بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؛ ھما للقزوینی (الاحنف بن قیس) خرجنا حجاجا فقدمنا المدینۃ فبینا نحن نضع رحالنا اذ قیل لنا ان الناس قد اجتمعوا فی المسجد بفزعنا فانطلقنا فاذا الناس مجتمعون علی نفر فی وسط المسجد فاذا علی والزبیر وطلحۃ وسعد فانا لکذلک اذ جاء عثمان وعلیہ ملاءۃ صفراء قد قنع بھا رأسہ فقال اھھنا علی؟ اھھنا طلحۃ؟ اھھنا الزبیر؟ اھھنا سعد؟ قالوا نعم قال فانی انشدکم باللہ الذی لا الہ الا ھو تعلمون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من یبتاع مربد فلان غفر اللہ لہ؟ فابتعتہ بعشرین الفا او بخمسۃ وعشرین الفا فاتیتہ فاخبرتہ فقال اجعلہ فی مسجدنا واجرہ لک قالوا اللھم نعم قال نشدکم باللہ الذی لا الہ الا ھو اتعلمون انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من یبتاع بئر رومۃ غفر اللہ لہ؟ فابتعتھا بکذا وکذا فاتیتہ فاخبرتہ قال اجعلھا سقایۃ

کہ یا رسول اللہ تین سو اونٹ مع جھولوں اور کجاووں کے براہِ خدا میرے ذمہ۔ پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر سے اُتر رہے ہیں۔ اور یوں فرما رہے تھے۔ کہ اس کے بعد کچھ ہی کرے عثمان کو مضر نہ ہو گا (ت) ف یعنی اللہ کی طرف سے حفاظت ہو گی۔ اور کوئی گناہ ہی صادر نہ ہو گا جو مضر ہو۔ اور صورۃً کوئی کوئی غلطی ہو بھی جائے گی تو اس بڑی خدمت کے صلہ میں معاف ہو جائے گی کہ غزوۂ تبوک بڑی تنگی و سختی کے زمانہ میں پیش آیا چنانچہ اس کا نام ہی جیش العسرۃ ہو گیا کیونکہ مسلمانوں کی جماعت تھوڑی اور دشمن کافروں کی تعداد بہت زیادہ۔ مسافت دور دراز۔ گرمی سخت موسم قحط کا۔ زادِ راہ۔ پانی سواری اسلحہ سب میں کمی کہ درختوں کے پتے کھانے کی نوبت اور بادشوں کے اوجھ نچوڑ کر زبان تر کرنا پڑی۔ ایسے سخت وقت میں تین سو اونٹ کا مع تمامی ساز و سامان کے چندہ دینا بڑے ہی اللہ والے عالی حوصلہ جاں نثارِ اسلام کا کام ہے۔ (طلحہ بن عبید اللہ) فع۔ ہر نبی کا ایک (خاص) رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہو گا (ت) ف یہ مضمون دوسرے حضرات کی رفاقت کے مزاحم نہیں۔ البتہ تخصیص ذکر میں حضرت عثمان کی فضیلت ظاہر ہے۔ (ابو ہریرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ مسجد کے پاس عثمان کو ملے اور فرمایا اے عثمان یہ جبرئیل ہیں۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ حق تعالیٰ نے (میری دوسری بیٹی) ام کلثوم کو (پہلی بیٹی مرحومہ) رقیہ کے مہر مثل اور اسی حق مصاحبت پر تمہاری زوجیت میں دیا۔ (ہ) ف دُنیا میں بجز حضرت عثمان کے کوئی نہیں جس کے نکاح میں پیغمبر کی دو بیٹیاں آئی ہوں۔ اور اسی لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو نورِ نظر حضرت رقیہ و اُم کلثوم یکے بعد دیگرے آپ کی زوجہ ہیں آپ کا لقب ذوالنورین ہوا۔ (عثمانؓ) نے فرمایا کہ (تمام عمر) نہ میں نے کبھی گایا اور نہ جھوٹی گھڑت کی اور نہ داہنا ہاتھ جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس سے بیعت کی تھی پیشاب گاہ کو لگایا (ہ) ف یہ احترام تھا بارگاہِ رسالت کا کہ جس ہاتھ نے مس کیا دستِ مبارک کو وہ بضرورت بھی پیشاب گاہ کو نہ لگے۔ (احنف بن قیس) ہم حج کیلئے گئے تھے۔ جب مدینہ واپس آئے تو کجاوے اُتار ہی رہے تھے کہ ہمیں خبر لگی مسجد میں آدمیوں کا مجمع ہے۔ ہم گھبرا کر مسجد میں آئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ چند نفر بیچ مسجد میں ہیں اور لوگ ان پر مجتمع ہیں اور علی اور زبیر اور طلحہ اور سعد بھی موجود ہیں۔ ہم اسی حالت میں تھے۔ کہ دفعۃً عثمان آئے اور زرد رنگ کی لنگی سر پر ڈال رکھی تھی۔ اور فرمایا کیا یہاں علی ہیں؟ کیا یہاں طلحہ ہیں؟ کیا یہاں زبیر ہیں؟ کیا یہاں سعد ہیں؟ جواب ملا ہاں موجود

بابؑ

للمسلمین واجرھا لک قالوا اللّٰھم نعم قال نشدکم باللہ الذی لا الٰہ الا ھو تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر فی وجوہ القوم فقال من یجھز ھؤلاء غفر اللہ لہ یعنی جیش العسرۃ فجھزتھم حتی لم یفقدوا عقالا ولا خطاما قالوا اللّٰھم نعم قال اللّٰھم اشھد اللّٰھم اشھد اللّٰھم اشھد ؛ للنسائی (ثمامۃ بن حزن القشیری) شھدت یوم الدار حین اشرف علیھم عثمان فقال ائتونی بصاحبیکم الذین البا کم علی فجئ بھما کانھما جملان او کانھما حماران فاشرف علیھم عثمان فقال انشدکم باللہ بنحوہ ؛ وزاد : وانشدکم باللہ ھل تعلمون انی کنت علی ثبیر مکۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فتحرک الجبل حتی تساقطت حجارتہ بالحضیض[2] فرکضہ صلی اللہ علیہ وسلم برجلہ وقال اسکن ثبیر فما علیک نبی وصدیق وشھیدان فقالوا اللّٰھم نعم فقال اللہ اکبر شھدوا لی بالجنۃ ورب الکعبۃ ثلاثا ؛ للترمذی والنسائی (جابر) اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بجنازۃ رجل لیصلی علیہ فلم یصل علیہ فقیل یا رسول اللہ ما رأیناک ترکت الصلوۃ علی احد قبل ھذا قال انہ کان یبغض عثمان فابغضہ اللہ ؛ (ابن عمر)[12] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فتنۃ وقال یقتل ھذا فیھا مظلوما یعنی عثمان ؛ ھما للترمذی۔ (عبید اللہ[13] بن عدی بن الخیار)

ہیں. فرمایا میں تم صاحبوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں. کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک بار) فرمایا جو فلاں خرمن تمر (کا قطعہ زمین) خرید لے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا. تو میں نے بیس ہزار یا پچیس ہزار میں اس کو خریدا اور آکر حضرت کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا اس کو ہماری مسجد میں شامل کر دو کہ تمہیں اس کا اجر ملے. سب نے اقرار کیا کہ ہاں صحیح ہے. فرمایا میں تم کو قسم دیتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں. کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاہِ رومہ خرید لے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا. تو میں نے اس کو اتنی رقم میں خریدا. اور آکر حضرت کو خبر دی. آپ نے فرمایا اس کو (وقف کرکے) عامہ مسلمین کا سقایہ بنا دو. اور اس کا اجر تمہیں ملے. سب نے کہا ہاں بیشک. فرمایا میں تم کو قسم دیتا ہوں اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں. کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے مجمع کے چہروں پر نظر ڈال کر فرمایا جو ان لوگوں یعنی لشکرِ تبوک کے لئے سامان فراہم کرے گا اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا. پس میں نے ز(ین) سو اونٹ مع سامان کے دیئے کہ نکیل اور پاؤں باندھنے کی رسی بھی کم نہ ہوئی. سب نے کہا ہاں صحیح ہے. آپ نے فرمایا یا اللہ گواہ رہیو یا اللہ گواہ رہیو یا اللہ گواہ رہیو. (ن) ف مدینہ میں صرف ایک میٹھا کنواں تھا چاہِ رومہ اور وہ بھی ایک یہودی کے قبضہ میں تھا کہ اُس کے پانی کی جو چاہتا وہ قیمت لیتا تھا. ایسے وقت جبکہ ایک پیسہ ایک لاکھ اشرفی سے زیادہ عزیز تھا حضرت عثمان کا اس کو خرید کر وقف عام کرنا. مسجد نبوی کی تنگی کو وسعت سے بدلنا اور لشکرِ اسلام کی شدید ضرورت کے وقت بھرپور مدد کرنا ایسی خدمات ہیں جو ہمیشہ کے لئے صفحۂ اسلام پر آبِ زر سے لکھی ہوئی ہیں اور ان پر تین تین مرتبہ پیغمبر کی زبان سے پروانۂ مغفرت ملا ہے. شہادت سے قبل آپ نے بھرے مجمع میں ان کا اظہار فرما کر سب سے اقرار لے لیا کہ بلوائیوں پر حجت پوری ہو جائے. (ثمامہ بن حزن قشیری) میں حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ ہونے کے دن موجود تھا جب کہ آپ نے دیوار کے اوپر سے بلوائیوں پر جھانکا اور فرمایا اپنے اُن دونوں رفیقوں کو میرے پاس لے کر آؤ جنہوں نے تم کو مجھ پر برا فروختہ کیا ہے چنانچہ وہ لائے گئے جیسے اونٹ یا گدھے ہوتے ہیں پس حضرت عثمان نے اُن پر جھانکا اور فرمایا تم کو قسم دیتا ہوں اللہ کی (مثل ...) ... تم کو قسم دیتا ہوں ... کیا تم کو معلوم ہے کہ میں مکہ کے کوہ ثبیر پر رسول اللہ

له الباکم اغریٰکم وحملکم علی عداوتی من الب القوم باسد احتمعوا ١٢ سله الحضیض قعر الجبل وقرار الارض ١٢

ان المسور بن مخرمة وعبد الرحمن بن الاسود قالا له ما يمنعك ان تكلم امير المؤمنين عثمان فی شأن الولید بن عقبة؟ فقد اکثر الناس فیه فقصدت لعثمان حین خرج الی الصلوٰة قلت ان لی الیك حاجة وھی نصیحة لك قال یا ایھا المرء اعوذ باللہ منك فانصرفت فرجعت الیھم اذ جاء رسول عثمان فاتیتہ فقال ما نصیحتك؟ فقلت ان اللہ تعالیٰ بعث محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بالحق وانزل علیہ الکتاب وکنت ممن استجاب للہ ورسولہ فھاجرت الھجرتین وصحبتہ صلی اللہ علیہ وسلم ورأیت ھدیہ وقد اکثر الناس فی شأن الولید قال ادرکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قلت لا ولکن خلص الی من علمہ ما یخلص الی العذراء فی سترھا فقال اما بعد فان اللہ تعالیٰ بعث محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بالحق وکنت ممن استجاب للہ ورسولہ وآمنت بما بعث بہ وھاجرت الھجرتین کما قلت وصحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبایعتہ فواللہ ما عصیتہ ولا غششتہ حتی توفاہ اللہ ثم ابوبکر مثلہ ثم عمر مثلہ ثم استخلفت افلیس لی من الحق مثل الذی لھم؟ قلت بلی قال فما ھذہ الاحادیث التی تبلغنی عنکم؟ اما ما ذکرت من شأن الولید فسنأخذ فیہ بالحق ان شاء اللہ ثم دعا علیا فامرہ ان یجلدہ فجلدہ ثمانین۔ للبخاری (عبد اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر (تینوں) کے ساتھ کھڑا تھا کہ پہاڑ نے حرکت کی حتیٰ کہ اس کا پتھر تلہٹی میں آگرا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں مارا اور فرمایا ٹھیر جا اے ثبیر کہ تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق اور دو شہید سب نے کہا ہاں درست ہے۔ پس آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر میرے لئے قسم ہے رب کعبہ کی کہ (اپنی زبان سے اقرار کرکے) جنتی ہونے کے گواہ بن گئے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا (ت) ف غالبًا یہ دوبارہ خاص بلوائیوں سے اقرار لیا کہ ظلما مارا جانا محقق ہوجائے۔ (جابرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا جنازہ نماز کی غرض سے لایا گیا۔ تو آپ نے نماز نہ پڑھی۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اس سے پہلے ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی پر نماز نہ پڑھی ہو۔ فرمایا یہ عثمان سے بغض رکھتا تھا لہذا اللہ کا مبغوض بن گیا۔ (ت)۔ (ابن عمرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور فرمایا یہ یعنی عثمان اس میں ظلما قتل کئے جائیں گے۔ (ت)۔ (عبید اللہؓ بن عدی بن خیار) مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن ابن اسود نے اُن سے کہا کون شے مانع ہے کہ تم امیر المومنین عثمان سے ولید بن عقبہ کے بارہ میں گفتگو کرو کیونکہ لوگ اس کے بارہ میں بہت چرچا کر رہے ہیں۔ پس جب عثمان نماز کے لئے نکلے تو میں ان کی طرف آیا اور کہا کہ مجھے آپ سے کچھ کام ہے اور وہ آپ ہی کی خیر خواہی ہے۔ فرمایا اے شخص میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ پس میں واپس ہوا اور اُن لوگوں کے پاس آیا کہ دفعةً عثمان کا قاصد آیا اور میں آپ کے پاس گیا تو فرمایا وہ تمہاری خیر خواہی کیا تھی؟ میں نے کہا کہ حق تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب اتاری اور آپ اُن لوگوں میں تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی۔ پھر آپ نے (حبشہ و مدینہ کی) دو ہجرتیں کیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت اُٹھائی اور آپ کی روش دیکھی۔ اور بیشک لوگ ولید کے بارہ میں بہت کچھ کہہ رہے ہیں۔ فرمایا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں مگر آپ کی معلومات جو اتنی عالم آشکارا ہے کہ (کنواری لڑکی کو اس کے پردہ کے اندر پہونچتی ہے مجھے بھی پہونچی) اور اس لئے عرض کرنا پڑا کہ مداہنت صحیح نہیں ہے) آپ نے فرمایا اما بعد۔ بے شک حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا۔ اور میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اللہ و رسول کی بات مانی اور اس پر ایمان لایا جو آپ کی معرفت بھیجا گیا

ابن سلام، انه دخل على عثمان وهو محصور فسلم عليه ورد عليه وقال ماجاء بك يا عبد الله بن سلام؟ قال جئت
لاثبت حتى استشهد او يفتح الله لك ولا ارى هؤلاء القوم الا قاتلوك فان يقتلوك فذلك خير لك
وشر لهم فقال عثمان اسألك بالذى لى عليك من الحق لما خرجت اليهم خير يسوقه الله بك او شر يدفعه
الله بك فسمع واطاع فخرج عليهم فلما رأوه اجتمعوا وظنوا انه قد جاءهم ببعض ما يسرون به فقام خطيبا
وقال فى جملة خطبته انه لم يقتل نبى فيما مضى الا قتل به سبعون الف مقاتل ولا قتل خليفة قط الا قتل به خمسة
وثلاثون الف مقاتل فلا تعجلوا على هذا الشيخ بقتل فوالله لا يقتله رجل منكم الا لقى الله يوم القيامة ويده
مقطوعة مسلولة واعلموا انه ليس لوالد على ولد حق الا ولهذا الشيخ عليكم مثله فقاموا فقالوا كذبت اليهود
فقال كذبتم والله ما انا بيهودى وانى لاحد المسلمين يعلم الله بذلك ورسوله والمؤمنون وقد انزل الله
فىّ القرآن قل كفى بالله شهيدا بينى وبينكم ومن عنده علم الكتاب قل ارأيتم ان كان من عند الله وكفرتم به
وشهد شاهد من بنى اسرائيل على مثله فآمن واستكبرتم فقاموا ودخلوا على عثمان فذبحوه فخرج عبد الله

اور دو ہجرتیں کیں جیسا کہ تم نے کہا اور صحبت پائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی دامادی سے مشرف
ہوا اور آپ سے بیعت کی۔ پھر خدا کی قسم نہ آپ کی نافرمانی کی نہ فریب کیا حتی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو وفات دی
پھر اسی طرح ابو بکر کے ساتھ اطاعت کا برتاؤ کیا) اور اُن کے بعد عمرؓ کے ساتھ۔ پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا تو کیا مجھ
(مُطاع و حاکم ہونے کا) وہ حق حاصل نہیں جو اُن حضرات کو تھا؟ میں نے کہا بے شک حاصل ہے۔ فرمایا پھر
یہ کیا باتیں ہیں جو مجھے تمہاری طرف سے پہونچتی ہیں۔ رہا ولید کا معاملہ جو تم نے ذکر کیا سو عنقریب انشاء اللہ
ہم اس میں حق جاری کریں گے۔ اس کے بعد علی کو بلا کر حکم دیا کہ ولید کو دُرّے ماریں چنانچہ آپ نے اس کے اسّی
دُرّے مارے۔ (خ) ف ولید حضرت عثمان کے ماں شامل بھائی تھے جن کو حضرت سعد کے معزول ہونے پر امیر
کوفہ بنایا گیا تھا۔ اول تو صحابہ کو یہی گراں گذرا کہ حضرت سعد جیسے مقدس کو کہ عشرۂ مبشرہ اور سابقین صحابہ
میں ہیں معزول کیا گیا۔ پھر ولید کے متعلق شکایتیں ہوئیں کہ انہوں نے شراب پی کر فجر کی نماز چار رکعت پڑھائی
حضرت عثمان عینی شہادت کے منتظر تھے۔ کہ حد جاری کر سکیں اور لوگوں کو اس تاخیر سے یہ وہم ہوا کہ بھائی ہونے
کے سبب سے رعایت ہو رہی ہے۔ یہی بدگمانیاں رفتہ رفتہ ایک سازش بن گئیں جن کا اخیر نتیجہ عثمانی شہادت
ہوا۔ (عبد اللہ بن سلام، جبکہ حضرت عثمان کے محصور ہونے کی حالت میں آپ کے پاس آئے اور سلام کیا تو
آپ نے جواب دیا اور پوچھا کیسے آئے عبد اللہ بن سلام۔ عرض کیا اس لئے آیا ہوں کہ (آپ کی مدد میں) استقلال
دکھاؤں حتی کہ شہید ہو جاؤں۔ حق تعالیٰ آپ کو فتح نصیب فرمائے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے یہ
(بلوائی) گروہ آپ کو قتل کئے بغیر نہ رہیگا پس اگر آپ کو قتل کریں گے تو تمہارے لئے بہتر ہے (کہ شہادت
ہو گی) اور ان کے لئے بدتر۔ پس عثمان نے فرمایا تم پر جو میرا حق ہے اُس کا واسطہ دیکر درخواست کرتا
ہوں کہ تم ان کے پاس جاؤ (اور ان کو سمجھاؤ) کہ حق تعالیٰ تمہارے ذریعہ کوئی بہبودی لائے گا یا کوئی شر
دفع کرے گا۔ (اور یہ میرے پاس ٹھہرنے سے زیادہ مفید ہوگا) پس انہوں نے سُنا اور اطاعت کی اور
باہر نکل کر ان لوگوں کی طرف چلے تو وہ آپ کو دیکھ کر جمع ہو گئے اور یہ خیال کیا کہ کوئی خوش کن خبر لے کر آئے
ہیں۔ پس آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ گذشتہ زمانہ میں جس نبی کو بھی قتل

له كذا فى النسخ بجميعها - من السلسل وهو اثر اعلف الخزف وبعلها من العجوز من الطلل بالسر ختم ١٢

بن سلام فقام علی راحلتہ فقال یا اھل مصر یا قتلۃ عثمان قتلتم امیر المؤمنین اَمَا واللہ لا یزال عھد منکوث ودم مسفوح ومال مقسوم۔ للکبیر مطولا وللترمذی بعضہ۔ (یزید[15] بن ابی حبیب) ان عامۃ الرکب الذین ساروا الی عثمان جنوا (مالک[16] بن انس) قتل عثمان فاقام مطروحًا علی کناسۃ بنی فلان ثلاثًا واتاہ اثنا عشر رجلا منھم جدی مالک بن ابی عامر وحویطب بن عبد العزی وحکیم بن حزام وعبد اللہ بن الزبیر وعائشۃ بنت عثمان معھم مصباح فی حق فحملوہ علی باب وان رأسہ لیقول علی الباب طق طق حتی اتوا بہ البقیع فاختلفوا فی الصلوٰۃ علیہ فصلی علیہ حکیم او حویطب ثم ارادوا دفنہ فقام رجل من بنی مازن فقال لئن دفنتموہ مع المسلمین لاخبرن الناس غدًا فحملوہ حتی اتوا بہ حش کوکب فدفنوہ وکان عثمان قبل ذلک یمر بحش کوکب فیقول لیدفن ھھنا رجل صالح۔ ھما للکبیر وقال

کیا گیا ہے۔ (اس کی سزا میں قاتلین کے) ستر ہزار سپاہی قتل کئے گئے ہیں۔ اور جس خلیفہ کو قتل کیا گیا اس کے بدلہ پینتیس ہزار جوان قتل کئے گئے ہیں۔ پس ان بزرگ کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو کہ واللہ جو شخص بھی تم میں سے ان کو قتل کرے گا وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا شل ہوگا۔ اور جان لو کہ باپ کا جو حق بیٹے پر ہے وہی ان بزرگ کا تم پر ہے پس وہ لوگ کھڑے ہوگئے اور کہا تو جھوٹا ہے اے یہودی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں یہودی نہیں ہوں۔ میں تو منجملہ مسلمانوں کے ایک مسلمان ہوں۔ اللہ اس کو خوب جانتا ہے اور اس کا رسول اور تمام مومنین۔ اور میرے بارہ میں تو حق تعالےٰ نے قرآن (کی چند آیتیں) نازل فرمائی ہیں۔ قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب اور قل ارایتم ان کان من عند اللہ الخ پس وہ لوگ اٹھے اور حضرت عثمان کے گھر میں گھس گئے اور آپ کو ذبح کر دیا۔ پس عبد اللہ ابن سلام وہاں سے چل کر اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے اہلِ مصر اے قاتلین عثمان تم نے امیر المومنین کو شہید کر دیا۔ خوب سن لو خدا کی قسم اب ہمیشہ عہد ٹوٹتا اور خون بہتا اور مال بٹتا رہے گا۔ (ک) ف مفصل حال ہمارے رسالہ صحابہ میں دیکھو کہ بلحاظ مظلومیت و بلحاظ نتائج بد اس اُمت میں سب سے پہلی بے نظیر شہادت حضرت عثمان کی ہے کہ کئی دن آپ کو مکان میں بے آب و دانہ محصور رکھا اور پشتِ دیوار سے پھاند کر عین اُس وقت جبکہ آپ تلاوت میں مشغول تھے آپ کو بڑی بے رحمی کے ساتھ شہید کر دیا کہ آپ کا خون قرآن مجید کی اس آیت پر گرا فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پہلے ہی ان کی شہادت اور اس شہادت کے نتائج سے آگاہ فرما چکے تھے۔ عثمان کو شہید کرنے کی سزا ایسی ملے گی کہ پھر مسلمانوں کی تلوار جو کافروں پر چلا کرتی تھی آپس ہی میں چلنے لگے گی اور فتوحات کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون [5]۔ (یزید[15] بن حبیب) تمام لوگ جو حضرت عثمان کی طرف (باغی بن کر) چلے تھے وہ مجنون ہو کر مرے (ک)۔ (مالک[16] بن انس) حضرت عثمان شہید کئے گئے اور (نعش مبارک) تین دن تک فلاں کوڑی پر پڑی رہی۔ (کہ بلوائیوں کے خوف سے کوئی دفنانے کے لئے پاس نہ آسکا۔) آخر بارہ آدمی جن میں میرے دادا مالک[1] ابن ابی عامر اور حویطب[1] بن عبد العزی اور حکیم[3] بن حزام اور عبد اللہ[2] بن زبیر اور عائشہ[5] دختر عثمان بھی تھے (شب کے وقت) برتن میں چراغ ساتھ لے کر آئے اور (میسر[4] نہ ملا تو دروازہ (کے کواڑ) پر نعش کو رکھا کہ سر مبارک دروازہ پر (ہلتا ہوا) طق طق بولتا تھا۔ حتّٰی کہ گورستان بقیع میں لائے۔ پھر نماز جنازہ میں اختلاف ہوا (کہ بعض کی رائے تھی۔ شہید کے لئے نہ غسل کی ضرورت ہے نہ نماز جنازہ کی) آخر کار حکیم یا حویطب نے نماز پڑھائی اور پھر دفن کرنے کا ارادہ کیا تو بنی مازن کا ایک شخص اٹھا اور کہا اگر تم نے ان کو مسلمانوں کے ساتھ (یہاں) دفن کیا تو میں صبح ہی لوگوں کو اطلاع کر دوں گا (اور نعش اکھیڑنے کے ساتھ تم بھی آفت میں آجاؤ گے) پس آپ کو اٹھا کر مقام حش کوکب میں لائے

[1] اما وااللہ ہی حرف استفتاح کالا واصلہا اما حذفت الفہا تخفیفا ۱۲ [2] ای اصابہم الجنون ۱۲ [3] بالفم وعاء من خشب ۱۲ [4] فی القاموس حُش کوکب دحش طلحۃ موضعان بالمدینۃ ۱۲

الحش البستان (مسلم[17] بن سعید مولیٰ عثمان) ان عثمان اعتق عشرین عبداً ودعا بسراویل فشدها علیہ ولم یلبسها فی جاھلیۃ ولا اسلام وقال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البارحۃ فی المنام وابا بکر وعمر فقالوا لی اصبر فانک تفطر عندنا القابلۃ فدعا بمصحف فنشرہ بین یدیہ فقتل وھو بین یدیہ ۔ لابن احمد والموصلی (زھدم[18] الجرمی) خطبنا ابن عباس فقال لو ان الناس لم یطلبوا بدم عثمان لرجموا بالحجارۃ من السماء ۔ للکبیر والاوسط (کعب[19] بن عجرۃ) ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنۃ فقربھا فمر رجل مقنع رأسہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ھذا یومئذ علی الھدی فوثبت فاخذت بضبعی عثمان ثم استقبلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ھذا قال ھذا ۔ (عائشۃ[20]) رفعتہ : یا عثمان ان ولاک اللہ ھذا الامر یوما فارادک المنافقون ان تخلع قمیصک الذی

اور دفن کیا۔ اور اس سے قبل (زندگی میں) حضرت عثمان کا حُش کوکب پر گذر ہوا کرتا تو فرمایا کرتے تھے یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ (ک)۔ (مسلم[17] بن سعید مولیٰ عثمان) حضرت عثمان نے بیس[20] غلام آزاد کئے اور پاجامہ منگا کر (تہ بند کیطرح) اس کو باندھا اور پہنا نہیں نہ زمانہ جاہلیت میں نہ بزمانہ اسلام۔ اور فرمایا رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر کو خواب میں دیکھا اور انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ صبر کرو کل کو تم ہمارے پاس آ کر افطار کرو گے۔ چنانچہ (آپ نے صبح کو روزہ کی نیت کرلی اور) قرآن مجید منگا کر سامنے کھول لیا۔ پس قرآن مجید آپ کے سامنے ہی تھا کہ آپ شہید کئے گئے (م ص)۔ (زہدم[18] جرمی) ابن عباس نے تقریر کی اور فرمایا کہ لوگ اگر عثمان کے قصاص کا مطالبہ نہ کرتے تو آسمان سے پتھر (برستے اور) سب سنگسار کر دیئے جاتے۔ (ک و)۔ (کعب[19] بن عجرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اسکو بہت ہی قریب بتایا پس ایک شخص سر ڈھانپے ہوئے گذرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس دن ہدایت پر ہو گا۔ پس میں نے لپک کر عثمان کے دونوں بازو پکڑ لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر کے کہا یہ؟ فرمایا ہاں یہ۔ (عائشہ[20]) (فع۔ ا ے عثمان اگر تم کو حق تعالیٰ صاحب حکومت بنائے اور منافق چاہیں کہ تمہارا وہ کرتہ (خلافت) اُتاریں جو تمہیں خدا نے پہنایا تو اس کو اُتار نامت۔ تین مرتبہ فرمایا۔ نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے کہا کون شے مانع ہوئی کہ آپ نے لوگوں کو یہ بتایا نہیں (تاکہ حضرت عثمان کو دست برداری نہ دینے میں معذور سمجھتے اور خلافت کا حریص قرار نہ دیتے) فرمایا واللہ (خدا کی طرف سے) مجھے یہ حدیث بھلا دی گئی۔ (اور اس وقت یاد نہ رہی) لا۔ (حسن[21]) خطا ور محمد بن ابی بکر (شریک قتل عثمان) کو مصر کی ایک گلی میں گرفتار کیا گیا اور گدھے کی کھال میں داخل کر کے جلایا گیا۔ (ک)۔ (عبداللہ[22] بن سعید) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت علی کے پاس بیٹھے تھے اور اُن کی داہنی طرف عمار اور بائیں طرف محمد بن ابی بکر موجود تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا اے امیر المؤمنین حضرت عثمان کے بارہ میں کیا کہتے ہو؟ جلدی سے یہ دونوں بولے تو ایسے شخص کے متعلق دریافت کرتا ہے جس نے ایمان کے بعد (نعوذ باللہ) اللہ کا کفر کیا اور منافق ہو گیا اس شخص نے کہا میں تم سے دریافت نہیں کرتا اور نہ تمہارے پاس آیا ہوں۔ پس حضرت علی نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا جو ان دونوں نے کہا۔ تب ان دونوں نے بیک زبان کہا تو پھر ہم نے ان کو قتل کیوں کیا (آپ کی رائے کے موافق ہم ظالم اور قاتل مسلم ہوئے) آپ نے فرمایا وہ تم پر حاکم بنائے گئے تھے مگر اپنے اخیر دنوں میں حکومت کا (رنگ) بُرا بنا دیا اور لگ گئی ... تم ... واللہ مجھے اُمید ہے کہ میں اور عثمان (صاف دل

تعلمی تمصك الله فلا تخلعه يقول ذلك ثلاث مرات قال النعمان بن بشير فقلت لعائشة ما منعك ان تعلمی
الناس بهذا؟ قالت أنسيته والله : هما للقزوینی (الحسن[21]) قال اخذ الفاسق محمد بن ابی بکر فی شعب من شعاب
مصر فادخل فی جوف حمار فاحرق : للكبير (عبد الله بن سعيد[22]) عن ابيه كنا جلوسا عند علی وعن
يمينه عمار وعن يساره محمد بن ابی بکر اذ جاء رجل فقال يا امير المؤمنين ما تقول فی عثمان؟ فبدر الرجلان
فقالا تسأل عن رجل كفر بالله من بعد ايمانه ونافق؟ فقال الرجل لهما لست لكما اسأل ولا اليكما جئت
فقال له علی لست اقول ما قالا فقالا له جميعا فلم قتلناه اذا؟ قال ولی عليكم فاساء الولاية فی آخر ايامه
وجئتم فأسأتم والله انی لارجوان اكون انا وعثمان كما قال الله تعالى ونزعنا ما فی صدورهم من غل اخوانا على سرر
متقابلين : للكبير بضعف (وثاب[23]) جاء محمد بن ابی بکر فی ثلثة عشر رجلا حتى انتهوا الى عثمان فاخذ
بلحيته فقال بها وقال بها حتى سمعت وقع اضراسه فقال ما يغنی عنك معاوية وفلان وفلان؟ فقام اليه
بمشقص[له] حتى وجاه به فی رأسه[2] ثم تعاولوا عليه حتى قتلوه : للكبير مطولا (يحيى بن بكير[24]) كانت الشورى
فاجتمع الناس على عثمان الثلاث بقين من ذی الحجة سنة ثلاث وعشرين وقتل عثمان يوم الجمعة لثمان
عشرة خلت من ذی الحجة سنة خمسة وثلثين وسنه ثمان وثمانون سنة وكان يصفر لحيته وولايته اثنی عشر

بھائی ہوں گے) جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ونزعنا ما فی صدورہم الخ (اور جو کچھ کاوش اُن کے دلوں میں تھی اس کو ہم نے نکال دیا کہ بھائی بن کر (جنت کے) تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ (ک) **ف** صحابہ کی باہمی جنگ ومخالفت درحقیقت ایک برادرانہ رنجش تھی کہ اجتہادی خطا سے اپنے کو حق پر سمجھ کر بدن سے لڑتے تھے مگر دل بالکل صاف اور بے غبار رہتے تھے جن میں نہ بُغض تھا نہ عناد۔ اور اگر اخیر عمر تک کچھ باقی بھی رہے گا تو جنت میں جاتے وقت اللہ کے فضل اور صحبتِ محمدیہ کی برکت سے وہ نکال دیا جائے گا کہ جنت میں جا کر شیر وشکر بن جائیں گے۔ خود لڑنے والوں کا تو یہ رنگ ہوا اور ہم ایک طرف جھک کر فریق بندی کریں اور بُغض ودشنام کو ثواب سمجھیں۔ بعینہ مدعی سُست اور گواہ چست کا مصداق ہے۔ (وثاب[23]) محمد بن ابی بکر تیرہ[13] نفر کو لے کر حضرت عثمان تک پہونچے اور آپ کی ریش مبارک کو پکڑ کر بار بار ہلایا کہ داڑھوں کی کھٹ کھٹ سنائی دی اور کہا اب معاویہ اور فلاں وفلاں تمہارے کچھ کام نہ آئے؟ پھر بھال لے کر آپ کی طرف اُٹھا اور سر مبارک میں بھونک دی۔ اس کے بعد دوسروں نے مدد دی حتی کہ آپ کو شہید کر دیا (ک) **ف** ایک روایت میں آتا ہے کہ اس حرکت پر حضرت عثمان نے فرمایا تمہارے والد تمہارا یہ فعل دیکھتے تو ان کو بہت رنج ہوتا۔ اس پر محمد بن ابی بکر کو شرم آئی اور علیحدہ ہو گئے مگر دوسروں نے ہاتھ بڑھایا اور شہید کیا۔ واللہ اعلم (یحییٰ بن بکیر[24]) حضرت فاروق کی وصیت کے موافق) مشورہ کی مجلس ہو کر لوگوں کا اتفاق حضرت عثمان (کی خلافت) پر ۲۰ ذی الحجہ ۲۳ھ کو ہوا اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو شہید ہوئے کہ آپ کی عمر اٹھاسی برس کی تھی۔ ریش مبارک کو زرد رنگتے تھے اور (نو[9] دن کم) بارہ[12] سال خلافت رہی۔ (ک) (زبیر[25]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک (کافر) قریشی کو باندھ کر قتل کرایا اور اس کے بعد فرمایا آج کے بعد کوئی قریشی باندھ کر قتل نہ کیا جائے بجز اُس شخص کے جو عثمان بن عفان کو قتل کرے کہ اس کو قتل کیجیو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو تم بکریوں کی طرح ذبح کئے جاؤ گے (د وبز) (عبد اللہ[26] ابن فروح) [illegible] دفن کیا گیا اور غسل نہیں دیا گیا

له المشقص کے معنی السہم الطویل لا العریض ۱۲ ۲ درعبارت ضربہ ۱۲

سنة ؛ للكبير (الزبير) قتل النبي صلے الله عليه وسلم يوم الفتح رجلا من قريش صبرا ثم قال لا يقتل قرشي بعد هٰذا اليوم صبرًا الا رجل قتل عثمان بن عفان فاقتلوه فان لم تفعلوا تقتلوا قتل الشاء ؛ للاوسط والبزار بضعف (عبد الله بن فروخ) شهدت عثمان دفن في ثيابه بدمائه ولم يغسل ؛ لابن احمد.

مناقب الامام علي رضي الله تعالے عنه

(جابر) رفعه: الناس من شجر شتى وانا وعلي من شجرة واحدة للاوسط والكبير؛ هو علي بن ابي طالب بن عبد المطلب بن هاشم ؛ وقال الزبير بن بكار: امه فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف ويقال انها اول هاشمية ولدت لهاشمي وقد اسلمت وهاجرت الى المدينة وماتت ودفنها النبي صلے الله عليه وسلم ؛ (انس) قال بعث النبي صلے الله عليه وسلم يوم الاثنين وصلے عليؓ يوم الثلاثاء ؛ (زيد بن ارقم) اول من اسلم علي قال عمرو ابن مرة فذكرت ذلك لابراهيم النخعي فانكره وقال اول من اسلم ابو بكر ؛ (ابن عمرؓ) لما آخى النبي صلے الله عليه وسلم بين اصحابه جاء علي تدمع عيناه فقال يا رسول الله اخيت بين اصحابك ولم تواخ بيني وبين احد فسمعته صلے الله عليه وسلم يقول انت اخي في الدنيا والاخرة ؛ هي للترمذي

ذکر شہید کے لیے یہی حکم ہے۔). مر۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب

(جابرؓ) فع. لوگوں کے مختلف شجرے ہیں اور میرا اور علی کا ایک شجرہ ہے۔ (کہ عبد المطلب کے صاحبزادہ عبد اللہ سے آپ اور دوسرے صاحبزادہ ابوطالب سے حضرت علی) اور کبیر میں آپ کا نسب اس طرح مذکور ہے علیؓ بن ابی طالبؓ بن عبد المطلبؓ بن ہاشمؓ۔ اور زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ آپ کی والدہ فاطمہؓ بنت اسدؓ بن ہاشمؓ ابن عبد مناف ہیں۔ اور منقول ہے کہ یہ پہلی ہاشمیہ ہیں جن کی اولاد ہاشمی شوہر سے ہوئی اور (گو ابوطالب ایمان نہیں لائے مگر) یہ اسلام بھی لائیں اور مدینہ کی ہجرت بھی کی اور (وہیں) وفات ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن فرمایا (پس حضرت علی ماں اور باپ دونوں سلسلہ سے ہاشمی ہیں)۔ (انسؓ) کہتے ہیں کہ پیر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور منگل کے دن حضرت علی نے نماز پڑھی۔ (زیدؓ ابن ارقم) سب سے پہلے جو اسلام لایا وہ علی ہیں۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ابراہیم نخعی سے ذکر کیا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ سب سے پہلے جو اسلام لایا وہ ابوبکر ہیں (ت)۔ ف ابوبکر علی زید بن حارثہ اور خدیجۃ الکبریٰ چار حضرات میں اختلاف ہوا ہے کہ اول کون اسلام لایا اور یہی علامت ہے کہ چاروں کا اسلام

(سعدؓ) ان معاویۃ قال لہ ما یمنعک ان تسب ابا تراب؟ فقال اما ما ذکرت ثلاثا قالھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلن اسبہ لان تکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمر النعم سمعتہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہ وخلفہ فی بعض مغازیہ فقال لہ علی یا رسول اللہ خلفتنی مع النساء والصبیان فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی وسمعتہ یقول یوم خیبر لاعطین الرایۃ رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فتطاولنا لھا فقال ادعوا لی علیا فاتی بہ ارمد فبصق فی عینیہ ودفع الرایۃ الیہ ففتح اللہ علیہ ولما نزلت ھذہ الاٰیۃ ندع ابناءنا وابناءکم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھلی ۔ لمسلم والترمذی (حبشی بن جنادۃؓ) رفعہ: علی منی وانا من علی ولا یؤدی عنی الا انا او علیؓ (انسؓ) کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم طیر فقال اللھم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی ھذا الطیر

بعثت کے اتنا متصل تھا کہ ہر ایک کو اول کہنے میں اقوال مختلف ہوئے۔ علماء نے تطبیق اس طرح دی ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زیدؓ اور بڑی عمر والوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ مشرف باسلام ہوئے کہ آپ کی عمر اس وقت دس سال کی تھی۔ (ابن عمرؓ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں (دو دو شخصوں کا) بھائی چارہ کرایا تو حضرت علیؓ آئے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اپنے تمام صحابہ میں بھائی چارہ کرایا مگر میرے ساتھ کسی کا نہ کرایا پس میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ تم میرے بھائی ہو دُنیا اور آخرت میں۔ (ت) (سعدؓ) معاویہ نے اُن سے کہا کون چیز تم کو مانع ہے کہ تم ابو تراب (حضرت علی) کو بُرا کہو (اور ہمارے برسرِ حق اور ان کے غلطی پر ہونے کا اظہار کرو) فرمایا جب تک تین باتیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں مجھے یاد رہیں گی کبھی حضرت علی کو بُرا نہ کہوں گا کہ ان میں سے ایک بھی مجھے نصیب ہو جاتی تو میرے لئے سُرخ رنگ اُونٹوں سے (کہ عرب میں یہی نفیس ترین مال تھا) زیادہ پیاری تھی۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جبکہ آپ نے ایک غزوہ میں حضرت علی کو (مدینہ میں) چھوڑا اور حضرت علی نے آپ سے (افسوس کے ساتھ) کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا تو یہ فرماتے سُنا کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تم میری طرف سے ایسے بنو جیسے ہارون نائب بنے (موسیٰ کے جبکہ وہ توریت لینے کے لئے کوہ طور پر گئے) بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ اور جنگ خیبر کے دن میں نے آپ کو یہ کہتے سُنا کہ (جنگ کا) علَم اس شخص کو دوں گا جو محبِ خدا و رسول ہوگا۔ پس اس ہوس میں ہم نے اپنے سر بلند کئے۔ آپ نے فرمایا میرے لئے علی کو بُلاؤ۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس لائے گئے کہ آشوبِ چشم میں مُبتلا تھے۔ پس آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہنِ مُبارک ڈالا اور علَم ان کے حوالہ کیا۔ پس اللہ نے ان کے ہاتھوں فتح بخشی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناءنا وابناءکم تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بُلایا اور فرمایا الٰہی یہ ہیں میری اولاد (مس ت) ف خلفاء ثلٰثہ کی طرح حضرت علی کے فضائل بھی بکثرت ہیں چاروں حضرات کی شان انگور انار سیب اور سنترہ کی سی ہے کہ ہر ایک کی لطافت لذت رنگت اور خوشبو نرالی ہے اور چاروں کو باقی تمام پھلوں پر فوقیت ہے۔ مگر باہم چاروں میں کیا ترتیب ہے اس کا فیصلہ قدرت نے خود فرما دیا کہ ان کی عمریں بھی ازل میں ایسی تجویز فرمائی [illegible] آئی اگر بدل جاتی تو ایک نہ ایک کی اسلامی خدمات پر

فجاء علی فاکل معه ÷ ھما للترمذی نادرزین: ان انسا قال لعلی استغفرلی ولک عندی بشارۃ ففعل فاخبرہ بقوله
صلی الله علیه وسلم ÷ (ابو ھریرۃ) ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرایة رجلا یحب الله
ورسوله یفتح الله علی یدیه قال عمر ما احببت الامارۃ الا یومئذ فتساورت لھا رجاء ان ادعی لھا فدعا صلی الله علیه
وسلم علیا فاعطاہ ایاھا وقال امش ولا تلتفت حتی یفتح الله علیک فسار شیئا ثم وقف ولم یلتفت فصرخ یا
رسول الله علی ماذا اقاتل الناس؟ قال قاتلھم حتی یشھدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله فاذا فعلوا ذلک فقد
منعوا منک دماءھم واموالھم الا بحقھا وحسابھم علی الله ÷ لمسلم (ابو سعید) ان کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار
ببغضھم علیا ÷ (ام سلمة) رفعته: لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مومن ÷ (علی) رفعه: انا مدینة العلم وعلی بابھا ÷
(ابو سعید) رفعه: یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک وفسر انه لا یحل لاحد ان یستطرقه
جنبا غیری وغیرک ÷ (جابر) دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس

پردہ پڑا رہتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ خود حضرت اسد اللہ نے بھی اپنے فضائل کی کسی ایک حدیث کو خلافت بلا فصل کے فیصلہ کے وقت پیش نہیں کیا اور نہ راویان فضائل اور سامعین میں کسی صحابی کو یہ شبہ ہوا کہ فلاں مضمون سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بعد حضرت علی کی خلافت کا اشارہ فرما گئے ہیں۔ پھر کتنی عجیب بات ہوگی اگر بعد کے لوگ اس لکیر کو پیٹنے کے لئے جس کا اب کچھ بھی نتیجہ نہیں نکل سکتا کسی علوی فضیلت سے وہ خلافت ثابت کریں جس کی طرف خود صاحبِ فضیلت کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ رہا حضرت ہارون کے نائب موسیٰ ہونے کا قصہ سو ظاہر ہے کہ حضرت ہارون کا انتقال بحیاتِ موسیٰ علیہما السّلام ہو چکا تھا۔ لہٰذا خلافت بعد الموت کا تو اس میں اشارہ بھی نہیں۔ البتہ مطلق جانشینی کی قابلیت کا اظہار ہے اور وہ اپنے وقت پر ظہور میں آئی۔ (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندہ کا گوشت آیا تھا پس آپ نے دعا کی یا اللہ مخلوق میں جو تجھ کو زیادہ پیارا ہو اسے میرے پاس بھیج کہ میرے ساتھ اس پرندہ کا گوشت کھائے پس علی آئے اور آپ کے ساتھ کھایا (ت) رزین میں اتنا اضافہ ہے کہ انس نے حضرت علی سے کہا میرے لئے دعاء مغفرت کرو کہ تم کو ایک خوشخبری سناؤں جو میرے پاس ہے چنانچہ انہوں نے دعا کی تو انس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ان کو مطلع کیا۔ (ابو ہریرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا کہ یہ علم اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب سمجھتا ہے کہ اللہ اس کے ہاتھوں فتح کرے گا۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ افسری کو میں نے کبھی پسند نہیں کیا بجز اس دن کے کہ اس علم کے لئے اس امید پر کہ مجھے بلایا جائے میں نے سر اونچا کیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو بلایا اور وہ علم ان کو دیکر فرمایا جاؤ اور جب تک اللہ تم کو فتح نہ دے کسی طرف رُخ نہ کرنا۔ پس علی چند قدم چلے اور پھر ٹھیر گئے اور حضرت کے الفاظ پر اتنا عمل کیا کہ کسی طرف رُخ نہیں کیا۔ بلکہ (اسی طرف مُنہ کئے) پکارا کہ یا رسول اللہ کس شرط پر لوگوں سے جنگ کروں فرمایا لڑتے رہو حتی کہ وہ شہادت دیں کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ پس جب وہ اس کا اقرار کرلیں تو انہوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو تم سے محفوظ کرلیا۔ بجز اُن حقوق کے جو دیع زکوٰۃ یا قصاص وغیرہ کی صورت میں اسلام نے (جان و مال سے متعلق رکھے ہیں۔ کہ وہ باوجود مسلمان ہونے کے بھی وصول کئے جائیں گے) باقی ان کا حساب (کہ دل سے کہا تھا یا محض جان بچانے کے لئے یہ) اللہ کے حوالہ

لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال صلے اللہ علیہ وسلم ما انتجیتُہ ولکن اللہ انتجاہ (ابن عباسؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بسدّ الابواب الا باب علی: ھی للترمذی (بریدہؓ) خطب ابوبکر و عمر فاطمۃ فقال صلے اللہ علیہ وسلم انہا صغیرۃ فخطبہا علی فزوجہا منہ: (علیؓ) کانت لی منزلۃ من النبی صلے اللہ علیہ وسلم لم تکن لاحد من الخلائق آتیہ باعلی سحر فاقول السلام علیک یا رسول اللہ فان تنحنح انصرفت الی اھلی والا دخلت علیہ: ھما للنسائی و مرنی الاستیذان غیر ھذا. (انسؓ) بعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم ببراءۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ ھٰذا الا رجل من اھلی

لہ ای امرنی ان اناجیہ ۱۲

(س) ف اس سے یا پہلی حدیث سے حبیّت و محبوبیت خدا و رسول میں حضرت علی کا حضرات شیخین سے افضل ہونا ثابت نہیں ہوسکتا ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت علی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہوں. کیونکہ خلق میں آپ بھی شامل اور عموم کلی میں داخل ہیں. لہٰذا جن کی آپ پر فضیلت محقق ہو چکی ان کے علاوہ تمامی صحابہ پر آپ کا شرف مراد ہے. (ابو سعیدؓ) ہم گروہ انصار کو منافقوں کی شناخت علی کے ساتھ بُغض دیکھ کر ہو جاتی تھی. (اُم سلمہؓ) رفع علی کے ساتھ منافق کو محبت نہ ہوگی اور مومن کو اُنکے ساتھ بُغض نہ ہوگا. (ت) ف اور اسی لئے انصار نے ان کو شناخت کا آلہ بنا رکھا تھا. لیکن شیخین کو آپ سے افضل سمجھنا کسی کے نزدیک بُغضِ علی قرار پائے تو ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم کو افضل سمجھنے والے پر کوئی عیسائی یا یہودی اعتراض کرے کہ مسلمانوں کو حضرت عیسےٰ و موسیٰ علیہما السّلام سے بُغض ہے. (علیؓ) رفع. میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں. (ت) ف مدینہ کے بھی کہ دُنیوی مسکنِ محمدی ہے جنت کی طرح آٹھ دروازے ہیں. اور چار دروازے تو چھوٹے سے قصبہ تک کے بھی ہوتے ہیں. بس کیسے ممکن ہے کہ علوم محمدیہؐ جو کہ علوم اولین و آخرین کا مجموعہ ہیں بمنزلہ شہر کے ہوں مگر ان کا دروازہ صرف ایک ہو. پھر اگر دروازہ ایک ہی ہوا تو آمد اور برآمد دونوں اسی سے ہوئی اور لازم آئے گا کہ سینۂ محمدیؐ میں بھی جو کچھ پہونچا وہ حضرت علی کے ذریعہ پہونچا. حالانکہ یہ عکس موضوع ہے. لہٰذا مطلب یہ ہے کہ علوم محمدیہؐ کو دوسروں تک پہونچانے والے متعدد خلفاء و مبلغین ہیں. ایک حضرت علی بھی ہیں کہ نوع قضا میں بالخصوص آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا. چنانچہ ارشاد نبوی ہے واقضاہم علی. اور بالفرض شہر کو ایک گھر قرار دیکر دروازہ اس کا ایک ہی رکھا جائے تب بھی بنیاد اور چار دیواری اور چھت کی لامحالہ ضرورت ہوگی کہ بغیر ان چیزوں کے دروازہ ہی کی کون حاجت ہے. چنانچہ خیر فردوس میں یہی حدیث اس طرح ہے. میں شہر علم ہوں اور ابوبکر اُس کی بنیاد اور عمر اس کی چار دیواری اور عثمان اُس کی چھت اور علی اس کا دروازہ. (ابو سعیدؓ) اے علی کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحالت جنابت رہ سکے بجز میرے اور تمہارے. اور اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ بحالتِ جنابت مسجد نبوی کو راستہ بنا کر عبور کر جانا) میرے اور تمہارے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے. (ت) ف ناقدینِ حدیث نے اس روایت کو موضوع کہا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات عموماً دنیوی ضروریات میں ہیں. جیسے چار سے زیادہ بیویوں کا حلال ہونا. باقی حرمات الٰہیہ اور وہ امور جن میں حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال ہے جیسے مسجد سے بحالت ناپاکی علیحدہ رہنا اس میں نہ خود حضرت روحی فداہ مستثنےٰ ہیں نہ کوئی اُمتی. بلکہ جن کا مرتبہ جتنا زیادہ اسی قدر تعظیمِ حق ان پر اشد ضروری. لیکن اگر روایت کی کچھ اصل ہے تو یہ مطلب ہے کہ حضرت علی داماد تھے سرورِ عالمؐ کے. اور آپ کا مکان آنحضرت کے قریب تھا اور اس کا دروازہ بھی اُمہات المومنین کے مکانات کی طرح مسجد ہی کے رُخ تھا کہ

فدعا علیا فاعطاہ ایاھا۔ (ام عطیۃؓ[۸]) بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم جیشا فیھم علیؓ فسمعتہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو رافع یدیہ اللھم لا تمتنی حتی ترینی علیا۔ ھما للترمذی (محمد بن کعب[۹]) افتخر علی وعباس وشیبۃ بن عبد الدار فقال عباس انا اسقی حاج بیت اللہ وقال شیبۃ انا اعمر مسجد اللہ وقال علی انا ھاجرت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزل اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ الآیۃ۔ لرزین (ذویبؓ[۱۰]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما احتضر قالت صفیۃ لکل امرأۃ من نسائک اھل تلجا الیھم وانت اجلیت اھلی فان حدث حدث فالی منؓ؟ قال الی علی۔ للکبیر (ابن عباسؓ[۱۱]) کنا نتحدث

بتول کو اپنے باپ کے پاس اور آنحضرت کو اپنی بیٹی کے پاس آنے جانے میں سہولت تھی جب آنحضرت نے تمام صحابہ کے دروازے اس احتیاط کے لئے مسجد کے رُخ سے بند کرا دیئے کہ ممکن ہے بحالتِ جنابت کسی کو باہر جانے کی ضرورت پڑے تو لامحالہ مسجد میں کو عبور کرنا ہوگا اور یہ مرور گو بضرورت جائز ہے مگر دروازہ کا اس رُخ ہونا ہی کیا ضرور ہے کہ مرور کی ضرورت لاحق ہو۔ تو حضرت علی کا دروازہ مستثنےٰ فرمادیا کہ بیٹی کو آنے جانے کی تکلیف نہ ہو۔ اور اس کا اطمینان تھا کہ جس طرح خود آنحضرتؐ کو مسجد کا احترام ہے حضرت علی کو بھی ضرور ہوگا کیسے ممکن ہے کہ وہ بحالت جنابت مسجدِ نبوی کو اپنی نشستگاہ یا راستہ وگذرگاہ بنالیں گے۔ اس سے لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علی اس حکم احترام مسجد ہی سے مستثنیٰ ہیں۔ پھر اس نے نقل ہو کر حدیث کی صورت لے لی۔ (جابرؓ[۱۲]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ طائف کے دن حضرت علی کو بُلاکر چپکے چپکے باتیں کیں۔ لوگوں نے کہا (آج تو) اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ بڑی لمبی سرگوشی ہوئی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ان کے ساتھ سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے سرگوشی کی۔ (ت) ف یعنی اللہ کے حکم سے دینی مشورہ کے لئے یہ سرگوشی ہوئی نہ کہ نفس کی خاطر جیسے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ (ابن عباسؓ[۱۳]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسجد نبویؐ کے رُخ سے) دروازوں کے بند کئے جانے کا حکم دیا بجز علی کے دروازہ کے (ت) ف یہ وہی سدّ ابواب ہے جس میں بے حرمتی مسجد کا سدباب ہے اور بابِ علی کے استثنار میں دخل ہے احترام و راحت بنت الرسولؐ کو۔ کہ ضرورت سے زیادہ پردہ کا اہتمام رکھنے والی بیٹی کو جس نے بعد موت جنازہ کے لئے بھی گہوارہ تجویز کیا باہر کے دروازہ سے آنا بہت دشوار تھا۔ اس کے بعد دروازہ تو مسجد کی طرف کوئی نہ رہا مگر کھڑکیاں قائم رہیں۔ کہ بضرورتِ زیارت محمدیہؐ مسجد میں جلد آسکیں یا اسی کا نام خوخہ ہے۔ پھر مرض الوصال میں آنحضرتؐ نے اس کا بھی سدباب فرمادیا اور بجز ابوبکر کے کسی کی کھڑکی کھلی نہ رہی۔ کہ زیارتِ پیغمبرؐ کی ضرورت بھی ختم ہوئی۔ اور اب ضرورت ہے تو صرف امام نماز اور جانشین پیغمبر کو کہ خدا جانے کس وقت کس معاملہ کے لئے مسجد میں جلد آنا ہو واللہ اعلم۔ (بریدہؓ[۱۵]) ابوبکرؓ اور عمرؓ نے یکے بعد دیگرے حضرت فاطمہ کے متعلق پیام دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (عذر) فرمادیا کہ وہ تم سے عمر میں بہت چھوٹی ہیں۔ پھر حضرت علی نے ان کے متعلق پیام دیا تو آپ نے ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔ (کہ دونوں کی عمر میں تناسب تھا اس لئے کہ حضرت خاتون کی عمر ساڑھے پندرہ سال تھی اور حضرت علی کی اکیس سال۔ (ن) (علیؓ[۱۶]) میری قدر و منزلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اتنی تھی کہ مخلوق میں کسی کی بھی نہ تھی میں سحر کے اول وقت حضرت کے پاس آیا کرتا اور عرض کیا کرتا تھا السلام علیک یا رسول اللہ پس اگر آپ کھنکار دیتے تو سمجھتا کہ مشغول ہیں اس لئے واپس چلا جاتا ورنہ اندر آجاتا تھا۔ (ن) ف آپ داماد تھے ابن عم تھے مکان بہت قریب

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم عہد الی علی سبعین عہداً لم یعہدھا الی غیرہ ؛ للصغیر بخفی۔ (انسؓ) رفعہ: من سید العرب؟ قالوا انت یارسول اللہ فقال انا سید ولد آدم وعلی سید العرب ؛ للاوسط بضعف (ابن مسعودؓ) رفعہ النظر الی علی عبادۃ ؛ للکبیر بلین ولہ بضعف عن طلق بن محمد، رأیت عمران بن حصین یحد النظر الی علی فقیل لہ فقال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول النظر الی علی عبادۃ ؛ (علیؓ) انہ قیل لہ نراک فی الحر ثیاب الشتاء ونراک فی الشتاء وعلیک ثیاب الصیف وتمسح العرق فقال ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بزق فی عینی وانا ارمد فما اشتکیتہما حتی الساعۃ ودعا لی فقال اللّٰھم اذھب عنہ الحر والبرد فما

تھا اور مخصوص محبوبین میں تھے۔ اس لئے معاشرت میں بے تکلفی زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ ورنہ یوں تو حضرتؐ کے اخلاق اس درجہ وسیع تھے کہ ہر شخص سمجھتا تھا میری برابر آپ کو کسی سے بھی محبت نہیں۔ (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو (امیر حج بنا کر ۹ھ میں) سورۂ برآرۃ دے کر بھیجا اور پھر آپ کو معلوم ہوا کہ فسخ معاہدہ کے متعلق عرب کا دستور ہے کہ اصل شخص خود کرے یا اس کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ورنہ قابل اعتبار نہ ہوگا تو آپ نے ابوبکر کو بلایا اور فرمایا کسی کو مناسب نہیں کہ اس کی تبلیغ کرے بجز اُس شخص کے جو میرے قریبی رشتہ داروں میں ہو لہٰذا علی کو بلا کر سورۂ برارۃ (جس میں معاہدۂ سابقہ کے فسخ کا اعلان تھا) اُن کو عطا فرمائی (کہ امیر حج بدستور ابوبکر رہیں مگر ان کی ماتحتی میں رہتے ہوئے تبلیغ سورۂ براءت حضرت علی کریں) ت۔ (ام عطیہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جہاد کے لئے) کوئی لشکر روانہ کیا جس میں حضرت علی بھی تھے۔ پس میں نے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھائے ہوئے دُعا مانگ رہے تھے الٰہی مجھے وفات نہ دیجیو جب تک کہ (واپس لا کر) علی کو مجھے نہ دکھا دے۔ ت) ف لاریب حضرت مرتضیٰ حیدر کرار داماد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت کے اتنے پیارے تھے کہ مفارقت سے آپ کو تکلیف ہوتی اور ان کو دیکھ کر آپ کا دل خوش ہوتا تھا۔ (محمد بن کعبؓ) علی اور عباس اور شیبہ بن عبدالدار نے باہم تفاخر کیا کہ عباس نے کہا میں حاجیانِ خانۂ کعبہ کو زمزم پلاتا ہوں۔ اور شیبہ نے کہا میں اللہ کی مسجد کو (صفائی اور ہر قسم کی حفاظت کر کے) آباد رکھتا ہوں۔ اور علی نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی (اور ایمان و ہجرت میں تم صاحبوں سے مقدم رہا ہوں) پس یہ آیت نازل ہوئی اجعلتم سقایۃ الحاج الآیہ کیا تم نے حاجیوں کو پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر کو برابر سمجھ لیا جو ایمان لایا اللہ پر۔ دین) ف یہ پروانہ خداوندی ہے بقاء ایمان اور حصولِ جنت کا حضرت علی کے لئے اور آسمانی تصدیق ہے کہ پیغمبر کے کنبہ میں سب سے افضل حضرت علی ہیں۔ اور خاندانی خدماتِ مذہبی میں شرف صرف خدماتِ علویہ کو حاصل ہے (زوجہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وصال قریب آیا تو (ام المومنین حضرت) صفیہ نے عرض کیا کہ آپ کی ہر زوجہ کا خاندان موجود ہے کہ (بیوہ ہونے کے بعد) اُن کے سہارے بیٹھے مگر میرے خاندان (یہود بنی نضیر) کو تو آپ نے جلاوطن کر دیا (اور خیبر میں بھیجدیا) پس اگر کوئی حادثہ پیش آیا تو میں کس کا سہارا لوں؟ فرمایا علی کا (ک) ف کہ داماد بھی ہیں بمنزلہ اولاد اور محب و محبوب بھی ہیں اس لئے ماؤں کا زیادہ لحاظ رکھیں گے (ابن عباسؓ) ہم ذکر کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے ستر عہد لئے ہیں جو کسی دوسرے سے نہیں لئے۔ (رع) ف جب نہ پیغمبر نے بیان فرمایا کہ وہ کیا تھے نہ خود حضرت علی نے، تو یہ کہنا کہ معاہدۂ خلافت تھا دعویٰ بے دلیل ہے ممکن ہے اطاعت صدیقی و فاروقی ہو۔ (انسؓ) رفعہ سردار عرب کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ہیں

وجدت حرًا ولا بردًا حتی یومی هذا ؛ للاوسط (وعنه)[٢٥] لقد رأیتنی مع رسول الله صلے الله علیه وسلم وانی لاربط الحجر علی بطنی من الجوع وان صدقة مالی لیبلغ اربعین الف دینار ؛ وفی روایة: وان صدقتی الیوم لاربعون الفا ؛ لاحمد (وعنه)[٢٦] قال انا عبد الله واخو رسوله صلے الله علیه وسلم وانا الصدیق الاکبر لا یقولها بعدی الا کذاب صلیت مع النبی صلے الله علیه وسلم قبل الناس بسبع سنین للقزوینی وانکره ابن المدینی. (ابو رافع)[٢٧] رفعه: فی شأن علی: من ابغضه فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض الله ومن احبه فقد احبنی ومن احبنی فقد احب الله ؛ للبزار بلین (ابو عبد الله الجدلی)[٢٨] دخلت علے ام سلمة فقالت لی أیسب رسول الله صلے الله علیه وسلم فیکم ؟ قلت معاذ الله قالت سمعته صلے الله علیه وسلم

یارسول اللہ. فرمایا میں تو سردار ہوں تمامی بنی آدم کا. اور (علی) سردار ہے عرب کا. (و) ف افضل ترین عرب خاندان قریش ہے. اور اشرف ترین قریش خاندانِ بنی ہاشم. اور حضرت علی ماں اور باپ دونوں سلسلے سے ہاشمی ہیں اور اُمت محمدیہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار اور آپ کی گود کے پلے ہوئے. کہ آنحضرت نے انہیں کے والد ابو طالب کے پاس سکونت رکھی اور حضرت علی آپ کے سامنے پیدا ہوئے کہ نبوت کے وقت دس سال کی عمر تھی. اس لئے قومی وخاندانی سیادت کے ساتھ سابقیت اسلام اور برکات پرورش پیغمبری نے شامل ہوکر سرداریٔ عرب کے لئے سونے پر سہاگہ کا کام دیا مگر خلافت سے اس کو واسطہ نہ تھا لہٰذا بوقت ضرورت خود آپ نے بھی اپنے استحقاق میں حجت بنا کر اس کو پیش نہیں کیا. (ابن مسعود)[٢٣] فع. علی کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور طلق بن محمد سے مروی ہے. میں نے عمران بن حصین کو دیکھا کہ حضرت علی کو بہت تکا کرتے تھے. ان سے اسباب پوچھا گیا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے. ف اولیا کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے اور حضرت علی تو سید الاولیاء ہیں. (علی)[٢٤] سے کہا گیا ہم آپ کو دیکھتے ہیں کہ شدید گرمی میں آپ کے بدن پر جاڑے کے کپڑے ہوتے ہیں اور جاڑے میں آپ پر گرمی کے کپڑے. کہ پسینہ پونچھتے رہتے ہیں. فرمایا میری آنکھیں دکھیں تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تکلیف کا اظہار کیا. آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈال دیا تو اب تک میری کبھی آنکھیں نہیں دکھیں. اور آپ نے میرے لئے دعا فرمائی کہ الٰہی اس سے گرمی وسردی (کی تکلیف کو) دور کردے. پس آج تک نہ مجھے کبھی گرمی معلوم ہوتی نہ سردی. (و) (ایضاً)[٢٥] میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا کرتا تھا اور آج میرے صدقات کی مقدار چالیس ہزار دینار کو پہونچتی ہے. (م) ف یعنی ان اوقاف کی سالانہ آمدنی یہ ہے جو آپ نے وقف کئے نہ یہ کہ زکوٰۃ مال اتنی نکلتی تھی اس لئے کہ آپ سید الزاہدین تھے. مال پاس رکھنا جانا ہی نہیں. کہ زکوٰۃ واجب ہوتی. شہادت کے بعد دیکھا گیا تو آپ کا کل ترکہ چھ سو درہم تھا یعنی سوا سو روپیہ. (ایضاً)[٢٦] آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں (اپنے زمانہ کا) صدیق اکبر ہوں. کہ میرے بعد جو بھی اس کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا. میں نے لوگوں سے سات برس پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے. (ک) علامہ ابن مدینی نے اس حدیث کا انکار کیا ہے (کہ سات برس تک آنحضرت کی رسالت کا محض بے اثر اور معطل رہنا روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے) (ابو رافع)[٢٧] علی کے بارہ میں حضرت نے فرمایا جس نے اُن سے بغض رکھا بیشک

يقول من سب عليا فقد سبني ؛ لاحمد (ام سلمة[29]) رفعته: علي مع القرآن والقرآن مع علي لا يفترقان حتى يردا
علي الحوض ؛ للاوسط والصغير بضعف (ابوذر[30]) رفعه: يا علي من فارقني فارق الله ومن فارقك يا علي فارقني ؛ للبزار
(ابو سعيد[31]) رفعه: يا علي معك يوم القيامة عصى من عصي الجنة تذود بها المنافقين عن حوضي ؛ للاوسط بلين
(صهيب[32]) ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لعلي من اشقى الاولين؟ قال الذي عقر الناقة يا رسول الله قال صدقت
فمن اشقى الآخرين؟ قال لا علم لي يا رسول الله قال الذي يضربك على هذه واشار الى يافوخه فكان علي يقول
لاهل العراق وددت انه قد انبعث اشقاكم فيخضب هذه يعني لحيته من هذه ووضع يده على مقدم رأسه
للكبير بلين (اسماعيل بن راشد[33]) ان ابن ملجم لعنه الله والبرك بن عبد الله وعمرو بن بكر التميمي اجتمعوا بمكة فعابوا
على الناس ولاتهم وقالوا والله ما نصنع بالبقاء شيئا بعد اخواننا اهل النهر[1] وان الذين كانوا لا يخافون في الله

اُس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اُس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اُن سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی اُس نے اللہ سے محبت رکھی۔ (بز)۔ (ابو عبداللہ الجدلی[28]) میں ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کیا تمہارے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیجاتی ہیں؟ میں نے کہا توبہ توبہ۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جس نے علی کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی۔ (اور جب گروہِ خوارج حضرت علی کو سب وشتم کرتا ہے تو گویا حضرت ہی کو سب وشتم کرتا ہے۔) مد۔ (ام سلمہ[29]) رفع۔ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ۔ ایک دوسرے سے جدا نہوں گے حتی کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئینگے (وغ) ف "شاید اسی سے بعض نے یہ بندش کی ہو کہ قرآن موجودہ میں دس پارہ کم ہیں کہ پورا قرآن چالیس پارہ کا صرف حضرت علی کے پاس تھا اور اب وہ غار میں مستور ہے۔" مگر نہ سمجھا کہ اس سے حفاظت قرآن کے متعلق حق تعالیٰ کا وعدہ بھی جھوٹا بنتا ہے اور حضرت علی پر بھی کتمان واخفاء اصل دین کا الزام آرہا ہے۔ ورنہ اول تو حدیث کو مؤلف نے خود سقیم کہا ہے اور صحیح بھی ہو تو مطلب صاف ہے کہ عمل اور تمسک بالقرآن مراد ہے جو صلحاء اُمت کی خاص شان ہے اور عام محاورہ ہے جیسے عمر حق کے ساتھ ہے اور حق عمر کے ساتھ۔ یا حفاظتِ قرآن مراد ہے کہ خلفاء ثلثہ کی اس سعی میں کہ قرآن کو سینوں سے لے کر مصاحف میں جمع کر لیا جائے حضرت علی نے خاص مدد پہونچائی اور کمال جد وجہد فرمائی ہے۔ (ابو ذر[30]) رفع۔ اے علی جو مجھ سے جُدا ہوا وہ اللہ سے جُدا ہوا۔ اور اے علی جو تم سے جُدا ہوا وہ مجھ سے جُدا ہوا۔ (بز) (ابو سعید[31]) رفع۔ اے علی تمہارے پاس قیامت کے دن جنت کی ایک لاٹھی ہوگی جس سے تم منافقوں کو میری حوض سے دھکیلو گے۔ (و) ف اِن دونوں حدیثوں میں پیشین گوئی ہے کہ کچھ لوگ حضرت علی سے کھلم کھلا خلاف کریں گے۔ اور کچھ لوگ دعویٰ کریں گے محبت کا مگر جو طرز آپ کا حضرات شیخین کے ساتھ رہے گا اُس کو تقیہ پر محمول کر کے آپ کا ساتھ چھوڑیں گے۔ اور آپ حوضِ کوثر سے ان کو دھکے دیں گے۔ (صہیب[32]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا بھلا پہلے لوگوں میں بڑا بدنصیب کون تھا؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ شخص جس نے حضرت صالح کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے۔ فرمایا سچ کہا اور اب پچھلے لوگوں میں بڑا بدنصیب کون ہوگا؟ عرض کیا مجھے معلوم نہیں یا رسول اللہ۔ فرمایا وہ شخص جو تمہارے اس حصہ پر (تلوار) مارے گا۔ اور آپ کی کھوپری کی طرف اشارہ کیا۔ پس حضرت علی اہلِ عراق سے فرمایا کرتے تھے "مجھے شوق ہے کہ تم میں کا وہ بدنصیب اُٹھے پس اُس کو یعنی میری داڑھی کو (خون میں) رنگ دے اس جگہ سے۔ اور سر کے اگلے حصہ پر ہاتھ رکھ کر بتایا۔ (ک) ف یعنی شہید کرے

[1] في القاموس والنهروان بفتح النون وتثليث الراء وبضمهما ثلاث قرى اعلى واوسط واسفل بين واسط وبغداد

لومة لائم وقتلهم على فلواتينا ائمة الضلالة فقتلناهم فارحنا منهم البلاد قال ابن ملجم وكان من اهل مصر انا
اكفيكم عليا وقال البرك انا اكفيكم معاوية وقال عمرو انا اكفيكم عمرو بن العاص فتواثقوا على قتلهم فسموا اسيافهم
وتواعدوا ان فى سبع عشرة من رمضان يثب كل منهم على صاحبه فخرج علیؑ لصلاة الغداة فجعل يقول الصلوٰة
الصلوٰة فشد عليه ابن ملجم فضربه على قرنه وهرب فلحق واخذ فادخل على علیؑ فقال له يا عدو الله الم احسن اليك؟ قال
بلى ولكن شحذته اربعين صباحًا فسألت الله ان يقتل به شر خلقه قال له علیؑ ما اراك الا مقتولا به وما اراك الا
من شر خلقه فقال للحسن ان بقيت رأيت فيه رأيي وان هلكت فاقتلوه ولا تمثلوا به فانى سمعت النبى صلى الله
عليه وسلم نهى عن المثلة ولو بالكلب العقور فلما قبض على دخل ابن ملجم على الحسن فقال هل لك فى خصلة انى كنت
اعطيت عهدًا ان اقتل عليًا ومعاوية فان شئت خليت بينى وبينه ولك الله على ان لم اقتله ان آتيك حتى اضع
يدى فى يدك فقال الحسن لا والله فقدمه فقتله فاحرقه الناس واما البرك بن عبدالله فقعد لمعاوية فخرج
لصلوٰة الغداة فشد عليه فادبر معاوية هاربا فوقع السيف فى اليته فاخذ البرك فقال لمعاوية عندى خبر
اسرك به انافعى ذلك عندك؟ قال وما هو؟ قال ان اخًا لى قتل عليًا الليلة قال فلعله لم يقدر عليه؟ قال بلى

کہ سرِ مبارک پر تلوار مارے جس کے خون سے ریشِ مبارک تر ہو جائے چنانچہ کوفہ میں عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھ
شربتِ شہادت نوش فرمایا اور نجفِ اشرف کو گہوارۂ برزخی بنایا (اسمٰعیل بن راشد) ابن ملجمؒ بدنصیب اور برک
ابن عبداللہ اور عمروؒ بن ابی بکر تمیمی مکہ میں جمع ہوئے اور (مصر و شام و عراق میں) مسلمانوں کے جو جو حاکم تھے ان کی
عیب جینی کر کے کہا کہ واللہ ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے جبکہ ہمارے بھائی اہلِ نہروان (خارجی المذہب) جو اللہ کے بارہ
میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتے نہ تھے رخصت ہو گئے اور علی نے ان کو قتل کر ڈالا۔ پس کیا اچھا ہو
کہ ہم ان گمراہ سرداروں کے پاس پہونچکر ان کو قتل کر دیں اور ملک کو ان سے راحت بخشیں۔ ابن ملجم نے کہ مصر کا باشندہ
تھا کہا کہ میں تو علی کو (کوفہ میں) نسلٹ لوں گا۔ اور برک نے کہ میں (دمشق میں) معاویہ کو بھگت لوں گا۔ اور عمرو نے
کہا کہ میں (مصر میں) عمرو بن العاص کو نمٹ لوں گا۔ پس تینوں نے ان تینوں کے قتل پر عہد و پیمان کیا اور اپنی تلواروں
کو زہر میں بجھایا اور رمضان کی سترہ تاریخ ٹھیرائی کہ (بیک وقت) ہر ایک اپنے صاحب پر حملہ کرے (چنانچہ ابن
ملجم تاریخ موعود کی آخری شب میں آرامگاہ علوی کے قریب آ چھپا) پس علی (تہجد سے فارغ ہو کر) نماز فجر کے لئے
باہر نکلے اور (سوئے ہوؤں کو جگانے کے لئے حسب عادت) نماز نماز پکارتے چلے تو ابن ملجم نے آپ پر حملہ کیا
اور جانب سر پر وار کر کے بھاگا۔ چنانچہ اس کا تعاقب ہوا اور پکڑا گیا۔ (حضرت علی زخمی ہوئے اور گھر میں پہونچا
دیئے گئے۔) ابن ملجم آپ کے پاس حاضر کیا گیا اور آپ نے اس سے کہا اے دشمنِ خدا کیا میں نے تجھ پر احسانات
نہیں کئے؟ بولا ہاں کئے، مگر میں نے اس (تلوار) کو چالیس دن زہر میں بجھایا اور اللہ سے درخواست کی تھی کہ جو
اس کی مخلوق میں سب سے بدتر ہو وہ اس سے قتل ہو۔ حضرت علی نے اس سے فرمایا میں تجھی کو اس سے قتل ہوتا
ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اور تجھ ہی کو بدترین خلق سمجھ رہا ہوں۔ پھر حضرت علی نے (صاحبزادہ) حسن سے فرمایا اگر میں بچ گیا
تو اس کے بارہ میں خود رائے قائم کروں گا اور اگر وفات پا جاؤں تو اس کو قتل کر دینا اور ناک کان مت
کاٹنا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ صورت بگاڑنے سے منع فرماتے تھے اگرچہ کٹ کھنا کتا
ہی کیوں نہ ہو۔ پس جب حضرت علی کا (اسی زخم میں) وصال ہو گیا تو ابن ملجم حضرت حسن کے حضور پیش کیا گیا

له الصواعق المحرقة [illegible] ۱۳۲

ان علياً يخرج ليس معه احد يحرسه فامر به معاوية فقتل وبعث الى الطبيب فنظر اليه فقال ان ضربتك مسمومة فاختر اما ان احمى حديدة فاضعها فى موضع السيف واما ان اسقيك شربة ينقطع منها الولد فقال اما النار فلا صبر لى عليها واما انقطاع الولد ففى يزيد وعبد الله وولدهما ما تقر به عينى فسقاه الشربة فبرئ فلم يولد له ولد بعد فامر معاوية بعد ذلك بالمقصورات[له] وقيام الشرط على رأسه واما عمرو بن بكير فقعد لعمرو ابن العاص فى تلك الليلة فلم يخرج واشتكى فامر خارجة بن حبيب ليصلى بالناس فشد عليه فضربه بالسيف فقتله فاخذ فادخل على عمرو فلما رآهم يسلمون عليه بالامرة قال من هذا؟ قالوا عمرو بن العاص قال من قتلت؟ قالوا خارجة قال اما والله يا فاسق ما عمدت غيرك قال عمرو اردتنى والله اراد فقدمه وقتله :

اور اُس نے کہا! ایک کارآمد بات مان لو تو سُناؤں. میں نے یہ عہد کیا تھا کہ علی اور معاویہ دونوں کو قتل کروں. پس اگر راضی ہو تو مجھے رہا کر دو (کہ ان کے اُٹھ جانے سے تمہارے لئے میدان صاف ہو جائے گا) اور اس پر اللہ کو ضامن بناتا ہوں کہ اگر ان کو قتل نہ کر سکا تو (واپس آکر) اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں پکڑا دوں گا. حسن نے فرمایا مجھے منظور نہیں. پس اُس کو آگے بڑھا کر قتل کر دیا اور پھر لوگوں نے اس کی نعش کو جلا دیا. اور برک ابن عبداللہ کا قصہ یہ ہوا کہ وہ معاویہ کی تاک میں بیٹھا اور جب وہ نماز فجر کے لئے گھر سے نکلے تو ان پر حملہ کیا پس معاویہ واپس ہو کر بھاگے اور تلوار اُن کے سُرین پر پڑی. اور برک گرفتار کر لیا گیا. اُس نے معاویہ سے کہا میرے پاس ایک خبر ہے جو تم کو مسرور کر دے گی (اگر سُناؤں) تو کیا مجھے (معافی کا) کچھ نفع پہونچ سکتا ہے! معاویہ نے پُوچھا وہ کیا خبر ہے؟ کہا میرے بھائی نے آج ہی رات میں علی کو قتل کیا ہے. معاویہ نے کہا ممکن ہے کہ قدرت نہ پائی ہو کہا نہیں ضرور ایسا ہو چکا کیونکہ علی باہر نکلتے ہیں تو اُن کے ساتھ کوئی سپاہی نہیں ہوتا. جو ان کی حفاظت کرے. پس معاویہ نے برک کے متعلق حکم دیا اور وہ قتل کر دیا گیا. اور (اپنے زخم کے علاج کی غرض سے) طبیب کو بُلوایا. اُس نے دیکھ کر کہا کہ آپ کی چوٹ زہریلی ہے. پس یا تو گوارا کیجئے کہ لوہا تپا کر تلوار کے زخم پر رکھوں (اور داغوں) اور یا ایسی دوا پلاؤں جس سے نسل منقطع ہو جائے گی. (اس کے سوا تیسرا علاج نہیں) معاویہ نے کہا آگ کی تو مجھے برداشت نہیں. رہا انقطاعِ نسل سو آنکھ ٹھنڈی کرنے کو یزید اور عبداللہ اور ان کی اولاد کافی ہے. چنانچہ طبیب نے دوا پلائی اور ان کو آرام ہو گیا مگر پھر کوئی اولاد نہ ہوئی اور اس کے بعد معاویہ نے (حفاظت جان کی خاطر) کوشک کی تیاری اور سپاہیوں کے سر پر حاضر رہنے کا حکم دیا. (کہ نشست مسجد بھی محفوظ ہوا اور پہرہ بھی قائم) رہا عمرو بن بکیر سو وہ اسی رات عمرو بن عاص (والئ مصر) کی گھات میں بیٹھا. مگر وہ بیمار ہو گئے (اور نماز کے لئے) باہر نہ آئے اور خارجہ بن حبیب کو نماز پڑھانے کا حکم دیا. بس ان پر حملہ ہوا اور تلوار مار کر ان کو شہید کر دیا. پس پکڑا گیا اور حضرت عمرو کے سامنے پیش ہوا. جب اُس نے حاضرین کو دیکھا کہ سرداری کا سلام بجا لا رہے ہیں تو پُوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ عمرو بن العاص ہیں. بولا اور میں نے قتل کسے کیا؟ کہا خارجہ کو کہنے لگا اے فاسق میرا مطلوب تو تیرے سوا دوسرا تھا. عمرو بن العاص نے کہا ہاں تو نے چاہا مجھے (قتل کرنا) اور اللہ نے چاہا خارجہ کو (شہید کرانا) پھر اس کو آگے بڑھا کر قتل کرا دیا. (ک). (محمد بن علی بن حسین[۳۴]) حضرت علی کی وفات ہوئی جب کہ آپ کی عمر اٹھاون سال تھی. (یحیی بن بکیر[۴۵]) حضرت علی قتل کئے گئے بیوم جمعہ ۱۷ رمضان سنہ ۴۰ھ[۴۰] یعنی زخمی ہوئے اور جمعہ شنبہ اور شب یکشنبہ زندہ رہ کر بیوم یکشنبہ ۱۹ رمضان کو وصال فرمایا. (ابی بکر بن[۴۶]

[له] المقصورات جمع مقصورة وهى الموضع المقصور على صاحبه ۱۲

للكبير بارسال مطولا (محمد[34] بن علي بن الحسين) قال توفي علي وهو ابن ثمان وخمسين ؛ (يحيي[35] بن بكير) قتل علي يوم الجمعة سبع عشرة من رمضان سنة اربعين ؛ (ابو بكر[36] بن ابي شيبة) قتل علي سنة اربعين و كانت خلافته خمس سنين وستة اشهر ؛ هي للكبير۔

مناقب بقية العشرة طلحة والزبير وسعد وسعيد وعبد الرحمٰن بن عوف وابي عبيدة بن الجراح

(ابو عبيدة[1] معمر بن المثنى) قال طلحة بن عبيد الله بن عثمان بن عامر بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة بن كعب وامه الصعبة بنت الحضرمي بن عامر بن ربيعة من كندة ؛ للكبير (جابر[2]) رفعه من سره ان ينظر الى شهيد يمشي على وجه الارض فلينظر الى طلحة بن عبيد الله ؛ (الزبير[3]) كان على النبي صلى الله عليه وسلم درعان يوم احد فنهض الى صخرة فلم يستطع فاقعد طلحة تحته وصعد حتى استوى على الصخرة فسمعته

ابی شیبہ) حضرت علی ۴۰ھ میں شہید ہوئے اور آپ کی خلافت پانچ برس چھ مہینے رہی۔ (ک) ف آخر ۳۵ھ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد مسند آرائے خلافت ہوئے۔ اور کچھ دنوں بعد بجائے مدینہ منورہ کے کوفہ کو اپنا دار الخلافہ بنایا۔ وہیں شہادت کا سانحہ پیش آیا۔ آپ بڑے فصیح و بلیغ اعلیٰ درجہ کے خطیب اور بہادر تھے کہ اسد اللہ خطاب تھا زہد اور علم و تقویٰ میں آپ کا درجہ نہایت بلند تھا۔ آپ کا تمام زمانۂ خلافت آپس کی لڑائیوں میں صرف ہوا کہ جمادی الثانیہ ۳۶ھ حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کے ساتھ جنگ جمل اور ماہ صفر ۳۷ھ میں حضرت معاویہ کے ساتھ جنگ صفین اور آخر میں واسطا اور بغداد کے درمیان تین بستیوں کے خوارج سے جنگ ہوئی جن کو اہل نہروان کہا جاتا ہے۔ یہ تیسری جنگ صحابہ کو پسند آئی کہ آنحضرت کی اس کے متعلق پیشین گوئی بھی تھی مگر پہلی دونوں جنگ سے بہتیرے صحابہ کنارہ کش رہے۔

بقیہ حضرات عشرۂ مبشرہ یعنی طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبد الرحمٰن بن عوف اور ابو عبیدہ بن جراح کے مناقب

(ابو عبیدہ[1] معمر بن مثنی) نے حضرت طلحہ کا نسب اس طرح بیان کیا۔ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد ابن تیم بن مرہ بن کعب۔ اور آپ کی والدہ صعبہ دختر حضرمی بن عامر بن ربیعہ قبیلہ کندہ کی تھیں۔ (ک) ف آپ حضرت صدیق کے دوست تھے اور انہیں کی ترغیب سے اسلام لائے۔ نوفل بن خویلد نے دونوں حضرات کو ایک رسی میں باندھ دیا۔ اور اسی بناء پر دونوں حضرات قرینین کہلائے پس بہت کچھ تشدد برتا اور کفر پر مجبور کیا۔ مگر آپ کے استقلال میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ (جابر[2]) رفع جس کو خوش آئے کہ شہید کو دیکھے جو زمین پر چل رہا ہے تو طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ (ت)۔ ف مجاہدہ و ریاضت کی موت نفس مراد ہے کہ جسم زندہ رہے مگر نفس مردہ کہ صوفیا نے اس کو فنا فی اللہ سے تعبیر کیا ہے۔ اور بیوم احد حضرت کی حفاظت میں ہاتھ شل ہونا اور آپ کی سپر بن کر تیروں کے اسی زخم کھانے اس شہادت حکمی کی علامت ہیں۔ یا پیشین گوئی ہے حسن خاتمہ اور حصول شہادت کی جس سے معلوم ہوا کہ جنگ جمل کا منشا خطاء اجتہادی ہے اور دونوں فریق کے مقتولین شہید ہیں۔ اسی لئے بڑوں کی باہمی جنگ میں یکطرفہ فیصلہ دینا اور کسی فریق پر طعن کرنا خطرناک ہے۔ (زبیر[3]) جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے جسم مبارک) پر دو زرہیں تھیں۔ پس آپ (اس غرض سے کہ مسلمانوں کو نظر آؤں اور ان کی پریشانی کہ حضرت شہید ہوگئے دور ہو) پتھر پر چڑھنے کے لئے اٹھے۔ مگر (بوجھ کی وجہ سے چڑھ) نہ سکے تو حضرت طلحہ کو اپنے

للترمذی رقیس بن ابی حازم) رأیت ید طلحۃ التی وقی بھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد شلت[1] یقول اوجب طلحۃ ۔ ہما

للبخاری (ابو عثمان النہدی) قال لم یبق مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک الایام التی قاتل فیھن غیر طلحۃ وسعد عن حدیثھما[2] ۔ للشیخین (طلحۃ) ان الصحابۃ قالوا لاعرابی جاھل سل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عمن قضی نحبہ من ھو؟

وکانوا لایجترؤن علی مسئلتہ وکانوا یوقرونہ ویھابونہ فسألہ الاعرابی فاعرض عنہ ثم طلعت من باب المسجد وعلی ثیاب خضر فلما رآنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال این السائل عمن قضی نحبہ؟ قال الاعرابی انا یا رسول اللہ فقال ھذا ممن قضی نحبہ[3] ۔ للترمذی (وعنہ) سمانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد طلحۃ الخیر وفی غزوۃ العشیرۃ[4] طلحۃ

نیچے بٹھایا اور (ان کی کمر پر پاؤں رکھ کر) اوپر چڑھے حتی کہ پتھر پر جا بیٹھے پس میں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا کہ طلحہ نے اپنے لئے جنت کو واجب کر لیا۔ (ت)۔ (قیس بن ابی حازم) میں نے طلحہ کا ہاتھ جس سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا تھا دیکھا کہ شل (اور خشک ہو کر بیکار) ہو گیا تھا۔ (خ) (ابو عثمان نہدی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جن دنوں میں جنگ ہوئی بجز طلحہ اور سعد کے کوئی نہیں رہا۔ (خ)۔ ف یعنی جنگ اُحد میں آپ کے قریب آپ کے محافظ بن کر یہی دو حضرات موجود رہے۔ (طلحہ) صحابہ نے ایک اَن پڑھ بدو سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھ وہ کون ہے جو مَن قضی نحبہ کا مصداق ہے کہ اپنی نذر پُوری کر چکا۔ اور صحابہ کو حضرت سے پُوچھنے کی جرأت نہ ہوتی تھی کیونکہ (سمجھدار ہونے کے سبب) حضرت کی عظمت و ہیبت رکھتے تھے۔ (لہٰذا بدوؤں کو واسطہ بنایا کرتے تھے) چنانچہ بدو نے آنحضرت سے پُوچھا۔ پس آپ نے مُنہ پھیر لیا (اور کچھ جواب نہ دیا) اس کے بعد میں دروازۂ مسجد سے نمودار ہوا کہ میرے بدن پر سبز لباس تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا مَن قضی نحبہ کا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ بدو نے کہا میں ہوں یا رسول اللہ۔ فرمایا یہ شخص ہے ان میں سے جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کیا۔ (ت) ف چند صحابہ نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ مر جائیں گے مگر پیٹھ نہ پھیریں گے پس بعض اس نذر کو پُورا کر چکے اور شہید ہو چکے تھے اور بعض منتظر اور شہادت کے اُمیدوار تھے۔ حضرت طلحہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر پُورا کرنے والے شہداء میں داخل فرمایا۔ جیسا کہ حدیث گذشتہ میں آ چکا ہے کہ زمین پر چل رہے ہیں مگر شہید ہیں۔ یعنی اتنے زخم کھا کر موت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ (ایضاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے دن میرا نام طلحۃ الخیر رکھا (کہ خدمت محمدیؐ کی خیر کثیر حاصل کی تھی) اور غزوۂ عشیرہ میں طلحۃ الفیاض نام رکھا۔ اور جنگ حنین کے دن طلحۃ الجود۔ (ک)۔ (قبیصہ) میں نے بلا سوال کے کثیر مال کا دینے والا طلحہ سے بہتر کوئی نہیں دیکھا۔ اور ان کے گھر والے کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسی کثرت سخا کی وجہ سے) ان کا نام طلحۃ الفیاض رکھ دیا تھا۔ (ک)۔ (ابو ہریرہؓ) فع۔ کیا یوم اُحد کی حالت تم کو نہ سُناؤں کہ میرے ساتھ کوئی نہ تھا مگر داہنی طرف جبرئیل اور بائیں طرف طلحہ۔ (د) ف جنگ اُحد میں لشکر اسلام کو ہزیمت پیش آئی کہ ستر حضرات شہید ہو گئے اور کچھ عارضی فرار پر مجبور ہوئے اور کچھ حتی توڑ کر لڑنے پر چل پڑے۔ آنحضرتؐ کے پاس طلحہ رہ گئے کہ اپنے کو سپر بنائے ہوئے تیر پر تیر کھائے اور کسی دشمن کو حضرت تک نہ پہنچنے دیا (یحییٰ بن بکیر) حضرت طلحہ ماہ جمادی ثانیہ ۳۶ھ میں جنگ جمل کے دن بعمر تریسٹھ یا چونسٹھ[5] شہید ہوئے۔ (قیس بن حازم) میں نے دیکھا کہ مروان بن حکم نے جب طلحہ کے تیر مارا تو وہ ان کے عین گھٹنے پر پڑا۔ اور برابر اس سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ (ک) ف حضرت عثمان کی شہادت

[1] ای یبس اعصابہا و ماتت ۱۲ [2] ای عن اخبارہما بذلک ۱۲ [3] ای نذرہ بقتل اعداء اللہ فی الحرب فوفی بہ ۱۲ [4] العشیرۃ و العشیر موضع من بطن ینبع ۱۲ نہایہ

الفیاض ویوم حنین طلحة الجود ؛ للکبیر یخفی رقبیصۃ ما رأیت رجلا قط اعطی[1] الجزیل من المال من غیر مسئلة من طلحة بن عبید اللہ وکان اھلہ یقولون ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سماہ الفیاض ؛ للکبیر للکبیر ابو ھریرۃ رفعہ: الا اخبرکم عن یوم احد وما معی الا جبریل عن یمینی وطلحة من یساری ؛ للاوسط وفیہ القعقاع بن زکریا الطلحی ریحیی بن بکیر) قتل طلحة یوم الجمل فی جمادی سنة ست وثلاثین وسنة ثنتان وخمسون او اربع وخمسون سنة ؛ (قیس بن حازم) رأیت مروان بن الحکم حین رمی طلحة بسہم فوقع فی عین رکبتہ فما زال یسیح الی ان مات

کے بعد جب حضرت علی خلیفہ ہوئے تو بلوائیوں کے جبر سے حضرت طلحہ وزبیر نے بھی بیعت کی مگر فوراً مکہ کو روانہ ہو گئے۔ کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ اس سال حج کو گئی ہوئی تھیں۔ دونوں نے آپ سے سارا واقعہ بیان کیا کہ حضرت عثمان شہید ہو گئے اور بلوائیوں نے جبر کر کے حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کرائی ہے۔ اور وقت مدینہ میں سخت فتنہ برپا ہے۔ آپ سب کی ماں ہیں۔ اس لئے ہم آپ کی پناہ میں آئے ہیں۔ آپ ایسی کوشش کیجئے کہ فساد کسی طرح دفع ہو۔ حضرت علی کی رائے یہ ہے کہ ابھی قاتلین عثمان سے قصاص لینے میں خاموشی چاہیئے مگر خاموشی میں بلوائیوں کا زور بڑھتا جارہا ہے۔ حضرت عائشہ نے اول تو اس جھگڑے میں پڑنے سے انکار کیا مگر جب آپ کے سامنے وہ آیت پڑھی گئی جس میں اصلاح بین المسلمین کا حکم دیا گیا ہے تو آپ راضی ہو گئیں۔ اور یہ مشورہ ٹھیرا کہ جب تک بلوائیوں کا زور کم نہ ہو مدینہ نہ جانا چاہیئے بلکہ عرب سے باہر کوئی گوشۂ عافیت تجویز کرنا چاہیئے۔ اور کسی تدبیر سے حضرت علی کو اُن مفسدوں کے گروہ سے جدا کر کے اپنے ساتھ لینا چاہیئے۔ چنانچہ یہ لوگ بصرہ روانہ ہو گئے۔ بلوائیوں نے یہ قصہ حضرت علی سے بہت کچھ رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا۔ اور اُن کو سمجھایا کہ یہ لوگ آپ کو خلافت سے معزول کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی بھی بجانب بصرہ روانہ ہوئے۔ حضرات حسنین اور عبداللہ بن جعفر و عبداللہ بن عباس اس فوج کشی کے مخالف تھے مگر ان کی کچھ نہ چلی۔ بصرہ کے قریب پہونچ کر حضرت علی نے قعقاع صحابی کو قاصد بنا کر حضرت طلحہ وزبیر کے پاس بھیجا کہ اصل واقعات معلوم کریں۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے اُم المؤمنین کے پاس آئے اور حضرت مخدومہ نے سارا واقعہ بیان کر کے فرمادیا کہ میری اصلی نیت صرف اصلاح ہے۔ کہ فتنہ دفع اور امن قائم ہو جائے۔ قعقاع نے واپس آ کر حضرت علی کو ماجرا سنایا اور صلح کی قوی امید میں تین دن نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رہ کر شام کے وقت یہ طے ہوا کہ صبح کو حضرت علی اور طلحہ وزبیر کی باہم ملاقات ہو اور اس وقت بلوائیوں میں سے کوئی شریک نہ ہونے پائے۔ بلوائیوں کو یہ امر ناگوار ہوا کیونکہ اُن کو یقین تھا کہ خلوت کی ملاقات ہوتے ہی حضرت علی ہمارے قابو سے باہر نکل جائیں گے۔ اور معاملہ پلٹ جائے گا۔ عبداللہ بن سبا منافق یہودی نے کہ بانی فساد وہی تھا رائے دی کہ آج ہی رات میں لڑائی شروع کر دی جائے اور حضرت علی کو اطلاع دی جائے کہ طلحہ وزبیر کی طرف سے بدعہدی ہوئی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دوسری طرف یہ یقین ہو گیا کہ حضرت علی کی طرف سے بدعہدی ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ سخت خونریزی ہوئی اور طرفین سے تیرہ ہزار صحابہ جن میں حضرت طلحہؓ و زبیر بھی شامل ہیں کہ ایک ایک کا قطرۂ خون سلطنت ہفت اقلیم سے زیادہ قیمتی تھا شہید ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کہ سپہ سالار فوج تھیں میدانِ جنگ میں اونٹ پر سوار تھیں اس لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل ہے۔ ماں اور بیٹے کی لڑائی میں ظاہر ہے کہ مجرم بیٹا ہی قرار پا سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ ماں بھی وہ جسے اللہ جل جلالہٗ نے قرآن مجید میں تمامی اُمت

[1] بروا الفعل تفصیل ای ما رأیت رجلا افضل فی اعطاء الجزیل من طلحة ۱۲

(طلحۃ بن مصرف)[۱۲] ان علیًا انتھی الی طلحۃ بن عبید اللہ وقد مات فنزل من دابتہ واجلسہ فجعل یمسح الغبار من وجہہ ولحیتہ وھو یترحم علیہ ویبکی ویقول لیتنی مت قبل ھٰذا الیوم بعشرین سنۃ ۔ (ھی للکبیر) (الطبرانی)[۱۲] قال فی الکبیر: الزبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب وامہ صفیۃ عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (جابر)[۱۳] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب من یأتینا بخبر القوم؟ فقال الزبیر انا ثم قال من یاتینا بخبر القوم؟ فقال الزبیر انا ثم قال فی الثالثۃ ان لکل نبی حواریا وان حواری الزبیر۔ (ابن الزبیر)[۱۵] کنت یوم الاحزاب جعلت انا وعمر وابن ابی سلمۃ مع النساء یعنی نسوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اطم حسان بن ثابت فنظرت فاذا انا بالزبیر علی فرسہ یختلف الی بنی قریظۃ فلما رجع قلت یا ابت رأیتک تختلف قال وھل رأیتنی یا

کی ماں فرمایا۔ نیز حضرت طلحہ وزبیر کی شخصیت بھی کوئی معمولی نہ تھی۔ اجلۂ صحابہ میں سے تھے اور حضرت علی کے مثل عشرۂ مبشرہ میں داخل۔ مگر صحابہ کی اجتہادی غلطیوں میں یکطرفہ فیصلہ کرکے دوسرے فریق کو سب وشتم کرنا سعادت مندی کے خلاف ہے۔ بایں ہمہ خلافت کی عظمت ملحوظ رکھتے ہوئے ہم حق بسوئے علی سمجھتے ہیں مگر فریق ثانی کو جنگ میں معذور اور قتل کو شہادت قرار دیتے اور فیصلہ احکم الحاکمین کے حوالہ کرتے ہیں۔ کہ وہی حقائق وضمائر سے آگاہ ہے۔ حضرت طلحہ کے گھٹنہ پر مروان بن حکم نے تیر مارا اور زخم کی یہ حالت ہوئی کہ اُس کا مُنہ بند کیا جاتا تو ورم بڑھتا اور ہاتھ ہٹالیا جاتا تو خون جاری ہوجاتا تھا۔ آپ نے فرمایا چھوڑدو کہ یہ تیر اللہ کا بھیجا ہوا تھا اور لقاء رب کا پیام سُنانے آیا تھا۔ چنانچہ خون بند نہ ہوا حتّٰی کہ روح پرواز کرگئی۔ بروایت صحیحہ آپ کی عمر ساٹھ برس ہوئی۔ (طلحہ بن مصرف)[۱۲] حضرت علی حضرت طلحہ کے پاس پہونچے جب کہ اُن کی وفات ہوگئی اور سواری سے اُتر کر اُن کو (سینہ سے لگاکر) بٹھایا اور ان کے چہرہ اور ڈاڑھی سے غُبار پُونچھنے اور دل کی دُکھن ظاہر کرکے رونے لگے۔ اور فرمایا کاش میں آج سے بیس برس قبل مرلیا ہوتا کہ بھائی کا یہ سانحہ نہ دیکھتا۔ (ک)(ف یہ ہے اخلاص اور دل کی صفائی فجزاہما اللہ عنا احسن الجزاء۔ (طبرانی)[۱۲] کبیر میں حضرت زبیر کا نسب اس طرح مذکور ہے۔ زبیر بن عوام ابن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب اور آپ کی والدہ حضرت صفیہ ہیں پھوپھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ ف پس آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اور پدری سلسلہ میں اُم المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھانجہ۔ (جابر)[۱۴] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب (غزدۂ خندق) کے دن فرمایا کون لے کر آئے گا ہمارے پاس قوم (یہود بنی قریظہ) کی خبر۔ زبیر نے کہا میں۔ پھر آپ نے فرمایا کون لائے گا ہمارے پاس قوم کی خبر؟ زبیر نے کہا میں۔ پھر آپ نے تیسری مرتبہ میں (اسی سوال وجواب کے بعد) فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوا کرتا ہے۔ اور میرا حواری زبیر رض ہے۔ (ابن الزبیر)[۱۵] جنگ احزاب کے دن مجھے اور عمرو بن ابی سلمہ کو (کم عمر ہونے کی وجہ سے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ قلعہ حسان بن ثابت میں بٹھا دیا گیا تھا میں نے (دیوار کے اوپر سے جو دیکھا) تو (والد ماجد حضرت) زبیر نظر پڑے۔ کہ گھوڑے پر سوار بنی قریظہ کی طرف آمد ورفت کر رہے۔ جب واپس ہوئے تو میں نے کہا اباجان میں نے آپ کو آتے جاتے دیکھا (اس کا کیا سبب تھا)۔ فرمایا کیا تم نے مجھے دیکھ لیا بیٹا میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کون ہے کہ بنی قریظہ میں جاکر اُن کی اطلاع میرے پاس لائے؟ لہٰذا میں گیا تھا اور جب واپس آیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

يا بنی؟ قلت نعم قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من یأتی بنی قریظة فیأتینی بخبرھم؟ فانطلقت فلما رجعت جمع لی صلے اللہ علیہ وسلم ابویہ قال فداك ابی وامی: ھما للشیخین والترمذی (عروة) اوصی الزبیر الی ابنہ عبداللہ صبیحة یوم الجمل فقال مامنی عضو الا وقد جرح مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم حتی انتھی ذلک منی الی الفرج: للترمذی (مروان بن الحکم) قال اصاب عثمان رعاف شدید سنة الرعاف حتی حبسہ عن الحج واوصی فدخل علیہ رجل من قریش فقال استخلف فقال عثمان اوقالوہ؟ قال نعم قال ومن ھو؟ فسکت قال فلعلھم قالوا الزبیر؟ قال نعم قال اما والذی نفسی بیدہ انہ لخیرھم ما علمت[1] وان کان لاحبھم الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم: (عروة) کان فی الزبیر ثلاث ضربات احداھن فی عاتقہ انی کنت لادخل اصابعی فیھا العب بھا وانا صغیر قال لہ اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم یوم الیرموك[2] الا تشد فنشد معك؟ قال ان شددت کذبتم قالوا لانفعل فحمل علیھم حتی شق صفوفھم فجاوزھم وما معہ احد ثم رجع مقبلا فاخذوا بلجامہ فضربوہ

اپنے والدین میرے لئے جمع کئے اور فرمایا تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ (ق ت) ف یہود بنی نضیر کو جب اُن کی بدعہدی کے سبب خیبر کی طرف جلاوطن کر دیا گیا تو یہود بنی قریظہ کے چند اشراف نے مکہ جا کر کفار قریش کے ساتھ سازش کی اور اپنی اندرونی مدد کا سہارا دے کر اُن کے گروہا گروہ مدینہ پر چڑھا لائے سلمان نے حضرت سلمان کے مشورہ سے مدینہ کے گرد خندق کھودا کہ دشمن عبور نہ کر سکے۔ اسی لئے اِس کا نام جنگِ احزاب اور غزوہ خندق ہوا۔ حضرت زبیر کا جاسوس بن کر دشمن یہودوں کے محلہ میں کہ شہر سے باہر تھا تنہا جانا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام تھا۔ (عروۃ) زبیر نے اپنے بیٹے عبداللہ کو جنگِ جمل کی صبح میں وصیت فرمائی اور کہا میرا کوئی عضو ایسا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (غزوات میں) زخمی نہ ہو چکا ہو حتی کہ پیشاب گاہ تک۔ (ت)۔ (مروان بن حکم) جس سال نکسیر کے مرض کی کثرت ہوئی تو حضرت عثمانؓ کو بھی نکسیر چھوٹی حتی کہ حج کو نہ جا سکے۔ اور (پیامِ اجل سمجھ کر) وصیت بھی فرما دی۔ پس قریش کے ایک شخص نے آکر کہا۔ خلیفہ نامزد کر دیجئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا کیا لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ کہا ہاں۔ فرمایا کس کے متعلق؟ پس وہ شخص خاموش ہو گیا آپ نے فرمایا۔ عجب نہیں زبیر کے متعلق کہا ہو۔ کہا ہاں۔ فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جہاں تک میں سمجھتا ہوں بے شک وہ اِن (طالبینِ حکومت خاندان بنی اُمیہ) میں سب سے بہتر ہیں۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ (عروۃ) زبیر (کے بدن) میں تین وار (کندھے پر پاس پاس) تھے جن میں ایک شانہ پر تھا کہ میں اپنی صغر سنی میں اس کے اندر اپنی اُنگلیاں داخل کر دیتا۔ اور اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ یرموک کے دن آپ سے کہا آپ حملہ کیوں نہیں کرتے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ کریں۔ فرمایا اگر میں نے حملہ کیا تو تم (اپنے وعدہ میں) جھوٹے پڑ جاؤ گے۔ بولے نہیں ایسا نہ کریں گے۔ پس آپ نے حملہ کیا حتی کہ ساری صفوں کو چیرتے ہوئے پرے نکل گئے اور آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ (کہ ساتھ دینے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی) پھر آپ رُخ پھیر کر پلٹے تو دشمنوں نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور دو وار کئے کہ جو ضرب جنگ بدر

[1] ای الذی علمتہ وان مخففة من الثقیلة وھی عاملة واسمھا ضمیر الشان محذوف فلا تلزم اللام فی خبرھا ۱۲ [2] فی القاموس ویرموك بناحیة الشام ۱۲

ضربتين بينهما ضربة ضرب بها يوم بدر وكان معه عبد الله يومئذ وهو ابن عشر سنين فحمله على فرسه فوكل به رجلا ؛ (دعنه)[۱۹] قال لى عبد الملك بن مروان حين قتل عبد الله يا عروة هل تعرف سيف الزبير؟ قلت نعم قال فما فيه؟ قلت فيه فلة فلها يوم بدر قال صدقت بهن فلول من قراع[له] الكتاب ثم رده على عروة قال هشام فاقمناه بثلاثة آلاف فاخذه بعضنا وددت انى كنت اخذته وكان على بعضه[عله] ؛ هى للبخارى (عمر)[۲۰] قال والله لو عهدت عهدًا او تركت تركة لكان احب الى ان اجعلها الى الزبير بن العوام فانه ركن من اركان الدين ؛ (ابو الاسود)[۲۱] اسلم الزبير وهو ابن ثمان سنين وهاجر وهو ابن ثمان عشرة وكان عمه يعلق الزبير فى حصير ويدخن عليه بالنار ويقول رجع الى الكفر فيقول لا اكفر ابدا ؛ (يحيى بن بكير)[۲۲] قتل الزبير يوم الجمل فى جمادى لا ادرى الاولى او الآخرة سنة ست وثلاثين واسلم وهو ابن ثمان سنين فان كان النبى صلى الله عليه وسلم اقام بمكة ثلاث عشرة سنة فهو يوم قتل ابن سبع وخمسين وان اقام عشر سنين فالزبير ابن اربع وخمسين ؛ هى للكبير (سعد)[۲۳] انه جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله من انا؟ قال سعد بن مالك بن اهيب بن عبد مناف من قال غير ذلك فعليه لعنة الله ؛ للكبير والبزار (مصعب بن عبد الله الزبيرى)[۲۴] قال ام سعد حمنة[عله] بنت سفيان بن امية بن عبد شمس بن عبد مناف ؛ للكبير (على)[۲۵] ما سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يفدى احدًا

کے دن کھائی تھی۔ (جس میں انگلیاں چلی جاتی تھیں) اُن دونوں کے درمیان تھی۔ اور اُس دن آپ کے ساتھ (آپ کے صاحبزادہ) عبد اللہ تھے۔ جن کی عمر دس سال کی تھی۔ پس انہوں نے آپ کو گھوڑے پر لاد کر ایک شخص کے حوالہ کر دیا۔ (خ)۔ (ایضا)[۱۹] مجھ سے عبد الملک نے جبکہ عبد اللہ (ابن زبیر) شہید کئے گئے کہا کہ اے عروہ تم زبیر کی تلوار کو شناخت کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ کہا بھلا اس میں کیا ہے؟ میں نے کہا اس کی دھار میں دندانے ہیں جو غزوۂ بدر میں پڑے تھے۔ کہا تم نے سچ کہا۔ (بقول شاعر) ان میں دندانے ہیں۔ لشکروں کی کھٹا کھٹ زد و کوب سے۔ اس کے بعد اس کو عروہ پر واپس کر دیا۔ ہشام کا قول ہے کہ ہم نے اس کی قیمت تین ہزار درہم قرار دی۔ پس ہم میں سے کسی نے اُسے خرید لیا۔ اور میرا دل چاہا کہ اس کو میں خرید لیتا اگرچہ مجھ پر کچھ (قرض) ہو جاتا۔ (خ)۔ (عمر)[۲۰] نے فرمایا واللہ اگر میں کوئی وصیت کرتا یا ترکہ چھوڑتا تو مجھے محبوب تر یہ تھا کہ زبیر بن عوام کے حوالہ کرتا۔ کیونکہ وہ ارکان دین میں کا ایک رُکن ہیں۔ (ابو الاسود)[۲۱] زبیر اسلام لائے جب کہ اُن کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ اور ہجرت کی جب کہ عمر اٹھارہ سال تھی۔ اور ان کا چچا زبیر ان کو بوریہ میں باندھ کر لٹکا دیا کرتا اور نیچے آگ سلگا دیتا اور کہا کرتا تھا کہ کفر کی طرف واپس آ۔ مگر آپ فرماتے کہ میں کبھی ہرگز کفر نہ کروں گا۔ (یحییٰ بن بکیر)[۲۲] حضرت زبیر جنگ جمل میں بماہ جمادی ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ یہ یاد نہیں کہ اولی تھی یا ثانیہ۔ اور اسلام لائے تھے بعمر آٹھ سال۔ پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام مکہ میں تیرہ سال ہوا (جیسا کہ راجح روایت ہے) تب تو شہادت کے دن زبیر ستاون[۵۷] برس کے تھے۔ اور اگر آنحضرت صلعم کا قیام مکہ میں دس سال ہوا۔ (جیسا کہ بعض روایت میں آیا ہے) تو زبیر کی عمر چون سال ہوئی۔ (ک)، ف جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ

له القراع والقرع الضرب ۱۲ ، سله ای بعض ثمنه ۱۲ ، سله فى القاموس بنت ابى سفيان ۱۲

غیر سعد سمعتہ یوم احد یقول ارم فداک ابی وامی ۔: للشیخین والترمذی (سعد[۲۶]) ما اسلم احد الا فی الیوم
الذی اسلمت فیہ ولقد مکثت سبعۃ ایام وانی لثلث الاسلام ۔: للبخاری (جابر[۲۷]) کنت جالسا مع النبی صلے
اللہ علیہ وسلم فاقبل سعد فقال صلی اللہ علیہ وسلم ھذا خالی فلیرنی امرؤ خالہ ۔: للترمذی وقال کان سعد
وام النبی صلے اللہ علیہ وسلم من بنی زھرۃ (سعد[۲۸]) نزلت فیّ اربع آیات من القرآن حلفت ام سعد ان لا تکلمہ
ابدًا حتی یکفر بدینہ ولا تاکل ولا تشرب قالت زعمت ان اللہ وصاک بوالدیک وانا امک وانا آمرک
بھذا فمکثت ثلاثا حتی غشی علیہا من الجھد فقام ابن لہا یقول لہا عمارۃ فسقاھا فجعلت تدعو علی سعد
فنزل ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما الآیۃ
معروفا قال واصاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم غنیمۃ عظیمۃ فاذا فیہ سیف فاخذتہ فاتیت بہ النبی صلے اللہ
علیہ وسلم فقلت نفلنی ھذا السیف فانا من قد علمت حالہ فقال ردہ حیث اخذتہ فانطلقت حتی اردت

میں تھے۔ ایک مرتبہ یہ افواہ مشہور ہوئی کہ آنحضرتؐ کو کفار نے گرفتار کر لیا تو حضرت زبیر سے
ضبط نہ ہو سکا۔ اور تلوار سونت کر لوگوں کو چیرتے پھاڑتے آنحضرت کی قیام گاہ تک پہونچے۔
اور معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ اُس وقت آنحضرتؐ نے اُن کو اور ان کی تلوار کو دُعا دی۔ اور حواری کا
خطاب پایا۔ یعنی خاص مددگار۔ جنگِ جَمل میں حضرت زبیر جنگ سے کنارہ کش ہو کر وادی سباع
مقام میں پہونچ لئے تھے کہ ابن موجز نے ان کو شہید کر دیا اور آپ کی تلوار لا کر حضرت علی کو
پیش کی۔ اور انعام کا مطالبہ کیا کہ میں نے آپ کے دشمن کو قتل کر دیا۔ آپ نے تلوار دیکھ کر فرمایا
ہائے اُس نے بار بار رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کرب و کوفت کو دُور کیا تھا اور ابن موجز سے
فرمایا میں تجھے خوشخبری سُناتا ہوں کہ تو دوزخی ہے۔ اس نے کہا واہ امیر المؤمنین آپ نے خوب انعام
دیا۔ فرمایا میں کیا کروں مجھ سے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے علی میری پھوپھی صفیہ
کے بیٹے کو جو شخص قتل کرے تم اُس کو دوزخ کی خوشخبری سُنا دینا۔ یہ سُنتے ہی ابن موجز نے خودکشی
کر لی۔ حضرت علی نے یہ دیکھ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا دیکھو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
پیشن گوئی کیسی سچی نکلی۔ یہ ہے ثبوت ان حضرات کا دل باوجود جنگ کے صاف ہونے کا ہے
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا۔ خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا۔ (سعد[۲۵]) رسُول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا کہ یا رسُول اللہ میں کون ہوں؟ فرمایا تم سعد بن
مالک بن اہیب بن عبد مناف ہو۔ اور جو اس کے خلاف کہے تو اُس پر اللہ کی لعنت۔ (ک)
بزم۔ (مصعب[۲۶] بن عبد اللہ زبیری) کہتے ہیں کہ حضرت سعد کی والدہ کا نام حمنہ بنت
سفیان بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے۔ (ک)۔ **ف** کہ پدری و مادری سلسلہ عبد مناف
پر مل جاتا ہے جو کہ زہرہ بن کلاب کے بیٹے ہیں۔ اور کلاب پر سلسلۂ نسب آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم سے جا ملا ہے۔ آنحضرت کا نسب مادری آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ چونکہ
عبد مناف زہری پر جا ملا ہے اور ننہال کے رشتہ دار ماموں کہلاتے ہیں۔ اس لئے حضرت نے
[illegible] رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ماں باپ

لہ النفض بالتحریک بمعنی المنفوض دربما یُجمع من الغنیمۃ قبل ان یقسم ۱۲

ان القیہ فی القبض[1] لامتنی نفسی فرجعت الیہ فقلت اعطنیہ فشد لی صوتہ ردہ من حیث اخذتہ فنزل
یسألونک من الانفال ومرضت فارسلت الیہ صلے اللہ علیہ وسلم فاتانی فقلت دعنی اقسم مالی حیث شئت
فابی قلت فالنصف فابی قلت فالثلث فسکت فکان بعد الثلث جائزاً واتیت علی نفرمن الانصار والمھاجرین
فقالوا تعال نطعمک ونسقیک خمراً وذلک قبل ان تحرم فاتیتھم فاذا رأس جزور مشوی وزق خمر عندھم
فاکلت وشربت فذکرت الانصار والمھاجرون عندھم فقلت المھاجرون خیر من الانصار فاخذ رجل احد
لحی الرأس فضربنی بہ فجرح انفی فاتیتہ صلے اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فنزل فی شأن الخمر انما الخمر والمیسر الآیۃ:
المسلم والترمذی (جابر بن سمرۃ) [29] شکی اھل الکوفۃ سعداً الی عمر فعزلہ واستعمل علیھم عماراً فشکوا حتی
ذکروا انہ لایحسن یصلے فارسل لیہ فقال یا ابا اسحاق ان ھؤلاء یزعمون انک لاتحسن تصلے قال اما
واللہ انی کنت اصلی بھم صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا اخرم عنھا اصلی صلوۃ العشاء فارکد فی
الاولیین واخف الاخرین قال ذاک الظن بک یا ابا اسحاق فارسل معہ رجلاً اورجالا الی الکوفۃ یسأل
عنہ اھل الکوفۃ فلم یدع مسجداً الا سأل عنہ ویثنون علیہ حتی دخل مسجداً لبنی عبس فقام رجل منھم

قربان کرتے کسی کے لئے نہیں سنا۔ ہاں اُن کے متعلق آپ کو جنگِ اُحد کے دن یہ فرماتے سُنا (ہاں مارو تیر)
تم پر میرے ماں باپ قربان (خ ت)، ف جنگِ اُحد میں کافروں کی کوشش یہ تھی کہ سرورِ عالم وعالمیان پر حملہ
کریں اس لئے مدافعت میں حضرت سعد کو ایک ہزار تیر مارنے کی نوبت آئی۔ اس پر حضرت نے اُن کو مجاب
الدعوات ہونے کی دُعا دی۔ چنانچہ جس کو بھی دُعا یا بددُعا دیتے تھے۔ وہ تیر کا کام دیتی تھی۔ حضرت زبیر کو
بھی جیساکہ اوپر حدیث میں آچکا ہے آنحضرت نے فرمایا تھا تم پر میرے ماں باپ قربان۔ مگر حضرت علی کو علم
نہ ہوا ہوگا۔ (سعد) [26] کوئی اسلام نہیں لایا مگر اسی دن جس روز میں اسلام لایا۔ اور سات دن مجھ پر گذرے کہ میں ایک
تہائی اسلام تھا۔ (خ) ف یعنی ابوبکر اور حضرت خدیجہ کے بعد تیسرا مسلمان میں تھا۔ شروع اسلام میں غلبہ
کفار کی وجہ سے جو بھی مسلمان ہوتا وہ اپنے اسلام کو چُھپاتا تھا اس لئے صحیح علم کسی کو نہ ہو سکا۔ کہ کون کس کے
بعد مشرف باسلام ہوا ہے اور اسی لئے اس بارہ میں روایات بھی مختلف آئی ہیں۔ بہرحال آپ سابقین میں
ہیں (جابر) [27] میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت سعد سامنے سے آئے تو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ہیں میرے ماموں پس کوئی شخص اپنا ماموں (ایسا) دکھلائے تو سہی۔ (ت)
(سعد) [28] میرے بارہ میں قرآن کی چار آیتوں کا نزول ہوا۔ (اوّل) سعد کی والدہ نے (ان کے اسلام کی خبر سن کر)
قسم کھائی کہ جب تک اپنا مذہب (اسلام) ترک نہ کرے گا نہ کبھی اُن سے بات کرے گی نہ کھائے گی اور نہ
پیئے گی۔ اور اس نے کہا کہ (اے سعد ہمیشہ تجھے میری اطاعت کا اہتمام رہا اور اب تو خود تیرا ابھی یہ قول ہے کہ)
اللہ نے تجھے اطاعتِ والدین کی تاکید کی ہے اور میں تیری ماں ہوں اور تجھے اس (ترکِ اسلام) کا حکم دے رہی
ہوں (پھر مانتا کیوں نہیں) غرض اسی (فاقہ کشی) پر تین زمان گذر گئے حتیٰ کہ تکلیف سے اس کو غش آگیا۔ (مگر آپ
متاثر نہ ہوئے) آخرکار اس کا (دوسرا) بیٹا جس کا نام عمارہ تھا اُٹھا اور ماں کے حلق میں پانی ڈالا (جب اس
کو ہوش آیا تو وہ سعد کو کوسنے لگی (کہ بڑا ہی سنگدل ہے) پس حق تعالےٰ نے (حضرت سعد کی موافقت میں
یہ آیت) نازل فرمائی۔ ووصینا الانسان بوالدیہ الخ یعنی ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ احسان کی نصیحت

يقال له اسامة بن قتادة يكنى ابا سعدة فقال اما اذا نشدتنا فان سعدا كان لا يسير بالسرية ولا يقسم بالسوية ولا يعدل فى القضية قال سعد اما والله لادعون بثلاث اللهم ان كان عبدك هذا كاذبا قام رياء

کی ہے (لیکن) اگر وہ تجھکو زور دیں کہ میرے ساتھ شریک کرے ایسی چیز کو جسکا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا ہرگز مانیو۔ ہاں دُنیا میں ان کے ساتھ برتاؤ اچھا رکھیو اور (دین کے متعلق) راستہ اس کا لیجیو جو میری طرف توجہ رکھتا ہے۔ الخ۔ (دوم) رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (ایک مرتبہ) بڑا کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو میں نے اس میں سے (قبل تقسیم) ایک تلوار لے لی اور اس کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاکر عرض کیا کہ یہ مجھ کو عطا کر دیجئے کیونکہ آپ کو میری حالت معلوم ہے (کہ اس کی حالت ہے اور خریدنے سے معذور ہوں۔ آپ نے فرمایا اسے وہیں رکھ کر آؤ جہاں سے لائے ہو (کہ قبل از تقسیم دینے کا مجھے حق نہیں ہے) پس میں چلا مگر جب ارادہ کیا کہ اس کو ڈھیر میں ڈالوں تو میرے نفس نے مجھے ملامت کی اور میں پھر حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ یہ مجھے دیدیجئے۔ تب آپ نے تیز لہجہ میں فرمایا وہیں رکھدو جہاں سے لائے ہو۔ پس حق تعالےٰ نے نازل فرمایا ویسئلونک عن الانفال الخ (اور پیغمبر کو حق دیا کہ قبل تقسیم بھی خود لینے اور کسی کو دینے کا اختیار ہے۔ (سوم) میں بیمار ہوا تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بُلوایا۔ پس آپ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ اپنا مال جہاں چاہوں تقسیم کر دوں۔ آپ نے نہ مانا (اور فرمایا کہ ورثہ کو محروم رکھ کر خیرات کرنا صحیح نہیں ہے) میں نے کہا اچھا نصف کی اجازت دیجئے۔ آپ نے اس کو بھی نہ مانا۔ میں نے کہا اچھا تہائی۔ تو آپ خاموش ہوگئے اور اس کے بعد (مرض الموت میں وصیت کرنا تہائی میں جائز رہا۔ (یہ بھی بحکم وحی اور قرآن کی آیت کے مثل تھا) (چہارم) میں انصار و مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس آیا اور انہوں نے کہا آؤ تم کو کھلائیں گے اور شراب پلائیں گے۔ اور یہ قصہ شراب کے حرام ہونے سے قبل کا تھا چنانچہ میں اُن کے پاس آیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ان کے پاس قربانی کی سری بھُنی ہوئی اور شراب کی مُشک بھری رکھی ہے پس میں نے کھایا اور پیا اور پھر مہاجرین و انصار کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مہاجرین بہتر ہیں انصار سے۔ اس پر ایک شخص نے جبڑہ کی ہڈی میرے اُٹھا ماری کہ میری ناک زخمی ہوگئی۔ پس میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور (شراب اور نشہ کے اِن نتائج بد کی) آپ کو خبر دی تو شراب کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی انما الخمر والمیسر الخ شراب اور قمار اور بُت اور تیر (جن سے فال نکالی جاتی ہے) سب گندی چیزیں ہیں۔ شیطانی دھندے ہیں اُن سے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔ (درست)۔ (جابر بن سمرہ[۳۹]) اہلِ کوفہ نے (اپنے امیر) حضرت سعد کی حضرت عمر سے (جھوٹی) شکایتیں کر کے بھیجیں۔ چنانچہ حضرت عمر نے ان کو معزول کر کے حضرت عمار کو ان کا حاکم بنا دیا۔ پھر بھی ان کی شکایتوں کا سلسلہ قائم رہا اور یہاں تک کہا کہ وہ نماز بھی ٹھیک طور پر نہیں پڑھتے۔ پس حضرت عمر نے آپ کو بُلوایا اور کہا اے ابو اسحاق ان لوگوں کا قول ہے کہ تم ٹھیک طور پر نماز نہیں پڑھتے۔ آپ نے فرمایا میں تو ان کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سی نماز پڑھاتا رہا۔ کہ اس میں کچھ بھی کمی نہیں کرتا تھا۔ عشا کی نماز پڑھاتا تو پہلی دو رکعتوں کو (قرات وغیرہ سے) ذرا طول دیتا اور آخر کی رکعتوں کو ہلکا رکھتا تھا (اس کو یہ لوگ ناقص نماز سمجھیں تو ان کو اختیار ہے) حضرت عمر نے فرمایا (ٹھیک ہے) اور یہی گمان تھا تمہارے متعلق اے ابا اسحاق

وسمعة فاطل عمرہ واطل فقرہ وعرضہ للفتن فکان بعد ذلك اذا سئل یقول شیخ کبیر مفتون اصابتنی دعوۃ سعد قال عبدالملك بن عمیر فانا رأیته بعد قد سقط حاجباہ علی عینیه من الکبر وانه یتعرض الجواری فی الطریق فیغمزھن :: للبخاری (سعد[۳۰]) رفعه: اللّٰھم استجب لسعد اذا دعاك :: للترمذی۔

(ومنه[۳۱]) انی لاول رجل من العرب رمی بسھم فی سبیل اللہ ورأیتنا نغزو مع النبی صلی اللہ علیه وسلم ومالنا طعام الا ورق الحبلة وھو السمر وان کان احدنا لیضع کما یضع الشاۃ ماله خلط ثم اصبحت بنو اسد تعزرنی علی الاسلام لقد خبت اذًا وضل عملی :: (عائشة[۳۲]) کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سھر مقدمه المدینة لیلة فقال لیت رجلا من اصحابی صالحًا یحرسنی اللیلة فبینا نحن کذلك اذ سمعنا خشخشة سلاح فقال من ھذا؟ قال انا سعد قال له ماجاء بك؟ قال وقع فی نفسی خوف علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فجئت احرسه فدعا له ثم نام :: ھما للشیخین والترمذی (احمد بن حنبل[۳۳]) توفی سعد وھو ابن ثلاث وثمانین سنة ومات علی عشرۃ امیال من المدینة وحمل علی رقاب الرجال الی المدینة وکان

پھر آپ کے ساتھ ایک یا چند شخص (کوفہ کی طرف) بھیجے کہ آپ کے متعلق اہلِ کوفہ سے دریافت کریں کہ کیا شکایتیں ہیں۔ اور ان کی تحقیق کریں چنانچہ (وہ آئے) اور کوئی مسجد نہ چھوڑی جہاں دریافت نہ کیا ہو مگر سب اُن کی تعریفیں کرتے تھے حتیٰ کہ بنی عبس کی ایک مسجد میں آئے تو اُن میں کا ایک شخص جس کا نام اسامہ ابن قتادہ اور کنیت ابوسعدہ تھی۔ اُٹھا اب تم ہمیں قسم ہی دے کر پوچھتے ہو تو سچ سچ بتلائے دیتے ہیں کہ سعد نہ اسلامی فوج کے ساتھ جاتے ہیں نہ مالِ غنیمت بحصہ مساوی تقسیم کرتے ہیں اور نہ مقدمات میں انصاف ملحوظ رکھتے ہیں۔ حضرت سعد نے (یہ صریح مُنہ پر جھوٹ سُن کر) فرمایا واللہ میں تین بددُعائیں دیتا ہوں۔ الٰہی اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے کہ نمود اور شنوا دے کی نیت سے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر اور اس کا فقر بڑھا اور اس[۱] کو فتنوں کا نشانہ بنا۔ چنانچہ (تینوں مقبول ہوئیں کہ) اس کے بعد اس شخص سے پُوچھا جاتا تو کہا کرتا تھا بُڑھا پھُوس ہوں کہ سعد کی بددُعا مجھے لگی۔ عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا تھا کہ بُڑھاپے کی وجہ سے دونوں ابروئیں اس کی آنکھوں پر آپڑی تھیں۔ اور راستہ میں نوعمر لڑکیوں سے چھیڑ خانی کیا کرتا تھا اور ان کی کوکھ میں اُنگلیاں چبھویا کرتا تھا۔ (خ)۔ (سعد[۳۰]) رفع۔ یا اللہ سعد کی دُعا قبول کیجیو جب یہ تجھ سے دُعا مانگے۔ (ف) **ف** چنانچہ آپ ہمیشہ کے لئے مجابُ الدعا بن گئے۔ اس وقت جبکہ جنگ جمل وغیرہ سے یکسو ہو کر آپ گھر میں بیٹھے رہے تھے کسی شخص نے حضرت علی وطلحہ وزبیر تینوں کو سب وشتم شروع کیا تو آپ نے منع فرمایا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ تب آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا یا اللہ اگر اس کی باتیں تیرے غصہ کا سبب ہیں تو اس کی مصیبت مجھے آنکھوں سے دکھا اور اس کو موجب عبرت بنا۔ چنانچہ یہ شخص باہر نکلا ہی تھا کہ ایک بختی اونٹ لوگوں کو چیرتا پھاڑتا اس تک پہونچا اور اس کو پکڑ کر پتھریلے فرش پر لا ڈالا اور اپنی چھاتی کے اور فرش کے پتھروں کے بیچ میں میس کر اس کو ہلاک کر دیا۔ (ایضاً[۳۱]) میں عرب میں پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کے راستہ میں تیر پھینکا، اور میں نے وہ وقت دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم جہاد میں جاتے۔ اور ہماری غذا بجز کیکر کے پھلوں کے دکھ

له ای توفقنی او تکثنی او تزجنی ۱۲

يومئذ اؤ ان عليها واسلم وهو ابن سبع عشرة سنة ؛ للكبير وله عن الزبير بن بكار، مات سعد بالعقيق في قصره على عشرة اميال ؛ بنحوه (شباب العسقري[۳۴])، قال سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل بن عبد العزى بن رباح بن عبد الله بن قرط بن رزاح بن عدي بن كعب وامه فاطمة بنت بعجة بن امية بن خويلد من خزاعة ؛ للكبير (قيس بن حازم[۳۵])، سمعت سعيد بن زيد في مسجد الكوفة يقول والله لقد رأيتني وان عمر لموثقي على الاسلام انا واخته قبل ان يسلم عمر ولو ان احدًا انقض للذي صنعتم بعثمان لكان محقوقا ان ينقض ؛ للبخاري (يحيى بن بكير[۳۶]) توفي سعيد بن زيد سنة احدى وخمسين وسنه بضع وسبعون ودفن بالمدينة ومات بالعقيق و نزل في قبره سعد بن ابي وقاص ؛ للكبير. (ابو عبيدة[۳۷]، معمر بن المثنى) قال

لوبیا کی طرح ہوتے ہیں۔) اور اس کے پتوں کے کچھ نہ ہوتی تھی۔ اور ہم میں ہر شخص پاخانہ پھرتا تھا جیسے بکری کی مینگنی۔ کہ اس میں کوئی آمیزش نہ تھی۔ (یعنی خشک ہوتا تھا اور ریستہ نہ تھا) پھر آج بنو اسد مجھے دھمکاتے ہیں اسلام پر (کہ میں دین کے بڑے رُکن یعنی نماز کو بھی ٹھیک طرح نہیں پڑھتا) ایسا ہے تو میں تو برباد ہوگیا۔ اور میرا کیا دھرا سب اکارت ہولیا۔ **ف** ۱ھ میں ساٹھ مہاجرین کا افسر بنا کر آپ کو قریش قافلہ سے تعرض کے لئے روانہ کیا گیا تو عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب سے مقابلہ ہوگیا اور تیر برسنے شروع ہوگئے۔ ادھر سے آپ نے تیر مارا جو عبیدہ کی ناف میں جاکر لگا اور وہ ہلاک ہوا یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ اسلام کی طرف سے کفر پر تیر مارا گیا۔ (عائشہ[۲۱]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف آوریٔ مدینہ کے وقت ایک رات نیند نہ آئی تو آپ نے فرمایا کاش میرے دوستوں میں کوئی صالح شخص آج کی رات پہرہ دیتا اور میں اطمینان سے سو جاتا اسی حالت میں تھے کہ ہمیں ہتھیار کی کھڑکھڑا سنائی دی۔ آپ نے فرمایا کون ہے؟ عرض کیا میں ہوں سعد آپ نے اُن سے پوچھا کس غرض سے آئے؟ عرض کیا میرے دل میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اندیشہ پیدا ہوا لہٰذا (مسلح ہوکر) پہرہ دینے آیا ہوں۔ پس آپ نے اُن کو دُعا دی اور اس کے بعد سو گئے۔ (ق ت)۔ (احمد بن حنبل[۲۳]) حضرت سعد کی وفات بعمر تیراسی برس ہوئی۔ اور مدینہ سے دس میل باہر انتقال فرمایا اور آپ کا جنازہ آدمیوں کے کاندھوں پر مدینہ لایا گیا اُس وقت والیٔ مدینہ مروان تھے۔ (اُنھوں نے نماز جنازہ پڑھائی) اور آپ اسلام لائے تھے جب کہ آپ کی عمر سترہ سال تھی۔ اور زبیر بن بکار سے مروی ہے کہ مدینہ سے دس میل مقام عقیق میں آپ کا محل تھا۔ وہاں آپ کی وفات ہوئی۔ (ک) **ف** صوف کا جُبّہ جو جنگ بدر کے دن آپ کے بدن پر تھا قبلِ وفات آپ نے منگایا اور فرمایا کہ مجھے اس کا کفن دیجیو۔ کہ بائیس برس سے اسی کام کے لئے میں نے اس کو محفوظ رکھ چھوڑا تھا۔ مہاجرین صحابہ میں آپ کی وفات سب سے آخری ہے۔ کہ مہاجرین کا قرن آپ پر ختم ہوگیا۔ (شباب عسقری[۲۴]) حضرت سعید کا نسب اس طرح ہے سعید بن زید بن عمر بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب اور آپ کی والدہ قبیلہ خزاعہ کی ہیں۔ فاطمہ دختر بعجہ بن امیہ بن خویلد۔ (ک) **ف** حضرت عمر فاروق کے چچازاد بھائی اور بہنوئی تھے کہ فاطمہ بنت خطاب آپ کے نکاح میں تھیں۔ اور سالے بھی تھے کہ آپ کی بہن عاتکہ بنت زید سے ان کے پہلے شوہر عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی وفات کے بعد حضرت عمر نے نکاح

عبد الرحمٰن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زہرۃ بن کلاب ؛ للکبیر (عائشہ[۳۴]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لنسائہ ان امرکن مما یہمنی من بعدی ولن یصبر علیکن الا الصابرون الصدیقون قالت یعنی المتصدقین ثم قالت لابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن سقی اللہ اباک من سلسبیل الجنۃ وکان ابن عوف قد تصدق علی امہات المؤمنین بحدیقۃ بیعت باربعین الفاً ؛ للترمذی ولہ عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن ؛ ان الحدیقۃ بیعت باربع مائۃ الف ؛ (یحییٰ[۳۷] بن بکیر) ولد عبد الرحمٰن بن عوف بعد الفیل بعشرین سنۃ

کیا تھا عشرہ مبشرہ میں ہیں اور آپ کا اسلام حضرت عمر سے پہلے ہے۔ (قیس[۳۵] بن حازم) میں نے سعید بن زید کو مسجد کوفہ میں یہ کہتے سنا واللہ میں نے دیکھا ہے کہ عمر مجھے اور اپنی بہن کو اسلام کے متعلق باندھ دیتے اور کفر کرنے پر مجبور کرتے تھے) اور جو زیادتی (امیر المؤمنین) عثمان کے ساتھ تم نے کی ہے اگر اس کی وجہ سے کوہِ اُحد لرز جاتا تو اس کا لرزنا بجا تھا۔ (خ) ف مطلب یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں مخالفین بھی سختیاں کرنے میں قرابت کا لحاظ رکھتے اور قتل کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ اور اب موافقین و یگانہ بھی اپنے خلیفہ کا خون بہانے میں دریغ نہیں کرتے (یحییٰ[۳۶] ابن بکیر) سعید بن زید کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی کہ عمر شریف ستر سے اوپر تھی عقیق میں انتقال ہوا۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی) مدینہ میں (لاکر) دفن کئے گئے۔ اور سعد بن ابی وقاص نے قبر میں اُتارا (ک) ف ایک عورت اروی نام دختر اویس نے آپ پر جھوٹا دعویٰ کیا کہ میری زمین دبالی ہے۔ آپ نے بددعا دی کہ یا اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا بنا کر مار اور اُس کے کنوئیں کو اس کی قبر بنا۔ چنانچہ وہ اندھی ہو گئی اور گھر میں چلتی ہوئی ایک دن کنوئیں میں گر گئی اور پھر نعش کا پتہ نہ چلا۔ یہ قصہ مدینہ میں اتنا مشہور ہوا کہ اہلِ مدینہ کسی کو بددعا دیتے تو اس کو تمثیل میں لیتے کہ خدا تجھے اندھا کرے جیسا اروی کو اندھا کیا۔ (ابو عبیدہ[۳۷] معمر بن مثنیٰ) حضرت عبد الرحمٰن کا نسب اس طرح ہے عبد[۱] الرحمٰن بن عوف[۲] بن عبد عوف[۳] بن عبد[۴] بن حارث بن زہرہ[۵] بن کلاب[۶] (ک) ف آپ کی والدہ کا نام شفا بنت عوف بن عبد ہے کہ آپ کے والد کی چچازاد بہن تھیں۔ سابقین میں سے ہیں۔ کہ حضرت صدیق کی ترغیب پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں مخفی ہونے سے قبل اسلام لائے۔ حبشہ و مدینہ دونوں کی ہجرت کی۔ دومۃ الجندل کی طرف جہاد کے لئے آنحضرت نے امیر لشکر بنا کر ان کو بھیجا تو دستِ مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور شملہ شانوں کے درمیان کمر پر چھوڑ دیا اور فرمایا حق تعالےٰ فتح نصیب کرے تو ان کی شاہزادی سے نکاح کیجیو۔ چنانچہ فتح پائی اور تماضر سے کہ اصبغ رئیسِ علاقہ کی دختر تھی نکاح کیا اور ابو سلمہ پیدا ہوئے۔ (عائشہ[۳۸]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا معاملہ میرے لئے موجبِ فکر ہے اپنے (انتقال کے) بعد (کہ ترکہ ہے نہیں اور نکاح ثانی ممنوع ہے۔ دیکھئے تمہاری گذران کے لئے کیا سامان ہو اور تمہاری خدمت کا اہتمام کرے) اور تمہاری خبر گیری پر کوئی مستقل نہ رہ سکے گا بجز ان کے جو سچے صابر ہوں گے۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت کی مراد خیرات کرنے والوں سے تھی۔ (کہ خاص مخلصین خدا ہی تم پر خرچ کریں گے) اس کے بعد عبد الرحمٰن بن عوف کے بیٹے ابو سلمہ سے فرمایا اللہ تیرے باپ کو سلسبیل جنت سے سیراب کرے (کہ اس نے پورا خیال رکھا) اور ابن عوف نے اُمہات المؤمنین پر ایک باغ وقف کر دیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا۔ اور ترمذی میں ابو سلمہ ابن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ وہ باغ چار لاکھ میں فروخت ہوا۔ ف ممکن ہے چار ہزار دینار ہوں

وماتَ سنة احدى وثلاثين واثنتين وثلاثين سنة وسنة خمس وسبعون وصلى عليه عثمان بالكبير

(ابو اسحاق[۴۰]) ابوعبيدة هو عامر بن عبد الله بن الجراح بن هلال بن اهيب بن ضبة بن الحارث بن فهر لم يعقب وامه ام غنم بنت جابر بن عدى بن العداء بن عامر بن عميرة بن وديعة بن الحارث بن فهر للكبير

(انس[۴۱]) ان لكل امة امينا وان اميننا ايتها الامة ابوعبيدة بن الجراح وفى رواية: ان اهل اليمن قدموا على النبى صلى الله عليه وسلم فقالوا ابعث معنا رجلا يعلمنا السنة والاسلام فاخذ بيد ابى عبيدة فقال هذا امين هذه الامة ﴿للشيخين زاد رزين: وفيه نزل لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم الاية وكان قتل اباه وهو من جملة اسارى بدر بيده لما سمع منه

جو چار لاکھ درہم کے برابر ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نہایت متمول تھے۔ اور بہت ہی زیادہ خیرات کرنے والے کہ ایک دن آپ نے تیس[۳۰] غلام بیک وقت آزاد کئے ایک مرتبہ تمام راس المال کا نصف یعنی چار ہزار خیرات کیا۔ پھر دوسری دفعہ چالیس[۴۰] ہزار دینار صدقہ کئے اور پھر تیسری دفعہ چالیس ہزار دینار۔ پھر پانچسو گھوڑے جہاد کے لئے دیئے اور پھر پانصد اونٹ عطا کئے۔ اور یہ سب کچھ تجارت سے کمایا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے سات سو اونٹ گیہوں اور آٹے اور غلّہ سے بھرے ہوئے آئے تو مدینہ میں غُل مچ گیا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے پُوچھا کیا شور ہے۔ لوگوں نے کہا کہ عبدالرحمٰن کا تجارتی قافلہ لدا پھندا آیا ہے تو آپ نے متمول کی مذمت فرمائی۔ حضرت عبدالرحمٰن کو اطلاع ہوئی تو حضرت صدیقہ کے پاس آئے اور کہا کہ اماں آپ گواہ رہیئے کہ یہ سب اونٹ مع سامان غلّہ اور رسیوں تک کے راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں۔ جنگِ اُحد میں آپ کے اکیس[۲۱] زخم آئے تھے جن میں ایک پاؤں پر تھا اور لنگ کر کے چلتے تھے۔ ایک مرتبہ سفر میں آنحضرت صلعم کو کسی ضرورت میں تاخیر ہوئی اور نماز کا وقت تنگ ہو چلا تو آپ کو امام بنا دیا گیا۔ اثنا نماز میں حضرت تشریف لائے اور ان کے اقتدا میں نماز پڑھی۔ (یحییٰ بن بکیر[۲۹]) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف واقعۂ فیل کے بیس[۲۰] برس بعد پیدا ہوئے اور ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں بعمر پچھتر سال وفات پائی۔ اور حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (ک)، **ف** بیس سال کی روایت غلط ہے اور ولادت ان کی واقعۂ فیل سے دس برس بعد کی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم سے عمر میں دس سال چھوٹے تھے۔ وقتِ وفات وصیت فرمائی۔ کہ میرے ترکہ میں سے پچاس ہزار دینار فی سبیل اللہ دیئے جاویں۔ اور زہری کا قول ہے کہ ایک ہزار گھوڑوں اور جتنے بھی شرکا، بدر موجود ہیں ان کو فی کس چار سو دینار کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ اس وقت سو صحابہ بدریین زندہ تھے۔ ان سب کو یہ رقم دی گئی اور باوجود اس کے ترکہ میں ایک ہزار شتر یک صد اسپ تین ہزار بکریاں اور اتنا سیم و زر چھوڑا کہ آپ کی چار بیبیوں میں ایک بی بی سے ان کے حصہ کی اسّی ہزار پر صلح کی گئی۔ اور بروایتے آپ کا ترکہ سولہ[۱۶] سہام پر تقسیم ہوا۔ تو ہر بی بی کے حصہ میں دو دو لاکھ درہم آئے۔ (ابو اسحاق[۴۰]) حضرت ابوعبیدہ کا نام عامر ہے اور نسب اس طرح ہے۔ عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر۔ آپ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اور آپ کی والدہ کا نام اُم غنم دختر جابر بن عدی بن عداء بن عامر بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث ابن فہر ہے۔ (ک) **ف** کنیت ہی کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ اور دادا کی طرف نسبت ہو کر ابوعبیدہ ابن جراح کہلاتے ہیں۔ (انس[۴۱]) **فع**۔ ہر اُمّت میں ایک (خاص) امین ہوتا ہے اور ہماری اس اُمّت کا امین

فی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما یکرہ ونہاہ فلم ینتہ ؛ (عمرؓ) قال ان ادرکنی اجلی وابو عبیدۃ حی استخلفتہ
فان قال اللہ لم استخلفتہ علی امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم؟ قلت انی سمعتہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لکل نبی
امین وامینی ابو عبیدۃ ؛ لاحمد بارسال (یحییٰ بن بکیر) مات ابو عبیدۃ فی طاعون عمواس سنۃ ثمان عشرۃ
وھو ابن ثمان وخمسین سنۃ وشھد بدرًا وھو ابن احدی واربعین ویقال صلی علیہ معاذ بن جبل ؛ للکبیر
(حذیفۃ) جاء السید والعاقب صاحبا نجران الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم یریدان ان یلاعناہ فقال احدھما
لصاحبہ لا تفعل واللہ ان کان نبیا فلاعننا لا نفلح ابدًا نحن ولا عقبنا بعدنا قالا انا نعطیک ما سألتنا
وابعث معنا رجلا امینا ولا تبعث معنا الا امینا فقال لابعثن معکم رجلا امینا حق امین فاستشرف

ابو عبیدہ ابن جراح ہے۔ (کہ صفتِ امانت میں آپ کو خصوصی امتیاز ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ اہلِ یمن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کسی (معتمد خادم) کو بھیجئے جو
ہمیں طریقۂ رسول اور اسلام کی تعلیم دے۔ پس آپ نے ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ ہے امین اس امّت
کا (جس کے علم و عمل دونوں پر حاضر و غائب پورا اعتماد ہے)۔ (ق، رزین میں اتنا اضافہ ہے کہ انہیں کے
بارہ میں نازل ہوئی لا تجد قومًا یومنون الخ کہ انہوں نے اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا جبکہ وہ قیدیانِ
بدر میں آیا۔ اور انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اُس کی زبان سے ناگوار کلمہ سُنا اور
اس کو منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ ف اور بعض روایات میں ہے کہ میدانِ جنگ ہی میں قتل کیا تھا کہ وہ بیٹے
کے قتل کی تاک میں تھا اور جب وہ زد پر آتا تو آپ باپ ہونے کا لحاظ کرکے کاوا دے جاتے مگر جب
دیکھا کہ وہ باز ہی نہیں آتا تو قتل کر دیا۔ حق تعالےٰ نے اس طرح مدح فرمائی۔ کہ اے محمدؐ تم ایمان لانے
والوں کو نہ پاؤ گے کہ محبت کا تعلق رکھیں اُن کے ساتھ جو اللہ و رسول سے کنارہ کش ہوئے اگرچہ ان کے
باپ یا بیٹے ہی کیوں نہ ہوں۔ (عمرؓ نے فرمایا اگر مجھے موت آئی اور ابو عبیدہ زندہ ہوئے تو میں ان کو خلیفہ
بناؤں گا۔ پھر اگر حق تعالیٰ پوچھے گا کہ اُمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر تو نے اس کو خلیفہ کیوں بنایا۔ تو عرض کروں گا
کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا تھا کہ ہر نبی کا ایک امین ہوتا ہے اور میرا امین ابو عبیدہ
ہے۔ (م)۔ (یحییٰ بن بکیر) ابو عبیدہ کی وفات طاعون عمواس میں ہوئی ۱۸ھ میں بعمر اٹھاون سال
اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے بعمر اکتالیس سال۔ اور کہتے ہیں کہ ان کی نمازِ جنازہ حضرت معاذ بن جبل
نے پڑھائی۔ (ک)۔ ف حضرت ابو عبیدہ لشکرِ اسلام کے جرنیل تھے کہ فتوح الشام ان کے
کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ جنگِ اُحد میں خود کی کڑیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک
میں گھس گئی تھیں تو ان کو حضرت ابو عبیدہ نے دانتوں سے پکڑ کر نکالا اور اس میں آپ کے سامنے کے
دو دانت ٹوٹ گئے۔ مگر باوجود اس کے آپ کا دہن اتنا خوشنما معلوم ہوتا تھا کہ دیکھنے والے حیران
ہوتے تھے۔ ۱۸ھ میں جب کہ اسلامی فوجیں فتوح شام و فلسطین میں مشغول تھیں تو طاعون پڑا کہ
پچیس ہزار فوجی سپاہ نذرِ اجل ہوگئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اپنے بھائیوں کی یہ شہادت صغریٰ دیکھ
کر دعا مانگی کہ الٰہی میرے گھرانے کو بھی اس نعمت کا حصّہ دیجئے۔ چنانچہ آپ کی چھنگلیا میں پھنسی
نمودار ہوئی جسے دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ معمولی پھنسی ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اللہ جب برکت بخشتا ہے

لها اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قم یا ابا عبیدة فلما قام قال صلی اللہ علیہ وسلم ھذا امین ھذہ الامة۔ للشیخین والترمذی۔

مناقب العباس و جعفر والحسن والحسین

(عبد المطلب بن ربیعہ) ان العباس دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مغضبا فقال لہ ما اغضبک؟ فقال یا رسول اللہ اری قوما من قریش یتلاقون بینھم بوجوہ مسفرة واذا لقونا لقونا بغیر ذلک فغضب صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمر وجھہ وقال والذی نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل ایمان حتی یحبکم للہ ورسولہ ثم قال ایھا الناس من اذی عمی فقد اذانی وانما عم الرجل صنوابیہ۔ (ابن عباس) رفعہ: یاعم اذا کان غداة

تو قلیل کو کثیر بنا دیتا ہے۔ چنانچہ قدس میں نماز پڑھنے کے ارادہ سے آپ روانہ ہوگئے، اور راستہ میں فحل مقام پر انتقال فرمایا۔ اور بعض کے نزدیک عمواس ہی میں وفات ہوئی جو رملہ سے چار فرسخ بجانب قدس ایک قصبہ ہے، اسی سال مدینہ میں سخت قحط پڑا اور حضرت عباس عم النبی کا استسقا میں توسل کیا گیا (حذیفہ) نجران کے (کہ یمن کا مشہور شہر ہے) دو سردار ایک (نصرانی المذہب) حاکم جس کا نام ایہم تھا اور دوسرا نائب (کہ اس کا نام عبد المسیح تھا مع مصاحبین وغیرہ کے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس ارادہ سے آئے کہ آپ سے مُلاعنہ کریں (یعنی ہر دو فریق یہ لفظ کہیں کہ ہم میں جس کا مذہب جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت) پس ایک نے دوسرے سے کہا میاں ہم (مُلاعنہ) نہ کریں گے کیونکہ واللہ اگر وہ نبی ہوئے (جیسا کہ غالب خیال ہے) اور اُنہوں نے ہمارے ساتھ مُلاعنہ کیا تو نہ ہم کبھی فلاح پائیں گے اور نہ ہمارے بعد ہماری اولاد۔ (چنانچہ آنحضرت تو حسب وعدہ میدان میں نکل آئے مگر یہ جھجک گئے اور) کہا کہ (ہم سے صلح کر لیجئے اور جزیہ کے طور پر) جو کچھ آپ ہم سے مطالبہ کریں گے ہم آپ کو دیں گے اور ہمارے ساتھ کسی امانت دار (معتمد) کو بھیج دیجئے۔ (کہ اس کے ہاتھ روانہ کر دیں) اور بجز امانت دار کے کسی کو نہ بھیجئے آپ نے فرمایا ہاں میں تمہارے ساتھ امانت دار اور پورے امانت دار ہی کو بھیجوں گا۔ پس اس کے لئے صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردنیں اُٹھائیں (کہ کاش یہ شرف امانت ہمیں نصیب ہو) پس آپ نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ اے ابو عبیدہ۔ اور جب وہ کھڑے ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص ہے امین اِس اُمت کا۔ (ق ت)

حضرت عباس و جعفر اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم کے مناقب

(عبد المطلب بن ربیعہ) حضرت عباس (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غصہ میں بھرے ہوئے پہونچے تو آپ نے پُوچھا کس بات پر غصہ آیا؟ کہا یا رسول اللہ میں دیکھتا ہوں کہ قریش کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو خندہ روئی کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملتے ہیں تو وہ رنگ نہیں ہوتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا حتیٰ کہ چہرۂ مُبارک سُرخ ہوگیا اور فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک کہ تم کو اللہ و رسول کی خاطر دوست نہ رکھے گا۔ اس کے بعد فرمایا اے لوگو جس نے میری چچا کو ایذا پہونچائی اس نے مجھے ایذا پہونچائی کہ انسان کا چچا بمنزلہ اس کے باپ کے ہے

(سابق) فی ترجمة ابی عبیدة بن الجراح۔ وقیل لانہ عمّ واسا، ووقع مرتین لم یر مثلہا وطال وکان فی زمن عمر رض سنة سبعة عشر وقیل ثمانیة عشر۔ وفی ہذہ السنة اجدبت الارض فکانت تسفی ترابا کالرماد وجعلت الوحوش تاوی الی الناس واستسقا

الاثنين فأتني انت وولدك حتى ادعوكم بدعوة ينفعك الله بها وولدك فغدا وغدونا معه فألبسنا كساء ثم قال اللهم اغفر للعباس وولده مغفرة ظاهرة وباطنة لا تغادر ذنبا اللهم احفظه في ولده٭ زاد رزين: واجعل الخلافة باقية في عقبه٭ (ابو هريرة٣) رفعه: تخرج من خراسان رايات سود فلا يردها شئ حتى تنصب بايلياء٭ هي للترمذي (سعد٤) رفعه: هذا العباس بن عبد المطلب اجود قريش كفا واوصلها٭ لاحمد والبزار والموصلي. (ابو هريرة٥) رفعه: رأيت جعفرا يطير في الجنة مع الملائكة٭ للترمذي (وعنه٦) ان الناس يقولون اكثر ابو هريرة واني كنت الزم النبي صلى الله عليه وسلم لشبع بطني حين لا آكل الخمير ولا البس الحبير ولا يخدمني فلان ولا فلانة وكنت الصق بطني بالحصى من الجوع واني كنت لاستقرئ الرجل الاية وهي معي كي ينقلب معي فيطعمني وكان خير الناس للمساكين جعفر بن ابي طالب كان ينقلب معنا فيطعمنا ما كان في بيته حتى ان كان ليخرج بالعكة ليس فيها شئ فنشقها فنلعق ما فيها٭ للبخاري. وللترمذي نحوه وفيه: وكان جعفر يحب المساكين ويجلس اليهم ويحدثهم ويحدثونه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكنيه بابي المساكين٭

(ت) **ف** سچی محبت کا خاصہ ہے کہ محبوب کو جس کے ساتھ جس درجہ کی محبت ہوتی ہے محب کو بھی اس کی اسی قدر محبت ہوتی ہے۔ پس جس طرح کسی کے علم وفضل اور زہد وتقوٰی کے سبب محبت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق قرابت بھی محبوبیت کا سبب بنے بالخصوص پیغمبر کا چچا ہونا کہ بمنزلہ باپ کے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالفضل ہے۔ بدر میں گرفتار ہوکر آئے اور بدل دیکر رہائی پائی۔ اس کے بعد اسلام لائے اور بروایتے قبل ہجرت اسلام لے آئے تھے اور اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے اہلِ مکہ کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچاتے رہتے تھے۔ بادل ناخواستہ قومی جبر سے جنگِ بدر میں آنا ہوا تھا۔ بہرحال چچا ہوکر آنحضرت کی غلامی واطاعت کا شرف آپ کو اور حضرت حمزہ ہی کو نصیب ہوا ہے۔ آپ آنحضرتؐ سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ کسی نے پوچھا اے عباس تم بڑے ہو یا حضرتؐ؟ تو فرمایا عمر میں تو میں بڑا ہوں مگر فضل وشرف میں ہر طرح آنحضرتؐ بڑے ہیں۔ بیومِ جمعہ ۱۲ رجب ۳۲ھ میں مدینہ میں انتقال فرمایا اور حضرتِ عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (ابن عباسؓ) رفع۔ اے چچا صباح دوشنبہ کو تم مع اپنے لڑکوں کے میرے پاس آنا کہ تم کو ایسی دُعا دوں گا جس سے اللہ تم کو اور تمہارے لڑکوں کو نفع پہونچائے گا۔ چنانچہ اس صبح کو آپ گئے۔ اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ پس آپ نے ہم کو چادر اُڑھائی۔ اور اس کے بعد فرمایا الٰہی عباس اور ان کی اولاد کی مغفرت فرما ظاہری وباطنی کہ کوئی گُناہ نہ بچے (جو معاف نہ ہو جائے) الٰہی اُن کی حفاظت فرما اولاد کے بارہ میں (کہ سب ان کے مطیع اور موجب مسرت بنے رہیں)۔ رزین میں اتنا زائد ہے اور ان کے پسماندگاں میں سلطنت قائم فرما دینا چنانچہ خلفاء بنی عباس کے حاکمانہ اقتدار سے صفحات تاریخ بھرے پڑے ہیں کہ ابوالعباس سفاح سے لے کر مستعصم باللہ ابو محمد تک سینتیس ۳۷ بادشاہ ہوئے اور پانچسو بئیس ۵۲۲ سال سے زیادہ سلطنت اولاد عباس میں رہی)۔ (ابو ہریرہ) رفع۔ خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے جن کو کوئی چیز نہ روک سکے گی حتٰی کہ ایلیاء (قدس شریف) میں نصب کئے جائیں گے۔ (ت) **ف** یہ لشکر امام مہدی کا ہوگا اور اس میں اطلاع ہے کہ خلافت بنی عباس ختم ہوگی اور پھر قدس شریف غیر مسلم قبضہ میں جائے گا جس کو خراسان

(وعنه) قال ما احتذى النعال ولا ركب المطايا ولا ركب الكور بعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم افضل من جعفر بن ابی طالب ؛ للترمذی (ابن عمرؓ) کان اذا سلم علی عبد اللہ بن جعفر قال السلام علیک یا ابن ذی الجناحین ؛ للبخاری (ابن عباسؓ) بینما النبی صلے اللہ علیہ وسلم جالس واسماء بنت عمیس قریبة منه اذ رد السلام ثم قال یا اسماء هذا جعفر مع جبریل ومیکائیل مروا فسلموا علینا فرددت السلام و اخبرنی انه لقی المشرکین یوم کذا وکذا فاصبت من جسدی من مقادمی ثلاثا وسبعین بین طعنة و ضربة ثم اخذت اللواء بیدی الیمنی فقطعت ثم اخذته بیدی الیسری فقطعت فعوضنی اللہ من یدی جناحین اطیر بهما مع جبریل ومیکائیل فی الجنة ؛ للکبیر مطولا بخفی (البراءؓ) رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم والحسن علی عاتقه یقول اللھم انی احبه فاحبه ؛ وفی روایة ؛ انه ابصر حسنا وحسینا فقال اللھم انی احبهما فاحبهما ؛ للشیخین والترمذی (انسؓ) سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم ای اهل بیتک احب الیک ؟ فقال الحسین وکان یقول لفاطمة ادعی لی ابنی فیشمهما ویضمهما الیه ؛ للترمذی

سے چل کر لشکر امام فتح کرے گا۔ (سعدؓ) فع۔ یہ عباس بن عبد المطلب قریش میں سب سے زیادہ سخی دست اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ (م بزص) ف بیعت عقبہ کے وقت جبکہ شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت عباس آپ کے ساتھ تھے۔ حالانکہ اس وقت اسلام نہ لائے تھے۔ یہ اسی صلہ رحمی کا اثر تھا جو قدرت نے ان میں ودیعت رکھی تھی (ابو ہریرہؓ) فع۔ میں نے جعفر کو فرشتوں کے ساتھ جنت میں اُڑتے ہوئے دیکھا۔ (ت) ف آپ حضرت علی کے حقیقی بھائی اور عمر میں اُن سے دس برس بڑے تھے۔ حضرت علیؓ کے چند روز بعد اسلام لائے حبشہ کی ہجرت کی اور وہیں مقیم رہے حتیٰ کہ عین فتح خیبر کے دن حضرتؐ سے ملے۔ غزوۂ موتہ ۸ھ میں زید بن حارثہ کے بعد سپہ سالاری کا علم آپ کے ہاتھ میں آیا اور یکے بعد دیگرے آپ کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو آپ نے علم کو دانتوں سے دبا لیا کہ فوج منتشر نہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ شہید ہوئے اور دیکھا گیا تو نوے سے اوپر زخم آپ کے جسم پر آئے تھے۔ اور سب سامنے کے رُخ تھے اُس وقت آپ کی عمر اکتالیس برس کی تھی۔ راہِ خدا میں ہاتھ کاٹے جانے کے صلہ میں حق تعالےٰ نے اُن کو پَر عطا فرمائے کہ آنحضرت نے خواب میں یا عالمِ مکاشفہ میں اُن کو ملائکہ کے ساتھ جنت میں اُڑتے ہوئے دیکھا (ایضاً) لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ حدیثیں بہت بیان کرتا ہے (گویا روایات کے متعلق بے باک ہے) حالانکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں (بھوک سے مجبور ہو کر تو چلتا ہوتا مگر) پیٹ بھرتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگا رہتا تھا۔ اور (پیٹ بھرنا بھی بُرا بھلا جو کچھ بھی مل جائے کہ) اُس وقت کھانے کے لئے نہ مجھے خمیری روٹیاں درکار تھیں نہ پہننے کے لئے نرم کپڑا اور نہ خدمت کرانے کے لئے فلاں (غلام) اور فلانی (باندی)۔ اور بھوک کے مارے اپنے پیٹ سے کنکر چپٹا لیا کرتا تھا۔ (خواہ باندھ کر یا پتھر کی زمین پر پیٹ کے بل پڑ کر۔ تاکہ بھوک کی گرمی پتھر کی خنکی سے کچھ کم ہو جائے) اور (راستہ پر گذرنے والے) شخص سے آیتِ قرآن پوچھا کرتا حالانکہ وہ مجھے یاد ہوتی تھی تاکہ (اس حیلہ سے وہ مجھ پر متوجہ ہو کر میرے بھوک کو محسوس کرے اور) مجھے اپنے ساتھ لے جائے اور جو کچھ بھی اس کے گھر میں موجود ہو سب مجھے کھلا دے۔ اور مسکینوں کے لئے بہترین شخص جعفر بن ابی طالب تھے۔ کہ وہ ہمیں لے جایا کرتے اور جو کچھ ان کے گھر میں ہوتا ہمیں کھلا دیا کرتے۔ حتیٰ کہ کبھی

(ابو ھریرۃؓ) خرجت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی طائفۃ من النہار لا یکلمنی ولا اکلمہ حتی جاء سوق بنی قینقاع ثم انصرف حتی اتی مجبأ فاطمۃ فقال اثم لکع ؟ یعنی حسنًا فظللنا انما تحبسہ لان تغسلہ او تلبسہ سخابا فلم نلبث ان جاء یسعی حتی اعتنق کل واحد منہما صاحبہ فقال اللّٰھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ ؛ للشیخین (خالد بن معدان) قال وفد المقدام بن معدی کرب وعمرو بن الاسود ورجل من بنی اسد من اھل

یا شہد کی) کپی تک نکال لاتے جس میں کچھ نہ ہوتا تھا۔ پس ہم اس کو پھاڑ ڈالتے اور (ذرا ظہور) جو کچھ اس میں لگا لپٹا ہوتا اسے ہم چاٹ لیا کرتے تھے۔(خ) اور ترمذی میں اتنا اضافہ ہے کہ جعفر مسکینوں کے ساتھ بہت محبت رکھتے۔ اور (بہت زیادہ) اُن کے پاس بیٹھا کرتے اور یہ اُن سے اور وہ اِن سے باتیں کیا کرتے۔ اور (اسی بنا پر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن کو ابو المساکین کی کنیت سے پکارا کرتے (کہ فقراء کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے) (ایضًا) جوتا پہننے میں سواری پر چڑھنے اور (بالخصوص) کاٹھی پر سوار ہونے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے جعفر سے بہتر کوئی شخص نہیں دیکھا (کہ پیدل اور سوار دونوں حال میں مردانہ حسن کا کمال ٹپکتا تھا)۔(ت)

(ابن عمرؓ) جب عبد اللہ بن جعفر کو سلام کرتے تو اس طرح کیا کرتے تھے "السّلام علیک اے فرزند ذوالجناحین"۔ (خ)۔ (ابن عباسؓ) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور (اسماء بنت عمیس (زوجہ جعفر) آپ کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں کہ آپ نے وعلیکم السّلام کہا اور اس کے بعد فرمایا یہ جعفر ہیں جبریل و میکائیل کے ساتھ۔ تینوں نے ہمیں سلام کیا اور میں نے جواب دیا۔ اور جعفر نے مجھے خبر دی کہ وہ فلاں دن مشرکین سے (جنگ موتہ میں) بھڑے پس (کہتے ہیں کہ) میرے بدن کے اگلے حصے میں نیزہ اور تلوار کے تہتّر وار ہوئے پھر میں نے عَلم اپنے داہنے ہاتھ میں لیا تو وہ کاٹ دیا گیا اس کے بعد میں نے عَلم کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا تو وہ بھی کاٹ دیا گیا۔ پس اللہ نے میرے ہاتھ کے عوض میں مجھے (فرشتوں کی طرح) دو پَر عطا فرمائے کہ میں جنت میں جبریل و میکائیل کے ساتھ اُڑتا پھرتا ہوں (ک)۔ (البراءؓ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن آپ کے کندھے پر سوار تھے اور آپ فرما رہے تھے الٰہی میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما۔ (کہ محبوب کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حسن اور حسین کو دیکھا پس فرمایا الٰہی میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی اِن سے محبت فرما۔(خ ت) ف حضرات حسنین خاتونِ جنت کے لختِ جگر لاڈلے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے ہیں۔ کہ نسل انھیں سے چلی جو سادات کہلاتے ہیں۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں اور جس کو ذرا بھی محبت ہوگی محبوبِ خدا کے ساتھ وہ سمجھے گا کہ آپ کے نواسوں کے ساتھ محبت کیا نعمت ہے کاش اس محبت کے ساتھ تحفظِ مراتب قائم رہے۔ ورنہ خدا کے درجہ پر لاکر تو محبتِ رسول بھی اُلٹی وبال ہو جاتی ہے۔ (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اپنے گھر والوں میں آپ کو زیادہ محبت کس سے ہے۔ فرمایا حسین سے۔ اور آپ حضرت فاطمہ سے کہا کرتے تھے کہ میرے بچوں کو بلاؤ اور میرے پاس لاؤ۔ پس آپ ان کو سونگھتے اور اپنے بدن سے چپٹایا کرتے تھے۔(ت)(ابو ہریرہؓ) میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا کہ نہ آپ مجھ سے بات کرتے تھے اور نہ میں آپ سے (بلکہ خاموش چلے جا رہے تھے) حتیٰ کہ بازار بنی قینقاع میں آئے۔ اور پھر واپس ہو کر فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کیا بچہ یہاں ہے؟ آپ کی مُراد حضرت حسن تھے۔ پس (غالبًا ان کے نہ آنے سے) ہمیں یہ گمان ہوا کہ

قنسرین الی معاویة فقال معاویة للمقدام اما علمت ان الحسن بن علی توفی فرجّع المقدام فقال له یا فلان أتعدّها مصیبة؟ فقال المقدام مالی لا اعدها مصیبة وقد وضعه صلی الله علیه وسلم فی حجرہ فقال هذا منی وحسین من علی فقال الاسدی جمرة اطفأها الله فقال المقدام اما انا فلا ابرح الیوم حتی اغضبك واسمعك ما تکرہ ثم قال یا معاویة ان انا صدقت فصدقنی وان انا کذبت فکذبنی قال افعل قال نشدتك بالله هل سمعت النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن لبس الذهب؟ قال نعم قال نشدتك بالله هل تعلمه نهی عن لبس الحریر؟ قال نعم فانشدتك بالله هل تعلمه نهی عن لبس جلود السباع والرکوب علیها؟ قال نعم قال فوالله لقد رأیت هذا کله فی بیتك یا معاویة قال معاویة قد علمت انی لا انجو منك یا مقدام قال خالد فامر معاویة للمقدام بما لم یأمر لصاحبیه وفرض لابنه فی المأتین ففرقها المقدام علی اصحابه ولم یعط الاسدی لاحد شیئا مما اخذ فبلغ معاویة ذلك فقال اما المقدام فرجل کریم بسط یدہ واما الاسدی فرجل حسن الامساك لشیئه ؛ للنسائی وابی داود بلفظه. (یعلی[۱۴] بن مرۃ) رفعه حسین منی وانا من حسین احب الله من

حضرت فاطمہ نے روک رکھا ہے کہ نہلا دیں یا سخاب پہنا دیں۔ اور بنا سنوار کر نانا کے پاس بھیجیں) مگر کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ دوڑے ہوئے آئے اور ایک دوسرے کو چپٹ گیا۔ پس آپ نے ان کو چپٹائے ہوئے) فرمایا الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس سے بھی محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے۔ (ق) (ف سخاب تسبیح کی طرح مہروں کا گلوبند ہوتا ہے جو بچوں کو پہنایا جاتا تھا۔ (خالد[۱۳] بن معدان) مقدام بن معدیکرب اور عمرو بن اسود اور باشندگانِ قنسرین میں سے قبیلہ بنی اسد کے ایک صاحب حضرت معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے مقدام سے کہا کیا تمہیں علم ہے کہ حسن بن علی کی وفات ہو گئی۔ مقدام نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون معاویہ نے کہا کیا تم اس کو مصیبت سمجھتے ہو؟ (کہ انا للہ پڑھتے ہو) مقدام نے فرمایا اور مصیبت کیسے نہ سمجھوں حالانکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا کہ یہ میرا ہے اور حسین علی کا (غلبہ محبت میں ایسا فرمایا ورنہ دونوں علی کے تھے اور دونوں آپ کے) اسدی بولا کہ ایک چنگاری تھی جسے اللہ نے بجھا دیا (اور جنگ کا احتمال رفع ہوا) مقدام نے فرمایا اچھا آج میں بھی تمام دن تجھے غصہ دلاتا اور ناگوار باتیں سناتا ہوں گا اس کے بعد فرمایا کہ اے معاویہ اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کیجیو اور اگر جھوٹ کہوں تو تکذیب کر دیجیو۔ معاویہ نے کہا بہتر ہے۔ فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا (کہ مردوں) کو منع فرماتے تھے سونا پہننے سے؟ کہا ہاں۔ فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ حضرت نے منع فرمایا (مردوں کو) ریشم پہننے سے؟ کہا ہاں۔ فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ حضرت نے منع فرمایا درندوں کی کھال کے پہننے) اور ان پر بیٹھنے سے؟ کہا ہاں۔ فرمایا پس خدا کی قسم یہ سب کچھ میں تمہارے گھر میں دیکھ رہا ہوں اے معاویہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ تم سے نہیں بچ سکتا۔ اے مقدام۔ خالد کہتے ہیں پس معاویہ نے مقدام کے لئے اتنی (عطا) کا حکم دیا جو ان کے ساتھیوں کے لئے نہیں دیا اور ان کے بیٹے کا تقرر دو سو درہم ماہوار وظیفہ والوں کی فہرست) میں کیا۔ پس مقدام نے اس رقم کو اپنے دوستوں پر بانٹ دیا مگر اسدی نے کچھ نہ دیا۔ معاویہ کو یہ اطلاع پہونچی تو کہا کہ ہاں مقدام سخی و صاحب عطا ہے اور اسدی اپنی چیز کو روکنے والا جُزرس ہے۔ (ن د) ف حضرت حسن کی کنیت ابو محمد ہے اور ولادت ۱۵ رمضان ۳ھ کو ہوئی ہے۔ حضرت علی کے

احب حسينا حسين سبط[1] من الاسباط ؛ (ابو سعيد[15]) رفعه: الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة ؛ هما للترمذی (ابن عمر[16]) سأله رجل عن دم البعوض فقال ممن انت ؟ قال من اهل العراق قال انظروا الی هذا يسألنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن النبی صلے اللہ علیہ وسلم وسمعته صلے اللہ علیہ وسلم يقول هما ريحانتای من الدنيا؛ وفی رواية: سأله عن المحرم يقتل الذباب فقال يا اهل العراق تسألون عن قتل الذباب وقد قتلتم ابن بنت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ؛ وفی اخری: ما اسألهم عن الصغيرة واجرأهم عن الكبيرة ؛ للبخاری والترمذی (عبد الله بن شداد) عن ابيه خرج علينا رسول الله صلے اللہ علیہ وسلم فی احدی صلاتی العشاء[2] وهو حامل حسنا او حسينا فتقدم صلے اللہ علیہ وسلم فوضعه ثم كبر للصلوة فصلى فسجد بين ظهرانی صلوته سجدة اطالها فرفعت رأسی فاذا الصبی علی ظهر النبی صلے اللہ علیہ وسلم وهو ساجد فرجعت الی سجودی فلما قضی الصلوة قال الناس يا رسول الله انك سجدت بين ظهرانی صلوتك سجدة اطلتها حتی ظننا انه قد حدث امر وانه يوحی اليك قال كل ذلك لم يكن ولكن ابنی ارتحلنی فكرهت ان اعجله حتی يقضی

بعد ملک عراق وخراسان وحجاز ویمن وغیرہ کے خلیفہ ہوئے اور تقریب ساتھ مہینہ کے خلافت کی کہ حضرت معاویہ نے بارادۂ جنگ ملک شام سے کوچ کیا اور آپ اپنا لشکر لے کر ان کی طرف چلے جب قریب پہونچے تو آپ نے یہ دیکھ کر کہ ہزار ہا مسلمانوں کا خون بہہ جائے گا ۱۵ جمادی الاولی ۴۱ھ کو صلح کا پیام ڈالدیا اور اس شرط پر کہ معاویہ کے بعد آپ خلیفہ ہوں، ملک ان کے حوالہ کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشنگوئی پوری ہوئی کہ میرا بیٹا حسن (مدبر) سردار ہے کہ حق تعالیٰ اس کے ذریعہ دو مسلمان جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ ۴۹ھ اور بروایتے ۵۰ھ میں آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث نے آپ کو زہر پلا دیا کہ کلیجہ کٹنے اور خون کے دست آنے لگے۔ چالیس دن تک یہ حالت رہی کہ ایک طشت اٹھایا اور دوسرا رکھا جاتا تھا حتیٰ کہ وفات پائی۔ سعید بن العاص امیر مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (یعلی بن مرہ) رفع حسین میرا ہے اور میں حسین کا۔ اللہ محبت رکھے اس سے جو حسین سے محبت رکھے حسین ایک قبیلہ ہے منجملہ قبائل کے۔ (ت) ف اس میں بشارت ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب زیادہ چلے گا۔ چنانچہ سادات خصوصاً حسینی گروہ اب بھی ماشاء اللہ کثیر در کثیر ہے۔ (ابو سعید[15]) رفع حسن اور حسین سردار ہیں جوانان اہل جنت کے۔ (ت) ف کہ جتنے نوجوان صلحا اس وقت سطح زمین پر موجود ہیں اور جنت میں جانے والے ہیں حضرات حسنین ان کے پیش رو اور سپہ سالار ہوں گے۔ (ابن عمر[16]) ایک شخص نے ان سے مچھر کے خون کی بابت دریافت کیا (کہ کوئی شخص اگر بحالت احرام اسے مار دے تو کیا حکم ہے؟) آپ نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟ کہا عراق کا باشندہ ہوں۔ آپ نے (حاضرین مجلس سے) کہا اس شخص کو دیکھو کہ مسئلہ پوچھتا ہے مچھر کے خون بہانے کا۔ اور قتل کر دیا انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ (حسین) کو۔ حالانکہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ وہ دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس شخص نے آپ سے سوال کیا کوئی محرم مکھی کو مار دے (تو کیا سزا) آپ نے فرمایا۔ اے اہل عراق تم مکھی کے مارنے کی بابت تو ہم سے مسئلہ پوچھتے ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو شہید کر دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ لوگ صغیرہ گناہ کی کس درجہ تحقیق کرتے اور کبیرہ گناہ پر کس درجہ دلیر ہیں۔ (خ ت)

[1] السبط بالكسر ولد الولد كما فی القاموس ۱۲ مجمع، وفی النهاية وقيل الاسباط خاصة الاولاد وقيل اولاد البنات. وجاء الحسن وحسين سبطا رسول الله صلے اللہ علیہ وسلم ای طائفتان وقطعتان ۱۲ [2] العشی من الزوال الی الغروب وقيل الی الصباح ۱۲

حاجتہ۔ للنسائی (بریدۃ[28]) کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخطبنا فجاء الحسن والحسین وعلیہما قمیصان
احمران یمشیان ویعثران فنزل صلے اللہ علیہ وسلم من المنبر فحملہما ووضعہما بین یدیہ ثم قال صدق
اللہ انما اموالکم واولادکم فتنۃ نظرت الی ھذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی
ورفعتہما۔ لاصحاب السنن (علی[19]) قال الحسن اشبہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما بین الصدر الی الرأس و
الحسین اشبہ بہ صلے اللہ علیہ وسلم فیما کان اسفل من ذلک۔ (سلمی[20] امرأۃ من الانصار) دخلت علی
ام سلمۃ وھی تبکی قلت ما یبکیک؟ قالت رأیت الآن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی المنام وعلی رأسہ
ولحیتہ التراب وھو یبکی فقلت مالک یا رسول اللہ؟ فقال شھدت قتل الحسین انفا۔ ھما للترمذی (انس[21])
کنت عند ابن زیاد فجیئ برأس الحسین فجعل یضرب بقضیب فی انفہ ویقول ما رأیت مثل ھذا حسنا فقلت

عبداللہ بن شداد) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب یا عشا کی کسی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
حسن یا حسین کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے اور ان کو (زمین پر) بٹھادیا پھر تکبیر کہی اور نماز میں مشغول ہوگئے
اثناء نماز میں آپ نے سجدہ کو بہت طول دیا تو میں نے سر اٹھایا (کہ شاید آپ جلسہ میں ہوں اور مجھے تکبیر سنائی
نہ دی ہو) دیکھتا کیا ہوں کہ صاحبزادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سوار ہیں اور آپ سجدہ میں ہیں
پس میں پھر سجدہ میں چلا گیا۔ جب آپ نماز ختم کر چکے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اثناء نماز میں سجدہ کیا
تو اتنا طویل کیا کہ ہمیں گمان ہوا کوئی حادثہ (مرض وغیرہ) پیش آگیا یا یہ کہ آپ پر نزول وحی ہو رہا ہے آپ نے فرمایا
ان دونوں میں سے ایک بھی نہ تھی بلکہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہوگیا تو مجھے گوارہ نہ ہوا کہ اس کی خواہش پوری ہونے
سے قبل (سجدہ سے سر اٹھانے میں) جلدی کروں۔ (ن)۔ (بریدہ[18]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ
پڑھنے کی حالت میں حسن وحسین آئے کہ سرخ کرتے پہنے ہوئے تھے اور چلتے ہوئے پاؤں لڑکھڑاتے
تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ممبر سے اتر کر ان کو اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا اس کے بعد
کہا کہ سچ فرمایا اللہ نے "تمہارے اموال واولاد فتنہ ہیں، دیکھو میری نظر (اپنے) ان بچوں پر پڑی کہ چلنے
میں پاؤں لڑکھڑاتے ہیں تو صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ اپنی تقریر کو قطع کر کے ان کو اٹھا لیا (یہی فطری محبت اگر جائز
و ناجائز کا امتیاز اٹھا دے تو فتنہ و وبال بن جاتی ہے) سنن (علی[19]) نے فرمایا کہ حسن سینہ سے لے کر سر
تک (بالائی حصہ بدن میں) زیادہ مشابہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور حسین آپ کے زیادہ
مشابہ ہے حصہ زیرین میں (سلمی[20]) میں حضرت ام سلمہ کے پاس آئی تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا
آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمایا ابھی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ
کے سر اور داڑھی پر غبار پڑا ہوا ہے اور آپ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بات
ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت میں آیا تھا۔ (ت) ف چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہی وقت
کربلا میں آپ کی شہادت کا تھا۔ (انس[21]) میں ابن زیاد کے پاس موجود تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا
اور وہ آپ کی ناک میں چھڑی مار کر کہنے لگا کہ اس جیسا حسن میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ میں نے
کہا کہ خبر بھی ہے ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب میں زیادہ مشابہت تھی۔ (خ ت)
ف حضرت حسین ۵ شعبان ۴ھ کو پیدا ہوئے کہ حضرت حسن سے گیارہ مہینے چھوٹے تھے اور

حاجته ؛ للنسائی (بریدة[18]) کان النبی صلی الله علیه وسلم یخطبنا فجاء الحسن والحسین وعلیهما قمیصان
احمران یمشیان ویعثران فنزل صلی الله علیه وسلم من المنبر فحملهما ووضعهما بین یدیه ثم قال صدق
الله انما اموالکم واولادکم فتنة نظرت الی هذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی
ورفعتهما ؛ لاصحاب السنن (علی[19]) قال الحسن اشبه النبی صلی الله علیه وسلم ما بین الصدر الی الرأس و
الحسین اشبه به صلی الله علیه وسلم فیما کان اسفل من ذلك ؛ (سلمی[20] امرأة من الانصار) دخلت علی
ام سلمة وهی تبکی قلت ما یبکیك؟ قالت رأیت الان رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المنام وعلی رأسه
ولحیته التراب وهو یبکی فقلت مالك یا رسول الله؟ فقال شهدت قتل الحسین انفا ؛ هما للترمذی (انس[21])
کنت عند ابن زیاد فجیء برأس الحسین فجعل یضرب بقضیب فی انفه ویقول ما رأیت مثل هذا حسنا فقلت

(عبداللہ[17] بن شداد) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب یا عشا کی کسی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حسن یا حسین کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے اور ان کو (زمین پر) بٹھا دیا پھر تکبیر کہی اور نماز میں مشغول ہوگئے اثناء نماز میں آپ نے سجدہ کو بہت طول دیا تو میں نے سر اُٹھایا (کہ شاید آپ جلسہ میں ہوں اور مجھے تکبیر سنائی نہ دی ہو) دیکھتا کیا ہوں کہ صاحبزادہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سوار ہیں اور آپ سجدہ میں ہیں پس میں پھر سجدہ میں چلا گیا۔ جب آپ نماز ختم کر چکے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اثناء نماز میں سجدہ کیا تو اتنا طویل کیا کہ ہمیں گمان ہوا کوئی حادثہ (مرض وغیرہ) پیش آ گیا یا یہ کہ آپ پر نزول وحی ہو رہا ہے آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک بھی نہ تھی بلکہ میرا بیٹا مجھ پر سوار ہو گیا تو مجھے گوارہ نہ ہوا کہ اس کی خواہش پوری ہونے سے قبل (سجدہ سے سر اُٹھانے میں) جلدی کروں۔ (ن)۔ (بریدہ[18]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں حسن وحسین آئے کہ سُرخ کرتے پہنے ہوئے تھے اور چلتے ہوئے پاؤں لڑکھڑاتے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ممبر سے اُتر کر اُن کو اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا اس کے بعد کہا کہ سچ فرمایا اللہ نے "تمہارے اموال واولاد فتنہ ہیں" دیکھو میری نظر (اپنے) ان بچوں پر پڑی کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑاتے ہیں تو صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ اپنی تقریر کو قطع کر کے ان کو اُٹھا لیا (یہی فطری محبت اگر جائز وناجائز کا امتیاز اُٹھا دے تو فتنہ ووبال بن جائے گی)۔ سنن (علی[19]) نے فرمایا کہ حسن سینہ سے لے کر سر تک (بالائی حصہ بدن میں) زیادہ مشابہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ اور حسین آپ کے زیادہ مشابہ ہے حصۂ زیرین میں۔ (سلمیٰ[20]) میں حضرت اُم سلمہ کے پاس آئی تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ فرمایا ابھی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی پر غبار پڑا ہوا ہے اور آپ رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا بات ہے؟ فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت میں آیا تھا۔ (ت) ف چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ وہی وقت کربلا میں آپ کی شہادت کا تھا۔ (انس[21]) میں ابن زیاد کے پاس موجود تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا اور وہ آپ کی ناک میں چھڑی مار کر کہنے لگا کہ اس جیسا حُسن میرے دیکھنے میں نہیں آیا۔ میں نے کہا کہ خبر بھی ہے ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب میں زیادہ مشابہت تھی۔ (خ ت)
ف حضرت حسین ۵ شعبان سنہ ۴ھ کو پیدا ہوئے کہ حضرت حسن سے گیارہ مہینے چھوٹے تھے اور

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ اپنے والد ماجد کے ساتھ کوفہ چلے گئے تھے اور جنگ جمل و صفین اور قتال خوارج میں
شریک رہے۔ پھر شہادت علویہ کے بعد حضرت حسن کے ساتھ رہے حتیٰ کہ حضرت حسن جب ملک عراق کو ۴۱ھ
میں حضرت معاویہ کے حوالہ کرکے مدینہ آئے تو آپ بھی بھائی کے ساتھ مدینہ آگئے۔ رجب ۶۰ھ میں معاویہ نے
وفات پائی تو حکومت اُن کے بیٹے یزید کے ہاتھ میں آئی۔ اس وقت کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر تھے اور مدینہ کا والی
ولید بن عتبہ بن ابی سفیان۔ ولید نے چاہا کہ خلافتِ یزید پر حضرت حسین سے بیعت لے مگر آپ نے منظور نہ کیا اور
جلد کرکے مکہ چلے آئے۔ اہل کوفہ نے آپ سے مراسلت کی اور لکھا کہ ہم سب آپ سے بیعت کرنے پر تیار ہیں اور
یزید کے نائب یعنی والی کوفہ کے اقتدا میں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں بھی نہیں جاتے۔ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی
مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا کہ حالات حاضرہ کا مشاہدہ کریں اور یہ تحریر سچی ہے تو اہل کوفہ سے بیعت لے کر مجھے اطلاع
دیں کہ وہاں پہونچ جاؤں چنانچہ مسلم نے کوفہ آکر عوسجہ نام ایک شخص کے پاس قیام فرمایا۔ ظاہری صورت بھلی
معلوم ہوئی کہ بارہ ہزار اہل کوفہ نے آپ کے ہاتھ فوراً بیعت کرلی اور آپ نے حضرت حسین کو جلد تشریف لانے کی تاکید
لکھ بھیجی۔ ادھر یزید کے ایک خیرخواہ نے خفیہ خبر دمشق بھیجی اور یزید نے اپنے خاص غلام سرجون کے مشورہ سے
عبیداللہ بن زیاد کو جو کہ بصرہ کا حاکم تھا اور معتوب ہو رہا تھا حکومتِ عراق کا اضافہ کرکے کوفہ بھیجا اور لکھ دیا کہ میں اپنا
عتاب اٹھاتا اور اہل سمجھ کر تجکو اس فتنہ کے دفع کرنے کے لئے بھیجتا ہوں۔ چنانچہ عبیداللہ بصرہ سے چل کر منہ پر نقاب
ڈالے کوفہ میں پہونچا کہ لوگ چونکہ جگر گوشۂ رسول کے منتظر تھے اس کو حضرت حسین سمجھے اور السلام علیکم یا ابن رسول اللہ
سے خطاب کرتے تھے۔ عبیداللہ نے دارالامارہ میں داخل ہوکر اپنے خاص غلام کو خفیہ پولیس بنایا اور مسلم بن عقیل
اور ان کے ہواخواہوں کے تمام حالات معلوم کرلئے۔ حضرت مسلم بن زیاد کے آنے پر ہانی بن عروہ کے مکان میں جا
چھپے تھے۔ چنانچہ ہانی کو بلوا کر پوچھا گیا کہ مسلم کہاں ہیں۔ تو ہانی نے کہا مجھے پتہ نہیں۔ اس وقت وہی خفیہ کا سپاہی
جو مکر کے ساتھ تین ہزار درہم نذرانہ پیش کرکے بیعت کر آیا تھا سامنے آیا اور مجبور ہوکر ہانی کو کہنا پڑا کہ میں اُن کو
بلاکر نہیں لایا بلکہ وہ خود میرے گھر آپڑے اور میں مروت کی وجہ سے ان کو نکال نہ سکا۔ چنانچہ ہانی کو قید کردیا گیا
حضرت مسلم کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے جنگ کے لئے تیار ہوکر بیعت کرنے والے گروہ کو پکارا اور چالیس ہزار
کی فوج ذرا دیر میں جمع ہوگئی۔ مگر ابن زیاد نے سرداران کوفہ کو محل میں بلاکر نہ معلوم کیا پٹی پڑھائی کہ وہ لوگ باہر
نکلے اور اپنے اپنے خاندان کے فوجی سپاہیوں میں منتشر ہوکر کچھ باتیں کرنے لگے۔ ذرا دیر گذری تھی کہ فوج
نے کھسکنا شروع کیا۔ اور جس وقت رات کی تاریکی آئی تو حضرت مسلم تن تنہا کھڑے نظر آئے۔ شب میں آپ نے
ایک عورت کے گھر پناہ پکڑی مگر اس کا بیٹا محمد بن اشعث کا غلام تھا اس نے مفسدین کو جا خبر کی اور حضرت مسلم
جب صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ گھر کا محاصرہ ہے اور راہ فرار چار طرف سے بند۔ آخر محمد بن اشعث نے آپ کو گرفتار کر
کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا اور اس نے محل کے اندر آپ کو و نیز ہانی بن عروہ کو شہید کردیا۔ حضرت
حسین رضی مکہ سے چل کر قادسیہ کے قریب پہونچ لئے تھے۔ کہ وہاں حر بن یزید تمیمی نے آپ کو واقعات سنائے
اور رائے دی کہ واپس مکہ ہو جاویں۔ آپ نے واپسی کا قصد بھی کیا مگر برادران مسلم جو آپ کے ساتھ تھے
راضی نہوئے اور کہا ہم اپنے بھائی کا انتقام لیں گے یا شہید ہوکر ان سے جا ملیں گے۔ اس لئے آپ آگے بڑھنے پر
مجبور ہوئے ابن زیاد کی خفیہ پولیس اس کو منزل منزل کی خبر پہونچا رہی تھی اور آپ کی گرفتاری کے لئے پچاس

اماانه کان اشبههم برسول الله صلی الله علیه وسلم ؛ للبخاری والترمذی بلفظه (عمارة[۲۲] بن عمیر) لما جئ برأس
عبید الله بن زیاد واصحابه نضدت[له] فی المسجد فی الرحبة فانتهیت الیهم وهم یقولون قد جاءت قد جاءت
فاذا حیة قد جاءت تخلل الرؤس حتی دخلت فی منخر عبید الله بن زیاد فمکثت هنیهة ثم خرجت فذهبت
حتی تغیبت ثم قالوا قد جاءت قد جاءت ففعلت ذلك مرتین او ثلاثا ؛ للترمذی۔ (ام[۲۴] سلمة) رفعته

سوار اور ایک صد پیادوں کا لشکر عمر بن سعد کی ماتحتی میں کہ حصولِ فتح پر حکومت رَے کا پروانہ دینے کا اس سے وعدہ کیا گیا تھا کوفہ سے روانہ ہوچکا تھا حتیٰ کہ دریائے فرات کے کنارہ کربلا کے میدان میں جس کا نام طف تھا مقابلہ ہوگیا اور حسین نے چاہا بھی کہ تین باتوں میں سے ایک بات منظور ہوجائے یا میں مکہ واپس ہوجاؤں یا کسی سرحد پر قیام کرلوں یا مجھے یزید کے پاس بھیج دیا جائے مگر ابن زیاد نے نہ مانا اور کہا کہ اول میرے ہاتھ میں ہاتھ دینا ضروری ہے۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور ۱۰ محرم ۶۱ھ یوم جمعہ کو بعمر ستاون سال آپ کی شہادت کا وہ سانحہ پیش آیا جو اپنی نوعیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا کہ خاندانِ نبوت کے چھوٹے بڑے سترہ اٹھارہ نفوس قدسیہ بھوکے پیاسے شہید ہوئے۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اگر میں خدانخواستہ قاتلین حسین میں ہوتا اور پھر جنت میں جاتا تو شرم کے مارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے منہ نہ کرسکتا۔ (عمارہ[۲۲] بن عمیر) جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر (تن سے جدا کئے ہوئے) لاکر مسجد میں چبوترے پر اوپر تلے رکھ دیئے گئے تو میں بھی وہاں پہونچا اور دیکھا کہ لوگ کہہ رہے تھے وہ آیا وہ آیا۔ یکایک ایک سانپ آیا اور سروں میں گشت لگاتا ہوا ابن زیاد کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر باہر نکلا اور چلا حتیٰ کہ نظر سے غائب ہوگیا۔ پھر لوگوں نے کہا وہ آیا وہ آیا غرض سانپ نے دو یا تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔ (ت) ف شہادتِ حسین کو پانچ سال گذرے تھے کہ مختار بن ابی عبید ثقفی نے جو کہ چلتا ہوا دنیادار محب جاہ و مال شخص تھا موقع کو غنیمت سمجھ کر خروج کیا اور انتقام حسین کے دعویٰ کو آلہ کار بناکر شیعہ کی ایک جماعت کثیر کو اپنا مطیع بنالیا۔ شمر بن ذی الجوشن کو جس نے نواسۂ رسول کا سر تن سے جدا کیا تھا اور خولی بن یزید کو کہ سرِ مبارک لے کر کوفہ آیا تھا اور قاتلین حسین کے امیر لشکر یعنی عمر بن سعد کو اور اس کے بیٹے حفص کو اور چن چن کر جتنے بھی اس حادثہ کے اعوان و انصار تھے سب کو تہ تیغ کیا۔ ابن زیاد کی سرکوبی کے لئے کہ دمشق گیا اور واپس آرہا تھا ایک بڑا لشکر بماتحتی ابراہیم بن اشتر روانہ کیا کہ نواح موصل میں جنگ ہوئی اور اس کا سر کاٹ کر کوفہ لایا گیا۔ اس طرح پر یہ عبرت خیز نظارہ کہ جیسا کیا تھا ویسا بھرا دنیا ہی میں نظر آگیا۔ کوفہ پر مختار کا تسلط ہوا۔ اور ڈیڑھ سال قائم رہ کر ۶۷ھ میں وہ بھی ختم ہولیا۔ کہ یزید کے بعد عبد اللہ بن زبیر نے مکہ میں مدعی خلافت ہوکر اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو امیر بصرہ بنادیا تھا۔ اور انہیں کی جماعت سے نکل کر مختار نے بحیلۂ محبت خاندان نبوت کوفہ پر تسلط کرلیا تھا اس لئے مصعب نے مختار پر فوج کشی کی اور اب چونکہ اہل کوفہ پر مختار کی دنیا طلبی و مکاری کھل چکی تھی کہ وہ نبوت کا بھی دعویٰ کرنے لگا تھا اس لئے اس کی فوج ٹوٹ ٹوٹ کر آگئی۔ اور آخر مختار کا سر بھی تن سے جدا ہوکر حضرت مصعب کے سامنے لا رکھا گیا چند ہی روز بعد عبد الملک بن مروان نے کہ اس وقت حاکم شام تھا ادھر حضرت مصعب پر فوج کشی کرکے اُن کا سر تن سے جدا کیا اور اُدھر حجاج بن یوسف سے مکہ پر حملہ کراکے حضرت عبد اللہ بن زبیر کو بھی شہید کیا۔ اس طرح پر تقریباً ستر سال حکومت خاندان بنو امیہ میں رہ کر بنی عباس میں منتقل ہوگئی

له نضدت ای جعل بعضها فوق بعض ۱۲

فی حق الحسین: ان جبریل قال تحبه؟ فقلت اما فی الدنیا فنعم قال ان امتک ستقتله بارض یقال لها کربلا
فلما احیط بحسین حین قتل قال ما اسم ھذہ الارض؟ قالوا کربلا[1] قالوا صدق اللّٰہ ورسوله کرب وبلاء
للکبیر مطولاً (عائشة[24]) رفعته: ان جبریل اخبرنی ان ابنی حسینا مقتول فی ارض الطف وان امتی
ستفتن بعدی للکبیر بلین مطولاً (محمد بن الحسن بن زبالة[25]) لما نزل عمر بن سعد بالحسین وایقن
انھم قاتلوہ قام فی اصحابه خطیبا فحمد اللّٰہ ورغبھم فی لقاء اللّٰہ ونفرھم من الحیاة مع الظالمین وقتل
بالطف[2] بکربلاء للکبیر بضعف (الشعبی[26]) لما اراد الحسین ان یخرج اتی ابن عمر لیودعه فقال لہ انی ارید
العراق فقال لا تفعل فان النبی صلے اللّٰہ علیه وسلم قال خیرت بین ان اکون نبیا ملکًا او نبیا عبدًا فقیل
لی تواضع فاخترت ان اکون نبیا عبدًا وانک بضعة من النبی صلے اللّٰہ علیه وسلم فلا تخرج فابی فودعه وقال

جن کا پہلا خلیفہ سفاح ہوا۔ (ام سلمہ) نے حسین کے بارہ میں جبریل نے دریافت کیا (کہ یا رسول اللہ) کیا آپ کو اُن کے
ساتھ محبت ہے؟ فرمایا ہاں دُنیا میں تو بے شک محبت ہے۔ کہا آپ کی اُمت اُن کو قتل کرے گی اس زمین
میں جس کو کربلا کہتے ہیں۔ پس جب بوقتِ شہادت حضرت حسین کو گھیر لیا گیا تو آپ نے پُوچھا کہ اس زمین کا کیا
نام ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کربلا۔ کہا سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسُول نے یہ کرب اور بلاء ہے۔ (کت) (عائشہ
نے) جبریل نے مجھے خبر دی کہ میرا بیٹا حسین قتل کیا جائے گا زمین طف میں اور میری اُمت میرے بعد مبتلائے
فتنہ ہوگی (کت)۔ (محمد بن حسن بن زبالہ) جب عمرو بن سعد نے حضرت حسین کو آگھیرا اور آپ کو یقین ہوا کہ قتل
کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو آپ خطیب بن کر اپنی جماعت میں کھڑے ہوئے اور حمدِ الٰہی بجا لا کر ان کو اللہ سے جا
ملنے کی رغبت اور ظالموں کے ساتھ زندگی گذارنے سے نفرت دلائی اور (آخر) کربلا میں (ساحل دریا
طف پر شہید ہوئے۔ (کت)۔ (شعبی) جب حضرت حسین نے (مکہ سے) چلنے کا قصد کیا تو ابن عمر رخصت
کرنے کے لئے آئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ میرا ارادہ عراق کا ہے انہوں نے کہا ایسا نہ کیجئے کیونکہ رسُول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مجھے (حق تعالےٰ کی طرف سے) اختیار دیا گیا کہ نبوّت کے ساتھ سلطنت
شامل کروں یا عبدیت، تو (جبریل کی طرف سے بصورتِ مشورہ) مجھے کہا گیا کہ تواضع اختیار کرو (اور حکومت
و زینت دُنیا سے بچو) لہٰذا میں نے نبی عبد بننے کو اختیار کر لیا۔ اور آپ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے جزو بدن (اور لختِ جگر بیٹی کے لختِ جگر ہیں پس آپ کو بھی نانا کی طرح حکومت سے گھبرانا چاہیئے)
لہٰذا کوفہ نہ جائیے۔ مگر آپ نے نہ مانا تو ابن عمر نے (بادلِ ناخواستہ) آپ کو رخصت کیا۔ اور کہا تم کو
اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اے شہید ہونے والے۔ (بزدہ) ف صحابہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ارشادات اور اکثر قرائن سے محسوس ہو رہا تھا کہ نواسۂ رسُول کے لئے یہ سفر نامُبارک
اور مقدمۂ شہادت ہے۔ اس لئے روکتے تھے مگر ــــ دو چیز آدمی را کشد زور زور یکے آب ودانہ
دگر خاک گور۔ جو امر بروز ازل مقدر ہو چکا تھا وہ کسی طرح ٹل نہ سکتا تھا۔ (ابن عباس[27]) حسین
نے مجھ سے سفر کی اجازت مانگی (کہ آپ خاندان میں بڑے اور صائب الرائے فقیہ اُمت تھے) پس
میں نے کہا اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے یا تمہیں (بزدلی کا) الزام دیں گے تو میں اپنے دونوں ہاتھوں
سے تمہارا سر تھام لیتا۔ (اور کبھی نہ جانے دیتا) آپ نے فرمایا اگر فلاں جگہ قتل کر دیا جاؤں تو مجھے

[1] ہو موضع بالعراق بشط الفرات [2] الطف ساحل البحر وجانب البر ومنہ الذی قتل بہ الحسین۔

استودعك الله من مقتول: للبزار والاوسط (ابن عباس[27]) استأذننی حسین فی الخروج فقلت لو
لاان یزری بی او بك لشبکت بیدی فی رأسك فقال لان اقتل بمکان کذا وکذا احب الی من ان یستحل
بی حرم الله ورسوله قال فذلك الذی سلی بنفسی عنه: (الضحاك[28] بن عثمان) خرج الحسین الی الکوفة
ساخطا لولایة یزید بن معاویة فکتب یزید الی عبید الله بن زیاد وهو والیه علی العراق انه قد بلغنی
ان حسینا قد سار الی الکوفة وقد ابتلی به زمانك وبلدك وابتلیت به وعندها تعتق او تعود عبدا
فقتله عبید الله بن زیاد وبعث برأسه الیه فلما وضع بین یدیه تمثل بقول الحصین بن حمام ← نعلق هاما

اس سے زیادہ پیارا ہے کہ حرم خدا ورسول کا میرے ذریعہ ہتک کیا جائے (اور حرم میں میرا خون بہایا
جائے) پس یہی بات تھی جس نے میرے دل کو تسلی بخشی (اور میں نے ان کی نیت بخیر دیکھ کر شہید ہونے کے
لئے عراق جانے کی اجازت دیدی۔ (ک)۔ (ضحاک[28] بن عثمان) حضرت حسین یزید بن معاویہ کی حکومت سے
ناراض ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے (کہ اہل عراق کا لشکر جمع کرکے یزید کو معزول کر دیں) تو یزید نے
عبید اللہ بن زیاد کو جو اس کی طرف سے عراق کا گورنر تھا لکھا مجھے اطلاع ملی ہے حسین کوفہ کی طرف چل پڑے
ہیں اور یہ ابتلا تیرے زمانہ اور تیرے شہر اور تیری ذات کو پیش آیا اور اسی میں (تیری عزت وذلت کا مدار ہے
کہ) یا آزاد کیا جائے گا (اور ہر قسم کی ترقیات عہدہ میں ہوں گی۔) اور یا پھر غلام بن جائے گا۔ (اور پہلے سے
زیادہ معتوب ہو کر سزا پائے گا۔) چنانچہ عبید اللہ بن زیاد نے آپ کو قتل کیا۔ اور سر مبارک تن سے
جدا کرکے (مع پسماندہ مستورات کے) یزید کے پاس بھیجدیا۔ جب اس کے سامنے سر مبارک رکھا گیا تو اس
نے حصین بن حمام کا یہ شعر پڑھا (ترجمہ) کھوپڑیاں ان مردوں کی لٹکا دی گئیں جو ہمارے بہت محبوب ہیں
مگر وہ ظالم اور نافرمان تھے (اس لئے باوجود محبوب ہونے کے مقتول ہوئے۔ (ک)۔ (زبیر[29] بن بکار) حسین
کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ کو ہوئی اور شہادت یوم جمعہ عاشورا ۶۱ھ کو کہ سنان بن ابی انس نے (اور
بروایتے شمر ذی الجوشن) نے آپ کو قتل کیا اور خولی بن یزید اصبحی نے عجلت کے ساتھ آپ کا سر کاٹا اور
ابن زیاد کے پاس لے کر آیا۔ پس سنان نے انعام کا طالب بن کر یہ شعر پڑھا۔ بھر دے میری اونٹنی کو چاندی
اور سونے سے کہ میں نے بادشاہ ذی جاہ کو قتل کیا اور ایسے کو قتل کیا جو ماں اور باپ دونوں سلسلے سے
بہترین خلق تھا۔ (لیث[30] بن سعد) حضرت حسین نے پسند نہ کیا کہ قید کئے جاویں لہذا آپ نے جنگ کی اور
آخر دشمنوں نے آپ کو اور آپ کے بچوں اور ساتھیوں کو جنہوں نے ان کے ساتھ ہو کر جنگ کی تھی ان
سب کو قتل کر دیا۔ اور علی بن حسین (زین العابدین) کو (کہ نو عمر اور بیمار تھے) نیز فاطمہ اور سکینہ دختران
حسین کو ابن زیاد کے پاس لے گئے اور اس نے ان کو یزید کے پاس (بسوئے دمشق) روانہ کر دیا۔ پس یزید نے
سکینہ کو اپنے تخت کے پیچھے کھڑا کرنے کا حکم دیا تاکہ باپ کے سر کو نہ دیکھ سکیں اور علی بن حسین قید
میں تھے مگر ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے) اور آپ نو عمر تھے پس حضرت حسین رض کا سر مبارک رکھدیا
گیا اور یزید نے وہ شعر پڑھا (جو اوپر گذرا) علی بن حسین نے یہ آیت پڑھی ما اصاب من مصیبة الخ کہ جو
مصیبت بھی زمین میں یا تمہارے نفسوں میں پہونچتی ہے وہ اس سے قبل کہ ہم اس کو پیدا کریں لوح محفوظ
میں (لکھی ہوئی ہے) یہ بے شک اللہ پر آسان ہے۔ پس یزید نے کہا بلکہ بما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر

من رجال الجنة ؛ اليناوهم كانوا اعق واظلما ؛ (الزبير بن بكار[٢٩]) ولد الحسين لخمس خلون من شعبان سنة اربع من الهجرة وقتل يوم الجمعة يوم عاشوراء سنة احدى وستين قتله سنان بن ابى انس واجهز عليه خولى بن يزيد الاصبحى وحز رأسه واتى بها ابن زياد فقال سنان اوقر ركابى فضة وذهبا ؛ انى قتلت الملك المحجبا ؛ قتلت خير الناس اما وابا ؛ (الليث بن سعد[٣٠]) قال ابى الحسين ان يستأسر فقاتلوه فقتلوه وقتلوا بنيه واصحابه الذين قاتلوا معه وانطلق بعلى بن حسين وفاطمة وسكينة بنتى حسين الى ابن زياد فبعث بهم الى يزيد فامر بسكينة فجعلها خلف سريره لئلا ترى رأس ابيها وعلى بن حسين فى غل وهو غلام فوضع رأس الحسين وقال يزيد نعلق دلما البيت وقال على بن الحسين ما اصاب من مصيبة فى الارض ولا فى انفسكم الا فى كتاب من قبل ان نبرأها ان ذلك على الله يسير فقال يزيد بل بما كسبت ايديكم ويعفو عن كثير فقال على اما والله لو رآنا رسول الله صلے الله عليه وسلم مغولين لاحب ان يحلنا من الغل قال صدقت فحلوهم ففعلوا وقال ولو وقفنا بين رسول الله صلے الله عليه وسلم على بعد لاحب ان يقربنا قال صدقت فقربوهم فجعلت فاطمة وسكينة تتطاولان لتريان رأس ابيهما وجعل يزيد يتطاول فى مجلسه ليستر الرأس ثم امر بهم فجهزوا واصلح اليهم واخرجوا الى المدينة ؛ (الشعبى[٣١]) رأيت فى النوم كأن رجالا نزلوا من السماء معهم حراب يتتبعون قتلة الحسين فما لبثت ان نزل المختار فقتلهم ؛ (الزهرى[٣٢]) قال ما رفع بالشام حجر يوم قتل الحسين الا عن دم ؛ وفى رواية:

(کہ دوسری آیت میں اس طرح ہے) جو مصیبت تم کو پہونچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کرتوت سے پہونچتی ہے اور بہتری (خطاؤں) سے تو درگذر فرما دیتا ہے۔ (حضرت زین العابدین کا منشا یہ تھا کہ جو سانحہ پیش آیا وہ مقدر تھا اور اس پر صبر کا ہمیں صلہ ملے گا۔ اور یزید کا مطلب یہ تھا کہ یہ تم کو بغاوت و خطا کی سزا ملی۔ اور جیسا کیا ویسا بھرا مگر یہ کہنا محض غرور و تکبر تھا۔ اور آخر دنیا ہی میں قاتلین حسین اس قول کے مصداق بن کر مقتول ہوئے۔) پھر علی نے فرمایا خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس طرح بندھا ہوا دیکھتے تو یقیناً اس شکنجہ سے ہمیں کھول دینا آپ کو بھاتا۔ یزید بولا تم نے سچ کہا (اور پھر نوکروں کو حکم دیا کہ) ان سب کو کھول دو۔ چنانچہ تعمیل ہوئی پھر آپ نے فرمایا اگر ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اتنے دور کھڑے ہوتے تو یقیناً آپ کو پیارا معلوم ہوتا کہ ہمیں پاس بلالیں۔ یزید نے کہا سچ فرمایا آپ نے۔ پس (حکم دیا کہ) ان کو قریب لے آؤ۔ (سب پاس آ گئے۔ تب فاطمہ اور سکینہ اپنا سر اونچا کرنے لگیں کہ والد کا سر دیکھیں۔ اور یزید اپنی جائے نشست میں سر اونچا کرنے لگا۔ تاکہ سر نظر نہ آوے آخر حکم دیا اور ان کا سامان سفر مہیا کیا گیا اور اصلاح احوال کے ساتھ مدینہ بھیجدیئے گئے۔ (شعبی[٣١]) میں نے خواب میں دیکھا گویا کچھ لوگ آسمان سے اترے کہ نیزے لئے ہوئے قاتلین حسین کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ چنانچہ مدت نہ گذری کہ مختار آپڑا اور اس نے سب کو قتل کر ڈالا۔ (زہری[٣٢]) شہادت حسین کے دن ملک شام میں جو پتھر بھی اٹھایا گیا اس کے نیچے خون برآمد ہوا۔ اور بروایتے بیت المقدس کی جو کنکری اٹھائی گئی اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔ (ابو قبیل[٣٣]) قتل حسین کے وقت سورج گرہن ہوا کہ دوپہر میں تارے نظر آگئے حتی کہ ہمیں گمان ہوا کہ وہی قیامت (بپا) ہونے والی ہے)۔ (اللیث بن سعد[٣٤]) حضرت حسین کے ساتھ حضرات ذیل شہید ہوئے۔ عباس بن علی بن ابی طالب کہ ان کی والدہ ام البنین عامرہ ہیں۔ اور جعفر و عبد اللہ و عثمان و ابو بکر پسران علی کہ ابو بکر کی والدہ لیلی بنت مسعود

لم ترفع حصاة بيت المقدس الا وجد تحتها دم عبيط ﴿ابو قبيل﴾[۲۳] لما قتل الحسين انكسفت الشمس حتى بدت الكواكب نصف النهار حتى ظننا انها هي[له] ﴿الليث بن سعد﴾[۲۴] انه قتل مع الحسين العباس بن ابی طالب وامه ام البنين عامرية جعفر وعبد الله وعثمان وابو بكر بنو علی وام ابی بكر ليلی بنت مسعود نهشلية وعلی بن الحسين الاكبر وامه ليلی ثقفية وعبد الله بن الحسين وامه الرباب كلبية وابو بكر بن الحسين وعون ومحمد ابنا عبد الله ابن جعفر بن ابی طالب وجعفر ومسلم ابنا عقيل بن ابی طالب وسليمان مولی الحسين وعبد الله رضيع الحسين ﴿محمد بن الحنفية﴾[۲۵] قتل مع الحسين سبعة عشر كلهم ارتكض فی رحم فاطمة رضی الله عنهم ﴿للكبير﴾ ﴿ابو قبيل﴾[۲۶] لما قتل الحسين احتز وا رأسه وقعدوا فی اول مرحلة يشربون النبيذ فخرج اليهم قلم من حديد من حائط فكتب بدم ؎ أترجو امة قتلت حسينا ﴿ شفاعة جده يوم الحساب ﴿ فهربوا وتركوا الرأس ثم رجعوا ﴿للكبير بخفی﴾ ﴿ام سلمة﴾[۲۷] ان النبی صلی الله عليه وسلم قال لا تدعی احدا يدخل علی فجاء الحسين فاراد ان يدخل فاخذته فلما اشتد فی البكاء خليت عنه فدخل حتی جلس فی حجر النبی صلی الله عليه وسلم فقال جبريل للنبی صلی الله عليه وسلم ان امتك ستقتل ابنك هذا فقال صلی الله عليه وسلم يقتلونه وهم مؤمنون بی؟ قال نعم فخرج صلی الله عليه وسلم فقال ان امتی يقتلون هذا فقال ابو بكر وعمر يا نبی الله وهم مؤمنون؟ قال نعم ﴿للكبير بلين مطولا﴾۔

نہشلیہ ہیں۔ اور حسین کے صاحبزادہ علی اکبر کہ ان کی والدہ لیلٰی ثقفیہ ہیں۔ اور عبداللہ بن حسین کہ ان کی والدہ رباب کلبیہ ہیں اور ابوبکر بن حسین اور عون و محمد پسران عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب و جعفر و مسلم پسران عقیل ابن ابی طالب اور سلیمان کہ حضرت حسین کے غلام آزاد شدہ تھے۔ اور عبداللہ شیر خوار حسین۔ (محمد بن حنفیہ[۲۵]) حسین کے ساتھ سترہ (چراغہائے خاندانِ نبوت) مقتول ہوئے کہ ان سب کا مرکز بطن فاطمہ تھا۔ رضی اللہ عنہم۔ (ک)۔ (ابو قبیل[۲۶]) جب حسین قتل کئے گئے تو (دشمنوں نے) آپ کا سر تن سے جدا کیا (اور ابن زیاد کے حکم سے یزید کے پاس لے چلے) پہلی منزل پر بیٹھ کر نبیذ پینے میں مشغول ہوئے تو ایک دیوار سے لوہے کا قلم برآمد ہوا اور اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔ (ترجمہ) کیا وہ اُمت جس نے حسین کو قتل کیا ان کے نانا کی بروز حساب اُمید شفاعت رکھ سکتی ہے؟ (یہ دیکھ کر) لوگ سر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور پھر (جب خوف دُور ہوا) تو واپس ہوئے (اور سر کو لے کر یزید کے پاس پہونچے۔ (ک)۔ ف یہ روایتیں کبیر کی ہیں کہ نفس سانحہ کے عبرتناک اور عظیم ہونے میں شک نہیں مگر سورج گرہن ہونا یا آہنی قلم کا خون سے شعر لکھنا وغیرہ واقعات تنقید روایت میں یقینی ثابت نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم۔ (ام سلمہ[۲۷]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ خلوت کو پسند فرمایا کر ان سے) کہا کسی کو میرے پاس نہ آنے دیجیو۔ پس حسین آئے اور اندر جانا چاہا تو میں نے ان کو پکڑ لیا پس جب وہ زیادہ رونے لگے تو میں نے چھوڑ دیا۔ اور وہ اندر جاکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں جا بیٹھے۔ پس جبریل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کی اُمت آپ کے اس لڑکے کو شہید کریگی۔ آپ نے فرمایا کیا اس کو شہید کریں گے اور وہ مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے؟ فرمایا ہاں۔ پس آنحضرتؐ باہر نکلے اور فرمایا کہ میری اُمت اسکو شہید کریگی۔ ابوبکر و عمر نے (تعجب سے) کہا اے اللہ کے نبی اور وہ لوگ صاحب ایمان ہونگے؟ فرمایا ہاں۔ (ک) ف اس وجہ سے قاتلین پر فتوٰی کفر لگانے کی ہمت نہیں ہوتی۔

له ای الی الوری الی الفنا منه ۱۲

مناقب زید بن حارثة وابنه اسامة وعمار بن یاسر وعبد الله بن مسعود وابی ذر الغفاری

(عائشة) قدم زید بن حارثة المدینة ورسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیتی فقرع الباب فقام الیه صلی الله علیه وسلم عریانا یجر ثوبه والله مارأیته عریانا قبله ولا بعده فاعتنقه وقبله ؛ (جبلة بن حارثة) قدمت علی النبی صلی الله علیه وسلم فقلت یارسول الله ابعث معی اخی زیدا قال هوذاك انطلق الیه فان ذهب معك لم امنعه فجاء زید فقال یارسول الله أوَاختار علیك احدا[1] قال جبلة فاقمت انا مع اخی ورأیت رأی اخی افضل من رأیی ؛ هما للترمذی (ابن عمر) بعث النبی صلی الله علیه وسلم بعثا وامّر علیهم اسامة بن زید فطعن بعض الناس فی امارته فقال صلی الله علیه وسلم ان تطعنوا فی امارته فقد کنتم تطعنون فی امارة ابیه من قبل وایم الله ان کان لخلیقا للامارة وکان لمن احب الناس الیّ وان هٰذا لمن احب الناس الیّ بعده ؛ للشیخین والترمذی (اسامة) کان النبی صلی الله علیه وسلم قد عقد لی لواء فی مرضه الذی مات فیه وبرزت بالناس فلما ثقل هبطت وهبط الناس الی المدینة فدخلت علیه وقد اصمت فجعل یضع یدیه علیّ ویرفعها فعرفت انه یدعو لی

حضرت زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے اسامہ اور حضرت عمار بن یاسر اور عبد اللہ بن مسعود اور ابو ذر غفاری کے مناقب

(عائشہ) زید بن حارثہ مدینہ میں آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف رکھتے تھے پس انہوں نے دروازہ پر دستک دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برہنہ بدن کپڑا کھینچتے ہوئے ان کی طرف لپکے کہ نہ اس سے پہلے کبھی میں نے آپ کو برہنہ دیکھا نہ اس کے بعد۔ پس آپ نے ان کو چھاتی سے لگالیا اور بوسہ دیا۔ (ت) ف یعنی ان کے آنے پر غلبۂ مسرت میں چادر اوڑھنے کا بھی اہتمام نہ فرمایا اور لنگی باندھے جس طرح بیٹھے تھے لپک کر ان کو سینہ سے لگالیا حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل بعمر آٹھ سال اپنی والدہ سعدی بنت ثعلبہ کے ساتھ اپنے نانا کے ہاں قبیلہ بنی معن میں آئے تھے کہ سواران بنی قین نے چھاپہ مار کر زید کو بھی پکڑ لیا اور غلام بنا کر سوق عکاظ میں لا بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کے لئے ان کو خرید لیا اور حضرت خدیجہ نے نکاح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کر دیا۔ آنحضرت نے ان کو آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا کہ لوگ زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ والدین کی ان کے فراق میں بری حالت ہوگئی اور کچھ مدت بعد جب بنی کلب کے کچھ لوگ حج کے لئے مکہ آئے تو زید کو پہچانا اور وطن جا کر ان کے باپ حارثہ کو اطلاع دی۔ وہ اپنے بھائی کعب اور بڑے بیٹے جبلہ کو ساتھ لے کر مکہ آئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ اے ابن عبد المطلب اے ابن ہاشم اور اے اپنی قوم کے شاہزادہ ہم پر احسان کرو اور قیمت واپس لے کر ہمارے لخت جگر کو واپس دیدو کہ اس کی ماں بہت بیتاب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ زید آزاد ہے اور اس کو اختیار ہے اگر جانا چاہے تو چلا جائے۔ واپسی قیمت کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ زید بلائے گئے اور انہوں نے باپ اور چچا اور بڑے بھائی کو دیکھ کر پہچان لیا مگر ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہ مجھے ماں نصیب ہو سکتی ہے نہ باپ۔ لہذا یہ آستانہ چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ صحابہ میں صرف یہی ہیں جن کا نام قرآن مجید میں مذکور ہے فلما قضی زید منها وطرا حضرت کی باندی ام ایمن سے ان کا عقد ہوا اور اسامہ پیدا ہوئے کہ وہ بھی حضرت کو بہت پیارے تھے۔ غزوۂ موتہ میں ماہ جمادی الثانیہ ۸ھ میں حضرت جعفر سے قبل شہید ہوئے۔ فتح بدر کی بشارت لے کر مدینہ میں آپ ہی تشریف لائے تھے۔ (جبلہ بن حارثہ) میں (بمعیت والد وچچا کے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

[1] الہمزة داخلة علی جملة مقدرة وجملة اختار معطوف علیها ای اجبك واختار علیك غیرك ۱۲

وسلم فقال ائذنوا له مرحبًا بالطيب المطيب ٭ للترمذی (ابوھریرۃؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعمار ... قال اول من اسلم زید بن حارثۃ ٭ للکبیر بارسال (علیؓ) جاء عمار بن یاسر یستاذن علی النبی صلی اللہ علیہ

للترمذی (عائشۃ) قالت عثر اسامۃ بعتبۃ الباب فشج فی وجھہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیطی عنہ الاذی فتقذرتہ فجعل یمص عنہ الدم ویمجہ عن وجھہ ثم قال لو کان اسامۃ جاریۃ لحلیتہ وکسوتہ حتی انفقہ ٭ للقزوینی (وعنھا) اراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینحی مخاط اسامۃ قالت عائشۃ دعنی حتی انا افعلہ قال یا عائشۃ احبیہ فانی احبہ ٭ (ابن عمرؓ) ان عمر فرض لاسامۃ فی ثلاثۃ آلاف وخمس مائۃ وفرض لعبد اللہ بن عمر فی ثلاثۃ آلاف فقال ابن عمر لم فضلت اسامۃ علی فواللہ ما سبقنی الی مشھد قال لان زیدًا کان احب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ابیک واسامۃ احب الیہ منک فآثرت حبہ صلی اللہ علیہ وسلم علی حبی ٭ للترمذی (وعنہؓ) وقد نظر وھو فی المسجد الی رجل یسحب ثیابہ فی ناحیۃ من المسجد فقال انظر من ھذا؟ فقیل لہ ھذا محمد بن اسامۃ فطأطأ ابن عمر رأسہ ثم قال لو رآہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاحبہ ٭ للبخاری (ابن شھاب) قال اول من اسلم زید بن حارثۃ ٭ للکبیر بارسال (علیؓ) جاء عمار بن یاسر یستاذن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ائذنوا لہ مرحبًا بالطیب المطیب ٭ للترمذی (ابوھریرۃؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعمار

ہوا۔ اور عرض کیا کہ میرے بھائی زید کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ (کہ وطن جاکر ماں کا کلیجہ ٹھنڈا کرے) فرمایا وہ یہ موجود ہے تم اس کے پاس جاؤ (اور چلنے کو کہو) اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے۔ تو میں منع نہیں کرتا چنانچہ زید آئے اور کہا کہ یارسول اللہ بھلا میں آپ پر کسی کو ترجیح دے سکتا ہوں؟ جبلہ کہتے ہیں میں بھائی کے پاس (چند روز) ٹھیرا (کہ شاید چلنے پر راضی ہوجاویں۔ مگر وہ نہ مانے) اور آخر میں نے بھائی کی رائے کو اپنی رائے سے افضل پایا (کہ درحقیقت یہاں رہ کر انہوں نے دین اور دُنیا دونوں کی راحت پائی)۔ (ت)۔ (ابن عمرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر (کسی طرف جہاد کے لئے) بھیجا۔ اور اسامہ بن زید کو امیر لشکر بنایا تو بعض لوگوں نے ان کی امارت پر طعن کیا (کہ شرفائے قریش پر غلام زادہ کو حکومت دیدی) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی امارت پر طعن کرتے ہو (تو تعجب ہی کیا ہے) کہ پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی طعن کر چکے ہو۔ حالانکہ اللہ کی قسم وہ امارت کے لائق تھا اور مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور یہ اس کے بعد مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ (ق ت) (اسامہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں میرے لئے عَلَم باندھا۔ (امیر فوج بنایا) اور میں لشکر کو لے کر باہر نکلا۔ مگر جب آپ کے مرض میں زیادتی ہوگئی تو میں بھی مدینہ چلا آیا اور لشکر بھی (کہ صحت کے بعد چلیں گے) پس میں آپ کے پاس پہونچا اور اس وقت آپ کی زبان بند ہوچکی تھی۔ (کہ شدت مرض کے سبب بات کرنا دشوار تھا) پس آپ اپنے دونوں ہاتھ میرے اوپر رکھتے اور اٹھاتے تھے جس سے میں سمجھ گیا کہ میرے لئے دُعا فرما رہے ہیں۔ (ت)۔ (عائشہؓ) کہتی ہیں کہ اسامہ نے (ایک مرتبہ) دروازہ کی چوکھٹ پر ٹھوکر کھائی اور مُنہ پر زخم آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا ان کا خون دھو ڈالو مجھے گھنیاہٹ آئی تو آنحضرت خود ان کے منہ کا خون چوس چوس کر کلی کرنے لگے۔ اور اس کے بعد فرمایا اسامہ اگر لونڈیا ہوتا تو میں اس کو زیور اور کپڑے پہناتا اور دولھن بناتا۔ (ہ) ف خون چوسنا زخم کا علاج تھا کہ اس کے رُکنے سے ورم اور پیپ پڑنے کا خطرہ تھا اور یہ پیار کے کلمے چوٹ کی تکلیف کم کرنے کے لئے تھے۔ جیسا کہ ماں اپنے روتے بچے کا دل بہلایا کرتی ہے۔ (ایضاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ اسامہ کی رینٹ پوچھیں (کہ نو عمر تھے اور بچوں کی طرح ناک میں رینٹ آئی ہوئی تھی) حضرت عائشہ نے کہا

لہ ای از وجہ نقال من خط المرأت فاتا بھیماوی ازوحیہا ۱۲

البشر تقتلك الفئة الباغية ؛ للترمذي وزاد رزين واستسقى يوم صفين فأتي بقعب فيه لبن فلما نظر اليه كبر ثم قال اخبرني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان آخر رزقي من الدنيا ضياح[1] لبن في مثل هذا القعب ثم حمل فلم يثني حتى قتل ؛ (ابو سعید[12]) رفعه: ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونه الى النار ؛ للبخاري (عائشة[13]) رفعته: ما خير عمار بين امرين الا اختار اشدهما ؛ للترمذي (رجل من الصحابة[14]) رفعه: ملئ عمار ايمانا الى مشاشه[16] ؛ للنسائي (علي[15]) رفعه: دم عمار ولحمه حرام على النار ان تطعمه ؛ للبزار (بلال بن يحيى[17]) لما قتل عثمان قيل لحذيفة قتل هذا الرجل وقد اختلف الناس فما تقول ؟ قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول ابو اليقظان على الفطرة لا يدعها حتى يموت او يمسه الهرم[18] ؛ للبزار والاوسط (عثمان[17]) اقبلت مع النبي

آپ رہنے دیجئے یہ کام میں کروں گی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ تم بھی اس سے محبت رکھو کیونکہ مجھے اس کے ساتھ محبت ہے (ابن عمرؓ) حضرت عمرؓ نے اسامہ کا تقرر ساڑھے تین ہزار (درہم ماہوار کے وظیفہ والوں میں) کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کا تین ہزار والوں میں۔ تو ابن عمرؓ نے کہا آپ نے اسامہ کو مجھ پر کیوں بڑھا دیا حالانکہ واللہ کسی غزوہ میں بھی وہ مجھ سے آگے نہیں رہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس وجہ سے کہ (ان کے باپ یعنی) زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیارے تھے تمہارے باپ (یعنی میری) بہ نسبت۔ اور خود اسامہ آپ کو زیادہ پیارے تھے تمہاری بہ نسبت۔ لہٰذا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دی۔ (ق ت) **ف** یہ ثمرہ ہے ایمان کامل کا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نفس اور اولاد سے زیادہ پیارا سمجھتے تھے۔ (ایضاً) آپ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا مسجد کی ایک جانب اپنا کپڑا کھینچتا ہوا چل رہا ہے فرمایا دیکھو یہ کون ہے؟ کہا گیا کہ (یہ حضرت زید کے پوتے) محمد بن اسامہ ہیں۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنا سر جھکا لیا اور فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے تو ان سے محبت فرماتے (کہ آپ کے محبوب کا بیٹا ہے)۔ (خ)۔ (ابن شہاب[9]) سب سے اول جو اسلام لائے وہ زید بن حارثہ ہیں (ک) **ف** یعنی غلاموں اور خدام میں۔ (علیؓ) عمار بن یاسر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کا اذن طلب کرنے لگے تو آنحضرت نے فرمایا ہاں ان کو اذن دو مرحبا اے پاک صاف۔ (ابو ہریرہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار سے فرمایا تم کو باغی جماعت شہید کریگی۔ (ت) اور رزین میں اتنا اضافہ ہے کہ جنگ صفین کے دن عمار نے پانی مانگا تو ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو تکبیر پڑھی اور فرمایا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع فرمایا تھا کہ دنیا میں میرا آخری رزق (دودھ پانی ملی ہوئی) لسی ہوگی اسی جیسے پیالہ میں۔ اس کے بعد حملہ کیا۔ چنانچہ واپس نہ ہوسکے اور شہید ہوگئے۔ **ف** عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ کی کنیت ابو الیقظان ہے۔ اور سابقین میں ہیں۔ کہ آنحضرت کے دار ارقم میں تشریف رکھتے وقت مع اپنے والدین کے اسلام لائے تھے۔ کفار کی طرف سے بہت تکلیفیں اٹھائیں کہ بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ جاتے۔ اور پھر اسی حالت میں گرم بالو پر لٹائے جاتے باندھ کر چھت میں لٹکائے جاتے اور پانی میں بار بار ڈبوئے جاتے تھے۔ آخر برداشت نہ ہوئی تو زبان سے کلمہ کفر کہا اور موقع پا کر بھاگے اور روتے ہوئے آنحضرت کی خدمت میں پہونچے۔ آپ نے سینہ سے لگا لیا اور فرمایا دل مؤمن ہو اور ایسی مصیبت میں زبان سے کلمہ کفر نکلے تو مضائقہ نہیں۔ ان کی والدہ سمیہ نے انہیں تکلیفوں میں وفات

له الضياح والضيح بالفتح اللبن الى المحض يخلط فيه الماء ثم يخلط ١٢ ؎ مشاش رؤس العظام ١٢ ؎ كذا في نسخة المصنف والظاهر اخرج عمار لانه المناسب لما في ... ابا اليقظان كما في التقريب ١٢ ؎ او يهرمه ١٢

صلے اللہ علیہ وسلم نتمشی فی البطحاء حتی اتی علی عمار وابیہ وامہ یعذبون فقال ابو عمار یا رسول اللہ الدھر هكذا؟ فقال صلے اللہ علیہ وسلم اصبر اللّٰهم اغفر لآل یاسر وقد فعلت ؛ لاحمد والللکبیر بخفی: اصبروا آل یاسر موعدکم الجنة :: (الحسن) کان عمار یقول قاتلت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم الجن والانس ارسلنی الی بئر بدر فلقیت الشیطان فی صورة الانس فصارعنی فصرعته فجعلت ادقه بفهر معی فقال صلے اللہ علیہ وسلم عمار لقی الشیطان عند البئر فقاتله فما عدا ان رجعت فاخبرته فقال ذاك الشيطان : للکبیر بلین وخفی (خالد بن الولید) رفعه: من یحقر عماراً یحقره اللہ ومن یسبه یسبه اللہ ومن ینتقصه ینتقصه اللہ وفی روایة: ومن یعاد عماراً یعاده اللہ للکبیر مطولا (عمرو بن العاص) وقد اتاه رجلان یختصمان فی دم عمار وسلبه فقال عمرو خلیا عنه فانی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قاتل عمار وسالبه فی النار ؛ (عبد اللہ بن الحارث) ان عمرو بن العاص قال لمعاویة یا امیر المؤمنین اما سمعت رسول اللہ صلے اللہ

پائی کہ شرمگاہ میں نیزہ مارا گیا اور اسلام میں سب سے پہلی شہادت سے فائز ہوئیں۔ مسجد قبا کی بنا حضرت عمار ہی کے ہاتھوں ہوئی۔ اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد بنانے کا شرف انہیں کو نصیب ہوا۔ مسیلمہ کذاب کی جنگ میں بھی آپ شریک تھے اور آخر جنگ صفین میں بعمر چورانوے سال شہید ہوئے۔ (ابو سعید) رفع۔ ہائے عمار کہ اس کو باغی جماعت قتل کریگی۔ یہ اُن کو بُلائے گا جنت کی طرف اور وہ اس کو بُلائیں گے دوزخ کی طرف۔ (خ)۔ (عائشہ) رفع۔ عمار کو جب بھی (ایک) دو باتوں میں اختیار دیا گیا تو دعالی ہمت ہونے کے سبب ہمیشہ محنت کے پہلو کو اختیار کیا۔ (ت)۔ (یکے از صحابہ) رفع: عمار اپنے ہڈی کے جوڑوں تک ایمان سے لبریز ہے۔ (ن)۔ (علی) رفع۔ عمار کا خون اور گوشت دوزخ پر حرام ہے کہ کھائے۔ (بز)۔ (بلال بن یحیی) جب عمار کو قتل کر دیا گیا تو حذیفہ سے کسی نے پوچھا کہ وہ قتل کر دیئے گئے اور لوگوں کی رائے ان کے بارہ میں مختلف ہوئی۔ (کہ کوئی ان کو شہادت قرار دیتا ہے اور کوئی باغیانہ موت) پس آپ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ ابو الیقظان ہدایت پر ہے کہ ہدایت کو نہ چھوڑیگا حتی کہ مرجائے یا بڑھاپا آجائے۔ (بز و) ف ان سب احادیث میں آپ کے کمال ایمان اور حسن خاتمہ کی بشارت ہے کہ جب تک زندگی اور ہوش حواس قائم ہیں عمار کے ساتھ ہدایت قائم ہے۔ (عثمان) میں (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا۔ ہم ریگستان مکہ میں چل رہے تھے کہ عمار اور ان کے ماں باپ پر آپ کا گذر ہوا جن کو کفار کی طرف سے وہ تکلیفیں پہونچائی جارہی تھیں جن کو دیکھنا بھی مشکل تھا، تو عمار کے والد نے کہا یا رسول اللہ کیا عمر بھر یہی ہوتا رہے گا (کبھی ہمیں نجات بھی ملے گی) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کرو۔ یا اللہ بخشدے یاسر کے متعلقین کو۔ (م) اور کبیر میں ہے کہ (آپ نے فرمایا، صبر کرو اے خاندان یاسر کہ تمہارے (راحت وآرام کا) مقام جنت ہے۔ ف چنانچہ یاسر اور سمیہ انہیں مصیبتوں میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ البتہ عمار کو رہائی نصیب ہوئی (حسن) عمار کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جن وانسان دونوں سے جنگ کی ہے کہ انسانی جنگ تو غزوات میں سب کو معلوم ہے اور جن کے ساتھ جنگ کا یہ قصہ ہوا کہ آپ نے مجھے (ایک کام کے لئے) چاہ بدر کی طرف بھیجا تو میں ایک شیطان سے جو انسان کی صورت میں تھا ملا

عليه وسلم حين كان يبنى المسجد لعمار انك لحريص على الجهاد وانك لمن اهل الجنة ولتقتلنك الفئة الباغية ثم
قال بلى قال فلم قتلتموه؟ قال والله ماتزال تدحض فى بولك نحن قتلناه؟ انما قتله الذى جاء به ٢٤ (كلثوم
ابن جزعة) انه قيل لقاتل عمار كيف كان امر عمار؟ قال ادركت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكنا نعد
عمارًا من خيارنا حتى سمعته يوما فى مسجد قباء يقع فى عثمان فلو خلصت اليه لوطئته برجلى فما صليت
بعد ذلك صلاة الا قلت اللّٰهم نقّ عمارًا فلما كان يوم صفين استقبلنى رجل يسوق الكتيبة فاختلفت
انا وهو ضربتين فبدرته وضربته فكبا لوجهه ثم قتلته ٢٣ هى للكبير (على) رفعه: لوكنت مؤمرًا احدًا
منهم من غير مشورة ٢٤ لامرت عليهم ابن ام عبد ٢٤ للترمذى (عبد الرحمن بن يزيد) سألت حذيفة عن

اور ود: مجھ سے کشتی کرنے لگا۔ پس میں نے اس کو پچھاڑ دیا اور میرے پاس ایک پتھر تھا اس سے اس کو کوٹنے
لگا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (کو کشف سے یہ واقعہ معلوم ہوا اور آپ نے حاضرین مجلس سے) عمار کی
کنوئیں کے پاس شیطان سے مٹ بھیڑ ہوگئی اور وہ اس سے جنگ کرنے لگے۔ ذرا دیر بعد میں واپس آیا تو
میں نے آپ کو قصہ سنایا پس آپ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔ (ک)۔ (خالد بن ولید) ١٩ جو تحقیر کرے گا
عمار کی اللہ اس کی تحقیر کرے گا اور جو اس کو برا کہے گا اللہ اسے برا کہے گا۔ اور جو اس کی تنقیص شان کرے گا
اللہ اس کی تنقیص شان کرے گا۔ اور ایک روایت میں ہے اور جو عداوت رکھے گا عمار سے اللہ اس سے
عداوت رکھے گا۔ (ک)۔ عمرو بن عاص) ٢٠ کے پاس دو شخص آئے کہ عمار کے خون اور مال کے متعلق جھگڑ
رہے تھے (کہ یہ کہتا تھا میں نے ان کو قتل کیا ہے لہذا ان کے کپڑے اور ہتھیار وغیرہ کا حق مجھے ہے اور
دوسرا کہتا تھا کہ میں نے قتل کیا ہے (اور مال مقتول کا حقدار میں ہوں) آپ نے فرمایا ہم اس قصہ سے
بالکل بے تعلق ہیں۔ (اور کچھ فیصلہ نہیں دے سکتے) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا
ہے کہ عمار کا قاتل اور قابض مال دوزخ میں جلے گا۔ (عبد اللہ بن حارث) ٢١ عمرو بن عاص نے معاویہ
سے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا تم نے نہیں سنا کہ عمار کے لئے جب کہ مسجد بنا رہے تھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ تم جہاد کے بڑے حریص ہو اور بے شک تم اہل جنت میں سے
ہو اور یقیناً تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ معاویہ نے کہا ہاں سنا کیوں نہیں۔ فرمایا پھر تم نے ان کو
قتل کیوں کیا۔ (اور باغی کیوں بنے) کہا (اے ابو العاص) واللہ تو ہمیشہ اپنے پیشاب میں پھسلتا (اور
ناسمجھ بچہ ہی بنا) رہے گا۔ کیا ہم نے ان کو قتل کیا ہے؟ ان کو قتل اس نے کیا جو ان کو لے آیا۔ (ک)
ف مطلب یہ تھا کہ ان کا قاتل حضرت علی کو سمجھنا چاہیئے کہ وہ نہ انہیں لے کر ہم سے جنگ کرنے
کے لئے میدان میں آتے نہ قتل کی نوبت آتی۔ لہذا باغی ہونے کا مصداق وہ ہے۔ نہ کہ ہم۔ مگر یہ
تاویل رکیک ہے کہ قاتل سے مراد صاف وصریح مباشر قتل ہے اور اس لئے حضرت معاویہ کو اگرچہ
خطاء اجتہادی کے درجہ میں معذور کہا جاتا ہے مگر بے خطا نہیں کہا جاتا کہ خلافت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ
کی برحق تھی۔ اور اس کی مخالفت کا نام بغاوت ہے۔ (کلثوم بن جزعہ) ٢٢ عمار کے قاتل سے پوچھا گیا کہ عمار
کا قصہ کیا پیش آیا تو اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دیکھا ہے اور اس لئے ہم عمار
کو اپنے بہترین حضرات میں شمار کیا کرتے تھے حتی کہ ایک دن میں نے ان کو مسجد قبا میں حضرت عثمان کے متعلق ایسی

رجل قریب السمت والھدی والدل من النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی نأخذ عنہ فقال ما نعلم احدا اقرب سمتا وھدیا ودلا بہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابن ام عبد اقربھم الی اللہ وسیلۃ ؛ للبخاری والترمذی (ابو موسی) [۲۵] قدمت انا واخی من الیمن فمکثنا حینا ولا نذری الا ان ابن مسعود وامہ من اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کثرۃ دخولھم علیہ ولزومھم بہ ؛ للشیخین والترمذی (ابو موسی وابو مسعود [۲۶] الانصاری) قال احدھما لصاحبہ حین مات ابن مسعود اتراہ ترک بعدہ مثلہ؟ فقال ان قلت ذلک ان کان لیؤذن لہ اذا حجبنا ویشھد اذا غبنا ؛ لمسلم (ابن مسعود) [۲۷] ان ابا بکر وعمر بشراہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب ان یقرأ القرآن غضا کما انزل فلیقرأہ علی قراءۃ ابن ام عبد ؛ للقزوینی (وعنہ) [۲۸]

(گستاخانہ) گفتگو کرتے سنا کہ اگر ان تک پہونچ سکتا تو اسی وقت اپنے پاؤں سے ان کو مسل دیتا پھر اس کے بعد کوئی نماز میں نے ایسی نہیں پڑھی جس کے بعد یہ دعا نہ مانگی ہو کہ الٰہی عمار سے میری مڈ بھیڑ کرادے چنانچہ جب جب صفین کا دن آیا تو ایک شخص (یعنی یہی عمار) مجھے سامنے نظر آیا کہ لشکر کو بڑھانے لئے جارہا تھا پس میں نے اور اس نے دو دو وار کئے اور میں نے بکمال عجلت اس پر تلوار ماری کہ وہ منہ کے بل گر گیا اور اس کے بعد میں نے اسے قتل کردیا (ک) **ف** حضرت عمار قاتلین عثمان کے طرفداروں میں تھے۔ اور یہ ان کی خطا اجتہادی تھی۔ جس میں ان کو برسر غلطی مانا گیا ہے۔ مگر اس غلطی کی سزا دینے یا قصاص لینے کا حق صرف خلیفہ یعنی حضرت علی کو تھا۔ نہ کہ دوسرے شخص کو۔ اس لئے قاتل عمار بہرحال مستحق نار ہوا۔ اب رب النار کو اختیار ہے چاہے سزا دے چاہے بخشدے۔ جس طرح پولیس کا کام صرف اتنا ہے کہ جس کو خلاف قانون کرتے دیکھے اس کو عدالت مجاز میں پیش کردے اسی طرح عوام تو درکنار علمائے امت کا منصب بھی صرف اتنا ہے کہ قانون مذہب کے موافق صرف فعل پر حکم لگاویں کہ یہ گناہ ہے اور یہ ثواب۔ رہا فاعل کے متعلق فیصلہ سو یہ مالک یوم الدین کے ہاتھ ہے کہ عدالت عالیہ مجرم کو رہا کرے یا سزا دے۔ بالخصوص حضرات صحابہ کے اختلافات گویا شاہی خاندان کے باہمی نزاعات ہیں جن کے متعلق کسی ادنی رعیت کا فیصلہ دینا اپنی حیثیت کو بھول جانا ہے عالمگیر اور دارالشکوہ کے قصوں میں باایں اتحاد ملک و قرب زمانہ ہمارا یہ فیصلہ کہ فلاں ظالم تھا اور فلاں مظلوم، خود ایک ظلم ہے۔ چہ جائیکہ صحابہ جن کے فضائل بزبان پیغمبر طرح طرح سے مذکور ہیں اور جن کو ایذا پہونچانا محبوب خدا کو ایذا پہونچانا ہے پس ہم سے زیادہ کوئی بے عقل نہ ہوگا اگر ہم ان کے نزاعات میں جن کو گذرے ہوئے تیرہ صدیاں گذر چکیں یک طرفہ فیصلہ دے کر بغض اور سب وشتم مرتب کرنے لگیں۔

(علی) [۲۳] رفع۔ میں اگر کسی کو بغیر مشورہ کے امیر بناتا تو ام عبد کے صاحبزادہ (عبداللہ بن مسعود) کو امیر بناتا۔ (ت) **ف** کہ ان میں سرپنچ و سردار قوم ہونے کی اتنی کھلی قابلیت ہے جو مشورہ کی محتاج نہیں۔

(عبدالرحمن بن یزید) [۲۴] میں نے حذیفہ سے دریافت کیا کہ چال ڈھال اور روش و طریقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ کون ہے؟ فرمایا ہمارے علم میں آنحضرت صلعم کے ساتھ چال ڈھال اور روش و طریقہ میں عبداللہ بن مسعود سے زیادہ قریب کوئی نہیں۔ وہ اللہ کی طرف سب میں زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔ (خ ت) **ف** عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب ہذلی قدیم الاسلام صاحب الہجرتین مشہور صحابی ہیں۔ ابوجہل کا سر کاٹ کر آنحضرت صلعم کے سامنے یہی لائے اور جنت کی بشارت پائی۔

لقد رأيتني وانی لسادس ستة ما علی الارض مسلم غیرنا ؛ للكبير (ابوذر[24]) قال عبد الله بن الصامت قال

ابوذر خرجنا من قومنا غفار و کانوا یحلون الشهر الحرام فخرجت انا واخی انيس وامنا فنزلنا على خال لنا

فاکرمنا خالنا واحسن الینا فحسدنا قومه فقالوا انك اذا خرجت عن اهلك خالف اليهم انيس فجاء

خالنا فنثی[1] علينا الذی قیل له فقلت اما ما مضى من معروفك فقد كدرته ولا جماع لك فيما بعد

فقربنا صرمتنا[2] فاحتملنا عليها وتغطی خالنا بثوبه فجعل يبكي فانطلقنا حتى نزلنا بحضرة مكة فنافر

انیس[3] عن صرمتنا فاتيا الكاهن فخير انيسا[4] فاتانا انيس بصرمتنا ومثلها معها وقد صليت یا ابن اخی قبل

ان القی رسول الله صلى الله عليه وسلم بثلاث سنين قلت لمن ؟ قال لله تعالى قلت فاين توجه[5] ؟ قال

اتوجه حيث يوجهنی ربی اصلی عشاء حتى اذا كان من آخر الليل القيت كأنی خفاء[6] حتى تعلونی الشمس فقال

انیس ان لی حاجة بمكة فاكفنی فانطلق انيس حتى اتى مكة فراث[7] علی ثم جاء فقلت ما صنعت ؟ قال لقيت رجلا

بمكة على دينك يزعم ان الله ارسله قلت فما يقول الناس ؟ قال يقولون شاعر كاهن ساحر كان انيس

احد الشعراء قال انيس لقد سمعت قول الكهنة فما هو بقولهم ولقد وضعت قوله على اقراء[9] الشعر فما يلتئم على

نعلین مبارک اٹھانے رکھنے اور پہنانے کی خدمت کے سبب صاحب النعلین کہلاتے ہیں۔ مرض الموت میں حضرت عثمان ان کی عیادت کے لئے آئے تو پوچھا کس بات کی تکلیف ہے ؟ فرمایا گناہوں کی۔ پوچھا کسی شے کی رغبت ہے ؟ فرمایا ہاں۔ رحمتِ خداوندی کی۔ پوچھا کسی طبیب کو بلایا جائے ؟ فرمایا طبیب ہی نے تو بیمار بنایا ہے۔ یعنی حق تعالٰی ہی نے مبتلائے مرض کیا ہے اور وہی طبیب ہے کہ دنیا کے ڈاکٹر یا حکیم کی حاجت نہیں۔ فرمایا رائے ہو تو وظیفہ جسے آپ چھوڑ چکے ہیں جاری کر دیا جائے۔ فرمایا مجھے حاجت نہیں کہ وقت پورا کر چکا۔ فرمایا یتیم لڑکیوں کے کام آجائے گا۔ کہا ان کو بھی ضرورت نہیں کہ میں نے سب کو روزانہ سورۂ واقعہ پڑھنے کی وصیت کر دی ہے جس پر آنحضرت نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ایسا کرے گا اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ کچھ اوپر ساٹھ سال کی عمر میں ۳۲ھ میں وصال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے (ابو موسٰی[25]) میں اور میرے بھائی (ابو عامر) یمن سے (مدینہ) آئے تو مدت تک ہم یہی سمجھتے رہے کہ ابن مسعود اور ان کی والدہ (ام عبد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے ہیں۔ کیونکہ ان کا آنا جانا اور حضرت کے پاس رہنا بہت ہی زیادہ تھا (ق ت) (ابو موسٰی[26] اور ابو مسعود انصاری) جب ابن مسعود کا انتقال ہو گیا تو ایک نے دوسرے سے کہا تمہاری رائے میں کیا انہوں نے اپنا مثل کسی کو چھوڑا ہے ؟ دوسرے نے کہا یہ پوچھتے ہو تو جواب یہ ہے کہ جس وقت (دربار نبی میں) ہمیں اجازت نہ ہوتی تو ان کو اجازت ملتی تھی۔ اور جب ہم غیر حاضر ہوتے تو یہ آستانۂ محمدیہ پر حاضر ہوتے تھے۔ بھلا ان کا مثل اور نظیر کون ہو سکتا ہے (س)۔ (ابن مسعود[27]) ابو بکر و عمر نے ان کو مژدہ سنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو محبوب ہو کہ قرآن پڑھے تازہ تازہ جیسا کہ آسمان سے اترا ہے تو چاہیئے کہ فرزند ام عبد کی قرات کے موافق پڑھے (ط)۔ (ایضًا[28]) میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ چھٹا مسلمان تھا کہ ہمارے سوا زمین پر کوئی مسلمان نہ تھا (ک)۔ (ابوذر[29]) عبد اللہ بن صامت کہتے ہیں کہ ابوذر نے (اپنے اسلام لانے کا قصہ اس طرح) بیان کیا کہ ہم اپنی قوم بنی غفار سے جو کہ ماہ حرام کو حلال سمجھتے (اور محرم و رجب و شعبان و رمضان میں بھی حسب رواج عرب خون ریزی سے باز نہ آتے) تھے۔ (سفر کے لئے) باہر نکلے اور میں اپنے بھائی انیس اور

لسان احد بعدی انہ شعر واللہ انہ لصادق وانہم لکاذبون قلت فاکفنی حتی اذہب فانظر فاتیت مکۃ فتضعفت
رجلا منہم فقلت این ھذا الذی تدعونہ الصابئ؟ فاشار الی فقال الصابئ الصابئ فمال علیّ اھل الوادی بکل مدرۃ
وعظم حتی خررت مغشیا علی فارتفعت حین ارتفعت کانی نصب احمر فاتیت زمزم فغسلت عنی الدماء وشربت
من ماءھا ولقد لبثت یا ابن اخی ثلاثین بین لیلۃ و یوم وما کان لی طعام الاماء زمزم فسمنت حتی تکسرت
عکن بطنی وما وجدت علی کبدی سخفۃ جوع فبینما اھل مکۃ فی لیلۃ قمراء اضحیان اذ ضرب علی اصمختہم فما
یطوف بالبیت احد وامرأتان منہم تدعوان اسافا ونائلۃ فاتتا علیّ فی طوافہما فقلت انکحا احدھما الاخری
فما تناھتا عن قولہما فاتتا علی فقلت ھن مثل الخشبۃ غیرانی لا اکنی فانطلقتا تولولان تقولان لو کان
ھھنا احد من انفارنا فاستقبلہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھما ھابطان قال مالکما؟ قالتا الصابئ
بین الکعبۃ واستارھا قال ما قال لکما؟ قالتا انہ قال لنا کلمۃ تملأ الفم وجاء صلی اللہ علیہ وسلم حتی استلم
الحجر وطاف بالبیت ھو وصاحبہ ثم صلی فلما قضی صلاتہ قال ابو ذر فکنت اول من حیاہ بتحیۃ الاسلام

اپنی ماں (رملہ بنت وقیعہ) کے ساتھ روانہ ہوا اور اپنے ماموں کے پاس اُترے۔ ماموں نے ہماری خوب
خاطر و مدارت کی اور حُسنِ سلوک برتا تو اس کی قوم کو ہم پر حسد ہوا (اور ہمیں ماموں کی نظروں سے
گرانے کی یہ چال چلی کہ جب وہ آیا) تو اُس سے کہا جب تم اپنے اہل خانہ سے باہر گئے ہوئے تھے تو انیس
اُن کے پاس آتا جاتا تھا (جس سے خُفیہ ساز باز ٹپکتا ہے) چنانچہ ماموں نے آکر اس قول کو ہم پر دُہرایا
میں نے کہا کہ (افسوس) آپ نے اپنے گذشتہ حُسنِ سلوک کو بھی مکدر کر دیا اور اب ہمیں ٹھیرنا گوارا
نہیں۔ لہٰذا ہماری سواری کے اونٹ منگا دیجئے۔ چنانچہ ہم اُن پر اسباب لاد کر سوار ہو لئے اور ماموں
اپنے مُنہ پر کپڑا ڈال کر رونے لگا۔ (کہ کچھ رنجِ مفارقت اور کچھ بدنامی و گرانی کے ساتھ بہن بھانجوں کا
رخصت ہونا) پس ہم چلدیئے اور مکّہ سے باہر پڑاؤ ڈالا۔ پس انیس نے (اونٹوں کی بازی بدی اور
مفاخرہ کیا (یعنی ایک شخص سے اس طرح طے کیا کہ میرے ساتھ مشاعرہ کرو اور جو بھی بہتر ثابت ہو وہ
دوسرے کے اونٹ لے لے) چنانچہ دونوں ایک کاہن کے پاس آئے (اور اس سے فیصلہ چاہا کہ افضل
کون رہا) تو اس نے انیس کو ترجیح دی۔ لہٰذا انیس ہمارا گلۂ شتر اور اتنا ہی اس کے ساتھ (جیتا ہوا
دوسرے کا گلۂ شتر) لئے ہوئے آیا۔ اور اے میرے برادر زادہ (عبد اللہ بن صامت) میں اس سے
تین سال پہلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملوں (بُت پرستی از خود چھوڑ چکا اور) نماز پڑھا کرتا
تھا۔ میں نے کہا کہ کس کے واسطے؟ فرمایا اللہ کے واسطے۔ میں نے کہا اور کدھر کو مُنہ کرتے تھے؟ فرمایا
جدھر کو بھی میرا رب میرا مُنہ پھیر دیتا تھا۔ شام سے نماز شروع کیا کرتا حتی کہ جب اخیر شب ہوتی تو
(تھک کر) ایسا پڑ جاتا جیسے کملی۔ یہاں تک کہ سورج اُونچا چڑھ جاتا (اور اس کی تپش سے میری آنکھ
کھلتی تھی) الغرض انیس نے (ایک دن) کہا کہ مجھے مکّہ جانے کی ایک ضرورت ہے تم میرے بعد کام
سنبھالتے رہنا۔ پس انیس چلدیا اور مکّہ آیا اور (توقع سے زیادہ) تاخیر کر کے آیا۔ میں نے کہا کیا کر کے
آئے ہو؟ کہا مکّہ میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو تمہارے مذہب پر ہے (کہ نماز پڑھتا ہے) اور کہتا
ہے کہ اللہ نے اسے رسول بنایا ہے۔ میں نے کہا پھر (سننے والے) لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہا وہ کہتے ہیں کہ

فقلت السلام علیك یارسول اللہ قال وعلیك ورحمۃ اللہ ثم قال ممن انت؟ قلت من غفار فاھوی بیدہ
فوضع اصابعہ علی جبھتہ فقلت فی نفسی کرہ ان انتمیت الی غفار فذھبت اخذ بیدہ فقدعنی[1] صاحبہ وکان
اعلم بہ منی ثم رفع رأسہ فقال متی کنت ھھنا؟ قال قد کنت ھھنا منذ ثلاثین بین لیلۃ ویوم قال
فمن کان یطعمك؟ قلت ماکان لی طعام الا ماء زمزم فسمنت حتی تکسرت عکن بطنی وما اجد علی کبدی سخفۃ
جوع فقال انھا مبارکۃ انھا طعام طعم قال ابوبکر یارسول اللہ ائذن لی فی طعامہ اللیلۃ فانطلق صلی اللہ
علیہ وسلم وابوبکر وانطلقت معھما ففتح ابوبکر بابًا فجعل یقبض لنا من زبیب الطائف فکان ذلك
اول طعام اکلتہ بھا ثم غبرت[2] ما غبرت ثم اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ قد وجھت الی
ارض ذات نخل لا اراھا الا یثرب فھل انت مبلغ عنی قومك عسی اللہ ان ینفعھم بك ویأجرك فیھم؟
فاتیت انیسًا فقال ما صنعت؟ قلت صنعت انی قد اسلمت وصدقت قال ما بی رغبۃ عن دینك فانی قد اسلمت
وصدقت فاتینا امنا فقالت ما بی رغبۃ عن دینکما فانی قد اسلمت وصدقت فاحتملنا حتی اتینا قومنا
غفارًا فاسلم نصفھم وکان یؤمھم ایماء بن رحضۃ وکان سیدھم وقال نصفھم اذا قدم رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم المدینۃ اسلمنا فقدم المدینۃ فاسلم نصفھم الباقی وجاءت اسلم فقالوا یارسول اللہ اخوتنا
نسلم علی الذی اسلموا علیہ فاسلموا فقال صلی اللہ علیہ وسلم غفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ

شاعر ہے، کاہن ہے، ساحر ہے۔ اور انیس خود بھی شعرا میں تھا۔ کہنے لگا کہ میں نے کاہنوں کا کلام بھی سُنا ہے (اور
مقابلہ کرتا ہوں) تو اس کا کلام اُن جیسا نہیں۔ اور میں نے اس کے کلام کو شعراء کے محور پر بھی رکھ کر دیکھ لیا تو میرے
بعد کسی کی زبان پر بھی یہ منطبق نہیں ہو سکتا کہ وہ شعر ہے۔ واللہ وہ (اپنے دعوئ نبوت میں) سچا معلوم ہوتا ہے۔
اور لوگ جو (اس کو شاعر و کاہن کہتے ہیں وہ) جھوٹے ہیں۔ میں نے کہا اچھا اب کام تم سنبھالو کہ میں جاؤں اور خود
دیکھوں۔ چنانچہ میں مکہ آیا اور ان میں ضعیف الحال شخص کو تلاش کیا (کہ اس سے مضرت پہنچنے کا اندیشہ کم ہوتا ہے)
پس میں نے اس سے کہا کہ وہ شخص کہاں ہے جس کو تم لامذہب پکارتے ہو؟ پس اس نے میری طرف اشارہ کر کے
پکارا کہ (لوگو یہ نیا مسافر) لامذہب ہے لامذہب ہے۔ چنانچہ اہل مکہ مجھ پر ڈھیلے اور ہڈیاں لے کر ٹوٹ پڑے
اور مجھے خوب مارا حتی کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور جب اٹھا تو سُرخ بت بنا ہوا اٹھا۔ (کہ جس طرح بُت پر چڑھاوے
کے لئے جانور ذبح کرتے اور لتھڑنے سے وہ سُرخ ہو جاتا ہے اسی طرح میں خون میں ڈوبا اور لتھڑا ہوا تھا) پس
میں زمزم پر آیا اور اپنے بدن سے خون دھویا اور اس کا پانی پیا۔ اور اے میرے بھتیجے میں تین[3] دن رات اسی
طرح رہا کہ بجز زمزم کے کوئی غذا نہ تھی (اور اسی سے) میں اتنا موٹا ہو گیا کہ پیٹ میں شکن پڑنے لگی اور کلیجہ پر کسی
قسم کی بھی سوزش بھوک محسوس نہ ہوئی۔ آخر ایک دن اہل مکہ پر چاندنی رات تھی خوب کھلی ہوئی کہ (گویا کسی نے)
ان کے کانوں کو تھپکا (اور وہ سب سو گئے) کہ بیت اللہ کا کوئی بھی طواف نہ کر رہا تھا۔ ہاں دو عورتیں (طواف
کر رہی اور) اساف اور نائلہ (بتوں سے) دعائیں مانگ رہی تھیں۔ پس اثنائے طواف میں جب وہ مجھ پر پہنچیں
تو میں نے کہا (اپنے اس دیوتا اور دیوی کا) ایک دوسرے سے نکاح کر دو۔ مگر (یہ سُنکر بھی) اپنے قول سے
باز نہ آئیں۔ پس (جب طواف کے دوسرے چکر میں) مجھ پر گذریں تو میں نے کہا پیشاب گاہ مثل لاٹھی کے۔ اور رمز
سے نہیں کہا بلکہ صریح نام لے کر کہا جس کو گالی کہتے ہیں) پس وہ ول ول کرتی چلیں کہ پکارتی تھیں کاش اس وقت

[1] ای منعنی وکفنی ۱۲ [2] غبرت ما غبرت ثم ذہبت ما ذہبت وفی القاموس غبر غبورا مکث وذہب ضد ۱۲

ومن روایاته: فتنافر الی رجل من الکهان فلم یزل اخی انیس یمدحه حتی غلبه فاخذنا صرمته؛ ومنها ان اباذر تزود وحمل شنة حتی قدم مکة فاتی المسجد فالتمس النبی صلی الله علیه وسلم ولا یعرفه وکره ان یسأل عنه حتی ادرکه بعض اللیل فاضطجع فراٰه علی فعرفه انه غریب فلما راٰه تبعه فلم یسأل واحد منهما صاحبه عن شئ حتی اصبح ثم احتمل قربته وزاده الی المسجد فظل ذلک الیوم ولا یری النبی صلی الله علیه وسلم حتی امسی فعاد الی مضجعه فمر به علی فقال ما اٰن للرجل ان یعلم منزله فاقامه فذهب به معه ولا یسئل واحد منهما صاحبه عن شئ حتی اذا کان یوم الثالث فعل مثل ذلک فاقام علی معه فقال الا تحدثنی ما الذی اقدمک هذا البلد؟ قال ان اعطیتنی عهدًا ومیثاقًا لترشدنی فعلت ففعل فاخبره فقال انه حق وهو رسول الله فاذا اصبحت فاتبعنی فانی ان رأیت شیئا اخافه علیک قمت کانی اریق الماء فاذا مضیت فاتبعنی حتی تدخل مدخلی ففعل فاخبره فانطلق یقفوه حتی دخل علی النبی صلی الله علیه وسلم ودخل معه فسمع من قوله واسلم مکانه فقال له صلی الله علیه وسلم ارجع الی قومک فاخبرهم حتی یأتیک امری فقال والذی نفسی بیده لاصرخن بها بین ظهرانیهم فخرج حتی اتی المسجد فنادی یا علی صوته اشهد ان لا اله الا الله

ہماری جماعت کا کوئی موجود ہوتا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر سامنے سے آگئے اور (عورتوں سے) پوچھا کیا بات ہے؟ کہا خانہ کعبہ اور اس کے پردوں کے بیچ ایک لامذہب ہے۔ آپ نے فرمایا اُس نے تم سے کہا کیا؟ بولیں اس نے ایسا (گندہ اور ناگفتہ بہ) کلمہ کہا کہ مُنہ بھرے دیتا ہے۔ الحاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے اور آپ کے ساتھی (ابوبکر) نے حجر اسود کا بوسہ دے کر طواف کیا اور اس کے بعد (دو رکعت) نماز پڑھی۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو ابوذر کہتے ہیں کہ میں پہلا شخص تھا جس نے آپ کو اسلامی سلام کیا کہ میں نے کہا السّلام علیک یارسول اللہ آپ نے فرمایا وعلیک ورحمۃ اللہ۔ اس کے بعد پُوچھا تم کس قبیلہ کے ہو؟ میں نے عرض کیا قبیلۂ غفار کا۔ پس آپ نے جھک کر اپنے ہاتھ کی اونگلیاں پیشانی پر رکھ لیں (اور گویا فکر و سوچ میں پڑ گئے) میں نے اپنے دل میں کہا (معلوم ہوتا ہے) آپ کو میرا انتساب قبیلۂ غفار کی طرف ناگوار گذرا۔ لہٰذا میں بڑھا کہ دستِ مبارک تھاموں تو آپ کے ساتھی (ابوبکر) نے مجھے پرے ہٹا دیا اور وہ مجھ سے زیادہ واقف کار تھے (کہ اس کی مصلحت کو مجھ سے بہتر سمجھتے تھے) اس کے بعد آنحضرت نے سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا تم یہاں کب سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یہاں تیس دن سے ہوں۔ فرمایا پھر تم کو کھانا کون کھلاتا تھا؟ میں نے کہا میرا کھانا بجز آبِ زمزم کے کچھ نہ تھا اور (یہی پی پی کر) اتنا موٹا ہو گیا کہ میرے پیٹ میں شکن پڑنے لگی۔ اور میرے کلیجہ کو بھوک کی سوزش مُطلق محسوس نہ ہوتی تھی۔ فرمایا وہ مبارک پانی پیٹ بھراؤ غذا ہے۔ ابوبکر نے کہا یارسول اللہ آج شب کو انہیں کھانا کھلانے کی مجھے اجازت دیجئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر روانہ ہوئے اور میں بھی دونوں کے ساتھ چلا۔ پس ابوبکر نے دروازہ کھولا اور مٹھی بھر بھر کر طائف کی کشمش میرے لئے نکالنے لگے۔ پس یہ پہلا طعام تھا جو میں نے مکہ میں کھایا پھر میں ٹھہرا رہا جتنا بھی مقدر تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھے (ہجرت کے لئے) کھجور والی زمین کی سمت دکھائی گئی ہے جو میرے خیال میں بجز یثرب کے اور کوئی نہیں۔ تو کیا تم (میری نبوت کی) تبلیغ میری طرف سے اپنی قوم میں کرو گے؟ کیا عجب ہے کہ حق تعالےٰ تمہارے ذریعہ اُن کو (اسلام کا) نفع

اور تم کو اجر ملے۔ پس میں (آپ سے رخصت ہو کر اپنے بھائی) انیس کے پاس آیا (اور اس نے
پوچھا کہو کیا کر کے آئے؟ میں نے کہا میں نے تو یہ کیا کہ مسلمان بن گیا اور (محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو) سچا مان لیا
اس نے کہا مجھے بھی تمہارے مذہب سے انحراف نہیں ہے۔ لہٰذا میں بھی اسلام لایا اور (آنحضرتؐ کو سچا سمجھا
پھر ہم ماں کے پاس آئے۔ اس نے کہا مجھے بھی تمہارے مذہب سے انحراف نہیں لہٰذا میں بھی مسلمان ہو گئی۔
اور سچا سمجھنے لگی۔ پھر ہم نے (واپسی وطن کے لئے) اونٹ لادے اور اپنی قوم غفار میں آئے (اور ان کو تبلیغ کی چنانچہ
آدھی قوم اسلام لے آئی اور (نماز میں) ان کے امام ایما بن رحضہ بنا کرتے تھے جو کہ سردار قوم تھے۔ اور آدھوں نے
یہ کہا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ آ جائیں گے تو ہم اس وقت اسلام لائیں گے۔ چنانچہ آپ مدینہ آئے
تو وہ باقی آدھے بھی اسلام لے آئے۔ اور (ان کے بعد) اسلم قبیلہ آیا اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ (بنی غفار ہمارے
بھائی (اور بھیجد) ہیں ہم بھی اسی صورت پر اسلام لاتے ہیں جس پر وہ اسلام لائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا غفار کی اللہ مغفرت فرمائے اور اسلم کو اللہ سلامتی بخشے (کہ دونوں قبیلوں کے نام بھی مبارک
اور فال حسن ہیں) اور ایک روایت میں ہے کہ انیس نے ایک کاہن شخص کو مفاخرہ میں سرپنچ بنا لیا پس میرا بھائی
انیس (اشعار میں) اپنی مدح کرتا رہا حتی کہ دوسرے پر غالب آ گیا۔ اور ہم نے (شرط کے موافق) اس کا گلۂ شتر
لے لیا۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ابوذر نے توشۂ سفر اور مشکیزہ اٹھایا حتی کہ مکہ آئے اور مسجد الحرام میں
آ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا اور یہ آپ کو پہچانتے بھی نہ تھے اور کسی سے دریافت کرنا بھی پسند نہ تھا
یہاں تک کہ کچھ رات گذر گئی اور یہ (مایوس ہو کر) لیٹ رہے۔ پس ان کو حضرت علی نے دیکھا اور سمجھا کہ کوئی اجنبی
مسافر ہے۔ جب ابوذر نے ان کو دیکھا تو ان کے پیچھے ہو لئے مگر دونوں میں کسی ایک نے دوسرے سے کچھ نہ پوچھا
حتی کہ صبح ہو گئی اور پھر یہ اپنا مشکیزہ اور توشۂ سفر اٹھا کر مسجد میں چلے آئے یہ تمام دن بھی گذر گیا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نظر نہ آئے حتی کہ شام ہو گئی اور یہ اپنی خواب گاہ میں واپس آئے تو علی کا ان پر گذر ہوا اور فرمایا کیا
آدمی کے لئے وقت نہیں آیا کہ اُسے اپنے ٹھکانے کا علم ہو جائے، اور ان کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے کہ ایک
دوسرے سے کچھ نہ پوچھتا تھا۔ حتی کہ جب تیسرا دن ہوا تو انہوں نے پھر وہی کیا (کہ مسجد میں چلے آئے اور شام کو پھر
حضرت علی ان کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے اور اس وقت فرمایا کیا بتاؤ گے نہیں کہ تم اس شہر میں کس غرض سے آئے
ہو؟ بولے اگر عہد و پیمان دو کہ میری رہبری کرو گے تو بتاؤں۔ تب آپ نے وعدہ کیا اور انہوں نے مطلب
ظاہر کیا۔ فرمایا بے شک وہ برحق اللہ کے رسول ہیں اچھا جب صبح ہو تو میرے پیچھے ہو لیجیو۔ اگر میں کوئی ایسی
بات دیکھوں گا جس سے تم پر (ایذا کا) اندیشہ ہو گا تو ٹھیر جاؤں گا گویا پیشاب کر رہا ہوں۔ (اس اشارہ
سے تم سمجھ لینا کہ خطرہ ہے اور ادھر اُدھر ہو جانا) اور جب میں چلوں تو پھر میرے پیچھے لگ لینا۔ حتی کہ جہاں
میں داخل ہوں تم بھی وہیں داخل ہو جانا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور پیچھے لگ لئے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس پہونچے اور یہ بھی آپ کے ساتھ حاضر ہو لئے۔ پس آپ کا کلام سنا اور اسی وقت اسلام لے آئے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اپنی قوم میں واپس جا کر ان کو (میری رسالت سے) باخبر کر دو اور
تبلیغ اسلام کرتے رہو یہاں تک کہ میرا کوئی حکم تم کو پہونچے۔ عرض کیا (بہتر ہے مگر اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے
یہاں سے جانا بزدلی ہے اس لئے) قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اہل مکہ میں باآواز بلند

ط ای الرواۃ الآخرۃ ۳

وَاَنَّ محمد ارسول اللہ وثار القوم فضربوہ حتی اضجعوہ واتی العباس فاکب علیہ وقال ویلکم ألستم تعلمون انہ من غفار وان طریق تجارکم الی الشام علیہم؟ فانقذہ منہم ثم اعاد من الغد بمثلہا وثاروا الیہ فضربوہ فاکب علیہ العباس فانقذہ ؛ لمسلم وشارکہ البخاری فی ھذہ (ابوذر) انی لاقربکم یوم القیامۃ من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی سمعتہ یقول ان اقربکم منی یوم القیامۃ من خرج من الدنیا کھیئتہ یوم ترکتہ وانہ واللہ مامنکم من احد الاوقد تشبث منہا بشئ غیری ؛ لاحمد والکبیر (وعنہ) لقد رأیتنی ربع الاسلام لم یسلم قبلی الا النبی صلے اللہ علیہ وسلم وابوبکر وبلال ؛ للکبیر (ابراہیم بن

اس کو ضرور پکاروں گا۔ چنانچہ باہر نکلے اور مسجد میں آکر نہایت اونچی آواز سے پکارا۔ اشہدان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدًا رسول اللہ۔ پس قوم بھڑک اٹھی اور ان کو مارتے مارتے (زمین پر) لٹا دیا۔ آخر عباس آکر ان کے اوپر لیٹ گئے۔ (اور ان کو بچایا) اور کہنے لگے وائے تم پر (اے اہلِ مکہ) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ یہ قبیلہ غفار کا ہے اور تمہارے تاجروں کا راستہ بسوئے شام انہیں پر گذرتا ہے ان سے بگاڑ دگے تو شامی غلہ کی تجارت بند ہو کے فاقوں سے مرجاؤ گے۔ پھر اگلے دن انہوں نے ایسا ہی کیا اور لوگ ان کی طرف لپکے۔ پس عباس نے ان کے اوپر پڑ کر انہیں بچایا۔ ف اسلام کی ابتدائی حالت ایسی نازک تھی کہ اجنبی مسافر کا پیغمبر سے ملنا بھی خطرۂ جان سے خالی نہ تھا۔ کیونکہ جس کے متعلق بھی اہل مکہ کو یہ شبہ ہوجاتا کہ یہ اسلام کی طرف میلان رکھتا ہے وہ زدوکوب کیا جاتا تھا۔ ہر دو روایت مذکورہ میں صریحی اختلاف ہے اسلئے عجب نہیں کہ پہلی مرتبہ تحقیق حال کی غرض سے آنا ہوا ہو جس میں مہینہ بھر آبِ زمزم پر گذارنا اور شب میں آنحضرت سے مل کر حضرت صدیق کی ضیافت کھانا مذکور ہے۔ اور اس مرتبہ پوری عقیدت لے کر کہ اس کو بھی اسلام کہہ سکتے ہیں واپس ہو گئے ہوں۔ اور دوسری مرتبہ مال اور بھائی کو اپنا ہم خیال بنا کر پھر آئے ہوں جس میں حضرت علیؓ کے ساتھ آستانۂ محمدیہ پر حاضر ہو کر بیعت کرنے اور اسلام کے اعلان پر زدوکوب کئے جانے کا قصہ پیش آیا۔ پھر دونوں سفر کے واقعات کچھ مخلوط ہو کر روایتوں میں خلط ملط ہو گئے۔ بہر حال حضرت ابوذر جن کا نام جندب بن جنادہ ہے کبار صحابہ میں قدیم الاسلام مشہور صحابی ہیں جن کا زہد ضرب المثل ہے۔ کہ ضرورت سے زیادہ مال رکھنا ان کے نزدیک حرام تھا۔ مفصل حال ہمارے رسالہ انابہ فی تذکرۃ الصحابہ میں دیکھو۔ (ابوذر) میں قیامت کے دن تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوں گا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا ہے تم میں میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو دُنیا سے اس حالت پر رخصت ہوگا جس پر میں اس کو چھوڑ کر چلا ہوں اور واللہ تم میں کوئی ایسا نہیں جو دُنیا کے ساتھ کچھ نہ کچھ ملوث نہ ہوا ہو بجز میرے (کہ زہد وبے رغبتی میں اسی قدیم حالت پر ہوں) م ک (ایضًا) میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ چوتھائی اسلام تھا کہ مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور بلالؓ کے سوا کوئی مشرف باسلام نہیں ہوا۔ (ک) ف اس بنا پر آپ چوتھے مسلمان اور اسلام کے چوتھائی حصہ ہوئے مگر یہ اپنا علم بیان کر رہے ہیں۔ ورنہ مردوں میں حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کا اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ کا اسلام ان سے پہلے ہے۔ (ابراہیم بن اشتر) ابوذرؓ کے انتقال کا وقت ربذہ میدان میں قریب آیا تو ان کی بیوی رونے لگی۔ آپ نے فرمایا کیوں روتی ہو۔ کہا اس لئے کہ نہ مجھے تمہارے (غسل ودفن وغیرہ) کی قدرت ہے (کہ عورت ذات ہوں) اور نہ میرے پاس کوئی کپڑا ہے جو تمہارے کفن کو کافی ہو۔ فرمایا

الاشتر) ان اباذر حضرہ الموت بالربذۃ فبکت امرأتہ فقال ما یبکیک؟ قالت ابکی انہ لا ید[1] لی بنفسک ولیس عندی ثوب یسعک کفنًا فقال لا تبکی فانی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیموتن رجل منکم بفلاۃ من الارض یشھدہ عصابۃ من المؤمنین فکل من کان معی فی ذلک المجلس مات فی جماعۃ وقریۃ ولم یبق منھم غیری وقد اصبحت بالفلاۃ اموت فراقبی الطریق فانک سوف ترین ما اقول فانی ما کذبت ولا کذبت[2] فبینما ھی کذلک اذا بقوم تخب[3] بھم رواحلھم حتی وقفوا علیھا فقالوا مالک؟ قالت امرؤ من المسلمین تکفنونہ وتوجرا قالوا ومن ھو؟ قالت ابوذر ففدوہ بآبائھم وامھاتھم فابتدروہ فقال ابشروا فانتم النفر الذی قال فیکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قال فانشدکم باللہ لا یکفننی رجل منکم کان عریفًا او امیرًا او بریدًا فکل القوم قد نال من ذلک شیئًا الا فتی من الانصار قال عندی ثوبان فی عیبتی من غزل امی قال انت صاحبی لاحمد والبزار۔

مناقب حذیفۃ بن الیمان وسعد بن معاذ وابن عباس وابن عمرو ابن الزبیر

(حذیفۃ) سألتنی امی متی عھدک برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقلت مالی بہ عھد منذ کذا وکذا فنالت

روایت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ تم میں ایک شخص جنگل میں وفات پائے گا جس کے پاس (مُردہ کی خدمت انجام دینے کے لئے) مومنین کی ایک جماعت حاضر ہوگی، تو اس مجلس میں جتنے بھی میرے ساتھ تھے اُن میں ہر شخص جماعت اور بستی میں انتقال کر چکا اور اُن میں بجز میرے کوئی باقی نہیں رہا اور ظاہر ہے کہ میں جنگل میں وفات پا رہا ہوں۔ لہٰذا راستہ کو تکتی رہو کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ عنقریب دیکھ لوگی کیونکہ نہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور نہ مجھ سے جھوٹی بات کہی گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسی پریشانی میں تھیں کہ یکایک چند سوار نظر آئے جن کو اونٹنیاں بھگائے لا رہی تھیں۔ اور وہ ان کے قریب آکر ٹھیرے اور پوچھا کیا بات ہے۔ کہا ایک مرد مسلمان (قریب المرگ ہے) اس کو کفن دیدو اور (اللہ سے) اجر لے لو بولے وہ کون شخص ہے؟ کہا ابوذر۔ پس (یہ سُنکر) وہ کہنے لگے کہ ہمارے ماں باپ ان پر قربان۔ (وہ تو مشہور صحابی ہیں) پس جلدی سے ان کے پاس پہونچے تو آپ نے فرمایا مُژدہ باد کہ تم ہی وہ لوگ ہو جن کے بارے میں فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بھی فرمایا تھا (کہ مومن کا مصداق بنایا جس میں حسن خاتمہ کی بشارت ہے) پس میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے تم میں سے وہ شخص کفن نہ دے جو چودھری یا حاکم یا سفیر بن چکا ہو (کہ ریاست و جاہ کی کمائی کا مجھے کفن لینا بھی گوارا نہیں) پس ہر ایک نے اپنے حالات میں غور کیا تو ان باتوں میں سے کچھ نہ کچھ حاصل کر چکا تھا۔ بجز ایک انصاری جوان کے کہ اس نے کہا میرے پاس تھیلے کے اندر میری والدہ کے کاتے ہوئے سُوت کے دو کپڑے موجود ہیں (جو شائبہ حکومت سے ہر طرح پاک ہیں) فرمایا بس میری خدمت کے تم ہی کفیل ہو۔ (م بز)

حذیفہ بن یمان سعد بن معاذ ابن عباس ابن عمر اور ابن زبیر کے مناقب

(حذیفہ) میری ماں نے مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرا ملنا کب ہوا تھا؟ میں نے کہا اتنے دنوں سے ملنا ہی نہیں ہوا تو وہ مجھے سخت سُست کہنے لگی۔ (کہ آقا کی زیارت میں اور اتنی بے پروائی) میں نے کہا اچھا اب مجھے چھوڑو (اور اجازت دو) کہ آپ کے پاس جاؤں اور آپ ہی کے ساتھ مغرب پڑھوں اور درخواست

[1] لا یدلی نحو الزعرف نقیض غیر ای لا قدرۃ لی علی امرک ۱۲ [2] ای کذب علی ۱۲ [3] ای تسرع و تسرع ۱۲

مني فقلت دعيني آتيه فاصلي معه المغرب واسأله ان يستغفر لي ولك فاتيته فصليت معه المغرب ثم قام يصلي حتى صلى العشاء ثم انفتل فتبعته فسمع صوتي فقال من هذا احذيفة؟ قلت نعم قال ما حاجتك؟ غفر الله لك ولامك قال ان هذا ملك لم ينزل الى الارض قط قبل هذه الليلة استأذن ربه ان يسلم علي ويبشرني ان فاطمة سيدة نساء اهل الجنة وان الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة ؛ (وعنه) قالوا يا رسول الله لو استخلفت قال ان استخلفت عليكم فعصيتموه عذبتم ولكن ما حدثكم حذيفة فصدقوه وما اقرأكم عبد الله ابن مسعود فاقرؤه ؛ (الترمذي) (ابو اسحاق) قال البراء بن عازب اهدي للنبي صلى الله عليه وسلم

کروں کہ میرے لئے اور تمہارے لئے دُعاءِ مغفرت فرما دیں۔ چنانچہ میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ (نفلیں) پڑھنے کے لئے کھڑے ہوگئے حتی کہ نمازِ عشاء پڑھی اور پھر روانہ ہوئے تو میں آپ کے پیچھے ہولیا۔ آپؐ نے میری آواز سنی تو فرمایا کون ہے حذیفہ؟ میں نے عرض کیا جی۔ فرمایا کس ضرورت کے لئے (ساتھ آرہے ہو) اللہ مغفرت فرمائے تمہاری اور تمہاری ماں کی۔ (اس کے بعد) فرمایا یہ فرشتہ (جو اس وقت میرے پاس آیا ہے) آج رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا۔ اس نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ دُنیا میں آکر مجھے سلام کرے اور مُژدہ سُنائے کہ (میری بیٹی) فاطمہ تمامی جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ اور حسن و حسین جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں۔ (ایضاً) صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ (کسی کو) خلیفہ نامزد فرما دیجئے (تاکہ بعد میں اختلاف نہ ہو۔) فرمایا اگر میں نے خلیفہ نامزد کیا اور تم نے اس کی نافرمانی کی (تو گویا میری نافرمانی ہوگی اور) تم پر عذاب آجائے گا۔ لیکن (وصیت کرتا ہوں کہ) حذیفہ تم سے جو حدیث بیان کریں اس کو سچا سمجھیو۔ اور (عبداللہ بن مسعود جس طرح تم کو قرآن پڑھائیں اسی طرح پڑھیو۔ (ت) **ف** حضرت حذیفہ کے والد کا نام حسیل بن جابر ہے اور لقب یمان ہے حضرت حسیل غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی تلوار سے خطاءً شہید ہوئے کہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے محفوظ جگہ میں تھے۔ کفار کی یورش دیکھ کر اور یہ افواہ سُن کر کہ آنحضرت شہید ہوگئے صبر نہ ہوسکا اور تلوار لے کر میدانِ جنگ میں گھس گئے۔ اس خیال پر کہ دشمن کی فوج میں سے آئے ہیں تلواریں ان پر پڑنے لگیں اور ہر چند حضرت حذیفہ پُکارے کہ میرے والد ہیں مگر گھمسان میں شنوائی نہ ہوئی اور کام تمام ہوگیا جب مسلمانوں نے کہا کہ غلطی سے ایسا ہوا تو حضرت حذیفہ نے کسی کی تکذیب نہیں کی۔ اور کہا بے شک سچ کہتے ہو۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ کہ وہ ارحم الراحمین ہے۔ حتی کہ قتلِ خطا کی آپ نے دیت بھی نہیں لی۔ یہ علامت تھی کہ خود سچے اور مجسم صدق ہیں لہذا اس وصیتِ پیغمبر سے مشرف ہوئے کہ ان کی ہر بات کو سچا سمجھا جائے۔ شہادتِ عثمان کے چالیس دن بعد ۳۶ھ میں انتقال ہوا جب وفات کا وقت قریب آیا تو بہت روئے اور دعا مانگی کہ الٰہی تو جانتا ہے مجھے تیرے ساتھ محبت ہے اس لئے میری موت کو مبارک بنا۔ اور اپنا دیدار نصیب فرما۔ (ابو اسحاق) براء بن عازب کہتے ہیں کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ریشمی کپڑا ہدیۃً آیا تو ہم اس پر ہاتھ پھیرنے اور تعجب کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اس کی نرمی پر کیا تعجب کرتے ہو سعد بن معاذ کے رومال (جو ان کو جنت میں دیئے گئے ہیں) اس سے کہیں اعلیٰ اور نرم تر ہیں۔ (ق ت) **ف** حضرت سعد بن معاذ بن نعمان انصاری اکابر صحابہ میں سے ہیں۔ کہ ہجرت سے قبل آنحضرت نے مصعب بن عمیر کو تبلیغ و تعلیم کے لئے مدینہ بھیجا۔ تو یہ ان کے ہاتھ پر اسلام لائے اور رات ہونے سے پہلے ان کا تمام قبیلہ بنو عبدالاشہل ان کی تبلیغ پر ایمان لے آیا۔ غزوۂ بدر میں جب

ثوب حرير فجعلنا نلمسه ونتعجب منه فقال أتعجبون من لين هذا؟ لمناديل سعد بن معاذ في الجنة خير منها والين؛ للشيخين والترمذي (جابرؓ) رفعه: اهتز العرش لموت سعد بن معاذ فقال رجل ان البراء يقول اهتز السرير فقال انه كان بين هذين الحيين ضغائن سمعت النبي صلے الله عليه وسلم يقول اهتز عرش الرحمٰن لموت سعد بن معاذ؛ للشيخين والترمذي بلفظ البخاري. (ابن عباسؓ) ضمني النبي صلے الله عليه وسلم الى صدره وقال اللهم علمه الكتاب؛ وفي رواية: الحكمة؛ وفي اخرى: ان النبي صلے الله عليه وسلم اتى الخلاء فوضعت له وضوء فلما خرج قال من وضع هذا؟ فاخبر قال اللهم فقهه في الدين وعلمه التاويل؛ للشيخين والترمذي (ام الفضلؓ) بينا انا مارة والنبي صلے الله عليه وسلم في الحجر فقال يا ام الفضل قلت لبيك يا رسول الله قال انك حامل بغلام فاذا وضعتيه فأتيني به فلما وضعته اتيته به فسماه عبد الله والباه بريقه وقال اذهبي به فلتجد نه كيسا؛ للكبير مطولا (ابن عباسؓ) دعا لي النبي صلے الله عليه وسلم وقال نعم ترجمان القرآن ودعا لي جبريل مرتين؛

اختلاف رائے ہو کہ جنگ کیجائے یا نہیں، تو آنحضرتؐ کا میلان دیکھ کر حضرت سعدہی نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ ہم آپ کے غلام ہیں اور ہر طرح آپ کے تابع فرمان۔ اگر سمندر میں گھسنے کا بھی اشارہ فرمائیں گے تو ہم میں ایک کو بھی جھجکتا نہ پائیں گے۔ اگر جنگ ہی کی رائے ہے تو بسم اللہ کیا عجب ہے کہ دشمنوں سے مڈبھیڑ ہونے پر ہمارے کارنامے آنحضرتؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا بنا دیں۔ چنانچہ جنگ ہوئی اور شیرانِ اسلام نے اپنی تلواروں کے جوہر دکھائے۔ غزوۂ خندق میں آپ کے ہاتھ کی شہ رگ میں تیر لگا جس کا خون بند نہ ہوا اور ایک مہینہ بعد اسی میں بعمر ۳۷ سال ماہ ذی قعدہ ۵ھ ہجری آپ نے وصال فرمایا۔ یہود بنی قریظہ کے متعلق بھی آپ ہی حکم ہوئے اور مردوں کے قتل اور بچوں کے غلام بنائے جانے کا فیصلہ دیا تھا۔ جنازہ اٹھایا گیا تو لوگ متعجب تھے کہ حد سے زیادہ ہلکا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترے اور ان کے جنازہ کو اٹھائے ہوئے تھے۔ (جابرؓ) فع۔ سعد بن معاذ کی موت پر عرش ہل گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ براء تو (اس حدیث کو اس طرح) کہتے ہیں کہ سریر (جس پر جنازہ تھا وہ) ہل گیا۔ جابر نے فرمایا ان دونوں قبیلوں (یعنی براء کے خاندان اور سعد کے خاندان) میں کچھ رنجشیں تھیں (اس لئے براء نے عرش کو سریر سے تعبیر کیا ورنہ) میں نے خود سُنا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے خدائے رحمٰن کا عرش ہل گیا سعد بن معاذ کی موت پر (ق ت) **ف** یا تو سانحہ کا عظیم ہونا مُراد ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کی موت کا سانحہ سن کر دل ہل گیا۔ یا واقعہ اور حقیقت ہے کہ سعد کی روح نے بسوئے عرش صعود کیا تو خوشی میں اس کو حرکت ہوئی۔ (ابن عباسؓ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینہ سے چپٹایا اور فرمایا الٰہی اس کو کتاب اور بروایتے حکمت تعلیم فرما اور تفسیر قرآن کا علم بخش۔ (ق ت) **ف** حضرت عبداللہ بن عباس ابن عبدالمطلب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور خالد بن ولید کے خالہ زاد بھائی ہیں بہ برکتِ دُعائے محمدیؐ ہر علم و فن میں ماہر اور خصوصًا فقہ اور تفسیر قرآن میں سمندر تھے کہ بحر اور حبر الامۃ لقب تھا ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے کہ وفات محمدیؐ کے وقت تیرہ سال کی عمر تھی۔ اور اسی طفولیت میں دو مرتبہ حضرت جبریلؑ کو دیکھا اور دو خصوصی دُعاؤں سے مستفید ہوئے۔ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ۶۸ھ میں بعمر اکہتر سال بمقام طائف وفات پائی (ام الفضلؓ) میں جا رہی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجر میں تھے کہ فرمایا اے ام الفضل میں نے کہا کہ حاضر یا رسول اللہ۔ فرمایا تم حاملہ ہو لڑکے کی۔ جب ولادت ہو

للكبير بضعف (سعيد[۸] بن جبير) مات ابن عباس بالطائف وشهدنا جنازته فجاء طائر حتى دخل في نعشه ثم لم ير خارجًا منه فلما دفن تليت هذه الآية على القبر ولم يدر من تلاها يا ايتها النفس المطمئنة الى جنتي ÷ للكبير (ابن عمر[۹]) كان الرجل في حياة النبي صلے الله عليه وسلم اذا رأى رؤيا قصها عليه فتمنيت ان ارى رؤيا اقصها عليه وكنت غلاما شابا عزبا انام في المسجد فرأيت في المنام كأن ملكين اخذاني فذهبا بي الى النار فاذا هي مطوية كطئ البئر واذا لها قرنان كقرني البئر واذا فيها اناس قد عرفتهم فجعلت اقول اعوذ بالله من النار فلقيهم ملك آخر فقال لم ترع فقصصتها على حفصة فقصتها حفصة على النبي صلى الله عليه وسلم فقال نعم الرجل عبد الله لو كان يصلي من الليل قال سالم فكان عبد الله لا ينام من الليل الا قليلا ÷ وفي رواية: رأيت في النوم كأن في كفي سرقة من حرير لا اهوي بها الى مكان في الجنة الا طارت بي اليه فقصصتها على حفصة فقصتها حفصة على النبي صلے الله عليه وسلم فقال ان اخاك رجل صالح او قال ان عبد الله رجل صالح ÷ وفي اخرى: قال ان رجالًا كانوا يرون الرؤيا

تو بچہ کو لے کر میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب میرا بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو لے کر آپ کے پاس آئی۔ آپ نے عبداللہ نام رکھا اور اپنا لعابِ دہن اس کے حلق میں ڈالا اور فرمایا لو لے جاؤ کہ اسے عقلمند پاؤ گی۔ (ک) **ف** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام الفضل زوجہ حضرت عباس یعنی والدہ حضرت عبداللہ اس وقت مسلمان تھیں جس سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ حضرت مع اہل و عیال مکہ میں اسلام لا چکے تھے۔ مگر چھپائے ہوئے تھے۔ تاکہ قریش کی خبریں آنحضرتؐ کو پہونچا سکیں۔ (ابن عباس[۷]) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دُعا فرمائی اور فرمایا بڑے اچھے مترجم قرآن ہو۔ اور حضرت جبریل نے بھی مجھے دو مرتبہ دُعا دی۔ (ک) (سعید[۸] بن جبیر) ابن عباس نے طائف میں وفات پائی۔ اور ہم شریک جنازہ ہوئے۔ پس ایک پرند آیا اور ان کے کفن میں گھس گیا اور پھر باہر نکلتا ہوا نظر نہ آیا۔ پھر جب دفن کئے گئے تو قبر پر یہ آیت تلاوت ہوتی سُنائی دی۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی تا جنتی اور یہ پتہ نہ چلا کہ تلاوت کرنے والا کون تھا۔ (ک) **ف** آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ جو شخص دُنیا میں جبریلؑ کو دیکھیگا اس کی بینائی جاتی رہے گی تو اے ابن عباس تمہاری بینائی بھی جاتی رہے گی۔ مگر بروز وفات تم کو واپس مل جائے گی۔ پس پرند کے واقعہ پر لوگوں کو حیرت ہوئی تو ان کے غلام حضرت عکرمہ نے کہا یہ میرے آقا کی بینائی تھی جو حسب وعدۂ پیغمبر واپس کی گئی۔ (ابن عمر[۹]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جب کوئی شخص خواب دیکھا کرتا تو اس کو حضرت سے بیان کیا کرتا تھا۔ مجھے آرزو ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا۔ تو حضرتؐ کو سُناتا اور میں (اس وقت) نوجوان مجرد تھا کہ (بیوی نہ تھی جس کی خاطر گھر ہوتا اس لئے) مسجد میں سویا کرتا تھا۔ پس میں نے خواب میں دیکھا گویا دو فرشتے مجکو پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے تو دیکھتا کیا ہوں کہ دوزخ کنوئیں کی طرح (گہری اور گول) بنی ہوئی ہے۔ اور اس کے دو پائے ہیں جیسے کنوئیں کے ہوتے ہیں (کہ چرس کی گھڑی لگانے کو دو لکڑیاں یا ستون کھڑے کر دیتے ہیں) اور دیکھتا کیا ہوں کہ اس کے اندر آدمی ہیں جن کو میں پہچانتا ہوں۔ پس میں کہنے لگا کہ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں دوزخ سے۔ پس ایک اور فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تم نہ گھبراؤ (اس کے بعد آنکھ کھل گئی) میں نے یہ خواب حفصہ سے ذکر کیا اور حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارا بھائی (عبداللہ) مرد صالح ہے یا یہ فرمایا کہ عبداللہ نیک آدمی ہے۔ (کہ فرشتہ کی طرف سے نہ گھبراؤ کی بشارت

فيقصونها على النبي صلى الله عليه وسلم فيقول فيها وانا غلام حديث السن بيتي المسجد قبل ان انكح فقلت في نفسي لو كان فيك خير لرأيت مثل مايرى هؤلاء فلما اضطجعت ليلة فقلت اللّٰهم ان كنت تعلم في خيرا فارني رؤيا فبينما انا كذالك اذ جاء ني ملكان في يد كل واحد منهما مقمعة من حديد فحملاني الى جهنم وانا بينهما ادعو اللّٰهم اني اعوذ بك من جهنم ثم اراني لقيني ملك في يده مقمعة من حديد فقال لم ترع نعم الرجل انت لو تكثر الصلوة فانطلقوا بي حتى وقفوا بي على شفير جهنم فاذا هي مطوية كطي البير ولها قرون كقرون البئر بين كل قرنين ملك بيده مقمعة من حديد وارى فيها رجالا معلقين بالسلاسل رؤسهم اسفلهم وعرفت فيها رجالا من قريش فانصرفوا بي ذات اليمين فقصصتها على حفصة بنحوه ؎ للشيخين (ابن ابي مليكة) كان بين ابن عباس وبين ابن الزبير شيء

(له ارادني اي لقيني ۱۲)

ان کے جنتی ہونے کی خوشخبری ہے) اور دوسری روایت میں ہے کہ لوگ خواب دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنایا کرتے اور حضرت صلعم اس کی تعبیر دیا کرتے۔ اور میں نوعمر لڑکا تھا کہ نکاح ہونے سے قبل مسجد ہی میرا گھر تھا۔ پس میں نے اپنے دل میں کہا اگر تیرے اندر کوئی صلاحیت ہوتی تو تو بھی کوئی خواب دیکھتا جیسے یہ لوگ دیکھتے ہیں۔ پس جب میں رات کو لیٹا تو میں نے کہا اے میرے اللہ اگر تیرے علم میں میرے اندر کوئی صلاحیت ہے تو مجھے بھی خواب دکھا۔ پس میں (سو گیا) اور اسی حالت میں دیکھا کہ میرے پاس ۲ دو فرشتے آئے کہ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کا انکس تھا۔ پس وہ مجھے اُٹھا کر جہنم کی طرف لے گئے اور میں دونوں کے درمیان کھڑا دعا مانگ رہا ہوں کہ بار الٰہا میں جہنم سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک اور فرشتہ مجھ سے ملا جس کے ہاتھ میں لوہے کا انکس تھا اور اس نے مجھ سے کہا تم نہ گھبراؤ کہ تم بڑے اچھے آدمی ہو۔ کاش نماز زیادہ پڑھا کرتے۔ پھر وہ فرشتے مجھے لے چلے حتیٰ کہ جہنم کے کنارے سب مجھے لا کھڑا کیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ جہنم کنوئیں کی شکل ہے اور اس کے پائے ہیں۔ کنوئیں کے پایوں کی طرح کہ ہر دو پایہ کے درمیان ایک فرشتہ کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کا انکس ہے اور اس میں آدمیوں کو زنجیروں میں بندھا ہوا الٹکے ہوئے دیکھ رہا تھا کہ ان کے سر نیچے کے رُخ (اور اوندھے معلق) تھے اور ان میں قریش کے چند آدمیوں کو میں نے پہچان بھی لیا۔ پھر وہ مجھے دائیں طرف سے واپس لے گئے (اور آنکھ کھل گئی) تو میں نے اس خواب کو حضرت حفصہ سے بیان کیا۔ (بخاری) **ف** حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب اُم المومنین حضرت حفصہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ باپ کے ساتھ بچپن میں اسلام لائے اور جنگ اُحد میں شریک ہونا چاہا مگر چودہ ۱۴ سال کی عمر تھی اس لئے آنحضرت نے نابالغ قرار دے کر واپس کر دیا۔ امام المسلمین اور فتوی میں نہایت درجہ محتاط و متقی تھے۔ اہل شام ان کے بہت معتقد اور محب تھے اور چاہتے تھے کہ مدعی خلافت ہوں تو ان کا ساتھ دیں۔ مگر آپ نے اس کا وہم بھی نہ کیا بلکہ اختلافات سے یکسو اور جنگہائے صحابہ میں بھی فریقین سے کنارہ کش رہے کثرت حج اور صدقات کے شیدا تھے۔ ایک بیش قیمت اونٹنی خرید کر حج کو چلے اور اس کی پیاری رفتار پسند آئی تو باب مکہ پر پہونچتے ہی اس کو قربانی کے جانوروں میں شامل کر دیا کہ یہ اللہ جل جلالہٗ کی نذر کے قابل ہے۔ ان کے غلاموں کو جب معلوم ہوا کہ آپ کو دینداری بہت مرغوب ہے تو مسجد میں آ بیٹھتے اور زاہد و عابد بن جاتے۔ آپ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فوراً آزاد کر دیا کرتے۔ لوگ کہتے کہ حضرت یہ تو آپ کو دھوکہ دیتے اور آزاد ہونے کے لئے ایسا کیا کرتے ہیں۔ آپ جواب دیتے کہ اللہ کو وسیلہ بنا کر کوئی ہمیں دھوکہ دے تو دھوکا کھانا ہی ہمیں پیارا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے تین ۳ مہینہ بعد ۷۳ھ میں بعمر

فغدوت علی ابن عباس فقلت اتريد ان تقاتل ابن الزبير فتحل ما حرم الله قال معاذ الله ان الله كتب ابن الزبير و بنی امية محلين للحرم و انی والله لا احله ابدًا قال قال الناس بايع لابن الزبير فقلت و انّی بهذا الامر عنه اما ابوه فحواری النبی صلی الله عليه وسلم و اما جده فصاحب الغار و اما امه فذات النطاقين و اما خالته فام المؤمنين و اما عمته فزوج النبی صلی الله عليه وسلم و اما جدته فعمة النبی صلی الله عليه وسلم ثم عفيف فی الاسلام قارئ القرآن والله ان وصلونی وصلونی من قريب وان ربونی ربنی اكفاء كرام فآثر التويتات والاسامات والحميدات يعنی ابطنًا من بنی اسد بنی تويت وبنی اسامة وبنی حميد ان ابن ابی العاص

چوراسی سال وفات پائی اور محصب میں مدفون ہوئے۔ (ابن ابی ملیکہ) ابن عباس اور ابن زبیر کے درمیان (تقرر) خلافت کے بارہ میں کچھ رنجش تھی۔ پس میں ابن عباس کے پاس آیا اور کہا کیا آپ ابن زبیر سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں کہ حرم خداوندی کو (قتل مسلم کے لئے) حلال بنائیں؟ فرمایا معاذ اللہ یہ تو اللہ نے ابن زبیر اور بنی اُمیہ ہی کی تقدیر میں لکھا ہے کہ حرم کو حلال سمجھیں اور واللہ میں اس کو کبھی حلال نہ سمجھوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا لوگوں نے (مجھ سے ضرور) کہا کہ ابن زبیر سے بیعت کر لو۔ (مگر) میں نے جواب دیا کہ (میں ان کے اہل اور خلافت کے قابل ہونے کا منکر نہیں ہوں) اور یہ امرِ خلافت ان سے کچھ دور بھی نہیں کہ ان کے باپ (حضرت زبیر) حواری رسول اللہ ہیں اور ان کے نانا (ابوبکر صدیق) رفیقِ غار ہیں اور ان کی والدہ (حضرت اسماء) ذات النطاقین ہیں کہ ہجرت کے وقت توشہ دان باندھنے کے لئے ان کے نطاق کے (۲) ٹکڑے کئے گئے) اور ان کی خالہ (حضرت عائشہ صدیقہ) اُم المومنین ہیں اور ان کی پھوپھی (حضرت خدیجۃ الکبریٰ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ (اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والی سیدۃ النساء) ہیں۔ اور ان کی دادی (صفیہ بنت عبدالمطلب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں۔ پھر (ان خاندانی فضیلتوں کے علاوہ ذاتی خوبیوں میں بھی وہ خود) اسلام میں بڑے پارسا اور حافظ قرآن ہیں۔ (اس کے ساتھ ہی دوسری طرف مروان کی طرف دیکھوں تو اس کا دادا اُمیہ میرے دادا عبدالمطلب کا چچازاد بھائی تھا کہ) واللہ اگر وہ میرے ساتھ صلہ رحمی برتیں تو قریبی رشتہ دار کے ساتھ صلہ رحمی برتیں گے۔ اور میرے مُربّی (اور حاکم وقت) بنیں تو ہمسر اور کریمانہ خصلت کے مربّی بنیں گے۔ (مگر ابن زبیر نے اس کی بھی قدر نہ کی کہ ہم نے ان کے مقابلہ پر اپنے کنبہ کا ساتھ نہ دیا بلکہ) انہوں نے (ہم پر اپنے کنبہ) بنی اسد کے خاندانوں بنی تویت اور بنی اسامہ اور بنی حمید کو ترجیح دی۔ (اور انہیں کو اپنا مقرب و مشیر بنایا پھر صورتِ حال یہ ہے کہ) ابن ابی العاص (یعنی عبدالملک بن مروان) اُٹھا کہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور یہ ابن زبیر اپنی دم موڑ کر (بزدل اور پست ہمت ہو کر بیٹھ گئے) ایسی صورت میں امن اسی کے اندر ہے کہ نہ اِدھر ساتھ دوں نہ اُدھر (خ)۔ **ف** عبداللہ بن زبیر نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا اور مکہ چلے آئے تھے۔ یزید نے آپ پر کئی مرتبہ لشکر کشی کی مگر ناکام رہا اور آخر ۶۴ھ میں جبکہ آپ اس کی فوج کے محاصرہ میں تھے اس کا انتقال ہو گیا اور معاویہ بن یزید اس کا جانشین ہوا۔ اس وقت آپ نے بھی دعویٰ خلافت کیا مگر چالیس ہی دن گذرے تھے کہ معاویہ بن یزید کا انتقال ہو گیا اور تمام رجوع حضرت ابن زبیر کی طرف ہونے لگا۔ اور حجاز، یمن، مصر، عراق اور تمامی بلادِ شام حتیٰ کہ دارالخلافہ دمشق بھی جس کے گورنر ضحاک بن قیس تھے آپ کے تسلط میں آ گیا۔ البتہ بنی اُمیہ اور چند ان کے ہم خیال لوگوں نے کہ اس وقت فلسطین میں مقیم تھے خلاف کیا اور مروان بن حکم کو خلیفہ قرار دے کر دمشق کی طرف بڑھے اور ضحاک کو قتل کر کے اول ملک شام پر قبضہ

برزیشی القلمیۃ[1] یعنی عبد الملک بن مروان وانذلوی ذنبہ یعنی ابن الزبیر ۔ للبخاری (عائشۃ[2]) خرجت اسماء حین
ہاجرت وھی حبلی بعبد اللہ بن الزبیر فقدمت قباء فنفست بعبد اللہ بقباء ثم خرجت حین نفست الی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم لیحنکہ فاخذہ فوضعہ فی حجرہ فمکثنا ساعۃ نلتمسہا تعنی تمرۃ فمضغہا ثم بصقہا فی فیہ فاول شئ دخل
بطنہ لریقہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت اسماء ثم مسحہ وصلی[3] علیہ وسماہ عبد اللہ ثم جاء وھو ابن سبع سنین او ثمان
لیبایع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ بذلک الزبیر فتبسم صلی اللہ علیہ وسلم حین راٰہ مقبلا الیہ ثم بایعہ ۔ للشیخین

کیا۔ ادھر مصر کی طرف متوجہ ہوئے اور عبد الرحمٰن جحدر گورنر مصر کو محاصرہ میں لے کر ربیع الثانی ۶۵ھ میں اس پر تسلط کیا اسی سال صرف چھ مہینہ حکومت کر کے مروان کا انتقال ہوگیا اور اس کا ولیعہد عبد الملک بن مروان باپ کا جانشین ہوا۔ اب گویا بلادِ اسلام کے دو حصے تھے کہ شام ومصر وبلادِ مغرب بقبضہ عبد الملک تھا اور حجاز ویمن وعراق وبلادِ مشرق بقبضہ ابن الزبیر۔ ہاں کوفہ دونوں سے خارج تھا کہ شہادتِ حسین کے بعد اس پر مختار بن ابی عبید مسلط ہوگیا تھا۔ اس انقلاب وتغیر حالات کے زمانہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر وغیرہ محتاط صحابہ کی طرح حضرت ابن عباس ومحمد بن حنفیہ یکسو تھے کہ جب کسی پر آرا مسلمین کا اتفاق ہوجائے تو اس سے بیعت کریں۔ ابن زبیر نے ان کو دھمکایا اور مجبور بھی کیا کہ بیعت کریں (جس کو آپ نے اس حدیث میں حرم الٰہی کو حلال سمجھنے سے تعبیر فرمایا ہے) مگر مختار کو کوفہ میں اس کی خبر پہونچی تو اس کا بڑا لشکر آپ کی معاونت کے لئے مکہ پہونچ گیا اور چاہا کہ ابن زبیر سے جنگ کرے مگر آپ نے اجازت نہ دی اور مکہ چھوڑ کر طائف چلے گئے۔ اور وہیں وصال فرمایا۔ ادھر اول حضرت مصعب برادر عبد اللہ بن زبیر گورنر عراق نے ۶۷ھ میں مختار پر حملہ کر کے اس کو قتل کیا اور کوفہ کو عراق میں شامل کر کے زبیری حکومت میں لے لیا۔ مگر چار سال بعد عبد الملک بن مروان نے جو کہ اپنے باپ کے منصوبہ کی تکمیل کا شیدا تھا موقع پاتے ہی حضرت مصعب پر حملہ کر کے جمادی الاولیٰ ۷۱ھ میں ان کو قتل کیا اور سارے عراق پر قابض ہوگیا۔ پھر ۷۲ھ میں حجاج بن یوسف کو امیر فوج بنا کر مکہ روانہ کیا۔ اور آخر جمادی الاولیٰ ۷۳ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر شہید ہوئے اور تمامی بلادِ اسلام پر بنو امیہ قابض ہوگئے جن کی حکومت ستر سال کے قریب رہی۔ ان کے بعد تخت وتاج آل عباس کے ہاتھ میں آیا جن کے جدِ امجد عبد اللہ بن عباس بیعت میں ہر دو فریق سے علیحدہ رہے تھے۔ (عائشۃ[2]) اسماء جس وقت ہجرت کے لئے (مکہ سے) نکلیں تو عبد اللہ بن زبیر کی حاملہ تھیں۔ قبا میں پہونچیں تو عبد اللہ پیدا ہوئے اور یہ ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تاکہ (کھجور چبا کر) ان کے تالوں کو لگا دیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو لے کر اپنی گود میں بٹھا لیا اور ہم تھوڑی دیر چھوارہ تلاش کرتے رہے (اور جب وہ مل گیا) تو حضرت نے چبا کر ان کے منہ میں ڈال دیا۔ پس پہلی چیز جو عبد اللہ کے پیٹ میں گئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن تھا۔ اسماء کہتی ہیں پھر آپ نے ان پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی اور عبد اللہ نام رکھا۔ اس کے بعد سات یا آٹھ برس کی عمر تھی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لئے آئے کہ اس کا ان کو زبیر نے حکم دیا تھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر مسکرائے اور اس کے بعد بیعت فرما لیا۔ (ق) ف یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو آپ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا اور کوہِ ابو قبیس پر منجنیق نصب ہوئی جو اس زمانہ کی توپ تھی۔ چھ مہینہ محصور رہ کر آپ باہر نکلے اور جدھر حملہ کیا چھیڑ ہوتی چلی گئی۔ آخر

[1] و فی روایۃ التفریع وروی فی اللغۃ التقریع والتقرع ومعناہا التقدم فی الشرف والفضل علی الاصحاب والتجوز فلم یرد مطلقا التقدم فی الشئ ۱۲ [2] بجو بالتخفیف وروی بالتشدید وھو مثل الترک الکلام وکنایۃ عن التخلف ۱۲ [3] ای دعا لہ ۱۲

مناقب بلال بن رباح وابی بن کعب وابی طلحۃ الانصاری والمقداد بن عمرو وابی قتادۃ الانصاری رضی اللہ عنہم

(ابوہریرۃ) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبلال عند صلوۃ الغداۃ حدثنی بارجی عمل عملتہ فی الاسلام منفعۃ فانی سمعت اللیلۃ خشف نعلیک بین یدی فی الجنۃ قال بلال ما عملت عملا فی الاسلام ارجی عندی منفعۃ من انی لا اتطھر طھورا تاما فی ساعۃ من لیل او نہار الا صلیت بذلک الطھور ما کتب اللہ لی ان اصلی ؛ للشیخین (جابر) کان عمر یقول ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی بلالا ؛ للبخاری (سالم بن عبد اللہ) ان شاعرا امدح بلال بن عبد اللہ فقال بلال بن عبد اللہ خیر بلال فقال لہ ابن عمر کذبت بلال رسول اللہ خیر بلال ؛ للقزوینی (انس) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی ان اللہ تعالیٰ امرنی ان اقرأ علیک لم یکن الذین کفروا قال وسمانی ؛

۱۵ جمادی الثانیہ ۷۳ھ کو کسی شامی کے تیر سے چکر کھا کر بیٹھ گئے۔ اور دشمنوں نے یورش کر کے شہید کر دیا۔ آپ کی نعش تین دن سولی پر لٹکائی رکھی گئی اُس وقت آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ زندہ تھیں۔

بلالؓ ابن رباح اُبیؓ بن کعب ابوطلحہ انصاری مقدادؓ بن عمرو اور ابوقتادہ انصاری کے مناقب

(ابوہریرہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر کے وقت بلال سے فرمایا بتاؤ اسلام میں تم نے کونسا عمل نفع کی زیادہ توقع والا کیا ہے کہ میں نے جنت میں تمہارے پاؤں کی آہٹ اپنے آگے آگے سُنی ہے۔ بلال نے کہا میں نے اسلام میں کوئی عمل اپنے نزدیک اس سے زیادہ نفع کی اُمید والا نہیں کیا کہ رات اور دن کی جس ساعت میں بھی مجھے کامل وضو کرنے کا اتفاق ہوا تو میں نے اس وضو سے جتنی بھی میرے لئے اللہ نے میسّر فرمائی نمازیں ضرور پڑھی ہیں (ق) ف بلالؓ بن رباح موذنِ رسُول اللہ مشہور صحابی ہیں۔ جن کی اسلام لانے پر تکلیفیں برداشت کرنے کے قصے مشہور ہیں کہ بچے ان کے گلے میں جانوروں کی طرح رسّی باندھ کر مکہ کی گلیوں میں کھینچے کھینچے پھرا کرتے اور یہ اَحد اَحد پکارتے رہتے تھے۔ وفاتِ محمدیؐ کے بعد مدینہ میں نہ رہ سکے۔ اور مجاہدینِ اسلام میں شامل ہو کر بسوئے شام چلے گئے تھے کہ ؎ چہ مشکل تراز ین بر عاشقِ زار ؛ کہ بے دلدار بنید جائے دلدار۔ آخر کچھ اوپر ساٹھ برس کی عمر پا کر ۲۰ھ میں وفات پائی اور دمشق کے مقبرہ باب الصغیر میں دفن ہوئے۔ (جابرؓ) حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار یعنی بلال کو خرید کر آزاد کیا ہے۔ (خ) ف حضرت فاروق کا حضرت بلال کو سردار کہنا گو تواضعاً تھا کہ آپ ہر طرح ان سے افضل و برتر ہیں۔ مگر حضرت بلال کی شانِ کمال کا اس سے پتہ چل رہا ہے کہ اجل صحابہ کے قلوب میں ان کی بیحد عظمت تھی۔ (سالمؓ بن عبداللہ) کسی شاعر نے بلال کی مدح میں اس طرح کہا کہ بلال بن عبداللہ بہترین بلال ہیں۔ تو ابن عمر نے فرمایا یہ غلط ہے (بلکہ یوں کہو) بلالِ رسُول اللہ بہترین بلال ہیں۔ (کہ بلال کے لئے آنحضرتؐ کی طرف نسبت ہونا بہترین مدح ہے) ۵ (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے فرمایا حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ سورہ لم یکن الذین کفروا تم کو پڑھ کر سناؤں۔ کہا کیا حق تعالیٰ نے میرا نام لیا؟ فرمایا ہاں۔ تو ابی (وجد و غلبۂ فرح میں) رو پڑے۔ (ق ت) ف مجنون سے پوچھو کہ لیلیٰ کی مجلس میں اس کا نام آئے تو کیا حالت ہوتی ہے۔ (ابوہریرہؓ) ایک شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں بہت بھوکا ہوں آپ نے اپنی ایک بی بی کے پاس کسی کو بھیجا (کہ کچھ موجود ہو تو لے آئے۔) انہوں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنایا کہ میرے پاس بجز پانی کے کچھ نہیں۔ پھر دوسری کے پاس بھیجا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ غرض سب نے یہی کہلا بھیجا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ) سے کہا کہ ہے کوئی جو اس کو مہمان بنائے

قال نعم فبکی ؛ للشیخین والترمذی (ابوھریرۃ) جاء رجل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال انی مجھود[۵] فارسل الی بعض نسائہ فقالت والذی بعثك بالحق ما عندی الا ماء ثم ارسل الی اخری فقالت مثل ذلك وقلن کلھن مثل ذلك فقال صلے اللہ علیہ وسلم من یضیفہ رحمہ اللہ؟ فقام ابوطلحۃ فقال انا فانطلق بہ الی رحلہ فقال لامرأتہ ھل عندك شئ؟ قالت لا الا قوت صبیانی قال فعللیھم بشئ ونومیھم فاذا دخل ضیفنا فاریہ انا ناکل فاذا اھوی بیدہ لیأکل فقومی الی السراج کی تصلحیہ فاطفئیہ ففعلت فقعدوا فاکل الضیف وباتا طاویین فلما اصبح غدا علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال صلے اللہ علیہ وسلم لقد عجب اللہ او ضحك اللہ من فلان وفلانۃ ؛ وفی روایۃ: فانزل اللہ ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ؛ (المقداد[٦]) وھو ابن الاسود اقبلت انا وصاحبان لی قد ذھبت اسماعنا وابصارنا من الجھد فجعلنا نعرض انفسنا علی الصحابۃ فلیس احد یقبلنا فاتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق بنا الی اھلہ فاذا ثلاث اعنز فقال احتلبوا ھذا اللبن بیننا فکنا نحتلب فیشرب کل انسان

اور اللہ کی رحمت کا مستحق بنے۔ پس ابوطلحہ اٹھے اور عرض کیا کہ میں (ضیافت کروں گا) چنانچہ ان کو گھر لے گئے اور بیوی سے پوچھا کچھ موجود ہے؟ کہا کچھ نہیں بجز اپنے بچوں کی خوراک کے۔ فرمایا بچوں کو تو کسی طرح بہلا پھسلا کر سلا دو اور جب مہمان گھر میں آئے تو اس پر یہ ظاہر کرو کہ ہم بھی (اس کے ساتھ) کھائیں گے (کہ مہمان کی عزت افزائی ساتھ کھانے میں ہے) اور جب وہ کھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو چراغ درست کرنے کے بہانہ اٹھ کر اسکو بجھا دیجیو (کہ ہمارے نہ کھانے کا مہمان کو پتہ نہ چلے اور وہ شکم سیر ہو جائے) چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا کہ سب (دسترخوان پر) بیٹھے مگر کھایا صرف مہمان نے اور ان دونوں میاں بیوی نے مع بچوں کے) فاقہ سے رات گذاری۔ جب صبح کو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا اللہ نے اظہار تعجب فرمایا یا (یوں کہا کہ) اظہار مسرت فرمایا فلاں اور فلاں کے قصہ سے (کہ مہمان کی خاطر بھوکے رہے اور مہمان کو پتہ نہ چلنے دیا) اور ایک روایت میں ہے۔ پس حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ترجیح دیتے ہیں اپنے نفسوں پر (مسکینوں اور مہمان کو) اگرچہ خود کو احتیاج ہو۔ (مقداد) یعنی اسود کے بیٹے (کہتے ہیں) کہ میں اور میرے دو رفیق کہ بھوک کے مارے ہماری شنوائی و بینائی جاتی رہی تھی آکر صحابہ پر اپنے نفسوں کو پیش کرنے لگے (کہ کوئی ہمیں کچھ کھلا دے تو دیکھ اور سن سکیں مگر) ہمیں کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ آخر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے دیکھا کہ وہاں تین بکریاں (بندھی ہوئی) ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کا دودھ دوہا کرو اور ہم سب اس میں شریک۔ چنانچہ ہم ان کو دوہتے اور ہم (تینوں) میں سے ہر شخص اپنا اپنا حصہ پی لیتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ آپ کے لئے رکھ دیا کرتے۔ پس آپ رات میں (جس وقت بھی فراغت پاتے) تشریف لاتے اور السلام علیکم اس طرح کہتے کہ جو سو رہا ہو اس کی آنکھ نہ کھلے اور جو جاگ رہا ہو وہ سن لے (اور جواب دے) اس کے بعد آپ نماز پڑھنے کی جگہ آتے اور نفلیں پڑھتے۔ اس کے بعد پینے کے مقام پر آتے اور (جو دودھ آپ کے لئے رکھ دیا جاتا اس کو) پی لیا کرتے تھے۔ ایک شب شیطان میرے پاس آیا کہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا (اور اس نے میرے دل میں اس طرح وسوسہ ڈالا) کہ محمد تو انصار کے پاس جاتے ہیں اور وہ آپ کو ہدیہ پیش کرتے اور آپ ان کے پاس بھی متمتع ہو جاتے ہیں۔ آپ کو اس گھونٹ بھر (دودھ) کی ضرورت نہیں ہے۔ (اور ہم حاجتمند ہیں) چنانچہ میں نے آکر حضرت کا حصہ پی لیا۔ پھر جب وہ میرے پیٹ میں اتر لیا اور معلوم ہو گیا کہ تلافی کی کوئی صورت نہیں۔ تو اب شیطان نے مجھے ندامت

[۵] المجھود من جھد مشقۃ الجھد والمراد منہا الجوع ۱۲

منا نصیبه ونرفع له صلے اللہ علیه وسلم نصیبه فیجیٔ من اللیل فیسلم تسلیما لا یوقظ نائما ویسمع الیقظان ثم یأتی المسجد فیصلی ثم یأتی شرابه فیشرب فاتانی الشیطان ذات لیلة وقد شربت نصیبی فقال محمد یأتی الانصار فیتحفونه ویصیب عندهم مابه حاجة الی هٰذه الجرعة فاتیتها فشربتها فلما ان وغلت[ا] فی بطنی وعلمت ان لیس لها سبیل ندمنی الشیطان وقال ویحك ما صنعت أشربت شراب محمد فیجیٔ فلا یجدهٗ فیدعو علیك فتهلك فتذهب دنیاك وآخرتك وعلیّ شملة اذا وضعتها علی قدمی خرج رأسی واذا وضعتها علی رأسی خرج قدمای وجعل لا یجیئنی النوم واما صاحبای فناما ولم یصنعا ما صنعت فجاء صلے اللہ علیه وسلم فسلم کما کان یسلم ثم اتی المسجد فصلے ثم اتی شرابه فکشف عنه فلم یجد فیه شیئا فرفع رأسه الی السماء فقلت الاٰن یدعو علیّ فاهلك فقال اللّٰهم اطعم من اطعمنی واسق من سقانی فعمدت الی الشملة فشددتها علیّ واخذت الشفرة وانطلقت الی الاعنز ایها اسمن فاذبحها لرسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم فاذا هی حافل واذا هن حفّل[۲] کلهن فعمدت الی اناء لاٰل محمد ما کانوا یطعمون ان یحتلبوا فیه فحلبت فیه حتی علته رغوة[۳] فجئت الیه صلے اللہ علیه وسلم فقال اشربتم شرابکم اللیلة؟ قلت یا رسول اللہ اشرب فشرب ثم ناولنی فقلت یا رسول اللہ

ولائی اور کہا وائے تجھ پر (اے مقداد) تونے کیا کیا؟ کیا تونے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ پی لیا. اچھا اب حضرت آئیں گے تو تجھے بددعا دیں گے کہ تو تباہ ہوجائے گا اور تیری دُنیا اور آخرت دونوں برباد ہوں گی. اور مجھ پر ایک چدریا تھی کہ اسے قدموں پر ڈالتا تو سر باہر نکل جاتا اور سر پر رکھتا تو میرے پاؤں باہر نکل جاتے تھے. (ادھر کپڑے کی تنگی اور اُدھر ندامت وخوف غرض باوجود کوشش کے) مجھے نیند نہ آتی تھی اور میرے دونوں رفیق سوگئے اور انہوں نے وہ نہ کیا جو میں نے کیا غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور سلام کیا جیسا کہ کیا کرتے تھے. اس کے بعد جلدی نماز پر آئے اور نماز پڑھی پھر پینے کے مقام پر پہونچے اور برتن کھولا تو اس میں کچھ نہ پایا پس آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور میں نے کانپ کر (دل میں) کہا کہ بس اب مجھ پر بددعا فرمائیں گے کہ میں تباہ ہو جاؤں گا. (مگر اس رحمۃ للعالمین کی ذات نے تو بددُعا کی جگہ یہ) کہا کہ اے میرے اللہ جو (اس وقت) مجھے کھلائے اس کو تو کھلا اور جو مجھے کچھ پلائے اُسے تو پلا. پس (یہ سُن کر) میں نے چدریا کو لیا اور اپنے اوپر لپیٹا اور چھری لے کر بکریوں کی طرف چلا کہ جو زیادہ موٹی تازی ہو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کروں (اور پکا کر آپ کو کھلاؤں کہ آپ کی دُعا مجھے لگے اور پھر کبھی فاقہ نہو) مگر دیکھتا کیا ہوں کہ اس کے تھن دودھ سے لبریز ہیں (اس لئے دوسری اور تیسری کے پاس گیا) تو سب کے تھنوں کو بھرا ہوا پایا. لہٰذا حضرت کے گھر والوں کے اس برتن کی طرف بڑھا جس میں دودھ دوہنے کی وہ تمنا کرتے (اور چاہتے تھے کہ کاش یہ بھرجایا کرے) پس میں نے اس میں دوہا (اور وہ اتنا لبریز ہوا) کہ جھاگ اس سے اونچے اُٹھ گئے میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا. آپ نے فرمایا کیا تم آج کا اپنا حصہ پی چکے! میں نے کہا یا رسول اللہ آپ تو پی لیجئے. پس آپ نے پیا اور (بچا ہوا) مجھے دیدیا. میں نے کہا یا رسول اللہ اور پی لیجئے. پس آپ نے پیا اور پھر مجھے دیدیا. جب میں نے سمجھ لیا کہ آپ سیر ہو گئے اور آپ کی دُعا مجھے لگ چکی تو مجھے اتنی ہنسی آئی کہ میں زمین پر لوٹ گیا (کہ یا تو یہ حزن وفکر تھا اور یا دفعۃً یہ دعائے رسول اور خدمت پیغمبر) پس آپ نے فرمایا (دیکھو زیادہ ہنسی میں) اے مقداد (شرمگاہ نہ کھل جائے). میں نے کہا یا رسول اللہ یہ قصہ ہوا اور میں نے یہ کیا (جس کو خوشی میسر [illegible] ہ آپ [illegible] اللہ کی مہربانی ہے

[۱] وغلت ای دخلت ۱۲ نہایہ [۲] جمع حافل کثیرۃ اللبن ۱۲ [۳] الرغوۃ زبد ۱۲

اشرب فشرب ثم ناولني فلما عرفت انه قد روی واصبت دعوته ضحکت حتی القیت الی الارض فقال احدی سوأتک یا مقداد فقلت یا رسول اللہ کان من امری کذا وکذا وفعلت کذا وکذا فقال صلی اللہ علیہ وسلم ماھذہ الا رحمۃ من اللہ افلا کنت اذنتنی فنوقظ صاحبینا فیصیبان منہا معنا فقلت والذی بعثک بالحق اذا اصبتہا واصبتہا معک لا ابالی من اصابہا من الناس ؛ للترمذی ومسلم بلفظہ (ابو قتادۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی سفر فعطشوا فانطلق سرعان الناس فلزمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تلک اللیلۃ فقال حفظک اللہ بما حفظت بہ نبیہ ؛ لمسلم وابی داود وھو طرف من حدیث مر فی المعجزات

مناقب سلمان وابی موسیٰ وعبد اللہ بن سلام وابنہ یوسف وجریر وجابر بن عبد اللہ وابیہ وانس والبراء ابنی مالک رضی اللہ عنہم

(ابو ھریرۃ) تلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم قالوا ومن یستبدل بنا فضرب صلی اللہ علیہ وسلم علی منکب سلمان ثم قال ھذا وقومہ ؛ وفی روایۃ: والذی نفسی بیدہ لو کان

مجھے پہلے سے تم نے اطلاع نہ دیدی کہ اپنے دونوں رفیقوں کو بھی جگا لیتے اور وہ بھی ہمارے ساتھ منتفع ہوتے۔ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق دیکر آپ کو بھیجا جب دودھ آپ کو مل گیا اور آپ کے ساتھ مجھے مل گیا تو پھر کسی کو ملے یا نہ ملے مجھے پروا نہیں۔ (س ت) **ف** حضرت مقداد بیٹے ہیں عمرو بن ثعلبہ بہرادی کے مگر ایک خون کر کے وہاں سے بھاگے اور مکہ میں اسود بن عبد یغوث کے حلیف بن گئے۔ اور اسود نے متبنیٰ بنا لیا تھا اس لئے ابن الاسود مشہور ہو گئے۔ قدیم الاسلام اجلہ صحابہ میں ہیں۔ غزوۂ بدر میں اختلاف رائے کے وقت انہی نے کہا تھا کہ یا رسول اللہ ہم موسیٰ کی قوم نہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب جاؤ اور کافروں سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ ہم تو یہ عرض کریں گے کہ چلیں آپ اور آپ کا رب (پیچھے پیچھے) آپ کے ساتھ ہو کر ہم بھی (کافروں سے) لڑینگے پس بخدا آپ برک الغماد تک بھی ہمیں لیجائیں تو ہم پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ جُرف میں بعہد خلافت عثمان ستر برس کی عمر پا کر وفات پائی اور جنازہ مدینہ میں لا کر دفن کیا گیا۔ (ابو قتادۃ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ رفقاء کو پیاس لگی پس جلد باز لوگ تو چلدیئے (کہ جلد پانی پر پہونچیں) مگر میں اس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی ساتھ رہا۔ (اور آپ کے اونٹنی پر اونگھتے وقت آپ کو سہارا دیتا رہا) پس آپ نے فرمایا اللہ تمہاری حفاظت فرمائے جیسے تم نے اللہ کے نبی کی حفاظت کی۔ (س د) **ف** حضرت ابو قتادہ شہسوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام حارث بن ربعی ہے۔ جنگ ذی قرد میں سعدہ کے قاتل آپ ہی ہیں۔ آپ کے منہ پر تیر لگا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن مبارک لگایا اور دُعا دی تھی کہ الٰہی ان کے بال اور کھال میں برکت بخش چنانچہ پھر منہ پر کبھی پھوڑا نہ آئی۔ اور ۵۴ھ میں مدینہ کے اندر اور بروایتے کوفہ میں وفات پائی۔

سلمان ابو موسیٰ عبد اللہ بن سلام انکے بیٹے یوسف جریر جابر بن عبد اللہ انکے والد اور انس و براء فرزندان مالک کے مناقب

(ابو ہریرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وان تتولوا الخ کہ اگر تم (ایمان لانے سے) اعراض کروگے تو اللہ تم کو دُنیا سے اُٹھا لے گا اور تمہارے بدلہ دوسری قوم کو لے آئے گا اور پھر وہ تم جیسے نہوں گے صحابہ نے عرض کیا وہ کون لوگ ہوں گے جو ہمارے بدلہ آئیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم۔ اور ایک روایت میں ہے (کہ آپ نے یہ بھی فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس

الایمان منوطا بالثریا لتناوله رجال من فارس ؛ للترمذی (سلمانؓ) انا من رامهرمز ؛ (وعنہؓ) انه تداوله بضعة عشر من رب الی رب ؛ هما للبخاری (وعنہؓ) کنت رجلا من اصبهان من قریة یقال لها جی وکان ابی دهقانها وکنت احب خلق الله الیه واجتهدت فی المجوسیة حتی کنت قطن النار الذی یوقدها فارسلنی یوما الی ضیعته فمررت بکنیسة النصاری فدخلت علیهم فلما رأیتهم اعجبتنی صلاتهم ورغبت فی امرهم وقلت هذا خیر من الدین الذی نحن علیه فما ترکتهم حتی غربت الشمس فقلت لهم این اصل هذا الدین؟ قالوا بالشام ثم رجعت الی ابی فقال این کنت؟ فاخبرته فقال ای بنی لیس فی ذلک الدین خیر دینك ودین آبائك خیر قلت کلا والله انه لخیر من دیننا فخافنی فجعل فی رجلی قیدا وحبسنی فی بیته وبعثت الی النصاری اذا قدم الیکم من الشام تجار فاخبرونی فاقبلوا علیهم فاخبرونی فلما ارادوا الرجوع الی بلادهم القیت الحدید من رجلی ثم خرجت معهم الی الشام فلما قدمتها قلت من افضل اهل هذا الدین؟ قالوا الاسقف فی الکنیسة فجئته فقلت انی رغبت فی هذا الدین واحببت ان اکون معك اخدمك واتعلم منك قال ادخل فدخلت معه فکان رجل سوء یأمرهم بالصدقة فاذا جمعوا له شیئا اکتنزه ولم یعط المساکین ثم مات فاجتمعوا الیه فنوه فقلت لهم ان هذا کان رجل

کے قبضہ میں میری جان ہے کہ ایمان اگر ثریا سے بھی معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو ضرور حاصل کرتے (ت)

ف حضرت سلمانؓ باشندۂ فارس عجمی ہیں اور اس میں ان کی اور دیگر تابعین اہلِ عجم کی فضیلت کا اظہار ہے کہ دین کی تحصیل وتبلیغ وتوسیع میں تن من دھن سب کچھ نثار کریں گے۔ امام اعظم حضرت نعمان ابو حنیفہ بھی عجمی اور اس پیشگوئی کے مصداق ہیں کہ آپ کی برکات علمیہ وجدوجہد فی الدین عالم آشکارا ہے۔ (سلمانؓ) میں قوم رامہرمز کا ہوں (کہ فارس کی ایک قوم ہے جو ابلق گھوڑوں کی پرستش کیا کرتی تھی) (ایضاً) آپ یکے بعد دیگرے دس سے زیادہ آقاؤں کی غلامی میں آئے۔ (خ) (ایضاً) میں اصبہان (علاقہ ایران) کے ایک قصبہ کا باشندہ تھا جس کا نام جی ہے اور میرا باپ وہاں کا نمبردار تھا اور میں دنیا بھر میں اس کا سب سے زیادہ لاڈلا تھا اور میں نے (اپنے جدی مذہب) مجوسیت میں اتنی ریاضت کی تھی کہ آگ کی روئی بن گیا تھا جس سے آگ جلاتے ہیں (کہ بتی بن کر ہر وقت آگ سے مانوس تھا) پس ایک دن میرے باپ نے (مجھے اپنے علاقہ کی طرف (کسی خدمت یا تحصیل وصول کے لئے) بھیجا تو (راستہ میں) میرا گذر عیسائیوں کے گرجا پر ہوا۔ پس میں ان کے پاس چلا گیا اور جب میں نے ان کو (عاجزی کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا) تو مجھے ان کی نماز پیاری معلوم ہوئی اور مجھے ان کے مذہب کی رغبت ہوگئی اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ یہ (مذہب) اس مذہب (مجوسیت) سے بہتر ہے جس پر ہم چل رہے ہیں۔ پس میں نے ان کو نہ چھوڑا حتی کہ سورج ڈوب گیا۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ اس دین کی اصل کہاں ہے۔ انہوں نے کہا ملکِ شام (کہ وہیں سے چل کر چار طرف پھیلا ہے) اس کے بعد میں والد کے پاس لوٹ آیا۔ انہوں نے پوچھا تو (اب تک) کہاں رہا۔ میں نے ان کو خبر سنائی تو کہنے لگے کہ بیٹا اس مذہب میں خوبی نہیں ہے۔ تیرا اور تیرے بڑوں ہی کا مذہب بہتر ہے۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ واللہ وہی بہتر ہے ہمارے مذہب سے۔ پس ان کو میری طرف سے اندیشہ ہوا (کہ کہیں چلا نہ جائے اور تبدیلی مذہب نہ کرلے) اسلئے میرے پاؤں میں بیڑی ڈالدی اور مجھے گھر میں قید کر دیا۔ میں نے (خفیہ طور پر) نصاریٰ کی طرف (آدمی) بھیجا کہ جب ملکِ شام سے تمہارے پاس سوداگر آویں تو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ سوداگر آئے اور انہوں نے مجھے خبر پہونچائی۔ پس جب انہوں نے واپسیٔ وطن کا ارادہ کیا تو میں نے (موقع پاکر)

سوء یأمرکم بالصدقة واذا جمعتم له شیئاً اکتنزه قالوا وما علمت بذلك؟ قلت انا ادلکم علی کنزه فاریتهم موضعه فاستخرجوا منه سبع قلال مملوءة ذهباً وورقاً فلما رأوها قالوا واللّٰه لا ندفنه فصلبوه ثم رجموه بالحجارة ثم جاؤا برجل اٰخر فجعلوه مکانه فرأیتها افضل منه وازهد فی الدنیا فاحببته فاقمت معه زماناً ثم حضرته الوفاة فقلت له الی من توصینی وما تأمرنی قال لا اعلم الیوم احداً علی ما کنت علیها الا رجلاً بالموصل وهو فلان فالحق به فلحقت واخبرته فقال اقم عندی فاقمت فوجدته خیر رجل فلما حضرته الوفاة قلت الی من توصینی وما تأمرنی؟ قال الحق بفلان فی نصیبین فلحقت به فاخبرته فقال اقم عندی فاقمت مع خیر رجل فلما حضرته الوفاة قلت الی من توصینی وبما تأمرنی؟ قال فلان فی عموریا فاتیته فاخبرته فقال اقم عندی فاقمت مع خیر رجل واکتسبت حتی صارت لی بقیرات وغنیمة فلما حضرته الوفاة قلت الی من توصینی وبما تأمرنی؟ قال یا بنی واللّٰه ما اعلم احداً علی ما کنا علیه ولکن قد اظلك زمان نبی هو مبعوث بدین ابراهیم یخرج بارض العرب مهاجره الی ارض نخل بین حرتین یاکل الهدیة ولا یأکل الصدقة بین کتفیه خاتم النبوة فان استطعت ان تلحق بتلك البلاد فافعل

پاؤں سے بیڑی نکال پھینکی اور ان کے ساتھ بسوئے شام چلدیا۔ جب وہاں آیا تو میں نے پوچھا کہ اس مذہب والوں میں بہترین کون شخص ہے۔ لوگوں نے کہا الشب ہے گرجا میں۔ چنانچہ میں اس کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اس مذہب سے رغبت ہے اور میری خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ رہکر آپ کی خدمت کروں اور آپ سے کچھ سیکھوں کہا آجاؤ۔ پس میں اس کے ساتھ اندر چلا گیا (مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ) وہ بُرا شخص تھا کہ لوگوں کو خیرات کرنے کی نصیحت کرتا اور جب وہ اس کے لئے چندہ جمع کرتے تو خود رکھ لیتا۔ اور مسکینوں کو کچھ نہ دیتا۔ پھر وہ مر گیا تو لوگ اس کے دفن کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ میں نے ان سے کہا یہ شخص تو بہت بُرا (اور پکا دنیا دار) تھا کہ تم کو خیرات کرنے کی ترغیب دیتا اور جب تم کچھ جمع کرتے تو خود رکھ لیتا تھا وہ بولے کہ تجھے اس کی کیا خبر؟ میں نے کہا میں تم کو اس کا خزانہ ہی بتائے دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اس کی جگہ ان کو دکھا دی اور انہوں نے اس سے سات مٹکے سونے چاندی سے لبریز برآمد کئے۔ جب یہ قصہ دیکھا تو کہنے لگے واللہ ہم اس کو دفن نہ کریں گے پس اس کو سولی پر چڑھا کر سنگسار کر دیا اور پھر دوسرے شخص کو لا کر اس کی جگہ بٹھایا تو میں نے اس کو اس سے بہتر اور دُنیا سے بے رغبت دیکھا لہذا اس سے محبت کرنے لگا اور ایک مدت اس کے ساتھ رہا۔ پھر جب وہ مرنے لگا تو میں نے اس سے کہا کہ مجھے کس کے پاس رہنے کی وصیت کرتے اور کیا حکم دیتے ہو؟ کہا میرے اس طریق (زہد و عبادت) پر بجز ایک شخص کے کہ موصل میں ہے میرے علم میں کوئی نہیں اور اس کا یہ نام ہے پس اس کے پاس چلے جانا۔ چنانچہ وہ (مر گیا اور میں اس کی وصیت کے موافق موصل میں) اس شخص سے ملا اور اس کو قصہ سُنایا۔ اس نے کہا میرے پاس قیام کرو چنانچہ میں رہنے لگا اور اس کو بھی میں نے اچھا آدمی پایا۔ جب اس کا وقت وفات قریب آیا تو میں نے کہا کہ مجھے کس طرف جانے کی وصیت کرتے اور کیا حکم دیتے ہو؟ اس نے کہا نصیبین میں فلاں شخص کے پاس چلے جانا۔ چنانچہ میں اس کے پاس آیا اور اس کو واقعہ سُنایا۔ اس نے کہا میرے پاس رہو۔ پس میں اس کے پاس رہا کہ وہ بھی اچھا شخص تھا۔ پھر جب اس کا وقتِ مرگ پہونچا تو میں نے کہا مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہو اور کیا حکم دیتے ہو۔ اس نے کہا عموریا میں فلاں شخص ہے۔ چنانچہ میں اس کے پاس آیا اور اُس کو واقعہ سُنایا اس نے کہا میرے پاس قیام کرو۔ چنانچہ میں نے قیام کیا اور (گذر اوقات کے لئے محنت مزدوری کر کے) کماتا بھی رہا۔

ثم مات ومر بی نفر من کلب تجار فقلت لهم تحملونی الی ارض العرب واعطیکم بقیراتی وغنیمتی؟ قالوا نعم فاعطیتهم فحملونی الی وادی القری فظلمونی فباعونی ثم ابتاعنی رجل من بنی قریظة فحملنی الی المدینة فوالله ماهوا لا ان رأیتها عرفتها بصفة صاحبی فاقمت بها الی ان هاجر النبی صلی الله علیہ وسلم فاتیته بشئ عندی وهو بقباء فقلت له هذه صدقة فقال صلی الله علیہ وسلم لاصحابه کلوا وامسک یده فقلت فی نفسی هذه واحدة ثم انصرفت فجمعت شیئا وتحول صلی الله علیہ وسلم الی المدینة فجئته فقلت هذه هدیة اکرمتک بها فاکل منها فقلت فی نفسی هذه اثنتان ثم جئته وهو بالبقیع جالس فی اصحابه فسلمت علیه ثم استدرت الی ظهره هل اری الخاتم فلما رآنی عرف فالقی رداءه عن ظهره فنظرت الی الخاتم فانکببت علیه اقبله وابکی فقال لی

حتی کہ میرے پاس چند گائے اور بکریاں (اپنی کمائی کی) ہوگئیں جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو میں نے کہا مجھے کس کے متعلق وصیت کرتے اور کیا حکم دیتے ہو؟ کہنے لگا برخوردار من اللہ کی قسم میرے علم میں میرا ہم خیال (مخلص عابد زاہد) کوئی نہیں رہا مگر ہاں اس نبی کا زمانہ قریب آلگا ہے جو مذہب ابراہیمی پر مبعوث ہوگا سرزمین عرب میں اس کا ظہور ہوگا اور دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں والی بستی اس کی جائے ہجرت ہوگی۔ وہ ہدیہ کھائے گا اور صدقہ نہ کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے بیچ مہر نبوّت ہوگی۔ پس اگر تجھ سے ہوسکے کہ ان بلاد میں چلا جائے تو کر لیجیو۔ اس کے بعد وہ مرگیا اور قبیلہ بنی کلب کے چند سوداگروں کا مجھ پر گذر ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے سرزمین عرب کی طرف لے چلو اور میں تم کو (اس کے معاوضہ میں) اپنی گائیں اور بکریاں دیتا ہوں۔ انہوں نے کہا بہتر ہے۔ پس میں نے وہ ان کو دیدیں اور وہ مجھے وادی القریٰ (مکہ) میں لے آئے (مگر) مجھ پر ظلم کیا کہ (اپنا غلام ظاہر کرکے) مجھے بیچ ڈالا بنی قریظہ کے ایک (یہودی) شخص نے مجھے خریدا اور وہ مجھے مدینہ لے آیا پس قسم اللہ کی کہ میں نے اس کو دیکھتے ہی (اپنے مرشد کے بتائے ہوئے) حلیہ کی وجہ سے فوراً پہچان لیا اور میں وہاں رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی (اور میرے کانوں میں بھی یہ چرچا پڑا کہ ایک مدعی نبوّت مکہ چھوڑ کر یہاں آئے ہیں) چنانچہ میرے پاس کچھ تھا وہ لے کر میں آپ کے پاس آیا اُس وقت آپ قُبا میں تھے اور میں نے کہا کہ یہ صدقہ ہے (اس کو قبول فرما لیجئے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم کھاؤ اور اپنا ہاتھ نہ بڑھایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ ایک (علامت پوری ہوئی)۔ اس کے بعد میں چلا آیا اور پھر کچھ جمع کیا اور (اس درمیان میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (قبا سے) مدینہ میں منتقل ہوگئے تھے۔ پس میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے کہ بہ نیت احترام آپ کی نذر کرتا ہوں۔ پس آپ نے اس کو نوش فرمالیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ دو ہوئیں پھر میں (تیسری مرتبہ) آپ کے پاس حاضر ہوا اور (اس وقت آپ بقیع میں اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو میں نے سلام کیا اور (اس کے بعد) آپ کی پشت کی طرف گھوم گیا کہ مہر دیکھ لوں جب آپ نے مجھے دیکھا تو سمجھ لیا (کہ مہر دیکھنا چاہتا ہے) لہذا چادر اپنی کمر سے اُتار دی اور میں نے مہر نبوت دیکھی تو اس پر (جوش محبت میں) گر گیا اور اس کو چومنے لگا اور رونے لگا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اس رُخ آؤ چنانچہ میں ادھر آیا اور اپنا قصہ آپ کو سُنایا تو آپ کو پسند آیا کہ اپنے صحابہ کو بھی سُنوائیں۔ اس کے بعد مجھے غلامی نے مشغول رکھا اور بدر واُحد کی شرکت مجھ سے فوت ہوگئی۔ پھر مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکاتبت کرلو (یعنی آقا سے یہ معاملہ طے ہوجائے کہ اتنا روپیہ کما کر دیدوں تو آزاد ہوجاؤں) چنانچہ میں نے مکاتبت کی تین سو درخت

تحول فتحولت فقصصت علیه حدیثی فاعجبه صلی اللہ علیہ وسلم ان یسمع ذلک اصحابه ثم شغلنی الرق حتی فاتنی بدر واحد ثم قال لی صلی اللہ علیہ وسلم کاتب فکاتبت علی ثلاث مائة نخلة احییها له وباربعین اوقیة فقال صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابه اعینوا اخاکم فاعانونی فجمعوا الی ثلاث مائة ففقرت لها فخرج صلی اللہ علیہ وسلم معی فجعلنا نقربها الیه الودی ویضعه بیده فماماتت منها ودیة ثم اتی صلی اللہ علیہ وسلم بمثل بیضة دجاجة من ذهب من بعض المعادن فقال ما فعل الفارسی المکاتب؟ فدعیت له قال خذ هذه فادبها ما علیک قلت واین تقع هذه یا رسول اللہ مما علی قال ان اللہ سیؤدی بها عنک فوزنت لهم منها اربعین اوقیة وعتقت فشهدت معه صلی اللہ علیہ وسلم الخندق ثم لم یفتنی معه مشهد ؛ لاحمد والکبیر والبزار مطولا (ابو موسیٰ) قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو رأیتنی البارحة وانا استمع لقراءتک لقد اعطیت مزمارا من مزامیر آل داود قلت واللہ یا رسول اللہ لو علمت لحبرته لک تحبیرا للمسلم والنسائی (قیس بن عباد) کنت جالسا فی مسجد المدینة فی ناس فیهم بعض

کھجور کے لگانے پر کہ ان کو جلاؤں (اور جو ان میں مرجائے یا نہ چلے اس کے بدلہ دوسرا لگاؤں) اور چالیس اوقیہ (سونا) نقد ادا کروں (کہ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہموزن ہوتا ہے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ چنانچہ انہوں نے میری مدد کی اور میرے لئے تین سو پودے جمع کر دیئے اور میں نے ان کے تھالے کھودے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ تشریف لائے۔ اور ہم نے یہ کام کیا کہ پودے آپ کے قریب لے آتے اور آپ ان کو اپنے ہاتھ سے (تھالوں میں) رکھ دیتے۔ پس (آپ کی برکت تھی کہ) ایک پودہ بھی ان میں سے نہ مرا (اور سب لگ گئے) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی معدن سے بیضۂ مرغ کی مانند سونا آیا تو آپ نے پوچھا فارسی مکاتب نے کیا کیا؟ چنانچہ مجھے بلایا گیا۔ آپ نے فرمایا یہ لو اور اس سے جو رقم تمہارے ذمہ ہے وہ ادا کر دو۔ میں نے کہا بھلا اس کی (اس کثیر رقم میں) جو میرے ذمہ ہے کیا حقیقت ہے۔ فرمایا کیا عجب ہے اللہ اسی سے ادا کرا دے۔ چنانچہ میں نے اس میں سے چالیس اوقیہ تول کر ان کو دیدیئے اور آزاد ہو کر آنحضرت کے ساتھ غزوۂ خندق میں شریک ہوا اور اس کے بعد کوئی غزوہ حضرت کی معیت میں مجھ سے نہیں چھوٹا۔ (م ک بز) ف حضرت سلمان فارسی فضلاء و زہاد صحابہ میں مشہور صحابی ہیں کہ غزوۂ خندق میں آپ ہی کے مشورہ پر مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی ورنہ اس سے پہلے عرب اس سے واقف نہ تھے۔ آپ کا وظیفہ حالانکہ پانچ ہزار درہم تھا مگر ملتے ہی اس کو خیرات کر دیتے اور خود کسب پر گذران کرتے کہ بوس کے چھپر چھایا کرتے تھے آپ کی عمر بہت زیادہ ہوئی کہ بعض نے ساڑھے تین سو برس لکھی ہے لیکن ڈھائی سو برس میں تو شک ہی نہیں۔ ۳۵ھ اخیر خلافت عثمانی میں وفات پائی۔ آپ کے صرف تین لڑکیاں تھیں ایک وطن اصبہان میں اور دو مصر میں۔ (ابو موسیٰ) مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش تم مجھے دیکھتے کہ رات میں تمہاری قراءت کان لگا کر سن رہا تھا۔ تم کو تو داؤد کی سی خوش آوازی عطا کی گئی ہے۔ میں نے کہا واللہ یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہوتا (کہ آپ شوق سے سن رہے ہیں) تو خوب بنا کر پڑھتا (اور آقا کو زیادہ محفوظ کرتا) (س ت)۔ ف مشہور ہے کہ حضرت داود علیہ السلام جب توریت پڑھتے تو سننے والے تاب نہ لا سکتے اور لئی کئی جنازے مجلس سے اٹھا کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی کہ نام آپ کا عبد اللہ بن قیس ہے نہایت خوش الحان تھے۔ چنانچہ ان کی تلاوت میں قلب محمدی کو کشش

الصحابة فجاء رجل فی وجھه اثر من خشوع فقال بعض القوم هذا رجل من اهل الجنة فصلی رکعتین تجوز فیهما ثم
خرج فاتبعته فدخل منزله ودخلت فتحدثنا فلما استأنس قلت انک لما دخلت قال رجل کذا وکذا قال سبحان الله
ما ینبغی لاحد ان یقول ما لا یعلم وسأحدثک لم ذاک رأیت رؤیا علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم رأیتنی فی روضة ذکر
سعتها وعشبها وخضرتها ووسط الروضة عمود من حدید اسفله فی الارض واعلاه فی السماء فی اعلاه عروة فقیل
لی ارقه فقلت لا استطیع فجاءنی وصیف فقال بثیابی من خلفی ووصف انه رفعه من خلفه بیده فرقیت حتی کنت
فی اعلی العمود فاخذت بالعروة فقیل لی استمسک فلقد استیقظت وانها لفی یدی فقصصتها علی النبی صلی الله
علیه وسلم فقال تلک الروضة الاسلام وذلک العمود عمود الاسلام وتلک العروة عروة الوثقی وانت علی الاسلام
حتی تموت والرجل عبد الله بن سلام ۔ وفی روایة: قال بینا انا نائم اذ اتانی رجل فقال لی قم فاخذ بیدی فانطلقت
معه فاذا انا بجواد علی شمالی فاخذت لاخذ فیها فقال لی لا تأخذ فیها فانها طرق اصحاب الشمال واذا جواد منهج علی
یمینی فقال لی خذ ههنا فاتی بی جبلا فقال لی اصعد فجعلت اذا اردت ان اصعد خررت لاستی حتی فعلت ذلک

ہوئی۔ (قیس بن عباد) میں چند آدمیوں کے ساتھ جن میں بعض صحابی بھی تھے مسجد مدینہ میں بیٹھا تھا کہ ایک صاحب
آئے جن کے چہرہ پر خشوع کا اثر نمایاں تھا۔ بعض حاضرین نے کہا کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے۔ پس
انہوں نے دو رکعت مختصر (تحیۃ المسجد) پڑھیں اور چلدیئے۔ میں ان کے پیچھے ہوا۔ پس وہ اپنے گھر میں گئے
اور میں بھی (اجازت لے کر) اندر گیا اور باہم باتیں کرنے لگے۔ جب ذرا وہ مانوس ہوگئے تو میں نے عرض
کیا کہ آپ (مسجد میں) داخل ہوئے تھے تو ایک شخص نے ایسا ایسا کہا تھا۔ فرمایا سبحان اللہ کسی کو
مناسب نہیں کہ ایسی بات کہے جس کا علم نہ ہو (اور کسی کے جنتی ہونے کا علم بھلا کیسے ہوسکتا ہے۔ رہا کان
سو) میں تمہیں سنائے دیتا ہوں کہ ایسا لوگوں میں مشہور کیوں ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا تھا گویا میں ایک باغ میں ہوں جس کی وسعت و شادابی و سرسبزی کا
ذکر کیا۔ اور باغ کے بیچوں بیچ ایک ستون ہے لوہے کا جس کے نیچے کی جانب زمین میں ہے اور اوپر
کی جانب آسمان میں۔ اور بالائے ستون ایک حلقہ ہے تو مجھے کسی نے کہا کہ اس پر چڑھو۔ میں نے کہا
کہ میں تو چڑھ نہیں سکتا۔ پس ایک خادم آیا اور اس نے میرے کپڑے پیچھے سے اٹھائے اور بیان
کیا کہ اس نے ہاتھ سے آپ کو اوپر اٹھایا۔ پس میں چڑھا حتی کہ بالائے حلقہ پہونچا اور حلقہ کو پکڑ لیا
پس مجھ سے کہا گیا کہ اس کو پکڑے رہو۔ چنانچہ میری آنکھ کھل گئی اور وہ حلقہ میرے ہاتھ ہی تھا۔
میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا وہ باغ اسلام ہے
اور وہ ستون، اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ، عروۃ الوثقیٰ (یعنی ہدایت ہے جو مضبوط کڑے سے
تعبیر کی گئی) ہے اور تم اسلام پر مرتے دم تک قائم رہو گے۔ یہ شخص عبد اللہ بن سلام تھے۔ اور
ایک روایت میں ہے۔ میں سو رہا تھا کہ ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا اٹھو پس میرا ہاتھ پکڑا اور میں
اس کے ساتھ ہولیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ میری بائیں طرف کئی سڑکیں ہیں۔ پس میں نے ان میں چلنے کا قصد
کیا تو مجھ سے اس نے کہا اس میں نہ چلو کہ یہ راستے اصحاب شمال کے ہیں (جن کے نامۂ اعمال ان کے بائیں
ہاتھ میں دیئے جائیں گے) اور دیکھتا کیا ہوں کہ میری داہنی طرف بھی کھلی سڑکیں ہیں تو اس نے مجھ سے کہا کہ

مراراً ثم انطلق بی حتی اتی بی عمودًا رأسه فی السماء واسفله فی الارض فی اعلاه حلقة فقال لی اصعد فوق هذا قلت کیف اصعد هذا ورأسه فی السماء فاخذ بیدی فزجل بی فاذا انا متعلق بالحلقة ثم ضرب العمود فخر وبقیت متعلقاً بالحلقة حتی اصبحت فاتیت النبی صلی اللہ علیه وسلم فقصصتها علیه فقال اما الطرق التی رأیت عن یسارك فهی طرق اصحاب الشمال واما الطرق التی عن یمینك فهی طرق اصحاب الیمین واما الجبل فهو منزل الشهداء ولن تناله واما العمود فهو عمود الاسلام واما العروة فهی عروة الاسلام ولن تزال متمسکا بها حتی تموت ۞ للشیخین (سعد) ان النبی صلی اللہ علیه وسلم اتی بقصعة فاکل منها ففضلت فضلة فقال یجیئ رجل من هذا الفج من اهل الجنة یأکل هذه الفضلة فجاء عبد اللہ بن سلام فاکلها ۞ لاحمد والموصلی والبزار بلین (یوسف بن عبد اللہ)

کا ادھر کا راستہ اختیار کرو. پھر وہ مجکو (چلاتے چلاتے) ایک پہاڑ پر لایا اور کہا چڑھو. پس یہ حالت ہوئی کہ جب میں چڑھنا چاہتا تو سُرین کے بل گر پڑتا تھا. حتیٰ کہ کئی مرتبہ ایسا ہی ہوا. اس کے بعد وہ مجھے لے چلا حتیٰ کہ مجھے ایک ستون کے پاس لایا جس کا سر آسمان میں تھا اور نیچے کا حصہ زمین میں کہ اس کے بالا ایک حلقہ تھا. اس نے مجھ سے کہا کہ اس کے اوپر چڑھ جاؤ. میں نے کہا کہ اوپر تک کیسے چڑھ سکتا ہوں. اس کا سر تو آسمان میں ہے پس اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے (گیند کی طرح) اوپر کو پھینکا تو دیکھتا کیا ہوں کہ میں حلقہ سے لٹکا ہوا ہوں. اس کے بعد اس نے ستون پر (ہاتھ) مارا تو وہ گر گیا اور میں حلقہ سے لٹکا رہا. حتیٰ کہ صبح ہو گئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ خواب آپ کو سُنایا. آپ نے فرمایا وہ راستے جو تم نے اپنی بائیں جانب دیکھے وہ اہل شمال (گمراہوں) کے راستے تھے. اور وہ راستے جو تم نے اپنی داہنی جانب دیکھے وہ اہلِ یمین (صلحاء) کے راستے تھے. اور وہ پہاڑ مقام شہداء تھا جس کو تم پا نہ سکو گے. اور وہ جو ستون تھا تو اسلام کا ستون تھا. اور وہ حلقہ حلقۂ اسلام ہے کہ تم تا دم مرگ اس کو تھامے رہو گے (اور ایمان پر مرنا نصیب ہوگا) ق **ف** نقل کرنے والوں کے لئے علم کا ذریعہ یہ کافی تھا کہ یہ تعبیر سچے پیغمبر نے دی تھی. مگر حضرت عبد اللہ بن سلام کا کسر نفس اور غلبۂ خوف تھا کہ خواب پر جنتی ہونے کے حتمی حکم لگانے کو پسند نہ فرماتے تھے کہ مبادا اطمینان دلا کر ریاضت و مجاہدہ سے کاہل نہ بنا دے (سعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا (جس میں کھانا تھا) پس آپ نے اس میں سے کھایا اور کچھ بچ رہا تو فرمایا اس راستے سے ایک جنتی شخص آئے گا. یہ بچا ہوا وہ کھائے گا. پس عبد اللہ بن سلام آئے اور اس کو کھایا. (م ص بز) **ف** اسی تصریح بشارت کے سبب بعض روایات میں آپ کو داخل عشرہ مبشرہ کہا گیا ہے کہ انہیں کی طرح قطعی مبشر بالجنہ ہیں. آپ یہود بنی قینقاع یعنی حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے. اور آپ کا نام حصین تھا. آنحضرتؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لاتے ہی تھے کہ چند سوالات سے اپنا اطمینان کر کے مشرف باسلام ہوئے اور آنحضرتؐ نے عبد اللہ نام رکھا. ۴۳ھ میں وفات پائی (یوسف صاحبزادہ عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں بٹھایا اور میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور یوسف میرا نام رکھا (م) اور کبیر میں آنا زائد ہے، اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی. (جریر بن عبد اللہ) میں جب سے اسلام لایا ہوں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں روکا. (بلکہ جب بھی میں نے حاضر ہونا چاہا مجھے فوراً بلا لیا.) اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ مجھے آپ نے دیکھا اور تبسم نہ فرمایا ہو. اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے آپ سے شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تو آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا الٰہی اس کو جماد

قال اجلسنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی حجرہ ومسح علی رأسی وسمانی یوسف ؛ لاحمد والکبیر
بن سلام) ما حجبنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ومارأنی
وزاد: ودعالی بالبرکۃ ؛ (جریر[9] بن عبد اللہ) ما حجبنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منذ اسلمت ومارأنی
الا تبسم فی وجہی ؛ وفی روایۃ ؛ ولقد شکوت الیہ انی لا اثبت علی الخیل فضرب بیدہ فی صدری فقال اللہم
ثبتہ واجعلہ ھادیا مہدیا ؛ للشیخین والترمذی (جابر[10]) قال لقد استغفر لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لیلۃ البعیر خمسا وعشرین مرۃ ؛ (وعنہ[11]) لقینی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وانا مہتم فقال مالی اراک منکسرا ؟
فقلت استشہد ابی یوم احد وترک عیالا ودینا فقال الا ابشرک بما لقی اللہ بہ اباک ؟ قلت بلی قال ما کلم اللہ
احد اقط الا من وراء حجاب وانہ احیی اباک فکلمہ کفاحا فقال یا عبدی تمن علی اعطک قال یارب تحیینی
فاقتل ثانیۃ قال سبحانہ قد سبق منی انہم لا یرجعون فنزلت ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ ؛
ہما للترمذی (وعنہ[12]) غزوت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم تسع عشرۃ غزوۃ ولم اشہد بدرا ولا احدا منعنی
ابی فلما قتل عبد اللہ یوم احد لم اتخلف عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ؛ لمسلم (انس[13]) دخل النبی صلے اللہ علیہ
وسلم علی ام سلیم فاتتہ بتمر وسمن فقال اعیدوا سمنکم فی سقائہ وتمرکم فی وعائہ ثم قام الی ناحیۃ

نصیب فرما اور راہبر و راہ یاب بنا۔ (ق ت) **ف** آپ وفات محمدی سے چالیس دن قبل اسلام لائے اور حسین بہت تھے کہ حضرت عمرانؓ کو یوسف اُمتِ محمدیہ فرمایا کرتے تھے۔ قبیلۂ خثعمہ کے مندر ذی الخلصہ کے ڈھانے کے لئے بھیجے گئے تو گھوڑے پر سوار نہ ہو سکنے کا شکوہ کیا اور دُعا محمدیؐ کے بعد بڑے شہ سوار ہوئے۔ ڈیڑھ سو سوار ساتھ لے کر گئے اور مندر کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ۵۱ھ میں وصال ہوا۔ (جابرؓ[10]) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے (بیع والی) شب میں میرے لئے پچیس[25] مرتبہ استغفار فرمایا۔ (ت) **ف** جابر بن عبد اللہ نے بحالتِ سفر راستہ میں اپنی سواری کا اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ شرط کر لی تھی۔ کہ مدینہ تک اسی پر سوار ہو کر جاؤں گا اسی شب کی طرف اشارہ ہے۔ (ایضاً[11]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) مجھ سے ملے اور میں غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ فرمایا کیا بات ہے کہ تم کو شکستہ دل دیکھ رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ والد صاحب جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور عیال و قرض چھوڑ گئے (جس کی ادا اور معاش کا فکر رہتا ہے) آپ نے فرمایا کیا مژدہ سُناؤں کہ حق تعالےٰ تمہارے باپ کے ساتھ کس طریق پر ملا۔ میں نے عرض کیا ضرور سُنایئے۔ فرمایا اللہ نے کسی سے کبھی کلام نہیں فرمایا مگر پس پردہ۔ ہاں تمہارے باپ کو زندہ کر کے رو در رو بات کی اور فرمایا کہ اے میرے بندہ کچھ خواہش ظاہر کر کہ عطا کروں۔ انہوں نے کہا اے میرے رب مجھے (دنیوی) زندگی عطا کر دیجئے۔ کہ دوبارہ شہید کیا جاؤں (کہ وہ مزہ اور اس کی وجہ سے آپ کے دیدار کا بے نظیر حظ پھر میسر آئے) اللہ سُبحانہ نے فرمایا یہ تو پہلے طے ہو چکا کہ مرجانے والے دوبارہ (دُنیا میں) واپس نہ جائیں گے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی ولا تحسبن الذین قتلوا۔ اور ان کو جو کہ راہِ خدا میں قتل کئے جاتیں (۔ ام مُردوں کی طرح) مرا ہوا نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں کہ رب کے پاس ان کو روزی عطا کی جاتی ہے۔ (ت)۔ (ایضاً[12]) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں انیس[19] جہاد کئے اور بدر و اُحد میں شرکت نہ کر سکا کہ والد صاحب نے مجھے روک دیا (کہ میں شرکت کروں گا اور تم اپنی ماں بہنوں کی نگرانی میں رہو) پس جب (میرے والد) عبد اللہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو (پھر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کو چھوڑ کر کسی غزوہ میں بھی) پیچھے نہیں رہا۔

البیت فصلی غیر المکتوبۃ فدعا لام سلیم واھل بیتھا فقالت ام سلیم یا رسول اللہ ان لی خویصۃ قال ما ھی؟ قالت خادمک انس فما ترک لی خیر آخرۃ ولا دنیا الا دعا بہ اللھم ارزقہ مالاً وولداً وبارک لہ فانی لمن اکثر الانصار مالا وحدثتنی ابنتی امینۃ انہ دفن لصلبی الی مقدم الحجاج البصرۃ بضع وعشرون ومائۃ ۔ للشیخین (ابو خلدۃ[14]) قلت لابی العالیۃ سمع انس من النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال خدمہ عشر سنین ودعا لہ وکان لہ بستان یحمل فی السنۃ الفاکھۃ مرتین وکان فیہ ریحان یجیئ منہ ریح المسک ۔ للترمذی (انس[15]) رفعہ کم من اشعث اغبر ذی طمرین لا یؤبہ لہ لو اقسم علی اللہ لابرہ منھم البراء بن مالک ۔ ھما للترمذی۔

(س) **ف** آپ کے متعدد واقعات یتیم بہنوں کی خدمت کے کہ ان کی خاطر کنواری لڑکی سے عقد تک نہیں کیا اور بار قرض کے کہ یہود نے تنگ کیا اور حضرت کی برکتِ دُعا سے پہلے فصل کھجور میں سب قرض ادا ہو گیا۔ مختلف جگہ آچکے اور اسی لئے آنحضرت کو ان کے ساتھ ہمدردی زیادہ تھی کہ شکستہ دل اور مغموم رہتے تھے۔ ۷۱ھ میں بعمر اکیانوے ۹۱ سال وفات پائی کہ مدینہ میں قرن صحابہ آپ پر ختم ہو لیا۔ (انس[13]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے گھر تشریف لائے تو وہ کھجور اور گھی لے کر آئیں (کہ حضرت نوش فرمالیں) آپ نے فرمایا اپنا گھی اس کی کپی میں ڈال دو۔ اور کھجور اس کی تھیلی میں (کہ اس وقت کھانے کی خواہش نہیں ہے) اس کے بعد آپ نے گھر کے ایک کنارہ کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور اُم سلیم اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی۔ پس اُم سلیم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ایک مخصوص ضرورت بھی ہے۔ فرمایا وہ کیا؟ عرض کیا آپ کا خادم انس (میرا لاڈلا بیٹا ہے اور خصوصی دُعا کا مستحق ہے) پس آپ نے دُنیا اور آخرت کی کوئی خوبی نہ چھوڑی جس کی میرے لئے دُعا نہ فرمائی ہو کہ بار الٰہا اس کو مال واولاد نصیب فرما اور برکت بخش۔ چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور (اتنا کثیر الاولاد ہوں کہ) میری بیٹی امینہ نے مجھے بتایا کہ حجاج کے بصرہ میں آنے کے وقت میری صلبی اولاد میں (بیٹے پوتے بیٹیاں اور نواسے) ایک سو بیس سے زیادہ دفن ہو چکے۔ (ابوخلدہ[14]) میں نے ابو العالیہ سے پوچھا کیا انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سُنی ہے؟ فرمایا انہوں نے پورے دس برس آنحضرت کی خدمت کی اور آنحضرت نے ان کو (برکت مال واولاد کی) دُعا دی ہے۔ اور ان کا ایک باغ تھا جو سال بھر میں دو بار پھل لاتا تھا اور اس میں پھولدار درخت تھے جن سے مُشک کی خوشبو آیا کرتی تھی (ت)۔ **ف** حضرت انس خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشہور صحابی ہیں۔ بصرہ میں صحابہ کا قرن ان پر ختم ہو گیا۔ کہ سب کے بعد آپ نے وصال فرمایا۔ بعمر ایک سو تین برس ۹۳ھ میں البصرہ سے دو فرسخ قصبہ طف میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (انس[15]) فع: بہتیرے پراگندہ بال غبار آلود پُرانی گدڑی والے جن کی پروا بھی نہیں کی جاتی (اللہ کے نزدیک ایسے وقیع ہیں کہ اللہ پر اعتماد کر کے) قسم کھا بیٹھیں (کہ اللہ ضرور ایسا کرے گا) تو اللہ ان کو سچا کر دیتا ہے۔ ان کی قسم ہیں ان میں ایک شخص براء بن مالک بھی ہیں۔ (ت)؛ **ف** آپ حضرت انس کے حقیقی بھائی ہیں۔ بڑے بہادر اور دلیر تھے کہ جنگ تستر میں سو مشرکوں کو تنہا قتل کیا۔ اور دوسروں کی شرکت میں جن کو قتل کیا وہ علیحدہ۔ جنگ یمامہ میں جب مسیلمہ مارا گیا۔ تو دیکھا کہ آپ کے بدن پر اسی سے زیادہ زخم آئے تھے۔ جنگ تستر میں جب مسلمان فتح سے نا امید ہوئے تو ان سے درخواست کی کہ قسم کھائے اور کرامت دکھائے تو آپ نے فرمایا الٰہی قسم کھاتا ہوں کہ کافروں کی مشکیں کسوا کر ہمارے حوالہ کریگا۔ اور مجھے دنیا سے اٹھا کر اپنے نبی کے ساتھ جا ملائے گا۔ چنانچہ مرزبان جرنیل افواج فارس آپ کے ہاتھ مارا گیا اور اس کی فوج کو شکست ہوئی گو ساتھ ہی ہر مزان

مناقب ثابت بن قیس وابی هریرة وحاطب بن ابی بلتعة وجلیبیب رض

(انس[1]) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم افتقد ثابت بن قیس فقال رجل یارسول اللہ انا اعلم لک علمہ فاتاہ فوجدہ جالسًا فی بیتہ منکسا رأسہ فقال لہ ما شانک؟ قال شر کان یرفع صوتہ فوق صوت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقد حبط عملہ وھو من اھل النار فاتی الرجل النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاخبرہ انہ قال کذا وکذا فرجع الیہ المرۃ الاخرۃ ببشارۃ عظیمۃ فقال اذھب الیہ فقل لہ انک لست من اھل النار ولکنک من اھل الجنۃ ؛ للشیخین (ابوھریرۃ[2]) قلت یارسول اللہ اسمع منک اشیاء فلا احفظھا قال ابسط رداءک فبسطتہ فحدث حدیثا کثیرا فما نسیت شیئا حدثنی بہ ؛ للترمذی ومر فی العلم (وعنہ[3]) قال لی النبی صلے اللہ علیہ ممن انت؟ قلت من دوس قال ما کنت اری ان فی دوس احدا فیہ خیر ؛ (عبد اللہ بن رافع[4]) قلت لابی ھریرۃ لم کنیت ابا ھریرۃ؟ قال اما تفرق منی؟ قلت بلی واللہ انی لاھابک قال کنت ارعی غنم اھلی وکانت لی ھریرۃ صغیرۃ فکنت اضعھا باللیل فی شجرۃ فاذا کان النھار

کے ہاتھ سے آپ شہید ہوئے اور ۲۱ھ میں جنت الفردوس کو قیام گاہ بنایا۔

حضرت ثابت بن قیس ابوہریرہ حاطب بن ابی بلتعہ اور جلیبیب کے مناقب

(انس[1]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو (ایک دن) غیر حاضر پایا (تو فکر ہوا کہ بیمار تو نہیں ہو گئے) ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ کو ان کی اطلاع لا کر دوں گا۔ چنانچہ ان کے پاس آئے تو ان کو گھر میں سر جھکائے (پریشان) بیٹھا ہوا پایا، پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص (یعنی میں) اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچا کیا کرتا تھا لہٰذا اس کے عمل حبط ہو گئے اور وہ دوزخی بن گیا۔ پس اس شخص نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ ثابت نے ایسا ایسا کہا۔ پس وہ دوسری مرتبہ ایک بڑی بشارت لے کر ان کے پاس آئے کہ آنحضرت نے فرمایا ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم دوزخی نہیں بلکہ تم تو جنتی ہو (ق) **ف** آیت یاایھا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم الخ کا نزول ہو کر مسلمانوں کو بارگاہ رسالت میں گفتگو کرنے کا ادب تعلیم ہوا تھا کہ اتنی بلند آواز سے نہ بولا کرو کہ محبوب خدا کی آواز سے اونچی ہو جائے ورنہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے اور تم جہنمی بن جاؤ گے۔ حضرت ثابت کی آواز فطری طور پر اونچی تھی اس لئے محزون و پریشان گھر میں آبیٹھے کہ حاضر ہوا تو بولنا پڑے گا اور بولا تو آواز اونچی ہے۔ اور کیا دھرا اکارت ہو کر جہنمی بنوں گا۔ یہ ان کا کمال ایمان اور غلبۂ حسن ادب تھا۔ کہ جبلی بلند آواز کا ہونا بھی سوء ادب سمجھا حالانکہ مراد یہ تھی کہ بالقصد اونچی آواز سے نہ بولو کہ احترام پیغمبر کے خلاف ہے اور اسی اخلاص و محبت کا ثمرہ تھا کہ غیر حاضری کا اثر قلب محمدی پر پڑا اور غیر حاضری کا سبب معلوم کرنے کی طرف آپ کو توجہ ہوئی آخر مژدہ حسن خاتمہ سے بہرہ یاب ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے کہ اپنا کفن خود سی کر پہنا اور میدان جنگ میں نکل کر واپس نہ آئے۔ (ابوہریرہ[2]) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (چونکہ مجرد ہوں اور اکثر خدمت والا میں پڑا رہتا ہوں اس لئے) بہتیری باتیں آپ سے سنتا ہوں مگر (حافظہ کے ضعف کی وجہ سے) ان کو یاد نہیں رکھ سکتا۔ آپ نے فرمایا اچھا اپنی چادر بچھاؤ۔ چنانچہ میں نے چادر بچھا دی۔ پس (اس کے بعد) آپ نے بہت کچھ باتیں کیں اور میں ان میں سے کچھ بھی نہ بھولا۔ (ت) **ف** یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے احادیث بکثرت منقول ہیں کہ بدعاء پیغمبر حافظہ بہت بڑھ گیا تھا۔ آپ کے نام میں بہت اختلاف ہے کہ کیا تھا مگر کنیت ہی سے مشہور ہیں کہ نام بتانے کی ضرورت بھی نہیں۔ بعمر اٹھہتر سال ۵۷ھ میں وفات ہوئی اور امیر مدینہ

وسرحت الغنم ذهبت بها معی فلعبت بها فکنونی اباهریرة ۔ت (جابرؓ) ان عبدًا لحاطب جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم یشکو حاطبًا فقال یا رسول الله لیدخلن حاطب النار فقال صلی الله علیه وسلم کذبت لا یدخلها لاید خلها فانه شهد بدرًا والحدیبیة ۔ هی للترمذی (ابوهریرةؓ) ان النبی صلی الله علیه وسلم کان فی مغزی له فافاء الله علیه فقال لاصحابه هل تفقدون من احد؟ قالوا نعم فلانا وفلانا وفلانا ثم قال هل تفقدون من احد؟ قالوا نعم فلانا وفلانا وفلانا ثم قال هل تفقدون من احد؟ قالوا لا قال لکنی افقد جلیبیبا فطلبوه فطلب فی القتلی فوجدوه الی جنب سبعة قد قتلهم ثم قتلوه فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فوقف علیه ثم قال قتل سبعة ثم قتلوه هذا منی وانا منه هذا منی وانا منه فوضعه علی ساعدیه لیس له سریر الا ساعدیه صلی الله علیه وسلم فحفر له فوضع فی قبره ولم یذکر غسلا ۔ لمسلم۔

ولید بن عقبہ نے نماز جنازہ پڑھائی (ایضًا) مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پُوچھا کہ تم کس خاندان کے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ قبیلۂ دَوس کا۔ فرمایا میں نہیں سمجھتا تھا کہ دَوس میں بھی کوئی ہے جس میں خیر موجود ہے (سو الحمد للہ کہ تم خیر مجسم نظر آئے۔) ت (عبداللہ بن رافعؓ) میں نے ابوہریرہ سے کہا کہ آپ کی کنیت ابوہریرہ کیوں ہوئی؟ (کہ ہریرہ عربی میں چھوٹی سی بلی کو کہتے ہیں اور آپ کو بلی یا اس کے بچہ سے کیا مناسبت) فرمایا کیا تم مجھ سے ڈرتے نہیں (اور اس نام نے کیا مجھے بے رعب بنا دیا) میں نے کہا واللہ میں تو آپ سے ڈرتا ہوں۔ فرمایا (وجہ تسمیہ یہ ہے کہ) میں اپنے گھر کی بکریاں چرایا (اور جنگل جایا) کرتا تھا اور میری ایک چھوٹی سی بلی تھی جس کو رات کے وقت ایک (گنجان) درخت میں رکھ آیا کرتا اور جب (صبح کو) بکریاں چرانے جاتا تو اس کو (درخت سے نکال کر) اپنے ساتھ لے جاتا اور (دن بھر) اس کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اس لئے لوگوں نے میری کنیت ابوہریرہ (یعنی بلی کا باپ) رکھدی۔ (جابرؓ) حاطب کا غلام (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حاطب کی شکایت کر کے کہنے لگا کہ یا رسول اللہ حاطب دوزخ میں جائے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم غلط کہتے ہو وہ دوزخ میں نہ جائے گا نہ جائے گا کیونکہ جنگ بدر و حدیبیہ میں شرکت کر چکا ہے (اور اس کی برکت اس کے ایمان کی محافظ بن کر اس کو جنتی قرار دے چکی ہے۔) (ت)۔ (ابوہریرہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جہاد میں تھے کہ حق تعالے نے (فتح بخشی) اور مال غنیمت نصیب فرمایا تو آپ نے (فراغ جنگ کے بعد) صحابہ سے پُوچھا کیا کسی کو گم پاتے ہو (جس کی تلاش کی جائے کہ شہید ہو گیا یا کہیں چلا گیا۔ عرض کیا جی ہاں فلاں فلاں کو موجود نہیں پاتے۔ پھر آپ نے پُوچھا اور کسی کو گم پاتے ہو؟ عرض کیا ہاں فلاں فلاں کو موجود نہیں پاتے۔ پھر آپ نے (تیسری مرتبہ یہی) پُوچھا کیا اور کسی کو گم پاتے ہو تو عرض کیا اور کسی کو نہیں۔ آپ نے فرمایا مگر میں جلیبیب کو گم پاتا ہوں۔ (جس کا تم نے خیال ہی نہ کیا) چنانچہ ان کو تلاش کیا تو مقتولین میں ملے کہ سات (مُردوں کے) پہلو میں پڑے ہوئے تھے جن کو انھوں نے قتل کیا تھا اور پھر دشمنوں نے ان کو قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ان کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا سات (کافروں) کو قتل کیا اور پھر انھوں نے ان کو شہید کر دیا یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ پس آپ نے ان کی نعش کو اپنے ہاتھوں پر رکھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کے سوا ان کا کوئی سریر نہ تھا۔ پھر قبر کھودی گئی اور آپ نے ان کو قبر میں رکھا اور (راوی نے) نہلانے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ (جس سے معلوم ہوا کہ شہید کو نہلانے کی کوئی حاجت نہیں۔ (س)۔ ف زہے قسمت

مناقب حارثة بن سراقة وقيس بن سعد بن عبادة وخالد بن الوليد وعمرو بن العاص وابی سفیان بن حرب وابنه معاوية

(۱) انسؓ، ان ام حارثة بن سراقة اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا نبی اللہ الا تحدثنی عن حارثة؟ وکان قتل یوم بدر اصابه سهم غرب فان کان فی الجنة صبرت وان کان غیر ذلک اجتهدت علیه فی البکاء قال یا ام حارثة انها جنان فی الجنة وان ابنک اصاب الفردوس الاعلی ۞ للشیخین (۲) (وعنه) کان قیس بن سعد بن عبادةؓ بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلة صاحب الشرط من الامیر ۞ للبخاری والترمذی (۳) ابو مالکؓ، کان صاحب لواء النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد مصعب قیس بن سعد ۞ لرزین (۴) ابو هریرةؓ، نزلنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم منزلا فجعل الناس یمرون فیقول صلی اللہ علیہ وسلم من هذا یا ابا هریرة؟ فاقول فلان فیقول نعم عبد اللہ هذا ویقول من هذا؟ فاقول فلان فیقول بئس

کہ محبوب خدا کے ہاتھ جنازہ کی چارپائی قرار پائے کہ مناسب کو ہے مگر ایسی پاک چارپائی کس کو نصیب ہو۔

حارثہ بن سراقہ قیس بن سعد بن عبادہ خالد بن ولید عمرو بن العاص ابوسفیان بن حرب اور انکے بیٹے معاویہؓ کے مناقب

(۱) انسؓ، حارثہ بن سراقہ کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ یا نبی اللہ مجھے حارثہ کے انجام سے مطلع کیجئے۔ وہ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور ان کو اچانک تیر لگا تھا، پس اگر وہ جنت میں ہو تو میں صبر کروں اور اگر کوئی دوسری حالت ہو تو خوب روؤں۔ آپ نے فرمایا اے حارثہ کی ماں جنت کے اندر تو بہتیری جنتیں ہیں۔ اور تمہارے بیٹے کو تو فردوس اعلیٰ نصیب ہوئی (جو بہترین جنت ہے) ق ف حضرت حارثہ بچہ تھے اور محض نظارہ کے لئے بدر میں ساتھ آ گئے تھے۔ حوض پر کھڑے پانی پی رہے تھے کہ حبان بن عرقہ کا تیر گلے میں آ کر لگا اور شہید ہو گئے۔ ان کی والدہ کا نام رُبیّع ہے اور وہ انس بن مالک کی پھوپھی تھیں جب ان کو معلوم ہو گیا کہ لختِ جگر یقیناً جنت میں گیا تو فراق پر گریہ و بکا کی جگہ ہنستی اور یہ کہتی ہوئی واپس ہو گئیں۔ کہ واہ واہ اے حارثہ۔ (۲) (ایضاً) قیس بن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے تھے جیسے حاکم اعلیٰ کے سامنے کوتوال (کہ احکام کی تنفیذ اور گرفت و سزا میں واسطہ بنتے تھے) خ ت۔ (۳) ابو مالکؓ، مصعب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمبردار قیس بن سعد تھے۔ (کہ آنحضرتؐ کا سپہ سالاری کا جھنڈا لے کر آگے آگے چلتے تھے۔) ین ف آپ کی کنیت ابو الفضل ہے۔ جنگ باز مدبر اعلیٰ درجہ کے بہادر اور سخی و عالی حوصلہ انصاری تھے۔ باوجودیکہ داڑھی میں بال قدرتی طور پر نکلے ہی نہیں تھے مگر اس پر بھی بہت خوش رو تھے۔ ۵۹ھ میں وفات ہوئی۔ (۴) ابو ہریرہؓ، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک پڑاؤ پر اُترے تو لوگ سامنے کو گزرنے لگے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے کہ یہ کون ہے ابو ہریرہ؟ اور میں کہتا کہ فلاں شخص ہے۔ تو آپ فرماتے اچھا بندۂ خدا ہے یہ۔ اور پوچھتے کہ یہ کون ہے پس میں کہتا کہ فلاں شخص ہے تو بُرا بندۂ خدا ہے یہ۔ حتی کہ خالد بن ولید گذرے تو آپ نے فرمایا اچھا بندۂ خدا ہے خالد بن ولید کہ تلوار ہے اللہ کی تلواروں میں سے دت؛ ف آپ اُم المومنین میمونہ بنت الحارث کے بھانجے اور اولادِ عباس بن عبد المطلب کے خالہ زاد بھائی تھے۔ شجاعت میں شہرۂ آفاق ہیں کہ بزمانۂ کفر و اسلام ہر دو حال میں سپہ سالار فوج رہے۔ غزوۂ موتہ میں حضرت زید و جعفر و ابن رواحہ سپہ سالاران فوج کی یکے بعد دیگرے شہادت کے بعد جھنڈا آپ نے سنبھالا۔ اور سات تلواریں آپ کے ہاتھ میں ٹوٹیں۔ آخر فتحیاب ہوئے اور بارگاہِ رسالت سے سیف اللہ کا خطاب پایا۔ فتوح الشام میں آپ کے کارنامے آبِ زر سے لکھے ہوئے جگمگا رہے ہیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کا ایک

عبد اللہ هذا حتی مر خالد بن الولید فقال من هذا؟ فقلت خالد بن الولید قال نعم عبد اللہ خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ ؛ للترمذی (عقبۃ بن عامر) رفعہ: اسلم الناس وآمن عمرو بن العاص ؛ (طلحۃ بن عبید اللہ) رفعہ، عمرو بن العاص من صالحی قریش ؛ هما للترمذی بمقال فیهما زاد احمد والموصلی فی هذا: ونعم اهل البیت ابو عبد اللہ وام عبد اللہ وعبد اللہ ؛ (عبد اللہ بن شماسۃ المهری) حضرنا عمرو بن العاص وهو فی سیاق الموت فبکی طویلا وحول وجهه الی الجدار فجعل ابنه یقول ما یبکیك یا ابتاه؟ اما بشرك النبی صلی اللہ علیه وسلم بکذا وکذا؟ فاقبل بوجهه فقال ان افضل ما نعد شهادة ان لا الٰه الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وانی کنت علی اطباق ثلاث لقد رأیتنی وما احد اشد بغضا للنبی صلی اللہ علیه وسلم منی ولا احب الی من ان اکون قد استمکنت منه فقتلته فلو مت علی تلك الحال لکنت من اهل النار فلما جعل اللہ الاسلام فی قلبی اتیت النبی صلی اللہ علیه وسلم فقلت ابسط یمینك فلا بایعك فبسط یمینه فقبضت یدی فقال مالك یا عمرو؟ قلت اردت ان اشترط

بال ان کے پاس تھا جس کو ٹوپی میں سلوا رکھا اور وہ جنگ میں ان کے سر پر رہتی تھی۔ کہ اس کی برکت سے تنہا صدہا دشمنوں کے گھمسان میں گھس جاتے اور مظفر و منصور واپس آتے کہ بال بیکانہ ہوتا تھا۔ شہر حمص میں بخلافت فاروقی ۲۱ھ میں وفات پائی اور ہتھیار و سواری سارا سامانِ جنگ وقف فی سبیل اللہ کر کے فرمایا کہ تقریباً سو لڑائیوں میں شریک ہوا اور بدن میں بالشت برابر ٹکڑا نہیں جس پر تلوار یا تیر یا بھالے کا زخم نہ آیا ہو مگر افسوس کہ بستر پر مر رہا ہوں اور شہادت سے محروم جا رہا ہوں۔ (عقبہؓ بن عامر رفع: اسلام لائے لوگ اور ایمان لایا عمرو بن العاص۔ (ت)، ف اکثر قریش فتح مکہ پر خائفانہ اسلام لائے اگرچہ بعد میں اخلاص نصیب ہوا مگر عمرو بن عاص اس سے قبل بطیب خاطر اسلام لا چکے تھے لہٰذا ان کا اسلام ایمان سے تعبیر کیا گیا اور دوسروں کا اسلام سے۔ (طلحہؓ بن عبید اللہ) عمرو بن عاص دینداران قریش میں ہے۔ (ت) اور احمد و موصلی میں اتنا زائد ہے۔ اور اچھا خاندان ابو عبد اللہ ام عبد اللہ اور عبد اللہ ابن مسعود ہیں کہ ماں باپ اور بیٹے تینوں مومن مخلص ہیں۔ (عبد اللہؓ بن شماسہ مہری) ہم عمرو بن عاص کے پاس آئے جب کہ وہ قریب المرگ تھے تو دیر تک وہ روتے رہے اور اپنا منہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ پس ان کے صاحبزادہ کہنے لگے کہ والد صاحب آپ روتے کیوں ہیں۔ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی اور ایسی بشارت نہیں دی تو ادھر منہ کر کے فرمایا کہ سب سے افضل جس کو ہم (وسیلۂ مغفرت) سمجھتے ہیں یہ شہادت ہے کہ کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے اور محمدؐ رسولِ خدا ہیں۔ میں نے تین درجے طے کئے ہیں۔ (ایک وقت شروع کا تھا کہ) میں نے اپنے آپ کو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک کوئی نہ تھا۔ اور مجھے اس سے زیادہ پیاری کوئی بات نہ تھی کہ آپ پر قابو پا کر آپ کو قتل کر ڈالوں۔ پس اگر اس حالت پر مجھے موت آجاتی تو یقیناً میں اہلِ جہنم میں سے ہوتا۔ پس جب اللہ نے میرے دل میں اسلام (کا شوق) ڈالا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ہاتھ پھیلایئے تاکہ بیعت کر دوں۔ پس آپ نے ہاتھ پھیلایا میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے اے عمرو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ شرط کرنا چاہتا ہوں فرمایا شرط کیا کرنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ میرے (پہلے گناہ) بخش دے۔ فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام ہر خطا کو جو پہلے ہو چکی ہے ساقط کر دیتا ہے اور ہجرت ہر گناہ کو جو اس سے قبل ہو چکا ہے محو کر دیتی ہے۔ اور حج گذشتہ

قال تشترط ماذا؟ قلت ان يُغفرلی قال اما علمت ان الاسلام يهدم ما كان قبله وان الهجرة تهدم ما كان قبلها وان الحج يهدم ما كان قبله وما كان احد احب الی منه صلی الله عليه وسلم ولا اجل فی عينی منه وما كنت اطيق ان املأ عينی منه اجلالاً له ولو قيل لی صفه لما استطعت ان اصفه لانی لم اكن املأ عينی منه ولومت علی تلك الحالة لرجوت ان اكون من اهل الجنة ثم ولينا اشياء لا ادری ما حالی فيها فاذا انا مت فلا تصحبنی نائحة ولا نار فاذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شناً ثم اقيموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ويقسم لحمها حتی استانس بكم وانظر ماذا اراجع به رسل ربی ؛ (ابن عباسؓ) كان المسلمون لا ينظرون الی ابی سفيان ولا يقاعدونه فقال للنبی صلی الله عليه وسلم ثلاث اعطينهن قال نعم قال عندی احسن العرب واجمله ام حبيبة ازوجكها قال نعم قال ومعاوية تجعله كاتبا بين يديك قال نعم قال وتؤمرنی حتی اقاتل الكفار كما كنت اقاتل المسلمين قال نعم قال ابوزميل ولولا انه طلب

غلطیوں کو مٹا دیتا ہے۔ (پس میں نے بیعت کی اور یہ دوسرا زمانہ تھا جو مجھ پر گذرا کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیارا مجھے کوئی نہ تھا اور نہ میری آنکھ میں آپ سے زیادہ کوئی باعظمت تھا کہ آپ کی عظمت کے سبب میں نگاہ بھر کر آپ کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اور اگر مجھ سے کہا جائے کہ آپ کا حلیہ بیان کرو تو میں بیان نہیں کر سکتا اس لئے کہ نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا ہی نہیں۔ پس اگر اس حالت پر مجھے موت آجاتی تو اُمید قوی تھی کہ میں اہلِ جنت میں سے ہوتا۔ اس کے بعد (تیسرا زمانہ آیا کہ حضرتؐ دُنیا سے رخصت ہو گئے اور) ہم بہتیری چیزوں کے متولی قرار پائے (کہ سلطنت وحکومت وامارت ملی اور بڑی ذمہ داریاں سر پڑیں کہ) کچھ خبر نہیں ان کے متعلق میرا کیا حال ہوگا۔ لہذا جب میں مرجاؤں تو میرے جنازہ کے ساتھ نہ نوحہ کرنے والیاں جائیں نہ آگ جائے۔ (کہ یہ جاہلیت کا رواج تھا جو مرنے والے کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے برتا جاتا تھا) اور جب مجھے دفنا چکو تو میرے اوپر خوب مٹی ڈال دینا اور اس کے بعد میری قبر کے چار طرف اتنی دیر ضرور ٹھیرنا جتنے وقت میں اونٹ ذبح اور اس کا گوشت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ میں تمہارے ساتھ مالوس ہو کر (سکونِ قلب حاصل کرسکوں) اور سوچ لوں کہ اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دینا ہے (س) **ف** حضرت عمرو بن عاص بزمانۂ کفر آنحضرتؐ کے شدید ترین دشمنوں میں تھے کہ مہاجرینِ حبشہ کو مُفسد و لامذہب بتاکر شاہِ حبش کو برافروختہ کرکے وہاں سے نکلوانے اور مکہ واپس لانے کی خدمت پر یہی مامور ہوئے تھے۔ مگر نجاشی نے ان کی درخواست نامنظور کی بلکہ یہ کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ تم اپنا ہجد بھی بتاتے ہو اور پھر ان کی رسالت سے ناواقف ہو۔ واللہ وہ تو سچے پیغمبر ہیں۔ اسی وقت سے ان کے قلب میں اسلام کی محبت پڑ گئی مگر توقف کرتے رہے حتیٰ کہ فتحِ مکہ سے چھ مہینے قبل بماہِ صفر ۸ھ میں حضرت خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ کی معیت میں حاضرِ آستانۂ محمدیہ ہو کر بیعت کی جس کا قصہ خود بیان کیا ہے۔ خلافتِ صدیقی میں امیر لشکر بن کر بسوئے شام روانہ ہوئے تھے۔ اور خلافتِ فاروقی میں فلسطین کے گورنر رہے اور پھر مصر کی طرف بھیجے گئے۔ تو فاتحِ مصر بنے اور تاوفاتِ فاروقی گورنر مصر رہے۔ خلافتِ عثمانی میں چار سال تک اپنے منصب پر مامور رہ کر معزول ہوئے اور عبداللہ بن سعد کو کام حوالہ کرکے فلسطین میں رہائش اختیار کی کہ کبھی کبھی مدینہ آتے اور حضرت عثمانؓ سے کشیدہ خاطر رہتے تھے۔ شہادتِ عثمانؓ کے بعد امیر معاویہ کی طرف چلے آئے اور جنگِ صفین میں اِدھر کے پنچ قرار پائے جس کا واقعہ مشہور ہے۔ پھر حضرت معاویہ کی طرف سے مصر روانہ ہوئے۔

ذلک من النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما اعطاہ ایاہ لانہ لم یکن یسئل شیئا الا قال نعم ؛ ھما لمسلم (عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لمعاویۃ اللّٰھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ ؛ (ابو ادریس الخولانی) لما عزل عمر بن الخطاب عمیر بن سعد عن حمص ولّی معاویۃ فقال الناس عزل عمیرا وولی معاویۃ فقال عمر لا تذکروا معاویۃ الا بخیر فانی سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول اللّٰھم اھد بہ ؛ ھما للترمذی

(ابن عباس) کنت العب مع الصبیان فجاء النبی صلے اللہ علیہ وسلم فتواریت خلف باب فجاء فحطأنی حطأۃ وقال اذھب فادع لی معاویۃ فجئت فقلت ھو یأکل ثم قال اذھب فادع لی معاویۃ فجئت فقلت ھو یأکل ثم قال اذھب فادع لی معاویۃ فجئت فقلت ھو یأکل فقال لا اشبع اللہ بطنہ قال ابن المثنی فقلت لامیۃ ما معنی حطأنی ؟ قال قفد نی قفدۃ ؛ لمسلم.

اور محمد بن ابی بکر کو کہ حضرت علی کی طرف سے گورنر مصر تھے ہٹا کر اپنا تسلط بٹھایا۔ آخر ۴۳ھ میں وفات پائی۔

(ابن عباس) مسلمان نہ ابی سفیان کی طرف (بنگاہ محبت) دیکھتے تھے اور نہ ان کے پاس اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ تین (خواہشیں میری) پوری کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ عرض کیا میرے پاس (میری بیٹی) ام حبیبہ ہے جو عرب میں حسن وجمال کے اندر بہترین عورت ہے میں اس کو آپ کی زوجیت میں دینا چاہتا ہوں۔ فرمایا منظور ہے۔ کہا اور (میرے بیٹے) معاویہ کو اپنا میر منشی بنالیں۔ فرمایا منظور ہے۔ کہا اور مجھے سپہ سالار بنا دیں تاکہ کافروں سے جنگ کروں جیسا کہ مسلمانوں سے جنگ کرتا رہا۔ فرمایا منظور ہے۔ ابو زمیل کہتے ہیں کہ اگر یہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی درخواست نہ کرتے تو حضرت ان کو (سپہ سالاری) کبھی نہ دیتے کیونکہ آپ سے جو کچھ بھی مانگا جاتا تھا آپ فرمایا کرتے تھے بہت اچھا۔ (م)

ف مطلب یہ ہے کہ ابو سفیان جن کا نام صخر بن حرب ہے بزمانہ کفر مسلمانوں کو بہت کچھ ایذائیں پہونچا چکے تھے۔ خصوصاً غزوۂ احد میں کہ کفار مکہ کو ابھار کر مسلمانوں کے مقابلہ پر یہی لائے تھے۔ اس لئے اسلام لے آنے کے بعد بھی صحابہ ان سے مانوس نہ تھے۔ اور الگ الگ رہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ تین درخواستیں کیں۔ کہ مسلمانوں میں بااثر بننے کا موقع ملے۔ مگر چونکہ صحابہ سمجھتے تھے کہ کسی کے سوال پر حضرت کی منظوری دوسری بات ہے اور از خود عطا فرمانا دوسری بات۔ اس لئے سب کچھ ہوا مگر عامہ قلوب میں ان کے ساتھ انبساط پیدا نہ ہوا۔ تاہم حضرتؐ کی منظوری ان کی فضیلت کا ضرور اظہار کر رہی ہے البتہ بیٹی ام حبیبہ کی درخواست کے متعلق اس روایت میں کچھ غلطی ہے کہ صحیح روایت میں آچکا ہے وہ قدیم الاسلام ہیں۔ اور اپنے شوہر عبید اللہ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی تھی۔ وہاں عبید اللہ تو نصرانی ہو کر مرگیا اور یہ اپنے اسلام پر قائم اور حبشہ میں مقیم رہیں۔ آخر نجاشی نے آنحضرتؐ کے حکم سے آپ کا وکیل بن کر بولایت خالد بن سعید ان کو آنحضرتؐ کی زوجیت میں دیا اور یہ اُم المومنین بن کر مدینہ میں آئیں۔ لہٰذا اس وقت ابو سفیان کا ان کو آپ کی زوجیت میں دینا صحیح نہیں ہے۔ (عبد الرحمٰن بن ابی عمیرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ کے لئے فرمایا کہ الٰہی اس کو راہبر و راہ یاب بنا اور اس کے ذریعہ سے (دوسروں کو) ہدایت بخش۔ (ابو ادریس خولانی) جب حضرت عمرؓ نے عمیر بن سعد کو حمص (کی گورنری) سے معزول کر کے معاویہ کو مامور کیا تو لوگوں نے کہا (دیکھئے) عمیر کو تو برخاست کر دیا اور معاویہ کو گورنر بنا دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا معاویہ کا تذکرہ خیر کے سوا (برائی کے ساتھ)

مناقب سُنین ابو جمیلة و عباد و ضماد و عدی بن حاتم و ثمامة بن اثال و عمرو بن عبسة السلمی

(الزھری) زعم ابو جمیلة انه ادرک النبی صلی الله علیه وسلم وخرج معه عام الفتح ؛ (عائشة) تھجد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بیتی فسمع صوت عباد یصلی فی المسجد فقال یا عائشة اصوت عباد ھذا؟ قلت نعم قال اللھم ارحم عبادًا: ھما للبخاری (ابن عباس) ان ضمادًا قدم مکة وکان من ازد شنوءة وکان یرقی من ھذه الریح فسمع سفھاء مکة یقولون ان محمدًا المجنون فقال لو انی اتیت ھذا الرجل لعل الله یشفیه علی یدی فلقیه فقال یا محمد انی ارقی من ھذه الریح وان الله یشفی علی یدی من شاء فھل لک؟ فقال صلی الله علیه وسلم ان الحمد لله نحمده ونستعینه من یھده الله فلا مضل له ومن یضلل فلا ھادی له واشھد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشھد ان محمدًا عبده ورسوله اما بعد قال ضماد فقلت له اعد علی کلماتک ھؤلاء فاعادھن علیه النبی صلی الله علیه وسلم ثلاث مرات فقال لقد سمعت قول الکھنة وقول السحرة وقول الشعراء فما سمعت

ذکر و کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سُنا ہے کہ بار الٰہا اس کے ذریعہ (مخلوق کو) ہدایت بخش۔ (ت)

ف آپ ابو سفیان کے صاحبزادہ اور ام المومنین ام حبیبہ کے حقیقی بھائی تھے۔ شام کے والی رہے کہ بیس سال گورنر اور بیس سال خود مختار امیر۔ بعمر اٹھتر سال ۱۸ رجب ۶۰ھ کو وفات پا کر حضرتؐ کے عطا کردہ قمیص میں مکفون اور دمشق کے مقبرہ باب صغیر میں مدفون ہوئے۔ (ابن عباسؓ) میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔ پس میں دروازہ کے پیچھے چھپ گیا۔ آپ نے آکر مجھے ایک دھکا دیا اور فرمایا جا معاویہ کو بُلا کر لا۔ پس میں (ان کے مکان پر ہو کر واپس) آیا اور کہا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ پھر (تھوڑی دیر کے بعد) آپ نے فرمایا جا معاویہ کو بُلا کر لا۔ چنانچہ میں نے پھر آکر یہی کہا کہ وہ تو کھانا کھا رہے ہیں۔ پھر (تیسری مرتبہ) آپ نے فرمایا جا معاویہ کو بلا کر لا۔ پس میں آیا اور کہا کہ وہ تو کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کرے اس کا پیٹ نہ بھرے۔ (س) **ف** اول تو یہ بددعا نہیں بلکہ محاورہ ہے کہ پیٹ ہی نہیں بھر چکا اور بددعا بھی ہو حضرتؐ نے اپنے رب سے منظور کرا لیا تھا۔ کہ بددعا کو دُعا سے بدل دے۔

سُنین ابو جمیلہ عباد ضماد عدی بن حاتم ثمامہ بن اثال اور عمرو بن عبسہ سلمی کے مناقب

(زہریؒ) ابو جمیلہ کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور فتح مکہ میں آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ (عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں تہجد پڑھ رہے تھے کہ عباد کی آواز سُنی جو کہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ پس فرمایا اے عائشہ کیا عباد کی آواز ہے یہ؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا الٰہی رحمت نازل فرما عباد پر۔ (خ، **ف** عباد بن بشر انصاری آنحضرتؐ کی ہجرت سے قبل حضرت مصعب کے ہاتھ پر ایمان لا چکے تھے۔ اور بدر و احد وغیرہ تمامی غزوات میں ساتھ رہے۔ کعب بن اشرف یہودی کے قتل میں شریک تھے۔ بعمر پینتالیس سال جنگ یمامہ میں شربت شہادت نوش فرمایا اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ (ابن عباسؓ) ضماد جو کہ قبیلہ ازد شنوءہ کے تھے مکہ میں آئے اور اس ہوا کے (یعنی آسیب) اثر کا منتر پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے مکہ کے احمق لوگوں کو یہ کہتے سُنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کا اثر ہے تو انہوں نے کہا اگر میں ان کے پاس جاؤں تو کیا عجب ہے انشاء اللہ کو میرے ہاتھوں شفا دیدے۔ چنانچہ آپ سے ملے اور کہا کہ اے محمد میں آسیبی اثر کا عمل جانتا ہوں اور اللہ میرے ہاتھ پر جس کو چاہتا ہے شفا دیتا ہے پس کیا تم پسند ہے کہ میں تمہارا علاج

مثل کلماتک ھؤلاء ولقد بلغن قاموس البحر ھات یدک ابایعک علی الاسلام فبایعہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال وعلی
قومک؟ قال وعلی قومی فبعث صلے اللہ علیہ وسلم سریۃ بعد مقدمہ المدینۃ فمروا علی قوم فقال صاحب السریۃ
للجیش ھل اصبتم من ھؤلاء شیئاً؟ فقال رجل اصبت منھم مطھرۃ فقال ردھا فان ھؤلاء قوم ضماد (مسلم) (عدی
ابن حاتم) اتیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد فقال القوم ھذا عدی وکنت جئت بغیر امان ولا کتاب
فلما رفعت الیہ اخذ بیدی وقد کان بلغنی انہ قال انی لارجوان یجعل اللہ یدہ فی یدی فقام بی فاتتہ امرأۃ معھا
صبی فقالا ان لنا الیک حاجۃ فقام معھما حتی قضی حاجتھما ثم اخذ بیدی حتی اذا اتی دارہ فالقت لہ الولیدۃ
وسادۃ فجلس علیھا وانا بین یدیہ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال لی یا عدی مایفرک من الاسلام ان یقال لا الہ
الا اللہ فھل تعلم من الہ سوی اللہ؟ قلت لا ثم تکلم ساعۃ ثم قال أتفر من ان یقال اللہ اکبر فھل تعلم شیئاً اکبر
من اللہ؟ قلت لا قال الیھود مغضوب علیھم والنصاری ضلال قلت فانی حنیف مسلم فرأیت وجھہ یبسط فرحاً (للترمذی)

کرلوں) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں یہ خطبہ) پڑھا الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ الخ ضماد کہتے ہیں کہ میں نے عرض
کیا اپنے ان کلمات کو مجھ پر پڑھیئے۔ چنانچہ آپ نے (یہ خطبہ ان کی خواہش پر) تین مرتبہ پڑھا تو ضماد نے کہا میں نے کاہنوں
کا قول بھی سُنا اور ساحروں کی باتیں بھی سُنیں اور شاعروں کا کلام بھی سُنا مگر تمہارے ان کلمات کی طرح کہیں نہ سُنا۔
کہ یہ تو (فصاحت وبلاغت میں) سمندر کی تہ پر پہونچ گئے۔ (اور قلب میں اُتر گئے) ہاتھ لایئے کہ اسلام پر آپ سے
بیعت کرلوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیعت کیا اور فرمایا تمہاری قوم پر بھی (بیعت کرلوں کہ ان
کو بھی اسلام سکھاؤگے؟) بولے جی ہاں میری قوم پر بھی (مجھے بیعت کرلیجئے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مدینہ تشریف لانے کے بعد (ایک جانب حملہ کرنے کے لئے) فوج بھیجی تو امیر فوج نے (سپاہیوں سے) پوچھا ان
لوگوں سے کچھ مال تو ہاتھ نہیں لگا؟ ایک شخص نے کہا صرف ایک وضو کا لوٹا میرے ہاتھ آیا ہے۔ فرمایا اس کو واپس
کردو کہ یہ ضماد کی قوم کے لوگ ہیں۔ (اور ان کو لوٹنا جائز نہیں) (س) ف حضرت ضماد بزمانۂ جاہلیت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ طبیب بھی تھے۔ اور عامل بھی کہ مرض کا علاج دواؤں سے کرتے تھے اور آسیبی
اثرات کا جھاڑ پھونک اور عملیات سے آئے تھے آسیبی علاج کے لئے مگر حضرت نے حمد وثنا باری تعالیٰ سُنا
کر موقع دیا کہ اول تشخیص کرو کہ مجھ پر جن کا سایہ ہے یا برکات فضل خداوندی کا۔ چونکہ ذی علم وفہیم تھے فوراً ہی متاثر
ہوکر بے تامل ایمان لائے اور بچپن کے دوستانہ نے بہت جلد ثمرہ دکھایا۔ (عدیؓ بن حاتم) رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ میں آیا اور لوگوں نے کہا یہ عدی ہے (اس کو پکڑلو) کیونکہ میں امان اور
(محافظت جان کی) تحریر حاصل کئے بغیر (مدینہ) میں گیا تھا۔ (چنانچہ مجھے پکڑکر) آنحضرت کے پاس پہونچایا
گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ آپ نے (میرے تذکرہ پر کسی وقت یوں) فرمایا تھا کہ
مجھے اُمید ہے حق تعالےٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ پس آپ مجھے لے کر کھڑے ہوگئے کہ اتنے میں ایک
عورت جس کے ساتھ ایک لڑکا تھا ہمیں (سامنے سے آتے ہوئے) مل گئے اور انہوں نے (آنحضرتؐ سے) کہا کہ
ہمیں آپ سے کچھ حاجت ہے۔ پس آپ اُن کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور ان کی ضرورت کو پورا فرمایا۔ اس کے بعد
میرا ہاتھ پکڑا (اور روانہ ہوئے) حتیٰ کہ اپنے گھر پہونچے۔ ایک لڑکی نے آپ کے لئے گدہ ڈالدیا اور آپ اس پر بیٹھ
گئے۔ میں آپ کے سامنے کھڑا تھا کہ آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد مجھ سے فرمایا اے عدی اسلام سے یعنی اس اقرار

مطولا (ابو هریرۃ) بعث النبی صلے اللہ علیہ وسلم خیلا قبل نجد فجاءت برجل من بنی حنیفۃ یقال لہ ثمامۃ بن اثال سید اھل الیمامۃ فربطوہ بساریۃ من سواری المسجد فخرج الیہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ماذا عندک یا ثمامۃ قال عندی خیر یا محمد ان تقتل تقتل ذادم وان تنعم تنعم علی شاکر وان کنت ترید المال فسل تعط منہ ماشئت فترکہ صلے اللہ علیہ وسلم حتی اذا کان من الغد فقال ما عندک یا ثمامۃ؟ قال مثل ذلک فترکہ حتی کان بعد الغد قال ما عندک یا ثمامۃ؟ قال عندی ما قلت لک وذکر مثلہ فقال صلے اللہ علیہ وسلم اطلقوا ثمامۃ فاطلقوہ فانطلق الی نخل فاغتسل ثم دخل المسجد فقال اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ یا محمد واللہ ما کان علی الارض ابغض الی من وجھک فقد اصبح وجھک احب الوجوہ کلھا الی واللہ ما کان من دین ابغض الی من دینک فقد اصبح دینک احب الدین کلہ الی واللہ ما کان من بلد ابغض الی من بلدک فقد اصبح بلدک احب البلاد الی وان خیلک اخذتنی وانا ارید العمرۃ فماذا تری؟ فبشرہ صلے اللہ علیہ وسلم وامرہ ان یعتمر فلما قدم مکۃ قیل لہ اصبأت؟ قال لا ولکنی اسلمت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا واللہ لا یأتیکم من الیمامۃ حبۃ حنطۃ حتی یأذن فیھا رسول اللہ صلے اللہ

سنے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، کیوں بھاگتے ہو؟ کیا تمہارے علم میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا اس سے بھاگتے ہو کہ کہا جائے اللہ سب میں برتر ہے؟ کیا تمہارے علم میں کوئی چیز اللہ سے بڑھ کر ہے؟ میں نے کہا نہیں. فرمایا یہود وہ قوم ہے جس پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور نصاریٰ گمراہ ہیں میں نے کہا تو میں مخلص مسلمان ہوں. پس میں نے آپ کے چہرہ کو دیکھا کہ یہ سن کر خوشی کے مارے دمکتا تھا۔

ف حضرت عدی اُس حاتم طائی کے بیٹے ہیں جس کی سخاوت دُنیا میں ضرب المثل ہے. نصرانی المذہب تھے. شعبان ۹ھ میں اسلام لائے. نہایت شریف الطبع سخی حاضر جواب ذکی اور خاندان میں باعظمت تھے. حضرت اشعث بن قیس نے کسی ضیافت کی ضرورت کے لئے آپ سے حاتم کی دیگیں مُستعار منگا بھیجیں تو آپ نے ان میں کھانا پکوا کر لبریز روانہ کیا۔ اشعث نے کہا مجھے تو خالی دیگوں کی ضرورت تھی. فرمایا خالی دیگ کا بھیجنا ہماری عادت نہیں ہے. آپ روٹیوں کے ٹکڑے کر کے چیونٹیوں کے بلوں میں ڈالتے اور فرمایا کرتے کہ یہ ہماری پڑوسن ہیں. اور پڑوس کا حق ملحوظ رکھنے کا ہمیں حکم ہے. بزمانہ مختار کوفہ میں ۶۷ھ میں وفات پائی۔ (ابوہریرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ فوجی سواروں کا (جنگ کے لئے) نجد کی جانب بھیجا. تو وہ قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک شخص کو جن کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور اہل یمامہ کے سردار تھے (گرفتار کر کے) لائے اور مسجد کے ایک ستون سے ان کو باندھ دیا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُدھر تشریف لائے اور فرمایا کہو کیا خیال ہے اے ثمامہ بولے اچھا خیال ہے اے محمدؐ. اگر قتل کرو گے تو خونی کو قتل کرو گے (کہ مستحق قتل ہوں) اور احسان کرو گے تو شکر گذار پر احسان کرو گے. (کہ عمر بھر احسان مانوں گا) اور اگر مال چاہتے ہو تو مانگو. جتنا بھی چاہو گے ملے گا. (کہ دینے کی استطاعت رکھتا ہوں) پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کو (اسی حال میں) چھوڑ کر چلے گئے. حتی کہ اگلا دن ہوا تو پھر تشریف لائے اور فرمایا کہو کیا خیال ہے اے ثمامہ تو انہوں نے وہی جواب دیا اور آپ نے پھر ان کو چھوڑ دیا حتی کہ تیسرا دن ہوا تو پھر فرمایا کیا خیال ہے اے ثمامہ. بولے وہی خیال ہے جو تم سے کہہ چکا ہوں. پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا ثمامہ کو کھولدو. چنانچہ کھولدیا اور وہ ایک کھجور کے درخت کی طرف روانہ ہوئے پس (اس کی آڑ میں) غسل کیا

عليه وسلم ؛ للشيخين وابی داود والنسائی (عمرو بن عبسة) كنت وانا فی الجاهلية اظن ان الناس على ضلالة وانهم ليسوا على شیٔ وهم يعبدون الاوثان فسمعت برجل بمكة يخبر اخبارًا فقعدت على راحلتی وقدمت عليه فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم مستخفيا جراء عليه قومه فتلطفت حتى دخلت عليه فقلت له ما انت؟ فقال انا نبی فقلت وما نبی؟ قال ارسلنی الله فقلت فبای شیٔ ارسلك؟ قال بصلة الارحام وكسر الاوثان وان يوحد الله ولا يشرك به شیٔ قلت له فمن معك على هذا؟ قال حر وعبد ومعه يومئذٍ ممن اٰمن به ابوبكر وبلال قلت انی متبعك قال انك لا تستطيع ذلك يومك هذا الا ترى حالی وحال الناس؟ ولكن ارجع الى اهلك فاذا سمعت انی قد ظهرت فأتنی فذهبت الى اهلی وقدم صلى الله عليه وسلم المدينة وكنت فی اهلی فجعلت اتخبر الاخبار واسأل الناس حين قدم المدينة حتى قدم على نفر من اهل يثرب فقلت ما فعل هذا الرجل الذی قدم المدينة؟ فقالوا الناس اليه سراع وقد اراد قومه قتله فلم يستطيعوا ذلك فقدمت المدينة فدخلت عليه فقلت يا رسول الله اتعرفنی؟ قال نعم انت الذی لقيتنی بمكة فقلت بلى يا رسول الله اخبرنی عما علمك الله واجهله اخبرنی عن الصلوٰة ؛ لمسلم مطولا۔

اور اس کے بعد مسجد میں داخل ہوئے اور کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ اے محمدؐ خدا کی قسم سطح زمین پر آپ کے چہرہ سے زیادہ مجھے کوئی مبغوض نہ تھا مگر آج آپ کا چہرہ ہر چہرہ سے زیادہ مجھے محبوب بن گیا۔ واللہ آپ کے دین سے زیادہ مجھے کوئی دین مبغوض نہ تھا مگر آج آپ کا مذہب تمامی مذہبوں سے زیادہ میرا پیارا بن گیا۔ واللہ آپ کے شہر سے زیادہ مجھے کوئی شہر مبغوض نہ تھا مگر آج آپ کا شہر تمامی شہروں سے زیادہ مجھے پیارا بن گیا۔ اور آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کیا جبکہ میں عمرہ کا ارادہ (کرکے گھر سے نکل لیا) تھا پس (اب فرمائیے) کیا رائے ہے (مجھے عمرہ پورا کرنا چاہیئے یا نہیں) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسلام لانے پر) ان کو بشارت دی اور حکم کیا کہ عمرہ ادا کرلیں۔ پس جب یہ مکہ آئے تو پوچھا گیا کہ تم لامذہب ہوگئے؟ فرمایا نہیں بلکہ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (ہوکر) مسلمان بنا ہوں۔ اور واللہ یمامہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک دانہ گندم بھی نہ آسکے گا۔ جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے (ق د) **ف** چنانچہ وطن واپس ہوکر ایسا ہی کیا اور اہلِ مکہ بلبلا اٹھے آخر مدینہ آکر منت سماجت کی کہ اللہ کا اور رحم و رشتہ داری کا واسطہ اے محمد رحم کرو اور ثمامہ سے غلہ بھجواؤ۔ چنانچہ آپ نے لکھا اور غلہ بدستور آنے لگا۔ ثمامہ بن اثال بحالت شرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے اور قتل کے درپے تھے مگر مشیت الٰہی کشاں کشاں آستانۂ محمدیہ پر کھینچ لائی۔ اور مشرف باسلام ہوئے۔ آپ ہی کی قوم اور وطن میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا خروج ہوا اور آس پاس کی کئی بستیاں مرتد ہوگئیں۔ مگر آپ مع چند نفر کے اسلام پر قائم اور قوم و وطن کو اس بلائے بے درماں سے بچنے کی نصیحت کرتے رہے۔ آخر جب حضرت علاء بن حضرمی بحرین کی طرف گئے وہاں کا سردار حطم نام بھی مرتد ہوگیا تھا جانے کے لئے یمامہ پر گذرے تو حضرت ثمامہ یہ کہہ کر کہ میں اس بستی میں جس پر عذاب الٰہی نازل ہوا چاہتا ہے اب رہنا گوارا نہیں کرسکتا جس کو میرے ساتھ چلنا ہو وہ چلے، حضرت علاء کی فوج میں آشامل ہوئے۔ حطم مارا گیا اور مالِ غنیمت مسلمانوں میں تقسیم ہوا تو حطم کی ایک چادر جو ایک مسلمان کے حصہ میں آئی تھی حضرت ثمامہ نے خرید لی۔ کچھ دنوں بعد حطم کی قوم بنو قیس نے اس چادر کو ثمامہ کے بدن پر دیکھا اور حطم کا قاتل ان کو قرار دے کر شہید کردیا۔ (عمرو بن عبسہ) میں بزمانۂ جاہلیت (فطری طور پر) خیال

مناقب حمزة بن عبد المطلب وعقیل بن ابی طالب وابی سفیان بن الحارث وعبد الله بن جعفر

(محمدؒ بن کعب القرظی) قال کان اسلام حمزة حمیة کان یخرج من الحرم فیصطاد فاذا رجع مر بمجلس قریش فیقول رمیت کذا وصنعت کذا فاقبل ذات یوم فلقیته امرأة فقالت یا ابا عمارة ماذا لقی ابن اخیك من ابی جهل شتمه وتناوله وفعل

خیال کیا کرتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں اور کسی (معقول اور ٹھکانے کی) بات پر نہیں کہ بتوں کو پوجتے ہیں (جو بے حس و حرکت پتھر ہیں) پس میں نے سُنا کہ ایک شخص مکہ میں (ظاہر ہوا) ہے جو (آسمانی خبریں دیتا ہے۔ چنانچہ میں اپنی سانڈنی پر سوار ہو کر ان تک پہونچا تو دیکھتا کیا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکان میں) پوشیدہ ہیں اور قوم آپ پر دلیر و بے باک ہے۔ پس میں حُسنِ تدبیر کے ساتھ آپ کے پاس پہونچا اور عرض کیا کہ آپ کیا ہیں؟ فرمایا نبی ہوں۔ میں نے کہا نبی کیا چیز؟ فرمایا اللہ نے مجھے بھیجا ہے۔ میں نے کہا کس کام کے لئے بھیجا ہے؟ فرمایا رشتہ داری میں حُسنِ سلوک اور بت شکنی کے لئے اور اس لئے کہ اللہ کو یکتا سمجھا جائے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کیا جائے۔ میں نے کہا اس عقیدہ پر آپ کے ساتھ کون کون ہے؟ فرمایا ایک حُر اور ایک غلام۔ اور اس وقت آپ کے ساتھ آپ پر ایمان لانے والوں میں صرف ابوبکرؓ اور بلالؓ تھے۔ میں نے کہا اچھا میں بھی آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ فرمایا بحالتِ موجودہ تم اس کی برداشت نہ کرسکو گے۔ دیکھتے ہو کہ میری (کمزوری) اور قوم کی (دلیری و عداوت کی) کیا حالت ہے۔ ہاں البتہ اس وقت اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور جب سنو کہ مجھے غلبہ حاصل ہو گیا تو میرے پاس چلے آنا۔ چنانچہ میں اپنے گھر چلا آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (چند سال بعد) مدینہ تشریف لائے تو میں اپنے گھر ہی تھا۔ پس جب آپ مدینہ آئے تو میں (آنے جانے والوں سے) خبریں لیتا اور لوگوں سے دریافت کرتا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اہل مدینہ کے چند نفر میرے پاس آئے تو میں نے پوچھا وہ شخص جو مدینہ آئے ہیں کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ لوگ (جوق جوق) ان کی طرف لپک رہے ہیں اور ان کی قوم (قریش) نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر کر نہ سکے۔ تب میں مدینہ آیا اور حضرت کے پاس پہونچ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے مجھے پہچانا بھی؟ فرمایا ہاں تم وہی تو ہو جو مجھ سے مکہ میں ملے تھے۔ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ اب مجھے بتایئے کہ اللہ نے آپ کو کیا تعلیم فرمایا۔ مجھے مطلع کیجئے نماز سے۔ (س) ف یہ آپ کا مدینہ آنا غزوۂ خندق کے بعد ہوا اور پھر تا وفات محمدیؐ یہیں مقیم رہے

مناقب حمزہ بن عبد المطلب عقیل بن ابی طالب ابوسفیان بن حارث اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم

(محمدؒ بن کعب قرظی) کہتے ہیں کہ حضرت حمزہ کا اسلام بتقاضاء غیرت تھا۔ کہ آپ حدِ حرم سے باہر جا کر شکار کھیلا کرتے اور جب واپس آتے تو قریش کی مجلس پر گذر کر فرمایا کرتے کہ میں نے یوں تیر مارا اور ایسا کیا ایسا کیا۔ ایک دن آپ واپس آرہے تھے کہ ایک عورت (عبد اللہ بن جدعان کی باندی) آپ کو ملی اور کہنے لگی کہ اے ابوعمارہ (آج) تمہارے بھتیجہ (محمدؐ) کو ابوجہل کی طرف سے کیا کچھ پیش آیا کہ اس نے ان کو سخت

وفعل قال هل راٰه احد؟ قالت اى والله لقد راٰه ناس فاقبل حتى انتهى الى ذلك المجلس فاذا هم جلوس وابوجهل
فيهم فاتكأ على قوسه وقال رميت كذا وفعلت كذا ثم جمع يديه بالقوس فضرب بها اذنى ابى جهل فدق سيتها
ثم قال خذها بالقوس واخرى بالسيف اشهد انه لرسول الله وانه جاء بالحق من عند الله ؛ للكبير مرسلا ـ
(يحيىٰ بن عبد الرحمٰن بن ابى لبيبة) عن ابيه عن جده رفعه : والذى نفسى بيده انه لمكتوب عند الله فى
السماء السابعة حمزة اسد الله واسد رسوله ؛ للكبير بخفى (ابن عباسؓ) رفعه : سيد الشهداء يوم القيامة
حمزة بن عبد المطلب ورجل قام الى امام جائر فامره ونهاه فقتله للا وسط بضعف (ابو اسحاقؓ) ان
النبى صلے الله عليه وسلم قال لعقيل بن ابى طالب يا ابا يزيد انى احبك حبين حبا لقرابتك وحبا لما كنت اعلم

سست کہا اور بہت ہی کچھ سُنایا (اور وہ کچھ نہ بولا۔ تمہارا بھتیجہ کہلائے اور اس کی توہین پر تم کو غیرت نہ آئے) آپ نے
کہا کسی نے دیکھا بھی تھا؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم سب لوگوں نے دیکھا۔ پس آپ وہاں سے (غصہ میں بھرے ہوئے
چلے حتیٰ کہ اس مجلس پر پہونچے۔ دیکھا کہ سب بیٹھے ہیں اور انہیں میں ابوجہل بھی بیٹھا ہے۔ پس آپ نے اپنی کمان پر لاٹھی
کی طرح ٹیک لگائے اور (حسب عادت) فرمایا میں نے یوں تیر مارا اور یا ایسا کیا ایسا کیا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں
سے کمان پکڑ کر ابوجہل کے کانوں پہ اس زور سے ماری کہ اس کا کنارہ چٹک گیا۔ اس کے بعد فرمایا یہ کمان کی زد اور
دوسری تلوار کی۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ (محمد) اللہ کا رسول ہے اور اللہ کے پاس سے حق لے کر آیا ہے (کـ)
ف حمزہ بن عبد المطلب آنحضرت کے چچا بھی تھے اور دودھ شریک بھائی بھی کہ ثوبیہ نے دونوں کو دودھ پلایا
تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال بڑے تھے ان کی والدہ ہالہ بنت وہب اور آنحضرت کی
والدہ آمنہ بنت وہب خالہ زاد بہنیں بھی تھیں آپ کے اسلام لانے پر آنحضرت کو سب وشتم کرنے یا علی الاعلان
ایذا دینے کی کسی کافر کو ہمت نہ ہوئی کہ سر برآوردہ اور قوم میں باعظمت و بہادر سردار تھے۔ جنگ بدر میں آپ کے
دونوں ہاتھوں میں تلوار تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مشغول کارزار تھے۔ جنگ اُحد میں ۱۵ شوال
۳ھ بیوم شنبہ شہید ہوئے اور شہادت سے پہلے اکتیس کافروں کو قتل کر چکے تھے۔ جنگ میں شُترمُرغ کا پَر آپ
کے سر پر رہتا اور اسی سے لوگ پہچانتے تھے کہ شیرِ خدا ہیں۔ (یحییٰؒ بن عبد الرحمٰن بن ابی لبیبہ) فع: قسم ہے اس ذات
کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ کے ہاں آسمان میں لکھا ہوا ہے کہ حمزہ شیرِ خدا اور شیرِ رسولِ خدا ہے۔ (کـ
(ابن عباسؓ) فع۔ تمامی شہداء کے سردار قیامت کے دن حمزہ بن عبد المطلب ہیں۔ اور یا ایک وہ شخص جس نے ظالم
بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو تبلیغ کی اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ (د)۔ (ابو اسحاقؓ) رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے عقیل بن ابی طالب سے فرمایا کہ اے ابو یزید مجھے تمہارے ساتھ دوہری محبت ہے۔ ایک قرابت کی
وجہ سے (کہ میرے چچازاد بھائی ہو) اور ایک اس وجہ سے کہ مجھے معلوم ہے میرے چچا (ابو طالب) کو تمہارے
ساتھ کتنی محبت تھی۔ (کـ) ف آپ حضرت جعفر سے دس برس اور حضرت علی سے بیس برس بڑے تھے۔ غزوۂ
بدر میں قید ہو کر آئے اور حضرت عباس نے ان کا بھی جان بہا ادا کیا کہ وہ مُفلس تھے۔ حدیبیہ سے قبل اسلام لائے
اور ۸ھ میں لبوئے مدینہ ہجرت کی اور غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے۔ بڑے فصیح اور حاضر جواب تھے بخلافت
معاویہ وصال فرمایا۔ (ابو حبہؓ بدری) جنگِ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جدھر بھی نظر فرماتے
ابو سفیان بن حارث کو (کافروں کے ساتھ) جنگ کرتے دیکھتے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من حب عمی ایاک ۔ للکبیر مرسلا (ابو حبۃ البدری) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین لا ینظر فی ناحیۃ الا رأی ابا سفیان بن الحارث یقاتل فقال صلی اللہ علیہ وسلم ان ابا سفیان خیر اھلی او من خیر اھلی ۔ للکبیر والاوسط (عبد اللہ بن جعفر) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی رأسہ ثلاثا کلما مسح قال اللھم اخلف جعفرا فی ولدہ ۔ لاحمد۔

مناقب خباب بن الارت و سالم مولی ابی حذیفۃ و عامر بن فہیرۃ و عامر بن ربیعۃ و عبد اللہ بن جحش و صہیب رض

(کرد وس) ان خباب بن الارت اسلم سادس ستۃ کان سدس اسلام ۔ للکبیر مرسلا (عائشۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع سالما مولی ابی حذیفۃ یقرأ من اللیل فقال الحمد للہ الذی جعل فی امتی مثلہ ۔ للبزار (عبد الرحمن

ابوسفیان میرے بہترین رشتہ داروں میں سے ہے۔ (ک) **ف** آپ آنحضرت کے چچازاد بھائی بھی تھے اور دودھ شریک بھی کہ حلیمہ سعدیہ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ مشہور شاعر تھے اور بزمانہ کفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں بڑا حصہ لیا تھا جس کا جواب حضرت حسان نے دیا ہے۔ فتح مکہ میں انہوں نے حاضر خدمت ہونا چاہا اور حضرت اُم سلمہ نے سفارش بھی کی کہ آپ کے چچا حارث بن عبد المطلب کا بیٹا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس سے ملنے کی ضرورت نہیں کہ وہ میری اہانت کچھ ہتک کر چکا ہے۔ آپ کا یہ جواب ان کے کان میں پڑا۔ تو انہوں نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری خطا معاف فرما دیں اور حاضری کی اجازت دیں ورنہ ہم دونوں باپ بیٹے جلاوطن ہو کر چاروں طرف مارے پھریں گے حتیٰ کہ بھوکے پیاسے مر جائیں گے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آیا اور آپ نے معافی دی۔ ۲۰ھ میں آپ نے حج سے فارغ ہو کر سر منڈایا تو حلاق نے مسہ کاٹ دیا جو آپ کے سر میں تھا۔ وہ سبب مرض ہوا اور مدینہ میں پہنچ کر انتقال فرما گئے۔

(عبد اللہ بن جعفر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا اور ہر مرتبہ یہ دعا دی کہ الٰہی جعفر کی جانشینی فرما اس کی اولاد کے بارہ میں (کہ آپ کی سرپرستی میں وہ اپنے باپ کو بھول جائیں۔) (م) **ف** آپ جعفر طیار کے صاحبزادہ ہیں۔ کہ حبشہ میں پیدا ہوئے جبکہ آپ کے والدین ہجرت فرما کر وہاں گئے ہوئے تھے۔ بڑے سخی اور نہایت حلیم تھے۔ ۸۰ھ میں وفات ہوئی۔

جناب بن ارت، سالم مولی ابی حذیفہ، عامر بن فہیرہ، عامر بن ربیعہ، عبد اللہ بن جحش اور صہیب کے مناقب

(کردوس) جناب بن ارت کا اسلام چھٹے نمبر پر تھا کہ چھ مسلمانوں میں چھٹے تھے (ک) **ف** حضرت جناب تمیمی عربی النسل ہیں مگر بزمانہ جاہلیت غلام بنا کر بیچ دیئے گئے۔ اور ایک عورت نے خرید لیا تھا جس کا نام اُم انمار تھا لوہار کا پیشہ کرتے اور تلواریں بنایا کرتے تھے قدماء اسلام میں سے ہیں اور بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ پتھر آگ میں سرخ کر کر کے ان کی کمر کو داغا جاتا تھا حتیٰ کہ کمر کی کھال اور گوشت سارا جھلس گیا تھا۔ خود فرمایا کرتے کہ ان پتھروں کی آگ میرے بدن کی چربی سے بجھا کرتی تھی۔ ان کی آقا کو جب معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے پاس آمد و رفت ہے اور یہ اسلام کی طرف مائل ہیں تو جس بھٹی میں یہ کام کیا کرتے تھے اُسی میں لوہا تپا تپا کر ان کے سر پر رکھا کرتی۔ اور یہ آنحضرت سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا کرتے۔ آپ دعا دیتے کہ الٰہی جناب کی مدد فرما۔ آخر ان کی

ابن عوف) قال کلم طلحة بن عبید الله عامر بن فهیرة بشئ فقال صلے اللہ علیہ وسلم مهلا یا طلحة فانه شهد بدرًا وانا شهدته وخیرکم خیرکم لموالیه ؛ للطبرانی (عبد اللہ بن عامر بن ربیعة) قال کان عامر بن ربیعه یصلی من اللیل حین نشب الناس فی الفتنة فاری فی المنام فقیل له قم فاسأل اللہ ان یعیذك من الفتنة التی اعاذ منها صالح عباده فقام فصلے فاشتکی فما خرجا الاجنازته ؛ (مصعب بن عبد اللہ الزبیری) قال توفی عامر بن ربیعة البدری سنة اثنین وثلاثین ؛ (سعد) ان عبد اللہ بن جحش قال له یوم احد الا ندعوا اللہ ؟ فخلوا فی ناحیة فدعا سعد فقال یارب اذا لقیت العدو فلقنی رجلا شدیدا بأسه شدیدًا حرده اقاتله ویقاتلنی ثم ارزقنی الظفر علیه حتی اقتله واخذ سلبه فامن عبد اللہ بن جحش ثم قال اللهم ارزقنی رجلا شدیدا حرده شدیدًا بأسه اقاتله

آقا اُم انمار بھی دردِ سر میں مبتلا ہوئی کہ تڑپتی اور کتیا کیطرح چیخا کرتی اور اس کے لئے آخری علاج یہی تجویز ہوا کہ سر کو داغا جائے۔ چنانچہ یہی جناب لوہا کو تپا تپا کر اس کے سر کو داغا کرتے تھے۔ کوفہ میں بعمر تہتر سال جنگ صفین کے وقت ۳۷ھ میں وفات پائی۔ آپ صحابہ میں پہلے شخص ہیں جو کوفہ میں مدفون ہوئے۔ (عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم کو شب میں تلاوت قرآن کرتے سُنا تو فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے میری اُمت میں اس جیسا شخص بنایا۔ (بز) ف آپ فارس کے باشندہ تھے اور ابو حذیفہ کی بیوی ثبیتہ انصاریہ کے غلام ثبیتہ نے آزاد کر دیا تھا اور حضرت ابو حذیفہ نے متبنی بنا لیا اور اپنی بیوہ بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے نکاح کر دیا تھا اس لئے ان کا قریش میں شمار ہوا۔ فضلاء صحابہ میں تھے اور قاری وحافظ کہ آنحضرت نے جن چار حضرات سے قرآن پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اُن میں ایک آپ بھی ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل مدینہ ہجرت کر آئے اور نماز میں مسلمانانِ مدینہ کے امام بنتے تھے۔ اور حضرت عمر و دیگر اجلہ صحابہ مقتدی۔ جنگِ یمامہ میں لواء جنگ آپ نے تھاما اور یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ تو لواء کو گلے میں ڈال لیا۔ آخر پے درپے حملوں سے گرے اور شربتِ شہادت نوش فرمایا۔ (عبد الرحمٰن ابن عوفؓ) کہتے ہیں کہ طلحہ بن عبید اللہ نے عامر بن فہیرہ کو کچھ کہدیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طلحہ ذرا سنبھلو کہ وہ بدر میں شریک ہو چکا ہے اور تم شریک نہیں ہوئے (لہذا اس کو تم پر فضیلت ہے) اور تم میں بہتر وہ شخص ہے جس کا برتاؤ اپنے غلاموں کے ساتھ بہتر ہو (ط) ف آپ طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے اور اسلام لانے پر مبتلائے آلام دیکھ کر حضرت صدیق نے آپ کو خریدا اور آزاد کیا۔ ہجرت کے وقت جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مع حضرت صدیق عتیق کے تین دن غار ثور میں قیام فرمایا۔ تو حضرت عامر اس خدمت پر مامور تھے کہ چرواہے بن کر بکریاں لاویں اور اس طرح دودھ پلا جائیں کہ پتہ نہ چلے۔ چنانچہ دن بھر چراگاہ میں گھومتے اور شام کے وقت بکریاں لے کر غار ثور میں پہونچ جاتے اور صبح کو جب عبد اللہ بن ابی بکر واپس مکہ ہوتے تو یہ اپنی بکریاں ان کے پیچھے چلاتے کہ ان کے نشانِ قدم مٹتے جائیں اور کسی جاسوس کو پتہ نہ لگ سکے۔ جب غار سے نکل کر دونوں حضرات نے مدینہ کا رستہ پکڑا تو عامر بھی ساتھ ہو لئے اور حضرت ابو بکر نے اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ غزوہ بدر و اُحد میں شریک ہوئے اور ۴ھ میں بعمر چالیس برس واقعہ بیر معونہ میں شہید ہوئے آپ کی نعش کا پتہ نہیں لگا اور عامر بن طفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے ایک نعش کو دیکھا کہ چند آدمی اُٹھا کر آسمان کی طرف لے گئے اور اتنے بلند ہوئے کہ آسمان بھی ان سے نیچے نظر آتا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ عامر بن فہیرہ تھے۔ (عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ) کہتے ہیں کہ (میرے والد) عامر بن ربیعہ اس وقت جب کہ لوگ

فيك ويقاتلني ثم يأخذني فيجدع انفي واذني فاذا لقيتك غدًا قلت من جدع انفك واذنك؟ فاقول فيك وفي
رسولك صلى الله عليه وسلم فتقول صدقت قال سعد فكانت دعوة عبد الله بن جحش خيرًا لقد رأيته آخر النهار
وان انفه واذنه لمعلقان في خيط۔ هي للكبير (صہیبؓ) صحبت النبي صلى الله عليه وسلم قبل ان يوحى۔ للكبير
بخفي (وعنهؓ) لم يشهد النبي صلى الله عليه وسلم مشهدًا قطا الا كنت حاضره ولا غزا غزوة قطا الا كنت فيها عن
يمينه او عن شماله ولم يبايع بيعة قطا الا كنت حاضرها ولم يسير سرية الا كنت حاضرها وما خافوا امامهم
قطا الا كنت امامهم ولا وراءهم وما جعلت النبي صلى الله عليه وسلم بيني وبين العدو قط۔ للكبير بضعف۔

فتنہ میں پھنس گئے تو راتوں نماز پڑھا کرتے تھے۔ ان کو خواب دکھائی دیا کہ کوئی کہتا ہے اٹھ اور اللہ سے دعا کر کہ تجھے
اس فتنہ سے محفوظ رکھے جس سے اپنے نیک بندوں کو محفوظ رکھا ہے۔ چنانچہ وہ اٹھے اور نماز میں مشغول ہو گئے
(اس کے بعد بیمار پڑ گئے اور گھر سے باہر) انکا جنازہ ہی نکلا۔ (مصعبؓ بن عبداللہ) عامر بن ربیعہ بدری نے
۳۲ھ میں وفات پائی (ک) **ف** جبکہ حضرت عثمان پر طعن و تشنیع شروع ہو گئی اور مخالفت خلیفہ کا بازار گرم
ہو چلا تھا۔ (سعدؓ) حضرت عبداللہ بن جحش نے جنگِ اُحد کے دن ان سے کہا کہ آؤ اللہ سے دعا مانگیں۔ چنانچہ ایک
طرف کھڑے ہو کر سعد نے تو یہ دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار جب دشمن سے میری مڈ بھیڑ ہو تو ایسے شخص
سے ہو جو نہایت غصیلا اور سخت جنگ باز ہو کہ میں اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ اس کے بعد مجھے اس
پر فتح نصیب فرما کہ میں اسے قتل کروں اور اس کا مال و اسباب چھین لوں۔ پس عبداللہ بن جحش نے آمین کہی اور
اس کے بعد خود یہ دعا مانگی کہ الٰہی مجھے ایسا شخص نصیب فرما جس کا غصہ بڑا تیز اور جس کی گرفت بڑی سخت ہو۔ کہ میں
تیری خاطر اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر وہ مجھے پکڑ کر (مار ڈالے اور) میرے ناک کان کاٹ لے۔ تاکہ
کل (قیامت کے دن) جب میں آپ سے ملوں تو آپ فرمائیں کہ تیری ناک اور کان کس نے کاٹے؟ اور میں
عرض کروں کہ یہ (سب کچھ) آپ کی اور آپ کے رسول کی خاطر ہوا۔ پس آپ فرمادیں کہ سچ کہتے ہو۔ پس عبداللہ
ابن جحش ہی کی دعا بہتر تھی۔ (کہ درجۂ قبولیت کو بھی پہونچی اور) میں نے ان کو اسی روز شام کے وقت دیکھا کہ
ان کی ناک اور کان ایک دھاگے میں لٹکے ہوئے تھے (ک) **ف** آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی
امیہ کے بیٹے اور ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کے بھائی تھے۔ آنحضرت کے دار ارقم میں قیام سے
قبل ایمان لائے اور حبشہ کی ہجرت فرمائی۔ پھر مدینہ آکر غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور بعمر کچھ اوپر چالیس
سال غزوۂ اُحد میں ابوالحکم بن اخنس کے ہاتھ سے شہید اور اپنے ماموں حضرت حمزہ کے ساتھ دفن
ہوئے۔ اسی غزوہ میں آپ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک سنٹی ان کو دی
جس نے تلوار کا کام دیا۔ اور وہ منتقل ہوتی چلی آئی حتی کہ قوم ترکی نے اس کو دو سو دینار میں خریدا۔
(صہیبؓ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں اس سے قبل کہ آپ پر وحی کا نزول ہو۔ (ک)
(ایضاًؓ) کوئی ایسا مشہور واقعہ نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریک ہوں۔ اور میں حاضر نہ ہوں
اور نہ کبھی آپ کا کوئی غزوہ ایسا ہوا کہ میں آپ کے داہنے یا بائیں نہ ہوں۔ اور نہ کوئی ایسی بیعت ہوئی جس
میں میری موجودگی نہ ہو اور جہاں لوگوں آگے ڈر ہوا تو میں سب سے آگے رہا ہوں اور جہاں پیچھے کم زخم
خطرہ ہوا وہاں میں سب سے پیچھے رہا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اپنے اور دشمن

مناقب عثمان بن مظعون و معاذ بن جبل و عمرو بن الجموح و حارثة بن النعمان و بشر بن البراء و عبد اللہ بن رواحة

(ابن عمر) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا مات میت قال قدموا علی فرطنا نعم الفرط لامتی عثمان بن مظعون: للکبیر والاوسط بضعف (الاسود بن سریع)[2] لما مات عثمان بن مظعون اشفق المسلمون علیہ فلما مات ابراہیم ابن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الحق بسلفنا الصالح عثمان مظعون: للکبیر ولہ عن ابن عباس: لما ماتت رقیة قال الحقی بسلفنا عثمان بن مظعون: (معاذ)[3] انہ کان مریضا فبصق واراد ان یبصق عن یمینہ فقال ما بصقت عن یمینی منذ اسلمت: للکبیر (انس)[4] مات معاذ بن جبل وھو ابن ثمان وعشرین سنة وقائل یقول ابن اثنتین وثلاثین وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم معاذ امام العلماء برتوة: للکبیر بانقطاع (جابر)[5] رفعہ من سید کم یا بنی سلمة؟ قالوا الجد بن قیس علی انا نبخلہ قال بل سید کم الجعد الابیض عمرو بن الجموح

کے درمیان نہیں کیا (ک) **ف** انسان جب موت کے ڈر سے بھاگتا ہے تو کسی کی آڑ پکڑتا ہے جس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ پہلے اس پر حملہ ہو اور وہ میری ڈھال بنے مطلب یہ ہے کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ جان کے خوف سے حضرت کو اپنی ڈھال بنا کر دشمن کے سامنے کر دیا ہو۔ حضرت صہیب عربی النسل ہیں۔ ان کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے ایلہ کے حاکم تھے کہ رومی فوج نے حملہ کیا اور صہیب کو پکڑ کر لے گئے۔ اس طرح پر انہوں نے روم میں پرورش پائی لہٰذا رومی مشہور ہو گئے اور زبان میں تتلاہٹ ہو گئی کہ نہ عربی زبان صاف بولتے تھے نہ رومی۔ قبیلہ بنی کلب نے اہل روم سے ان کو خرید کر مکہ میں لا بیچا اور عبد اللہ بن جدعان نے خریدا اور آزاد کر دیا آپ اور حضرت عمار ایک دن مشرف باسلام ہوئے اور آنحضرت کے بعد حضرت علی کے ساتھ مدینہ جانے ہو کر ہر حال ہمرکاب رہے۔ شوال ۳۸ھ میں بعمر تہتر سال وفات پا کر مدینہ میں مدفون ہوئے۔

عثمان بن مظعون معاذ بن جبل عمرو بن جموح حارثہ بن نعمان بشیر بن براء اور عبد اللہ بن رواحہ کے مناقب

(ابن عمر) جب کوئی (مسلمان) مرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ ان کو ہمارے پیش خیمہ کے پاس پہونچا دو۔ میری امت کے لئے کیا اچھا پیش خیمہ ہے عثمان بن مظعون۔ (ک د) **ف** آپ قدماء اسلام میں سے ہیں کہ حبشہ کی ہجرت فرمائی اور اس جھوٹی افواہ پر کہ اہل مکہ اسلام لے آئے جو مہاجرین حبشہ سے واپس ہوئے آپ بھی ان میں تھے مگر مکہ کے قریب پہونچ کر جب معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے تو آپ نے واپس جانا پسند نہ کیا اور ولید بن مغیرہ کی پناہ میں مکہ داخل ہوئے۔ چند روز بعد خیال آیا کہ آنحضرت روحی فداہ اور ضعفاء مسلمین کو ہر طرح ایذا پہونچے اور میں ایک مشرک کی پناہ لے کر آرام سے گذاروں یہ بے غیرتی اور ضعف قلب ہے لہٰذا ولید سے جا کر کہہ دیا کہ تمہاری ذمہ داری واپس کرتا ہوں کہ اللہ کی حفاظت و پناہ میرے لئے کافی ہے ایک دن قریشی مجلس میں بیٹھے تھے کہ کسی بات پر ایک مشرک نے آپ کے منہ پر چانٹا مارا جس سے آنکھ پر زخم اور درد ہونے لگی۔ لوگوں نے کہا کہ اب بھی ولید کی پناہ کو بنگاہ قدر دیکھو۔ فرمایا میری تندرست آنکھ کو بھی تمنا ہے کہ ما وف آنکھ کا سا لطف اٹھائے اور میرے لئے اس سے زیادہ لذت کسی چیز میں نہیں کہ جس حال میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں اسی میں میں بھی ہوں۔ اس کے بعد آپ مدینہ ہجرت فرما گئے۔ عبادت و ریاضت کے عاشق تھے کہ دنوں روزے رکھتے اور راتوں کو نمازیں پڑھتے۔ آپ ہی نے

قال وكان عمرو بن الجموح يولم على النبي صلى الله عليه وسلم اذا تزوج ؛ للبزار بلين وله عن كعب بن مالك نحوه وفيه : واى داء ادوأ من البخل ؟ بل سيدكم الجعد القطط عمرو بن الجموح ؛ لعائشة رفعته : دخلت

تجرد کی محبت کے سبب خصی و نامرد بننے کی آنحضرت سے اجازت چاہی مگر آنحضرت نے منع فرما دیا تھا۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور سنہ ۳ھ میں وصال فرمایا۔ آپ مہاجرین میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے مدینہ میں وفات پائی اور آپ کی قبر پہلی قبر ہے جو بقیع میں آباد ہوئی۔ اسی لئے آپ کو سلف صالح اور فرط کہا گیا کہ جن مسلمانوں نے بھی بعد میں بقیع کو آباد کیا سب کے مقدمۃ الجیش آپ ہی ہیں۔ (اسود بن سریع) جب عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا تو مسلمانوں کو بڑا صدمہ ہوا۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا ہمارے سلف صالح عثمان بن مظعون کے ساتھ جا ملو۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت رقیہ (دختر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات ہوئی تو آپ نے ہمارے پہلے (رخصت ہونے والے) دوست عثمان بن مظعون کے ساتھ شامل ہو۔ (ک)۔ (معاذ) آپ نے بحالت مرض اپنی داہنی جانب تھوک دیا یا تھوکنے کا ارادہ فرمایا (پھر رک گئے) اور فرمایا کہ جب سے اسلام لایا ہوں میں نے داہنی طرف کبھی نہیں تھوکا (ک)۔ **ف** جو شخص ادب شریعت اور امر مستحب کی اتنی رعایت کرے گا دیگر امور دینیہ میں اس کے اہتمام کا کیا پوچھنا۔ (انس) معاذ بن جبل کی وفات بعمر اٹھائیس سال ہوئی۔ اور کوئی کہتا ہے کہ بعمر تیس سال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاذ علماء کا پیشوا ہوگا۔ ایک میل بھر آگے۔ (ک)۔ **ف** آپ نہایت خوبصورت خوب سیرت اور سخی انصاری تھے۔ حلت و حرمت اشیاء کا علم زیادہ تھا۔ بیعت عقبہ میں جو ستر حضرات اہل مدینہ شریک تھے ان میں آپ بھی تھے اور اسی لئے بعمر ۲۸ سال وفات میں کلام ہے کہ طاعون عمواس سنہ ۱۸ھ میں آپ کی وفات ہے اور اس حساب سے بیعت عقبہ کے وقت آپ کی عمر دس برس ہوتی ہے۔ لہذا صحیح یہ ہے کہ بعمر ۳۸ برس انتقال ہوا کہ اسلام و بیعت کے وقت عمر ۱۸ سال تھی۔ آنحضرت نے امیر یمن بنا کر بھیجدیا تھا اور تا وفات محمدی وہیں رہے۔ (جابر) رفع۔ تمہارا سردار اے بنو سلمہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ جد بن قیس ہیں۔ مگر ہم ان کو بخیل سمجھتے ہیں۔ فرمایا بلکہ تمہارا سردار خمیدہ بالوں والا خوش رو عمرو بن جموح ہے۔ اور عمرو بن جموح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنا) کوئی نکاح کرتے تو ولیمہ کیا کرتے تھے۔ (بز) اور کعب بن مالک سے جو روایت ہے اس میں اس طرح ہے اور بخل سے بڑا مرض کیا بلکہ تمہارا سردار بشر بن جموح ہے جس کے بال زیادہ خمیدہ ہیں۔ **ف** جد بن قیس کے متعلق کہتے ہیں کہ منافق تھا اور یہ کہکر غزوۂ تبوک میں شرکت سے گریز کیا تھا کہ میں عورتوں کا گرویدہ ہوں حسینان روم دیکھ کر صبر نہ کرسکونگا اس لئے مجھے مبتلائے فتنہ نہ کرو۔ البتہ مال سے مدد کرنے کو حاضر ہوں۔ اور غزوۂ حدیبیہ میں جب بیعت الرضوان ہوئی تو یہ اونٹ کے پیچھے جا چھپا تھا اور بیعت سے محروم رہا۔ اس کو سرداری قوم سے آنحضرت نے معزول فرما کر حضرت عمرو بن جموح کو سردار قوم تجویز فرمایا۔ جو غزوۂ احد میں شہید اور جابر کے والد کے ساتھ ایک قبر میں دفن ہوئے۔ آپ قبیلہ بنی سلمہ میں سب کے بعد اسلام لائے۔ کہ گھر میں مناۃ نامی ایک بت رکھ چھوڑا اور اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔ قوم کے نومسلم جوان شب کو ان کے گھر سے بت اٹھا کر کوڑی پر لا ڈالتے اور یہ صبح کو ڈھونڈ کر اسے لاتے اور دھو دھلا کر پھر اس کو گھر میں سجا دیتے اور

الجنة فسمعت قرأة قلت من هذا؟ قالوا حارثة بن النعمان كذاكم البر كذاكم البر: لاحمد والموصلی (عبد الله بن عامر بن ربیعة) ان حارثة بن النعمان قال مررت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ جبریل جالس فی المقاعد فسلمت علیہ ثم اجزت فلما رجعت وانصرف صلی اللہ علیہ وسلم قال هل رأیت الذی کان معی؟ قلت نعم قال انه جبریل وقد رد علیک السلام: لاحمد والکبیر (کعب بن مالک) رفعه: من سید کم یا بنی سلمة؟ قالوا الجد بن قیس علی انا نزنه بالبخل فقال وای داء ادوا من البخل قالوا فمن سیدنا یا رسول؟ قال سید کم بشر بن البراء بن معرور: (ابن عمر) رفعه: رحم الله اخی عبد الله ابن رواحة قال کان اینما ادرکته الصلوة اناخ: هما للکبیر۔

غصہ ہو کر کہا کرتے کہ پتہ لگ جائے کون ایسا کرتا ہے تو مزہ چکھا دوں۔ بار بار ایسا ہونے پر انہوں نے اپنی تلوار بُت کے گلے میں ڈال دی اور کہا مجھے تو خبر ہوتی نہیں جو ایسی گستاخی کرتا ہے تم خود اس کو سزا دیجیو۔ نوجوانوں نے پھر اُسدن اس کو گھر سے نکالا اور ایک کتے کے ساتھ ایک رسی میں باندھ کر اوندھے مُنہ نجاست کی کوڑی پر لا ڈالا۔ جب صبح کو انہوں نے اسے تلاش کیا اور یہ حشر پایا تو حق تعالیٰ نے ہدایت کا نور قلب میں ڈالا کہ پتھر کی بے حسی اور اپنی حماقت کا علم ہوا اور مشرف باسلام ہوئے آپ کے پاؤں میں لنگ تھی اور اسی لئے ان کے صاحبزادوں نے باجازت نبوی جنگِ بدر میں جانے سے ان کو روک دیا کہ معذور ہیں اور جہاد کے مکلف نہیں مگر جب غزوۂ اُحد کا وقت آیا تو صبر نہ کر سکے اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بچے مجھے روکتے ہیں اور میرا دل چاہتا ہے کہ اسی لنگ کے ساتھ جنت میں چلنا پھرنا نصیب ہو۔ چنانچہ اجازت ملی اور شہید ہو کر جابر کے والد کے ساتھ ایک قبر میں دفن ہوئے۔ (عائشہ) رفع۔ میں جنت میں گیا تو تلاوت کی آواز سُنی میں نے پوچھا یہ کون شخص (پڑھ رہا) ہے جواب ملا کہ حارثہ بن نعمان ہیں اطاعت ایسی ہی چیز ہے۔ اطاعت ایسی ہی چیز ہے۔ (م ص) **ف** آپ فضلاءِ صحابہ میں سے ہیں اور ماں کے بہت مطیع و خدمت گذار تھے۔ (عبد اللہ بن عامر) حارثہ بن نعمان نے بیان کیا کہ میرا گذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اور آپ کے پاس بیٹھک میں جبریل بیٹھے ہوئے تھے پس میں سلام کر کے آگے بڑھ گیا جب واپس آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بھی وہاں سے) چلے آتے تھے تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو میرے ساتھ تھا؟ میں نے کہا جی ہاں. فرمایا وہ جبریل تھے اور انہوں نے تمہارے سلام کا جواب دیا (م ک)۔ (کعب ابن مالک) رفع۔ اے بنی سلمہ تمہارا سردار کون ہے؟ عرض کیا کہ جد بن قیس مگر ہم ان میں بُخل کا عیب پاتے ہیں فرمایا اور بُخل سے بڑا مرض کونسا ہے (پھر اس میں سردار ہونے کی قابلیت کہاں) عرض کیا تو ہمارا سردار یا رسول اللہ کون (ہونا چاہیئے) فرمایا بشر بن برا ابن معرور (ک)۔ **ف** آپ بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر و اُحد میں شریک تھے۔ آپ کے والد حضرت برا، وہ شخص ہیں جنہوں نے بیعت عقبہ میں سب سے پہلے ہاتھ آگے بڑھایا اور آنحضرت کی ہجرت سے ایک مہینہ قبل بماہِ صفر وفات پائی۔ اور حضرت بشر نے غزوہ خیبر میں حضرت کے ساتھ زہر آلود گوشت کھا کر انتقال کیا۔ (ابن عمر) رفع۔ اللہ کی رحمت نازل ہو میرے بھائی عبد اللہ ابن رواحہ پر کہ جہاں کہیں اس کو نماز کا وقت ہو جاتا وہ اونٹ بٹھا لیا کرتا تھا (ک)۔ **ف** آپ بھی بیعت عقبہ والوں میں ہیں اور بنی حارث کے نقیب تھے۔ ایک مرتبہ نماز جمعہ کے لئے گھر سے چلے۔ مسجد سے باہر ہی

مناقب ابی الیسر و عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی و قتادہ بن النعمان و عبادہ بن الصامت و خزیمۃ بن ثابت و ابی ایوب رضی اللہ عنہم

(ابو الیسر کعب بن عمرو) قال واللہ انی لمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیبر عشیۃ اذ اقبلت غنم لرجل من الیھود یرید حصنھم ونحن محاصروھم اذ قال صلی اللہ علیہ وسلم من یطعمنا من ھذہ الغنم؟ قلت انا یا رسول اللہ قال فافعل فخرجت اشتد مثل الظلیم فلما نظر الی صلی اللہ علیہ وسلم مولیا قال اللھم متعنا بہ فادرکت الغنم وقد دخل اوائلھا الحصن فاخذت شاتین من اخراھا فاحتضنتھما تحت یدی ثم اقبلت بھما اشتد کانہ لیس معی شیء حتی القیتھما عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذبحوھا واکلوھا۔ لاحمد (یحیی بن بکیر) قال توفی ابو الیسر سنۃ خمس وخمسین بالمدینۃ وھو اٰخر من مات من اھل بدر۔ للکبیر (اسامۃ) لما رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی المصطلق قام ابن عبد اللہ بن ابی فسل علی ابیہ السیف وقال للہ علی ان لا اغمدہ حتی تقول محمد الاعز وانا الاذل قال ویلک محمد الاعز وانا الاذل فبلغت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعجبہ وشکرھا لہ۔ للکبیر بضعف (عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی) انہ استأذن النبی صلی اللہ

تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے ممبر پر تشریف لائے اور فرمایا سب بیٹھ جائیں۔ عبد اللہ بن رواحہ کے کان میں یہ آواز پڑی تو وہیں باہر ہی بیٹھ گئے اور تا فراغ خطبہ قدم نہ بڑھایا۔ آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو یہ دعا دی کہ اللہ و رسول کی طاعت کے متعلق اللہ تمہاری حرص اور زیادہ کرے۔ آپ ان شعراء میں سے ہیں جو آنحضرت کی طرف سے قریش کی ہجویانہ شاعری کا مدافعانہ جواب دیا کرتے تھے۔ غزوۂ موتہ ۸ھ میں حسب ارشاد نبویؐ زید بن حارثہ اور جعفر کی شہادت کے بعد عَلَم جنگ آپ نے سنبھالا اور شہید ہوئے۔

ابو الیسر عبد اللہ بن عبد اللہ بن اُبی قتادہ بن نعمان عبادہ بن صامت خزیمہ بن ثابت اور ابو ایوب کے مناقب

(ابو الیسر یعنی کعب بن عمرو) کہتے ہیں کہ واللہ میں خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ شام کے وقت ایک یہودی کی بکریاں نظر آئیں جو دان کو لے کر اپنے قلعہ میں گھسنا چاہتا تھا اور ہم ان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ دفعۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے جو اس گلہ بز میں سے ہمیں کھلائے؟ میں نے عرض کیا کہ میں کھلاؤں گا یا رسول اللہ۔ فرمایا کھلاؤ پس میں نکلا کہ شتر مرغ کی طرح دوڑتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جاتے ہوئے دیکھا تو دعا کی کہ بار الٰہا ہمیں اس سے منتفع فرما (کہ زندہ واپس آ دے) چنانچہ گلہ کا پہلا حصہ قلعہ میں جا چکا تھا کہ میں جا پہونچا اور پچھلے حصہ سے میں نے دو بکریاں پکڑ کر گود میں دبائیں اور ان کو لے کر دوڑتا ہوا ایسا چلا گویا میرے پاس کچھ بھی بوجھ نہیں حتیٰ کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لا کر ڈال دیا اور صحابہ نے ان کو ذبح کیا اور کھایا (م) ف آپ اہل عقبہ میں سے ہیں۔ غزوۂ بدر میں حضرت عباس کو آپ ہی نے گرفتار کیا تھا اور آپ ہی مشرکین کا عَلَم جنگ جو ابن عمیر کے ہاتھ میں تھا چھین کر لائے تھے۔ خوشحال مالدار صحابی تھے۔ ایک شخص پر آپ کا قرض تھا۔ مطالبہ کے لئے اس کے مکان پر آئے تو وہ گھر میں چھپ گیا اور باندی سے کہا کہدے یہاں نہیں ہے۔ انہوں نے آواز سن پائی اور ڈانٹ کر کہا باہر نکل کہ میں تیری آواز سن چکا ہوں۔ مجبوراً وہ باہر آیا تو آپ نے فرمایا یہ کیا حرکت تھی۔ اس نے کہا کہ ناداری سب کچھ کراتی ہے۔ فرمایا کیا سچ تم نادار ہو۔ کہا واللہ نادار ہوں۔ فرمایا جاؤ میں نے سب معاف کیا کہ حضرت نے فرمایا ہے جو تنگدست کو مہلت دے گا وہ بروز قیامت اللہ کے زیر سایہ ہوگا۔

وسلم ان يقتل اباه فقال لا تقتل اباك ؛ للكبير (قتادة بن النعمان) خرجت ليلة مظلمة فقلت لو اتيت
النبي صلى الله عليه وسلم وشهدت معه الصلاة وآنسته بنفسي ففعلت فلما دخلت المسجد برقت السماء فرآني
صلى الله عليه وسلم فقال يا قتادة ما هاج عليك؟ قلت اردت بابي وامي انت ان اونسك قال خذ هذا العرجون
فتحصر به فانك اذا خرجت اضاء لك عشرا امامك وعشرا خلفك ثم قال لي اذا دخلت بيتك فانك تجد مثل
الحجر الاخشن في استار بيتك فان ذلك الشيطان فخرجت فاضاء لي ثم ضربت به مثل الحجر الاخشن حتى خرج من
بيتي ؛ للكبير واحمد والبزار (عبادة بن الصامت) ان النبي صلى الله عليه وسلم قال له يا ابا الوليد وهو بدري

یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں کہ ابوالیسر نے ۵۵ھ میں مدینہ کے اندر وفات پائی اور اہل بدر میں جن کا سب کے بعد انتقال ہوا آپ ہی ہیں۔ (ک) (اسامہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی مصطلق سے واپس ہوئے تو عبداللہ ابن اُبی کے صاحبزادہ اپنے باپ پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور کہا واللہ اسے نیام میں نہ کروں گا جب تک یہ نہ کہے کہ محمدؐ باعزت ہیں اور میں ذلیل ترین۔ اُس نے (مجبور ہو کر) کہا ارے کمبخت ہاں محمدؐ نہایت باعزت ہیں اور میں ذلیل ترین ہوں۔ یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپ خوش ہوئے اور اس کی قدر فرمائی (ک)

ف عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین تھا کہ بنی خزرج نے اس کو اپنا امیر بنانا اور تاج پہنانا طے کر لیا تھا مگر آنحضرت کے مدینہ تشریف لانے پر جب عامۂ قلوب کی کشش آپ کی طرف ہوئی تو وہ معاملہ رل (ٹل) گیا اور اسکو آنحضرت کے ساتھ ایک خاص حسد اور تغض ہو گیا کہ دبا دبایا اسلام بھی لایا تو منافقانہ مگر اس کے بیٹے کہ ان کا نام حُباب تھا مخلص مسلمان تھے اور اسلام کے بعد آنحضرتؐ نے ان کا نام بھی عبداللہ رکھدیا تھا۔ شعبان ۵ھ یا ۶ھ میں قبیلہ خزاعہ سے جنگ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے جس کا نام غزوۂ بنی مصطلق یا غزوہ مریسیع ہے کہ اسی میں حضرت عائشہ پر بہتان کا قصہ پیش آیا تھا تو عبداللہ بن ابی نے کہا تھا کہ اچھا مدینہ پہونچیں تو معزز قوم ان ذلیلوں کو نکال باہر کرے گی۔ اس میں اپنے آپ کو معزز اور اہل اسلام کو نادار اور پردیسی ہونے کے سبب ذلیل بتایا تھا۔ حضرت عبداللہ نے اول تو باپ کو قتل کرنے کی آنحضرت سے اجازت چاہی مگر جب آپ نے اجازت نہ دی تو جب تک اسی کی زبان سے نہ کہلوالیا کہ معاملہ برعکس ہے ان کو چین نہ آیا۔ آپ بہترین فضلاء صحابہ میں سے ہیں۔ تمامی غزوات میں حضرت کے ہمرکاب رہے۔ اور غزوۂ اُحد میں آپؐ کے سامنے کے دونوں دانت ٹوٹ گئے۔ تو حضرت نے سونے کے دانت چڑھا لینے کی اجازت دی۔ بخلافت صدیقی ۱۲ھ میں جنگ مسیلمہ کذاب میں شہید ہوئے (عبداللہ ابن عبداللہ بن اُبی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ اپنے باپ کو قتل کریں مگر آپ نے فرمایا باپ کو قتل نہ کرو (ک)۔ (قتادہؓ بن نعمان) ہیں ایک (مرتبہ) اندھیری رات میں گھر سے نکلا اور دل میں کہا کیا اچھا ہو کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوں اور آپ ہی کے ساتھ نماز پڑھوں اور آپ سے باتیں کروں۔ چنانچہ میں نے ایسا کیا اور جب مسجد میں داخل ہوا تو بجلی چمکنے لگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا کیا وحشت سوار ہوئی (جو ایسے وقت آئے) میں نے کہا آپ پر میرے ماں باپ قربان جی چاہا کہ آپ سے باتیں کروں۔ فرمایا لو یہ چھڑی ہاتھ میں لے جاؤ کہ جب باہر نکلو گے تو دس (قدم) آگے اور دس قدم پیچھے تک روشنی دے گی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب گھر میں گھسو گے تو اپنے گھر کے پردوں میں گھر سے پتھر کی طرح پاؤ گے بس وہ شیطان ہے (اسکو اس چھڑی سے مار کر نکال دینا) چنانچہ میں باہر نکلا تو

عقبی احدی شجری نقیب ۞ (یحییٰ بن بکیر) قال مات عبادة بن الصامت بالرملة من فلسطین سنة اربع و
ثلاثین وھو ابن اثنین وسبعین ۞ ھما للکبیر (خزیمہؓ بن ثابت) انہ رای فی النوم انہ سجد علی جبھة النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فذکر ذلک لہ فاضطجع لہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاء فسجد علی جبھتہ ۞ لاحمد بلین (ابوایوبؓ الانصاری) کان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بین الصفا والمروة فسقطت علی لحیتہ ریشة فابتدرھا الیہ ابوایوب فاخذھا فقال لہ
صلی اللہ علیہ وسلم نزع اللہ عنک ما تکرہ ۞ للکبیر بلین (ابن عباسؓ) ان ابا ایوب الانصاری غزا اھل الروم
فمر علی معاویة فجفاہ فانطلق ثم رجع من غزوتہ فجفاہ ولم یرفع بہ راسا فقال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انبأنی انا سنری بعدہ اثرة قال معاویة فبم امرکم؟ قال امرنا ان نصبر قال اصبروا اذا فاتی عبداللہ بن عباس بالبصرة

تو چھڑی (مشعل کی طرح) روشن ہوگئی۔ پھر میں نے (گھر میں گھس کر) کھرّے پتھر کی طرح ایک چیز کو دبایا اور (اس سے مار اجتی
کر وہ گھر سے باہر نکل گئی (ک م بز) **ف** آپ ابو سعید خدری کے ماں شامل بھائی اور فضلاء صحابہ میں تھے کہ فتح
مکہ کے دن بنی ظفر کا علَم آپ کے ہاتھ میں تھا۔ غزوۂ اُحد میں آپ کی آنکھ پر چوٹ آئی کہ ڈھیلا باہر نکل کر رخسارہ پر
آپڑا۔ قصد ہوا کہ اس کو کاٹ دیا جائے مگر آنحضرت نے منع فرمایا اور دست مبارک سے ڈھیلا آنکھ میں رکھ کر
ہتھیلی سے دبایا اور لعاب دہن لگا دیا۔ آنکھ بالکل درست ہوگئی بلکہ دوسری سے اعلیٰ اور حسین تر۔ بعمر ۶۵ سال
۳۲ھ میں وصال فرمایا اور حضرت عمرؓ نے جنازہ پڑھائی۔ (عبادہؓ بن صامت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
اس طرح پکارا کہ اے ابوالولید! اور وہ غزوۂ بدر میں اور (پہلی اور دوسری) بیعت عقبہ میں اور جنگ اُحد میں
اور درخت کے نیچے (بیعت رضوان) میں شریک ہونے والوں میں ہیں اور نقیب ہیں (کہ بنی عوف کے امیر قبیلہ
تھے۔) (یحییٰؒ بن بکیر) کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت نے رملہ علاقہ فلسطین میں بعمر بہتر سال ۳۴ھ میں وفات پائی۔
(ک) **ف** آپ انصار کے ان پانچ حفاظ میں ہیں جنہوں نے بزمانۂ نبوت قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ اہل صُفّہ کے
معلم قرآن آپ ہی تھے۔ ملک شام فتح ہونے پر آپ کو حضرت عمر فاروق نے اہل شام کی تعلیم دین کے لئے روانہ
کیا اور ابو درداء اور معاذ بن جبل کو ساتھ کیا۔ چنانچہ آپ نے حمص میں قیام فرمایا اور ابو درداء نے دمشق میں
اور معاذ نے فلسطین میں۔ پھر حضرت عبادہ بھی فلسطین میں آگئے اور قرآن وفقہ کی تعلیم کا حق ادا کیا۔ (خزیمہؓ
ابن ثابت) نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے اور فرمایا
لو سجدہ کر کے خواب کو واقعہ بنا لو) پس یہ آئے اور آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔ (م) **ف** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک شخص سے جس کا نام سوار تھا گھوڑا خریدا مگر وہ انکار کر گیا تو حضرت خزیمہ نے شہادت دی کہ بے شک
آپ خرید چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے خزیمہ تم معاملہ کے وقت موجود نہ تھے پھر شہادت کیسے دے رہے ہو۔
عرض کیا میں تو آپ کو آسمانی خبروں کے متعلق سچا سمجھتا اور یقین رکھتا ہوں کہ زبان مبارک سے جو بات
نکلتی ہے وہ صحیح ہوتی ہے۔ پھر آپ فرما دیں کہ بیع وشراء ہوئی تو میں شہادت کیوں نہ دوں۔ آپ کو یہ بات
بہت پسند آئی اور ان کی تنہا شہادت دو کی قائم مقام قرار دی۔ چنانچہ حاکم صرف ان کی شہادت پر فیصلہ
دے دیتا تھا (ابوایوبؓ انصاری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا ومروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے کہ
ریش مبارک میں پر آگرا تو جلدی سے ابوایوب نے آگے بڑھ کر وہ پر لے لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

وقد امرہ علیہا علی فقال یا ابا ایوب انی ارید ان اخرج لک من مسکنی کما خرجت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر اھلہ فخرجوا واعطاہ کل شیء اغلق علیہ الدار فلما کان انطلاقہ قال حاجتک قال حاجتی عطائی وثمانیۃ اعبد یعملون فی ارضی وکان عطاؤہ اربعۃ الاف فاضعفھا لہ خمس مرات فاعطاہ عشرین الفا واربعین اعبدا۔ للکبیر۔

مناقب ابی الدحداح وزید بن ثابت ورافع بن خدیج وسلمۃ بن الاکوع وابی الدرداء وزاھر بن حرام وعبد اللہ ذی البجادین

(عبد اللہ بن ابزی) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث الی ابی الدحداح یستقرضہ فلما جاءہ الرسول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثک الی یستقرضنی؟ قال نعم قال فانی اشھد اللہ ان مالی فی موضع کذا وکذا فی سبیل اللہ فقال صلی اللہ

کو دعا دی کہ (جس طرح تم نے میری داڑھی سے پر نکالا) حق تعالیٰ تم سے بھی ہر وہ چیز نکال دے جو تم کو ناپسند ہو۔

(ک، ابن عباسؓ) ابوایوب انصاری اہلِ روم پر جہاد کے لئے چلے اور معاویہ پر گذرے تو انہوں نے بے اعتنائی برتی۔ پھر آپ جہاد سے واپس ہوئے تب بھی انہوں نے بے اعتنائی کی اور ان کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھا تب انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آگاہ کیا تھا کہ ہم آپ کے بعد (دوسروں کی اپنے اوپر) ترجیح دیکھیں گے (سو یہاں نظر آگیا) معاویہ نے کہا پھر حضرت نے تم کو حکم کیا دیا تھا؟ فرمایا حکم یہ دیا تھا کہ صبر کریں۔ کہا پھر صبر کئے جاؤ۔ چنانچہ آپ عبد اللہ بن عباس کے پاس بصرہ چلے آئے کہ ان کو حضرت علی نے یہاں کا گورنر بنایا تھا انہوں نے (آپ کی قدر کی اور) فرمایا اے ابوایوب میرا دل چاہتا ہے کہ اپنا مکانِ مسکونہ تمہارے لئے (خالی کر کے باہر نکل آؤں جیسا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر (مکان خالی کر کے) باہر نکل آئے تھے چنانچہ اپنے گھر والوں کو حکم دیا اور وہ سب باہر نکل آئے اور آپ نے مع تمامی سامان کے گھر میں قفل لگا کر آپ کے حوالہ کر دیا۔ پھر جب ان کی روانگی کا وقت آیا تو پوچھا کوئی حاجت ہو (تو فرمایئے) فرمایا حاجت یہ ہے کہ میرا وظیفہ (مجھے ملنا چاہیئے) اور آٹھ غلام جو میری زمین میں (کھیتی باڑی کا) کام کریں اور آپ کا وظیفہ چار ہزار تھا پس حضرت عبد اللہ نے پانچ گونہ کر کے آپ کو بیس ہزار درہم دیئے اور چالیس غلام۔ (ک) **ف** قدرِ گوہر شہ بداند یا بداند جوہری۔ حضرت ابوایوب انصاری جن کا نام خالد بن زید تھا وہ مشہور صحابی ہیں جن سے شاید کوئی مسلمان بچہ بھی ناواقف ہو گا کہ ہجرت کے وقت آپ ہی کے مکان میں سرورِ عالم و عالمیان اُترے اور جب تک مسجد اور اس کے قریب حجرات ازواج مطہرات تعمیر ہو گئے یہیں قیام فرمایا۔ عبد اللہ بن عباس آنحضرتؐ کے چچا زاد بھائی اور ہاشمی النسل شاہی خاندان کے تھے اس لئے اس احسان کو پوری قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ حضرت ابوایوب بیعت عقبہ میں شریک اور تمامی مشاہد میں آنحضرتؐ کے ہمرکاب رہے۔ جنگِ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ اور جنگِ نہروان میں جرنیل فوج تھے۔ غزوۂ روم ۵۱ھ میں شہید ہوئے اور بیرونِ قسطنطنیہ دفن ہوئے۔

ابو دحداح زید بن ثابت رافع بن خدیج سلمہ بن اکوع ابو درداء زاہر بن حرام اور عبد اللہ ذو البجادین کے مناقب

(عبد اللہ بن ابزی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرض مانگنے کے لئے ابو دحداح کے پاس (آدمی) بھیجا۔ جب یہ بھیجا ہوا شخص ان کے پاس آیا تو انہوں نے کہا قرض مانگنے کے لئے میرے پاس تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا اچھا میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میری جائداد (باغ اور کھیت) جو فلاں فلاں موقع پر ہے وہ سب (وقف) فی سبیل اللہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ دریا دلی سن کر!

عليه وسلم كم من عذق ملاّٰح لابی الدحداح فی الجنة ؛ للكبير بلين (زيدؓ بن ثابت) قال اجازنی رسول الله صلے الله عليه
وسلم وكسانی قبطية ؛ للكبير بضعف (ابو هريرةؓ) قال حين مات زيد بن ثابت اليوم مات حبر هذه الامة و
عسى الله ان يجعل فی ابن عباس منه خلفا ؛ (امرأة رافعؓ بن خديج) ان رافعا رمی مع النبی صلے الله عليه وسلم
يوم احد ويوم خيبر بسهم فی ثندوته فاتی النبی صلے الله عليه وسلم فقال يا رسول الله انزع السهم فقال يا رافع
ان شئت نزعت السهم والقطنة جميعا وان شئت نزعت السهم وتركت القطنة وشهدت لك يوم القيامة
انك شهيد قال فنزع صلے الله عليه وسلم السهم وترك القطنة فعاش بها حتى كان فی خلافة معاوية فانتقض به
الجرح فمات بعد العصر فاتی ابن عمر فقيل له مات رافع فترحم عليه وقال ان مثل رافع لا يخرج به حتى يؤذن من
حول المدينة من اهل القرى فلما خرجنا بجنازته جاء ابن عمر حتى جلس على رأس القبر فذكر الحديث ؛ (سلمةؓ بن
الاكوع) اردفنی النبی صلے الله عليه وسلم مرارا ومسح رأسی مرارا واستغفر لی ولذريتی عدد ما بيدی من الاصابع

فرمایا کتنے کچھ درخت ہیں ابو دحداح کے لئے جنت میں۔ (ک)؛ (زیدؓ بن ثابت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ضیافت کی اور مجھے قبطی چادر اڑھائی۔ (ک)، ف آپ کی عمر آنحضرت کے مدینہ تشریف لانیکے وقت گیارہ برس کی تھی اس لئے جنگ بدر واحد میں بچہ قرار پاکر نہیں لئے گئے اور سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے کہ مٹی ڈھونے کی خدمت انجام دیتے اور آنحضرتؐ فرماتے بڑا اچھا لڑکا ہے۔ غزوۂ تبوک میں بنی مالک کا علم سرداری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارہ کے ہاتھ سے لے کر ان کے حوالہ کیا اور جب انہوں نے پوچھا کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی تو آپ نے فرمایا خطا کچھ نہیں مگر قرآن کو شرف حاصل ہے اور زید کو قرآن مجید تم سے زیادہ یاد ہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے اور جب بعض خطوط آپ کے پاس سریانی زبان میں آنے لگے تو انہیں کو آپ نے حکم دیا تھا کہ سریانی زبان سیکھ لیں کہ خطوط کا پڑھنا اور جواب لکھنا آسان ہو جائے۔ یہ بارگاہِ نبوی میں ان کے معتمد علیہ ہونے کی علامت تھی علم فرائض ومیراث میں آپ کو خاص ملکہ تھا۔ (ابو ہریرہؓ) نے جب زید بن ثابت کا (۴۵ھ میں) انتقال ہوا تو فرمایا کہ آج اس امت کا علامہ دنیا سے اٹھ گیا اور کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن عباس کو ان کا جانشین بنائے (ک)۔ (زوجہؓ رافع بن خدیج) رافع کی چھاتی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ احد یا خیبر میں تیر لگا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ اس تیر کو (میرے جسم سے) نکال دیجئے۔ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو تیر کو مع بھال کے نکال دوں اور چاہو تو فقط تیر نکال لوں اور بھال کو بدن ہی میں گھسا ہوا چھوڑ دوں اور قیامت کے دن تمہارے لئے شہادت دوں کہ تم شہید ہو۔ پس (ان کی خواہش پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر نکال لیا اور بھال کو رہنے دیا۔ کہ وہ اسی طرح زندگی گذارتے رہے حتی کہ خلافتِ معاویہ میں اس سے زخم پھوٹا اور بعد عصر آپ کا انتقال ہو گیا۔ پس ابن عمر کے پاس آدمی آیا اور ان کو اطلاع ملی کہ رافع کا انتقال ہو گیا پس آپ نے افسوس کیا اور فرمایا کہ رافع جیسے شخص کا جنازہ نہیں جا سکتا جب تک کہ مدینہ کے آس پاس کی بستیوں کو اطلاع نہ دی جائے (تاکہ کسی کو عدمِ شرکتِ جنازہ کا قلق نہ رہے چنانچہ اطلاع دی گئی)۔ پس جب ہم جنازہ لے کر چلے تو ابن عمر آئے حتی کہ قبر کے سرہانے بیٹھے۔ (سلمہؓ بن اکوع) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بارہا اپنے ساتھ سواری پر بٹھایا اور کئی مرتبہ میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے اور میری اولاد کے لئے میرے ہاتھوں کی انگلیوں کی تعداد کے موافق (۵ یا ۱۰ مرتبہ) دعائے مغفرت فرمائی (ک)، ف آپ بڑے بہادر تیر انداز

(ابی الدرداء) قلت یارسول اللہ بلغنی انک تقول ان قوما من امتی سیکفرون بعد ایمانھم و قال اجل یا ابا الدرداء ولست منھم ٭ ھی للکبیر (سالم بن ابی الجعد) عن رجل من اشجع یقال لہ زاھر بن حرام رجل بدوی: وکان لا یزال یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطرفۃ او ھدیۃ فرآہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سوق المدینۃ یبیع سلعۃ ولم یکن اتاہ فی ذلک الوقت فاحتضنہ من وراء کتفہ فالتفت فابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقبل کفہ فقال من یشتری العبد؟ فقال اذاً تجدنی یارسول اللہ کاسداً قال لکنک عند اللہ رابح فقال صلی اللہ علیہ وسلم لکل حاضر بادیۃ و بادیۃ آل محمد زاھر بن حرام ٭ للبزار والکبیر (عقبۃ بن عامر) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لرجل یقال لہ ذوالبجادین انہ اواب وذلک انہ کان یکثر الذکر للہ تعالیٰ فی القرآن وکان یرفع صوتہ فی الدعاء ٭ لاحمد والکبیر۔

مناقب عبداللہ بن الارقم و عثمان بن ابی العاص و وائل بن حجر و العلاء بن الحضرمی و ابی زید عمرو بن اخطب

(عبدالواحد بن ابی عوف) اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتاب رجل فقال لعبد اللہ بن الارقم اجب علی فکتب جوابہ

اور فاضل صحابی ہیں۔ بیعت رضوان دو مرتبہ کی اور عہد کیا کہ مر جائیں گے مگر جنگ سے نہ بھاگیں گے۔ وفات محمدی کے بعد ربذہ مقام میں سکونت اختیار کی جس کو آجکل وادی حمراء کہتے ہیں مگر انتقال سے چند دن پہلے مدینہ میں آ گئے اور ۳۲ھ میں بعمر اسّی برس وفات پائی۔ (ابو الدرداء) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ فرماتے ہیں میری اُمت کے کچھ لوگ ایمان کے بعد پھر کفر کریں گے (اور مرتد بن جائیں گے) فرمایا ہاں اے ابودرداء مگر تم ان میں سے نہیں ہو۔ (ک) **ف** اس میں آپ کے لئے ثباتِ ایمان و حُسنِ خاتمہ کی بشارت ہے۔ آپ کا نام عویمر ابن عامر ہے مگر کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں۔ افاضل و فقہائے صحابہ میں سے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ان کو حکیم الامت فرمایا ہے۔ خلافتِ عثمانی میں دمشق کے قاضی ہوئے اور شہادتِ عثمانی سے دو سال پہلے وفات پائی (سالم بن ابی جعد) قبیلہ اشجع کے ایک دیہاتی شخص جن کا نام زاہر بن حرام تھا اور وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نئی سبزی یا (جنگل کی پیداوار کا کوئی اور) تحفہ لے کر آیا کرتے تھے۔ ایک بار ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار مدینہ میں سودا بیچتے دیکھا اور (اس وقت وہ حضرت کے پاس نہیں آئے تھے تو پیچھے سے آپ نے ان کی کولی بھر لی۔ پس انہوں نے جو ادھر کو نگاہ کی تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لہذا اپنی کمر کو سینہ مبارک سے چپکانے اور) دستِ مبارک کا بوسہ لینے لگے (تو آپ نے ازراہ خوش طبعی فرمایا) کوئی ہے جو غلام کو خریدے؟ عرض کیا یارسول اللہ مجھے آپ کھوٹا غلام پائیں گے۔ (اور بہت ہی کم قیمت لگے گی) آپ نے فرمایا مگر تم اللہ کے نزدیک تو قیمتی ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر شہری کا ایک بدو ہوا کرتا ہے (جس سے اس کو خاص محبت ہوتی ہے) اور آل محمد کا بدو زاہر بن حرام ہے۔ (بزک) **ف** آپ جنگ بدر میں شریک تھے اور سادگی و اخلاص کا تقاضا تھا کہ جب حاضر ہوتے سبزی یا ترکاری کا ہدیہ ضرور لاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ خاص محبت تھی اور اپنا بدو فرمانا ان کے فخر و مدح کے لئے کافی ہے۔ (عقبہ بن عامر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق جن کو ذوالبجادین کہا جاتا تھا فرمایا کہ وہ اوّاب ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن میں ذکر اللہ بکثرت کرتے اور دُعا بآوازِ بلند مانگا کرتے تھے (م ک) **ف** آپ کا نام عبداللہ ہے۔ جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تو ان کی ماں نے اپنی چادر پھاڑ کر دو ٹکڑے کر دیئے تھے ایک کو انہوں نے اوڑھ لیا اور دوسری کو لنگی ... تلاوتِ قرآن کی کثرت اور دُعا میں گڑگڑاہٹ ... مشہور ہو گئے

ثم قرأه عليه فقال اصبت واحسنت اللّٰهم وفقه فلما وُلّی عمر کان یشاوره ؛ للکبیر معضلا (عثمان بن ابی العاص) قدمت فی وفد ثقیف حین قدموا علی النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم فقالوا من یمسك لنا رواحلنا؟ فقلت وانا اصغر القوم ان شئتم امسکت لکم علی ان لی علیکم عهد اللّٰه لتمسکن لی اذا خرجتم قالوا فذلك فدخلوا علیه ثم خرجوا فقالوا انطلق بنا قلت الی این؟ قالوا الی اهلك قلت ضربتُ من اهلی حتی اذا احللتُ بباب النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم ارجع ولا ادخل علیه وقد اعطیتمونی ما قد علمتم قالوا فاعجل فانا قد کفیناك المسئلة لم ندع شیئا الا سألناه فدخلت فقلت یا رسول اللّٰه ادع اللّٰه ان یفقهنی فی الدین ویعلمنی قال ماذا قلت؟ فاعدت علیه القول فقال لقد سألتنی عن شئ ما سألنی عنه احد من اصحابك اذهب فانت امیر علیهم وعلی من تقدم علیهم من قومك فذکر الحدیث للکبیر (ابو هریرة) لما بعث النبی صلی اللّٰه علیہ وسلم العلاء بن الحضرمی الی البحرین بتعته فرأیت منه ثلاث خصال لا ادری ایتهن اعجب انتهینا الی ساحل البحر فقال سموا اللّٰه واقتحموا فسمینا اللّٰه واقتحمنا فعبرنا فما بل الماء اسافل اخفاف ابلنا فلما قفلنا صرنا معه بفلاة من الارض ولیس معنا ماء فشکونا الیه فقال صلوا رکعتین

کے سبب آنحضرت نے ان کو آواب فرمایا یعنی اللہ کا گرویدہ۔

عبداللہ بن ارقم عثمان بن ابی العاص وائل بن حجر علاء بن حضرمی اور ابو زید عمرو بن اخطب کے مناقب

(عبدالواحد بن ابی عوف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا خط آیا تو آپ نے عبداللہ بن ارقم سے فرمایا اس کا جواب لکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے جواب لکھا اور پھر آنحضرتؐ کو پڑھ کر سنایا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک لکھا اور خوب لکھا۔ الٰہی اسکو توفیق بخش۔ پس جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ (ک) ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ خاتون ان کے والد ارقم بن عبد یغوث کی پھوپھی تھیں۔ منشی تھے اور ثقہ وامین۔ فتح مکہ پر ایمان لائے۔ حضرت عمر نے آپ کو بیت المال پر تعینات کر دیا تھا حضرت عثمان کے زمانہ میں بھی اسی پر مامور رہے اور جب حضرت عثمان نے آپ کو تین لاکھ درہم پیش کئے تو قبول نہ فرمائے۔ اور کہا کہ اسلامی خدمت کا معاوضہ نہیں لیتا۔ اس کا معاوضہ اپنے اللہ سے لوں گا۔ قبل وفات آپ کی بینائی جاتی رہی تھی (عثمانؓ بن ابی العاص) قبیلہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں بھی ان میں آیا۔ انہوں نے (مدینہ پہونچکر) کہا کہ ہمارے اونٹوں کو کون تھامے گا۔ (کہ ہم بارگاہ رسالت میں حاضری دے آویں) میں نے کہ سب میں چھوٹا تھا کہا کہ تم پسند کرو تو میں تھامے رہوں مگر بشرطیکہ وعدہ کرو کہ واپس آنے کے بعد تم میرے اونٹ کو تھامو (تاکہ پھر میں آستانہ محمدیہؐ پر حاضری دوں) انہوں نے کہا ہاں یہ وعدہ ہے۔ چنانچہ وہ حاضر خدمت ہوکر واپس آئے اور بولے کہ چلو میں نے کہا کہاں؟ بولے اپنے گھر کو میں نے کہا کہ گھر سے سفر کیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آپہونچا تو خدمت مبارک میں حاضر ہوئے بغیر واپس ہو جاؤں (یہ کیسے ممکن ہے) اور تم تو مجھے عہد دے چکے تھے جس کا تم کو علم بھی ہے۔ بولے اچھا جلدی کرو کہ ہم تمہارے بدلہ بھی پوچھ گچھ آئے اور کوئی بات نہیں چھوڑی جس کو آپ سے پوچھ نہ لیا ہو لہذا استفسار میں دیر لگانے کی حاجت نہیں۔ صرف زیارت کرکے جلدی چلے آؤ) چنانچہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ اللہ سے دعا کر دیجئے کہ مجھے دین کی سمجھ اور علم عطا فرما دے۔ آپ نے فرمایا کیا کہا میں نے دوبارہ یہی عرض کیا۔ فرمایا تم نے مجھ سے ایسی بات کی درخواست کی کہ تمہارے ساتھیوں میں سے کسی ایک نے بھی اس کی درخواست نہیں کی۔ جاؤ تم ان کے سردار ہو اور اپنی قوم کے جن لوگوں پر تم (وطن میں) جاؤ گے ان کے بھی

ثم دعا فاذا اسحابة مثل الترس قد ارخت عزاليها فسقينا واستقينا ومات فدفناه فی الرمل فلما سرنا غیر بعید قلنا یجئ سبع فیأکله فرجعنا فلم نره ؛ للطبرانی وفیه ابراهیم بن معمر الهروی. (ابو زید بن اخطب الانصاری) استسقی النبی صلی الله علیه وسلم فاتیته بقدح فیه ماء فکانت فیه شعرة فاخذتها فقال اللّٰهم جمله فرأیته وهو ابن اربع وتسعین لیس فی لحیته شعرة بیضاء ؛ لاحمد والکبیر الا انه قال : تسعون سنة ـ

مناقب ابی امامة وزید بن صوحان وقرة بن هبیرة وعبد الله بن بسر والهرماس بن زیاد والسائب بن یزید رضی الله عنهم

(ابو امامة) بعثنی النبی صلی الله علیه وسلم الی باهلة فاتیتهم وهم علی الطعام فرحبوا بی واکرمونی وقالوا تعال فکل فقلت انی جئت لانهاکم عن هذا الطعام وانا رسول رسول الله صلی الله علیه وسلم اتیتکم لتومنوا به فکذبونی وزبرونی وانا جائع ظمآن فنمت فاتیت فی منامی بشربة لبن فشربت ورویت وعظم بطنی فقال القوم اتاکم رجل من اشرافکم وسراتکم فرددتموه اذهبوا الیه واطعموه من الطعام والشراب مایشتهی فاتونی بالطعام والشراب فقلت لاحاجة لی فی طعامکم وشرابکم فان الله اطعمنی وسقانی فانظروا الی الحال التی انا علیها فنظروا فاریتهم بطنی فاسلموا عن آخرهم ؛ للکبیر. (علی ؓ) رفعه : من سره ان ینظر الی رجل یسبقه بعض اعضائه الی الجنة فلینظر

سردار ہو (ک) ف علم دین کی طلب و حرص سنے بزبان پیغمبر آپ کو وفد اور تمامی قوم کا سردار بنایا۔ آپ حیات نبوی میں طائف کے گورنر رہے اور خلافتِ صدیقی میں اہلِ طائف کو ارتداد سے بچائے رکھا ۱۲ھ میں توّج فتح کیا اور اس کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار فرمائی (ابو ہریرہ ؓ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی کو (امیر فوج بنا کر) بحرین کی جانب بھیجا تو میں بھی ان کے ساتھ گیا پس تین کرامتیں ان کی ایسی دیکھیں کہ نہیں کہہ سکتا ان میں کس کو زیادہ تعجب خیز سمجھوں۔ جب ہم ساحل سمندر پر پہونچے تو انہوں نے کہا بسم اللہ کہہ کر سمندر میں گھس جاؤ۔ چنانچہ ہم نے بسم اللہ کہہ کر قدم ڈالدیئے اور عبور کر گئے کہ اونٹ کے قدم کا نیچے کا حصہ بھی پانی میں تر نہ ہوا۔ پھر جب ہم واپس ہوئے تو ان کے ساتھ ایک جنگل میں پہونچے کہ ہمارے پاس پانی بالکل نہ تھا پس ہم نے ان سے تکلیف کا اظہار کیا۔ فرمایا دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد انہوں نے دُعا مانگی تو دفعۃً ڈھال کی طرح بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا جس نے دموسلا دھار بارش کی اکھالیں اُنڈیل دیں کہ ہم نے پیا بھی اور (جانوروں کو) پلایا بھی اُن ؓ کا انتقال ہوگیا تو ہم نے ان کو ریت میں دفن کر دیا تھوڑی ہی دُور چلے تھے کہ ہمیں خیال آیا کوئی درندہ آکر ان کی نعش کو کھا جائے گا لہٰذا ہم واپس آئے کہ محفوظ جگہ دفن کریں (مگر وہ نظر نہ آئے (اور غیبی حفاظت نے ان کو ہم سے بھی چھپا لیا) طب. ف آپ حضر موت کے باشندہ تھے اس لئے آپ کے والد عبداللہ بن عباد حضرمی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ مجاب الدعوات تھے بحرین کے گورنر رہے حتی کہ ۱۴ھ میں بخلافتِ فاروقی وہیں وفات پائی۔ (ابو زید ؓ بن اخطب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پینے کے لئے ایک بار) پانی مانگا تو میں پیالہ میں پانی لے کر حاضر ہوا۔ اس کے اندر ایک بال تھا پس میں نے اس کو نکال لیا۔ آپ نے فرمایا الٰہی اس کو جمال عطا فرما۔ چنانچہ (راوی کہتا ہے کہ) میں نے ان کو دیکھا جبکہ ان کی عمر چورانوے ۹۴ برس کی تھی کہ ان کی داڑھی میں) ایک بال بھی سفید نہ تھا (م) کبیر نے بھی یہ روایت نقل کی ہے مگر اس میں عمر نوّے ۹۰ برس ذکر کی ہے۔ ف آپ کا نام عمرو بن اخطب ہے مگر کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں

ابو امامہ زید بن صوحان و قرہ بن ہبیرہ عبداللہ بن بسر ہرماس بن زیاد اور سائب بن یزید کے مناقب

(ابو امامہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (تبلیغ کے لئے میری قوم) باہلہ کی طرف بھیجا۔ پس میں ان کے پاس

الی زید بن صوحان ؛ للموصلی بخفی (قرۃ بن هبیرۃ) انہ اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال انہ کان لنا ارباب
ورباتٌ نعبدهن من دون اللہ تعالے فدعوناهن فلم یجبن وسألناهن فلم یعطین فجئناك فهدینا فنحن نعبد اللہ
فقال صلے اللہ علیہ وسلم قد افلح من رزق لبًا فقال یارسول اللہ البسنی ثوبین من ثیابك قد لبستهما فکسانی
فلما کان بالموقف من عرفات قال صلے اللہ علیہ وسلم اعد علی مقالتك فاعاد علیه فقال قد افلح من رزق لبًا ؛
للکبیر برا ولم یسم (عبد اللہ بن بسر) وضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی رأسی فقال یعیش هذا الغلام قرنا
فعاش مائة سنة وکان فی وجهه ثألول فقال لا یموت حتی یذهب الثألول من وجهه فلم یمت حتی ذهب الثألول
من وجهه ؛ للکبیر والبزار (الهرماس بن زیاد) وفد ابی وانا معه الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال لنا ابا دع
اللہ لی ولابنی فمسح رأسه وبایعه علی الاسلام ؛ للاوسط بخفی (عطاء مولی السائب بن یزید) رأیت مولائی
السائب بن یزید لحیته بیضاء ورأسه اسود فقلت یا مولائی مالرأسك لا یبیض؟ فقال لا یبیض رأسی

آیا اور وہ کھانے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے (دیکھ کر انہوں نے مرحبا کہا اور میرا احترام کیا اور کہا آئیے کھانا نوش فرمائیے۔ میں نے کہا کہ میں تم کو اس کھانے سے منع کرنے کے لئے آیا ہوں (کہ ذبیحہ نہیں ہے بلکہ مردار ہے۔) اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں تمہارے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ تم آپ پر ایمان لے آؤ۔ انہوں نے (یہ سن کر) مجھے جھٹلایا اور جھڑکا اور میں بھوکا اور پیاسا تھا میں سو گیا اور خواب میں مجھے پینے کے لئے دودھ عطا کیا گیا پس میں نے پیا اور سیر ہو گیا اور میرا پیٹ پھول گیا۔ (قوم نے (بعد میں آپس میں) کہا کہ تمہارے شرفا اور سرداروں میں سے ایک شخص آیا اور تم نے اس کو (جھڑک کر بھوکا پیاسا) واپس کر دیا (یہ بہت برا کیا) اس کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ کھانے اور پینے کی خواہش کرے اس کو کھلاؤ۔ چنانچہ وہ کھانا اور پانی لے کر میرے پاس آئے۔ میں نے کہا کہ مجھے کھانے اور پانی کی کچھ ضرورت نہیں کہ اللہ نے مجھے کھلا پلا دیا ہے۔ بس میری حالت دیکھ لو۔ چنانچہ انہوں نے دیکھا (کہ درحقیقت کوئی اثر بھوک پیاس کا نہیں ہے) اور میں نے ان کو اپنا پیٹ بھی کھول کر دکھا دیا (کہ لبریز ہے) چنانچہ وہ سب اسلام لے آئے (علی بخ) نفع: جس کی خوشی ہو کہ ایسے شخص کو دیکھے جس کا ایک عضو سارے بدن سے پہلے جنت میں جائے گا وہ زید بن صوحان کو دیکھ لے (ص) **ف** آپ بزمانۂ نبوت اسلام لے آئے مگر زیارت سے مشرف نہیں ہوئے۔ جنگ جلولا میں آپ کا ہاتھ کسی دشمن کی تلوار سے قطع ہوا۔ اور آنحضرت کی پیشنگوئی پوری ہو گئی کہ وہ پہلے جنت میں جائے گا اور باقی بدن بعد میں۔ جنگ جمل میں حضرت علی کے ساتھ تھے اور شہید ہوئے۔ (قرۃ بن ہبیرہ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ (ہمارے (تجویز کردہ) دیوتا اور دیویاں تھیں جن کی ہم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کیا کرتے تھے پس ہم نے ان کو پکارا تو انہوں نے جواب نہ دیا اور ہم نے ان سے مانگا تو انہوں نے عطا نہ کیا (اس سے ہم نے سمجھ لیا کہ وہ پرستش کے قابل نہیں) لہذا ہم آپ کے پاس آئے تو ہم کو صحیح راستہ مل گیا کہ ہم اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک کامیاب ہوا جس کو عقل عطا ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے پہننے کے لئے اپنے دو کپڑے (مستعمل) جن کو آپ پہن چکے ہوں عطا فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ نے عطا فرمائے۔ پھر جس وقت آپ (حجۃ الوداع میں) عرفات پر تھے تو فرمایا کہ اپنی وہ بات مجھے دوبارہ سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے اس کا اعادہ کیا۔ اور آپ نے فرمایا بے شک کامیاب ہوا جس کو عقل عطا ہوئی۔ (ک) **ف** عقل سلیم نعمت الٰہی ہے اور وہ راہ حق کی رہبری ضرور کرتی ہے۔ (عبداللہ بن بسر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میرے

ابدًا (ذلك ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مضی وانا غلام العب مع الغلمان فسلم وانا معهم فرددت علیه السلام من بین الغلمان فدعانی فقال لی ما اسمك؟ فقلت السائب بن یزید بن اخت النمر فوضع یده علی رأسی وقال بارك اللہ فیك فلا یبیض موضع یده ابدًا) للطبرانی

مناقب حرملة بن زید وحمزة بن عمرو وورقة بن نوفل والاحنف بن قیس

(ابن عمرؓ) کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاءه حرملة بن زید فجلس بین یدیه فقال یارسول اللہ الایمان ههنا واشار الی لسانه والنفاق ههنا واشار الی صدره ولا نذکر اللہ الا قلیلا فسکت عنه صلی اللہ علیہ وسلم فردد ذلك علیه حرملة فاخذ صلی اللہ علیہ وسلم بطرف لسان حرملة فقال اللّٰهم اجعل له لسانًا صادقًا وقلبًا شاکرًا وارزقه حبی وحب من یحبنی وصیر امره الی الخیر فقال حرملة یارسول اللہ ان لی اخوانًا منافقین کنت فیهم رأسًا الا ادلك علیهم؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم من جاءنا کما جئتنا استغفرنا لك ومن اصر علی دینه فاللہ اولی به ولا تخرق علی احد سترًا: للکبیر (حمزة بن عمرو الاسلمی) اسرینا فی سفر مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلة

سر پر رکھا اور فرمایا کہ یہ لڑکا پورے سو برس زندہ رہے گا چنانچہ وہ سو برس جئے۔ اور ان کے چہرے پر ایک مسّہ تھا پس آپ نے فرمایا کہ یہ نہ مرے گا جب تک کہ یہ مسّہ نہ جاتا رہے گا۔ چنانچہ جب تک ان کے چہرہ سے مسّہ دور نہ ہوا ان کی وفات نہ ہوئی اک بزار (ہرماس بن زیاد) میرے والد دراں حالیکہ میں بھی ان کے ساتھ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور والد صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ میرے لئے اور میرے لڑکے کے لئے اللہ سے دعا فرما دیجئے پس آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کو اسلام پر بیعت فرما لیا۔ (د)۔ (عطاءؒ) میں نے اپنے آقا حضرت سائب بن یزید کو دیکھا کہ داڑھی سفید تھی اور سر (کے سارے بال) سیاہ۔ میں نے کہا اے میرے آقا کیا بات ہے کہ آپ کا سر سفید نہیں ہوتا۔ فرمایا میرا سر کبھی سفید نہ ہوگا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں بچہ تھا کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا پس آپ نے سلام کیا تو بچوں میں میں نے ہی جواب میں آپ کو سلام کیا۔ پس آپ نے مجھے دعا دی اور مجھ سے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا سائب بن یزید۔ پس آپ نے دستِ مبارک میرے سر پر رکھا اور فرمایا اللہ تم میں برکت بخشے۔ پس آپ کے ہاتھ رکھنے کی جگہ کبھی سفید نہ ہوگی۔ (طب)

حرملہ بن زید حمزہ بن عمرو ورقہ بن نوفل اور احنف بن قیس کے مناقب

(ابن عمرؓ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ حرملہ بن زید آئے اور آنحضرتؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یا رسول اللہ ایمان یہاں ہے اور سینہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہاں نفاق ہے۔ اور ہم اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور حرملہ نے دوبارہ یہی کہا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرملہ کی زبان کا کنارہ پکڑ کر کہا الٰہی اس کو زبان سچی اور قلب شکرگذار عطا فرما۔ اور اسے میری محبت اور جسے میری محبت ہو اس کی محبت نصیب کر۔ اور اس کا انجام بخیر فرما۔ پس حرملہ نے کہا یا رسول اللہ میرے دوست احباب منافقین ہیں کہ میں ان کا سردار تھا۔ کہئے تو آپ کو بتا دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے پاس (اخلاص کے ساتھ طلب دین کے لئے) آئے گا جیسا کہ تم آئے تو ہم اس کے لئے استغفار کریں گے جیسا کہ تمہارے لئے کیا اور جو اپنے (نفاق کے) مشرب پر جما رہیگا پس وہ اللہ کے حوالہ۔ اور تم کسی کی پردہ دری نہ کرو۔ (ک) ف آپ کو حق تعالیٰ نے ظلمتِ نفاق سے نکال کر

ظلماء فاضاءت اصابعی حتی جمعوا علیہا ظہرہم وماسقط من متاعہم وان اصابعی لتنیر ؛ للکبیر بلین (عائشہؓ) رفعتہ : لا تسبوا ورقۃ فانی رأیت لہ جنۃ او جنتین ؛ للبزار (اسماء بنت ابی بکرؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن ورقۃ بن نوفل فقال یبعث یوم القیامۃ امۃ وحدہ ؛ للکبیر (جابرؓ) سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابی طالب ہل تنفعہ نبوتک ؟ قال نعم اخرجتہ من غمرات جہنم الی ضحضاح منہا وسئل عن خدیجۃ لانہا ماتت قبل الفرائض واحکام القرآن فقال ابصرتہا علی نہر من انہار الجنۃ فی بیت من قصب لا صخب فیہ ولا نصب وسئل عن ورقۃ بن نوفل فقال ابصرتہ فی بطنان الجنۃ علیہ سندس وسئل عن زید بن عمرو بن نفیل فقال یبعث یوم القیامۃ امۃ واحدۃ بینی وبین عیسی علیہ السلام ؛ للموصلی (الاحنف بن قیس) بینا انا اطوف بالبیت اذ لقینی رجل من بنی سلیم فقال الا ابشرک ؟ قلت بلی قال تذکر اذ بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قومک من بنی سعد ادعوہم الی الاسلام فقلت انہ واللہ ما قال الا خیرا ولا اسمع الا حسنا فانی رجعت واخبرت

حلاوتِ ایمان بخشی کہ سچائی کے ساتھ طبیب کے سامنے مرض ظاہر کیا اور شفا پائی۔ (حمزہؓ بن عمرو اسلمی) ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اندھیری رات میں چلے تو میری اُنگلیاں (مشعل کی طرح) روشن ہوگئیں حتیٰ کہ رفقاء نے اپنی سواریوں کو اور گرے پڑے سامان کو اکھٹا کیا اور میری اُنگلیاں روشنی دیتی رہیں۔ (ک) ف آپ روزہ رکھنے کے بہت عادی تھے کہ سفر میں بھی مسلسل روزے رکھتے تھے۔ یہ آپ کی کرامت تھی اور آنحضرتؐ کا معجزہ کہ انگلیوں نے چراغ کا کام دیا۔ ۶۱ھ میں بعمر ۷۱ سال وفات پائی۔ (عائشہؓ) رفع: ورقہ کو بُرا نہ کہو کہ میں نے ان کے لئے (خواب میں) ایک یا دو جنّت دیکھی ہیں۔ (بز) ف ورقہ بن نوفل اُم المومنین حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی ہیں جو نصرانی کُتب کے عالم تھے اور جب غارِ حرا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل نے عطاء نبوّت کی بشارت پہونچائی اور آپ خائف ولرزاں اپنے مکان پر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ آپ کو ان کے پاس لے گئیں اور انہوں نے واقعہ سُنتے ہی اقرار کیا کہ آپ نبی آخرالزماں ہیں اور مُبشّر اللہ کا فرشتہ روح القدس تھا۔ چند ہی روز بعد ان کا انتقال ہوگیا اور ظہورِ محمدیؐ کے زمانہ کو نہ پاسکے۔ ان کے بھائی کا کسی سے جھگڑا ہوا تو اس نے ورقہ کو سب وشتم شروع کر دیا۔ آنحضرت نے منع فرمایا۔ اور ورقہ کے مومن اور جنتی ہونے کی اطلاع دی۔ کہ وہ مجمل ایمان قبل ظہورِ نبوّت کا بھی مقبول ہے۔ کہ ممکن ہے کہ ایک جنّت صلہ ہو ایمان سابق کا کہ بُت پرستی چھوڑ کر عیسوی شریعت پر عامل تھے اور دوسری جنّت صلہ ہو آنحضرت پر اجمالی ایمان کا۔ (اسماءؓ بنت ابی بکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ قیامت کے دن تنہا اُمّت بنا کر اُٹھائے جائیں گے۔ (کبؐ) ف کہ نہ اُمّتِ عیسوی میں محشور ہوں گے کیونکہ نبوّتِ محمدیہؐ نے اس کو منسوخ کر دیا تھا۔ اور نہ اُمّتِ محمدیہ میں محشور ہوں گے کہ دیگر صحابہ کی طرح ظہورِ نبوّتِ محمدیہؐ اور اس پر ایمان لانے کا وقت ان کو نہیں ملا۔ لہٰذا بین بین حالت پر مستقل اُمت بن کر میدانِ حشر میں آئیں گے۔ (جابرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ابوطالب کو بھی آپ کی نبوّت کچھ نفع دیگی؟ فرمایا ہاں (میرے ساتھ ان کا مشفقانہ تعلق) ان کو جہنم کی گہرائی سے نکال کر سطح تک لے آیا (کہ ٹخنوں یا گھٹنوں تک آگ میں ہوں گے) اور حضرت خدیجہ کی بابت دریافت کیا گیا کیونکہ وہ بھی (اسلام کے) فرائض اور احکامِ قرآنیہ سے پہلے انتقال کر چکی تھیں (اور شریعتِ محمدیہؐ پر عمل کا وقت نہ ملا تھا) تو آپ نے فرمایا میں نے ان کو انہارِ جنّت کی ایک نہر پر زبرجد کے محل میں دیکھا ہے جہاں نہ شور و شغب ہے

النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقالتک فقال اللھم اغفر للاحنف بن قیس فما انا الشئ ارجی منی لھا ۔ لاحمل فی الکبیر

مناقب خدیجۃ بنت خویلد و فاطمۃ و عائشۃ و صفیۃ و سودۃ و اسماء بنت ابی بکر و ام حرام و ام سلیم و ہند بنت عتبۃ رضی اللہ عنھن

(اسمٰعیل بن ابی خالد) قلت لعبد اللہ بن ابی اوفی اکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر خدیجۃ ببیت فی الجنۃ؟ قال نعم بشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ ولا نصب ۔ للشیخین (عائشۃ) ما غرت علی احد من نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما غرت علی خدیجۃ قط وما رأیتھا قط ولکن کان یکثر ذکرھا وربما ذبح الشاۃ ثم یقطعھا اعضاء ثم یبعث فی صدائق خدیجۃ وربما قلت لہ کأن لم یکن فی الدنیا امرأۃ الا خدیجۃ فیقول انھا کانت وکانت وکان لی منھا

رنج وتعب ۔ اور ورقہ بن نوفل کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا میں نے ان کو وسطِ جنت میں دیکھا ہے کہ ان پر دیبا (کا ریشمی لباس) تھا اور زید بن عمرو بن نوفل کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا وہ بروزِ قیامت میرے اور عیسیٰ علیہ السّلام کے درمیان تنہا اُمّت بنا کر (قبر سے) اُٹھایا جائے گا (ص)۔ ف زید بن عمرو حضرت سعید بن زید کے جو عشرہ مبشرہ میں ہیں والد تھے اور حضرت عمر فاروق کے چچا زاد بھائی ۔ بزمانہ جاہلیت بُت پرستی سے بیزار ہو کر دینِ ابراہیمی کی تلاش میں دور دراز کے سفر کیے ۔ اور جب حقیقتِ توحید وحنیفیت کا کہیں پتہ نہ لگا تو کعبہ سے پشت لگا کر کہا کرتے میرا معبود وہ ہے جو ابراہیم کا معبود تھا اور میرا مذہب وہی ہے جو ابراہیم کا مذہب تھا اے میرے اللہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ عبادت کا کون طریق تجھے پسند ہے تو میں اسی کو اختیار کرتا مگر کیا کروں کہ مجھے معلوم نہیں ۔ اس کے بعد ہتھیلی پر سجدہ کر لیتے ۔ بتوں کے چڑھاوے اور ان کی نذر و نیاز کے ذبیحہ کو حرام سمجھتے اور قریش کو توحید کی ترغیب دیتے ۔ ان کے چچا خطاب نے ان کو مکہ سے نکال دیا تھا کہ آبائی مذہب کو خراب کرتا اور قومی طریق پر معترض ہوتا ہے ۔ چنانچہ چھپکر مکہ میں آتے اور جب خطاب کو اطلاع ہوتی تو پھر نکال دیئے جاتے تھے ۔ بیرونِ مکہ ہی آنحضرت سے ملاقات ہوئی اور نبوّتِ محمدیہ سے قبل وفات پا گئے (احنف بن قیس) میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ بنی سلیم کا ایک شخص مجھے ملا اور کہا کیا تمہیں ایک خوشخبری سناؤں؟ میں نے کہا ضرور سناؤ ۔ کہا وہ وقت تمہیں یاد ہوگا جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری قوم بنی سعد کی طرف بھیجا تھا کہ ان کو اسلام کی طرف بلاؤں تو تم نے کہا تھا کہ ہاں ہاں خدا کی قسم جو کچھ آپ نے فرمایا بہتر ہی فرمایا اور جو (تمہاری معرفت) سُنایا اچھا ہی سُنایا ۔ پس میں نے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے اس قول کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا الٰہی احنف بن قیس کے گناہ بخشدے ۔ چنانچہ جو توقع (حُسنِ خاتمہ اور حصولِ جنّت کی) ہے مجھے (آنحضرت کے) اس ارشاد سے اتنی کسی (عمل) پر بھی نہیں (م ک) ف آپ نے آنحضرت کا زمانہ پایا مگر زیارت سے مشرف نہیں ہوئے ۔ بخلافتِ فاروقی مدینہ میں آئے اور ایک سال حضرت عمر نے اپنے پاس رکھا ۔ پھر بصرہ بھیجدیا اور گورنر بصرہ کو لکھا کہ احنف سردار باشندگانِ بصرہ ہے ۔ کوفہ میں ایک لڑکا بحر نام چھوڑ کر ۶۷ھ میں وفات پائی اور بحر کے انتقال پر نسل ختم ہو گئی ۔

مناقب خدیجہ بنت خویلد فاطمہ عائشہ صفیہ سودہ اسماء بنت ابی بکر ام حرام ام سلیم اور ہند بنت عتبہ کے

(اسمٰعیل بن ابی خالد) میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو جنت کے مکان کی بشارت دی تھی؟ فرمایا ہاں ان کو بشارت دی تھی جنّت میں زبرجد کے محل کی جس میں نہ شور و شغب ہوگا نہ رنج و تعب ۔ (ق) ف ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی آنحضرت صلی اللہ

وفی اخری: استأذنت ہالۃ بنت خویلد اخت خدیجۃ ولد؛ وفی روایۃ: وتزوجنی بعدھا بثلاث سنین؛
علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعرف استیذان خدیجۃ فارتاع لذلک فقال اللّٰھم ہالۃ بنت خویلد فغرت
فقلت ما تذکر من عجوز من عجائز حمراء الشدقین ھلکت فی الدھر قد ابدلک اللّٰہ خیرًا منھا؛ للشیخین والترمذی
(الس) رفعہ: حسبک من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجۃ بنت خویلد وفاطمۃ بنت محمد وآسیۃ امرأۃ[۳]
فرعون؛ (عائشۃ[۴]) سئلت ای الناس کان احب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ قالت فاطمۃ قیل من الرجال؟ قالت
زوجھا ان کان ما علمت صوامًا قوامًا؛ ھما للترمذی (وعنھا[۵]) کن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عندہ لم یغادر
منھن واحدۃ فاقبلت فاطمۃ تمشی ما تخطئ مشیتھا من مشیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا فلما راٰھا

علیہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ ہیں۔ ان کا پہلا نکاح عتیق بن عائذ مخزومی سے ہوا تھا اور اس سے کچھ اولاد نہیں
ہوئی۔ اس کی وفات کے بعد دوسرا نکاح ابوہالہ یعنی ہند بن نباش تمیمی سے ہوا اور ہالہ طاہر اور ہند تین صاحبزادے
ہوئے اور تینوں کا صحابہ میں شمار ہے۔ حضرت ہند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب و پروردہ تھے اور حضرت
کا حلیہ مبارک بہت صحیح بیان کرتے تھے۔ حضرت حسنین حلیہ مبارک کی روایت اپنے انہیں ماموں سے کرتے ہیں۔
حضرت خدیجہ زمانۂ جاہلیت میں بھی طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان کے والد خویلد عرب کے مشہور تاجر
اور قریش میں نامور تھے۔ ابوہالہ کی وفات کے بعد ان کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے کیا اور بیس اونٹ مہر کے مقرر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر چالیس سال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی ۲۵ سال تھی۔ اس نکاح کی درخواست حضرت خدیجہ ہی کی جانب سے کی گئی تھی۔ اور بجز ابراہیم بن رسول
اللہ کے آنحضرتؐ کی ساری اولاد انہیں کے بطن سے ہوئی یعنی دو صاحبزادے قاسمؑ جن پر آنحضرتؐ کی کنیت
ابوالقاسم ہے اور پاؤں چلنا سیکھ گئے تھے کہ راہی دار البقا ہوئے اور عبد اللہ کہ انہیں کا لقب آنحضرت کی
طرف سے طیب اور حضرت خدیجہ کی طرف سے طاہر ہے۔ نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور طفولیت میں وفات
پائی کہ آنحضرت کو اولاد نرینہ زندہ نہ رہنے کا طعن دیا گیا اور سورۂ کوثر کا نزول ہوا۔ اور چار صاحبزادیاں
زینب رقیہ ام کلثوم اور فاطمہ۔ حضرت خدیجہ اسلام میں سب سے پہلے داخل ہوئیں۔ کہ آپ پر تقدم نہ کسی مرد
کو ہے نہ عورت کو۔ اسلام کی ابتدائی دشواریوں میں تسلی اور نصرت کا جو حصہ ان کے نصیب میں تھا وہ کسی
کو نصیب نہیں ہوا۔ حتی کہ اختلاف ہوا کہ آپ افضل ہیں یا عائشہ۔ بماہ رمضان ۱۰ھ نبوی مکہ معظمہ میں بعمر
۶۵ سال آپ کی وفات ہوئی۔ اور حجون یعنی جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئیں۔ اور اسی سال آنحضرت کے چچا
ابوطالب کا انتقال ہوا۔ اور وہ سال عام الحزن کہلایا۔ بیت النبی میں آپ کے قیام کی مدت قریب ۲۵ سال
کے ہے اور اس مدت میں آنحضرت نے باوجودیکہ عرب میں تعدد ازدواج شائع تھا کسی سے نکاح نہیں کیا
(عائشہؓ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بی بی پر اس قدر رشک کبھی نہیں کیا جتنا رشک خدیجہ
پر کیا۔ حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔ مگر آپ ان کا ذکر اکثر کیا کرتے تھے اور بارہا ایسا ہوا کہ آپ
نے بکری ذبح کی تو اس کے ٹکڑے کاٹ کر خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے۔ اور کبھی میں آپ سے کہا کرتی گویا
دنیا میں کوئی عورت بجز خدیجہ کے تھی ہی نہیں۔ تو آپ فرمایا کرتے وہ تھی جو کچھ بھی تھی اور انہیں سے میری
اولاد ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان سے تین سال بعد آپ نے مجھ سے نکاح کیا اور دوسری روایت

رحب بها وقال مرحبا بابنتی ثم اجلسها عن یمینه او عن شماله ثم سارها فبکت بکاءً شدیدًا فلما رای جزعها
سارها الثانیة فضحکت فقلت لها خصک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بین نساءہ بالسرار ثم انت تبکین
فلما قام سألتها ما قال لک؟ قالت ما کنت لافشی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرہ فلما توفی قلت عزمت

میں ہے۔ کہ ایک مرتبہ) ہالہ بنت خویلد نے جو کہ خدیجہ کی بہن تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (اندر آنے کی)
اجازت چاہی تو (آواز کی متشابہت سے) آپ کو ایسا معلوم ہوا گویا خدیجہ اذن مانگ رہی ہیں تو آپ (مرحومہ
کی یاد اور رنج میں) مضطرب ہو گئے۔ اور فرمایا بارِ خدایا ہالہ بنت خویلد۔ پس مجھے رشک آیا اور میں نے کہا آپ
کیا ذکر کرتے ہیں قریش کی بڑھیوں میں سے ایک سُرخ منہ والی بڑھیا کا کہ ایک زمانہ ہوا مر گئی اور اللہ نے بدلہ میں اس
سے بہتر آپ کو عطا فرما دی (ق ت) ف حضرت ہالہ بھی صحابیہ ہیں اور والدہ ہیں ابو العاص بن ربیع کی جو سیدہ
زینب کے شوہر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین داماد تھے۔ (الس ۳) فع۔ دُنیا کی عورتوں میں کافی ہے
تجھے حضرت مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد اور آسیہ زن فرعون (ت) ف کہ زہد و تقوی
اور کمال دینداری میں چاروں بے نظیر ہیں اور باہم کس کو کس پر فضیلت ہے؟ اس میں سکوت بہتر ہے۔ (عائشہ
آپ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا تو فرمایا کہ فاطمہ کہا
گیا اور (مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے شوہر (حضرت علی) کہ جہاں تک مجھے علم ہے بکثرت روزہ رکھنے والے
اور شب بیدار تھے۔ (ت) ف خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی
بیٹی ہیں جو غالبًا ۵ نبوی میں پیدا ہوئیں۔ اپنی بہنوں پر بھی اس فضیلت میں ممتاز ہیں کہ دُنیا میں اُن ہی کی نسل
چلی اور حضرت حسن و حسین اور ام کلثوم و زینب پیدا ہوئے اور بعض نے محسن اور رقیہ کا بھی اضافہ کیا ہے جن
کا انتقال نہایت صغر سنی میں ہو گیا تھا۔ آپ آنحضرت کی سب میں زیادہ چاہیتی اور لاڈلی تھیں۔ آپ کی چال باپ
کے کمال مشابہ تھی اور باپ کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہ کر شبِ سہ شنبہ ۳ رمضان ۱۱ھ میں آپ ہی نے انتقال فرمایا
حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود آنحضرت کے اولاد کی طرح پروردہ محبوب تھے اور حضرت سیدہ کی زوجیت نے آپ کی
محبوبیت کو اور بڑھا دیا تھا۔ اُم کلثوم کا نکاح چالیس ہزار درہم مہر پر حضرت عمر فاروق سے ہوا اور زید و رقیہ پیدا
ہوئے۔ حضرت عمر کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا۔ سیدہ زینب کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے
ہوا تھا۔ آپ میدان کربلا میں شہید بھائی کے ساتھ تھیں۔ اور آپ کے بیٹے عدی بن عبداللہ میدانِ کربلا ہی میں شہید
ہوئے۔ (ایضًا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں (ایک مرتبہ) آپ کے پاس موجود تھیں کہ کوئی بھی
ان میں غیر حاضر نہ تھی۔ پس فاطمہ آئیں کہ ان کی چال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے کچھ بھی فرق نہ تھا
جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا مرحبا اے میری بیٹی۔ پھر ان کو اپنی دائیں یا بائیں بٹھا لیا اور چپکے سے کچھ کہا
تو وہ بہت روئیں۔ جب آپ نے ان کا اضطراب دیکھا تو دوبارہ کوئی بات چپکے سے کہی۔ پس وہ ہنسنے لگیں۔
میں نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم ہی کو تو آہستہ گفتگو سے مخصوص کیا اور پھر تم روتی
ہو۔ پھر جب آنحضرت ﷺ اُٹھ گئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے (چپکے سے) تم سے کیا کہا تھا۔ فرمایا میں
ایسی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش کر دوں۔ پس جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی تو میں
نے (حضرت فاطمہ سے) کہا تم کو قسم ہے اس کی جو (ماں ہونے کی حیثیت سے) میرا تم پر حق ہے کہ مجھے بتا دو کیا

علیک بمالی علیک من الحق لما حدثتینی بما قال لک صلی اللہ علیہ وسلم قالت اما الاٰن فنعم اما حین سارنی فی المرۃ الاولی فاخبرنی ان جبریل کان یعارضہ بالقراٰن فی کل سنۃ مرۃ وعارضہ الاٰن مرتین وانی لا اری الاجل الا قد اقترب فاتقی اللہ واصبری فانہ نعم السلف انا لک قالت فبکیت بکائی الذی رأیت فلما رای جزعی سارنی الثانیۃ فقال یا فاطمۃ اما ترضین ان تکونی سیدۃ نساء المومنین او سیدۃ نساء ھذہ الامۃ فضحکت

کہا تھا تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ فرمایا ہاں اب بتائے دیتی ہوں۔ جب پہلی مرتبہ آہستہ سے بات کی تھی تب تو مجھے اطلاع دی تھی کہ جبریل آپ کے ساتھ قرآن کا دَور ہر سال ایک مرتبہ کیا کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دَور کیا (اس لئے فرمایا کہ) میرے خیال میں (دنیا سے رخصت ہونے کا) وقت قریب آلگا ہے۔ پس اللہ سے ڈرتی رہو اور صبر کیجیو کہ میں تمہارے لئے بہتر پیش خیمہ ہوں۔ پس میں رونے لگی جو تم دیکھ چکی ہو۔ پس جب آپ نے میری پریشانی دیکھی تو دوبارہ چپکے سے بات کی اور فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم تمام مسلمان عورتوں کی یا یہ فرمایا کہ اس اُمت کی تمام عورتوں کی (جنت میں) سردار ہوگی۔ پس میں ہنسنے لگی جو تم دیکھ چکی ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر مجھ سے آہستہ فرمایا کہ میں آپ کے اہل میں سب سے پہلے آپ کے پاس جانیوالی ہوں۔ لہٰذا میں ہنسنے لگی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ جنتی عورتوں کی سردار بنوگی یا یہ کہ تم میرے اہل میں سب سے پہلے مجھ سے ملوگی پس میں ہنسنے لگی (ق ت) اور ترمذی میں اُم سلمہ سے یہی روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ پھر آپ نے مجھے خبر دی کہ میں اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہوں بجز مریم بنت عمران کے پس میں ہنسنے لگی۔ (انسؓ) فع (عائشہ کو عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید کو فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔ (ق ت) ف ثرید شوربہ میں بھیگی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں۔ اور جنہوں نے عرب کا ثرید کھایا ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اس کے برابر کوئی کھانا لذیذ اور زود ہضم نہیں ہے۔ (عائشہؓ) فع: اے عائشہ یہ جبریل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا ان پر بھی سلام اور اللہ کی رحمت۔ آپ وہ دیکھتے تھے جو میں نہیں دیکھتی تھی۔ (ق ت د) ف اس لئے جبریل کا مجھے سلام کرنا آپ نے دیکھا اور میں نے نہیں دیکھا (ابو موسیٰؓ) ہم صحابۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جس حدیث میں کبھی کوئی اشکال پیش آیا تو ہم نے حضرت عائشہ سے پوچھا اور اس کے متعلق ان کو علم ضرور پایا۔ (ت) ف اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ حضرت صدیق عتیق کی بیٹی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ محبوبہ ہیں جن کی اسلامی خون سے ولادت اور اسلامی شیر سے پرورش ہوئی کہ مکہ میں بماہِ شوال سنہ ۱ نبوی میں زوجۂ رسول بنیں اور بماہِ شوال سنہ ۱ھ رخصتی ہوئی۔ آپ علوم دین کا سمندر تھیں۔ کہ ہزارہا فرزندانِ شریعت نے آپ کے شیر علم سے پرورش پائی۔ کثرت جود و سخا میں ممتاز اور فہم و فقہ دین میں بے نظیر تھیں آپ سے جو احادیث نبویہ مروی ہیں ان کی تعداد دو ہزار دو سو دس تک شمار ہو چکی ہے۔ جنگِ بدر میں جو کہ اسلام کی اساس اور اولین فتح ہے نبوی پھریرا آپ کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ آپ کی اس فضیلت کو دیکھو کہ اسی پرچم کے نیچے ملائکہ نے اسلامی خدمت ادا کی اور آسمان سے فتح و نصرت نازل ہوئی۔ آپ کی صداقت و دیانت اس سے ظاہر ہے کہ باوجود جنگِ جمل میں حضرت علی کے خلاف ہونے کے ان کا اور حضرت سیدہ کا احترام ان کے قلب میں اور مدح ان کی زبان پر تھی جیسا کہ حدیث سابق میں بیان فرمایا۔ علماء اُمت میں اختلاف ہوا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ میں

فبکی الذی رأیت؛ وفی روایۃ: ثم سارّنی انی اول اهله یتبعه فضحکت؛ وفی اخری: قال اما ترضین ان تکونی سیدۃ نساء اهل الجنۃ وانت اول اهلی لحوقاً بی فضحکت؛ للشیخین والترمذی وله عن ام سلمۃ نحوه وفیه: ثم اخبرنی انی سیدۃ نساء اهل الجنۃ الا مریم بنت عمران فضحکت؛ (انس رضی اللہ عنہ) رفعه: فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام؛ للشیخین والترمذی (عائشۃ رضی اللہ عنہا) رفعته: یا عائش هذا جبریل یقرئك السلام قلت وعلیه السلام ورحمۃ اللہ وهو یری ما لا اری؛ للستۃ الا ابا داؤد. (ابو موسیٰ) ما اشکل علینا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حدیث قط فسألنا عائشۃ الا وجدنا عندها منه علما؛ (عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ) وقد نال عنده رجل من عائشۃ فقال له عمار اغرب مقبوحاً منبوحاً اتؤذی حبیبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم؛ هما للترمذی (عائشۃ رضی اللہ عنہا) ان نساء النبی صلی اللہ علیه وسلم کن حزبین فحزب فیه عائشۃ وحفصۃ وصفیۃ وسودۃ والحزب الآخر ام سلمۃ وسائر ازواج النبی صلی اللہ علیه وسلم وکان المسلمون قد علموا حبه صلی اللہ علیه وسلم عائشۃ فاذا کانت عند احدهم هدیۃ یرید ان یهدیها الی النبی صلی اللہ علیه وسلم اخرها حتی اذا کان صلی اللہ علیه وسلم فی بیت عائشۃ ذهب صاحب الهدیۃ بها الیه فی بیت عائشۃ فکلم حزب ام سلمۃ فقلن لها کلمی النبی صلی اللہ علیه وسلم یکلم الناس فیقول من اراد ان یهدی الی النبی صلی اللہ علیه وسلم هدیۃ فلیهده له حیث کان من نسائه فکلمته ام سلمۃ بما قلن لها فلم یقل لها شیئاً فسألنها فقالت ما قال لی شیئاً فقلن لها کلمیه فکلمته حین

افضل کون ہے مگر غور سے دیکھو تو ہر ایک کی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ حضرت خدیجہ طاہرہ کے فضل و کمال میں اسلام کی ابتدائی خدمات ہیں کہ محبوبِ خدا کے لئے تسلی و تسکین کا سبب اور پریشانی و تنہائی میں انیس و غمگسار بنیں۔ اپنا مال محبتِ رسول میں نثار کیا اور آغازِ اسلام کی ہر کلفت کو بخوشی برداشت کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ کے شرف و احترام میں ترقی اسلام کے زمانہ کی آخری خدمات ہیں کہ نو سال کی مصاحبت قدسیہ میں جو تفقہ حاصل کیا اور امتِ محمدیہ کی تبلیغ اور علم نبوت کی اشاعت میں تقریباً نصف صدی جو سعی فرمائی وہ دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی کہ وفات نبوی کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال کی تھی اور بعمر ۶۳ سال شبِ سہ شنبہ ۱۷ رمضان ۵۸ھ کو راہی ملک بقا ہوئیں۔ (عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ) کسی شخص نے ان کے سامنے حضرت عائشہ کی شان میں گستاخی کی تو عمار نے اس کو کہا دور ہو مردود ذلیل کہ تو ایذا دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کو۔ (ت)۔ (عائشہ رضی اللہ عنہا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں میں دو فریق تھے۔ ایک فریق میں عائشہ حفصہ صفیہ اور سودہ تھیں اور دوسرے فریق میں اُم سلمہ اور دیگر ازواج مطہرات۔ اور مسلمانوں کو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائشہ کے ساتھ محبت معلوم تھی اس لئے جب کسی کے پاس کوئی شے ہوتی کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ دینا چاہتا تو اس کو روکے رکھتا حتی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کے (نمبر میں ان کے) گھر ہوتے تو ہدیہ والا اپنے ہدیہ کو حضرت عائشہ کے گھر میں آپ کے پاس لایا کرتا۔ پس اُم سلمہ کے فریق نے ام سلمہ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ لوگوں سے فرما دیں کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دینا چاہا کرے تو ازواج مطہرات میں جس کے ہاں بھی حضرت ہوا کریں اپنا ہدیہ لے آیا کرے۔ (عائشہ کی تخصیص اور ان کی باری کے دن کا انتظار

دار الیها ایضاً فلم یقل لها شیئاً فقالت ما قال لی شیئاً فقلن لها کلمیه حتی یکلمك فدار الیها فکلمته فقال لها لا تؤذینی فی عائشة فان الوحی لم یأتنی وانا فی ثوب امرأة الا عائشة فقلت اتوب الی الله من اذاك یا رسول الله ثم انهن دعون فاطمة فارسلنها الیه تقول ان نسائك یسألنك العدل فی بنت ابی بکر فقال یا بنیة الا تحبین ما احبه؟ فقالت بلیٰ فرجعت الیهن فاخبرتهن فقلن ارجعی فابت ان ترجع فارسلن زینب بنت جحش فاتته فاغلظت وقالت ان نسائك ینشدنك الله العدل فی بنت ابی قحافة فرفعت صوتها ثلاثا حتی تناولت عائشة وهی قاعدة فسبها حتی ان النبی صلی الله علیه وسلم لینظر الی عائشة هل تکلم فتکلمت ترد علی زینب

نہ کیا کرے) چنانچہ اُم سلمہ سے جو کچھ بھی ازواج نے کہا تھا آنحضرت سے عرض کر دیا۔ آنحضرت نے ان کو کچھ جواب نہ دیا تو بیبیوں نے اُم سلمہ سے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ (میں نے تو تمہارا پیام پہونچا دیا مگر) آنحضرت نے مجھ سے کچھ فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ سے پھر کہو۔ چنانچہ انہوں نے جب آنحضرت ان کی باری میں تشریف لائے تو (دوبارہ) کہا۔ آپ نے پھر بھی کچھ جواب نہ دیا۔ انہوں نے (اپنی ساتھیوں سے) کہدیا کہ حضرت نے کچھ نہیں فرمایا۔ انہوں نے کہا تم کہے جاؤ جب تک کہ حضرت کچھ جواب نہ دیں۔ چنانچہ جب ان کی باری میں حضرت تشریف لائے تو انہوں نے پھر کہا۔ تب آپ نے فرمایا کہ (اے ام سلمہ) مجھے عائشہ کے بارہ میں مت ستاؤ کہ میرے پاس تو وحی بھی کسی بی بی کے لحاف میں نہیں آئی بجز عائشہ کے (جب حق تعالیٰ کو عائشہ کی اتنی رعایت ہو تو آدمیوں کا کیا پوچھنا) پس اُم سلمہ نے عرض کیا کہ میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتی ہوں آپ کو ایذا پہونچانے سے یا رسُول اللہ۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت فاطمہ کو بُلایا اور یہ کہنے کے لئے آنحضرت کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کی بیبیاں ابوبکر کی بیٹی کے متعلق آپ سے عدل کی خواہاں ہیں (کہ ہدایا میں سب کو مساوی رکھنے کی صحابہ کو ہدایت فرما دیں) پس آنحضرت نے فرمایا اے بیٹی کیا جس سے مجھے محبت ہے تمہیں اس سے محبت نہیں؟ عرض کیا کہ ضرور ہے۔ چنانچہ آپ نے واپس آکر (حضرت کے جواب سے) ان کو مطلع کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ تم دوبارہ جاکر کہو مگر آپ نے جانے سے انکار کر دیا۔ لہذا انہوں نے زینب بنت جحش کو بھیجا اور انہوں نے آکر ذرا تیز لہجہ برتا اور عرض کیا کہ آپ کی ازواج آپ کو اللہ کی قسم دیکر ابو قحافہ کی بیٹی کے متعلق عدل (اور مساوات) چاہتی ہیں۔ اور تین مرتبہ آواز کو بلند کیا حتی کہ عائشہ کو سنانے شروع کی اور وہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ پس ان کو بُرا بھلا کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ وہ بھی کچھ بولتی ہیں یا نہیں پس حضرت عائشہ نے (اپنا سہارا پایا) تو حضرت زینب کو (ترکی بہ ترکی) جواب دینے لگیں۔ حتی کہ ان کو چُپ کر دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ پر نظر ڈالی اور فرمایا ہاں یہ ابوبکر کی بیٹی ہے (کسی سے دبنے والی نہیں ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ عائشہ فرماتی ہیں پس انہوں نے زینب بنت جحش کو بھیجا اور وہی تھیں کہ ازواج مطہرات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مرتبہ میں میری برابری کرتی تھیں۔ اور (میں نے) دینداری میں زینب سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔ جو اللہ سے ڈرنا اور بات سچی کہنا اور قرابت کا لحاظ رکھنے اور صدقہ وخیرات دینے اور اپنے نفس کو معمولی محنت مزدوری میں لگا دینے کے اندر ان سے بڑھ کر ہو کر دریاض سے کما کر صدقہ کرتی اور اللہ کا تقرب چاہا کرتی تھیں۔ بجز اس کے کہ ایک غصہ کا جوش ان میں تھا۔

حتی اسکتتہا فنظر صلی اللہ علیہ وسلم الی عائشۃ فقال انہا ابنۃ ابی بکر ؛ وفی روایۃ: قالت عائشۃ فارسلن زینب بنت جحش وھی التی کانت تسامینی منھن فی المنزلۃ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم ار امرأۃ قط خیرًا فی الدین من زینب واتقی للہ واصدق حدیثًا واوصل للرحم واعظم صدقۃ واشد ابتذالا لنفسہا فی العمل الذی تصدق بہ وتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ ما عدا سورۃ من حدۃ کانت فیہا تسرع منہا الفیئۃ بنحوہ ؛ للشیخین والترمذی والنسائی (عروۃ) ما رأیت امرأۃ اعلم بطب ولا فقہ ولا شعر من عائشۃ ؛ (الزھری) ارسلہ: لو جمع علم نساء ھذہ الامۃ فیھن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عائشۃ اکثر من علمھن ؛ ھا للکبیر (صفیۃ) دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابکی وکانت حفصۃ قالت یا ابنۃ یھودی فاخبرتہ فقال الا تتقین اللہ یا حفصۃ انہا ابنۃ نبی وان عمہا النبی وانہا لتحت نبی فبم تفتخرین علیہا ؛ وفی روایۃ: قالت دخل علی صلی اللہ علیہ وسلم وقد بلغنی کلام من حفصۃ وعائشۃ فذکرتہ لہ فقال الا قلت کیف تکونان خیرًا منی وزوجی محمد وابی ھارون وعمی موسی وکان الذی قالتا نحن اکرم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہا وقالوا نحن ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبنات عمہ ؛ للترمذی (عکرمۃ) قیل لابن عباس بعد صلوۃ الصبح ماتت فلانۃ لبعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسجد فقیل لہ اتسجد ھذہ الساعۃ ؟ قال الیس قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم آیۃ فاسجدوا واَی آیۃ اعظم من ذھاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؛ لابی داود والترمذی ولرزین: ماتت سودۃ

(کہ جلدی بھڑک اٹھتی تھیں مگر اس کے ساتھ ہی وہ جوش) جلدی فرو بھی ہو جاتا تھا (ق ت ی)۔ **ف** اللہ اللہ کیا صاف طبیعتیں تھیں کہ سوکن ہو کر مقابلہ بھی ہو رہا ہے اور حق الامر کا اظہار اور مدح سرائی بھی ہو رہی ہے یہی وہ خوبی تھی جس نے محبوبِ خدا کا محبوب بنایا اور وہ رتبہ بخشا کہ دنیا و آخرت میں آپ کی زوجیت پیغمبر اور پاکدامنی وطیب نفس کا اعلان قرآن مجید میں ہوا جو تا قیامت مسجدوں کی محرابوں میں اور حفاظ قرآن کی زبانوں پر پڑھا جائے گا۔ (عروہ) میں نے کوئی عورت نہیں دیکھی جو طب میں اور فقہ میں اور شعر میں عائشہ سے بڑھ کر ہو۔ (زہری) سل۔ اگر امت محمدیہ کی تمامی عورتوں کا علم جن میں ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں ایک جگہ جمع کیا جاوے تو ایک عائشہ کا علم ان سب سے زیادہ ہوگا (ک)۔ **ف** جامع الکمالات سردار پیغمبران کے قلب مطہر کی کشش جس بی بی کی طرف ہو اُس کا جامع کمالات ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں خصوصًا جبکہ کشش دو طرفہ ہو کہ حضرت عائشہ محبوبہ ہی نہیں بلکہ آپ کی عاشق اور دلدادہ تھیں کہ سفر میں ایک دفعہ حضرت حفصہ نے تدبیر سے اپنا اونٹ آپ کے اونٹ سے بدل لیا۔ انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت حفصہ کے اونٹ کی طرف گئے اور ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اس لئے کہ آپ اس پر حضرت عائشہ ہی کو سوار سمجھ رہے تھے۔ آپ کو یہ مفارقت برداشت نہ ہوئی اور راستہ تو جوں توں کاٹا مگر پڑاؤ پر اتر کر اپنا پاؤں گھاس کے اندر ڈال دیا اور دُعا مانگی کہ اے میرے اللہ کسی بچھو یا سانپ کو بھیج کہ مجھے ڈس لے اور وہ تو تیرے رسول ہیں اُن کی شان میں تو کچھ کہہ ہی نہیں سکتی۔" اس سے آپ کی فرط محبت ہی نہیں بلکہ لگن اور ساتھ ہی حسن ادب و کمالِ عقل جو ٹپک رہا ہے وہ بتا رہا ہے کہ حضرت صدیقہ درحقیقت تمامی خوبیوں کا مجسمہ تھیں۔ (صفیہ) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) میرے پاس تشریف لائے اور میں رو رہی تھی کہ حفصہ نے مجھے کہا تھا ... یہودی کی لڑکی پس میں نے آنحضرت کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا

فسماها: (وهب[15] بن كيسان) كان اهل الشام يعيرون ابن الزبير يقولون يا ابن ذات النطاقين فقالت له
اسماء يا بني انهم يعيرونك بالنطاقين هل تدري ماذاك؟ انما كان نطاقي شققته نصفين فاوكيت قربة
النبي صلى الله عليه وسلم باحدهما وجعلت في سفرته آخر فكان ابن الزبير اذا عيره اهل الشام يقول ايها
والاله تلك شكاة ظاهر عنك عارها: للبخاري (انس[16]) كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا ذهب الى
قباء يدخل على ام حرام بنت ملحان فتطعمه وكانت تحت عبادة بن الصامت فدخل عليها صلى الله عليه وسلم
يوما فاطعمته ثم جعلت تفلي رأسه فنام صلى الله عليه وسلم ثم استيقظ وهو يضحك قالت فقلت يا رسول الله

اے حفصہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتیں (کہ طعن و تحقیر کا کلمہ کہتی ہو) وہ نبی کی بیٹی ہے اور اس کا چچا بھی نبی ہے اور
نبی کی بیوی ہے پھر کس بات میں تم اس پر فخر کرتی ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ فرماتی ہیں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے حفصہ اور عائشہ کا (طعن آمیز) کلام پہونچ چکا تھا۔ پس میں
نے اس کا آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تم نے کہہ کیوں نہ دیا کہ تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو (دراں حالیکہ) میرے
شوہر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور میرے باپ حضرت ہارون اور میرے چچا حضرت موسیٰ ہیں۔ اور وہ کلام جو
ان دونوں نے کہا تھا یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہماری عزت زیادہ ہے اور ہم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی (خاندانی) بیبیاں ہیں (اور ہمارا نسب آنحضرت سے ملتا ہے۔ (ت) **ف** حضرت صفیہ
بنت حُیَیّ بن اخطب کا پہلا نکاح سلام بن مشکم سے اور دوسرا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا تھا۔ وہ جنگ
خیبر میں مارا گیا اور آپ قیدیانِ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ حضرت دحیہ کلبی نے درخواست کی کہ مجھے ایک
لونڈی مل جائے آپ نے فرمایا لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ کو انتخاب کیا۔ لوگوں کو گراں گذرا کہ وہ بنو قریظہ
اور بنو نضیر کی سیدہ اور اپنی قوم کی شاہزادی ہیں۔ دحیہ کو مل جانے کی کوئی وجہ نہیں۔ بہتر ہو کہ آنحضرت
ان کو اپنے لئے خاص فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے آزاد فرما کر اپنی زوجیت میں لے لیا۔ آپ نے ایک خواب دیکھا تھا
کہ چاند میری گود میں آپڑا۔ باپ سے بیان کیا تو اس نے جھلا کر آپ کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا تو چاہتی ہے
کہ شاہ عرب کی زوجیت میں جائے۔ مدت کے بعد تعبیر کا ظہور ہوا کہ ام المومنین بنیں اور طمانچہ کا وہ نشان
تا زیست قائم رہا۔ ۳۶ھ اور بروایتے رمضان ۵۰ھ میں وفات پائی۔ (عکرمہ[17]) ابن عباس سے نماز فجر
کے بعد ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی بی بی کے متعلق کہا گیا کہ ان کی وفات ہو گئی تو آپ سجدہ میں گر
گئے۔ کسی نے کہا اس وقت آپ کیسا سجدہ کرتے ہیں؟ فرمایا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا
کہ جب کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ کیا کرو اور ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے سے
زیادہ بڑی کون سی نشانی ہے۔ (کہ ان کی وفات دنیا سے امن و برکات کا اٹھ جانا ہے)۔ (دت) اور رزین
نے کہا ہے کہ حضرت سودہ کا انتقال ہوا تھا۔ **ف** ام المومنین سودہ بنت زمعہ کی والدہ کا نام شموس
بنت قیس تھا اور قیس خواجہ ہاشم کی بیوی سلمیٰ کے بھائی تھے یعنی حضرت سودہ کی ننھیال اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب کی ننھیال ایک تھی۔ آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد اور
حضرت عائشہ سے قبل ۱۰ھ نبوی میں جبکہ آپ کی عمر پچاس سال تھی زوجیت پیغمبر سے مشرف ہوئیں۔ اول
آپ سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ شوہر سے پہلے آپ ایمان لائیں اور آپ کی ترغیب سے سکران بھی مشرف

مایضحکک؟ قال ناس من امتی عرضوا علی غزاة فی سبیل اللہ یرکبون ثبج ھذا البحر ملوکا علی الاسرة او قال مثل الملوک علی الاسرة فقلت یا رسول اللہ ادع اللہ لی ان یجعلنی منھم فدعا لھا ثم وضع رأسه فنام ثم استیقظ وھو یضحک قلت ما یضحکک یا رسول اللہ؟ قال ناس من امتی عرضوا علی غزاة فی سبیل اللہ کما قال فی الاولی فقلت یا رسول اللہ ادع اللہ لی ان یجعلنی منھم قال انت من الاولین فرکبت ام حرام البحر فی زمن معاویة فصرعت عن دابتھا حین خرجت من البحر فھلکت ۔ و فی روایة: فتزوجھا عبادة بن الصامت بعد فغزا فی البحر فحملھا معه فلما جاءت قربت لھا بغلة فرکبتھا فصرعتھا فاندقت عنقھا۔

مشرف با سلام ہوئے۔ پھر خاوند کے ساتھ مع اپنی والدہ کے ہجرت حبش فرمائی۔ وہیں سکران کا انتقال ہوا اور بیوگی کی مصیبت کا خاتمہ اس نعم البدل سے ہوا چند سال کے بعد آپ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دیا اور اپنی ذات پر محبوب کی محبوبہ کو ترجیح دے کر عشق میں ایثار کا نمونہ پیش کیا۔ بعمر؟ سال ۱۹ھ میں وفات پائی۔ (وہب[۱۵] بن کیسان) باشندگانِ شام حضرت ابن زبیر کو طعن کے طور پر کہا کرتے کہ اے ذو کمر بند والی کے بیٹے، پس ان سے (ان کی والدہ) حضرت اسماء نے کہا کہ بیٹا وہ ذو کمر بند سے تجکو طعن دیتے ہیں۔ تجھے معلوم بھی ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ (لو سنو کہ) میں نے اپنے کمر بند کو دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزہ کا منہ باندھ دیا تھا اور دوسرا ٹکڑا آپ کے توشۂ سفر (باندھنے کے کام) میں لاتی تھی پس ابن زبیر جب آپ کو اہلِ شام طعن دیا کرتے تو فرمایا کرتے ہاں ہاں خدا کی قسم یہ طعن ایسا ہے جس کی عار دور ہی دور ہے۔ (خ) ف حضرت اسماء بنت ابی بکر حضرت عائشہ صدیقہ کی باپ شامل اور حضرت عبداللہ بن ابی بکر کی حقیقی بہن ہیں۔ اور حضرت زبیر بن عوام کی زوجہ۔ تاریخ ہجرت سے ستائیس برس قبل پیدا ہوئیں شروع میں ہی اسلام لائیں۔ مستورات عرب میں کمر سے پٹکہ باندھنے کا رواج تھا کہ پیٹ نہ بڑھے اور چلنے پھرنے میں تہ بند نہ کھلے۔ مخالف بر ونے طعن اس لفظ سے حضرت اسماء کے خادمہ اور باہر پھرنے والی کا اشارہ کرتے تھے۔ مگر وہ آنحضرت کی ہجرت کی خدمت میں ذات النطاقین بنی تھیں۔ آپ نے عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے چند روز بعد بعمر سو برس مکہ میں انتقال فرمایا۔ (انس[۱۶]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد قبا تشریف لے جاتے تو ام حرام بنت ملحان کے گھر آیا کرتے اور وہ (جو کچھ بن پڑتا) حضرت کو کھلایا کرتی تھیں۔ وہ حضرت عبادہ بن صامت کی زوجہ تھیں۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے آپ کو کھلایا اور اس کے بعد آپ کا سر سہلانے لگیں (کہ آپ کو نیند آجائے) پس آپ سو گئے اور پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے میں نے پوچھا ہنسی کس بات پر آئی یا رسول اللہ؟ فرمایا کچھ لوگ میری امت کے مجھ پر پیش کئے گئے غازیان سبیل اللہ کہ اس بحر (اخضر) کی سطح پر سوار ہو رہے ہیں جیسے تخت پر بادشاہ (سوار) ہوتے ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے لئے دعا کر دیجئے کہ حق تعالیٰ مجھے ان میں شامل کرے۔ پس آپ نے ان کیلئے دعا فرمائی اور پھر سر رکھ کر سو گئے اور اس کے بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے پوچھا کہ ہنسی کس بات پر آئی یا رسول اللہ؟ فرمایا کچھ لوگ میری امت کے مجھ پر پیش کئے گئے۔ غازیان راہِ خدا۔ جیسا کہ پہلی مرتبہ فرمایا تھا میں نے کہا یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ مجھے ان میں داخل کرے۔ فرمایا تم تو پہلے گروہ میں ہو۔ چنانچہ ام حرام بزمانہ معاویہ (خلافت عثمانی میں سب سے پہلے بحری

وفی اخری: وماتت بنت ملحان بقبرص ؛ للستة (انس[17]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لایدخل فی المدینة بیت امرأة غیر ام سلیم الا علی ازواجه فقیل له فقال انی ارحمها قتل معی اخوها ؛ (جابر[18]) رفعه: رأیتنی دخلت الجنة واذا انا بالرمیصاء امراة ابی طلحة ؛ هما للشیخین (انس[19]) رفعه: دخلت الجنة فسمعت خشفة قلت من هذا؟ قالوا هذه الرمیصاء بنت ملحان ؛ لمسلم (عائشة[20]) جاءت هند بنت عتبة فقالت یا رسول اللہ ما کان علی ظهر الارض من اهل خباء احب الی ان یذلوا من اهل خبائك ثم ما اصبح الیوم علی ظهر الارض من اهل خباء احب الی ان یعزوا من اهل خبائك قال صلی اللہ علیہ وسلم وایضاً والذی نفسی بیده قالت یا رسول اللہ ان ابا سفیان رجل مسیك فهل علی حرج ان اطعم من الذی له عیالنا؟ قال لا حرج علیك

غزوہ میں لشکرِ اسلام کے ساتھ کشتی) پر سوار ہوئیں۔ اور جب سمندر سے نکلیں تو سواری سے گر کر وفات پائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عبادہ بن صامت نے (حضرت کی مہمانی اور بشارت کے قصہ کے) بعد ان سے نکاح کیا اور جب وہ بحری غزوہ میں جانے لگے تو ان کو اپنے ساتھ لیا۔ پس جب وہ (کنارہ پر) آئیں تو (سواری کے لئے) خچر ان کے پاس لایا گیا۔ پس اس پر سوار ہوئیں (اور اس کے بدکنے سے) گریں اور خچر نے ان کی گردن کو پیس دیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ بنت ملحان کا انتقال (جزیرہ) قبرص میں ہوا (ست)

ف حضرت ام حرام حضرت انس خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہیں۔ قبیلہ بنی نجار کی تھیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ننھیال ہے اور کہتے ہیں کہ آپ نے یا آپ کی بہن ام سلیم نے آنحضرتؐ کو دودھ پلایا تھا۔ اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ آپ کی والدہ آمنہ خاتون کی رضاعی بہن تھیں۔ واللہ اعلم۔ (انس[17]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اپنی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی گھر میں بھی تشریف نہ لے جاتے تھے بجز ام سلیم کے۔ آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا مجھے ان پر ترس آتا ہے کہ ان کا بھائی میرے ساتھ (جہاد میں) شہید ہوا۔ (جابر[18]) رفع: میں نے (خواب میں) دیکھا کہ جنت میں گیا تو رمیصاء زوجہ ابو طلحہ (وہاں موجود) ہیں۔ (ق) **ف** ام سلیم ہی کا نام رمیصاء تھا کہ والدہ ہیں حضرت انس کی۔ ان کا شوہر مالک بن نضر بزمانہ جاہلیت ان سے ناراض ہو کر بسوئے شام چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ یہ اسلام لے آئیں اور ابو طلحہ نے پیام دیا تو فرمایا میں مسلمان ہوں اور تم مشرک۔ اگر اسلام لے آؤ تو نکاح کر سکتی ہوں۔ چنانچہ وہ بھی مشرف باسلام ہوئے اور یہ ان کی زوجیت میں آئیں۔ (انس[19]) فع۔ میں جنت میں گیا تو میں نے ایک حس وحرکت سنی۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ (جس کی آہٹ سنائی دیتی ہے) جواب ملا کہ یہ رمیصاء دختر ملحان ہے۔ (س)۔ (عائشہ[20]) ہند دختر عتبہ نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ سطحِ زمین پر کوئی خاندان نہ تھا جس کا ذلیل ہونا مجھے آپ کے خاندان سے زیادہ پسندیدہ ہو اور آج سطحِ زمین پر کوئی خاندان نہیں جس کا معزز ہونا مجھے آپ کے خاندان سے زیادہ پیارا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور بھی (زیادہ میرے ساتھ تم کو محبت بڑھے گی) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ (پھر حضرت ہند نے) عرض کیا کہ یا رسول اللہ (میرا شوہر) ابو سفیان بخیل شخص ہے (کہ کھانے پینے کو کافی مقدار نہیں دیتا) تو کیا مجھ پر کچھ گناہ ہوگا اگر اس کے مال سے (بلا اطلاع واجازت اتنا لے لوں کہ) اپنے بچوں کو کھلا دوں۔ فرمایا کچھ حرج نہیں اگر خوبی کے ساتھ کھلاؤ کہ نہ اسراف ہو اور نہ تنگی۔ ق۔ **ف** آپ حضرت معاویہ کی والدہ ہیں۔ اپنے شوہر ابو سفیان

ان تطعمہم بالمعروف ؛ للشیخین۔

مناقب زینب ورقیۃ وام کلثوم بنات النبی صلے اللہ علیہ وسلم وام سلمۃ وغیرھن من النساء

(عائشۃؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینۃ خرجت ابنتہ زینب من مکۃ مع کنانۃ او ابن کنانۃ فخرجوا فی طلبہا فادرکہا ھبار بن الاسود فلم یزل یطعن بعیرہا برمحہ حتی صرعہا والقت مافی بطنہا وھریقت دما فتحملت وتشاجر فیہا بنو ھاشم وبنو امیۃ فقال بنو امیۃ نحن احق بہا وکانت تحت ابن عمہم ابی العاص وکانت عند ھند بنت عتبۃ فقال صلے اللہ علیہ وسلم لزید بن حارثۃ الا تنطلق فتجیٔ بزینب؟ قال بلی قال فخذ خاتمی فاعطہا ایاہ فانطلق زید یتلطف فلقی راعیا لابی العاص فقال لمن ھذہ الغنم؟ قال لزینب بنت محمد قال ھل لک ان اعطیک شیئا تعطیہا ایاہ ولا تذکرہ لاحد قال نعم فاعطاہ الخاتم وانطلق الراعی وادخل

کے ایک دن بعد اسلام لائیں۔ بزمانہ کفر غزوہ اُحد میں شریک اور کفار کو جنگ پر برانگیختہ کر رہی تھیں حضرت حمزہ کی شہادت پر آپ کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبایا تھا۔ یہ اسلام ہی کا ظرف ہے کہ سب کچھ کرنے والے جس وقت تائب ہو کر مسلمان ہوئے تو پیغمبر نے چھاتی سے لگالیا گویا کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ چنانچہ آپ اسلام کے بعد جنگ یرموک میں اپنے شوہر ابو سفیان کے ساتھ شریک ہوئیں اور اب مسلمانوں کو رومی عیسائیوں سے جنگ پر برانگیختہ کیا۔ خلافت فاروقی میں جس دن حضرت صدیق کے والد بزرگوار ابو قحافہ کا انتقال ہوا اُسی دن اُن کی بھی وفات ہوئی۔

حضرت زینب ورقیہ و ام کلثوم دختران پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اُم سلمہ وغیرہ ازواج مطہرات کے مناقب

(عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لے آئے تو آپ کی بیٹی زینب مکہ سے (بارادہ ہجرت) کنانہ یا ابن کنانہ کے ساتھ چلیں اور لوگ ان کی گرفتاری کے لئے نکلے۔ ہبار بن اسود نے ان کو پالیا اور ان کے اونٹ کو نیزہ پر نیزہ مارتا رہا حتی کہ اونٹ کو گرادیا (اور صاحبزادی بھی گریں کہ صدمہ سے) اسقاط حمل اور خون جاری ہوگیا۔ پس رہ گئیں اور بنو ہاشم و بنو اُمیہ میں نزاع ہونے لگا۔ (کہ بنو ہاشم کہتے تھے ہمارے خاندان کی لڑکی ہے اور) بنو اُمیہ نے کہا کہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ کہ وہ ان کے ابن عم ابو العاص کی زوجیت میں اور ہند بن عتبہ کے پاس تھیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ سے فرمایا کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم جاؤ اور زینب کو لے آؤ۔ عرض کیا کیوں نہیں ہو سکتا فرمایا لو میری انگوٹھی (لیجاؤ اور شناخت کے لئے کہ تم میرے بھیجے ہوئے ہو) اسے زینب کو دینا۔ چنانچہ زید خفیہ طور پر روانہ ہوئے اور (ابو العاص کی بکریاں) چرانے والے سے ملے اور پوچھا یہ بکریاں کس کی ہیں؟ اس نے کہا زینب بنت محمدؐ کی ہیں۔ فرمایا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں تجھے ایک چیز دوں اور تو اسے زینب کو دیدے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے؟ کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے انگوٹھی اسکو دیدی اور چرواہا بکریوں کو اندر داخل کر کے انگوٹھی زینب کو دی۔ انہوں نے اس کو پہچان لیا (کہ والد بزرگوار کی ہے) اور اس سے پوچھا یہ تجھے کس نے دی؟ کہا ایک شخص نے۔ فرمایا تو نے اس کو کہاں چھوڑا؟ کہا فلاں مقام پر۔ پس آپ مطمئن ہوگئیں (وہ پہلے سے تیار تھے) اور جب رات ہوئی تو نکل کر ان تک پہونچیں۔

غمه واعطاها الخاتم فعرفته فقالت من اعطاك هذا؟ قال رجل قالت این ترکته؟ قال بمكان كذا فسكت حتى اذا كان الليل خرجت اليه فلما جاءته اركبها وراءه حتى اتت فكان صلے الله عليه وسلم يقول هي خير بناتي اصيبت فيّ فبلغ ذلك علي بن الحسين فانطلق الى عروة فقال ما حديث بلغني عنك تنقص فاطمة؟ فقال عروة والله ما احب ان لي ما بين المشرق والمغرب واني انتقص فاطمة اما بعد هذا فاني لا احدث به ابدًا (ك وبز) للكبير والاوسط والبزار (قتادة بن دعامة) كانت رقية بنت النبي صلے الله عليه وسلم عند عتبة بن ابی لهب فلما نزلت تبت يدا ابی لهب سأل النبی صلے الله عليه وسلم عتبة طلاقها وسألته رقية ذلك فطلقها فتزوجها عثمان وتوفيت عنده (ك) للكبير بلين ومر مطولا فی صبره صلے الله عليه وسلم فی تبليغه (الزبير بن بكار) كانت

آپ کے آتے ہی اپنے پیچھے آپ کو سوار کر لیا حتی کہ آپ (مدینہ) آئیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے وہ میری بیٹیوں میں بہترین بیٹی ہے کہ میری خاطر اسکو مصیبت پہونچی۔ پس یہ روایت علی بن حسین کو پہونچی۔ تو وہ عروہ (راوی حدیث) کے پاس آئے اور فرمایا کیا حدیث ہے جو مجھے تمہاری طرف سے پہونچی ہے تم (میری والدہ) فاطمہ کی تحقیر کرتے (اور زینب کو ان سے بہتر بتاتے) ہو۔ پس عروہ نے کہا واللہ مجھے مشرق سے مغرب تک (ساری دُنیا کی سلطنت) بھی ملے تو بھی مجھے پیارا نہیں کہ فاطمہ کی تنقیص کروں۔ لہٰذا آئندہ میں یہ حدیث کبھی نقل نہ کروں گا۔ (ک وبز) **ف** سیدہ زینب کہ آنحضرتؐ کی بڑی بیٹی ہیں جس وقت پیدا ہوئیں تو حضرت کی عمر ۳۰ برس کی تھی ان کا نکاح مکہ ہی میں ابوالعاص بن ربیع سے ہو چکا تھا جو حضرت خدیجہ کے حقیقی بھانجے یعنی ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔ سیدہ زینب اپنی ماں حضرت خدیجہ ہی کے ساتھ مشرف باسلام ہوئی تھیں۔ مگر ان کے شوہر ابوالعاص کئی سال بعد اسلام لائے۔ اس مدت میں ابوالعاص کو کفار مکہ نے بارہا کہا کہ زینب کو طلاق دیدے مگر انہوں نے نہ مانا کہ بیوی کے محب اور قدر دان تھے مگر اس کے ساتھ ہی مذہبی اختلاف وعناد نے باپ سے بیٹی کو ملنے بھی نہ دیا۔ ابوالعاص جنگِ بدر میں قریش مکہ کے ساتھ آئے تھے اور عبداللہ بن جبیر انصاری نے گرفتار کر کے قیدیانِ بدر میں داخل کیا تھا۔ جب اہل مکہ قیدیوں کو رہا کرانے کے لئے جان بہا لے کر آئے تو عمرو بن ربیع اپنے بھائی ابوالعاص کو چھڑانے کے لئے آئے اور فدیہ میں حضرت زینب کا وہ ہار بھی لائے جو حضرت خدیجہ نے بیٹی کو جہیز میں دیا تھا آنحضرتؐ اسکو دیکھ کر چشم نم ہوئے اور باجازت مسلمین اس کو واپس کر دیا۔ البتہ ابوالعاص سے رہائی کے وقت یہ وعدہ لے لیا گیا کہ زینب کو مدینہ بھیجدیں گے۔ چنانچہ انہوں نے وعدہ پورا کیا۔ مگر ہبّار نے مزاحمت کی اور اسقاط کی نوبت پہونچی۔ فتح مکہ کے بعد ہبّار بھی اسلام لے آئے اور ان کا جرم معاف ہو کر صحابہ میں شمار ہوا۔ مدت دراز تک باپ کی صورت نہ دیکھ سکنا اور سفر ہجرت میں نسوانی خطرناک صدمہ اٹھانا چونکہ دختران پیغمبر میں ان ہی کو پیش آیا اس لئے اس خاص اجر میں آپ افضل البنات قرار پائیں جو حضرت فاطمہ زہرا کی فضیلت کلیہ کے منافی نہیں ہے۔ ان کے بطن سے ایک فرزند تھے علی جن کو باپ نے حسب رواج عرب دودھ پینے کے لئے قبیلۂ بنی غاضرہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ رضاعت کے بعد آنحضرتؐ نے نواسہ کو اپنے پاس مدینہ بلا لیا اور خود تربیت فرمائی۔ فتح مکہ کے دن یہی نواسہ آپ کے ناقہ پر آپ کے ردیف تھے۔ قریب بلوغ

ام کلثوم بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند عتیبۃ بن ابی لھب ففارقھا فلما توفیت رقیۃ عند عثمان زوجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام کلثوم فتوفیت عندہ ولم تلد لہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لوکان لی عشر لزوجتکھن ؛ للکبیر بانقطاع (زینب بنت ابی سلمۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عند ابی سلمۃ فدخل علیھا الحسن والحسین وفاطمۃ فجعل الحسن من شق والحسین من شق وفاطمۃ فی حجرہ فقال رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید وانا وام سلمۃ جالستین فبکت ام سلمۃ فنظر الیھا فقال ما یبکیک؟ فقالت یا رسول اللہ خصصت ھؤلاء وترکتنی انا وابنتی فقال انت وابنتک من اھل البیت ؛ للکبیر والاوسط (عائشۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھدی لہ قلادۃ من جزع معلمۃ بالذھب وقال لادفعنھا فی رقبۃ احب اھل البیت الی فاستشرف لھا کل من نسائہ فاقبل بھا حتی وضعھا فی رقبۃ امامۃ بنت ابی العاص ؛ لاحمد والموصلی

عمر ہوچکی تھی کہ آنحضرتؐ کی حیات میں دُنیا سے سدھارے۔ نیز ایک دُختر تھیں امامہ یہی پیاری نواسی تھیں۔ جو بحالتِ نماز آنحضرتؐ کی گود میں آ بیٹھتی تھیں۔ آپ حضرت فاطمہ کے بعد حضرت علی کے نکاح میں آئیں اور حضرت علی کی شہادت کے بعد مغیرہ بن نوفل کی زوجہ ہوئیں جو کہ آنحضرت کے چچا حارث کے پوتے تھے اور ان سے ایک فرزند تولد ہوا جن کا نام یحییٰ تھا۔ مگر پھر نسل منقطع ہوگئی۔ ۶ھ میں حضرت ابوالعاص بھی مشرف باسلام ہوئے اور دو سال بعد ۸ھ میں حضرت زینب نے وفات پائی۔ (قتادہ[۳] بن دعامہ) رُقیہ دُختر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عتبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ پس جب تبت یدا ابی لہب کا نزول ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ سے رقیہ کو طلاق دینے کی خواہش ظاہر فرمائی اور حضرت رقیہ نے بھی اس کی درخواست کی۔ پس اس نے آپ کو طلاق دیدی اور آنحضرت نے ان کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا اور انہیں کے پاس آپ کی وفات ہوئی (ک)، ف سیدہ رقیہ حضرت زینب سے تین[۳] سال چھوٹی اور آنحضرت کی ۳۳ سال کی عمر میں پیدا ہوئی تھیں۔ نکاح عتبہ سے ہوچکا تھا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ مذہبی اختلاف سے طلاق کی نوبت پہونچی اور آپ نے حضرت عثمان کے نکاح میں آکر ان کے ساتھ حبشہ کی ہجرت فرمائی۔ ۲ھ میں آپ کے چیچک نکلی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر میں تشریف لے گئے تو آپ صاحب فراش تھیں اس لئے حضرت عثمان کو آپ نے ان کی تیمار داری کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔ زید بن حارثہ جس دن فتح کی بشارت لے کر مدینہ پہونچے ہیں اسی دن آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر اکیس سال کی تھی ان کے بطن سے ایک فرزند تھے۔ عبداللہ جو کہ اپنی والدہ کے بعد صرف دو سال زندہ رہے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ مرغ نے آنکھ میں ٹھونک ماری۔ زخم پک گیا اور آخر ۴ھ میں بآغوش مادر بقیع میں جا سوئے۔ (زبیر[۳] بن بکار) ام کلثوم دُختر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عتیبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں اور اس نے آپ کو علیحدہ کر دیا تھا۔ پس جب حضرت رقیہ کی حضرت عثمان کے پاس وفات ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام کلثوم کو ان کی زوجیت میں دیا۔ پس ان کی بھی وفات ہوگئی اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے دس لڑکیاں بھی ہوتیں تو اے عثمان ان کے بھی یکے بعد دیگرے انتقال پر ان کو تمہاری زوجیت میں دیتا۔ (ک) ف سیدہ ام کلثوم آنحضرت کی تیسری بیٹی ہیں جو ربیع الاول ۳ھ میں زوجۂ عثمان بنیں اور ۹ھ میں وفات پائی۔ یہ دونوں صاحبزادیاں آنحضرت کے چچا ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح

وللكبير، قال قال الزبير ابن بكار وأوصى ابو العاص بابنته امامة الى الزبير فزوجها الزبير عليًا بعد وفاة فاطمة وقتل على وهى عنده ولم تلد ٭ (الشئ) لما توفيت فاطمة بنت اسد ام على دخل عليها النبى صلى الله عليه وسلم فجلس عند رأسها فقال رحمك الله يا امى كنت امى بعد امى تجوعين وتشبعيني وتعرين وتكسينني وتمنعين نفسك طيبا وتطعميننى تريدين بذلك وجه الله والدار الآخرة ثم امر ان تغسل ثلاثا ثلاثا فلما بلغ الماء الذى فيه الكافور سكبه صلى الله عليه وسلم بيده ثم خلع قميصه فالبسها اياه وكفنها ببرد فوقه ثم دعا اسامة وابا ايوب الانصارى وعمر وغلاما اسود يحفرون فحفروا قبرها فلما بلغوا اللحد حفره صلى الله عليه وسلم بيده واخرج ترابه بيده فلما فرغ دخل فاضطجع فيه ثم قال الله الذى يحيى ويميت

میں آچکی تھیں مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ عتبہ و عتیبہ کی تقدیر میں ایمان نہ تھا اس لئے قدرت نے دونوں کے مطلقہ ہونے کی صورت پیدا کی اور حضرت عثمان کو ذوالنورین بنایا۔ اور حضرت ابوالعاص کا ایمان لانا مقدر ہو چکا تھا اس لئے وہاں طلاق کی صورت پیش نہ آئی اور آخرت میں بھی ان کی دامادی پیغمبر کا تعلق قائم رہا۔ حضرت ام کلثوم کی وفات سے قبل آپ کی چوتھی اور سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا کا نکاح حضرت علی سے ہو چکا تھا اس لئے اب کوئی بیٹی آپ کی نہ تھی۔ جو حضرت عثمان کے نکاح میں دیجاتی۔ (زینب بنت ابی سلمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کے ہاں تھے کہ حسن و حسین اور فاطمہ آئیں۔ پس آپ نے حسن کو ایک جانب لیا اور حسین کو دوسری جانب اور فاطمہ کو اپنی گود میں۔ اور فرمایا اللہ کی رحمت و برکات ہوں تم پر اے اہل بیت بیشک وہ مستحق حمد اور بزرگی والا ہے، اور میں اور ام سلمہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے پس ام سلمہ رونے لگیں۔ آنحضرت نے ان کی طرف نظر فرمائی تو پوچھا رونے کی کیا بات ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ان کو دعا میں مخصوص فرمایا۔ اور مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا۔ فرمایا تم اور تمہاری بیٹی اہل بیت میں ہو۔ (کت و) ف اُم المومنین حضرت ام سلمہ کا نام ہند بنت ابی اُمیہ ہے۔ پہلے حضرت ابوسلمہ یعنی عبداللہ ابن اسد کے نکاح میں تھیں جو قدیم الاسلام اور اسلام لانیوالوں میں غالبًا گیارہویں مسلمان ہیں۔ ابوسلمہ کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب آنحضرت کی پھوپھی تھیں۔ اور آپ حضرت حمزہ کی طرح آنحضرت کے رضاعی بھائی بھی تھے اُم سلمہ نے اپنے شوہر کے ساتھ اول حبشہ کی ہجرت کی اور پھر دونوں مکہ واپس آگئے۔ دوبارہ جب ابوسلمہ اور ام سلمہ مع اپنے بیٹے سلمہ کے ہجرت مدینہ کے لئے مکہ سے نکلے تو ام سلمہ کے خاندان بنو مغیرہ نے اونٹ کی مہار ابوسلمہ کے ہاتھ چھین لی۔ اور کہا کہ تم کو اپنے نفس کا اختیار ہے مگر یہ ہمارے خاندان کی بیٹی ہے ہمیں گوارا نہیں کہ شہر در شہر ماری پھرے۔ لہذا اسکو تم نہیں لیجا سکتے۔ اور ابوسلمہ کے خاندان بنو عبدالاسد نے بچہ کو چھین لیا کہ تم بیوی کو ہمارے خاندانی شخص سے جدا کرتے ہو تو بچہ ہمارے خاندان کا ہے اس کو ہم تمہارے پاس نہیں رہنے دیتے۔ ابوسلمہ نے بچہ اور بیوی کے چھن جانے کی بھی پرواہ نہ کی اور مدینہ پہونچ گئے۔ ام سلمہ تنہا مکہ میں رہیں۔ کہ شوہر بھی چھوٹا اور بچہ بھی۔ ایک سال تک برابر صبح کو اس جگہ جنگل میں آبیٹھا کرتیں جہاں شوہر سے علیحدہ ہوئی تھیں اور شام تک رویا کرتی تھیں کہ نہ کھانا پینا تھا نہ سونا اور آرام۔ آخر ان کے گریہ و بکا پر کافروں کو بھی ترس آیا اور ان سے کہدیا گیا کہ چاہو تو شوہر کے پاس چلی جاؤ۔ بچہ بھی ان کو واپس دیدیا گیا۔ اور بچہ اس کو گود میں لے کر تنہا مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ عثمان بن طلحہ جو بیت اللہ کے کلید بردار تھے حالانکہ مسلمان نہوئے تھے

وھو حی لا یموت اللھم اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ولقنھا حجتھا ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین وکبر علیھا اربعا وادخلھا اللحد ھو والعباس وابو بکر (طبرانی فی الکبیر والاوسط بلین (عبد الرحمن بن ابی رافع) ان ام ھانئ بنت ابی طالب قال لھا عمر اعلمی فان محمدا لا یغنی عنک شیئا فجاءت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما بال اقوام یزعمون ان شفاعتی

مگر ان کی بیکسی و تنہائی پر ترس کھا کر تنعیم سے ان کے ساتھ ہو لئے۔ کہ ان کو اونٹ پر سوار کراتے خود پیدل چلتے اور منزل پر دور جا کر ٹھیرتے۔ جب مدینہ کے قریب پہونچے اور نخلستانِ یثرب نظر آئے تو کہا دیکھو جس شہر میں تمہیں جانا ہے وہ سامنے ہے تم آگے بڑھو اور میں واپس جاتا ہوں۔ اس مصیبت کے ساتھ آپ قبا میں اپنے شوہر ابوسلمہ سے آملیں کہ وہ یہاں بنو عمر کی بستی میں مقیم تھے۔ ابوسلمہ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور پھر جنگ احد میں زخمی ہوئے۔ آخر ۳ھ میں وصال فرمایا اور وقت وفات دعا مانگی کہ بار الہا میرے گھر والوں کی نگہداشت آپ کے ذمہ ہے"۔ زوجین کے مخلصانہ ایمان اور اللہ کی راہ میں مصیبتیں اٹھانے کا یہ صلہ ملا کہ عدت گذرنے کے بعد ام المومنین بنیں۔ اور ان کے بچے عمر و سلمہ اور لڑکیاں درّہ اور زینب آنحضرتؐ کے ربیب بنے کہ چاروں نے تربیت پیغمبری میں پرورش پائی۔ آیت مذکورہ کا نزول حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زوجہ حضرت سارہ کے بارہ میں ہے اور اس کے معنی ظاہر ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں کہ عرف میں بھی گھر والی بیوی ہی کو بولتے ہیں اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوفور شفقت جب بیٹی اور نواسوں کو بھی دائرہ رحمت و برکات میں شامل فرمایا تو حضرت ام سلمہ کو اس خصوصی دعا میں شامل نہ ہونے کا صدمہ ہوا اور آنحضرت نے حقیقت واضح فرما کر اطمینان دلایا کہ تم تو اہل بیت میں شامل ہی ہو اس لئے اس وقت دعا میں شامل کرنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ (انسؓ) جب حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور سرہانے بیٹھ کر فرمایا اماں تم پر اللہ کی رحمت ہو کہ میری ماں کے بعد تم ہی میری ماں تھیں۔ خود بھوکی رہتی تھیں اور میرا پیٹ بھر دیا کرتی تھیں۔ خود کپڑا نہ پہنتیں اور مجھے پہناتی تھیں۔ اچھی چیز اپنے نفس کو نہ دیتیں اور مجھے کھلایا کرتی تھیں۔ اور اس سب سے مقصود اللہ کی ذات اور دار آخرت تھا۔ اس کے بعد آپ نے ان کے نہلائے جانے کا حکم دیا کہ تین بار (پانی بہایا جائے) اور جب اس پانی کے ڈالنے کا وقت آیا جس میں کافور ملا ہوا تھا تو وہ آنحضرت نے اپنے ہاتھ سے ان پر ڈالا اور پھر اپنا قمیص اتار کر ان کو پہنایا اور اس کے اوپر کفن کی چادر ڈالی اور اس کے بعد اسامہ اور ابو ایوب انصاری اور عمر اور ایک سیاہ فام غلام کو بلوایا کہ قبر کھودیں۔ چنانچہ انہوں نے قبر کھودی اور جب لحد بنانے کا وقت آیا تو اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے کھودا اور اپنے ہاتھ سے اس کی مٹی باہر نکالی جب اس سے فارغ ہوئے تو خود اس میں لیٹے اور اس کے بعد فرمایا اللہ ہی ہے جو حیات و موت دیتا ہے اور وہ زندہ ہے کبھی فنا نہ ہوگا۔ الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما دے اور (منکر و نکیر کے سوال پر) ان کا جواب ان کو تلقین فرما اور ان کی قبر کو فراخ کر بطفیل اپنے نبی (محمد) اور ان انبیاء کے جو مجھ سے پہلے گذرے۔ بیشک تو سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ اور (نماز جنازہ میں) چار تکبیریں پڑھیں اور خود آپ نے اور عباس و ابوبکر نے ان کو لحد کے اندر رکھا۔ (ک۔ د) ف آپ حضرت علی کی والدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھیں۔

لا تنال اهل بیتی وان شفاعتی تنال حاء وحکم قال حاء وحکم قبیلتان ؛ للکبیر بارسال (۵) درۃ بنت ابی لھب: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لھا انت منی وانا منک ؛ لاحمد مطولا وللکبیر بلین عن ابن عمرو غیرہ: قالوا قدمت درۃ بنت ابی لھب مھاجرۃ فقال لھا نسوۃ من بنی زریق انت بنت ابی لھب الذی قال اللہ فیہ تبت یدا ابی لھب الآیۃ ما یغنی عنک مھاجرک فاتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشکت الیہ ما قلن لھا فسکتھا وقال اجلسی ثم صلی بالناس الظھر وجلس علی المنبر ثم قال ایھا الناس مالی اوذی فی اھلی فواللہ ان شفاعتی لتنال حی حاء وحکم وصدا وسھلب یوم القیامۃ ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین چونکہ طفولیت ہی میں دنیا سے اُٹھ چکے تھے اس لئے آپ کو آپ کے دادا عبدالمطلب نے پرورش کیا۔ اور انتقال کے وقت پوری طرح دلداری کی وصیت کر کے آپ کو ابوطالب کے حوالہ کیا تھا۔ ابو طالب نے آپ کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ کہ ہمیشہ آپ کو اولاد سے زیادہ سمجھا۔ وہ پھر بھی چچا تھے مگر فاطمہ بنت اسد بن ہاشم نے کہ چچی تھیں آپ کو اتنا سمجھا کہ ماں کو بھلا دیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے الفاظ خود بتا رہے ہیں۔ آپ اسلام اور ہجرت دونوں سے مشرف ہوئیں اور مدینہ میں وفات پائی۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ابوطالب کے بعد سب سے زیادہ میری خدمت کرنے والی یہی تھیں۔ میں نے اپنے قمیص کو ان کی کفنی اس لئے بنایا کہ اس کی برکت سے حق تعالےٰ ان کو حلۂ جنت پہنائے اور لحد میں اس لئے لیٹا کہ فشار قبر سے محفوظ رہیں (عبدالرحمٰن بن ابی رافع) اُم ہانی دختر ابی طالب سے عمر نے کہا کہ عمل کرو کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے۔ پس انہوں نے حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کیا ہو گیا لوگوں کو کہ گمان کرتے ہیں کہ میری شفاعت میری خاندان کو نہ پہونچیگی۔ حالانکہ میری شفاعت حا اور حکم تک پہونچیگی جو (دور دراز کے) قبیلے ہیں۔ (ک ت) **ف** کبیر کی روایت ہے اور وہ بھی مرسل۔ پس اگر صحیح و محقق ہے اور عمر سے حضرت فاروق مراد ہیں تو آپ کا منشا یہ ہوگا کہ قرابت پر مغرور ہو کر اعمال صالحہ سے بے نیازی رشتہ داری پیغمبر کے خلاف ہے کہ اس قسم کا مضمون ترغیب اعمال کے لئے خود آنحضرتؐ نے بھی فرمایا ہے۔ ہاں اعمال میں اپنی سعی جد وجہد ہوتے ہوئے کوئی خطا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ جس رحمۃ للعالمین کی شفقت عامہ دیگر امتوں کو بھی اپنی شفاعت کے سایہ میں لے گی وہ اپنے اعزہ و اقارب کو بدحال کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ حضرت ام ہانی حقیقی بہن ہیں حضرت علی کی کہ ان کا نام ہند یا فاختہ تھا۔ فتح مکہ کے دن ان کا شوہر ہبیرہ بن وہب نجران کی طرف بھاگ گیا۔ اور یہ مشرف باسلام ہوئیں۔ ان کے تین بیٹے تھے ہانی عمرو یوسف اور ایک لڑکی تھیں۔ جعدہ ایک بہن ان کی اور تھیں۔ جمانہ وہ بھی اسلام لائیں اور آنحضرت نے خیبر کی پیداوار سے تیس وسق کھجور ان کے لئے مقرر فرمائی تھیں۔ آنحضرت کے چچا ابو طالب کی جن کا نام عبد مناف تھا ساری اولاد مشرف باسلام ہوئیں بجز بڑے بیٹے طالب کے کہ وہ باپ کے بعد قبل از ایمان مر گیا اور اس کی جائے وفات کا بھی پتہ نہیں۔ (۵) درۃ بنت ابی لہب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم میری ہو اور میں تمہارا ہوں۔ (م) اور کبیر نے ابن عمرو غیرہ سے روایت کی ہے کہ دُرّہ دختر ابی لہب ہجرت کر کے (مدینہ) آئیں تو بنی زریق کی عورتوں نے ان سے کہا کہ تم اسی ابولہب کی تو بیٹی ہو جس کے بارہ میں حق تعالےٰ نے (سورہ تبت) نازل فرمائی (اور) کہا کہ ہاتھ ٹوٹیں ابولہب کے'' پھر تمہاری ہجرت تم کو کیا نفع دیگی۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مناقب اهل البيت واصهاره صلى الله عليه وسلم

(ابن عباس) رفعه: احبوا الله لما يغذوكم من نعمه واحبوني لحب الله واحبوا اهل بيتي لحبي ؛ (سعد[1] بن ابی وقاص) لما نزلت هذه الآية ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم الآية دعا النبي صلى الله عليه وسلم عليًا وفاطمة وحسنًا وحسينا فقال اللهم هؤلاء اهلي ؛ (ام[3] سلمة) ان النبي صلى الله عليه وسلم جلل على الحسن والحسين وعلي وفاطمة ثم قال اللهم هؤلاء اهل بيتي وحامتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا قالت ام سلمة وانا معهم يا رسول الله قال انك على خير ؛ (عمر[4] بن ابی سلمة) نزل انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل

کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے ان کے قول کی شکایت کی تو آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد ممبر پر بیٹھ کر فرمایا لوگو کیا بات ہے کہ میرے خاندان کے متعلق مجھے ایذا پہونچائی جاتی ہے پس قسم ہے اللہ کی کہ بروز قیامت میری شفاعت قبیلہ حاء اور حکم اور صداء اور سہلب تک پہونچیگی۔ ف باپ کے کفر کا مسلم اولاد پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا اور نہ کسی صالح کو اس کے باپ کے طالح ہونے کا طعن دینا صحیح ہے۔ خصوصًا خاندانِ نبوّت کے متعلق بہت ہی احتیاط ضروری ہے کہ یہ سبب ہے ایذاء رسول کا جس کے وبال سے بڑھ کر کوئی وبال نہیں۔ ابولہب کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اس کو آنحضرت کے ساتھ سخت عداوت تھی کہ آپ بازاروں میں توحید کا وعظ فرمایا کرتے تو یہ پاس کھڑے ہو کر چیخا کرتا کہ لوگو اس کی نہ سنو یہ دیوانہ ہے۔ جنگِ بدر سے آٹھ دن بعد طاعون میں ہلاک ہوا اور تین دن تک نعش سڑتی رہی کہ کوئی پاس نہ پھٹکا۔ جب سڑاند سے اہلِ محلہ کو تکلیف ہوئی تو بلیوں سے اس کی نعش کو چارپائی سے نیچے پھینکا اور دیواروں پر چڑھ کر اتنے پتھر مارے کہ اس کا جثہ چھپ گیا۔ اس کے دو بیٹے عتبہ اور عتیبہ جو آنحضرتؐ کے داماد تھے اور باپ کی اطاعت میں بنی زادیوں کو طلاق دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخی کی تھی بحالتِ کفر بری طرح مرے مگر تیسرے اور چوتھے بیٹے عتبہ اور معتب فتح مکّہ میں مسلمان ہوئے اور غزوۂ حنین میں شرکت کی بلکہ اسی جنگ میں معتب کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی۔ اُن کی بہن دُرّہ نے بھی اسلام قبول کیا اور ہجرت بھی فرمائی۔ یہ حارث ابن نوفل کی زوجہ تھیں اور عتبہ ولید ابو مسلم تین لڑکے پیدا ہوئے۔ حارث آنحضرت کے چچازاد بھائی نوفل بن حارث ابن عبد المطلب کے لڑکے تھے جو اپنے باپ نوفل کے ساتھ فتح مکّہ میں مسلمان ہوئے آنحضرتؐ نے ان کو جدّہ کا حاکم بنادیا تھا اور اسی وجہ سے غزوۂ حنین میں شریک نہ ہوسکے۔ ۱۳ھ میں انتقال ہوا۔

اہلِ بیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ داروں کی مناقب

(ابن[1] عباس) رفع: اللہ سے محبت کرو اس وجہ سے کہ (تمہارا خالق ہے اور) تم کو اپنی نعمتیں بخشتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے سبب (کہ میں اس کا محبوب ہوں) اور میرے اہلِ بیت سے محبت کرو میری محبت کے سبب (کہ وہ میرے رشتہ دار اور پیارے ہیں) ت۔ ف بیت کے معنی گھر کے ہیں اور شریعت میں اس کا اطلاق تین معنی پر آتا ہے۔ بیتِ نسب جس کو ہمارے محاورہ میں گھرانا اور خاندان کہتے ہیں۔ اور اس معنی میں آنحضرت کے اہلِ بیت بنی ہاشم یعنی عباس و علی اور جعفر و عقیل اور ان کی اولاد ہے یعنی جن کو مالِ زکوٰۃ حرام ہے بیتِ سکنیٰ جس کو ہمارے عرف میں گھر والی کہتے ہیں اور اس معنی میں آنحضرتؐ کے اہلِ بیت آپ کی ازواجِ مطہرات ہیں۔ کہ آیتِ تطہیر لیذہب عنکم الرجس انہیں کے متعلق نازل ہوئی۔ اور بیتِ ولادت جن کو اہل و عیال کہتے ہیں اور

البیت ویطہرکم تطہیرًا فی بیت ام سلمۃ فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ وحسنًا وحسینًا فجللہم بکساء وعلی خلف ظہرہ ثم قال اللّٰہم ہؤلاء اہل بیتی فاذہب عنہم الرجس وطہرہم تطہیرًا قالت ام سلمۃ وانا معہم یا نبی اللہ قال انت علی مکانک وانت علی خیر ÷ (علیؓ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اخذ بید حسن وحسین قال من احبنی واحب ہٰذین واباہما وامہما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ ÷ زاد رزین بعد وامہما: ومات متبعًا لسنتی غیر مبتدع کان معی فی الجنۃ ÷ (زیدؓ بن ارقم) قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لعلی وفاطمۃ والحسن والحسین انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم ÷ ھی للترمذی (النسؔ) رفعہ:

اس میں آنحضرت کی تمام اولاد ابراہیم وقاسم وعبداللہ ا ور زینب ورقیہ وام کلثوم وفاطمہ اور اولاد کی اولاد یعنی سب نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ مگر اولاد میں چونکہ سلسلہ نسب حضرت فاطمہ سے چلا اور وہ حضرت کو سب میں زیادہ پیاری بھی تھیں۔ اس لئے شہرت کے درجہ میں مطلق اہل بیت سے حضرت زہرا اور حسن وحسین اور فرط تعلق اور دامادی وچچازاد بھائی اور پرورش یافتۂ رسول ہونے کے لحاظ سے حضرت علی چارتن سمجھے جاتے ہیں کہ مباہلہ میں انہیں کو حضرتؐ نے لیا تھا اور آیتِ تطہیر میں بھی ان کو شامل فرمایا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی دیگر صاحبزادیاں یا آن کی اولاد یا ازواج مطہرات یا حضرت عباس وجعفر وعقیل اہل بیت میں نہیں ہیں۔ اس حدیث میں جہاں محبت کی تاکید ہے سب داخل ہیں کیونکہ سب آنحضرت کے محبوب ہیں اگرچہ محبت کی نوعیت مختلف ہے۔ (سعدؓ بن ابی وقاص) جب یہ آیت (مباہلہ) نازل ہوئی کہ (اے اہل کتاب آؤ) ہم اپنے بچوں اور تمہارے بچوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو بلائیں (اور کھلے میدان میں دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی وفاطمہ اور حسن وحسین کو بلایا اور کہا الٰہی یہ ہیں میرے اہل۔ (ام سلمہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین اور علی وفاطمہ پر چادر ڈال کر فرمایا الٰہی یہ ہیں میرے اہل بیت اور خواص پس ان سے (روحانی) گندگی (جس میں لوگ ملوث ہوا کرتے ہیں) دور رکھ اور ان کو (ہر بری خصلت سے) پاک فرما ام سلمہ نے کہا اور میں بھی اُن کے ساتھ یا رسول اللہ۔ فرمایا تم بھی خیر پر ہو۔ (عمرؓ بن ابی سلمہ) (انما یرید اللہ) آیت تطہیر کا) نزول اُم سلمہ کے گھر میں ہوا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ اور حسن وحسین کو بلا کر چادر اُڑھائی اور علی آپ کے پس پشت تھے۔ پھر فرمایا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں پس اُن سے گندگی دور کر اور ان کو پاک فرما۔ اُم سلمہ نے کہا اور میں بھی ان کے ساتھ یا نبی اللہ۔ فرمایا تم اپنی جگہ ہو اور تم بھی خیر پر ہو۔ (ت) (علیؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس نے محبت رکھی مجھ سے اور محبت رکھی ان دونوں سے اور ان کے باپ (علی) اور ان کی ماں (فاطمہ) سے وہ بروز قیامت میرے ساتھ ہوگا میرے درجہ میں۔ رزین نے ماں کے بعد اتنا اضافہ کیا ہے اور میری سنت کا اتباع کرتے اور بدعت سے بچتے ہوئے وفات پائی وہ میرے ساتھ ہوگا جنت میں (زیدؓ بن ارقم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی وفاطمہ اور حسن وحسین سے فرمایا جس سے تمہاری جنگ اُس سے میری جنگ اور جس سے تمہاری صلح اُس سے میری صلح (ت)۔ (انسؓ) (فع: ہم اولادِ عبدالمطلب سردارانِ اہلِ جنت ہیں یعنی میں اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور مہدی (آخر الزماں) ہ۔ (زیدؓ بن ارقم) (فع: سنو اے لوگو میں بھی بشر ہوں کہ قریب ہے میرے رب کا فرشتہ (عزرائیل قبضِ روح کے لئے) آئے اور میں (دنیا سے رخصت ہونا) قبول کر دوں۔ اور میں تم میں

نحن ولد عبد المطلب سادة اهل الجنة انا وحمزة وعلی وجعفر والحسن والحسين والمهدی ؛ للقزوینی بلین

(زیدؓ بن ارقم) رفعه: الا ایها الناس انما انا بشر یوشک ان یأتی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین اولهما کتاب الله فيه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علی کتاب الله ورغب فيه ثم قال واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین ومن اهل بیته یا زید؟ الیس نساؤه من اهل بیته؟ قال نساؤه من اهل بیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم؟ قال آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل هؤلاء حرم الصدقة؟ قال نعم وفی روایة: فقلنا من اهل بیته؟ نساؤه؟ قال لا ایم الله ان المرأة تکون مع الرجل العصر من الدهر ثم یطلقها فترجع الی ابیها وقومها ؛ لمسلم (ابن الزبیرؓ) رفعه: مثل اهل بیتی مثل سفینة نوح من رکبها نجا ومن ترکها غرق ؛ للبزار زاد فی الاوسط بخفی وانما مثل اهل بیتی فیکم مثل باب حطة فی بنی اسرائیل من دخله غفر له ؛ عثمانؓ رفعه: من صنع الی احد من ولد عبد المطلب یدًا فلم یکافئه بها فی الدنیا فعلیّ مکافاته غدًا اذا لقینی ؛ للاوسط بلین (جابرؓ) انه سمع عمرؓ یقول للناس حین تزوج بنت علی

دو نفیس چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن وحدیث) جس میں ہدایت و نور ہے۔ پس کتاب اللہ کو لو اور اس کو مضبوط پکڑو۔ پس کتاب اللہ پر (عمل کی) آپ نے ترغیب دلائی اور اس کے بعد فرمایا کہ (دوسری نفیس چیز) میرے اہل بیت ہیں کہ میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ پس حصین (راوی حدیث) نے پوچھا کہ اے زید (ابن ارقم) آپ کے اہل بیت کون ہیں کیا آپ کی بیبیاں آپ کی اہل بیت نہیں ہیں؟ فرمایا ہاں آپ کی بیبیاں بھی آپ کی اہل بیت ہیں مگر (یہاں مراد) اہل بیت سے وہ ہیں جن پر آپ کے بعد بھی زکوٰۃ (کا مال) حرام ہے۔ انہوں نے کہا وہ کون؟ فرمایا اولادِ علی اولادِ عقیل اولادِ جعفر اولادِ عباس۔ انہوں نے کہا ان سب پر زکوٰۃ حرام ہے؟ فرمایا ہاں۔ اور ایک روایت میں ہے پس ہم نے پوچھا آپ کے اہل بیت کون ہیں، کیا آپکی بیبیاں؟ فرمایا نہیں اللہ کی قسم عورت تو مرد کے ساتھ ایک زمانہ تک رہتی ہے پھر وہ اسکو طلاق دیدیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنے خاندان کیطرف چلی جاتی (اور شوہر کے گھر سے بے تعلق بن جاتی ہے۔ (س) ف ان کا مطلب یہ ہے کہ مستقل اہل بیت ہونا اپنے خاندان ہی پر صادق آتا ہے۔ لہٰذا یہاں خاندانِ نبوت مراد ہے۔ مگر جن بیویوں کا تعلق شوہر اور اس کے گھر سے بیوہ ہونے تک قائم رہا اور بروئے ارشادِ پیغمبران کا دُنیا و آخرت میں ازواجِ نبی ہونا محقق ہوا وہ بہرحال اہل بیت میں شامل اور بزبانِ قرآن افضل اہل بیت ہیں اور اسی لئے ان کو ازواج کے لفظ سے مخاطب کیا گیا ہے جو اتحادِ ازدواجی وایمانی اور اتصال دوام وتشاکل تام کو مقتضی ہے۔ (ابن زبیرؓ) رفع۔ میرے اہل بیت کی مثال کشتیٔ نوح کی سی ہے کہ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے اس کو چھوڑا وہ ڈوب گیا۔ (بز) اور اوسط میں یہ زائد ہے۔ اور میرے اہل بیت کی مثال تمہارے اندر ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں بابِ حطہ کہ جو اس میں داخل ہوگیا بخش دیا گیا۔ ف صحابہ کی مثال حدیث میں ستاروں کی سی بیان ہوئی ہے کہ مسافر کو خواہ بری سفر ہو یا بحری منزلِ مقصود کا راستہ معلوم کرنے کے لئے ان کے بغیر چارہ نہیں۔ پس خوشا نصیب ان کے جنہوں نے سمندر عبور کرنے کے لئے کشتی بھی لی اور اس کو ستاروں کی رہبری میں چلایا۔ یعنی محبتِ اہل بیت اور اطاعتِ صحابہ دونوں کو مضبوط تھاما۔ اور وائے اُن پر کہ اہل بیت کے دشمن ہو کر کشتیٔ نوح سے باہر

الا تهنوني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ينقطع يوم القيامة كل سبب ونسب الا سببي ونسبي ؛ للكبير والاسط (عبد الله[١٢] بن ابي اوفى) رفعه : سالت ربي ان لا اتزوج الى احد ولا انوج اليه الا كان معي في الجنة فاعطاني ذلك ؛ للاوسط بلين۔

مناقب المهاجرين والانصار رضى الله عنهم

(مسلمة بن مخلد) سبق المهاجرون الناس باربعين خريفاً يتنعمون فيها والناس محبوسون للحساب ثم تكون المائة الثانية مائة خريف ؛ للكبير وفيه عبد الرحمن بن مالك السنانى (حزين[؟]) رفعه : المهاجرون والانصار اولياء بعضهم لبعض والطلقاء من قريش والعتقاء من ثقيف بعضهم اولياء بعض ؛ لاحمد وللكبير (غيلان[٣] بن جرير) قلت لانس ارأيتم اسم الانصار أكنتم تسمون به ام سماكم الله تعالى ؟ قال بل سمانا الله وكنا ندخل على انس فيحدثنا بمناقب الانصار ومشاهدهم ويقبل علي او على رجل من الازد فيقول فعل قومك يوم كذا وكذا كذا وكذا ؛

رہے یا صحابہ کے ساتھ بغض رکھ کر کشتی کو بے راہ چھوڑ دیا۔ (عثمانؓ) فع۔ جس نے اولادِ عبد المطلب میں کسی کے ساتھ کوئی احسان کیا اور وہ دنیا میں اس کی مکافات نہ کر سکا تو اس کی مکافات کل (قیامت کے دن) میرے ذمہ ہے کہ جب مجھ سے ملے گا میں اس کا بدلہ دوں گا۔ (جابر[١١]) نے عمر کو جبکہ انہوں نے دختر علی (اُم کلثوم) سے نکاح کیا تو لوگوں سے یہ فرماتے سُنا کہ مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے بروز قیامت ہر رشتہ اور قرابت منقطع ہو جائے گا بجز میرے رشتہ اور قرابت کے۔ (ک و) ف رشتہ سے مُراد وہ تعلق ہے جو بواسطۂ زوجیت قائم ہو جیسے داماد اور خُسر وغیرہ۔ اور قرابت سے وہ رشتہ جو بواسطۂ ولادت ہو جیسے باپ دادا بھائی چچا اولاد بھتیجے وغیرہ حضرت فاروق کی صاحبزادی ام المومنین حفصہ آنحضرتؐ کی زوجیت میں آئیں۔ اور آنحضرت کی نواسی اُم کلثوم بنت فاطمہ حضرت فاروقؓ کی زوجہ بنیں۔ اس لئے حضرت فاروق نے فخر کیا کہ یہ دو طرفہ رشتہ مصاہرت آخرت میں بھی آنحضرت کے ساتھ قائم رہے گا لہٰذا میں مبارکباد کا مستحق ہوں۔ (عبداللہ[١٢] ابن ابی اوفیٰ) فع۔ میں نے اپنے پروردگار سے دُعا کی ہے کہ جس سے بھی میرا رشتۂ زوجیت یا جس کا بھی میرے ساتھ رشتۂ زوجیت قائم ہو وہ جنّت میں میرے ساتھ رہے۔ چنانچہ اُس نے میری یہ دُعا قبول فرمائی۔ (و)

مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم کے مناقب

(مسلمہ بن مخلد) مہاجرین (جنّت میں) سب لوگوں سے چالیس سال قبل جائیں گے کہ وہاں لُطف اُٹھا رہے ہوں گے اور باقی لوگ حساب کے لئے رُکے ہوئے ہوں گے۔ پھر دوسری صدی ہوگی (جو داخلہ جنّت میں) سَو برس (مؤخر) ہوگی۔ (ک) ف جن حضرات نے اپنا دین محفوظ رکھنے کے لئے وطن چھوڑا بیوی بچّے چھوڑے گھر چھوڑا جائداد چھوڑی اور مکّہ سے نکل کر مدینہ میں محبوبِ خدا کے قدموں میں آپڑے وہ مہاجرین کہلاتے ہیں اور ان کی قوّتِ ایمانی اور محبّتِ رسول کا اس سے اندازہ کرو کہ آج سنّتِ رسول کی خاطر ایک قومی رسم کا چھوڑنا محض اس لئے کہ نکّو بنیں گے ان کو بھی دشوار ہے جو پُشت ہا پُشت مُسلمان ہیں اور مہاجرین نے تو کوئی محبوب سی محبوب چیز ایسی نہ چھوڑی جس کو محبّت رسُول کی خاطر چھوڑ

للبخاری (ابیؓ) رفعه: لولا الهجرة لكنت امرأمن الانصار ؛ للترمذی (البراءؓ بن عازب) رفعه: لا یحب الانصار الا مؤمن ولا یبغضهم الا منافق فمن احبهم احبه الله ومن ابغضهم ابغضه الله ؛ للشیخین والترمذی (انسؓ) رفعه: آیة الایمان حب الانصار وآیة المنافق بغض الانصار ؛ للشیخین والنسائی (وعنهؓ) رأی النبی صلی الله علیه وسلم النساء والصبیان مقبلین احسبه انه قال من عرس فقام ممتلاً فقال اللهم انتم من احب الناس الیّ قالها ثلاث مرات ؛ للشیخین یعنی الانصار (زیدؓ بن ارقم) رفعه: اللهم اغفر للانصار ولابناء الانصار ولابناء ابناء الانصار ؛ للشیخین زاد الترمذی: ولنساء الانصار ؛ ولمسلم عن انس: ولموالی الانصار ؛ (ابن عباسؓ) ان النبی صلی الله علیه وسلم خطب فی مرضه الذی مات فیها مابعد ایها الناس فان الناس یکثرون وتقل الانصار حتی یکونوا کالملح فی الطعام فمن ولی منکم امراً یضر فیه احداً او ینفعه فلیقبل من محسنهم ویتجاوز عن مسیئهم ؛ للبخاری (انسؓ) رفعه: اوصیکم بالانصار فانهم کرشی وعیبتی قد قضوا الذی علیهم وبقی الذی لهم فاقبلوا من محسنهم وتجاوزوا عن مسیئهم ؛ للشیخین والترمذی (زیدؓ بن ارقم) قالت الانصار

نہ دیا ہو۔ اور مسلمانانِ مدینہ جنہوں نے محبوبِ خدا اور بے وطن مہاجرین کو اپنا باپ اور بھائی بنا کر اپنے گھروں میں بسایا اور ان کی اعانت وحمایت میں ہر پیاری سے پیاری چیز قربان کی وہ انصار کہلاتے ہیں۔ ہجرت کی چونکہ ایک خاص شان ہے کہ آنحضرتؐ بھی اسی گروہ میں داخل ہیں اس لئے تقدیم دخولِ جنت کے مستحق ہیں (جریرؓ) فع۔ مہاجرین اور انصار باہم ایک دوسرے کے عزیز ہیں اور قریش رہا شدہ اور قبیلہ ثقیف آزاد کردہ باہم ایک دوسرے کے رشتہ دار ہیں۔ (م ک) ف فتح مکہ میں جو قریش گرفتار ہوئے اور رحمۃ للعالمین کے احسان عام سے سب رہا کر دیئے گئے طلقاء کہلاتے اور غزوہ حنین وطائف میں جو بنی ثقیف اسلامی قید میں آئے اور حلیمہ سعدیہ مرضعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر آزاد کئے گئے وہ عتقاء کہلاتے ہیں۔ اسلام وکفر کا اختلاف مانع ارث ہے اس لئے ابتداء میں مہاجرین وانصار بمنزلہ صلبی رشتہ داروں کے قرار پائے اور باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور عتقاء وطلقاء کا درجہ چونکہ مہاجرین وانصار کی افضلیت کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لئے یہ باہم ایک دوسرے کے وارث قرار پائے۔ پھر توسیع اسلام کے بعد جبکہ آیتِ میراث نازل ہوئی تو ترکہ کی تقسیم صلبی تعلق پر تجویز ہوئی اور ہمسری کے تعلقات میں یہ فرقِ مراتب بدستور ملحوظ رہا۔ (غیلانؒ بن جریر) میں نے انس سے پوچھا کہ بھلا یہ انصار کا لقب تم نے اپنا خود تجویز کر لیا ہے یا حق تعالےٰ نے تم کو یہ خطاب دیا تھا؟ فرمایا بلکہ اللہ نے یہ لقب ہم کو دیا ہے (کہ قرآن مجید میں ہے والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار) اور ہم انس کے پاس (بصرہ) جایا کرتے تو وہ ہم سے انصار کے مناقب اور ان کے کارنامے بیان کیا کرتے اور میری طرف یا قبیلہ ازد کے کسی شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا کرتے کہ تمہاری قوم (انصار) نے فلاں فلاں دن فلاں کارنامہ کیا (خ) (ابیؓ) فع۔ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک شخص ہوتا (ت) ف مقصود یہ ظاہر فرمانا ہے کہ ہجرت کے فضل وشرف کا تو کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ البتہ مہاجرین کے بعد سب سے افضل حضرات انصار ہیں۔ پس ہجرت کا فضل نہ ہوتا تو مجھے تمنا تھی کہ انصار میں سے ہوتا۔ (براءؓ بن عازب) فع۔ انصار سے محبت نہ رکھے گا مگر مومن اور ان سے بغض نہ رکھے گا مگر منافق۔ پس جو شخص انصار سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ (ق ت) ف نصرتِ اسلام وپیغمبرؐ چونکہ ثمرہ تھا

يا نبى الله لكل نبى اتباع وانا قد اتبعناك فادع الله ان يجعل اتباعنا منا فدعا به؛ للبخارى (ابوموسى[11])

رفعه: اقرأ قومك السّلام فانهم ما علمت اعفة صبر؛ للترمذى (انس[13]) دعا النبى صلى الله عليه وسلم

الانصار ليكتب لهم بالبحرين فقالوا لا والله حتى تكتب لاخواننا من قريش بمثلها فقال ذلك لهم ما شاء الله

كل ذلك يقولون له قال فانكم سترون بعدى اثرة فاصبروا حتى تلقونى؛ وفى رواية: على الحوض؛

(قتادة[14]) ما نعلم حيًّا من احياء العرب اكثر شهيدًا اعز يوم القيامة من الانصار فقال انس قتل منهم يوم احد

سبعون ويوم بئر معونة سبعون ويوم اليمامة على عهد ابى بكر سبعون هما للبخارى (ابو اسيد[15]) رفعه: خير

دور الانصار بنو النجار ثم بنو عبد الاشهل ثم بنو الحارث بن الخزرج ثم بنو ساعدة وفى كل دور الانصار

خير وبلغ ذلك سعد بن عبادة فوجد فى نفسه وقال خلفنا فكنا آخر الاربع اسرجوا لى حمارى اٰتى

کمالِ ایمان کا اس لئے بمقتضائے الجنس یمیل الی الجنس مؤمن کو لامحالہ ان حضرات کی طرف کشش ہوگی اور منافق کو نفرت وگریز۔ (انس[6]) ایمان کی علامت ہے انصار کے ساتھ محبت رکھنا۔ اور منافق (ہونے) کی نشانی ہے انصار کیساتھ بغض رکھنا۔ (ق ی) (ایضاً[7]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انصار کی) کچھ عورتوں اور بچوں کو آتے ہوئے دیکھا (جو) غالباً کسی تقریب شادی سے (فارغ ہو کر آرہے تھے) پس آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا بار خدایا تم لوگ سب آدمیوں سے زیادہ مجھے محبوب ہو تین[3] مرتبہ یہی فرمایا۔ (زید[8] بن ارقم) رفع: یا اللہ بخشدے انصار کو اور انصار کے بچوں کو اور انصار کے پوتوں (ق) ترمذی میں اتنا زائد ہے اور انصار کی عورتوں کو۔ اور مسلم میں انس سے مروی ہے اور انصار کے آزاد کردہ غلاموں کو (ابن عباس[9]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُس مرض میں جس میں وفات پائی یہ خطبہ پڑھا۔ بعد حمد وصلوٰۃ۔ اے لوگو اور آدمی تو بڑھتے جائیں گے مگر انصار کم ہوتے جائیں گے حتی کہ ایسے رہ جائیں گے جیسے نمک ہوتا ہے کھانے میں۔ پس جو شخص تم میں کسی ایسے کام کا مالک ہو جس میں کسی کو نفع یا نقصان پہونچا سکے تو اس کو چاہیئے کہ ان میں سے نیکوکار کی نیکی کو قبول کرے اور خطا دار کی خطا سے درگذر کرے۔ (ق) ف مرض وصال میں حکام وامرا کو خاص طور پر وصیت فرمانا علامت ہے کہ انصار آنحضرت ؐ کو بہت پیارے تھے۔ (انس[10]) رفع: میں تم کو انصار کے متعلق وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ (گویا) میرا معدہ اور میری زنبیل ہیں کہ جو ان کے ذمہ تھا وہ اس کو پورا کر چکے اور جو اس کا صلہ ان کو ملنا چاہیئے وہ باقی ہے۔ پس ان کے نیکوکار سے قبول کیجیو اور خطاوار سے درگذر کرلیو۔ (ق. ت) ف ابتدا بیعت کے وقت عقبہ میں انصار نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی بی بی بچوں کی حفاظت میں جو اہتمام کرتے ہیں وہی آنحضرت ؐ کی حمایت ونصرت میں کریں گے۔ اور آنحضرت ؐ نے وعدہ فرمایا تھا کہ اس کا صلہ جنت ملے گا۔ پس حضرات انصار نے تو نصرت کا حق ادا کر دیا۔ اس کا صلہ ملنا باقی ہے کہ یہ اللہ کے مہمان اور مغفور ہیں لہٰذا دنیا میں اللہ کے معزز مہمانوں سے اچھا سلوک کروگے تو میزبان کی نگاہ میں تم بھی وقیع بنوگے۔ اور معدہ وزنبیل چونکہ ما بہ الحیات اور پیاری سے پیاری چیز رکھنے کا ظرف ہیں اس لئے ان کو کرش اور عیبہ فرمایا۔ (زید[11] بن ارقم) انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہر نبی کے کچھ پیرو ہوا کرتے ہیں اور ہم لوگ آپ کے پیرو بنے ہیں پس اللہ سے دعا فرما دیجئے کہ ہمارے پیرو ہمارے گروہ میں سے کر دے (کہ ہماری نسل بھی ہماری روش پر چلے) چنانچہ آپ نے اس کی دعا کی۔ (خ) (ابوموسیٰ[12]) رفع: اپنی قوم (یعنی اشعریین) کو میرا سلام کہیو کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ پاکدامن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکلمہ ابن اخیہ سھل بن سعد فقال أتذھب لترد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو اعلم؟ اولیس حسبک ان تکون رابع اربعۃ؟ فرجع وقال اللہ ورسولہ اعلم وامر بحمارہ فحل عنہ: للشیخین ولمسلم عن ابی ھریرۃ نحوہ لکن بدأ ببنی عبد الاشھل ثم بنی النجار ثم بنی الحارث ثم بنی ساعدۃ ثم فی کل دور الانصار خیر فقام سعد بن عبادۃ مغضبا فقال انحن آخر الاربع؟ فاراد کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ رجال من قومہ اجلس الا ترضی ان سمی دارکم فی الاربع؟ فمن ترک فلم یسم اکثر ممن سمی فانتھی سعد: (انس[16]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر ببعض المدینۃ فاذا ھو بجوار یضربن بدفھن ویتغنین ویقلن نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمد من جار: فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ یعلم انی لاحبکن: للقزوینی۔

اور صابر ہیں۔ (ت)۔ (انس[14]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) انصار کو بلایا تاکہ بحرین (کی جاگیر) ان کے لئے لکھدیں تو انصار نے کہا کہ ہم کو اس کا لینا منظور) نہیں ہے جب تک کہ آپ ہمارے قریشی (مہاجر) بھائیوں کیلئے بھی اتنا ہی نہ لکھدیں۔ بار بار جتنا بھی اللہ کو منظور تھا ان سے یہ فرمایا مگر وہ ہر مرتبہ یہی کہتے رہے (کہ جبتک ان کو بھی ہمارے برابر نہ ملے ہمیں لینا گوارا نہیں۔ ان کی دریا دلی و رعایت اخوت دیکھ کر حضرت نے) فرمایا اچھا تم میرے بعد (دوسروں کو اپنے اوپر) ترجیح دیتا ہوا دیکھو گے لہذا صبر کرنا یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ سے آکر ملو (وہاں تم کو اس مساوات کا صلہ اپنے اللہ سے دلاؤں گا) خ۔ (قتادہ[15]) ہمارے علم میں انصار سے زیادہ شہادت سے بہرہ یاب اور بروز قیامت اللہ کے نزدیک باعزت قبائل عرب میں کوئی قبیلہ بھی نہیں۔ پس انس نے فرمایا ہاں جنگ احد میں ستر انصار شہید ہوئے اور واقعہ بیر معونہ میں ستر اور جنگ یمامہ میں بعہد ابی بکر ستر۔ (خ) (ابو اسید[16] رفع: انصار کے سب گھرانوں میں بہتر بنو نجار کا گھرانہ ہے پھر بنو عبدالاشہل پھر بنو حارث بن خزرج اور پھر بنو ساعدہ اور (یوں تو) انصار کے تمامی گھرانوں میں بہتری ہے۔ یہ خبر سعد بن عبادہ کو پہونچی (جو کہ بنو ساعدہ میں سے تھے) تو ان کو اپنے دل میں کچھ (گرانی) محسوس ہوئی اور کہا کہ آنحضرت نے ہم کو پیچھے کر دیا کہ ہم چاروں میں چوتھے درجہ پر ہوئے۔ اچھا میرا دراز گوش (کاٹھی پالان کس کر) تیار کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں (اور اپنا رنج ظاہر کردوں) پس ان کے بھائی سہل بن سعد نے ان سے کہا کیا تم اس لئے جاتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرو۔ حالانکہ آپ بہتر جانتے ہیں۔ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ (تمام انصار سے بالا ہو کر) چار میں چوتھے تو بن گئے۔ (پھر آگے پیچھے کا کیوں خیال کرتے ہو) چنانچہ انہوں نے رجوع کیا اور کہا اللہ اور اس کا رسول ہی (سب کے درجوں سے) خوب واقف ہے۔ اور دراز گوش سے (کاٹھی) کھولدینے کا حکم دیا (ق) اور مسلم میں ابوہریرہ[17] سے اسی طرح مروی ہے مگر اس میں اول بنو عبدالاشہل ہیں۔ پھر بنو نجار پھر بنو حارث اور پھر بنو ساعدہ پھر یہ کہ انصار کے تمامی گھروں میں بہتری ہے۔ پس سعد بن عبادہ غصہ میں اٹھے اور کہا کیا ہم چاروں میں آخری ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کا قصد کیا پس ان کی قوم کے چند آدمیوں نے ان سے کہا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارے گھرانے کو چار میں نامزد فرما دیا کہ جن کو (بہتری کے درجات میں نام لینے سے چھوڑا ہے وہ بہت زیادہ ہیں ان سے جن کو نامزد فرمایا ہے۔ چنانچہ سعد رک گئے۔ (انس[16]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ کے کسی کوچہ میں گذر ہوا۔ ... یہ شعر گا رہی ہیں (ترجمہ)

فضائل هذه الامة

(ابو موسیٰ رفعه: مثل المسلمين واليهود والنصارى كمثل رجل استأجر قوما يعملون له عملا الى الليل على اجر معلوم فعملوا له الى نصف النهار فقالوا لا حاجة لنا الى اجرك الذى شرطت لنا وما عملنا باطل فقال لا تفعلوا اكملوا بقية عملكم وخذوا اجركم كاملا فابوا وتركوا واستأجر آخرين بعدهم فقال اكملوا بقية يومكم ولكم الذى شرطت لهم من الاجر فعملوا حتى اذا كان حين صلوة العصر قالوا لك ما عملنا باطل ولك الاجر الذى جعلت لنا فقال اكملوا بقية عملكم فانما بقى من النهار شئ يسير فابوا فاستأجر قوما ان يعملوا بقية يومهم فعملوا بقية يومهم حتى غابت الشمس فاستكملوا اجر الفريقين كلاهما فذلك مثلهم ومثل ما قبلوا من هذا النور. للبخارى (ابن عمرؓ) رفعه: انما بقاءكم فيما سلف قبلكم من الامم كما بين العصر الى غروب الشمس واوتى اهل التوراة التوراة فعملوا بها حتى انتصف النهار ثم عجزوا فاعطوا قيراطا قيراطا ثم اوتى اهل الانجيل الانجيل فعملوا الى صلوة العصر فعجزوا فاعطوا قيراطا قيراطا ثم اوتينا القرآن فعملنا

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں محمدؐ کیسے اچھے پڑوسی ہیں بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جانتا ہے کہ مجھے تمہارے ساتھ محبت ہے۔ (۵)

اِس اُمّتِ محمدیہؐ کے فضائل

(ابو موسیٰ) رفع: مسلمانوں کی اور یہود و نصاریٰ کی (حالتِ عمل کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مزدوری میں کچھ لوگوں کو لگایا تاکہ وہ ایک اُجرت معینہ پر رات تک (یعنی دن بھر) اُس کا کام کریں چنانچہ انہوں نے دوپہر تک اس کا کام کیا اور پھر کہنے لگے کہ ہمیں تیری مزدوری کی جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی کچھ ضرورت نہیں اور جتنا کام ہم نے کر دیا وہ بے کار (سمجھو) اس شخص نے کہا ایسا نہ کرو۔ اپنا باقی کام پورا کر دو۔ اور اپنی مزدوری پوری لے لو۔ مگر انہوں نے انکار کیا اور (کام کرنا) چھوڑ بیٹھے اور اس شخص نے ان کے بعد دوسروں کو اُجرت پر لے کر کہا کہ تم باقی دن پورا کر دو اور جو کچھ اُجرت میں نے ان کے لئے مقرر کی تھی وہ تم کو ملے گی۔ چنانچہ انہوں نے کام کیا۔ حتیٰ کہ جب نمازِ عصر کا وقت آیا تو کہنے لگے کہ جو کچھ کام ہم نے کیا وہ بے کار (سمجھو) اور جو بھی اُجرت تم نے ہمارے لئے مقرر کی تھی وہ تمہاری ہے (ہم کچھ نہ لیں گے) اس شخص نے کہا اپنا باقی کام پورا کر دو کہ اب دن تھوڑا ہی سا باقی رہ گیا ہے۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ تب اس نے دوسروں کو مزدوری پر لگایا کہ باقی دن کام کریں۔ چنانچہ انہوں نے بقیہ دن میں کام کیا حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا اور انہوں نے دونوں فریق کی پوری مزدوری لی۔ بس یہی مثال ہے ان لوگوں کی اور اُس نور (ہدایت) کی جس کو انہوں نے قبول کیا۔ (خ) ف یہ تمثیل ہے اعمالِ حسنہ اور اُن پر اجرِ اُخروی کے تعین کی کہ اُمّتِ موسویہ کو عمریں بھی دراز و طویل دی گئیں اور ختمِ دُنیا یعنی وقوعِ قیامت کا زمانہ بھی بعید مگر وہ خدا و رسول کی اطاعت اور اعمالِ حسنہ کا نباہ نہ کر سکے لہٰذا کام ناتمام چھوڑا اور اُجرت کی قدر نہ کی پھر اُمّتِ عیسویہ کو ان کے قائم مقام بنایا گیا اور ان جیسی تو نہیں مگر بعد والوں سے زیادہ عمریں ان کو بھی دی گئیں۔ لیکن وہ بھی نباہ نہ سکے اور اعمال ضائع ہوئے۔ پھر اُمّتِ محمدیہ ان کے قائم مقام ہوئی کہ عمریں بھی مختصر اور دُنیا کے ختم ہونے کا زمانہ بھی قریب اور اعمال میں بھی تخفیف۔ انہوں نے اجرِ اُخروی کے قدر داں بن کر اعمالِ حسنہ مختصر کئے مگر اجر بھرپور پایا۔ (ابن عمرؓ) رفع۔ (دُنیا میں) تمہاری بقاء تم سے پہلی

الی غروب الشمس فاعطینا قیراطین قیراطین فقال اھل الکتابین اعطیت ھؤلاء قیراطین قیراطین واعطیتنا قیراطا قیراطا ونحن کنا اکثر عملاً قال اللہ تعالیٰ ھل ظلمتکم من اجرکم من شیء؟ قالوا لا قال فھو فضلی اوتیہ من اشاء۔ وفی روایۃ: مثلکم ومثل اھل الکتابین کمثل رجل استأجر اجراء فقال من یعمل لی من غدوۃ الی نصف النھار علی قیراط؟ فعملت الیھود ثم قال من یعمل لی من نصف النھار الی صلوۃ العصر علی قیراط؟ فعملت النصاریٰ ثم قال من یعمل لی من العصر الی تغیب الشمس علی قیراطین؟ فانتم ھم فغضبت الیھود والنصاریٰ بنحوہ۔ وفی اخریٰ: قال انما اجلکم فی اجل من خلا من الامم کما بین صلوۃ العصر الی مغرب الشمس

اُمتوں کے مقابلہ میں ایسی دمختصر ہے جیسے تمام دن کے مقابلہ میں عصر اور غروب آفتاب کے درمیان کا وقت۔ اور اہلِ تورات (قومِ موسیٰؑ) کو تورات دی گئی پس انہوں نے اس پر عمل کیا حتیٰ کہ جب دوپہر ہوئی تو تھک گئے پس ان کو ایک ایک قیراط دیدیا گیا۔ پھر اہلِ انجیل (قومِ عیسیٰؑ) کو انجیل دی گئی پس انہوں نے عمل کیا عصر کے وقت تک پھر تھک گئے اور ان کو بھی ایک ایک قیراط دیدیا گیا۔ اس کے بعد ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے عمل کیا غروب آفتاب تک پس ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے تب دونوں کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) نے (حق تعالیٰ) سے کہا کہ آپ نے ان کو تو دو دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ہی ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری (مقرر کردہ) اُجرت میں کچھ کمی کی؟ بولے کہ نہیں فرمایا پھر یہ میرا فضل ہے جسے جو چاہوں دوں (اس میں اعتراض کا تمہیں کیا حق) اور ایک روایت میں ہے کہ تمہاری مثال اور دونوں کتاب والوں کی مثال مثل اس شخص کے (قصّہ کے) ہے جس نے چند مزدوروں کو مزدوری پر لینا چاہا اور کہا کون ہے جو میرے لئے صبح سے دوپہر تک ایک قیراط کے عوض میں کام کرے چنانچہ یہود نے کام کیا اس کے بعد اس شخص نے کہا کون ہے جو میرے لئے دوپہر سے لے کر نمازِ عصر تک ایک قیراط پر کام کرے۔ چنانچہ نصاریٰ نے کام کیا۔ اس کے بعد اس نے کہا کون ہے جو میرے لئے عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک دو دو قیراط کے عوض میں کام کرے۔ تو (اے مسلمانو) تم ہو وہ لوگ۔ پس یہود و نصاریٰ ناخوش ہوئے الخ اور دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تمہاری مدت (زندگی) گذشتہ اُمتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے نمازِ عصر سے لے کر غروب آفتاب تک کا (وقت) اور تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی مثل ہے جس نے چند مزدوروں کو کام پر لگایا اور کہا کون ہے جو میرے لئے صبح سے لے کر دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کرے الخ (خ ت) ف قیراط نصف دانگ کو کہتے ہیں جو درہم کا چھٹا حصہ ہے۔ اور تمثیل میں یہود و نصاریٰ سے مُراد ان کے وہ مومنین ہیں جو اپنے اپنے وقت میں اپنی شریعت رائجہ پر عمل کرتے ہیں اور جو ان کی شریعت کے منسوخ ہونے پر اس پر قائم رہے وہ رسالت محمدیہ کا کفر کرنے کے سبب کسی اجر کے بھی مستحق نہیں رہے قرآن مجید میں ارشاد ہے یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ کہ اے مسلمانو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (سیدنا محمدؐ) پر ایمان لاؤ ذکر متضمن ہے تمامی انبیاء و رسل پر ایمان لانیکو) اللہ تم کو دو چند عطا فرمائے گا اپنی رحمت سے۔ پس اُمتِ محمدیہ چونکہ ایمان لائی تمامی رسل پر اور عمل کیا سُنّت مصطفویہ پر کہ خلاصہ ہے تمامی پیغمبران کے طریقہ کا اور جامع ہے شرائع سابقہ کو اس لئے دوہرے اجر کی مستحق ہوئی۔ اور عمر بن قصیر اور قوٰی کے ضعیف ہونیکی

وانما مثلکم ومثل الیهود والنصاری کمثل رجل استعمل عمالا فقال من یعمل لی من غدوة الی نصف النهار علی قیراط قیراط بنحوه: للبخاری والترمذی (انس) مر النبی صلی الله علیه وسلم بجنازة فاثنی علیها خیرا فقال وجبت، وجبت وجبت ومر بجنازة فاثنی علیها شرا فقال وجبت وجبت وجبت فقال عمر فداك امی وابی مر بجنازة فاثنی علیها خیرا فقلت وجبت وجبت وجبت ومر بجنازة فاثنی علیها شرا فقلت وجبت وجبت وجبت فقال صلی الله علیه وسلم من اثنیتم علیه خیرا وجبت له الجنة ومن اثنیتم علیه شرا وجبت له النار انتم شهداء الله فی الارض: للشیخین والترمذی والنسائی. (عمر) رفعه: ایما مسلم شهد له اربعة نفر بخیر ادخله الله الجنة فقلنا واثنان ثم لم نسأله عن الواحد: للبخاری والترمذی والنسائی مطولا (ابوهریرة) رفعه: اضل الله تعالی عن الجمعة من کان قبلنا فکان للیهود یوم السبت وکان للنصاری یوم الاحد فجاء الله

وجہ سے کام بھی ہلکا لیا گیا پس ہلکے کام پر اجر کے زیادہ ہونے کی مثال ایسی ہو گئی جیسے طبیب کے دواؤں کا قدح ہٹا کر روح ادویہ کا استعمال کرنا کہ کھائی گئی چند رتی کی گولی اور اس نے نفع دیا آدھا سیر جوشاندہ سے زیادہ۔ (انس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جنازہ پر گذر ہوا پس اس کی مدح سرائی کی گئی (اور لوگوں نے کہا کہ مرنے والا بڑا اچھا شخص تھا) تو آپ نے فرمایا واجب ہو گئی واجب ہو گئی واجب ہو گئی اور دوسرے جنازہ پر آپ کا گذر ہوا پس اس کی برائی کی گئی (اور لوگوں نے کہا کہ برا شخص تھا جو مر گیا) تو آپ نے فرمایا واجب ہو گئی واجب ہو گئی واجب ہو گئی۔ پس عمر نے عرض کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ایک جنازہ گذرا تو اس پر مدح سرائی ہوئی پس آپ نے فرمایا واجب ہو گئی واجب ہو گئی واجب ہو گئی۔ اور دوسرا جنازہ گذرا تو اس کی برائی کی گئی پس (اس کے متعلق بھی یہی) آپ نے فرمایا واجب ہو گئی واجب ہو گئی واجب ہو گئی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص پر تم نے بھلائی کے لفظ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ اور جس کے متعلق برائی کے لفظ کہے اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی۔ کہ تم خدائی گواہ ہو زمین میں (ق بت ی ن) ف امت محمد خیر الامم ہے کہ ان کا رسول افضل الرسول اور سید الانبیاء ہے اس لئے ان کی شان سرکاری گواہوں کی سی ہے کہ ان کی زبان سے تعریف اسی کی نکلے گی جو عند اللہ مقبول ہوں گے اور اسی کی برائی نکلے گی جن پر حق تعالیٰ کا غضب ہو گا۔ اور سرکاری گواہ وہی بن سکتا ہے جس کی صداقت پر سرکار کو وثوق اور عدل و ثقاہت پر اعتماد ہو اور سرکار کی مزاج شناسی کے ساتھ محبوبیت سے نوازا گیا ہو۔ (عمر) رفع جس کسی مسلمان کے متعلق چار شخصوں نے صلاح کی شہادت دی اس کو اللہ جنت میں داخل کرے گا۔ اور ہم نے پوچھا اور دو اگر شہادت دیں تب؟ فرمایا اور دو کا بھی یہی حکم ہے) پھر ہم نے ایک کی بابت دریافت نہیں کیا۔ (خ ت ی) ف مومن جو کہ امت محمدیہ ہونے کا سچا مصداق ہو چونکہ محبوب خدا ہے اس لئے شاہد ہونے میں وہی شان رکھتا ہے جو چند گواہوں کی ہے چہ جائیکہ دو یا چار ہوں کہ شہادت قوی در قوی ہوتی جائے گی۔ (ابوہریرہ) رفع۔ حق تعالیٰ نے ہم سے پہلوں کو جمعہ کی رہبری نہ فرمائی۔ پس یہود کے لئے (عبادت کا دن) ہفتہ ہوا اور نصاریٰ کے لئے اتوار۔ پس اللہ نے ہم کو پیدا کیا اور یوم جمعہ کی (کہ اصل عبادت کا دن ہے) ہمیں رہبری فرمائی۔ غرض جمعہ اور شنبہ و یک شنبہ (عبادت کے دن) رکھے گئے اور اسی ترتیب سے (کہ جمعہ مقدم ہے دونوں پر) وہ اس میں بروز قیامت ہمارے تابع ہوں گے۔ ہم پچھلے ہیں

بنا فهدانا اليوم الجمعة فجعل الجمعة والسبت والاحد وكذلك هم فيه تبع لنا يوم القيامة نحن الآخرون من اهل
الدنيا والاولون يوم القيامة المقضى لهم قبل الخلائق ۔ وفي رواية: نحن الآخرون السابقون بيد انهم اوتوا
الكتاب من قبلنا ثم هذا يومهم الذي فرض الله عليهم فاختلفوا فيه فهدانا الله له بنحوه ۔ للشيخين والنسائي
(عمران بن حصین) ان النبي صلى الله عليه وسلم لما نزلت يا ايها الناس اتقوا ربكم ان زلزلة الساعة شيء عظيم
الآية قال أتدرون اي يوم ذلك؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال ذاك يوم يقول الله تعالى لآدم ابعث بعث النار
قال يارب وما بعث النار؟ قال تسع مائة وتسعة وتسعون الى النار وواحد الى الجنة فأنشأ المسلمون يبكون فقال
صلى الله عليه وسلم قاربوا وسددوا فانها لم تكن نبوة قط الا كان بين يديها جاهلية فتؤخذ العدة من
الجاهلية فان تمت والا كملت من المنافقين وما مثلكم والامم الا كمثل الرقمة في ذراع الدابة او كالشامة
في جنب البعير ثم قال اني لارجو ان تكونوا ربع اهل الجنة فكبروا ثم قال اني لارجو ان تكونوا ثلث اهل الجنة
فكبروا ثم قال اني لارجو ان تكونوا نصف اهل الجنة فكبروا قال ولا ادري اقال الثلثين ام لا ۔ وفي رواية:
أتدرون اي يوم ذلك؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال ذلك يوم ينادي الله فيه آدم فيناديه ربه فيقول

اہلِ دُنیا میں اور سب سے اوّل ہوں گے بروزِ قیامت جن کا ساری مخلوق سے قبل فیصلہ کیا جائے گا۔ اور ایک
روایت میں ہے کہ ہم پچھلے ہیں (پیدائش کے لحاظ سے مگر) سبقت لیجانے والے ہیں (اگلوں سے) بجز اس کے
کہ ان کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی (اور کسی قسم کا شرف ہم پر حاصل نہیں ہے) پھر یہ (جمعہ) وہ دن ہے جس کو
(عبادت کے لئے) اللہ نے ان پر فرض کیا تھا پس انہوں نے اس کے بارہ میں اختلاف کیا (اور ہفتہ و اتوار
منتخب کیا) اور ہمیں اللہ نے اس کی رہبری فرمائی (ق ۔ ی)۔ (عمران بن حصین) جب یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگو
اپنے رب سے ڈرو کہ زلزلۂ قیامت بہت بڑی چیز ہے الخ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے
بھی ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا (جس کا اس میں تذکرہ ہے کہ حاملہ کا حمل ساقط ہو جائے گا اور دودھ پلائی اپنے
دودھ پیتے بچہ کو بھول جائے گی) صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے فرمایا وہ دن وہ
ہے جس میں حق تعالےٰ آدمؑ سے فرمائے گا کہ دوزخ میں بھیجے جانیوالوں کو بھیجو پس عرض کریں گے اور دوزخ
میں بھیجے جانے والے کتنے ہیں۔ فرمائے گا کہ (فی ہزار) نو سو ننانوے دوزخ میں (بھیجے جانیوالے ہیں) اور
ایک شخص جنت میں۔ پس مسلمان (یہ سُن کر) رونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میانہ روی
و استقامت کا لحاظ رکھو (کہ نڈر بھی نہ ہو اور اتنا خوف بھی نہ لاؤ جو عمل سے معطل بنا دے) دیکھو کوئی نبوّت
(کا زمانہ) ایسا نہیں ہوا جس سے پہلے جاہلیت (کا زمانہ) نہ ہو لہٰذا یہ شمار اہلِ جاہلیت (یعنی کفار) سے لی
جائے گی) اور اگر (ان سے) پوری نہ ہوگی تو (زمانہ نبوّت کے) منافقوں سے تکمیل ہوگی۔ اور تمہاری مثال تو دیگر امتوں
میں ایسی ہے جیسے اُبھرا ہوا غدود چوپایہ کے ہاتھ میں۔ یا جیسے تل اونٹ کے پہلو میں (یعنی بہت ہی قلیل)
اس کے بعد فرمایا مجھے اُمید ہے کہ تم اہلِ جنت میں چوتھائی ہو گے۔ پس صحابہ نے (جوشِ مسرت میں)
نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپ نے فرمایا (بلکہ) مجھے اُمید ہے کہ تم اہلِ جنت میں تہائی ہو گے۔ پس صحابہ نے
تکبیر پڑھی۔ پھر آپ نے فرمایا (بلکہ) مجھے قوی اُمید ہے کہ نصف اہلِ جنت ہو گے۔ پس سب نے اللہ اکبر
کہا۔ راوی کہتا ہے اب مجھے یاد نہیں کہ (اس کے بعد اُمتِ محمدیہ کا اہلِ جنت میں) دو تہائی ہونا بھی فرمایا یا

یاآدم ابعث بعث النار فیقول ای رب وما بعث النار؟ فیقول من کل الف تسع مائۃ وتسعۃ وتسعون الی النار وواحد الی الجنۃ فیئس القوم حتی ما ابدوا بضاحکۃ فلما رأی الذی باصحابہ قال اعملوا وابشروا فوالذی نفس محمد بیدہ انکم لمع خلیقتین ما کانتا مع شئی الا کثرتاہ یاجوج وماجوج ومن مات من بنی آدم وبنی ابلیس فسری عن القوم بعض الذی یجدون قال اعملوا وابشروا فوالذی نفس محمد بیدہ ما انتم فی الناس الا کالشامۃ فی جنب البعیر او کالرقمۃ فی ذراع الدابۃ ؛ للترمذی (ابوامامۃ) رفعہ: وعدنی ربی ان یدخل الجنۃ من امتی سبعین الفا لاحساب علیہم ولا عذاب ومع کل الف سبعون الفا وثلاث حثیات من حثیات ربی ؛ (بریدۃ) رفعہ اھل الجنۃ عشرون ومائۃ صف ثمانون منہا من ھذہ الامۃ واربعون من سائر الامم ؛ ھما للترمذی (ابوھریرۃ) رفعہ: یدخل الجنۃ من امتی زمرۃ ھم سبعون الفا تضئ وجوھھم اضاءۃ القمر لیلۃ البدر فقام عکاشۃ بن محصن الاسدی فرفع نمرۃ علیہ فقال یارسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منہم قال اللھم اجعلہ منہم ثم قام رجل

نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جانتے بھی ہو وہ کون سا دن ہوگا؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا وہ دن ہوگا جس میں اللہ پاک آدمؑ کو پکارے گا اور فرمائے گا کہ اے آدمؑ دوزخ میں جانیوالوں کو بھیجو۔ عرض کریں گے اے رب دوزخ میں جانیوالے کتنے؟ فرمایا کہ فی ہزار نو سو ننانوے ۹۹۹ دوزخ میں اور ایک جنت میں۔ پس لوگ ناامید ہو گئے حتیٰ کہ کسی کا بھی دانت (مسکراہٹ میں) ظاہر نہ ہو سکا۔ جب آپؐ نے صحابہ کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا عمل کئے جاؤ اور مسرور رہو کہ قسم ہے اس ذات کی کہ محمدؐ کی جان اس کے قبضہ میں ہے تم ایسی ۲ دو مخلوق کے ساتھ ہو کہ جس شے کے بھی وہ ساتھ ہوں گی ان سے زیادہ ہی ہوں گی (ایک قوم) یاجوج وماجوج (کہ ان کی تعداد ہر مخلوق کی تعداد سے زیادہ اور بہت ہی زیادہ ہے۔ (دوم وہ کفار) جو بنی آدم اور اولادِ شیطان میں مر چکے۔ پس یہ سن کر صحابہ کی کچھ پریشانی رفع ہوئی۔ آپ نے فرمایا عمل کئے جاؤ اور خوش رہو کہ تم تمامی لوگوں میں ایسے (کم تعداد) ہو جیسے تل ہوتا ہے اونٹ کے پٹھے پر یا غدود ہوتا ہے چوپایہ کی دست میں (ت)۔ (ابوامامہؓ) فع۔ مجھ سے وعدہ فرمایا ہے میرے رب نے کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخصوں کو بلاحساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل فرمائے گا اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے اور تین لپیں ہونگی میرے رب کی۔ (کہ اس کی ایک لپ میں جتنی بے شمار مخلوق آئے گی اس کو کون گن سکتا ہے)۔ (ت)۔ (بریدہ) فع۔ اہلِ جنت کی ایک سو بیس ۱۲۰ صفیں ہوں گی جن میں اسی ۸۰ اس امت کی ہوں گی اور چالیس ۴۰ تمامی دیگر امتوں میں سے۔ (ت)۔ (ابوہریرہ) فع۔ جنت میں میری امت سے ستر ہزار کا ایک گروہ داخل ہوگا کہ ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے جیسے چودھویں رات میں چاند چمکتا ہے۔ پس عکاشہ اٹھے اور کہا یارسول اللہ اللہ سے دعا فرما دیجئے کہ مجھے ان میں سے بنائے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ بارِ الہا اس کو ان میں سے بنا۔ پھر انصار میں سے ایک شخص اٹھے اور کہا یارسول اللہ اللہ سے دعا فرما دیجئے کہ مجھے بھی ان میں بنائے۔ فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ (ق۔ ف کہ پہلے انہوں نے درخواست کی اور وہ قبول ہو چکی۔ (ابوموسیٰ) فع۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو حق تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے کر فرمائے گا یہ تمہارا دوزخ سے رہائی پانے کا بدل ہے (س)۔ ف ہر شخص کے لئے ایک جگہ جنت میں رکھی گئی ہے اور ایک جگہ دوزخ میں۔ پس جنتی جنت

من الانصار فقال یارسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منھم قال سبقک عکاشۃ ÷ للشیخین۔ (ابوموسٰی[11]
رفعہ: اذا کان یوم القیامۃ دفع اللہ الی کل مسلم یھودیا او نصرانیا فیقول ھذا فکاکک من النار۔
لمسلم (ابومالک[11] الاشعری) رفعہ: قد اجارکم اللہ من ثلاث خلال ان لا یدعو علیکم نبیکم فتھلکوا
جمیعا وان لا یظھر اھل الباطل علی اھل الحق وان لا تجتمعوا علی ضلالۃ ÷ (ابوموسٰی[12]) رفعہ: امتی
ھذہ امۃ مرحومۃ لیس علیھا عذاب فی الاخرۃ عذابھا فی الدنیا الفتن والزلازل والقتل ÷ (عوف[13]
بن مالک) رفعہ: لن یجمع اللہ علی ھذہ الامۃ سیفین سیفا منھا وسیفا من عدوھا ÷ ھی لابی
داود (ابوموسٰی[14]) رفعہ: ان اللہ انزل علیّ امانین لامتی وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان
اللہ معذبھم وھم یستغفرون فاذا مضیت ترکت فیھم الاستغفار الی یوم القیامۃ ÷ للترمذی۔
(سعد[15]) انہ اقبل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم من العالیۃ حتی اذا مر بمسجد بنی معاویۃ

میں جانے گا تو اس کی جو جگہ دوزخ میں تھی وہاں اس کا کوئی بدل بھیجا جائے گا لہذا نبوت محمدیہ کے منکرین یہود ونصارٰی
مسلمانوں کے فدیہ قرار پاکر میراث جہنم پر قابض ہوں گے اور ان کے مقام جنت پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگا اس
پر کفار دوہرے عذاب میں ہوں گے اور امت محمدیہ دوہری نعمائے جنت میں (ابومالک[11] اشعری) رفع: حق تعالٰی
نے تم کو تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ نہ تمہارا نبی تم پر بددعا کرے گا کہ (عاد وثمود کی طرح عذاب عام سے) سب
ہلاک ہو جاؤ۔ اور نہ اہل باطل (کلی طور سے) اہل حق پر غلبہ پائیں گے (کہ ان کو نیست ونابود کر دیں) اور نہ
تم گمراہی پر مجتمع ہوؤ گے (بلکہ غلبۂ فساد کے وقت بھی ایک فریق ضرور طریق صحابہ پر قائم رہے گا)۔ د۔ (ابوموسٰی[12])
رفع۔ میری امت امت مرحومہ ہے کہ ان پر آخرت میں عذاب نہ ہوگا۔ بس ان کا عذاب دنیا میں فتنے اور زلزلے
اور خونریزی ہے۔ (د) ف ایک حکم قوم کے لئے ہوتا ہے من حیث القوم جیسے غرق وخسف وغیرہ سے
کسی قوم کا ہلاک ہونا کہ دنیا سے نام ونشان ہی مٹ گیا اور ایک حکم افراد کے لئے ہوتا ہے جیسے امراض و
حوادث میں اشخاص کا مرنا یا ڈوب جانا وغیرہ۔ پس امت محمدیہ کیلئے قومی حکم دخول جہنم کا صادر نہ ہوگا کہ رحمۃ
للعالمین کی امت ہونے کے سبب مستحق رحمت قرار پائی ہے۔ ہاں بلحاظ افراد مرتکبین کبائر یا جس
کو بھی حق تعالٰی دوزخ کا مستحق سمجھے گا وہ جہنم میں جائیں گے۔ من حیث القوم از اول تا آخر
دوزخ میں وہ جائے گی جو اپنے نبی کے انکار وخلاف پر اس کی بددعا سے ہلاک ہوئی اور امت محمدیہ کو
حق تعالٰی نے اس سے بھی محفوظ رکھا اور اس عذاب عام کا قائم مقام فتنوں اور زلزلوں اور باہمی
جنگ وخونریزی کو بنا دیا کہ یہ حوادث بکثرت اور ان میں ابتلا عام ہوگا۔ (عوف[13] بن مالک) رفع۔ اس
امت محمدیہ پر حق تعالٰی دو تلواریں جمع نہ فرمائے گا کہ ایک تلوار خود ان کی ہو اور ایک ان کے دشمن
کی۔ (د) ف بلکہ صرف باہمی جنگ وخونریزی ہوگی اور غیر مسلم کے قتل عام اور استیصال سے محفوظ
رہیں گے۔ (ابوموسٰی[14]) رفع: حق تعالٰی نے میری امت کے لئے امان کی دو چیزیں مجھ پر (آیت قرآنی
بناکر) نازل فرمائی ہیں وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم کہ اللہ ایسا نہیں جو ان کو عذاب دے دراں
حالیکہ تم ان میں موجود ہو۔ اور وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں
دراں حالیکہ وہ استغفار کرتے رہیں۔ بس (جب تک میں زندہ ہوں تو میرا وجود دافع عذاب ہے اور)

فدخل فركع فيه ركعتين وصلينا معه ودعا ربه طويلا ثم انصرف الينا فقال سألت ربي ثلاثا فاعطاني
اثنتين ومنعني واحدة سألت ربي ان لا يهلك امتي بالسنة فاعطانيها وسألته ان لا يهلك امتي
بالغرق فاعطانيها وسألته ان لا يجعل بأسهم بينهم فمنعنيها ؛ لمسلم وللترمذي عن خباب بن الارت
سألته ان لا يهلك امتي بسنة فاعطانيها وسألته ان لا يسلط عليهم عدوا من غيرهم فاعطانيها
وسألته ان لا يذيق بعضهم بأس بعض فمنعنيها ؛ (ابو سعيد[16]) رفعه: ان من امتي من يشفع للفئام من
الناس ومنهم من يشفع للقبيلة ومنهم من يشفع للعصبة ومنهم من يشفع للواحد حتى يدخلوا الجنة ؛
زاد رزين: وانما شفاعتي في اهل الكبائر وانه ليؤمر برجل الى النار فيمر برجل كان سقاه شربة ماء على
ظمأ فيعرفه فيقول الا تشفع لي؟ فيقول ومن انت؟ فيقول الست انا سقيتك الماء يوم كذا وكذا؟ فيعرفه
فيشفع فيه فيرد من النار الى الجنة ؛ (عبد الله بن ابي الجدعاء[17]) رفعه: يدخل الجنة بشفاعة رجل من امتي
اكثر من بني تميم قلنا سواك يا رسول الله؟ قال نعم سواي (انس[18]) رفعه: مثل امتي مثل المطر لا يدرى
آخره خير ام اوله ؛ هي للترمذي زاد رزين في هذا: وانه لا مهدي الا عيسى بن مريم وانا اولى الناس به
وليس بيني وبينه نبي وسمعته يقول لن تهلك امة انا اولها ومهديها اوسطها والمسيح آخرها ؛ (المغيرة[19])

جب میں رخصت ہو جاؤں گا تو ان میں قیامت کے لئے استغفار چھوڑ جاؤں گا (کہ وہ استغفار کرتے رہیں گے
اور اس لئے عذاب عام سے محفوظ رہیں گے۔ ا ت۔ (سعد[15]) ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
نواحِ مدینہ کی بیرونی بستی سے (مدینہ کی طرف) چلے تو (راستہ میں) مسجد بنی معاویہ پر گذر ہوا۔ آنحضرت
نے اس میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے دیر تک اپنے
رب سے دُعا کی اور اس کے بعد ہماری طرف رُخ فرما کر کہا کہ میں نے اپنے رب سے تین درخواستیں کیں
جن میں دو منظور فرمائیں اور ایک نا منظور۔ میں[1] نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میری اُمت کو قحط
سالی سے (بصورتِ استیصال) ہلاک نہ فرمائے۔ چنانچہ اسکو منظور فرمایا۔ اور میں[2] نے درخواست کی کہ میری
اُمت کو ڈبو کر (یا ایسے ہی دیگر عذاب عام سے) ہلاک نہ فرمائے۔ چنانچہ اس کو بھی منظور فرمایا۔ اور میں[3]
نے درخواست کی کہ ان میں باہمی جنگ نہ ڈالے۔ پس اس کو نا منظور فرمایا۔ (س)، اور ترمذی میں خباب
ابن ارت سے مروی ہے۔ میں[1] نے درخواست کی کہ میری اُمت کو قحط سالی سے ہلاک نہ فرمائے۔ چنانچہ
اس کو منظور فرمایا۔ اور میں[2] نے درخواست کی کہ ان پر اغیار میں سے دشمن کو مسلط نہ فرمائے (جو سب کو
نیست و نابود کر دے) چنانچہ یہ بھی منظور فرمائی۔ اور میں[3] نے درخواست کی کہ ان میں باہم ایک کو دوسرے
کی جنگ کا مزہ نہ چکھائے سو اس کو نا منظور فرمایا۔ (ابو سعید[16]) رفع۔ میری اُمت میں کوئی ایسا ہوگا کہ
جو لوگوں کے بڑے گروہ کی شفاعت کرے گا اور کوئی ایک شخص کی شفاعت یہاں تک کہ سب جنت میں
داخل ہوں گے اور اس وقت سفارش کا سلسلہ ختم ہوگا) رزین میں اتنا اضافہ ہے کہ میری شفاعت
تو صرف اہلِ کبائر کے متعلق ہوگی (کہ بڑوں کی سفارش بڑے ہی جرائم کی معافی کے لئے شایان ہے)
اور میری اُمت کے اولیاء و صلحاء باقی گناہوں کے معاف ہونے کی سفارش کریں گے حتی کہ) ایک
شخص جہنم میں لے جانے کا (حق تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا جائے گا اور اس کا گذر اس شخص پر ہوگا

رفعه: لا یزال اناس من امتی ظاهرین حتے یأتیهم امرالله وهم ظاهرون ؛ للشیخین (سعد[20]) رفعه: لایزال اهل الغرب ظاهرین علے الحق حتے تقوم الساعة ؛ لمسلم (معاویة[21] بن قرة) عن ابیه رفعه: اذا فسد اهل الشام فلاخیر لکم ولا تزال طائفة من امتی منصورین لا یضرهم من خذلهم حتی تقوم الساعة قال ابن المدینی هم اصحاب الحدیث ؛ للترمذی (ابوموسٰی[22]) رفعه: ان الله تعالےٰ اذا اراد رحمة امة من عباده قبض نبیها قبلها فجعله فرطًا وسلفًا بین یدیها واذا اراد هلاک امة عذبها ونبیها حی فاهلکها وهو ینظر فاقر عینه بهلکتها حین کذبوہ وعصوا امره ؛ لمسلم (ابوالدرداء[23]) رفعه: انا حظکم من الانبیاء وانتم حظی من الامم ؛ للبزار (وعنه[24]) رفعه: ان الله تعالےٰ یقول یا عیسٰی انی باعث من بعدک امة ان اصابهم ما یحبون حمدوا وشکروا وان اصابهم

جس کو اس نے پیاس کی حالت میں ایک گھونٹ پانی پلایا تھا تو یہ اس کو پہچان لے گا اور کہے گا کیا میری شفاعت نکرو گے؟ وہ کہے گا تم کون ہو (اور کس تعلق سے شفاعت کرانے کے آرزومند ہوئے ہو) وہ کہے گا میں وہی تو ہوں جس نے فلاں دن تم کو پانی پلایا تھا. تب وہ اس کو پہچانے گا اور اس کی شفاعت کرے گا پس اس کو دوزخ سے واپس کر کے جنّت کی طرف لے جایا جائے گا. (عبداللہ[17] بن ابی جدعاء) رفع. میری اُمت کے ایک شخص کی شفاعت سے قبیلہ بنی تمیم سے بھی زیادہ تعداد جنّت میں جائے گی. ہم نے عرض کیا کہ آپ کے سوا (وہ کوئی دوسرا ہوگا) یا رسول اللہ؟ فرمایا ہاں میرے سوا (وہ میری اُمت کا شخص ہوگا). (انس[18]) رفع. میری اُمت کی مثال ایسی ہے جیسے بارش کہ پتہ نہیں اس کا شروع حصّہ زیادہ (مفید اور) بہتر ہے یا پچھلا حصّہ [illegible]ت از زین میں اتنا زائد بیان کیا ہے. اور (میری اُمت میں کامل وعلی الاطلاق مہدی صرف عیسٰی بن مریم ہیں اور میں ان کے قریب تر ہوں کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں. اور میں نے آنحضرت کو یہ فرماتے سُنا کہ وہ اُمت کبھی ہلاک نہیں ہو سکتی جس کا شروع میں ہوں اور درمیان امام مہدی اور اخیر (عیسٰی) مسیح ف گذشتہ امتوں میں خیر وخوبی صرف متقدمین میں رہی کہ بعد والوں نے مذہب میں تبدیل وتحریف کر کے اپنے کو بدترین اُمت بنا لیا. مگر اُمّتِ محمدیہ چونکہ مرحومہ ہے اس لئے اس کے اوّل واوسط وآخر تینوں زمانے بابرکت رکھے گئے کہ ابتدا ہوئی سیّد ولد آدم رحمۃ للعالمین کے وجود باجود سے. اور درمیان میں حافظ اُمت بنائے گئے سیّد المجددین امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آخر میں لائے گئے سیّدنا عیسٰی روح اللہ اس لئے اس کے ہر قرن میں فی الجملہ خیر وخوبی قائم رہی. گو فضیلت کلیہ حضرات صحابہ اور تابعین وتبع تابعین کو ہے. کہ ان کے بہترین قرون ہونے کی تصریح ہے. مگر آخری حصّہ کو بھی یہ فضیلت جزئیہ نصیب ہے کہ نبی کے زمانے سے صدیوں بُعد ہونے کے باوجود عالم وعامل ورصالح وکامل بنتے رہے. لہٰذا دینی نفع رسانی میں بمنزلۂ بارش کے ہوئے کہ اس کا ہر قطرہ زراعت کو کچھ نہ کچھ نفع ضرور پہونچاتا ہے۔ اس میں تسلی وبشارت ہے اخلاف کے لئے کہ اسلاف کے اتباع میں کوشاں ہو کر اُن جیسے باخیر بننے کی ہوس قائم رکھیں. اور اس حدیث میں حضرت مہدی کے وسط اُمّت ہونے کی چونکہ تصریح ہے. جیسا کہ دیگر احادیث میں اس سے زیادہ وضاحت وتفصیل کے ساتھ آیا ہے. لہٰذا لا مہدی الا عیسٰی کا مطلب یہ ہے کہ مہدی کامل ہونے کے مصداق حضرت عیسٰی ہی ہیں کہ نبی ہیں اور نبوت کا درجہ ولایت سے بلحاظ ہدایت بہت بالا وارفع ہے. (مغیرہ[19]) رفع. میری اُمت کے کچھ آدمی ہمیشہ غالب رہیں گے یہاں تک کہ اسی غلبہ

مایکرھون احتسبوا وصبروا ولا حلم ولا علم قال یارب کیف ھذا لھم ولا حلم ولا علم؟ قال اعطیھم من
حلمی وعلمی ؛ لاحمد والبزار والکبیر والاوسط (ابن عمرؓ)[25] رفعہ: ما من امۃ الا وبعضھا فی النار وبعضھا
فی الجنۃ الا امتی فانھا کلھا فی الجنۃ ؛ للاوسط والصغیر بضعف۔

کی حالت میں (وفات کے متعلق) اللہ کا حکم ان کو پہونچے (ق) ف یعنی سطح زمین قیامت تک کسی وقت
میں بھی صلحاء امت محمدیہ سے خالی نہ رہے گی، اور ہمیشہ ایک گروہ متبعین سنت خواہ کسی ملک اور کسی خطہ
متبع الیسار رہے گا جو سیفی وقلمی ولسانی جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ اہل باطل پر تا زیست غلبہ پاتا رہے گا۔
(سعدؓ)[20] فع۔ اہل مغرب ہمیشہ مددگار رہیں گے حق کے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو۔ (س) ف باشندگان شام
مراد ہیں کہ ملک شام ملک حجاز کی غربی جانب ہے یا غرب بمعنی چرسہ ہے اور مراد اہل عرب ہیں کہ بڑے ڈول
کے استعمال کی عادت رکھتے ہیں (معاویہ بن قرہؓ)[21] فع۔ جب اہل شام کی حالت خراب ہوجائے تو تمہارے لئے
خیر نہیں۔ اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ منصور رہے گا (اور اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہوگی) کوئی
بھی انہیں چھوڑ دے ان کو مضر نہ ہوگا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ ابن مدینی کہتے ہیں کہ وہ متبعین حدیث
کا گروہ ہے۔ (ت) ف یعنی اہل شام میں اخیر زمانہ تک صلاح قائم رہے گی اور جب ان میں صلاح نہ
رہے تو کہیں بھی صلاح نہ رہے گی اور قیامت آجائے گی اور اس سے پہلے ایک گروہ اعداء دین پر غالب ومنصور
قائم رہے گا۔ اور وہ احادیث نبویہ پر عامل اور اہل سنت وجماعت کا گروہ ہے۔ (ابو موسیٰؓ)[22] فع۔ حق تعالےٰ
جب اپنے بندوں میں کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو (ان کے فنا ہونے سے) قبل اس کے نبی کو اٹھا
لیتا ہے اور اس کو پیش خیمہ اور ان کا مقدمۃ الجیش بناتا ہے (کہ امت بعد میں آکر دار جنت میں آرام کرے)
اور جب کسی امت کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو نبی کی زندگی میں ان کو عذاب دیتا ہے۔ اور ان کو ہلاک کرتا ہے اور
نبی اس کو دیکھ کر ان کی ہلاکت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کہ انہوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کی نافرمانی کی
تھی۔ (س)۔ (ابو درداءؓ)[23] فع۔ میں تمہاری خوش نصیبی ہوں منجملہ انبیاء کے اور تم میری خوش نصیب ہو منجملہ
امتوں کے۔ (بز) ف یعنی زہے نصیب تمہارے کہ میں تمہارا نبی قرار پایا اور میری خوش قسمتی ہے کہ تم
میری امت بنائے گئے۔ اس میں کمال مدح ہے امت محمدیہ کی کہ ان کی صلاح واہلیت وسعادتمندی واطاعت
پر آنحضرتؐ نے ناز و اظہار مسرت فرمایا (ایضاً)[24] مع۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے عیسیٰ میں تمہارے بعد ایک
ایسی امت بھیجوں گا کہ اگر ان کی محبوب چیز ان کو ملے گی تو وہ شکر کریں گے اور اگر ناگوار حالت ان کو لاحق
ہوگی تو طلب اجر اور صبر کریں گے۔ حالانکہ نہ ان میں حلم ہوگا نہ علم۔ عیسیٰ نے عرض کیا کہ بار الٰہا یہ (صبر وشکر)
کیسے ہوگا جب کہ ان میں نہ علم ہوگا نہ حلم۔ فرمایا میں ان کو اپنے حلم اور اپنے علم میں سے عطا کردوں گا۔ (م بز ک)
ف یعنی بلحاظ قوائے جسمانی کے دوسری امتوں سے ضعیف ہوں گے اور محض خداداد حلم وبرداشت
ان کو صبر وضبط کی طاقت دیگی۔ اور کسب علم میں بھی ان کی جد وجہد نہ ہوگی بلکہ لدنی علم سے متمتع ہوں گے (ابن
عمرؓ)[25] ہر امت کی یہ کیفیت ہوگی کہ کچھ حصہ اس کا دوزخ میں جائے گا اور کچھ جنت میں۔ بجز میری امت
کے کہ وہ سب ہی جنت میں ہوگی۔ (ص) ف بیشتر حصہ بلا عذاب خواہ بوجہ اعمال حسنہ کے یا عفو وشفاعت
سے اور بقیہ حصہ کچھ سزا پانے کے بعد غرض سچا امتی ہونے پر خاتمہ ہو تو بہت کچھ امید ہے۔

فضائل قریش وغیرھم من قبائل العرب وفضائل العجم والروم

(سعد) رفعہ: من اراد ھوان قریش اھانہ اللہ۔ (ابن عباس) رفعہ: اللھم اذقت اول قریش نکالا فاذق آخرھم نوالا۔ (للترمذی) (ابوہریرۃ) رفعہ: نساء قریش خیر نساء رکبن الابل احناہ علی طفل فی صغرہ وارعاہ علی زوج فی ذات یدہ۔ ویقول ابوہریرۃ فی اثر ذلک ولم ترکب مریم ابنۃ عمران بعیرا قط ولو علمت انھا رکبت بعیرا ما فضلت علیھا احدا۔ (للشیخین) (ابوبکرۃ) رفعہ: ارأیتم ان کان جھینۃ ومزینۃ واسلم وغفار خیرا من بنی تمیم وبنی اسد وبنی عبد اللہ بن غطفان ومن بنی عامر بن صعصعۃ فقال

قریش وغیرہ قبائل عرب کے فضائل اور عجم وروم کی فضیلتیں

(سعد) فع۔ جس نے قریش کو ذلیل کرنے کا قصد کیا اس کو ذلیل فرمائے گا اللہ۔ (ابن عباس) الٰہی تو نے قریش کے پہلوں کو عذاب کا مزہ چکھایا ہے پس ان کے پچھلوں کو عطا کا ذائقہ چکھا۔ (ت) **ف** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ طیبہ میں گیارہویں پشت فہر بن مالک ہیں ان کا لقب قریش ہے کہ قریش لغت حجاز میں ول مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر میں سب سے بڑا جانور ہے۔ ان کے وقت میں حسان حاکم یمن ایک فوج لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا کہ خانۂ کعبہ کو منہدم کر کے ملبہ یمن میں لے جائے اور وہاں کعبہ تعمیر کرے۔ فہر نے مع اپنے برادران کے خود فوج کا مقابلہ کیا اور حسان کو شکست دیکر تین سال قید رکھا اس کے بعد آزاد کر دیا اور وہ یمن کو واپس جاتے ہوئے راستہ ہی میں مرگیا۔ اس فتح عظیم سے فہر کی عظمت وشوکت کا سکہ عرب میں قائم ہوگیا اور قریش لقب پڑگیا ان کی نسل کثیر ہوئی۔ اور عرب میں سب سے زیادہ باعزت ومحترم رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی خاندان میں تھے۔ آپ کی نبوت پر زیادہ مخالفت بھی اسی قوم یعنی آپ کے ہمجد بھائیوں نے کی اور متعدد حروب کی نوبت آئی آخر کار جو مارے گئے وہ مارے گئے باقی سارا خاندان مشرف باسلام ہوا۔ چونکہ حوصلہ ہمت شجاعت سیاست وشرافت اور ہر قسم کی خداداد قابلیت رکھتے تھے اس لئے اسلام میں بھی امارت وحکمت کے لئے مخصوص ہوئے۔ اور اس دعاء محمدی سے نوازے گئے۔ (ابوہریرہ) فع۔ قریش کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں جو اونٹ پر سواری کرتی ہیں۔ بچہ پر نہایت شفقت کرنے والیاں اس کے بچپن میں اور شوہر کی کمائی کی کمال درجہ نگہداشت کرنے والیاں۔ ابوہریرہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں اور اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ اونٹ پر سوار ہوتی ہیں تو ان پر کسی کو فضیلت نہ دیتا۔ (ق) **ف** ملک عرب ریگستان وسنگستان ہے اور وہاں سواری کے لئے اونٹ ہی کام دے سکتا ہے۔ یہاں عرب ہی کے تمام خاندانوں پر قریشی عورتوں کی فضیلت کا اظہار ہے کہ جس طرح قریشی مردوں کو مردانہ فضائل میں امتیاز ہے اسی طرح بچوں کی تربیت ومحبت اور شوہر کی کمائی کے درد ونگہداشت کی نسوانی سلیقہ شعاری میں اس خاندان کی عورتیں ممتاز ہیں۔ ان دونوں ذاتی خوبیوں پر طرہ یہ کہ سید دو عالم وعالمیان کا ظہور اسی خاندان میں ہوا جس نے قیامت تک کے لئے چار دانگ عالم کو نور ہدایت سے جگمگا دیا اور اس لئے یہ خاندان سطح زمین پر بجز مخصوص افراد کے تمامی خاندانوں سے افضل واشرف ہوا۔ (ابوبکرہ) فع۔

رجل خابوا وخسروا فقال هم خیر من بنی تمیم وبنی اسد وبنی عبد اللہ بن غطفان ومن بنی عامر بن صعصعۃ ؛ وفی روایۃ: ان الاقرع بن حابس قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انما تابعك سراق الحجیج من اسلم وغفار ومزینۃ واحسبہ وجہینۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم ارأیت ان کان اسلم وغفار بنحوہ ؛ (ابو ہریرۃ) رفعہ: اسلم سالمہا اللہ وغفار غفر اللہ لہا اما انی لم اقلہا ولکن اللہ قالہا ؛ ہما للشیخین (وعنہ) رفعہ: قریش والانصار وجہینۃ ومزینۃ واسلم واشجع وغفار موالی لیس لہم مولی دون اللہ ورسولہ ؛ للشیخین والترمذی (ابو موسی) رفعہ: انی لاعرف اصوات رفقۃ الاشعریین بالقرآن حین یدخلون باللیل واعرف منازلہم من اصواتہم بالقرآن باللیل وان کنت لم ارمنازلہم حین نزلوا بالنہار ومنہم حکیم اذا لقی الخیل او قال العدو قال ان اصحابی یأمرونکم ان تنتظروہم ؛ (وعنہ) ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو

دیکھو جی اگر قبیلہ جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار بہتر ہوں خاندان بنو تمیم اور بنی اسد اور بنی عبد اللہ ابن غطفان اور بنی عامر بن صعصعہ سے (تو اس میں کس کو کلام ہے) ایک شخص نے کہا (ایسا ہے تو بنی تمیم وغیرہ) بہتر ہیں بنی تمیم وبنی اسد اور بنی عبد اللہ بن غطفان وبنی عامر بن صعصعہ سے ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کا اتباع تو حجاج کی چوریاں کرنے والوں قبائل اسلم وغفار اور مزینہ نے کیا ہے اور غالبًا جہینہ کو بھی شامل کیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو جی اگر اسلم وغفار الخ (ق) **ف** یہ سب مختلف قبائل اور عرب کے جدا جدا خاندان ہیں جو اوپر جا کر کسی پشت میں مل جاتے ہیں ۔ مگر بنی تمیم وغیرہ چاروں قبائل جو کہ الیاس ابن مضر کے تین[3] لڑکوں طابخہ مدرکہ اور قیس غیلان کی اولاد ہیں چونکہ تعداد میں زیادہ اور قوت میں بڑے ہوئے تھے اس لئے جہینہ وغیرہ خاندان کو با وجود ہمعصر ہونے کے حقیر سمجھتے تھے ۔ مگر اسلام کی طرف پیش قدمی انہیں خاندان جہینہ وغیرہ کو نصیب ہوئی خصوصًا اسلم وغفار تو بغیر جنگ کے اسلام لے آئے اور بنو تمیم وغیرہ اپنے کبر ونخوت میں آمادہ جنگ وخلاف رہے ۔ اس تقدم فی الاسلام کے سبب جہینہ وغیرہ کو با وجود قلیل وضعیف اور لوگوں کی نظروں میں حقیر ہونے کے شرف وفضل حاصل ہوا ۔ (ابو ہریرہ[5]) نع ۔ قبیلہ اسلم کو اللہ سلامت رکھے اور قبیلہ غفار کی خطاؤں کو بخش دے ۔ سن لو یہ میں نے (اپنی طرف سے) نہیں کہا بلکہ اللہ نے فرمایا (اور میں نے اس کو ادا کیا) ہے ۔ (ق) **ف** قبیلہ بنی غفار کے متعلق مشہور تھا کہ وہ حجاج کے قافلوں میں چوری وڈکیتی کرتے ہیں اور اسی کا طعن اقرع بن حابس نے دیا تھا ۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تقدم فی الاسلام پر اظہار شرف فرما کر دعاء مغفرت بھی فرمائی تاکہ یہ معلوم ہو کر کہ اسلام نے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے لوگوں کی نظروں میں جو بے وقعتی ان کی جمی ہوئی ہے وہ دور ہو جائے (ایضًا[6]) نع ۔ قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور اشجع اور غفار میرے مخلص ہیں ۔ کہ بجز اللہ ورسول کے ان کا کوئی رفیق نہیں ۔ (ق ت) (ابو موسیٰ) نع ۔ میں اشعرین رفقاء کی آواز (تلاوت) قرآن سے پہچان لیتا ہوں جب کہ وہ رات کے وقت (فارغ ہو کر اپنے گھروں میں) داخل ہوتے ہیں اور میں ان کے مکانات ان کی رات میں تلاوت قرآن کی آواز وں سے معلوم کر لیتا ہوں اگرچہ دن میں ان کے

وقل طعام عيالهم بالمدينة جمعوا ما كان عندهم فى ثوب واحد ثم اقتسموه بينهم فى اناء واحد بالسوية فهم
منى وانا منهم ؛ ها للشيخين (ابو عامر الاشعرى) رفعه . نعم الحى الاسد والاشعريون لا يفرون فى القتال
ولا يغلون هم منى وانا منهم قال عامر ابنه فحدثت به معاوية فقال ليس كذا قال صلے اللہ علیہ وسلم قال هم
منى والى فقلت ليس كذا حدثنى ابى ولكنه حدثنى قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم يقول هم
منى وانا منهم قال فانت اعلم بحديث ابيك ؛ للترمذى (ابو هريرة) لا ازال احب بنى تميم بعد ثلاث سمعتها
من النبى صلے اللہ علیہ وسلم يقولها فيهم سمعته يقول هم اشد امتى على الدجال وجاء صدقاتهم فقال صلى
اللہ علیہ وسلم هذه صدقات قومنا وكانت سبية منهم عند عائشة فقال صلے اللہ علیہ وسلم اعتقيها فانها
من ولد اسماعيل ؛ للشيخين (وعنه) رفعه ؛ وذكر بنى تميم فقال ضخام الهام ثبت الاقدام انصار الحق فى
آخر الزمان اشد قوما على الدجال ؛ للبزار بلين (وعنه) ربما ضرب النبى صلے اللہ علیہ وسلم على كتفه وقال

اترتے وقت ان کے مکانات نہ دیکھے ہوں۔ اور ان میں ایک دانشمند ہے کہ جب لشکر سے یا یہ فرمایا کہ دشمن سے مقابلہ ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے ہمراہی تم کو حکم دے گئے ہیں کہ ان کا انتظار کرو اور ابھی کسی سے جنگ نہ کرو۔ اس حسن تدبیر سے ان کو جنگ سے روک دیتا اور اپنی جان بچا لیتا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں یہ شخص ہمارے اہل صلح میں سے ہوگا کہ ساتھیوں کا پیام متعلق بانتظار بہو پہنچا رہا ہے) **ف** اس میں قبیلہ بنی اشعر کی **فضیلت** کا اظہار ہے کہ گھروں میں بالخصوص شب کے وقت تہجد میں بالجہر قرآن مجید پڑھنے کے شیدا ہیں۔ اور اس میں گریہ و خشوع کا اثر آوازوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گھر نہ بھی دیکھا ہو تو معلوم ہو جاتا ہے یہ اشعری ہے۔ (ایف ش) نع اشعریین میں ایثار و ہمدردی کا یہ رنگ ہے کہ بحالتِ سفر جب جہاد میں ان کو فقر پیش آتا یا مدینہ میں (بحالت قیام) ان کے بال بچوں کی معاش میں کمی آتی ہے تو ساری قوم کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کو ایک کپڑے میں جمع کر کے باہم ایک برتن میں (بھر بھر کر) بحصۂ مساوی تقسیم کر لیتے ہیں۔ پس وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں (ق) ف یہ دوسری فضیلت مواساۃ کی ہے جس میں یہ قبیلہ ممتاز ہے اور اسی کی بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں انہوں نے خاص جگہ پائی (ابو عامر اشعری) فع. بنو اسد اور اشعری بڑے عجیب قبیلے ہیں کہ نہ جنگ میں (دشمن سے) بھاگتے ہیں اور نہ (مال غنیمت سے) چُراتے ہیں۔ وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ ان کے بیٹے عامر کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث معاویہ سے بیان کی تو انہوں نے کہا یہ نہیں (بلکہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ وہ میرے ہیں اور میری طرف منسوب ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے والد نے اس طرح نہیں بلکہ یہی کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا کہ وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ معاویہ (ساکت ہو گئے اور) تم اپنے باپ کی حدیث سے زیادہ واقف ہو۔ (ت) **ف** یہ تیسری فضیلت ہے شجاعت اور دیانت داری کی جس کے سبب آنحضرتؐ نے ان کو اپنا اور اپنے آپ کو ان میں شامل فرمایا کہ یہ شمول بلحاظ نسب نہیں بلکہ اتحاد خصلت حسنہ میں ہے۔ (ابو ہریرہؓ) میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تین باتیں سنی ہیں جو قبیلہ بنی تمیم کے بارہ میں آپ نے فرمائی ہیں ان کو ہمیشہ محبوب سمجھتا رہا ہوں میں نے آپ کو فرماتے سنا کہ وہ دجال پر میری امت میں سب سے زیادہ سخت ہوں گے (کہ کسی طرح بھی ان کے فریب میں نہ آئیں گے) اور ان کے اموال کی

[۱۳] احبوا بنی تمیم ؛ للبزار (وعنہ) ان رجلا من قیس جاء الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال العن حمیر فاعرض عنہ ثم عاد علیہ فقال رحم اللہ حمیرا افواھھم سلام وایدیھم طعام وھم اھل امن وایمان ؛ (انس) [۱۴] رفعہ: الازد ازد اللہ فی الارض یرید الناس ان یضعوھم ویابی اللہ الا ان یرفعھم ولیاتین علی الناس زمان یقول الرجل فیہ یالیت ابی کان ازدیا ویالیت امی کانت ازدیۃ ؛ ھما للترمذی (ابوھریرۃ) [۱۵] رفعہ: نعم القوم الازد طیبۃ افواھھم برۃ ایمانھم نقیۃ قلوبھم ؛ لاحمد (وعنہ) [۱۶] جاء الطفیل بن عمرو الدوسی الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ان دوسا قد ھلکت عصت وابت فادع اللہ علیھم فظن الناس انہ یدعو علیھم فقال اللھم اھد دوسا وائت بھم ؛ للشیخین (جابر) [۱۷] ان الصحابۃ قالوا یا رسول اللہ احرقتنا نبال ثقیف فادع اللہ علیھم فقال اللھم اھد ثقیفا ؛ (عمران بن حصین) [۱۸] مات النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھو یکرہ ثلاثۃ احیاء ثقیفا وبنی حنیفۃ وبنی امیۃ ؛ للترمذی (عمرو بن عبسۃ) [۱۹] رفعہ: شر قبیلتین فی العرب نجران وبنو تغلبۃ ؛ لاحمد (ابوذر) [۲۰] ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعث رجلا الی حی من احیاء العرب فسبوہ وضربوہ فجاء الی النبی صلے اللہ علیہ

زکوٰۃ وصول ہوکر) آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ صدقات ہماری قوم کے ہیں۔ (اور اپنی قوم فرمانا علامت ہے محبت اور اخلاص کی) اور ان [۳] میں کی ایک عورت قیدی (باندی بنی ہوئی) حضرت عائشہ کے پاس تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو آزاد کر دو کہ یہ اولاد اسمٰعیل میں سے ہے۔ (ق)۔ (ایضاً) [۱۱] بنو تمیم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے سر بڑے ہیں (جو علامت ہے بہادر و عاقل ہونے کی اور) ثابت قدم رہنے والے (ہیں جنگ میں) اور (حق کے مددگار رہیں گے آخر زمانہ (قرب قیامت میں) اور دجال پر سخت ہوں گے۔ (بز) (ایضاً) [۱۲] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا میرے شانہ پر ہاتھ مار کر (اور مجھے متنبہ و متوجہ کر کے یہ) فرمایا کہ محبت کرو بنی تمیم کے ساتھ۔ (بز)۔ (ایضاً) [۱۳] قبیلہ قیس کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ حمیر پر دعاءِ لعنت فرمایئے۔ پس آپ نے منہ پھیر لیا اس نے مکرر کہا تو آپ نے (بجائے لعنت کے یہ) فرمایا اللہ کی رحمت ہو حمیر پر کہ ان کے منہ سلام (پکارتے رہتے) ہیں اور ان کے ہاتھ طعام (بانٹتے رہتے) ہیں اور وہ امان اور ایمان والے ہیں۔ (ت) ف کہ ایذارسانی کے پاس نہیں جاتے اور خصائل ایمانی سے متصف ہیں۔ (انس) [۱۴] رفع۔ قبیلہ ازد زمین میں خدائی ازد (اور اللہ کی طرف منسوب) ہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کو نیچا دکھائیں اور اللہ کو گوارا نہیں مگر یہ کہ ان کو اونچا رکھے اور لوگوں پر۔ ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی کہے گا کاش میرا باپ قبیلہ ازد کا ہوتا اور کاش میری ماں ازدی ہوتی۔ (ت)۔ (ابوہریرہ) [۱۵] رفع۔ ازد بڑی اچھی قوم ہے۔ پاک صاف ہیں ان کے منہ (جن سے کبھی فحش بات نہیں نکلتی) سچی ہوتی ہیں ان کی قسمیں (کہ جو قسم کھالی اس کے خلاف نہیں کرتے) اور صاف ہیں ان کے قلوب (کہ دلوں میں کینہ و حسد نہیں رکھتے) (م)۔ (ایضاً) [۱۶] طفیل بن عمرو دوسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کاش قبیلہ دوس ہلاک ہو جاتا کہ اس نے (اللہ و رسول کی نافرمانی کی اور اطاعت سے) انکار کیا لہٰذا آپ اللہ سے ان کے لئے بددعا فرمایئے پس لوگوں کو گمان ہوا کہ حضرت ان پر بددعا فرمائیں گے۔ مگر آپ نے فرمایا الٰہی ہدایت عطا فرما دوس کو اور ان کو (میرے پاس) پہونچا (ق)۔ (جابر) [۱۷] صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قبیلہ ثقیف کے تیروں نے تو ہم کو

وسلم فاخبرہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم لو ان اهل عمان اتیتہ ما سبوك ولا ضربوك ؛ لمسلم (عمر[21]) رفعہ: انی لا علم ارضا یقال لها عمان ینضح بناحیتها البحر لو اتاهم رسولی ما رموہ بسهم ولا بحجر ؛ لاحمد (ابو هریرة[22]) رفعہ الملك فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشة والامانة فی الازد ؛ للترمذی زاد احمد: و السرعة فی الیمن ؛ (طارق بن شهاب[23]) قدم وفد بجیلة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اکتبوا البجلیین وابدءوا بالاحمسیین ؛ وفی روایة: قدم وفد احمس ووفد قیس علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابدءوا بالاحمسیین قبل القیسیین ثم دعا لاحمس اللهم بارك فی احمس وخیلها ورجالها سبع مرات ؛ لاحمد والکبیر (غالب بن ابجر[24]) ذکرت قیس عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رحم اللہ قیسا قیل یا رسول اللہ ترحم علی قیس؟ قال نعم انہ کان علی دین ابینا ابراهیم خلیل اللہ یا قیس حی

جلا دیا کہ بے دردی کر آگ برساتے ہیں)، پس ان پر بددعا کیجیے۔ آپ نے فرمایا بارِ خدایا ہدایت بخش ثقیف کو۔ (عمران بن حصین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قبیلوں سے کراہت رکھتے ہوئے وفات پائی۔ ثقیف اور بنی حنیفہ اور بنی امیہ (ت)۔ ف تمام عرب حضرت اسمٰعیل کی اولاد ہے اور نیچے آکر سلسلے پھیلتے اور قبیلے بنتے رہے کہ ہر قبیلہ مستقل خاندان ہو کر اپنے جدِ امجد کی طرف منسوب ہوا اس لئے کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قریب یا بعید کی قرابت نہ ہو کہ سب کا سلسلۂ نسب اخیر میں حضرت اسمٰعیل پر جا ملا ہے۔ پھر ہر خاندان کی خو خصلت اور انداز طبیعت وطرز معاشرت جدا ہو گیا۔ جب اسلام کا آفتاب طلوع ہوا تو ہر خاندان کے فطری رنگ ظاہر ہوئے۔ کوئی اس کی طرف لپکا اور کوئی ٹھٹکا اور کسی نے خلاف کیا اور کسی نے مقابلہ۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح وجنگ اور ایذا واعانت کا جو کچھ بھی عرب میں معاملہ پیش آیا وہ آپ کی قوم اور آپ کے بھائیوں ہی کی طرف سے پیش آیا مگر آپ نے بددعا کبھی کسی کے لئے نہیں کی۔ ہاں جیسا برتاؤ عام طور پر جس قبیلہ کی طرف سے ظاہر ہوا اس پر آپ کی خوشنودی وناگواری ضرور مرتب ہوئی جو ان کے خصائل طبیعیہ کا معیار اور ان کی آئندہ نسلوں تک کے لئے موجب فلاح وبرکت یا سبب بربادی وہلاکت بنی۔ ان احادیث میں انہیں قبائلِ مختلفہ کے مادی خصائل پر تصریحاً یا اشارۃً روشنی پڑ رہی ہے۔ (عمرو بن عبسہ[19]) رفع۔ عرب کے دو بدتر قبیلے بجران اور بنی تعلبہ ہیں۔ (م)۔ (ابوذر[20]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (سفیر بنا کر کسی ضرورت سے) عرب کے کسی قبیلے کی طرف بھیجا تو اہلِ قبیلہ نے ان کو سب وشتم کیا اور مارا۔ اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اطلاع دی۔ آنحضرت نے فرمایا اگر تم اہلِ عمان کے پاس جاتے تو نہ وہ تم کو سب وشتم کرتے اور نہ مارتے۔ (س)۔ ف اس میں اہلِ عمان کی انسانیت اور حلم ووقار کی خصلت کا اظہار ہے۔ (عمر[21]) رفع۔ مجھے معلوم ہے کہ ایک بستی جس کا نام عمان ہے اور اس کے کنارہ سمندر موجیں مار رہا ہے (کہ وہ ساحل پر واقع ہے) اگر میرا سفیر ان کے پاس جاتا تو وہ اس پر نہ تیر برساتے نہ پتھر۔ (م)۔ (ابوہریرہ[22]) رفع۔ سلطنت (کی استعداد) قریش میں ہے اور فیصلہ (فیصلہ کی قابلیت) انصار میں اور اذان اہلِ حبشہ میں (کہ آواز بلند ہے) اور امانت داری قبیلۂ ازد میں۔ (ت) اور مسند احمد میں اتنا اضافہ ہے اور پھرتی یمن میں۔ (طارق بن شہاب[23]) قبیلۂ بجیلہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اَن بجیلہ والوں

يمنا يا يمن حي قيسا ان قيسا فرسان الله في الارض والذي نفسي بيده ليأتين على الناس زمان ليس لهذا الدين ناصر غير قيس انما قيس بيضة فغلقت عنا اهل البيتان قيسا ضراء الله يعني اسد الله. للكبير و الاوسط (سلمة بن سعد)[25] انه وفد على النبي صلى الله عليه وسلم هو وجماعة من اهل بيته وولده فاستأذنوا عليه فدخلوا فقال من هؤلاء؟ فقيل له وفد عنزة فقال بخ بخ نعم الحي عنزة مبغي عليهم منصورون ومرحبا بقوم شعيب واختان موسى سل يا سلمة عن حاجتك فقال جئت اسألك عما افترضت على في الابل والغنم فاخبره ثم جلس عنده قريبا ثم استأذنه في الانصراف فقال انصرف فما عدا ان قام لينصرف

کو لکھو تو اور اول قبیلہ احمس والوں کو لکھو (جو کہ انہیں کی ایک شاخ ہے اور وہ ان میں بلحاظ محاسن اخلاق امتیازی شان رکھتی ہے) اور ایک روایت میں ہے کہ قبیلہ احمس اور بنی قیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا کہ قیس والوں سے پہلے احمس والوں کو لکھو۔ اس کے بعد سات مرتبہ یہ دُعا فرمائی کہ الٰہی احمس میں برکت بخش ان کے سواروں میں بھی اور پیادوں میں بھی (م لت)۔ (غالب[24] بن ابجر) قیس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا اللہ کی رحمت ہو قیس پر۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ قیس پر دُعاءِ رحمت فرماتے ہیں۔ فرمایا ہاں کیونکہ وہ ہمارے باپ ابراہیم خلیل اللہ کے دین پر تھا۔ اے قبیلہ قیس تمہیں مُبارک ہو یمن۔ اور اے یمن تجھے مبارک ہو قبیلہ قیس۔ کہ وہ سواران خدا ہیں زمین میں۔ اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے لوگوں پر ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ اس دین اسلام کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بجز قیس کے۔ قیس شیرانِ خدا ہیں۔ (ک و)۔ (سلمہ[25] بن سعد) یہ اور ایک جماعت ان کے گھر والوں اور اولاد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اذن لے کر اندر پہونچے تو آپ نے پُوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ کہا گیا کہ قبیلۂ عنزہ کا وفد ہے۔ فرمایا خوب خوب۔ فرمایا عنزہ بڑا اچھا قبیلہ ہے جن پر (لوگوں کی طرف سے) زیادتیاں (اور اللہ کی طرف سے) مدد ہوتی ہے۔ مرحبا حضرت شعیب کی قوم اور حضرت موسیٰ کے سُسرالیوں کو۔ اے سلمہ اپنی حاجت بیان کرو۔ عرض کیا کہ میں دریافت کرنے آیا ہوں کہ اونٹ اور بکریوں میں مجھ پر (زکوٰۃ) کس حساب سے فرض ہے چنانچہ آپ نے ان کو بتایا اور پھر وہ آپ کے قریب آبیٹھے اور اس کے بعد رخصت ہونے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا اچھا جاؤ۔ وہ جانے کے لئے اُٹھے ہی تھے کہ آپ نے فرمایا الٰہی عنزہ کو اتنی معاش عطا فرما جس میں اسراف نہو۔ (ک بز)۔ (عمر[26]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن عنزہ کا ذکر فرما رہے تھے کہ صحابہ نے پُوچھا عنزہ کون سا قبیلہ ہے؟ تو آپ نے مشرق کی طرف ہاتھ اُٹھا کر اشارہ فرما کر کہا کہ وہ اِدھر کے لوگ ہیں جن پر زیادتیاں ہوئیں اور مدد کی جاتی ہے۔ (س بز و م)۔ (ابوہریرہ[27]) فع: اہلِ مشرق میں بہترین قبیلہ عبدالقیس ہے۔ (و)۔ (ابن عباس[28]) فع۔ جو کوئی عبدالقیس پر ظلم کرے گا اس کا دعویدار میں ہوں گا۔ (ک بز)۔ (ابن مسعود[29]) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ اس قبیلۂ نجع کے لئے دُعا فرما رہے یا یوں کہا کہ اس کی تعریف کر رہے تھے حتّٰی کہ میں نے تمنا کی کہ میں بھی ان میں سے ہوتا (کہ اس دُعا یا مدح میں شامل ہوتا)۔ (م بز ک)۔ (ابن[30] عباس) فع۔ جب لوگوں میں اختلاف ہوگا تو انصاف قبیلۂ مضر میں ہوگا۔ (سلمان[31]) فع۔ مجھ سے

اللهم ارزق عنزة قوتا لا سرف فيه: للكبير والبزار بخفي (عمر)[27] ان النبي صلى الله عليه وسلم
يذكر عنزة ذات يوم فقال اصحابه يا رسول الله وما عنزة؟ فاشار بيده نحو المشرق فقال حي من ههنا
مبغي عليهم منصورون: للموصلي والبزار والاوسط واحمد (ابو هريرة)[28] رفعه: خير اهل المشرق عبد
القيس: للاوسط (ابن عباس)[29] رفعه: انا حجيج من ظلم عبد القيس: للبزار والكبير بخفي۔
(ابن مسعود)[30] شهدت النبي صلى الله عليه وسلم يدعو لهذا الحي من النخع او قال يثني عليهم حتى تمنيت اني
رجل منهم: لاحمد والبزار والكبير (ابن عباس)[31] رفعه: اذا اختلف الناس فالعدل في مضر: للكبير بلين
(سلمان)[32] رفعه: لا تبغضني فتفارق دينك قلت يا رسول الله كيف ابغضك وبك هداني الله قال
تبغض العرب فتبغضني: (عثمان)[33] رفعه: من غش العرب لم يدخل في شفاعتي ولم تنله مودتي: هما للترمذی
(ابو هريرة)[34] ذكرت الاعاجم عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال لانا بهم او ببعضهم اوثق مني بكم او ببعضكم
للترمذی (المستورد القرشي)[35] رفعه: تقوم الساعة والروم اكثر فقال عمرو بن العاص للمستورد ابصر
ما تقول؟ قال اقول ما سمعت منه صلى الله قال لئن قلت ذلك ان فيهم لخصالا اربعا انهم لاحلم الناس
عند فتنة واسرعهم افاقة بعد مصيبة واوشكهم كرة بعد فرة وخيرهم لمسكين ويتيم وضعيف وخامسة
حسنة جميلة وامنعهم من ظلم الملوك: لمسلم۔

بغض نہ رکھیو ورنہ اپنے دین سے جدا ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ بھلا آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں
حالانکہ آپ کے ذریعہ اللہ نے مجھے ہدایت بخشی۔ فرمایا اہل عرب سے بغض رکھو گے تو مجھ ہی سے بغض رکھو گے (عثمان[32]
نع. جس نے عرب کے ساتھ دھوکا کیا وہ نہ میری شفاعت میں داخل ہو گا نہ میری محبت اسے نصیب ہو گی (ت)
ف اس میں عام اہل عرب کے شرف کا اظہار ہے کیونکہ سید ولد آدم اس ملک اور اس قوم میں تشریف لائے
اس لئے ان کے ساتھ بغض رکھنا گویا آنحضرتؐ کے ساتھ بغض رکھنا ہے اور ان کے ساتھ بدمعاملگی یا خیانت
وغداع کا برتاؤ کرنا کمال بدنصیبی وحرمان ہے۔ (ابو ہریرہ[33]) اہل عجم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا ان پر یا ان میں سے بعض پر مجھے زیادہ بھروسہ ہے۔ بہ نسبت تمہارے یا
تم میں سے بعض کے۔ (ت) ف مخصوص لوگ مخاطب ہیں کہ صدقات کی آپ نے ان کو ترغیب دی تو کچھ
بچکے۔ اس پر آپ نے بعض عجمی اہل ایمان کی فضیلت ظاہر فرمائی جیسے حضرت سلمان کہ فارس کے تھے۔ لہٰذا
عامۂ اہل ایران کی عامۂ اہل عرب پر یا غیر صحابہ کی صحابہ پر یا عوام صحابہ کی خواص صحابہ پر تفضیل ثابت نہیں
ہوتی۔ (مستورد[34] قرشی) نع۔ قیامت آئے گی اور اس وقت اہل روم بکثرت ہوں گے۔ عمرو بن العاص نے
مستورد سے کہا دیکھو کیا کہہ رہے ہو۔ انہوں نے کہا وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے۔ کہا اچھا تم یہ کہتے ہو (تو میں بھی بتائے دیتا ہوں کہ) ان میں چار خصلتیں ہیں (جو اس برکت
وکثرت کا سبب ہیں) فتنہ کے وقت وہ سب میں زیادہ بردبار ہیں۔ مصیبت[2] کے بعد جلد سنبھل جانے والے
ہیں۔ (جنگ[3] میں اگر اتفاقیہ) فرار پیش آئے تو جلد واپس ہو جانے والے ہیں اور مسکین[4] ویتیم وکمزور کے لئے
(حسن سلوک میں) بہترین ہیں۔ اور پانچویں[5] عجیب خوبی یہ ہے کہ سلاطین کے ظلم سے بہت محفوظ رہنے والے
ہیں (کہ ان کی حمیت وشجاعت ان کو سلاطین کے ظلم کا تختۂ مشق نہیں بننے دیتی) (س)۔

فضائل جماعة من غير الصحابة

(۱) اسیر بن جبیر، کان عمر اذا اتی علیہ امداد الیمن سألهم افیکم اویس بن عامر؟ حتی اتی علی اویس قال انت اویس بن عامر؟ قال نعم قال من مراد ثم من قرن؟ قال نعم قال فکان بك برص فبرأت منه الا موضع درهم؟ قال نعم قال لك والدة؟ قال نعم قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یاتی علیکم اویس بن عامر مع امداد اهل الیمن من مراد ثم من قرن کان به برص فبرأ منه الا موضع درهم له والدة هو بها برٌّ لو اقسم علی الله لابره فان استطعت ان یستغفر لك فافعل فاستغفر لی فاستغفر له فقال له عمر این ترید؟ قال الکوفة قال الا اکتب لك الی عاملها؟ قال اکون فی غبراء الناس احب الی فلما کان من العام المقبل حج رجل من اشرافهم فوافق فسأله عن اویس فقال ترکته رث البیت قلیل المتاع قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول یاتی علیکم اویس بن عامر مع امداد اهل الیمن فذکره ثم قال فاتی اویسا فقال استغفر لی قال انت احدث عهد بسفر صالح فاستغفر لی قال لقیت عمر؟ قال نعم فاستغفر له ففطن له الناس فانطلق علی وجهه قال اسیر وکسوته بردة فکان کلما رآه انسان

صحابہ کے سوا دوسرے حضرات کے فضائل

(۱) اسیر بن جبیر، حضرت عمر کے پاس جب (مجاہدین کے گروہ بغرض) امداد یمن کی طرف سے آیا کرتے تو آپ ان سے پوچھا کرتے تھے کیا تم میں اویس بن عامر ہے؟ یہاں تک کہ آپ (پوچھتے پوچھتے) اویس تک پہونچ گئے اور فرمایا کیا تم عامر کے بیٹے اویس ہو؟ بولے جی ہاں. فرمایا قبیلہ مُراد اور (اس کے خاندان) قرن کے. کہا ہاں. فرمایا کیا تمہارے بدن پر برص (کے دھبے) تھے جس سے تم تندرست ہو گئے بجز درہم کی برابر جگہ کے (کہ وہ اب تک باقی ہے) کہا ہاں. فرمایا کیا تمہاری ماں (زندہ) ہے؟ کہا ہاں. فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ تمہارے پاس اہل یمن کی امداد کے ساتھ اویس بن عامر قبیلہ مُراد در خاندان قرن کا آئے گا اس کو برص (کا مرض) تھا جس سے وہ تندرست ہو گیا بجز درہم کی برابر جگہ کے (کہ اتنا دھبہ باقی ہے) اس کی ماں (زندہ) ہے جس کا وہ بہت ہی مطیع ہے. (وہ اللہ کا ایسا مقبول بندہ ہے کہ) اللہ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کو پورا فرمائے. پس (اے عمر) اگر تم سے ہو سکے کہ وہ تمہارے لئے دُعاء مغفرت کرے تو (اس کی کوشش) ضرور کرنا. لہٰذا تم میرے لئے دعاء مغفرت کر دو. چنانچہ انہوں نے آپ کے لئے دُعاء مغفرت فرمائی. پس ان سے حضرت عمر نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا کوفہ کا. فرمایا کہو تو وہاں کے گورنر کے نام تمہارے متعلق (سفارشی) خط لکھ دوں؟ کہا مجھے یہی زیادہ پیارا ہے کہ عامی (وگمنام) لوگوں میں (پڑا) رہوں. جب اگلا سال ہوا تو (کوفہ کے) معزز لوگوں میں سے ایک شخص حج کو آیا اور حضرت عمر سے ملا تو آپ نے اُس سے اویس کی بابت استفسار فرمایا. اس نے کہا میں نے ان کو معمولی سامان خانہ داری اور رکم مائگی میں چھوڑا تھا (کہ تنگی سے گذر اوقات کرتے ہیں) فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ تمہارے پاس اہل یمن کی امداد کے ساتھ اویس بن عامر آئے گا الخ. اس کے بعد راوی نے کہا پس وہ شخص (وطن پہونچکر) اویس کے پاس آیا اور کہا کہ میرے لئے دُعاء مغفرت فرما دیجئے. اویس نے فرمایا تم نئے نئے پیارا سفر (حج کا) کر کے آئے ہو تم میرے لئے دُعاء

قال من این لاویس ھذہ البردۃ ۔ لمسلم (عائشہؓ) لما مات النجاشی کنا نتحدث انہ لا یزال یری علی قبرہ نور ۔ لابی داود (ابن عمرؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی زید بن عمرو بن نفیل باسفل بلدح وذلک قبل ان ینزل علیہ الوحی فقدم الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سفرۃ فیہا لحم فابی ان یاکل منہا ثم قال زید انی لست آکل مما تذبحون علی انصابکم ولا آکل الا مما ذکر اسم اللہ علیہ ۔ وفی روایۃ: ان زید بن عمرو خرج الی الشام یسأل عن الدین فلقی عالما من الیہود فسألہ عن دینہم قال لا تکون علی دیننا حتی تأخذ بنصیبک من غضب اللہ قال زید ما افر الا من غضب اللہ ولا احمل من غضب اللہ شیئا ابدا وانی استطیعہ ؟ فہل تدلنی علی غیرہ ؟ قال ما اعلمہ الا ان تکون حنیفا قال زید وما الحنیف ؟ قال دین ابراہیم لم یکن یہودیا ولا نصرانیا ولا یعبد الا اللہ فخرج زید فلقی عالما من النصاری فذکر مثلہ فقال لن تکون علی دیننا حتی تأخذ بنصیبک من لعنۃ اللہ قال ما افر الا من لعنۃ اللہ ولا احمل من لعنۃ اللہ ولا من غضبہ شیئا ابدا وانی استطیعہ ؟ فہل تدلنی علی غیرہ ؟ قال ما اعلمہ الا ان تکون حنیفا قال وما الحنیف قال دین ابراہیم لم یکن یہودیا ولا نصرانیا ولا یعبد الا اللہ فلما رای زید قولہم فی ابراہیم خرج فلما برز رفع یدیہ وقال اللہم انی اشہدک انی

مغفرت کر دو۔ پوچھا کیا تم حضرت عمر سے ملے تھے؟ کہا ہاں۔ پس اویس نے اس شخص کے لئے دعاءِ مغفرت فرمائی۔ (اور اب چرچا پھیل کر) لوگوں کو ان کے (مقبول و ولی کامل ہونے کا) علم ہو گیا۔ لہٰذا وہ جدھر کو منہ اٹھا چل دیئے (اور پھر کسی کو پتہ نہ چلا کہاں گئے) اسیر کہتے ہیں میں نے ان کو ایک یمنی چادر اُڑھا دی تھی تو جب ان کو کوئی آدمی دیکھتا تو (تعجب کے ساتھ) کہا کرتا اویس کو یہ (بڑھیا) چادر کہاں سے مل گئی۔ (س) **ف** تابعین میں علوم ظاہریہ کے اندر افضل ترین حضرت سعید بن المسیّب اور ولایت وعلم لدنی میں حضرت اویس قرنی ہیں کہ قبولیت دعا میں مشہور تھے۔ شہرت سے وحشت اور خمول سے اُنس رکھتے تھے۔ زہد اور بے سرو سامانی کے ساتھ عزلت پسند تھے۔ (عائشہؓ) جب نجاشی (شاہِ حبش) کا انتقال ہو گیا تو ہم تذکرہ کیا کرتے تھے کہ ہر وقت ان کی قبر پر ایک روشنی دکھائی دیتی ہے۔ (د) **ف** ان کا نام اصحمہ تھا اور نجاشی لقب ہے کہ ہر شاہِ حبش اس سے ملقب ہوتا تھا۔ فتح مکہ سے قبل اسلام لے آئے اور زیارت وحاضری خدمتِ نبویہ سے مشرف نہیں ہوئے ہجرت حبشہ کے وقت پردیسی مسلمانوں کے ساتھ جو ہمدردی انہوں نے کی وہ صفحاتِ تواریخ میں آب زر سے لکھی ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور دعاءِ مغفرت فرمائی۔ (ابن عمرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلدح مقام سے نیچے (کہ تنعیم کے قریب ایک جگہ ہے) زید ابن عمرو بن نفیل سے ملے۔ اور یہ آپ پر نزول وحی (اور عطاءِ نبوت) سے قبل کا واقعہ ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان جس پر گوشت تھا (اور قریش کی طرف سے آنحضرت کو پیش کیا گیا تھا) ان کی طرف بڑھایا (کہ نوش فرما دیں) مگر انہوں نے اس کے کھانے سے انکار کر دیا اور اس کے بعد فرمایا۔ میں اس جانور کا گوشت نہیں کھایا کرتا جس کو تم اپنے بتوں پر ذبح کرتے ہو اور بجز اس شے کے جس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے میں کچھ نہیں کھاتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ زید بن عمرو مشرکیہ رسوم سے گھبرا کر ملکِ شام کی طرف روانہ ہوئے کہ سچے دین کی تلاش کرتے تھے۔ پس ایک یہودی عالم سے ملے اور اس کے دین کے متعلق اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا تم ہمارے دین پر نہیں ہو سکتے جب تک کہ غضب الٰہی سے اپنا

(اسماءؓ بنت ابی بکرؓ) رأیت زید بن عمرو قائماً ومسنداً ظهره الی الکعبة یقول یا معشر قریش
علی دین ابراهیم؛ (اسماءؓ بنت ابی بکرؓ) رأیت زید بن عمرو قائماً ومسنداً ظهره الی الکعبة یقول یا معشر قریش والله ما منکم علی دین ابراهیم غیری وکان یحیی الموءودة یقول للرجل اذا اراد ان یقتل ابنته لا تقتلها انا اکفیك مؤنتها فیاخذها فاذا ترعرعت قال لابیها ان شئت دفعتها الیك وان شئت کفیتك مؤنتها. (هذا للبخاری)

(المسیب بن حزنؓ) لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءه رسول الله صلی الله علیه وسلم فوجد عنده ابا جهل ابن هشام وعبد الله بن امیة بن المغیرة فقال ای عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لك بها عند الله فقال ابو جهل وعبد الله اترغب عن ملة عبد المطلب؟ فلم یزل صلی الله علیه وسلم یعرضها علیه ویعودان لتلك المقالة حتی قال ابو طالب آخر ما کلمهم انه علی ملة عبد المطلب وابی ان یقول لا اله الا الله قال صلی الله علیه وسلم والله لاستغفرن لك ما لم انه عنك فنزل ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیة ونزل انك لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء وهو اعلم بالمهتدین؛ للشیخین والنسائی (ابو سعیدؓ) رفعه؛ فی ابی طالب

حصہ نہ لے لو۔ زید نے کہا غضب الٰہی سے بھاگتا (ہوا مکہ سے یہاں آیا) ہوں۔ اور میں تو اللہ کے غصہ کا ذرا بھی تحمل ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور بھلا مجھ میں اس کی طاقت ہی کہاں ہے۔ (کہ اس کے غصہ کا تحمل کروں)، پس کیا کوئی دوسرا طریق تم بتا سکتے ہو؟ اس نے کہا میرے علم میں تو بجز اس کے کچھ نہیں کہ حنیف بن جاؤ۔ بولے کہ حنیف کیا؟ کہا حضرت ابراہیم کا مذہب کہ نہ وہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ اور نہ اللہ کے سوا کسی کو پوجتے تھے۔ پس زید وہاں سے چلے اور ایک نصرانی عالم سے ملے اس سے بھی یہی کہا اور اس نے جواب دیا کہ تم ہمارے دین پر نہیں ہو سکتے جب تک لعنت خدا سے اپنا حصہ نہ لے لو۔ زید نے کہا کہ لعنتِ خدا سے تو میں بھاگتا ہوں اور میں نہ کبھی اللہ کی لعنت کا متحمل ہو سکتا ہوں اور نہ اس کے غصہ کا اور بھلا اس کا تحمل ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ اچھا کوئی دوسرا راستہ مجھے بتا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ میرے علم میں تو بجز اس کے کچھ نہیں کہ حنیف بن جاؤ۔ بولے کہ حنیف کیا؟ کہا حضرت ابراہیمؑ کا دین جو کہ نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ اور نہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرتے تھے۔ پس جب زید نے حضرت ابراہیمؑ کے بارہ میں ان کا قول (متفقہ) پایا تو چلے اور باہر (میدان میں) نکل کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا کہ اے میرے اللہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم کے طریقہ پر ہوں۔ (اسماء بنت ابی بکر) میں نے زید بن عمرو کو کھڑے ہوئے اور کعبہ سے کمر لگائے دیکھا کہ کہہ رہے تھے اے گروہ قریش واللہ تم میں کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں ہے بجز میرے۔ اور زید زندہ درگور لڑکی کو بچایا کرتے کہ جو شخص اپنی لڑکی کو (زندہ دفن کرکے) مارنے کا ارادہ کیا کرتا تو فرماتے کہ اسے مارے مت۔ تیرے بدلہ اس کے خرچ اخراجات کا کفیل میں ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اس کو لے لیتے (اور پرورش کیا کرتے) پھر جب وہ جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے کہ تم (اس کو واپس لینا) چاہو تو میں اسے تمہارے حوالہ کر دوں۔ اور اگر چاہو تو خود اس کی ضروریات انجام دیتا رہوں۔ (خ) ف ان کا حال پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت عمر فاروق کے چچا زاد اور حضرت سعید بن زید کے کہ عشرۂ مبشرہ میں ہیں والد بزرگوار تھے۔ عرب میں چونکہ ملت ابراہیمی کا نام ہی نام رہ گیا تھا کہ لوگوں نے رسوم جاہلیت کو اصل مذہب سمجھ کر شرک و بت پرستی کو دین بنا لیا تھا اور ان کے قلب میں فطری طور پر توحید کا مادہ اور دین حق کی طلب تھی۔ اس لئے سیاح بن کر چار طرف پھرے کہ اللہ کو راضی کرنے کا طریق معلوم ہو جس نے پیدا کیا اور جس کے ہاتھ میں دین و دنیا

لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة يجعل في ضحضاح من نار تبلغ كعبيه يغلي منه ام دماغه" للشيخين (ابن عباس) رفعه: اهون اهل النار عذابا ابوطالب وهو منتعل بنعلين يغلي منهما دماغه" لمسلم (ابوهريرة) رفعه: يوشك ان يضرب الناس اكباد الابل يطلبون العلم فلا يجدون احدا اعلم من عالم المدينة قال عبد الرزاق في حديثه هو مالك بن انس وقال ابن عيينة يرونه مالكا. للترمذي (علقمة) كنا جلوسا مع ابن مسعود فجاء خباب فقال يا ابا عبد الرحمن ايستطيع هؤلاء ان يقرؤا كما تقرأ؟ فقال اما انك ان شئت امرت بعضهم نقرأ عليك قال اجل قال اقرأ يا علقمة فقرأت خمسين اية من سورة مريم فقال عبد الله كيف ترى؟

(دونوں ہیں۔ مگر جب تفصیلی طریق کہیں نہ معلوم ہوا تو اجمالاً اس کے معتقد و مقلد ہوئے اور اسی حالت پر قبل ظہور بعثت محمدیہ دنیا سے اٹھ گئے۔ (مسیبؓ بن حرب) جب ابوطالب کے انتقال کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ کو بیٹھا ہوا پایا۔ فرمایا اے میرے چچا کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لو کہ اس کے ذریعہ اللہ کے ہاں تمہارے لئے عرض معروض کا موقع مل جائے۔ (ابوطالب نے ارادہ کیا مگر) ابوجہل اور عبداللہ نے کہا کیا موت کے ڈر سے (اپنے باپ) عبدالمطلب کے طریقہ سے تم منہ موڑتے ہو۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں وہی بات کہتے رہے (کہ باپ کے طریق سے ہٹنا شرافت کے خلاف ہے) حتیٰ کہ آخری کلمہ جو ابوطالب نے کہا وہ طریقہ عبدالمطلب کے موافقت میں کہا اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ میں تمہارے لئے دعاء مغفرت کرتا رہوں گا جب تک کہ (اللہ کی طرف سے) ممانعت نہ کی جائے چنانچہ ماکان للنبی الخ کا نزول ہوا کہ نبی کو اور ایمان والوں کو مناسب نہیں کہ مشرکین کے لئے دعاء مغفرت کریں اور آیت انک لا تہدی نازل ہوئی کہ تم جسکو محبوب سمجھو ہدایت نہیں دے سکتے ولیکن اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہی خوب واقف ہے ہدایت (کی اہلیت) والوں سے۔ (ق ی۔ ف ہدایت کے دو معنی ہیں ایک راستہ دکھانا اور یہ انبیاء علیہم السلام کا کام ہے کہ بعثت اسی غرض سے ہوتی ہے۔ دوم منزل منزل مقصود پر پہونچانا اور کامیاب بنانا۔ یہ حق تعالیٰ کا کام ہے جس میں کسی مخلوق کا دخل نہیں۔ ہاں نبی کے راستہ بتلانے پر بندہ کو مقصود تک پہونچانے میں نبی کی محبوبیت کو بڑا دخل ہے کہ محب اپنے محبوب کا رضا جو ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس میں اکمل واتم تھی۔ اس لئے ابوطالب کے قصہ میں محبوبیت پر مشیت کو ترجیح دی گئی کہ عالم الغیب خوب جانتا ہے کہ کون راہ یاب ہونے کا اہل ہے اور کون اس کا اہل نہیں ہے۔ پس جس طرح بچہ کو مکتب بھیجتے وقت اس کے رونے کی بھی پروا نہیں کیجاتی اور باوجود اس کی محبوبیت کے اسی کی بہبودی کی خاطر باپ اپنے ارادہ ومشیت کو ترجیح دیتا ہے۔ اسی طرح اس قصہ میں مشیت الٰہی نے ابوطالب کو ہدایت سے محروم رکھا مگر محبوبیت کیخلاف نہوا۔ نیز حسن ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اس واقعہ حرمان کا چرچا نہ کیا جائے کہ بلا ضرورت اس کا تذکرہ اپنے آقا کی ایذا کا سبب ہے۔ جیسے کسی محترم کا بیٹا بدچلن ہو جائے تو اس کے تذکرہ سے باپ کو تکلیف ہوگی۔ (ابوسعیدؓ) ابوطالب کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عجب نہیں ان کو میری شفاعت اتنا نفع پہونچائے کہ آگ کے ہلکے حصہ میں ان کو رکھا جائے جو ٹخنوں تک پہونچیلی۔ کہ (تلووں سے تپش اوپر اٹھ کر) ان

قال قد احسن قال عبداللہ ما اقرؤ شیئا الا ھو یقرؤہ ؛ للبخاری مطولا (ابوجعفر محمد بن علی بن
الحسین) اتانی جابر وانا فی الکتاب فقال اکشف عن بطنک فکشفت عن بطنی فقبلہ ثم قال ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان اقرئ علیک السلام ؛ للاوسط بضعف (عبدالملک بن عمیر) قال
کان الشعبی یحدث بالمغازی فمر ابن عمر فسمعہ وھو یحدث بھا فقال لھو احفظ لھا منی وان کنت
قد شھدتھا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؛ للکبیر

کے ام دماغ کو کھولا دیگی۔ (ق)۔ (ابن عباس) دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے ابوطالب ہونگے
کہ (آگ کی) دو جوتیاں پہنے ہوں گے جس سے ان کا دماغ کھولے گا (م)۔ (ابوہریرہ) رفع. قریب ہے کہ لوگ
علم کی تلاش میں اونٹوں (پر) سفر کر کر کے ان کے کلیجے پھاڑ دیں گے اور مدینہ کے ایک عالم سے زیادہ علم والا
کسی کو بھی نہ پائیں گے۔ عبدالرزاق کہتے ہیں کہ وہ امام مالک بن انس ہیں۔ اور ابن عیینہ کہتے ہیں کہ عام رائے
(اس کے مصداق کی) امام مالک کے متعلق ہے۔ (ت) ف مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر صاحب
مذہب امام دار الہجرۃ مشہور امام ہیں۔ ان کے پردادا مشہور امام ہیں۔ ان کے پردادا ابوعامر اسلام لائے مگر
صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ آپ کے دادا کہ ان کا نام بھی مالک ہے کبار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت
امام مالک بن انس ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ اور بائیس دن بیمار رہ کر بروز یکشنبہ ۱ یا ۱۱ ربیع الاول ۱۷۹ھ
میں وفات پاکر جنۃ البقیع میں ہوئے۔ آپ نہایت حسین وجمیل تھے ریش مبارک بڑی اور سینہ پر لٹکی رہتی
تھی۔ حدیث کا جس وقت درس دیتے تو غسل کرتے نفیس لباس پہنتے خوشبو لگاتے اور لمبی ٹوپی سر پر رکھتے
اور طیلسان بصورت نقاب منہ پر لٹکا لیتے کہ نہ آپ پر کسی کی نظر پڑے نہ آپ کی نگاہ کسی پر جائے۔ ایک مرتبہ
درس حدیث میں بچھو نے چھ مرتبہ آپ کے ڈنک مارا کہ چہرہ کا رنگ متغیر ہوتا رہا مگر احترام حدیث کی وجہ
سے نہ آپ نے اف کی نہ درس کو قطع کیا۔ آپ علم کے سمندر اور تفقہ کے گوہر بے بہا تھے۔ ایک ہزار سے
اوپر آپ کے شاگرد ہیں اور وہ بھی کبار علماء کہ ہر ایک کے صدہا تلامذہ۔ موطأ مالک حدیث میں آپ
کی مشہور کتاب ہے جس میں آپ نے دس ہزار حدیثیں جمع کی تھیں۔ اور اس کے بعد برس روایت
ونفع خلق اس کو منقح کرتے رہے حتی کہ اس وقت جو مسند اول ومطبوع ہے اس میں ایک ہزار سات
سو بیس حدیثیں ہیں جن کا درجہ بعض علماء نے بخاری ومسلم کے برابر رکھا اور اکثر نے اس کا شمار صحاح ستہ
میں کیا ہے۔ چالیس سال میں آپ نے اس کو مرتب کیا اور پھر یہ وہم ہوا کہ اس خدمت میں اخلاص لوجہ اللہ
تھا یا نہیں۔ اس لئے اس کو پانی میں ڈال دیا اور فرمایا اگر بھیگ گئی تو سمجھوں گا اخلاص نہ تھا اور پھر مجھے
اس کے اٹھانے کی کوئی حاجت نہیں مگر وہ تر بھی نہ ہوئی اور آپ نے اس کو اٹھا لیا۔ (علقمہ) ہم اپنے
استاذ (حضرت عبداللہ) بن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت خباب تشریف لائے
اور کہا اے ابوعبدالرحمن کیا (تمہارے یہ شاگرد اس صحت وخوبی کے ساتھ) پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ تم
پڑھتے ہو۔ فرمایا اگر آپ کی خواہش ہو تو ان میں کسی کو حکم دوں کہ آپ کو سنائے۔ کہا بہتر ہے۔ فرمایا
اے علقمہ تم پڑھو۔ چنانچہ میں نے سورۂ مریم کی پچاس آیتیں پڑھیں۔ پس حضرت عبداللہ بن مسعود نے
فرمایا کہئے کیا رائے ہے۔ خباب نے کہا بے شک خوب پڑھا۔ عبداللہ نے فرمایا جتنا کچھ بھی میں پڑھ سکتا ہوں

فضائل اماکن متعددۃ من الارض وما ورد ذمّہ

(عبدالملک بن عباد بن جعفر) رفعہ: اول من اشفع لہ من امتی اھل المدینۃ واھل مکۃ واھل الطائف للبزار والاوسط بخفی (میمونۃ مولاۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم) قلت یارسول اللہ افتنا فی بیت المقدس قال ائتوہ فصلوا فیہ وکانت البلاد اذ ذاک حربًا فان لم تأتوہ وتصلوا فیہ فابعثوا بزیت یسرج فی قنادیلہ

لے یہ بھی پڑھ سکتا ہے۔ (خ) ف حضرت علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی کوفہ کے باشندہ تھے۔ نہایت عابد اور فقیہ تابعی ہیں۔ روش اور وضع میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بہت مشابہ تھے۔ حیات محمدیہ میں ولادت ہوچکی تھی اور ۶۲ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ (ابو جعفر محمد بن علی بن حسین ہیں مکتب میں تھا کہ جابرؓ تشریف لائے اور فرمایا اپنا پیٹ کھولو۔ پس میں نے اپنے پیٹ سے (کپڑا) اٹھالیا تو انہوں نے اس کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم کو سلام عرض کردوں۔ (د) ف آپ حضرت حسینؓ کے پوتے ہیں اور حضرت حسنؓ کے نواسے محمد نام تھا باقر لقب اور ابو جعفر کنیت۔ ولادت ۵۷ھ میں مدینہ میں ہوئی اور بعمر ستاون برس ۱۱۴ھ میں وفات پاکر بقیع میں دفن ہوئے۔ واقعہ کربلا میں قریب تین سال کے تھے۔ نہایت ذی علم کثیر الحلم جلیل القدر تابعی ہیں۔ (عبدالملک بن عمیر) کہتے ہیں کہ شعبی غزوات (محمدیہ) بیان کیا کرتے تھے۔ (ایک بار بیان کر رہے تھے) کہ حضرت ابن عمرؓ کا گذر ہوا تو انہوں نے فرمایا اس شخص کو یہ واقعات مجھ سے بھی زیادہ محفوظ ہیں حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا ہوں (ک) ف آپ کا نام عامر بن شراحیل بن عبد ہے۔ اور کنیت ابو عمرو شعبی کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں کہ شعب ہمدان میں سے تھے۔ کوفہ وطن تھا۔ فقیہ وفاضل تابعی ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں پانچسو صحابہ سے ملا ہوں۔ حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ شعبی سے زیادہ فقیہ میری نظر سے نہیں گذرا بعمر اسّی برس ۱۰۴ھ میں وفات پائی۔

چند مقاماتِ زمین کے فضائل اور جن کی مذمت آئی ہے ان کا ذکر

(عبدالملک بن عباد بن جعفر) رفع۔ سب سے پہلے جن کی میں شفاعت کروں گا وہ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ اور اہلِ طائف (بز و)۔ (میمونہ خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ بیت المقدس کے متعلق ہمیں فتویٰ دیجئے (کہ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے لئے اس کا سفر جائز ہے یا نہیں) آپ نے فرمایا (ہاں جائز ہے) جاؤ اور (اس میں نماز پڑھو (کہ وہاں کی ایک نماز ایک ہزار اور بروایتے پچیس ہزار نماز کی برابر ہے)۔ اور (اس وقت ملک میں (مسلمانوں اور کافروں کے درمیان) جنگ قائم تھی (کہ قدس کا سفر دشوار تھا لہذا آپ نے یہ بھی فرمایا) پس اگر وہاں نہ پہنچ سکو تو تیل ہی بھیجدو کہ اس کی قندیلوں میں جلا دیا جائے (اس کا اجر بھی نماز پڑھنے کے قریب قریب مل جائے گا) (د۔ (ابن عمرو بن العاص) رفع۔ جب حضرت سلیمان بن داؤدؑ نے بیت المقدس تعمیر کیا تو اللہ تعالیٰ سے تین درخواستیں کیں۔ ایک درخواست یہ کہ (مقدمات میں اس) فیصلہ (اور) حکم (کی توفیق ہو) جو حکم الٰہی کی موافقت کرے۔ چنانچہ عطا کیا گیا۔ دوم ایسی حکومت طلب کی جو ان کے بعد کسی کے شایان نہو۔ چنانچہ وہ بھی دی گئی۔ سوم جب تعمیر مسجد سے فارغ ہوئے تو اللہ سے درخواست کی کہ جو کوئی بھی یہاں آوے کہ بجز اس میں نماز پڑھنے

لابی داود (ابن عمرو بن العاص) رفعه: ان سلیمان بن داود لما بنی بیت المقدس سأل الله تعالیٰ خلالاً ثلاثة
سأل الله حكما يصادف حكمه فاوتيه وسأل الله ملكا لا ينبغي لاحد من بعده فاوتيه وسأل الله حين فرغ
من بناء المسجد ان لا يأتيه احد لا ينهزه الا الصلوة فيه ان يخرجه من خطيئته كيوم ولدته امه: للنسائی
(ابو هريرة) رفعه: من مات في بيت المقدس فكأنما مات في السماء: للبزار بضعف (عمرو بن عوف) ان الدين
ليأرز الى الحجاز كما تأرز الحية الى جحرها وليعقلن الدين من الحجاز معقل الاروية من رأس الجبل ان الدين
بدأ غريبا ويرجع غريبا فطوبى للغرباء الذين يصلحون ما افسد الناس من بعدي من سنتي: للترمذی
(ابن عمر) رفعه: ان الاسلام بدأ غريبا وسيعود غريبا كما بدأ وهو يأرز بين المسجدين كما تأرز الحية في
جحرها: لمسلم (عمر) كان يقول لبيت بركبة احب الي من عشرة ابيات بالشام: لمالك وقال يريد لطول
الاعمار والبقاء ولشدة الوباء بالشام: (ابن عباس) لما مر النبي صلى الله عليه وسلم بوادي عسفان حين
حج قال يا ابا بكر اي واد هذا؟ قال وادي عسفان قال لقد مر به هود وصالح على بكرات حمر خطمها الليف
ازرهم العباء وارديتهم النمار يحجون البيت العتيق: لاحمد بلين (جابر) رفعه: غلظ القلوب والجفاء

اس کے لئے دوسرا محرک نہ ہو تو اس کو گناہوں سے ایسا نکال دے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے
دن (بے گناہ تھا)۔ (ابو ہریرہ) رفع جس نے بیت المقدس میں وفات پائی تو گویا آسمان میں وفات
پائی (بزار)۔ (عمرو بن عوف) رفع۔ دینِ اسلام (اخیر زمانہ میں) حجاز کی طرف سمٹ آئے گا جیسا کہ سانپ
سمٹ آتا ہے اپنے سوراخ کی طرف۔ اور دین حجاز سے آچپٹے گا جیسے پہاڑی بکری جا چپٹتی ہے پہاڑ کی چوٹی
کو۔ دین شروع میں مسافرانہ حال میں تھا (کہ اس کے قدرداں و معتقد بہت قلیل اور کم مایہ لوگ تھا) اور
پھر (قریب قیامت) ایسا ہی (بے یار و مددگار) بن جائے گا جیسا شروع میں تھا (کہ دیندار پر چار طرف
سے طعن و ایذا ہوگی) پس مبارک ہو ان (بے سر و سامان مسلمان) افراد کو جو اصلاح کریں گے میرے طریقہ کی
جس کو میرے بعد لوگوں نے بگاڑ دیا ہوگا (ت) ف اس حدیث میں عام حجاز اور اس کی بستیوں کے فضل
و شرف کا اظہار ہے جیسا کہ پہلی حدیث میں حرمین شریفین اور طائف کا اور دوسری حدیث میں حرم ثالث
یعنی بیت المقدس کی فضیلت کا بیان تھا کہ اخیر زمانہ میں لوگوں کو دین سے وحشت اور بعد ہوگا جیسا کہ ابتداء
اسلام میں اہلِ مکہ کو تھا کہ دیندار و متبع سنت ہونا مخلوق کی ایذاؤں اور ہر قسم کی طعن و تشنیع کا نشانہ بنا
ہوجائے گا اس وقت دینداروں کو امن و عافیت اگر ملے گی تو صرف حجاز میں ملے گی کہ وہ دار الاسلام
بنایا ہوا ہے محبوب خدا کے دستِ مبارک کا۔ (ابن عمر) رفع۔ اسلام کی ابتدا مسافرانہ حال سے ہوئی
اور عنقریب (قرب قیامت) اس کا مسافرانہ رنگ ہوجائے گا جیسا کہ ابتداء میں تھا اور وہ مسجد الحرام
و مسجد نبوی کے درمیان (یعنی حجازی زمین میں) سمٹ آئے گا جیسا کہ سانپ سمٹ آتا ہے اپنے بل
میں۔ (مسلم)۔ (عمر) فرمایا کرتے تھے کہ رکبہ میں (حجاز کی ایک بستی کا نام ہے) ایک گھر مجھے ملک
شام میں دس گھروں سے زیادہ پیارا ہے۔ (ط) مقصود یہ تھا کہ یہاں عمریں طویل اور حیات دراز ہوتی
ہے اور شام میں وبائیں کثرت سے آتی ہیں۔ (ابن عباس) جب حج کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا گذر وادی عسفان پر ہوا (کہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے) تو آپ نے فرمایا اے ابوبکر

فی الشرق والایمان فی اھل الحجاز ÷ لمسلم (الزبیرؓ) اقبلنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من لیۃ حتی اذا کنا عند السدرۃ وقف فی طرف القرن الاسود حذوھا واستقبل نخبا ببصرہ وقال مرۃ وقف حتی وقف الناس کلھم ثم قال ان صید وج وعضاھہ حرام محرم للہ وذلک قبل نزولہ الطائف وحصارہ لثقیف ÷ لابی داود (جابرؓ) رفعہ: ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینھم ÷ لمسلم (ابن شہابؒ) ارسلہ: لا یجتمع دینان فی جزیرۃ العرب قال ففحص عنہ عمر حتی اتاہ الثلج والیقین ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال فاجلی یھود خیبر ÷ لمالک (مالکؒ) ان عمر اجلی اھل نجران ولم یجل من تیماء لانھا لیست من بلاد العرب فاما الوادی فانی اری انما لم یجل من فیھا من الیھود انھم لم یروھا من ارض العرب ÷ لابی داود (عمرؓ) رفعہ: لاخرجن الیھود والنصاری من جزیرۃ العرب فلا اترک فیھا الا مسلما قال سعید بن عبد العزیز جزیرۃ العرب ما بین الوادی الی اقصے الیمن الی تخوم العراق الی البحر ÷ لمسلم والترمذی وابی داود

یہ کون سی وادی ہے؟ عرض کیا کہ وادی عسفان ہے۔ فرمایا اس میں حضرت ہودؑ اور صالحؑ کا (مع اپنے صحابہ کے) گذر ہوا تھا کہ سُرخ اونٹوں پر (سوار تھے) جن کی مہاریں کھجور کی رسّی کی تھیں۔ اور لنگی کی جگہ عبا کا لباس تھا (کہ اسی نے گھٹنے سے نیچے لٹک کر لنگی کا کام دیدیا تھا) اور ان کی چادریں دھاری دار تھیں۔ حج بیت اللہ ادا کرنے کی غرض سے (آئے تھے)۔ م۔ (جابرؓ) فع۔ سنگدلی وسختی زبانی مشرق میں ہے اور ایمان اہلِ حجاز میں (س) ف حجاز نام ہے مکہ ومدینہ وطائف اور ان کے متعلقات کا کہ نجد اور تہامہ کے لئے حاجز اور حدِ فاصل ہے اس لئے حجاز نام ہوا۔ اور مشرق سے مراد ملک نجد یا فارس ہے یا مطلقاً بلادِ شرقیہ کہ دجال کا خروج اور اکثر فتن وشرور کا ظہور اسی جانب سے ہوگا۔ (زبیرؓ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیّہ (پہاڑ) سے روانہ ہوئے حتی کہ جب بیری کے درخت کے پاس پہونچے تو آپ اس کے سامنے قرن اسود کے کنارہ (کہ طائف کے قریب چھوٹا سا پہاڑ ہے) ٹھیر گئے۔ اور نخب پر نظر ڈالی (کہ طائف کی وادی یعنی دو پہاڑوں کے درمیان نشیب کا حصہ ہے) اور ایک مرتبہ (زبیر نے یہ لفظ فرمائے کہ آپ ٹھیر گئے اور سب لوگ (آپ کو ٹھیرا دیکھ کر نیز) ٹھیر گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا صید وج (وادی) اور اس کے کانٹے دار درخت اللہ واسطے حرام ومحترم ہیں (کہ ان کا کانٹا مناسب نہیں) اور یہ آپ کے طائف میں اُترنے اور قبیلہ ثقیف کو محصور کرنے سے پہلے کا قصہ ہے۔ (د)۔ (جابرؓ) فع۔ شیطان اس سے نااُمید ہوچکا ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش کیجائے۔ (اور وہ شرک وبت پرستی نمودار ہو جس کا استیصال دستِ محمدی نے کیا ہے) مگر ہاں (مسلمانوں میں) باہمی جنگ کرائے گا۔ (س)۔ (ابن شہابؒ) سل۔ جزیرۂ عرب میں دو مذہب جمع نہ ہوں گے (یعنی اسلام کے سوا کوئی مذہب تاقیامت نہ ہوگا)۔ پس حضرت عمرؓ نے اس حدیث کی تحقیق کی حتی کہ جب اطمینان ویقین ہوگیا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تب خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا (ط)۔ (مالکؒ) حضرت عمرؓ نے نجران میں رہنے والے (عیسائیوں) کو تو شہر بدر کیا اور تیما سے (عیسائیوں کو) نہ نکالا۔ اس لئے کہ وہ عرب کے شہروں میں نہیں (بلکہ حدودِ عرب سے خارج ہے۔ (اسی طرح) وادی القریٰ میں جو یہودی (آباد) تھے ان کو بھی شہر بدر نہیں کیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ بھی اسی لئے کہ اس کو لوگوں نے زمین عرب سے نہیں سمجھا۔ (د)۔ (عمرؓ) فع۔ میں یہود ونصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دوں گا کہ

بلفظه وله: قال يعقوب بن محمد سألت المغيرة بن عبد الرحمن عن جزيرة العرب فقال مكة والمدينة و
اليمامة واليمن وقال يعقوب العرج اول اليمامة وحدثت انهما بين وادى القرى الى اقصى اليمن وما بين
البحر الى تخوم العراق فى العرض ۞ (ابو هريرة)[١٥] رفعه: اتاكم اهل اليمن هم ارق افئدة والين قلوبًا الايمان
يمان والحكمة يمانية ورأس الكفر قبل المشرق والفخر والخيلاء فى اصحاب الابل والسكينة والوقار فى اهل الغنم
للشيخين وفى رواية: والفقه يمان ۞ وللترمذى نحوه (ابو مسعود)[١٦] رفعه: الايمان هاهنا واشار بيده الى
اليمن والقسوة وغلظ القلوب فى الفدادين عند اصول اذناب الابل حيث يطلع قرنا الشيطان فى ربيعة
ومضر ۞ للشيخين (انس)[١٧] ان النبى صلى الله عليه وسلم نظر قبل اليمن فقال اللهم اقبل بقلوبهم وبارك
لنا فى صاعنا ومدنا ۞ للترمذى (ابو الدرداء)[١٨] رفعه: ان فسطاط المسلمين يوم الملحمة بالغوطة الى جانب
مدينة يقال لها دمشق من خير مدائن الشام ۞ (وعنه)[١٩] رفعه: بينا انا نائم رأيت عمود الكتاب احتمل من
تحت رأسى فظننت انه مذهوب به فاتبعته بصرى فعمد به الى الشام الا وان الايمان حين تقع الفتن

(حدودِ عرب میں) بجز مسلمان کے کسی کو نہ رکھوں گا) سعید بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ جزیرۂ عرب (شمالاً جنوباً)
وادی القریٰ اور منتہائے یمن کے درمیان ہے (اور شرقاً غرباً) حدودِ عراق سے لے کر سمندر تک۔ (س ت د)
یعقوب بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن عبد الرحمٰن سے جزیرۂ عرب (کی مقدار) دریافت کی تو فرمایا کہ مکہ
مدینہ یمامہ اور یمن اور یعقوب کہتے ہیں کہ مقام عرج سے یمامہ شروع ہے اور مجھ سے کہا گیا کہ جزیرۂ عرب
وادی القریٰ سے لے کر منتہائے یمن کے درمیان (کا تمام حصہ طول میں ہے) اور حدودِ عراق سے لے کر بحر (اخضر)
تک عرض میں۔ ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش حضرت فاروق کے ہاتھوں پوری ہوئی اور یہ عرب
کی فضیلت ہے کہ نہ وہاں گرجا بن سکتا ہے نہ دَیر وکنیسہ اور نہ کوئی مشرک یا اہلِ کتاب وہاں اپنا وطن یا مسکن
بنا سکتا ہے۔ (ابو ہریرہ) رفع۔ اہلِ یمن تمہارے پاس آئے ہیں وہ نہایت رقیق القلب اور نرم دل لوگ ہیں
بس ایمان یمن کا (حصہ) ہے۔ اور دانش بھی یمن کی۔ اور اصل کفر بسوئے مشرق ہے اور تفاخر و تکبر اونٹ
والوں میں ہے اور سکون و وقار بکری والوں میں (ق) اور ایک روایت میں ہے کہ فقہ بس یمن کا (کامل) ہے
(ت) ف حضرت ابو موسیٰ اشعری مع اپنی جماعت کے اپنے وطن ملکِ یمن میں سے چل کر مہاجرین حبشہ کے ساتھ
سمندر کے راستہ سے مدینہ پہونچا اور حاضرِ خدمت ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نرم دلی
ورقتِ قلب محسوس فرما کر تعریف کی کہ ایسی طبیعتیں حق کے اثر اور خوفِ الٰہی کو جلد قبول کرتی ہیں۔ ہر ملک
اور ہر شہر کی سکونت میں ایک خاص اثر ہوتا ہے جو اخلاق و شمائل پر پڑتا ہے اور وہ نرم دلی ہے یمن
کے لئے لہٰذا حکمت اور تفقہ فی الدین کہ برکاتِ ایمان کا اسی پر مدار ہے اہلِ یمن کی امتیازی شان قرار پائے
اسی طرح مخالطت حیوانات کا بھی اثر ہوتا ہے کہ اونٹ کی طبیعت میں قساوت و کینہ ہے۔ اس لئے اس
کے چرانے والوں میں بھی اپنے جاہ و مال پر فخر اور نخوت و بڑائی کا رنگ سرایت کرتا ہے۔ اور بکری
میں ایک وقار و آہستگی کا رنگ ہے جو اس کے پالنے اور چرانیوالوں میں سرایت کرتا ہے اور
یہ قاعدہ اکثریہ ہے۔ ہر فرد کے لئے عموم ضروری نہیں ہے۔ (ابو مسعود) رفع۔ ایمان ادھر ہے۔ اور
ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور قسوت و سنگ دلی چلانے والوں میں ہے۔ اونٹوں کی دموں

بالشام : للبزار (مکحولؒ) قال لتمخرن الروم الشام اربعین صباحا لا یمتنع فیھا الا دمشق وعمان : (عبد[21] الرحمٰن بن سلیمان) قال سیأتی ملک من ملوک العجم یظهر علی المدائن کلها الا دمشق : ھی لابی داود (زید[22] بن ثابت) کنا یوما عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن من الرقاع فقال طوبی للشام فقلت لم ذاک یا رسول اللہ؟ قال لان الملائکۃ باسطۃ اجنحتھا علیہ : للترمذی (ابن حوالۃ[23]) رفعہ : سیصیر الامر الی ان تکونوا اجنادًا مجندۃ جند بالشام وجند بالیمن وجند بالعراق فقلت خرلی یا رسول اللہ ان ادرکت ذلک فقال علیک بالشام فانھا خیرۃ اللہ من ارضہ یجتبی الیھا خیرتہ من عبادہ فاما ان ابیتم فعلیکم بیمنکم واسقوا من غدرکم فان اللہ توکل لی بالشام واھلہ : (ابن عمرو[24] بن العاص) رفعہ : ستکون ھجرۃ بعد ھجرۃ فخیار اھل الارض الزمھم مھاجر ابراھیم ویبقی فی کل ارض اذ ذاک شرار اھلھا تلفظھم ارضوھم تقذرھم نفس اللہ عزوجل ویحشرھم الی النار مع القردۃ والخنازیر :

کی جڑ کے پاس (بسوئے مشرق) جہاں شیطان کے سینگ کا ظہور ہوتا ہے (یعنی) قبیلہ ربیعہ اور مضر میں (ق) ف صحرا نشین بدوی جن کا ذریعۂ معاش مواشی پالنا ہے کہ ان کا دودھ حاصل کریں۔ یا کرایہ سواری اور کھیتی کے کام میں لاویں چونکہ شہر سے دور اور (علماء و صلحاء) سے کہ اکثر دین کا چرچا شہروں میں ہوتا ہے محروم رہتے ہیں بس ان کا مشغلہ ڈھوروں کے چلانے میں چیخنا چلانا اور ان کی دُموں سے لگا رہنا ہے اس لئے بدخلقی و سخت دلی پیدا ہو جاتی ہے۔ چونکہ اہلِ مشرق خصوصًا ربیعہ و مضر کا یہی دھندا تھا اس لئے زمانہ محمدیہ میں بھی بدیر اسلام لائے اور مدت دراز تک گریز کرتے رہے۔ طلوعِ آفتاب مشرق سے ہوتا ہے اور آفتاب پرستوں کا مسجود بننے کے لئے شیطان طلوع شمس کے وقت اس کو اپنے سینگوں میں لے لیتا ہے اس لئے اس جانب شیطانی اثر زیادہ ہے کہ اکثر فتن و زلازل کا اسی جانب سے ظہور رہا اور آئندہ ہوگا۔ نجد و عراق اسی جانب ہیں اور جنگ جمل و صفین و واقعۂ کربلا وغیرہ وغیرہ اسی سمت وقوع میں آئے۔ (انس[17]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی جانب نظر فرما کر کہا الٰہی متوجہ فرما ان کے قلوب کو (ہماری جانب) اور برکت بخش ہمارے صاع اور ہمارے مُد میں۔ (ت) ف غلہ ہمارے ملک میں وزن سے بکتا ہے مگر عرب میں پیمانہ سے کہ صاع بڑا پیمانہ ہے اور مُد اس کا چوتھائی۔ اس پیمانہ کے بھراؤ پر نرخ کا تقرر ہوتا ہے۔ مدینہ میں غلہ یمن کی طرف سے آتا ہے اس لئے آپ نے ان کے قلوب اہلِ مدینہ کی طرف متوجہ ہونے کی دعا فرمائی کہ آمد بند یا نرخ گراں نہ کریں اور اس کے ساتھ ہی صاع و مدِ مدنی میں برکت کی دعا فرمائی کہ ایک صاع وہ کام دے جو دوسری جگہ کے دو صاع کام دیتے۔ اب بھی تجربہ ہوا ہے کہ پکانے اور گوندھنے کے لئے مُد نبوی سے جو آٹا یا گیہوں نکالا جاتا ہے اس میں عجیب برکت ہوتی ہے۔ (ابو درداء[18]) رفعہ مسلمانوں کا خیمہ (اور محلِ اجتماع) جنگ (دجال) کے دن مقام غوطہ میں ہوگا۔ جو کہ اس شہر کے پہلو میں ہے جس کو دمشق کہتے ہیں اور وہ شام کے شہروں میں بہترین شہر ہے۔ (د)۔ (ایضًا[19]) میں سو رہا تھا کہ (خواب میں) دیکھا کتاب کا ستون میرے سر کے نیچے سے اٹھا۔ میں سمجھا کہ یہ جا رہا ہے لہٰذا میں نے اپنی نظر اس کے پیچھے لگائی اور اس کو دیکھتا رہا، چنانچہ شام کی طرف اس کا رُخ کر دیا گیا۔ سن لو ایمان وقوعِ فتن کے وقت شام میں ہوگا۔ (بز) ف اس میں ملک شام کی فضیلت ہے کہ جائے ہجرت ابراہیمی ہے اور مقام ہے

(ابراھیم بن صالح بن درھم) سمعت ابی یقول انطلقنا حاجین فاذا رجل فقال لنا الی جنبکم قریۃ یقال لھا الابلۃ؟ قلنا نعم قال من یضمن لی منکم ان یصلی فی مسجد العشار رکعتین او اربع رکعات و یقول هذہ لابی هریرۃ سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان اللّٰہ تعالی یبعث من مسجد العشار یوم القیامۃ شھداء لایقوم مع شھداء بدر غیرھم ÷ ھی لابی داود فقال رزین قال ابوداود المسجد علی النھر (عمر)[26] رفعہ: لیبعثن اللّٰہ من مدینۃ بالشام یقال لھا حمص خمسین الفا ما بین الزیتون والحائط والبرث

چالیس ابدال کا (مکحول) نے فرمایا کہ اہل روم گھستے چلے جائیں گے ملکِ شام میں چالیس دن تک کہ اس کا کوئی شہر (ان کے تسلط و قبضہ سے) نہ بچے گا بجز دمشق اور عمان کے۔ (عبدالرحمٰن بن سلیمان)[21] نے فرمایا کہ عنقریب شاہان عجم میں سے ایک بادشاہ آئے گا جو (ملک شام کے) تمامی شہروں پر قابض ہو جائے گا بجز دمشق کے۔ (د) ف روم ایک طویل پہاڑ کا نام ہے جس کے نیچے کی تمام بستیاں اور وہاں کے باشندے رومی کہلانے لگے زمانۂ نبوی میں یہاں کا پادشاہ نصرانی تھا جس کا لقب قیصر ہوتا تھا۔ ملک روم کی حدود اس وقت یہ تھیں کہ مشرق اور شمال میں ترکستان جنوب میں شام و اسکندریہ۔ غرب میں سمندر اور اندلس اور قیصر کا دار السلطنت انطاکیہ تھا۔ سارا ملک آخرکار مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور دارالامن قرار پایا۔ (زید بن ثابت)[22] ایک دن ہم پرچوں سے کلام مجید جمع کر رہے تھے (جن پر بوقت نزول یاد داشت کے لئے جُدا جُدا آیتیں لکھ لیا کرتے تھے۔) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُبارک ہو شام کو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ؟ فرمایا اس لئے کہ فرشتے اس پر اپنے پر پھیلائے ہوئے (اور ابر کی طرح سایہ کئے ہوئے) ہیں۔ (ت)۔ (ابن حوالہ)[23] رفع۔ عنقریب یہ انجام ہو گا کہ تم جُدا جُدا لشکر بن جاؤ گے کہ ایک لشکر شام میں ہو گا ایک لشکر یمن میں اور ایک لشکر عراق میں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے لئے آپ انتخاب فرما دیجئے یا رسول اللہ اگر یہ وقت پاؤں (تو کس لشکر میں رہوں) فرمایا شام کو اختیار کرنا کہ وہ زمین میں اللہ کا (اس کام کے لئے) منتخب کیا ہوا ملک ہے کہ (اخیر زمانہ میں) اپنے برگزیدہ بندوں کو اس میں جمع فرمائے گا۔ اور اگر تم نہ مانو (اور وہاں کا قصد نہ کر سکو) تو اپنے یمن کو اختیار کرنا اور اپنے حوضوں کا پانی پیتے رہنا۔ کیونکہ حق تعالےٰ میرے سبب شام اور اہلِ شام کا ضامن ہو گیا ہے (کہ ان کو برباد نہ کرے گا اور کفار کا تسلط اس پر ایسا نہ ہو سکے گا کہ ان کو نیست و نابود کر دے) د (ابن عمرو بن عاص)[24] رفع۔ ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوتی رہے گی۔ (اور صلحاء اپنا دین بچانے کے لئے کفار سے تنگ آکر وطن چھوڑتے رہیں گے) پس بہترین باشندگان زمین وہ ہوں گے جو سیدنا ابراہیم کے مقام ہجرت (یعنی ملک شام) کو جا چپٹیں گے۔ اور اس وقت باقی زمین میں بدترین مخلوق (کفار و فجار کی) رہ جائے گی جن کو (ان کی گندگی و دہریت کے سبب) ان کی زمین بھی پھینکے گی (اور اپنے اوپر ان کا بسنا پسند نہ کریگی) اور ذات خداوندی ان کو مکروہ سمجھے گی اور ان کو بندر اور خنزیروں کی صورت میں مسخ ہونے والے کافروں کے ساتھ جہنم میں لا جمع کریگی (د) ف چونکہ عامہ مخلوق دین سے بے بہرہ اور دُنیا طلبی میں غرق ہو گی اس لئے صلحاء اُمت اس جگہ کو چھوڑ چھاڑ کر جہاں امن اور دین کی سلامتی پائیں گے منتقل ہوتے رہیں گے۔ اور اس کے لئے اخیر زمانہ میں بہترین مقام ملک شام ہو گا (ابراہیم بن صالح بن درھم)[25] نے اپنے والد کو دکہ بصرہ کے باشندہ تھے) یہ فرماتے

الاحمر؛ للبزار بضعف (ابو هریرہ) [۲۷] رفعه: سیحان وجیحان والفرات والنیل من انهار الجنة؛ لمسلم (انس) [۲۸] رفعه: عسقلان احد العروستین یبعث منها یوم القیامة سبعون الفاً لاحساب علیهم و یبعث منها خمسون الفاً شهداء وفوداً الی الله تعالیٰ وبها صفوف الشهداء رؤسهم مقطعة فی ایدیهم تثج اوداجهم دماً یقولون ربنا اٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلك ولا تخزنا یوم القیامة انك لا تخلف المیعاد فیقول صدق عبدی اغسلوهم بنهر البیضة؛

سنا کہ ہم حج کرنے کو جا رہے تھے کہ ایک شخص (ابوہریرہ) ملے اور ہم سے کہا کیا تمہارے پہلو میں کوئی قصبہ ہے جس کو ابلہ کہتے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں ہے فرمایا تم میں سے کوئی ہے جو مجھ سے وعدہ کرے کہ عشار کی مسجد میں دو یا چار رکعتیں پڑھے اور کہے کہ یہ ابوہریرہ کے لئے ہیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ حق تعالیٰ مسجد عشار سے بروزِ قیامت شہدا اُٹھائے گا کہ شہداء بدر کے ساتھ ان کے سوا کوئی کھڑا ہو گا (د) وہ مسجد نہر (فرات) پر واقع ہے۔ ف بصرہ کی قدیم بستی اسی اُبلہ میں تھی اور بزمانہ کسریٰ فوجی چھاؤنی تھی۔ موجودہ بصرہ بزمانہ عمر فاروق آباد ہوا ہے اور اُبلہ سے قریب تین میل کے ہے مسجد عشار نہر کے کنارہ اب بھی موجود ہے جس کے شہدا کا مرتبہ قریب شہداء بدر کے ہو گا۔ اس حدیث میں ثبوت ہے کہ طاعات بدنیہ کا ثواب بھی دوسرے کو پہونچایا جا سکتا ہے اور یہ کہ مقامات متبرکہ کی زیارت اور وہاں عبادت کرنا مزید اجر کا سبب ہے۔ (عمر) [۲۶] فع ۔ شام کے ایک شہر سے جس کو حمص کہتے ہیں حق تعالیٰ پچاس ہزار (صلحا، قبروں سے) اُٹھائے گا زیتوں (کے جنگلوں) اور (مختلف پھلوں کے) باغات اور سُرخ زمین کے درمیان سے (جہاں بکثرت صلحا شہید ہوئے اور وہ شہر کے متصل ہے۔ (بز) (ابوہریرہ) [۲۷] فع۔ سیحوں جیحوں اور فرات اور نیل جنتی نہریں (کہ منبع و مخزن ان کا جنت ہے اور اسی لئے ملک و ملک کو سیراب کرتی ہیں) (س۔ (انس) [۲۸] فع۔ عسقلان لب ساحلِ شام ایک شہر ہے جو حسن (سجاوٹ میں ایک حسین دولہن ہے۔ اس سے بروزِ قیامت ستر ہزار (اولیا) ایسے اُٹھائے جائیں گے جو بلا حساب (جنت میں) جائیں گے اور پچاس ہزار شہدا اُٹھائے جائیں گے جو وفد بن کر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے اور ان میں شہیدوں کی قطاریں ہوں گی جن کے کٹے ہوئے سر ان کے ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی رگوں سے خون بہہ رہا ہو گا۔ عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمیں عطا فرما جو تو نے اپنے پیغمبروں کی معرفت ہم سے (شہادت پر اجر و ثواب کا) وعدہ فرمایا تھا بیشک تو وعدہ خلاف نہیں ہے۔ پس حق تعالیٰ فرمائے گا سچ کہا میرے بندوں نے۔ ان کو نہلاؤ سفید (شفاف) نہر میں۔ چنانچہ (ان کو اس میں غسل دیا جائے گا۔ اور) وہ نکھرے ہوئے صاف ہو کر اس سے باہر نکلیں گے کہ جنت میں جہاں چاہیں گے کھاتے پیتے پھرینگے (م)۔ (ام سلمہ) [۲۹] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ وفات وصیت فرمائی کہ اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا مصر کے قبطیوں کے متعلق (اور ان کے ساتھ بے دردی کھا وٹ نہ برتنا کہ) عنقریب تم ان پر غالب آؤ گے (اور شاہانِ مصر بنو گے) اور وہ راہِ خدا (یعنی جہاد) میں تمہارے اعوان و انصار بنیں گے۔ (ک)۔ (بریدہ) [۳۰] فع ۔ میرے بعد مختلف لشکر بن جائیں گے (اور حکومت کی متحدانہ شان نہ رہے گی) پس تم خراسان کی فوج میں شامل ہونا اور پھر شہر مرو میں قیام کرنا کہ اس کو ذوالقرنین نے بنایا اور اس میں رہنے والوں کے لئے برکت کی دُعا فرمائی ہے۔ اس کے باشندوں کو کسی قسم کی مضرت

فيخرجون منه نقابيضا يسرحون في الجنة حيث شاؤا ؛ لاحمد بلين. (ام سلمة)[29] ان النبي صلى الله عليه وسلم اوصى عند وفاته فقال الله الله في قبط مصر فانكم ستظهرون عليهم ويكونون لكم عدة واعوانا في سبيل الله ؛ للكبير (بريدة)[30] رفعه: ستكون بعدي بعوث كثيرة فكونوا في بعث خراسان ثم انزلوا مدينة مرو فانه بناها ذو القرنين ودعا لاهلها بالبركة ولا يضر اهلها سوء ؛ لاحمد والكبير بضعف (حذيفة)[31] قال ما اخبية بعد اخبية كانت مع النبي صلى الله عليه وسلم ببدر يريد فع عنها ما يدفع عن اهل هذه الاخبية يعني الكوفة ولا يريدهم احد بسوء الا اتاهم الله ما يشغلهم عنهم ؛ لاحمد والبزار (انس)[32] رفعه: يا انس ان الناس يمصرون امصارا وان مصرا منها يسمى البصرة او البصيرة فان انت مررت بها او دخلتها فاياك وسباخها وكلائها وسوقها وباب امرائها وعليك بضواحيها فانه يكون بها خسف وقذف ورجف وقوم يبيتون فيصبحون قردة وخنازير ؛ لابي داود (مالك)[33] بلغه: ان عمر اراد الخروج الى العراق فقال له كعب الاحبار لا تخرج يا امير المؤمنين فان بها تسعة اعشار السحر او الشر وبها فسقة الجن وبها الداء العضال قال مالك الداء العضال الهلاك في الدين ؛ (ابن عمر)[34] لما مر النبي صلى الله عليه وسلم بالحجر قال لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا انفسهم ان يصيبكم ما اصابهم الا ان تكونوا باكين ثم قنع رأسه واسرع السير حتى جاوز الوادي ؛ وفي رواية:

(فاقہ و وبار وغیرہ کی) نہ پہونچیگی (ک ف)۔ (حذیفہؓ)[31] کہتے ہیں کہ اُن تنبوؤں کے بعد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر میں تھے کوئی تنبو ایسے نہیں جن سے وہ (بلائیں) رفع کیجائیں جو اُن سے دفع کی جاتی تھیں بجز اِن تنبو والوں یعنی اہل کوفہ کے۔ اور جو بھی ان کے ساتھ بُرا ارادہ کرے گا اس کو حق تعالےٰ ایسی مصیبت میں مُبتلا کریگا جو اُس کو اُن سے غافل بنا دیگی۔ (م۔ بز) ف عرب کی عام بستیاں اس طرز کی تھیں کہ کمبل تان کر خیمہ کی صورت میں گھر بنالئے اور رہنے لگے۔ یہاں تنبو سے مُراد وہی خیمہ نشیں صحابہ مُراد ہیں کہ شرکاء بدر کے بعد درجہ باشندگان کوفہ کے صحرا نشینوں کا ہے کہ جس طرح ان کی حفاظت کا حق تعالیٰ ضامن تھا۔ اسی طرح ان کو کوئی نقصان پہونچانے کا قصد کرتا ہے تو ایسی مصیبت میں پھنستا ہے کہ قصد کو پورا کرنے کا ہوش نہیں رہتا۔ (انسؓ)[32] فع۔ لوگ مختلف شہر بنائیں گے (اور ان میں بسیں گے) انہیں میں ایک شہر ہوگا جس کا نام بصرہ رکھا جائے گا پس اگر تمہارا اس پر گذر یا دخول ہو تو اس کے بنجر اور اس کے کنارہ سمندر اور اس کے بازار اور اس کے اُمراء کے دروازوں (پر جانے اور قیام کرنے) سے بہت بچنا۔ اور اس کے کھلے میدانوں (میں رہائش) اختیار کرنا کہ اِس شہر میں دھنسنا اور سنگساری اور زلزلہ پیش آئے گا۔ اور اس میں ایک گروہ ہوگا کہ شب کو (اچھے خاصے آدمیوں کی صورت میں) سوئیں گے اور صبح کو بندر اور سور کی شکلوں میں اٹھیں گے (د)۔ ف اُمّت محمدیہ میں خسف و مسخ وغیرہ کا عذاب قدریہ فرقہ کے لئے ہے جو تقدیر کے منکر ہوں گے اس حدیث میں اشارہ ہے کہ وہاں کسی زمانہ میں اس فرقہ کا زور ہوگا اور اشارہ ہے کہ بد دین و مغضوب لوگوں کے مساکن اور بستیوں سے بھی بچنا چاہیئے۔ (مالکؒ)[33] حضرت عمرؓ نے عراق کی جانب تشریف لیجانے کا ارادہ فرمایا تو کعب احبار نے کہا کہ اے امیر المومنین وہاں نہ جایئے کہ اس کے دس حصوں میں نو حصے سحر سے یا (فرمایا کہ) شر (سے پُر) ہیں۔ اور وہاں شریر جنّات (بستے ہیں جو انسان کو ستاتے ہیں۔) اور وہاں ایک مرض

ان الناس نزلوا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحجر ارض ثمود فاستقوا من ابارها وعجنوا بها العجین فامرهم ان یریقوا ما استقوا ویعلفوا الابل العجین وامرهم ان یستقوا من البیر التی کانت تردها الناقۃ ۔ للشیخین۔

کتاب القصص

(صہیب) رفعہ: کان ملک فیمن کان قبلکم وکان لہ ساحر فلما کبر قال للملک قد کبرت فابعث الیَّ غلاما اعلمہ السحر فبعث الیہ غلاما یعلمہ وکان فی طریقہ اذا اسلک راہب فقعد الیہ وسمع کلامہ فکان اذا اتی الساحر مر بالراہب وقعد الیہ فاذا اتی الساحر ضربہ فشکی ذلک الی الراہب فقال اذا خشیت الساحر فقل حبسنی اہلی واذا خشیت اہلک فقل حبسنی الساحر فبینما ہو کذلک اذا اتی علے دابۃ عظیمۃ قد حبست الناس فقال الیوم اعلم الساحر افضل ام الراہب؟ فاخذ حجرا فقال اللّٰہم ان کان امر الراہب احب الیک من امر الساحر فاقتل ہذہ الدابۃ حتی یمضی الناس فرماہا فقتلہا ومضی الناس فاتی الراہب فاخبرہ فقال لہ الراہب ای بنی انت الیوم افضل منی وقد بلغ من امرک ما اری وانک ستبتلی فان ابتلیت فلا تدل علیَّ وکان

لاعلاج ہے۔ مالک فرماتے ہیں کہ مرضِ لاعلاج سے مُراد دین کی تباہی ہے (کہ وہاں دین محفوظ نہیں رہتا)

(ابن عمر) جب (تبوک کے سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حجر مقام پر ہوا (جہاں قوم ثمود کے مکانات تھے اور عذاب سے ہلاک ہوئے تھے تو) آپ نے فرمایا کہ جنہوں نے (کفر کر کے) اپنے نفسوں پر ظلم کیا یہ ان کے محلِ سکونت ہیں اس اندیشہ سے کہ مبادا تم کو بھی وہ (عذاب) آلاحق ہو جو اُن پر آیا تھا ان پر داخل نہ ہو مگر روتے ہوئے (کہ مقام عبرت سے سبق نہ لینا سنگدلی اور سبب استحقاق عذاب ہے) اس کے بعد آپ نے سر جھکا لیا (اور طیلسان کی طرح اس پر کپڑا ڈال لیا) اور رفتار کو تیز کر دیا حتی کہ (جلدی سے) اس جنگل کو عبور کر گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثمود کی زمین حجر میں پڑاؤ ڈالا اور اس کے کنوؤں سے پانی کھینچکر (روٹی پکانے کے لئے) آٹے گوندھے تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ جو پانی نکالا ہے اس کو پھینک دیں اور وہ آٹے (جو اس پانی سے گوندھے ہیں) اونٹوں کو کھلا دیں اور حکم دیا کہ اس کنوئیں سے پانی لیں جس پر (حضرت صالح پیغمبر کی) اونٹنی پانی پینے آیا کرتی تھی۔ (ق)

(گذشتہ اُمتوں کے) قصے

(صہیب) رفع۔ تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا (خدا ہونے کا دعویٰ کرتا تھا) اور اس کا (ایک مصاحب) جادوگر تھا۔ جب وہ ساحر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو گیا (اور موت کا وقت قریب آ لگا) لہذا میرے پاس کوئی سمجھدار لڑکا بھیجو کہ اُسے سحر سکھا جاؤں (اور یہ فن ضائع وختم نہ ہو جائے) چنانچہ اس نے ایک لڑکا اس کے پاس بھیجدیا کہ اسے تعلیم دے۔ اور اس کے راستہ میں جس پر چلتا تھا ایک درویش پڑتا تھا پس یہ لڑکا اس کے پاس بیٹھا اور اس کی باتیں سُنیں (جو اس کے دل کو لگیں اور اب اس کا معمول ہو گیا کہ) جب ساحر کے پاس جاتا تو درویش کے پاس ہو کر جاتا اور اس کے پاس بیٹھتا پھر جب ساحر کے پاس آتا تو (دیر ہو جانے کی وجہ سے) وہ اس کو مارتا۔ لڑکے نے اس کی شکایت درویش سے کی۔ راہب نے کہا جب تجکو اندیشہ ہوا کرے ساحر کے مارنے کا تو کہدیا کر کہ (تا خیر کی وجہ یہ ہے کہ) مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب خوف ہو گھر والوں کا کہ (واپسی میں میرے پاس بیٹھنے

جشو پر صفات

الغلام يبرئ الاكمه والابرص ويداوی الناس من سائر الادواء فسمع جليس للملك كان قد عمی به فاتاه بهدايا كثيرة فقال ما ههنا لك اجمع ان انت شفيتنی قال انی لا اشفی احدًا انما يشفی الله تعالی فان انت امنت بالله دعوت الله فشفاك فآمن بالله فشفاه الله تعالی فاتی الملك فجلس اليه كما كان يجلس فقال له الملك من رد عليك بصرك؟ قال ربی قال ولك رب غيری؟ قال ربی وربك الله فاخذه فلم يزل يعذبه حتی دل علی الغلام فجئ بالغلام فقال له الملك ای بنی قد بلغ من سحرك ما تبرئ الاكمه والابرص وتفعل وتفعل فقال انی لا اشفی احدًا انما يشفی الله تعالی فاخذه فلم يزل يعذبه حتی دل علی الراهب فجئ بالراهب فقيل ارجع عن دينك فابی فدعا بالمنشار فوضع المنشار فی مفرق رأسه فشقه حتی وقع شقاه ثم جئ بالغلام فقيل له ارجع عن دينك فابی فدفعه الی نفر من اصحابه فقال اذهبوا به الی جبل كذا وكذا فاصعدوا به الجبل فاذا بلغتم ذروته فان رجع عن دينه والا فاطرحوه فذهبوا به فصعدوا به الجبل فقال اللهم اكفنيهم بما شئت فرجف بهم الجبل فسقطوا وجاء يمشی الی الملك فقال له الملك ما فعل اصحابك؟ فقال كفانيهم الله تعالی فدفعه الی نفر من اصحابه فقال اذهبوا فاحملوه فی قرقور وتوسطوا به البحر فان رجع عن دينه

کی وجہ سے وہ دیر ہو جانے پر ماریں گے) تو کہہ دیا کر کہ مجھے ساحر نے روک لیا تھا (چنانچہ اس نے اس پر عمل کیا اور دو طرفہ مار سے محفوظ رہا) اسی اثنا میں ایک بڑا جانور (یعنی شیر راستہ میں آ بیٹھا) جس نے لوگوں کو راستہ چلنے سے) روک دیا۔ اس لڑکے نے (دل میں) کہا آج معلوم کروں گا کہ ساحر افضل ہے یا درویش۔ پس اس نے ایک پتھر اُٹھایا اور یہ کہکر کہ بار الہٰا اگر درویش کا حال تجھے ساحر کے حال سے زیادہ پیارا ہے تو اس جانور کو قتل کر کہ لوگ راستہ چلیں۔ اس کے پھینک مارا چنانچہ (وہ اس کے لگا اور) اس کو مار ڈالا۔ اور لوگ مطمئن ہوکر) راستہ چلنے لگے۔ پس اس نے درویش کے پاس آکر واقعہ سُنایا۔ درویش نے اس سے کہا کہ بیٹا اب تو مجھ سے بھی افضل ہو گیا اور تیری حالت اس درجہ پر پہونچ گئی جو میں دیکھ رہا ہوں (کہ مقبول الدعا بن گیا۔ اور تجھے عنقریب ابتلا پیش آئے گا۔ پس اگر ابتلا پیش آئے تو میری مخبری نہ کیجو۔ اور یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو (بنام خدا ہاتھ لگاکر) اچھا کر دیا کرتا اور لوگوں کے تمامی امراض کی دوا دیا کرتا تھا (جس سے بفضل خدا شفا ہوتی تھی) پس پادشاہ کے ایک مصاحب نے جو کہ اندھا ہو گیا اس کا (کمال) سُنا اور بہت کچھ تحائف لے کر اس کے پاس آیا۔ پس کہا کہ یہ سب کچھ تیرا ہے اگر تو مجھے تندرست کر دے لڑکے نے کہا میں تو کسی کو بھی تندرست نہیں کر سکتا تندرست تو بس اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ ہاں اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں کہ تمہیں شفا بخشے۔ پس وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ تعالےٰ نے اسے تندرست کر دیا۔ پس وہ (بینا ہوکر) پادشاہ کے پاس آ بیٹھا جیسا کہ بیٹھا کرتا تھا۔ پادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تیری بینائی کس نے لوٹا دی۔ اس نے کہا میرے رب نے۔ کہا کیا میرے سوا تیرا اور کوئی رب ہے؟ کہا میرا اور آپ کا (دونوں کا رب) اللہ ہے۔ پس پادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو (طرح طرح کی) سزا دیتا رہا حتی کہ اس نے لڑکے کا نام لے لیا۔ (کہ مجھے یہ تعلیم اس نے دی ہے) چنانچہ لڑکا لایا گیا۔ پس اس سے پادشاہ نے کہا فرزندمن تمہارا سحر اس کمال کو پہونچ گیا کہ تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست اور ایسے اور ایسے (حیرت بخش تصرفات) کرتے ہو۔ اس نے کہا میں تو کسی کو بھی تندرست نہیں کر سکتا۔

والاذا قذفوه فذهبوا به فقال اللهم اكفنيهم بما شئت فانكفأت بهم السفينة فغرقوا وجاء يمشي الى الملك فقال له الملك ما فعل اصحابك؟ قال كفانيهم الله تعالى فقال للملك انك لست بقاتلي حتى تفعل ما آمرك به قال ما هو؟ قال تجمع الناس في صعيد واحد و تصلبني على جذع ثم خذ سهمًا من كنانتي ثم ضع السهم في كبد القوس ثم قل بسم الله رب الغلام ثم ارم به فانك اذا فعلت ذلك قتلتني فجمع الناس في صعيد احد وصلبه على جذع واخذ سهمًا من كنانته ثم وضع السهم في كبد القوس ثم قال بسم الله رب الغلام ثم رماه فوقع السهم في صدغه فوضع يده في صدغه موضع السهم فمات فقال الناس امنا برب الغلام امنا برب الغلام فاتى الملك فقيل له ارأيت ما كنت تحذر قد والله نزل بك حذرك قد امن الناس فامر بالاخدود بافواه السكك فخدّت واضرم فيها النيران وقال من لم يرجع عن دينه فاقحموه فيها او قيل له اقتحم ففعلوا حتى جاءت امرأة ومعها صبي لها فتقاعست ان تقع فيها فقال لها الغلام يا امه اصبري فانك على الحق ۔ لمسلم والترمذي: كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا صلى العصر همس والهمس في بعض قولهم تحرك شفتيه كانه يتكلم فقيل له انك اذا صليت العصر همست ۔ قال ان نبيًا من الانبياء اعجب بامته قال من

تندرست تو صرف اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ پس بادشاہ نے اس کو پکڑا اور (طرح طرح کے) عذاب دیتا رہا حتیٰ کہ اس نے درویش کا پتہ بتا دیا۔ (کہ یہ توحید کی تعلیم اس کی دی ہوئی ہے) چنانچہ درویش لایا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین (اسلام) سے رجوع کر۔ درویش نے انکار کیا۔ پس آرہ منگا کر اس کے بیچ سر پر رکھا اور اس کو چیر دیا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا اس کے بعد لڑکے کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے رجوع کر۔ اس نے انکار کیا پس اس کو اپنے چند لوگوں کے حوالہ کر کے بادشاہ نے کہا کہ اسے فلاں پہاڑ پر لیجا کر اوپر چڑھاؤ اور جب چوٹی پر پہونچ جاؤ تو پھر (اس کو سمجھاؤ) اگر یہ اپنے دین سے رجوع کر لے (تو بہتر) ورنہ اس کو (دھکا دیکر نیچے) پھینکدو۔ چنانچہ وہ اس کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھایا اس نے دعا مانگی کہ الٰہی جس طریق سے بھی تو مناسب سمجھے میرے بدلہ ان کو پکڑ۔ پس پہاڑ کو زلزلہ آیا اور وہ سب نیچے گر گئے اور یہ چل کر بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے پوچھا تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا۔ بولا اللہ نے میرے بدلہ انہیں پکڑ لیا۔ پس بادشاہ نے اس کو اپنے (دوسرے) لوگوں کے حوالہ کیا اور کہا جاؤ اور اس کو کشتی میں سوار کر کے بیچ سمندر میں لے جاؤ۔ پس اگر یہ اپنے دین سے رجوع کرے تو بہتر ورنہ اس کو (سمندر میں) پھینکدو چنانچہ وہ اسے لے گئے۔ تب لڑکے نے کہا الٰہی جس طریق بھی تو مناسب سمجھے میرے بدلہ ان کو پکڑ۔ چنانچہ اس کو لے کر کشتی ڈگمگائی اور وہ سب ڈوب گئے اور یہ (وہاں سے) چل کر بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے کہا تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا۔ کہا اللہ نے میرے بدلہ ان کو پکڑ لیا۔ (اس کے بعد) اس نے بادشاہ سے کہا کہ آپ مجھے نہیں مار سکتے جب تک کہ وہ نہ کریں جو میں آپ کو بتاؤں۔ بولا وہ کیا؟ کہا لوگوں کو کھلے میدان میں جمع کرو اور مجھے سولی پر چڑھاؤ اور اس کے بعد میرے ہی ترکش سے ایک تیر نکالو اور پھر اس تیر کو کمان میں چڑھا اور پھر کہو اللہ کے نام سے جو کہ اس لڑکے کا رب ہے (تیر مارتا ہوں) اور اس کے بعد (میرے) وہ تیر مارو۔ جب ایسا کرو گے تو بیشک مجھے مار سکو گے۔ چنانچہ اس نے مخلوق کو کھلے میدان میں جمع کیا اور لڑکے کو سولی پر چڑھایا اور اس کے ترکش سے ایک تیر لیا۔ اور پھر تیر کو وسط کمان میں چڑھایا۔

يقوم لهؤلاء؟ فاوحى الله اليه ان خيرهم بين ان انتقم منهم وبين ان اسلط عليهم عدوهم فاختاروا النقمة فسلط عليهم الموت فمات في يوم سبعون الفا وكان اذا حدث بهذا الحديث حدث بهذا الحديث الأخر كان ملك من الملوك وكان له كاهن فقال انظروا الى غلاما فهما اعلمه علمي هذا فاني اخاف ان اموت بنحوه ؛ وفيه : يقول الله تعالى قتل اصحاب الاخدود الى العزيز الحميد قال فاما الغلام فانه دفن ويذكر انه خرج في زمن عمر بن الخطاب واصبعه على صدغه كما وضعها حين قتل ؛ (ابو هريرة) رفعه : لم يتكلم في المهد الا ثلاثة عيسى بن مريم وصاحب جريج وكان جريج رجلا عابدا فاتخذ صومعة فكان فيها فاتته امه وهو يصلي

اس کے بعد کہا اللہ کے نام سے جو کہ رب ہے لڑکے کا (تیر مارتا ہوں) پھر اس کے تیر مارا۔ پس وہ اس کی کنپٹی پر پڑا اور اس نے اپنی کنپٹی پر جہاں تیر پڑا تھا ہاتھ رکھا اور (انتقال کر گیا۔ لوگ (اس کی یہ کرامت اور شہادت اور تاثیر نام خدا دیکھ) بول اُٹھے کہ ہم ایمان لائے لڑکے کے رب پر۔ ہم ایمان لائے لڑکے کے رب پر بادشاہ سے لوگوں نے اطلاع کی کہ دیکھئے جس بات کا آپ کو اندیشہ تھا (کہ لڑکا آپ کی رعایا کو مسلمان نہ بنالے) وہ ڈر آپ کے سامنے آکر رہا کہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ پس اس نے راستوں کے دہانوں پر گہری خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کھودی گئیں۔ پھر اُن میں آگ مشتعل کی گئی اور کہا کہ جو اپنے دین سے رجوع کرے اس کو اس میں جھونک دو یا اس سے کہا جائے کہ اس میں گھس جا۔ چنانچہ (نومسلم) لوگوں نے ایسا کیا کہ آگ میں جا پڑے مگر دین اسلام سے نہ پھرے) یہاں تک نوبت پہونچی کہ ایک عورت (نومسلمہ) آئی جس کے پاس بچہ تھا اور وہ (بادری شفقت کے سبب) آگ میں جا گرنے سے جھجکی۔ تو بچہ نے (جس کو بحکم خدا گویائی عطا ہوئی تھی) کہا کہ اماں صابر بنو کہ بیشک تم حق پر ہو۔ (س) اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عصر کی نماز پڑھ چکتے تو آپ کے ہونٹ حرکت کرتے گویا کسی سے باتیں کر رہے ہیں۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ جب آپ نماز عصر سے فارغ ہوتے ہیں تو ہونٹوں کو حرکت دیتے ہیں (پس کس سے باتیں کیا کرتے ہیں) فرمایا ایک نبی کو عجب (اور ناز) ہوا۔ اپنی اُمت (کی کثرت) پر کہا ان کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ پس حق تعالیٰ نے (ناز توڑنے اور اُمت کو کم کرنے کے لئے) ان پر وحی نازل فرمائی کہ ان کو اختیار دو کہ یا میں ان کو (آسمانی) سزا دوں یا ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دوں (کہ وہ قتل عام کرے) چنانچہ انہوں نے (آسمانی) سزا کو منتخب کیا۔ پس موت ان پر مسلط ہوئی اور ایک دن میں ستر ہزار مر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ قصہ بیان فرمایا کرتے تو یہ دوسرا قصہ بھی بیان فرمایا کرتے کہ ایک بادشاہ تھا اور اس کے خواص میں ایک کاہن تھا۔ اس نے کہا ایک سمجھدار بچہ تلاش کر کے میرے پاس بھیجو کہ میں اپنا یہ علم (تسخیر شیاطین کا کہ کہانت اور سحر دونوں کو شامل ہے) اسے سکھا دوں۔ کہ مجھے اندیشہ ہے میں مر جاؤں گا (اور پھر اس علم کا ماہر کوئی نہ رہے گا) الخ۔ اور اس میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ (قرآن میں) فرماتا ہے قتل اصحاب الاخدود تا العزیز الحمید (کہ جلتی آگ کی خندق والے (کفار) ہلاک ہوں جبکہ وہ ان کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے (اس کا تماشہ) دیکھ رہے تھے اور ان کو یہ عداوت ان کے ساتھ صرف اس وجہ سے تھی کہ وہ اللہ بزرگ و ستودہ پر ایمان لاتے تھے۔ نیز فرمایا کہ ہاں وہ لڑکا (تیر کھا کر وصال فرمانے والا) دفن کر دیا گیا۔ اور

فقالت یا جریج فقال یا رب امی وصلاتی فاقبل علی صلاتہ فانصرفت فلما کان من الغد اتتہ وھو یصلی فقالت یا جریج فقال ای رب امی وصلاتی فاقبل علی صلاتہ فقالت اللھم لا تمتہ حتی ینظر الی وجوہ المومسات[1] فتذاکر بنو اسرائیل جریجا وعبادتہ وکانت امرأۃ بغی یتمثل بحسنھا فقالت ان شئتم لافتننہ لکم فتعرضت لہ فلم یلتفت الیھا فاتت راعیا کان یأوی الی صومعتہ فامکنتہ من نفسھا فوقع علیھا فحملت فلما ولدت قالت ھو من جریج فاتوہ فاستنزلوہ وھدموا صومعتہ وجعلوا یضربونہ فقال ما شأنکم؟ فقالوا زنیت بھذہ البغی فولدت منک فقال این الصبی؟ فجاءوا بہ فقال دعونی حتی اصلی فصلی فلما انصرف اتی الصبی وطعن فی بطنہ وقال یا غلام من ابوک؟ قال فلان الراعی فاقبلوا علی جریج یقبلونہ ویتمسحون بہ وقالوا نبنی صومعتک من ذھب قال لا اعیدوھا من طین کما کانت وبینا صبی یرضع من امہ فمر رجل راکب علی دابۃ فارھۃ[2] وشارۃ[3] حسنۃ فقالت امہ اللھم اجعل ابنی مثل ھذا فترک الثدی واقبل الیہ فنظر الیہ فقال اللھم لا تجعلنی مثلہ ثم اقبل علی ثدیہ فجعل یرضع قال فکأنی انظر الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھو یحکی ارتضاعہ باصبعہ السبابۃ فی فیہ فجعل یمصھا قال ومر بجاریۃ وھم یضربونھا ویقولون زنیت سرقت وھی تقول

مذکور ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ (خلافت) میں (کسی زمین کے کھودنے پر) اس لڑکے کی نعش برآمد ہوئی کہ اس کی انگلی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جیسا کہ قتل ہوتے وقت اس نے اس کو رکھا تھا (ابوہریرہؓ) رفع: گہوارہ (اور بچپن) میں صرف تین نے کلام کیا ہے عیسیٰ بن مریم نے اور جریجؒ (والے بچہ) نے کہ جریج ایک عابد شخص تھا جس نے خلوت خانہ بنا لیا اور اس میں رہا کرتا تھا۔ (ایک دفعہ) اس کی ماں آئی (درانحالیکہ) وہ نماز پڑھ رہا تھا اور پکاری اے جریج۔ جریج نے (متفکر ہو کر دل میں) کہا کہ اے رب (ادھر) میری ماں (بلاتی ہے اور ادھر) میری نماز (تیرے سوا کسی طرف توجہ کی اجازت نہیں دیتی) آخر کار وہ اپنی نماز ہی پر متوجہ رہا پس وہ چلی گئی۔ اور جب اگلا دن ہوا تو پھر آئی اور (اتفاق سے اس وقت بھی) وہ نماز پڑھ رہا تھا پس اس نے آواز دی اے جریج۔ اس نے کہا اے رب (کیا کروں ادھر) میری ماں اور (ادھر) میری نماز چنانچہ وہ نماز ہی پر متوجہ رہا۔ پس اس نے (بد دعا دی اور) کہا الٰہی اس کو موت نہ دیجیو جب تک کہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھے (الحاصل بنی اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کا چرچا پھیلا۔ ایک عورت بدکار تھی جس کا حسن ضرب المثل تھا۔ وہ بولی (کہ کیسا زاہد اور کیسی عبادت) تم کہو کہ اسے فتنہ میں ڈالوں چنانچہ وہ اس کے سامنے آئی (اور گرویدہ بنانے کی بہتری چالیں چلی) مگر جریج نے اس کی طرف التفات بھی نہ کیا۔ پس (اپنی شرمندگی مٹانے کے لئے) وہ اس چرواہے کے پاس پہونچی جو اس کے خلوت خانہ کا سہارا لیا کرتا تھا اور اس کو اپنے نفس پر قدرت دی کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا پس حمل قرار پایا اور جب بچہ پیدا ہوا تو بولی کہ یہ جریج کا ہے۔ پس لوگ (بدعقیدہ اور غصہ ہو کر) جریج کے پاس آئے اور اس کو باہر نکال اس کے خلوت خانہ کو منہدم کر دیا اور اس کو مارنے لگے۔ جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ پس لوگ بچہ کو لے کر آئے تو جریج نے کہا مجھے چھوڑو کہ میں نماز پڑھ آؤں۔ چنانچہ نماز پڑھی اور جب سلام پھیر لیا تو بچہ کے پاس آ کر اس کے پیٹ میں انگلی ماری اور کہا اے بچہ تیرا باپ کون ہے؟ وہ بولا کہ فلاں چرواہا۔ پس (یہ کرامت دیکھ کر اور بچہ کی شہادت سنکر) وہ جریج کی

[1] المومسۃ الفاجرۃ وتجمع علی میامس ایضا وموامس واصحاب الحدیث یقولون میامس ولا یصح الا علی اشباع الکسرۃ لیصیر یاء۔ نہایہ [2] فارھۃ النشیطۃ ۱۲ [3] شارۃ ھی ھیئۃ ۱۲

حسبی اللہ ونعم الوکیل فقالت امہ اللھم لا تجعل ابنی مثلھا فترک الرضاع ونظر الیھا فقال اللھم اجعلنی مثلھا فھنا تراجعا الحدیث فقالت حلقا[1] مر رجل حسن الھیئۃ فقلتُ اللّٰھُمَّ اجعل ابنی مثلہ فقلت اللھم لا تجعلنی مثلہ ومر بعدہ الامۃ وھم یضربونھا ویقولون زنیتِ سرقتِ فقلتُ اللھم لا تجعل ابنی مثلھا فقلتَ اللّٰھم اجعلنی مثلھا فقال ان ذلک الرجل کان جبارًا فقلتُ اللھم لا تجعلنی مثلہ وان ھذہ یقولون زنیتِ ولم تزنِ وسرقتِ ولم تسرق فقلتَ اللھم اجعلنی مثلھا؛ للشیخین. (ابن عمر) رفعہ: انطلق ثلاثۃ نفر ممن کان قبلکم حتی اواھم المبیت الی غار فدخلوہ فانحدرت صخرۃ من الجبل فسدّت علیھم الغار فقال انہ لا ینجیکم من ھذہ الصخرۃ الا ان تدعوا اللہ بصالح اعمالکم فقال رجل منھم اللھم کان لی ابوان شیخان کبیران وکنت لا اغبق[2] قبلھما اھلا ولا مالا فنأی بی طلب شجر یوما فلم ارح علیھما حتی ناما فحلبت لھما غبوقھما فوجدتھما نائمین فکرھت ان اغبق قبلھما اھلا او مالا فلبثت والقدح علی یدی انتظر استیقاظھما حتی برق الفجر؛ زاد بعض الرواۃ: والصبیۃ یتضاغون عند قدمی فاستیقظا فشربا غبوقھما اللّٰھم ان کنتُ فعلتُ ذلک

طرف جھک کر بوسہ دیتا اور (تبرک سمجھ کر) اس کے بدن کو ہاتھ لگاتے تھے اور کہا کہ ہم آپ کا خلوت خانہ سونے کا تعمیر کریں گے۔ جریج نے کہا نہیں بلکہ مٹی ہی کا بنا دو جیسا کہ تھا۔ اور ایک بچہ[3] اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا کہ ایک شخص (ادھر کو ہو کر) گذرا جو سبک رفتار چوپایہ پر سوار اور اچھی وضع میں تھا۔ بچہ کی ماں نے کہا الٰہی میرے بچہ کو بھی ایسا ہی بنائیو۔ پس بچہ نے پستان چھوڑ کر سوار کی طرف رُخ کیا اور کہا الٰہی مجھے اس جیسا نہ بنائیو۔ اس کے بعد پھر پستان پر جُھکا اور دودھ پینے لگا۔ (راوی کہتا ہے) گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ انگشت شہادت اپنے منہ میں لے کر اس کو چوستے اور بچہ کے دودھ پینے کی نقل اتارتے تھے۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ (تھوڑی دیر بعد) ایک باندی (اِدھر کو) گذری جسے لوگ مار رہے اور کہہ رہے تھے تو بدچلن ہے تو چوٹٹی ہے۔ اور وہ کہہ رہی تھی اللہ مجھے کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔ پس بچہ کی ماں نے کہا الٰہی میرے بچہ کو اس جیسا نہ بنائیو۔ پس بچہ نے دودھ پینا چھوڑ کر باندی کی طرف دیکھا اور کہا الٰہی مجھے اس جیسا بنائیو۔ پس اس وقت دونوں (ماں بیٹوں) میں گفتگو ہونے لگی کہ ماں نے کہا سر مونڈے اچھی حالت والا مرد گذرا اور میں نے کہا کہ الٰہی میرے بچہ کو اس جیسا بنائیو۔ تو تو نے کہا الٰہی مجھے اس جیسا نہ بنائیو۔ اور یہ باندی گذری کہ لوگ اس کو مارتے اور کہتے ہیں تو بدکار ہے اور چوٹٹی ہے، تو میں نے کہا الٰہی میرے بچہ کو اس جیسا نہ بنائیو اور تو نے کہا الٰہی مجھے اس جیسا بنائیو۔ تب بچہ (کو حق تعالیٰ نے گویائی بخشی اور اُس نے) کہا یہ مرد ظالم (اور سنگدل) تھا لہٰذا میں نے کہا الٰہی مجھے اس جیسا نہ بنائیو (کہ آخرت برباد کر کے دُنیا کی چند روزہ سج دھج پر ریجھنا حماقت ہے) اور یہ باندی (مظلومہ) ہے کہ لوگ کہتے ہیں تو بدچلن ہے حالانکہ اس نے کبھی زنا نہیں کیا۔ اور کہتے ہیں تو چوٹٹی ہے حالانکہ اس نے کبھی چوری نہیں کی لہٰذا میں نے کہا کہ الٰہی مجھے اس جیسا بنائیو۔ (کیونکہ وہ دنیوی ذلت وبہتان جس کا انجام خوشنودیٔ خدا ہو ایک قسم کی نعمت ہے)۔ ق (ابن عمر) رفع۔ تین[4] شخص گذشتہ لوگوں میں (مسافر بن کر) چلے حتیٰ کہ شب گذاری کے لئے ایک غار پر پہونچے اور اس کے اندر گھس گئے۔ پس پہاڑ سے ایک پتھر گرا اور اس نے ان پر غار (کا منہ) بند کر لیا کہ نکلنے کو راستہ نہ رہا)

---

[1] حلقا ای حلق شعر راسہ [illegible] ۱۲ [2] الغبوق ما یشرب بالعشی وغبقہ سقاہ ذلک ۱۲ قاموس

ابتغاء وجهك ففرج عنا ما نحن فيه من هذه الصخرة فانفرجت شيئا لا يستطيعون الخروج قال النبي صلى الله عليه وسلم قال الآخر اللهم كانت لی ابنة عم كانت احب الناس الی فاردتها على نفسها وامتنعت منی حتی الممت بها سنة من السنين فجاءتنی فاعطيتها عشرين ومائة دينار على ان تخلی بينی وبين نفسها ففعلت حتی اذا قدرت عليها قالت لا يحل لك ان تفض الخاتم الا بحقه فتحرجت عن الوقوع عليها فانصرفت عنها وهی احب الناس الیّ وتركت الذهب الذی اعطيتها اللهم ان كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا ما نحن فيه فانفرجت الصخرة غير انهم لا يستطيعون الخروج منها قال النبی صلى الله عليه وسلم وقال الثالث اللهم استأجرت اجراء واعطيتهم اجرهم غير رجل واحد ترك الذی له وذهب فثمرت اجره حتی كثرت منه الاموال فجاءنی بعد حين فقال يا عبد الله ادّ الیّ اجری فقلت كل ما تری من اجرك من البقر والغنم والرقيق فقال يا عبد الله لا تستهزئ بی فقلت انی لا استهزئ بك فاخذه كله فاستاقه فلم يترك منه شيئا اللهم ان كنت فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج عنا ما نحن فيه فانفرجت الصخرة فخرجوا يمشون ٭ للشيخين وابی داود (وعنه) رفعه؛ كان فيمن كان قبلكم رجل اسمه الكفل وكان لا ينزع

ایک نے کہا دوستو! تم کو اس پتھر سے کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی بجز اس کے کہ اپنے کسی نیک عمل (کا توسل پکڑ کر) اللہ سے دُعا کرو۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا الہٰی میرے ماں باپ بوڑھے ضعیف تھے اور میں شام کو دودھ (جو دوہ کر لایا کرتا تھا) ان سے پہلے نہ بچّوں کو پلاتا تھا نہ خادموں کو۔ ایک دن (بکریاں چرانے کے لئے) چارہ کی تلاش میں مجھے دیر ہوگئی اور میں (بکریاں لے کر) ان کے پاس نہ پہونچ سکا حتّٰی کہ وہ سو گئے۔ پس میں نے ان کے لئے دودھ دوہا (اور پلانے کے لئے لایا) تو ان کو سوتا ہوا پایا۔ پس مجھے گوارا نہوا کہ ان سے پہلے بچوں یا خادموں کو پلاؤں۔ چنانچہ پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے اُن کے جاگنے کا منتظر (تمام رات) کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور بعض روایتوں میں یہ بیان کیا کہ بچّے میرے پاؤں کے پاس کھڑے (بھوک کے سبب دودھ کی طلب میں) شور مچاتے رہے۔ پس (صبح ہونے پر) ان کی آنکھ کھلی اور انہوں نے اپنے حصّہ کا دودھ پیا۔ بارِ خدایا اگر یہ میں نے تیری طلب رضا کے لئے کیا تھا تو اس پتھر کی وہ (مُصیبت) ہم سے دور کر دے جس میں ہم مُبتلا ہیں۔ چنانچہ (تہائی پتھر ہٹ گیا اور) اتنا حصّہ کُھل گیا کہ (اب بھی) نکل نہ سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر دوسرے نے کہا بارالہٰا میری ایک چچازاد بہن تھی جو مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیاری تھی۔ پس میں نے اس سے اس کی خواستگاری کی مگر وہ نہ مانی حتی کہ (اسی طلب اور انکار میں) سال بھر گذر گیا۔ پھر وہ ایک مرتبہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دیئے اس شرط پر کہ اپنے ساتھ مجھے خلوت کا موقع دے۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا حتی کہ جب میں اس پر قدرت پا چکا (اور زنا کے لئے تیار ہوا) تو اس نے کہا تجھے حلال نہیں کہ مُہرِ (بکارت) کو بلا استحقاق (اور بغیر نکاح کئے) توڑے۔ پس میں اس کی مباشرت سے جھجک گیا اور علیحدہ ہوگیا حالانکہ اس کے ساتھ مجھے سب سے زیادہ محبت تھی۔ بارِ الہٰا اگر یہ میں نے تیری رضاجوئی کی خاطر کیا تھا تو ہم سے پتھر کی وہ (مصیبت) کھول دے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ چنانچہ پتھر کا (دوسرا تہائی) کھل گیا۔ مگر اب بھی اس سے نکل نہ سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیسرے نے کہا الہٰی میں نے چند مزدور کام پر لگائے

عن شئ فاتی امرأة علم بها حاجة فاعطاها كثيرًا فلما ارادها على نفسها ارتعدت وبكت فقال وما يبكيك
قالت لان هذا عمل ما عملته قط وما حملنى عليه الا الحاجة قال تفعلين انت هذا من مخافة الله فانا
احرى اذهبى فلك ما اعطيتك ووالله لا اعصيه بعدها ابدًا فمات من ليلته فاصبح مكتوب على بابه ان
الله قد غفر للكفل فعجب الناس من ذلك حتى اوحى الله الى نبى زمانهم بشأنه : لرزين وللترمذى غير
هذا اللفظ (الحارث بن يزيد البكرى رجل من ربيعة) قال قدمت المدينة فدخلت على النبى صلى الله عليه
وسلم والمسجد غاص باهله واذا رايات سود تخفق واذا بلال متقلد السيف بين يدى النبى صلى الله عليه
وسلم فقلت ما شأن الناس؟ قالوا رسول الله صلى الله عليه وسلم يريد ان يبعث عمرو بن العاص نحو ربيعة
فقلت اعوذ بالله ان اكون مثل وافد عاد فقال صلى الله عليه وسلم وما وافد عاد؟ فقلت على الخبير سقطت
ان عادا لما اقحطت بعثت قيلا يستقى لها فنزل على بكر بن معاوية فسقاه الخمر وغنته الجرادتان ثم خرج
يريد جبال مهرة فقال اللهم انى لم آتك لمرض فاداويه ولا لاسير فافاديه فاسق عبدك ما كنت مسقيه
واسق معه بكر بن معاوية يشكر له الخمر الذى سقاه فرفع له ثلاث سحائب حمراء وبيضاء وسوداء

تھے۔ اور سب کو ان کی مزدوری دیدی بجز ایک شخص کے کہ وہ اپنا حق چھوڑ کر چلا گیا۔ پس میں نے اسکی
مزدوری کو (زراعت وتجارت میں لگاکر) اتنی ترقی دی کہ اس سے بہت کچھ اموال جمع ہو گئے۔ تب ایک
مدت کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ اے بندۂ خدا میری مزدوری مجھے دیدے۔ میں نے کہا جو
کچھ تجھے نظر آرہا ہے اونٹ گائے بکریاں اور غلام سب تیری مزدوری ہی کے ہیں۔ کہنے لگا کہ بندۂ خدا
مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا کہ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا (بلکہ درحقیقت یہ سب اسی کا نفع ہے
اور سب تیرا ہی ہے) تب وہ سب کو ہنکا کر لے گیا اور کچھ بھی نہ چھوڑا۔ یا رب الٰہا اگر یہ میں نے تیری طلب
خوشنودی کے لئے کیا تھا تو ہم سے اس پتھر کی وہ (مصیبت) ہٹا دے جس میں ہم پڑے ہیں۔ چنانچہ پتھر ہٹ
گیا اور وہ نکل کر چل دیئے۔ (ق د) ف والدین کے ساتھ حسن سلوک اور غلبۂ شہوت پر خوف خدا کو
غالب کرکے نفس کا مارنا اور حب مال سے نجات پاکر ادائے حقوق کا اہتمام اگر اخلاص کے ساتھ ہوں
تو دنیوی مصائب سے بھی رہائی کا وسیلہ بنتے ہیں (ایضاً) فع. تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا
جس کا نام کفل تھا اور وہ کسی گناہ سے بھی دریغ نہ کرتا تھا۔ پس وہ ایک عورت کے پاس آیا جس کا
ضرورت مند ہونا اسے معلوم تھا اور اس کو بہت کچھ دیا۔ جب اس سے ہم صحبت ہونے کا قصد کیا
تو وہ لرزنے اور رونے لگی۔ پوچھا رونے کا کیا سبب ہے۔ تو بولی کہ یہ (فحش) کام میں نے کبھی نہیں
کیا اور اس کی محرک میری ضرورت (اور تنگدستی) بنی۔ بولا تو (عورت ہوکر) اللہ کے ڈر سے ایسا
کرتی (اور زنا سے کانپتی ہے) تو میں (مرد ہوکر) اس کے زیادہ شایاں ہوں (کہ اللہ سے ڈروں) جا
جو کچھ میں تجھے دے چکا وہ تیرا ہو گیا اور اللہ کی قسم (اب آئندہ) میں اس کی معصیت کبھی نہ کروں گا
چنانچہ اسی رات اس کا انتقال ہو چکا۔ پس صبح کو دیکھا گیا تو اس کے دروازہ پر لکھا ہوا تھا "حق تعالیٰ
نے کفل کو بخش دیا"۔ پس لوگوں کو اس پر تعجب ہوا (کیونکہ یہ خاص واقعہ ان کو معلوم نہ تھا) حتیٰ کہ اس
زمانہ کے نبی کو حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اس کے قصہ کی اطلاع دی (رزین)۔ (حارث بن یزید) جو قبیلہ

لہ ای مستلقی ۱۲ سے ای ملکا ۱۲ سے والجرادتان مغنیتان کانتا بمکۃ او للنعمان ۱۲ سے فی القاموس ابن جیدان بالفتح ق ۱۲

نقیل لہ اختر احداھن فاختار السوداء منھن فقیل لہ خذھا رمادًا رمددًا[1] لاتذر من عاد احدًا فقال صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یرسل الریح الا من مقدار ھذہ الحلقۃ یعنی حلقۃ الخاتم ثم قرأ اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم ماتذر من شئ الآیۃ ۞ للترمذی (ابو ھریرۃ) رفعہ: ان ثلاثۃ فی بنی اسرائیل ابرص واقرع واعمی فاراد اللہ تعالیٰ ان یبتلیھم فبعث الیھم ملکا فاتی الابرص فقال ای شئ احب الیک؟ قال لون حسن وجلد حسن ویذھب عنی الذی قذرنی الناس فمسحہ فذھب عنہ قذرہ واعطی لونا حسنا وجلدا حسنا قال فای المال احب الیک؟ قال الابل او قال البقر شک اسحاق الا ان الابرص والاقرع قال احدھما الابل وقال الآخر البقر فاعطی ناقۃ عشراء[2] فقال بارک اللہ لک فیھا فاتی الاقرع فقال ای شئ احب الیک؟ قال شعر حسن ویذھب عنی ھذا الذی قذرنی الناس قال فمسحہ فذھب عنہ واعطی شعرا حسنا قال فای المال احب الیک؟ قال البقر فاعطی بقرۃ حاملا قال بارک اللہ لک فیھا فاتی الاعمی قال ای شئ احب الیک؟ قال ان یرد اللہ الی بصری فابصر بہ الناس فمسحہ فرد اللہ الیہ بصرہ قال فای المال احب الیک؟ قال الغنم فاعطی شاۃ والدًا فانتج[3] ھذان وولد ھذا فکان لھذا واد من الابل ولھذا واد من البقر ولھذا واد من الغنم

ربیعہ کے ہیں کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور سیاہ جھنڈے لہرا رہے تھے اور بلال تلوار باندھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے. میں نے پوچھا ان لوگوں کا کیا قصہ ہے (اور کیوں جمع ہوئے ہیں) جواب ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن عاص کو قبیلۂ ربیعہ کی طرف (فوج کشی کے لئے) روانہ کرنا چاہتے ہیں. میں نے کہا اللہ کی پناہ کہ میں عاد کے پیش خیمہ کی مثل بنوں. پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور عاد کا پیش خیمہ کیسا؟ میں نے کہا باواقف کار ہی سے آپ نے استفسار فرمایا. قوم عاد جب مبتلائے قحط ہوئی تو قیل کو بھیجا کہ (دعا مانگے) اور پانی حاصل کرے. چنانچہ وہ بکر بن معاویہ کے پاس (مہمان بن کر) ٹھیرا. اس نے اس کو شراب پلائی اور (مشہور) گانیوالیوں کا گانا سنوایا. اس کے بعد وہ کوہ مہرہ کے ارادہ سے چلا اور دعا مانگی کہ الٰہی میں تیرے پاس نہ کسی مرض کا علاج کرانے آیا ہوں نہ کسی محبوس کا جان بہا دینے (بلکہ پانی برسنے کی درخواست لے کر آیا ہوں، لہٰذا اپنے بندہ کو پلا دے جو کچھ بھی تجھے پلانا ہے اور میرے ساتھ (میرے محسن میزبان) بکر بن معاویہ کو بھی پلا. کہ اس نے جو شراب پلائی تھی اس کا اسے شکریہ ادا کرنا تھا. پس تین بادل اٹھے. سرخ و سفید و سیاہ اور اس سے کہا گیا کہ ان میں سے ایک کا انتخاب کرلے. چنانچہ اس نے سیاہ کو منتخب کیا (کہ اس کو زیادہ برسنے والا سمجھا) پس اس سے کہا گیا کہ لے راکھ بنانے والا آگ برسانے والا کہ قوم عاد میں کسی کو بھی (جلائے بغیر) نہ چھوڑے گا. پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (عذاب کی گرم و تند) ہوا صرف حلقۂ انگشتری کی مقدار کے موافق چھوڑی گئی اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی اذ ارسلنا الخ (یاد کرو) جب ہم نے ان پر بے نفع ہوا بھیجی کہ جس چیز کو بھی لگی تھی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح بنا دیتی تھی الخ، **ف** حارث بن یزید کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح قیل قوم کی بہبودی کی طرح قوم کے لئے پانی کی طلب میں بستی سے نکلا اور تباہی کا ذریعہ بنا کہ پانی کی جگہ قوم پر آگ برسوائی خدا کرے کہ میں اپنی قوم کے لئے ایسا منحوس وفد نہ بنوں کہ آستانۂ محمدیہ پر آیا ہوں ان کی بہبودی کا

[1] رمدد تناہی فی الاحراق ١٢ [2] عشراء ای حاملا والتی اتی حملھا عشرۃ اشھر ١٢ [3] فانتج کذا فی الروایۃ. نتج وانما یقال نتج فاما انتجت فمعناہ اذا حملت او دنا نتاجھا وقیل ھما لغتان ١٢ نھایہ.

ثم انہ اتی الابرص فی صورتہ وھیئتہ فقال رجل مسکین قد انقطعت بی الحبال[1] فی سفری فلا بلاغ لی الیوم الا باللہ ثم بک اسئلک بالذی اعطاک اللون الحسن والجلد الحسن والمال بعیرًا فاعطاک اللہ؟ فقال انما ورثت ھذا المال کابرًا عن کابر فقال ان کنت کاذبًا فصیرک اللہ الی ما کنت قال واتی الاقرع فی صورتہ فقال مثل ما قال لھذا وردّ علیہ مثل ما ردّ علیہ ھذا فقال ان کنت کاذبًا فصیرک اللہ الی ما کنت قال واتی الاعمی فی صورتہ وھیئتہ فقال رجل مسکین وابن سبیل انقطعت بی الحبال فی سفری فلا بلاغ لی الیوم الا باللہ ثم بک اسئلک بالذی ردّ علیک بصرک شاۃ اتبلغ بھا فی سفری فقال قد کنتُ اعمی فرد اللہ الی بصری فخذ ما شئت ودع ما شئت واللہ لا اجھدک[2] الیوم بشیٔ اخذتہ للہ فقال امسک مالک فانما ابتلیتم فقد رضی عنک وسخط علی صاحبیک ؛ للشیخین (وعنہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر رجلا من بنی اسرائیل سأل بعض بنی اسرائیل ان یسلفہ الف دینار فقال ائتنی بالشھداء اشھدھم فقال کفی باللہ شھیدًا قال فائتنی بالکفیل قال کفی باللہ کفیلًا قال صدقت فدفعھا الیہ

سائل بن کر اور دیکھ رہا ہوں ان پر حملہ کرنے کے لئے اسلامی لشکر کی تیاری کر میں یہیں رہوں گا اور مسلمان وہاں پہونچ کر سب کو تہ تیغ کر دیں گے (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) رفع: بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک مبتلائے برص (کہ بدن پر سفید داغ تھے جو کوڑھ کی ابتدا ہے) اور دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے لہٰذا ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ مبتلائے برص کے پاس آیا اور پوچھا تجھے کون چیز زیادہ محبوب ہے۔ اس نے کہا عمدہ رنگ اور خوبصورت کھال اور یہ (برص) جاتا رہے جس کے سبب لوگ مجھ سے گھنیاتے ہیں۔ چنانچہ فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا پس اس کی گھنیا ہٹ جاتی رہی اور اس کو عمدہ رنگ اور خوبصورت کھال دیدی گئی۔ پھر فرشتہ نے کہا کہ تجھے مال کونسا زیادہ محبوب ہے؟ اس نے اونٹ بتائے یا گائے بتائی کہ اسحاق راوی کو اس میں شبہ ہے البتہ (اتنا یقینی ہے کہ) مبتلائے برص اور گنجہ میں ایک نے اونٹ کہے تھے اور ایک نے گائے۔ چنانچہ اس کو ایک گیابھن اونٹنی دی اور کہا کہ اللہ تجھے اس میں برکت بخشے۔ پھر وہ فرشتہ گنجہ کے پاس آیا اور کہا تجھے کون چیز زیادہ محبوب ہے؟ اس نے کہا اچھے بال اور یہ (گنج) مجھ سے جاتا رہے جس کے سبب لوگ مجھ سے گھنیاتے ہیں۔ پس فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور وہ (گنج) اسکا جاتا رہا اور اچھے بال اس کو دیدیئے گئے۔ پھر کہا تجھے مال کونسا زیادہ محبوب ہے؟ اس نے کہا گائے۔ پس اس کو ایک حاملہ گائے دے کر کہا اللہ تیرے لئے اس میں برکت بخشے۔ پھر اندھے کے پاس آیا اور پوچھا تجھے کون چیز زیادہ محبوب ہے۔ بولا یہ کہ اللہ مجھے میری بینائی واپس دے کہ اس سے لوگوں کو دیکھوں۔ چنانچہ اس پر ہاتھ پھیرا پس اللہ نے اس کی بینائی اس کو واپس دیدی۔ پوچھا تجھے مال کون سا زیادہ محبوب ہے؟ کہا بکری۔ پس اس کو جننے والی بکری دیدی۔ الغرض ان دونوں (اونٹ اور گائے) نے بھی بچے دیئے اور اس (بکری) نے بھی بچے دیئے (اور چند ہی دنوں میں) اس کے پاس جنگل بھر کے اونٹ ہو گئے اور اس کے پاس جنگل بھر کے گائے اور اس کے پاس جنگل بھر کے بکریاں۔ اس کے پاس وہ فرشتہ اپنی اسی صورت اور حال میں (تاکہ پہچانا جا سکے) مبتلائے برص کے پاس آیا اور کہا کہ (میں) ایک مسکین شخص ہوں میرے سفر میں میرا سامان سارا ختم ہو گیا کہ اب میرے لئے (وطن) پہونچنے کی کوئی صورت نہیں

[1] الحبال ای الاسباب والمستطیل من الرمل ۱۲
[2] من جہدہ ای لا اشق علیک ۱۲

الی اجل مسمی فخرج فی البحر فقضی حاجتہ ثم التمس مرکبا یقدم علیہ للاجل الذی اجلہ فلم یجد مرکبا فاخذ خشبۃ فنقرھا فادخل فیھا الف دینار وصحیفۃ منہ الی صاحبہ ثم زجج موضعھا ثم اتی بھا البحر فقال اللھم انک تعلم انی تسلفت من فلان الف دینا فسألنی کفیلا فقلت کفی باللہ کفیلا فرضی بک و سألنی شاھدا فقلت کفی باللہ شھیدا فرضی بک وانی جھدت ان اجد مرکبا ابعث الیہ الذی لہ فلم اقدر وانی استودعکھا فرمی بھا فی البحر حتی ولجت فیہ ثم انصرف وھو فی ذلک یلتمس مرکبا یخرج الی بلدہ فخرج الرجل الذی کان اسلفہ ینظر لعل مرکبا قد جاء بمالہ فاذا بالخشبۃ التی فیھا المال فاخذھا لاھلہ حطبا فلما نشرھا

بجز اللہ (کی مدد) کے اور پھر (اسباب کے درجہ میں) تیری مدد کے۔ میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دیکر جس نے تجھے عمدہ رنگ اور خوبصورت کھال اور یہ مال عطا فرمایا ہے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ سفر میں اس پر سوار ہو کر اپنے گھر پہونچ جاؤں۔ بولا کہ (میرے ذمہ بہتیرے حقوق ہیں (انہیں سے پیچھا نہیں چھوٹتا تجھے کہاں سے دوں) فرشتہ نے کہا گویا میں تجھے پہچانتا ہوں کیا تو مبتلائے برص نہ تھا کہ لوگ تجھ سے گھنیاتے تھے اور فقیر تھا کہ اللہ نے تجھے (تیری محنت کے بغیر بہتیرا مال) عطا کیا۔ اس نے کہا یہ غلط ہے مجھے تو یہ (حسن صورت اور مال) پشتہا پشت سے میراث میں ملا ہے۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے پھر ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔ آنحضرت نے فرمایا اور (پھر) وہ فرشتہ اپنی پہلی صورت میں گنجے کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو اس سے کہا تھا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو اس نے دیا تھا پس کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تھا۔ فرمایا (پھر) وہ اپنی شکل وصورت میں اندھے کے پاس آیا اور کہا (میں) ایک مسکین اور مسافر ہوں میرے سفر میں (راحت وگذران کے) سامان ختم ہو لئے کہ آج اللہ کی اور پھر تیری (مدد کے) بغیر میرے (وطن) پہونچنے کی کوئی صورت نہیں۔ جس ذات نے تجھ پر تیری بینائی لوٹائی ہے اس کا واسطہ دے کر تجھ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کے ذریعہ اپنا سفر قطع کر دوں۔ اس نے کہا بیشک میں اندھا تھا کہ اللہ نے میری بینائی (مجھے واپس دی (اور مجھے مال عطا کیا) لہٰذا (تجھے اختیار ہے) جتنا چاہے لے اور جتنا چاہے چھوڑ کہ آج جو کچھ بھی تو اللہ (واسطے) لے گا اس کی (واپسی) پر تجھے زور نہ دوں گا۔ فرشتہ نے کہا تو اپنا مال اپنے پاس رکھ (کہ میں محتاج نہیں بلکہ فرستادہ خدا ہوں (اور اس صورت سے) تمہارا امتحان لیا گیا تھا۔ چنانچہ اللہ تجھ سے راضی ہوا اور تیرے ان دونوں رفقاء پر ناراض ہوا (ق) ف اس میں سبق ہے کہ انعامات الٰہیہ پر مغرور نہ ہو بلکہ یاد رکھے اور مسکین ومحتاج کی جتنی مدد ہو سکے کرے اور رکھا دلشکن جواب نہ دے (ایضاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا کہ اس نے ایک اسرائیلی سے درخواست کی کہ ہزار دینار قرض دے دے۔ اس نے کہا گواہ لا کہ ان کو شاہد بنا لوں۔ اس نے کہا بس اللہ گواہ کافی ہے۔ کہا اچھا کوئی ضامن لا۔ اس نے کہا اللہ ضامن کافی ہے۔ کہا تو نے سچ کہا (کہ اس سے بہتر نہ کسی کی شہادت ہے نہ ضمانت) پس اس کو ایک مدت مقررہ میں ادا کر دینے کے وعدہ پر دینار دیدیئے وہ (ان کو لے کر) دریائی سفر میں گیا اور اپنی ضرورت پوری کی۔ اس کے بعد جہاز تلاش کیا تاکہ اس مدت پر جس کا تقرر کیا تھا اس (قرضخواہ) تک پہونچ جائے۔ مگر کوئی جہاز نہ ملا۔ تب اس نے ایک لکڑی لے کر اس کو اندر سے کھوکھلا کیا اور اس میں ایک ہزار دینار اور ایک خط

عقاراً من رجل فوجد الذی اشترى العقار فی عقاره جرة فيها ذهب فقال له المشتری خذ ذهبك فانما اشتریت
(همام بن منبه) حدثنا ابو هريرة احاديث منها قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اشترى رجل ممن كان قبلكم
لابی داود (وعنه) رفعه: لولا بنو اسرائیل لم یخنز اللحم ولولا حواء لم تخن انثی زوجها الدهر ؛ للشیخین
بالف دینار راشدًا ؛ للبخاری (وعنه) رفعه: لا ادری تبع العین هو ام لا ولا ادری عزیر نبی هو ام لا.
بمالك فما وجدت مركبا قبل الذی جئت فيه قال فان الله تعالی قد ادی عنك الذی بعثته فی الخشبة فانصرف
وجد المال والصحيفة ثم قدم الذی كان اسلفه واتی بالف دينار فقال والله ما زلت جاهدا فی طلب مركب لاتيك

اپنی طرف سے بنام قرض خواہ رکھدیا اور پھر اس (غلو) کو بھر کر ہموار کر دیا۔ اس کے بعد اسے لے کر دریا پر آیا
اور کہا کہ بار خدایا تجھے معلوم ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ہزار دینار قرض لئے تھے اس نے مجھ سے ضامن مانگا
تو میں نے کہا ضمانت کے لئے اللہ کافی ہے پس وہ تیری ضمانت پر راضی ہو گیا اور اس نے مجھ سے گواہ مانگا
تو میں نے کہا گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ پس وہ تیری گواہی پر راضی ہو گیا اور میں نے بہتیری کوشش کی کہ کوئی
سواری ملجائے کہ اس کی چیز اس کو پہونچا دوں۔ مگر بن نہ پڑا لہذا میں اس کو تیری تحویل میں دینا چاہتا ہوں (کہ اس
کو پہونچا دے) یہ کہکر اس (دینار بھری ہوئی لکڑی) کو دریا میں ڈال دیا کہ وہ اس میں جا پڑی اور پھر واپس آکر
جہاز کی تلاش میں لگا رہا کہ اپنے وطن پہونچے۔ (خدا کی قدرت دیکھیے کہ وہ شخص جس نے قرض دیا تھا یہ دیکھنے
کے لئے کہ شاید کوئی جہاز (کا مسافر اس کا روپیہ لے کر آیا ہو گھر سے نکلا (اور کنارہ دریا پر آیا) تو وہ لکڑی
جس میں اس کا مال (بھرا ہوا) تھا نظر پڑی۔ اس نے گھر میں جلانے کے قابل لکڑی قرار دے کر اس کو اٹھا لیا اور
جب اس کو چیرا تو (اس کے اندر سے) مال اور خط ملا۔ اس کے بعد وہ شخص آگیا جس کو اس نے قرض دیا تھا اور
(وہ دوسرے) ایک ہزار دینار لایا (اور تاخیر وعدہ کی معذرت میں کہا کہ واللہ میں جہاز کی تلاش میں بہت
ہی کوشش کرتا رہا کہ تمہارا مال (وقت پر) تمہارے پاس لے کر آؤں مگر اس وقت سے پہلے کہ حاضر ہوا ہوں
کوئی سواری مجھے نہ ملی۔ اس نے کہا کہ حق تعالے نے تیری طرف سے (وہ امانت) جو تو نے لکڑی میں بھیجی تھی ادا
فرما دی۔ لہذا یہ ہزار دینار لیجاؤ خدا مبارک کرے (خ) **ف** اللہ پر اعتماد و یقین بڑی نعمت ہے۔ اور
نیک نیتی و صداقت قلب کے ساتھ جو معاملہ کیا جاتا ہے۔ اس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ (ایضاً) مجھے
معلوم نہیں کہ تبع ملعون تھا یا نہیں اور میں نہیں بتا سکتا کہ عزیر نبی تھے یا نہیں۔ (د) **ف** تبع ملک
یمن کا بادشاہ تھا جس نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف ڈالا۔ ان کی قوم کافر تھی مگر ان کے متعلق چونکہ کوئی
علم آپ کو نہ تھا اس لئے سکوت فرمایا مگر بعد میں آپ کو بتا دیا گیا کہ وہ اپنے زمانہ کے پیغمبر پر ایمان لے آئے
تھے جیسا کہ دوسری حدیث میں آیا ہے۔ البتہ ان کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا جیسا کہ سورۂ قاف میں مذکور ہے
اسی طرح حضرت عزیر کی نبوت کے متعلق قبل نزول وحی آپ نے قطعی فیصلہ نہیں دیا کہ نبی تھے یا نہیں۔ اس
سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی کے کافر یا کسی کے نبی ہونے کا یقینی علم نہ ہو قطعی حکم لگانا معصیت ہے (ایضاً)
اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے گوشت کبھی نہ سڑتا اور حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کی کبھی خیانت نہ کرتی۔
(ق) **ف** بنی اسرائیل جب میدان تیہ میں محبوس ہوئے اور بدعاء موسیٰ ان پر من و سلویٰ اترا تو ان کو حکم
تھا کہ روزانہ تازہ غذا جتنی چاہیں لیں اور بے صبرے اور حریص بن کر کل کے لئے جمع کر کے نہ رکھیں۔ مگر انہوں

العقار فلم ابتع منك الذهب فقال البائع انما بعتك الارض وما فيها فتحاكما الی رجل فقال الذی تحاکما الیه ألکما ولد؟ فقال احدهما لی غلام وقال الآخر لی جاریة فقال انکحوا الغلام الجاریة وانفقوا علیهما منه وتصدقوا للشیخین (ابن عمرو بن العاص) کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یحدثنا عن بنی اسرائیل حتی یصبح ما یقوم الا الی اعظم صلوٰة ۃ لابی داود (ابو سعید رضی اللہ عنہ) رفعه: کانت امرأة من بنی اسرائیل قصیرة تمشی بین امرأتین طویلتین فاتخذت قدمین من خشب وخاتما من ذهب مطبق ثم حشته مسکا وهو اطیب الطیب ۃ لمسلم.

کتاب بدأ الخلق وعجائبه

(عمران بن حصین رضی اللہ عنہ) ان ناسا من اهل الیمن قالوا یا رسول اللہ جئنا لنتفقه فی الدین ولنسئلک عن اول هذا الامر

نے خلاف کیا۔ اس کی سزا یہ ملی کہ جمع کردہ گوشت سب سڑ گیا۔ پس اگر وہ یہ طریقہ نہ نکالتے تو آیندہ بھی کسی کو باسی بنا کر رکھنے کا سبق نہ ملتا۔ اور گوشت کے سڑنے کی صورت نہ ہوتی۔ اسی طرح سب سے پہلا واقعہ شوہر کو دھوکہ میں ڈالنے کا حضرت حوا سے ظہور میں آیا کہ شیطانی ترغیب پر آپ نے حضرت آدم کو ممنوع درخت سے کھانے کا شوق دلایا۔ یہی اثر ان کی نسل میں چلا اور عورتوں میں اپنے شوہروں کے ساتھ خیانت کا رنگ پھیلا (ہمام بن منبہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے کئی حدیثیں بیان کیں منجملہ ان کے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے گذشتہ امتوں میں کسی شخص سے ایک زمین خریدی۔ جس نے زمین خریدی اس نے اس زمین میں ایک گھڑا پایا جس میں سونا تھا۔ تو مشتری نے بائع سے کہا کہ اپنا سونا لیجا کہ میں نے تو صرف زمین خریدی تھی۔ سونا نہیں خریدا بائع نے کہا کہ میں نے تو زمین اور جو کچھ بھی اس میں ہو سب ہی بیچ دیا تھا۔ لہذا یہ سونا تمہارا ہے میں نہیں لے سکتا غرض دونوں شخص فیصلہ کرانے کے لئے ایک شخص کے پاس گئے۔ اس حکم نے کہا کیا تم دونوں کے کوئی اولاد ہے؟ ایک نے کہا میرا ایک لڑکا ہے اور دوسرے کہا میری ایک لڑکی ہے تو اس نے کہا کہ اس لڑکے کا اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر دو اور کچھ (سونا جس کو ہر ایک دوسرے کا بتا رہا ہے) ان دونوں پر خرچ کر دو اور باقی خیرات کر دو کہ دونوں کو دُنیوی اور اُخروی نفع مساوی پہونچ جاتے۔ (ق) ف دیانت داری اور تقوی کا اقتضا تھا کہ بجائے اس کے کہ ہر ایک اس کو اپنا بتاتا ہر ایک نے دوسرے کا بتایا اور کسی نے لینا قبول نہ کیا آخر حکم نے دونوں کے متنفع ہونے کی صورت نکالدی۔ (ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کے قصے ہم سے بیان فرمایا کرتے حتی کہ صبح ہو جاتی۔ کہ بس نماز ہی کے لئے اُٹھتے تھے۔ (د) ف غالباً تہجد سے فارغ ہو کر یہ بیان ہوتا تھا کہ تھوڑی دیر بعد صبح صادق نمودار ہو جاتی اور آپ نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے آتے تھے۔ واقعات میں ایک خاص اثر ہے کہ سامع اس سے جلد متاثر ہوتا ہے اس لئے سچے واقعات جن سے نیک اثر پڑے سُنانا مستحب ہے۔ البتہ جھوٹا کہانیوں یا بے نتیجہ یا دین سے غافل بنانے والے قصوں سے بچنا ضروری ہے۔ (ابو سعید رضی اللہ عنہ) رفع۔ بنی اسرائیل کی ایک عورت تھی پست قد کہ دراز قامت دو عورتوں کے درمیان چلتی (اور ان سے نیچی رہنے کے سبب شرماتی) تھی۔ پس اس نے لکڑی کے دو پاؤں بنوائے (کہ ان پر چلنے سے ساتھنوں سے بھی اونچی رہتی تھی) اور ایک طلائی انگشتری بنوائی ڈھکنے دار پھر اس میں مُشک بھرا جو کہ بہترین خوشبو ہے۔ (م) ف نگینہ کی جگہ اندر سے خالی رکھ کر اس پر کھلنے بند ہونے والا ڈھکنا لگوا لیا تھا کہ اب بھی زیورات میں عطردان کا رواج قائم ہے۔

قال كان الله ولم يكن شئ قبله وكان عرشه على الماء ثم خلق السموات والارض وكتب فى الذكر كل شئ ؛ للبخارى والترمذى مطولا (ابو رزين العقيلى) قلت يا رسول الله اين كان ربنا قبل ان يخلق خلقه ماكان؟ قال كان فى عماء ماتحته هواء وما فوقه هواء وخلق عرشه على الماء ؛ للترمذى وقال قال احمد قال يزيد العماء اى ليس معه شئ (عمرؓ) قام فينا النبى صلى الله عليه وسلم مقاما فاخبرنا عن بدأ الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسيه من نسيه ؛ للبخارى (جابرؓ) رفعه اُذِنَ لى ان احدث عن ملك من ملائكة الله من حملة العرش ان ما بين شحمة اذنه الى عاتقه مسيرة سبع مائة عام ؛ لابى داود (ابىؓ) رفعه: اول ماخلق الله القلم فقال له اكتب فجرى بما هو كائن الى الابد ؛ (ابن مسعودؓ) رفعه: اول ماخلق الله العقل قال له اقبل فاقبل وادبر فادبر فقال ماخلقت خلقا احب الى منك ولا اركبك الا فى احب الخلق الى ؛ هما لرزين (العباسؓ) كنت جالسا فى البطحاء فى عصابة والنبى صلى الله عليه وسلم فيهم اذ مرت سحابة فنظر اليها

ابتداء آفرینش اور اس کے عجائبات

(عمرانؓ بن حصین) باشندگان یمن کے چند آدمیوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ دین کے متعلق دانشمند بنیں اور تاکہ آپ سے اس امر (آفرینش) کی ابتداء پوچھیں کہ کیا چیز تھی۔ فرمایا کہ تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی چیز (بلکہ جو کچھ بھی ہوا اس کے بعد ہوا کہ مخلوق کا اپنے خالق سے قبل یا ساتھ ہونا محال ہے) اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے بعد پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور لکھا لوح محفوظ میں ہر چیز کو (خ ت) ف چونکہ عرش کو افلاک و زمین سے قبل پیدا کیا گیا اس لئے اس وقت عرش کے نیچے بجز پانی کے کچھ نہ تھا۔ پانی پر تجلی فرمائی تو اس میں تموج پیدا ہوا اور زمین پر سب سے پہلے بیت اللہ کی آفرینش ہوئی اور بخارات نے اوپر صعود کیا تو آسمان پیدا کئے گئے۔ اور عالم کائنات میں جو کچھ بھی ہونے والا ہے۔ وہ لوح محفوظ میں لکھدیا کہ حروف کو پیدا کیا اور کتابت وجود میں آئی (ابو رزینؓ عقیلی) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا پروردگار مخلوق کو پیدا فرمانے سے قبل کہاں تھا؟ فرمایا لامکان میں تھا کہ نہ اس کے نیچے ہوا تھی نہ اس کے اوپر ہوا۔ اور پیدا فرمایا عرش کو پانی پر (کہ اوّل پانی پیدا کیا اور پھر عرش) (ت)۔ اور یزید راوی کہتے ہیں کہ عما سے یہ مراد ہے کہ کوئی شئ بھی اس کے ساتھ نہ تھی۔ ف تمامی مذاہب و ملل اس پر متفق ہیں کہ عالم حادث ہے یعنی عدم سے وجود میں آیا بایں معنی کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی نہ تھی اور پھر اس نے ہر چیز کو پیدا فرمایا اور عرش ہو یا پانی اور ہوا ہو یا زمین اور مکان ہو یا زمان سب مخلوق ہیں اس لئے وجود حق جو واجب اور قدیم ہے سب سے بے نیاز و بالا ہے۔ (عمرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ و وعظ کے لئے) ایک بار ہم میں کھڑے ہوئے اور ہم کو ابتداء آفرینش سے لے کر اس وقت تک کہ جنتی جنت میں جائیں اور دوزخی دوزخ میں (سب ہی ضروری حالات سے) مطلع کیا۔ جسے یاد رہا اسے یاد رہا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔ (خ)۔ (جابرؓ) رفع (مجھے اجازت دی گئی ہے کہ عرش کے اٹھانیوالے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کی (عظمت جسمانی) بیان کروں کہ اس کی کانوں کی لو سے اس کے کندھوں تک (کی مقدار) سات سو برس کی مسافت ہے (د) ف پھر تمام قد اور جسم کی بڑائی کا کیا پوچھنا۔ بطن مادر کا جنین جس طرح بڑی سے بڑی وسعت رحم مادر ہی کو سمجھتا ہے اور دنیا کی وسعت کا نہ دیکھنے کی وجہ سے انکار کرتا ہے اسی طرح دنیا

فقال هل تدرون ما اسم هٰذه؟ قالوا نعم هذه السحاب قال والمزن؟ قالوا والمزن قال والعنان؟ قالوا والعنان ثم قال هل تدرون كم بُعد ما بين السماء والارض؟ قالوا لا قال فان بُعد ما بينهما اما قال واحدة و اما اثنتان واما ثلاث وسبعون سنة وبُعد السماء التي فوقها كذلك وكذلك حتى عدهن سبع سموات ثم فوق السماء السابعة بحر بين اعلاه واسفله كما بين سماء الى سماء وفوق ذلك ثمانية اوعال بين اظلافهن وركبهن ما بين سماء الى سماء ثم فوق ظهورهن العرش بين اسفله واعلاه مثل ما بين السماء الى السماء والله عز وجل فوق ذلك (للترمذي وابي داود) (ابوهريرة) بينما النبي صلى الله عليه وسلم جالس واصحابه اذ اتى عليهم سحاب

میں آنیوالا انسان دُنیا ہی کو سب سے بڑی چیز سمجھتا اور ما کسے بڑے عالم و عالمیان کا انکار کرتا ہے جو کہ اصولاً بھی غلط ہے اور عقلاً بھی بے دلیل۔ بالخصوص اللہ برتر کی قدرت غیر متناہی کا تصور بھی باندھے تو حاملان عرش یا خود عرش کی وسعت اس عالم دنیا سے ہزاراں ہزار درجہ بھی بڑی ہو تو عجیب نہیں۔ اور جب مخبر صادق نے واقعہ بیان کیا تو اس میں شک وشبہ کرنا یا یہ سمجھنا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ایسا ہی نادانی کا قول ہے جیسا جنین سے کوہ ہمالیہ کی اونچائی اور طول بیان کیا جائے اور وہ کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ (ابی) فع۔ سب سے پہلے حق تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ لکھ۔ چنانچہ وہ چلا۔ (اور لکھا) جو کچھ بھی ہونیوالا ہے ابد تک۔ (ت) ف لوح محفوظ کی لکھت جس کو تقدیر کہتے ہیں علم الٰہی کا مظہر ہے کہ جس طرح اس کی ذات قدیم ہے اس کا علم بھی قدیم ہے اور جو کچھ عالم میں ہونیوالا تھا سب اس کو وقوع سے قبل معلوم تھا۔ بصورت حروف وہ لوح پر تحریر میں آیا اور اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے خلاف واقعہ ظہور میں نہیں آسکتا (ابن مسعود) فع۔ سب سے اول حق تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اس سے فرمایا ادھر آ تو وہ ادھر آئی اور فرمایا اُدھر جا تو وہ اُدھر گئی۔ (ہر صورت سے اطاعت اور حکم کی تعمیل کی) پس فرمایا کہ میں نے تجھ سے زیادہ پیاری کوئی مخلوق پیدا نہیں کی۔ اور میں تجھ کو اسی جسم میں رکھوں گا جو مجھے سب سے زیادہ پیارا ہوگا (ت) ف عقل سلیم ہی کا مقتضا ہے کہ اپنے خالق کو پہچانے جیسا کہ وہ ہے اور کسی وصف میں کج راہی نہ برتے۔ پس جس طرح عقل محبوب خدا ہے۔ عاقل بھی محبوب خدا ہے اور پیدائش کی اولیت اضافی ہے کہ علویات میں عرش اور اعراض میں عقل اور اجسام میں قلم پہلے پیدا ہوا جیسا کہ انسانوں میں سب سے پہلے آدم اور جنات میں جانؑ۔ (عباسؓ) بطحاء (یعنی محصب میں کہ مکہ کے قریب ایک جگہ ہے) ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان میں بیٹھے تھے کہ ایک بادل (اس جانب ہو کر) گذرا تو لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کا کیا نام رکھتے ہو؟ بولے کہ سحاب۔ فرمایا اور مُزن بھی (اسی کو کہتے ہو؟) کہا اور ہاں مزن بھی۔ فرمایا اور عنان بھی؟ کہا ہاں عنان بھی۔ فرمایا جانتے بھی ہو کہ آسمان و زمین کے درمیان کا فصل کتنا ہے۔ کہا ہمیں تو معلوم نہیں۔ فرمایا دونوں کا درمیانی فصل اکہتر یا بہتر یا تہتر سال (چلنے کی مسافت کیموافق) ہے اور وہ آسمان بھی جو اس سے اوپر ہے اتنا ہی ہے حتیٰ کہ (اسی مسافت و فصل کے) سات آسمان آپ نے شمار کرائے۔ پھر فرمایا کہ ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے کہ اس کے بالائی حصہ (یعنی سطح) کے اور حصہ زیریں (یعنی تہ) کے درمیان (بھی اتنا ہی فصل ہے) جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا درمیان۔ پھر اس کے اوپر آٹھ (فرشتے ہیں بصورت) پہاڑی بکریوں کے کہ ان کے کھروں اور کولوں کے درمیان (یعنی

نقال هل تدرون ما هذا؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال هذا العنان؟ هذه روايا الارض يسوقها الله الى قوم لا يشكرونه ولا يدعونه ثم قال هل تدرون ما فوقكم؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال فانها الرقيع سقف محفوظ وموج مكفوف ثم قال هل تدرون كم ما بينكم وبينها؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال بينكم وبينها خمس مائة عام ثم قال هل تدرون ما فوق ذلك؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال فان فوق ذلك سمائين بعد ما بينهما خمسمائة سنة ثم قال كذلك حتى عد سبع سموات ما بين كل سمائين ما بين السماء والارض ثم قال هل تدرون ما فوق ذلك؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال ان فوق ذلك العرش وبينه وبين السماء بعد ما بين السمائين ثم قال هل تدرون ما الذي تحتكم قالوا الله ورسوله اعلم قال انها الارض ثم قال هل تدرون ما تحت ذلك قالوا الله ورسوله اعلم قال ان تحتها ارضا اخرى بينهما مسيرة خمس مائة سنة حتى عد سبع ارضين بين كل ارضين مسيرة خمس مائة سنة ثم قال والذي نفس محمد بيده لو انكم دليتم بحبل الى الارض السفلى لهبط على الله ثم قرأ هو الاول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم؛ للترمذي وقال قرأته صلى الله عليه وسلم الآية تدل على انه اراد لهبط على علم الله وقدرته وسلطانه ؛ (جبير بن مطعم) رفعه: ان الله فوق عرشه وعرشه فوق سمواته هكذا وقال باصابعه مثل القبة

پاؤں کا طول اتنا ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا درمیان۔ پھر ان کی کمروں پر عرش ہے کہ اس کے بالا اور زیرین کا فصل اتنا ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا درمیان۔ اور اللہ اس سے بھی بالا ہے رت۔ (د) ف اکتر، بہتر، تہتر کی تشقیق راوی کا شک ہے کہ یاد نہیں رہا۔ ان تینوں میں کیا فرمایا۔ اور مراد اس سے کثرت ہے نہ کہ حد اور تعیین۔ پس جہاں پانچ سو برس کی مسافت آئی ہے وہ اس کے منافی نہیں کہ وہ بھی فصل کے کثیر در کثیر ہونے کا اظہار ہے نہ یہ کہ اس میں کوئی پانچ سو برس چلا ہے اور یہ سب علو و عظمت الٰہی کو بعض مثال کے درجہ میں متخیلہ کے اندر بٹھانے کے لئے ہے کہ انسان فطری طور پر تعداد اور حدود ہی سے ایک چیز کو قوت خیالیہ میں لا سکتا ہے۔ (ابوہریرہ) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے صحابی (حاضر خدمت) تھے۔ کہ ایک ابر ان پر آیا تو آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا یہ عنان ہے (کہ ابر ہی کا نام ہے) اور یہ زمین کے ساقی ہیں (کہ پانی کھینچنے والے اونٹ کی طرح زمین میں آب پاشی کرتے ہیں) ان کو اللہ ہنکاتا ہے ایک قوم کی طرف جو نہ اس کا شکر کرتے ہیں نہ اس کو پکارتے ہیں (بلکہ کفران نعمت کرتے اور نزول مطر کو ستاروں کی طرف منسوب کر کے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں مگر حق تعالیٰ با وجود اس کے ان پر اس کو خوب برساتا اور سیراب فرماتا ہے) اس کے بعد آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو کہ تمہارے اوپر کیا چیز ہے؟ صحابہ نے (حسب عادت) عرض کیا کہ اللہ و رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا وہ رقیع ہے (کہ نام ہے آسمانِ دنیا کا) محفوظ چھت ہے (کہ بحفاظتِ خداوندی اہلِ دُنیا پر گر نہیں پڑتی) اور ایک موج ہے رکی ہوئی (کہ ہوا پر معلق اور بے ستون ہے جس میں حرکت نہیں) پھر فرمایا جانتے بھی ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فصل ہے؟ عرض کیا اللہ و رسول ہی بہتر جانتا ہے فرمایا تمہارے اور اس کے درمیان پانچسو برس (کی مسافت کا فصل) ہے۔ پھر فرمایا جانتے بھی ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ عرض کیا اللہ و رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا اس کے اوپر آسمان ہے لعد آسمان کے کہ دونوں کے درمیان کا فصل پانچسو برس (کی) ... حتی کہ سات آسمان گنے کہ ہر

روایا جمع راویہ کا یعنی پانی لادنے کا اونٹ ... القاموس سقف ای سقف علی ما تحتہ قائم بلا عمد ... موج ای مضطرب ... الوقوع والاحتراف ... من التغیر والاختلاف

علیه وانه لیئط به اطیط الرحل بالرکاب (لابی داود مطولا) (ابو ہریرۃؓ) رفعه خلق الله التربة یوم السبت وخلق الله فیها الجبال یوم الاحد وخلق الشجر یوم الاثنین وخلق المکروہ یوم الثلاثاء وخلق النور یوم الاربعاء وبث فیها الدواب یوم الخمیس وخلق آدم بعد العصر من یوم الجمعة فی آخر الخلق فی آخر ساعة من النهار فیما بین العصر

دو آسمان کے درمیان اتنا (فصل) ہے. جتنا آسمان اور زمین کے درمیان. اس کے بعد فرمایا جانتے بھی ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ عرض کیا اللہ ورسول ہی بہتر جانتا ہے. فرمایا اس کے اوپر عرش ہے اور اس کے اور آسمان کے درمیان بھی اتنا ہی (فصل) ہے جتنا دو آسمانوں کے درمیان. پھر فرمایا جانتے بھی ہو کہ تمہارے نیچے کیا چیز ہے؟ عرض کیا اللہ ورسول ہی بہتر جانتا ہے. فرمایا کہ زمین ہے. پھر فرمایا جانتے بھی ہو اس کے نیچے کیا ہے؟ عرض کیا اللہ ورسول ہی بہتر جانتا ہے. فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے کہ ان دونوں (زمینوں) کے درمیان پانچسو برس کی مسافت (کا فصل) ہے. یہاں تک کہ سات زمینیں شمار کیں کہ ہر دو زمین کے درمیان پانچسو برس کی مسافت ہے. اس کے بعد فرمایا قسم ہے اس (خدا) کی کہ محمد کی جان اس کے ہاتھ میں ہے کہ اگر تم رسّی لٹکاؤ سب سے نیچے کی زمین سے تو وہ آ واقع ہو اللہ پر اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی هو الاول والآخر ۔۔۔ وہی اول ہے (کہ اس کی ابتدا نہیں اور نہ اس سے پہلے کوئی ہے) اور وہی آخر (اور سب کے بعد باقی رہنے والا ہے. اور وہی ظاہر ہے (باعتبار صفات کے) اور وہی باطن ہے (بلحاظ کنہ ذات کے) اور وہ ہر چیز کا (خواہ علوی ہو یا سفلی اور کلی ہو یا جزئی) علم (کامل) رکھتا ہے (ت) ترمذی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا (اپنے دعویٰ پر دلیل کی صورت میں) اس آیت کا پڑھنا بتا رہا ہے کہ (رسّی کے اللہ پر آ واقع ہونے سے) آپ کی مراد یہ تھی کہ علم الٰہی اور اس کی قدرت اور اس کے غلبہ پر آ واقع ہو. ف مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کا علم وقدرت وتصرف جس طرح محیط ہے علویات کو اسی طرح محیط ہے سفلیات کو کہ ساتویں زمین سے لٹکائی ہوئی رسّی جہاں پہونچیگی اس کو بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں خدا نہیں ہے یا یہ کہ وہ علم وقدرت وتصرفات الٰہی میں داخل نہیں ہے. بکل شئ علیم سے اس کے علم کا محیط ہونا اور ہو الاول والآخر سے اس کی قدرت کہ وہی خالق ہے ہر چیز کا اور سب کے فنا ہو جانے کے بعد بھی وہی باقی رہنے والا ہے اور الظاہر والباطن سے اس کا غلبہ وتصرف سمجھا گیا. پس یہ وہم نہ کیا جائے کہ اس میں اللہ سبحانہ کے لئے جہت اور مکان کا ثبوت ہوا کہ اس صورت میں آیت سے استدلال واستشہاد بے جوڑ ہوا جاتا ہے (جبیر بن مطعمؓ) رفع. اللہ اپنے عرش پر ہے اور اس کا عرش اس کے آسمانوں کے اوپر اس طرح. اور ارشاد فرمایا اپنی انگلیوں سے مثل قبہ کے ہاتھ پر. اور وہ عرش آواز کرتا ہے مثل پالان اونٹ کے سواری کے سبب (د) ف یعنی جس طرح پالان بھاری سواری کے بوجھ سے چرچر بولا کرتا ہے اسی طرح عرش باین عظمت کہ تمامی آسمانوں پر قبہ کی طرح محیط ہے عظمتِ حق جل شانہ کی برداشت سے عاجز ہے. یہ آپ نے ایک دیہاتی صحابی کو ان کی فہم کے موافق سمجھایا کہ سوار اور سواری کے تحمل وعجز ہی سے واقف تھے اور مخاطب کی فہم کا لحاظ رکھنا ناصح کی عین فصاحت وکمالِ عقل کی علامت ہے پس جس طرح حدیث گذشتہ میں حق تعالیٰ کے لئے جہت زیرین کی مکانیت مقصود نہ تھی اسی طرح یہاں ذات باری کے لئے جانب علو میں جہت اور تمکن مراد نہیں. بلکہ علو ورفعتِ شان اور جلالت وعظمت برہان کی تمثیل ہے. (ابو ہریرہؓ) رفع. اللہ نے پیدا کیا مٹی (یعنی زمین) کو شنبہ کے دن اور اس میں پہاڑ پیدا کئے یوم یکشنبہ اور درخت پیدا کئے یوم دوشنبہ

ك الاطیط صوت الاقتاب لثقل ما علیها فوجعها کنایة عن العظمة ۱۲

رابن عباس) اقبلت یهود الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقالوا اخبرنا عن الرعد ماهو؟ قال هو ملك من الملائكة موكل بالسحاب معه مخاريق من نار يسوقها بها حيث شاء الله قالوا فما هذا الصوت الذی نسمع؟ قال زجره للسحاب حتى تنتهي حيث أمرت قالوا صدقت فاخبرنا عما حرم اسرائيل على نفسه؟ قال اشتكى عرق النساء فلم يجد شيئا يلائمه يعنی العرق الا لحوم الابل والبانها فلذلك حرمها قالوا صدقت ؛ للترمذی (ابو هريرة) رفعه : خلق الله ادم على صورته طوله ستون ذراعا ؛ للشيخين مطولا بما مر فی السلام (انس) رفعه : لما صوّر الله ادم فی الجنة تركه ماشاء الله ان يتركه فجعل ابليس يطيف به و ينظر اليه فلما راٰه اجوف عرف انه خلق لا يتمالك ؛ لمسلم (ابو موسٰی) رفعه : ان الله خلق ادم من قبضة قبضها من جميع الارض فجاء بنو ادم على قدر الارض منهم الاحمر والابيض والاسود وبين ذلك والسهل والحزن والخبيث والطيب ؛ لابی داود والترمذی (عائشة) رفعته : خلقت الملائكة من نور وخلق الجان من مارج من نار وخلق ادم مما وصف لكم ؛ لمسلم (ابو هريرة) ان الی الليل ؛ لمسلم

اور مکروہ چیزیں پیدا کیں بیوم سہ شنبہ اور نور پیدا کیا بیوم چہار شنبہ اور زمین میں جانور منتشر فرمائے بیوم پنجشنبہ اور آدم کو پیدا فرمایا عصر کے بعد بیوم جمعہ آخری پیدائش اور آخری ساعت میں مابین عصر اور رات کے (س) ف اسی لئے یہ ساعت قبولیت دعا کی ہے اور جمعہ اس کا نام ہوا کہ تمامی مخلوقات کی پیدائش اس میں مجتمع ہوگئی۔ اجزاء عالم کی یہ تدریجی پیدائش اس لئے تھی کہ انسان کو سوچ سمجھ کر کام کرنے کا سبق ملے اور جلد باز نہ بنے (ابن عباس) یہود نے (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ بتلایئے رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ ہے جو ابر پر تعینات ہے۔ اس کے پاس آگ کے چابک ہیں کہ ان کے ذریعہ ابر کو چلاتا ہے جدھر مشیت الٰہی ہوتی ہے۔ یہود نے کہا اور یہ (گرج کی) آواز کیسی ہے جو ہم کو سنائی دیتی ہے؟ فرمایا یہ ابر کو اس کے جھڑکنے (اور پچکارنے کی) آواز ہے تاکہ ابر وہاں جا پہونچے جہاں کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ یہود نے کہا آپ نے ٹھیک بتایا۔ اچھا اب بتلایئے وہ کیا چیز ہے جس کو حضرت یعقوب نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ فرمایا ان کو عرق النسا کا مرض لاحق ہوا تھا اور اس کے مناسب (جس سے یہ مرض بڑھے) اونٹ کے گوشت اور دودھ کے سوا کوئی چیز ان کی سمجھ میں نہ آئی لہذا اس کو ممنوع قرار دے لیا۔ بولے ہاں آپ نے سچ فرمایا (ت) ف عرق النسا ایک رگ ہے جو کولے سے شروع ہو کر ٹخنہ سے نیچے آخر قدم پر ختم ہوئی ہے اس میں درد ہونا مرض عرق النسا کہلاتا ہے کہ شدت تکلیف کے سبب مریض سب کچھ بھول جاتا ہے چونکہ یہ مرض سوداوی ہے اور شیر و لحم شتر مولد سودا ہے اس لئے حضرت یعقوب نے اس سے قطعی پرہیز فرمایا۔ (ابو ہریرہ) رفع : اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا اپنی صورت پر کہ ان کا طول ساٹھ ہاتھ تھا۔ (ق) ف آدمی کی صورت کا اللہ کی طرف منسوب ہونا اظہار شرف کے لئے ہے جیسے ناقۃ اللہ اور بیت اللہ۔ ورنہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جسم اور صورت سے منزہ ہے۔ (انس) رفع۔ جب حق تعالیٰ نے آدم کو شکل و صورت بخشی تو جنت میں ان کو (روح ڈالے بغیر) چھوڑے رکھا۔ جب تک بھی چھوڑے رکھنا چاہا۔ پس ابلیس ان کے گرد پھرنے اور (غور سے ان کے پتلہ) کو دیکھنے لگا۔ جب ان کو اندر سے خالی دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ ایسی مخلوق ہے جو (تحمل مصائب اور صبر و ضبط پر) قدرت نہ رکھے گی (س) ف یعنی معلوم کیا کہ انسان ضعیف الخلقت ہے اور خوش ہوا کہ اس کو گمراہ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی الإسراء فلما نزلتُ الی السماء الدنیا فنظرت اسفلَ منی فاذا انا بریح وأصوات
ودخان فقلت من ھذا یا جبریل؟ قال ھذہ شیاطین یحرّقون علی اعین بنی آدم لا یتفکروا فی ملکوت السموٰت
والارض ولولا ذلک لرأوا العجب: لاحمد وفیہ ابو الصلت (ابو امامہ[کا]) رفعہ: وکل بالشمس تسعۃ املاک
یرمونھا بالثلج کل یوم ولولا ذلک ما اتت علی شیٔ الا احرقتہ: للکبیر بضعف (ابوذر[۱۸]) رفعہ: کثف الارض
مسیرۃ خمس مائۃ عام وبین الارض العلیا والسماء الدنیا خمسمائۃ عام وکثفھا خمسمائۃ عام وان ما بین
السماء الدنیا والسماء خمس مائۃ عام وکثف السماء خمس مائۃ عام ثم کل سماء مثل ذلک حتی تبلغ السماء السابعۃ ثم ما بین
السماء السابعۃ الی العرش مسیرۃ ما بین ذلک کلہ: للبزار (علی[۱۹]) قال اشدُّ خلقِ ربک الجبالُ والحدید ینحت
الجبالَ والنارُ تأکل الحدیدَ والماء یطفئُ النارَ والسحابُ المسخر بین السماء والارض یحمل الماءَ والریح تنقل السحابَ

کرنا اور قابو میں لانا دشوار نہ ہوگا کہ اندر سے کھوکھلا ہے جس میں قوت وثبات نہیں لہٰذا نشانۂ آفات بنے گا
اور بھوک وشہوات نفسانیہ سے اپنے کو روک نہ سکے گا۔ چنانچہ پیچھے پڑا اور کبھی ناامید نہ ہوا۔ (ابوموسٰی[۱۲])
نع۔ حق تعالیٰ نے آدم کو ایک مشتِ خاک سے پیدا کیا جسے تمامی (مختلف رنگ وبو ولذت والے طبقاتِ)
زمین سے جمع کیا۔ لہٰذا آدم کی اولاد حسب زمین وجود میں آئی کہ کوئی ان میں سُرخ رنگ والا کوئی سفید کوئی
سیاہ اور کوئی بین بین۔ (علیٰ ہٰذا طبیعت میں تفاوت ہوا کہ) کوئی نرم کوئی سخت اور کوئی گندی (خصلتوں
والا) اور کوئی پاک صاف۔ (دت)۔ (عائشہ[۱۵]) نع۔ فرشتے پیدا کئے گئے نور سے اور جان (کہ جنات کا جدِّ امجد
ہے) آگ کے شعلہ سے اور آدم کی پیدائش ہوئی اُس سے جو تم کو بتا دی گئی ہے (یعنی مٹی سے) س (ابوہریرہ[۱۶])
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج (کے قصہ) میں فرمایا کہ جب میں آسمانِ دُنیا کی طرف اُترا تو میں نے اپنے
نیچے کی جانب نگاہ کی تو دیکھتا کیا ہوں کہ (تند وتیز) ہوا اور (شور وغل کی) آوازیں اور (ایک کثیف) دھواں
ہے۔ میں نے کہا یہ کیا ہے اے جبریل۔ فرمایا یہ شیاطین ہیں کہ بنی آدم کی آنکھوں پر آگ جلا کر (دھوئیں سے
اندھا بنا) رہے ہیں۔ کہ آسمانوں اور زمین کی (وسیع) مملکت میں غور نہ کر سکیں۔ اور یہ نہ ہوتا تو بڑے
عجائبات دیکھتے۔ (اور خدا کے مصنوعاتِ عجیبہ کو دیکھ کر کوئی بھی ایمان لائے بغیر نہ رہتا۔) م۔ (ابوامامہ[۱۷]) فع
سورج پر نو فرشتے تعینات ہیں جو اس پر روزانہ برف (کے تھپیڑے) مارتے رہتے ہیں اور اگر یہ نہ ہو تو
جس چیز پر بھی (اس کی تپش اور دھوپ) پڑے اس کو جلا دے (اور زندہ نہ رہنے دے) ک (ابوذر[۱۸])
نع۔ زمین کی ضخامت پانچسو برس کی مسافت ہے اور آسمان کی مٹائی بھی پانچسو برس۔ پھر ہر آسمان ایسا
ہی ہے حتّٰی کہ ساتویں آسمان تک (مٹائی اور فصل کی مسافت قطع کرکے) پہونچے۔ پھر ساتویں آسمان
اور عرش کے درمیان اس سب کی مسافت کے مساوی ہے۔ (بز)۔ (علی[۱۹]) نے فرمایا کہ تمامی مخلوقات
رب میں سخت ترین پہاڑ ہیں اور لوہا پہاڑ کو بھی کھود دیتا ہے اور آگ لوہے کو کھا لیتی اور پگھلا کر پانی بنا
دیتی) ہے۔ اور پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور بادل جو کہ آسمان وزمین کے درمیان (معلق اور) مسخر
ہے پانی کو اُٹھا لیتا (اور گود کے بچے کی طرح لئے پھرتا) ہے۔ اور ہوا بادل کو منتقل کرتی ہے اور
انسان (اتنا قوی ہے کہ) اپنے ہاتھ کے ذریعہ ہوا سے بچاؤ کرتا اور ہوا میں اپنی ضرورت کے لئے چلتا
پھرتا ہے اور نشہ انسان کی عقل کو (کہ مدار انسانیت ہے) داب لیتا ہے اور نیند نشہ کو داب لیتی ہے

والانسان یتقی الریح بیدہ ویذھب فیھا لحاجتہ والسکر یغلب الانسان والنوم یغلب السکر والھم یمنع النوم فاشد خلق ربک الھم ÷ للاوسط (ابن عباسؓ) سئل عن المد والزجر فقال ان ملکا موکلا بقاموس البحر فاذا وضع رجلہ فاضت واذا رفعھا غاضت ÷ لاحمد بخفی (رجل من الصحابۃؓ) اخبر ابا بکرۃ انہ انطلق الی ارض لیس لاھلھا الا الحدید یعملونہ فدخل بیتا فلما کان عند غروب الشمس سمع صوتا لم یسمع مثلہ قال فرعبت فقال لی رب البیت لا تذعرن فان ھذا لا یضرک ھذا صوت قوم ینصرفون الساعۃ من عند ھذا السد قال فیسرک ان تراہ؟ قلت نعم قال فغدوت الیہ فاذا اللبنۃ من حدید مثل الصخر واذا کانہ البرد المحبر واذا مسامیر مثل الجذوع فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرتہ فقال صفہ لی فقلت کانہ البرد المحبر فقال صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر الی رجل قد رأی الردم فلینظر الی ھذا ÷ للبزار بلین وخفی (ابن عمرو بن العاصؓ) قال ان کان الرجل ممن کان قبلکم لیأتی علیہ ثمانون سنۃ قبل ان یحتلم ÷ للبزار بلین (جابرؓ) رفعہ: یا معاذ انی مرسلک

اور فکر نیند کو روک دیتا ہے (کہ سونے نہیں دیتا) لہذا پروردگار کی مخلوق میں سب سے زیادہ سخت چیز فکر ہوا۔ (م) ف اسی لئے فکر وغم سے پناہ مانگنے کی پیغمبر نے تعلیم دی ہے کہ اس سے دین اور دنیا دونوں مضمحل ہوتے ہیں (ابن عباسؓ) سے (سمندر کے) چڑھاؤ اور اتار کی بابت سوال کیا گیا (کہ کیوں ہوتا ہے) فرمایا ایک فرشتہ عمق سمندر پر تعینات ہے۔ جب وہ سمندر میں اپنا پاؤں رکھتا ہے تو وہ چڑھ جاتا ہے اور جب اٹھا لیتا ہے تو اتر جاتا ہے (م) ف سائنس نے ان امور کے اسباب ظاہر سے بحث کی ہے اور اہل دین کی تحقیق باطنی وحقیقی اسباب پر مبنی ہے۔ لہذا ظاہری اسباب کے مانتے ہوئے بھی ان کا سبب السبب معلوم کرنا پڑے گا اور نتیجہ یہی ہوگا کہ نظام عالم کو خلاق عالم نے اپنے فرشتوں کے وسائط سے اس نہج پر قائم کیا ہے کہ وہ اسباب ظاہریہ کو واسطہ بنا کر حسب مشیت الہیہ تصرفات کرتے رہتے ہیں۔ (ایک صحابیؓ) نے حضرت ابوبکرہ کو مطلع کیا کہ وہ ایسی زمین میں گئے جس کے باشندوں کے پاس بجز لوہے کے کچھ نہ تھا کہ اسی کو کام میں لاتے تھے۔ (ایک دن) وہ ایک گھر میں داخل ہوئے۔ جب غروب آفتاب کا وقت قریب آیا تو ایک آواز سنی کہ ایسی کبھی نہ سنی تھی پس میں ڈر گیا۔ صاحب خانہ نے کہا گھبراؤ مت کہ یہ تم کو ضرر نہ پہونچائے گی۔ یہ ان لوگوں کی آواز ہے جو اس دیوار سے واپس آرہے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کیا تمہاری خواہش ہے کہ اس دیوار کو دیکھو میں نے کہا ہاں۔ چنانچہ میں اس جانب گیا تو دیکھا کہ بڑے پتھر کی طرح لوہے کی اینٹ (سے چنی ہوئی) ہے اور ایسی (دورنگی) ہے جیسے دھاری دھار چادر۔ اور اس میں کیلیں ہیں جیسے درخت کا تنہ۔ پس میں نے (واپس آکر) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اس دیوار کی پوری کیفیت مجھ سے بیان کرو۔ تو میں نے عرض کیا وہ ایسی تھی جیسے دھاری دھار چادر۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے پسند ہو کہ اس شخص کو دیکھے جس نے ردم کو دیکھا ہے تو اس شخص کو دیکھ لے۔ (بز) ف اس آہنی دیوار کا نام ردم ہے جو یاجوج وماجوج کی شرپر قوم کو روکنے کے لئے ذوالقرنین نے بنائی تھی اور اس کو سد سکندری کہتے ہیں۔ (ابن عمرو بن عاصؓ) نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں آدمی پر اسی برس گذر جاتے تھے۔ اس سے قبل کہ بالغ ہو۔ (بز) ف یعنی پہلے لوگوں کی عمریں بہت طویل ہوتی تھیں کہ اسی اسی برس نابالغی اور بچپن میں ختم ہو جایا کرتے تھے۔ (جابرؓ) رفع۔

الی قوم اهل کتاب فاذا سئلت عن المجرة التی فی السماء فقل هی لعاب[1] حیة تحت العرش ؛ للکبیر بضعف (ابن[24] عمرو بن العاص) قال ان العرش لمطوق بحیةٍ وان الوحی لینزل فی السلاسل[2] ؛ (وعنه[25]) قال ربع من لا یلبس الثیاب من السودان اکثر من جمیع الناس ؛ هما للکبیر.

کتاب الاذکار والادعیة، فضل الذکر والدعاء

(ابو هریرة) رفعه: ان لله ملائکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اهل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون الله تعالی تنادوا هلموا الی حاجتکم فیحفونهم باجنحتهم الی السماء الدنیا فیسألهم ربهم وهو اعلم بهم ما یقول عبادی قال یقولون یسبحونك ویکبرونك ویحمدونك ویمجدونك فیقول هل رأونی؟ فیقولون لا والله ما رأوك فیقول کیف لو رأونی؟ فیقولون لو رأوك کانوا اشد لك عبادة واشد لك تحمیدًا واکثر لك تسبیحا فیقول فما یسألون؟ فیقولون یسألونك الجنة فیقول وهل رأوها؟ فیقولون لا والله یا رب ما رأوها فیقول کیف لو رأوها؟ فیقولون لو رأوها کانوا اشد علیها حرصًا واشد لها طلبًا واعظم فیها رغبة قال فمم یتعوذون؟ فیقولون یتعوذون من النار فیقول هل رأوها؟ فیقولون لا والله ما رأوها فیقول فکیف لو رأوها؟

اے معاذ میں تم کو ایک اہل کتاب قوم کی طرف بھیج رہا ہوں پس جب تم سے اس سپید (شفق) کے متعلق دریافت کیا جائے جو عرض آسمان میں ظاہر ہوتی ہے (کہ وہ کیا چیز ہے) تو کہہ دینا کہ وہ سانپ کا لعاب ہے جو عرش کے نیچے ہے. (ک) ف کبیر نے اس روایت کو خود ضعیف کہا ہے۔ (ابن عمرو[24] بن عاص) نے فرمایا کہ عرش کے چار طرف ایک بڑا سانپ ہے اور وحی کا نزول زنجیروں میں ہوتا ہے (ک) ف یعنی وحی کے نزول میں ایسی آواز مسموع ہوتی ہے جیسے زنجیر کے زمین پر رگڑنے میں کھڑکھڑاہٹ ہوتی ہے۔ (ایضًا) فرمایا کہ سیاہ فام (بن مانس) جو کپڑے نہیں پہنتے (اور جنگلی جانوروں کی طرح زندگی گذارتے ہیں) ان کے چوتھائی تمام انسانوں سے (تعداد میں) زیادہ ہیں. (ک).

(اذکار اور دعائیں) ذکر الٰہی اور دعا کی فضیلت

(ابو ہریرہ) فع: اللہ کے کچھ فرشتے (اس پر مامور) ہیں کہ وہ ذکر الٰہی کرنیوالوں کی تلاش میں راستوں میں پھرا کرتے ہیں. اور جب ان کو پاتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوں تو (اپنے ساتھی فرشتوں کو) پکارتے ہیں کہ آؤ اپنے مطلب کی طرف (ذکر اللہ سنو اور ذاکرین خدا سے ملو) پس وہ آسمانِ دنیا تک (تہہ بہ تہہ ہوکر) ان کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے (اور ابر کی طرح ان پر سایہ کر لیتے) ہیں آنحضرت نے فرمایا پس (مجلس برخاست ہونے پر جب یہ فرشتے بارگاہِ احدیت میں حاضر ہوتے ہیں) تو اُن کا رب اُن سے دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ اُن کے حال سے زیادہ واقف ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ یہ کہتے ہیں کہ (خداوندا) آپ کی تسبیح و تکبیر اور حمد و ثنا کر رہے تھے. فرماتا ہے (اے فرشتو) کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے. عرض کرتے ہیں کہ نہیں. واللہ آپ کو دیکھا نہیں. فرماتا ہے اگر وہ مجھے دیکھتے تو کیا حال ہوتا؟ کہتے ہیں اگر آپ کو دیکھ لیتے تو آپ کی عبادت اور آپ کی حمد اور آپ کی تسبیح و تقدیس میں بہت ہی بڑھے ہوئے ہوتے. فرماتا ہے اور وہ مانگ کیا رہے تھے؟ عرض کرتے ہیں کہ آپ سے جنت مانگ رہے تھے. فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں کہ نہیں واللہ اے رب انہوں نے اس کو دیکھا نہیں. فرماتا ہے

[1] لعاب کغراب ما سال من الفم ۱۲ [2] ای ذو صوت کالسلاسل ۱۲

فیقولون لو رأوها کانوا اشد منها فرارًا واشد لها مخافة فیقول اُشهدکم انی قد غفرتُ لهم قال یقول
ملك من الملئکة فیهم فلان لیس منهم انما جاء لحاجة قال هم الجلساء لا یشقٰی جلیسهم ؛ للشیخین و
للترمذی نحوه عن ابی هریرة او ابی سعید بالشك (وعنه) رفعه ؛ من قعد مقعدًا لم یذکر الله فیه کانت
علیه من الله ترة ومن اضطجع مضجعا لا یذکر الله فیه کانت علیه من الله ترة وما مشٰی احد ممشی لا یذکر الله فیه
الا کانت علیه من الله ترة ؛ لابی داود والترمذی (وعنه) رفعه : ما من قوم یقومون من مجلس لا یذکرون
الله فیه الا قاموا من مثل جیفة حمار وکان علیهم حسرة ؛ لابی داود (ابو سعید) خرج معاویة علی حلقة فی
المسجد فقال ما اجلسکم؟ قالوا جلسنا نذکر الله قال اللهِ ما اجلسکم الا ذلك؟ قالوا اللهِ ما اجلسنا غیره قال
اما انی لم استحلفکم تهمة وما کان احد بمنزلتی من النبی صلی الله علیه وسلم اقل حدیثا عنه منی وان صلی الله
علیه وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم ؟ قالوا جلسنا نذکر الله ونحمده علی ما هدانا للاسلام
ومنّ به علینا قال الله ما اجلسکم الا ذلك؟ قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انی لم استحلفکم تهمة لکم ولکنه
اتانی جبرئیل فاخبرنی ان الله تعالیٰ یباهی بکم الملائکة ؛ لمسلم والترمذی والنسائی (عبد الله بن بسر)

اگر اس کو دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ کہتے ہیں کہ اس کو دیکھ پاتے تو اس کے بہت ہی زیادہ حریص اور بہت
ہی زیادہ اس کے طلب گار اور بہت ہی زیادہ اس کی رغبت والے ہوتے۔ فرماتا ہے اور وہ پناہ کس
چیز سے مانگ رہے تھے؟ کہتے ہیں کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ
کو دیکھا ہے؟ کہتے ہیں کہ نہیں واللہ اے پروردگار انہوں نے اس کو دیکھا نہیں۔ فرماتا ہے اگر اس کو دیکھ
لیتے تو کیا حال ہوتا؟ کہتے ہیں کہ اگر اس کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت ہی زیادہ بھاگتے اور بشدت ڈرتے
(کہ دوزخ میں لے جانے والے گناہوں کے پاس بھی نہ پھٹکتے) آنحضرت نے فرمایا پس حق تعالیٰ فرماتا ہے
(اے فرشتو) میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ یہ سنکر ان
فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان (ذاکرین کی جماعت) میں فلاں شخص بھی ہے جو ان میں سے نہیں
ہے بلکہ کسی ضرورت سے آگیا تھا۔ فرماتا ہے کہ وہ ایسے (مقبول و مقدس) لوگ ہیں کہ ان کا ہمنشین بھی (اثر
اور اجر سے) محروم نہیں رہ سکتا۔ (ق ت)۔ (ایضاً) فع۔ جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھا کہ وہاں اللہ کو یاد نہ
کیا تو اس پر اللہ کی طرف سے افسوس ہوگا اور جو لیٹا کسی خواب گاہ میں کہ اس میں اللہ کو یاد نہ کیا تو
اس پر اللہ کی طرف سے افسوس ہوگا۔ اور جو چلا کسی راستہ میں کہ اس میں اللہ کو یاد نہ کیا تو اس پر اللہ
کی طرف سے افسوس ہوگا۔ (یعنی بحکم خدا قیامت کے دن افسوس کرے گا کہ ہائے وقت عزیز کو بیکار
کیوں کھویا اور کسل و غفلت کی بدولت بڑی دولت سے محروم رہا۔ (د)۔ (ایضاً) فع۔ جو قوم بھی
ایسی مجلس سے اٹھتی ہے جس میں اللہ کو یاد نہیں کرتی گویا مُردار گدھے کی لوتھ سے کھڑی ہوتی ہے
(د) ف کہ وہ مجلس مانند مُردار گدھے کے ہے اور شرکا اس کے تماشبین اور مُردار خوار۔ (ابو سعید)
معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر تشریف لائے اور فرمایا کون چیز تمہارے (یہاں) بیٹھنے کا سبب ہوئی؟
بولے ہم ذکر الٰہی کے لئے یہاں بیٹھے ہیں۔ فرمایا واللہ بجز اس کے اور (کسی غرض نے) تم کو (یہاں) نہیں
بٹھایا؟ کہا واللہ اس کے سوا کوئی (سبب) ہمارے بیٹھنے کا نہیں۔ فرمایا سنو کہ میں نے تم کو قسم

ان رجلا قال یا رسول اللہ ان ابواب الخیر کثیرۃ و لا استطیع القیام بکلھا فاخبرنی عن شئی اتشبث به ولا تکثر علی فانسی قال لایزال لسانک رطبا بذکر اللہ ÷ (ابو سعیدؓ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم سئل ای العباد افضل وارفع درجۃ عند اللہ یوم القیامۃ ؟ قال الذاکرون اللہ کثیرا قیل یا رسول اللہ ومن الغازی فی سبیل اللہ؟ قال لو ضرب بسیفہ حتی ینکسر ویختضب دما فان الذاکر للہ افضل منہ درجۃ ھا للترمذی (ابو موسٰیؓ) رفعہ: مثل البیت الذی یذکر اللہ فیہ والبیت الذی لا یذکر اللہ فیہ مثل الحی والمیت للشیخین بلفظ مسلم (ابو ھریرہؓ) کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یسیر فی طریق مکۃ فمر علی جبل یقال لہ جمدان فقال سیروا ھذا جمدان سبق المفردون قالوا وما المفردون یا رسول اللہ؟ قال الذاکرون اللہ کثیرا ؛ لمسلم وفی روایۃ للترمذی: وما المفردون؟ قال المستھترون لذکر اللہ یضع الذکر عنھم اثقالھم فیأتون اللہ یوم القیامۃ خفافا ؛ (وعنہ) رفعہ: یقول اللہ تعالٰے انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتہ فی ملأ خیر منہ وان تقرب الی شبرا تقربت

تم پر جھوٹ کی تہمت کی غرض سے نہیں دی۔ (بلکہ اتباع محمدی کی غرض سے دی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (تعلق میں) میرا کوئی ہم پلہ آپ سے حدیث کے نقل کرنے میں مجھ سے زیادہ کم نہیں تھا (بلکہ روایت حدیث میں سب سے کم میں ہی ہوں) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ایک حلقہ پر تشریف لائے اور فرمایا (میاں) تم کو کس بات نے بٹھایا ہے؟ عرض کیا کہ ہم اس لئے بیٹھے ہیں کہ اللہ کو یاد کریں اور اسلام کی جو ہم کو ہدایت بخشی اور احسان فرمایا اس پر اس کی حمد کریں۔ فرمایا کیا واللہ بجز اس کے اور کسی غرض نے تم کو نہیں بٹھایا۔ کہا واللہ بجز اس کے اور کسی (غرض) نے ہمیں نہیں بٹھایا۔ فرمایا سُن لو کہ میں نے تم کو تہمت (اور جھوٹ کے الزام) کی خاطر حلف نہیں دلایا بلکہ (تمہاری فضیلت محقق کرنے کے لئے کہ) جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے مطلع کیا کہ حق تعالٰے تمہارے ذریعہ فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ (س ت ی) ف کہ دیکھو میرے یہ بندے باوجودیکہ نفس و خواہشات اور شیطان کو ان پر مسلط کیا ہے کیسے میری عبادت و ذکر میں مشغول ہیں۔ لہٰذا تم سے زیادہ مستحق تعریف ہیں کہ تمہارے لئے طاعت و ذکر بمنزلہ غذا اور ایسا ہے جیسے سانس لینا۔ (عبداللہؓ بن بسر) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خیر کے دروازے بکثرت ہیں کہ میں سب کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجھے ایسی (جامع) چیز بتائیے کہ جسکو مضبوط تھام لوں۔ اور زیادہ نہ بتائیے کہ بھول جاؤں گا۔ فرمایا ہر وقت تمہاری زبان اللہ کی یاد سے تر رہے۔ (ت) ف مُنہ کی زبان ہو یا دل کی اُس سے ذکرِ خدا ہمہ وقت و ہر حال جاری رہے۔ اور یہ ادائے فرائض کے بعد یہ مختصر جامع عمل تمامی حسنات ونوافل عبادات سے افضل وانفع ہے۔ (ابو سعیدؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بندوں میں افضل اور بروز قیامت اللہ کے نزدیک بلند درجہ والا کون ہے؟ فرمایا اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا غازی فی سبیل اللہ سے بھی (افضل ہیں)؟ فرمایا اگر (کافروں کو) مارتے مارتے اُس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے تب بھی ذاکرِ حق کا مرتبہ اس سے افضل ہے۔ (ت) ف زبان سے اللہ کا نام لینا اور اس کی حمد وثنا کرنا یا دل سے اس کا دھیان رکھنا اور اس کی معصیت

اليه ذراعا وان تقرب الى ذراعا تقربت اليه باعا وان اتانى يمشى اتيته هرولة[1] للشيخين والترمذى
الیہ ذراعا وان تقرب الی ذراعا تقربت الیہ باعا وان اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ ۔ للشیخین والترمذی
يقول الله تعالىٰ ان عبدى كل عبدى الذى يذكرنى وهو ملاق قرنه[2] يعنى
(عمارة بن زعكرة) رفعه: يقول الله تعالىٰ ان عبدى كل عبدى الذى يذكرنى وهو ملاق قرنه يعنى عند القتال ۔ (انس) رفعه: اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا قالوا وما رياض الجنة؟ قال حلق[3] الذكر ۔ (ابو امامة) رفعه: من اوى الى فراشه طاهرا يذكر الله حتى يدركه النعاس لم يتقلب ساعة من ليل يسأل من خير الدنيا والآخرة الا اعطاه اياه ۔ (عمر) ان النبى صلى الله عليه وسلم بعث بعثا قبل نجد فغنموا غنائم كثيرة واسرعوا الرجعة فقال رجل ممن لم يخرج ما رأينا بعثا اسرع رجعة ولا افضل غنيمة من هذا البعث فقال صلى الله عليه وسلم الا ادلكم على قوم افضل غنيمة واسرع رجعة؟ قوم شهدوا

سے بچنا سب ذکر اللہ میں داخل ہیں اور ہر وقت اس کو یاد رکھنا تو اصل ہے تمامی عبادات کی کہ معبود کو یاد کئے بغیر اطاعت ہو نہیں سکتی (ابو موسیٰ) فع جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے (کہ اللہ کی یاد ہر شئے کی اصل حیات ہے) ق ۔ (ابو ہریرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ میں (جو مدینہ کو جاتا ہے) جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ پر گذر ہوا جس کا نام جمدان تھا ۔ پس فرمایا کہ چلو یہ جمدان ہے (اور قرب وطن یعنی مدینہ کا مبشر ہے) آگے بڑھ گئے تنہائی پسند ۔ صحابہ نے عرض کیا اور تنہائی پسند کون یا رسول اللہ؟ فرمایا اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے (س، ترمذی کی روایت میں ہے تنہائی پسند کون؟ فرمایا یاد خدا میں منہمک رہنے والے کہ ذکر اللہ ان سے ان کے بوجھ اتار دیتا ہے اور وہ بروز قیامت اللہ کے پاس ہلکے پھلکے آئیں گے ۔ ف کوہ جمدان مدینہ منورہ سے راہ مکہ میں ایک منزل پر ہے ۔ جب صحابہ کا قافلہ اس مقام پر پہونچا تو بعض حضرات شوق وطن میں قافلہ سے جدا ہو کر تیز قدم آگے چلے گئے ۔ تب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ محمود و پسندیدہ علیحدگی وہ ہے جو ذکر الٰہی کے لئے عوام سے ہو کہ اس کا نام خلوت وعزلت ہے ۔ اور یہی وہ سبقت ہے جو تعلقات دُنیا کے بوجھ اُتار کر انسان کو ہلکا بناتی اور اہل تعلقات سے آگے بڑھا کر اصل وطن یعنی جنت میں لیجاتی ہے ۔ (ایضاً) فع ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس ہوں ۔ جیسا بھی میرے ساتھ رکھتا ہے ۔ اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے ۔ پس اگر وہ مجھے یاد کرتا ہے اپنے دل میں تو میں بھی اس کو یاد کرتا ہوں اپنے دل میں (یعنی خفیہ کہ فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی) اور اگر وہ مجھے یاد کرتا ہے جماعت میں تو میں بھی اس کو یاد کرتا ہوں (فرشتوں کی) جماعت میں جو کہ بہتر ہے ان سے ۔ اور اگر وہ میرے قریب آنا چاہتا ہے ایک بالشت (کہ معمولی توجہ صرف کرتا ہے) تو میں اس کے قریب آنا چاہتا ہوں ایک ہاتھ ۔ اور اگر وہ میرے قریب کی خاطر ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دونوں ہاتھ کے پھیلاؤ کی مقدار بڑھتا ہوں ۔ اور اگر وہ میری طرف آتا ہے چل کر تو میں اس کی طرف آتا ہوں دوڑ کر ۔ (ق ت) ف یہ تمثیل ہے سمجھانے کے لئے کہ بندہ اگر حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں ذرا بھی توجہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ کی رحمت و توجہ کئی گونہ زیادہ اس پر برستی ہے کہ وہ خالق و کریم ہے ۔ صرف بندہ کی طلب توجہ دیکھنا چاہتا ہے اور پھر کرم و فضل کا موسلا دھار مینہ برسا دیتا ہے ۔ نیز بندہ جب اپنے مولیٰ کے ساتھ حُسنِ ظن اور اُمید رکھتا ہے

[1] هذا كله كناية عن سرعة الاقبال عليه بلطفه ومنه ونظره اليه ۱۲
[2] القرن بالكسر الكفو والنظير فى الشجاعة والحرب ويجمع على اقران ۱۲
[3] الحلق بكسر المهملة وفتح اللام جمع حلقة كقصعة وقصع ۱۲

صلاة الصبح ثم جلسوا يذكرون الله حتى طلعت الشمس فاولئك اسرع رجعة وافضل غنيمة ۔ هى للترمذى
(ابو الدرداء[12]) رفعه ليبعثن الله اقواما يوم القيامة فى وجوههم النور على منابر اللؤلؤ يغبطهم الناس ليسوا
بانبياء ولا شهداء قال فجثى اعرابى على ركبتيه فقال يا رسول الله حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون فى الله
من قبائل شتى وبلاد شتى يجتمعون على ذكر الله يذكرونه ۔ للكبير (ابن مسعود[15]) رفعه: ان من

مغفرت ورحمت کی تو اسی کے موافق اس کے ساتھ برتاؤ ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سچا اور نیک گمان اسی وقت ہو گا جبکہ اس کی اطاعت اور اعمالِ صالحہ کئے ہوں۔ کہ باغی کو بغاوت کرتے ہوئے مہربانی کا متوقع ہونا گویا ٹھنڈے لوہے کو انگلی سے کاٹنے کا متوقع ہونا ہے۔ (عمارہ[11] بن زعکرہ) فع۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے میرا پورا (اور کامل) بندہ وہ ہے جو مجھے یاد رکھتا ہے درانحالیکہ اپنے ہمسر سے مٹ بھیڑ کرتا ہے۔ یعنی کافر کے ساتھ جنگ کرتے وقت۔ (ت) ف کہ جنگ کے وقت انسان کو اپنی جان کی پڑ جاتی ہے اور سب کچھ بھول جاتا ہے ایسے وقت میں اللہ کو یاد رکھنا کہ علامت ہے مرتے وقت بھی اس کو یاد رکھنے کی، کمالِ عبدیت ہے۔ (انس[11]) فع۔ جب تمہارا باغہائے جنّت پر گذر ہوا کرے تو میوہ خوری کیا کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ باغہائے جنّت کون سے ہیں؟ فرمایا ذکر کے حلقے۔ (ت) ف کہ ذکرِ الٰہی دخولِ جنّت کا سبب ہے۔ اور ذاکرین جب اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو گویا جنّت کے میوے کھانے میں مصروف ہیں۔ پس اگر خود شوق نہ ہو تو جس وقت ایسے لوگوں پر گذر ہو تو ان کی دیکھا دیکھی ہی ذکر میں لگ جایا کرو کہ پھل کھانے میں شرکت ہو جائے گی۔ (ابو امامہ[12]) فع۔ جو شخص اپنے بستر پر باوضو لیٹا اور اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو نیند آجاتی ہے تو رات کے جس لمحہ میں بھی کروٹ بدلے گا اور (اس آنکھ کھل جانے میں) دنیا اور آخرت کی کسی خوبی کا اللہ سے سوال کرے گا تو حق تعالیٰ وہ اس کو ضرور عطا فرمائے گا۔ (عمر[12]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ) کا ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا جن کو ایک کثیر مقدار مالِ غنیمت ہاتھ لگا اور بہت ہی جلد واپس بھی آگئے۔ ایک شخص جو کہ ان کے ساتھ نہیں گیا تھا کہنے لگا کہ ہم نے کوئی لشکر اس لشکر سے بہتر غنیمت والا اور اس سے جلد واپس ہو جانیوالا نہیں دیکھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو تو وہ لوگ بتاؤں جو بلحاظ غنیمت (ان سے بھی) بہتر اور بلحاظ واپسی (ان سے بھی) زیادہ سریع ہیں۔ وہ لوگ ہیں جو نمازِ فجر میں حاضر ہوئے اور پھر بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سورج نکل آیا اور اس وقت وہ اشراق پڑھ کر مسجد سے نکلے اور اپنے کاروبار میں لگے (پس یہ لوگ بلحاظ مالِ غنیمت افضل اور بلحاظ واپسی سریع تر ہیں۔ (کہ ذرا سی دیر میں پائدار دولت کے ڈھیر جمع کر لئے۔) ت۔ (ابو الدرداء[12]) فع۔ حق تعالیٰ بروز قیامت ایسے لوگوں کو (قبروں سے) اٹھائے گا جن کے چہروں میں نور ہو گا موتیوں کے ممبروں پر) بیٹھے ہونگے کہ ان پر سب لوگ رشک کریں گے (حالانکہ) وہ نہ انبیاء ہیں نہ شہداء۔ پس ایک بدو نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم سے ان کا حال بیان فرمایئے۔ کہ ہم ان کو پہچان لیں۔ فرمایا وہ اللہ کے واسطے باہم محبت کرنے والے لوگ ہیں۔ مختلف خاندانوں کے اور مختلف شہروں کے کہ ذکرِ الٰہی پر جمع ہو کر اس کو یاد کرتے ہیں (ک)۔ (ابن مسعود[15]) فع۔ بعض لوگ ذکرِ الٰہی کی کنجیاں ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ

الناس مفاتيح لذكر الله اذا رُأوا ذُكِر الله ؛ للكبير وفيه عمرو بن القاسم (سعد بن مالك[16]) رفعه خير
الذكر الخفي وخير الرزق ما يكفي ؛ لاحمد والموصلي بلين (مالك[17]) بلغني: ان النبي صلى الله عليه وسلم
كان يقول ذاكر الله في الغافلين كالمقاتل خلف الفارين وذاكر الله في الغافلين كغصن اخضر في شجر
يابس وذاكر الله في الغافلين مثل مصباح في بيت مظلم وذاكر الله في الغافلين يريه الله مقعده من
الجنة وهو حي وذاكر الله في الغافلين يُغفر له بعدد كل فصيح واعجم والفصيح بنو آدم والاعجم البهائم
لرزين. (ابو الدرداء[18]) رفعه: أَلا أُخبركم بخير اعمالكم وارفعها في درجاتكم وازكاها عند مليككم وخير لكم
من اعطاء الورق والذهب وخير لكم من ان تلقوا اعداءكم فتضربوا اعناقهم ويضربوا اعناقكم؟ قالوا
بلى قال ذكر الله ؛ للترمذي وللموطا موقوفا (ابو سعيد[19]) رفعه: أكثروا ذكر الله حتى يقولوا مجنون ؛
لاحمد والموصلي بلين. (معاذ[20]) ما عمل ابن آدم من عمل انجى له من عذاب الله من ذكر الله ؛ لمالك والترمذي
(انس[21]) رفعه: لأن اقعد مع قوم يذكرون الله من صلوة الغداة حتى تطلع الشمس احب الي من ان اعتق
اربعة من ولد اسمعيل ولأن اقعد مع قوم يذكرون الله من صلوة العصر الى ان تغرب الشمس احب

یاد آجاتا ہے۔ (ک) **ف** کہ جس طرح کنجی سے قفل کھل جاتا ہے اسی طرح ان کی صورت ذکر خدا کا
دروازہ کھول دیتی ہے وہ دنیا سے دل سرد کر کے اللہ کی یاد تازہ کر دیتی ہے۔ (سعد بن مالک[16]) رفع۔
بہترین ذکر وہ ہے جو مخفی ہو (کہ اس میں نمود سے امن ہے) اور بہترین روزی وہ ہے جو بقدر کفایت
ہو (کہ نہ تنگی موجب تکلیف بنے نہ زیادتی موجب غفلت ولہو ولعب)۔ م ص۔ (مالک[17]) مجھے یہ حدیث
پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔ اللہ کا ذکر کرنے والا اہلِ غفلت لوگوں میں
ایسا ہے جیسے (کفار سے) جنگ کرنے والا بھاگ جانیوالے لوگوں کے بعد (کہ تنہا میدان میں کھڑا لڑ
رہا ہے) اور اس کا ذکر کرنے والا اہلِ غفلت میں ایسا ہے جیسے سبز شاخ سوکھے درخت میں۔ اور اللہ
کا ذکر کرنے والا غافلوں میں ایسا ہے جیسے چراغ اندھیرے گھر میں یا اور اللہ کا ذکر کرنے والے کو
اللہ تعالیٰ اس کا مقامِ جنت (اس کو بطریق کشف یا خواب میں یا بعطاء یقین) اس کی زندگی ہی میں
دکھا دے گا۔ اور غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کے (گناہ) بخشے جاتے ہیں بشمار ہر ناطق وصامت
کے اور ناطق سے مراد ابن آدم ہے اور صامت سے مراد چوپائے۔ (ین)۔ (ابو درداء[18]) کیا تم کو نہ
بتاؤں جو تمہارے اعمال میں سب سے بہتر اور تمہارے درجات میں بلند تر اور تمہارے شاہنشاہ
کے نزدیک پاکیزہ تر اور تمہارے لئے سیم وزر کی عطا سے بہتر اور اس (طاعت جہاد) سے بھی تمہارے
لئے افضل تر ہے کہ تم اپنے دشمن سے لڑو اور تم ان کی گردنیں مارو اور وہ تمہاری گردنیں ماریں صحابہ
نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ فرمایا ذکر خدا۔ (ت ط) **ف** ہر طاعت کی اصل چونکہ اللہ کی یاد وہ ذکر الٰہی
ہے۔ اس لئے ہر عبادت اور ہر دنیوی نعمت سے بڑھ کر ہے۔ (ابو سعید[19]) ذکر الٰہی اتنا زیادہ کرو
کہ لوگ کہنے لگیں دیوانہ ہوگیا ہے (م ص)۔ (معاذ[20]) ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الٰہی سے نجات
دینے والا کوئی عمل بھی ابن آدم کا نہیں ہے۔ (ت ط) (انس[21]) رفع۔ یہ بات کہ میں اس جماعت کے ساتھ
جو ذکر الٰہی میں مشغول ہیں نماز فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک بیٹھ جاؤں مجھے اس سے بھی زیادہ پیارا

الیٰ من ان اعتق اربعۃ ؛ لابی داود (النعمان[۲۲] بن بشیر) رفعہ، الدعاء ھو العبادۃ ثم قرأ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین ؛ لابی داود والترمذی بلفظہ (ابو ھریرۃ[۲۳]) رفعہ: لیس شئ اکرم علی اللہ من الدعاء ؛ (انس[۲۴]) رفعہ: الدعاء مخ العبادۃ ؛ (ابن عمر[۲۵]) من فتح لہ باب الدعاء فتحت لہ ابواب الرحمۃ وما سئل اللہ تعالیٰ شیئاً احب الیہ من ان یسأل العافیۃ وان الدعاء ینفع مما نزل ومما لم ینزل ولا یرد القضاء الا الدعاء فعلیکم بالدعاء ؛ (جابر[۲۶]) رفعہ، ما من عبد یدعو بدعاء الا اتاہ اللہ ما سأل او کف عنہ من السوء مثلہ ما لم یدع باثم او قطیعۃ رحم ؛ ھی للترمذی ولفظ رزین فی ھذا : الا اتاہ ما سأل او ادخر لہ فی الاخرۃ خیرا منہ او کف عنہ الیٰ اخرہ ؛ (جابر[۲۷]) رفعہ: الا ادلکم علی ما ینجیکم من عدوکم ویدر لکم ارزاقکم ؟ تدعون اللہ فی لیلکم ونہارکم فان الدعاء سلاح المؤمن ؛ للموصلی بضعف

کہ اولاد اسمٰعیل میں کے چار غلاموں کو آزاد کردوں۔ اور یہ بات کہ اس قوم کے ساتھ جو اللہ کی یاد میں مشغول ہے نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک بیٹھا رہوں مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ اولاد اسمٰعیل کے چار غلاموں کو آزاد کردوں۔ (د) ف اول تو ہر غلام کا آزاد کرنا بہترین عمل خیر ہے۔ اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد کو کوئی غلام بنائے تو مظلوم نبی زادوں کا آزاد کرنا تو کئی اعمال حسنہ کا مجموعہ ہے۔ مگر گھنٹہ بھر ذاکرین کے مجمع کی شرکت ایک چھوڑ چار نبی زادوں کے آزاد کرنے سے بھی افضل ہے۔ (نعمان[۲۲] بن بشیر) فع۔ دعا ہی عبادت ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی وقال ربکم ادعونی الخ اور تمہارا رب فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہارے نفع کی بات قبول کروں گا اور جو میری عبادت (یعنی دعا) سے تکبر کریں گے وہ ذلیل ہو کر جہنم میں عنقریب داخل ہوں گے (د ت) ف دعا میں سوال اور اپنی ذلت و عجز و احتیاج کا اظہار ہے جو کہ عبادت کا مقصود اعظم ہے اس لئے دعا اصل عبادت ہوئی اور اسی لئے اس کو آیت میں عنوان عبادت سے تعبیر کیا گیا کہ جو براہ تکبر اس تذلل سے اکڑتے ہیں وہ کمال ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔ کہ خدا کے سامنے ذلت اختیار نہ کرنا آخرت میں اولین و آخرین کے بھرے مجمع میں ذلیل و رسوا ہونے کا سبب ہے۔ (ابو ہریرہ[۲۳]) فع۔ دعا سے زیادہ اللہ کے نزدیک کوئی چیز بھی باوقعت نہیں۔ (انس[۲۴]) فع، دعا عبادت کا مغز (اور اصل خلاصہ) ہے۔ (ابن عمر[۲۵]) فع، جس کے لئے دعا کا دروازہ کھل گیا (اور دعا مانگنے میں اُسے دلبستگی اور انس نصیب ہوا) اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے۔ اور اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ پیارا کسی چیز کا مانگنا نہیں کہ اس سے عافیت (اور دین و دنیا کی سلامتی) مانگی جائے۔ اور دعا مفید ہوتی ہے نازل شدہ (بلا) سے اور (اس) آنے والی مصیبت) سے بھی جو نازل نہیں ہوئی۔ اور قضا کو نہیں رد کر سکتی مگر دعا۔ لہٰذا دعا کو لازم پکڑو۔ (ت) ف قضا یعنی امر مقدر اگر مشروط و معلق ہو دعا پر تو ظاہر ہے کہ دعا مانگنے پر بدل جائے گی ورنہ مطلب یہ ہے کہ قضا کو اگر کوئی چیز دفع کر سکتی تو وہ دعا ہوتی کہ سب میں زیادہ قوی التاثیر ہے۔ مگر تقدیر مبرم بدل نہیں سکتی۔ (جابر[۲۶]) فع۔ جو بندہ بھی کوئی دعا مانگتا ہے حق تعالیٰ اس کو دیتا ہے جو کچھ اس نے مانگا۔ یا اس سے روک دیتا ہے کوئی تکلیف اس جیسی۔ جب تک کہ گناہ یا رشتہ سے بے تعلقی کی دعا نہ مانگے۔ اور رزین کے الفاظ یہ ہیں کہ اس کو دیتا ہے جو اس نے مانگا یا آخرت میں اس کے

وقت الدعاء وحال الداعی وکیفیة الدعاء وغیر ذلک

(ابوھریرۃ) رفعه: ینزل ربنا کل لیلة الی سماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر فیقول من یدعونی فاستجیب له؟ من یسألنی فاعطیه؟ من یستغفرنی فاغفر له: وفی روایة: ان اللہ یمهل حتی اذا ذهب ثلث اللیل الاول نزل الی السماء الدنیا فیقول هل من مستغفر؟ هل من تائب؟ هل من سائل؟ هل من داع حتی ینفجر الفجر: وفی اخری: اذا مضی شطر اللیل او ثلثاہ ینزل بنحوہ: للستة الا النسائی (ابوامامة) قیل یارسول اللہ ای الدعاء اسمع؟ قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات: للترمذی (انس) رفعه: الدعاء بین الاذان والاقامة لایرد: لابی داود والترمذی (سهل بن سعد) رفعه: ثنتان لا تردان او قلما تردان عند النداء وعند البأس حین یلحم بعضهم بعضاً: وفی اخری: وتحت المطر: للموطا ولابی داود بلفظه. (ابوھریرۃ) رفعه: اقرب مایکون العبد من ربه تعالی وهو ساجد فاکثروا الدعاء: لمسلم وابی داود والنسائی (وعنه) رفعه: من سرہ ان یستجیب اللہ له عند الشدائد والکرب فلیکثر الدعاء فی الرخاء: للترمذی (وعنه) رفعه: دعوة المظلوم مستجابة وان کان فاجراً ففجورہ علی نفسه:

لئے اس سے بہتر ذخیرہ بنا کر رکھ چھوڑتا ہے. اور یا اس سے روک دیتا ہے الخ ف یعنی بندہ کی کوئی دُعا بے کار وضائع نہیں جاتی. یا تو حسب سوال ملجاتا ہے اور اگر دُنیا میں اس کا دینا اس کے لئے مصلحت نہیں ہوتا تو آخرت میں اس کا نعم البدل عطا ہوتا ہے. یا کوئی تکلیف جس کا پہونچنا مقدر ہوتا ہے ٹال دیجاتی ہے. (جابرؓ) رفع. کیا تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو تم کو دشمن سے نجات دلائے اور تمہارے لئے روزی (مینہ کی طرح) برسائے. وہ یہ ہے کہ تم اللہ کو پکارتے رہو رات اور دن کہ دُعا مومن کا ہتھیار ہے (م) ف جو ہر بلا سے محفوظ اور حصول مال وجاہ کا بڑا وسیلہ ہے.

دُعا کا وقت داعی کی حالت اور دُعا کی کیفیت وغیرہ

(ابوہریرہؓ) رفع. ہمارا پروردگار توجہ فرماتا ہے آسمانِ دنیا کی طرف ہر شب. ہیں جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہتا ہے. پس کہتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دُعا مانگے پس میں اسے قبول کر دوں. کوئی ہے جو مجھ سے (کوئی نعمت) مانگے پس میں اسے عطا کر دوں. کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرنے پس میں اسے بخش دوں اور ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ ٹھیرا رہتا ہے حتیٰ کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ ختم ہوجاتا ہے تو آسمانِ دُنیا کی طرف نزول فرماتا اور کہتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا ہے کوئی سائل؟ ہے کوئی دُعا کرنے والا؟ حتیٰ کہ (اسی میں) فجر طلوع ہوجاتی ہے. اور دوسری روایت میں ہے کہ جب رات کا نصف یا دو تہائی گذر لیتا ہے تو نزول فرماتا ہے (م. ق. د. ت. ط) ف سلاطین واسخیا باوجودیکہ ہر وقت عطا وسخا اور عدل وکرم میں مشغول رہتے ہیں. پھر بھی ایک وقت خاص محتاجین کی داد ودہش اور مظلومین کی فریاد رسی کے لئے مخصوص کر لیتے ہیں. یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نصف شب کے بعد بالخصوص ثلث اخیر میں دُنیا کی بستی پر خصوصی لطف وکرم کی نگاہ فرما کر چاہتے ہیں کہ کوئی سائل ہوتا کہ اس پر انعام وفضل کی پکھالیں انڈیل دیجاویں افسوس ہے کہ عامۂ مسلمان اس وقت کی عطا کے قدر داں نہ رہے اور کریم کے بہتیرے کرم سے محروم

لاحمد والبزار (وعنہ[۵]) رفعہ: ثلاثۃ لا ترد دعوتھم الصائم حتی یفطر والامام العادل ودعوۃ المظلوم
یرفعھا اللہ فوق الغمام ویفتح لھا ابواب السماء ویقول الرب تعالیٰ لانصرنک ولو بعد حین:: وفی روایۃ
ثلاث دعوات مستجابات لا شک فی اجابتھن دعوۃ المظلوم ودعوۃ المسافر ودعوۃ الوالد علی الولد
(ابن عمرو[۹] بن العاص) ما من دعوۃ اسرع اجابۃ من دعوۃ غائب لغائب:: ھما لابی داود والترمذی
بلفظہ (ابو الدرداء[۱۰]) رفعہ: اذا دعا الرجل لاخیہ بظھر الغیب قالت الملائکۃ آمین ولک بمثل بلمسلم
ولابی داود (ابن عباس[۱۱]) لا تستروا الجدر ومن نظر فی کتاب اخیہ بغیر اذنہ فانما ینظر فی النار سلوا اللہ

رہ گئے۔ (ابو امامہ[۲]) عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ در بار خداوندی میں) کس دُعا کی زیادہ سماعت ہوتی ہے؟ فرمایا
جو شب کے اخیر حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد (مانگی جاوے) (ت) (انس[۳]) فع: اذان اور تکبیر کے درمیان
کی دُعا رد نہیں ہوتی۔ (بلکہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اور اسی لئے اللّٰھم ربّ ھٰذہِ الدعوۃِ جامعِ دُعا مانگی جاتی ہے)
(دت)۔ (سہل[۴] بن سعد) فع۔ دو دُعائیں رد نہیں ہوتیں۔ یا بہت ہی کم رد ہوتی ہیں۔ اذان کے وقت کی
اور جنگ کے وقت کی جبکہ ایک دوسرے کو قتل کر رہا ہو۔ اور دوسری روایت میں ہے اور بارش[ع] کے
نیچے (طد) ف یہ قبولیت دعا کے وقت ہیں کہ اعلاء کلمۃ اللہ و شعائر اسلام اور نزولِ رحمت عامہ کے وقت
دعائیں مقبول ہوتی ہیں۔ (ابو ہریرہ[۵]) فع: سب سے زیادہ قُرب جو بندہ کو اپنے رب سے ہوتا ہے وہ
بحالتِ سجدہ ہوتا ہے لہٰذا (سجدہ میں) دُعا زیادہ مانگو (س دئ) ف نماز کے ہر رکن کو قربِ خدا تعالیٰ
میں دخل ہے بالخصوص سجدہ کو کہ اس میں غایت تذلل اور اپنی غلامی کا اظہار ہے۔ لہٰذا نوافل ہوں تو دعا
یعنی سوال کی زیادتی مناسب ہے۔ اور فرائض ہوں تو حمد و ثنا اور تسبیح افضل ہے کہ فقیر کا بادشاہ کو پکارنا یہی
ہے کہ اس کی توصیف و تعریف کرے اور بزبان حال محتاج بن کر کھڑا ہو۔ چنانچہ آیت سبح اسم ربک
الاعلیٰ نازل ہونے پر آنحضرت[ؐ] نے فرمایا کہ اس کو سجدہ میں تجویز کرو۔ اور پھر آپ کا بھی دائمی معمول یہی
رہا کہ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا کرتے تھے۔ (ایضاً[۶]) فع۔ مظلوم کی دُعا مقبول ہوتی ہے اگرچہ فاسق
فاجر ہو۔ کہ اس کا فسق و فجور اس کی ذات پر ہے۔ (م بز) ف فسق ایک مستقل چیز ہے کہ جیسا کوئی
کرے گا ویسا بھرے گا۔ اور مظلومیت دوسری چیز ہے جس پر ہر رحمدل کو ترس آتا ہے۔ پس کسی کے
فاسق و مبتلائے گناہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلا حق شرعی اس پر کوئی ظلم کرے تو ظالم کو پکڑا نہ جائے
اور مظلوم کی سُنی نہ جائے۔ (ایضاً[۸]) فع۔ تین شخص ہیں جن کی دُعا رد نہیں ہوتی۔ روزہ دار[۷] حتیٰ کہ افطار کرے
اور عدل[ے] و انصاف والا حاکم اور مظلوم کی دُعا کہ اللہ اس کو بادل سے اوپر اٹھا لیتا اور اس کے لئے آسمان
کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہاں میں تیری مدد ضرور کروں گا گو (کسی
مصلحت سے تاخیر اور) کچھ مدت کے بعد کروں۔ اور ایک روایت میں ہے تین دُعائیں مقبول ہوتی
ہیں کہ ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں۔ مظلوم[۱] کی دُعا اور مسافر[۲] کی دُعا (بحالتِ سفر) اور باپ[۳] کی
دُعا اولاد کے متعلق۔ (ابن عمرو[۹] بن عاص) کوئی دعا اس سے زیادہ جلد قبول ہونیوالی نہیں کہ ایک غائب
دوسرے غائب کے لئے دُعا کرے۔ (دت) ف یعنی جو دعا اپنے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے کی جاتی
ہے کہ وہ موجود نہیں اور اس کے دعا مانگ رہا ہے چونکہ اس میں اخلاص اور خیر خواہی و تعلق مودت

ببطون اکفکم ولا تسألوه بظهورها فاذا فرغتم فامسحوا بهما وجوهکم ؛ لابی داود وضعفه وفی روایة:
ان المسئلة ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوهما والاستغفار ان تشیر باصبعک واحدة والابتهال[ل]
ان تمد یدیک جمیعًا ورفع یدیه وجعل ظهورهما مما یلی وجهه ؛ (انس[۱۲]) رأیت النبی صلی الله علیه وسلم
یدعو هکذا بباطن کفیه وظاهرهما ؛ لابی داود (خلاد بن السائب الانصاری[۱۳]) ان النبی صلی الله علیه
وسلم کان اذا سأل جعل باطن کفیه الیه واذا استعاذ جعل ظاهرهما الیه ؛ لاحمد بارسال (ابو هریرة[۱۴])
ان رجلا کان یدعو باصبعیه فقال صلی الله علیه وسلم احد احد ؛ للنسائی والترمذی وقال معناه اذا اشار
الرجل باصبعیه فی الدعاء عند الشهادة فلا یشیر الا باصبع واحدة ؛ (ابن عمرو بن العاص[۱۵]) رأیت النبی
صلی الله علیه وسلم یعقد التسبیح بیمینه ؛ للترمذی والنسائی وابی داود بلفظه (سلمان[۱۶]) ان ربکم حیی کریم
یستحیی من عبده اذا رفع الیه یدیه ان یردهما صفرًا خائبتین ؛ لابی داود والترمذی بلفظه۔
(ابو هریرة[۱۷]) رفعه: ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة واعلموا ان الله لا یستجیب دعاءً من قلب
غافل لاهٍ ؛ للترمذی (فضالة بن عبید[۱۸]) سمع النبی صلی الله علیه وسلم رجلا یدعو فی صلاته فلم یصل

کا اظہار ہے اس لئے بہت جلد قبول ہوتی ہے (ابو ذر[۱]) ف۔ جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لئے غائبانہ دعا
کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں آمین اور اتنا تجھے بھی نصیب ہو۔ (س۔ د)۔ (ابن عباس[۱۱]) ف۔ دیواروں کو کپڑے نہ
پہنایا کرو (کہ اسراف میں داخل ہے) اور جس نے اپنے بھائی کے (نام آئے ہوئے) خط میں اس کی بلا اجازت
نگاہ ڈالی تو بس وہ آگ میں نگاہ ڈالتا ہے (کہ اس خیانت کی سزا جہنم ہے) اور اللہ سے سوال کیا کرو اپنی
ہتھیلیوں کے اندرون سے اور نہ سوال کیا کرو ان کے بیرون سے (یعنی دعا مانگتے وقت منہ کی طرف
دونوں ہتھیلیاں رکھا کرو) اور جب فارغ ہوجاؤ تو ان کو اپنے منہ پر پھیر لیا کرو (تاکہ جو برکت ہاتھوں
پر نازل ہو وہ منہ پر پہونچے۔ (د) اور ایک روایت میں ہے کہ سوال کی یہ صورت ہے کہ اپنے دونوں
ہاتھوں کو شانہ تک اٹھاؤ اور استغفار کا ادب یہ ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو اور ابتہال (دعائے عجز)
یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو دراز کرو اور اونچا اٹھاؤ (کہ بغلوں کی سفیدی نظر آجائے) اور ان کی پشت
اپنی منہ کی جانب رکھو۔ ف۔ عام دعا کا طریق یہی ہے کہ جس طرح دونوں ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگی جاتی
ہے اسی طرح ہتھیلی کو منہ کی جانب رکھ کر اپنے مولیٰ سے سوال کرے اور ختم پر ہاتھ منہ پر پھیر لے اور
جب زیادہ اضطراب و بے چینی ہو جیسے امساکِ باران و قحط سالی پر استسقا اور بارش برسنے کی دعا
تو اس وقت ہاتھوں کو اونچا اٹھائے اور بجائے ہتھیلی کے پشت کا رخ منہ کے سامنے کرے۔ اس میں
بزبانِ حال بھی درخواست ہے کہ حالت کو بدل دیجئے اور اس قحط و امساک کو بارش اور سمان سے
پلٹ دیجئے۔ اور گناہ کی بخشش چاہنے میں انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر انگشت شہادت
اٹھا کر اشارہ کرے جیسا تشہد میں ہوتا ہے کہ بجز تیری ایک ذات کے کوئی بھی غفار الذنوب نہیں۔
(انس[۱۲]) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دعا مانگتے دیکھا اندرونِ ہتھیلی سے بھی اور
اس کی پشت سے بھی (د) کہ عام دعا میں ہتھیلیاں منہ کے سامنے رہتی تھیں۔ اور استسقا وغیرہ میں
ان کی پشت کا رخ منہ کی طرف۔ (خلاد بن السائب[۱۳]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ سے کسی

له الابتهال التضرع والالحاح ١٢

على النبی صلے اللہ علیہ وسلم عَجِلَ هٰذا ثم دعاه فقال له اولغيره اذا صلے احدكم فليبدأ بتحميد الله والثناء
عليه ثم ليصل على النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم ليدع بعدُ ماشاء ÷ للترمذی وابی داود والنسائی (عمر[19]) رفعه
الدعاء موقوف بين السماء والارض لايصعد حتى يصلی علىَّ ولا تجعلونی كغمر الراكب صلوا علی اول الدعاء
واوسطه واٰخره ÷ للترمذی بلفظ رزين (ابوزهير[20] النميری) خرجنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم ليلة فاتينا
علی رجل قد الحّ فی المسئلة فوقف صلے اللہ علیہ وسلم يستمع منه فقال صلے اللہ علیہ وسلم اوجب ان ختم
فقال رجل من القوم بأیِّ شئ يختم يارسولَ الله؟ قال بأمين فانه ان ختم بأمين فقد اوجب فانصرف
الرجل الذی سأل النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاتی الرجل فقال يا فلانُ اختم بأمين وابشر ÷ لابی داود.
(ابی هريرة[21]) رفعه: اذا دعا احدكم فلا يقل اللّٰهم اغفرلی ان شئتَ اللّٰهم ارحمنی ان شئتَ ولكن
ليعزم المسئلة فان الله لا مكرِهَ له ÷ للستة الا النسائی (ابن سعد[22]) سمعنی ابی وانا اقول اللّٰهم انی اسئلك

چیز کا) سوال کیا کرتے تو اپنی ہتھیلیاں منہ کی طرف کیا کرتے اور جب (کسی شے سے) پناہ مانگتے تو ان کی پشت اپنی طرف کیا کرتے۔ (م)۔ (ابوہریرہ[14]) ایک شخص اپنی دو انگلیوں سے (اشارہ کرکے) دُعا مانگ رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک (انگلی اٹھاؤ صرف) ایک۔ (ی ت) ترمذی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کلمۂ شہادت کے وقت دعا میں (انگلی کھڑی کرکے) اشارہ کرے تو صرف ایک انگلی سے اشارہ کرے (کہ توحید کا اشارہ اِسی سے پورا ہوگا)۔ (ابن عمرو[15] بن عاص) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تسبیح کی داہنے ہاتھ سے شمار کرتے تھے۔ (ت ی د) ف مثلاً سُبحان اللہ سو مرتبہ پڑھنا ہے تو ان کی شمار داہنے ہاتھ پر انگلیوں کے بند کرنے اور کھولنے سے فرمائی کہ اس کو عقد انامل کہتے ہیں اور مسنون طریق یہی ہے جو جاننے والے سے بآسانی سیکھا جا سکتا ہے۔ (سلمان[16]) رفعہ۔ تمہارا پروردگار بہت حیا والا سخی ہے۔ اس کو شرم آتی ہے اپنے بندہ سے کہ جب وہ اپنے ہاتھ اس کی طرف اٹھائے تو ان کو خالی و محروم واپس کرے۔ (د ت)۔ (ابوہریرہ[17]) رفعہ۔ اللہ سے دعا مانگا کرو قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے۔ اور جان لو کہ اللہ نہیں قبول فرماتا دعا غافل کھیلنے والے دل کی۔ (ت) ف جو محض عادت اور کھیل کے درجہ میں دعا مانگتا ہے اور اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ کیا مانگ رہا اور کس سے مانگ رہا ہے وہ قبول نہیں ہوتی کہ حضورِ قلب قبولیت کی پہلی سیڑھی ہے اور اللہ جل جلالہ کی وسعت عطا و قدرت غیر متناہی کا یقین و استحضار کہ عطا کرنے میں اس کو کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی، اور نیز اپنی حالتِ عمل کی درستی و نکوکاری کہ اُس کے بغیر اس یقین کا حصول محض بناوٹی اور آورد کے درجہ میں ہوگا قبولیت دعا میں بڑا قوی موثر ہے۔ (فضالہ[18] بن عبید) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک شخص نماز میں دعا مانگ رہا اور پیغمبر پر اس نے درود نہیں پڑھا تھا تو آپ نے فرمایا اس نے عجلت کی اس کے بعد اس کو بُلایا اور اسی سے یا دوسرے سے (کہ وہ بھی سُن لے) فرمایا جب کوئی تم میں نماز پڑھے (اور دعا مانگنے کا وقت آئے) تو اول اللہ کی حمد و ثنا کرے اور پھر نبی پر درود پڑھے اور اس کے بعد جو دل چاہے دُعا مانگے۔ (ت دیٰ)۔ (عمر[19]) رفعہ۔ دُعا آسمان و زمین کے درمیان ٹھیری رہتی ہے (کہ قبولیت کے لئے آسمان کی طرف) چڑھتی نہیں جب تک کہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اور مجھکو سوار کا

لہ غمر بضم الغين وفتح الميم القدح الصغير الذی يجعله ورا ظهره ان احتاج اخذه والا ترکه ۱۲

وكذا وكذا واعوذبك من النار وسلاسلها واغلالها وكذا وكذا فقال لي يا بني سمعت الجنة ونعيمها وبهجتها
رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سيكون قوم يعتدون في الدعاء فاياك ان تكون منهم انك ان
اُعطيتَ الجنة اُعطيتَها وما فيها من الخير وان اُعِذتَ من النار اعذت منها وما فيها من الشر: لابي داود
(معاذ) سمع النبي صلى الله عليه وسلم رجلا يقول يا ذا الجلال والاكرام قال قد استجيب لك فسل وسمع[24]
رجلا يقول اللهم اني اسئلك الصبر قال سألتَ الله البلاءَ فاسأله العافية: للترمذي مطولا (عائشة)[25]
كان النبي صلى الله عليه وسلم يستحب الجوامع من الدعاء ويدع ما سوى ذلك: لابي داود (ابوهريرة)
رفعه: يُستجابُ لاحدكم مالم يعجل يقول قد دعوتُ ربي فلم يَستجب لي: للستة الا النسائي (جابر)[26]

(بلکہ مجھ پر، دعا کے شروع اور درمیان اور آخر (تینوں وقت) درود پڑھو (ت) ف پیالہ نہ بناؤ۔ لاریب کہ وجود با جود سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاسم برکات و باعث رحمت عالم ہے۔ اس لئے قبولیت دعا کے لئے بھی وسیلۂ اعظم اور شرط اتم ہے۔ اور سوار اپنی سواری پر تمامی ضروری سامان لادکر آخر میں پچھلے حصہ پر پیالہ لٹکا لیتا ہے کہ داشتہ آید بکار۔ درود کو اس طرح غیر بہتم بالشان اور آخری حصۂ دعا بنانا سوء ادب ہے اس لئے ہر دعا کے اول و اوسط و آخر تینوں حصوں میں درود و سلام ہونا چاہیئے کہ قبولیت اقرب ہو۔ (ابوزہیر نمیری)[27] ایک شب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور ایک شخص پر گذر ہوا جو گڑگڑا کر دعا مانگ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیر کر اسکو سننے لگے اور فرمایا کہ (قبولیت کو) اس نے واجب بنالیا اگر (باقاعدہ) ختم کیا۔ ایک شخص نے کہا کس چیز پر ختم کرے یا رسول اللہ (کہ باقاعدہ بن جائے) فرمایا آمین پر۔ کہ اگر آمین پر (دعا کو) ختم کیا تو (قبولیت) ضروری ہوگئی۔ پس یہ شخص جس نے آنحضرتؐ سے پوچھا تھا چل کر اس شخص کے پاس آیا (جو دعا مانگ رہا تھا) اور کہا اے فلاں آمین پر (اپنی دعا کو) ختم کر اور خوشخبری پا (کہ دعا مقبول ہوئی)۔ (د)
(ابوہریرہ)[28] رفع۔ جب تم میں کوئی شخص دعا مانگے تو یوں نہ کہا کرے کہ الٰہی مجھے بخشدے اگر تو چاہے الٰہی مجھ پر رحم فرما اگر تو چاہے بلکہ پختگی سے سوال کیا کرے کیونکہ اللہ پر کوئی زبردستی کرنیوالا نہیں ہے (ق دت) ف یہ کہنا کہ آپ کا دل چاہے تو دیدیجئے۔ اسوقت ہوتا ہے جبکہ منظوری درخواست میں شبہ ہو، یا اس شے سے استغنا اور بے اعتنائی کہ ملجائے تو بہتر اور نہ ملے تو کچھ حرج نہیں۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ آقا کی آزادی بحال رکھنے کے لئے ہے کہ میں زبردستی نہیں کرتا تو یہ عذر بدتر از گناہ ہے کہ اس کو محل جبر و اکراہ سمجھا۔ پس جب یقینی ہے کہ جو کچھ بھی دیتا ہے وہ مشیت ہی سے دیتا ہے تو پھر پختگی کے ساتھ کیوں نہ مانگے کہ اپنی احتیاج اور اس کی عظمت و قدرت کا اظہار ہو۔ ہاں اس پر بھی وہ نہ دے تو طبیعت میں ضیق نہ لائے کہ وہ شفیق اور مصلحت بیں ہے اور اس پر کسی کی زبردستی نہیں۔ (فرزند سعد)[29] میرے والد حضرت سعدؓ نے مجھے یہ کہتے سنا کہ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں جنت کا اور اس کی نعمتوں کا اور اس کی سرسبزی کا اور اس کا اور اس کا اور تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ سے اور اس کی بیڑیوں سے اور اس کے طوق سے اور اس سے اور اس سے۔ پس فرمایا کہ بیٹا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زیادتی کریں گے

رفعه: لاتدعوا على انفسكم ولاتدعوا على اولادكم ولاتدعوا على خدمكم ولاتدعوا على اموالكم
لاتوافقوا من الله ساعة نيل[1] فيها عطاء فيستجيب لكم ؛ لابی داود (انس[24]) رفعه ليسأل احدكم ربه حاجته
كلها حتى يسأل شسع[2] نعله اذا انقطع ؛ (ابوهريرة[25]) رفعه: من لم يسأل الله يغضب عليه ؛ (ابن[29]
مسعود) رفعه: سلوا الله من فضله فان الله يحب ان يُسئل وافضل العبادة انتظار الفرج ؛ هی للترمذی
(جابر[30]) ان امرأة قالت للنبی صلے الله عليه وسلم صل علی وعلى زوجی فقال صلے الله عليك وعلى زوجك
لابی داود (عائشة[31]) رفعته: من دعا على من ظلمه فقد انتصر ؛ للترمذی (انس[32]) ان النبی صلے الله عليه
وسلم قال لرجل من العرب اذا نزلت بكم رغبة ورهبة الى من تفزعون ؟ قالوا الى الله قال فاذا اجابكم

دعا میں. لہذا تم بچو کہ ان میں سے بنو. دیکھو اگر تمہیں جنت مل گئی تو جو کچھ بھی اس میں خوبیاں ہیں وہ سب مل گئیں (لہذا اس کی نعمتوں اور شادابی وغیرہ وغیرہ کا جُدا جُدا فضول اور زیادتی میں داخل ہے) اور اگر دوزخ سے پناہ مل گئی تو اس سے اور جو کچھ بھی اس میں تکالیف ہیں. سب سے پناہ مل گئی. (لہذا طوق و زنجیر وغیرہ کا اظہار امر لایعنی اور تعدی فی الدعا ہے. (معاذ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا میں) یہ کہتے سُنا کہ اے صاحبِ جلال واکرام. تو فرمایا بے شک تیری دعا قبول ہوگی لہذا مانگ. اور ایک شخص کو یہ کہتے سُنا الٰہی میں تجھ سے صبر کا سوال کرتا ہوں تو فرمایا تو نے اللہ سے بلا کا سوال کیا. (کہ صبر تو مصیبت ہی پر ہوتا ہے) لہذا اس سے عافیت کا سوال کر. (کہ بلا سے محفوظ رکھے اور صبر کی نوبت ہی نہ آئے). (عائشہ[24]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھا سمجھتے تھے اُن دُعاؤں کو جو جامع ہوں (کہ لفظ تھوڑے ہوں مگر ضروریات دین و دُنیا کو شامل ہوں) اور اس کے ماسوا کو چھوڑ دیتے تھے. (د). (ابوہریرہ[25]) فع. ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہیں مچاتا. کہ کہنے لگے میں نے اپنے رب سے دُعا مانگی تھی مگر قبول نہیں ہوئی. (ق ت د) ف ایسا کہنا چونکہ رحمتِ حق سے مایوس اور مستغنی و بے نیاز ہوجانا اور اللہ کریم کے ساتھ عدم قبولیت کا ظن کرنا ہے اس لئے اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ ہوتا اور اس کی دُعا غیر مقبول بلکہ موجب ناراضگی ہوتی ہے. اور جو اپنی اُمید اس کریم کے ساتھ باندھے رہتا ہے اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے. ہاں کبھی وہی شے مل جاتی ہے کبھی اس سے بہتر دوسری اور کبھی اس کے بدلہ آنیوالی مصیبت ٹال دیجاتی ہے اور کبھی بصورت ابتلا اس کے صبر و استقلال اور دنیوی لذت سے محرومی کو ذخیرۂ آخرت بنا کر رکھ لیا جاتا ہے. بہرحال دعا نفع قبولیت سے خالی نہیں جاتی. (جابر[26]) فع. اپنے نفسوں پر بد دعا نہ کیا کرو اور نہ اپنی اولاد پر بد دعا کرو. نہ اپنے نوکروں چاکروں پر اور نہ اپنے اموال پر کہ ایسا نہ ہو اس ساعت سے موافقت کھا جائے جس میں عطا تجویز ہوئی ہے اور وہ تمہارے لئے قبول ہوجائے. (د) ف انسان جب رنج یا غصہ میں بے قابو ہوتا ہے تو کہتا ہے یا اللہ مجھے موت دے. بچوں کو ان کی بُری حرکت پر کوستا ہے کہ اس کو موت دے اور تباہ کر وغیرہ وغیرہ پیغمبر کی شفقت دیکھئے کہ جہاں انسان خود اپنی خیر خواہی نہ کرسکا آپ وہاں بھی اس کی خیر خواہی فرماتے ہیں. کہ ممکن ہے قبولیت کی گھڑی ہو اور دُعا تیر کی طرح نشانہ پر جا لگے. اور جب خود یا اولاد یا نوکر چاکر یا مواشی و باغات تباہ و ہلاک ہوجائیں گے تو اب پشیمانی و افسوس سے بھی کچھ نتیجہ نہ ہوگا. (انس[27]) فع. ہر شخص کو چاہیئے کہ

[1] ای عطاء یعنی ساعۃ اجابۃ ۱۲ [2] بالکسر السیر الذی یدخل بین الاصبعین من النعل ۱۲

[illegible] مانگتے تھے ۱۲

فالى من تعودون؟ قالوا الى ما تعلم قال تعلمون ولا تعلمون وتعلمون ولا تعملون ثلاثا: للاوسط بلين [33] (ابو ایوب) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا بدأ بنفسہ: للکبیر (ابو هریرة) رفعه ان الله [34] تعالےٰ لیرفع للرجل الدرجة فیقول انّی لی هذه؟ فیقول بدعاءِ ولدک لک: للبزار (ابن مسعود) قال [35] لرجل اذا سألت ربک الخیر فلا تسأل وفی یدک حجر: للکبیر برجل لم یسم (ابو موسیٰ) ان رجلا سأل النبی [36] صلے اللہ علیہ وسلم شیئا فقال اعجزت ان تکون مثل عجوز بنی اسرائیل؟ فقال اصحابه ما عجوز بنی اسرائیل یا رسول اللہ؟ فقال ان موسیٰ اُمِرَ ان یسیر ببنی اسرائیل فضل الطریق

اپنی ساری حاجتیں اپنے رب سے مانگے۔ حتی کہ اپنی پاپوش کا تسمہ بھی جب ٹوٹ جائے (تو اسی سے مانگے) (ت) ف ممکن تھا کسی نادان کو شبہ ہوتا کہ بڑی ذات سے بڑی چیز مانگنا چاہیئے۔ چھوٹی سی چیز کا اس سے مانگنا سوء ادب ہے۔ حالانکہ یہ شیطانی وسوسہ ہے اس لئے کہ جس کو تم بڑی سے بڑی چیز سمجھتے ہو اللہ کریم کے نزدیک وہ بھی معمولی اور تسمۂ پاپوش کی طرح حقیر ہے۔ نیز سوال میں بڑی اور چھوٹی کی تمیز کرنا گویا اللہ کا شریک ٹھیرانا ہے کہ چھوٹی چیزوں کا معطی اور کوئی ہے۔ یا استغنا اور بے نیازی ہے کہ معمولی چیز نہ بھی ملے تو چنداں حرج نہیں حالانکہ بعض اوقات معمولی چیز کا نہ ملنا سبب ہلاکت بن جاتا ہے۔ اس لئے بندگی اور یک درگیری کہ توحید اور حنیفیت کا ثمرہ ہے یہ ہے کہ اپنی ہر چھوٹی بڑی ضرورت کا سوال بجز اپنے آقا کے کسی دوسرے سے نہ کرے۔ دیکھو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے رویت باری کا سوال بھی اسی سے کیا رب ارنی انظر الیک۔ اور بھوک لگی تو روٹی کا ٹکڑا بھی اسی سے مانگا رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر۔ (ابو ہریرہ) [37] جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس پر غصہ ہوتا ہے۔ (ت)۔ ف کبھی سوال نہ کرنا غلبۂ رضا بر قضا اور شان تسلیم میں ہوتا ہے کہ تجویز خداوندی میں تبدیل کی درخواست کو سوء ادب سمجھتے ہیں۔ یہ حالت مذموم نہیں کہ اس کا منشا تعلق مع اللہ ہے۔ اگرچہ اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اپنی عبدیت اور کمزوری کے اظہار کے لئے سوال بھی کرے اور راضی بر قضا بھی رہے۔ کہ اگر عطا نہ ہو تو غصہ و شکوہ نہ کرے گا۔ مگر عام طور پر چونکہ سوال نہ کرنا یا براہ کبر ہوتا ہے کہ ہاتھ پھیلانے میں عار آتی ہے اور یا براہ استغنا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو تحت و محتاج و غلام نہیں سمجھتا لہذا غضب خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔ (ابن مسعود) [38] اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو کیونکہ اللہ کو پسند آتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور بہترین عبادت انتظار کرنا ہے کشائش کا۔ (ت)۔ ف کہ دفع بلا میں کتنی ہی تاخیر کیوں نہ ہو خیر کا منتظر اور اپنے مولیٰ سے رفع مصیبت کی امید باندھے رہے۔ مایوس نہ ہو کہ علامت ہے بے تعلقی اور خود غرضی کی (جابر) [39] ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دعاء رحمت فرما دیجئے میرے لئے اور میرے شوہر کے لئے۔ تو آپ نے فرمایا اللہ رحمت نازل فرمائے تجھ پر اور تیرے شوہر پر۔ (د) ف معلوم ہوا کہ مقبولان خدا سے دعا کرانا خود دعا مانگنے سے افضل ہے۔ (عائشہ) [40] جس نے بد دعا کی اس کے حق میں جس نے اس پر ظلم کیا تھا تو اس نے بدلہ لے لیا۔ (ت)۔ ف یعنی مظلوم کو ظالم سے انتقام کا حق دیا گیا ہے وہ اس سے بھی پورا ہو جائے گا کہ بد دعا کرے کہ دل کی بھڑاس بھی نکل گئی اور قبولیت پر یقین رکھنا کہ ثمرۂ ایمان ہے مجرم کو حاکم کے حوالہ کر دینا اور خود سزا دے لینے کے برابر ہے۔

فسأل بنی اسرائیل ما هذا؟ فقال علماؤهم ان یوسف حین حضرہ الموت اخذ علینا موثقا من اللہ ان لا نخرج من مصر حتی ننقل عظامہ فقال لہم موسیٰ وایکم یدری این قبر یوسف؟ فقالوا لا یدری الا عجوز بنی اسرائیل فارسل الیہا فقال دلینی علی قبر یوسف فقالت لا واللہ حتی تعطینی حکمی قال وما حکمک؟ قالت اکون معک فی الجنۃ فکأنہ ثقل ذلک علیہ فقیل لہ اعطہا حکمہا فانطلقت بہم الی بحیرۃ مستنقع ماء فقالت انضبوا[1] ہذا الماء فلما انضبوہ قالت احفروا انی ہذا المکان فلما احتفروا اخرجوا عظام[2] یوسف علیہ السلام فلما اتقلوہا من الارض اذا الطریق مثل النہار ۔ للموصلی والکبیر بلفظہ۔

(انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدو سے پوچھا کہ جب کسی رغبت یا کسی خوف کی صورت تم کو پیش آتی ہے تو کس سے التجا کرتے ہو؟ اس نے کہا اللہ سے۔ فرمایا اور جب وہ تمہاری مراد پوری کر دیتا ہے تو پھر کدھر جاتے ہو؟ کیا آپ کو معلوم ہی ہے (کہ بتوں کی طرف) جاتے ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا کہ تم جانتے ہو اور عمل نہیں کرتے ہو اور عمل کرتے ہو مگر جانتے نہیں۔ (د) ف یعنی جانتے ہو کہ عطا و نجات سب حق تعالیٰ کے ہاتھ ہے مگر سکون و اطمینان کے وقت اس پر عمل نہیں کرتے اور جس پر عمل ہے کہ بتوں کو حاجت روا سمجھتے ہو۔ اس کا تم کو علم نہیں۔ ورنہ اضطراب کے وقت وہ کیسے چھوٹ جاتے۔ الحاصل بندگی کی شان یہ ہے کہ دعا میں علم اور عمل دونوں موافق ہوں کہ اللہ کا ہر حال مطیع بن کر اپنی حاجتیں اس سے مانگے۔ (ابو ایوبؓ[23]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (کسی کے لئے) دعا مانگتے تو اپنے نفس سے ابتدا فرمایا کرتے تھے۔ (ک) ف یعنی پہلے اپنے لئے دعا مانگتے اور پھر دوسرے کے لئے۔ مثلاً فرماتے کہ الٰہی مجھے بخش دے اور فلاں کو بھی بخش دے۔ اس میں اپنی احتیاج کا اظہار ہے کہ جس شے کا بھی کوئی دوسرا محتاج ہے میں خود بھی اس کا محتاج ہوں۔ (ابو ہریرہؓ[24]) فع۔ حق تعالیٰ بندہ کا درجہ بلند فرماتا ہے اور وہ پوچھتا ہے کہ یہ مجھے کیسے مل گیا؟ تو فرماتا ہے کہ تیرے لئے تیرے بیٹے کی دعا کے سبب (بن) ف معلوم ہوا کہ بلا طلب کسی مخلص کی دعا سے بھی نفع پہونچتا ہے خصوصاً اولاد صالح جب اپنے متوفی باپ کے لئے دعا مانگتی ہے تو باپ کا مرتبہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ (ابن مسعودؓ[25]) نے ایک شخص سے فرمایا جب تو اپنے خدا سے خیر و خوبی کا سوال کرے تو ایسی حالت میں نہ کر کہ تیرے ہاتھ میں پتھر ہو۔ (ک) ف یعنی سوال میں قال اور حال کی موافقت کا لحاظ رکھے کہ بصورتِ حال تو سنگدلی و سختی کا اظہار کرے اور زبان سے خیر و نعمت کی درخواست یہ زیبا نہیں۔ (ابو موسیٰؓ[26]) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (دنیوی متاع کی) کوئی چیز مانگی تو آپ نے فرمایا تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسے (عالی حوصلہ) بنتے۔ صحابہ نے پوچھا کہ بنی اسرائیل کی بڑھیا کون یا رسول اللہ۔ فرمایا موسیٰ کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلیں۔ پس وہ قوم کو لے کر باہر نکلے تو راستہ بھول گئے۔ آپ نے بنی اسرائیل سے پوچھا یہ کیا ہوا۔ ان کے علماء نے کہا کہ حضرت یوسفؑ کا جب وصال ہونے لگا تو انہوں نے ہمارے (بڑوں) سے اللہ کی قسم دلا کر عہد لیا تھا کہ جب تک ان کی نعش کو ساتھ نہ لے لیں مصر سے باہر نہ نکلیں۔ (لہذا جب تک وعدہ پورا نہ ہوگا راستہ نہ ملے گا۔) موسیٰؑ نے ان سے پوچھا یوسفؑ کی قبر تم میں کسے معلوم ہے۔ سب نے کہا کہ بجز بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کے اور کسی کو معلوم نہیں۔ تو آپ نے اس کو بلا بھیجا اور فرمایا یوسفؑ کی قبر مجھے

[1] انضبوا انشفوا ۱۲ [2] عبر عن کل جسمہ علیہ السلام ببعضہ لان اجسادہم دائمۃ ۱۲

اسم اللہ الاعظم واسماؤہ الحسنیٰ

(بریدۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول اللھم انی اسئلک بانی اشھد انک انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد فقال والذی نفسی بیدہ لقد سأل اللہ باسمہ الاعظم الذی اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی ؛ لابی داود والترمذی بلفظہ (انس) ان رجلا صلی ثم دعا فقال اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت المنان بدیع السموات والارض ذو الجلال والاکرام یا حی یا قیوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تدرون بم دعا؟ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال والذی نفسی بیدہ لقد دعا اللہ باسمہ الاعظم الذی اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی ؛ لابی داود والترمذی والنسائی (اسماء بنت یزید) رفعتہ : اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الآیتین والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم وفاتحۃ سورۃ آل عمران الٓمٓ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ؛ لابی داود والترمذی (انس) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی عائشۃ فقالت بابی وامی یا رسول اللہ علمنی اسم اللہ الاعظم الذی اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی فاعرض عنھا فقامت

بتا۔ اس نے کہا واللہ نہ بتاؤں گی جب تک مجھے میری مُراد نہ دیدو۔ فرمایا وہ کیا۔ کہا یہ کہ میں جنت میں تمہارے ساتھ رہوں۔ اس (درخواست) کا گویا آپ پر بوجھ پڑا (کہ جو اپنی اختیاری نہیں پھر اس کا وعدہ کیسے کر دوں) مگر (بذریعہ وحی) کہا گیا کہ اس کی مراد اسکو دیدو (اور وعدہ کرلو) چنانچہ وہ سب کو ایک چھوٹے سمندر کی طرف لے کر چلی۔ جس کا پانی صاف شفاف تھا اور کہا اس پانی کو کھینچو۔ چنانچہ اس کا پانی کھینچا۔ اس نے کہا اب اس جگہ کو کھودو۔ چنانچہ کھودا۔ اور یوسف علیہ السلام کی نعش نکالی۔ پس جب اس کو زمین (مصر) سے منتقل کیا تو راستہ مانند روز روشن کے (صاف نظر) (ص ک) **ف** اس میں تعلیم ہے کہ اللہ والوں سے دینی نعمتوں کی درخواست کرنا چاہیئے کہ بڑوں سے بڑی چیز مانگنا مناسب ہے نہ کہ معمولی۔ منقول ہے ایک بزرگ نے ایسے موقع پر دعا مانگی کہ الٰہی مجھے مقبول الدعا بنا دیجئے۔ اور ایک نے دعا مانگی حصولِ دیدار خدا کی کہ سب نعمتیں اس میں داخل ہوگئیں۔

اللہ کا اسمِ اعظم اور اس کے اسماءِ حسنیٰ

(بریدہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دُعا میں یہ الفاظ کہتے سُنا کہ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اس طرح کہ گواہی دیتا ہوں بے شک تو ہی اللہ ہے کوئی معبود نہیں تیرے سوا یکتا و بے نیاز ہے بیٹے اور باپ سے منزہ ہے۔ جس کا کوئی ہمسر نہیں تو آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس نے اللہ سے مانگا اس کے اسمِ اعظم کے ذریعہ (جس کی خاصیت یہ ہے کہ جب اس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو قبول کرتا اور جب اس کے (کوئی چیز) مانگی جاتی ہے تو عطا فرماتا ہے۔ (دت) **ف** اللہ پاک کے تمامی نام اعظم ہیں کہ کسی کی عظمت میں کچھ کمی نہیں مگر ہر نام کی خاصیت جدا ہے اس لئے جس اسم اعظم کی یہ خاصیت ہے کہ اس کے ذریعہ جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہو وہ اس کے ناموں میں مستور ہے اور اس کی عام اطلاع نہیں دی گئی۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا جو نام بھی اخلاص و محبت اور استغراق و لذت کے ساتھ پکارا جائے گا

فتوضأت فقالت اللهم انی اسألک من الخیر کله ما علمت منه وما لم اعلم وباسمک العظیم الذی اذا دعیت به اجبت واذا سئلت به اعطیت فقال واللہ انها لفی هذه الاسماء؛ للاوسط بضعف (ابو امامة) رفعه: اسم اللہ الاعظم الذی اذا دعی به اجاب فی سور ثلاث البقرة وآل عمران وطه؛ للقزوینی (عائشة) رفعته: اللهم انی اسألک باسمک الطاهر الطیب المبارک الاحب الیک الذی اذا دعیت به اجبت واذا سئلت به اعطیت واذا استرحمت به رحمت واذا استفرجت به فرجت وقال ذات یوم یا عائشة هل علمت ان اللہ قد دلنی علی الاسم الذی اذا دعی به اجاب؟ فقلت یا رسول اللہ بابی انت وامی فعلمنیه فقال انه لا ینبغی لک یا عائشة فتنحیت وجلست ساعة ثم قمت فقبلت رأسه ثم قلت یا رسول اللہ علمنیه قال انه لا ینبغی لک یا عائشة ان اعلمک انه لا ینبغی لک ان تسألین به شیئا من الدنیا فقمت فتوضأت ثم صلیت رکعتین ثم قلت اللهم انی ادعوک اللہ وادعوک الرحمن وادعوک البر الرحیم وادعوک باسمائک الحسنی

اسی میں اسم اعظم کی خاصیت ہوگی۔ ہاں ممکن ہے جس طرح انبیاء و رُسل میں سید ولد آدم کا وجود باجود یا مکانات میں بیت اللہ اور ایام میں یوم جمعہ و شبہا میں شب قدر کا انتخاب خصوصی فرمایا ہے اسی طرح اپنے اسماء حسنیٰ میں بھی ایک نام کا انتخاب فرمایا ہو۔ مگر اس کو مخفی رکھا ہے کہ اس کی حرص میں اس کے سارے نام پکارے جاویں۔ اور احادیث میں بھی صرف اشارہ ہی سے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے تا کہ مصلحت الٰہیہ میں فرق نہ آوے۔ (انسؓ) ایک شخص نے نماز پڑھی اور پھر یہ دعا مانگی۔ الٰہی میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اس طرح کہ تو ہی حمد کا مستحق ہے کوئی معبود نہیں تیرے سوا انعام فرمانیوالا ہے موجد ہے آسمانوں اور زمین کا۔ صاحب جلال واکرام ہے۔ اے زندہ و برقرار۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو کہ اس نے کس (نام کے توسل) سے دُعا مانگی۔ اس نے اسم اعظم سے (جس کی خاصیت یہ ہے کہ) جب اس کے ذریعہ دُعا مانگی جاتی ہے تو قبول فرماتا ہے، اور جب اس کے ذریعہ اس سے کوئی درخواست کیجاتی ہے تو عطا فرماتا ہے۔ (ت د س) ف ممکن ہے کہ وہ لا الہ الا انت ہو جو گذشتہ اور اس حدیث کی دعا میں مشترک ہے یا ذوالجلال والاکرام ہو یا حی وقیوم ہو (اسماء بنت یزیدؓ) رفع۔ اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے والٰہکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم اور شروع سورۂ آل عمران۔ الم اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم۔ (دت) ف ممکن ہے لا الٰہ الا ہو ہو کہ دونوں میں مشترک یا الرحمٰن الرحیم ہو (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہؓ کے پاس آئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان مجھے اللہ کا وہ اسم اعظم بتا دیجئے جس سے دعا مانگی جائے تو قبول فرماتا اور جو کچھ مانگا جاتا تو عطا فرماتا ہے آپ نے منہ پھیر لیا (اور نہ بتایا) تب وہ اٹھیں اور وضو کیا اور اس طرح دعا مانگی۔ الٰہی میں تجھ سے ہر قسم کی خوبی مانگتی ہوں وہ بھی اور جن کو نہیں جانتی وہ بھی۔ اور تیرے اس باعظمت نام کے ذریعہ مانگتی ہوں جسکو جانتی ہوں وہ بھی اور جسکے ذریعہ دعا مانگی جائے تو قبول ہوتی اور کوئی درخواست کی جائے تو منظور ہوتی ہے۔ پس آپ نے فرمایا واللہ (اے عائشہ) وہ (اسم اعظم جس کو تم دریافت کر رہی تھیں) انہیں ناموں میں ہے۔ (و) (ابو امامہؓ) رفع۔ اللہ کا اسم اعظم جس کے ذریعہ دُعا کی جائے تو مقبول ہو وہ تین سورتوں یعنی بقرہ آل عمران اور طٰہ میں ہے (ہ) ف ممکن ہے کہ الحی القیوم ہو کہ تینوں سورتوں

کلہا ما علمت منہا وما لم اعلم ان تغفرلی وترحمنی قالت فاستضحک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ثم قال انہ لفی الاسماء التی دعوت بہا: للقزوینی بمجہول (ابوھریرۃ) رفعہ: ان للہ تسعۃ وتسعین اسمًا من حفظہا دخل الجنۃ واللہ وتر یحب الوتر: للشیخین و للترمذی: ان للہ تسعۃ وتسعین اسمًا من احصاھا دخل الجنۃ ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم الملک القدوس السلام المؤمن المہیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق البارئ المصور الغفار القہار الوھاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور

میں مشترک ہے۔ دعائشہ رضی اللہ عنہا رفع۔ یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے پاک ستھرے اور مبارک اور تیرے نزدیک سب میں پیارے نام سے کہ جب وہ نام لے کر تجھ سے دعا کی جاتی ہے تو اس کو قبول فرماتا ہے اور جو کچھ مانگا جاتا ہے تو عطا فرماتا ہے اور جب رحم چاہا جاتا ہے تو رحم فرماتا ہے اور جب دفعِ بلا طلب کی جاتی ہے تو اس کو دور کرتا ہے۔ اور ایک دن آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ اللہ نے مجھے وہ اسم اعظم بتا دیا جس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ مجھے بھی بتا دیجئے۔ فرمایا تمہارے لئے مناسب نہیں۔ اے عائشہ۔ پس میں ایک طرف جا بیٹھی اور کچھ دیر ٹھہر کر (جب دل نہ مانا تو) پھر اٹھی اور آپ کے سر کا بوسہ لے کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ مجھے بھی بتا دیجئے۔ فرمایا مناسب نہیں اے عائشہ کہ تم کو بتا دوں کیونکہ تمہارے شایان نہیں کہ اس کے ذریعہ کوئی دنیا کی چیز مانگ بیٹھو۔ پس میں اٹھی اور وضو کیا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی اور پھر اس طرح دعا مانگی کہ الٰہی میں تجھے پکارتی ہوں اللہ کہکر اور پکارتی ہوں رحمٰن کہہ کر اور پکارتی ہوں بر رحیم کہہ کر اور تجھے پکارتی ہوں تیرے تمامی اچھے ناموں سے جن کو جانتی ہوں یا نہیں جانتی کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ عائشہ کہتی ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے اور فرمایا وہ اسم اعظم انہیں ناموں میں ہے جن سے تم نے (اپنے اللہ) کو پکارا ہے (ہ) **ف** جب بادشاہ کی کسی پر نگاہِ رحمت ہو اور وہ کہے کہ مانگو کیا مانگتے ہو تو سائل اگر قدر شناس ہوگا تو وہ چیز مانگے گا جو عام درخواست سے بالا ہو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا کو جس کی منظوری کی ہر نبی کو اطلاع دی گئی تھی۔ شفاعت امت کے لئے محفوظ رکھا۔ پس کسی مسلمان کو شبِ قدر یا ساعتِ جمعہ یا اسم اعظم نصیب ہو تو ایسے مبارک موقع پر شاہنشاہ سے اخروی پائیدار نعمت کا سوال کرے نہ کہ دنیاء دنی کا۔ (ابوھریرۃ) رفع۔ اللہ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوا اور اللہ طاق ہے دوست رکھتا ہے طاق کو (ق) **ف** جو عدد دو پر تقسیم ہو وہ زوج اور جفت کہلاتا ہے جیسے دو چار چھ وغیرہ اور جس میں ایک باقی رہے وہ طاق کہلاتا ہے جیسے ایک تین پانچ وغیرہ۔ حق تعالےٰ چونکہ جفت سے منزہ ہے اس لئے جن اذکار و اعمال میں اخلاص ہو کہ شائبہ شرک نہ ہو وہ اس کو محبوب ہیں۔ اور عدد طاق بھی چونکہ زوجیت سے بعید ہے اور یکتائی سے مناسبت رکھتا ہے اس لئے اس کو پیارا ہے چنانچہ تسبیحات میں بھی اس کی رعایت ہے کہ تین یا پانچ یا سات مرتبہ ہوں۔ اور اسی لئے نام بھی اس کے طاق یعنی ننانوے ۹۹ ہیں کہ ناموں کی کثرت مسمّٰی کی عظمت پر دلالت کرتی ہے مگر ان میں حصر مراد نہیں ہے کہ ان کے

العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث
الشهید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدئ المعید المحیی الممیت الحی القیوم الواجد
الماجد الاحد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الاخر الظاهر الباطن الوالی المتعالی البر التواب
المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذو الجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضار النافع
النور الهادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور ۞ وللقزوینی بلین: ان للہ تسعة وتسعین اسما
مائة الا واحدا انه وتر یحب الوتر من حفظها دخل الجنة اللہ الواحد الصمد الاول الاخر الظاهر الباطن
الخالق البارئ المصور الملک الحق السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبر الرحمن الرحیم اللطیف
الخبیر السمیع البصیر العلیم العظیم البار المتعالی الجلیل الجمیل الحی القیوم القادر القاهر العلی الحکیم
القریب المجیب الغنی الوهاب الودود الشکور الماجد الواجد الوالی الراشد العفو الغفور الحلیم
الکریم التواب الرب المجید الولی الشهید المبین البرهان الرؤف الرحیم المبدئ المعید الباعث الوارث
القوی الشدید الضار النافع الباقی الواقی الخافض الرافع القابض الباسط المعز المذل المقسط الرزاق

سوا بھی اس کے بہتیرے نام ہیں۔ ہاں ناموں کے اصول مراد ہیں کہ ان کے سوا دوسرے ناموں کے اوصاف بھی انہیں اسماء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یا خاصیت مذکور میں حصر مراد ہے کہ جن ناموں کے یاد کرنے سے دخول جنت کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے وہ ننانوے ۹۹ ہیں، اور ترمذی میں ہے کہ اللہ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں جس نے ان سب کو حفظ کیا وہ جنت میں داخل ہوا (یعنی ان کے معانی کا اعتقاد رکھ کر اور یقین کیساتھ ذات باری کو ان اوصاف کا جامع سمجھ کر حفظ کیا تو ان کی برکت سے ضرور جنت میں جائے گا۔ ان میں اللہ اسم ذات ہے باقی سب اسماء صفات ہیں اور ان کو اس ترتیب سے پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے) وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں نہایت مہربان بہت رحم والا بادشاہ پاک ذات بے عیب امان دینے والا پناہ میں لینے والا نگہبان زبردست بگڑے ہوئے کام سنوارنیوالا بڑائی والا پیدا کرنے والا موجد صورت عطا فرمانیوالا (گناہوں کا) بخشنے والا غالب (جس کی طاقت کے سامنے سب عاجز ہیں) بہت کچھ دینے والا روزی رساں مشکل کشا صاحب علم قبض اور بسط والا (کہ جس پر چاہے تنگی ڈالے اور جسے چاہے وسعت بخشے) پستی و بلندی دینے والا (کہ جسے چاہے نیچا دکھائے اور جسے چاہے اونچا دکھائے) عزت اور ذلت بخشنے والا سننے والا دیکھنے والا حکم والا (کہ اسکے فیصلہ کو کوئی رد نہیں کر سکتا) انصاف والا باریک بین (کہ دور کی چیز ہو یا نزدیک کی سب اسکے نزدیک یکساں ہے) باخبر (کہ چھپی سے چھپی بات بھی اسکو معلوم ہے) بردبار باعظمت صاحب مغفرت قدر داں (کہ ذرا سی نیکی پر بہت کچھ صلہ دیتا ہے) بلند مرتبہ بڑا (ایسا کہ کوئی اس سے بڑا نہیں) محافظ غذائیں بخشنے والا کافی (کہ اسکے ہوتے کسی کی مدد درکار نہیں) بڑی شان والا بڑا سخی نگراں (کہ کسی کا چھپے سے چھپا عمل بھی اس سے پوشیدہ نہیں) قبول کرنیوالا (دعاؤں کا) وسعت والا (کہ علم و قدرت بھی وسیع اور نعمت و عطا بھی وسیع) دانا محبت والا بزرگ اٹھانیوالا (مُردوں کا قبروں سے اور قلوب کا غفلت سے) مطلع (ہر چیز پر) ثابت (شہنشاہی کیساتھ اور مستحق خدائی کا) کارساز طاقت والا قوت والا مددگار مستحق ستائش صاحب احاطہ (کہ کوئی شے اسکے دائرہ قدرت سے باہر نہیں) ابتداءً پیدا فرمانیوالا دوبارہ زندہ کرنیوالا زندگی بخشنے والا موت دینے والا زندہ (کہ کبھی اسکو فنا نہیں) قائم (کہ کبھی اسکو تغیر نہیں) سب کچھ رکھنے والا (کہ کسی چیز میں کسی کا محتاج نہیں) بزرگی والا یکتا و یگانہ بے نیاز قدرت والا توانا آگے بڑھانیوالا (دوستوں کو) پیچھے ڈالنے والا (دشمنوں کو) پہلے (سب سے) اور بعد میں

ذوالقوۃ المتین القائم الدائم الحافظ الوکیل الناظر السامع المعطی المانع المحیی الممیت الجامع الھادی الکافی الابد العالم الصادق النور المنیر التام القدیم الوتر الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد قال زھیر فبلغنا عن غیر واحد من اھل العلم ان اولھا یفتح بقول لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وھو علی کل شیئ قدیر لا الٰہ الا اللہ لہ الاسماء الحسنی۔

ادعیۃ الصلوٰۃ

(ابو ھریرۃ) کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا کبر فی الصلوٰۃ سکت ھنیئۃ قبل ان یقرأ فقلت یا رسول اللہ بابی انت وامی ارأیت سکوتک بین التکبیر والقراءۃ ما تقول؟ قال اقول اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنْ خَطَایَایَ کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَایَایَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ۔ للشیخین وزاد ابوداؤد والنسائی فی اول الدعاء اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ (ابن عمرؓ) بینما نحن نصلی مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذ قال رجل فی القوم اَللّٰہُ اَکْبَرُ

رب کے) آشکار (بلحاظ مصنوعات) پوشیدہ (بلحاظ کنہ ذات) کارساز برتر محسن توبہ قبول فرمانیوالا بدلہ لینے والا (ظالموں اور کافروں سے) معاف کرنیوالا (گناہوں اور خطاؤں کا) نہایت شفیق مالک سارے جہان کا صاحب جلال وعطا عادل جمع کرنیوالا (لوگوں کو محشر میں) بے پرواہ پروا کرنیوالا (جسکو چاہے دوسروں سے) باز رکھنے والا (ہلاکت وخسارہ سے) نقصان اور نفع پہونچانے والا نور (کہ ہر روشنی اس کا پرتو ہے) ہدایت بخشنے والا موجد (کہ بغیر نمونہ کے آسمان وزمین تمامی مخلوقات کو پیدا کیا) ہمیشہ رہنے والا (سب کا) وارث رہنما بردبار (اور صبر کی توفیق بخشنے والا)۔ اور قزوینی (یعنی ابن ماجہ) میں اسطرح ہے کہ اللہ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو۔ وہ طاق ہے اور طاق ہی کو محبوب سمجھتا ہے جس نے انکو حفظ کیا وہ جنت میں گیا (اور وہ یہ ہیں) اللہ الواحد الخ ف اس روایت میں نام تو وہی ننانوے ہیں مگر البر القہار الرقیب الرشید الحفیظ الواسع المغنی کے بدلے الباری القاھر القریب الراشد الحافظ السامع المعطی مذکور ہیں اور پہلی روایت میں القدوس الغفار الفتاح الحکم العدل الکبیر المقیت الحسیب الحمید المحصی المقتدر المقدم المؤخر المنتقم مالک الملک ذوالجلال والاکرام البدیع الصبور ہیں جو اس روایت میں نہیں۔ اور ان کے بدلے اس میں الجمیل الرب المبین البرھان الشدید الواقی ذوالقوۃ القائم الدائم الناظر الکافی الابد العالم الصادق المنیر التام القدیم الوتر مذکور ہیں جو ترمذی میں نہیں۔ یعنی خوبیوں والا پالنے والا کھلا (کہ اس کا وجود کسی پر مخفی نہیں) دلیل (اور اتنا واضح کہ ہر مصنوع کو اس کی صنعت کا پتہ دے رہا ہے) سخت پکڑ والا محافظ قوت والا قائم ودائم (حاضر) ناظر کافی (کہ اس کی مدد ہوتے کسی کی حاجت نہیں) ہمیشہ رہنے والا (کہ نہ اس کے لئے ابتدا ہے نہ انتہا) صاحب علم سچا روشن کرنیوالا (آسمانوں کے ستاروں کا ذریعہ اور قلوب کا اپنی معرفت ومحبت سے) پورا (جس میں کوئی نقص نہیں) قدیم طاق (کہ اس کا کوئی ہمسر اور جوڑا نہیں) نیز اس میں الرحیم مکرر ہے۔ الواحد اور الاحد دونوں روایتوں میں مذکور ہے مگر شمار میں ایک ہے کہ کسی روایت میں الواحد ہے اور کسی میں الاحد یہی دلیل ہے کہ ننانوے ۹۹ میں حصر مراد نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ جل جلالہٗ کے یہ نام بھی مذکور ہیں۔ الرب الاکرم الاعلی الحافظ الخلاق الساتر الستار الشاکر العادل العالم العلام الغالب الناظر الفارق القدیر القریب القاھر الکفیل الکافی المنیر المحیط الملک المولی النصیر احکم الحاکمین ارحم الراحمین احسن الخالقین ذوالفضل ذوالطول ذوالقوۃ ذوالمعارج ذوالعرش رفیع الدرجات غافر الذنب ... مخرج الحی من المیت

كَبِيْرًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا فقال صلى الله عليه وسلم من القائل كلمة كذا وكذا؟ قال رجل من القوم انا يا رسول الله قال عجبت لها فتحت لها ابواب السماء قال ابن عمر فما تركتهن منذ سمعته يقول ذلك ۔ لمسلم والترمذی والنسائی (انس[۳]) كان النبی صلى الله عليه وسلم يصلی اذ جاء رجل وقد حفزه[۱] النفس فقال اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ فلما قضى صلاته قال ايكم المتكلم بالكلمات؟ فارم[۲] القوم فقال انه لم يقل بأسا فقال الرجل انا يا رسول الله قلتها فقال لقد رأيت اثنى عشر ملكا يبتدرونها ايهم يرفعها ۔ لمسلم ولابی داود والنسائی (جبير[۴] بن مطعم) انه رأى النبی صلى الله عليه وسلم يصلی فقال اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا ثلاثا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ثلاثا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ نَّفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ قال نفثه الشعر ونفخه الكبر وهمزه الموتة ۔

چنانچہ بعض نام ان میں کے روایت ابن ماجہ میں آئے ہیں اور حدیث میں الحنان المنان المغیث اور توریت وانجیل وغیرہ کتب آسمانی میں دیگر نام بھی آئے ہیں۔ زہیر کہتے ہیں ہمیں بکثرت علماء سے یہ پہنچا ہے۔ کہ ان کے شروع میں یہ پڑھے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وہو علی کل شئ قدیر لا الٰہ الا اللہ لہ الاسماء الحسنیٰ (الخ) کے بعد ہو اللہ الذی لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الخ ف اور ہر نام کے ساتھ جل جلالہ پڑھے اور باوضو قبلہ رو بکمال خشوع وخضوع مطلب سمجھ کر اور شاہنشاہی عظمت کا دھیان رکھتا ہوا پڑھے جیسے ایک بھک منگا فقیر سخت احتیاج کیوقت بادشاہ کو بھیک مانگتے وقت پکارا کرتا ہے۔

نماز کی دعائیں

(ابوہریرہ[۱]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کی (پہلی) تکبیر پڑھتے (اور ہاتھ باندھتے) تو قرأت سے پہلے ذرا دیر سکوت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان تکبیر اور قرأت کے درمیان اپنے سکوت میں آپ کیا پڑھا کرتے ہیں؟ فرمایا یہ دعا پڑھا کرتا ہوں (ترجمہ) الٰہی مجھے میری خطاؤں سے پاک صاف کر دے جیسا کہ سفید کپڑے کو تو نے میل سے پاک صاف بنا دیا ہے الٰہی خطاؤں سے مجھے بذریعہ برف اور پانی اور اولے کے دھو دے (ق) اور (ابوداود ونسائی نے دعا کے شروع میں اتنا زائد بیان کیا ہے الٰہی میرے اور میری خطاؤں کے درمیان فصل ڈال جیسا کہ تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فصل ڈالا ہے۔ ف ہرچند کے کپڑے کا میل کچیل تیز گرم پانی سے دور کیا جاتا ہے مگر یہاں برف اور اولے سے دھویا جانا اس لئے مطلوب ہے کہ اس میں نہ حرارت نار کا واسطہ ہے اور نہ مخلوق کے پاؤں نے اس کو روندا اور نہ ہاتھوں نے اسکو مستعمل و میلا بنایا۔ گویا اشارہ ہے کہ میں گناہوں کا میل کچیل آپ کی خالص رحمت اور راحت بخش لطف وکرم سے دھلوانا چاہتا ہوں نہ کہ سزائے جہنم یا مصیبت و تکلیف کے کفارہ میں معصوم پیغمبر کا دعا ر مغفرت میں اتنے پہلوؤں کی رعایت کرنا گنہگاران امت پر شفقت ہے کہ شاہی دربار میں گذرنے والی درخواست کا مضمون خود سمجھا یا ورنہ نادان بچہ خصوصاً جبکہ معتوب ہو دعا بھی بصورت بد دعا کر بیٹھتا ہے اور مغرب و مشرق کے فصل کی تشبیہ ہے کہ عفو کے ساتھ اپنی خطا کا استحضار بھی رہے۔ تاکہ نعمت قابل قدر اور موجب شکر ہو کہ فقر کا زمانہ یاد رکھنے والے کو تونگری میں مزہ بھی زیادہ آتا ہے اور معطی ومحسن کے سامنے گردن بھی بڑے شوق سے جھکا کرتی ہے۔ (ابن عمر[۲]) ہم (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز

[۱] ای اخرجه ضيق النفس [۲] الحفز الحث والاعجال [۳] ای سكت ولم يجب قال فی النهاية فقال ارم وهو مرويٌ بالزاى وتخفيف الميم وبمعناه لان الازم الامساك عن الطعام والكلام [۴] قال فی القاموس ونزع الدين الخ

لابی داود (جابرؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوۃ کبر ثم قال اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَایَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ وَقِنِیْ سَیِّئَ الْاَعْمَالِ وَسَیِّئَ الْاَخْلَاقِ لَایَقِیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ ؛ للنسائی (عائشۃؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ قال سُبْحَانَكَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ ؛ للترمذی وابی داود (سعدؓ) ان رجلا جاء الی الصلوۃ والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فقال حین انتھی الی الصف اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ اَفْضَلَ مَا تُؤْتِیْ عِبَادَكَ الصّٰلِحِیْنَ ۞ فلما سلم صلی اللہ علیہ وسلم قال من المتکلم انفا؟ قال الرجل انا یا رسول اللہ قال اذًا یعقر جوادك وتستشھد فی سبیل اللہ لرزین (علیؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوۃ قال وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۞ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ

پڑھ رہے تھے کہ جماعت میں سے ایک شخص نے یہ الفاظ کہے اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کیلئے بہت حمد ہے اور اللہ کیلئے تسبیح وتحمید ہے صبح وشام تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون شخص تھا ان کلمات کا کہنے والا؟ مجمع میں سے ایک شخص نے کہا میں ہوں یا رسول اللہ. فرمایا مجھے تعجب ہوا ان پر کہ ان کے (اوپر چڑھا نیکے) لئے آسمان کے دروازے کھولدیئے گئے۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے آنحضرت کو یہ فرماتے سُنا اس دُعا کو کبھی نہیں چھوڑا (س ت ی). (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اسکا (تیز قدم آنیکی وجہ سے) سانس چڑھا ہوا تھا پس اس نے یہ کلمات کہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ کیلئے حمد ہے بکثرت اور اچھی اور مبارک جب آپ نماز پوری کر چکے تو فرمایا یہ کلمات کس نے کہے تھے؟ سارا مجمع چپ ہوگیا (اور عتاب سمجھ کر جواب نہ دیسکا) آپنے فرمایا اُس نے کوئی بری بات نہیں کہی تب ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ میں نے کہے تھے فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ عجلت کر رہے تھے کون ان کو اوپر لیجائے (اور بارگاہ خدا میں پیش کرکے مستحق انعام ہو) س دی (جبیر بن مطعمؓ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپنے یہ دعا پڑھی اللہ بہت بڑا ہے (تین بار پڑھا) اور اللہ کیلئے حمد ہے بکثرت (یہ بھی تین بار پڑھا) اور اللہ کے لئے پاکی ہے صبح وشام (یکساں کہ انقلاب وتغیر اس کو لاحق نہیں) اسکو بھی تین بار پڑھا. میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں شیطان مردود سے. اُسکے دم سے اُسکی پھونک سے اور اُسکے تھوک سے. اور اس کا تھوکا جنون ہے (د) ف معمولی پھونک جیسے پانی پر دم کیا جاتے نفث کہلاتا ہے جس کا اثر خود بینی اور مدح سرائی کی خواہش ہے جو شاعری کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور زور کی پھونک جس میں تھوک بھی نکلے نفخ کہلاتا ہے جس کا اثر کبر ہے اور ہمارے محاورہ میں بھی اسکو پھولنا اور اکڑنا کہتے ہیں کہ شیطان نے پھونک بھردی. اور تھوکا مارنا کہ اثر قوی کا نام ہے ہمز کہلاتا ہے اور اسی اثر سے جنون کہلاتا ہے خواہ اصلی ہو جیسے پاگل پن کہتے ہیں یا عارضی جیسا کہ غصہ میں لاحق ہوتا ہے. (جابرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کیا کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے تھے میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ پروردگار عالم کے لئے ہے جسکا کوئی ساجھی نہیں. اور مجھے اسی کا حکم ہوا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں. الٰہی مجھے توفیق دے اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی کہ تیرے سوا اسکی توفیق کوئی نہیں دے سکتا۔

لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَ
الْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَإِذَا
رَكَعَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي فَإِذَا
رَفَعَ رَأْسَهُ قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ
وَإِذَا سَجَدَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ
سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۝ ثم يكون من اٰخر ما يقول بين التشهد والتسليم اَللّٰهُمَّ
اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ

اور مجھے بچا بداعمال اور بداخلاق سے کہ ان سے کوئی نہیں بچا سکتا بجز تیرے (ن)۔ (عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ پاک ذات ہے تو اے اللہ اور حمد کا مستحق ہے۔ تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بہت بڑی ہے اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ (ت د) **ف** تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے قبل آنحضرت سے مختلف دعائیں ثابت ہیں جن میں یہ دعا مختصر اور جامع ہے اور احناف میں معمول بہ ہے۔ ترجمہ سب دعاؤں کا کر دیا ہے مگر پڑھنا انہیں عربی الفاظ کو چاہیئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہیں اور اس لئے ان پر اعراب دیدیئے ہیں کہ صحیح اور مطلب سمجھ کر پڑھے جاویں (سعدؓ) ایک شخص نماز کیلئے آیا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز (باجماعت) پڑھ رہے تھے۔ پس جب (شرکت نماز کیلئے) صف تک پہونچا تو اس نے یہ دعا پڑھی الٰہی میں تجھ سے وہ بہتر چیز مانگتا ہوں جو تو اپنے نیک بندوں کو دیا کرتا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو پوچھا یہ کلمات ابھی کس نے کہے تھے؟ وہ شخص بولا میں نے یا رسول اللہ۔ فرمایا اب تمہارا گھوڑا قتل اور تم کو راہ خدا میں شہید کیا جائے گا (کہ تمہاری دعا قبول ہوئی اور بہترین نعمت جو صلحاء کو ملتی ہے وہ شہادت کاملہ ہے کہ سوار اپنی سواری سمیت راہ خدا میں تلوار کے گھاٹ اترے) ین (علیؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو (قبل تکبیر یا سبحانک کی جگہ بعد تکبیر) یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ میں نے یکسو ہو کر اپنا منہ اس ذات کیطرف کر لیا جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ میری نماز اور میری قربانی (جسکا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ میں حکم ہے) اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے جسکا کوئی ساجھی نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہوا ہے اور میں مسلمین میں سے ہوں۔ الٰہی تو بادشاہ ہے کوئی معبود نہیں مگر تو۔ تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے (مرتکب گناہ ہو کر) اپنے نفس پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہ کا مقر ہوں۔ پس میرے تمام گناہ بخشدے کہ گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا بجز تیرے۔ اور مجھے نیک عادتوں کی ہدایت فرما کہ نیک عادتوں کی کوئی ہدایت نہیں کر سکتا بجز تیرے۔ اور مجھ سے بداخلاقیاں دور کر کہ ان کو کوئی دور نہیں کر سکتا بجز تیرے۔ میں (تیری اطاعت کے لئے ہر وقت) حاضر اور (موافقت حکم کے لئے) تیار ہوں اور ساری خوبیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اور کوئی برائی تیری طرف منسوب نہیں۔ میں تیرا ہوں اور تیرا ہی کہلاتا ہوں تو بابرکت و عالی ہے۔ میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور توبہ کرتا ہوں تیری بارگاہ میں، اور جب رکوع میں جاتے تو یہ پڑھا کرتے۔ الٰہی تیرے لئے میں (رکوع کر کے) جھک گیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا غلام بن گیا۔ تیرے سامنے جھکی ہوئی ہے میری شنوائی اور میری بینائی اور میرا مغز اور میری ہڈی اور میرے پٹھے۔ پس جب سر اٹھاتے تو یہ پڑھتے۔ الٰہی اے ہمارے رب تیرے لئے اتنی حمد ہے کہ بھر دے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے مابین کو اور

بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ؛ لمسلم وابی داود والترمذی والنسائی (ابن عباس رفعه) الا وانی نهیت ان اقرأ القران راكعًا وساجدًا فاما الركوع فعظموا فیه الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء فقمن ان یستجاب لكم ؛ لمسلم وابی داود والنسائی (عوف بن مالك) قمت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما ركع مكث قدر سورة البقرة ویقول فی ركوعه سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ؛ للنسائی (عائشة) كان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یكثر ان یقول فی ركوعه وسجوده سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ یتأول القران ؛ للشیخین وابی داود والنسائی (وعنها) كان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول فی ركوعه وسجوده سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ ؛ لمسلم وابی داود والنسائی (عقبة بن عامر) لما نزل فسبح باسم ربك العظیم قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اجعلوها فی ركوعكم ولما نزل سبح اسم ربك الاعلی قال اجعلوها فی سجودكم فكان صلے اللہ علیہ وسلم اذا ركع قال سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِهٖ ثلاثا واذا سجد قال سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِهٖ ثلاثا ؛ لابی داود

بھر دے ہر اس چیز کو جو اس کے علاوہ تیری تحت مشیت ہے۔ اور جب سجدہ میں جاتے تو پڑھتے الٰہی تیرے لئے میں نے سجدہ کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا غلام بنا۔ میرے منہ نے سجدہ کیا جس نے اس کو بنایا اور صورت بخشی اور اس میں سماعت و بصارت (کے سوراخ) پھاڑے بابرکت ہے اللہ بہترین خالق۔ پھر سب کے اخیر تشہد اور سلام کے درمیان جو پڑھا کرتے وہ یہ دُعا ہوتی تھی۔ الٰہی بخشدے میرے اگلے پچھلے اور چھپے و کھلے گناہ اور جو کچھ بھی میں نے زیادتی کی اور جس کا علم تجھ کو مجھ سے زیادہ ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانیوالا۔ کوئی معبود نہیں بجز تیرے۔ (س دت ی)۔ (ابن عباسؓ) فع۔ سن لو کہ مجھے ممانعت ہوئی ہے قرآن پڑھنے کی بحالت رکوع و سجود۔ پس رکوع میں تو رب کی عظمت ظاہر کیا کرو (اور سبحان ربی العظیم پڑھا کرو) اور سجدہ میں خوب دعا مانگا کرو کہ (یہ حالتِ تذلل) اس قابل ہے کہ تمہاری دعا قبول ہو (س دی)۔ ف اور اس کے بعد سجدہ میں بھی تسبیح آپ کو پسند آئی اور سبحان ربی الاعلی پڑھنا آپ کا معمول ہو گیا۔ ہاں نوافل میں اب بھی دعا کا اختیار ہے۔ (عوفؓ بن مالک) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں (ایک مرتبہ) کھڑا ہوا پس جب آپ نے رکوع کیا تو سورہ بقرہ (پڑھنے) کی مقدار (رکوع) میں رہے کہ بار بار یہی پڑھے جاتے تھے۔ پاک ہے تو (عیبوں سے) اے اقتدار و حکمت اور بڑی عظمت والے۔ (دی)۔ (عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے رکوع و سجدہ میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ پاک ہے تو اے اللہ ہمارے پروردگار اور مستحق ستائش۔ الٰہی مجھے بخشدے، قرآن کا مفہوم ظاہر فرمایا کرتے۔ (اور فسبح بحمد ربک واستغفرہ میں جو حکم تھا اسکو پورا کیا کرتے) تھے۔ (ق دت)۔ (ایضاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع و سجدہ میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ پاک ہے بے عیب ہے پروردگار فرشتوں کا اور روح کا (س دی)۔ (عقبہ بن عامرؓ) جب فسبح باسم ربک العظیم کا نزول ہوا کہ اپنے عظمت والے رب کی تسبیح کر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنے رکوع میں تجویز کرو۔ اور جب سبح اسم ربک الاعلی کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا اس کو اپنے سجدہ میں تجویز کر لو۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کیا کرتے تو سبحان ربی العظیم وبحمدہ تین بار پڑھا کرتے اور جب سجدہ میں جاتے تو سبحان ربی الاعلی وبحمدہ تین بار پڑھا کرتے (د)

كان النبی صلى الله عليه وسلم اذا رفع ظهره من الركوع قال سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُهٗ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ؛ لابی داود والترمذی ومسلم بلفظه (ابو سعید[15]) كان النبی صلى الله عليه وسلم اذا رفع رأسه من الركوع قال اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ؛ لمسلم وابی داود والنسائی (رفاعة بن رافع[16]) كنا نصلی وراء النبی صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه من الركعة قال سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وقال رجل وراءه رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ فلما انصرف قال من المتكلم؟ قال انا قال رأيت بضعة وثلاثين ملكا يبتدرونها ايهم يكتبها اول ؛ وفی رواية: قال صليت خلف النبی صلى الله عليه وسلم فعطست فقلت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى فلما صلى انصرف فقال مَن المتكلم فی الصلوة؟ ثم قالها الثانيه ثم الثالثه فلم يتكلم احد فقال رفاعة انا قال كيف قلت؟ قال قلت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ

(ابن ابی اوفی[14]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے کمر اٹھایا کرتے تو کہا کرتے۔ اللہ نے سنی جس نے بھی اس کی حمد کی۔ الٰہی اے ہمارے رب تیرے لئے حمد ہے جو لبریز کر دے آسمانوں کو اور زمین کو اور لبریز کر دے اس کو جسے بھی تو چاہے اس کے بعد۔ الٰہی مجھے (گناہوں سے) پاک کر دے بذریعہ برف اور اولے اور ٹھنڈے پانی کے۔ الٰہی مجھے پاک صاف بنا دے گناہوں اور خطاؤں سے جیسا صاف کیا جاتا ہے سفید کپڑا میل کچیل سے۔ (د ت س)۔ (ابو سعید[15]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھایا کرتے تو کہا کرتے الٰہی اے ہمارے رب تیرے لئے حمد ہے آسمانوں اور زمین کے بھراؤ کے موافق اور اس چیز کے بھراؤ کے موافق جو بعد میں تو چاہے۔ (تو) مستحق ثنا اور بزرگی والا ہے اور اس کا مستحق ہے جو کچھ بھی بندہ (وصف و مدح میں) کہے۔ اور ہم سب تیرے بندے ہیں۔ الٰہی کوئی روکنے والا نہیں جسے تو عطا فرمائے اور کوئی دینے والا نہیں جسے تو محروم رکھے۔ اور تونگر کو تونگری تیرے (عذاب) سے فائدہ نہیں دے سکتی۔ (م س دئ)۔ (رفاعہ بن رافع[16]) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (مقتدی بن کر) نماز پڑھا کرتے تھے تو جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ اور ایک شخص نے آپ کے پیچھے سے کہا ربنا ولک الحمد اے ہمارے رب تیرے لئے حمد ہے حمد کثیر جس میں عمدگی اور برکت ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے پوچھا یہ کلمات کس نے کہے، وہ بولا کہ میں نے۔ فرمایا کچھ اوپر تیس فرشتوں کو میں نے جلدی مچاتے دیکھا کہ اسکو پہلے کون لکھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رفاعہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس مجھے چھینک آئی تو میں نے کہا الحمد للہ یعنی اللہ کے لئے ہے حمد کثیر و پاکیزہ جس کے اندر برکت اور جس کے اوپر برکت جتنی بھی ہمارے رب کو محبوب و پسندیدہ ہو۔ پس جب آپ نے نماز پڑھ کر رُخ پھیرا تو فرمایا کس نے نماز میں یہ کلمات کہے تھے؟ پھر دوبارہ اور سہ بارہ یہی فرمایا۔ کسی نے جواب نہ دیا تو رفاعہ بولے کہ میں نے کہے تھے۔ فرمایا کس طرح

رَبَّنَا وَيَرْضٰى فقال صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده لقد ابتدرها بضعة وثلاثين ملكا ايهم يصعد بها ؛ للستة الا مسلما (ابو هريرة[17]) رفعه: اذا قال الامام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فقولوا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فانه من وافق قوله قول الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه ؛ للستة (رفعه[18]) ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول فى سجوده اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ سِرَّهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ لمسلم وابى داود (عائشة[19]) فقدت النبى صلى الله عليه وسلم من الفراش فالتمسته فوقعت يدى فى بطن قدميه وهو فى المسجد وهما منصوبتان وهو يقول اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ؛ وفى رواية: افتقدت النبى صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فظننت انه ذهب الى بعض نسائه فتجسست ثم رجعت فاذا هو راكع او ساجد يقول سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ فقلت بابى انت وامى انى لفى شان وانك لفى آخر ؛ للستة الا البخارى (ابن عباس[20]) ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول بين السجدتين اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ ؛ للترمذى وابى داود (ابو هريرة[21]) رفعه: اذا تشهد احدكم فليستعذ بالله من اربع يقول اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ ؛ للشيخين وابى داود والنسائى (جابر[22]) ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يقول فى صلاته بعد التشهد اَحْسَنُ الْكَلَامِ كَلَامُ اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ؛

کیا تھا؟ انہوں نے کہا الحمدللہ الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جلدی مچائی کچھ اوپر تیس[3] فرشتوں نے کہ کون ان کو لیکر اوپر چڑھے۔ (خ ت دئ ط)۔ **ف** اس کے بعد نماز میں چھینک آنے پر کسی دعا کا پڑھنا ممنوع ہوگیا (ابو ہریرہ[17]) رفع۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم کہو اللّٰھم ربنا لک الحمد کہ جس کا قول موافقت پائے گا فرشتوں کے قول سے (کہ ایک وقت میں اور اخلاص کے ساتھ ہوگا) تو اس کے سب پہلے گناہ بخشدیئے جائیں گے۔ (س۔ ت)۔ (ایضاً[18]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ کہا کرتے تھے الٰہی بخشدے میرا ہر گناہ چھوٹا اور بڑا پہلا اور پچھلا چھپا اور کھلا۔ (س۔د)۔ (عائشہ[19])۔ میں نے (ایک رات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر موجود نہ پایا تو تلاش کیا۔ پس میرا ہاتھ آپ کے پاؤں کے تلووں پر پڑا کہ آپ سجدہ میں تھے اور دونوں پاؤں کھڑے تھے اور آپ یہ کہہ رہے تھے۔ الٰہی میں تیری ناراضی سے پناہ چاہتا ہوں۔ تیری خوشنودی کی۔ اور تیری سزا سے پناہ چاہتا ہوں تیری درگذر کی۔ اور تجھ سے تیری ہی پناہ میں آتا ہوں۔ میں تیری ثنا کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ تو ایسا ہے جیسی تو نے خود اپنی ثنا فرمائی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ (ایک رات) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنے بستر پر) نہ پایا تو گمان ہوا کہ اور بی بی کے پاس چلے گئے۔ لہذا میں نے حجراتِ ازواج میں ڈھونڈا اور پھر واپس آئی تو دیکھتی کیا ہوں کہ آپ رکوع یا سجدہ میں ہیں اور کہہ رہے ہیں پاک ہے تو اے اللہ اور تیری حمد کرتا ہوں۔ کوئی معبود نہیں مگر تو۔ میں نے کہا

للنسائی. (ابن مسعودؓ[23]) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلمہم من الدعاء بعد التشہد اَللّٰہُمَّ اَلِّفْ عَلَی الْخَیْرِ بَیْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِنَا وَاھْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِکْ لَنَا فِیْ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَاجْعَلْنَا شَاکِرِیْنَ لِنِعْمَتِکَ قَابِلِیْھَا وَاَتِمَّھَا عَلَیْنَا ؛ لرزین (معاذؓ[24]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بیدہ و قال یا معاذ واللہ لاحبک اوصیک یا معاذ لا تدعھن فی کل صلاۃ ان تقول اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ؛ لابی داود والنسائی (شدادؓ[25] بن اوس) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی صلاتہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَۃَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْاَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْاَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَّلِسَانًا صَادِقًا وَّاَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ ؛ (قیس بن عبادہؓ[26]) صلی عمار بن یاسر بالقوم صلاۃ اخفھا فکانھم انکروھا فقال الم اتم الرکوع والسجود؟ قالوا بلی قال اما انی دعوت فیھا بدعاء کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعو بہ اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبَ وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیَاۃَ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاۃَ خَیْرًا لِّیْ اَللّٰھُمَّ وَاَسْاَلُکَ خَشْیَتَکَ فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ وَاَسْاَلُکَ کَلِمَۃَ الْاِخْلَاصِ فِی الرِّضٰی وَالْغَضَبِ وَاَسْاَلُکَ الْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَاَسْاَلُکَ نَعِیْمًا لَّا یَنْفَدُ وَاَسْاَلُکَ الرِّضَاءَ بَعْدَ الْقَضَاءِ وَاَسْاَلُکَ قُرَّۃَ عَیْنٍ لَّا تَنْقَطِعُ وَاَسْاَلُکَ بَرْدَ الْعَیْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَسْاَلُکَ لَذَّۃَ

آپ پر میرے ماں باپ قربان میں کسی فکر میں ہوں اور آپ کسی دوسرے فکر میں۔ (ست)۔ (ابن عباسؓ[20]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) یہ کہا کرتے تھے۔ الٰہی مجھے بخشدے اور مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت دے اور مجھے عافیت اور رزق نصیب فرما۔ (ت د)۔ (ابوہریرہؓ[21]) مع. جب تم میں کوئی تشہد (التحیات) پڑھا کرے تو درود کے بعد چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرے کہے۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی و موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے۔ (ق. د. ی)۔ (جابرؓ[22]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تشہد کے بعد یہ کہا کرتے تھے۔ بہترین کلام کلام اللہ ہے اور بہترین طریقہ طریقۂ محمدی۔ (ی)۔ (ابن مسعودؓ[23]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تشہد کے بعد کی دعا تعلیم فرمایا کرتے کہ الٰہی ہمارے دلوں کو نیکی پر متفق بنا دے اور ہماری رنجش باہمی کی اصلاح فرما اور ہم کو سلامتی کے راستے دکھا اور ہمیں اندھیروں سے بچا کر روشنی کی طرف لا اور ہمیں بے حیائیوں سے دور رکھ خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی۔ اور ہمارے سے لئے ہماری شنوائیوں اور بینائیوں اور دلوں

النَّظَرَ اِلٰی وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَائِكَ فِیْ غَیْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَّلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ اَللّٰهُمَّ زَیِّنَّا بِزِیْنَةِ الْاِیْمَانِ وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِیْنَ ❊ هما للنسائی (عائشہؓ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یدعو فی الصلوٰۃ یقول اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ فقال لہ قائل ما اکثر ما تستعیذ من المغرم؟ فقال ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف ❊ للشیخین وابی داود والنسائی (ابوبکرؓ[۲۳]) قلت یا رسول اللہ علمنی دعاء ادعو بہ فی صلاتی قال قل اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ❊ للشیخین والترمذی والنسائی۔ (ابن عباسؓ) سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول لیلۃ حین فرغ من صلاتہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ وَتَجْمَعُ بِهَا اَمْرِیْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعْثِیْ وَتَرُدُّ بِهَا غَائِبِیْ وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِیْ وَتُزَكِّیْ بِهَا عَمَلِیْ وَتُلْهِمُنِیْ بِهَا رُشْدِیْ وَتَرُدُّ بِهَا اُلْفَتِیْ وَتَعْصِمُنِیْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ

ہمیں اور بیویوں میں برکت بخش اور ہم پر توجہ فرما کہ بیشک تو ہی توجہ فرمانیوالا مہربان ہے۔ اور ہم کو اپنی نعمت کا شکرگزار اور اہل بنا اور ہم پر نعمتوں کی تکمیل کر دیں)۔ (معاذؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذ واللہ مجھے تمہارے ساتھ محبت ہے اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ کسی نماز میں بھی اس دعا کا پڑھنا نہ چھوڑیو۔ الٰہی میری مدد فرما اپنی یاد اور اپنی شکرگزاری اور اپنی عمدہ عبادت پر۔ (دی)۔ (شدادؓ[۲۵] بن اوس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ کہا کرتے تھے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں استقلال ہر معاملہ میں اور پختگی عمل خیر میں۔ اور تجھ سے تیری نعمت پر شکرگزاری اور اچھی عبادت کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے مانگتا ہوں دل بے عیب اور زبان سچی اور تجھ سے مانگتا ہوں خوبی جو تیرے علم میں ہو۔ (قیس[۲۶] بن عبادہ) عمار بن یاسر نے (ایک مرتبہ امام بن کر) لوگوں کو نماز پڑھائی اور ہلکی (مختصر) پڑھائی تو (ایسا معلوم ہوا) گویا لوگوں نے اس کو اچھا نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا کیا میں نے رکوع وسجدہ پورا نہیں کیا؟ نمازیوں نے کہا ہاں ضرور کیا۔ فرمایا دیکھو میں نے اس میں وہ دُعا پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے کہ الٰہی اپنی غیب دانی اور مخلوق پر قدرت کے طفیل مجھے زندہ رکھ جب تک تیرے علم میں زندگی میرے لئے بہتر ہو۔ اور مجھے وفات دے جب تیرے علم میں مرنا میرے لئے بہتر ہو۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں تیرا ڈر باطن میں اور ظاہر میں اور تجھ سے مانگتا ہوں اخلاص کا بول خوشی میں اور غصہ میں اور تجھ سے مانگتا ہوں میانہ روی افلاس میں اور تونگری میں اور تجھ سے مانگتا ہوں وہ نعمت جو ختم نہ ہو اور تجھ سے مانگتا ہوں رضا بر قضا (کہ تیرے تصرفات پر خوش دل رہوں) اور تجھ سے مانگتا ہوں آنکھ کی ٹھنڈک جو موقوف نہ ہو۔ اور تجھ سے مانگتا ہوں مزہ دار زندگی بعد مرنے کے اور تجھ سے

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِیْمَانًا وَّیَقِیْنًا لَیْسَ بَعْدَهٗ کُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ کَرَامَتِكَ فِی الدُّ
وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْفَوْزَ فِی الْقَضَآءِ وَنُزُلَ الشُّهَدَآءِ وَعَیْشَ السُّعَدَ
وَالنَّصْرَ عَلَی الْاَعْدَآءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُنْزِلُ بِكَ حَاجَتِیْ وَاِنْ قَصُرَ رَاْیِیْ وَضَعُفَ عَمَ
وَافْتَقَرْتُ اِلٰی رَحْمَتِكَ فَاَسْاَلُكَ یَا قَاضِیَ الْاُمُوْرِ وَیَا شَافِیَ الصُّدُوْرِ كَمَا تُجِیْرُ بَیْنَ
الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِیْرَنِیْ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ اَللّٰهُمَّ وَمَا
عَنْهُ رَاْیِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِیَّتِیْ مِنْ خَیْرٍ وَّعَدْتَّهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ
خَیْرٍ اَنْتَ مُعْطِیْهِ اَحَدًا مِّنْ عِبَادِكَ فَاِنِّیْ اَرْغَبُ اِلَیْكَ فِیْهِ وَاَسْاَلُكَ بِرَحْمَتِكَ یَا رَبَّ
الْعٰلَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ ذَا الْحَبْلِ الشَّدِیْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِیْدِ اَسْاَلُكَ الْاَمْنَ یَوْمَ الْوَعِیْدِ
وَالْجَنَّةَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّهُوْدِ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ الْمُوْفِیْنَ بِالْعُهُوْدِ اِنَّكَ رَحِیْمٌ

مانگتا ہوں لذت تیرے دیدار کی اور شوق تجھ سے ملنے کا بغیر کسی تکلیف دہ مصیبت اور گمراہ کن فتنہ کے۔ الٰہی ہمیں ایمان کے سنگھار سے بنا سنوار اور ہمیں ہدایت یاب و ہدایت بخش بنا۔ (ن)۔ (عائشہ[27]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجّال کے فتنہ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی و موت کے فتنہ سے۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور تاوان سے۔ کسی کہنے والے نے کہا آپ بہت ہی زیادہ پناہ مانگا کرتے ہیں تاوان سے فرمایا ہاں آدمی پر جب تاوان (کا بوجھ) پڑتا ہے تو بات کرنے میں جھوٹ بولنا اور وعدہ میں خلاف کرنا پڑتا ہے (اور اس طرح مختلف معصیتوں کا مرتکب ہوتا ہے)۔ ق ن۔ (ابوبکر[28]) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی دعا بتا دیجئے جسکو نماز میں مانگا کروں۔ فرمایا یہ کہا کرو۔ الٰہی میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کیا ہے اور گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا بجز تیرے پس مجھے بخش دے اپنی خاص مغفرت سے اور مجھ پر رحم فرما۔ بیشک تو غفور رحیم ہے۔ (ق ت ن)۔ (ابن عباس[29]) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شب جب کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو یہ کہتے سُنا۔ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری خاص رحمت کا جس کے ذریعہ تو میرے دل کو ہدایت بخشے اور میرے معاملات کو سرانجام فرمائے اور میری پراگندی کو سکون بخشے۔ اور میرے غائب کو واپس لائے اور میرے حاضر کو رفعت بخشے اور میرے عمل کو صاف ستھرا کرے اور مجھے میری ہدایت القا فرمائے اور میری الفت کو (مجھ پر) لوٹائے اور مجھے ہر قسم کی برائی سے محفوظ رکھے۔ الٰہی مجھے وہ ایمان اور یقین عطا فرما جس کے بعد کفر نہ ہو اور وہ رحمت بخش جس سے دنیا و آخرت (دونوں جہان میں) تیرا شرف عزت مجھے نصیب ہو۔ الٰہی میں تجھ سے کامیابی مانگتا ہوں قضا میں (کہ وہی مقدر ہو جس میں میری فلاح ہو) اور شہیدوں کی مہمانی (کہ جنت میں ان کا سا مہمان بننا نصیب ہو) اور خوش نصیبوں کی ایام گذاری اور انبیا کی معیت اور دشمنوں پر فتح۔ الٰہی میں اپنی حاجت تیرے سامنے پیش کرتا ہوں اگرچہ میری رائے ناقص اور میرا عمل (اور سعی و تدبیر) کمزور ہے۔ اور میں محتاج ہوں تیری [illegible]

وُدُّوْدًا اِنَّكَ تَفْعَلُ مَا تُرِيْدُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِيْنَ مُهْتَدِيْنَ غَيْرَ ضَالِّيْنَ وَلَا مُضِلِّيْنَ
سِلْمًا[1] لِاَوْلِيَائِكَ وَحَرْبًا لِاَعْدَائِكَ نُحِبُّ بِحُبِّكَ مَنْ اَحَبَّكَ وَنُعَادِيْ بِعَدَاوَتِكَ مَنْ
خَالَفَكَ اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَاءُ وَعَلَيْكَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجُهْدُ وَعَلَيْكَ التُّكْلَانُ اَللّٰهُمَّ
اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا فِيْ قَبْرِيْ وَنُوْرًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُوْرًا مِّنْ خَلْفِيْ وَنُوْرًا عَنْ يَّمِيْنِيْ وَنُوْرًا عَنْ
شِمَالِيْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِيْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِيْ وَنُوْرًا فِيْ سَمْعِيْ وَنُوْرًا فِيْ بَصَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ شَعْرِيْ وَنُوْرًا
فِيْ بَشَرِيْ وَنُوْرًا فِيْ لَحْمِيْ وَنُوْرًا فِيْ دَمِيْ وَنُوْرًا فِيْ مُخِّيْ وَنُوْرًا فِيْ عِظَامِيْ اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِيْ
نُوْرًا وَّاَعْطِنِيْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا سُبْحَانَ الَّذِيْ تَعَطَّفَ[2] بِالْعِزِّ وَقَالَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِيْ
لَبِسَ الْمَجْدَ وَتَكَرَّمَ بِهٖ[3] سُبْحَانَ الَّذِيْ لَا يَنْبَغِي التَّسْبِيْحُ اِلَّا لَهٗ سُبْحَانَ ذِي الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ
ذِي الْمَجْدِ وَالْكَرَمِ سُبْحَانَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ؛ للترمذی (ثوبانؓ) کان النبی صلے اللہ
علیہ وسلم اذا سلم یستغفر اللہ ثلاثا ویقول اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ
تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ قِيْلَ للاوزاعی کیف الاستغفار؟ قال یقول استغفر
اللہ استغفر اللہ ؛ لمسلم وابی داود والترمذی والنسائی (ابن الزبیرؓ) کان یقول فی دبر

بخشنے والے سینوں کے کہ جس طرح تو سمندروں کے درمیان آڑ کر دیتا ہے (کہ کھاری سمندر شیریں سے مخلوط نہیں ہو سکتا) مجھے دوزخ کے عذاب اور ہائے واویلا کی پکار اور قبروں کے فتنہ سے بچائے رکھ۔ الٰہی جس خیر و خوبی سے میری رائے قاصر ہے اور جس تک میری درخواست اور میری نیت کی رسائی نہیں اور تو نے اس کا اپنی مخلوق میں کسی سے وعدہ فرمایا ہے۔ یا وہ خوبی تو اپنے بندوں میں کسی کو دینا چاہتا ہے۔ پس میں بھی اس کے متعلق اپنی رغبت تیرے حضور پیش کرتا اور تیری رحمت کے بھروسہ پر تجھ سے اس کا سائل بنتا ہوں۔ اے پالنے والے سارے جہان کے۔ اے اللہ مضبوط رسّی اور درست انجام والے (کہ جس نے اس کو تھاما وہ برباد نہ ہوا) میں تجھ سے مانگتا ہوں امن و امان خوف کے روز (یعنی قیامت) میں اور جنت ہمیشگی کے دن بندگانِ مقرب و گواہان (عدل) رکوع سجدہ میں جھکنے اور وعدوں کو وفا کرنیوالوں کے ساتھ بے شک تو مہربان و محبت والا ہے اور کر سکتا ہے جو کچھ بھی چاہے۔ الٰہی ہمیں راہ یاب اور راہبر بنا نہ بھٹکنے والا اور نہ بھٹکانے والا۔ صلح جو اپنے دوستوں کا اور جنگ باز اپنے دشمنوں کا کہ محبوب سمجھیں تیری محبت کے سبب اسکو جو تجھے محبوب سمجھے اور دشمنی رکھیں تیری دشمنی (رکھنے) کے سبب اس سے جو تیرا اختلاف کرے۔ الٰہی یہ تو درخواست ہے اور تیرے ہاتھ قبولیت ہے اور یہ ایک کوشش ہے اور تیرے اوپر بھروسہ ہے۔ (کہ جو کچھ ہوگا تیرے فضل سے ہوگا)۔ الٰہی میرے دل میں نور بخش اور میری قبر میں نور اور میرے آگے نور اور میرے پیچھے نور اور میرے داہنے نور اور میرے بائیں نور اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور اور میری شنوائی میں نور اور میری بینائی میں نور اور میرے بال میں نور اور میری کھال میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے گودہ میں نور اور میری ہڈیوں میں نور۔ الٰہی بڑھا میرے لئے نور اور بخش مجھے نور اور کر میرے لئے نور۔ پاک ذات ہے جس

[1] السلم بالکسر وبفتح الصلح ۱۲ [2] ای الخیر ۱۲ [3] ای لبس الملک التعطف ۱۲ ای تردی بہ ۱۲

كل صلوة حين يسلم لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ وقال كان النبى صلى الله عليه وسلم يهلل بهن دبر كل صلوة بلمسلم وابى داود والنسائى (كعب بن عجرة) رفعه: معقبات لا يخيب قائلهن او فاعلهن دبر كل صلوة ثلاث وثلاثون تسبيحة وثلاث وثلاثون تحميدة واربع وثلاثون تكبيرة بلمسلم والترمذى والنسائى (زيد بن ثابت) ان رجلا من الانصار قيل له فى منامه امركم النبى صلى الله عليه وسلم ان تسبحوا دبر كل صلوة ثلاثا وثلاثين وتحمدوا ثلاثا وثلاثين وتكبروا اربعا وثلاثين قال نعم قال فاجعلوها خمسا وعشرين وجعلوا فيها التهليل فلما اصبح اتى النبى صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له فقال اجعلوها كذلك بلـ (ابو هريرة) رفعه: من سبح فى دبر صلوة الغداة مائة تسبيحة وهلل مائة تهليلة غفرت ذنوبه ولو كانت مثل زبد البحر بـ هما للنسائى (وعنه) ان فقراء المهاجرين اتوا النبى صلى الله عليه وسلم فقالوا قد ذهب اهل الدثور

نے چادر اوڑھی بڑائی کی اور حکم دیا اس کا پاک ذات ہے جس نے لباس پہنا عزت کا اور کرم فرمایا اس کا پاک ذات ہے جس کے سوا کسی کو پاکی زیبا نہیں۔ پاک ہے فضل وانعامات والا پاک ہے بزرگی وسخا والا پاک ہے عظمت واحترام والا۔ (ت) ف عزت وکبریائی کی چادر اوڑھنے اور لباس پہننے سے مراد متصف ہونا ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے بڑائی وعظمت بالذات ثابت ہے اور جس کے متعلق دے اور فضل فرمائے اس کو مخلوق کی نظروں میں بڑا اور محترم بنا دیتا ہے۔ (ثوبان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھا کرتے اور پھر یہ کہتے الٰہی تو سلام (اور ہر عیب سے سلام) ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے (کہ جس کو چاہے محفوظ رکھے) تو بابرکت ہے اے عزو احترام والے (م د ت ی) (ابن زبیر) ہر نماز کے بعد جب سلام پھیر لیتے تو کہا کرتے کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ کہ اس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کے لئے پادشاہی ہے اور اسی کے لئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی زور اور طاقت نہیں مگر اللہ کے ذریعہ۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ اور ہم نہیں پوجتے مگر اسی کو۔ اسی کی نعمت ہے اور اسی کا فضل اور اسی کے لئے اچھی ثنا۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ ہم طاعت خالص اسی کا حق سمجھتے ہیں اگرچہ ناگوار گذرے کافروں کو۔ اور کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر نماز کے بعد یہی تہلیل پڑھا کرتے تھے (م س د ی) (کعب بن عجرہ) (نماز کے بعد چند دعائیں ہیں جن کا پڑھنے والا کبھی ناکام نہ رہے گا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحٰن اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر (م س ت ی) (زید بن ثابت) ایک انصاری شخص سے کسی نے خواب میں پوچھا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ پڑھو اور ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ بولے کہ ہاں۔ اس نے کہا (ان کلمات مذکورہ) کو ۲۵ کو پچیس پچیس دفعہ کر لو اور اس میں لا الٰہ الا اللہ کو بڑھا لو (کہ چاروں سے سو کی تعداد پوری ہو) جب صبح ہوئی تو یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور خواب کا آپ سے تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا اسی طرح کر لو۔ (ابوہریرہ) فع جس نے نماز فجر کے بعد سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھا اور سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ کف

بالدرجات العلیٰ والنعیم المقیم فقال وما ذاک؟ قالوا یصلون کما نصلی ویصومون کما نصوم ویتصدقون و
لا نتصدق ویعتقون ولا نعتق فقال صلی اللہ علیہ وسلم افلا اعلمکم شیئًا تدرکون بہ من سبقکم و
تسبقون بہ من بعدکم ولا یکون احد افضل منکم الا من صنع مثل ما صنعتم قالوا بلیٰ یا رسول اللہ قال
تسبحون وتحمدون وتکبرون دبر کل صلوٰۃ ثلاثا وثلاثین مرۃ قال ابو صالح فرجع فقراء المہاجرین الیٰ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا سمع اخواننا اہل الاموال بما فعلنا ففعلوا مثلہ فقال ذلک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء قال سمی فحدثت بعض اہلی بہذا الحدیث فقال وہمت انما قال لک تسبح ثلاثا وثلاثین وتحمد اللہ
ثلاثا وثلاثین وتکبر اللہ اربعا وثلاثین فرجعت الی ابی صالح فقلت لہ ذلک فاخذ بیدی وقال اللہ اکبر و
سبحان اللہ والحمد للہ اللہ اکبر وسبحان اللہ والحمد للہ حتی بلغ فی جمیعہن ثلاثا وثلاثین؛ وفی روایۃ تسبحون
فی دبر کل صلوٰۃ عشرا وتحمدون عشرا وتکبرون عشرا؛ وفی اخریٰ احدیٰ عشرۃ احدیٰ عشرۃ احدیٰ عشرۃ
وفی اخریٰ: من سبح دبر کل صلوٰۃ وکبر ثلاثا وثلاثین وحمد ثلاثا وثلاثین وختم المائۃ
بلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ غفرت لہ ذنوبہ
ولو کانت مثل زبد البحر؛ للشیخین والموطا وابی داود (زید بن ارقم) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

سمندر کی برابر ہوں۔ (ی) (ایضاً) فقراء مہاجرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر
عرض کیا کہ اہل ثروت لے گئے بلند درجے اور دائمی نعمت۔ آپ نے فرمایا یہ کیا؟ عرض کیا کہ نمازیں پڑھتے
ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں۔ (لہذا بدنی عبادتوں میں تو ہمارے برابر
ہے) اور وہ خیرات کرتے ہیں مگر ہم نہیں کرسکتے۔ اور وہ (غلام باندیاں) آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کرسکتے
(اس لئے مالی عبادتوں میں ہم سے بہت اونچے ہوگئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا تمہیں
ایسی چیز بتا دوں جس سے تم ان کو پکڑ لو جو تم سے آگے بڑھ گئے ہیں اور ان سے آگے بڑھ جاؤ جو تمہارے
بعد ہیں۔ اور کوئی تم سے افضل نہ ہوسکے بجز اس کے جو وہی کرے جو تم کرتے ہو۔ عرض کیا۔ ضرور بتائیے
یا رسول اللہ۔ فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ۔ ابو صالح (راوی) کہتے ہیں
پس فقراء مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پھر آئے اور عرض کیا کہ ہمارے مالدار بھائیوں
نے سن لیا جو (ہم نے وظیفہ پڑھنا شروع) کیا۔ لہذا وہ بھی ایسا ہی کرنے لگے (اور اب مالی عبادتوں
میں پھر وہ بڑھ کے بڑھے رہے) آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے بھی چاہے دے (کہ مال بخشا اور
توفیق صدقات دے اور بدنی عبادت میں بھی فقراء کا ساجد وجید قائم رکھے)۔ سمی (راوی) کہتے
ہیں۔ میں نے یہ حدیث اپنے ایک عزیز کو سنائی تو انہوں نے کہا تمہیں کچھ غلطی ہوئی۔ آپ نے ۳۳ بار
سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر فرمایا تھا (کہ سو کی شمار اسی طرح پوری ہوتی ہے) پس
میں (اپنے شیخ) ابو صالح کے پاس آیا اور ان سے اس کو نقل کیا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور (میری
انگلیوں پر گنوانا شروع کیا۔) اللہ اکبر و سبحان اللہ والحمد للہ حتی کہ سب میں ۳۳ کی تعداد پوری کی۔
اور ایک روایت میں ہے کہ سبحان اللہ پڑھو ہر نماز کے بعد دس بار اور الحمد للہ دس بار اور اللہ
اکبر دس بار۔ اور دوسری روایت میں ہے تینوں گیارہ گیارہ مرتبہ اور تیسری روایت میں ہے جس نے

يقول دبر كل صلوة اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّكَ اَنْتَ الرَّبُّ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ كُلَّهُمْ اِخْوَةٌ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اِجْعَلْنِيْ مُخْلِصًا لَّكَ وَاَهْلِيْ فِيْ كُلِّ سَاعَةٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ ؛ لابی داود (عقبة بن عامر)[34] امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اقرأ بالمعوذات دبر كل صلوة ؛ لابی داود والنسائی (البراء)[38] كنا اذا صلينا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم احببنا ان نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه فسمعته يقول رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ ؛ (عطا بن ابی مروان)[39] عن ابيه : ان كعب بن ماتع حلف له باللہ الذی فلق البحر لموسیٰ انا لنجد فی التوریة ان داود نبی اللہ كان اذا انصرف من صلاته قال اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ لِيْ عِصْمَةَ اَمْرِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ جَعَلْتَ فِيْهَا مَعَاشِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ

سبحان اللہ پڑھا ہر نماز کے بعد ۳۳ بار اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار اور سو کا تکملہ اس دعا سے کیا کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ہے ملک اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ کفِ دریا کی مثل ہوں (ق ط د) ف یہ تسبیح وتحمید وتہلیل وتکبیر کی مختلف صورتیں ہیں جو مختلف حدیثوں میں آئی ہیں۔ طبیعت کا اُنس اور وقت کی گنجائش اور قلبی رجحان کے موافق جو پسند آئے اختیار کرے۔ مگر زیادہ روایتیں ۳۳-۳۳-۳۳ اور ۳۴ کی ہیں۔ اور پھر لا الٰہ الا اللہ الخ کو ملا کر ۱۰۰ ہو جائے گا (زید بن ارقم)[36] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کہا کرتے تھے۔ الٰہی اے رب ہمارے اور رب ہر چیز کے میں گواہ ہوں کہ بیشک تو ہی رب ہے یکتا تیرا کوئی شریک نہیں۔ اے اللہ پروردگار ہمارے اور پروردگار ہر شی کے میں گواہ ہوں کہ محمد تیرے بندہ اور تیرے رسول ہیں۔ اے اللہ پروردگار ہمارے اور پروردگار ہر چیز کے میں گواہ ہوں کہ تمامی بندے بھائی بھائی ہیں۔ اے اللہ پروردگار ہمارے اور پروردگار ہر چیز کے مجھے اور میرے متعلقین کو اپنا مخلص (خادم) بنائے رکھ دُنیا اور آخرت کے ہر لمحہ میں۔ اے صاحبِ جلال واکرام میری سُن لے اور قبول فرمالے۔ اللہ سب بڑوں سے بڑا ہے۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اللہ سب بڑوں سے بڑا ہے۔ (اللہ مجھے (ہر ضرورت کے لئے) کافی ہے اور اچھا کارساز ہے۔ اللہ سب بڑوں سے بڑا ہے (د) (عقبہ بن عامر)[37] مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر فرمایا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں (د ک) ف یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کہ جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے۔ یا سورۂ اخلاص بھی تغلیباً شامل ہے یا سورۂ کافرون بھی (براء)[38] ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تو پسند کرتے تھے کہ آپ کی داہنی جانب رہیں کہ (حسب عادت جب نماز کے بعد داہنے رُخ پھیریں، تو آپ کا منہ ہمارے سامنے ہو۔ پس میں نے آپ کو یہ کہتے سُنا اے میرے رب مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھیو جس دن اُٹھائے تو اپنے بندوں کو (یعنی قیامت کے روز)

---

[1] انا لنجد فی نسخة المؤلف بدون اللام فقط نظرا و تحقيقا بر بك العلي ازادته بالكلمة الصحيحة ۱۲

نِقْمَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وحدثني كعب ان صهيبا حدثه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقولهن عند انصرافه من الصلوٰة ؛ للنسائی (ابو بکرة[۴۰]) ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول دبر کل صلوٰة اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ ؛ للترمذی والنسائی مطولاً (انس[۴۱]) رفعه: من قال قبل صلوٰة الغداة یوم الجمعة ثلاث مرات اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ غفرت ذنوبه وان کانت اکثر من زبد البحر ؛ للاوسط بضعف (ابوذر[۴۲]) رفعه: من قال فی دبر صلوٰة الفجر وهو ثان رجلیه قبل ان یتکلم لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ عشر مرات کتب الله له عشر حسنات ومحا عنه عشر سیئات ورفع له عشر درجات وکان یومه ذلك کله فی حرز من کل مکروه وحرس من الشیطان ولم ینبغ لذنب ان یدرکه فی ذلك الیوم الا الشرك بالله ؛ للترمذی (ام سلمة[۴۳]) ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول فی دبر الفجر اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا وَرِزْقًا طَیِّبًا ؛ لرزین (مسلم بن الحارث[۴۴]) ان النبی صلی الله علیه وسلم اسر الیه فقال اذا انصرفت من صلوٰة المغرب فقل اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ سبع مرات قبل ان تکلم احدًا فانك اذا قلت ذلك ثم مت فی لیلتك کتب لك جوار منها واذا صلیت الصبح فقل ذلك فانك ان مت من یومك کتب لك جوار منها قال الحارث بن مسلم اسرها صلی الله علیه وسلم ونحن نخص بها اخواننا ؛ لابی داود (عمارة بن شبیب[۴۵]) رفعه

(س)۔ (عطاء بن ابی مروان) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کعب بن مالک نے اس طرح اللہ کی قسم کھا کر کہ جس نے موسیٰ کے لئے دریا (نیل) کو پھاڑ دیا ہمیں توریت میں ملتا ہے کہ اللہ کے نبی داود جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ عرض کیا کرتے تھے الٰہی درست کر میرے لئے میرا دین کہ جس کو تو نے میرے معاملات کا محافظ بنایا ہے اور درست کر میرے لئے میری دنیا کو کہ جس میں تو نے میری گذران تجویز کی ہے۔ الٰہی میں تیری خوشنودی کی پناہ مانگتا ہوں تیرے غصہ سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے درگذر کی تیرے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں تجھ سے۔ کوئی مانع نہیں جسے تو عطا کرے اور کوئی دینے والا نہیں جسے تو نہ دے اور تونگر کو اس کی تونگری تجھ سے (بچا لینے کا) نفع نہیں دے سکتی۔ اور مجھ سے کعب نے بیان کیا کہ ان کو صہیب نے حدیث سنائی کہ یہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے نماز سے فارغ ہونے کے وقت (س)۔ (ابو بکرہ[۴۰]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ کہا کرتے تھے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور احتیاج سے اور قبر کے عذاب سے۔ (ت س)۔ (انس[۴۱]) رفع جس نے بیوم جمعہ نماز فجر سے قبل تین[۳] مرتبہ یہ دعا پڑھی کہ مغفرت مانگتا ہوں میں اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ کف دریا سے بھی زیادہ ہوں۔ (و)۔ (ابوذر[۴۲]) رفع جس نے نماز فجر کے بعد اپنے پاؤں پھیرنے (یعنی اٹھنے) سے پہلے اس سے قبل کہ بات کرے دس مرتبہ یہ دعا پڑھی کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد۔ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

من قال لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ عشر مرات على اثر المغرب بعث الله له مسلحة[له] يحفظونه من الشيطان حتى يصبح وكتب له بها عشر حسنات موجبات ومحا عنه عشر سيئات موبقات وكانت له بعدل عشر رقبات مؤمنات ؛ للترمذی (ابو امامہ[۴۶]) رفعه: من قرأ اٰية الكرسي دبر كل صلوٰة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ؛ وفی روايةٍ: و قل هو الله احد ؛ للكبير والاوسط (حسن بن علی[۴۷]) رفعه: من قرأ اٰية الكرسي دبر الصلوٰة المكتوبة كان فی ذمة الله الى الصلوٰة الاخرى ؛ للكبير (انس[۴۸]) ان النبی صلى الله عليه وسلم كان اذا سلم قال اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِيْ اٰخِرَهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَوَاتِمَ عَمَلِيْ رِضْوَانَكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ خَيْرَ اَيَّامِيْ يَوْمَ اَلْقَاكَ ؛ للاوسط بضعف (ابن عباس[۴۹]) كان النبی صلى الله عليه وسلم اذا قام من الليل يتهجد قال اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ حَقٌّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ

تو اللہ اس کے لئے دس نیکیاں درج فرمائے گا اور دس گناہ قلمزد کر دے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا اور اس تمام دن ہر امر ناگوار سے امن میں اور شیطان سے حفاظت میں رہے گا اور کسی گناہ میں طاقت نہیں کہ اس کو پاسکے بجز شرک کے (کہ وہی حاوی ہو جاوے تو اس کو بیشک برباد کر دے) ت (ام سلمہ[۴۳]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد یہ کہا کرتے تھے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں علم نفع بخش اور عمل قابل قبولیت اور رزق حلال دین)۔ (مسلم بن حارث[۴۴]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو چپکے سے (کہ شان خصوصیت ٹپکتی تھی) تعلیم کیا کہ نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ کہا کریں۔ الٰہی مجھے دوزخ سے بچائیو۔ جب تو یہ کہے گا اور اسی شب میں مر جائے گا تو تیرے لئے دوزخ سے پناہ لکھی جائے گی۔ اور جب صبح کی نماز پڑھے تب بھی یہی پڑھ۔ کہ اگر اس دن میں تجھے موت آئے گی تو تیرے لئے اس سے پناہ لکھی جائے گی۔ حارث بن مسلم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چپکے سے بتایا تھا اور ہم خصوصیت سے اپنے بھائیوں کو بتاتے ہیں (کہ اس مختصر مگر بیحد مفید وظیفہ کو نہ چھوڑیں) د (عمارہ بن شبیب[۴۵]) فع جس نے بعد مغرب دس مرتبہ یہ دعا پڑھی کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اس کے لئے حمد جلاتا اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے تو اللہ اسکے لئے (غیبی) چوکیدار قائم فرمائے گا جو اس کی صبح تک شیطان سے حفاظت کریں گے۔ اور اس کے لئے دس نیکیاں کہ ہر ایک (اس کو جنت کا) مستحق بنائے گی درج فرمائے گا اور اس سے دس گناہ کہ ہر ایک (اس کے) تباہ کرنے کو کافی ہے محو فرما دے گا۔ اور دس مومن غلاموں (کے آزاد کرنے) کی برابر اس کو (اجر) ملے گا (ت)۔ (ابو امامہ[۴۶]) فع جس نے ہر نماز فجر کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے لئے جنت میں جانے سے کوئی چیز مانع نہ ہوگی بجز اس کے کہ موت آجائے۔ (اور یہ مرتے ہی جنت میں چلا جائے) اور ایک روایت میں ہے نیز قل ہو اللہ احد (ک ر)۔ (حسن بن علی[۴۷]) فع جس نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی وہ دوسری نماز تک اللہ کے ذمہ

له مسلحة ای ملائکة محفوظین بقوی رب العلمین ۱۲

مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ
لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ ۞ للستة (عائشة) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام من
اللیل افتتح صلوته اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ الآية اِهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ
إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۞ لمسلم واصحاب السنن (شریق الهوزنی) انه سأل عائشة
بم کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح اذا هب من اللیل؟ فقالت لقد سألتنی عن شیء ما سألنی
عنه احد قبلک کان اذا هب من اللیل کبر اللہ عشرا وحمد اللہ عشرا وقال سبحان اللہ وبحمدہ عشرا
وقال سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ عشرا واستغفر عشرا وهلل عشرا ثم قال اِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ ضِيقِ
الدُّنْيَا وَضِيقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ عشرا ثم یفتتح الصلوة ۞ لابی داود وله وللنسائی عن عاصم بن حمید: انه
سأل عائشة بای شیء کان صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح قیام اللیل؟ قالت سألتنی عن شیء ما سألنی
عنه احد قبلک کان اذا قام کبر عشرا وحمد اللہ عشرا وسبح عشرا وهلل عشرا واستغفر عشرا وقال

میں ہوگا (کہ غیب سے اس کی ہر قسم کی دینی و دنیوی حفاظت ہوگی)۔ (انس) رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرا کرتے تو یہ پڑھا کرتے تھے الٰہی بنا میری عمر کا بہترین حصہ آخر عمر کو الٰہی بنا
میرے آخری اعمال کو اپنی خوشنودی۔ الٰہی بنا میرا بہترین دن وہ جس میں تجھ سے ملوں (ابن عباس)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شب میں تہجد کے لئے اٹھا کرتے تو یہ کہا کرتے اے اللہ اے ہمارے
پروردگار تیرے لئے حمد ہے۔ تو مدبر ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کا جو ان میں (آباد) ہیں اور
تیرے لئے حمد ہے تو نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کا جو ان میں (بستے ہیں) اور تیرے لئے
حمد ہے تو بادشاہ ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان کا جو ان میں آباد ہیں۔ اور تیرے لئے حمد ہے
تو برحق تیرا وعدہ برحق تجھ سے ملنا برحق تیرا فرمان برحق جنت برحق دوزخ برحق تمامی انبیاء برحق محمد
برحق اور قیامت برحق ہے۔ الٰہی تیرے سامنے میں نے گردن جھکائی اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ
کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیرے (برتے) دشمنوں سے لڑا اور تیری طرف فیصلے کے لئے آیا پس
بخش دے جو میں نے پہلے کیا اور جو پیچھے کیا اور جو چھپ کر کیا اور جو کھل کر کیا اور جس کا تجھے مجھ سے
زیادہ علم ہے۔ تو ہی (نیکالوں کو) آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی (برے کاموں) پیچھے ہٹانے والا ہے
کوئی معبود نہیں مگر تو اور کوئی پرستش کے قابل نہیں بجز تیرے۔ (ست)۔ (عائشہ) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب شب میں (تہجد کے لئے) اٹھتے تو نماز اس دعا سے شروع کیا کرتے اے اللہ
پروردگار جبریل و میکائیل و اسرافیل کے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے جاننے والے
حاضر و غائب کے تو فیصلہ فرماتا ہے اپنے بندوں کے درمیان ان اختلافات کا جو ان میں واقع
ہوتا ہے۔ مجھے راستہ دکھا حق کا جس میں اختلاف کیا گیا تیرے اذن سے۔ بیشک تو ہدایت
دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی۔ (مسلم سنن)۔ (شریق ہوزنی) نے حضرت عائشہ
سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو سب سے پہلے کیا پڑھا

له کا مبر ۱۲ که جب ای قام ۱۲ که الضیق بالکسر ونفتح ضد السعة ۱۲

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ وكان يتعوذ من ضيق المقام يوم القيامة ﴿ (ابو سعيد[52])
كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا قام من الليل كبر ثم يقول سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ
اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ثم يقول اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا ثم يقول اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ
الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ ﴿ لاصحاب السنن (انس[53]) ان النبي صلى
الله عليه وسلم مر باعرابي وهو يدعو في صلاته وهو يقول يَا مَنْ لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ وَلَا تُخَالِطُهُ
الظُّنُوْنُ وَلَا يَصِفُهُ الْوَاصِفُوْنَ وَلَا تُغَيِّرُهُ الْحَوَادِثُ وَلَا يَخْشَى الدَّوَائِرَ يَعْلَمُ مَثَاقِيْلَ
الْجِبَالِ وَمَكَايِيْلَ الْبِحَارِ وَعَدَدَ قَطْرِ الْاَمْطَارِ وَعَدَدَ وَرَقِ الْاَشْجَارِ وَعَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَيْهِ
اللَّيْلُ وَاَشْرَقَ عَلَيْهِ النَّهَارُ وَلَا تُوَارِيْ مِنْهُ سَمَآءٌ سَمَآءً وَلَا اَرْضٌ اَرْضًا وَلَا بَحْرٌ مَا فِيْ قَعْرِهٖ
وَلَا جَبَلٌ مَا فِيْ وَعْرِهٖ اِجْعَلْ خَيْرَ عُمُرِيْ اٰخِرَهٗ وَخَيْرَ عَمَلِيْ خَوَاتِمَهٗ وَخَيْرَ اَيَّامِيْ يَوْمَ اَلْقَاكَ
فيه فوكل النبي صلى الله عليه وسلم باعرابي رجلا فقال اذا صلى فائتني به فلما صلى اتاه وقد كان
اهدى له ذهب من بعض المعادن فلما اتاه الاعرابي وهب له الذهب وقال ممن انت يا اعرابي قال
من بني عامر بن صعصعة قال هل تدري لم وهبت لك الذهب؟ قال للرحم بيننا وبينك قال
ان للرحم حقا ولكن وهبت لك الذهب بحسن ثنائك على الله تعالیٰ ﴿ للاوسط۔

کرتے تھے فرمایا تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی جب آپ رات کو اُٹھتے تو اللہ
اکبر کہتے دس مرتبہ اور الحمد للہ دس مرتبہ اور سبحان اللہ وبحمدہ دس مرتبہ۔ اور سبحان اللہ الملک القدوس
دس مرتبہ اور استغفر اللہ دس مرتبہ اور لا الٰہ الا اللہ دس مرتبہ اور پھر یہ دعا دس مرتبہ کہ میں تیری پناہ مانگتا
ہوں دنیا کی تنگی سے اور روزِ قیامت کی تنگی اور (دشواریوں) سے۔ اس کے بعد نماز شروع کرتے (د)
اور نسائی میں عاصم بن حمید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تہجد کس چیز سے شروع کیا کرتے تھے؟ کہا تم نے مجھ سے ایسی بات پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں
پوچھی۔ جب آپ اُٹھتے تو دس مرتبہ اللہ اکبر دس مرتبہ الحمد للہ دس مرتبہ سبحان اللہ دس مرتبہ لا الٰہ الا
اللہ دس مرتبہ استغفر اللہ اور پھر یہ دعا پڑھتے تھے الٰہی مجھے بخش دے اور مجھے ہدایت دے اور مجھے
رزق دے اور مجھے طاقت دے۔ نیز پناہ مانگا کرتے روزِ قیامت کی تنگیٔ مقام سے (ابو سعید[52])
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اُٹھتے تو اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے کہ پاک ہے تو اے
اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان عالی ہے اور کوئی معبود نہیں
تیرے سوا۔ پھر کہتے اللہ اکبر کبیرا اور اس کے بعد کہتے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ سننے والے جاننے والے
کی شیطان مردود سے اس کے ٹہوکے اور اس کے پھلاوٹ اور اس کی پھونک سے۔ (سنن
(انس[53]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بدو پر گذر ہوا جو نماز میں اس طرح دعا مانگ رہا تھا
اے وہ ذات جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور خیالات اس تک پہونچ نہیں سکتے اور (حلیہ)
بیان کرنے والے اس کی حقیقت واضح نہیں کرسکتے اور حوادث اس کو متغیر نہیں کرسکتے اور
انقلابات کا اس کو خطرہ نہیں۔ جانتا ہے پہاڑوں کے وزن کو اور سمندروں کی ماپ کو اور

ادعیة الصباح والمساء والنوم والانتباہ

(ابو هريرة) ان ابا بكر قال يا رسول الله مرنى بكلمات اقولهن اذا اصبحت واذا امسيت قال قل اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ[1] قال قلها اذا اصبحت واذا امسيت واذا اخذت مضجعك ۔ للترمذی وابی داود (ابو عياش[2]) رفعه: من قال اذا اصبح لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كان له عدل عتق رقبة من ولد اسماعيل وكتب له عشر حسنات وحط عنه عشر سيئات ورفع له عشر درجات وكان فى حرز من الشيطان حتى يمسى فان قالها اذا امسى كان له مثل ذلك حتى يصبح قال حماد فرأى رجل النبى صلى الله عليه وسلم فى النوم فقال له ان ابا عياش يحدث عنك بكذا وكذا قال صدق ابو عياش ۔ لابى داود (انس[3]) رفعه: من قال حين يصبح او يمسى اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ اُشْهِدُكَ وَاُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اعتق الله ربعه من النار فمن قالها مرتين اعتق الله نصفه من النار فمن قالها ثلاثا اعتق الله ثلاثة ارباعه من النار فان قالها رابعا اعتقه الله من النار ۔ للترمذى وابى داود

بارشوں کی بوندوں کی شمار کو اور درختوں کے پتوں کی تعداد کو اور ان چیزوں کی گنتی کو جن پر رات نے تاریکی پھیلائی اور روز روشن نے چمک ڈالی اور نہ ایک آسمان دا آڑ بن کر) دوسرے آسمان کو اس سے چھپا سکتا ہے اور نہ ایک زمین دوسری زمین کو اور نہ سمندر اس چیز کو جو اس کی تہہ میں ہے اور نہ پہاڑ اس چیز کو جو اس کے ٹھوس جرم میں ہے۔ بنا میری عمر کا بہترین حصہ اخیر عمر کو اور میرا بہترین عمل آخری عمل کو اور بہترین ایام اس دن کو جس میں تجھ سے ملوں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدو پر ایک شخص کو تعینات کیا کہ جب نماز پڑھ چکے تو اسے میرے پاس لانا چنانچہ جب وہ نماز پڑھ چکا تو آنحضرت کے پاس آیا اور آپ کے پاس کسی معدن سے کچھ سونا ہدیۃً آیا تھا تو جب وہ بدو آپ کے پاس آیا تو آپ نے وہ سونا اسے دیدیا اور پوچھا کہ اے بدو تو کس قبیلہ کا ہے؟ کہا بنی عامر بن صعصعہ کا ہوں۔ فرمایا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ سونا میں نے تجھے کیوں دیا؟ بولا اس خون کے تعلق سے جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہے۔ فرمایا ہاں خون (کے تعلقات) کا ضرور حق ہے مگر یہ سونا تو میں نے تجھکو اللہ تعالیٰ کی حسن ثنا کی وجہ سے دیا جو دلکش اور مخلصانہ لہجہ میں) تو نے کی ہے۔ (د)

صبح و شام اور خواب و بیداری کی دعائیں

(ابو ہریرہ) ابوبکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے چند کلمات (تعلیم فرما کر) حکم دیجئے کہ جب صبح ہوا کرے اور جب شام کا وقت آوے تو ان کو پڑھ لیا کروں۔ فرمایا یہ پڑھا کرو اے اللہ پیدا کرنیوالے آسمانوں اور زمین کے جاننے والے چھپے اور کھلے کے پروردگار اور بادشاہ ہر چیز کے میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر تو۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کی شرارت اور شیطان کی شرارت اور اس کے شرک سے (کہ مشرک نہ بنا دے یا بفتح شین ہے کہ اس کے جال اور مکر سے) فرمایا اسکو

[1] ای ما یدعو الیہ ویوسوس بہ من الاشراک باللہ تعالیٰ وفی النہایۃ علی حدیث نحوہ ویروی بفتح الشین والراء ای حبائلہ ومصائدہ واحدہا شرک ۱۲

بلفظه (ابو هریرةؓ) ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یعلم اصحابه یقول اذا اصبح احدکم فلیقل
اللّٰهمّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ واذا امسی فلیقل بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ
نَمُوْتُ وَبِكَ نَحْيَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ: لابی داود والترمذی بلفظه (ابن مسعودؓ) کان النبی صلی الله
علیه وسلم یقول اذا امسی اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ
مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ
الْكِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ واذا اصبح قال ذالك ایضاً اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ
الْمُلْكُ لِلّٰهِ: لمسلم والترمذی وابی داؤد (لبعض النبی صلی الله علیه وسلم) انه قال لها قولی حین تصبحین
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا من قالهن حین یصبح حفظ حتی یمسی ومن
قالهن حین یمسی حفظ حتی یصبح: (انسؓ) رفعه: من قال اذا اصبح واذا امسی رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا
وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا کان حقا علی الله ان یرضیه: (بریدةؓ) رفعه: من قال حین

پڑھا کر (جب صبح ہو اور شام ہو اور جب (سونے کے لئے) بستر پر لیٹو (ت۔د)۔ (ابو عیاشؓ) رفع۔ جس نے
صبح ہونے کے وقت یہ دعا پڑھی۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ جس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اور
اسی کے لئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسے اولاد اسمٰعیل میں ایک بردہ آزاد کرنے کی برابر (ثواب)
ملے گا۔ اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے دس گناہ معاف اور اس کے دس درجے
بلند ہو جائیں گے اور وہ شام ہونے تک شیطان سے حفاظت میں رہے گا۔ پھر جب شام ہوگی اور وہ یہ دعا
پڑھ لے گا تو صبح ہونے تک ایسا ہی (ثمرو اجر) ملے گا۔ حماد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ ابو عیاش آپ سے اس اس طرح کی حدیث نقل کرتے ہیں فرمایا ابو عیاش
سچ نقل کرتا ہے۔ (د)۔ (انسؓ) رفع۔ جو شخص صبح یا شام یہ کہے گا کہ الٰہی بوقت صبح میں گواہ بناتا ہوں
تجھکو اور گواہ بناتا ہوں تیرے عرش کے اٹھانے والے (خاص) اور تیرے (دیگر عام) فرشتوں کو اور تیری
ساری مخلوق کو بے شک تو ہی اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر تو اور بے شک محمدؐ تیرے بندہ اور رسول ہیں
تو اللہ اس کا چوتھائی بدن آزاد کردے گا دوزخ سے۔ اور جو شخص اس دو مرتبہ کہے گا اللہ اس کا نصف
آزاد کردے گا دوزخ سے۔ اور جو تین بار کہے گا اللہ اس کا تین چوتھائی آزاد کردے گا دوزخ سے۔
اور جو چار مرتبہ کہے گا اللہ اس کو (پورے کو) آزاد کردے گا دوزخ سے۔ (دت)۔ (ابو ہریرہؓ) رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو تعلیم فرمایا کرتے تھے کہ جب صبح ہو تو یہ کہا کریں الٰہی آپ کے (حکم
اور فضل) سے ہم نے صبح کا وقت پایا اور آپ ہی کے (حکم و فضل) سے ہم زندہ اور (خواب
سے بیدار ہوتے ہیں) اور آپ ہی کے (حکم) سے مریں گے (اور سو جائیں گے) اور آپ ہی کی طرف
لوٹ کر جانا ہے۔ اور جب شام کا وقت آئے تو اس طرح کہے کہ آپ کے (حکم) سے ہم نے شام
کی اور آپ ہی کے (حکم) سے مریں گے اور آپ ہی کے (حکم) سے زندہ اور (نیند سے بیدار) ہوں گے۔

يصبح او حين يمسى اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّي لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فمات من يومه او ليلته دخل الجنة ؛ (عبد اللّٰہ بن غنام البیاضی) رفعه ؛ من قال حين يصبح اَللّٰهُمَّ مَآ اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ فقد ادی شکر یومه ومن قال مثل ذلك حين يمسى فقد ادی شکر ليلته ؛ (ابن عمرؓ) ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لم یکن یدع هؤلاء الکلمات حین یصبح وحین یمسی اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ ؛ (ابن عباسؓ) رفعه ؛ من قال حين يصبح فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ اِلٰى تُخْرَجُوْنَ ادرك ما فاته يومه ذلك ومن قالهن حين يمسى ادرك ما فاته فی ليلته ؛ (ابو مالکؓ)

اور (اسی طرح حقیقی موت کے بعد) آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (دت)۔ (ابن مسعودؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شام ہوا کرتی تو یہ کہا کرتے کہ ہم نے اور سارے ملک نے شام کی اللہ کے لئے۔ اور ہر قسم کی حمد اللہ کے لئے ہے کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے رب میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ بھلائی جو رات میں ہے اور اس کے مابعد کی بھلائی اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس برائی سے جو رات میں ہے اور اس کے مابعد کی برائی سے۔ یا رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں کاہلی اور برے بڑھاپے سے اے رب میرے میں تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے۔ اور جب صبح ہوتی تب بھی یہی کہتے کہ ہم نے اور سارے ملک نے صبح کی اللہ کے لئے (س ت د)۔ (ایک دختر پیغمبرؐ) ان سے آنحضرتؐ نے فرمایا جب صبح ہوا کرے تو کہا کرو پاک ہے اللہ اور اسی کی حمد ہے اور کوئی طاقت نہیں بجز اللہ (کی دی ہوئی) کے جو چاہا اللہ نے وہ ہوا۔ اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بیشک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے جس نے یہ دعا پڑھی صبح ہوتے تو (ہر بلا و گناہ سے) محفوظ رہیگا حتی کہ شام ہو اور جسنے اسکو پڑھا جبکہ شام ہوئی تو محفوظ رہیگا حتی کہ صبح ہو (انسؓ) فع جسنے صبح و شام یہ دعا پڑھی کہ ہم راضی ہیں اللہ کو رب اور اسلام کو مذہب اور محمدؐ کو رسول سمجھ کر۔ اللہ پر لازم ہے کہ اسکو (اسکی حسب خواہش عطا فرما کر) اسے راضی فرمائے۔ (بریدہؓ) مع۔ جس نے صبح یا شام یہ پڑھا اے اللہ تو ہمارا رب ہے کوئی معبود نہیں مگر تو ہی مجھے تو نے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں جتنا بھی مجھ سے ہو سکا میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے کئے ہوئے (افعال) کی برائی (اور نتیجۂ بد) سے۔ میں اقرار کرتا ہوں تیری نعمت کا (جو مجھ پر مبذول ہیں) اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہ کا پس مجھے بخشدے کہ گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا مگر تو پھر اس دن یا رات میں مرگیا تو جنت میں جائے گا (عبد اللہ بن غنام البیاضی) فع جسنے صبح (نمودار ہونے) پر یہ کہا کہ الٰہی جو نعمت بھی صبح کیوقت مجھے یا تیری مخلوق میں کسی پہونچی ہے وہ صرف تیری طرف سے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ تیرے ہی لئے حمد ہے اور تیرے ہی لئے شکر۔ پس اس نے تمام دن (کی نعمتوں) کا شکر ادا کر دیا۔ اور

(ابو هريرة) ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یعلم اصحابه یقول اذا اصبح احدکم فلیقل
اللّٰهم بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَا وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ واذا امسی فلیقل بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ
اللّٰهم بِكَ نَمُوْتُ وَبِكَ نَحْيَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ: لابی داود والترمذی بلفظه (ابن مسعودؓ) کان النبی صلی الله
علیه وسلم یقول اذا امسی اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ
مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ
الْكِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ واذا اصبح قال ذالك ایضا اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ
الْمُلْكُ لِلّٰهِ: لمسلم والترمذی وابی داؤد (بعض النبی صلی الله علیه وسلم) انه قال لها قولی حین تصبحین
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا من قالهن حین یصبح حفظ حتی یمسی ومن
قالهن حین یمسی حفظ حتی یصبح: (انسؓ) رفعه: من قال اذا اصبح واذا امسی رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا
وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا کان حقا علی الله ان یرضیه: (بریدةؓ) رفعه: من قال حین

پڑھا کرو جب صبح ہو اور شام ہو اور جب (سونے کے لئے) بستر پر لیٹو۔ (ت۔ د)۔ (ابو عیاشؓ) رفع۔ جس نے
صبح ہونے کے وقت یہ دُعا پڑھی۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ جس کا کوئی ساجھی نہیں اسی کا ملک ہے اور
اسی کے لئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اُسے اولادِ اسمٰعیل میں ایک بردہ آزاد کرنے کی برابر (ثواب)
ملے گا۔ اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے دس گناہ معاف اور اس کے دس درجے
بلند ہو جائیں گے اور وہ شام ہونے تک شیطان سے حفاظت میں رہے گا۔ پھر جب شام ہوگی اور وہ یہ دُعا
پڑھے گا تو صبح ہونے تک ایسا ہی (ثمرہ واجر) ملے گا۔ حماد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ ابو عیاش آپ سے اس اس طرح کی حدیث نقل کرتے ہیں فرمایا ابو عیاش
سچ نقل کرتا ہے۔ (د)۔ (انسؓ) رفع۔ جو شخص صبح یا شام یہ کہے گا کہ الٰہی بوقت صبح میں گواہ بناتا ہوں
تجھکو اور گواہ بناتا ہوں تیرے عرش کے اٹھانے والے (خاص) اور تیرے (دیگر عام) فرشتوں کو اور تیری
ساری مخلوق کو بے شک تو ہی اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر تو اور بے شک محمدؐ تیرے بندہ اور رسول ہیں
تو اللہ اس کا چوتھائی بدن آزاد کر دے گا دوزخ سے۔ اور جو شخص اس (کو) دو مرتبہ کہے گا اللہ اس کا نصف
آزاد کر دے گا دوزخ سے۔ اور جو تین بار کہے گا اللہ اس کا تین چوتھائی آزاد کر دے گا دوزخ سے۔
اور جو چار مرتبہ کہے گا اللہ اس کو (پورے کو) آزاد کر دے گا دوزخ سے۔ (د ت)۔ (ابو ہریرہؓ) رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو تعلیم فرمایا کرتے تھے کہ جب صبح ہو تو یہ کہا کریں الٰہی آپ کے (حکم
اور فضل) سے ہم نے صبح کا وقت پایا اور آپ ہی کے (حکم وفضل) سے ہم زندہ اور خواب
سے بیدار (ہوتے ہیں) اور آپ ہی کے (حکم) سے مریں گے (اور سو جائیں گے) اور آپ ہی کی طرف
لوٹ کر جانا ہے۔ اور جب شام کا وقت آئے تو اس طرح کہے کہ آپ کے (حکم) سے ہم نے شام
کی اور آپ ہی کے (حکم) سے مریں گے اور آپ ہی کے (حکم) سے زندہ اور (نیند سے بیدار) ہوں گے۔

يصبح او حين يمسى اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فمات من يومه اوليلته دخل الجنة ۔ (عبد اللہ بن غنام البیاضی) رفعه: من قال حين يصبح اَللّٰهُمَّ مَآ اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ فقد ادى شكر يومه ومن قال مثل ذلك حين يمسى فقد ادى شكر ليلته ۔ (ابن عمرؓ) ان النبى صلى الله عليه وسلم لم يكن يدع هؤلاء الكلمات حين يصبح وحين يمسى اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ ۔ (ابن عباسؓ) رفعه: من قال حين يصبح فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ اِلٰى تُخْرَجُوْنَ ادرك ما فاته يومه ذلك ومن قالهن حين يمسى ادرك ما فاته فى ليلته ۔ (ابو مالکؓ)

اور (اسی طرح حقیقی موت کے بعد) آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (د ت ہ۔ (ابن مسعودؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شام ہوا کرتی تو یہ کہا کرتے کہ ہم نے اور سارے ملک نے شام کی اللہ کے لئے۔ اور ہر قسم کی حمد اللہ کے لئے ہے کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے رب میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ بھلائی جو رات میں ہے اور اس کے مابعد کی بھلائی اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس برائی سے جو رات میں ہے اور اس کے مابعد کی برائی سے۔ یا رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں کاہلی اور برے بڑھاپے سے اے رب میرے میں تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے۔ اور جب صبح ہوتی تب بھی یہی کہتے کہ ہم نے اور سارے ملک نے صبح کی اللہ کے لئے (س ت د)۔ (ایک دختر پیغمبرؐ) ان سے آنحضرتؐ نے فرمایا جب صبح ہوا کرے تو کہا کرو پاک ہے اللہ اور اسی کی حمد ہے اور کوئی طاقت نہیں بجز اللہ (کی دی ہوئی) کے جو چاہا اللہ نے وہ ہوا۔ اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بیشک اللہ کا علم ہر چیز کو محیط ہے جس نے یہ دعا پڑھی صبح ہوتے تو (ہر بلا و گناہ سے) محفوظ رہیگا حتی کہ شام ہو اور جسنے اسکو پڑھا جبکہ شام ہوئی تو محفوظ رہیگا حتی کہ صبح ہو (انسؓ) فع جسنے صبح و شام یہ دعا پڑھی کہ ہم راضی ہیں اللہ کو رب اور اسلام کو مذہب اور محمدؐ کو رسول سمجھ کر۔ اللہ پر لازم ہے کہ اسکو (اسکی حسب خواہش عطا فرما کر) اسے راضی فرمائے۔ (بریدہ) مع۔ جس نے صبح یا شام یہ پڑھا اے اللہ تو ہمارا رب ہے کوئی معبود نہیں مگر تو ہی مجھے تو نے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدہ پر (قائم) ہوں جتنا بھی مجھے ہو سکا میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے کئے ہوئے (افعال) کی برائی (اور نتیجہ بد) سے۔ میں اقرار کرتا ہوں تیری نعمت کا (جو مجھ پر مبذول ہیں) اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہ کا پس مجھے بخشدے کہ گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا مگر تو پھر اس دن یا رات میں مر گیا تو جنت میں جائے گا (عبد اللہ بن غنام البیاضی) فع جسنے صبح (نمودار) ہونے پر یہ کہا کہ الٰہی جو نعمت بھی صبح کیوقت مجھے یا تیری مخلوق میں کسی پہونچی ہے وہ صرف تیری طرف سے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ تیرے ہی لئے حمد ہے اور تیرے ہی لئے شکر۔ پس اس نے تمام دن (کی نعمتوں) کا شکر ادا کر دیا۔ اور

قالوا یا رسول اللہ حدثنا بکلمۃ نقولھا اذا اصبحنا و امسینا و اضطجعنا قال قولوا اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ وَّالْمَلٰٓئِکَۃُ یَشْھَدُوْنَ اَنَّکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ فَاِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ اَنْفُسِنَا وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَشِرْکِہٖ وَاَنْ نَّقْتَرِفَ سُوْٓءًا اَوْ نَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ وقال اذا اصبح احدکم فلیقل اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْاَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَہٗ وَنَصْرَہٗ وَنُوْرَہٗ وَبَرَکَتَہٗ وَھُدَاہُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْہِ وَشَرِّ مَا بَعْدَہٗ ثم اذا امسی فلیقل مثل ذلک ۔ (ابوداؤد) کان یقول من قال حین یصبح اَللّٰھُمَّ مَا حَلَفْتُ مِنْ حَلْفٍ اَوْ نَذَرْتُ مِنْ نَّذْرٍ اَوْ قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ فَمَشِیَّتُکَ بَیْنَ یَدَیْ ذٰلِکَ کُلِّہٖ مَا شِئْتَ کَانَ وَمَا لَمْ تَشَأْ لَمْ یَکُنْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَتَجَاوَزْ لِیْ عَنْہُ اَللّٰھُمَّ مَنْ صَلَّیْتَ عَلَیْہِ فَعَلَیْہِ صَلَاتِیْ وَمَنْ لَّعَنْتَ فَعَلَیْہِ لَعْنَتِیْ کان فی استثناء[1] یومہ ذلک ۔ (لابی داؤد) (ابان بن عثمان) عن ابیہ رفعہ من قال حین یصبح بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ثلاث مرات لم یصبہ فی یومہ فجاءۃ بلاء ومن قالھا حین یمسی لم یصبہ فجاءۃ بلاء فی لیلتہ ثم ابتلی ابان بالفالج فرای رجلا حدثہ بھذا الحدیث ینظر الیہ فقال لہ مالک تنظر الی فواللہ ما کذبت علی عثمان ولا کذب عثمان علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکنی نسیت الیوم الذی اصابنی ھذا فلم اقلہ لیمضی اللہ قدرہ ۔ (عبد اللہ بن حبیب) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے شام ہونے پر یہ دعا پڑھی تو اس نے اس تمام رات کا شکر ادا کر لیا۔ (ابن عمرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام اس دعا کو کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ الٰہی میں تجھ سے عافیت مانگتا ہوں دنیا اور آخرت میں۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں معافی اور سلامتی اپنے دین اور دنیا اور اہل و مال میں۔ الٰہی میرے عیوب پر پردہ ڈالدے اور میرے اندیشوں کو امن نصیب فرما۔ الٰہی میری حفاظت فرما میرے آگے سے بھی اور میرے پیچھے سے بھی اور میری داہنی طرف سے بھی اور میری بائیں طرف سے بھی اور میرے اوپر سے بھی (کہ کسی رخ سے کوئی عذاب یا آفت مجھ پر نہ آئے) اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری عظمت کی اس سے کہ بیخبری میں پکڑ لیا جاؤں اپنے نیچے کے رخ سے ایک بیک زمین پھٹے اور میں دھنس جاؤں۔ (ابن عباسؓ) رفع جس نے صبح ہوتے فسبحن اللہ حین تمسون سے لے کر تخرجون تک (پوری آیت) پڑھی اس نے پالیا جو کچھ بھی اس کا نقصان ہوا اس دن میں۔ اور جس نے شام ہونے پر اسکو پڑھ لیا اس نے تلافی کر لی جو اس رات میں اسسے رہ گیا (د) ف یعنی کوئی عمل خیر چھوٹ گیا اور طاعت رہ گئی تو اس کمی کی تلافی اس آیت کے پڑھنے سے ہو جائے گی۔ گویا سارا دن عبادت میں گذرا (ابو مالکؓ) صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمیں کوئی دعا بتلایئے جسکو صبح و شام اور سوتے وقت پڑھا کریں۔ فرمایا یہ پڑھا کرو اے اللہ پیدا کرنیوالے آسمانوں اور زمین کے جاننے والے غائب و حاضر کے تو پروردگار ہے ہر چیز کا اور فرشتے گواہ ہیں کہ بیشک کوئی معبود نہیں مگر تو۔ پس ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان مردود کے شر اور شرک سے اور اس سے کہ مرتکب ہوں کسی خطا کے یا اسکو کھینچیں کسی مسلمان کی طرف (کہ اسکو مرتکب بنا دیں یا برائی کی طرف منسوب کریں)۔ اور فرمایا جب کسی کو صبح ہو تو یہ کہے کہ ہم نے اور سارے ملک نے صبح کی اللہ رب العلمین کے لئے۔ اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اس دن کی بھلائی اسکی فتح اسکی نصرت اور اس کا نور اور اسکی برکت اور اسکی ہدایت (جو کہ وقوع کے لحاظ سے آج کے دن کی طرف منسوب ہیں) اور تیری پناہ مانگتا

[1] قولہ کان فی استثناء ای امتثل بذلک ولا تقولن لشیٔ انی فاعل غدا الا ان یشاء اللہ ۱۲

قال له اقرأ قل هو الله احد والمعوذتين حين تمسي وحين تصبح ثلاث مرات تكفيك من كل شئ: ما
لابی داود والترمذی بلفظه (ابوہریرہؓ) رفعه: من قال حین یصبح سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ مائة مرة
واذا امسی کذلك لم یواف احد من الخلائق مثل ما وافی؛ للشیخین وابی داود (ام سلمةؓ) علمنی النبی صلی
الله علیه وسلم ان اقول اذا امسیت اَللّٰهُمَّ هٰذَا عِنْدَ اِسْتِقْبَالِ لَيْلِكَ وَاِدْبَارِ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتِ دُعَاتِكَ
وَحُضُوْرِ صَلَوَاتِكَ اَسْاَلُكَ اَنْ تَغْفِرَلِيْ؛ لابی داود والترمذی بلفظه (عبد الرحمن بن ابزی) عن
ابیه: ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول اذا اصبح اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ
وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ
الْمُشْرِكِيْنَ؛ لرزین (زیدؓ بن ثابت) ان النبی صلی الله علیه وسلم علمه دعاء وامره ان یتعاهد به اهله
کل یوم قال قل حین تصبح لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ وَمِنْكَ وَبِكَ
وَاِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ مَا قُلْتُ مِنْ قَوْلٍ اَوْ نَذَرْتُ مِنْ نَذْرٍ اَوْ حَلَفْتُ مِنْ حَلْفٍ فَمَشِيْئَتُكَ بَيْنَ يَدَيْهِ مَا
شِئْتَ كَانَ وَمَا لَمْ تَشَأْ لَمْ يَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ
وَمَا صَلَّيْتُ مِنْ صَلَاةٍ فَعَلٰى مَنْ صَلَّيْتَ وَمَا لَعَنْتُ مِنْ لَعْنَةٍ فَعَلٰى مَنْ لَعَنْتَ اِنَّكَ اَنْتَ

ہوں اس برائی سے جو اس دن میں ہے اور اس برائی سے جو اسکے بعد ہے پھر جب شام ہو تو بھی یہ کہے (مگر اس میں اصبحنا
اور اصبح الملک للہ کی جگہ امسینا اور امسی الملک للہ کہے)۔ (ابو ذرؓ) کہا کرتے تھے کہ جسنے صبح ہوتے ہی یہ کہا کہ الٰہی جو قسم بھی میں نے کھائی یا جو منت بھی
میں نے مانی یا جو بات بھی میں نے کہی پس (اگرچہ تیرے چاہنے کی شرط اس میں نہیں لگائی مگر) تیری مشیت ان سب کے
آگے ہے کہ جو تو چاہے گا وہ ہوگا اور جو نہ چاہے گا وہ نہ ہوگا۔ الٰہی میری اس غلطی کو کہ انشاء اللہ نہیں کہا بخشدے
اور اس سے درگذر فرما۔ الٰہی جس پر تونے رحمت بھیجی پس اسی پر ہے میری رحمت۔ اور جس پر تونے لعنت کی اسی پر ہے
میری لعنت (کہ جسکو میں مرحوم یا ملعون کہوں اسیکو کہوں جو تیرے نزدیک اس کا مستحق ہو) وہ اپنے اس تمام
دن (کے وعدہ وغیرہ میں) انشاء اللہ کہنے والا قرار پائے گا (اگرچہ اس وقت نہ کہا ہو)۔ (اباںؓ بن عثمان) اپنے باپ سے
مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے صبح ہوتے تین مرتبہ کہا کہ اس اللہ کے نام سے (صبح کرتا ہوں) جسکے نام کیساتھ کوئی
چیز نہ زمین میں نقصان پہونچا سکتی ہے نہ آسمان میں اور وہ سننے والا جاننے والا ہے تو اسکو اس دن میں ناگہانی
کوئی بلا نہ پہونچیگی۔ پھر (اتفاق سے) ابان فالج میں مبتلا ہوگئے تو انہوں نے ایک شخص کو جس سے انہوں نے یہ حدیث
بیان کی تھی دیکھا کہ انہیں (تعجب کی نگاہ سے) دیکھ رہا ہے (کہ خود ہی ناگہانی بلا سے حفاظت کا وظیفہ بتایا
اور خود ہی مبتلائے فالج ہوئے) تو فرمایا کیا بات ہے کہ تم مجھے (حیرت سے) تک رہے ہو۔ پس واللہ نہیں
نے (اپنے والد) عثمان پر (جنہوں نے مجھے یہ حدیث سنائی تھی) جھوٹ بولا اور نہ عثمان نے رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا (روایت اور دعا کی خاصیت دونوں سچی ہیں) مگر بات یہ ہوئی کہ آج کے دن جس
میں یہ (فالج ناگہانی) مجھ پر پڑا میں بھول گیا اور اس دعا کو پڑھا نہیں تاکہ اللہ اپنی تجویز (اور امر مقدر) کو
جاری فرمائے۔ (عبداللہؓ بن حبیب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب شام اور صبح ہوا
کرے تو قل ہو اللہ اور سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھا کرو کہ (دینی و دنیوی) ہر ضرورت کو کافی ہیں (رت)
(ابوہریرہؓ) رفعہ جس نے بوقت صبح سو مرتبہ یہ کہا کہ پاک ہے اللہ عظمت والا اور اسی کی حمد ہے اور جب شام

وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَّأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ أَسْأَلُكَ اللَّهُمَّ الرِّضَا بِالْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ وَشَوْقًا إِلَى لِقَائِكَ فِي غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ وَّلَا فِتْنَةٍ مُّضِلَّةٍ أَعُوذُ بِكَ اللَّهُمَّ أَنْ أَظْلِمَ أَوْ أُظْلَمَ أَوْ أَعْتَدِيَ أَوْ يُعْتَدَى عَلَيَّ أَوْ أَكْتَسِبَ خَطِيئَةً مُّحْبِطَةً أَوْ ذَنْبًا لَّا يُغْفَرُ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ فَإِنِّي أَعْهَدُ إِلَيْكَ فِي هٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَأُشْهِدُكَ وَكَفٰى بِكَ شَهِيدًا أَنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَكَ الْمُلْكُ وَلَكَ الْحَمْدُ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ وَأَشْهَدُ أَنَّ وَعْدَكَ حَقٌّ وَّلِقَاءَكَ حَقٌّ وَّالْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ وَّالسَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّكَ تَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ إِنْ تَكِلْنِي إِلٰى ضَيْعَةٍ وَّعَوْرَةٍ وَّذَنْبٍ وَّخَطِيئَةٍ وَّأَنِّي لَا أَثِقُ إِلَّا بِرَحْمَتِكَ فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي كُلَّهُ إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ: (احمد والکبیر) ابن عمرؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اذا اخذ مضجعہ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَفَانِي وَآوَانِي وَأَطْعَمَنِي وَسَقَانِي وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي مَنَّ عَلَيَّ فَأَفْضَلَ وَالَّذِي أَعْطَانِي فَأَجْزَلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اللَّهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيكَهُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ

ہوتو میں یہی کہا تو جتنا (اجر وثواب کا ذخیرہ) یہ لائے گا مخلوق میں سے اتنا کوئی بھی لے کر نہ آئے گا (ق د) (ام سلمہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم دی کہ جب شام ہوا کرے تو یہ پڑھا کرو الٰہی وقت ہے تیری (بنائی ہوئی) رات کے آنے کا اور تیرے دن کے جانے کا اور تجھے پکارنے والوں کی آوازیں بلند ہونے کا اور تیری نمازوں کے حاضر ہونے کا میں تجھ سے (اس وقت میں) درخواست کرتا ہوں کہ مجھے بخشدے (د ت) (عبدالرحمٰن بن ابزیؓ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح ہوتی تو یہ کہا کرتے تھے ہم نے صبح کی اسلام کی فطرت اور کلمۂ اخلاص (یعنی توحید) پر اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور اپنے باپ ابراہیم کے طریقہ پر جو کہ (ایک) اللہ کے ہو رہے اور اپنے کو اللہ کے حوالہ کر چکے تھے اور کسی قسم کے بھی شرک کے روادار نہ تھے (دین) (زید بن ثابتؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دعا سکھائی اور حکم دیا کہ ان کے گھر والے بھی روزانہ اسکو پابندی سے پڑھیں فرمایا جب صبح ہوا کرے تو کہا کرو حاضر ہوں میں یا اللہ حاضر ہوں حاضر ہوں اور تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہوں اور ہر خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تیری طرف سے ہے اور تیری ہی وجہ سے ہے اور تیری طرف (اس کا منتہا) ہے الٰہی جو بات بھی میں نے کہی یا کوئی منت مانی یا قسم کھائی تو تیری مشیت اس کے آگے ہے کہ جو تونے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہ ہوا اور نہ سکت ہے (گناہ سے بچنے کی) اور نہ طاقت ہے (اطاعت کرنے کی) مگر تیری بدولت۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ الٰہی جو رحمت میں (کسی پر) بھیجوں تو وہ اس پر ہو جس پر تونے رحمت بھیجی اور جو میں کسی پر لعنت کروں تو وہ اس پر ہو جس پر تونے لعنت بھیجی تو ہی میرا کارساز ہے دنیا و آخرت میں۔ اسلام پر میرا خاتمہ کر اور نیک بندوں میں مجھے شامل فرما میں تجھ سے مانگتا ہوں اے اللہ رضامندی قضا (اور امر مقدر) پر اور خنک زندگی مرنے کے بعد اور تیرا دیدار دیکھنے کی لذت اور تیری ملاقات کا شوق بدون کسی نقصان پہونچانے والی مضرت اور گمراہ کرنے والے امتحان کے۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ اس سے کہ میں (کسی پر) ظلم کروں یا مجھ پر کوئی ظلم کرے یا میں زیادتی

لابی داود (و عنہ) انہ امر رجلا قال اذا اخذت مضجعک قل اَللّٰھُمَّ اَنْتَ خَلَقْتَ نَفْسِیْ وَاَنْتَ تَوَفَّاھَا لَکَ مَمَاتُھَا وَمَحْیَاھَا اِنْ اَحْیَیْتَھَا فَاحْفَظْھَا وَاِنْ اَمَتَّھَا فَاغْفِرْ لَھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فقیل لہ سمعت ھذا من عمر قال سمعتہ من خیر من عمر من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ؛ لمسلم (انس[22]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اوی الی فراشہ قال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکَفَانَا وَاٰوَانَا فَکَمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُؤْوِیَ ؛ لمسلم والترمذی وابی داود (شداد[23] بن اوس) رفعہ : اَللّٰھُمَّ اَسْاَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَاَسْاَلُکَ عَزِیْمَۃَ الرُّشْدِ وَاَسْاَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَاَسْاَلُکَ لِسَانًا صَادِقًا وَقَلْبًا سَلِیْمًا وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ مِمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ وقال صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یاخذ مضجعہ فیقرأ سورۃ من کتاب اللہ الا وکل اللہ بہ ملکا فلا یقربہ شئی یوذیہ حتی یھب متی ھب ؛ للترمذی (عائشۃ[24]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اخذ مضجعہ نفث فی یدیہ وقرأ المعوذات وقل ھو اللہ احد ومسح بھما وجھہ وجسدہ فلما اشتکی کان یأمرنی ان افعل ذلک بہ ؛ للستۃ الا النسائی (حذیفۃ[25]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اوی الی فراشہ قال بِاسْمِکَ اَللّٰھُمَّ اَحْیٰی وَاَمُوْتُ واذا اصبح قال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ

کروں یا مجھ پر زیادتی کی جائے یا میں ارتکاب کروں ایسی خطا کا جو (پہلی نیکیوں کو بھی) مٹادے یا ایسے گناہ کا جو بخشا نہ جائے۔ اے اللہ پیدا کرنیوالے آسمانوں اور زمین کے جاننے والے غائب وحاضر کے صاحب جلال و انعام میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اس (دنیوی) زندگی میں اور تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرا گواہ ہونا کافی ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کوئی معبود نہیں مگر تو اکیلا۔ تیرا کوئی شریک نہیں تیرا ہی ملک ہے اور تیرے ہی لئے حمد اور تو ہر چیز پر قادر ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد تیرے بندہ اور تیرے رسول ہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرا وعدہ سچا ہے تجھ سے ملنا سچا ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور قیامت آنیوالی ہے اس میں شک نہیں اور یہ کہ تو (حشر وحساب کے لئے) اُٹھائے گا اُن (مُردوں) کو جو قبروں میں ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو اگر مجھے میرے نفس کے حوالے کرے گا (اور اپنی توفیق کو میرا دستگیر نہ بنائے گا) تو مجھے حوالہ کردے گا بربادی وتنگی اور گناہ وخطا کے اور مجھے بھروسہ نہیں مگر تیری رحمت پر لہٰذا میرے تمامی گناہ بخشدے کہ گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا مگر تو اور میری توبہ قبول کر کہ تو توبہ قبول کرنے والا ہے۔ مہربان ہے (م ک)۔ (ابن عمر[20]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (استراحت کے لئے) خواب گاہ میں پہونچتے تو کہا کرتے شکر ہے اللہ کا جس نے کافی آرام عطا فرمایا اور مجھے ٹھکانا بخشا اور کھلایا پلایا اور شکر ہے اللہ کا جس نے مجھ پر احسان کیا تو بڑا کیا اور دیا تو بہت دیا۔ اللہ کا شکر ہے ہر حال میں۔ اے اللہ پروردگار اور بادشاہ ہر چیز کے میں تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ سے (د)۔ (ایضاً[21]) انہوں نے ایک شخص کو حکم کیا کہ جب تو (سونے کے لئے) اپنے بستر پر لیٹے تو کہہ الٰہی تو نے پیدا کیا میری جان کو اور تو ہی اسے مارے گا تیرے ہی لئے ہے اس کا مرنا اور جینا۔ اگر تو اسے جلائے (اور زندہ اٹھائے) تو اس کی ہر بلا وگناہ سے حفاظت کیجیو اور اگر اسکو مارے (اور سوتے کا سوتا رہنے دے) تو اسکو بخشدیجیو الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں درگذر اور سلامتی۔ ان سے کہا گیا کیا آپ نے یہ دعا اپنے والد حضرت عمر سے سنی ہے؟ فرمایا میں نے اسکو عمر سے بہتر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے (س)۔ (انس[22]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر آرام فرماتے تو

لہ داؤدی باختصار الا للنہوہا ۱۲

أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ ۔ للبخاري والترمذي وابي داود (البراء[26]) رفعه: يا فلان اذا اويت

الى فراشك فقل اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِي اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِي اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ

ظَهْرِي اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي

اَنْزَلْتَ وَنَبِيِّكَ الَّذِي اَرْسَلْتَ فَاِنَّكَ ان مت في ليلتك مت على الفطرة وان اصبحت اصبت خيرًا

وفي رواية: قال لي النبي صلى الله عليه وسلم اذا اتيت مضجعك فتوضأ وضوءك للصلوٰة ثم اضطجع

على شقك الايمن وقل بنحوه ۔ وفيه: واجعلهن اخر ما تقول فقلت استذكرهن وَبِرَسُوْلِكَ

الَّذِي اَرْسَلْتَ فقال لا ونبيك الذي ارسلت ۔ للشيخين وابي داود والترمذي (حذيفه[27]) ان النبي

صلى الله عليه وسلم كان اذا اراد ان ينام وضع يده تحت راسه ثم قال اَللّٰهُمَّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَجْمَعُ

اَوْ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ۔ للترمذي (فروة[28] بن نوفل عن ابيه: قال يا رسول الله علمني شيئًا اقوله اذا اويت

الى فراشي فقال له اقرأ قل يايها الكفرون ثم نم فانها براءة من الشرك ۔ والعرباض[29] بن سارية)

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقرأ المسبحات قبل ان ينام اذا اضطجع وقال ان فيهن اية هي

خير من الف ۔ هما للترمذي وابي داود (عائشة[30]) ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لا ينام حتى يقرأ

کتے شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا ہمیں پلایا ہمیں بقدر کفایت (سب کچھ) دیا اور ہمیں (آرام کرنے کی) جگہ نصیب فرمائی کہ بہتیرے ہیں جن کا نہ کوئی سہارا ہے نہ ٹھکانا۔ (س ت د)۔ (شداد[23] بن اوس) فع۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں استقلال ہر کام میں اور تجھ سے مانگتا ہوں پختہ راہ یابی (کہ حق سے قدم نہ ڈگے) اور تجھ سے مانگتا ہوں تیری نعمتوں کی شکر گذاری اور تجھ سے مانگتا ہوں سچی زبان اور بے عیب دل اور تیری پناہ چاہتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو تجھے معلوم ہے اور تجھ سے مانگتا ہوں اس چیز کی بھلائی جو تجھے معلوم ہے اور تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اس (گناہ) کی جو تجھے معلوم ہے بیشک تو علام الغیوب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مسلمان اپنے بستر پر لیٹ کر قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھتا ہے حق تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ تعینات کر دیتا ہے کہ کوئی موذی شے اس کے پاس نہیں پھٹک سکتی حتیٰ کہ بیدار ہو۔ (ت)۔ (عائشہ[24]) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے تو معوذات اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر دم کرتے اور ان کو چہرہ اور تمام بدن پر پھیر لیتے تھے۔ پھر جب آپ بیمار ہوئے تو مجھے حکم دیتے تھے کہ ایسا کروں (ست)۔ (حذیفہ[25]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر استراحت فرماتے تو کہتے تھے تیرے نام سے یا اللہ زندہ ہوتا ہوں اور مرتا ہوں۔ اور جب صبح ہوتی تو کہتے شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں زندہ (اور بیدار) کیا اس کے بعد کہ ہمیں (نیند کی) موت دی اور اسی کی طرف اٹھنا اور اسی کے فضل پر تلاش معاش میں دن بھر چلنا پھرنا ہے (خ ت د)۔ (براء[26]) فع۔ کسی کا نام لے کر فرمایا اے فلاں تو اپنے بستر پر لیٹا کرے تو کہا کر الٰہی میں نے اپنے نفس تیرے حوالہ کیا اور اپنا منہ تیری طرف پھیر لیا اور اپنے معاملات تیرے سپرد کئے اور اپنی کمر تیرے سہارے ٹکا دی تیری طرف رغبت اور خوف سے کہیں بچاؤ اور کوئی جائے نجات نہیں مگر تیری طرف۔ میں ایمان لایا تیری کتاب پر جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر جسے تو نے بھیجا۔ پس اگر تو اس رات میں مر جائے گا تو فطرت (اور اسلام) پر مرے گا اور اگر صبح کو (زندہ) اٹھے گا تو بھلائی نصیب ہو گی۔ اور

الزمر وبنی اسرائیل ؛ للترمذی (ابوھریرۃ)[٣١] رفعه: اذا اوی احدکم الی فراشه فلینفض فراشه بداخلة ازاره فانه لایدری ماخلفه علیه ثم یقول بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ اَرْفَعُهُ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ ؛ للشیخین والترمذی وزاد ابوداود بعد قوله ماخلفه علیه: ثم لیضطجع علی شقه الایمن ؛ (ابوھریرۃ)[٣٢] کان النبی صلی الله علیه وسلم یامرنا اذا اراد احدنا ان ینام ان یضطجع علی شقه الایمن یقول اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى مُنْزِلَ التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ ؛ لمسلم والترمذی وابی داود (عائشة)[٣٣] ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا استیقظ من اللیل قال لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِي وَاَسْاَلُكَ رَحْمَتَكَ اَللّٰهُمَّ زِدْنِي عِلْمًا وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِي وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ؛ لابی داود (ابوسعید)[٣٤] رفعه: من قال حین یاوی الی

ایک روایت میں ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنی خواب گاہ میں آئے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کر اور پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ کر پڑھ الخ اور اسی میں ہے کہ ان کلمات کو اپنا آخری قول بنا (کہ پھر کسی سے بات نہ کر) پس میں یاد کرنے کی غرض سے ان کلمات کو پڑھنے لگا اور آخری کلمہ اس طرح کہا، وبرسولك الذی ارسلت آپ نے فرمایا نہیں (بلکہ یوں کہو) وبنبیك الذی ارسلت (کہ پیغمبر کی زبان سے جو لفظ جس طرح نکلے اسی میں خاص برکت ہے) ق ت د. (حذیفہ)[٢٧] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا ارادہ فرمایا کرتے تو اپنا ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھ لیتے (کہ اس طرح نیند غفلت کی نہیں آتی) اور پھر کہتے الٰہی مجھے بچا اپنے عذاب سے جس دن تو جمع کرے گا یا (یہ لفظ فرمایا کہ) اُٹھائے گا اپنے بندوں کو (ت). (فروہ بن نوفل)[٢٨] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ بتا دیجئے کہ جب بستر پر لیٹوں تو پڑھ لیا کروں. فرمایا قل یا ایہا الکفرون پڑھ کر سو جایا کرو کہ یہ شرک سے بیزاری (کا پروانہ) ہے. (عرباض بن ساریہ)[٢٩] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لیٹ جاتے تو سونے سے قبل مسبحات (یعنی وہ سورتیں جو سبح یا یسبح سے شروع ہوتی ہیں) پڑھا کرتے اور فرماتے کہ ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے. (ت د). (عائشہ)[٣٠] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک سورۂ زمر اور بنی اسرائیل پڑھ نہ لیتے اس وقت تک سوتے نہ تھے. (ت). (ابوہریرہ)[٣١] رفع جب کوئی تم میں اپنے بستر پر آرام کرے تو پہلے اپنی لنگی کے اندر کے پلہ سے بچھونا جھاڑ لیا کرے کہ پتہ نہیں پیچھے اس پر (سانپ بچھو) یا کیا چیز آ بیٹھی ہو پھر اس کے بعد کہے تیرے نام سے اے پروردگار میں نے اپنا پہلو (بستر پر) رکھا اور تیرے ہی (فضل سے) اسکو اٹھاؤں گا. اگر تو میرے نفس کو روک لے. (کہ سوتے کا سوتا ہی رہ جاؤں) تو اس پر رحم فرمائیو. اور اگر اس کو چھوڑ دے (کہ بیدار ہو کر اٹھ بیٹھوں) تو اسکی حفاظت فرمائیو جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرمایا کرتا ہے (ق ت) اور ابوداود نے جھاڑنے کے مضمون کے بعد اتنا

له داخلة الازار الطرف الاسفل مما یلی الجسد کذا قالوا وقال بعضهم ویظهر ان المراد بالوجه الداخل من الجهة العلیا ١٢

نراشه أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ ؕ ثلاث مرات غفرت
له ذنوبه وان كانت عدد ورق الاشجار وان كانت عدد رمل عالج[1] وان كانت عدد ایام الدنیا ؛
للترمذی (عبادةؓ) رفعه: من تعار من اللیل فقال لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ
وله الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثم قال اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ودعا استجیب له فان عزم فتوضأ وصلی قبلت صلوته ؛ للبخاری
والترمذی وابی داود (ابو الازهر الانماری) ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم كان یقول اذا اخذ مضجعه
من اللیل بِسْمِ اللّٰهِ وَضَعْتُ جَنْبِیْ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَخْسِئْ[2] شَیْطَانِیْ وَفُكَّ رِهَانِیْ
وَاجْعَلْنِیْ فِی النَّدِیِّ الْاَعْلٰی ؛ لابی داود (علیؓ) ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم كان یقول عند
مضجعه اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِیْمِ وَبِكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ
بِنَاصِیَتِهَا اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ[3] وَالْمَأْثَمَ اَللّٰهُمَّ لَا یُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُكَ
وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ؛ لابی داود قلت وفی اذكار النووی

زاید بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے بعد اپنی داہنی کروٹ لیٹ جائے کہ قلب جو بائیں پستان کے نیچے ہے دبنے
کا نہیں اور اس لئے ہوشیار سوتے گا۔ (ابو ہریرہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تاکید فرمایا کرتے
تھے کہ جب ہم میں کوئی سونے کا ارادہ کرے تو اپنی داہنی کروٹ لیٹے اور پھر کہے اے اللہ پروردگار آسمانوں
اور زمین کے اور پروردگار عرش عظیم کے اے پروردگار ہمارے اور پروردگار ہر چیز کے شق کرنیوالے
دانہ اور گٹھلی کے (کہ وہ پھٹتی اور زمین میں اُگتی ہے) اُتارنے والے توریت اور انجیل اور قرآن کے میں تیری پناہ
مانگتا ہوں ہر چوپایہ کے شر سے جس کی پیشانی تو تھامے ہوئے ہے۔ یا اللہ تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی
چیز نہیں اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کوئی چیز نہیں اور تو ہی ظاہر ہے کہ تجھ سے بالا کوئی چیز نہیں۔ اور تو ہی
باطن ہے کہ تیرے پرے کوئی چیز نہیں مجھ سے میرا قرض ادا کرا دے اور مجھے احتیاج سے بے نیاز بنا (س ت
د)۔ (عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کو آنکھ کھلتی تو فرماتے کوئی معبود نہیں بجز تیرے۔ تو پاک
ہے اے میرے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں اپنے گناہ کی معافی چاہتا ہوں اور تجھ سے تیری رحمت کی
درخواست کرتا ہوں الٰہی میرا علم زیادہ کر اور میرے قلب کو کج نہ فرما اس کے بعد کہ مجھے ہدایت دے چکا۔
اور مجھے اپنی خاص رحمت عطا فرما۔ بیشک تو بڑا دینے والا ہے۔ (د)۔ (ابو سعیدؓ) جس نے بستر پر لیٹتے وقت
تین مرتبہ کہا میں مغفرت مانگتا ہوں اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ و برقرار ہے اور اس کی جناب
میں توبہ کرتا ہوں اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اگرچہ درختوں کے پتوں کی شمار کے موافق ہوں۔ اگرچہ عالج
مقام کی ریت کے تعداد کے موافق ہوں اگرچہ دنیا کے ایام کی گنتی کے موافق ہوں (ت)۔ (عبادہؓ) جس کی
رات میں آنکھ کھلی اور اس نے کہا کوئی معبود نہیں مگر یگانہ۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے
اور اسی کے لئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ حمد اللہ کے لئے ہے اور پاکی اللہ کے لئے ہے اور نہ حرکت
ہے نہ طاقت مگر اللہ سے۔ اور پھر کہا کہ الٰہی میری مغفرت فرما اور دعا مانگی تو قبول ہوگی اور اگر ہمت
کی کر وضو کیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز مقبول ہوگی۔ (خ د ت)۔ (ابو ازہر انماری) رسول اللہ صلی اللہ

[1] عالج موضع به رمل كثیر قاموس وفی النهایة ما تراكم من الرمل ودخل بعضه فی بعض ۱۲ [2] خسأ كمنع وفی نسخة المؤلف بكسر السین ۱۲ [3] المغرم ما یلزم من الغرامة ۱۲

انه للنسائی ایضًا (بریدة[۳۸]) شکی خالد بن الولید للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لا ینام اللیل من الارق[ه]
فقال اذا اویت الی فراشک فقل اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظَلَّتْ وَرَبَّ الْاَرَضِیْنَ وَمَا
اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضَلَّتْ کُنْ لِیْ جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِیْعًا اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ
اَوْ اَنْ یَّبْغِیْ عَلَیَّ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ؕ للترمذی (ابن[۳۹]
عمرو بن العاص) رفعه: اذا فزع احدکم فی النوم فلیقل اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ
وَعَذَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَّحْضُرُوْنِ فانہا لن تضرہ وکان عبد اللہ
یلقنها من بلغ من اولاده ومن لم یبلغ منهم کتبها فی صک وعلقها فی عنقه ؕ لابی داود والترمذی
بلفظه (جابر[۴۰]) رفعه: اذا اوی الرجل الی فراشه ابتدره ملک وشیطان فیقول الملک اختم بخیر
ویقول الشیطان اختم بشر فان ذکر اللہ ثم نام بات الملک یکلؤه واذا استیقظ قال الملک افتح بخیر
وقال الشیطان افتح بشر فان قال اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَدَّ عَلَیَّ نَفْسِیْ وَلَمْ یُمِتْهَا فِیْ مَنَامِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا الی اٰخر الاٰیة اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ یُمْسِكُ السَّمَاءَ اَنْ
تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فان وقع عن سریره فمات دخل الجنة ؕ لرزین والموصلی بلفظه۔

[ه] الارق ھو عدم النوم فی اللیل ۱۲ قاموس۔

علیہ وسلم جب شب میں اپنے بستر پر لیٹتے تو کہا کرتے بنام خدا میں نے اپنا پہلو رکھ دیا اللہ کے واسطے الٰہی
میرا گناہ بخش دے اور میرے شیطان کو ناکام کر اور میرے نفس کو (گروی کی طرح اعمال میں محبوس ہے)
خلاصی بخش اور مجھے بلند مجلس میں تجویز کر (کہ انبیاء و ملائکہ کی معیت نصیب ہو) (د) (علی[۳۷]) رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم سونے کے وقت یہ کہا کرتے تھے الٰہی میں تیری کریم ذات اور پورے کلمات کی پناہ مانگتا ہوں
ہر جانور کے شر سے کہ تو اس کی پیشانی تھامے ہوئے ہے (اور ہر ذی حیات تیرا مسخر و محکوم ہے۔ الٰہی تو ہی
ہٹا سکتا ہے ڈنڈا اور گناہ کو۔ الٰہی تیری فوج کو شکست نہیں ہو سکتی اور تیرا وعدہ خلاف نہیں ہو سکتا اور صاحب
مال کو مال تجھ سے (بچ جانے کا) نفع نہیں دے سکتا۔ تو پاک ہے اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں (د)
(بریدہ[۳۸]) خالد بن ولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ان کو رات میں نیند نہیں آتی تو
آپ نے فرمایا جب اپنے بستر پر لیٹا کرو تو کہا کرو اے اللہ پروردگار ساتوں آسمانوں اور ان چیزوں کے
جن پر وہ سایہ کر رہے ہیں اور پروردگار زمینوں کے اور ان چیزوں کے جن کو انہوں نے اٹھا رکھا ہے
اور پروردگار شیاطین کے اور ان کے جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے۔ میرا محافظ بن اپنی تمامی کے شر
سے کہ کوئی مجھ سے چڑھائی اور زیادتی نہ کرے۔ تیرا پڑوس باعزت ہے اور تیری ثنا باعظمت۔ اور کوئی
معبود نہیں تیرے سوا اور کوئی قابل پرستش نہیں مگر تو (ت)۔ (ابن عمرو[۳۹] بن عاص) فع۔ جب تم میں کسی کو
سوتے ہوئے ڈر لگے تو کہا کرے کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے کلمات کی اس کے غصہ اور عذاب
سے اور اس کے بندوں کے شر اور شیطانوں ٹھوکوں سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آویں۔ بس
شیاطین اس کو کوئی نقصان نہ پہونچا سکیں گے۔ اور عبداللہ اپنی اولاد میں اس کو جو بالغ ہو جاتا یہ دعا
یاد کرایا کرتے اور جو نابالغ ہوتا ایک کاغذ پر لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے۔ (د ت) (جابر[۴۰]) فع جب
انسان اپنے بستر پر لیٹتا ہے تو ایک فرشتہ اور ایک شیطان دونوں لپکتے ہیں۔ فرشتہ کہتے ہیں (بیداری

ادعية البيت والمسجد دخولاً وخروجاً وادعية المجلس والسفر

(ام سلمة) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا خرج من بیتہ قال بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ اَنْ نَزِلَّ اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا ۔ لاصحاب السنن (انس[2]) رفعہ اذا خرج الرجل من بیتہ فقال بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ یقال لہ حسبک هدیت وکفیت ووقیت وینحی عنہ الشیطان ۔ لابی داود والترمذی بلفظہ (ابو سعید[3]) رفعہ من خرج من بیتہ الی الصلوۃ فقال اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ خُرُوْجِیْ ھٰذَا اِلَیْکَ اِنَّکَ تَعْلَمُ اَنَّہٗ لَمْ یُخْرِجْنِیْ اَشَرٌ وَّلَا بَطَرٌ وَّلَا سُمْعَۃٌ وَّلَا رِیَاءٌ خَرَجْتُ ھَرَبًا وَفِرَارًا مِّنْ ذُنُوْبِیْ اِلَیْکَ خَرَجْتُ رَجَاءَ رَحْمَتِکَ وَشَفَقًا مِّنْ عَذَابِکَ وَخَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِکَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ وَاَسْأَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِکَ وکل اللہ بہ سبعین الف ملک یستغفرون اللہ لہ واقبل اللہ علیہ بوجہہ حتی یفرغ من صلوتہ ۔ لرزین والقزوینی (ابو ھریرۃ[4]) رفعہ من خرج من بیتہ

کا) خاتمہ نیکی پر کر (اور آخری کلمہ اللہ کی یاد کو بنا) اور شیطان کہتا ہے کہ خاتمہ بدی پر کر پس اگر وہ گواہی کرنے کے بعد سوتا ہے تو تمام رات فرشتہ اس کی حفاظت کرتا ہے ۔ اور (اسی طرح) جب وہ جاگتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے ابتدا خیر سے کر اور شیطان کہتا ہے ابتدا شر سے کر ۔ پس اگر وہ کہتا ہے کہ شکر ہے اللہ کا جس نے میری جان کو مجھ پر لوٹایا اور سونے کی حالت میں موت نہیں دی شکر ہے اللہ کا جو روک رہا ہے آسمانوں اور زمین کو اس سے کہ وہ ٹل جاویں شکر ہے اللہ کا جو روکے ہوئے ہے آسمان کو اس سے کہ وہ گر پڑے زمین پر مگر اس کے اذن سے (ایک دن گرے گا کہ اس کا نام قیامت ہے) پس اگر یہ شخص اپنے پلنگ سے گر کر (اور کسی حادثہ سے دفعۃً) مر جائے گا تو جنت میں جائے گا (ین ص) ف اللہ رے شفقت کہ کوئی خوبی نہ چھوڑی جس کے مانگنے کی تعلیم نہ دے دی ہو ۔

گھر اور مسجد میں جانے اور آنیکی دعائیں اور مجلس و سفر کی دعائیں

(اُم سلمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکلتے تو فرمایا کرتے بسم اللہ میں نے بھروسہ کیا اللہ پر ۔ الٰہی ہم تیری پناہ مانگتے ہیں کہ پھسلیں یا بھٹکیں یا ظلم کریں یا مظلوم بنیں یا جہالت برتیں یا کوئی ہم سے جہالت کا برتاؤ کرے (سنن) ۔ (انس[2]) فع جب آدمی اپنے گھر سے نکلتا اور یہ کہتا ہے بنام خدا (باہر جا رہا ہوں) اور اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں (کہ جس سے بھی واسطہ پڑے گا وہ موجب خیر و برکت ہوگا اپنی تدبیر و سعی سے کچھ نہ ہوگا کہ) نہ سکت ہے (کمانیکی) نہ طاقت ہے (دشمن کو دبانے کی) مگر اللہ کے ذریعہ ۔ تو اس سے کہا جاتا ہے بس اللہ کافی ہے تیری رہبری کیجائیگی (کہ گمراہ نہ ہوگا) اور تیری حمایت کی جائے گی (کہ کسی دوسرے کی مدد کا محتاج نہ ہوگا) اور تیری حفاظت کی جائے گی (کہ کوئی تجھے ضرر نہ پہونچا سکے گا) اور اس سے شیطان کو دور رکھا جاتا ہے (کہ محافظ فرشتے اس دشمن جان وایمان کو پاس نہیں پھٹکنے دیتے) (دت) ۔ (ابو سعید[3]) فع جس نے نماز کے لئے گھر سے نکلتے وقت کہا کہ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں بواسطہ اس حق کے جو مانگنے والوں کا تجھ پر ہے اور بطفیل میرے اس تیری طرف نکلنے کے کہ تو جانتا ہے میرے اس نکلنے کا باعث نہ نخوت ہوئی ہے نہ تکبر نہ دکھاوے

الى المسجد فقال اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ رَبِّيَ اللّٰهُ تَوَكَّلْتُ
عَلَى اللّٰهِ فَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَى اللّٰهِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قال له الملك كفيت وهديت ووقيت
لرزين (وعنهؓ) رفعه: اذا دخل احدكم المسجد فليسلم على النبى صلى الله عليه وسلم وليقل اَللّٰهُمَّ
اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ؛ للقزوينى (ابن عمروؓ بن العاص) ان النبى صلى الله عليه وسلم كان
يقول اذا دخل المسجد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
فاذا قال ذلك قال الشيطان حفظ منى سائر اليوم ؛ لابى داود (ابو اسيد وابو قتادة) رفعاه:
اذا دخل احدكم المسجد فليقل اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ واذا خرج فليقل اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ
مِنْ فَضْلِكَ ؛ لمسلم والنسائى زاد ابو داود فى الدخول: فليسلم على النبى صلى الله عليه وسلم ثم ليقل اللّٰهم
فذكره ؛ وللترمذى عن فاطمة بنت النبى صلى الله عليه وسلم: انه اذا دخل المسجد صلى على محمد وسلم
وقال رَبِّ اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ واذا خرج صلى على محمد وسلم وقال رَبِّ
اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ؛ (ابو مالكؓ الاشعرى) رفعه: اذا ولج الرجل بيته

یا سُناوے (کا شوق) میں صرف اپنے گناہوں سے (بھاگ کر) تیری طرف نکلا ہوں۔ تیری رحمت کی امید
پر اور (تیرے عذاب سے ڈر کر نکلا ہوں۔ اور (تیری ناراضی سے بچنے کیلئے اور تیری خوشنودی ڈھونڈنے
کیلئے نکلا ہوں اور تجھ سے مانگتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے اپنی رحمت کی پناہ میں لیلے، تو حق تعالیٰ شانہٗ
اس پر ستر ہزار فرشتے تعینات فرمائے گا۔ جو اللہ سے اس کی مغفرت کی دُعا مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ اس
پر اپنا رُخ فرما کر متوجہ رہے گا یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو۔ (ین ہ) **ف** جب تم کسی کی طرف مُنہ کرکے
بات کرو تو یہ علامت ہے کہ توجہ وعنایت کی ورنہ دوسری طرف مُنہ کئے ہوئے باتیں کرتے۔ اس لئے حق
تعالیٰ کی خاص توجہ وعنایت کو منہ سامنے کرنے سے تعبیر کر دیا گیا ورنہ وہ جہت ومکان سے منزہ ہے۔ (ابو ہریرہؓ)
فع۔ جو شخص اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا اور کہا میں پناہ مانگتا ہوں اللہ عظمت والے کی اور اسکے دائمی غلبہ قدرت
کی شیطان مردود سے۔ میرا رب اللہ ہے۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے۔ میں ہر معاملہ کو اللہ کے سپرد کرچکا نہ سکت ہے
نہ طاقت مگر اللہ سے۔ تو فرشتہ اس سے کہتا ہے بس اب تجھے کسی کی ضرورت نہ رہیگی اور تیری (ہر خیر کیطرف)
رہبری اور (ہر شے سے) حفاظت کیجائے گی۔ (ین۔ (ایضاً) فع۔ جب تم میں کوئی مسجد میں داخل ہو تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر (درود) وسلام بھیجے اور کہے الٰہی مجھے شیطان مردود سے محفوظ رکھ۔ (ہ) (ابن عمروؓ
ابن العاص) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں جاتے تو فرمایا کرتے پناہ مانگتا ہوں اللہ عظمت والے کی
اور اس کی کریم ذات اور قدیم اقتدار کی شیطان مردود سے۔ جب کوئی یہ کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے تمام دن
کیلئے مجھ سے محفوظ ہوگیا۔ (د)۔ (ابو اُسیدؓ و ابو قتادہ) فع۔ جب کوئی مسجد میں جائے تو کہے الٰہی میرے لئے
اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب باہر نکلے تو کہے۔ الٰہی میں تجھ سے تیرے فضل کی درخواست
کرتا ہوں۔ (س ی) ابو داود نے مسجد میں جانے کے وقت اتنا زائد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم درود بھیجے اور پھر وہ دعا پڑھے۔ اور ترمذی میں زہراؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت جب مسجد میں جاتے
تو درود وسلام پڑھتے اور کہتے تھے اے میرے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت

فلیقل اَللّٰھُمَّ اَسْأَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا ثم لیسلم علی اھلہ ؛ لابی داود (ابوھریرۃؓ) رفعہ : من جلس مجلسا کثر فیہ لغطہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ ذلک سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ الا غفر اللّٰہ لہ ما کان فی مجلسہ ذلک ؛ للترمذی (ابن عمروؓ بن العاص) قال کلمات لا یتکلم بھن احد فی مجلسہ عند قیامہ ثلاث مرات الا کفر بھن عنہ ولا یقولھن فی مجلس خیر ومجلس ذکر الا ختم لہ بھن علیہ کما یختم بالخاتم علی الصحیفۃ سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ ؛ لابی داود (ابن عمرؓ) کان یعد للنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی المجلس الواحد قبل ان یقوم مائۃ مرۃ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ؛ لابی داود والترمذی (وعنہؓ) قلما کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقوم من مجلس حتی یدعو بھؤلاء الدعوات لاصحابہ اَللّٰھُمَّ اَقْسِمْ لَنَا مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعْصِیَتِکَ وَمِنْ طَاعَتِکَ مَا تُبَلِّغُنَا بِہٖ جَنَّتَکَ وَمِنَ الْیَقِیْنِ

کے دروازے کھول دے۔ اور جب باہر آتے تو درود وسلام پڑھتے اور کہتے اے رب میرے گناہ بخشدے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھولدے۔ (ابومالک اشعریؓ) جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو کہے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں خیریت کے ساتھ جانا اور خیریت کے ساتھ باہر آنا۔ بنام خدا ہم داخل ہوئے اور بنام خدا ہم باہر نکلتے اور اپنے اللہ پروردگار پر ہم نے بھروسہ کیا۔ اس کے بعد گھر والوں کو سلام کرے۔ (د)۔ (ابوہریرہؓ) جو شخص ایسے مجمع میں بیٹھا جہاں شور وشغب زیادہ تھا اور اس نے مجلس سے اٹھنے کے قبل یہ کہا کہ پاک ہے تو اے اللہ اور مستحق ستائش ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں بجز تیرے۔ تجھ سے منفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں تو اس مجلس میں جو کچھ (اس پر گناہ) ہوا ہوگا اللہ اسکو بخشدے گا۔ (ت)۔ (ابن عمروؓ بن عاص) چند کلمے ہیں کہ جو کوئی بھی کسی مجلس میں وہاں سے اٹھتے وقت ان کو تین مرتبہ کہہ لے گا تو وہ (ان کی وجہ سے اس جلسہ کی تمام لغزشوں کا) کفارہ ہو جائے گا۔ اور جس مجلس خیر اور مجلس ذکر میں ان کو پڑھے گا تو اس کے لئے مجلس کا انجام انہیں کلمات پر قرار دیا جائے گا جیسے کسی چیز کی خاطر مہر لگادی جاتی ہے (کہ مضمون خط کی طرح اس مجلس کے تمامی اعمال خیر محفوظ ہو جائیں گے اور ضائع نہ ہو سکیں گے وہ کلمات یہ ہیں۔) پاک ہے تو اے اللہ اور تیری حمد ہے کوئی معبود نہیں مگر تو میں تجھ سے منفرت مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔ (د)۔ (ابن عمرؓ) ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُٹھنے سے سَو سَو مرتبہ یہ پڑھنا گِنا جاتا تھا اے رب مجھے بخشدے اور مجھ پر عنایت فرما بیشک تو عنایت فرما اور مہربان ہے۔ (د ت)۔ (ایضاؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اپنے صحابہ (کی تعلیم) کے لئے ان دعاؤں کو پڑھ نہ لیتے بہت کم ایسا ہوتا کہ مجلس سے اُٹھ جاتے۔ الٰہی ہمارے مقسوم میں اپنا اتنا خوف دے جو آڑ بن جائے ہمارے درمیان اور تیری معصیت کے درمیان (کہ نہ اتنا زیادہ ہو جو مضمحل ومعطل بنا کر طاعت سے روکدے اور نہ اتنا کم کہ معصیت پر جرأت ہو) اور اتنی طاعت (کی توفیق) دے جو ہمیں تیری جنت تک پہونچا دے (نہ اتنی کہ دُنیا سے مدہوش کر کے نظام عالم کو برباد کرا دے۔) اور (بقائے آخرت اور ناپائداری دُنیا کا) اتنا یقین نصیب فرما جس سے

مَا تُهَوِّنُ بِهٖ عَلَيْنَا مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَمَتِّعْنَا بِاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُوَّتِنَا مَا اَحْيَيْتَنَا وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنَّا وَاجْعَلْ ثَارَنَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَنَا وَانْصُرْنَا عَلٰى مَنْ عَادَانَا وَلَا تَجْعَلْ مُصِيْبَتَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَلَا تَجْعَلِ الدُّنْيَا اَكْبَرَ هَمِّنَا وَلَا مَبْلَغَ عِلْمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَنْ لَّا يَرْحَمُنَا ؛ للترمذی (وعنہ)[۱۳] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قفل من غزو او حج او عمرۃ یکبر علی کل شرف من الارض ثلاث تکبیرات ثم یقول لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ؛ للستۃ الا النسائی (وعنہ)[۱۴] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا استوی علی بعیرہ خارجًا الی سفر حمد اللہ وسبح وکبر ثلاثًا ثم قال سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَ الْاَرْضِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ[۱]

لہ الوعثاء المشقۃ ۱۲

دُنیا کی مصیبتیں ہم پر ہلکی ہو جاویں اور ہم کو نفع حاصل کرنے دے ہمارے کانوں اور آنکھوں اور (تمامی بدن کی) طاقت سے جب تک بھی تو ہمیں زندہ رکھے (کہ زندگی میں کوئی جسمانی قوت زائل یا کمزور نہ ہو) اور اس کو ہمارا وارث بنا (کہ سُنتے دیکھتے ہر طرح تندرست حالت میں موت آئے) اور ہمارا انتقام ثابت فرما ان پر جنہوں نے ہم پر ظلم کیا (کہ ظالموں سے بدلے سکیں اور مغلوب و پست نہ ہوں) اور ہمیں فتح دے ان پر جو ہم سے دشمنی رکھیں۔ اور ہماری مصیبت کو دین کے متعلق تجویز نہ کر (بلکہ اس کا اثر صرف بدن پر رکھ کر دین ہر طرح محفوظ رہے) اور دنیا کو نہ ہمارا بڑا فکر بنا اور نہ منتہائے علم (بلکہ توفیق دے کہ تحصیل علوم کی جدوجہد اور بڑھا ہوا فکر فقط آخرت کا ہو کہ دنیا آنی جانی اور فانی ہے) اور ہم پر وہ حکام مسلط نہ کر جو ہم پر ترس نہ کھاویں (اور ماریں مگر رونے نہ دیں) ت۔ (ایضًا)[۱۳] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جہاد یا حج یا عمرہ کے (سفر عبادت سے) واپس آیا کرتے تو زمین کی ہر چڑہائی پر (خواہ ٹیلہ ہوتا یا پہاڑی چڑھتے وقت) تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ دعا۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم (وطن واپس) آرہے ہیں۔ توبہ کرتے ہوئے (اپنے اللہ کی) عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے۔ اس نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا اور اپنے بندہ (محمد[۲]) کی (حسب وعدہ) مدد فرمائی اور (دشمن کافروں کے) گروہا گروہ کو تنہا بھگا دیا (ق دت ط) (ایضًا)[۱۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سفر میں جاتے وقت جب اونٹ کی پشت پر بیٹھ جاتے تو تین[۳] تین بار اللہ کی حمد و تسبیح و تکبیر فرماتے اور پھر پڑھتے پاک ہے وہ ذات جس نے اس (سواری) کو ہمارا تابع بنا دیا۔ (کہ جدھر چاہتے ہیں باگ موڑ کر چلاتے ہیں) اور ہم تو اس کی قدرت و عطا کے بغیر) اس کے پاس بھی نہ پھٹک سکتے تھے۔ اور ہم سب (مرنے کے بعد) اپنے رب کی طرف جانے والے (اور حساب دینے والے ہیں کہ ان انعامات کا شکر کیا ادا کیا) الٰہی ہم تجھ سے

وَكَابَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِى الْاَهْلِ وَالْمَالِ واذا رجع قالهن وزاد فيهن اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا سَاجِدُوْنَ ؛ لمسلم والترمذی وابی داود (مالك[15]) بلغه: ان النبی صلے الله علیه وسلم كان اذا وضع رجله فی الغرز وهو یرید السفر یقول بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِى السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِى الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اَزْوِلَنَا الْاَرْضَ وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَمِنْ كَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنْ سُوْءِ الْمَنْظَرِ فِى الْمَالِ وَالْاَهْلِ ؛ (ابوهريرة[16]) ان النبی صلے الله علیه وسلم كان اذا كان فی سفر واسحر یقول سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ ؛ لمسلم وابی داود (انس[17]) جاء رجل الى النبی صلے الله علیه وسلم فقال انی ارید السفر فزودنی قال زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى قال زدنی قال وَغَفَرَ ذَنْبَكَ قال زدنی بابی انت وامی قال وَيَسَّرَ لَكَ الْخَيْرَ حَيْثُ مَا كُنْتَ ؛ للترمذی. (ابن عمر[18]) قال لرجل اراد سفرًا هلم اودعك كما كان النبی صلے الله علیه وسلم یودعنا اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ

مانگتے ہیں اپنے اس سفر میں نیکو کاری و پرہیز گاری اور وہ عمل جو تجھے پسند آئے اے اللہ ہمارا یہ سفر ہم پر ہلکا فرما اور زمین کا فصل ہمارے لئے سمیٹ دے (کہ لمبا سفر بھی مختصر بن جائے) الٰہی تو ہی ساتھی ہے سفر میں اور قائم مقام ہے گھر والوں میں (کہ تیرے فضل کی بدولت وہاں بھی انعام ملے گا اور یہاں بھی خیر رہے گی) الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں سفر کی مشقت اور بدحالی کی واپسی اور اہل و مال میں بُرے نظارہ سے۔ اور جب واپس آتے تب بھی یہی کلمات فرماتے اور اتنا زائد کہتے کہ (ہم) آرہے ہیں واپس ہو رہے ہیں غلام بنے ہوئے اور اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے (س ت د)۔ (مالک[15]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے ارادہ کے وقت رکاب میں پاؤں رکھتے تو فرماتے بسم اللہ الٰہی تو ہی ساتھی ہے سفر میں اور تو ہی جانشین ہے گھر والوں میں۔ الٰہی زمین کو ہمارے لئے سمیٹ دے اور ہم پر سفر آسان فرما۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں مشقت سفر سے اور بدحال واپسی سے اور مال و اہل میں بُرے منظر سے (کہ واپس ہو کر ان میں کوئی پریشان کی صورت نہ دیکھوں)۔ (ابوہریرہ[16]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے تو بوقت سحر فرمایا کرتے سُنا سُننے والے نے اللہ کی حمد اور ہمارے متعلق ابتلاء کی خوبی کو (کہ ہم کلمات صبر و شکر زبان سے نکالیں گے اور ہر سُننے والا ان کو سُنے گا) ہمارے رب ہماری رفاقت کر اور ہم پر فضل فرما (ہم) اللہ کی پناہ مانگتے ہیں دوزخ سے۔ (س د)۔ (انس[17]) ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں سفر کا ارادہ کر رہا ہوں مجھے زاد راہ (بنانے کے لئے کچھ دُعا) دیجئے آپ نے فرمایا اللہ پاک تقویٰ کو تیرا توشہ سفر بنائے۔ اس نے عرض کیا۔ اور کچھ دیجئے۔ فرمایا اور تیرے گناہ بخشدے۔ عرض کیا اور دیجئے میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ فرمایا تجھے خوبی میسر فرمائے جہاں کہیں بھی تو رہے۔ (ت)۔ (ابن عمر[18]) نے ایک شخص سے جو سفر کا قصد کر رہا تھا۔ فرمایا آمین۔ تجھے رخصت کروں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں رخصت کیا کرتے

له الكاٰبة الغم وسوء الحال ۱۲ ـ که ای لیسمع کل سامع بانا شاکرون صابرون ومعترفا لما هی لان ذلک مقتضی الشکر فی ہذا ایضا ۱۲

دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ قل قبلتُ ورضيتُ فقال الرجل قبلتُ ورضيتُ ثم قال قل لہ مثل ماقلتُ لك ففعل ؛ وفی روایۃ : کان صلی اللہ علیہ وسلم اذ ودع رجلا اخذ بیدہ فلا یدعہا حتی یکون الرجل ھو الذی یدع ؛ لابی داود والترمذی بلفظہ (وعنہ[19]) کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا سافر فاقبل علیہ اللیل قال یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَرَبُّكِ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيْكِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَسَدٍ وَّاَسْوَدٍ وَّمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ وَمِنْ سَاكِنِي الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ؛ لابی داود (خولۃ[20] بنت حکیم) رفعتہ : من نزل منزلا ثم قال اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لم یضرہ شئ حتی یرتحل من منزلہ ذلك ؛ لمالك ومسلم والترمذی (عبد[21] اللہ بن سرجس) کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا سافر یتعوذ من وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَمِنْ كَاٰبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَمِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ ؛ لمسلم والترمذی والنسائی (عثمان[22]) رفعہ : مامن مسلم یخرج من بیتہ یرید سفرًا وغیرہ فقال حین یخرج

تھے (چنانچہ وہ آیا تو آپ نے فرمایا) میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرے دین کو اور تیری امانت کو اور تیرے آخری اعمال کو (کہ سب کا نگران رہے) کہہ میں نے قبول کیا اور پسند کیا۔ پس اس شخص نے کہا میں نے قبول کیا اور پسند کیا۔ اس کے بعد فرمایا (اب) تو مجھ سے یہی کہہ جو میں نے تجھ سے کہا۔ چنانچہ اس نے بھی کہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو رخصت کیا کرتے تو اس کا ہاتھ تھام لیتے اور اسکو (بہ تقاضائے شفقت ومحبت) نہ چھوڑتے جب تک کہ وہی نہ چھوڑ دیتا۔ (د ت)۔ (ایضاً[19]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں ہوتے اور رات آتی تو فرمایا کرتے اے زمین میرا رب اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اللہ کی تمام (خسف وغیرہ) سے اور جو (زہریلے جانور) تیرے اندر پیدا کئے گئے ہیں ان کے شر سے اور جو (موذی جانور) تجھ پر چلتے ہیں اُن کے شر سے۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ شیر سے اور کالے سانپ سے اور بچھو سے اور باشندگانِ شہر (جنات سے) باپ سے بھی اور بیٹے سے بھی (کہ بچہ ہو یا بوڑھا کوئی نقصان نہ پہونچائے۔ (د) (خولہ[20] بنت حکیم) فع جو کسی منزل پر اُترا اور یہ پڑھا کہ پناہ مانگتا ہوں اللہ کے تمام وکمال کلمات کی تمامی مخلوق کے شر سے تو اس منزل سے کوچ کرنے کے وقت تک کوئی چیز بھی اس کو نقصان نہ پہونچا سکے گی۔ (ط س ت)۔ (عبد اللہ بن سرجس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کیا کرتے تو پناہ مانگا کرتے تھے مشقت سفر سے اور بدحال واپسی سے اور نفع کے بعد نقصان سے اور مظلوم کی بددعا سے اور اہل وَمال میں بُرا منظر (نظر آنے) سے۔ (س ت ی)۔ (عثمان[22]) فع۔ جو بھی مسلمان سفر وغیرہ کے ارادہ سے اپنے گھر سے نکلے اور نکلتے وقت کہے ایمان لایا میں اللہ پر سہارا لیا میں نے اللہ کا بھروسہ کیا ہیں اللہ پر نہ سکت ہے نہ قوت مگر اللہ سے تو اس نکلنے میں جو بہبودی ہے وہ اسکو نصیب ہوگی اور اس میں جو مضرت ہے وہ اس سے ہٹادی جائے گی۔ (م)۔ (علی[23]) رسول اللہ

له الحور بعد الكور الرجوع من حال الحسن الى السيئ ١٢

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ اِعْتَصَمْتُ بِاللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الا رزق خیر ذلک المخرج وصرف عنہ شر ذلک المخرج ؛ لاحمد برجل عن عثمان (علیؓ)[۲۳] کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد سفرًا قال اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصُوْلُ وَبِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَسِیْرُ ؛ لاحمد والبزار (الحسین بن علی)[۲۴] رفعہ؛ امان امتی من الغرق اذا رکبوا البحر ان یقولوا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَمَاقَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ الاٰیۃ ؛ للموصلی بضعف (عتبۃ بن غزوان) رفعہ؛ اذا اضل احدکم شیئًا اواراد احدکم عونا وھو بارض لیس بہا انس فلیقل یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَغِیْثُوْا فان للہ عبادًا لانراھم وقد جرب ذلک ؛ للکبیر بضعف (ابن عباس)[۲۶] رفعہ: ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون ما یسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم عرجۃ[له] بارض فلاۃ فلیناد اَعِیْنُوْنِیْ عِبَادَ اللّٰہِ ؛ للبزار (ابن مسعود)[۲۷] رفعہ؛ اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یَا عِبَادَ اللّٰہِ اِحْبِسُوْا فان للہ حاضرًا فی الارض سیحبسہ ؛ للموصلی والکبیر بضعف (ابن عمر)[۲۸] عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الضالۃ انہ یقول اَللّٰھُمَّ رَادَّ الضَّالَّۃِ ھَادِیَ مِنَ الضَّلَالَۃِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ بِقُدْرَتِکَ وَسُلْطَانِکَ فَاِنَّھَا مِنْ عَطَائِکَ وَفَضْلِکَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو کہا کرتے الٰہی تیرے ہی بھروسہ حملہ کرتا ہوں (دشمنوں پر) اور تیرے ہی بھروسہ تدبیر کرتا ہوں (مکر اعداء کے دفع کرنے کی) اور تیرے ہی سہارے چلتا ہوں (سفر میں) (ام بز)۔ (حسین بن علی)[۲۴] رفع۔ میری اُمت کے لئے سمندر (میں سفر کرتے وقت ڈوبنے سے بچاؤ) یہ ہے کہ کہیں اللہ کے نام کی برکت سے ہے اس (جہاز) کا چلنا اور لنگر ڈالنا بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور قدر نہ جانی لوگوں نے اللہ کی جیسا کہ چاہئے تھی (تا آخر آیت) ص (عتبہ بن غزوان)[۲۵] جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جاوے یا ایسی زمین میں جہاں کوئی آدمی نہ ہو غیبی مدد چاہے تو کہے اے بندگان خدا میری مدد کرو اے بندگان خدا میری مدد کرو اے بندگانِ خدا (میری گمشدہ سواری یا اسباب کو) روکو اللہ کے بندے مخفی ہیں (جو اس خدمت پر مامور ہیں اور) ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ یہ عمل مجرب ہے۔ (ک ا)۔ (ابن عباس)[۲۶] فع۔ زمین پر نگہبان فرشتوں (کرام کاتبین) کے علاوہ دیگر فرشتے (اس خدمت میں تعینات) ہیں کہ درختوں کے جو پتے گریں ان کو لکھ لیں۔ پس جب (بحالتِ سفر) کسی کو جنگل میں راستہ بھٹکنے وغیرہ کی رکاوٹ پیش آئے تو چاہئے کہ پکارے۔ میری مدد کرو اے بندگانِ خدا (پس جنگل کے فرشتے اس کی رہبری کریں گے) ین۔ (ابن مسعود)[۲۷] فع۔ جب کسی جنگل میں کسی کی سواری چھوٹ کر بھاگ جائے تو اس کو چاہئے کہ پکارے اے بندگانِ خدا (اسکو) روکو اے بندگانِ خدا (اسکو) تھامو کہ اللہ کا (فرشتہ) موجود ہوتا ہے جنگل میں وہ اسکو تھام لے گا (ص ک)۔ (ابن عمر)[۲۸] گمشدہ چیز کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ پڑھے اے اللہ واپس لانے والے گمشدہ کے اور راستہ دکھانے والے گمراہ کے تو ہی گمشدگی سے راہ پر لاتا ہے۔ تو اپنی قدرت و غلبہ شان سے میری گمشدہ چیز مجھے واپس فرما دے کہ وہ تیری ہی عطا اور فضل سے (مجھے ملی ہوئی) تھی (طب)۔ (انس)[۲۹] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اونچی زمین

له عرجۃ بکسر او ضم ... وھو کنایۃ عن الشدۃ والعرجۃ ای دابۃ العرج بالتحریک والمراد العجز عن السیر الی القصد ۱۲

للطبرانی بخفی (انس) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا علا نشزا من الارض قال اللّٰھم لک الشرف علی کل شرف ولک الحمد علی کل حال: لاحمد والموصلی (جبیر بن مطعم) رفعہ: اتحب یاجبیر اذا خرجت فی سفران تکون من امثل اصحابک ھیئۃ واکثرھم زادا؟ فقلت نعم بابی انت وامی قال فاقرأ ھذہ السور الخمس قل یا ایھا الکافرون واذا جاء نصر اللہ وقل ھو اللہ احد وقل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس وافتتح کل سورۃ ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم واختم قراءتک ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قال جبیر وکنت غنیا کثیر المال فکنت اخرج فی سفر فاکون ابذھم ھیئۃ واقلھم زادا فمازلت منذ علمنیھن صلے اللہ علیہ وسلم وقرأت بھن اکون من احسنھم ھیئۃ واکثرھم زادا حتی ارجع من سفری: للموصلی بخفی (ابن عمر) کنا نسافر مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاذا رای قریۃ یرید ان یدخلھا قال اللّٰھم بارک لنا فیھا ثلاث مرات اللّٰھم ارزقنا جناھا وحببنا الی اھلھا وحبب صالحی اھلھا الینا: للاوسط (ابو سعید) قلنا یوم الخندق یا رسول اللہ ھل من شیء نقول؟ قد بلغت القلوب الحناجر قال نعم اللّٰھم استر عوراتنا وامن روعاتنا فضرب اللہ وجوہ اعدائنا بالریح ھزمھم اللہ بالریح: لاحمد والبزار۔

(مثلاً پہاڑ یا ٹیلہ پر) چڑھتے تو کہا کرتے الٰہی تیرے ہی لئے بلندی ہے ہر بلندی پر اور تیرے ہی لئے حمد ہے ہر حال میں۔ (م ص)۔ (جبیر بن مطعم فع۔ اے جبیر کیا تم کو پسند ہے کہ جب سفر میں جاؤ تو اپنے رفقاء میں بہترین حالت اور ساز و سامان والے بن جاؤ۔ میں نے عرض کیا ہاں آپ پر میرے ماں باپ قربان فرمایا اچھا (سفر میں جاتے وقت) یہ پانچ سورتیں پڑھا کرو قل یا ایھا الکافرون اذا جاء نصر اللہ قل ھو اللہ احد قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس۔ اور ہر سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ اور (پانچویں سورت) ختم کرکے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو۔ جبیر جو کہ خوشحال اور صاحب مال بن گئے تھے کہتے ہیں کہ جب میں سفر میں جایا کرتا تو سب میں بدحیثیت اور کم مال ہوتا تھا مگر جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وظیفہ تعلیم فرمایا اور میں نے ان کو پڑھا تو سفر کی واپسی سے پہلے پہلے سب میں باحیثیت اور زائد سامان والا بنتا رہا۔ (م ص)۔ (ابن عمر) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے۔ پس جب آپ کسی بستی میں جانے کا قصد فرماتے تو تین مرتبہ کہتے کہ الٰہی ہمارے لئے اس (بستی) میں برکت تجویز فرما (اور پھر ایک بار یہ دعا پڑھتے) الٰہی ہمیں یہاں کی عطا نصیب فرما اور ہم کو اس کے باشندوں کا محبوب بنا دے اور اس کے نیک باشندوں کو ہمارا محبوب بنا دے (و) (ابو سعید) غزوۂ خندق کے دن ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی وظیفہ ہے جسے پڑھ لیا کریں۔ (اور اس کی برکت سے یہ مصیبت دور ہو کہ دشمنوں کے نرغہ سے دل گھبرا کر گردن تک آپہونچے (اور دم ناک میں آگیا) فرمایا ہاں (یہ پڑھا کرو) الٰہی ہمارے عیوب کو چھپالے اور ہمارے خوف کو اطمینان سے بدل دے (چنانچہ ہم نے بکثرت اسکا ورد کیا) تو حق تعالےٰ نے ہوا کے ذریعہ ہمارے دشمنوں کا منہ پھیر دیا کہ ہوا تند و تیز چلائی اور اس (ہوا) کے ذریعہ اللہ نے ان کو بھگا دیا (م بز)

ادعیة الکرب والاستخارة والحفظ والطعام والشراب واللباس وغیر ذلک

(ابن عباس) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول عند الکرب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ ؛ للشیخین والترمذی بدون لا الٰہ الا اللہ بعد الارض ؛ (ابو سعیدؓ) رفعہ: یا ابا امامة مالی اراک جالسا فی المسجد فی غیر وقت صلوٰۃ قال ھموم لزمتنی و دیون یا رسول اللہ قال افلا اعلمک کلاما اذا قلتہ اذھب اللہ ھمک وقضی عنک دینک فقال بلی یا رسول اللہ قل اذا اصبحت واذا امسیت اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ فقلت ذلک فاذھب اللہ ھمی وقضی عنی دینی ؛ لابی داود (انسؓ) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مصیبت اور استخارہ اور حفاظت اور خورونوش اور لباس کی دعائیں

(ابن عباسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کے وقت یہ کہا کرتے تھے کوئی معبود نہیں مگر اللہ عظمت اور علم والا۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ مالک عرش عظیم۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ مربی افلاک و مربی زمین۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ جو کہ رب ہے بزرگی والے عرش کا (ق)۔ (ابو سعیدؓ) فع۔ اے ابوامامہ کیا بات ہے کہ نماز کا وقت نہیں اور میں تمہیں مسجد میں بیٹھا ہوا دیکھتا ہوں۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ قرض اور افکار نے آگھیرا (جن سے پریشان ہو کر اللہ کے گھر میں آبیٹھا) فرمایا کہو تو ایسی دعا بتاؤں جس کے پڑھنے سے اللہ تمہارے فکر کو دور اور تمہارے قرض کو ادا کر دے۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا صبح و شام یہ پڑھا کرو الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ماندگی اور کاہلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں کنجوسی و بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبہ اور آدمیوں کے دباؤ سے) چنانچہ میں نے (چند روز مسلسل) اس کو پڑھا پس اللہ نے میرا غم دور اور میرا قرض ادا فرما دیا۔ (د) ف دل دکھنے کی دو صورتیں ہیں یا کوئی بات خلاف طبع ہو چکی اور اس کا نام حزن و غم ہے یا آئندہ ہونیوالی ہے اور اس کا نام فکر و ہم ہے۔ پھر اس کے دفع کی تدبیر نہ کرسکنے کی دو وجہ ہوتی ہیں یا یہ کہ قدرت ہی نہیں اور اس کا نام عجز ہے یا قدرت تو ہے مگر اس کو کام میں لانے کی ہمت نہیں اور اس کا نام کسل ہے اسی طرح امر خیر کو حاصل نہ کرسکنے کے دو سبب ہیں۔ یا بدن کو کام میں نہیں لاتا اور اس کا نام جبن ہے اور یا مال کو کام میں نہیں لاتا اور اس کا نام بخل ہے اور مخلوق سے دبنے اور ذلیل ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ یا با استحقاق ہو اور اس کا نام بار قرض میں دبنا ہے۔ یا بلا استحقاق ہو اور اس کا نام قہر رجال اور ناحق دابنا ہے قربان اس پیغمبر کے جس نے فکر و غم کے مرض کا جس کے علاج سے دنیا بھر کے اطباء عاجز ہیں اتنا سہل اور مؤثر اور مختصر لفظوں میں بہترین علاج بتایا کہ اپنے آپ کو خالق جل شانہ کے سامنے لا ڈالے اور تمامی موانع خیر اور جوالب شر کے اصول سے اس کی پناہ چاہے کہ اس کی قدرت کے سامنے بڑی سے بڑی طاقت بھی ہیچ در ہیچ ہے۔ (انسؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی پریشانی

اذکر بہ امر یقول یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ وقال الظوا بيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ؛ للترمذی
(اسماء بنت عمیس) قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اعلمك کلمات تقولینهن عند الكرب
اوفی الكرب اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا؛ د (عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ) قلت لابی یا ابت
اسمعك تقول کل غداۃ اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي اَللّٰهُمَّ عَافِنِي فِي
بَصَرِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ تکررها ثلاثا حین تصبح وثلاثا حین تمسی فقال یا بنی سمعت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یدعو بهن فانا احب ان استن بسنته د هما لابی داود (ابن مسعود) رفعه:
من کثر همه فلیقل اَللّٰهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أَمَتِكَ وَفِي قَبْضَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ
مَاضٍ فِيَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاؤُكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ
فِي كِتَابِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي مَكْنُونِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي
وَجِلَاءَ هَمِّي وَغَمِّي ما قالها عبد قط الا اذهب اللہ همه وابدله به فرحا؛ لرزین. (ابو بکر) ان النبی

پیش آتی تو فرمایا کرتے اے زندگی وبقا والے تیری رحمت کی دوہائی دیتا ہوں اور فرمایا کرتے کہ یاذالجلال
والاکرام کا التزام کرو (یعنی جو بھی دعا مانگو اس بابرکت نام کے ذریعہ مانگو) ت (اسماء دختر انیس)
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں چند کلمات تعلیم کرتا ہوں کہ ان کو پریشانی کے وقت
کہا کرو اللہ اللہ میرا رب ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک قرار نہیں دیتی۔ (د) (عبدالرحمٰن
ابن ابی بکرہ) میں نے اپنے والد سے کہا کہ اباجان میں روزانہ صبح کے وقت آپ کو یہ پڑھتے سنا کرتا ہوں
کہ الٰہی میرے بدن کو تندرست رکھ۔ الٰہی میری سماعت کو تندرست رکھ۔ الٰہی میری بصارت کو تندرست
رکھ کوئی معبود نہیں بجز تیرے۔ آپ اس کو بوقت صبح تین مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ اور تین مرتبہ بوقت شام
فرمایا بیٹا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا ہے لہذا مجھے محبوب ہے کہ آپ کی
سنت کا اقتدا کروں (د)۔ (ابن مسعود) جس کے فکر وغم بڑھ جاویں وہ یہ دعا پڑھا کریں۔ الٰہی میں
تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندہ کا بیٹا ہوں اور تیری بندی کا بیٹا ہوں اور تیرے قبضہ میں ہوں۔ میری پیشانی
تیرے ہاتھ میں ہے۔ مجھ میں تیرا حکم جاری ہے۔ میرے متعلق تیرا فیصلہ عین انصاف ہے۔ میں تجھ سے مانگتا
ہوں بواسطہ تیرے ہر نام کے جس کو تونے اپنی ذات کے لئے تجویز کیا۔ یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا پوشیدہ
غیب میں اسکو اپنے پاس محفوظ رکھا کہ قرآن عظیم کو میرے قلب کی بہار اور میرے فکر وغم کا ازالہ بنا
دے (کہ جس طرح جاندار موسم بہار میں چر کر خوش ہوتا اور پروان چڑھتا ہے اسی طرح میرے
دل کو انوار وتجلیات قرآنیہ سے نشوونما نصیب ہو اور تمامی افکار واحزان دور ہوجاویں) جس
بندہ نے جب کبھی اسکو پڑھا حق تعالٰی نے اس کے غم کو دور کیا اور اس کے بدلہ (سرور) وفرح
نصیب فرمائی۔ (رین)۔ (ابوبکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کام کرنا چاہتے۔ تو فرمایا
کرتے الٰہی میرے لئے خیر نصیب کر اور (جس صورت میں میری بہبودی ہو اس کا انتخاب فرما) (ت)
(شداد بن اوس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم فرمایا اور یوں کہا کرتے تھے کہ
جب ہمیں کسی کام میں سوچ بچار پیش آئے تو یہ کہے الٰہی میں تجھ سے کام میں استقلال اور راہ راست

صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد امرًا قال اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ ؛ للترمذی وضعفہ (شداد[1] بن اوس) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا یقول اذا اردنا امرًا[2] قل اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَعَزِیْمَۃَ الرُّشْدِ وَاَسْأَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَحُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْأَلُکَ لِسَانًا صَادِقًا وَّقَلْبًا سَلِیْمًا وَّاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ؛ للترمذی وقد مرّ فی صلوٰۃ الاستخارۃ دعائہا المشہور (ابن عباسؓ) بینا نحن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاءہ علی فقال بابی انت وامی تنفلت هذا القراٰن من صدری فما اجدنی اقدر علیہ فقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا الحسن افلا اعلمک کلمات ینفعک اللہ بھن ویثبت بھن ما تعلمت فی صدرک قال اجل یا رسول اللہ فعلمنی قال اذا کان لیلۃ الجمعۃ فان استطعت ان تقوم فی ثلث اللیل الاٰخر فانہا ساعۃ مشہودۃ والدعاء فیہا مستجاب وقد قال ابو[3]ظا اخی یوسف لبنیہ سوف استغفر لکم ربی یقول حتی تأتی لیلۃ الجمعۃ فان لم تستطع فقم فی وسطہا فان لم تستطع فقم فی اولہا فصل اربع

میں پختگی کی درخواست کرتا ہوں اور تیری نعمت کی شکر گزاری اور اچھی عبادت کی درخواست کرتا ہوں اور تجھ سے مانگتا ہوں حق گو زبان اور بے عیب دل۔ اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو تیرے علم میں ہے۔ اور تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اس گناہ کی جو تجھے معلوم ہے۔ (اور مجھے بھی معلوم نہیں) بیشک تو ہر غیب سے آگاہ ہے۔ (ت) اور استخارہ کی مشہور دُعا (اللہم انی استخیرک) پہلے بیان ہو چکی ہے۔ (ابن عباسؓ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ علی آئے اور عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ یہ قرآن یاد کرنے کے بعد میرے سینہ سے نکل جاتا ہے اور (حافظہ کمزور ہونے کے سبب) میں اسکو محفوظ ہونے پر اپنے آپ کو قادر نہیں پاتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے ابوالحسن کہو تو چند کلمات تعلیم کروں جن سے حق تعالیٰ تم کو نفع بخشے گا اور جو کچھ تم پڑھو گے اس کو تمہارے سینہ میں قائم رکھے گا۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ضرور تعلیم فرمائیے۔ فرمایا شب جمعہ میں اگر ہو سکے تو رات کے اخیر تہائی حصہ میں اٹھو کہ وہ حضوری کی گھڑی ہے اور اس میں دُعا قبول ہوتی ہے۔ اور میرے بھائی یوسف کے والد (حضرت یعقوب) نے جو اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تمہاری خطا معاف ہونے کی دُعا مانگونگا (اس کا یہی منشا تھا) کہ جب شب جمعہ آئے گی۔ اور اگر یہ نہو سکے تو وسط شب میں اٹھو اور یہ بھی نہ ہو سکے تو شروع رات میں کھڑے ہو کر چار رکعت نفل پڑھو کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور یٰسین۔ دوسری رکعت میں فاتحہ اور حم دخان اور تیسری میں فاتحہ اور الم سجدہ اور چوتھی میں فاتحہ اور تبارک الذی بیدہ الملک۔ پھر جب تشہد سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کی اچھی طرح حمد و ثنا کرو مجھ پر اچھا درود پڑھو اور دیگر انبیاء پر بھی درود بھیجو اور مومنین و مومنات اور اپنے ان بھائیوں کے لئے جو ایمان میں تم سے سابق تھے دُعاء مغفرت کرو اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھو الٰہی مجھ پر رحم فرما کہ معصیتوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دوں جب تک بھی تو مجھے زندہ رکھے اور مجھ پر رحم فرما کہ بے فائدہ کام میں تکلیف نہ اٹھاؤں اور جو کام تجھ کو مجھ سے راضی

[1] روی امرًا نظر فیہا ای اذا اردنا روتینا فی امر فکرنا فیہ من المردیۃ وہی التنظر والتفکر ۱۲
[2] ہکذا فی نسخۃ المؤلف ای الظاہر ای القائل ہو ابو یوسف لا یوسف علیہ السلام
[3] الیاء فی اخی لہ صلی اللہ علیہ وسلم والیا خیہ یوسف علیہ السلام وفی جامع الاصول ذر قال ای یعقوب ۱۲

ركعات تقرأ فى الاولى فاتحة الكتاب ويس وفى الثانية بفاتحة الكتاب وحم الدخان وفى الثالثة بفاتحة الكتاب والم السجدة وفى الرابعة بفاتحة الكتاب وتبارك المفصل فاذا فرغت من التشهد فاحمد الله واحسن الثنا على الله وصل على وصل على واحسن وصل على سائر النبيين واستغفر للمؤمنين والمؤمنات ولاخوانك الذين سبقوك بالايمان ثم قل فى آخر ذلك اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ وَارْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَالَا يَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَتْلُوَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْاَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِيْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِيْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِيْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِيْ وَاَنْ تَسْتَعْمِلَ بِهٖ بَدَنِيْ فَاِنَّهٗ لَا يُعِيْنُنِيْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْنِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ يا ابا الحسن تفعل ذلك ثلاث جمع او خمسا او سبعا تجاب باذن الله والذى بعثنى بالحق ما اخطا مؤمنا قط قال

کریں۔ ان میں مجھکو حسنِ نظر نصیب فرما (ان کو اچھا سمجھوں اور رغبت کے ساتھ عمل میں لاؤں) اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے اے صاحبِ جلال واکرام اور ایسی عزت والے جس کا قصد بھی نہیں کیا جا سکتا میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اے اللہ اے رحمٰن بواسطہ تیرے جلال اور نورِ ذات کے کہ میرے قلب میں اپنی کتاب کا حافظہ جما دے جیسا تو نے مجھے پڑھایا اور مجھے نصیب فرما کہ اس کو پڑھتا رہوں اس طریق پر جو تجھکو مجھ سے خوشنود بنا دے۔ اے اللہ موجد آسمانوں اور زمین کے اے صاحبِ جلال واکرام اور ایسی عزت والے جس کا قصد بھی نہیں کیا جا سکتا میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اے اللہ اے رحمٰن یہ کہ اپنی کتاب سے میری بصارت کو روشنی دے اور زبان کو اس کی روانی اور یہ کہ اس کے ذریعہ میرے دل کو کھول دے اور میرا سینہ منشرح فرما دے اور میرے بدن کو اس پر عمل کرا کیونکہ حق پر (چلانے کے لئے) میرا کوئی مددگار نہیں بجز تیرے اور یہ مجھے کوئی نہیں دے سکتا بجز تیرے اور نہ سکت ہے نہ طاقت مگر اللہ برتر و بزرگ سے، اے ابوالحسن اسکو تین جمعہ یا پانچ یا سات جمعہ کرو۔ انشاء اللہ مراد پوری ہوگی کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے رسول برحق بنایا مومن کو اس میں کبھی ناکامی نہیں ہوئی حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ علی کو پانچ سات ہی دن گذرے تھے کہ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے (جہاں حضرت بوقت تعلیم بیٹھے تھے) اور کہا کہ یارسول اللہ پہلے میں تقریباً چار آیتوں سے زیادہ یاد نہ کر سکتا تھا اور وہ بھی جب حفظ پڑھتا تو بھول بھول جاتا اور مجھ سے بھاگا کرتی تھیں۔ اور اب تو میں چالیس چالیس آیتیں یاد کر لیتا ہوں اور جب ان کو حفظ پڑھتا ہوں تو گویا قرآن میرے سامنے ہوتا اور ناظر کی طرح فر فر پڑھتا چلا جاتا ہوں اور پہلے میں کوئی حدیث سنا کرتا تو جب اس کو حفظ دوہراتا تو وہ (ذہن) سے نکل جاتی تھی اور اب تو میں کسی

ابن عباس فو اللہ مالبث الا خمسا او سبعا حتی جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک المجلس
فقال یا رسول اللہ کنت فیما خلا لا آخذ الا اربع آیات او نحوها فاذا قرأتهن علی نفسی تفلتن منی وانی
اتعلم الیوم اربعین آیة او نحوها فاذا قرأتها علی نفسی فکانما کتاب اللہ بین عینی ولقد کنت اسمع
الحدیث فاذا رددته علی نفسی تفلت وانا اسمع الیوم الاحادیث فاذا تحدثت بها لم اخرم منها حرفا
فقال صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک مؤمن ورب الکعبة ابا الحسن ؛ للترمذی (ابوبکر) علمنی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم ھذا الدعاء فقال قل اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّکَ وَبِاِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِکَ
وَبِمُوْسٰی نَجِیِّکَ وَعِیْسٰی رُوْحِکَ وَکَلِمَتِکَ وَبِتَوْرَاةِ مُوْسٰی وَاِنْجِیْلِ عِیْسٰی وَزَبُوْرِ دَاوٗدَ وَ
فُرْقَانِ مُحَمَّدٍ وَکُلِّ وَحْیٍ اَوْحَیْتَهٗ اَوْ قَضَاءٍ قَضَیْتَهٗ وَاَسْأَلُکَ بِکُلِّ اسْمٍ هُوَ لَکَ
اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ غَیْبِکَ وَاَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الْمُطَهَّرِ الطَّاهِرِ الْاَحَدِ
الصَّمَدِ الْوِتْرِ وَبِعَظَمَتِکَ وَکِبْرِیَائِکَ وَبِنُوْرِ وَجْهِکَ اَنْ تَرْزُقَنِی الْقُرْاٰنَ وَالْعِلْمَ وَاَنْ
تَخْلِطَهٗ بِلَحْمِیْ وَدَمِیْ وَسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَتَسْتَعْمِلَ بِهٖ جَسَدِیْ بِحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ ؛ لرزین (ابوسعید) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اکل او شرب قال
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ؛ للترمذی وابی داود وله عن

حدیثیں سنتا ہوں اور جب ان کو نقل کرتا ہوں تو ایک حرف بھی مجھ سے نہیں چھوٹتا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا مومن ہے (تو) قسم ہے رب کعبہ کی اے ابوالحسن۔ (ت) (ابوبکر)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دعا تعلیم فرمائی الٰہی میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں بحرمت
تیرے نبی محمدؐ کے اور بحرمت تیرے خلیل ابراہیم کے اور بحرمت تجھ سے ہمکلام ہونیوالے موسیٰ کے اور تیری
(خاص طور پر پیدا کی ہوئی) روح اور تیرے کلمہ (کن کے ثمرہ) عیسیٰ کے اور بحرمت موسیٰ کی توریت اور
عیسیٰ کی انجیل اور داود کی زبور اور محمدؐ کے فرقان (چاروں آسمانی کتابوں) کے اور (ان کے سوا) ہر
وحی کے جو تونے (کسی پیغمبر پر) کی۔ یا فیصلہ جسکو طے فرمایا ہو۔ اور میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں بطفیل
ہر نام کے جو تیرا ہو کہ تونے اسے اپنی کتاب میں نازل کیا یا اپنے غیب میں محفوظ رکھا اور میں تجھ سے
درخواست کرتا ہوں تیرے پاک ستھرے نام یگانہ وبے نیاز یکتا اور تیری عظمت وکبریائی اور تیرے
نور ذات کے طفیل کہ مجھے قرآن اور علم (دین فقہ وحدیث) نصیب فرما اور اسکو میرے گوشت
وخون اور شنوائی وبینائی کے ساتھ خلط ملط فرما دے اور میرے بدن کو اس کا عامل بنادے اپنی
طاقت اور قدرت سے کہ کوئی طاقت اور قدرت نہیں بجز تیرے (ین)۔ (ابوسعیدؓ) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب کھایا یا پیا کرتے تو فرماتے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا۔
اور مسلمان بنایا (ت) اور ابوداود میں ابوایوب سے اس طرح مروی ہے شکر ہے اللہ کا جس نے
کھلایا پلایا اور حلق سے نیچے اتارا اور اس کے (فضلہ بن کر) باہر نکلنے کا راستہ بنایا (ابوامامہؓ)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کھانے سے فارغ ہونے کے بعد) دسترخوان اٹھایا جانے کے
وقت فرمایا کرتے اللہ کا بہت بہت شکر ستھرا اور بابرکت (یہ کھانا جو اٹھایا جا رہا ہے) نہ واپس

الحمد للہ الذی اطعم وسقی وسوّغہ وجعل لہ مخرجا ٭ (ابو امامۃ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا رفع مائدتہ قال الحمد للہ کثیرا طیبا مبارکا فیہ غیر مکفی ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربنا ٭ للبخاری وا للترمذی وابی داود (معاذ بن انس) رفعہ: من اکل طعاما ثم قال الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا الطعام ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ٭ للترمذی وزاد ابوداود: ومن لبس ثوبا فقال الحمد للہ الذی کسانی ھذا ورزقنیہ من غیر حول منی ولا قوۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تأخر ٭ (عائشۃ) کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا یؤتی ابدا بطعام او شراب حتی الدواء فیطعمہ او یشربہ حتی یقول الحمد للہ الذی ھدانا واطعمنا وسقانا ونعمنا اللہ اکبر اللھم الفتنا نعمتک بکل شر فاصبحنا منھا وامسینا بکل خیر نسألک تمامھا وشکرھا لا خیر الا خیرک ولا الہ غیرک الہ الصالحین ورب العالمین الحمد للہ ولا الہ الا اللہ ما شاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ اللھم بارک لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النار ٭ لمالک موقوفا علی عروۃ ولرزین عنہ عن عائشۃ (ابن عباس) انہ دخل مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم وخالد بن الولید علی میمونۃ فجاءتنا باناء من لبن فشرب صلے اللہ علیہ وسلم وانا عن یمینہ وخالد عن شمالہ فقال لی الشربۃ لک فان شئت اثرت بھا خالدا ؟ فقلت ما کنت اوثر علی سؤرک احدا ثم قال صلے اللہ علیہ وسلم من اطعمہ اللہ طعاما فلیقل اللھم بارک لنا فیہ واطعمنا خیرا منہ ومن سقاہ اللہ لبنا فلیقل اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ فانہ لیس شیء یجزیء من الطعام والشراب الا اللبن ٭ لابی داود والترمذی (انس) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم جاء الی سعد بن عبادۃ

واپس کردہ ہے کہ ہمیں اس کی حاجت نہ رہی ہو) اور نہ رخصتی ہے کہ دوبارہ اس کے طالب نہ ہوں گے (اور نہ اس سے بے نیازی ہے اے ہمارے رب کہ (تیری نعمت سے کبھی بھی استغنا نہیں ہو سکتا)۔ خ ت د۔ (معاذ بن انس) مرفوع جس نے کھانا کھا کر یہ پڑھا کہ شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور مجھے نصیب فرمایا بغیر میری طاقت اور قوت کے۔ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے (ت) اور ابو داود میں اتنا زائد ہے۔ اور جس نے کپڑا پہن کر یہ کہا کہ شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے یہ پہنایا اور مجھے نصیب فرمایا بغیر میری طاقت اور قوت کے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (عائشہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کبھی کوئی کھانے کی یا پینے کی چیز حتی کہ دوا تک نہیں لائی گئی کہ اس کو کھا یا پی لیا ہو جب تک کہ یہ دعا نہ پڑھ لی ہو۔ شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں (دین و دنیا کی ہر بہبودی کا) راستہ دکھایا اور ہمیں کھلایا اور پلایا اور (طرح طرح کی نعمتیں) بخشیں اللہ اکبر۔ الٰہی تیری نعمت نے ہم کو ہر قسم کی برائی میں (ملوث) پایا مگر ہم صبح و شام اس کی وجہ سے ہر قسم کی خوبی پاتے رہے۔ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس نعمت کی تکمیل اور اس کی شکر گذاری کا کہ کہیں بہبودی نہیں بجز تیری (عطا کردہ) بہبودی کے۔ اور کوئی معبود نہیں مگر تو معبود ہے صالحین کا اور رب ہے عالمین کا۔ اللہ کا شکر ہے کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ (جو چاہا اللہ نے (دہی ہوا)

نماءہ بخبز وزیت فاکل ثم قال صلے اللہ علیہ وسلم افطر عندکم الصائمون واکل طعامکم الابرار وصلت علیکم الملائکۃ ؛ (جابر[١٧]) صنع ابو الهیثم بن التیهان طعاما فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلما فرغوا قال صلی اللہ علیہ وسلم اثیبوا اخاکم قالوا یا رسول اللہ وما اثابتہ؟ قال ان الرجل اذا دُخِل بیتہ فاکل طعامہ وشُرِب شرابہ فدعوا لہ فذلک اثابتہ ؛ هما لابی داود (ابوسعید[١٨]) کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا استجد ثوبًا قال اللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْ هٰذَا ویسمیہ باسمہ اما قمیصا واما عمامۃ او رداء اَسْأَلُکَ خَیْرَهٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ ؛ للترمذی وابی داود (عمر[١٩]) رفعہ من لبس ثوبا جدیدًا فقال اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ ثم عمد الی الثوب الذی اخلق فتصدق بہ کان فی کنف اللہ وفی حفظ اللہ وفی ستر اللہ حیا ومیتا ؛ للترمذی (ابو رافع[٢٠]) رفعہ اذا طنت اذن احدکم فلیذکرنی ولیصل علی ولیقل ذَکَرَ اللّٰهُ بِخَیْرٍ مَنْ ذَکَرَنِیْ بِهٖ ؛ للطبرانی والبزار (انس[٢١]) کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا نظر فی المراٰۃ قال اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَوّٰی خَلْقِیْ وَاَحْسَنَ صُوْرَتِیْ وَزَانَ مِنِّیْ مَا شَانَ مِنْ غَیْرِیْ ؛

اور کہیں طاقت نہیں بجز اللہ کے الہٰی ہمارے لئے برکت بخش ہماری روزی میں اور ہمیں بچا دوزخ کے عذاب سے۔ (ط)۔ (ابن عباس[١٥]) وہ اور خالد بن ولید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ کے گھر گئے تھے (فرماتے ہیں کہ) وہ ایک پیالہ دودھ ہمارے لئے لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا اور میں آپ کے داہنی طرف تھا اور خالد آپ کی بائیں طرف تو مجھ سے فرمایا کہ پینے کا حق تو تمہارا ہے اس لئے کہ تم داہنی طرف ہو لیکن تمہاری رائے ہو تو خالد کو تم پر ترجیح دے لوں۔ میں نے کہا کہ آپ کے (پینے سے) بچے ہوئے پر میں کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے حق تعالےٰ کھانے کی کوئی چیز کھلائے تو چاہیئے کہ یہ کہے۔ الہٰی ہمارے لئے اس میں برکت دے اور اس سے بہتر چیز ہم کو کھلا اور جسکو حق تعالیٰ کے لئے دودھ عطا فرمائے تو اسکو کہنا چاہیئے کہ الہٰی ہمارے لئے اس میں برکت دے اور یہ زیادہ عطا فرما کیونکہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دینے والی کوئی چیز نہیں بجز دودھ کے (لہٰذا اس سے بہتر کوئی طعام نہیں جس کی دُعا مانگی جائے پس اسی کے زیادہ اور بابار عطا ہونے کی دُعا کرنا چاہیئے)۔ (ت (انس[١٦]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تشریف لائے تو وہ روٹی اور روغنِ زیتون لے کر حاضر ہوئے چنانچہ حضرت نے نوش فرمایا اور اس کے بعد کہا افطار کیا تمہارے پاس روزہ داروں نے اور کھایا تمہارا کھانا نیکوکاروں نے اور دعارِ رحمت کی تمہارے لئے فرشتوں نے۔ (جابر[١٧]) ابو الہیثم بن تیہان نے کھانا تیار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کو مدعو کیا پس جب سب حضرات (کھانے سے) فارغ ہولئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے بھائی کو (اس احسان ضیافت کا) معاوضہ دو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کے معاوضہ کی کیا صورت؟ فرمایا جب کسی کے گھر جاکر کھانا کھایا اور پانی پیا جائے تو اس کے لئے دُعا کیا کرو کہ اللہ تمہیں زیادہ دے اور روزی میں برکت بخشے (بس یہی اس کا معاوضہ ہے) (د)۔ (ابوسعید[١٨]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نیا کپڑا پہنتے

ادعیۃ رؤیۃ الھلال وعند الرعد والسحاب والریح العطاس ودعاء عرفۃ ولیلۃ القدر

(طلحۃ بن عبید اللہ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال قال اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ ۔ للترمذی (قتادۃ) بلغہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رأی الھلال قال ھِلَالُ خَیْرٍ وَّرُشْدٍ ھِلَالُ خَیْرٍ وَّرُشْدٍ ھِلَالُ خَیْرٍ وَّرُشْدٍ اٰمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ ثلاث مرات ثم یقول اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَھَبَ بِشَھْرِ کَذَا وَجَاءَ بِشَھْرِ کَذَا ۔ لابی داود (ابن عمر) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سمع صوت الرعد والصواعق قال اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ ۔ للترمذی (عائشۃ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا عصفت الریح قال اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ ۔ للشیخین والترمذی (وعنھا) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأی ناشیا فی افق السماء ترک العمل وان کان فی صلوۃ خففھا ثم یقول اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا فان مطر قال اَللّٰھُمَّ صَیِّبًا ھَنِیْئًا ۔ (ابو ھریرۃ) رفعہ: الریح

تو فرماتے الٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ پہنایا اور (یہ کی جگہ اس کا نام لیتے کہ کورتہ یا عمامہ یا چادر) الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اس کی خوبی اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے۔ اس کی خوبی (کہ خرد برد سے امان ملے اور تیری عبادت میں استعمال ہو) اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے اور جس غرض کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی برائی سے (کہ سبب تکبر و نخوت نہ بنے اور معصیت میں استعمال نہ ہو) ت د (عمر[19]) فرمایا جب کوئی نیا کپڑا پہنا اور کہا کہ شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے پہنایا جس سے میں شرمگاہ کو چھپاؤں اور زندگی میں زینت حاصل کروں اس کے بعد استعمال شدہ کپڑے کو خیرات کر دیا تو وہ بحالت حیات و موت اللہ کی حمایت اللہ کی حفاظت اور اللہ کی پردہ پوشی میں رہے گا۔ (ت) (ابو رافع[20]) جب کسی کا کان بجے تو مجھے یاد کرے اور مجھ پر درود بھیجے اور کہے اللہ خیر کے ساتھ یاد کرے اس کو جس نے مجھے خیر سے یاد کیا (طب بز) **ف** گویا کان کی جھنجھناہٹ یاددہانی ہے درود وسلام کی۔ (انس[21]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آئینہ میں نظر فرماتے تو کہا کرتے شکر ہے اللہ کا جس نے میرا ہر عضو معتدل اور مجھے خوبصورت بنایا اور دوسروں میں جو عیب ڈالا مجھے اس سے بے عیب رکھا (بز)

چاند دیکھنے اور گرج وابر و باد اور چھینکنے کیوقت کی دعائیں اور عرفہ و شب قدر کی دعا

(طلحہ بن عبید اللہ[1]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ماہ نو کا چاند دیکھتے تو فرماتے یا اللہ اسکو ہم پر برکت وایمان اور سلامتی واسلام کے ساتھ چمکا۔ (کہ سارا مہینہ دینی و دنیوی ترقیات میں گذرے) میرا رب اور (اے چاند) تیرا رب اللہ ہے۔ (ت)۔ (قتادہ[2]) کو یہ حدیث پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ماہ نو کا چاند دیکھتے تو تین مرتبہ فرماتے کہ چاند بہبودی اور ہدایت کا (ہو جیو) اور تین مرتبہ یہ کہ ایمان لایا میں اس پر جس نے تجھے پیدا کیا۔ اور پھر فرماتے شکر ہے اللہ کا جو فلاں مہینہ لے گیا اور فلاں مہینہ لایا (یعنی مہینہ کا نام لیتے مثلاً محرم کو ختم کیا اور ماہ صفر لے آیا) د (ابن عمر[3]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کڑک اور گرج کی آواز سنتے تو کہتے یا اللہ

قال السید عبد اللہ والاخیار المراد ای الریح او کان من نسیم الریح البادیۃ من غضب اللہ تعالی ایجادا او اختصا ما ۱۲

من روح الله تأتي بالرحمة وتأتي بالعذاب فاذا رأيتموها فلا تسبوها واسئلوا الله خيرها واستعيذوا بالله من شرها۔ ہما لابی داود (وعنہ) اذا عطس احدکم فليقل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وليقل له اخوه او صاحبه يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فاذا قال له يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فليقل يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ۔ للبخاری وابی داود (سالم بن عبيد) وقد عطس رجل فقال اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ فقال له سالم وعليك وعلى امك ثم قال له لعلك وجدت مما قلت لك؟ قال وددت انك لم تذكر امي بخير ولا شر قال سالم انما قلت لك كما قال النبي صلى الله عليه وسلم بينا نحن عنده اذ عطس رجل فقال السلام عليكم فقال صلى الله عليه وسلم وعليك وعلى امك ثم قال اذا عطس احدكم فليقل اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وليقل له من يرد عليه يَرْحَمُكَ اللّٰهُ وليرد عليه يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ۔ للترمذی وابی داود بلفظه (نافع) ان ابن عمر كان اذا عطس فقيل له يَرْحَمُكَ اللّٰهُ قال يَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ وَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ۔ لمالك (علی) اكثر ما دعا به النبي صلى الله عليه وسلم يوم عرفة في الموقف اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِيْ تَقُوْلُ وَخَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ وَاِلَيْكَ مَاٰبِيْ وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ

ہمیں اپنے غصہ سے قتل اور اپنے عذاب سے ہلاک نہ فرما اور اس سے قبل عافیت بخش۔ (ت)۔ (عائشہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آندھی چلنے کیوقت یہ کہا کرتے الٰہی میں تجھ سے طلب کرتا ہوں اسکی خوبی اور جو کچھ اس میں ہے اسکی خوبی اور جس کام کیلئے یہ بھیجی گئی ہے اسکی خوبی اور تیری پناہ مانگتا ہوں اسکی برائی سے اور جو کچھ اس میں ہے اسکی برائی سے اور جس غرض سے یہ بھیجی گئی ہے اسکی برائی سے۔ (ق ت)۔ (ایضاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان کے کسی کنارہ (بادل وغیرہ) اٹھتا دیکھتے تو جس کام میں مشغول ہوتے اسکو چھوڑ دیتے اور اگر نماز میں ہوتے تو اسکو ہلکا کر دیتے اور پھر فرماتے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے۔ پس اگر وہ برسنے لگتا تو فرماتے الٰہی بہنے والی رچنے والی (مبارک بارش برسا) د (ابوہریرہؓ) رفع۔ ہوا بارگاہ خدا سے آتی ہے اور کبھی رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب۔ پس جب اسکو دیکھو تو اسے برا نہ کہو بلکہ اللہ سے اسکی خوبی طلب کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو (د) (ایضاً) جب کسی کو چھینک آئے تو کہے اللہ کا شکر ہے ہر حال میں اور اسکا بھائی (سننے والا) کہے اللہ کی تم پر رحمت ہو اور جب وہ یہ کہے تو اسکو چاہیئے کہ کہے اللہ تم کو راہ راست بھی دکھائے اور تمہاری حالت درست رکھے (خ د)۔ (سالم بن عبید) ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا السلام علیکم سالم نے اسکو جواب دیا تجھ پر بھی (سلام) اور تیری ماں پر بھی۔ اس کے بعد فرمایا شاید میرے اس کہنے پر تم کو غصہ آیا اس نے کہا ہاں مناسب تھا کہ میری ماں کا ذکر نہ کرتے۔ نہ بھلائی کیساتھ نہ برائی کیساتھ۔ سالم نے کہا میں نے تم سے وہی کہا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ ہم آپکے پاس بیٹھے تھے ایک شخص کو چھینک آئی اور اس نے کہا السلام علیکم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھ پر (بھی سلام) اور تیری ماں پر بھی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب کسی چھینک آئے تو کہے شکر ہے اللہ رب العالمین کا۔ اور جواب دینے والا کہے اللہ کی تم پر رحمت۔ اور پھر یہ جواب دے اللہ بخشے ہمیں اور تمہیں (ت د) **ف** ہر دعا کا ایک خاص موقع اور ہر طاعت کا ایک محل ہوتا ہے جو پیغمبر ہی کی تعلیم سے معلوم ہو سکتا ہے اور اسی کا التزام

الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْأَمْرِ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيْئُ بِهِ الرِّيْحُ۔ للترمذی (عمرو بن شعیب) عن ابیه عن جده رفعه: افضل الدعاء یوم عرفة وافضل ماقلت انا والنبیون قبلی لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ۔ (عائشة) قلت یا رسول اللہ ان وافقت لیلة القدر ما ادعو به؟ قال قولی اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔ هما للترمذی۔

ادعیة غیر موقته وفیها الاستعاذة

(سعد) رفعه: دعوة ذی النون اذ دعا فی بطن الحوت قال لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ما دعا بها احد قط الا استجیب له۔ (ابوالدرداء) رفعه: کان من دعاء داود یقول اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَمَالِيْ وَأَهْلِيْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ وکان صلی اللہ علیه وسلم اذا ذکر داود یحدث عنه یقول اعبد البشر۔ هما للترمذی (ابوهریرة) رفعه: ان دعاء قوم یونس یا حی یا قیوم

اتباع سنت کہلاتا ہے جہاں اس سے غفلت ہوئی وہ خوبی ہاتھ سے گئی اور کرنیوالا بات بناتا ہے کہ اس میں حرج ہی کیا ہے اسی کا نام بدعت ہے اور ہادئ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے حکیمانہ طرز پر اس کا راز سمجھایا کہ چھینکنے پر السلام علیکم کہنے والا اگر کہے کہ سلام کلمۂ خیر ہی تو ہے کوئی گناہ کی بات تو نہیں پھر حرج کیا ہوا تو اس سے پوچھو کہ جواب دینے میں ماں پر سلامتی کی دعا کرنیوالے نے دعا ہی تو دی کوسا تو نہیں پھر برا کیوں مانتے ہو اگر کہو کہ یہاں ماں کا تذکرہ بے موقع ہے اس لئے طبعاً ناگوار ہے تو چھینکتے وقت بھی السلام علیکم کہنا بے موقع ہے اور شرعاً ناگوار ہے۔ مسلمان وہ ہے جو پرانی لکیر کا فقیر ہو اور شرعی ناگواری کو طبعی ناگواری سے اہم سمجھے تاکہ کیسی ہی صورت عبادت کیوں نہو اگر قرون ثلاثہ میں ثابت نہیں تو اسکو ناگوار و بے موقع سمجھے اور یہ کہہ کر کہ بتاؤ اس میں خرابی اور گناہ کیا ہے اس پر مجبور نہ کرے (نافع) حضرت ابن عمر کو جب چھینک آتی اور یرحمک اللہ کہا جاتا تو کہا کرتے اللہ کی رحمت ہو ہم پر اور تم پر اور اللہ بخشدے ہمیں اور تمہیں (ط)۔ (علی) عرفہ کے دن (۹ ذی الحجہ کو میدان عرفات میں) زیادہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مانگی ہے الٰہی تیرے لئے حمد ہے جیسی تو خود فرماتے اور بہتر اس سے جو ہم ادا کریں۔ الٰہی تیرے لئے ہے اے رب میری میراث (کہ تو ہی سب کا وارث ہے اور سب کے بعد قائم ہے) الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور سینہ کے وسوسے سے اور انتشار معاملات سے الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے جس کو ہوا لے کر آتی ہے۔ (ت، عمرو بن شعیب) اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے مرفوع روایت کرتے ہیں کہ بہترین دعا بروز عرفہ اور افضل ترین جو میں نے مانگی اور مجھ سے پہلے انبیاء نے مانگی ہے یہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ جس کا کوئی ساجھی نہیں اسیکی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے حمد اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (عائشہ) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر نصیب ہو جائے تو کیا دعا مانگوں؟ فرمایا یہ کہو۔ الٰہی بیشک تو ہی معاف کرنیوالا ہے کہ معاف کرنیکو محبوب سمجھتا ہے لہذا مجھے معافی بخش۔ (ت)

يَا حَيُّ حِيْنَ لَا حَيَّ يَا مُحْيِيْ يَا مُمِيْتُ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ؛ لرزين (عائشةؓ) رفعته: لما اهبط الله آدم
الى الارض قام وجاه الكعبة فصلى ركعتين فالهمه الله هذا الدعاء اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّيْ وَعَلَانِيَتِيْ
فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِيْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِيْ وَاَعْطِنِيْ سُؤْلِيْ وَتَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ
اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُّبَاشِرُ قَلْبِيْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَعْلَمَ اَنَّهٗ لَنْ يُّصِيْبَنِيْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِيْ وَرِضًى بِمَا
قَسَمْتَ لِيْ قال فاوحى الله اليه يا آدم قد قبلت توبتك وغفرت لك ذنبك ولن يدعوني احد بهذا
الدعاء الا غفرت له ذنبه وكفيته في المهم من امره وزجرت عنه الشيطان واتجرت له من وراء كل
تاجر واقبلت اليه الدنيا وهي راغمة وان لم يردها ؛ للاوسط بضعف (ابن مسعودؓ) رفعه : الا
اعلمكم الكلمات التي تكلم بها موسى حين جاوز البحر ببني اسرائيل ؟ فقلنا بلى يا رسول الله قال قولوا
اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ
قال عبد الله فما تركتهن منذ سمعتهن منه صلى الله عليه وسلم قال شقيق فما تركتهن منذ سمعتهن
من عبد الله قال الاعمش فما تركتهن منذ سمعتهن من شقيق قال الاعمش فاتاني آت في منامي
فقال يا سليمان زدني هؤلاء الكلمات وَنَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى فَسَادٍ فِيْنَا وَنَسْئَلُكَ صَلَاحَ اَمْرِنَا كُلِّهٖ ؛
للاوسط والصغير بخفي (عمرؓ) رفعه : من رأى صاحب بلاء فقال اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ عَافَانِيْ

وہ دعائیں جن کا کوئی وقت مقرر نہیں اور ان میں اعوذ بھی شامل ہے

(سعدؓ) رفع. ذوالنون (یعنی حضرت یونس نبیؑ) نے جب مچھلی کے پیٹ میں دعا مانگی تو یہ کہا تھا کوئی معبود نہیں
مگر تو. پاک ہے تو. بیشک میں (نفس پر) ظلم کرنیوالوں میں بن گیا. کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے اسطرح دعا
مانگی ہو اور قبول نہ ہوئی ہو. (ابو درداءؓ) رفع. حضرت داؤد کی دعا یہ تھی الٰہی میں تجھ سے طلب کرتا ہوں تیری
محبت اور اس کی محبت جسے تیری محبت ہو اور اس عمل کی محبت جو مجھے تیری محبت تک پہونچا دے. الٰہی اپنی
محبت کو مجھے میری جان و مال اور اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پیارا بنا دے. اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت داؤد کا ذکر فرماتے تو (ان کے متعلق) کہا کرتے (اپنے زمانہ میں) ہر بشر سے زیادہ
عبادت گذار (تھے). (ابو ہریرہؓ) رفع. حضرت یونس کی قوم (جب آثار عذاب دیکھ کر پریشان ہوئی تو اگلی)
دعا یہ تھی اے زندہ اے قائم اے زندہ رہنے والے جبکہ کوئی بھی زندہ نہ رہے. اے جلانے والے اے مارنے والے
اے صاحب جلال واکرام. (رزین). (عائشہؓ) رفع. جب حق تعالیٰ نے آدم کو زمین پر اتارا تو انہوں نے کعبہ کے
سامنے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پس اللہ نے ان کو یہ دعا الہام فرمائی الٰہی تو واقف ہے میرے چھپے اور
کھلے سے پس میری معذرت قبول فرمالے اور (تو آگاہ ہے میری حاجت سے پس میرا مطلوب مجھے عطا فرما دے
اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے پس میرا گناہ بخشدے. الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں ایسا ایمان جو میرے
دل میں گھل مل جائے اور سچا یقین تاکہ جان لوں کہ مجھے کوئی مصیبت نہیں پہونچ سکتی مگر وہی جو تو لکھ چکا
اور لکھتا ہوں) رضا اس پر جو تو نے میری قسمت میں رکھا ہے آنحضرتؐ نے فرمایا پس اللہ نے وحی بھیجی کہ
اے آدم میں نے تیری توبہ قبول کرلی اور تیرا گناہ بخشدیا اور جو کوئی بھی یہ دعا مانگے گا میں اس کا گناہ بخشدونگا
اور اس کی ہر مہم میں اسکو کافی ہو جاؤں گا اور شیطان کو اس سے دور رکھوں گا اور ہر تاجر سے زیادہ اسکی

[illegible]

مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِي عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا عوفی من ذلك البلاء كائنًا ما كان ما عاش ؛
للترمذی (ابو هريرةؓ) كان النبی صلی الله عليه وسلم يقول فی دعائه اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيَ الَّذِيْ
هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ وَاَصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِيَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَادِيْ
وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ ؛ لمسلم (وعنهؓ)
رفعه: اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ بِمَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ ؛ (وعنهؓ) دعاء حفظته من النبی صلی الله عليه وسلم لا ادعه اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ
اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نُصْحَكَ وَاَحْفَظُ وَصِيَّتَكَ ؛ (وعنهؓ) رفعه: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ
بِسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ يَّظْلِمُنِيْ وَخُذْ مِنْهُ ثَارِيْ ؛ (وعنهؓ)
ان رجلا قال يا رسول الله سمعت دعائك الليلة وكل الذی وصل الی منه انك تقول اَللّٰهُمَّ
اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ قال فهل تراهن تركن شيئًا ؛
هی للترمذی (انسؓ) كان اكثر دعاء النبی صلی الله عليه وسلم اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ

تجارت میں نفع دوں گا اور دنیا اسکی طرف بھیجوں گا کہ وہ ذلیل و مطیع بن کر اسکے پاس آئیگی اگرچہ وہ اس کا خواہشمند نہ ہوگا۔ (د)۔ (ابن مسعودؓ) فع۔ کہو تو وہ کلمات تم کو تعلیم کروں جو موسیٰؑ نے اس وقت کہے تھے جبکہ بنی اسرائیل کو لیکر دریا کو عبور کیا تھا۔ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا کہو اے اللہ تیرے لئے حمد ہے اور تجھ ہی سے (ہر مصیبت اور ہر دشمن کی) شکایت کیجاتی ہے اور تجھ ہی سے مدد چاہی جاتی ہے اور نہ سکت ہے نہ طاقت مگر اللہ برتر و بزرگ سے۔ عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں پس میں نے اس دعا کا (پڑھنا) کبھی نہیں چھوڑا جب سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ شقیق (جو حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں وہ) فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اسکو کبھی نہیں چھوڑا جب سے اسکو عبد اللہ بن مسعودؓ سے سُنا ہے اور اعمش (جنہوں نے شقیق سے روایت کی ہے) کہتے ہیں کہ میں نے اسکو نہیں چھوڑا جب سے اسکو شقیق سے سُنا ہے۔ اعمش (یہ بھی کہتے ہیں کہ مجھ سے خواب میں ایک (غیبی بزرگ) نے کہا کہ اے سلیمان ان کلمات میں یہ اور بڑھا لو اور ہم تیری مدد چاہتے ہیں اس خرابی کے مقابلہ میں جو ہمارے اندر ہے اور ہم تجھ سے اپنے ہر کام میں درستی کی درخواست کرتے ہیں۔ (ص)۔ (عمرؓ) فع۔ جو شخص کسی مبتلا آفت (مثلاً کوڑھی اندھے یا مصیبت زدہ) کو دیکھے اور کہے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے محفوظ رکھا اس (کلفت) سے جس میں تجھے مبتلا فرمایا اور اپنی پیدا کردہ بہتیری مخلوق پر مجھے فضیلت بخشی۔ تو وہ عمر بھر اس بلا سے محفوظ رہے گا کچھ ہی بلا کیوں نہ ہو (ت)۔ (ابو ہریرہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اس طرح کہا کرتے تھے الٰہی میرا دین درست فرما جو میرے ہر کام کا محافظ ہے اور میری دنیا درست فرما جس میں میری گذران ہے اور میری آخرت درست فرما جہاں مجھے لوٹ کر جانا ہے اور زندگی کو میرے لئے بھلائی کی زیادتی کا اور موت کو ہر قسم کی بُرائی سے راحت کا سبب بنا۔ (س)۔ (ایضاً) فع۔ الٰہی جتنا تو نے مجھے علم دیا ہے اس سے مجھے نفع بخش (یعنی توفیق عمل دے) اور جو بات میرے لئے نافع ہو اس کا علم بخش اور علم میں بیشی عطا فرما۔ اللہ کا شکر ہے جس حال میں بھی رکھے اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں دوزخیوں کے حال سے۔ (ایضاً) میں نے ایک دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ؛ للشيخين وابی داود (وعنه) ان رجلا قال یا رسول الله ای الدعاء افضل؟ قال
سل ربك العافية والمعافاة فی الدنیا والآخرة ثم اتاه فی الیوم الثانی فقال ای الدعاء افضل؟
فقال له مثل ذلك ثم اتاه الیوم الثالث فقال له مثل ذلك قال فاذا اعطیت العافیة فی الدنیا
واعطیتها فی الآخرة فقد افلحت ؛ للترمذی (وعنه) ان النبی صلی الله علیه وسلم عاد رجلا من
المسلمین قد خفت فصار مثل الفرخ فقال صلی الله علیه وسلم له هل کنت تدعو الله بشیء او تسأله ایاه؟
قال نعم کنت اقول اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيْ بِهٖ فِي الْاٰخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِيْ فِي الدُّنْيَا فقال له سبحان الله لا
تطیقه ولا تستطیعه افلا قلت اَللّٰهُمَّ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ
النَّارِ فدعا الله به فشفاه الله ؛ لمسلم والترمذی (وعنه) رفعه: من سأل الله الجنة ثلاثا قالت
الجنة اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ جَنَّتِيْ ومن استجار بالله من النار ثلاثا قالت النار اَللّٰهُمَّ اَجِرْهُ مِنَ النَّارِ ؛
للترمذی والنسائی (ابن عباس) رفعه: رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَانْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ

سے یاد کی ہے جس کا پڑھنا میں کبھی نہیں چھوڑتا (وہ یہ ہے) الٰہی مجھے ایسا بنا کہ تیرا بہت بہت شکر اور
تیرا بکثرت ذکر کروں اور تیری نصیحت کا تابع رہوں اور تیری تاکید کو یاد رکھوں (ایضاً) فع. الٰہی
بہرہ مند بنا مجھے میری شنوائی اور بینائی سے اور ان دونوں کو میرا وارث بنا دکہ اخیر عمر تک قائم رہیں
اور میری مدد فرما اس کے مقابلہ میں جو مجھ پر ظلم کرے اور اس سے میرا انتقام لے لے. (ت) ف
خود انتقام نہ لینا ایک شفقت ہے اور حق تعالیٰ سے اس کی درخواست کرنا دوسری شفقت ہے
کہ دنیا میں انتقام مل گیا تو اخروی سزا سے چھٹکارا پا جائے گا ورنہ وہاں کا انتقام ناقابلِ برداشت
ہے. (ایضاً) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ رات میں نے آپ کی دعا کو سنا اور جتنا بھی مجھے پہونچا
وہ سب یہ ہے کہ آپ کہہ رہے تھے الٰہی میرے گناہ بخش دے اور میری رائے (اور میرے رزق میں) وسعت
بخش اور جو رزق مجھے عطا فرمائے اس میں برکت دے. فرمایا دیکھا تم نے کیا کوئی چیز رہ گئی (جو مانگ
نہ لی گئی ہو) (ت) (انس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر دعا یہ ہوتی تھی الٰہی ہمیں دنیا میں بھی بھلائی
عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی اور ہم کو بچا عذاب دوزخ سے (ق د) (ایضاً) ایک شخص نے عرض
کیا یا رسول اللہ کون سی دعا افضل ہے؟ فرمایا اپنے رب سے (دین و دنیا دونوں جہان میں) عافیت
اور معافی کی درخواست کر. پھر وہ دوسرے دن آپ کے پاس آیا اور کہا کون سی دعا افضل ہے تو آپ
نے وہی جواب دیا. پھر تیسرے دن آیا تو آپ نے یہی فرمایا (او) فرمایا کہ جب تجھکو دنیا میں بھی عافیت
مل گئی اور آخرت میں بھی تو تو نے ہر قسم کی فلاح پالی (ت). (ایضاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایک بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لائے جو کمزوری کی وجہ سے اچپ پڑ گیا اور چوزۂ مرغ کی طرح
ہو گیا تھا. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تو اللہ سے کوئی (خاص) دعا مانگا کرتا تھا؟
کہا ہاں میں یہ عرض کیا کرتا تھا کہ الٰہی جو کچھ کبھی تو مجھے آخرت میں سزا دینا چاہتا ہے وہ مجھے دنیا ہی میں
دے لے. آپ نے فرمایا سبحان اللہ اس کی تو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا. تو نے اس طرح کیوں نہ
عرض کیا کہ الٰہی ہمیں دنیا میں بھی ہر قسم کی خوبی عطا فرما اور آخرت میں بھی ہر قسم کی خوبی اور ہم کو محفوظ

عَلَيَّ وَامْكُرْ لِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى لِيْ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَاكِرًا لَكَ ذَاكِرًا لَكَ رَاهِبًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُنِيْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَسَدِّدْ لِسَانِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ صَدْرِيْ؛ لا بل داود والترمذی (وعنہ[۱۳]) رفعہ: اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ؛ للشیخین (ابوبکر[۱۴]) قام علی المنبر ثم بکی فقال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام اول علی المنبر ثم بکی فقال سلوا اللہ العفو والعافیۃ فان احدًا لم یعط بعد الیقین خیرًا من العافیۃ (عمر[۱۵]) علمنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال قل: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَرِيْرَتِيْ خَيْرًا مِّنْ عَلَانِيَتِيْ وَاجْعَلْ عَلَانِيَتِيْ صَالِحَةً اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِي النَّاسَ مِنَ الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَالْوَلَدِ غَيْرِ الضَّالِّ وَالَا الْمُضِلِّ؛ هما للترمذی (علی[۲۰]) رفعہ: قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ وَسَدِّدْنِيْ وَاذْكُرْ بِالْهُدٰى هدايتك الطريق وبالسداد سداد السهم؛ لمسلم (ابوموسٰی[۲۱]) رفعہ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ وَمَا اَنْتَ

رکھ دوزخ کے عذاب سے۔ چنانچہ اس نے اللہ سے یہی دعا مانگی پس اللہ نے اس کو شفا بخشی (س ت)

ف دُنیا ہو یا آخرت اللہ کریم کے لطف وفضل کا دونوں جہاں کی تکلیفوں سے بچا لینا کوئی بڑی بات نہیں پھر ایسی کمزور دنیا تمام دُعا کیوں مانگے جس میں اس کے عذاب کی درخواست ہو حالانکہ اس کے ادنیٰ عذاب کی برداشت سے بھی بندہ عاجز ہے (ایضاً[۱۵]) فع: جس نے اللہ سے تین مرتبہ جنت میں جانے کی درخواست کی تو جنت کہتی ہے الٰہی اسکو میرے باغات میں داخل فرما۔ اور جس نے تین مرتبہ دوزخ سے پناہ مانگی تو دوزخ کہتی ہے الٰہی اسکو دوزخ سے محفوظ رکھ (ت ن م۔ (ابن عباس[۱۶]) فع۔ اے میرے پروردگار میری مدد فرما (دشمن کے مقابلہ میں) اور (دشمن کی) مدد نہ فرما میرے مقابلہ میں۔ اور فتح نصیب کر مجھے اور نہ فتحیاب کر (دشمن کو) میرے مقابلہ میں۔ اور تدبیر فرما میرے مفید اور نہ تدبیر فرما میرے مضر۔ اور مجھے راہِ راست دکھا اور آسان فرما میرے لئے راہِ راست پر چلنا اور مجھے غالب کر اس پر جو زیادتی کرے مجھ پر۔ یارب مجھے اپنا شکر گذار بنا اپنا ذکر کرنیوالا بنا اپنا خائف بنا اور اپنا نہایت فرمانبردار اور اپنی طرف جھکنے والا آہ وزاری کرنیوالا بنا۔ ای رب میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ کو دھو ڈال اور میری دُعا کو مقبول بنا اور میری دلیل کو ثابت بنا (کہ امر حق کو مخالفین کے سامنے مدلل کرسکوں) اور میری زبان کو سیدھا رکھ (کہ کجی اور کذب اختیار نہ کرے) اور میرے قلب کو راستی عطا فرما (کہ غلط عقیدہ اور فاسد خیالات کو قبول نہ کرے) اور میرے سینہ کا میل کچیل کھینچکر نکال لے۔ (د ت) (ایضاً[۱۷]) فع۔ الٰہی مجھے تیرا مطیع بنا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسہ کیا اور تیری طرف جھکا اور تیری خاطر (دشمنوں سے) لڑا جھگڑا۔ الٰہی میں تیری شانِ عزت کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھے گمراہ نہ بنائے کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔ تو زندہ ہے جس کو موت نہیں اور تمامی جنات وانسان کو موت آنی ہے۔ (ق)۔ (ابوبکر[۱۸]) ممبر پر کھڑے ہوئے اور

ہوئے ... کھڑے ہوئے اور

اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جِدِّيْ وَهَزْلِيْ وَخَطَائِيْ وَعَمْدِيْ فَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ
مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ
وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ؛ للشيخين (عبد اللہ[32] بن يزيد الخطمی) رفعه: اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ
وَحُبَّ مَنْ يَّنْفَعُنِيْ حُبُّهٗ عِنْدَكَ اَللّٰهُمَّ مَا رَزَقْتَنِيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ قُوَّةً لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ وَمَا زَوَيْتَ
عَنِّيْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْهُ فَرَاغًا لِّيْ فِيْمَا تُحِبُّ ؛ (عمران[33] بن حصين) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لابی يا حصين كم تعبد اليوم الٰهًا؟ قال سبعة ستة فی الارض وواحد فی السماء قال فايهم تعد
لرهبتك ورغبتك؟ قال الذی فی السماء قال يا حصين اما انك لو اسلمت علمتك كلمتين تنفعانك
فلما اسلم حصين قال يا رسول الله علمنی الكلمتين اللتين وعدتنی قال قل اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ
وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ ؛ (ام[34] سلمة) ان اكثر دعاء النبی صلى الله عليه وسلم اذا كان عندها يَا
مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ قالت فقلت يا رسول الله ما اكثر دعائك بهذا قال يا ام سلمة
انه ليس آدمی الا قلبه بين اصبعين من اصابع الله فمن شاء اقام ومن شاء ازاغ ؛ هی للترمذی
(طارق[35] بن اشيم) كان الرجل اذا اسلم علمه النبی صلى الله عليه وسلم الصلوٰة ثم امره ان يدعو بهؤلاء الكلمات
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ ؛ لمسلم (عائشة[36]) رفعته: اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ
جَسَدِيْ وَعَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ وَعَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ مِنِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ
سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؛ للترمذی (وعنها[37]) رفعته: اَللّٰهُمَّ

روئے اور فرمایا کہ اللہ سے معافی اور عافیت کی درخواست کرو کہ (یقین اور ایمان کے بعد) عافیت سے
بہتر کسی کو کوئی نعمت نہیں دی گئی (عمر[19]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (ایک دعا) تعلیم فرمائی کہ کہو
الٰہی بنا میرے باطن کو بہتر میرے ظاہر سے اور میرا ظاہر بھی شائستہ بنا۔ یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں خوبی اُن
چیزوں کی جو تو اہل اور مال واولاد (کی جنس) سے لوگوں کو عطا فرماتا ہے کہ نہ خود گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کنندہ
(ت)۔ (علی[20]) فع۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو فرمایا کہ کہو الٰہی مجھے راہِ راست دکھا اور سیدھا رکھ مجکو
اور دھیان کرو راہِ راست (کی درخواست) میں سیدھے رستہ چلنے کا اور سیدھا رکھنے (کی طلب) میں تیر کے
سیدھا ہونیکا (س) ف یعنی ہدایت کا سوال کرتے وقت کہ امر معنوی ہے تصور کرو ظاہری راستہ کا کہ
امرِ حق کی مجھے ایسی رہنمائی حاصل ہو جیسے مُسافر سیدھی بٹیا پر چلتا ہے کہ وہی منزلِ مقصود پر پہونچتا ہے
اور اعمال وعقائد اور رفتار وگفتار میں ایسا سیدھا رکھ جیسے تیر ہوتا ہے کہ ذرہ برابر بھی اس میں کجی ہو تو نشانہ
پر نہیں لگتا اس طرح پر امر معنوی کا سوال یقین اور انشراح کیساتھ ہوگا کہ طبیعت انسانیہ نظائر و مشاہدات سے
جلد سبق لیتی ہے (ابو موسیٰ[21]) فع، یا اللہ بخشدے میری خطا اور میری جہالت اور میری زیادتی کو جو میرے کام
میں پیش آئی اور (وہ گناہ) جن کا میری بہ نسبت تجھکو زیادہ علم ہے۔ یا اللہ بخشدے (کسی گناہ کا) میرا بالقصد کرنا
اور ہنسی سے کرنا اور نادانستہ کرنا اور جان بوجھ کر کرنا اور یہ سب میرے پاس موجود ہیں (اس لئے ان کے بخشے
جانے کا اوپری اور ذرضی نہیں ہے) یا اللہ بخشدے جو گناہ میں نے پہلے کئے اور جو پیچھے کئے اور جو چھپکر کئے
اور جو علانیہ کئے اور جنکا علم تجھکو مجھ سے زیادہ ہے۔ تو ہی (جسکو چاہے نیک توفیق دے کر) آگے بڑھانے والا ہے

اَغْسِلْ خَطَايَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِیْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ. للنسائی (ام سلمة[21]) رفعته: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَا شَیْئَ قَبْلَكَ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَا شَیْئَ بَعْدَكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ نَاصِيَتُهَا بِيَدِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْاِثْمِ وَالْكَسَلِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الْغِنٰی وَفِتْنَةِ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنْ خَطَايَایَ كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِیْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ هٰذَا مَا سَاَلَهٗ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ الْمَسْئَلَةِ وَخَيْرَ الدُّعَاءِ وَخَيْرَ النَّجَاحِ وَخَيْرَ الْعَمَلِ وَخَيْرَ الثَّوَابِ وَخَيْرَ الْحَيَاةِ وَخَيْرَ الْمَمَاتِ وَثَبِّتْنِیْ وَثَقِّلْ مَوَازِيْنِیْ وَارْفَعْ دَرَجَتِیْ وَتَقَبَّلْ صَلَاتِیْ وَاغْفِرْ خَطِيْئَتِیْ وَاَسْاَلُكَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّةِ اٰمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ اٰمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فُعِلَ وَخَيْرَ مَا عُمِلَ وَخَيْرَ مَا بَطَنَ وَخَيْرَ مَا ظَهَرَ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّةِ اٰمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ اَنْ تَرْفَعَ ذِكْرِیْ وَتَضَعَ وِزْرِیْ وَتُصْلِحَ اَمْرِیْ وَتُطَهِّرَ قَلْبِیْ وَتُحَصِّنَ فَرْجِیْ وَتُنَوِّرَ قَلْبِیْ وَتَغْفِرَ ذَنْبِیْ وَاَسْاَلُكَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی مِنَ الْجَنَّةِ اٰمِيْنَ اَللّٰهُمَّ نَجِّنِیْ مِنَ النَّارِ. للاوسط (ابن ابی اوفی[29]) رفعه: اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِیْ مِنَ الذُّنُوْبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنْهَا كَمَا يُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِیْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ. للنسائی (وعنه[30]) دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الاحزاب فقال اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اِهْزِمِ

اور (تو ہی جسکو چاہے اپنے فضل و رحمت سے) پیچھے ڈالنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے (ق)۔ (عبداللہ بن یزید خطمی[32]) رفع: الٰہی مجھے نصیب فرما اپنی محبت اور اسکی محبت کہ جسکی محبت تیرے ہاں مجھے نفع بخشے۔ الٰہی جو کچھ میری پسندیدہ چیزوں میں تو نے مجھے عطا فرما رکھا ہے اسکو سبب قوت بنا اس کے متعلق جو تجھکو پسند ہیں اور جو چیز میری پسندیدہ چیزوں میں تو نے مجھ سے سمیٹ رکھی ہے تو اسکو سبب فراغت بنا اس کے متعلق جو تو دوست رکھتا ہے۔ (ت) ف یعنی مال و صحت و راحت جو بھی دنیوی نعمتیں تو نے عطا فرمائی ہیں ان کو اپنی طاعت میں خرچ کرا کہ تیری شکر گذار رہوں اور جو نعمتیں کسی مصلحت سے عطا نہیں فرمائیں ان سے مجھے فارغ البال بنا کہ انکی ہوس اور طلب میں دل نہ لگے اور صبر و رضا کیساتھ تیری عبادت میں لگا رہوں کہ فقیر صابر بنوں۔ (عمران[22] بن حصین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد حصین سے (جبکہ وہ حالت کفر میں تھے) دریافت کیا کہ اے حصین آج کتنے معبودوں کی پرستش کر رہے ہو؟ کہا سات کی کہ چھ (اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے) جو زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں۔ فرمایا خوف اور رغبت کے لئے ان میں کس کو تجویز کر رکھا ہے؟ کہا اسکو جو آسمان میں ہے۔ فرمایا دیکھو اگر تم اسلام لے آئے تو دو کلمے تمہیں تعلیم کروں گا جو تم کو نفع دیں پس جب کچھ (دنوں بعد) حصین اسلام لے آئے تو کہا کہ یا رسول اللہ وہ دو کلمے مجھے بتا دیجئے جن کا آپ نے وعدہ کیا تھا فرمایا وہ یہ ہیں (الٰہی مجھے راہ صواب القا فرما اور مجھے نفس کی شرارت سے بچائے رکھ (ت) (ام سلمہ[24]) اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ان کے پاس رہتے وقت یہ ہوتی تھی۔ اے دلوں کو ادلنے بدلنے والے میرے قلب کو اپنے دین پر جمائے رکھ۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ دعا بہت زیادہ مانگا کرتے ہیں فرمایا اے ام سلمہ ہر آدمی کا قلب اللہ کی دو انگلیوں میں ہے کہ جسکو چاہے سیدھا رکھے اور جسے چاہے ٹیڑھا کر دے (اس لئے اس کی قدرت و بے نیازی سے خائف ہو کر ہر بندہ کو دین پر ثابت قدم رہنے کی دعا مانگنا ضروری ہے۔

الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ ۔ للشیخین والترمذی (مالک[ا]) بلغہ، ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعو اللّٰهُمَّ
اِنِّیْ اَسْاَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِیْنِ وَاِذَا اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ غَیْرَ
مَفْتُوْنٍ ۔ (یحیی[۲۴] بن سعید) ارسلہ، اَللّٰهُمَّ فَالِقَ الْاِصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّیْلِ سَكَنًا وَّالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا اِقْضِ
عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ وَاَمْتِعْنِیْ بِزَوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَبِاَبِیْ اَبِیْ سُفْیَانَ وَبِاَخِیْ مُعَاوِیَةَ فقال
سألت اللہ لآجال مضروبۃ وایام معدودۃ وارزاق مقسومۃ لن یعجل شیئا منھا قبل اجلہ ولا یؤخر ولو کنت
سألت اللہ ان یعیذک من عذاب فی النار وعذاب فی القبر کان خیرا وافضل ۔ لمسلم (علی[ع]) ان مکاتبا جاءہ
فقال انی عجزت من مکاتبتی فاعنی قال الا اعلمک کلمات علمنیھن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کان علیک مثل
جبل صبیر دینا اداہ اللہ عنک قل اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ۔ للترمذی
(معاذ[۲۶]) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم افتقدہ یوم الجمعۃ فلما صلی اتی معاذا فقال یا معاذ مالی لم ارک؟ فقال یا رسول
اللہ لیھودی علی وقیۃ من تبر فخرجت الیک فحبسنی عنک فقال لہ یا معاذ الا اعلمک دعاء تدعو بہ فلو کان علیک

(ت) (طارق[۲۱] بن اشیم) جب کوئی آدمی اسلام لایا کرتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اسکو نماز پڑھنا سکھاتے اور پھر یہ
دعا پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے الٰہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور میری رہنمائی کر اور مجھے عافیت بخش اور مجھے روزی دے
(س) (عائشہ[۲۲]) فع۔ الٰہی تندرستی بخش میرے بدن میں اور سالم رکھ میری شنوائی کو اور سالم رکھ میری بینائی کو اور انکو میرا وارث
بنا (کہ آنکھ کان رکھتا ہوا دنیا سے اٹھوں) کوئی معبود نہیں مگر اللہ حلم اور کرم والا بے عیب ہے اللہ پروردگار عرش عظیم کا اور تعریف
مخصوص ہے اللہ رب العلمین کیلئے۔ (ت) (ایضاً[۲۴]) فع یا اللہ میری خطاؤں کو دھو دے برف اور اولے کے پانی سے اور میرے دلکو
صاف کر دے خطاؤں سے جسطرح تو صاف کر دیتا ہے سفید کپڑے کو میل سے (ی) (ام سلمہ[۲۵]) فع۔ الٰہی تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی
چیز نہیں اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کوئی چیز نہیں میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر جاندار کے شر سے جسکی پیشانی تیرے ہاتھ
میں ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ اور کاہلی اور عذاب قبر اور فتنہ تونگری و فتنہ تنگدستی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں
گناہ اور ڈنڈ سے۔ الٰہی مجھے خطاؤں سے صاف کر دے جیسے سفید کپڑے کو تو نے میل سے صاف کر دیا ہے۔ الٰہی دوری ڈالدے
میرے اور میری خطاؤں کے درمیان جیسی تو نے دوری ڈالی ہے مشرق اور مغرب کے درمیان۔ یہ درخواست ہے جو محمد[م] نے
اپنے رب سے کی ہے۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں بہتر درخواست اور بہتر دعا اور بہتر کامیابی اور بہتر عمل اور بہتر جینا اور بہتر مرنا
اور مجھے اپنی اطاعت پر قائم رکھ اور میری ترازو کو وزنی بنا (کہ اعمال خیر زیادہ ہوں) اور میرا درجہ بلند کر اور میری نماز
قبول فرما اور میری خطا بخشدے۔ اور میں تجھ سے طلب کرتا ہوں جنت کے بالا درجے۔ آمین۔ الٰہی میں تجھ سے جنت (میں داخل
ہونے) کی درخواست کرتا ہوں قبول فرما الٰہی میں تجھ سے سائل ہوں بہترین افعال و بہترین اعمال کا اور اچھے باطن اور
اچھے ظاہر کا اور جنت کے بلند درجات کا آمین۔ الٰہی میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرا ذکر بلند فرما اور میرا بوجھ اتار دے
اور میرے ہر کام کو درست اور میرے دلکو پاک کر اور شرم گاہ کی (زنا سے) حفاظت فرما اور میرے قلب کو منور بنا اور
میرے گناہ کو بخشدے اور میں تجھ سے جنت کے اعلیٰ درجات مانگتا ہوں۔ قبول فرما الٰہی مجھے دوزخ سے نجات بخش۔
(د) (ابن ابی اوفی[۲۹]) فع۔ الٰہی مجھے پاک کر دے گناہوں سے۔ الٰہی مجھے ان سے صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا صاف کر دیا
جاتا ہے میل سے۔ الٰہی مجھے پاک فرما بذریعہ برف اور اولے اور آب سرد کے۔ (ی) (ایضاً[۳۰]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے (غزوہ خندق کے دن کافروں کی) جماعتوں پر (اس طرح دعا فرمائی اے اللہ اتارنے والے کتاب کے جلد

من الدین مثل صبیر اداہ اللہ عنک وصبیر جبل بالیمن فادع اللہ یا معاذ قل اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ الی وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا تُعْطِی مَنْ تَشَاءُ مِنْھُمَا وَتَمْنَعُ مَنْ تَشَاءُ اِرْحَمْنِیْ رَحْمَۃً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ ؛ للکبیر وفیہ نصر بن مرزوق (عثمان بن حنیف)[۳۶] ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی فقال ان شئت دعوت ان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ فامرہ ان یتوضأ فیحسن الوضوء ویدعو بھذا الدعاء اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیْ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ ؛ للترمذی (ابوھریرۃ)[۳۷] اتت فاطمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسألہ خادما فقال لھا ما عندی ما اعطیک فرجعت فاتاھا بعد ذلک فقال الذی سألت احب الیک او ما ھو خیر منہ فقال لھا علی قولی لا بل ما ھو خیر منہ فقالتہ فقال قولی اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ ؛ للقزوینی (ابو امامۃ)[۳۸] دعا النبی صلی

لینے والے حساب کے ان فوجوں کو شکست دے۔ الٰہی انکو ہزیمت بخش اور ان کو جھڑ جھڑا ڈال (ق ت)۔ (مالک)[۳۱] کو یہ حدیث پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے الٰہی میں تجھ سے نیکیاں کرنے اور بدیوں کو چھوڑنے اور مساکین کے ساتھ محبت رکھنے کی درخواست کرتا ہوں اور (یہ کہ) جب تو لوگوں پر فتنہ اور (عذاب نازل فرمانا) چاہے تو مجھے فتنہ میں ڈالے بغیر اپنی طرف اٹھا لیجیو (یحییٰ بن سعید)[۳۲] سل۔ اے اللہ پھاڑنیوالے صبح کے (کہ اس کے حکم سے پو پھٹ کر صبح نمودار ہوتی ہے) اور رات کو سبب سکون بنانیوالے (کہ ہر تھکا ماندہ اس میں سو کر تعب دور ہو جاتا ہے) اور آفتاب و ماہتاب کو شمار (کا آلہ) قرار دینے والے (کہ مہینہ اور سال کے حساب کا مدار انہیں پر رکھا ہے) میرا قرض ادا فرما دے اور میری تنگدستی کو تونگری سے بدل دے اور میری شنوائی اور بینائی اور طاقت کو اپنے راستہ میں (خرچ کرنے سے) مجھے بہرہ یاب فرما۔ (ط) (ام حبیبہ)[۳۳] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سنا کہ دعا مانگ رہی تھی الٰہی مجھے بہرہ یاب رکھ میرے شوہر پیغمبر خدا سے اور میرے باپ ابوسفیان اور معاویہ سے (کہ تینوں زندہ رہیں) پس آپ نے فرمایا تم نے اللہ سے درخواست کی زندگیوں کے متعلق جو (ازل میں) مقرر ہو چکیں اور ایام کے متعلق جو معین ہو چکے اور رزق کے متعلق جو مقسوم ہو چکا کہ کوئی چیز بھی ان میں اپنے وقت سے نہ پہلے ہو سکتی ہے نہ پیچھے اور اگر تم اللہ سے درخواست کرتیں کہ تمہیں دوزخ کے عذاب اور قبر کے عذاب سے بچائے تو بہتر اور افضل ہوتا (س) (ف ایک دعا یہ یک درگیری اور اپنے ازسرتاپا محتاج ہونے کے اظہار کا ہے اور اس کے لئے حکم ہے کہ نمک کی بھی ضرورت ہو تو اپنے اللہ سے مانگو اور ایک وقت مطلوب کی عظمت اور معطی کی جلالت شان پر نظر کرنے کا ہے اور اس حالت کا مقتضا یہ ہے کہ جب دعا مانگے آخرت کی بہبودی کی مانگے۔ کہ دنیا تو جلد ختم ہونیوالی چیز ہے اور آخرت دائمی و پائدار ہے اور اسی لئے اس کو افضل فرمایا اور دونوں جہان کی راحت کا بیک وقت سوال کرے تو نور علی نور (علی)[۳۴] ایک غلام جس کو مال کی ایک مقدار مقررہ ادا کر دینے پر آزاد کر دینے کا اس کے آقا نے معاملہ کر لیا تھا ان کے پاس آیا اور کہا کہ میں رقم ادا کر دینے سے عاجز ہوں لہذا میری (کچھ مالی) مدد کر دیجئے فرمایا کہو تو چند کلمے تم کو تعلیم کر دوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تعلیم فرمائے تھے کہ تم پر کوہ صبیر کی برابر بھی (کہ یمن کے ایک پہاڑ کا نام ہے) اگر قرض ہوگا تو حق تعالیٰ ادا کر دے گا۔ یہ پڑھا کر دالٰہی

حلال کے ذریعہ مجھے حرام سے بچائے رکھ اور اپنے فضل سے مجھے تونگری بخش دکر تیرے سوائے کسی احتیاج نہو) ت. (معاذ رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایکبار) جمعہ کے دن انکو نہ پایا تو نماز کے بعد آپ معاذ کے پاس (خود) تشریف لائے اور پوچھا کہ اے معاذ کیا بات ہوئی میں نے تمہیں (آج نماز میں) نہیں دیکھا عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک یہودی کا مجھ پر چند تولہ سونا قرض تھا پس جب میں آپ کی طرف چلا تو اس نے مجھے (پکڑ لیا اور) آپ تک پہونچنے نہ دیا. آپ نے ان سے فرمایا اے معاذ کہو تو ایسی دعا بتاؤں جسکے مانگنے سے اگر تم پر کوہ صبیر کی برابر بھی قرض ہو تو حق تعالیٰ ادا کر دے. اے معاذ (اول یہ آیت دعا) پڑھو قل اللّٰھم مالک الملک سے لیکر ترزق من تشاء بغیر حساب تک (اور اس کے بعد یہ) اے دنیا و آخرت کے رحمٰن و رحیم تو دونوں (جہان کی نعمتیں) جسکو چاہے دیتا ہے اور جسے چاہے نہیں دیتا. مجھ پر ایسی مہربانی فرما جو تیرے سوا دوسروں کی مہربانیوں سے مجھے بے نیاز بنا دے (ک) (عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ) ایک نابینا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ سے دعا فرما دیجئے کہ مجھے اچھا کر دے آپ نے فرمایا کہو تو دعا کر دوں اور چاہو تو (اندھا رہنے پر) صبر کرو کہ یہ (اخروی ثواب کے لحاظ سے) تمہارے لئے بہتر ہے. اس نے کہا کہ دعا ہی فرما دیجئے پس آپ نے اسکو حکم دیا کہ وضو کرے اور اچھا (باقاعدہ) وضو کرے اور یہ دعا پڑھے الٰہی میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں اور بحرمت تیرے نبی محمد ﷺ کے کہ نبی رحمت ہیں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں. یا نبی اللہ آپ کے ذریعہ میں نے اپنے رب کی طرف توجہ کی اپنی اس ضرورت میں تاکہ وہ پوری ہو جائے اے اللہ آپ کا توسل میرے بارہ میں قبول فرمالے (ت) ف اس وقت تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر کے سامنے تشریف رکھتے تھے. اس لئے ندا میں کچھ خلجان ہی نہیں مگر اب بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ ندا صحیح نہیں کہ عوام کو آپ کے حاضر و ناظر ہونیکا شبہ ہوگا چنانچہ بعض نے تشہد کے السلام علیک ایہا النبی میں بھی بعد وفات نبوی یہ فتویٰ دیا تھا کہ بغیر ندا کے السلام علی النبی کہنا چاہیئے جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے مگر بعض کا خیال ہے کہ حکایت و نقل ہے قول پیغمبر کی جسکو حاضر و ناظر ہونے سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا اتباعاً وہی الفاظ رکھے جاویں تو جائز ہے اور بعض محتاط علماء کی یہ رائے ہے کہ تشہد میں چونکہ سلام ہے جو فرشتوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے اس لئے جس طرح خط میں اس نیت پر کہ اسکو مکتوب الیہ کے سامنے پیش ہونا ہے باوجود غیوبت کے ندائیہ خطاب ہوتا ہے اور السلام علیکم لکھا جاتا ہے یہاں بھی بلفظ ندا رکھنا چاہیئے مگر اس دعا میں عوام کے عقیدہ کو محفوظ رکھنے کیلئے کہ وہ ندا سے حاضر و ناظر ہی سمجھیں گے اگر ان صحابہ کا اتباع کیا جائے جنہوں نے تشہد میں بھی حیات و وفات کا فرق کیا ہے تو بہتر ہے کہ اس طرح تمامی صحابہ کا اتباع ہو جائے گا.

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) فاطمہ (زہرہ رضی اللہ عنہا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور آپ سے ایک خادم مانگا (کہ عطا فرما دیں تو کام کاج میں مدد کر دیا کرے) آپ نے ان سے فرمایا میرے پاس (کوئی خادم نہیں ہے جو تم کو دیدوں. بس وہ واپس ہو گئیں. اس کے بعد آپ ان کے پاس خود تشریف لائے اور فرمایا کہ (خادم) جو تم نے مانگا تھا وہ تم کو زیادہ پسند ہے یا وہ چیز جو اس سے بدرجہا بہتر ہے علی نے ان سے کہا کہ کہدو نہیں بلکہ وہی (زیادہ پسند ہے) جو اس سے بہتر ہو. چنانچہ انہوں نے کہدیا پس آپ نے فرمایا یہ دعا کرو اے اللہ پروردگار ساتوں آسمانوں کے اور پروردگار عرش عظیم کے پروردگار ہمارے اور پروردگار ہر چیز کے اتارنے والے توریت و انجیل اور قرآن عظیم کے تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد کوئی چیز نہیں اور تو ہی ظاہر ہے کہ تجھ سے بالا کوئی چیز نہیں اور تو ہی باطن ہے کہ تیرے ورے کوئی چیز نہیں ہمارا قرض ادا فرما اور ہمارے فقر کو غنا سے بدلدے (ط) ف فقر کے چار معنی ہیں حاجت فرد یہ کا پیش آنا اور یہ ہر انسان بلکہ تمامی مخلوق میں موجود ہے کہ اللہ الغنی وانتم الفقراء. مال کا نہ ہونا یعنی افلاس و تنگدستی. نفس کی اور جمع کرنیکی ہوس. اللہ کی طرف احتیاج جس کو اللہ کا فقیر بننا کہتے ہیں یہ فقر نعمت ہے کہ حضرت ایوب نے بھی باوجود خوشحال ہونے کے سونیکی ٹڈیاں برستے وقت دامن پھیلا دیئے. البتہ حرص و ہوس مذموم اور ہر حال بری ہے جس سے پناہ مانگنے کا

صلی اللہ علیہ بدعاء کثیر لم نحفظ منہ شیئا فقلنا یا رسول اللہ دعوت بدعاء کثیر لم نحفظ منہ شیئا قال الا ادلکم علی ما یجمع ذلک کلہ؟ تقول اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ للترمذی (حفصۃ و اسلم) ان عمر[۳۹] قال اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ قالت حفصۃ فقلت انی یکون ھذا؟ قال یاتینی بہ اللہ اذا شاء ۔ للبخاری (انس[۴۰]) رفعہ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْھَرَمِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ ۔ للستۃ الا مالکا۔ (وعنہ[۴۱]) رفعہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُذَامِ وَالْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ ۔ لابی داود والنسائی (عائشۃ[۴۲]) رفعتہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْکَسَلِ وَالْھَرَمِ وَالْمَغْرَمِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَۃِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْغِنٰی وَمِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ عَنِّیْ خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِیْ کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ وَبَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔ للستۃ الا مالکا (وعنھا[۴۳]) رفعتہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَلِمْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْلَمْ ۔ لمسلم

حکم ہے اور تنگدستی میں تفصیل ہے کہ توکل اور قوت باطنی نصیب ہو تو فقر بہتر اور مطلوب ہے کہ فقرا جنت میں اغنیا سے بہت پہلے جائیں گے اور ضعف ہمت و بے صبری ہو تو اندیشہ ہے معصیت میں مبتلا ہونیکا لہذا اس کے لئے غنا کی طلب اور دعا افضل و مامور ہے (ابو امامہ[۳۸]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بڑی دعا مانگی کہ ہمیں اس میں کچھ بھی یاد نہ رہا پس ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے اتنی بڑی دعا مانگی کہ ہم اسمیں سے کچھ بھی یاد نہ رکھ سکے۔ فرمایا اچھا تم کو وہ دعا بتاتا ہوں جو اس سبکی جامع ہے یوں کہا کرو کہ الٰہی ہم تجھ سے وہ خیر طلب کرتے ہیں جو تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے طلب کی ہے اور تیری پناہ مانگتے ہیں اس شر سے کہ تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری پناہ مانگی ہے۔ اور تو ہی ہے جس سے مدد مانگی جا سکتی ہے اور تیرے ہی ذمہ پہنچانا ہے (کہ تیری مدد کے بغیر ہم کسی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے) اور نہ سکت ہے اور نہ طاقت مگر اللہ کے ذریعہ (ت) (حفصہ[۳۹] و اسلم) حضرت عمر نے (وفات سے چند ماہ قبل) دعا مانگی کہ الٰہی مجھے اپنے راستہ میں شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے پیغمبر کے شہر (مدینہ) میں تجویز فرما حفصہ (ام المومنین کہتی ہیں کہ (والد صاحب کی یہ دعا سن کر) میں نے کہا کہ بھلا یہ کیسے ہوگا (کہ دار الاسلام میں موت آوے اور پھر شہادت بھی ہو جو کفار سے جنگ کرنے میں ہوا کرتی ہے) آپنے فرمایا اللہ چاہے گا تو اسکو واقع کر دے گا (کہ دونوں نعمتیں جمع ہو جائینگی) (خ) ف چنانچہ بحالت امامت فجر ابو لولو کے زہر آلود خنجر سے مضروب ہو کر شہادت بھی پائی اور مدینہ میں بلکہ قبہ خضرا کے نیچے سید المحبوبین کے پہلو میں دفن بھی ہوئے۔ جنگ کفار کی یا مبتلائے حرق و غرق ہونیکی دعا مانگنا ممنوع ہے دعویٰ مردانگی و استقلال کو حالانکہ معلوم نہیں ابتلاء کیوقت صبر ہو سکے یا نہو سکے۔ مگر نفس شہادت کی دعا مانگنا جائز ہے کہ نعمت الٰہیہ ہے اور متضمن ہے دعا صبر و اشتیاق اور ہر قسم کی دعاء خیر کو۔ (انس[۴۰]) فع۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں درماندگی اور کاہلی اور بزدلی اور ضعیف بڑھاپے اور بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں حیات و موت کے فتنہ سے (ق ت د ن) (وایضا[۴۱]) فع۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں مرض جذام اور برص اور جنون سے اور ہر بری بیماری سے جس میں لوگ گھنیا کر دور بھاگیں (د ن) (عائشہ[۴۲]) فع۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں کاہلی اور حد سے زیادہ بڑھاپے اور تاوان اور فتنہ قبر و عذاب قبر اور فتنہ دوزخ و عذاب دوزخ اور فتنہ تونگری کے شر اور فتنہ افلاس کے شر سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں فتنہ مسیح دجال کے شر سے۔ الٰہی میری خطاؤں کو دھو دے برف اور اولے کے پانی سے اور میرے دل کو صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے

وابی داود والنسائی (وعنھا)[۴۲] ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمہا ھذا الدعاء اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ
عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ اَعْلَمْ اَللّٰھُمَّ
اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَاَلَکَ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِہٖ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ
اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھَا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَاَسْئَلُکَ
اَنْ تَجْعَلَ کُلَّ قَضَاءٍ قَضَیْتَہٗ لِیْ خَیْرًا ۂ للقزوینی (ابن عمرو بن العاص)[۴۵] رفعہ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ قَلْبٍ
لَا یَخْشَعُ وَدُعَاءٍ لَا یُسْمَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعِ ۂ للترمذی
والنسائی (وعنہ)[۴۶] رفعہ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ
وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ ۂ لمسلم وابی داود (ابو ھریرۃ)[۴۷] رفعہ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّۃِ وَالذِّلَّۃِ
وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ ۂ (وعنہ)[۴۸] رفعہ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ
الْاَخْلَاقِ ۂ (وعنہ)[۴۹] رفعہ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّہٗ بِئْسَ الضَّجِیْعُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخِیَانَۃِ
فَاِنَّھَا بِئْسَتِ الْبِطَانَۃُ ۂ ھی لابی داود والنسائی (وعنہ)[۵۰] رفعہ: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ جُھْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ

کو تو نے معاف کیا ہے اور میرے اور میری خطاؤں کے درمیان فصل ڈال دے جیسا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان فصل ڈالا
ہے۔ (ق ت د ی) (ایضاً)[۴۳] فع: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جس کا مجھے علم ہے اور اس کے شر سے جو مجھے
معلوم نہیں۔ (س دی)۔ (ایضاً)[۴۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا تعلیم فرمائی الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں ہر قسم کی
خیر دنیا کی بھی اور دین کی بھی جو مجھے معلوم ہے وہ بھی اور جو مجھے معلوم نہیں وہ بھی۔ اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں تمامی شر سے
خواہ دنیا کا ہو یا دین کا اور میں جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں۔ الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں وہ خیر جس کو مانگا ہے تیرے بندے
اور نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس شر سے جس سے پناہ مانگی ہے تیرے بندے اور نبی نے۔ الٰہی میں تجھ
سے درخواست کرتا ہوں جنت کی اور جو چیز بھی اس کے قریب لائے خواہ قول ہو یا عمل اور تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ سے
اور جو چیز بھی اسکے قریب لیجائے خواہ قول ہو یا عمل اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہر کام جو تو نے میرے لئے مقدر فرمایا ہے
اسے میرے لئے خیر بنا دے (ہ) (ابن عمرو بن عاص)[۴۵] فع۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس دل سے جو جھکے نہیں اور اس دعا
سے جس کی سماعت نہ ہو اور اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس علم سے جو نفع نہ بخشے۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ان چاروں سے (ت ن)
(ایضاً)[۴۶] فع: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کے جاتے رہنے اور تیری (عطا کردہ) عافیت کے بدل جانے اور دفعۃً تیرے
عذاب نازل ہونے اور تیری ہر غصہ سے (س د) (ابو ہریرہ)[۴۷] فع۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں افلاس و تنگدستی اور ذلت
سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ ظلم کروں یا ظلم کئے جاؤں۔ (ایضاً)[۴۸] فع: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں عداوت
اور نفاق اور تمام بداخلاقیوں سے (ایضاً)[۴۹] فع: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کہ وہ بری ہمبستر ہے (جو نماز
تک سے عاجز بنا دیتی ہے) اور تیری پناہ مانگتا ہوں خیانت سے کہ وہ برا استر (اور چھپی ہوئی بدخصلت) ہے۔ (د ن) (ایضاً)[۵۰]
فع: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں مصیبت کی سختی اور مشقت کے لاحق ہونے اور بری تقدیر اور دشمنوں کے ہنسنے سے
(ق ن)۔ (ابن عمرو بن عاص)[۵۱] فع۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے دباؤ اور دشمن کے دباؤ سے اور دشمنوں کے خوش
ہونے سے (ابو ہریرہ)[۵۲] فع: اللہ کی پناہ مانگا کرو جائے قیام کے پڑوسی سے کہ جنگل کا پڑوسی (یعنی رفیق سفر) تو سفر ختم
ہوتے ہی ہٹ جائے گا (اس لئے اسکی بدی و شرارت زیادہ فکر کے قابل نہیں) (ن) (ابو الیسر)[۵۳] فع: الٰہی میں تیری پناہ

وَسُوْءِ الْقَضَآءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ ؛ للشیخین والنسائی (وعنہ) (ابن عمرو بن العاص) رفعه: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ
غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ ؛ (ابوھریرة) رفعه تعوذ باللّٰہ مِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامِ فَاِنَّ
جَارَ الْبَادِیَةِ یَتَحَوَّلُ عَنْكَ ؛ ھا للنسائی (ابوالیسر) رفعه: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّیْ
وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِكَ
مُدْبِرًا وَّاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِیْغًا ؛ لابی داود والنسائی (ابن مسعود) کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم یتعوذ
من خمس من البخل والجبن وسوء العمر وفتنة الصدر وعذاب القبر؛ للنسائی (انس) رفعه: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ
اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُّنْكَرَاتِ الْاَخْلَاقِ وَالْاَعْمَالِ وَالْاَهْوَآءِ ؛ للترمذی (ابوسعید) رفعه: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْكُفْرِ
وَالدَّیْنِ فقال رجل یا رسول اللّٰہ اتعدل الدین بالکفر؟ قال نعم ؛ (وعنه) ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یتعوذ
من عین الجان وعین الانس فلما نزلت المعوذتان اخذ بهما وترک ما سوی ذلک ؛ (ابوذر) رفعه: یا اباذر
تعوذ من شیاطین الجن والانس قلت اوللانس شیاطین؟ قال نعم ؛ ھی للنسائی (ابوموسیٰ) ان النبی صلی اللّٰہ
علیه وسلم اذا خاف من قوم قال اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ؛ لابی داود (یحییٰ بن سعید
ارسله): رایت لیلة اسری بی عفریتا من الجن یطلبنی بشعلة من نار کلما التفت رأیته فقال جبریل الا اعلمك

مانگتا ہوں دب کر مرنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں گر کر مرنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں ڈوب کر مرنے سے
اور جھلس جانے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان مجھے بدحواس بنا دے مرتے وقت اور تیری پناہ مانگتا
ہوں اس سے کہ مروں تیری راہ میں پیٹھ پھیر کر اور تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ مروں سانپ بچھو سے کاٹا ہوا (دی)
ف ہرچند کہ دیوار وغیرہ کے گر کر اس کے نیچے دب کر یا پانی میں ڈوب کر مرنا شہادت ہے مگر بشرطیکہ مرتے وقت
ایمان اور انس مع اللہ قائم ہوتا کہ یہ دفعی موت راہ خدا میں لڑ کر گردن کٹانے کے مشابہ ہو جائے مگر چونکہ اس کا بقا محتمل
ہے اور موت ہے دفعی اور سخت تکلیف و بے لسی کی جس میں نہ توبہ کا وقت نصیب نہ وصیت وغیرہ کی مہلت اس لئے
اس سے پناہ مانگی گئی۔ اور وہ بھی تعلیم امت کیلئے کہ ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایسی موتوں سے معصوم و محفوظ
تھی۔ (ابن مسعود) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے بخل سے بزدلی سے اور بری
عمر (یعنی اتنے بڑھاپے سے کہ حواس مختل ہو جائیں) اور سینہ کے فتنہ سے (کہ اس میں کینہ و نفاق یا عداوت مرتکز
ہو) اور عذاب قبر سے (کہ وہی آخرت کی پہلی سیڑھی ہے) (ن)۔ (انس) رفع: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس نماز سے جو
(بدعملیاں چھڑانے کا) نفع نہ دے (د)۔ (قطبہ بن مالک) رفع: الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں بری عادتوں
اور افعال اور خواہشات سے (ت)۔ (ابوسعید) رفع۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور قرض سے۔ ایک
شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا قرض کو آپ کفر کا ہم پلہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا ہاں (کہ بسا اوقات پریشان و
مجنون بنا کر کفر تک نوبت پہونچا دیتا ہے اور کفر کی طرح ابتدا میں ہلکا اور معمولی ہوتا ہے مگر انجام میں دین و
دنیا کا برباد کن)۔ (ایضاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگا کرتے تھے جن کی نظر بد اور انسان کی نظر لگنے
سے۔ مگر جب سورۂ فلق و ناس کا نزول ہوا تو آپ نے اس کے سوا سب کو چھوڑ دیا (کہ نظر بد وغیرہ کے لئے
اسی کو پڑھتے اور اسی کو دم کر دیتے تھے۔ (ابوذر) رفع: اے ابوذر جنات و انسان دونوں قسم کے شیطانوں
سے پناہ مانگا کرو۔ میں نے کہا کیا انسان میں بھی شیاطین ہوتے ہیں فرمایا ہاں (جو بھی بد دینی کو مزین کر کے

من الجن يطلبني بشعلة من نار كلما التفت رأيته فقال جبريل الا اعلمك كلمات تقولهن فتنطفي شعلته ويخر لفيه؟ قال صلى الله عليه وسلم بلى فقال قل اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَ مِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ مِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ ۔ لمالك (ابو هريرة) جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ما لقيت البارحة من عقرب لدغتني قال اما لو قلت حين امسيت اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لم تضرك ۔ وفي رواية من قال حين يمسي ثلاث مرات اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لم تضره حمة تلك الليلة قال سهيل فكان اهلنا تعلموها فكانوا يقولونها كل ليلة فلدغت جارية منهم فلم تجد لها وجعًا ۔ لمالك ومسلم وابی داود والترمذی (شکل بن حمید) قلت یا رسول الله علمنی تعوذًا اتعوذ

اور دھوکا دے کر گمراہ بنائے وہی شیطان ہے) ٹ (ابو موسیٰ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم کی طرف سے (نقصان پہونچنے کا) خطرہ ہوتا تو آپ کہا کرتے الٰہی ہم تجھے ان کے مقابلہ میں کرتے اور ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں (د) (یحییٰ بن سعید) سل: میں نے شب معراج میں ایک خبیث جن کو دیکھا کہ آگ کا شعلہ لئے ہوئے میری تاک میں تھا جب بھی میں نے ادھر منہ کیا تو وہ مجھے نظر آیا جبرئیل نے کہا کیا میں آپ کو چند کلمے تعلیم کر دوں جن کو پڑھنے سے اس کا شعلہ بجھ جائے اور وہ منہ کے بل گر پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (بتلایئے کہ یہ واقعہ ہی ا س نعمتِ دعا کے عطا کرنے کی خاطر پیش آیا تھا) کہا یہ پڑھیئے۔ میں اللہ کریم کی ذات اور اللہ کے ان کلمات تامات کی جن سے نہ کوئی نیکو کار باہر نکل سکے نہ کوئی بدکار، پناہ مانگتا ہوں اس کے شر سے جو آسمان سے اترے اور اس کے شر سے جو آسمان میں چڑھے اور اس کے شر سے جو پیدا ہوا زمین میں اور اس کے شر سے جو نکلتا ہے زمین سے اور شب میں آنیوالی (تمامی بلاؤں سے) بجز اس کے جو خیر لیکر شب میں آئے اے رحمٰن (ط) (ابو ہریرہ) ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کیا بتاؤں کتنی تکلیف ہوئی کہ رات مجھے بچھو نے کاٹ لیا۔ فرمایا اگر شام ہونے پر یہ پڑھ لیتے کہ میں اللہ بے عیب کلمات کی پناہ مانگتا ہوں ہر مخلوق کے شر سے۔ تو وہ تم کو کچھ تکلیف نہ دے سکتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے شام ہونے پر تین مرتبہ یہ دعا پڑھی اس شب میں (کسی زہریلے جانور کا) ڈنگ اس کو تکلیف نہ دے سکیگا سہیل (راوی) کہتے ہیں کہ ہمارے گھر والوں نے یہ دعا سیکھ لی تھی اور وہ ہر رات میں اس کو پڑھا کرتے تھے۔ پس (ایک دفعہ) ان میں سے ایک لڑکی کو بچھو نے کاٹ لیا تو اسکو درد بھی محسوس نہ ہوا۔ (ط۔ س د۔ ت) (شکل بن حمید) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کوئی تعوذ بتا دیجئے جس کو پڑھ کر پناہ مانگا کروں تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ پڑھا کرو الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنی شنوائی کے شر سے (کہ بلجا کلمات سن کر جلائے معصیت نہ ہو) اور اپنی بینائی کے شر سے (کہ نامحرم پر نظر بازی کر کے تیر غصہ نہ خریدے) اور اپنی زبان کے شر سے (کہ کلمۂ کفر یا سب و شتم و بدگمانی میں ملوث نہ ہو) اور اپنے دل کے شر سے (کہ عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ کا مخزن نہ بنے) اور اپنی شرمگاہ کی شر سے (کہ زنا میں مبتلا ہو کر ہلاک نہ ہو) سنن (ابن عباس) رسول ... حسن اور حسین کے لئے تعوذ کیا کرتے (یعنی پڑھ کر دم

به فاخذ بكفي وقال قل اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِيْ وَمِنْ شَرِّ لِسَانِيْ وَمِنْ شَرِّ
قَلْبِيْ وَمِنْ شَرِّ مَنِيِّيْ يعني الفرج ؛ لاصحاب السنن (ابن عباس)[٦٤] ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يعوذ الحسن
والحسين ويقول ان اباكما كان يعوذ بهما اسماعيل واسحاق اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ
وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ ؛ للبخاري والترمذي وابي داود (وعنه)[٦٥] ان النبي صلى الله عليه وسلم كان
يعلمهم هٰذا الدعاء كما يعلمهم السورة من القرآن قال قولوا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ؛
للستة الا البخاري (زيد بن ارقم)[٦٦] رفعه اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ
وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا تُسْتَجَابُ ؛

کیا کرتے) اور فرمایا کرتے کہ تمہارے جدِ امجد (ابراہیم خلیل اللہ بھی (اپنے بیٹوں) اسمٰعیل اور اسحاق پر یہی دم
کیا کرتے تھے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلمات کی جو (ہر قسم کی محافظت اور تعویذ کے لئے) کافی ہیں ہر شیطان
اور زہریلے جانور اور پاگل بنا دینے والی نظرِ بد سے (خ ت د)۔ (ایضاً)[٦٥] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ
کو یہ دعا (ایسے اہتمام سے) تعلیم فرمایا کرتے جیسے قرآن کی سورت تعلیم فرمایا کرتے کہ فرماتے تھے پڑھو الٰہی
میں پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں
مسیح دجال کے فتنہ سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی و موت کے فتنہ سے (کہ کسی حال میں امتحان و مصیبت
میں مبتلا نہ ہوں)۔ (س د ت ی ط)۔ (زید بن ارقم)[٦٦] رفع۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں تکان و کاہلی اور بزدلی
و کنجوسی اور زیادہ بڑھاپے اور عذابِ قبر سے۔ الٰہی میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا فرما اور اسکو
(بدعادتوں سے) صاف ستھرا فرما کہ تو ہی اسکو بہتر صاف ستھرا کر سکتا ہے۔ تو ہی اس کا کارساز اور مولیٰ
ہے۔ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو (عمل کا) نفع نہ بخشے اور ایسے قلب سے جو (حق کے
سامنے) جھکے نہیں اور ایسے نفس سے جو (دنیا طلبی سے کبھی) سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے جو (نا اہلی کے سبب
قبول نہ کیجائے۔ (س ی) (قعقاع)[٦٧] کعب احبار کہتے ہیں کہ اگر وہ چند کلمے نہ ہوتے جن کو میں پڑھتا رہتا
ہوں تو یہود مجھے (جادو کے زور سے) گدھا (اور احمق و بدحواس) بنا دیتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کلمے
کون سے تھے؟ فرمایا (یہ تھے) میں پناہ مانگتا ہوں اللہ عظمت والی کی ذات کی جس سے زیادہ کوئی باعظمت
نہیں۔ اور اللہ کے پورے کلمات کی جن سے نہ کوئی نیکوکار باہر نکل سکے نہ کوئی بدکار اور اللہ کے اسمار
حسنیٰ کی جو مجھے معلوم ہیں اور جن کا مجھے علم نہیں ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا اور پھیلایا۔
اور اُگایا (ط) (ابن عباس)[٦٨] نے فرمایا جب تجھے کسی باہیبت بادشاہ کے پاس جانا ہو کہ اس کی گرفت
کا تجھے خوف ہو تو یہ پڑھ اللہ برتر ہے اللہ اپنی تمامی مخلوق سے برتر ہے اللہ اس سے زیادہ غالب ہے
جس (غلبہ سلطانی) کا مجھے اندیشہ و خطرہ ہے۔ میں اپنے اللہ کی جو کہ ساتوں آسمان کو تھام رہا ہے کہ
زمین پر گر نہ پڑیں مگر اس کے اذن سے (قیامت کے روز گر پڑیں گے) پناہ مانگتا ہوں تیرے فلاں بندہ اور
اس کے لشکر اور اس کے نوکروں اور اس کے حوالی موالی جن و انس کے شر سے۔ الٰہی ان کے شر سے میرا محافظ

لسلم والنسائی (القعقاع) ان کعب الاحبار قال لولا کلمات اقولهن لجعلتنی یهود حمارا فقیل له ما هن ؟
قال أَعُوذُ بِوَجْهِ اللهِ الْعَظِيمِ الَّذِي لَيْسَ شَيْءٌ أَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ الَّتِي لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ
وَلَا فَاجِرٌ وَبِأَسْمَاءِ اللهِ الْحُسْنَى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ أَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ . لمالك (ابن عباس)
قال اذا اتیت سلطانا مهیبا تخاف ان یسطو بك فقل اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِهِ جَمِيعًا اَللّٰهُ أَعَزُّ
مِمَّا أَخَافُ وَأَحْذَرُ أَعُوذُ بِاللهِ الْمُمْسِكِ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ أَنْ يَّقَعْنَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ مِنْ شَرِّ
عَبْدِكَ فُلَانٍ وَجُنُودِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَشْيَاعِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِلٰهِيْ كُنْ لِّيْ جَارًا مِّنْ شَرِّهِمْ جَلَّ ثَنَاءُكَ
وَعَزَّ جَارُكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ . للكبير (ابن مسعود[۶۹]) رفعه اذا تخوف احدکم السلطان
فلیقل اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ كُنْ لِّيْ جَارًا مِّنْ شَرِّ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ وَ
شَرِّ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَأَتْبَاعِهِمْ أَنْ يَّفْرُطَ عَلَيَّ أَحَدٌ مِّنْهُمْ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ للكبير بلين

الاستغفار والتسبیح والتهلیل والتکبیر والتحمید والحوقلة والصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم

(ابن عمرو بن العاص) رفعه خصلتان او خلتان لا یحصیهما رجل الا دخل الجنة وهما یسیر ومن یعمل بهما قلیل یسبح الله فی دبر کل صلوة عشرا ویحمده عشرا ویکبره عشرا فلقد رأیته صلی الله علیه وسلم یعقدها

ہیں کہ تیری تعریف بڑی ہے اور تیرا پڑوسی باعزت رہتا ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا (ک)۔ (ابن مسعود[۶۹]) رفع۔ جب کسی کا خطرہ ہو حاکم (کی گرفت و تعدی) کا تو یہ پڑھے۔ اے اللہ پروردگار ساتوں آسمان کے اور پروردگار عرش عظیم کے میرا محافظ بن فلاں بن فلاں کے شر سے اور ہر جن و بشر اور ان کے چیلوں کے شر سے کہ کوئی ان میں مجھ پر زیادتی نہ کر سکے۔ تیری پناہ میں آیا ہوا باعزت رہتا ہے (اور کوئی اسکو داب نہیں سکتا) اور تیرا نام بابرکت ہے اور کوئی معبود نہیں تیرے سوا (ک)۔

استغفار تسبیح تہلیل تکبیر تحمید لاحول اور درود بر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

(ابن عمرو بن عاص) رفع۔ دو طریق یا دو صورتیں ہیں کہ جو شخص ان پر محافظت رکھے گا ضرور جنت میں جائے گا اور دونوں (کا پڑھنا) آسان اور جو ان پر عمل کرے وہ کم (اور ہلکا و بے مشقت) ہے، ہر نماز کے بعد دس

بیدہ قال فتلک خمسون ومائۃ باللسان والف وخمس مائۃ فی المیزان واذا اخذت مضجعک تسبحہ وتحمدہ وتکبرہ مائۃ فتلک مائۃ باللسان والف فی المیزان فایکم یعمل فی الیوم واللیلۃ الفین وخمس مائۃ سیئۃ قالوا فکیف لانحصیہا؟ قال یأتی احدکم الشیطان وھو فی صلوتہ فیقول اذکر کذا اذکر کذا حتی ینفتل فلعلہ ان لا یفعل ویأتیہ وھو فی مضجعۃ فلا یزال ینومہ حتی ینام ؛ لاصحاب السنن وابن ابی اوفی جاء رجل الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال انی لا استطیع ان اخذ من القراٰن شیئًا فعلمنی مایجزئنی قال قل سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ قال یارسول اللہ ھذا للہ فماذا لی؟ قال قل اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ فقال ھٰکذا بیدیہ وقبضہما وقال اما ھذا فقد ملأ یدیہ من الخیر ؛ للنسائی وابی داود بلفظہ (سفینۃ) رفعہ: بخ بخ لخمس ما اثقلہن فی المیزان سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وفرط صالح یفرطہ الرجل د

مرتبہ سبحان اللہ کہے اور دس مرتبہ الحمد للہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک پران کو گن کر فرمایا کہ یہ (تینوں ورد پانچوں نماز کے بعد ہو کر گنتی میں) زبان پر ڈیڑھ سو ہوئے اور (ہر نیکی دس گونہ بنتی ہے لہٰذا) میزان میں ڈیڑھ ہزار (بنا کر رکھے جائیں گے) اور جب تو بستر پر (سونے کے لئے) لیٹے تو سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر سو مرتبہ پڑھ کہ یہ سو ہوں گے زبان پر اور ہزار ہوں گے میزان میں۔ پس تم میں کون شب و روز کے اندر ڈھائی ہزار گناہ کرتا ہے (کہ اس کی تلافی کیلئے یہ وظیفہ برابر سرابر رہے) صحابہ نے عرض کیا بھلا ہم اس کی پابندی کیوں نہ کریں گے فرمایا (ممکن ہے شیطان کسی کے پاس جب کہ وہ نماز میں مشغول ہو آوے اور کہے فلاں ضرورت یاد کر فلاں بات یاد کر حتی کہ نماز سے فارغ ہوتے ہی چلدے اور (یہ وظیفہ پورا) نہ کرے۔ اور (اسی طرح اس نعمت سے محروم کرنے کے لئے شیطان) اس کے خواب گاہ میں پہونچنے پر آوے اور (اس کو تھپک تھپک کر) سلاتا رہے حتی کہ وہ (وظیفہ پڑھے بغیر) سو جائے۔ (سنن) ف اوراد و وظائف کی شان فواکہ و تلذذات کی سی ہے۔ کہ اول غذا اور دانا جس پر زندگی کا مدار ہے اور اس کے ساتھ ہی سمیات اور مہلکات سے بچنا۔ اور جب پوری صحت نصیب ہو تو ہر قسم کے پھلوں کا مزہ اڑانا۔ پس فرائض و واجبات پر عمل اور محرمات و مکروہات سے پرہیز مقدم اور اہم ہے اور اس کے بعد تاجر آخرت کو ترازوئے اعمال کے پلۂ اطاعات کو وزنی کرنے کے لئے ہر ورد ماثورہ کا پابندی سے پڑھنا۔ (ابن ابی اوفی) ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے (ضعف حافظہ کی وجہ سے) قرآن تو یاد ہو نہیں سکتا لہٰذا ایسی دعا تعلیم فرما دیجئے جو مجھے کفایت کرے۔ فرمایا یہ پڑھا کرو اللہ بے عیب ہے اور حمد اللہ کے لئے ہے اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور نہ زور ہے نہ طاقت مگر اللہ سے۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ یہ (تو سب اوصاف) اللہ کے لئے ہوئے پس میری (رفع ضرورت) کے لئے کیا ہوا۔ فرمایا یہ پڑھا کرو الٰہی مجھ پر رحم فرما اور مجھے عافیت بخش اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق عطا فرما۔ پس دونوں مٹھیاں بند کرکے اشارہ کیا اور کہا کہ ہاں اس نے تو بھلائی سے دونوں ہاتھ پُر کر دیتے (نی د)۔ (سفینہ) رفع۔ واہ واہ پانچ چیزیں ... میزان میں ... لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر

لہ فرط اسی ولد را بالغ قبل والدین مرجائے ۱۲

للاوسط (عمران بن حصین) رفعہ: اما یستطیع احد کم ان یعمل کل یوم مثل احد عملا؟ قالوا یا رسول اللہ و من یستطیع؟ قال کلکم یستطیع قالوا یا رسول اللہ ما ذا؟ قال سُبْحَانَ اللّٰہِ اعظم من اُحد وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اعظم من احد وَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اعظم من اُحد وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اعظم من احد: للکبیر والبزار (سعدؓ) انہ دخل مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی امرأۃ وبید ھا نوی اوحصی تسبح بہ وتعد فقال اخبرك بما ھو ایسر علیك من ھذا او افضل؟ قالت بابی انت وامی یا رسول اللہ قال قولی سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مِثْلَ ذٰلِكَ: للترمذی وابی داود بلفظہ (ابوذرؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای الکلام افضل؟ قال ما اصطفی اللہ لملائکتہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لمسلم والترمذی (ابو ھریرۃؓ وابو سعیدؓ) رفعاہ: من قال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ صدقہ ربہ وقال لا الہ الا انا وانا اکبر واذ قال لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ یقول اللہ لا الہ الا انا وحدی واذ قال لَآ اِلٰہَ

اور معصوم پیش خیمہ جس کو انسان آگے بھیجدے (کہ نابالغ بچہ مرجائے اور یہ صبر کرے کہ وہ ذریعہ نجات بنے)۔
(۵) عمران بن حصین (نغ) کوئی ہے جو طاقت رکھتا ہے کہ روزانہ کوہ اُحد کی برابر عمل کرے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا تم میں ہر شخص اس کی طاقت رکھتا ہے۔ عرض کیا کہ کس طرح فرمایا سُبحان اللہ (پڑھنے کا ثواب) بڑا ہے کوہ اُحد سے اور لا الہ الا اللہ (کا ثواب) بڑا ہے اُحد سے اور الحمد للہ بڑا ہے اُحد سے اور اللہ اکبر بڑا ہے اُحد سے (کہ اللہ جل جلالہ کے نام کی عظمت کا دنیا کی بڑی سے بڑی چیز بھی مقابلہ نہیں کرسکتی لہٰذا اس کی ایک بار تسبیح وتہلیل وتحمید وتکبیر کا اجر کوہ احد سے بھی بڑا بن کر میزان عمل میں رکھا نظر آئے گا چہ جائیکہ اس کلمۂ تمجید کو صبح وشام سو سو مرتبہ پڑھنے کا ورد کرے (ک بز)۔ (سعدؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی عورت پر گذرے جس کے ہاتھ میں کھجور کی گٹھلیاں یا زمین کی کنکریاں تھیں کہ سبحان اللہ پڑھ رہی اور ان سے گنتی جاتی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم کو اس سے آسان اور بہتر بات نہ بتاؤں۔ عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان یا رسول اللہ (ضرور بتایئے) فرمایا یہ پڑھو اللہ کی تسبیح کرتی ہوں اس کی شمار کے موافق جس کو اس نے پیدا کیا آسمان اور زمین میں اور ان کے درمیان (خلا اور جو میں) اللہ کی تسبیح کرتی ہوں بشمار اس کے جس کو وہ پیدا کرنیوالا ہے۔ اور اللہ اکبر بھی اسی طرح (پڑھو) اور لا الہ الا اللہ بھی اسی طرح اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ بھی اسی طرح۔ (ت۔ د) ف ایک ایک کلمہ کا مخلوقات کی شمار کے موافق پڑھنا محال تھا پس اس طرح اُن گنت مقدار پڑھنے کا ثواب مل جائے گا۔ اگرچہ بار بار پڑھنے سے زبان کو جو مٹھاس اور قلب کو جو نور حاصل ہوگا وہ تکرار ہی پر موقوف ہے۔ اس حدیث سے تسبیح بطریق معروف کا ثبوت ہوا کہ شمار کے لئے کسی چیز کے دانے لے لینے پر آنحضرت نے اعتراض نہیں فرمایا۔ (ابو ذرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ (تسبیح وتہلیل وغیرہ کے کلمات میں) افضل کون کلمہ ہے۔ فرمایا جس کو اللہ نے اپنے فرشتوں کے لئے انتخاب فرمایا یعنی سبحان اللہ وبحمدہٖ (س ت)۔ (ابو ہریرہ وابو سعید)

اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ قال اللہ لا الہ الا انا وحدی لا شریک لی واذ قال لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ
لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ قال اللہ لا الہ الا انا لی الملک ولی الحمد واذا قال لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ قال اللہ لا الہ الا انا ولا حول ولا قوۃ الا بی وکان یقول من قالہا فی
مرض ومات لم تطعمہ النار۔ (انسؓ) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم مر علی شجرۃ یابسۃ الورق فضربہا
بعصاہ فتناثر الورق فقال ان الحمد للہ وسبحان اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تساقط ذنوب العبد
کما یتساقط ورق ھٰذہ الشجرۃ۔ (ابن مسعودؓ) رفعہ: لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم فقال لی یا محمد اقرئ
امتک منی السلام واخبرھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء وانہا قیعان وان غراسہا سُبْحَانَ اللّٰہِ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ وزاد الاوسط والصغیر وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

ف: جو کہتا ہے لاالہ الا اللہ واللہ اکبر تو اللہ اس کی تصدیق فرماتا اور کہتا ہے ہاں کوئی معبود نہیں مگر میں اور میں برتر
ہوں۔ اور جب بندہ کہتا ہے لاالہ الا اللہ وحدہٗ تو اللہ فرماتا ہے ہاں کوئی معبود نہیں مگر میں اکیلا اور جب
کہتا ہے لاالہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ تو اللہ فرماتا ہے ہاں کوئی معبود نہیں مگر میں اکیلا۔ میرا کوئی ساجھی
نہیں۔ اور جب کہتا ہے لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد تو اللہ فرماتا ہے۔ ہاں کوئی معبود
نہیں مگر میں۔ میرا ہی ملک ہے اور میرے ہی لئے حمد۔ اور جب کہتا ہے لاالہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ
تو اللہ فرماتا ہے۔ ہاں کوئی معبود نہیں مگر میں۔ اور نہ زور ہے نہ طاقت مگر میرے ذریعہ۔ اور فرمایا
کرتے تھے کہ جس نے یہ کلمات بحالت مرض کہے اور مر گیا تو دوزخ اس کو نہ کھائے گی۔ (انسؓ) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک سوکھے پتوں والے درخت پر گذر ہوا تو آپ نے اس پر لکڑی ماری اور اس
کے پتے (خوب) جھڑے۔ پس آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ اور سبحان اللہ اور لاالہ الا اللہ اور اللہ اکبر (کا پڑھنا)
بندہ کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتا ہے۔ جیسے اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔ (ابن مسعودؓ) ف:
شب معراج میں حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد اپنی امت کو میرا
سلام کہنا اور ان کو اطلاع دینا کہ جنت کی مٹی بڑی اچھی اور پانی نہایت شیریں ہے مگر وہ (بے
درخت) صاف میدان ہے اور اس کے درخت سبحان اللہ اور الحمد للہ اور لاالہ الا اللہ اور اللہ اکبر
ہیں۔ اور اوسط وصغیر میں اتنا زیادہ ہے اور لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ ف زمین جتنی بھی زیادہ قابل
کاشت اور عمدہ ہوگی اسی قدر اس میں درخت جلد اور عمدہ اُگیں گے۔ اور پانی جتنا زیادہ
میٹھا ہوگا اسی قدر پھل عمدہ اور شیریں لگیں گے۔ زمین جنت میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم
موجود ہیں۔ مگر دار العمل کے ساتھ اس کا ایسا تعلق ہے کہ انسان کے اعمال صالحہ جن کو وہ دنیا
میں کرتا ہے مقبول ہو کر آسمان پر چڑھتے اور تخم بن کر زمین جنت میں لگتے اور پھر وہاں چڑھتے
ہیں۔ پھر جس طرح درختوں کی انواع ہزاروں اور کیفیات مختلف اور صورتیں متعدد ہیں اسی طرح
اعمال صالحہ بھی مختلف الاقسام اور مختلف الآثار ہیں۔ پس جس قسم کے جتنے اعمال ہوں گے اسی
قسم کے اسی قدر درخت لگے لگنے وہاں نظر آئیں گے۔ اور جس طرح ایک راحت پسند شخص کی فردیات
مختلف اور نوع ... اسی طرح جنت جیسے

ہ فی القرآن موسیٰ و اخری علیہ السلام وبغیر ہا و ذکر ہ و لابن القال اخری و الا انا کان السلام مکتوبا ۱۲

(جابرؓ) رفعه: من قال سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ غرست له نخلة فی الجنة ÷ (عمروؓ بن شعیب) عن ابیه عن جده رفعه، من سبح الله مائة بالغداة ومائة بالعشی کان کمن حج مائة حجة ومن حمد الله مائة بالغداة ومائة بالعشی کان کمن حمل علی مائة فرس فی سبیل الله او قال غزا مائة غزاة ومن هلل الله مائة بالغداة ومائة بالعشی کان کمن اعتق مائة رقبة من ولد اسماعیل ومن کبر الله مائة بالغداة ومائة بالعشی لم یات فی ذلک الیوم احد بافضل مما جاء به الا من قال مثل ما قال او زاد علی ما قال ÷ (ابن عمروؓ بن العاص) رفعه، ما علی الارض احد یقول لا اله الا الله والله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله الا کفرت عنه خطایاه ولو کانت مثل زبد البحر ÷ (جابرؓ) رفعه، افضل الذکر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمد لله ÷ للترمذی (ام ہانیؓ) رفعته، لا اله الا الله لا یسبقها عمل ولا تترک ذنبا ÷ للقزوینی بضعف

دار الراحہ میں تمامی ضروریات کی فراہمی کا ذریعہ دنیا، دار العمل کے اعمال شرعیہ ہیں جن کو فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات سے نامزد کر کے ضرورت کے مدارج شریعت نے قائم کر دیئے ہیں پس جتنا کوئی حفظ مراتب ملحوظ رکھ کر اعمال کرے گا اسی قسم کی ضروریات کو جنت میں فراہم اور سجا سجایا پائے گا۔ پس کلمات تسبیح و تحمید کو تنعمات اور ریل پیل کی بیشی میں دخل ہے اور فرائض و واجبات کو بقاء حیات کی ضرورتوں میں۔ اور عقائد و نفس ایمان کو اجازت دخول اور تخت نشینی جنت میں کہ کاشتکار جس ضرورت کی جو چیز بھی عمدہ زمین میں لگائے گا اور جتنی بھی محنت و مشقت آب پاشی و محافظت میں اٹھائے گا۔ چند روز بعد موسم بہار آنے پر اسی قدر اپنی خوش عیشی کے سامان مہیا پائے گا۔ (جابرؓ) فع: جس نے (ایک مرتبہ اخلاص کے ساتھ) سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا اس کے لئے جنت میں ایک درخت کھجور لگا دیا گیا۔ (عمروؓ بن شعیب) اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ جس نے سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام کو سبحان اللہ کہا گویا اس نے سو حج (نفل) کئے۔ اور جس نے الحمد للہ سو بار صبح اور سو بار شام کو پڑھا گویا اس نے سو گھوڑے سواری کے فی سبیل اللہ دیئے۔ یا یہ فرمایا کہ سو جہاد کئے۔ اور جس نے لا الٰہ الا اللہ سو بار صبح اور سو بار شام کو پڑھا گویا اسمٰعیل نبی کی اولاد میں سے سو غلام آزاد کئے۔ اور جس نے اللہ اکبر سو بار صبح اور سو بار شام کو پڑھا تو اس دن میں کوئی بھی اتنا ذخیرہ ثواب کا لے کر نہ آئے گا۔ جتنا یہ لے کر آئے گا۔ بجز اس کے جو اسی کے مثل پڑھے یا اس سے زیادہ پڑھے (کہ وہ بے شک اس کی برابر یا بڑھا ہوا آئے گا)۔ (ابن عمروؓ بن عاص) فع: کوئی بھی زمین پر ایسا نہیں جو لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (اخلاص و محبت سے) پڑھے مگر کہ اس کی خطائیں مٹا دی جائیں گی۔ اگرچہ کف دریا کی برابر ہوں۔ (جابرؓ) فع: بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور بہترین دعا الحمد للہ (ت) (ام ہانیؓ) فع: لا الٰہ الا اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔ اور یہ کوئی گناہ باقی نہیں چھوڑتا حتی کہ کفر تک کو مٹاتا ہے اور دائمی سزا سے نکال کر یکدم دائمی عیش میں لے آنے والا یہی کلمہ توحید ہے۔ (۷) (یسیرہؓ) جو کہ ابتدائی ہجرت کرنے والیوں میں تھیں (اور اس لئے افضل ترین صحابیات میں ہیں) کہتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تسبیح و تہلیل اور تقدیس و تکبیر

(بسیرۃ[ھا] وکانت من المھاجرات الاول قالت قال لنا النبی صلے اللہ علیہ وسلم علیکن بالتسبیح التھلیل والتقدیس والتکبیر واعقدن[له] بالانامل فانھن مسئولات مستنطقات ولا تغفلن فتنسین الرحمۃ۔ (ابوبکر[حذ]) رفعہ: ما اصر من استغفر ولو عاد فی الیوم سبعین مرۃ۔ ھا لابی داود والترمذی (عائشۃ[ك]) ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یقول اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاءُوْا اسْتَغْفَرُوْا۔ للقزوینی (اغر مزینۃ[ھا]) رفعہ: انہ لیغان علی قلبی حتی استغفر فی الیوم مائۃ مرۃ۔ وفی روایۃ: توبوا الی ربکم فواللہ انی لاتوب الی ربی مائۃ مرۃ فی الیوم۔ لمسلم

کی پابند رہو اور انگلیوں پر گنا کرو۔ (جس کی گنتی کا مسنون طریق عقد انامل کہلاتا ہے) کیونکہ انگلیوں سے سوال کیا جائے گا اور ان کو گویائی عطا کی جائے گی (تاکہ جواب دیں کہ زبان سے نام خدا لینے میں گنتی کے لئے تم نے کتنا کام کیا) اور تم (ذکر اللہ سے) غافل نہ ہو ورنہ (تم سے بھی بروز قیامت غفلت برتی جائے گی اور) رحمت سے تم کو بھلا دیا جائے گا۔ ف۔ اسی لئے عقد انامل مسنون ہے کہ اس میں تمام انگلیوں کی پور پور کا ہر نشان ایک خاص عدد ظاہر کرکے کام میں آتا ہے۔ (ابوبکر[حذ]) رفع: جو استغفار پڑھتا رہا اس کو (گناہ پر) مُصر نہیں کہہ سکتے اگرچہ دن میں ستر مرتبہ بھی (گناہ) کرے (دت) ف کہ طلب مغفرت کی وجہ سے ہر مرتبہ گناہ معاف ہوتا رہا اور اس لئے گناہ پر اڑنے اور جمنے والا نہ ہوا۔ یہ بطریق مبالغہ صرف استغفار کی خاصیت اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے ہے ورنہ ظاہری توبہ اور طلب مغفرت کی جو حقیقت ہے کہ مولیٰ کی شان قہاری و غضب مستحضر ہو کر کئے ہوئے پر ندامت ہو اور آئندہ اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم ہو وہ دن میں دوبار بھی ایک گناہ کا مرتکب نہ ہونے دیگی۔ اور یوں کوئی لفظوں کو رٹ لے تو اس کا نام طلب مغفرت نہیں جیسے بحالت خواب کوئی نماز پڑھ لے یا بے ہوشی میں دعا کرے جس کا اثر نیت اور دل پر کچھ بھی نہ ہو (عائشۃ[ك]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے الٰہی مجھے ان میں سے بنا جو نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب گناہ کر بیٹھتے ہیں تو غمگین ہوتے ہیں (ہ)۔ ف یہ ہے علامت ایمان اور اس سے معلوم ہوا کہ غمزدہ شخص طلب مغفرت کو کھیل نہیں بناتا کہ یہ عطاء رب کا اس کی مخالفت میں استعمال کرتا ہے جو مستقل گناہ اور موجب حزن ہے۔ (اغر مزینۃ[ھا]) رفع: میرے دل پر بادل سا چھایا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار پڑھا کرتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ (صاحبو تم) روز توبہ کیا کرو اپنے رب کی بارگاہ میں کہ میں باوجود نبی معصوم ہونے کے بخدا دن میں سو مرتبہ اپنے رب سے توبہ کیا کرتا ہوں (م د)۔ ف مقربان را بیش بود حیرانی۔ آپ کی عمر شریف کا ہر لمحہ چونکہ قرب حق میں ترقی کر رہا تھا اس لئے گذشتہ لمحہ کی حالت اس موجودہ لمحہ کی ترقی کے سامنے گھٹا کی سی تاریکی محسوس ہوتی تھی کہ بادل تھا جو پھٹ گیا اور چاند نکل آیا۔ اس کو بھی آپ کی ذات رفیع ایک کوتاہی سمجھتی اور توبہ و استغفار کیا کرتی تھی۔ پھر آپ کا یہ بادل بھی کیسا چاند سے زیادہ منور بادل تھا کہ کروڑہا مخلوق کو استغفار کے مہتم بالشان ہونے کا سبق دے کر ان گنت مخلوق کی ظلمتوں پھاڑ دیا اور دوزخ سے نکال کر جنت

له لعل المراد من التقديس ههنا التحميد لان التعظيم تم والتحميد ذلك معناه لان التحميد هو التقديس لا ولك

ولابی داود (شداد بن اوس) رفعه: سید الاستغفار ان یقول العبد اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّاۤ اَنْتَ من قالها من النهار موقنا بها فمات من یومه قبل ان یمسی فهو من اهل الجنة ومن قالها من اللیل وهو موقن بها فمات قبل ان یصبح فهو من اهل الجنة: للبخاری والنسائی والترمذی (ابن عباس) رفعه: من لزم الاستغفار جعل الله من کل ضیق مخرجا ومن کل هم فرجا ورزقه من حیث لا یحتسب: لابی داود۔ (بلال بن یسار مولی النبی صلی الله علیه وسلم) کذا للترمذی ولابی داود هلال بن یسار عن ابیه عن جده رفعه: من قال استغفر الله الذی لا اله الا هو الحی القیوم واتوب الیه غفر له وان کان فر من الزحف: (ابوهریرة) رفعه: من قال لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ

میں لے آئے۔ ایسے غین پر جس میں اظہار بشریت و شان عبدیت کے ساتھ اتنا نورانی مقناطیسی اثر چھپا ہوا ہو لاکھوں انوار قربان۔ (شداد بن اوس) فع: استغفار کے (مختلف الفاظ میں) سردار یہ ہے کہ اس طرح کہے، الٰہی تو میرا رب ہے کوئی معبود نہیں مگر تو۔ تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے (روز الست کے) عہد و وعدہ پر قائم ہوں۔ جہاں تک بھی ہو سکا۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اُس (گناہ) کے شر سے جو میں کر بیٹھا۔ میں اپنے اوپر تیرے (بے حد و بے پایاں) انعام کا اقرار کرتا ہوں اور اعتراف کرتا ہوں اپنے گناہ کا (کہ بے شک مجھ سے سرزد ہوا میری کمزوری کے سبب) پس میرے گناہوں کو بخش دے کہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا بجز تیرے۔ جس نے دن میں اس کو پڑھا (اس کے مطلب و مفہوم) کا یقین رکھتے ہوئے اور شام ہونے سے قبل اس دن مرگیا تو وہ جنتی ہے۔ اور جس نے اس کو رات میں پڑھا درحالیکہ اس کا یقین رکھتا تھا اور مرگیا اس سے پہلے کہ صبح ہو تو وہ جنتی ہے۔ (خ ی ت)۔ (ابن عباس) فع: جس نے استغفار کی پابندی کی اللہ اس کے لئے ہر تنگی سے (نکلنے کا) راستہ اور ہر فکر و غم سے کشائش دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے روزی بخشیگا جہاں اس کا گمان بھی نہ جائے گا۔ (د)

ف۔ اکثر افکار و احزان اور تنگی و افلاس جس سے دل پریشان ہو نتیجہ ہوتے ہیں اللہ سے غفلت اور مبتلائے معصیت ہونے کا۔ اس لئے سب کا بہترین علاج استغفار ہے کہ امراض کثیرہ کی ایک جامع دوا ہے۔ (بلال بن یسار غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بقول ترمذی اور ہلال بن یسار بقول ابوداؤد اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں جس نے یہ پڑھا کہ میں مغفرت مانگتا ہوں اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ و قائم اور اس کے حضور توبہ کرتا ہوں۔ تو اس کا گناہ بخش دیا جائے گا۔ اگرچہ وہ گناہ میدان جہاد سے بھاگنا ہی کیوں نہ ہو۔ (ابوہریرہ) فع: جس نے دن میں سو مرتبہ یہ دعا پڑھی۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی پادشاہت ہے اور اسی کی ستائش اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اسے دس بردہ آزاد کرنے کا اجر ہوگا۔ اور اس کے لئے سو

الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ فى يوم مائة مرة كانت له عدل عشر رقاب وكتبت له مائة حسنة ومحيت عنه مائة سيئة وكانت له حرزا من الشيطان يومه ذلك حتى يمسى ولم يأت احد بافضل مما جاء به الا رجل عمل اكثر منه ومن قال سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فى يوم مائة مرة حطت عنه خطاياه وان كانت مثل زبد البحر. للشيخين والموطا والترمذى (ابو ايوب) رفعه، من قال لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ عشر مرات كان كمن اعتق اربعة انفس من ولد اسمٰعيل. للشيخين والترمذى (تميم الدارى) رفعه، من قال اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ عشر مرات كتب اللّٰه له اربعين الف الف حسنة. للترمذى وانكره وللكبير بضعف عن ابن عمر رفعه، من قال لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ الْحَىُّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ لا يريد بها الا وجه اللّٰه ادخله اللّٰه

نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور اس کے سَو گناہ قلمزد کر دیئے جائیں گے۔ اور یہ دعا اس کے لئے تمام دن حفاظت کا سبب ہو گی حتیٰ کہ شام ہو اور اس سے بڑھ کر (نیکی) کوئی لے کر نہ آئے گا مگر وہ شخص جس نے اس سے زیادہ عمل کیا ہو۔ اور جس نے دن میں سو مرتبہ سبحان اللّٰہ وبحمدہ پڑھا اس کی خطائیں مٹا دی جائیں گی۔ اگرچہ کفِ دریا کی برابر ہوں (ق ط ت) (ابو ایوب) فع: جس نے دس مرتبہ یہ دُعا پڑھی۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے۔ اور اسی کی تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ایسا ہو گا جیسے کسی نے اولادِ اسمٰعیل میں چار نفس کو آزاد کر دیا۔ (ق ت) (تمیم داری) فع: جس نے دس مرتبہ یہ دعا پڑھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ جس کا کوئی شریک نہیں۔ معبود یکتا بے نیاز کہ نہ کسی کو بیوی تجویز کیا نہ اولاد اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے (کہ بیوی یا بچہ بنے) تو اللہ اس کے لئے چار کروڑ نیکیاں لکھے گا۔ (ت) اور کبیر میں ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے۔ جس نے (اخلاص کے ساتھ کہ) بجز ذاتِ خدا کے کچھ مقصود نہ ہو یہ دعا پڑھی۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کی حمد اور وہ زندہ ہے جسے کبھی فنا نہیں۔ اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو اللہ اس کو جنات نعیم میں داخل فرمائے گا۔ (سلمان) فع: جس نے کہا کہ الٰہی میں گواہ بناتا ہوں تجھ کو اور گواہ بناتا ہوں تیرے فرشتوں اور تیرے عرش بردار وں کو اور گواہ بناتا ہوں ان کو جو آسمانوں میں ہیں کہ بے شک تو ہی اللہ ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر تو یگانہ۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد تیرے بندہ اور رسول ہیں۔ جس نے اس کو ایک مرتبہ کہا اللہ اس کا تہائی حصہ دوزخ سے آزاد کر دے گا اور جس نے اس کو دو مرتبہ کہا اس کا دو تہائی دوزخ سے آزاد ہو جائے گا۔ اور جس نے تین مرتبہ کہا یہ سب دوزخ سے آزاد کر دیا جائے گا۔ (ین) (ابو ذر دار) فع: جس نے کہا کوئی معبود نہیں، مگر اللہ اور اللہ برتر ہے، تو اللہ اس کا چوتھائی حصہ دوزخ سے آزاد کر دیگا۔ اور جس نے

جنات النعیم: (سلمان) رفعه: من قال اللّٰھم انی اشھدک واشھد ملائکتک وحملۃ عرشک واشھد من فی السمٰوات انک انت اللّٰہ الذی لا الٰہ الا انت وحدک لا شریک لک واشھد ان محمدا عبدک ورسولک من قالھا مرۃ اعتق اللّٰہ ثلثہ من النار ومن قالھا مرتین اعتق ثلثاہ من النار ومن قالھا ثلاثا اعتق کلہ من النار: للبزار بضعف (ابوالدرداء)[26] رفعہ، من قال لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اعتق اللّٰہ ربعہ من النار ومن قالھا ثنتین اعتق شطرہ ومن قالھا اربعا اعتق کلہ من النار: للکبیر والاوسط بضعف (ابوھریرۃ)[27] رفعہ: ما قال عبد لا الٰہ الا اللّٰہ مخلصا من قلبہ الا فتحت لہ ابواب السماء حتی تفضی الی العرش ما اجتنب الکبائر: للترمذی (ابوسعید)[28] رفعہ: قال موسیٰ یا رب علمنی شیئا اذکرک وادعوک بہ قال قل یا موسیٰ لا الٰہ الا اللّٰہ قال کل عبادک یقول ھذا قال قل لا الٰہ الا اللّٰہ قال لا الٰہ الا انت انما ارید شیئا تخصنی بہ قال یا موسیٰ لو ان السمٰوات السبع وعامرھن غیری والارضین السبع فی کفۃ مالت بھن لا الٰہ الا اللّٰہ: للموصلی بلین (علی)[29]، قال لی النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم الا اعلمک کلمات اذا قلتھن غفر اللّٰہ لک وان کنت مغفورا لک قل لا الٰہ الا اللّٰہ العلی العظیم لا الٰہ الا اللّٰہ الحکیم الکریم لا الٰہ الا اللّٰہ رب العرش العظیم: (عمر)[30] رفعہ، من دخل السوق فقال لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی دائما

دو مرتبہ کہا اس کا نصف آزاد کر دے گا۔ اور جس نے چار مرتبہ کہا اللہ سب کو پورے کو آزاد کر دیگا۔ دوزخ سے (ک و)۔ (ابوہریرہ)[27] فع: جس بندہ نے باخلاص قلبی لا الہ الا اللہ کہا اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں حتی کہ کلمۂ توحید قبول ہو کر عرش تک پہونچتا ہے۔ جب تک بھی کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے (یہی انعام رہے گا) ت۔ (ابوسعید)[28] فع: حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے رب مجھے کوئی (خاص وظیفہ کی) چیز تعلیم فرمائیے۔ جس سے آپ کو یاد کروں اور پکاروں۔ ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ عرض کیا کہ یہ تو آپ کے سب ہی (مسلمان) بندے پڑھتے ہیں۔ فرمایا لا الہ الا انت پڑھا کرو کہ اس میں اظہار توحید کے ساتھ مخاطب وحضوری بھی ہے) عرض کیا صحیح ہے کوئی معبود نہیں مگر آپ۔ مگر میں تو خاص بات چاہتا ہوں جو میرے ہی لئے مخصوص ہو۔ ارشاد ہوا اے موسیٰؑ اگر ساتوں آسمان اور ان کی تمام آبادی بجز میرے اور ساتوں زمین ایک پلہ میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلہ میں تو لا الہ الا اللہ ہی ان کو لے کر جھک جائے گا۔ (ص)۔ (علی)[29] مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو ایسے کلمات تعلیم نہ کر دوں جن کے پڑھنے سے اللہ تم کو بخشدے اگرچہ تم بخشے ہوئے ہو (لہذا دوسرے کو نفع دیگی جو مغفور نہ ہوگا۔) کہو کوئی معبود نہیں مگر اللہ بلندی عظمت والا کوئی معبود نہیں مگر اللہ حلم وکرم والا۔ کوئی معبود نہیں مگر اللہ مالک عرش عظیم۔ (عمر)[30] فع: جو بازار میں گیا (کہ غفلت کی جگہ ہے) پس کہا کوئی معبود نہیں مگر اللہ یگانہ کہ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے حمد ہے۔ جلاتا

لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ كتب الله له الف الف حسنة ومحا عنه الف الف سيئة ورفع له الف الف درجة. (ت) هما للترمذی (جویریة) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من عندها بكرة حین صلی الصبح وهی فی مسجدها ثم رجع بعد ان اضحی وهی جالسة فقال ما زلت علی الحال التی فارقتك علیها؟ قالت نعم فقال لقد قلت بعدك اربع كلمات ثلاث مرات لو وزنت بما قلت منذ الیوم لوزنتهن سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ لابی داود والترمذی والنسائی ومسلم بلفظه (ابو هریرة) رفعه: كلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ للشیخین والترمذی (ابو امامة) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال له افلا اخبرك بشیء اذا قلته ثم دأبت اللیل والنهار لم تبلغه؟ قلت بلی قال تقول اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ مَا اَحْصٰى كِتَابُهٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ

ہے۔ اور مارتا ہے اور دائمی حیات والا ہے جسے موت لاحق نہیں ہوسکتی۔ اسی کے قبضہ میں سب ہر خوبی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو حق تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں درج فرمائے گا اور دس لاکھ گناہ معاف فرمادے گا اور دس لاکھ درجات بلند فرمائے گا۔ (ت) ف۔ ذرا ذرا سے الفاظ پر اتنے اتنے اجر شاید کسی کو بے موقع نظر آدیں مگر یاد رکھو کہ نامحدود عطاہائے خداوندی کے سامنے بطفیل محبوبیت پیغمبر امت محمدیہ پر یہ انعام کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر ہاں وہ ترتیب ملحوظ رہے جو اوپر مذکور ہو چکی کہ فرائض و واجبات کے تمامی حقوق ادا کرنے سے جب سرتاپا طاعت اور پیار بن گیا تو اس کی مثال ایسی ہوئی جیسے تمام دن آقا کی خدمت میں مشغول رہ کر آدھا گھنٹہ جو چھٹی کا ملا تھا اس کو بھی آقا کی خدمت و رضا جوئی میں صرف کر دیا۔ تو اس زائد وقت کی خدمت کا معاوضہ قدرداں بادشاہ کے خزانہ سے جو ملے گا۔ ممکن ہے عدد میں معینہ مشاہرہ سے بڑھ جائے۔ لیکن جو نوکر وقت مامور کو سوتے ہوئے گذارے اور چھٹی کے وقت میں خدمت کا نام لے تو وہ بجائے انعام کے سزا کا مستحق ہے کہ اس کا نام نافرمان اور حکم کا خلاف کرنے والا ہے (جویریہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس صبح کے وقت بعد نماز فجر جبکہ یہ اپنی جانماز پر تھیں باہر تشریف لے گئے اور پھر چاشت کے وقت تشریف لائے اور یہ اپنی جانماز پر بیٹھی (وظیفہ میں مشغول) تھیں۔ تو آپ نے پوچھا تم بدستور اسی حالت پر ہو جس پر میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا میں نے تمہارے پس غیبت چار کلمے تین دفعہ پڑھے ہیں کہ اگر ان کو وزن کیا جائے اس وظیفہ سے جو تم نے آج صبح سے اب تک پڑھا ہے تو وہی وزنی ہوں گے (اور وہ یہ ہیں) اللہ کی پاکی اور حمد بیان کرتا ہوں بشمار اس کی مخلوق کے اور بمقدار خوشنودی اس کی ذات کے اور ہم وزن اس کے عرش کے اور بتعداد اس کے کلمات کے (د ت ی) (ابو ہریرہ) رفع: دو کلمے ہیں کہ ہلکے ہیں زبان پر اور بھاری ہیں میزان میں اور پیارے ہیں رحمٰن کے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم (ق ت)۔ (ابو امامہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس کو پڑھ کر پھر تمام دن اور رات بھی (اگر دوسرے وظیفہ کی

مَا فِي كِتَابِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ مَا اَحْصٰى خَلْقُهٗ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِلْأَ مَا فِي خَلْقِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِلْأَ سَمٰوٰتِهٖ وَاَرْضِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ وتسبح مثل ذلك وتكبر مثل ذلك ؛ للكبير (حذيفة) اتى النبي صلى الله عليه وسلم رجل فقال بينا انا اصلي اذ سمعت متكلما يقول اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ بِيَدِكَ الْخَيْرُ كُلُّهٗ اِلَيْكَ يَرْجِعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ عَلَانِيَتُهٗ وَسِرُّهٗ فَاَهْلٌ اَنْ تُحْمَدَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جَمِيْعَ مَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِيْ وَاعْصِمْنِيْ فِيْمَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِيْ وَارْزُقْنِيْ عَمَلًا زَاكِيًا تَرْضٰى بِهٖ عَنِّيْ فقال صلى الله عليه وسلم ذاك ملك اتاك يعلمك تحميد ربك تعالى ؛ لاحمد بما ولم يسم (معاذ بن انس) رفعه ؛ اٰيَةُ الْعِزِّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ؛ لاحمد بلين (ابن عمر) رفعه ؛ مَنْ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ تَوَاضَعَ كُلُّ شَيْءٍ لِعَظَمَتِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ ذَلَّ كُلُّ شَيْءٍ لِعِزَّتِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَضَعَ كُلُّ شَيْءٍ لِمُلْكِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اسْتَسْلَمَ كُلُّ شَيْءٍ لِقُدْرَتِهٖ فقالها يطلب بها ما عند الله كتب الله له بها الف حسنة ورفع له بها الف درجة ووكل به سبعين الف ملك يستغفرون

مشقت اٹھاؤ تو اس درجہ پر نہ پہونچے۔ میں نے کہا ہاں ضرور بتایئے۔ فرمایا اس طرح کہو اللہ کے لئے ہے حمد اس تعداد کے موافق جس کو اس کی کتاب محیط ہے۔ اور اللہ کی حمد اس کی شمار کے موافق جو اس کی کتاب میں ہے۔ اور اللہ کی حمد اس شمار کے موافق جو اس کی مخلوق کو محفوظ ہے۔ اور اللہ کی حمد اتنی جو اس کی مخلوقات کو بھر دے اور اس کی حمد اتنی جس سے اس کے آسمان و زمین لبریز ہو جاویں۔ اور اللہ کی حمد ہر شے کی گنتی کی برابر۔ اور اسی طرح اللہ کی پاکی بیان کرے (سبحٰن اللہ کہکر) اور اسی طرح اس کی بڑائی کرے (اللہ اکبر کہکر) (ت)۔ (حذیفہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میں نماز پڑھ رہا تھا کہ (غیبی) کلام کرنے والے کو یہ کہتے سُنا، الٰہی تیرے لئے ہے تمام حمد اور تیرے ہی لئے ہے سارا ملک اور تیرے ہی اختیار میں ہے ہر قسم کی خوبی۔ تیرے ہی طرف ہے ہر کام کا رجوع کھلے کا بھی اور چھپے کا بھی۔ بس (تجھ ہی کو) شایان ہے کہ تیری ہی حمد کی جائے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ الٰہی بخشدے میرے تمام گذشتہ گناہوں کو اور مجھے (گناہوں سے) بچائے رکھ جتنی بھی میری عمر باقی ہے اور مجھے نصیب فرما دہ پاکیزہ عمل جس سے تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ فرشتہ تھا کہ تم کو تمہارے رب کی حمد تعلیم کرنے آیا تھا۔ (م) (معاذ بن انس) رفع ؛ عزت کی آیت (جس کے پڑھنے سے دین و دنیا کی عزت نصیب ہو) یہ ہے سب تعریف اللہ کو جس نے نہ (کسی کو) ولد بنایا اور نہ اس کا کوئی شریک ہے حکومت میں اور نہ اس کا کوئی کارساز ہے اس کی کمزوری کے سبب (کہ مدد حاصل کرنے کے لئے اسے تجویز کیا ہو) اور اس کی بڑائی بیان کر (کہ درحقیقت وہ سب سے بالا و برتر ہے) (م)۔ (ابن عمر) رفع ؛ جس نے یہ کہا کہ ہر قسم کی تعریف اللہ کو سزاوار ہے۔ جس کی عظمت کے سامنے ہر چیز پست ہے۔ اور ہر تعریف اللہ کو زیبا ہے جس کی عزت کے سامنے ہر چیز ذلیل ہے اور ہر تعریف اللہ کو شایان ہے جس کی حکومت کے سامنے ہر چیز جھکی ہوئی ہے اور ہر تعریف کا استحقاق اللہ کو ہے جس کی قدرت کے سامنے ہر چیز مطیع ہے، جس نے

له الی یوم القیامة ۔ للکبیر بضعف (وعنہ[۳۷]) رفعہ ان عبدًا من عباد اللہ قال یَا رَبِّ لَکَ الْحَمْدُ کما یَنْبَغِیْ لِجَلَالِ وَجْھِکَ وَعَظِیْمِ سُلْطَانِکَ فعضلت[۱] بالملکین فلم یدریا کیف یکتبانھا فصعدا الی السماءِ فقالا یا رب ان عبدک قد قال مقالة لا ندری کیف نکتبھا قال اللہ تعالیٰ وھو اعلم بما قال عبدہ ماذا قال عبدی؟ قالا یا رب قد قال لک یا رب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک وعظیم سلطانک فقال اللہ تعالیٰ لھما اکتباھا کما قال عبدی حتی یلقانی فاجزیہ بھا ۔ للقزوینی (عائشہ[۳۸]) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رای مایحب قال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ واذا رای مایکرہ قال اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ ۔ للقزوینی بلین (ابو موسیٰ[۳۹]) کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فجعل الناس یجھرون بالتکبیر فقال ایھا الناس اربعوا[۲] علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا انکم تدعون سمیعًا قریبًا وھو معکم قال وانا خلفہ وانا اقول لا حول ولا قوۃ الا باللہ فقال یا عبد اللہ بن قیس الا ادلک علی کنز من کنوز الجنة ۔ فقلت بلی یا رسول اللہ قال قل لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ وفی روایة ۔ والذی تدعونہ اقرب الی احدکم

اس کو اللہ کے ہاں (کی نعمت و فضل) کا طالب ہو کر پڑھا تو اللہ اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھے گا اور اس کے ہزار درجے بلند کرے گا اور اس پر ستر ہزار فرشتے تعینات فرمائے جو قیامت تک اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے رہیں گے۔ (ک) (ایضًا) اللہ کے ایک بندہ نے یہ کہا کہ اے رب تیرے لئے حمد ہے جیسی بھی شایان ہے تیری جلال ذات اور باعظمت غلبۂ قدرت کو۔ پس دونوں فرشتوں کو عاجز کر دیا کہ نہ سمجھ سکے اس کو کس طرح لکھیں۔ چنانچہ دونوں آسمان پر چڑھے اور عرض کیا کہ یا رب تیرے بندہ نے ایسی بات کہی کہ ہم نہیں سمجھ سکے کیوں کر اسے لکھیں۔ حق تعالیٰ نے پوچھا حالانکہ انکو سب علم ہے کہ کیا کہا میرے بندہ نے؟ عرض کیا کہ یہ کہا اے رب تیرے لئے حمد ہے جیسی بھی شایان ہے تیری جلال ذات اور باعظمت غلبۂ قدرت کو (تو اس غیر متناہی حمد و ثنا کو کس طرح لکھا جائے) حق تعالیٰ نے فرمایا یہی الفاظ لکھ لو جس طرح میرے بندہ نے کہے ہیں حتی کہ مجھ سے آکر ملے گا تو میں اسے اس کا صلہ دے لوں گا۔ (۷) (عائشہ[۳۸]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی پسندیدہ حالت دیکھتے تو فرماتے شکر ہے اللہ کا جس کے انعام سے کمال پر پہنچتی ہیں اچھی حالتیں۔ اور جب کوئی ناگوار صورت دیکھتے تو فرمایا کرتے اللہ کا شکر ہے ہر حالت میں۔ (۸) (ابو موسیٰ[۳۹]) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ لوگوں نے اللہ اکبر بآواز بلند پکارنا شروع کیا آپ نے فرمایا اپنی جانوں پر مہربانی کرو (اور بلا ضرورت چیخنے کی تکلیف نہ اٹھاؤ) کہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے اور نہ غائب کو پکار رہے ہو۔ تم تو (اللہ کو) پکار رہے ہو جو سمیع و قریب ہے اور تمہارے ساتھ ہے۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں اور میں آپ کے پیچھے تھا اور پڑھ رہا تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ آپ نے فرمایا اے عبد اللہ ابن قیس کیا تمہیں خزانہائے جنت کے ایک خزانہ کی رہبری نہ کردوں۔ میں نے عرض کیا کہ ضرور کیجئے یا رسول اللہ۔ فرمایا پڑھا کرو لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں اور جس ذات کو تم پکار رہے ہو وہ اس سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے جتنی تمہاری سواری کی گردن (تمہارے

[۱] ای استعصت علیہما واعجزتہما ۱۲ [۲] ای ارفقوا وانا اخبر ۱۲

من عنق راحلة احدكم ؛ للشيخين وابي داود والترمذي (قيس بن سعد بن عبادة) ان اباه دفعه
الى النبي صلى الله عليه وسلم يخدمه قال فمر بي النبي صلى الله عليه وسلم وقد صليت فضربني برجله وقال الا
ادلك على باب من ابواب الجنة؟ قلت بلى قال لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؛ (ابو هريرة) رفعه: لَا
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ دواء من تسعة وتسعين داء ايسرها الهم ؛ للاوسط بلين (وعنه) رفعه
اكثروا من قول لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فانها من كنز الجنة قال مكحول فمن قال لَا حَوْلَ وَلَا
قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ كشف الله عنه سبعين بابا من الضر ادناها الفقر ؛
هما للترمذي (ابو مسعود البدري) اتانا النبي صلى الله عليه وسلم ونحن في مجلس سعد بن عبادة
فقال له بشير بن سعد امرنا الله ان نصلي عليك يا رسول الله فكيف نصلي عليك؟ فسكت
حتى تمنينا انه لم يسأله ثم قال قولوا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ والسلام كما قد
علمتم ؛ وفي رواية: وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؛ وفي اخرى: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ؛ للستة الا
البخاري (ابن ابي ليلى) لقيني كعب بن عجرة فقال الا اهدي لك هدية؟ ان النبي صلى الله عليه وسلم

قریب ہے۔ (ق دت)۔ (قیس بن سعد بن عبادہ) کے والد (سعد بن عبادہ) نے ان کو خدمت کے لئے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھ پر گذر ہوا اور میں
نماز پڑھ چکا تھا۔ تو آپ نے (شفقت بزرگانہ کے طرز پر) میرے ٹھوکر ماری اور فرمایا کیا تم کو دروازہائے جنت
کا ایک دروازہ نہ بتاؤں؟ میں نے کہا ہاں بتایئے۔ فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ (پھر نماز سے فارغ ہو کر
خالی کیوں بیٹھے ہو اس نعمت کو کہ دخول جنت کا واسطہ ہے کیوں نہیں حاصل کرتے)۔ (ابو ہریرہ)۔ فع:
لاحول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے مرض کی دوا ہے۔ جن میں ادنی درجے فکر و حزن کا ہے رکہ یہ تو اس کے
پڑھنے سے بہت ہی جلد جاتا رہتا ہے) و (ایضاً) فع: لاحول بکثرت پڑھا کرو کہ یہ جنت کا خزانہ ہے۔
مکحول کہتے ہیں کہ جس نے لاحول پڑھی اور میں یہ کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف تو اس سے کلفت
کے ستر دروازے ہٹا دے گا جن میں ادنی درجہ تنگدستی کا ہے (ت)۔ (ابو مسعود بدری) ہم سعد بن
عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو بشیر بن سعد نے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ حق تعالی نے ہمیں (صَلُّوْا عَلَيْهِ میں) حکم فرمایا کہ آپ پر درود بھیجیں پس کس طرح درود بھیجیں۔
آنحضرت نے سکوت فرمایا حتی کہ ہم نے (سمجھا کہ یہ سوال آپ کو ناگوار گذرا اور) تمنا کی کہ کاش بشیر یہ سوال
نہ کرتے (مگر آپ کا وہ سکوت وحی کے انتظار میں تھا چنانچہ) اس کے بعد آپ نے فرمایا اس طرح پڑھا
کرو، الٰہی رحمت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم پر اور
برکت اتار محمد پر اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت اتاری ابراہیم پر بے شک تو حمد و بزرگی والا
ہے، اور سلام کا طریق، وہی ہے جو تم کو (التحیات میں) معلوم ہو چکا (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ
اللہ وبرکاتہ) اور ایک روایت میں ہے "اور برکتیں اتار محمد اور آل محمد پر جس طرح برکتیں اتاریں تو نے

خرج علینا فقلنا یا رسول اللہ قد علمنا کیف نسلم علیک فکیف نصلی علیک قال قولوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٭ للستۃ الا مالکا (ابو ھریرۃ[۴۵]) رفعہ: من سرہ ان یکتال بالمکیال الاوفی اذا صلی علینا اھل البیت فلیقل اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ٭ (ابو سعید[۴۶]) قلنا یا رسول اللہ ھذا السلام علیک فکیف نصلی علیک ؟ قال قولوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم وبارک علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم ٭ للبخاری والنسائی (طلحۃ[۴۷]) ان رجلا قال کیف نصلی علیک یا نبی اللہ ؟ قال قولوا اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراھیم انک حمید مجید ٭ للنسائی (ابو حمید[۴۸] الساعدی) قالوا یا رسول اللہ کیف نصلی علیک ؟ قال قولوا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ

پر دونوں جہاں میں بیشک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ اور تیسری میں ہے الٰہی رحمتیں نازل فرما نبی امی محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر (ست)۔ (ابن ابی لیلیٰ[۴۴]) مجھ سے کعب بن عجرہ ملے اور فرمایا تو تمہیں ایک ہدیہ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے کہا یا رسول اللہ یہ تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ پر سلام کس طرح بھیجیں لہٰذا (یہ بتائیے کہ) آپ پر درود کس طرح پڑھیں۔ فرمایا یہ پڑھا کرو۔ الٰہی صلوٰۃ بھیج محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر جیسے صلوٰۃ بھیجی تو نے ابراہیمؑ پر بیشک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ الٰہی برکتیں اتار محمدؐ پر اور آل محمدؐ پر جیسی برکتیں اتاریں تو نے ابراہیمؑ پر بیشک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ (ابوہریرہ[۴۵]) رفع: جسکو اس کی خوشی ہے کہ ہم اہل بیت پر درود پڑھنے میں اسکو (ثواب) بھرپور پیمانہ سے دیا جائے تو اسکو چاہئیے کہ کہے۔ الٰہی رحمتیں نازل فرما نبی امی محمدؐ اور آپ کی بیبیوں پر کہ مؤمنین کی مائیں ہیں اور آپ کی نسل اور آپ کے خاندان پر جس طرح رحمتیں نازل فرمائی تو نے ابراہیمؑ پر بیشک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ (ابو سعید[۴۶]) ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو آپ پر سلام ہوا (جو التحیات میں ہے کہ اس کے پڑھنے سے سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کی تعمیل ہو گئی) پس آپ پر درود کس طرح پڑھیں (جو صَلُّوْا کا امتثال ہو) فرمایا یوں کہا کرو الٰہی صلوٰۃ بھیج محمدؐ پر جو تیرے بندہ اور رسول ہیں جس طرح صلوٰۃ بھیجی تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر۔ اور برکت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح برکت اتاری تو نے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر۔ (خ ی)۔ (طلحہ[۴۷]) ایک شخص نے کہا یا نبی اللہ آپ پر درود کس طرح پڑھیں۔ فرمایا یوں پڑھو۔ الٰہی صلوٰۃ بھیج محمدؐ پر جس طرح صلوٰۃ بھیجی تو نے ابراہیم پر بیشک تو حمد و بزرگی والا ہے۔ (ی)۔ (ابو حمید[۴۸] ساعدی) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپ پر درود کس طرح پڑھیں ؟ فرمایا کہو اے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ پر اور آپ کی بیبیوں پر اور نسل پر جیسے رحمت نازل فرمائی تو نے ابراہیمؑ۔ اور برکت اتار محمدؐ پر اور آپ کی بیبیوں اور نسل پر جیسے برکت اتاری تو نے ابراہیم پر بیشک تو بزرگی والا ہے (ست)۔ (ابن مسعود[۴۹]) نے کہا جب تم درود پڑھا کرو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر) تو اچھے لفظوں سے پڑھا کرو تمہیں کیا خبر ممکن ہے کہ وہ (مقبول ہو کر) آپ پر پیش کیا جائے۔ حاضرین نے کہا تو ہمیں سکھا دیجئے۔ فرمایا اس طرح کہا کرو۔ الٰہی

كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ: للستة الا الترمذى (ابن مسعود[49]) قال اذا صليتم على النبى صلى الله عليه وسلم فاحسنوا الصلوة عليه فانكم لا تدرون لعل ذلك يعرض عليه فقالوا له فعلمنا قال قولوا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ الى آخرها: للقزوينى وتمامها فى خطبة الكتاب

(انس[50]) رفعه: من صلى علىّ صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات وحطت عنه عشر خطيئات ورفعت له عشر درجات: (ابو طلحة[51]) ان النبى صلى الله عليه وسلم جاء ذات يوم والبشرى فى وجهه فقلنا انا لنرى البشرى فى وجهك قال انه اتانى الملك فقال يا محمد ان ربك يقول اما يرضيك انه لا يصلى عليك احد الا صليت عليه عشرا ولا يسلم عليك احد الا سلمت عليه عشرا: هما للنسائى (ابن مسعود[52]) رفعه: اولى الناس بى يوم القيامة اكثرهم علىّ صلوة: (على[53]) رفعه: البخيل الذى من ذكرت عنده فلم يصل علىّ: هما للترمذى (ابن مسعود[54]) رفعه: ان لله ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام: للنسائى (عبد الله بن دينار[55]) رأيت ابن عمر يقف على قبر النبى صلى الله عليه وسلم فيصلى على النبى صلى الله عليه وسلم وابى بكر وعمر: لمالك (محمد[56] بن يحيى بن حبان) عن ابيه عن جده: ان رجلا قال

اپنی صلوٰۃ اور رحمت اور برکات نازل فرمائیے پیغمبروں کے سردار اور پرہیزگاروں کے پیشوا الخ (کہ ادب و احترام کے الفاظ پڑھنے سے تمہاری سعادتمندی ظاہر ہوگی) یہ پورا درود شروع خطبات میں موجود ہے (ق) (انس[50]) فع: جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا حق تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ محو اور دس درجے بلند کردیئے جائیں گے۔ (ابو طلحہ[51]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے کہ چہرہ مبارک میں خوشی (کا اثر نمایاں) تھا، ہم نے کہا آپ کے چہرہ میں ہم کو خوشی نظر آرہی ہے۔ فرمایا ہاں اس کا سبب یہ ہے کہ میرے پاس فرشتہ آیا اور کہا اے محمد تمہارا رب فرماتا ہے کیا تم اس سے خوش نہ ہوگے کہ جو بندہ بھی تم پر (ایک مرتبہ) درود پڑھے گا میں اس پر دس مرتبہ رحمت اتاروں گا۔ اور جو تم پر (ایکبار) سلام بھیجے گا میں اس پر دس مرتبہ سلام بھیجوں گا۔ (ن) (ابن مسعود[52]) قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر درود پڑھنے میں بڑھا ہوا ہوگا (علی[53]) بخیل ہے وہ شخص جس کے پاس میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (اس لئے جب بھی نام مبارک سنے یا پڑھے تو کم از کم صلی اللہ علیہ وسلم کہہ لے) (ت) (ابن مسعود[54]) فع: اللہ کے فرشتے زمین میں (اسی غرض سے) پھرتے رہتے ہیں کہ میری امت کی طرف سے سلام (جہاں کہیں بھی وہ پڑھیں) مجھے پہونچائیں (ن) (عبد اللہ بن دینار[55]) میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر کھڑے ہوتے اور درود (وسلام) پڑھا کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر پر (کہ حاضری روضۂ مطہرہ کے آداب میں سے ہے آپ کے رفیقین ضجیعین پر سلام کرنا) (ط) (محمد[56] بن یحیی) اپنے باپ سے اور وہ اپنے والد (حضرت حبان) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنی دعاؤں کا تہائی آپ کے لئے کردوں (کہ دو تہائی دوسری دعائیں ہوں تو پورا ایک تہائی آپ پر درود پڑھنا وظیفہ قرار دے لوں) فرمایا ہاں اگر دل چاہتا ہو۔ کہا دو تہائی کردوں فرمایا ہاں دل چاہے (اسی طرح) کہا اگر یوں عرض کیا اپنی ساری دعائیں درود ہی کو بنا لوں؟ فرمایا ایسا

یارسول اللہ اَجعلُ ثلث صلاتی علیك؟ قال نعم ان شئت قال الثلثین؟ قال نعم قال فصلاتی کلہا قال اذًا یکفیك اللہ ما اھمك من امر دنیاك واٰخرتك ؛ للکبیر (عمار بن یاسرؓ[۵۷]) رفعہ: ان اللہ وکل بقبری ملکا اعطاہ اسماع الخلائق فلا یصلی علیّ احد الی یوم القیامۃ الا بلغنی باسمہ واسم ابیہ ھذا فلان بن فلان قد صلی علیك ؛ للبزار بضعف (انسؓ[۵۸]) رفعہ من صلی صلوۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرًا ومن صلی علی عشرًا صلی اللہ علیہ بہا مائۃ ومن صلی علیّ مائۃ کتب اللہ بین عینیہ براءۃ من النفاق وبراءۃ من النار واسکنہ اللہ یوم القیامۃ مع الشہداء ؛ للاوسط والصغیر بخفی (علیؓ[۵۹]) کان یعلم الناس الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اَللّٰھُمَّ داحی المدحوات[لہ] وباری المسموکات[عہ] وجبار القلوب علی فطرتہا شقیہا وسعیدھا اجعل شرائف صلواتك ونوامی برکاتك ورأفۃ تحننك علی محمد عبدك ورسولك الخاتم لما سبق والفاتح لما اغلق والمعلن الحق بالحق والدامغ لجیشات[سہ] الاباطیل کما حُمّل[عہ] فاضطلع بامرك لطاعتك مستوفزًا[ھہ] فی مرضاتك بغیر نکل[لہ] عن قدم ولا وھن فی عزم[عہ] واعیا لوحیك حافظا لعہدك ماضیا علی نفاذ امرك حتی اوری[شہ] قبس القابس بہ ھدیت القلوب بعد خوضات الفتن

کروگے تو تمہارے دنیا وآخرت کا جو فکر بھی تم کو پیش آئے گا حق تعالیٰ اس کا کارساز بن جائے گا (اور دعا مانگے بغیر ضرورت پوری ہوگی. (ت). (عمار بن یاسرؓ[۵۷]) رفع: حق تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ تعینات کیا ہے جسکو تمامی مخلوقات کے مساوی سماعت بخشی ہے قیامت تک جو کوئی بھی (خواہ کہیں ہو) مجھ پر درود پڑھے گا تو وہ بقید ولدیت اس کے نام سے مجھے پہونچائیگا. کہ فلاں پسر فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے. (بز) (انسؓ[۵۸]) رفع. جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا. اللہ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے گا اللہ اس پر سَو مرتبہ رحمتیں نازل فرمائے گا. اور جو مجھ پر سَو مرتبہ درود پڑھے گا اللہ اس کی (پیشانی) پر آنکھوں کے درمیان لکھ دے گا بے تعلقی نفاق سے اور بے تعلقی آگ سے (یعنی نفاق سے بَری اور جہنم سے محفوظ رہنے کا قطعی حکم نافذ فرمائے گا کہ مخلصانہ ایمان کا نور پیشانی پر چمکیگا) اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو شہیدوں کے ساتھ رکھے گا (ص). (علیؓ[۵۹]) لوگوں کو رسول اللہ علیہ وسلم پر یہ درود پڑھنا سکھایا کرتے تھے. اے اللہ بچھانیوالے فرش (یعنی زمینوں کے) اور پیدا کرنیوالے اونچی چیزوں (یعنی آسمانوں) کے اور قائم رکھنے والے دلوں کے سرشت پر خواہ نیک ہو یا بد، کیجئے اپنی بہترین رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں اور اپنے تلطف کی شفقت محمدؐ پر کہ آپ کے بندے اور پیغمبر ہیں. ختم کردینے والے گذشتہ (سلسلۂ نبوت) کے اور کھولنے والے تبلیغی بندوں کے اور حق کا اعلان کرنے والے سچائی سے. اور سرکچلنے والے باطل کی فوجوں کے کہ جیسا بھی بوجھ (تبلیغ واشاعت کا) آپ پر ڈالا گیا آپ نے (چستی کے ساتھ) اس کو اٹھایا آپ کے حکم سے آپکی اطاعت کی خاطر مستعد ہوکر آپ کی خوشنودی (اور رضاجوئی) میں بدون ہٹائے پاؤں کے اور بغیر سستی آئے عزم میں. محافظ بن کر آپ کی وحی کے اور خیال رکھ کر عہد وپیمان کا اور چل کر آپ کے اجراء حکم پر، یہاں تک کہ چمکا دیا (حق کا) نور طالب نور کیلئے کہ جو بھی اس کا اہل ہوتا ہے انعامات الٰہی اس کے اسباب تک اسے پہونچا دیتے ہیں کہ اس کے ذریعہ قلوب کو فتنوں میں غرق ہوجانے کے بعد ہدایت ملتی ہے. اور آپ نے چمکا دیا کھلے شعائر دین اور روشن کنندہ (دلائل) اسلام اور (دلائل)

لہ ای باسط المبسوطات وہی الارض ۱۲ عہ ای خالق المرفوعات وہی السموات ۱۲ سہ جمع جیشۃ من جاش اذا ارتفع ۱۲ عہ ای علی وجہ الشرع الذی جاء بہ ۱۲ ھہ ای نہض مستوفزا ای ناہضا ۱۲ لہ ای طامعین ۱۲ عہ ای بلا احجام ۱۲ شہ ای اشعل شعلۃ النور لطالبہا وہو کنایۃ عن اظہار ما جاء بہ واعلانہ ۱۲

والاثم بموضحات الاعلام ومنيرات الاسلام ونائرات الاحكام فهو امينك المأمون وخازن علمك المخزون وشهيدك يوم الدين وبعيثك نعمة ورسولك بالحق رحمة اللهم افسح له مفسحا فی عدلك واجزه مضاعفات الخير من فضلك مهنئات غير مكدرات من فوز ثوابك المعلوم وجزيل عطائك المجزول اللهم اعل علی بناء الناس بناءه واكرم مثواه لديك ونزله واتمم له نوره واجزه من ابتعاثك له مقبول الشهادة مرضی المقالة ذا منطق عدل وكلام فصل وحجة وبرهان عظيم : للاوسط بانقطاع (كعب بن عجزة) ان النبی صلی الله عليه وسلم خرج يوما الی المنبر فقال حين ارتقی درجة امين ثم رقی اخری فقال امين ثم رقی الثالثة فقال امين فلما نزل عن المنبر وفرغ قلنا يا رسول الله لقد سمعنا منك كلاما اليوم قال وسمعتموه؟ قلنا نعم قال ان جبريل عرض لی حين ارتقيت درجة فقال بَعُدَ من ادرك ابويه عند الكبر او احدهما لم يدخل الجنة قلت امين وقال بَعُدَ من ذُكِرتَ عنده فلم يصل عليك فقلت امين ثم قال بعد من ادرك رمضان فلم يُغفر له فقلت امين : للكبير (ابن عباس) رفعه : من نسی الصلوة علی خطئ طريق الجنة : للقزوينی۔

احکام کے انوار کو، پس وہ آپ کے معتمد امین اور آپ کے علم مخفی کے خزانچی اور قیامت کے دن آپ کے (سرکاری) گواہ اور (عالم کیلئے) نعمت بنا کر آپ کے بھیجے ہوئے اور (ہر دو جہان کے لئے) رحمت بنا کر آپ کے (بنائے ہوئے) سچے رسول ہیں۔ الٰہی آنحضرت کے لئے وہ جگہ وسیع تجویز فرما جو تیرے انصاف میں (ان کے شایان) ہو اور صلہ آپ کو صلہ عطا فرما افزوں بر افزوں خوبیوں کا اپنے فضل سے جو آپ کے لئے خوشگوار ہوں بلا کدورت یعنی اپنے ثواب مخصوص اور کامل عطاء کثیر سے بہرہ یاب۔ یا اللہ آپ کی تعمیر (اور توسیع اسلام کو) دوسرے تعمیر کنندہ گان کی تعمیر سے اونچا کر اور مقام اور آپ کی مہمانی اپنے ہاں باعزت بنا اور آپ کا نور (جو ایمان کی صورت تنالیہ ہی آپ کے لئے کامل فرما اور آپ کو (اس منصب کے شایانِ شان) صلہ بخش کہ تیری طرف سے مقبول گواہی والے پسندیدہ قول اور عادلانہ گفتار و فیصل شدہ کلام اور باعظمت دلیل و برہان والے بن کر آئے ہیں۔ (و) (کعب بن عجزہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ممبر کی طرف چلے اور جس وقت پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر دوسری پر چڑھے تو فرمایا آمین۔ پھر تیسری پر قدم رکھا تو فرمایا آمین جب ممبر سے اُتر آئے۔ اور فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ آج ہم نے آپ سے ایک لفظ سُنا (جس کا محل سمجھ میں نہ آیا) فرمایا کیا تم نے سُن لیا؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ فرمایا جب میں نے سیڑھی پر قدم رکھا تو جبریل میرے سامنے آئے اور کہا دور ہو (رحمت الٰہی سے) وہ شخص جو اپنے والدین یا (دونوں میں ایک کو بڑھاپے میں مبتلا پائے) اور جنّت میں نہ جائے (کہ ان کی خدمت نہ کی جو اسے جنت میں لے جاتی) میں نے کہا آمین۔ اور دوسری سیڑھی پر چڑھتے وقت کہا دور ہو وہ شخص کہ اس کے سامنے آپ کا (نام) مذکور ہوا اور اس نے آپ پر درود نہ پڑھا۔ پس میں نے کہا آمین۔ پھر انہوں نے (تیسری سیڑھی پر میرے چڑھتے وقت کہا) دور ہو وہ شخص جس نے پایا ماہ رمضان اور اسکی مغفرت نہوئی (کہ اس مقدس مہینہ کا ناقدردان بن کر طاعات و دعاء مغفرت سے غافل رہا اور بخشنہارے خدا کیطرف سے مغفرت کا انعام نہ ملا) (کبیر۔ ابن عباسؓ) فع: جو مجھ پر درود پڑھنا بھولا وہ جنّت کے رستہ سے چوکا (کہ یہ بھول علامت ہے غفلت و بے تعلقی کی اور اس کا ثمرہ ہے راہ جنّت سے چوک جانا)۔ (ق)

کتاب الزهد والفقر والامل والرجاء والحرص

(ابوذرؓ) رفعه: ليست الزهادة في الدنيا بتحريم الحلال ولا اضاعة المال ولكن الزهادة ان تكون بما في يد الله تعالى اوثق منك بما في يدك وان تكون في ثواب المصيبة اذا اصبت بها ارغب منك فيها لو انها بقيت لك ؛ (عائشةؓ) رفعته: ان كنت تريدين الاسراع واللحوق بي فيكفيك من الدنيا كزاد الراكب واياك ومجالسة الاغنياء ولا تستخلقي ثوبا حتى ترقعيه ؛ زاد رزين: قال عروة فما كانت عائشة تستجد ثوبا حتى ترقع ثوبها وتنكسه ولقد جاءها يوما من عند معاوية ثمانون الفا فما امسى عندها درهم قالت لها جاريتها فهلا اشتريت لنا منه بدرهم لحما قالت لو ذكرتيني لفعلت ؛ هما للترمذي (ابوهريرةؓ) رفعه: اللهم اجعل رزق آل محمد قوتا ؛ وفي اخرى: كفافا ؛ للشيخين والترمذي (التش

زہد، فقر، امید، رجا اور حرص

(ابوذرؓ) رفع: دنیا سے زہد یہ نہیں کہ حلال کو حرام بنا لیا اور نہ یہ کہ مال برباد کر دیا، بلکہ زہد (کا اصل تعلق قلب سے ہے اور وہ) یہ ہے کہ جو اپنے ہاتھ میں ہو اس سے زیادہ بھروسہ اس پر ہو جو اللہ کے ہاتھ میں ہے، اور جب کوئی نقصان پہونچے تو اس کے ثواب کی رغبت اس سے زیادہ ہو جتنی اس کی رغبت تھی کہ وہ شئے باقی رہتی۔ (ت) ف دنیا کی محبت اور لذتوں کی رغبت کا دل سے نکل جانا زہد کہلاتا ہے، جو عند اللہ محبوب ہے اور اس کا اثر یہ ہے کہ ناداری میں بھی طبیعت کو اضطراب نہیں ہوتا کہ گو اپنا ہاتھ خالی ہے مگر اپنے مولیٰ کے خزانہ میں سب کچھ ہے۔ اور آیا ہوا مال ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو قلق نہیں ہوتا کہ مال سے زیادہ اس ثواب کی رغبت ہے جو اس نقصان پر صبر کرنے پر اللہ کے ہاں ملے گا۔ یہ دونوں اثر قائم رہتے ہوئے اگر حق تعالیٰ مالدار بنائے تو وہ زہد کے خلاف نہیں۔ اور نہ اس کی ضرورت کہ اللہ کی حلال نعمت کو اپنے اوپر حرام بنائے اور کھلائے پئے نہیں۔ یہ کہ عطیہ حق سے گھبرائے اور اس کو پھینکے یا بلا ضرورت لٹائے اور خالی ہاتھ بن کر بیٹھے۔ ہاں چونکہ مال اور دنیا کی لذتوں میں ایک کشش مقناطیسی ہے کہ جب آتا ہے تو ان دونوں اثر کو دابکر اپنا شیدا بنا لیتا ہے اس لئے اسلم صورت یہی ہے کہ نہ پاس ہوگا اور نہ اسکی محبت دلکو پکڑیگی۔ لیکن اگر حق تعالیٰ کسی کو دونوں نعمتیں بخشے کہ ہاتھ میں مال و دولت ہو اور دل میں اللہ پر اعتماد اور آخرت کی نعمتوں سے رغبت تو نور علیٰ نور کہ غنی بھی ہے اور زاہد فی الدنیا بھی ہے جیسے سیدنا سلیمان و دیگر اغنیاء رسل و اولیاء۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں فریق کے مقتدا و معلم بن کر تشریف لائے تھے اس لئے آپ کی گذران میں دونوں رنگ رہے کہ مدت تک افلاس و تنگدستی بھی رہی اور آخر میں شاہ عرب بن کر فتوحات بھی اتنی کثیر ہوئیں کہ لاکھوں لٹایا اور تقسیم کیا، تاہم اس اسلم طریق کی تعلیم کے لئے تولاً آپ نے ترجیح فقر ہی کو دی اور فعلاً تہیدستی کو پسند فرمایا اور اسی حالت پر وفات پائی۔ (عائشہؓ) رفع، اگر تم لپکنا اور مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تم کو دنیا کی اتنی مقدار کافی ہے جتنے سوار کا توشہ۔ اور بہت بچو مالداروں کے پاس بیٹھنے اٹھنے سے۔ اور دوسرا کپڑا نہ بدلو جب تک پہلے کو پیوند نہ لگالو (کہ جب تک کام دے سکے اس کو نہ چھوڑو۔) رزین میں اتنا زائد ہے کہ عروہ کہتے ہیں پس

رفعه: اللهم احینی مسکینا و امتنی مسکینا واحشرنی فی زمرة المساکین یوم القیامة فقالت عائشة لم یا رسول اللہ؟ قال انہم یدخلون الجنة قبل الاغنیاء باربعین خریفا یا عائشة لا تردی المسکین ولو بشق تمرة یا عائشة احبی المساکین وقربیهم یقربك اللہ یوم القیامة ۔ (ابو ھریرة) رفعه: یدخل الفقراء الجنة قبل الاغنیاء بخمس مائة عام نصف یوم ۔ ھما للترمذی (ابن عمرو بن العاص) قال له رجل ألسنا من فقراء المهاجرین؟ فقال ألك امرأة تأوی الیها؟ قال نعم قال ألك مسکن تسکنه؟ قال نعم قال فانت من الاغنیاء قال فان لی خادما قال فانت من الملوك قال ابو عبد الرحمن الحبلی وجاء ثلاثة نفر الی ابن عمرو فقال لهم ما شئتم؟ ان شئتم رجعتم الینا فاعطیناکم ما یسر اللہ لکم

حضرت عائشہ جب تک کپڑے کو پیوند نہ لگالیتیں اور الٹا کرکے نہ پہن لیتیں نیا کپڑا نہ بدلا کرتی تھیں اور ایک دن حضرت معاویہ کی طرف سے ان کے پاس اسی ہزار دینار آئے۔ مگر شام کو ان کے پاس ایک بھی نہ رہا (دن ہی میں سب خیرات کرکے فارغ ہو بیٹھیں۔ حالانکہ روزہ سے تھیں۔) اور آپ کی باندی نے آپ سے کہا اس میں سے ایک درہم کا ہمارے لئے گوشت تو خرید دیتیں۔ فرمایا پہلے سے یاد دلاتیں تو یہ بھی کر دیتی (رت) (ابو ہریرہ) رفع، الٰہی آل محمد کی روزی بقدر کفایت بنا (کہ نہ اتنی کم ہو کہ ضعف پیدا کرے اور نہ اتنی زیادہ کہ کھانے سے بچے) (ق ت دارمی) رفع: الٰہی مجھے زندہ رکھ مسکین بنا کر اور موت دے مسکین بنا ہوا اور قیامت کے دن میرا حشر فرمائیو مسکینوں کے گروہ میں۔ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیوں؟ فرمایا کیونکہ مساکین جنت میں مالداروں سے چالیس برس پہلے چلے جائیں گے۔ اے عائشہ کبھی مسکین کو (بغیر کچھ دیئے) واپس نہ کیجیو اگرچہ کھجور کا ذرا سا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اے عائشہ مسکینوں کے ساتھ محبت رکھیو اور ان کو پاس بٹھائیو کہ اللہ تم کو قیامت کے دن اپنا مقرب بنائے گا (ابو ہریرہ) رفع: فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچسو برس پہلے داخل ہوں گے (کہ وہ قیامت کا آدھا دن ہوگا (رت) ف پہلی حدیث میں فقراء مہاجرین مراد ہیں کہ اغنیاء مہاجرین سے دنیا کی مقدار کے چالیس سال قبل جنت میں جائیں گے۔ اور اس حدیث میں عام فقراء امت مراد ہیں کہ اغنیاء امت سے قیامت کے دن کی جو ہزار برس کا ہوگا آدھی مقدار پہلے جنت میں جائیں گے کہ اغنیاء اپنے مال کی آمد خرچ کے محاسبہ میں محبوس ہوں گے۔ اور محاسبہ حضرات صحابہ کا پھر بھی کم ادا ہونا ہوگا کہ ان کو دو درجہ تاخیر ہوگی تو دوسروں کو پچیس درجہ، یا چالیس اور پانچسو برس کی تاخیر کا فرق مال کا مقدار اور تعلق و رغبت قلبی کے فرق مراتب پر ہے۔ بہرحال یہ مقابلہ ان اغنیاء کا ہے جن کو حلال ذریعہ سے دولت حاصل ہوئی۔ اور جن کی تونگری کسب حرام سے ہے اس کے ہر پیسہ پر تو سزا مرتب ہے جس کی مقدار کا علم اللہ ہی کو ہے کہ کتنے سال میں پوری ہوگی۔ (ابن عمرو بن عاص) ایک شخص نے ان سے کہا کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں (جن کی فضیلت بزبان پیغمبر ثابت ہے) فرمایا کیا تمہاری بیوی ہے جس کے پاس جا کر آرام کرو کہا ہاں ہے۔ فرمایا تمہارے گھر ہے جس میں رہو؟ کہا ہاں ہے۔ فرمایا پس تم تو اغنیاء میں سے ہو۔ (کہ فقراء مہاجرین کے تو نہ مکان مسکونہ تھا نہ بیوی) کہا اور میرا تو ایک خادم بھی ہے۔ فرمایا تب تو تم بادشاہوں میں ہوئے۔ (کہ فقراء مہاجرین تو خادم کا ملنا بادشاہ بننا سمجھتے تھے۔) ابو عبد الرحمن حبلی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرو

وان شئتم ذکرنا امورکم الی السلطان وان شئتم صبرتم فانی سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان فقراء المہاجرین یسبقون الاغنیاء یوم القیامۃ الی الجنۃ باربعین خریفا قالوا نصبر لا نسأل شیئاً ؛ لمسلم (ابو سعیدؓ) جلست فی عصابۃ من ضعفاء المہاجرین وان بعضہم لیستتر ببعض من العری وقارئ یقرأ علینا اذ جاء النبی صلی النبی علیہ وسلم فقام علینا فسکت القارئ فسلم ثم قال ما کنتم تصنعون ؟ قلنا یا رسول اللہ کان قارئ لنا یقرأ علینا وکنا نستمع الی کتاب اللہ فقال الحمد للہ الذی جعل من امتی من امرت ان اصبر نفسی معہم[1] وجلس صلی اللہ علیہ وسلم وسطنا لیعدل بنفسہ فینا ثم قال بیدہ ھکذا فتحلقوا وبرزت وجوھہم فما رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرف منہم احداً غیری ثم قال ابشروا صعالیک المہاجرین بالنور التام یوم القیامۃ تدخلون الجنۃ قبل اغنیاء الناس بنصف یوم وذلک خمس مائۃ سنۃ ؛ للترمذی وابی داود بلفظہ وزاد البزار فی آخرہ : حتی ان الغنی یود انہ کان سائلا ؛ (اسامۃؓ) رفعہ : قمت علی باب الجنۃ فکان عامۃ من دخلہا المساکین واصحاب الجد[2] محبوسون غیر ان اصحاب النار قد امر بہم الی النار وقمت علی باب النار فاذا عامۃ من دخلہا النساء ؛ للشیخین (مصعبؓ بن سعد) ان سعداً ظن ان لہ فضلا علی من دونہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما ینصر اللہ ھذہ الامۃ بضعیفہا بدعوتہم وصلاتہم واخلاصہم ؛ للبخاری والنسائی بلفظہ (سہلؓ بن سعد) مر رجل علی النبی صلی اللہ

کے پاس تین شخص (کوئی ضرورت لے کر) آئے۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو۔ اگر (مجھ سے کچھ روپیہ) چاہتے ہو تو پھر آنا، اس وقت جو کچھ اللہ تمہارے لئے میسّر فرمائے گا تم کو دوں گا اور (اگر (سفارش کرانا) چاہتے ہو تو میں تمہارے حالات بادشاہ (امیر معاویہؓ) سے ذکر کر دوں گا (اور جو کچھ مقدر ہے ان کے ہاتھوں تمہیں مل جائے گا) اور اگر (سب سے بہتر چیز) چاہتے ہو تو (اسی فقر و فاقہ پر) صبر کرو، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ فقراء مہاجرین بروز قیامت اغنیاء سے چالیس برس قبل جنت میں جائیں گے۔ انہوں نے کہا ہم صبر ہی کریں گے اور (کسی سے) کچھ نہ مانگیں گے (س) (ابو سعیدؓ) میں فقراء مہاجرین کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا اور (ان کی حالت یہ تھی کہ) برہنگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے چھپتا اور اس کو کپڑے کی جگہ پردہ اور آڑ بناتا تھا) اور ایک حافظ ہم کو قرآن سنا رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور ہمارے سامنے کھڑے ہوگئے حافظ خاموش ہوگیا اور آپ نے سلام کیا اور پھر فرمایا تم کیا کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ حافظ ہمیں قرآن سنا رہا اور ہم اللہ کی کتاب کو کان لگا کر سن رہے تھے۔ فرمایا شکر ہے اللہ کا جس نے میری امت میں (ایسے فقراء) بنائے جن کے ساتھ مجھے اپنے نفس کو روکے رکھنے کا حکم ہوا ہے (کہ ان میں ملا جلا رہوں اور ان کو چھوڑ کر اغنیاء کے پاس نہ جاؤں) اور (یہ فرما کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے تاکہ نفسِ مبارک کو ہمارے برابر بنائیں (اور کوئی اپنا ذی شان باقی نہ رکھیں، اس کے بعد دستِ مبارک سے اشارہ فرمایا، پس حلقہ باندھ کر (سب آپ کے آس پاس) بیٹھ گئے۔ اور (خوشی کے مارے) ان کے چہرے چمکنے لگے۔ پس میں نے دیکھا کہ رسول اللہ

[1] اشارۃ الی الامر فی قولہ تعالی واصبر نفسک مع الذین یدعون الخ واصبر مضارع فی صبرت من الصبر وھو حبس النفس۔ ۱۲ [2] ای ذوا الجد ای الحظ والغنا وہو بالفتح ویکسر ۱۲ نہایہ۔

علیه وسلم فقال لرجل عنده جالس ما رأیك فی هذا؟ فقال رجل من اشراف الناس هذا والله حری ان خطب ان ینکح وان شفع ان یشفع فسکت صلی الله علیه وسلم ثم مر رجل فقال له صلی الله علیه وسلم ما رأیت فی هذا؟ فقال یا رسول الله هذا رجل من فقراء المسلمین هذا حری ان خطب ان لا ینکح وان شفع لا یشفع وان قال لا یسمع لقوله فقال صلی الله علیه وسلم وهذا خیر من ملاء الارض مثل هذا ؛ للشیخین (ابوهریرة) رفعه: رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی الله لابره ؛ لمسلم (وعنه) رفعه: ما بعث الله نبیًا الا راعی غنم فقال اصحابه وانت؟ فقال نعم کنت ارعاها علی قراریط لاهل مکة ؛ لمالك والبخاری بلفظه (عبد الله بن مغفل) ان رجلا قال یا رسول الله والله انی لاحبك فقال انظر ما تقول قال والله انی لاحبك ثلاث مرار قال ان کنت تحبنی فاعد للفقر تجفافًا فان الفقر اسرع الی من تحبنی من السیل الی منتهاه ؛ (علی) انا الجلوس مع النبی

صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز میرے کسی کو نہیں پہچانا (کہ سب حضرات اجنبی تھے) اس کے بعد فرمایا بشارت باد اے فقراء مہاجرین بروز قیامت پورے نور کی کہ تم جنت میں داخل ہو گے مالداروں سے نصف دن پہلے اور وہ پانچسو برس ہیں (ت د) بزار نے آخر میں اتنا زائد بیان کیا ہے، یہاں تک مالدار تمنا کریگا، کاش وہ بھیک مانگا ہوتا۔ **ف** کیونکہ فقر کی خاصیت ہے امر حق کا جلد قبول کرنا اور غنا کا اثر ہے تکبر و نمود اور حق کے قبول کرنے سے سرکشی۔ (اسامہ) رفع: میں دروازۂ جنت پر کھڑا ہوا اور دیکھا) تو اکثر جو اس میں داخل ہوئے وہ مساکین تھے۔ کہ اہل دولت روکے ہوئے ہیں (حساب کیلئے البتہ جو انہیں کسب حرام کیوجہ سے) دوزخی (قرار پائے) ان کو تو دوزخ میں جانے کا حکم کر دیا گیا۔ اور میں دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو (دیکھا) اکثر اس میں جانے والیاں عورتیں ہیں (کہ کفرانِ نعمت زیادہ کرتی اور شوہروں کو بھی پھسلاتی ہیں۔) (ق (مصعب بن سعد) نے گمان کیا کہ ان کو (اسلام کی مالی اعانتوں کے سبب) فضیلت حاصل ہے ان صحابہ پر جو ان سے کم درجہ پر ہیں (اور جو فقر و ضعف کے سبب کچھ خدمت نہیں کر سکتے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کے خیال کی اصلاح کے لئے ان کو سنا کر) فرمایا اللہ اس امت کی (دشمنوں کے مقابلہ پر) جو مدد فرماتا اور جو رزق دیتا ہے وہ ان کے کمزور (اور بیکس فقراء) ہی کی بدولت دیتا ہے یعنی ان کی دعا ان کی نماز و دعا ان کے اخلاص کی برکت سے (کہ نہ یہ بات اغنیاء و اقویاء میں آتی ہے نہ انکی اتنی شنوائی اور مقبولیت ہوتی ہے) خ ی۔ (سہل بن سعد) ایک شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گذر ہوا تو آپ نے ایک شخص سے جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا فرمایا کہ اس شخص کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ کہا یہ شخص شریف ترین لوگوں میں سے ہے۔ واللہ اس قابل ہے کہ (کسی جگہ) پیام دے تو (فوراً منظور ہو اور) نکاح کر دیا جائے اور (اگر کسی کی کسی بڑے سے) سفارش کرے تو وہ قبول ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد دوسرے شخص کا گذر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ کہا یہ شخص مسلمان فقراء میں کا ایک شخص ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ پیام دے تو نکاح نہ کیا جائے اور سفارش کرے تو قبول نہ کیجائے اور (کچھ) کہے تو اسکی بات کی شنوائی نہ ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جیسوں سے زمین لبریز ہو تب بھی یہ بدرجہا بہتر ہے (کہ اس کی دنیا کے چند آدمیوں میں عزت ہے تو اس کی اللہ کے ہاں اور فرشتوں کی ان گنت

صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع علینا مصعب بن عمیر ما علیہ الا بردۃ مرقعۃ بفرو فلما راٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بکی للذی کان فیہ من النعمۃ والذی ھو فیہ الیوم ثم قال صلی اللہ علیہ وسلم کیف بکم اذا غدا احدکم فی حلۃ وراح فی حلۃ اخری ووضعت بین یدیہ صحفۃ ورفعت اخری وسترتم بیوتکم کما تستر الکعبۃ؟ قالوا یا رسول اللہ نحن یومئذٍ خیر منا الیوم فنکفی المؤنۃ ونتفرغ للعبادۃ فقال بل انتم الیوم خیر منکم یومئذٍ۔ ھما للترمذی (ابو امامۃ رضی اللہ عنہ بن ثعلبۃ الانصاری) ذکر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما عندہ الدنیا فقال الا تسمعون الا تسمعون ان البذاذۃ من الایمان یعنی التقحل۔ لابی داود (زید بن اسلم رضی اللہ عنہ) استسقی یوما عمر فجیئ بماء قد شیب بعسل فقال انہ لطیب

مقدس جماعت میں (ق (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) فع: بہتیرے پراگندہ بال غبار آلود جنہیں دروازوں سے دھکے ملتے ہیں اللہ کے نزدیک ایسے باعزت ہیں کہ) اللہ پر قسم کھا بیٹھیں (کہ واللہ ایسا ہوگا) تو اللہ ضرور انکی قسم کو پورا فرمائے۔ (س (ایضاً) فع: اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر بکریوں کا چرواہا (کہ آدمیوں پر شفقت اور ان کی نگرانی واصلاح کا مادہ اسی کی بدولت نصیب ہوتا ہے) صحابہ نے عرض کیا اور (آپ بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی چند قیراط (اجرت) پر اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (ط خ) ف پس کسی مباح پیشہ کو خصوصاً جو شعار وطریقہ رہا تمامی انبیاء علیہم السلام کا حقیر نہ سمجھو کہ دنیا دار کی نظر میں جو چیز حقیر (کمزور) ہے اللہ کے ہاں وہی پیاری اور عزت بخش ہے کہ اس سے کبر ٹوٹتا اور انکسار وشکستگی آکر اللہ کی غلامی نصیب ہوتی ہے۔ (عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل) ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم مجھے آپ کے ساتھ محبت ہے۔ فرمایا دیکھو (سوچ سمجھ کر کہو) کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے تین بار یہی کہا کہ واللہ میں آپ کے ساتھ محبت رکھتا ہوں فرمایا اگر (واقعی) میرے ساتھ محبت رکھتے ہو تو فقر کیلئے پاکھر تیار کرلو کہ فقر اس شخص کیطرف جو میرے ساتھ محبت کرے اس سے بھی زیادہ لپکنے والا ہے جتنی رو اپنی منتہا کی طرف (ت) ف میدان جنگ میں گھوڑے پر جھول ڈالی جاتی ہے جو اس کے بدن کو چھپا لیتی اور تلوار وغیرہ کی زد سے بچاتی ہے اس کو پاکھر بولتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میرے ساتھ اگر محبت ہے تو محبوب کے رنگ میں رنگا جانا ضروری ہے کہ محبت کی خاصیت ہی یہ ہے پس میری سی فقر وتنگدستی میں پڑنا ہوگا کہ فقر مجھے محبوب ہے۔ لہٰذا اس کے جھیلنے کے لئے صبر ورضا کی پاکھر تیار کر دکہ شکوہ بزبان حال بھی ظاہر نہونے پائے۔ (علی رضی اللہ عنہ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعۃً مصعب بن عمیر تشریف لائے جن پر بجز ایک چادر کے کچھ نہ تھا اور اس میں چمڑہ کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر رو دیئے کہ پہلے کس عیش میں تھے اور آج کس (تنگدستی) میں ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حال ہوگا تمہارا جبکہ (اتنی دولت نصیب ہوگی کہ) ایک شخص صبح کو ایک جوڑا بدلے گا اور شام کو دوسرا۔ اور ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا اور اپنے گھروں کو غلاف پہناؤ گے جیسے کعبہ کو غلاف پہنایا جاتا ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم آج کی بہ نسبت اس روز بہتر ہوں گے کہ فکر معاش سے مطمئن بن کر عبادت کریں گے۔ فرمایا نہیں بلکہ تم آج بہتر ہو اس روز کی بہ نسبت (کہ دولت کبر وغفلت کا سامان ہے اور فقر عجز وخشوع کا خزانہ) ت۔ ف حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف فضلاء صحابہ اور فقراء مہاجرین میں ہیں۔ اپنے والدین کے لاڈلے اور ناز پروردہ تھے کہ ان کی ماں بہتر سے

لہ بذاذۃ وہ تقحل یعنی ناز ونعمت کو ترک کرنا اور سادگی اختیار کرنا ۱۲ سے ...

لکنی اسمع اللہ تعالیٰ نعی علی قوم شھواتھم فقال اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا فاخاف
ان تکون حسناتنا عجلت لنا فلم یشربہ ٭ (جابر [14]) ذکر رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعبادۃ واجتھاد
وذکر آخر بورع فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یعدل الورع بشیٔ ٭ ھما لرزین (عطیۃ السعدی [15]) رفعہ
لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع ما لا بأس بہ حذرًا مما بہ البأس ٭ للترمذی (عائشۃ [15])
کان یأتی علینا الشھر لا نوقد فیہ نارًا انما ھو التمر والماء الا ان یؤتی باللحم ٭ ومن روایاتہ: ما شبع
آل محمد من خبز البر ثلاثا حتی مضی لسبیلہ ٭ ومنھا: ما شبع آل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین
حتی قبض صلی اللہ علیہ وسلم ٭ ومنھا: ما اکل آل محمد اکلتین فی یوم واحد الا احداھما تمر ٭ ومنھا:
قالت لعروۃ واللہ یا ابن اختی انا کنا لننظر الی الھلال ثم الھلال ثم الھلال ثلاثۃ اھلۃ فی شھرین

بہتر جوڑا ان کو پہناتی اور خوشبو سے معطر رکھا کرتی تھیں۔ شروع ہی میں جبکہ آنحضرت کا قیام دار ارقم میں تھا اسلام لے آئے تھے مگر والدین اور خاندان کے ڈر سے اسکو چھپائے ہوئے تھے۔ ایکدن عثمان بن طلحہ نے ان کو نماز پڑھتے دیکھ پایا تو گھر والوں کو جا خبر کی۔ انہوں نے پکڑ کر ان کو محبوس کر دیا اور مدتوں قید رہکر آخر حبشہ کی ہجرت کی اور پھر عقبہ میں بیعت کرنیوالے بارہ حضرات انصار کے ساتھ ان کو دین اور قرآن کی تعلیم دینے کیلئے آنحضرتؐ نے بسوئے مدینہ بھیجدیا اور اسید بن حضیر و سعد بن معاذ انہیں کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ جنگ احد میں لوا جنگ ان کے ہاتھ میں تھا اور یہیں بعمر چالیس سال ابن قمئہ لیثی کی تلوار سے شہید ہوئے۔ (ابوامامہ [15]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ایک دن آپ کے پاس (بیٹھکر) دنیا کا تذکرہ کیا تو آپنے فرمایا کیا تم سنتے نہیں، کیا تم سنتے نہیں، کہ بدحالی (و تنگدستی) جزو ایمان ہے۔ بدحالی ایمان کا حصہ ہے۔ (د). (زید [16]) حضرت عمرؓ نے ایکدن پانی مانگا تو شہد ملا ہوا پانی (یعنی شربت) لایا گیا آپنے فرمایا اس میں کلام نہیں کہ یہ حلال و پاک ہے مگر میں نہ پیوں گا اس لئے کہ میں سنتا ہوں حق تعالیٰ کو کہ ایک قوم پر ان کی خواہشات نفس (پوری کرنے) پر سرزنش فرمائی ہے۔ کہ فرماتا ہے لے چکے تم اپنی لذتیں اپنی دنیا کی زندگی میں اور ان سے بہرہ مند ہوئے (کہ یہی صلہ تھا نیکیوں کا پھر اب آخرت میں تمہارا حق ہی کیا باقی رہا) پس میں ڈرتا ہوں کہ ہماری نیکیاں ہم کو جلد (دنیا ہی) میں نہ دیدی جائیں۔ لہٰذا اسکو نہ پیا (ین) **ف** یعنی شہد کا شربت بھی ایک لذیذ نعمت ہے جس کی نفس خواہش کرتا ہے اور نیکیوں کا صلہ یہی ہے کہ یہاں جس طرح نفس کو مارا ہے آخرت میں نفس کو اس کی خواہشات دی جاویں۔ پس ایسا نہو کہ یہاں نفس کی کوئی خواہش پوری ہو تو وہ وہاں محروم رہوں اس لئے لذت سے متمتع ہونا نہیں چاہتا۔ (جابر [14]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کی عبادت اور ریاضت کا تذکرہ کیا گیا اور دوسری کی احتیاط (اور پرہیزگاری) کا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احتیاط کے برابر کوئی چیز بھی نہیں ہوسکتی۔ (ین) (عطیہ سعدی [15] رفعہ): بندہ پرہیزگاروں میں شمار نہیں ہو سکتا جبتک بے خطر (اور مباح لذت) کو خطرناک (اور حرام میں مبتلا ہونے) کے اندیشہ سے چھوڑ نہ دے (ت) **ف** جب زبان کو مزہ آنے لگتا ہے تو مباح سے آگے بڑھ کر مکروہ کی اور پھر حرام لذت کی حرص ہوتی ہے اور نفس و روح میں جنگ ہونے لگتی ہے کہ دیکھیں کون غالب آئے متقی وہ ہے جو اس جنگ کی نوبت ہی نہ آنے دے اور باوجود قدرت کے زبان کو لذت چشیدہ ہی نہ ہونے دے (عائشہ [15]) ہم پر مہینہ مہینہ گذر جاتا تھا کہ (چولھے میں) آگ نہ سلگاتے تھے بس گذران کے لئے کھجور (ہوتی تھی جو اہل عرب کی معمولی غذا ہے) اور پانی، مگر یہ کہ کہیں سے گوشت

وما اوقد فی ابیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم نار قال قلت یا خالۃ فما کان یعیشکم؟ قالت الاسودان التمر والماء الا انہ قد کان للنبی صلی اللہ علیہ وسلم جیران من الانصار وکانت لہم منائح وکانوا یرسلون الیہ من البانہا فیسقیناہ ۞ ومنہا: قالت توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین شبع الناس من الاسودین التمر والماء ۞ وفی اخری: وما شبعنا من الاسودین ۞ ومنہا قالت لقد مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما شبع من خبز وزیت فی یوم واحد مرتین ۞ للشیخین والترمذی (ابن عباس[۲۰]) کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یبیت اللیالی المتتابعۃ واھلہ طاویا لا یجدون عشاء وانما کان اکثر خبزہم خبز الشعیر للترمذی (انس[۲۱]) لبس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصوف واحتذی المخصوف واکل بشعًا ولبس خشنًا فقیل للحسن ما البشع؟ قال غلیظ الشعیر ما کان یسیغہ الا بجرعۃ ماء ۞ (وعنہ[۲۲]) رفعہ: ان من السرف

آجائے (تو وہ پکا لیا جاتا تھا) اور ایک روایت میں ہے (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اور آپ) کے گھر والے تین دن بھی مسلسل گیہوں کی روٹی سے شکم سیر نہیں ہوئے حتی کہ آپ کی وفات ہوگئی اور ایک روایت میں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (اور آپ) کے گھر والوں نے متواتر دو دن جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا حتی آپ کی وفات ہوگئی اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دن میں آل محمد نے کبھی دو وقت نہیں کھایا مگر کہ ان میں ایک وقت کھجور ضرور ہوتی تھی (یعنی دو وقت مسلسل پکا ہوا کھانا کبھی نہیں ملا) اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے عروہ سے فرمایا کہ واللہ اے میرے بھانجے ہمیں ایک چاند نظر آتا اور پھر دو مہینہ کے اندر دوسرا اور تیسرا چاند نظر آجاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ بھی نہ سلگتی تھی. عروہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ خالہ پھر گذر آپ کی کس چیز پر تھی؟ فرمایا کھجور اور پانی مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند پڑوسی تھے انصار اور ان کے ہاں دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں وہ ان کے دودھ میں سے کچھ آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تو اسے آنحضرت ہمیں پلا دیا کرتے تھے. اور ایک روایت میں ہے کہ جب لوگوں کو کھجور اور پانی پیٹ بھرا ملنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے (ورنہ آپ کی حیات میں آپ کے متعلقین کو یہ بھی شکم سیر نہ ملا) اور ایک روایت میں ہے کھجور اور پانی سے بھی ہمارا پیٹ کبھی نہ بھرا. اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور آپ نے روٹی اور روغن زیتون سے دن میں دو مرتبہ بھی کبھی پیٹ نہیں بھرا (ت) ف یہ ہے گذران معیشت سید الکائنات علیہ الف الف تحیات کہ باوجود محبوب خدا ہونے اور دنیا کے جواہرات و معادن آپ پر پیش کئے جانے کے اختیار خود فقر و تنگدستی کو پسند کیا کہ ناداری کو بالذات شرف حاصل ہے تونگری پر. اور ہر چند کہ خیبر فتح ہونے پر اکثر فقراء مسلمین کو شکم سیر کھجور ملنے لگی تھی. اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سال بھر کفایت کرنے والی مقدار بصورت نفقہ تمامی ازواج مطہرات کے گھر ڈلوا دیا کرتے تھے مگر ازواج بھی آنجناب ہی کی ازواج تھیں اس لئے وہ سب ذخیرہ مہمانوں اور مساکین میں جلد خرچ ہو جاتا اور گذران کی صورت وہی تنگی کی رہتی تھی جو محبوب خدا کو محبوب تھی کہ نہ دو وقت سیر ہو کر کھایا نہ کھجور و پانی کے سوا مہینوں کچھ پکانے اور آگ سلگانے کی نوبت آئی. روٹی بھی ملی تو اکثر جو کی اور اس کے ساتھ سالن تھا تو روغن زیتون. اور وہ بھی دو وقت متواتر نہ ملا. آج ایک بدحال سے بدحال فقیر بھی اس گذران کے سامنے دولت مند اور بندۂ عیش بنا ہوا ہے مگر پھر بھی بانگ ترقی بلند اور مسلمانوں کے افلاس کو عذاب خدا سمجھا جا رہا ہے. جس کا بڑا سبب یہ ہے کہ اللہ و رسول کی محبت اخروی نعمتوں کی لذت اللہ کے حصول کا یقین اور فانی و باقی میں امتیاز کا نور حاصل نہیں کہ اسی سے فقر میں مزہ آتا

لہ بالفتح ای المتغیر من الخبز وخشنا بالکسر ای الغلیظ من الخشن قولہ الرغوۃ من دسم اللبن ۱۲

ان تاکل کل ما اشتہیت ؛ هما للقزوینی بضعف (عمر[23]) وذکر ما اصاب الناس من الدنیا فقال لقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یظل الیوم یلتوی ما یجد من الدقل ما یملئ بہ بطنہ ؛ لمسلم (قتادۃ[24]) کنا نأتی انسا وخبازہ قائم فیقدم الینا الطعام ویقول کلوا فما اعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رغیفا مرققا حتی لحق باللہ ولا رای شاۃ سمیطۃ بعینیہ حتی لحق باللہ ؛ للبخاری (انس[25]) رفعہ: لقد اُخِفتُ فی اللہ ما لم یُخَف احد وا وذیت فی اللہ ما لم یُؤذَ احد قبلی ولقد اتی علی ثلاثون من بین یوم ولیلۃ ومالی ولبلال طعام الا شیٔ یواریہ ابط بلال ؛ للترمذی وقال معنی هذا حین خرج صلی اللہ علیہ وسلم هاربا من مکۃ ومعہ بلال انما کان مع بلال من الطعام ما یجعل تحت ابطہ (عائشۃ[26]) قالت لما فتحت خیبر قلنا الآن نشبع من التمر (ابن عمر[27]) ما شبعنا من تمر حتی فتحنا خیبر ؛ هما للبخاری (عائشۃ[28]) قالت توفی النبی صلی اللہ

اور دولت کے بکھیڑوں سے وحشت ہوا کرتی ہے۔ اور اس لحاظ سے ناداری بیشک عذاب ہے کہ دین کیساتھ دنیا سے بھی محرومی ہے مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ دولت و سلطنت کو دین و ایمان سمجھ کر نصرانیت کو محبوب بنایا جا رہا ہے حالانکہ اسی سید الزاہدین پیغمبر کے غلامان آستانہ نے صدہا برس سلطنتیں بھی کی ہیں اور ان کے خزانوں میں اتنا مال رہا ہے کہ رات دن لٹاتے تھے مگر ختم نہ ہوتا تھا۔ اصل تو یہ ہے کہ دنیوی ترقیات بھی اسلام ہی کا حصہ ہیں مگر اسلام کی اصل دولت اللہ کی خوشنودی اور اخروی نعمتیں ہیں جن کے لئے دنیا سے زہد و بے رغبتی لازم ہے اسلئے نبوی تعلیم نے اسپر اتنا زور دیا ہے کہ ترقی کرتا ہوا پادشاہ بھی بنے تو اپنی گذران کے لئے فقیرانہ شاہی کو عزت سمجھے۔ (ابن عباس[20]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے گھر والے پے درپے کئی کئی راتیں بھوکے گذارتے تھے کہ شام کا کھانا نہ ملتا تھا اور آپکی روٹی (جو دن کو ملتی بھی تھی تو) اکثر جَو کی روٹی ہوا کرتی تھی (ت) (انس[21]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُون (کا بنا ہوا کمبل وغیرہ) پہنا ہے اور گٹھا ہوا جوتہ استعمال کیا ہے اور بدمزہ کھایا ہے اور موٹا کُھرا پہنا ہے حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ بدمزہ کیسا. فرمایا موٹے جَو جنکو پانی کے گھونٹ کے بغیر نگل بھی نہ سکتے تھے (ایضاً[22]) فع: یہ بھی فضول خرچی میں داخل ہے کہ کھائے ہر وہ چیز جسے دل چاہے۔ (ہ) ف جب انسان اپنی خواہش کو داب نہ سکا اور لذت کا غلام بنا تو پیسہ بے محل خرچ کیا اور حق کا رضا جو نہ ہوا. لہذا مسرف قرار پایا (عمر[23]) نے اس تذکرہ میں کہ لوگوں کو دنیا کتنی ملنے لگی ہے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دن فاقہ سے دیکھا ہے کہ ردی کھجور بھی اتنی نہ ملتی تھی جس سے اپنا پیٹ بھر لیں (س) ف. اللہ اللہ یہی وہ ذات ہے جس نے عالم کو نور سے بھر دیا اور جس کے غلاموں نے صدیوں تک قابل رشک سلطنتیں کیں. (قتادہ[24]) ہم حضرت انس کے پاس آیا کرتے اور ان کا باورچی کھڑا ہوتا تھا بس کھانا ہمارے سامنے لاتے اور فرمایا کرتے کہ کھاؤ حالانکہ مجھے جہانتک علم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پتلی چپاتی آنکھوں سے دیکھی بھی نہیں یہانتک کہ اللہ سے جا ملے. اور نہ سالم بکری بُھنی ہوئی دیکھی حتی کہ اللہ سے جا ملے (خ) ف حضرت انس نے آنحضرت کے مدنی قیام کا تمام زمانہ کہ فروغ و ترقیات کا تھا دس سال دیکھا کہ پتلی چپاتیاں کھانا تو درکنار نظر سے گذری بھی نہیں کیونکہ کوئی مسلمان بھی اس تکلف سے آشنا نہ تھا۔ اور نہ بچہ بُزیا مُرغ سالم کبھی کھایا یا دیکھا کہ سب بعد والوں کا ترفہ و تلذذ ہے کہ مرغ یا بکری کے بڑا ہونے سے قیمت بڑھتی اور ذبح کرنے سے کھال کار آمد ہوتی ہے اور اس کا لحاظ کرنا شان امارت کیخلاف ہے اس لئے نو عمر بچہ ہی کو صرف اس کے بال گرم پانی میں دور کرکے مع کھال کے بھون کر کھاتے ہیں (انس[25]) فع: راہ خدا میں جتنا مجھے (لوگوں کی طرف سے) مبتلائے خوف کیا گیا اتنا کسی کو نہیں کیا گیا۔ اور اللہ کے بارہ میں جتنی ایذائیں مجھے دی گئیں مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں (کہ جن کا رتبہ ہے سوا ان کو سوا مشکل ہے)

علیہ وسلم ولیس عندی شئ یاکلہ ذو کبد الا شطر شعیر فی رف لی فاکلت منہ حتی طال علیّ وکلتہ ففنی؛ للشیخین
زاد الترمذی: فلوکنا ترکناہ لا کلنا منہ اکثر من ذلک؛ (وعنہا)[29] توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودرعہ مرھونۃ
عند یھودی فی ثلاثین صاعًا من شعیر؛ للشیخین والنسائی (وعنہا)[30] ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یسب احدًا ولا یطوی لہ ثوب؛ للقزوینی (علی)[31] لقد خرجت من بیتی فی یوم شاۃ[1] من بلت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم وقد اخذت اھابًا معطونًا[2] فجوبت وسطہ فادخلتہ فی عنقی وشددت وسطی فحزمتہ بخوص
النخل وانی لشدید الجوع ولوکان فی بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعام لطعمت منہ فخرجت التمس شیئًا
فمررت بیھودی فی مال لہ وھو یستقی ببکرۃ لہ فاطلعت علیہ من ثلمۃ الحائط فقال مالک یا اعرابی

اور مجھ پر کامل تین دن رات (ایسی حالت میں) گذرے ہیں کہ میرے اور بلال کیلئے (کھانیکو کچھ نہ تھا بجز اتنی (غذا) کے جسکو بلال
کی بغل نے چھپالیا تھا (کہ قلیل ہونے کے سبب بغل میں دبی نظر بھی نہیں آتی تھی) اتنے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ابو طالب
اور حضرت خدیجہ کے یکے بعد دیگرے تین دن کے اندر انتقال پانے پر دشمنانِ مکہ کی ایذاؤں کا نشانہ بنے تو) مکہ سے پریشان ہوکر
نکلے (اور طائف کیطرف آئے) اور آپ کے ساتھ (زید بن حارثہ اور بروایتے) بلال تھے اور اسوقت بلال کیساتھ صرف اتنا کھانا
تھا جس کو وہ اپنی بغل کے نیچے اٹھائے ہوئے تھے ف اہل طائف نے آپ کو اتنا ستایا کہ سنگساری سے پائے مبارک خون
آلود ہوگئے۔ حضرت زید اپنے بدن کو آپ کی سپر بناتا تھا حتی کہ ان کا تمام سر زخمی ہوگیا۔ حق تعالیٰ کا فرشتہ آیا کہ فرماؤ تو دونو
پہاڑوں کو چکّی کے پاٹ بنا کر ملادیا اور ان کو بیچ میں دلدیا جائے مگر آپ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ ان کی نسل میں کوئی
ایسا پیدا ہو جو میرے اللہ کی پرستش کرے اس لئے مجھے انکی ہلاکت گوارا نہیں۔ (عائشہ)[26] فرماتی ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم
نے کہا اب کھجوروں سے ہمارا پیٹ بھرا کرے گا (کہ اب تک پیٹ بھراؤ کھجور بھی کسی دن نہ ملی تھی (ابن عمر)[27] ہم کھجوروں سے
شکم سیر نہ ہوئے حتی کہ ہم نے خیبر فتح کیا (اور اس وقت صحابہ کو بھی کھجوروں سے کہ عرب کی معمولی غذا ہے پیٹ بھرنا نصیب
ہوا) خ (عائشہ)[28] کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور میرے پاس کلیجہ والے (ذی روح)
کے کھانیکی کوئی چیز نہ تھی بجز تھوڑے سے جَو کے جو میرے (گھر کے) طاقچہ میں پڑے تھے۔ پس میں اس میں سے کھاتی رہی حتی
کہ مدت گذر گئی اور میں نے ان کو ماپ لیا پس وہ ختم ہوگئے۔ (ق، ترمذی میں یہ بھی ہے پس اگر ہم اس کو دماپے بغیر رہنے
دیتے تو اس سے بھی زیادہ (دنوں) کھاتے رہتے (کیونکہ ناپنے تولنے سے نگاہ توکل تنگ پڑکر فکر لاحق ہوتا اور برکت
سلب ہوجاتی ہے (ایضًا)[29] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے سدھارے اور آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن
پڑی تھی تیس[30] صاع جَو کے بالعوض (ق ی) ف صاع ایک پیمانہ ہے جس میں تقریبًا ساڑھے تین سیر جَو آتا ہے۔ فقر ادلاس
پر صبر بلکہ غلامانِ آستانہ سے بھی اتنا اخفا کہ ضرورت کیلئے غلہ قرض بھی لیا تو یہودی سے کہ کسی مسلمان پر ضرورت فاقہ کا اظہار بھی
پسند نہ کیا مبادا صورت ہو دینی تبلیغ و تعلیم کو گذران کا ذریعہ بنانیکی۔ یا اگر آقا کی ضرورتِ قرض معلوم کرکے جان و مال
نچھاور کریں تو مزہ جاتا رہے تنگدستی کا۔ اس میں آخری تعلیم مضمر تھی امت کے لئے کہ بادشاہ بن کر بھی تہیدست رہیں اور
مالک الملک کے سامنے دنیا کے مفلس اور آخرت کے بادشاہ بن کر جائیں۔ (ایضًا)[30] میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو گالی دیتے ہوں اور نہ یہ کہ آپکے لئے کوئی کپڑا لپیٹ کر (گٹھری وغیرہ میں) رکھا جاتا ہو (کہ
بدن سے زائد جو کپڑا ہوتا وہ خیرات کردیتے اور ذخیرہ رکھنے کو دنیا کے ساتھ تعلق اور بیہودہ سمجھتے تھے) ۸
(علی)[31] میں ایک سخت سردی کے دن اپنے گھر یعنی دختر رسول (فاطمہ زہرا) کے پاس سے نکلا کہ ایک بوسیدہ چمڑہ

[1] من سنت ای من عندھا وفی نسخۃ من بیت ۱۲ [2] المعطون المنتن المتمزق الشعر نہایہ وکان فی نسخۃ المؤلف المعطون ۱۲ [3] ای قطعت ۱۲

هل لك فی دلو بتمرة؟ فقلت نعم فافتح الباب حتی ادخل ففتح فدخلت فاعطانی دلوه فکلما نزعت دلوًا اعطانی تمرة حتی اذا امتلأت کفی ارسلت دلوه وقلت حسبی فاکلتها ثم جرعت من الماء فشربت ثم جئت المسجد فوجدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیه۔ للترمذی (۳۲) ابو هریرة: خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم اولیلة فاذا هو بابی بکر وعمر فقال ما اخرجکما من بیوتکما هذه الساعة؟ قالا الجوع یا رسول اللہ قال وانا والذی نفسی بیده لاخرجنی الذی اخرجکما قوموا فقاموا معه فاتی رجلًا من الانصار فاذا هو لیس فی بیته فلما رأته المرأة قالت مرحبًا واهلًا فقال لها این فلان؟ قالت ذهب یستعذب لنا الماء اذجاء الانصاری فنظر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیه ثم قال الحمد للہ ما احد الیوم اکرم اضیافًا منی فانطلق فجاءهم بعذق فیه بسر وتمر ورطب فقال کلوا واخذ المدیة فقال له صلی اللہ علیہ وسلم ایاک والحلوب فذبح لهم فاکلوا من الشاة ومن ذلك العذق وشربوا فلما ان شبعوا وروا قال صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر وعمر والذی نفسی بیده لتسئلن عن هذا النعیم یوم القیامة

ے کر اس کا بیچ پھاڑ لیا اور (اس کو اپنی گردن میں ڈال لیا تھا کہ جاڑہ نہ لگے) اور اپنی کمر کو کھجور کے پتوں کی پیٹی بنا کر کس لیا تھا کہ مجھے بہت زیادہ بھوک لگ رہی تھی۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کچھ کھانا موجود ہوتا تو میں ضرور کھالیتا (مگر وہاں بھی کچھ نہ تھا اور) اس لئے میں تلاش میں چلا کہ کچھ ملجائے (جس سے ذرا سہارا ہو) پس ایک یہودی پر جو اپنے باغ میں تھا گذرا اور وہ اپنے اونٹ کے ذریعہ (چرس کھینچکر باغ میں) پانی دے رہا تھا۔ پس میں نے دیوار کی دراز میں سے اسکو جھانکا۔ تو اس نے کہا کیا مطلب ہے اے بدو۔ کیا ایک کھجور پر ایک ڈول (کھینچنے) کی خواہش ہے؟ میں نے کہا ہاں دروازہ کھولو کہ اندر آجاؤں۔ چنانچہ اس نے کھولدیا اور میں اندر گیا تو اس نے مجھے ڈول پکڑا دیا۔ اور جب بھی میں نے ایک ڈول کھینچ لیا اس نے ایک چھوارہ مجھے دیدیا حتی کہ جب میں نے اپنی ہتھیلی بھر لی تو اس کے ڈول کو چھوڑدیا اور کہا کہ بس مجھے کافی ہوگئے (اور اب مزدوری کی ضرورت نہیں) پس میں نے انکو کھایا اور چلو بھر بھر کر پانی پیا اور اس کے بعد مسجد نبوی میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں (بیٹھا ہوا) پایا۔ (ت) ف یہ حال تھا داماد پیغمبر کا جن کے گھر میں بتول سیدہ نساء عالمین تھیں کہ فاقہ سے مجبور ہوتے تو ایک چھوارہ پر چرس کھینچنے کی مزدوری کرتے، اور جب ضرورت عارضہ رفع ہوجاتی پھر فوراً آقا کی خدمت میں آحاضر ہوتے۔ کاش یہ سادگی اور مزدوری میں عار نہ کھانا اور حقیقی ضرورت پوری ہوتے ہی اپنے دین کی ترقی میں لگنا، اگر عشر عشیر بھی مسلمانوں کو نصیب ہوجائے تو حریت کاملہ میسر آجائے کہ نہ فرضی و نفسانی ضرورتوں کے غلام رہیں نہ یہود و نصاریٰ کے۔ کہ دین سے حرمان اور دنیا میں ذلت کی غلامی اسی نفس و خواہشات اور عادات و رسومات کی غلامی سے نصیب ہوتی ہے کہ اب گذران کے لئے ضرورت ہے فی کس پچاس روپیہ ماہوار کی اور وہ نصاریٰ کی دائمی غلامی بلکہ ظلم و معاصی میں پھنسے بغیر پوری نہیں ہوسکتی (۳۲) (ابو ہریرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن یا ایک شب میں (دولتخانہ سے) باہر آئے تو دیکھا کہ ابوبکر و عمر (کھڑے) ہیں۔ آپ نے پوچھا اس وقت (عادت کیخلاف) تم کو اپنے گھروں سے کون ضرورت نکال کر لائی؟ عرض کیا کہ بھوک یا رسول اللہ۔ فرمایا اور مجھے بھی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اسی (ضرورت) نے گھر سے نکالا ہے۔ اچھا اٹھو (کسی مخلص خوشحال کے پاس چلیں) چنانچہ وہ آپ کے ساتھ چلے اور آپ ایک انصاری کے پاس آئے (جن کا نام ابوالہیثم تھا) دیکھا تو وہ گھر میں موجود نہ تھے۔ مگر جب ان کی بیوی نے آپکو دیکھا تو کہا مرحبا حضور ہی کا گھر ہے (تشریف لائیے) آپ نے اس سے پوچھا فلاں (یعنی تمہارے شوہر) کہاں ہیں۔ عرض کیا ہمارے

اخرجكم الجوع من بيوتكم ثم لم ترجعوا حتى اصابكم هذا النعيم ﴿ لمالك والترمذى ومسلم بلفظه (عتبة[٣٤] بن عزوان) لقد رأيتنى سابع سبعة مع النبى صلى الله عليه وسلم ما طعامنا الا ورق الحبلة حتى قرحت اشداقنا ﴿ لمسلم (ابو طلحة[٣٤]) شكونا الى النبى صلى الله عليه وسلم الجوع ورفعنا ثيابنا عن حجر حجر الى بطوننا فرفع صلى الله عليه وسلم عن حجرين ﴿ للترمذى (خباب بن الارت[٣٥]) هاجرنا مع النبى صلى الله عليه وسلم نلتمس وجه الله فوقع اجرنا على الله فمنا من مات لم يأكل من اجره شيئاً منهم مصعب بن عمير قتل يوم احد فلم نجد ما نكفنه به الا بردة اذا غطينا بها رأسه خرجت رجلاه واذا غطينا رجليه خرج رأسه فامرنا صلى الله عليه وسلم ان نغطى رأسه وان نجعل على رجليه من الاذخر ومنا من اينعت له ثمرته فهو يهدبها ﴿ للستة الا مالكا (ابو هريرة[٣٦]) لقد رأيت سبعين من اهل الصفة ما منهم رجل عليه رداء اما ازار واما كساء قد ربطوا فى اعناقهم منها ما يبلغ نصف

(پینے کیلئے میٹھے پانی کی تلاش میں گئے ہیں۔ اتنے میں انصاری بھی آگئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے دونوں رفیقوں کو دیکھا (کر تشریف فرما ہیں) اور کہا کہ الحمد للہ آج مجھ سے زیادہ معزز مہمانوں والا کوئی بھی نہیں۔ (یہ کہکر) پکے اور ایک خوشہ (تازہ توڑکر) لائے جس میں گدری اور کچی و پختہ (ہر قسم کی کھجور) تھی اور عرض کیا کہ نوش فرمایئے۔ اور چھری ہاتھ میں لی (کہ بکری ذبح کریں) پس آنحضرتؐ نے ان سے کہا کہ دیکھو دودھ والی نہ لیجیو۔ چنانچہ انہوں نے (ایک فربہ بکری کو ذبح کیا (اور پکاکر سامنے لائے) پس سبؓ بکری کے گوشت اور خوشۂ کھجور میں سے کھایا اور پانی پیا جب خورد و نوش سے سیر ہوگئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر سے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ بروز قیامت اس نعمت کے متعلق تم سے سوال کیا جائیگا کہ (گو حالت اضطرار میں ملی مگر ملی اور مزہ دار ملی۔ دیکھو) تمکو بھوک نے گھروں سے نکالا اور پھر تم واپس نہ ہوئے حتی کہ یہ نعمت تمکو نصیب ہوئی (ط ت س) (عتبہ[٣٤] بن غزوان) میں نے اپنے آپکو سات میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں شامل تھے ساتواں شخص دیکھا کہ ہماری خوراک بجز جنگلی خاردار درخت کے پتوں کے کچھ نہ تھی حتی کہ ہماری باچھیں (انکو کھاتے کھاتے) زخمی ہوگئی تھیں (س) (ابو طلحہ[٣٤]) ہمنے (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کا اظہار کیا اور اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اٹھایا تو دو پتھر بندھے ہوئے تھے (ت) (ف پیٹ میں کھانے کی سی خاصیت کہ جبتک بوجھ نہو چلا نہیں جاتا۔ نیز جب معدہ خالی ہوتا ہے تو پیٹ پھولتا ہے اور اسی لئے فاقہ زدہ شخص منتفخ ہوکر مرتا ہے۔ پس اگر اندر ڈالنے کے قابل کوئی چیز نہ ملے تو پیٹ کے اوپر پتھر باندھ لیتا ہے کہ بوجھ ہوکر کچھ تو چلنے پھرنے کا کام دے اور کچھ پیٹ کو نفخ دینے سے پچکائے رکھے۔ اور جب دوسرا فاقہ ہوتا ہے تو دوسرا پتھر باندھتا۔ اور اسیطرح ہر فاقہ پر ایک پتھر بڑھاتا رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ صحابہ کو ایک فاقہ کی سہار مشکل تھی مگر آنحضرت روحی فداہ کے دو دو فاقوں کا کسیکو پتہ بھی نہ چلتا تھا (خباب[٣٥] بن ارت) ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ (گھر بار چھوڑکر مدینہ کیطرف) ہجرت کی کہ صرف رضاء حق کے طالب تھے لہذا ہمارا اجر اللہ کے ذمہ قائم ہوا۔ مگر بعض ہم میں وہ تھے کہ مرگئے اور (یہاں) اپنے اجر میں سے کچھ بھی نہ کھایا۔ ان میں حضرت مصعب بھی تھے کہ جنگِ اُحد میں شہید ہوئے تو ہمیں (اتنا کپڑا) نہ ملا جسمیں انکو کفن دیدیں بجز ایک چادر کے کہ جب اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو ان کے پاؤں باہر نکل جاتے تھے اور جب پیروں کو چھپاتے تو سر باہر نکل جاتا۔ پس ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس چادر سے انکا سر ڈھانپ دیں اور قدموں پر اذخر (گھاس) ڈالدیں۔ اور بعض ان میں وہ ہیں جن کے پھل پختہ ہوگئے اور وہ ان کو جھاڑ رہے ہیں (کہ ان کا اجر بصورت لذات دنیا خوب

فی نسخۃ المؤلف بخطہ الیٰ ... الذی یسکن البادیۃ الصفاۃ ... ١٢

الساقين ومنها ما يبلغ الكعبين فيجمعه بيده كراهية ان ترى عورته ؛ للبخاري (انس[۳۷]) رأيت عمر وهو يومئذ امير المؤمنين وقد رقع بين كتفيه برقاع ثلاث لبّد بعضها على بعض ؛ لمالك (عبد الرحمن بن عوف[۳۸]) قال ابتلينا مع النبى صلى الله عليه وسلم بالضراء فصبرنا ثم ابتلينا بالسراء بعده فلم نصبر ؛ للترمذي (ابن سيرين[۳۹]) كنا عند ابى هريرة وعليه ثوبان ممشقان من كتان فتمخط فقال بخ بخ ابو هريرة يتمخط فى الكتان لقد رأيتني وانى لاخر فيما بين منبر النبى صلى الله عليه وسلم الى حجرة عائشة مغشيا علىّ فيجئ الجائى فيضع رجله على عنقى ويرى انى مجنون وما بى من جنون ما بى الا الجوع ؛ للبخاري والترمذي۔

(فضالة بن عبيد[۴۰]) ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا صلى يخر رجال من قامتهم فى الصلوة من الخصاصة وهم اصحاب الصفة حتى يقول الاعراب مجانين او مجانون فاذا صلى صلى الله عليه وسلم انصرف اليهم فقال لو تعلمون ما لكم عند الله لاحببتم ان تزدادوا فاقة وحاجة ؛ للترمذي (عمر[۴۱]) رفعه : لا تفتح الدنيا على احد الا القى الله بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيامة ؛ لاحمد والبزار مطولا (ابوذر[۴۲]) رفعه : يا اباذر تقول كثرة المال الغنا ؟ قلت نعم قال تقول قلة المال الفقر ؟ قلت نعم قال ذلك ثلاثا ثم قال الغنى فى القلب والفقر فى القلب من كان الغنى فى قلبه فلا يغنيه ما اكثر فى الدنيا وانما تصير نفسه كربا ؛ للكبير بخفى۔

مل رہاہے. (ست) (ابو ہریرہ[۳۶]) میں نے اہل صفہ (فقراء صحابہ) میں ستر کو دیکھاہے کہ ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جس پر چادر ہو (کہ بدن ڈھانپنے کے بعد اوپر سے اوڑھ لے) بس یا فقط تہ بند تھا یا کملی جسے اپنی گردن میں باندھ لیا کرتے تھے کہ کوئی آدھی پنڈلی تک پہنچتی تھی اور کوئی ٹخنوں تک. اور اس کو ہاتھ سے سمیٹا کرتے تھے کہ ان کا ستر نہ دکھائی دیجائے (خ) (انس[۳۷]) میں نے حضرت عمر کو دیکھا حالانکہ اس وقت (کئی ملکوں کے بادشاہ اور لکھو کھا مسلمانوں کے) امیر المؤمنین تھے کہ دونوں شانوں کے درمیان (جہاں سبکی نظر پڑتی تھی) تین پیوند لگا رکھے تھے کہ ایک کو دوسرے پر جما رکھا تھا (ط) (عبد الرحمن بن عوف[۳۸]) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بدحالی (اور تنگدستی وفقر) کے امتحان میں ڈالے گئے تو ہم صابر رہے مگر پھر آپکے بعد خوشحالی کے امتحان میں آئے تو صبر نہ کرسکے (اور حد سے متجاوز ہو کر ناکام ہوگئے) (ت) (ابن سیرین[۳۹]) ہم ابوہریرہ کے پاس (بیٹھے) تھے اور ان کے بدن پر (اس وقت) کتان کے دو رنگین کپڑے تھے، پس آپنے (کپڑے میں ناک سنکی اور فرمایا واہ واہ (آج) ابوہریرہ کتان میں ناک سنک رہاہے (حالانکہ بزمانہ نبوی میرے فقر کی یہ حالت تھی) کہ میں منبر نبوی اور حجرہ عائشہ کے درمیان بیہوش ہو کر گر پڑا کرتا تھا کہ آنیوالا آتا اور میری گردن پر پاؤں رکھتا اور یوں سمجھتا تھا کہ میں مجنون (ہوگیا) ہوں، حالانکہ مجھے جنون کچھ نہ تھا. مجھے تو صرف بھوک ہوتی تھی (جس سے غشی آجاتی تھی) (خ ت) (فضالہ بن عبید[۴۰]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھاتے تو بہتیرے آدمی بھوک کیوجہ سے نماز میں کھڑے سے گرجایا کرتے اور وہ اصحاب صفہ تھے کہ باہر کے آئے ہوئے لوگ کہا کرتے یہ لوگ مجنون ہوگئے ہیں پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو انکے پاس آتے اور فرمایا کرتے کہ (عزیزو) اگر تمہیں معلوم ہوجائے کہ اللہ کے ہاں تمہارے لئے کیاہے، تو فاقہ اور احتیاج کے اور زیادہ ہونیکو پسند کرو (ت) (عمر[۴۱]) رفع : جس پر بھی دنیا وسیع ہوئی اللہ نے ان میں قیامت تک کے لئے عداوت و بغض ڈالدیا (بزار) **ف** کہ حرص بڑھتی اور پھر آپس میں جنگ وخونریزی ہوتی ہے۔ (ابوذر[۴۲]) رفع : اے ابوذر تم کہتے ہو کہ مال کا زیادہ ہونا غنا ہے میں نے کہا جی حضرت۔ آپنے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ مال کا کم ہونا فقر ہے میں نے کہا جی حضرت تین مرتبہ آپنے یہی کہا اور اسکے بعد فرمایا (نہیں بلکہ) غنا بھی قلب میں ہوتا ہے اور فقر بھی

لہ جمع مجنون [illegible] ۱۲

(ام سلمۃ) دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ساھم الوجہ فحسبت ذلک من وجع فقلت یا رسول اللہ مالک ساھم الوجہ؟ فقال من اجل الدنانیر السبعۃ التی اتتنا امس امسینا ولم ننفقھا: لاحمد والموصلی (علی) توفی رجل من اھل الصفۃ وترک دینارین او درھمین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیتان صلوا علی صاحبکم: لاحمد ولابنہ والبزار: دینارا او درھما: (ابن مسعود) دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بلال وعندہ صبر من تمر فقال ماھذا یا بلال؟ فقال اعد ذلک لاضیافک فقال اما تخشی ان یکون لہ دخان فی جھنم انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا: للکبیر والبزار (نافع) سمع ابن عمر رجلا یقول الشحیح اعذر من الظالم فقال ابن عمر کذبت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قلب میں جسکے قلب میں غنا ہوگا تو دنیا میں کتنا ہی (اس کے پاس مال) زیادہ ہو وہ اسے غنی نہ بنائیگا، بلکہ بزرگانہ شان سے اس کا نفس رُکا رہے گا۔ (ک) ف مطلب یہ ہے کہ غنی و دولتمند وہ ہے جو حاجت لے کر دوسروں کے دروازہ پر نہ جائے اور یہ بات قلب کے غنی ہونے سے نصیب ہوتی ہے کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے دیا اس پر قناعت ہے اور مخلوق سے بے نیازی۔ باقی رہا مال کا زیادہ ہونا جسے دنیا غنی ہونا سمجھتی ہے اس کی خاصیت تو یہ ہے کہ جتنا مال بڑھتا جاتا ہے اسی قدر حرص اور ہوس ترقی پڑھتی جاتی ہے کہ در در مارا پھرتی ہے اور پیٹ نہیں بھرتا، سو یہ تو عین فقر و احتیاج ہے پس جسے غنا قلبی نصیب ہوتا ہے وہ امیر کبیر بھی ہو جائے تو متکبر و نازاں نہیں بنتا بلکہ اپنی انسانیت پر قائم رہتا ہے اور جو حالت فقر میں صبر و سکون کی تھی اسی شریفانہ خصلت پر جما رہتا ہے (ام سلمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن میرے پاس تشریف لائے کہ چہرہ مبارک افسردہ تھا میں سمجھی کسی تکلیف کی وجہ سے ہے کہ سر وغیرہ میں درد ہوگا، پس میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ چہرہ مبارک پر افسردگی کیوں ہے؟ فرمایا ان سات دیناروں کی وجہ سے جو ہمارے پاس آئے تھے کہ شام ہوگئی اور ہم نے انکو خرچ نہیں کیا (م، مں) ف آپ کو دینار کے رات بھر رُکنے سے پریشانی ہوتی تھی اور ہمیں خرچ ہو جانے سے رنج اور جوڑنے سے خوشی ہوتی ہے۔ یہ ہیں تفاوت رہ کجاست تابکجا (علی) اہل صفہ میں ایک شخص کا انتقال ہوا اور انہوں نے دو دینار یا دو درہم ترکہ چھوڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو داغ ہیں (جو جہنم میں دیئے جائیں گے) تم اپنے ساتھی پر نماز جنازہ پڑھو (میں نہ پڑھوں گا) (م، بز) ف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانیکے وقت قبلہ بجانب بیت المقدس تھا اور مسجد نبوی کی تعمیر اسی حالت میں ہوئی تھی تو مسجد کے ایک جانب کچھ جگہ چھوڑ دی گئی تھی جو اُن فقراء صحابہ کے رہنے کیلئے تھی جن کا نہ گھر تھا نہ بیوی کہ بجز دینی تعلیم حاصل کرنے کے کوئی مشغلہ نہ تھا۔ ابوہریرہ بھی انہیں میں تھے اور ان کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی اور اکثر ستر انسی رہا کرتی تھی جب قبلہ کعبہ ہوا تو وہ حصہ اسی حال پر مسکن فقراء بنا رہا۔ اسکا نام صفہ ہے اور اس میں رہنے والے اہل صفہ کہلاتے تھے جن کی گذران محض توکل پر تھی۔ اغنیاء صحابہ ان کی خدمت کیا کرتے اور جو بن پڑتا وہ دے آیا کرتے تھے چونکہ ان کی شان زاہدانہ تھی اس لئے دو درہم کا جمع کرنا بھی ان کے لئے شایان نہ تھا۔ نیز اغنیاء کا ان کو دینا فقرہی کی وجہ سے تھا پس جمع کرنا اور پھر فقیرانہ صورت بنا ہوا صفہ میں پڑا رہنا خداع اور کذب خالی بھی تھا جیسے کسی کے پاس جمع ہو اور پھر وہ اپنے کو فرو ممند بنا کر سوال کرے۔ اسی طرح بزبان حال سائل بن کر جمع کرنا حرام ہوا جس کی سزا یہ ہے کہ جو دینار جمع کئے تھا نہیں کو دوزخ میں تپا کر اس شخص کو داغا جائے گا۔ باقی حلال ذریعہ سے کوئی ہزار دینار بھی کمائے اور زکوٰۃ دیتے جائے تو نہ خود اس کا استعمال ممنوع ہے نہ ترکہ بنا کر چھوڑ جانا موجب گناہ (ابن مسعود) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایکدن) بلال کے پاس آئے اور ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر رکھا ہوا تھا۔ پوچھا یہ کیا ہے اے بلال؟ عرض کیا

يقول الشحيح لا يدخل الجنة ؛ للاوسط بضعف والبزاز [۴] رفعه: من قضى نهمته [۱] فى الدنيا حيل بينه وبين شهوته فى الاخرة ومن مد عينيه الى زينة المترفين كان مهينا فى ملكوت السموات ومن صبر على القوت الشديد صبرا جميلا [۲] اسكنه الله من الفردوس حيث شاء ؛ للاوسط والصغير بلين (ابن عمر [۴۵]) رفعه: ماذئبان ضاريان فى حظيرة يأكلان ويفسدان باضر فيها من حب الشرف وحب المال فى دين المرء المسلم ؛ للبزار (ابن عباس [۴۶]) رفعه: ما عال [۳] مقتصد قط ؛ للكبير والاوسط بلين (ابو عبيدة [۵۰]) قيل له ما يبكيك؟ فقال نبكى ان النبى صلى الله عليه وسلم وذكر يوما ما يفتح الله على المسلمين حتى ذكر الشام فقال

المسكين

آپ کے مہانوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے (کہ خدا جانے کس وقت آجاویں) فرمایا کیا تمہیں اس کا خوف نہیں کہ جہنم میں اسے دھواں لگے۔ خرچ کر ڈالو اے بلال اور عرش والے کی طرف سے کمی پڑنیکا اندیشہ نہ کرو (جب کوئی مہمان آئیگا تو مالک عرش کیطرف سے اس کا رزق بھی جو کچھ مقدر ہے آجائے گا پھر خزانچی بننے کی کیا حاجت) ک بز (نافع [۴۴]) ابن عمر نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ بخیل حریص زیادہ معذور رہے ظالم کی بہ نسبت۔ تو ابن عمر نے فرمایا تم غلط کہتے ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بخیل حریص جنت میں نہ جائے گا (لہٰذا وہ اور ظالم دونوں برابر کہ نہ یہ معذور نہ وہ) و (بزاز [۴۴]) فع: جس نے دنیا میں اپنی حرص کو پورا کیا تو آخرت میں اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان آڑ کر دی جائیگی (کہ اس تک پہنچ نہ سکیگا) اور جس نے لذت پسندوں کی آرائش کیطرف اپنی نگاہیں دوڑائیں وہ آسمانی عالم ارواح میں ذلیل ہوگا۔ اور جس نے بقدر ضرورت معاش پر صبر جمیل کیا اللہ اس کو فردوس میں جس جگہ کو وہ چاہیگا وہاں قیام نصیب فرمائے گا و ص (ابن عمر [۴۵]) فع: کسی گھیر میں دو خونخوار بھیڑیئے گھسکر کھائیں اور پھاڑیں تو ان کا نقصان بھی اتنا زیادہ نہیں جتنا جاہ اور مال کی محبت مسلمان شخص کے دین میں تباہی اور نقصان پہنچاتی ہے۔ (بز)

ف ماں باپ چاہتے ہیں کہ بچہ مال و جاہ کا شیدا ہو اور خوب ترقی کرے مگر محبوب خدا فرماتے ہیں کہ یہی جڑ ہے دین کی روح کو سلب کرنے کی۔ اور آج ذرا سی فہم رکھنے والا بھی اس کا مشاہدہ کر رہا ہے۔ پس قربان اس سچے خیرخواہ کے جس نے صدہا برس کے تجربوں سے محقق ہونے والے دھوکہ کے ٹٹی سے ہر سلطان و گدا کو بچپن ہی میں متنبہ کر دیا۔

(ابن عباس [۴۶]) فع: میانہ رو کبھی محتاج نہیں ہو سکتا (ک د) ف یہ منتہائے شفقت ہے کہ دنیا میں ہر تنگدستی سے محفوظ رہنے کا طریق تعلیم فرمایا کہ ہر امر میں میانہ روی اختیار کرے کہ حقیقی ضرورت کو روکے نہیں اور فرضی ضرورت کی طرف جھکے نہیں۔ انصاف کے ساتھ ہر شخص غور کرے کہ اصل ضروریات کتنی ہیں۔ اور دیکھے کیا دنیا میں کوئی اندھا اور لنجا بھی ایسا ہے جو مباح وسائل معاش کے اختیار کرنے میں عار نہ کھاوے اور پھر اس مقدار کو حاصل نہ کر سکے اس کے دسویں حصہ پر بھی مسلمانوں کا عمل ہوتا کہ دو چار لذتوں کو بھی ضرورت اصلیہ بنالیتے تب بھی آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا کہ جدی ترکہ بھی مشرکین کے ہاتھ میں پہنچ لیا اور پھر فقیر کے فقیر ہیں۔ (ابو عبیدہ [۵۰]) سے (کہ وہ رو رہے تھے) دریافت کیا گیا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ہمیں رونا آتا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتوحات کا تذکرہ فرمایا جو حق تعالیٰ مسلمانوں کو بخشے گا حتیٰ کہ ملک شام (مفتوح ہونے) کا بھی ذکر کیا اور فرمایا اے ابو عبیدہ اگر تمہاری عمر دراز ہو (اور ان فتوحات کے دیکھنے کا وقت آئے) تو بس تین خادم تمہارے لئے کافی ہیں، ایک تمہاری خدمت کرے اور ایک سفر میں تمہارے ساتھ رہے اور ایک تمہاری گھر والوں کی خدمت کیا کرے اور (اسیطرح) جانور بھی تین کافی ہیں۔ ایک تمہاری اور ان کے پاس آنے جانے۔ اور

[۱] النهمة بلوغ الهمة فى الشئ ۱۲ نهاية۔ [۲] الجميل الذى لا شكوى فيه وقيل لا جزع فيه ۱۲ [۳] اى ما افتقر المتوسط فى احواله ۱۲

ان ينسأ فی اجلك يا ابا عبيد ؓ فحسبك من الخدم ثلاثة خادم يخدمك وخادم يسافر معك وخادم يخدم اهلك ويرد عليهم وحسبك من الدواب ثلاثة دابة لرحلك ودابة لثقلك ودابة لغلامك ثم هذا انا انظر الی بيتی قد امتلأ رقيقا وانظر الی مربطی قد امتلأ دواب وخيلا فكيف القی رسول الله صلی الله عليه وسلم بعد هذا وقد اوصانا صلی الله عليه وسلم ان احبكم الی واقربكم منی من لقينی علی مثل الحال الذی فارقنی عليها لاحمد والبزار برا ولم يسم (انس ؓ) دخلت علی سلمان فرأيت بيته رثا فقلت له فی ذلك فقال ان النبی صلی الله عليه وسلم عهد الی ان يكون زادك فی الدنيا كزاد الراكب: للكبير (ابو هريرة ؓ) قال اتی رجل اهله فرأی ما بهم من الحاجة فخرج الی البرية فقالت امرأته اللهم ارزقنا ما نطحن وما نعجن ونخبز فاذا الجفنة ملأی خبزا والرحی تطحن والتنور ملأی جنوب شواء فجاء زوجها فقال عندكم شیء قالت رزق الله فرفع الرحی فكنس حولها فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم لو تركها لطحنت الی يوم القيامة: لاحمد والبزار (عقبة بن عامر ؓ) رفعه: اذا احب الله عبدا حماه الدنيا كما يحمی احدكم مريضه الماء للبيهقی: للموصلی (عائشة ؓ) ان النبی صلی الله عليه وسلم يعجبه من الدنيا ثلاث الطعام والنساء والطيب فاصاب النساء والطيب لم يصب الطعام: لاحمد ؒ ولم يسم۔

سواری کے لئے اور ایک باربرداری کے لئے اور ایک تمہاری غلام کے لئے۔ پھر آج میں اپنے گھر کو دیکھتا ہوں کہ غلاموں سے بھرا ہوا ہے اور اپنے اصطبل پر نگاہ ڈالتا ہوں کہ چوپایوں اور گھوڑوں سے لبریز ہے پس آنا ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیسے جاؤں گا حالانکہ آپ نے ہمیں وصیت فرمائی تھی کہ تم میں میرا سب سے پیارا اور مقرب وہ ہو گا جو مجھ سے (بروز قیامت) اُس حالت پر آ کر ملے جس حالت پر (دنیا میں) مجھ سے جدا ہوا تھا۔ ادم بز (انس ؓ) میں سلمان (فارسی) کے پاس گیا تو ان کے گھر کو بوسیدہ حال دیکھا (کہ ضرورت کی چیزیں بھی کم اور ٹوٹی پرانی تھیں) میں نے اس بارے میں کچھ ان سے کہا (کہ آخر ایسی تنگی کیوں ہے) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ دنیا میں تیرا سامان اتنا ہو جتنا سوار کا توشہ (کہ ہلکے سے ہلکا ہوتا ہے) ک. (ابو ہریرہ ؓ) کہتے ہیں ایک شخص اپنے بیوی کے پاس آیا اور گھر والوں کی احتیاج (و تنگدستی) دیکھی تو جنگل کو نکل گیا۔ (کہ نہ دیکھوں گا نہ پریشان ہونگا) پس اس کی عورت نے (اپنے اللہ سے) دعا مانگی کہ الٰہی (خزانہ غیب سے) روزی دے کہ اسکو پیسیں اور گوندھیں اور پکائیں۔ پس دیکھتی کیا ہے کہ ٹوکری بھری ہوئی ہے روٹی سے اور چکی آٹا پیس رہی ہے اور تنور کا ہر رُخ (زیر بخت روٹیوں سے) لبریز ہے۔ پس اُس کا شوہر آیا اور پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ (کھانے کو) موجود ہے؟ بولی ہاں اللہ کا دیا ہوا (بہتیرا) رزق ہے اور چکی (کا پاٹ) اٹھا کر اس کے اردگرد سے (سارا آٹا) جھاڑ دے کر سمیٹ لیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ چھوڑ دیتی (اور سارے کو نہ سمیٹتی) تو چکی قیامت تک پیستی رہتی (اور قبولیت دُعا سے غیبی رزق بلا مشقت اس کی نسل در نسل کو ملتا رہتا) ام بز (عقبہ بن عامر ؓ) فع: جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب بناتا ہے تو اس کو دنیا (کی لذتوں) سے ایسا بچاتا ہے جیسے کوئی اپنے بیمار (عزیز) کو پانی سے پرہیز کراتا ہے تاکہ وہ تندرست ہو جائے (ص)۔ ف کیا عجیب تمثیل ہے کہ پانی باوجود مایۂ زندگی ہونے کے باقتضائے مرض مضر ہے تو بچہ کو ماں باپ ترساتے ہیں اور کتنا ہی وہ خوشامد کرے مگر تادم مرگ ایک قطرہ بھی اس کے حلق میں نہیں ٹپکاتے۔ چنانچہ طاعون اور ہیضہ میں ہزاروں پر تجربہ ہو چکا۔ مگر آج مرض اور پرہیز خدا و رسول کا بتایا ہوا ہے اور اس کی عظمت نہیں اس لئے ماں باپ کی اپنے بچے کے ساتھ

ے ای ان ذلی الثور بجنب کثیر ولاجنب واحدۃ ۱۲ نہایہ

(وعنها) اُتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقدح فیہ لبن وعسل فقال شربتین فی شربۃ وادمین فی قدح لاحاجۃ لی بہ اما انی لا ازعم انہ حرام اکرہ ان یسألنی اللہ عن فضول الدنیا یوم القیامۃ ۔ للاوسط بلین (ابن مسعود) قال خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاً مربعاً وخط خطاً فی الوسط وخط خطاً خارجاً منہ وخط خطوطاً صغاراً الی ھذا الذی فی الوسط من جانبہ الذی فی الوسط فقال ھذا الانسان وھذا اجلہ محیط بہ وھذا الذی ھو خارج املہ وھذہ الخطوط الصغار الاعراض فان اخطأہ ھذا نھسہ ھذا وان اخطأہ ھذا نھشہ ھذا ۔ (انس) خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاً وقال ھذا الانسان وخط الی جنبہ خطاً وقال ھذا اجلہ وخط اخر بعیداً منہ وقال ھذا الامل فبینما ھو کذلک اذ جاءہ الاقرب ۔ (ابن عمر) اخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمنکبی وقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وکان

اور خود اپنی اپنے نفس کے ساتھ محبت ہی یہ ہے کہ جتنی بھی دنیا زیادہ ملے ضرور لو اور برباد یا اپنے وطن سے پیچھے نہ ہو (عائشہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند تھیں۔ طعام (کہ کھا کر قوت آئے تو عبادت وجہاد ہو سکے) اور عورتیں (کہ یکسوئی قلب نصیب ہو اور خیالات فاسد سے امن رہے) اور خوشبو (کہ دماغ معطر اور اعصاب قوی ہوں تو طاعت حق میں چلت پھرت اور اخذ و گرفت خوب ہو) پس عورتیں اور خوشبو تو آپکو نصیب ہوئیں مگر طعام (خاطر خواہ) نہ ملا۔ دم) ف جب محبوب کو کہ کار خیر میں ترقی کا اطمینان تھا، ضرورت کے قابل بھی نہ دیا اور فاقہ کشی کو پسند فرمایا تو کیسے کہا جائے کہ وہ ترقیات دنیا جن میں بندہ لذت و عیش بننے کی پہلے سے ہوس لئے ہے خدا کے محبوب ہونیکی علامت ہے۔ (ایضاً) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا پس آپ نے فرمایا دو شربت ایک برتن میں اور دو سالن ایک پیالہ میں (جمع کر دیئے کہ روٹی کے ساتھ کھانا چاہو تو دودھ الگ سالن کا کام دے اور شہد علیحدہ اور پینا چاہو تو دودھ علیحدہ پینے کی چیز اور شہد الگ) مجھے اسکی حاجت نہیں۔ اور دیکھو میرا یہ خیال نہیں کہ یہ حرام ہے۔ ہاں مجھے یہ پسند نہیں کہ بروز قیامت حق تعالیٰ مجھ سے باز پرس فرمائے۔ فضول دنیا کیمتعلق (کہ غیر ضروری چیز کا استعمال کیوں کیا۔ اس لئے میں نہیں پیتا) (ابن مسعود) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خط کھینچا چوکور۔ اور ایک خط کھینچا بیچوں بیچ۔ اور ایک خط کھینچا اس سے باہر نکلتا ہوا۔ اور چھوٹے چھوٹے چند خطوط کھینچے اس خط تک پہنچے ہوئے جو بیچ میں تھا اس کی درمیانی جانب (دونوں رُخ) سے۔ پھر فرمایا کہ یہ (مربع) تو انسان ہے اور یہ (چوطرفہ خط جس سے مربع شکل بنی ہے) اسکی موت ہے، جو اسکو گھیرے ہوئے ہے۔ اور یہ (خط) جو باہر نکلا ہوا ہے۔ اس کی امید ہے (کہ زندگی سے باہر نکل گئی ہے) اور یہ چھوٹے چھوٹے خطوط حوادث (اور امراض و افکار) ہیں۔ کہ ایک چوکتا (اور ختم ہو جاتا) ہے تو یہ (دوسرا) آدبوچتا ہے۔ اور وہ چوکتا (اور مارے بغیر چھوڑ کر گذر جاتا) ہے تو یہ (تیسرا) آنوچتا ہے۔ (انس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا یہ تو (گویا) آدمی ہے۔ اور اس کے پہلو میں دوسرا خط کھینچا اور فرمایا یہ اس کی موت ہے۔ اور تیسرا خط اس سے دور کھینچا اور فرمایا یہ اس کی امید ہے (کہ بہتیری آرزوئیں رکھتا اور سمجھتا ہے کہ زندگی میں پوری کروں گا) مگر اسی غفلت میں پڑا رہتا ہے کہ (موت کا خط) جو قریب تر ہے آپنوچتا ہے (اور یہ کہتا ہوا لمبا لمبا آرزو کہ خاک شدہ، زیر خاک جا سوتا ہے۔ (ابن عمر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے پکڑے (اور خوب متوجہ کر کے) فرمایا دنیا میں ایسی گذار گویا تو مسافر ہے بلکہ رستہ چلتا (کہ سرائے کے قیام میں

ابن عمر یقول اذا امسیت فلا تنتظر الصباح واذا اصبحت فلا تنتظر المساء وخذ من صحتک لمرضک و من حیاتک لموتک ؛ ھی للبخاری والترمذی وزاد بعد او عابر سبیل ؛ وعد نفسک من اھل القبور ؛ (ابوھریرۃ) رفعہ : اعذر اللہ الی امرئ اخر اجلہ حتی بلغ ستین سنۃ ؛ للبخاری (وعنہ) رفعہ : قلب الشیخ شاب علی حب اثنتین حب العیش او قال طول الحیاۃ وحب المال ؛ (انس) یھرم ابن ادم ویشب معہ اثنتان الحرص علی المال والحرص علی العمر ؛ (وعنہ) رفعہ : لو کان لابن ادم وادیان من مال لابتغی لھما ثالثا ولا یملأ جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب ؛ ھی للشیخین والترمذی۔

کتاب الخوف والرقائق والمواعظ

(ابوھریرۃ) رفعہ : من خاف ادلج ومن ادلج بلغ المنزل الا ان سلعۃ اللہ غالیۃ الا ان سلعۃ اللہ الجنۃ ؛ (انس) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی شاب وھو فی الموت فقال کیف تجدک ؟ قال ارجو اللہ یا رسول اللہ وانی اخاف ذنوبی فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمعان فی قلب عبد فی مثل ھذا الموطن الا اعطاہ اللہ

بھی مسافر کے لئے کچھ قرار ہے) اور ابن عمر فرمایا کرتے تھے جب تجھے شام ہو تو صبح کا انتظار نہ دیکھ اور صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کر۔ اور اپنی صحت سے اپنے مرض کے لئے کچھ کمالے اور اپنی حیات سے اپنی موت کے لئے کچھ لے لے (کہ صحت اور زندگی میں وہ کام کرلے جو مرض اور موت کے وقت کام آوے) خ۔ اور ترمذی نے اس کے بعد یہ بھی بیان کیا ہے اور اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کر (کہ گویا مر چکا تاکہ موت ہر وقت یاد رہے اور کبر و تمرد کا مادہ حرکت نہ کرے۔ (ابوہریرہ) فع : اللہ نے کوئی عذر نہ چھوڑا اس کے لئے جس کی اجل کو مؤخر کیا حتی کہ اسے ساٹھ برس تک پہنچا دیا (خ) ف : جس کو ساٹھ برس کی عمر بخشی اس نے بچپن جوانی اور بڑھاپے کے تینوں زمانے دیکھ لئے اور ہر قسم کے انقلاب و تغیرات کا نظارہ کرتے ہوئے صد ہا عزیزوں دوستوں کو اپنے ہاتھوں زیر خاک چھپا دیا۔ اب اس کا منہ نہیں کہ قیامت کا اپنی غفلت و کوتاہی کا یہ عذر کرے کہ عبرت اور طاعت کا کافی نہ ملا۔ (ایضاً) فع : بڑھے کا دل بھی دو چیزوں کی محبت میں جوان بنا رہتا ہے۔ درازی عمر کی محبت پر اور مال (کی کثرت و ترقی) کی محبت پر۔ (انس) آدمی بوڑھا ہوتا ہے اور اسکی دو چیزیں جوان (اور قوی) ہوتی رہتی ہیں۔ مال کی اور عمر (بڑھنے کی حرص (کہ بڑھاپے میں ہر قوت ضعیف ہو جاتی ہے مگر یہ محبتیں سست نہیں پڑتیں کیونکہ حرص و ہوس کا مادہ تو فطری ہے اور قوت عقل و ہمت جوان کو دابا کرتی تھی کمزور ہو گئی اس لئے جوں جوں بدن بوڑھا ہوتا ہے دو دوں حب مال و حرص حیات جوان بنتی جاتی ہے (ایضاً) فع : اگر آدمی کو مال کے دو جنگل (بھرے ہوئے) بھی مل جاوے تب بھی (حرص کے مارے) تیسرے جنگل کی طلب کرے۔ اور آدمی کا پیٹ تو مٹی ہی بھرے گی۔ (کہ جب مٹی میں دفن ہوگا تب ہی حرص کا خاتمہ ہوگا) ہاں اللہ توجہ فرماتا ہے جو بھی (اس کی طرف) متوجہ ہو (اور توفیق دیتا ہے قناعت کی تو زندگی ہی میں اسکی حرص مرجاتی ہے) ق ت۔

خوف اور دل کو نرم کرنے والے مضامین اور نصیحتیں

(ابوہریرہ) فع : جو ڈر (رادہ سویرے چلا اور جو سویرے چلا وہ منزل پر پہونچا۔ سن لو اللہ کا سودا بہت مہنگا ہے سن لو کہ اللہ کا سودا جنت میں ہے (ت) ف : یہ تمثیل ہے سالک آخرت کے لئے کہ جس کو ڈر ہوتا ہے کہیں دشمن چھاپا نہ مارے یا خطرہ ہوتا ہے کہ تھک کر راستہ میں نہ رہ جاؤں اور لٹیرے لوٹ لیں وہ اندھیرے سے چل دیتا ہے اور آخر ٹھنڈے ٹھنڈے امن وامان کے ساتھ منزل مقصود پر جا پہونچتا ہے اسی طرح جسے خوف آخرت ہوتا ہے

مابرجمته وامنه مما يخاف ۔ هما للترمذي (عائشةؓ) ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مستجمعا قط
ضاحكا حتى ترى منه لهواته انما كان يتبسم ۔ وفي رواية: كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا عصفت الريح
قال اللهم اني اسئلك خيرها وخير ما فيها وخير ما ارسلت به واعوذ بك من شرها وشر ما فيها وشر ما
ارسلت به واذا تخيلت السماء تغير لونه وخرج ودخل واقبل وادبر فاذا امطرت سري عنه فعرفت ذلك
عائشة فسألته فقال لعله يا عائشة كما قال قوم عاد فلما رأوه عارضا مستقبل اوديتهم قالوا هذا عارض
ممطرنا ۔ للشيخين والترمذي وابي داود (ابوذرؓ) رفعه: اني ارى ما لا ترون واسمع ما لا تسمعون اطت
السماء وحق لها ان تئط ما فيها موضع اربع اصابع الا وملك واضع جبهته لله ساجدا والله لو تعلمون
ما اعلم لضحكتم قليلا ولبكيتم كثيرا وما تلذذتم بالنساء على الفرش ولخرجتم الى الصعدات تجئرون

وہ باہمت و مستعد ہو کر طاعات میں لگتا اور نفس و شیطان کے مکر سے ڈر کر سنت کے ٹھنڈے سایہ میں چلتا ہے۔ اور
چونکہ اللہ کا سودا یعنی جنت کی لذتیں وہ مہنگا ہے کہ اس کی قیمت جان اور مال ہے کہ سب اللہ کے نام پر نچھاور کرے
تب جنت ہاتھ آوے اس لئے مردانہ وار ہمت کی ضرورت ہے کہ مر جائے مگر آستانۂ خدا سے نہ ہٹے۔ (انسؓ) رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان شخص کے پاس تشریف لائے جو کہ موت کی حالت میں تھا (کہ جانکنی شروع ہو چکی تھی)
تھی) آپ نے پوچھا اپنے کو کس حالت میں پاتے ہو۔ عرض کیا کہ اللہ سے (لطف و کرم کی) توقع بھی رکھتا ہوں یا رسول
اللہ اور اپنے گناہوں کا ڈر بھی ہے (کہ ان پر نظر فرمائی تو کہیں ٹھکانا نہیں) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے
موقع پر (یعنی قریب المرگ) یہ دونوں باتیں جس قلب میں بھی جمع ہوتی ہیں حق تعالیٰ اسے جس شے (مغفرت) کی وہ
توقع رکھتا ہے عطا فرماتا ہے اور جس (عذاب) سے ڈرتا ہے اس سے امان بخشتا ہے۔ (ت) (عائشہؓ) میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ بھر ہنستے کبھی نہیں دیکھا کہ (منہ کھلتا اور) تالو نظر آتا ہو (کہ یہ غفلت کی علامت ہے) ہاں (کوئی
خوش کن بات پیش آتی تو) صرف مسکرایا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے جب ہوا تیز چلا کرتی تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم (خود خوف زدہ ہو کر) یہ دعا کیا کرتے تھے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اس کی خوبی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی خوبی
اور جس غرض کے لئے یہ بھیجی گئی ہے اسکی خوبی۔ اور تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کی برائی سے اور جو کچھ اس میں ہے اس کی
برائی سے اور جس غرض کیلئے یہ بھیجی گئی ہے اس کی برائی سے۔ اور جب آسمان پر گھٹا چھاتی تو آپ کا (خوف سے) رنگ متغیر
ہو جاتا اور (پریشان ہو کر کبھی) باہر آتے کبھی اندر اور کبھی آگے بڑھتے کبھی پیچھے۔ ہاں جب بارش ہونے لگتی تو آپکی پریشانی
دور ہوتی حضرت عائشہ نے اسکو محسوس کیا تو آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا کیا خبر ہے یہ گھٹا ایسی ہو جیسا قوم عاد نے کہا تھا جس کا
تذکرہ قرآن مجید میں ہے کہ جب انہوں نے ابر کو دیکھا کہ انکے جنگلوں کا رخ کئے ہوئے (آرہا ہے تو خوش ہو کر) بولے یہ
بادل ہم پر (پانی) برسانے آیا ہے۔ (ق ت د) ف ہر چند کہ پیغمبر عذاب سے محفوظ ہیں مگر عاقل وہ ہے جو دوسروں کے حالات
سے سبق لے۔ اسلئے اللہ کی بے نیازی اور عذاب کے غلبۂ خوف میں کہ امت پر عذاب عام نہ آجائے آپ کی یہ حالت ہوتی تھی کہ
ہم پر مبتلائے معاصی ہوتے ہوئے اس کا ہزارواں حصہ بھی طاری ہو جائے تو ایمان میں نور اور اعمال میں حضور نصیب
ہو جائے۔ (ابوذرؓ) رفعہ میں (عالم بالا کی) وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان
چرچر بولتا ہے اور اس کو شایان بھی ہے کہ چرچر بولے کیونکہ اس میں چار انگل بھی جگہ نہیں جہاں فرشتہ اللہ کو سجدہ کرتے
اپنی پیشانی رکھے ہوئے نہ ہو۔ واللہ اگر تم جانو جو میں جانتا ہوں تو ہنسو کم اور روؤ زیادہ اور عورتوں کے ساتھ بچھونوں

الی اللہ لوددت انی شجرۃ تعضد ، وفی روایۃ ان اباذر قال لوددت انی کنت شجرۃ تعضد ، للترمذی
(حنظلۃ بن الربیع الاسیدی احد کتاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم) قال لقینی ابو بکر فقال کیف انت
یا حنظلۃ ؟ قلت نافق حنظلۃ قال سبحٰن اللہ ماتقول ؟ قلت نکون عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم یذکرنا
بالنار والجنۃ کانا رأی عین واذا خرجنا من عندہ عافسنا الازواج والاولاد والضیعات ونسینا کثیرا
قال ابو بکر فواللہ انا لنلقی مثل ذلک فانطلقت انا وابو بکر حتی دخلنا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فقلت نافق حنظلۃ یارسول اللہ فقال وماذاک ؟ قلت نکون عندک تذکرنا بالنار والجنۃ کانا رأی
عین فاذا خرجنا من عندک عافسنا الازواج والاولاد والضیعات ونسینا کثیرا فقال صلی اللہ

پر لذت نہ لےسکو اور اللہ سے نالہ وفریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل بھاگو۔ ابوذر نے (یہ حدیث بیان کرکے) کہا میرا تو یہ جی چاہتا ہے کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ (ت) **ف** پالان یا زین کا چرچر بولنا اور زیر بھاری بوجھ کی وجہ سے سواری کا کراہنا اطیط کہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان پر فرشتوں کی اتنی اَن گنت مخلوق ہے کہ ان کے بوجھ سے آسمان اگر چرچر بولے تو عجب نہیں۔ اور جب فرشتے باوجود معصوم اور مقرب ہونے کے اللہ سے اتنے خائف ہیں کہ ماتھا ٹیکے سجدہ میں پڑے ہیں، تو کیا پوچھنا انسان کا کہ زیر امتحان ہے اور دائمی عذاب وراحت کا مدار صرف آخری سانس پر ہے۔ یا یہ کہ آسمان باوجود جماد بے جان ہونے کے جلال حق سے اتنا خائف ہے کہ اونٹ کی طرح نالہ وفریاد کر رہا ہے پھر تعجب ہے کہ باوجود خطرناک آزمائش میں پڑے ہونے کے انسان مطمئن رہے۔ مگر اس کا سبب غفلت اور جہالت ہے کہ یا واقعہ کا علم نہیں اور یا علم ہے مگر دنیوی لذتوں کے انہماک میں ادھر توجہ نہیں۔ ورنہ آبادی میں رہنا مشکل پڑ جائے اور خوفزدہ ہو کر جنگلوں میں بھاگ جانے پر مجبور ہو۔ اور ناکہ خوف کا یہ غلبہ بقدر ضرورت اشتغال معاش اور رجاء رحمت سے دبا دیا گیا ہے تاکہ دنیا کی آبادی قائم اور سلسلۂ توالد وتناسل چلتا رہے مگر نہ اتنا کہ اللہ جل جلالہ کے شاہنشاہانہ اقتدار اور ناقابل برداشت سزا وعذاب کو بھول ہی جائے اور دنیا کے سوا کبھی دین یا مابعد الموت کا خیال ہی نہ گذرے۔ (حنظلہ بن ربیع یکے از کاتبان محمدی) کہتے ہیں کہ ایکمرتبہ حضرت ابو بکر مجھے ملے اور پوچھا کیا مزاج ہے اے ابو حنظلہ میں نے کہا حنظلہ تو منافق ہوگیا فرمایا سبحٰن اللہ یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں دوزخ وجنت یاد دلاتے ہیں تو ایسا تاثر ہوتا ہے) گویا دونوں چیزیں آنکھوں کے سامنے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے چلے آتے ہیں تو بیوی بچوں اور معاش کے دھندوں میں لگ جاتے اور (حضرت کا یاد دلایا ہوا) بہت کچھ بھول ہی جاتے ہیں (پھر یہ نفاق نہیں تو کیا ہے کہ پیغمبر کے سامنے کچھ حالت اور پیٹھ پیچھے کچھ) اور ابو بکر نے کہا واللہ ہمیں بھی ایسا پیش آتا ہے۔ پس میں اور ابو بکر دونوں چلے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ آپ نے فرمایا یہ کیا؟ میں نے کہا ہم آپ کے پاس ہوتے اور آپ دوزخ وجنت کا ذکر فرماتے ہیں تو دونوں آنکھ کے سامنے آجاتی ہیں مگر جب آپ کے پاس سے ہٹتے ہیں تو بی بی بچوں اور معاش کے دھندوں میں لگ جاتے اور بہت کچھ بھول جاتے ہیں (اس تغیر حال سے پتہ چلتا ہے کہ اندروں میں نفاق ہے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہر وقت اس حالت پر رہو جیسے میرے پاس اور یاد دہانی کے وقت ہوتے ہو تو تمہارے بچھونوں پر (لیٹے ہوئے) اور گلی کوچوں میں (چلتے ہوئے) تم سے فرشتے مصافحہ کیا کریں۔ ولیکن اے حنظلہ ایک وقت (وہ) اور ایک وقت (یہ) اسی کو تین مرتبہ فرمایا۔

علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو تدومون علی ما تکونون عندی وفی الذکر لصافحتکم الملائکۃ علی فرشکم وفی طرقکم ولکن یا حنظلۃ ساعۃ وساعۃ ثلاث مرات ؛ للترمذی و مسلم بلفظہ (ابوذرؓ) رفعہ قال اللہ تعالیٰ یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما فلا تظالموا یا عبادی کلکم ضال الا من ہدیتہ فاستہدونی اہدکم یا عبادی کلکم جائع الا من اطعمتہ فاستطعمونی اطعمکم یا عبادی کلکم عار الا من کسوتہ فاستکسونی اکسکم یا عبادی انکم تخطئون باللیل والنہار وانا اغفر الذنوب جمیعاً فاستغفرونی اغفر لکم یا عبادی لو ان اولکم واٰخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی اتقی قلب رجل واحد منکم ما زاد ذلک فی ملکی شیئا یا عبادی لو ان اولکم واٰخرکم وانسکم وجنکم کانوا علی افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذلک من ملکی شیئاً یا عبادی لو ان اولکم واٰخرکم وانسکم وجنکم قاموا فی صعید واحد

(ت س) **ف** مطلب یہ ہے کہ صلحاء کی صحبت میں بیٹھ کر اور بحالت تذکر جو حالت کمال خوف و استحضار کی پیدا ہوتی ہے وہ ہر وقت قائم رہے تو نظام عالم مختل ہو جائے کہ انبیاء ہی کا ظرف ہے جو کمال حضور رہتے ہوئے دنیا کی ضروریات کو سنبھالے رہتے ہیں۔ باقی عامۂ مؤمنین پر کبھی کمال حضور ہوتا ہے اور کبھی ذہول۔ اس کا نام نفاق نہیں کہ فطری استعداد اور طبعی حالت ہے۔ ہاں اتنی غفلت کہ دنیا کے مشاغل میں جائز و ناجائز کی بھی تمیز نہ رہے بدنصیبی ہے اور یہ حالت کہ صلحاء کی صحبت سے بھی وحشت ہو کمال ظلمت ہے۔

(ابوذرؓ) رفع: حق تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام قرار دیا ہے اور تمہارے آپس میں بھی اس کو ممنوع بنایا ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو بجز اس کے جسے میں راستہ دکھاؤں۔ لہٰذا مجھ سے ہدایت مانگو کہ میں تم کو ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو بجز اس کے جسے میں کھانا دوں۔ پس مجھ سے کھانا مانگو کہ میں تم کو کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو تم سب ننگے ہو بجز اس کے جسے میں پہناؤں پس مجھ سے لباس مانگو کہ میں تم کو پہننے کے لئے دوں گا۔ اے میرے بندو تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں (چاہوں گا) تو سب گناہ بخش دوں گا۔ پس مجھ سے مغفرت مانگو کہ میں تمہیں بخشوں گا۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور انسان وجنات سب کسی اعلیٰ درجہ کے تقویٰ والے قلب پر آجائیں تو وہ میرے بادشاہی میں کچھ بھی زیادتی نہ کریں گے۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور انسان وجنات سب کسی بدترین گناہگار کے قلب پر ہو جاویں تو میری بادشاہی میں کچھ بھی کمی نہیں لاسکتے۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور انسان وجنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جاویں اور مجھ سے مانگنے لگیں اور میں ہر شخص کو اس کی مراد عطا کر دوں تو جو (خزانے) میرے پاس ہیں ان میں سے اتنا بھی کم نہ ہوگا جتنا سوئی اگر سمندر میں گھسے (اور سمندر کا پانی کم کر دے) اے میرے بندو (بس فکر و اہتمام کے قابل) تمہارے اعمال ہیں کہ ان کو میں محفوظ رکھتا ہوں اور پھر (قیامت کے دن ان کا بدلہ) پورا پورا تم کو دوں گا۔ پس جو (اپنے اعمال میں) کوئی نیکی پائے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے (کہ توفیق خیر بخشی) اور جو دوسرے (یعنی گناہ کی حالت) پائے وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔ (کہ اپنے ہی اندر کچھ کھوٹ تھی جس پر کھوٹے اعمال مرتب ہوئے ورنہ سمجھے کیا نقص تھا اگر تو کسی قابل ہوتا) (ت س) (ابیؓ) جب دو تہائی رات گذر جاتی

وسألونی فاعطیت کل انسان مسألتہ ما نقص مما عندی الا کما ینقص المخیط اذا ادخل البحر یا عبادی انما ہی اعمالکم احصیہا لکم ثم اوفیکم ایاہا فمن وجد خیرًا فلیحمد اللّٰہ ومن وجد غیر ذلک فلا یلومن الا نفسہ ؛ للترمذی ومسلم بلفظہ (ابی) کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا ذہب ثلث اللیل قام فقال ایہا الناس اذکروا اللّٰہ اذکروا اللّٰہ جاءت الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ جاء الموت بما فیہ ؛ للترمذی مطولا (اسماءؓ بنت عمیس) رفعتہ : بئس العبد عبد تخیل واختال ونسی الکبیر المتعال بئس العبد عبد تجبر واعتدی ونسی الجبار الاعلی بئس العبد عبد سہی ولہی ونسی المقابر والبلی بئس العبد عبد عتا وطغی ونسی المبدأ والمنتہی بئس العبد عبد یختل الدنیا بالدین بئس العبد عبد یختل الدین بالشبہات بئس العبد عبد طمع یقودہ بئس العبد عبد ہوی یضلہ بئس العبد عبد رغب یذلہ ؛ (انسؓ) رفعہ : من کانت الاخرۃ ہمہ جعل اللّٰہ غناہ فی قلبہ وجمع علیہ شملہ واتتہ الدنیا وہی راغمۃ ومن کانت الدنیا ہمہ جعل اللّٰہ فقرہ بین عینیہ وفرق علیہ شملہ ولم یأتہ من الدنیا الا ما قدر لہ : زاد فی روایۃ : فلا یمسی الا فقیرًا ولا یصبح الا فقیرًا وما اقبل عبد علی اللّٰہ بقلبہ الا جعل اللّٰہ قلوب المؤمنین تنقاد الیہ بالود والرحمۃ وکان اللّٰہ بکل خیر الیہ اسرع ؛ (ابوہریرۃؓ) رفعہ : یقول اللّٰہ تعالیٰ ابن آدم تفرغ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور فرمایا کرتے لوگو اللہ کو یاد کرو اللہ کو یاد کرو کہ زلزلہ والی (قیامت) قریب آ لگی۔ کہ اس کے پیچھے دوسری (مصیبت) آئے گی۔ موت مع اُن (خطرات) کے جو اس میں ہے قریب آ لگی۔ (پس جاگو جاگو اور قبر و حشر و پل صراط کے کٹھن مرحلوں سے بے خبر نہ بنو) (ت۔ (اسماءؓ دختر عمیس) رفع : بُرا بندہ ہے جو مغرور و متکبر بنا اور کبریائی والی رفیع ذات کو بھولا۔ بُرا بندہ ہے جس نے ظلم و زیادتی کی اور جبار اعلیٰ کو بھولا۔ بُرا بندہ ہے جو سہو و غفلت میں رہا اور قبرستان و بوسیدگی کو بھولا۔ بُرا بندہ ہے جو شرارت و سرکشی میں پڑا اور ابتداء و انتہا کو بھولا۔ (کہ نطفہ سے پیدا ہوا اور انجام کار مور و مار کی غذا بن جائے گا) بُرا بندہ ہے جو دنیا پر داؤ لگا رہا ہے دین کے ذریعہ۔ (کہ دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کھیل رہا ہے اور دیندارانہ صورت بنا رکھی ہے دنیا کمانے کے لئے) بُرا بندہ ہے جو دین پر داؤ لگا رہا ہے شبہات کے ذریعہ (کہ جس طرح بلی شکار کرتے وقت اپنے ارادہ کا کسی کو پتہ نہیں چلنے دیتی اسی طرح دین کے ہر جزو میں اس کو شبہ ہے اور ان کو ظاہر کر کر کے صورت دکھاتا ہے محقق اور دقیق النظر ہونے کی مگر حقیقت یہ ہے، دین پر حملہ اور اس شکار کرنے کی)۔ بُرا بندہ جس کو خواہش نفس (راہِ حق سے) بھٹکا رہی ہے۔ بُرا بندہ ہے جس کو ہوس ترقی (در بدر) ذلیل بنا رہی ہے۔ (ت) ف سبحان اللہ ہر نصیحت کو کس طرح مختصر اور مضامین کے سمندر کا کوزہ بنی ہوئی ہے آب زر سے لکھ کر دل میں اتارنے کے قابل ہے۔ (انسؓ) جس کا فکر محض آخرت ہی کا ہوتا ہے تو اس کے دل میں تونگری ڈالتا اور اس کی پراگندگی کو جمعیت بخشتا ہے (کہ طرح طرح کے افکار و انتشار سے بھی محفوظ رہتا ہے) اور دنیا اس کے پاس آتی ہے ذلیل بن کر (کہ خود ہاتھ جوڑتی ہے مجھے لیلو) اور جس کا فکر دنیا ہی دنیا ہوتا ہے۔ اللہ اس کے فکر کو اس کی آنکھوں کے سامنے لاتا ہے (کہ وہ اپنا محتاج ہونا خود مشاہدہ کرتا ہے۔) اور اس کی دلجمعی کو پراگندہ کر دیتا ہے (کہ کسی وقت

لہ الختل الخداع والمراد یختل ای یغیر الدین بالمیل الی الشہوات ۱۲

لبادتی املأ صدرك غنًی واسد فقرك والا تفعل ملأت یدیك شغلا ولم اسد فقرك ٭ (شداد بن اوسؓ)
رفعه: الكيس من دان نفسه وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها وتمنى على الله ٭ (ابو هريرةؓ)
رفعه: بادروا بالاعمال سبعًا هل تنتظرون الا فقرًا منسيًا او غنًى مطغيًا او مرضًا مفسدًا او هرمًا مفندًا
او موتًا مجهزًا او الدجال فشر غائب ينتظر او الساعة والساعة ادهى وامر ٭ زاد رزين: واكثروا من
ذكر هادم اللذات ٭ هي للترمذي (ابن مسعودؓ) قال لانسان انك في زمان كثير فقهاؤه قليل قراؤه
تحفظ فيه حدود القرآن وتضيع حروفه قليل من يسأل كثير من يعطي يطيلون فيه الصلوة ويقصرون
الخطبة يبدؤن اعمالهم قبل اهوائهم وسيأتي على الناس زمان قليل فقهاؤه كثير قراؤه

نام کو بھی سکون نہیں ملتا اور پھر بھی) دُنیا اتنی ہی ملتی ہے جو مقدر ہے (کہ فکر و سعی سے ایک پیسہ بھی زیادہ نہ کما سکا)۔ اور ایک روایت میں آتا ناند ہے کہ شام ہوتی ہے تب وہ فقیر ہے اور صبح آتی ہے تب محتاج ہے (کہ رات دن چکی چلاتا مگر پیٹ بھر اٹھتا ہے) اور جو بندہ اپنے دل سے اللہ پر متوجہ ہو جاتا ہے اللہ مومنین کے قلوب کو اس کا مسخر کر دیتا ہے (کہ گرویدہ ہو کر اس کے اشاروں پر چلتے ہیں) اور اللہ ہر قسم کی خیر جلد سے جلد اس تک پہونچاتا ہے۔ (ابو ہریرہؓ) فع: حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرزند آدم تو ہر فکر دنیا سے فارغ البال ہو کر میری عبادت میں لگ جا میں تیرا سینہ تونگری سے بھر دوں گا (کہ ہاتھ خالی بھی ہوگا تو دل غنی ہوگا) اور تیری احتیاج پوری کر دوں گا (کہ کوئی ضرورت اٹکی نہ رہے گی) اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے ہاتھ مشاغل سے بھر دوں گا (کہ طرح طرح کے دھندوں میں پھنسے گا) اور (پھر بھی) تیری ضرورت بند نہ کروں گا (کہ محتاج کا محتاج بنا رہیگا)
ف ہمارے ہی آبا واجداد باوجودیکہ اَن پڑھ تھے اور وسائل معاش بھی اس زمانہ میں کم تھے مگر قانع و متوکل تھے اور دین کا چرچا تھا اس لئے صحیح البدن قوی الجثہ طویل العمر اور خوشحال تھے۔ مگر آج تعلیم سے دماغ روشن اور ذرائع معاش بیش از بیش ہو کر دنیا اوج ترقی پر ہے کہ روپیہ ابر نیسان کیطرح برس رہا ہے مگر کماتے کماتے تھکے جاتے ہیں۔ تیلی کے بیل کیطرح رات دن گھوم رہے ہیں مگر اپنی ضرورت بھی پوری نہیں کر سکتے۔ سارا ابدی ترکہ ابناء وطن کے ہاتھوں میں پہنچا کر بھی مقروض ہیں۔ آخر بجز اس کے کیا فرق ہوا کہ دین سے غافل اور ہوس ترقی میں غرق ہیں۔ چاہیئے تھا کہ جتنی محنت کی تھی اتنا ہی زیادہ مالدار اور قوی و تندرست ہوتے مگر نتیجہ برعکس ہے۔ (شداد بن اوسؓ) فع: دوراندیش وہ ہے جس نے اپنے نفس کو مطیع بنایا اور کام کیا مرنے کے بعد (والے زمانہ) کیلئے۔ اور عاجز (تھکا ماندہ) وہ ہے جس نے اپنے نفس کو خواہشات کا تابع بنایا۔ اور پھر آرزو رکھی اللہ پر (کہ وہ کریم و بے نیاز ہے مجھے ضرور بخشے گا) ف ہر انسان حریت کا شیدا ہے مگر جو شخص ہزار خواہشوں کا غلام اور نفسانی لذتوں میں جس کا ہر ہر عضو جکڑا ہوا ہو وہ اپنے آپ کو آزاد بتائے۔ اور جو دنیوی لذتوں پر قابو یافتہ ہو کر نفس و عادت کو اپنا تابع بنائے اور ایک اللہ مالک الملک کا غلام بن کر تیاری کرے عالم برزخ و آخرت کی دائمی زندگی کے لئے اس کو غلام قرار دے۔ وہ اس کا مصداق ہے کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔ (ابو ہریرہؓ) فع: سات چیزوں سے قبل (جو نیک عمل کرنا ہے وہ) کر لو۔ کیا انتظار ہے افلاس کا جو (سب کچھ) بھلا دے یا تونگری کا جو سرکش بنا دے یا مرض کا جو (صاحب فراش بنا دے اور صحت و قوت کو) خراب کر دے یا بڑھاپے کا جو (حواس میں

لہ یحترزون ہذا الضبط المؤلف ۱۲

تحفظ فیہ حروف القرآن وتضیع حدودہ کثیر من یسأل قلیل من یعطی یطیلون فیہ الخطبۃ ویقصرون الصلوۃ یبدء ون فیہ اھوائھم قبل اعمالھم: لمالک. (علیؓ) قال الا لاخیر فی قراءۃ لیس فیھا تدبر ولا فی عبادۃ لیس فیھا تفقہ الفقیہ کل الفقیہ من لم یقنط الناس من رحمۃ اللہ ولم یؤمنھم من مکر اللہ ولم یدع القرآن رغبۃ عنہ الی ما سواہ: لرزین (ابوھریرۃؓ)[15] رفعہ: یا معشر النساء تصدقن واکثرن من الاستغفار فانی رأیتکن اکثر اھل النار قالت امرأۃ منھن جزلۃ مالنا اکثر اھل النار؟ قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر ما رأیت من ناقصات عقل ودین اغلب لذی لب منکن قالت وما نقصان العقل والدین؟ قال اما نقصان العقل فشھادۃ امرأتین تعدل شھادۃ رجل فھذا نقصان العقل وتمکث اللیالی ما تصلی وتفطر فی رمضان فھذا نقصان الدین: لمسلم والترمذی (مالک)[16] بلغہ: ان عیسیٰ بن مریم کان یقول لاتکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فتقسو قلوبکم فان القلب القاسی بعید من اللہ ولکن لا تعلمون ولا تنظروا الی ذنوب الناس کأنکم ارباب انظروا فی ذنوبکم کأنکم عبید فانما الناس مبتلی ومعافی فارحموا اھل البلاء واحمدوا اللہ علی العافیۃ: (عمرؓ[17]) ان عمر قال یوما

اختلال ڈالدے، یا موت کا جو اچانک (آکھڑی ہو) یا دجال کا کہ آنکھوں سے اوجھل ایک بڑا فتنہ ہے جس کے لوگ منتظر ہیں یا قیامت کا اور قیامت تو بڑی مصیبت اور تلخ چیز ہے۔ اور رزین میں اتنا زائد ہے اور لذتوں کو خاک میں ملانیوالی (موت) کو بکثرت یاد کیا کرو کہ لذائذ دنیا سے افسردگی پیدا ہوگی تو دین کا فکر ہونے لگے گا۔ (ابن مسعودؓ[13]) نے ایک شخص سے کہا تم ایسے (مبارک) زمانہ میں ہو جس میں سمجھدار علماء زیادہ ہیں اور حفاظ قرآن کم۔ کہ قرآن کے احکام و معانی (جو کہ اصل اور مدار عمل ہیں) یاد کئے جاتے ہیں اور الفاظ قرآن کو (اتنے اہتمام سے) یاد نہیں کیا جاتا۔ کم ہیں سوال کرنیوالے اور زیادہ ہیں دینے والے وہ طویل کرتے ہیں نماز کو اور مختصر کرتے ہیں خطبہ۔ (اور وعظ کو) اعمال کو خواہشات نفس پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور عنقریب لوگوں پر ایسا وقت آنیوالا ہے۔ جس میں سمجھدار علماء تھوڑے ہوں گے اور حفاظ بکثرت کہ قرآن کے حروف یاد کئے جائیں گے اور ان کے احکام کو بیکار سمجھا جائے گا۔ بھیک مانگنے والے بہت ہونگے اور دینے والے کم۔ طویل کریں گے خطبہ کو اور مختصر کریں گے نماز کو۔ اعمال سے مقدم خواہشات نفس کو سمجھیں گے (غرض ہر امر دین و دنیا میں ظاہر داری بڑھ جائے گی اور مغز جو کہ اصل ہے کمیاب ہوجائیگا (ط) (علیؓ[14]) نے فرمایا یاد رکھو جس تلاوت میں (معنی قرآن کے اندر) غور و فکر نہ ہو (گو ثواب ملے گا مگر) کوئی خاص خوبی نہیں (کہ مقصود عمل ہے اور وہ تدبر و تفکر پر موقوف ہے) اور نہ اس عبادت میں جو ناسمجھی کے ساتھ ہو کوئی خاص خوبی ہے (بلکہ اندیشہ ہے کہ الٹی وبال نہ ہوجائے) پورا عالم وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس نہ بنائے اور عذاب الٰہی سے نڈر نہ ہونے دے (بلکہ ایسا وعظ کہے کہ عذاب کا ڈر اور رحمت کی توقع دونوں قائم رہیں) اور قرآن کو دوسری روایتوں کے شوق میں چھوڑ نہ دے (بلکہ جو بھی وعظ کہے قرآن و حدیث سے کہے) رز (ابوہریرہؓ[15]) رفع اے گروہ مستورات خیرات دیا کرو اور استغفار زیادہ پڑھا کرو کہ جہنم میں بڑی تعداد میں نے تمہاری دیکھی ہے۔ ان میں سے ایک دلیر عورت بولی کہ ہمارے زیادہ جہنمی ہونے کا کیا سبب؟ فرمایا تم لعن طعن زیادہ کیا کرتی ہو۔

لہ ۱۲ ودّات کلام مجرد از دعویٰ تشریح ۱۲

فی خطبته تعلموا ایها الناس ان الطمع فقر وان الیأس غنی وان المرء اذا یئس عن امور الدنیا استغنی عنها ؛ (مالک[18]) ان لقمان قال لابنه یا بنی ان الناس قد تطاول علیهم ما یوعدون وهم الی الاخرة سراعا یذهبون وانک قد استدبرت الدنیا منذ کنت واستقبلت الاخرة وان دارا تسیر الیها اقرب الیک من دار تخرج عنها ؛ هی لرزین (ابن مسعود[19]) کونوا ینابیع العلم مصابیح الهدی احلاس البیوت سرج اللیل جدد القلوب خلقین الثیاب تعرفون فی اهل السماء و تخفون علی اهل الارض ؛ (عمر بن عبد العزیز[20]) من تعبد بغیر علم کان ما یفسد اکثر مما یصلح ومن عد کلامه من عمله قل کلامه الا فیما یعنیه ومن جعل دینه غرضا للخصومات کثر تنقله ؛ هما للدارمی وقال یعنی ان یتنقل من رأی الی رأی (ابو هریرة[21]) رفعه : ما رأیت مثل النار نام هاربها ولا مثل الجنة نام طالبها ؛ للترمذی (عبد الله بن ابی بکر[22]) ان ابا طلحة کان یصلی فی حائط له فطار دبسی فطفق یتردد یلتمس مخرجا فلا یجد فاعجبه ذلک فتبعه بصره

اور شوہر کی احسان فراموش رہتی ہو (کہ کتنا ہی دے مگر تم شکر نہیں کرتیں) عقل اور دین دونوں میں کمزور ہوتے ہوئے ایک بڑے عقل مند شخص پر حاوی ہو جانیوالا تم سے زیادہ میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ عورت نے کہا اور (ہم میں) عقل اور دین کی کمزوری کیا ہے؟ فرمایا عقل کی کمزوری تو (اس سے ظاہر ہے) کہ دو عورتوں کی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ پس یہ عقل کی کمزوری کا تو سبب ہے اور کئی دن حالت (حیض) میں رہتی ہے کہ نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رمضان رکھتی ہے (پس اگرچہ گنہگار نہیں مگر عبادت سے محروم رہنا آخر) دین میں کمی ہی تو ہے۔ (س ت ہ) مالک[16] حضرت عیسیٰ بن مریم فرمایا کرتے تھے کہ ذکر اللہ کے سوا زیادہ کلام نہ کیا کرو ورنہ تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور سخت دل دور رہا کرتا ہے اللہ (کی رحمت) سے مگر تم سمجھتے نہیں۔ اور دوسروں کے گناہوں میں غور نہ کیا کرو جیسے تم آقا ہو (کہ اپنے غلاموں کی غلطیاں پکڑتے ہو) بلکہ اپنے گناہوں میں غور کیا کرو گویا تم غلام ہو (کہ آقا کی گرفت سے ڈرتے ہو) کیونکہ آدمی (دو طرح کے ہیں) کوئی (مصیبت میں) مبتلا اور کوئی تندرست۔ پس مصیبت زدہ پر ترس کھایا کرو اور (بھائی کی) عافیت پر اللہ کا شکر کیا کرو (عروہ[17]) حضرت عمر نے ایک دن خطبہ میں فرمایا لوگو خوب سمجھ لو کہ حرص اصل فقر ہے (کہ اسی کی بدولت دربدر مارے پھرتے ہو) (اور مخلوق سے) ناامید بن جانا اصل تونگری ہے اور انسان جب دنیوی ضرورتوں سے ناامید ہو جاتا ہے تو ان سے بے نیاز بن جایا کرتا ہے۔ (پس جتنا اپنی ضروریات میں لوگوں سے مایوس بنو گے اسیقدر آزاد اور مستغنی رہو گے)۔ (مالک[18]) لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ صاحبزادہ لوگوں سے جو وعدے کئے گئے ہیں (کہ مرنا اور حشر و پلصراط وغیرہ حق ہے) وہ ان کو دراز (اور بعید) نظر آتا ہے۔ حالانکہ وہ آخرت کیطرف تیز رفتاری سے جا رہے ہیں۔ اور جب سے تم پیدا ہوئے ہو (اور زندگی کا جو لمحہ گذر رہا ہے) دنیا کو پیٹھ پیچھے ڈال رہے اور آخرت کے سامنے آ رہے ہو۔ (اور ظاہر ہے کہ) جس گھر کیطرف تم چل رہے وہ تمہارے زیادہ قریب (آتا جا رہا ہے) اس کی بہ نسبت جس سے نکل رہے (کہ وہ ہر لمحہ دور ہوتا جا رہا ہے۔ (یں)۔ (ابن مسعود[19]) علم کے چشمے بنو (کہ مخلوق سیراب ہو) ہدایت کی مشعلیں بنو (کہ تمہارے ہر فعل سے

ل ہکذا فی نسخۃ معروف صغیر مخطوط ہو الصحیح ۱۲

ساعة ثم رجع الی صلاته فاذا هو لا یدری کم صلی فقال لقد اصابتنی فی مالی هذا فتنة فجاء الی النبی صلی الله علیه وسلم فذکر له الذی اصابه فی صلاته وقال یا رسول الله هو صدقة فضعه حیث شئت ؛ لمالك (انس) [۲۳] رفعه : اربعة من الشقاء جمود العین وقساوة القلب وطول الامل والحرص علی الدنیا ؛ للبزار بضعف (عتبة بن عبید) [۲۴] رفعه : لو ان رجلا یخر علی وجهه من یوم ولد الی یوم یموت فی مرضات الله تعالٰی لحقره یوم القیامة ؛ لاحمد (ابو هریرة) [۲۵] رفعه : من یاخذ هذه الکلمات فیعمل بهن او یعلم من یعمل بهن ؟ قال ابو هریرة قلت انا یا رسول الله فاخذ بیدی وعد خمسا فقال اتق المحارم تکن اعبد الناس وارض بما قسم الله لك تکن اغنی الناس واحسن الی جارك تکن مؤمنا واحب للناس ما تحب لنفسك تکن مسلما ولا تکثر الضحك فان کثرة الضحك تمیت القلب ؛ للترمذی (وعنه) [۲۶] رفعه : امرنی ربی بتسع خشیة الله فی السر والعلانیة وکلمة العدل فی الرضا والغضب والقصد فی الفقر والغنی وان اصل من قطعنی واعطی من حرمنی واعفو عمن ظلمنی وان یکون صمتی فکرا ونطقی ذکرا ونظری عبرة وامر بالمعروف

مخلوق کو (نور ہدایت نصیب ہو) گمردوں کے ٹاٹ بنو (کہ خلوت میں بڑا مزہ ہے) رات کے چراغ بنو (کہ جاگو اور مولیٰ سے مناجات کا لطف اٹھاؤ) ایسے بنو کہ دل نیا ہو اور کپڑے پرانے (کہ قلب میں روز نیا نور لانیکی کوشش ہو نہ یہ کہ دن میں دو دو جوڑے بدلے جاویں) اہل آسمان میں مشہور و معروف بنو اور اہل زمین سے مخفی و مستور (کہ یہاں گمنامی و کس مپرسی میں گذرے اور وہاں ہر فرشتہ کی انگلیاں اٹھیں کہ یہ ہے اللہ والا) (عمر بن عبدالعزیز) [۲۰] جو علم کے بغیر عبادت کرتا ہے وہ جتنا بناتا ہے اس سے زیادہ بگاڑتا ہے (کہ جہالت سے بہتیری معصیتوں کو بھی طاعت سمجھنے لگتا ہے) اور جس نے اپنے کلام کو اپنا عمل شمار کیا (کہ اس پر بھی جزا و سزا مرتب ہوتی ہے) اس کا بولنا بجز مفید صورت کے بہت کم پڑجائے گا۔ اور جس نے اپنے دین کو نشانہ بنالیا جھگڑوں (اور بحث و مباحثہ) کا اس کا تلون بڑھ جائے گا (کہ کبھی ایک رائے قائم کریگا کبھی دوسری۔ اور یک دلگیری جاتی رہے گی) ص (ابو ہریرہ) [۲۱] فع : میں نے دوزخ جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والا پڑکر سو رہا ہو۔ اور نہ جنت جیسی کوئی چیز جس کا طالب پڑکر سو رہا (کہ سانپ بچھو کا خطرہ ہو تو فکر میں نیند نہیں آتی مگر دوزخ سے کہ منتہائے عذاب ہے غافل بنے خراٹے لے رہے ہیں۔ اور چار روپیہ ماہوار کی طمع میں راتوں پہرہ دیتا ہے کہ نام کو نیند نہیں آتی مگر جنت جیسے منتہائے لذت سے بے نیاز بنے سو رہے ہیں۔ آخر کیا وجہ معلوم ہوتا ہے انکو افسانہ سمجھتے ہیں اور اللہ و رسول کی اطلاع پر یقین نہیں ہے (عبداللہ بن ابی بکر) [۲۲] حضرت ابو طلحہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک کبوتر اترا اور راستہ ڈھونڈھنے کیلئے اِدھر اُدھر چکر لگانے لگا مگر (گنجان درختوں کیوجہ سے باہر نکلنے کا اسے راستہ) ملتا نہ تھا اس سے ابو طلحہ کو دلبستگی ہوئی اور تھوڑی دیر تک اپنی نگاہ اسکے پیچھے لگائے رہے اس کے بعد اپنی نماز کی طرف متوجہ ہوئے (مگر اس کے دھیان میں) یاد نہ رہا کہ کئی رکعتیں پڑھیں پس کہنے لگے کہ اس باغ ہی کی بدولت مجھے یہ نقصان پہنچا (کہ نماز میں بھول ہوئی) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر نماز میں جو صورت پیش آئی اس کا ذکر کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ (ایسا باغ جس نے مجھے اللہ سے غافل بنایا مجھے رکھنا منظور نہیں لہٰذا) وہ صدقہ ہے[۵] آپ کا جہاں جی چاہے صرف کر دیجئے (ط) (انس) [۲۳] فع : چار باتیں بدنصیبی (کی علامت) ہیں۔ آنکھ کا برف کیطرح (جماؤ (کہ خوف خدا میں پگھلنا اور آنسو بہانا نہ جانے) اور سخت دلی (کہ مصیبت زدہ پر ترس نہ آوے) اور درازی امید[۶] (کہ سینکڑوں برس

[۵] جو چیز اللہ سے غفلت کا سبب بنی اللہ والوں نے اس کا رکھنا پسند نہیں کیا۔ اور نہیں اس کا الگ کرنا اور اللہ کو یاد دلانیوالی چیزوں کا پاس رکھنا

لرزین (ابوذر[۲۷]) رفعه: اتق الله حیث ماکنت واتبع السیئة الحسنة تمحها وخالق الناس بخلق حسن: (ابوبکرة[۲۸]) ان رجلا قال یارسول الله ای الناس خیر؟ قال من طال عمره وحسن عمله قال فای الناس شر؟ قال من طال عمره وساء عمله: (ابن عمرو[۲۹] بن العاص) رفعه خصلتان من کانتا فیه کتبه الله شاکرًا صابرًا ومن لم تکونا فیه لم یکتبه الله لاشاکرًا ولا صابرًا من نظر فی دینه الی من هو فوقه فاقتدی به ونظر فی دنیاه الی من هو دونه فحمد الله علی مافضّله علیه کتبه الله شاکرًا صابرًا ومن نظر فی دینه الی من هو دونه ونظر فی دنیاه الی من هو فوقه فاسف علی مافاته منه لم یکتبه الله لاشاکرًا ولا صابرًا (عقبة[۳۰] بن عامر) قلت یارسول الله ما النجاة؟ قال امسك علیك لسانك ولیسعك بیتك وابك علی خطیئتك: (ابوسعید[۳۱]) رفعه: لاحلیم الا ذو عثرة ولاحکیم الا ذو تجربة: (حذیفة[۳۲]) رفعه: لایکن احدکم امعة یقول انا مع الناس ان احسن الناس احسنت وان اساء وا اسأت ولکن وطنوا

انتظام کر رہا ہے کہ یوں کروں گا اور دنیا کی حرص (کہ کتنی ہی زیادہ ہو مگر پیٹ نہیں بھرتا) بز (عتبة[۲۴] بن عبید) فع: اگر کوئی شخص پیدا ہونے کے دن سے مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنے منہ کے بل (بحالت سجدہ) پڑا رہے تو قیامت کے دن اسکو بھی حقیر سمجھے گا (کہ میں نے غلامی کا کچھ بھی حق ادا نہیں کیا۔ چہ جائیکہ عمر کا ہزارواں حصہ بھی شاید عبادت میں نہیں گذرتا اور مغرور ہوتا ہے کہ بہت کچھ کر لیا، اس سے زیادہ کیا کرتا) (ابوہریرہ[۲۵]) فع: ہے کوئی جو ان کلمات کو لے اور خود ان پر عمل کرے یا اسکو بتائے جو ان پر عمل کرے۔ ابوہریرہ نے کہا میں ہوں یا رسول اللہؐ پس آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ باتیں گنیں اور فرمایا حرام[۱] افعال سے بچ کہ بڑا عابد بن جائے گا اور اپنے مقسوم پر راضی ہو (اور قانع بن کر بیٹھ) کہ اعلیٰ درجہ کا تونگر بن جائیگا۔ اور اپنے پڑوسی کے ساتھ سلوک کر کہ مؤمن بن جائے گا۔ اور جو[۴] اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کر کہ مسلم بنجائیگا۔ اور زیادہ[۵] مت ہنس کہ زیادہ ہنسنا دلکو مردہ کر دیتا ہے۔ (ت ہذا[۲۶] ایضا) فع: مجھے حق تعالیٰ نے نو[۹] باتوں کا حکم دیتا ہے خوف[۱] خدا چھپے بھی اور کھلے بھی۔ حق گوئی[۲] خوشی میں بھی اور غصہ میں بھی اور میانہ[۳] روی افلاس میں بھی اور تونگری میں بھی اور[۴] یہ کہ جو مجھ سے قطع تعلق کرے میں اس سے تعلق جوڑوں۔ اور جو[۵] مجھے کچھ نہ دے میں اسے دیا کروں اور[۶] جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کیا کروں اور[۷] یہ کہ میرا سکوت فکر ہو (کہ چپ رہوں تو آخرت کا سوچ آگھیرے) اور[۸] میری گویائی ذکر ہو (کہ بولوں تو ذکر الٰہی میں بولوں) اور[۹] میری نظر عبرت اور امر بالمعروف ہو (کہ نیکی دیکھوں تو خود اسکے کرنے کا سبق لوں۔ اور گناہ دیکھوں تو نصیحت کروں) یں (ابوذر[۲۷]) فع: جہاں بھی رہے اللہ سے ڈرتا رہ اور بدی کے پیچھے نیکی لا جو اسکو مٹادے اور لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کر (ابوبکر[۲۸]) ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ سب سے بہتر کون۔ فرمایا جس کی عمر زیادہ ہوئی اور عمل اچھے رہے (کہ ذخیرہ جمع ہو گیا نیکیوں کا)۔ اس نے کہا اور سب میں بدتر کون؟ فرمایا جس کی عمر زیادہ ہوئی اور عمل برے رہے (ذخیرہ جمع ہو گیا گناہوں کا) (ت) ابن عمرو[۲۹] بن عاص) فع: دو خصلتیں ہیں کہ جس میں پائی جائیں گی اللہ اسکو صابر و شاکر لکھیگا اور جس میں وہ نہ ہوں گی نہ اسے شاکر لکھیگا نہ صابر جسنے دین کے بارے میں اپنے سے اونچے پر نظر کی اور اس کا اتباع کیا اور دنیا کے بارے میں اپنے سے نیچے پر نظر کی اور اللہ نے جتنا اس پر بڑھا رکھا ہے اس پر اللہ کا شکر کیا تو اللہ اس کو صابر و شاکر درج فرمائے گا۔ اور جس نے دین کے متعلق نظر کی اپنے سے نیچے پر اور دنیا کے متعلق نظر کی اپنے سے اونچے پر اور اس کی بہ نسبت جو اس کے پاس کمی رہی ہے اس پر افسوس کیا تو اسکو نہ شاکر لکھیگا نہ صابر (عقبة[۳۰] بن عامر) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نجات کی کیا صورت ہے؟ فرمایا اپنی زبان کو روکے رکھ اور گھر میں اپنی گنجائش بنا کہ خانہ نشین

انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا وان اساء وا ان لا تظلموا ؛ (وعنہ) [۳۳] رفعہ: لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ، قالوا وکیف یذل نفسہ؟ قال یتعرض من البلاء لما لا یطیق ؛ (معاویۃ) [۳۴] کتب الی عائشۃ ان اکتبی لی کتابا توصینی فیہ ولا تکثری علیّ فکتبت سلام علیک اما بعد فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من التمس رضی اللہ بسخط الناس کفاہ اللہ مؤنۃ الناس ومن التمس رضا الناس بسخط اللہ وکلہ اللہ الی الناس والسلام علیک ؛ (ابوھریرۃ) [۳۵] رفعہ: المؤمن غرّ کریم والفاجر خبّ لئیم ؛ ھی للترمذی (وعنہ) [۳۶] رفعہ: المؤمن لا یلدغ من جحر مرتین ؛ للشیخین وابی داود (مالک) [۳۷] بلغنی: انہ قیل للقمان الحکیم ما بلغ بک ما نری؟ یریدون الفضل قال صدق الحدیث واداء الامانۃ وترک ما لا یعنینی والوفاء بالعہد ؛ (ابن عمر) [۳۸] رفعہ: ثلاثۃ لا ینظر اللہ الیہم یوم القیامۃ العاق لوالدیہ والمرأۃ المترجلۃ والدیوث وثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والمد

بنا بیٹھا رہے اور اپنی خطاؤں پر رویا کرے (ابوسعید) [۳۱] فع: بردبار نہیں بنتا مگر ٹھوکریں کھا کر اور دانشمند نہیں بنتا مگر تجربہ کرکے۔ (حذیفہ) [۳۲] فع: ایسے بے رایا کسی کو بننا نہیں چاہئے کہ کہے میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں۔ اگر وہ اچھے کام کریں گے تو میں بھی اچھے کام کرنے لگوں گا اور وہ بُرے کام کریں گے تو میں بھی بُرے کام کرنے لگوں گا (کہ یہ تو اندھی تقلید اور بھیڑ کی خاصیت ہے) ولیکن اپنے آپ کو صاحب استقلال بناؤ کہ اگر لوگ اچھے کام کریں تم بھی اچھے کام کرو اور اگر وہ بُرے کام کریں تو تم انکے شریک حال ہوکر دوسرے پر یا اپنی جان پر ظلم نہ کرنے لگو (ت) ف جس کی ذاتی رائے کچھ نہو بلکہ جیسا دوسروں کو کرتا دیکھے ویسا خود کرنے لگے اسکو عربی میں اِمَّع کہتے ہیں! اور اسوقت دنیا میں ایسے لوگ کثرت سے ہیں کہ بُرے بھلے کی تمیز نہیں کرتے اور بھیڑ چال چلتے ہیں کہ سب جیسے میں گرتے ہیں تو یہ بھی ساتھ میں گر گئی۔ اور اس کا نام رکھا ہے زمانہ سازی کہ فیشن پڑ گیا داڑھیاں منڈانیکا اور سب کو دیکھا اس رنگ میں تو بغیر پوچھے اور سمجھے محض تقلید میں خود بھی منڈانے لگے کہ جب سب کر رہے ہیں تو ہم بھی کریں یہ ایک کمزوری ہے جو اشرف المخلوقات کیلئے عیب ہے۔ رہا کسی کا یہ کہنا کہ زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز، سو اس کا مطلب یہ ہے کہ گردشِ زمانہ اگر مبتلائے کلفت بنائے تو ہائے واویلا نہ مچاؤ کہ زمانہ تمہارا غلام نہیں بن سکتا۔ ہاں تم زمانہ کی موافقت کرکے صبر و سکون اختیار کرو کہ خوش عیش رہوگے، نہ کہ کورانہ تقلید۔ دیکھو پیغمبر نے اہلِ زمانہ کیخلاف اپنے مسلک حق پر کتنا جماؤ دکھایا ہے کہ نرم گرم سب کچھ ہوا مگر موافقت تو بڑی چیز تھی ذرہ برابر قدم بھی نہ ڈگا (ایضاً) [۳۳] فع: مؤمن کی شان نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل بنائے۔ صحابہ نے کہا اپنے آپکو ذلیل بنانے کی کیا صورت؟ فرمایا ایسی بلا کا نشانہ بنے جس کی برداشت نہ کرسکے (ت) ف مثلاً اللہ سے دعا کرے کہ مصائب میں مبتلا ہونا کہ مراتب میں ترقی نصیب ہو۔ حالانکہ عافیت ایک مستقل نعمت ہے اور اسی میں سب کچھ ترقیات نصیب ہوسکتی ہیں لہذا ناقابل برداشت تکلیف پر صبر نہ ہوسکے گا تو اس کا انجام ہوگا ذلت اخروی۔ یا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں اپنی طاقت سے زیادہ کوئی بوجھ نہ اٹھاؤ کہ اس کا نتیجہ ہے خواری و پریشانی۔ (معاویہ) [۳۴] نے حضرت عائشہ کو خط لکھا، سلام علیکم۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے جس نے لوگوں کو ناخوش رکھ کر اللہ کی خوشنودی چاہی اللہ اس کی وہ ضروریات جو لوگوں سے وابستہ ہے خود انجام دے گا۔ اور جس نے اللہ کو ناراض کرکے لوگوں کی رضامندی چاہی اللہ اس کو لوگوں کے حوالہ کردے گا (کہ انہیں سے لے لینا ہے) والسلام (ابوہریرہ) [۳۵] فع: مومن بھولا اور شریف خصلت ہوا کرتا ہے اور بددین چالاک اور کمینہ خصلت ہوتا ہے۔ (ت)

من الخمر والمنان بما اعطی: للنسائی (ابن عمرو بن العاص) رفعہ: قال اللہ تعالیٰ ثلاثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر ورجل باع حرا ثم اکل ثمنہ ورجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ العمل ولم یوفہ اجرہ: للبخاری (ابو ھریرۃ) رفعہ: من یضمن لی ما بین رجلیہ وما بین لحییہ ضمنت لہ بالجنۃ: للبخاری والترمذی (ایضاً) رفعہ: شر ما فی الرجل شح ھالع وجبن خالع: لابی داود (ابوبکر) رفعہ: لا یدخل الجنۃ خب ولا بخیل ولا منان: للترمذی (عیاض بن حمار) رفعہ: ان اللہ اوحی الی ان تواضعوا حتی لا یبغی احد علی احد ولا یفخر احد علی احد: لابی داود (ابن عباس) رفعہ: ابغض الناس الی اللہ ثلاثۃ ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنۃ الجاھلیۃ وطالب دم امرئ بغیر حق لیھریق دمہ: للبخاری (المغیرۃ) کتب الیہ معاویۃ ان اکتب لی بشئ سمعتہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکتب الیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات ومنع وھات وکرہ لکم ثلاثا قیل وقال وکثرۃ السؤال واضاعۃ المال: للشیخین (ابو الدرداء) رفعہ: حبک الشئ یعمی ویصم: لابی داود

(ایضاً) فع: مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا۔ (ق د) ف یعنی جس سوراخ میں انگلی ڈالنے پر سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا ہو عقلمند کا کام نہیں کہ دوبارہ پھر اسمیں انگلی ڈالے۔ اسی طرح مومن کی شان ہے کہ جہاں ایک مگر دینی نقصان اٹھالیا دوبارہ وہاں کبھی نہیں جاتا۔ دین کیمتعلق تو یہ حالت ہے مگر دنیا سے چونکہ مناسبت نہیں اسلئے بھولا ہے کہ دنیاداروں کی چالوں میں آجاتا اور نقصان پر نقصان اٹھاتا رہتا ہے۔ (مالک) مجھے یہ روایت پہونچی ہے کہ لقمان حکیم سے کسی نے پوچھا۔ آپ کو اس فضل و کمال کے مرتبہ پر کس چیز نے پہونچایا۔ فرمایا راست گوئی ادا امانت بیہودہ کام سے علیحدگی اور وعدہ وفائی نے (ابن عمر) فع: تین شخصوں کی طرف اللہ بروز قیامت نگاہ (رحمت) نہ فرمائے گا۔ والدین کا نافرمان اور مردانہ وضع والی عورت اور دیوث (جسے بیوی کے اجنبی کیساتھ ناجائز تعلق پر غیرت نہ آوے) اور تین شخص ہیں جو (بغیر سزا کے پائے) جنت میں نہ جائیں گے۔ (والدین کا نافرمان۔ پکا شرابخوار اور اپنے دیتے ہوئے پر احسان جتانیوالا۔ (ن) (ابن عمرو بن عاص) حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین شخص ہیں جن کا فریق مخاصم میں ہونگا (اور جس مقدمہ میں سرکار مدعی ہو اس کا انجام ظاہر ہے) ایک وہ شخص جس نے میرا واسطہ ڈالکر معاہدہ کیا اور پھر بدعہدی کی۔ اور ایک وہ شخص جس نے آزاد کو (جو کہ شرعی غلام نہیں) بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گیا۔ اور ایک وہ شخص جسنے کسی مزدور کو اجرت پر لیا اور اس سے کام تو پورا لے لیا مگر اس کی اجرت پوری نہ دی (خ) (ابوہریرہ) فع: جو شخص میرے لئے ضامن بنا اپنے دونوں پاؤں کے بیچ والی (شرمگاہ) اور جباڑوں کے بیچ والی (زبان) کا (کہ زنا۔ اور کلمۂ کفر و بدگوئی سے بچا رہا۔) میں اسکے لئے ضامن ہوں جنت کا (خ ت) (ایضاً) فع: انسان میں سب سے بری چیز بخل ہے تنگدل بنانیوالا (کہ کوئی دوسرا بھی کسیکو دے تو اسکو ضیق ہو) اور بزدلی جان نکالنے والی (کہ ڈر کے مارے دم نکلا جاتا ہے) د (ابوبکر) فع: جنت میں نہ جائے گا چالباز اور نہ کنجوس اور نہ احسان جتانیوالا (ت) (عیاض بن حمار) فع: حق تعالیٰ نے مجھے وحی بھیجی کہ لوگو! فروتنی اختیار کرو کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرے اور کوئی کسی پر ڈینگ نہ مارے (کہ یہ دونوں اثر تکبر کے ہیں اور جب سب میں تواضع آجائے گی تو نہ ظلم رہے گا نہ شیخی) د (ابن عباس) فع: تین شخص سب سے زیادہ اللہ کے مبغوض ہیں معصیت کرنیوالا حرم میں (کہ نواح بیت اللہ میں بھی گناہ کرتے شرم نہ آئی) اور اسلام میں جاہلیت کی رسم کا خواہشمند (کہ کن کوششوں سے تو مٹی ہیں اور یہ چاہتا ہے کہ پھر انکو زندہ کرے اور جزو اسلام بنا کر پھیلائے۔

لہ الہلع محرکۃ افحش الجزع فالہلع ای شدید ... ۱۲ نہایۃ

(ابو هریرة[۴۳]) رفعه: الا انبئکم بشرارکم؟ الذی یاکل وحدہ ویجلد عبدہ ویمنع رفدہ؛ لرزین
(ابو سعید[۴۳]) رفعه: اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلها تستکفی اللسان فتقول اتق الله فینا فانما
نحن بک ان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا؛ (انس[۴۴]) توفی رجل فقال رجل آخر والنبی
صلی الله علیه وسلم یسمع ابشر بالجنة فقال صلی الله علیه وسلم ما یدریک لعله تکلم بما لا یعنیه او بخل بما
یغنیه؛ (ام حبیبة[۵۰]) رفعته: کل کلام ابن آدم علیه لا له الا امر بالمعروف او نهی عن المنکر او ذکر الله
هی للترمذی (ابو هریرة[۵۱]) رفعه: ان العبد لیتکلم بالکلمة من رضوان الله لا یلقی لها بالا یرفعه الله
بها فی الجنة وان العبد لیتکلم بالکلمة من سخط الله لا یلقی لها بالا یهوی بها فی النار؛ لمالک والشیخین
والترمذی (وعنه[۵۲]) رفعه: من تعلم صرف الکلام لیسبی به قلوب الرجال او الناس لم یقبل الله
منه صرفا ولا عدلا؛ لابی داود (یحیی بن سعید[۵۳]) ان عیسی بن مریم لقی خنزیرا علی الطریق فقال
له انفذ بسلام فقیل له تقول هذا الخنزیر فقال انی اخاف ان اعود لسانی المنطق

مثلاً نوحہ کرنا، یا نکاح بیوگان کا عیب سمجھنا وغیرہ رسوماتِ کفریہ) اور (محض) دشمنی میں) کسی شخص کا خون بہانے کیلئے
جھوٹا دعویٰ کرنیوالا الخ؛ (مغیرہ[۴۵]) کے پاس معاویہ نے خط لکھا کہ میرے لئے کوئی نصیحت لکھ بھیجو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنی ہو پس انہوں نے یہ لکھ کر بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ نے تم پر حرام کیا ہے ماؤں کی نافرمانی
اور بیٹیوں کا زندہ درگور کرنا اور نہ دینا (حقوق واجبہ کا) اور مانگنا (جس کا حق نہو) اور ناپسند سمجھا ہے تمہارے لئے تین
باتوں کو (فضول بکواس یعنی) قیل وقال اور زیادہ سوال (خواہ مال کا ہو جسے بھیک مانگنا کہتے ہیں یا علمی ہو جو بلا ضرورت
اور لاطائل ہو) اور اضاعتِ مال (خواہ معصیت میں خرچ کرنے سے ہو یا بے مصرف لٹانے سے ہو)؛ (ابو درداء[۴۶]) فع: کسی شئے کیسا محبت اسکے
عیوب کے دیکھنے اور سننے سے تمکو اندھا اور بہرہ بنا دیا کرتی ہے (د) ف پس ناجائز وفانی محبت ہوگی تو اس سے نکلنا اور عذاب سے بچنا
مشکل ہوگا۔ اور اگر اللہ سے محبت کروگے تو کوئی کتنا ہی فرضی عیوب بتا بتا کر اس سے ہٹائیگا مگر نہ ہٹوگے اور حوادث و مصائب
میں بھی مزہ آئیگا۔ (ابو ہریرہ[۴۷]) کہو تو بتاؤں کہ تم میں بدترین کون ہے وہ ہے جو تنہا کھاتا (اور مہمان سے گھبراتا ہے) اور اپنے
غلام (اور ماتحتوں کو) چابک مارتا ہو اور (عطا و سخا سے باز رہتا ہو (ر)؛ (ابو سعید[۴۸]) فع: آدمی جب صبح کو اٹھتا ہے تو اس
کے تمام اعضا زبان کے سامنے (عاجزانہ) جھکتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے متعلق اللہ سے ڈر کہ ہم تیرے ساتھ (لگے ہوئے) ہیں۔
اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم بھی ٹیڑھے پڑ جائیں گے (انس[۴۹]) ایک شخص کے انتقال پر
پر کسی نے کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے کہ بشارت ہو تجھے جنت کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تمہیں کیا پتہ، ممکن ہے کوئی کلام اس نے بیسود کیا (اپنی ضرورت سے فاضل کے دینے میں) بخل کیا ہو (ام حبیبہ[۵۰]) فع: آدمی
کا ہر کلام اس پر وبال ہے مفید نہیں ہوتا، بجز کار خیر کی نصیحت اور ناجائز کی ممانعت اور یادِ خدا کے (ت)۔ (ابو ہریرہ[۵۱])
فع، کوئی بندہ خوشنودیٔ خدا کا زبان سے ایک لفظ نکال بیٹھتا ہے کہ اس کا خیال بھی نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے جنت
میں اسکو اٹھا لیتا ہے۔ اور کوئی بندہ ناراضیٔ خدا کا ایک لفظ نکال بیٹھتا ہے کہ اس کا خیال بھی نہیں کرتا اور وہ
اس کی وجہ سے جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔ (ط ق ت) ف لہٰذا زبان کو چپ رہنے کی عادت ڈالنا چاہیئے کہ ممکن
ہے بے خیالی میں کوئی بات نکل جائے جو شاہنشاہِ ذوالجلال کو ناراض کر دے (ایضاً[۵۲]) جس نے رنگ برنگ کی تقریر
اس غرض سے سیکھی کہ لوگوں کے دل مسخر کرے (اور کسی کی خاطر ابنائے وبدہ بنائے تو) حق تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول

ﻨﻪ ا بال الحال الی الخاطر دالقلب ۱۲ قاموس ٥٢ ما یتکلفه الانسان زائد علی قدر الحاجة ۱۲ ٥٣ العرف التوبة وقیل النافلة والعدل الفدیة او الفریضة ۱۲

بالسوء: لمالك (عائشة) ان رجلا استأذن على رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما راٰه قال بئس
اخو العشيرة او بئس ابن العشير فلما جلس تطلق في وجهه وانبسط اليه فلما انطلق قلت يا رسول الله
حين رأيت الرجل قلت له كذا وكذا ثم تطلقت في وجهه وانبسطت اليه فقال يا عائشة متى
عهدتني فحاشا ان من شر الناس منزلة عند الله يوم القيامة من تركه الناس اتقاء شره: وفي
رواية اتقاء فحشه: للستة الا النسائي (ابوهريرة)[55] رفعه: اذا سمعتم الرجل يقول هلك الناس
فهو اهلكهم: لمسلم وابي داود والموطا: وقال ابو اسحاق سمعته بالنصب والرفع وفسره مالك
اذا قال ذلك معجبا بنفسه مزريا بغيره فهو اشد هلاكا منهم واما اذا قاله وهو يرى نفسه
معهم وهو لنفسه اشد احتقارا منه لغيره فلا بأس به: (ابوقلابة)[56] قال ابو مسعود لابي عبدالله
او قال ابو عبدالله لابي مسعود ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في زعموا[1]

کربگانہ نقل (د) ف کہ زبان کی گویائی جیسی نعمتِ عظمٰی کو خدا کی مخلوق پر قبضہ کرنے میں استعمال
کرنا خصوصًا دنیا و دنی کی خاطر کھلی بغاوت ہے۔ (یحییٰ بن سعید)[53] حضرت عیسٰیؑ کو لب راہ ایک خنزیر ملا (جس
نے راستہ روک رکھا تھا) تو آپ نے اس سے کہا عافیت کے ساتھ آگے بڑھو کسی نے کہا آپ اس خنزیر کو
(دھتکار کی جگہ ایسا ادب) کا لفظ کہہ رہے ہیں۔ فرمایا مجھے ڈر لگتا ہے اور پسند نہیں آتا کہ زبان کو
بدگفتاری کا عادی بناؤں۔ (ط) ف کتے کو دھتکارنے کے لئے ادب کا کلمہ بھی ایسے ہی محتاط صلحاء
کی ایجاد ہے جنہوں نے گندی موقع پر بھی اپنی زبان کو گندہ کرنا اچھا نہیں سمجھا (عائشہ)[54] ایک شخص
اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ جب آپ نے اسکو دیکھا تو (آہستہ سے) فرمایا بُرا
شخص ہے۔ اور جب وہ آ بیٹھا تو آپ خندہ روئی وانبساط سے پیش آئے۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ اس شخص پر نظر پڑتے ہی تو آپ نے اسکو ایسا فرمایا اور اس کے سامنے آپ نے انبساط برتا (کہ
بظاہر کانہ ڈانٹا) آپ نے فرمایا اے عائشہ تم نے مجھے بدزبان کب پایا تھا (ترش کلامی کی تو میری عادت
ہی نہیں ہے۔ ہاں) اللہ کے نزدیک سب میں گرا ہوا درجہ اس کا ہے جسے لوگوں نے اس کے شر سے، اور
بروایتے اس کی بدکلامی کے اندیشہ سے چھوڑ دیا ہو (دت) ف کہ بدکلامی سے اس کا جواب دیں تو اپنی
زبان گندی کریں اور ملیں تو اس کی گالیاں کھاویں اور رقّانی کا خمیازہ اٹھائیں لہذا اس سے کنارہ کشی ہی
کو پسند کرتے ہیں (ابوہریرہ)[55] رفعہ: جب تم کسی شخص کو یہ کہتے سنو کہ لوگ تباہ ہو گئے، (تو سمجھ لو) وہ سب میں
زیادہ تباہ ہے۔ (س دط) امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اپنے آپکو اچھا سمجھ کر دوسروں کی
تحقیر کیلئے کہے۔ (جیسا کہ بعض واعظین اہلِ زمانہ کی بددینیوں کا اظہار کرتے ہوئے جوش میں کہا کرتے ہیں
کہ سب برباد ہو گئے) پس اس کی تباہی سب میں زیادہ سخت ہے (کہ ہم عصر ہونے کے سبب عوام کی
معصیتوں میں بھی شرکت ہے اور خودستائی وتحقیر وطعن کی معصیت میں مستقل ہے) لیکن اگر اپنے
آپکو بھی ان کے ساتھ (گنہگار وخطاوار) سمجھتا اور دوسروں سے اپنے نفس کی تحقیر کرتا ہو تو ایسا کہنے
میں کچھ حرج نہیں (کہ یہ کہنا نفس معصیت کی ناگواری کے جوش میں ہوگا)۔ (ابوقلابہ)[56] ابومسعود نے
ابوعبداللہ نے یا ابوعبداللہ نے ابومسعود سے پوچھا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زَعَمُوا کے

[1] زعموا القدم من الشطر ام كلام يتوصل به الى غرض من قوله زعموا كذا وكذا ١٢ نہایہ.

قال سمعته يقول بئس مطية الرجل ۞ لابی داود (معاذ)[۵۵] رفعه ؛ من عيّر اخاه بذنب لم يمت حتی
يعمله قال احمد من ذنب قد تاب منه ۞ للترمذی (ابو هريرة)[۵۶] رفعه ؛ كل امتی معافی الا المجاهرون
وان من المجاهرة ان يعمل الرجل بالليل عملا يصبح وقد ستره الله عليه فيقول يا فلان قد عملت
البارحة كذا وكذا وقد بات يستره ربه فيصبح يكشف ستره الله عنه ۞ للشيخين (بريدة)[۵۷] رفعه ؛
ان من البيان سحرًا وان من العلم جهلا وان من الشعر حكمًا وان من القول عيلا فقال صعصعة بن
صوحان صدق صلی الله عليه وسلم اما قوله ان من البيان سحرًا فالرجل يكون عليه الحق وهو الحن
بحجته من خصمه فيقلب الحق ببيانه الی نفسه لان معنی السحر قلب الشیٔ فی عين الانسان وليس
بقلب الاعيان الا تری ان البليغ يمدح انسانا حتی يصرف قلوب السامعين الی حب الممدوح ثم
يذمه حتی يصرفها الی بغضه واما قوله ان من العلم جهلا فهو تكلف ما لا يعلم الرجل فيجهله ذلك
عند غيره واما قوله ان من الشعر حكمًا فهی هذه المواعظ والامثال الذی يتعظ الانسان بها واما قوله

بارہ میں کیا سُنا ہے؟ فرمایا میں نے آپکو یہ فرماتے سنا کہ زعموا انسان کی بُری سواری ہے (د) ف آدمی جب کسی ضرورت
کیلئے سفر کرتا ہے تو پہلے سواری تیار کرتا ہے۔ اسی طرح انسان اپنی حاجت پوری کرنے کے لئے اس قول کو اپنا آلہ
و وسیلہ قرار دے لیتا ہے کہ لوگ یوں کہتے ہیں اور زبانوں پر یہ چرچا پھیل رہا ہے۔ حالانکہ نہ اسکی سند کا پتہ ہوتا ہے
کہ کہاں سے چلا اور اوّل کس نے کہا اور نہ اسکی تحقیق ہوتی ہے کہ کہنے والا سچا ہے یا جھوٹا اور معتبر ہے یا غیر معتبر۔ ایسی
افواہ پر یقین کرنا ایک کمزوری ہے اور اس کا نقل کرنا دوسری کمزوری کہ بلا سند قول کا پھیلانا ہے اور یہ اکثر ان کی
عادت ہے۔ جو اظہار ضرورت سے قبل اسکو وسیلہ حصول مقصود قرار دیتے ہیں اس لئے بُری سواری کے مشابہ ہوا۔
مقصود یہ ہے کہ بغیر تحقیق کئے ہوئے سُنی سنائی بات کا نقل کرنا بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے کہ مؤمن کو محقق ہونا چاہئے
جس کے قول کا ہر پایہ مضبوط ہو۔ (معاذ)[۵۶] فع؛ جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو کسی گناہ پر عار دلاتا ہے جبتک
وہی کام نہ کرلے گا مرے گا نہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں وہ گناہ مراد ہے جس سے توبہ کر چکا ہو (کہ اب گذشتہ گناہ پر
طعن کرنا اس کی تحقیر اور ایذا ہے اور اگر اس گناہ پر عار دلائے جس کا مرتکب ہو رہا ہے تو نہی عن المنکر میں داخل
اور مامور عند الشرع ہے ا ت (ابو ہریرہ)[۵۸] فع؛ میری ساری امت کو معافی ملجائیگی مگر علانیہ گناہ کرنیوالوں کو
نہ ملیگی کہ انکی بے حیائی و دلیری نے سزا کو نا قابل عفو بنا دیا) اور یہ بھی علانیہ جرم ہی میں داخل ہے کوئی شخص رات
میں کوئی (برا) کام کرے اور صبح کو حالانکہ اللہ نے اس پر پردہ ڈالے رکھا مگر یہ خود کہتا پھرے کہ اے فلانے رات
میں نے ایسا ایسا کام کیا۔ رات تو اس حال میں گذری کہ اسکے ربّ نے اسکی پردہ پوشی فرمائی (اور اس نے اسکی بھی قدر
نہ جانی بلکہ گناہ کے ساتھ) صبح ہوتے اللہ کے پردہ کو بھی اپنے اوپر سے کھولنے لگا۔ (ق) (ابو بریدہ)[۵۹] فع؛ بعض تقریر
(ایک قسم کا) جادو ہوتا ہے اور بعض علم بمنزلہ جہل۔ اور بعضے شعر میں دانشمندی ہوتی ہے اور بعض گفتگو بوجھ ہوتی
ہے۔ پس صعصعہ بن صوحان نے کہا بیشک سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بعض تقریر ایک جادو ہوتی
ہے یعنی ایک شخص کے ذمہ کسی کا حق واجب ہوتا ہے مگر وہ فریق ثانی کی بہ نسبت ثبوت دینے میں چرب زبان ہوتا
ہے کہ اپنی تقریر سے الٹا اپنا حق ثابت کر دیتا ہے (اور یہی جادو کا اثر ہے) کیونکہ سحر کے معنی ہیں انسان کی نظر
میں کچھ کا کچھ دکھانا نہ یہ کہ وہ شئ ہی بدل جائے (اسی طرح حق تو بہرحال حق ہی رہے گا مگر اس کی تقریر سے ناحق

ان من القول عيلا فعرضك كلامك وحديثك على من لا يريده وعلى من ليس من شانه وقد نهى عن ذلك صلى الله عليه وسلم بقوله لا تحدثوا الناس بما لا يعلمون وبقوله لا تعطوا الحكمة غير اهلها فتظلموها ولا تمنعوها اهلها فتظلموهم وقد ضرب لذلك مثلا انه كتعليق اللآلى فى اعناق الخنازير: لابى داود (عياض بن حمار) ان النبى صلى الله عليه وسلم وقال فى خطبته الا ان ربى امرنى ان اعلمكم ما جهلتم مما علمنى يومى هذا كل مال نحلته عبدا حلال وانى خلقت عبادى حنفاء كلهم وانهم اتتهم الشياطين فاجتالتهم فى دينهم حرمت عليهم ما احللت لهم وامرتهم ان يشركوبى مالم انزل به سلطانا وان الله نظر الى اهل الارض فمقتهم عربهم وعجمهم الا بقايا من اهل الكتاب وقال انما بعثتك لابتليك وابتلى بك وانزلت اليك كتابا لا يغسله الماء تقرؤه نائما ويقظان وان الله امرنى ان احرق قريشا فقلت ربى اذا يثلغوا رأسى فيدعوه خبزة قال استخرجهم كما اخرجوك واغزهم نغزك وانفق فسننفق عليك وابعث جيشا نبعث خمسة مثله وقاتل بمن اطاعك من عصاك قال واهل الجنة ثلاثة ذو سلطان مقسط متصدق موفق ورجل رحيم رقيق القلب لكل ذى قربى ومسلم عفيف متعفف

بلکہ الٹا اس کا حق نظر آنے لگا) دیکھو تقاریر شخص ایک آدمی کی مدح کرتا ہے تو سامعین کے قلوب کو ممدوح کیطرف پھیر دیتا ہے اور اس کی مذمت کرنے پر آتا ہے تو قلوب کو اس کے تنفر کیطرف پھیر لاتا ہے (کہ وہی لوگ جو مدح سن کر دوست بنے تھے مذمت سن کر دشمن بن جاتے ہیں حالانکہ وہ شخص وہ کا وہی رہتا ہے) اور یہ ارشاد کہ بعضا علم جہل ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے جو کسی بیجان چیز کا تصنع کیا تھا ایک شخص کے سامنے اپنے آپ کو عالم بتاتا ہے تو دوسرے کے سامنے اس کا جہل کھل جاتا ہے۔ اور یہ ارشاد کہ بعض شعر میں دانائی ہوتی ہے اس سے مراد یہی نصائح اور ضرب الامثال ہیں جن سے انسان نصیحت کا سبق لیا کرتا ہے۔ اور یہ ارشاد کہ بعض گفتگو بوجھ ہوتی ہے بس تمہارا اپنے کلام اور تقریر کو ایسے شخص پر پیش کرنا ہے جو اسے (سننا) نہ چاہتا ہو (کہ توجہ دوسری طرف بٹی ہوئی ہے یا وہ تقریر اس کے مناسب حال نہیں کہ کم سمجھ ہے کہ تقریر ہے دقیق وعالمانہ۔ پس گویا اس کے سر پر بوجھ لاد دیا اور اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر اسکو منع کیا ہے کہ لوگوں سے ایسی باتیں نہ کرو جنکو وہ سمجھ نہ سکیں، اور نیز یہ فرما کر کہ دانش ایسے کو نہ دو جو اس کا اہل نہ ہو کہ وہ اس پر ظلم (اور بیموقع استعمال کریگا) اور جو اس کا اہل ہے اس سے روکو مت ورنہ ان پر تم ظلم کرو گے (کہ مصرف پر خرچ نہ کیا) اور اس کے متعلق ایک کہاوت بھی مشہور ہے کہ نا اہل کو دانشمندانہ حکمت سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیر کی گردن میں موتیوں کا ہار لٹکانا (د) (عیاض بن حمار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (ایک) خطبہ میں فرمایا سنو میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ آج جو علم مجھے عطا فرمایا ہے اسمیں سے چند باتیں جو تمکو معلوم نہیں وہ تمہیں بتا دوں (حق تعالیٰ فرماتا ہے) تمام (مویشی) جو میں نے بندہ کو عطا کئے (انکا کھانا مرد عورت سب کو) حلال ہے اور میں نے اپنے بندوں کو پیدا کیا کہ سب متوجہ بسوئے خدا تھے مگر ان کے پاس شیاطین آئے اور دین میں انکو متردد بنا دیا اور ان پر حرام بتایا جس کو میں نے حلال کیا تھا (کہ جس بکری کے ساتویں ولادت میں نر اور مادہ دو بچے پیدا ہوں اس کا نام وصیلہ رکھ کر اس کا دودھ مردوں کیلئے حلال رکھا اور عورتوں کیلئے حرام۔ اور جس اونٹنی کے متواتر دس مادیں پیدا ہوں اس کا نام بحیرہ رکھ کر مہمانوں کے سواسب کے لئے اس کا استعمال حرام قرار دیا اور پھر گیارھواں بچہ بھی مادہ ہوا تو اسکا نام سائبہ رکھ کر اسکو بھی ماں کی طرح حرام قرار دیا) اور ان کو حکم دیا کہ میرا ساجھی قرار دیں ایسی چیز کو جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اور اللہ نے اہل زمین پر نظر فرمائی (کہ کچھ کے کچھ بن گئے) تو عرب تھا یا عجم سب پر سخت ناراض ہوا بجز چند بچے ہوئے اہل کتاب کے (کہ وہ موحد باقی رہے) اور (اس عالمگیر گمراہی کی اصلاح کیلئے مجھے بھیجا) اور فرمایا کہ (اے محمد) تمکو اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں بھی آزماؤں (کہ اصلاح عالم میں کتنی کوشش کرتے ہو) اور تمہارے

ذو عیال و اھل النار خمسۃ الضعیف الذی لا زبر لہ الذین ھم فیکم تبع لا یتبعون اھلا ولا مالا والخائن الذی لا یخفی لہ طمع وان دق الاخانہ ورجل لا یصبح ولا یمسی الا وھو یخادعک عن اھلک ومالک وذکر البخل والکذب والشنظیر الفحاش ٭ لمسلم (ابن عمر) رفعہ : انما الناس کابل المائۃ لا تجد فیھا راحلۃ ٭ للشیخین والترمذی ولہ فی روایۃ : لا تجد فیھا الا راحلۃ ٭ (ام العلاء الانصاریۃ) قالت اقتسم المھاجرون قرعۃ وطار لنا عثمان ابن مظعون فانزلناہ فی ابیاتنا فوجع وجعہ الذی توفی فیہ ٭ فلما توفی وغسل وکفن فی اثوابہ دخل النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت رحمۃ اللہ علیک ابا السائب فشھادتی علیک لقد اکرمک اللہ فقال صلے اللہ علیہ وسلم وما یدریک ان اللہ اکرمہ ؟ فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ فمن یکرمہ اللہ ؟

ذریعہ (دوسرونکو بھی) آزماؤں (کہ وہ تم جیسے افضل الرسل کی کتنی قدر کرتے ہیں) اور میں نے تم پر ایسی کتاب اتاری ہے جسکو پانی دھو نہیں سکتا (کیونکہ وہ صرف کاغذوں میں نہیں بلکہ سینوں میں محفوظ رہیگی) کہ تم اس کو سوتے اور جاگتے (ہر حال) پڑھوگے۔ اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ قریش کو (آتش جنگ سے) پھونک دوں۔ پس میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار ایسا کروں گا تو وہ میرے سر کو کچل کر روٹی بنا دیں گے (کہ وہ سرداران عرب اور شیران جنگ ہیں اور میں تنہا اور رقیق القلب ہوں) فرمایا عنقریب تم ایسی قوت پاؤگے کہ) انکو (انکے وطن سے) نکال باہر کروگے جیسا انہوں نے تمکو (تنگ کرکے مکہ سے) نکالا ہے۔ اور تم ان پر جہاد کرو ہم تمہاری مدد کریں گے اور راہ (خدا میں خوب) خرچ کرو ہم تم پر خرچ کریں (اور سیم وزر کی بارش برسا دیں گے) اور تم (کفار پر حملہ کرنے کے لئے) ایک لشکر بھیجو ہم اس جیسے پانچ (لشکر فرشتوں کے انکی مدد کیلئے) بھیجیں گے۔ اور تم انکو لیکر جو تمہارے مطیع ہوں اس کے ساتھ لڑو جو تمہاری اطاعت نہ کرے (اور اپنی جماعت کے ضعف وقلت کا مطلق فکر نہ کرو کہ فتح ہمارے ہاتھ میں ہے جو تمہارا حصہ ہے) نیز آپ نے فرمایا جنتی تین شخص ہیں۔ وہ بادشاہ[1] عادل اور خیرات کرنیوالا اور (ہر کام میں) توفیق خدا جس کے شامل حال ہو۔ اور (دوسرا[2]) وہ شخص جو رحمدل اور ہر رشتہ دار کے ساتھ نرم طبیعت کے ہو۔ اور (تیسرا[3]) وہ مسلمان جو (زنا اور کسب حرام سے) پاکدامن اور بھیک (مانگنے سے) محفوظ اور صاحب عیال ہو (کہ باوجود عیالداری کے نہ سوال کرتا ہے نہ کسب حرام) اور دوزخی پانچ شخص ہیں۔ کمزور[1] جسے حوصلہ نہیں، کہ وہ تم میں ماتحت (بنے پڑے) ہیں (جیسے امراء کے شحنہ اور پیادے جن کے سپرد اتنی خدمت ہے کہ اسے پکڑ لاؤ اور اسے پیٹ دو) نہ اہل کے پیچھے پڑتے ہیں نہ مال کے (کہ دوسروں کے غلام رہے اور ظلم بھی کئے اور صرف پیٹ کی خاطر کہ اس دوزخ کے بھرنے کے سوا کسی سے کچھ سروکار نہیں) اور خائن[2] کہ کوئی طمع کی چیز ان سے چھپتی نہیں کتنی ہی دقیق کیوں نہ ہو اس میں خیانت ضرور کرلیتے ہیں۔ اور (تیسرا[3]) وہ شخص جو صبح ہو یا شام تیرے اہل ورمال کے متعلق تجھ کو دھوکہ میں ڈالے رکھتا ہے (کہ ظاہر کرتا ہے میں ان کا خیرخواہ ہوں حالانکہ خائن اور بدنظر ہے) اور (چوتھے[4] کے متعلق) آپ نے ذکر فرمایا بخل اور دروغ گوئی کا۔ اور (پانچواں[5]) بدمزاج بدزبان شخص (س) (ابن عمر[16]) رفع : آدمیوں کا یہ حال ہے جیسے اونٹ تو سو مگر سواری کے قابل ایک بھی نہیں ملتا۔ (ق ت) ف یعنی صورت کے آدمی بکثرت ہیں مگر کام کا آدمی جو اوصاف حمیدہ سے متصف ہو اور جسے حقیقۃً آدمی کہہ سکیں وہ ایک فیصدی ملنا بھی مشکل ہے (ام[12] علی) کہتی ہیں مہاجرین کی قرعہ کے ذریعہ تقسیم ہوئی (کہ کون کس انصاری کے پاس جائے) تو ہمارے حصہ میں حضرت عثمان بن مظعون آئے۔ پس ہم نے انکو (بھائی بنا کر) اپنے گھر اتارا۔ آخر وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ اور جب وفات ہوگئی اور غسل دیکر انکے کپڑوں میں انکو کفنا دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میری زبان سے (مرحوم کے متعلق یہ کلمہ) نکلا کہ تم پر اللہ کی رحمت اے ابو سائب تم پر میری گواہی ہے کہ اللہ نے تمکو (جنتی کیا اور) عزت بخشی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فقال اما هو فقد جاءه اليقين والله انی لارجوله الخير والله ما ادری وانا رسول الله ما يفعل بی قالت فوالله لا ازکی احدًا بعده ابدًا ٭ وفی رواية، قالت ورأيت لعثمان فی النوم عينًا تجری فجئت النبی صلے الله عليه وسلم فذکرت ذلك له فقال ذلك عمله ٭ للبخاری (يحيی بن واقد)[٦٣] رفعه، اذا کانت سنة ثمانين ومائة فقد حلّت لامتی العزبة[له] والترهب رؤس الجبال ٭ لرزين (ابن عباس)[٦٤] رفعه، من سکن البادية جفا ومن تبع الصيد غفل ومن اتی بيوت السلطان افتتن ٭ وفی رواية، وما ازداد عبد من السلطان دنوًا الا ازداد من الله بعدًا ٭ لاصحاب السنن (ابوهريرة)[٦٥] رفعه، صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سياط کاذناب البقر يضربون بها الناس ونساء کاسيات عاريات مميلات مائلات رؤسهن کاسنمة البخت لايدخلن الجنة ولايجدن ريحها وان ريحها ليوجد من مسيرة کذا وکذا ٭ لمسلم (مطرف بن عبدالله بن الشخير عن ابيه)[٦٦] رفعه:

فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اللہ نے انکو عزت بخشی (اور اَن دیکھی بات، خصوصًا فعلِ الٰہی پر یقین کے ساتھ کیسے حکم لگایا) میں نے عرض کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان یا رسول اللہ (ایسے نیک مہاجر کو عزت نہ بخشے گا) پھر اور کس کو اللہ عزت بخشے گا فرمایا انکو تو موت نصیب ہوئی اور مجھے انکے لئے (آخرت کی) بھلائی کی توقع ہے مگر تو واللہ مجھے باوجود پیغمبر خدا ہونے کے علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا (مطلب یہ ہے کہ جج کے فیصلہ پر جبتک کہ اس کے قلم سے نکل نہ جائے مقرب سے مقرب پیشکار کو بھی یہ حکم لگانا یقینًا بے ادبی ہے کہ ضرور موافقت میں ہوگا گویا اپنے منصب احتیاج اور زیر دستی کو بھلایا چہ جائیکہ محض قرائن وعلامات سے کوئی اجنبی شخص ایسا حکم اور بے نیاز احکم الحاکمین پر جس کا اپنے قانون کے موافق کرنا بھی محض اس کا فضل ہے نہ کہ مجبوری اس کے شاہانہ فیصلہ کیمتعلق تو بڑے بڑے مزاج شناس اور مقرب پیغمبر کی بھی ہمت نہیں کہ اپنے ہی متعلق کوئی حتمی حکم لگائے اور اپنی شان عبدیت بھول کر بے نیاز معبود کا قلم اپنے ہاتھ میں سمجھے۔ ہاں اس کے فضل وصدق پر نظر کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اتنا کہہ سکتا ہے کہ پوری توقع ہے اگر وہ چاہیگا تو ضرور بخشے گا) ام علاء نے کہا واللہ آئندہ میں کسی کو (دعوٰی کیساتھ) پاک صاف کبھی نہ کہونگی۔ اور ایک روایت میں ہے وہ کہتی ہیں میں نے خواب میں عثمان کے لئے بہتا ہوا ایک چشمہ دیکھا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا یہ ان کے (نیک) عمل ہیں (جو صدقہ جاریہ ہونے کے سبب بصورت آب جاری نظر آئے)۔ خ (یحیٰی بن واقد)[٦٣] فع: جب سنہ ایکسو اسّی آئے تو میری امت کو میری طرف سے ترک نکاح اور پہاڑی چوٹیوں پر خلوت نشینی کی اجازت ہے۔ (ین) **ف** اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ ۱۸۰ھ کے بعد ان فتنوں کا ظہور ہوگا جنسے دین کا بچانا مشکل ہوگا۔ اور آبادی کی فضا بگڑ جائے گی۔ پس آج صحبت صلحاء چھوڑ کر جنگل میں بسنا جس دین کی خاطر معصیت بنا ہوا ہے۔ اس وقت فتنوں سے بھاگ کر ترک تعلقات وگوشہ نشینی اسی دین کی خاطر جائز بلکہ کبھی ضروری بن جائے گی۔ (ابن عباس)[٦٤] فع: جس نے جنگل میں رہائش اختیار کی اس نے بیدردی برتی (کہ زمانہ صلاح کی خیر وبرکت اور کیمیا اثر فیضانِ صحبت سے محروم رہا) اور (جو شکار کے پیچھے پڑا وہ غافل ہوا (کہ شکار کا شیدا بن جانا طاعت وتوجہ الی اللہ سے غفلت کا مورث ہے) اور (جو (مال یا جاہ کی حرص وہوس لے کر) بادشاہ کے دروازہ پر آیا (کہ حکم شاہی کے تمامی حکام با اختیار شاہی دروازے کہلاتے ہیں) وہ فتنہ میں پڑا اور دین کو خطرہ میں ڈالا کہ سرکاری ملازمت کی خاصیت ہی یہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ بندہ کا جتنا بادشاہ سے قرب بڑھتا ہے اسی قدر اللہ سے بعد زیادہ ہوتا ہے (سنن) (ابوہریرہ)[٦٥] فع: دوزخیوں کی دو قسمیں ہیں جنہوں نے (اب تک) دیکھا نہیں۔ ایک گروہ

[له] کا لعزوبة ترک النکاح ١٢

مثل ابن ادم والی جنبه تسع وتسعون منية[1] فان اخطأته المنايا وقع فی الهرم حتی یموت ۔ للترمذی (ابن عباس) رفعه: نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ ۔ للبخاری والترمذی (انس) رفعه: ان لله عبادًا يعرفون الناس بالتوسم[2] ۔ للبزار والاوسط وللكبير عن ابی امامة: رفعه اتقوا فراسة[3] المؤمن فانه ينظر بنور الله ۔ (ابن مسعود) قال افرس الناس ثلاثة صاحبة موسیٰ التی قالت يا ابت استأجره الا يتوصاحب يوسف حين قال اكرمی مثواه عسیٰ ان ينفعنا او نتخذه ولدا وابو بكر حين استخلف عمرؓ للكبير (عمرو بن العاص) قيل له صف لنا اهل الامصار قال اهل الامصار احرص الناس علی فتنة واعجزه عنها واهل العراق احرص الناس علی علم وابعده منهم واهل الشام

جن کے پاس لمبے لمبے) چابک جیسے گائے کی دوم کہ لوگوں کو ان سے پیٹا کریں گے، اور عورتیں (بظاہر لباس پہننے والیاں (مگر باریک ہونے کے سبب حقیقت میں) برہنہ بدن (اور اس طرح لوگوں کو اپنی طرف) مائل کرنیوالیاں اور (بدن کو ادھر اُدھر جھکا کر ناز کیساتھ چلنے والیاں۔ انکے سر (سیاہ بالوں میں موباف اور چٹلے ہونے کے سبب ایسا معلوم) ہونگے جیسے بختی اونٹ کے کوہان۔ وہ نہ جنت میں جائیں گی نہ اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنی اور اتنی (یعنی طویل اور طویل) مسافت سے آتی ہے (س) ف منجملہ معجزات کے یہ ہے کہ آپکے زمانہ میں متکبر امراء وسلاطین کا وجود نہ تھا نہ طوائف کا۔ اور اب تو آبِ رواں اور ڈوپیہ سے بڑھ کر جا پانی کریب ایسی چلی ہے کہ خوردبین سے بھی پتہ چلانا مشکل ہے کپڑا ہے یا نہیں، اور مدعی شرافت گھرانوں میں بھی اس کا رواج چل پڑا (مُطرف) اپنے والد (عبداللہ بن شخیر) سے مرفوعًا روایت کرتے ہیں، آدمی کی آفرینش ہی ایسی ہوئی ہے کہ ننانوے موتیں (یعنی امراض وحوادث جو موت کا مزہ چکھادیں) اس کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ اگر شاذ ونادر) ان سے بچ بھی جائے تو انتہائی بڑھاپے میں پڑے گا حتی کہ مر جائیگا۔ (ت) (ابن عباسؓ) فع، دو نعمتیں ہیں جن کو بہتیرے آدمی بڑے خسارے سے بیچ رہے (اور ناقدردان بن کر ان کو مفت ضائع کر رہے) ہیں۔ تندرستی اور (فکر معاش سے) فارغ البالی (کہ ان سے بھی آخرت کا سودا نہ خریدا اور دنیوی عیش و عشرت میں خرچ کیا تو وائے برحال او) (خ ت) (انسؓ) فع، اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو لوگوں کو ایک نگاہ سے پہچان لیتے (اور قلبی نورِ فراست فورًا سمجھ لیتے ہیں کہ فلاں قابلیت رکھتا ہے حالانکہ ظہور برسوں کے بعد ہوتا ہے) بز و۔ اور کبیر میں ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نورِ خدا سے دیکھتا (اور ایک نظر میں مادہ وحقیقت کو جانچ لیتا) ہے (ابن مسعودؓ) نے فرمایا کہ مخلوق میں سب سے زیادہ صاحب نظر تین شخص ہوئے ہیں۔ زوجہ موسیٰ جنہوں نے (جنہوں نے قبل نکاح ہی حضرت موسیٰ کا صاحب کمال ہونا باوجود آپکے پردیسی اور فاقہ زدہ ہونے کے ایک نظر ڈالتے ہی پہچان لیا اور واپس آکر اپنے باپ حضرت شعیب سے) کہاکہ والد صاحب انکو اجیر بنا لیجئے (کہ ان سے بہتر صاحب قوت وامانت (آپکو نہ ملے گا) اور حضرت یوسف کا خریدار کہ (انکو اپنے گھر لا کر بیوی سے کہاکہ رہائش وبرتاؤ میں ان کی عزت کا اہتمام کیجیو عجب نہیں (اگر اس کے بیچنے کی ضرورت ہو تو بلحاظ قیمت) ہمیں نفع پہنچائے یا ہم (اسکے اوصاف کمالیہ کے گرویدہ ہو کر اس کو بیٹا بنالیں (اور علیحدہ کرنیکا نام بھی نہ لیں) اور حضرت ابوبکر کہ عمر کو خلیفہ بنا گئے (جن کی بےنظیر قابلیت کا آخر کفار نے بھی اعتراف ہی کیا)۔ ل (عمرو بن عاص) سے کہا گیا کہ اہل بلاد کی ہم سے کیفیت بیان کیجیے (جو آپ نے اپنی فراست یا تجربہ سے معلوم کی ہو) فرمایا اہلِ شہر (ہمیشہ) فتنہ کے بہت حریص ہوتے ہیں مگر (ان کی برداشت سے) عاجز اور اہلِ عراق علم کے سب میں زیادہ حریص مگر (اسکے حصول سے) بہت دور۔ اور اہل شام خدا کی نافرمانی (اور

[1] المنية الموت ۱۲ قاموس [2] التوسم التفرس والتطرف [illegible] ۱۲ [3] بالکسر اسم من التفرس وبالفتح الحذق بركوب الخيل ۱۲ قاموس۔

اطوع الناس للمخلوق فی معصیة الخالق واھل مصر اکیس الناس صغیرًا واحمقه کبیرًا: (ابن عمرؓ
رفعه: لکل شئ معدن ومعدن التقوی قلوب العارفین: ھما للکبیر بضعف (ابو امامةؓ) رفعه: ما
من ناش ینشؤ فی العبادة حتی یدرکه الموت الا اعطاه اللہ اجر تسعة وتسعین صدیقًا: للاوسط
بضعف (انسؓ) رفعه: خیر شبابکم من تشبه بکھولکم وشر کھولکم من تشبه بشبابکم: للاوسط والبزار
بضعف (سھلؓ بن سعد) رفعه: المؤمن یألف ویؤلف ولا خیر فیمن لا یألف ولا یؤلف: لاحمد والکبیر
(ام سلمةؓ) رفعته: من لم تکن فیه واحدة من ثلاث فلا یعتد بشئ من عمله تقوی تحجزه عن المحارم او
حلم یکف به السفیه او خلق یعیش به فی الناس: للکبیر بلین (ابو مالکؓ الاشعری) قلت یا رسول اللہ ما تمام
البر؟ قال ان تعمل فی السر عمل العلانیة: للکبیر (عمرانؓ بن حصین) رفعه: کفی بالمرء من الاثم ان یشار
الیه بالاصابع قیل یا رسول اللہ وان کان خیرًا؟ قال وان کان خیرًا فھو شر له الا من رحم اللہ وان کان
شرًا فھو شر له: للکبیر بضعف (ابن عمرؓ) قال رجل یا نبی اللہ من اکیس الناس واحزم الناس؟ قال اکثرھم
ذکرًا للموت واکثرھم استعدادًا اولئک الاکیاس ذھبوا بشرف الدنیا وکرامة الآخرة: للصغیر (ابن عباسؓ)

گناہ) میں مخلوق کے بہت زیادہ مطیع۔ اور اہل مصر اپنے بچپن میں بڑے عقلمند مگر بڑے ہو کر بہت بیوقوف (ابنؓ
عمر) رفع: ہر چیز کی ایک معدن ہوتی ہے (جہاں سے وہ پیدا ہوتی ہے) اور تقویٰ کا معدن اہل معرفت کے قلوب
ہیں (ل) (ابو امامہؓ) رفع: جو بھی (بچپن سے) عبادت میں نشو ونما پائے حتی کہ (اسی لذت طاعت میں) اسے موت
آجائے اللہ اسکو ننانوے صدیقین کا اجر عطا فرمائے گا (د) (انسؓ) رفع: جوانوں میں بہتر وہ ہے (جو افسردہ دلی
میں) بوڑھوں کے مشابہ ہو۔ اور بوڑھوں میں بدتر وہ ہے (جو حرص وخواہشات میں) جوانوں کی طرح ہو (د بز)۔
(سہلؓ بن سعد) رفع: مومن خود بھی (دوسروں سے) الفت رکھتا ہے اور دوسرے بھی اس سے الفت رکھتے ہیں
اور اس میں کچھ بھی خوبی نہیں جو نہ کسی سے الفت رکھے نہ کوئی اس سے الفت رکھے (م ل) (ام سلمہؓ) رفع: جس کے اندر
تین باتوں میں ایک بھی نہ ہو اس کا کوئی عمل قابل اعتبار نہیں یا تقویٰ جو اسے حرام باتوں سے روکے۔ یا بردباری
جس کے سبب احمق (اس کے ساتھ جاہلانہ برتاؤ سے) رکے) یا اخلاق جس کے ذریعہ مخلوق میں (خوش عیشی کے
ساتھ) گذارے (ل) (ابو مالکؓ) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کمال نیکی کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ چھپکر بھی ویسا ہی عمل
ہو جیسا کھل کر کرتا (کہ ستر وعلانیہ میں مساوات اخلاص کا ثمرہ ہے) ل (عمرانؓ بن حصین) رفع: آدمی کو گناہ
میں اتنا ہی کافی ہے کہ (اس کی عام شہرت ہو جائے اور اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے۔ عرض
کیا گیا کہ یا رسول اللہ اگرچہ خوبی کے متعلق ہو۔ فرمایا ہاں اگرچہ خوبی کے متعلق ہو یہ بھی اس کے لئے برا ہے (کہ
اندیشہ ہے غرور وخود ستائی لاحق ہونے کا) مگر جس پر اللہ رحم فرمائے (اسے کبر سے محفوظ رکھ لے) اور
اگر شہرت برائی میں ہو تب تو برا ہے ہی (کہ اس کی وجہ سے برائی میں بے حیا بن کر اور زیادہ بڑھے گا۔)
(ک) (ابن عمرؓ) ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ سب میں زیادہ ہوشیار اور محتاط کون شخص ہے؟ فرمایا
جو سب سے زیادہ موت کو یاد رکھتا اور (برزخ وآخرت کی نجات کے لئے) تیاری کرتا ہو۔ یہی لوگ دانشمند
ہیں جو دنیا کا شرف اور آخرت کی عزت دونوں ہاتھوں ہاتھ لے گئے۔ (ص)۔ (ابن عباسؓ) رفع: غمگین رہنا اختیار
کرو کہ یہ دل کی کنجی ہے (جس سے انشراح پیدا ہوتا اور نور ایمان کو داخلہ کی گنجائش ملتی ہے) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ

رفعه: عليكم بالحزن فانه مفتاح القلب قالوا يا رسول الله وكيف الحزن؟ قال اخنعوا انفسكم بالجوع واظموها. للكبير (العباسؓ) رفعه: اذا اقشعر جلد العبد من خشية الله تحاتت عنه خطاياه كما تحات عن الشجرة البالية ورقها. للبزار (وفيه ام كلثوم بنت العباس.

كتاب التوبة والعفو والمغفرة

(الحارثؓ بن سويد) قال حدثني عبد الله حديثين احدهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم والآخر عن نفسه قال ان المؤمن يرى ذنوبه كانه قاعد تحت جبل يخاف ان يقع عليه وان الفاجر يرى ذنوبه كذباب مر على انفه فقال به هكذا بيده فذبه عنه ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لله افرح بتوبة عبد المؤمن من رجل نزل في ارض دوية مهلكة معه راحلته عليها طعامه وشرابه فوضع رأسه فنام نومة فاستيقظ وقد ذهبت راحلته فطلبها حتى اذا اشتد عليها الجوع والعطش قال ارجع الى مكاني الذي كنت فيه فانام حتى اموت فوضع رأسه على ساعده ليموت فاستيقظ فاذا راحلته عنده عليها زاده وشرابه فالله اشد فرحا بتوبة العبد المؤمن هذا براحلته وزاده. للشيخين والترمذي ولمسلم عن انس نحوه وفيه: فاخذ بخطامها ثم قال من شدة الفرح اللهم انت عبدي وانا ربك اخطأ من شدة الفرح. (صفوانؓ بن عسال) رفعه: بابا من قبل المغرب مسيرة عرضه او قال يسير الراكب في عرضه اربعين او سبعين سنة خلقه الله يوم خلق السموات والارض مفتوحا

غمگین رہنے کی صورت کیا؟ فرمایا اپنے نفس کو فاقہ کی ذلت پہنچاؤ اور اس کو پیاسا رکھو (کہ بھوک پیاس کی مارے اس میں شکستگی و رقت پیدا ہو گی) (عباسؓ رفع: جب خوف خدا سے بندہ کا بدن تھرتھراتا ہے تو اس سے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے پرانے درخت سے اس کے پتے جھڑا کرتے ہیں (بز)

توبہ اور عفو و مغفرت

(حارثؓ بن سوید) کہتے ہیں کہ مجھے عبد اللہ نے دو حدیثیں سنائی ۔ ایکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے ۔ فرمایا کہ مؤمن تو اپنے گناہوں کو ایسا (بوجھ) سمجھتا ہے گویا پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈر رہا ہے کہ اس پر گر نہ پڑے ۔ اور بد دین اپنے گناہوں کو ایسا (معمولی) سمجھتا ہے ۔ جیسے مکھی ناک کے پاس ہو کر گذری اور ہاتھ سے یوں اشارہ کر کے اس کو دفع کر دیا ۔ اس کے بعد کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ اللہ پاک کو اپنے بندہ کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جو کسی تباہ کن بیابان میں اترے کہ اس کے ساتھ سواری کی اونٹنی ہو جس پر اس کا کھانا پینا رکھا ہوا ہو اور وہ سر رکھ کر ذرا سو جائے اور جب آنکھ کھلے تو دیکھے کہ سواری چلدی ۔ پس اسے ڈھونڈتا پھرے اور آخر جب بھوک اور پیاس کی شدت ہو تو کہے کہ اسی جگہ چلوں جہاں (سویا) تھا اور سو جاؤں حتی کہ مر جاؤں ۔ چنانچہ اپنے بازو پر سر رکھ کر مرنے کے ارادہ سے لیٹ رہا اور آنکھ لگ گئی ۔ پس دفعتہً جاگا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی سواری اس کے پاس کھڑی ہے جس پر اس کا سامانِ خورد و نوش موجود ہے ۔ پس اللہ کو بندہ مومن کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی اس مسافر کو مایوس ہونے کے بعد اپنی سواری اور توشۂ سفر (کے مل جانے) سے ہوتی ۔ (ق ت) ، اور مسلم میں انسؓ سے بھی مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے

التوبة لا يغلق حتى تطلع الشمس منه ؛ للترمذي (ابو هريرة) رفعه من تاب قبل طلوع الشمس من مغربها تاب الله عليه ؛ لمسلم (ابن عمر) رفعه: ان الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر ؛ للترمذي (ابو موسىٰ) رفعه: ان الله يبسط يده بالليل ليتوب مسئ النهار و يبسط يده بالنهار ليتوب مسئ الليل حتى تطلع الشمس من مغربها ؛ لمسلم (ابو سعيد) رفعه: فيمن كان قبلكم رجل قتل تسعة و تسعين نفسا فسأل عن اعلم اهل الارض فدل على راهب فاتاه فقال انه قتل تسعة و تسعين نفسا فهل له من توبة؟ فقال لا فقتله فكمل به مائة ثم سأل عن اعلم اهل الارض فدل على رجل عالم فقال انه قتل مائة نفس فهل له من توبة؟ فقال نعم ومن يحول بينه و بين التوبة انطلق الى ارض كذا وكذا فان بها اناسا يعبدون الله فاعبد الله معهم ولا ترجع الى ارضك فانها ارض سوء فانطلق حتى اذا انتصف الطريق اتاه الموت فاختصمت فيه ملائكة الرحمة وملائكة العذاب فقالت ملائكة الرحمة جاء تائبا مقبلا بقلبه الى الله وقالت ملائكة العذاب انه لم يعمل خيرا قط فاتاه ملك في صورة آدمي فجعلوه بينهم فقال قيسوا ما بين الارضين فالى ايتهما كان ادنى فهو له فقاسوا فوجدوه ادنى الى الارض التي اراد فقبضته ملائكة الرحمة ؛ وفي رواية: فلما كان في بعض

پس اس نے اونٹنی کی مہار کو پکڑ لیا اور پھر غلبہ خوشی میں کہا کہ یا اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں. کہ غلبہ خوشی میں زبان بہک گئی اور الٹا کچھ کا کچھ کہدیا (صفوان بن عسال) فع: بجانب مغرب ایک دروازہ ہے جس کے (طول کا تو کیا پوچھنا) اس کے عرض میں سوار چالیس یا ستر برس تک چلے. اسکو اللہ نے جس دن کہ آسمان زمین کو پیدا کیا تھا توبہ کیلئے کھلا ہوا پیدا کیا ہے جو کبھی بند نہ ہوگا یہاں تک کہ سورج اُدھر سے نکلے (اور اسوقت کہ قیامت کے قریب ہوگا اسے بند کر دیا جائیگا) ت (ابو ہریرہ) فع: جس نے بھی سورج کے مغرب سے نکلنے کے پہلے توبہ کرلی اللہ (اسکو قبول کرلے گا) س (ابن عمر) فع: اللہ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جبتک غرغرہ لاحق نہو (جو نزع میں غرغر کی آواز ظاہر کرتا ہے کہ وہ دار العمل کے ختم اور عالم غیب کے سامنے آجانے کا وقت ہے لہذا پھر توبہ یا ایمان معتبر نہیں). (ابو موسیٰ) فع: حق تعالیٰ شب میں اپنا دست کرم کشادہ فرماتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن میں دست کرم پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرلے (اور ہر شب و روز یہی عنایت رہتی ہے) حتیٰ کہ سورج جانب مغرب سے نکلے. (س) (ابو سعید) فع: تم سے پہلے امتوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا.
پس اس نے باشندگان زمین میں سب سے بڑے عالم کو دریافت کیا تو اسکو ایک صوفی کا پتہ دیا گیا. چنانچہ وہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ اس نے ننانوے شخصوں کو قتل کیا ہے تو کیا اس کی توبہ کی کوئی صورت ہے. اس نے کہا کوئی نہیں. پس اس نے اسکو بھی قتل کر دیا کہ اس سے تکمیل کر دی سو کی. پھر اس نے دنیا میں سب سے عالم کو پوچھا تو اس مرتبہ اسے ایک عالم شخص کا پتہ دیا گیا.
پس یہ اسکے پاس پہونچا اور کہا اس نے (یعنی میں نے) سو نفس قتل کئے ہیں کیا اسکی توبہ قبول ہونیکی کوئی شکل ہے؟ اس نے کہا ہاں اور بھلا اسکے اور توبہ کے درمیان آڑ کون بن سکتا ہے (جو توبہ کو قبولیت سے روک سکے) جاؤ فلاں زمین کیطرف (ہجرت کر جاؤ) کہ وہاں چند آدمی ہیں جو اللہ کی عبادت کیا کرتے ہیں پس تم بھی انکے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور اپنے اس شہر میں نہ آنا کہ یہ بری زمین ہے (کیونکہ معاصی کے سبب ظلمت برستی ہے اور اس لئے جو بھی یہاں رہتا ہے اسکو معصیت کی طرف کشش ہوتی ہے) چنانچہ وہ چلدیا یہاں تک کہ جب آدھے راستہ پہونچا تو اسکو موت نے آدبایا. پس رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا کہ فرشتگان رحمت نے کہا یہ توبہ کر کے اپنے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آیا ہے (لہذا اس کو ہم لیں گے) اور فرشتگان عذاب نے کہا کہ ابھی اسنے نیک کام ایک بھی نہیں کیا (لہذا

الطريق ادركه الموت فناء بصدره نحوها۔ وفيه: فكان الى القرية الصالحة اقرب منها بشبر فجعل من اهلها۔ وفى اخرى: فاوحى الله الى هذه ان تباعدى والى هذه ان تقاربى۔ للشيخين (انسؓ) رفعه: كل بنى ادم خطاء وخير الخطائين التوابون۔ للترمذى (ابوهريرهؓ) رفعه: والذى نفسى بيده لولم تذنبوا الذهب الله بكم ولجاء بقوم يذنبون فيستغفرون فيغفرلهم۔ لمسلم (وعنهؓ) رفعه: اذنب عبد ذنبا فقال اللهم اغفرلى ذنبى فقال تعالى اذنب عبدى ذنبا علم ان له ربا يغفر الذنب ويأخذ بالذنب ثم عاد فاذنب فقال رب اغفرلى ذنبى فقال تعالى اذنب عبدى ذنبا فعلم ان له ربا يغفر الذنب ويأخذ بالذنب

(اسے ہم پکڑلیں گے) پس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اور انہوں نے اس کو پنچ تجویز کیا۔ پس اس نے کہا کہ (وطن مظلم اور ہجرت گاہ نورانی) دونوں زمینوں کو ناپ لو اور یہ جس حصّے کے بھی زیادہ قریب نکلے اسی کے حصّہ میں آوے۔ چنانچہ زمین کی پیمائش کی تو اسکو اس (ہجرت گاہ) زمین کے زیادہ قریب پایا جہاں کا اس نے ارادہ کیا تھا لہٰذا فرشتگان رحمت نے اسکو لے لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ کچھ راستہ قطع کرچکا تو اسکو موت نے آپکڑا پس اس نے اس (دارالہجرت) کی جانب اپنا سینہ ابھار دیا (اور گر کر جان بحق ہوا) اور اسی میں ہے پس وہ (اس آخری کوشش کی بدولت بحکم خدا) نیک بستی (یعنی ہجرت گاہ) کی جانب وطن کی بہ نسبت ایک بالشت زیادہ قریب ہوگیا۔ اور دوسری روایت میں ہے پس اللہ نے اس قطعۂ زمین کو حکم دیا کہ دُور ہوجا اور اس حصّۂ زمین کو حکم دیا کہ پاس آجا (پس وطن کی مسافت زیادہ بڑھ گئی بہ نسبت ہجرت گاہ کے) تی (انسؓ) رفع: سارے بندے (اپنے اپنے درجہ کے موافق) خطا وار ہیں۔ اور خطا واروں میں بہترین بندے توبہ کرنیوالے ہیں (ت) (ابوہریرہؓ) رفع، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ کے مرتکب نہ ہو تو حق تعالیٰ تم کو (دنیا سے) لیجائے اور ایسے لوگ لائے جو گناہ کریں اور پھر مغفرت چاہیں پس حق تعالیٰ انکو بخشے (س) **ف** انسان فرشتوں کی طرح معصوم پیدا نہیں کیا گیا اور آخر غلطی کرنے کا کوئی مادہ اس میں ضرور ہے جس کو ادراک کرکے فرشتوں نے عرض کیا تھا کہ یہ زمین میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائیگا۔ مگر اس کی فطری کمزوری ہی چونکہ اس کی مظہر عفو و مغفرت ہے اس لئے فرشتوں کی جگہ اس کو نیابت کا شرف بخشا گیا۔ پس اگر یہ بھی فرشتوں کی طرح معصوم ثابت ہو تو اب خطا کرنے والی دوسری مخلوق کو زمین پر آنا چاہیئے۔ مگر اس کی مثال ایسی ہے جیسے عورت کے لئے دردِ زہ کہ ولادت کا موقوف علیہ ہے اور بچہ کی خوشی میں وہ تکلیف بھی گوارہ ہے جو اپنی جان کے لالے ڈالدیتی ہے جس طرح دردِ زہ کسی عورت کو بھی مطلوب نہیں اور اس کے لاحق ہونے پر وہ چیخ و پکار ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کے بھی ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ مگر بایںہمہ اس پر مبارکباد دیجاتی ہے بشرطیکہ انجام بخیر اور نرینہ بچہ پیدا ہو۔ اسی طرح معصیت نہ محمود ہے نہ مطلوب بلکہ اسی آہ و بکا کا منظر ہے جس کا نظارہ حضرات انبیاءؑ نے کرایا۔ مگر مبارک ہے اگر اس پر توبہ نصوح مرتب ہوئی اور شکستگی نفس و رقت قلب کے ساتھ ساتھ اپنی عبدیت اور مولیٰ کے فضل و کرم کا بہترین نتیجہ نکال کر لائی۔ اسی لئے حضرات انبیاءؑ کی خطائیں ان کی عصمت کے خلاف نہ ہوئیں اور ان کو خطا کہنا ہی محض صورۃً ہے کہ ان کا صدور باقتضاء فطرت تھا۔ جس کا پتہ اس کے صدور پر دردِ زہ کی طرح ان کی اس بے تابی و گریہ سے چلا کہ قیامت کے دن بھی اس کی ندامت و یادداشت نہ کی گئی اور اس لئے عفو و مغفرت اس پر مرتب ہوکر نرینہ اولاد کی طرح وہ بہترین نتائج پیدا ہوئے جنہوں نے قیامت تک دنیا کو توبہ کا سبق پڑھایا۔ اور لکھوکھا گناہ گاروں کو کہ آستانۂ حق سے دور پڑے ہوئے تھے ڈھارس بندھا بندھا کر آستانۂ خدا

ثم عاد فاذنب فقال رب اغفرلی ذنبی فقال تعالیٰ اذنب عبدی ذنباً فعلم ان له رباً یغفر الذنب ویأخذ بالذنب اعمل ماشئت فقد غفرت لك (للشیخین (انسؓ) رفعه: قال الله تعالیٰ یا ابن ادم انك مادعوتنی ورجوتنی غفرت لك علی ماکان فیك ولا ابالی یا ابن ادم لو بلغت ذنوبك عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لك ماکان فیك ولا ابالی یا ابن ادم انك لو اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لاتشرك بی شیئا لاتیتك بقرابها مغفرة (للترمذی (جندبؓ) ان النبی صلی الله علیه وسلم حدث ان رجلا قال والله لا یغفر الله لفلان وان الله تعالیٰ قال من ذالذی یتالی علی ان لا اغفر لفلان فانی قد غفرت له

پرلاڈالا برخلاف اپنی خطاؤں کے جن کی مثال ناک پر مکھی بیٹھنے کی ہے کہ مبتلائے دردزہ کی نقل اتارنیوالی عورت کے بناوٹی کراہنے اور چیخنے کا بھی اس میں رنگ نہیں۔ بچہ اور بقاء عالم کا ذریعہ بننے سے تو کیا بحث۔ اسلئے نازاں نہوں کہ ہم خدا کے پیارے اور ہماری خطائیں خدا کی مقصود و مطلوب ہیں کہ اس سے امر و نہی شریعت کا نظم ہی بگڑ جاتا ہے (ایضاً) فع ایک بندہ نے ایک گناہ کیا اور کہا اے میرے اللہ میرا گناہ بخشدے۔ پس حق تعالیٰ نے فرمایا میرے بندہ نے گناہ کیا اور جانا تو کہ کوئی اس کا رب ہے جو گناہ بخشتا بھی ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے (لہذا معاف کر دیا) اسکے بعد پھر اس نے گناہ کیا اور کہا اے میرے رب میرا گناہ بخشدے پس حق تعالیٰ نے فرمایا میرے بندہ نے گناہ کر کے جانا تو کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشا کرتا اور گناہ پر گرفت فرمایا کرتا ہے (چنانچہ بخشدیا) اس کے بعد پھر اس نے گناہ کیا اور کہا کہ اے رب میرا گناہ بخشدے پس حق تعالیٰ نے فرمایا میرے بندہ نے گناہ ضرور کیا مگر جانا تو کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ بخشتا اور گناہ پر پکڑا کرتا ہے۔ اچھا کر جو تیرا جی چاہے کہ میں تیری مغفرت کر چکا (ق) ف پروانۂ مغفرت اس پر ملا ہے کہ رب کو اپنا مربی اور مغفرت و گرفت دونوں پر قادر سمجھا کہ حقیقت کا ادراک تو حق تعالیٰ کو ہے مگر اس کے آثار بدن پر پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ صلحاء پر ہوئے لیکن ہمارا طوطی کی طرح محض زبان سے یہ کہہ کر کہ ہمیں بخشدے مطمئن ہو جانا جبکہ اس کی گرفت کے علم کا خاک بھی اثر پیدا نہیں ہوا اپنے نفس کو دھوکہ میں ڈالے رکھنا ہے۔ اور اس کو رب سمجھنا جیسا کہ حق ہے یہ تو بڑی بات ہے۔ اتنا ہی نصیب ہو جائے جتنا دنیا کے حاکم کو مربی سمجھتے ہیں تو شاید نفسانی معصیت کا صدور بھی نہو۔ (انسؓ) فع اے ابن آدم جبتک تو مجھے پکارتا اور مجھ سے توقع رکھتا ہے گا (جیسا کہ حق ہے) تو جو کچھ بھی تجھ میں (عیوب و گناہ) ہیں سب بخشتا رہوں گا اور کچھ پروا نہ کروں گا (کہ اتنے بخشے) اے ابن آدم اگر تیرے گناہ (اوپر تلے انبار ہو کر) سطح فلک تک بھی پہنچ جائیں گے اور پھر تو مجھ سے مغفرت مانگے گا تو میں جو کچھ بھی تجھ میں (اس کا اثر بد ہوگا) سب بخشدوں گا اور پروانہ کروں گا۔ اے ابن آدم اگر تو زمین بھرنے کے قریب بھی خطائیں لئے ہوئے مجھ سے ملے گا بشرطیکہ میرا (کسی درجہ میں بھی) کسی کو ساجھی نہ سمجھتا ہو تو میں زمین ہی کے بھراؤ کے موافق مغفرت لے کر تیرے پاس آؤں گا (ت) ف ای کاش یہ توحید کامل نصیب ہو جائے جس کا نمونہ حضرت ابراہیم نے نار نمرودی میں پڑتے وقت دکھایا کہ جبریل امین آئے اور عرض کیا کہ حکم دیجئے تو پر ہلا کر ساری آگ بجھا دوں۔ مگر فرمایا کہ مجھے اللہ کے سوا کسی کی مدد درکار نہیں، پھر نفسانی معصیت کا تو ارتکاب ہی نہ ہو سکے۔ رہا فطری خطا کا صدور سو اس پر یہ انعام مرتب ہو جو اس حدیث قدسی میں مذکور ہے (جندبؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی کہ ایک شخص نے کہا واللہ فلاں کو اللہ کبھی نہ بخشے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کون ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں گا اچھا میں نے

واحبطت عملک ۔ بالمسلم (ابوھریرۃؓ) رفعہ : کان فی بنی اسرائیل رجلان متواخیان احدھما مذنب والآخر
فی العبادۃ مجتھد وکان المجتھد لا یزال یری الآخر علی ذنب فیقول اقصر فوجدہ یوما علی ذنب فقال اقصر
فقال خلنی وربی ابعثت علی رقیبا؟ فقال لہ واللہ لا یغفر اللہ لک او قال لا یدخلک الجنۃ فقبض اللہ
ارواحھما فاجتمعا عند رب العالمین فقال تعالی للمجتھد اکنت علی ما فی یدی قادرا؟ وقال للمذنب
اذھب فادخل الجنۃ برحمتی وقال للآخر اذھبوا بہ الی النار قال ابو ھریرۃ تکلم واللہ بکلمۃ اوبقت
دنیاہ وآخرتہ ۔ لابی داود (وعنہؓ) رفعہ : کان رجل یسرف علی نفسہ فلما حضرہ الموت قال لبنیہ اذا
انا مت فاحرقونی ثم اطحنونی ثم ذرونی فی الریح فواللہ لئن قدر علی ربی لیعذبنی عذابا ما عذبہ احدا
فلما مات فعل بہ ذلک فامر اللہ الارض فقال اجمعی ما فیک منہ ففعلت فاذا ھو قائم فقال ما حملک

اس کو بخشدیا اور تیرے اعمال ضبط کرلئے۔ (م) ف جس طرح کسیکو حتمی جنتی کہنا سوء ادب ہے اس سے زیادہ کسی کے
متعلق اللہ پر یہ حکم چلانا گستاخی ہے کہ فلاں کی بخشش نہ ہوگی کہ احکم الحاکمین وغفار الذنوب پر حکم لگانے والا یہ کون۔
ہاں یہ کہنا کہ کافر ومشرک کی بخشش نہ ہوگی اول تو صفت کفر وشرک کے غیر مغفور ہونے پر حکم لگانا ہے نہ کہ کسی کی ذات پر
دوم اسی کے ارشاد پر اسی کے حکم کا اظہار ہے نہ کہ اپنی طرف سے حکم لگانا (ابو ہریرہؓ) رفع : بنی اسرائیل میں دو شخص
تھے بھائی بنے ہوئے۔ ایک ان میں گناہ کیا کرتا تھا اور دوسرا عبادت میں کوشاں تھا۔ اور یہ عابد ہمیشہ دوسرے کو
گناہ پر دیکھتا تو کہا کرتا تھا کہ باز آجا۔ پس ایک دن اُسے کسی گناہ پر دیکھا تو (حسب عادت) کہا کہ باز آجا۔ اس
نے کہا مجھے میرے رب پر چھوڑ۔ کیا تو مجھ پر نگران بنا کر بھیجا گیا ہے؟ اس نے کہا واللہ تیری اللہ مغفرت ہی نہ کرے گا یا
یہ کہا کہ جنت میں نہ لے جائے گا۔ پس اللہ دونوں کی روحوں کو قبض کرلیا اور دونوں پروردگار عالم کے حضور
اکٹھے ہوئے تو حق تعالی نے عابد سے فرمایا جو (بخشنا) میرے ہاتھ میں ہے کیا اس پر تیرا زور ہے (جو حاکمانہ لہجے
کہتا ہے کہ فلاں محروم رہے گا) اور (گناہ گار سے کہا جا میری رحمت کی بدولت جنت میں چلا جا۔ اور دوسرے کے
متعلق (فرشتوں سے) فرمایا اسے دوزخ میں لیجاؤ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں واللہ اس نے بات ایسی سخت اور ناز یبا
کہی جس نے اس کی دنیا وآخرت (دونوں کو) تباہ کردیا (کہ موت بھی آئی اور جہنم میں بھی گیا) ف یہ سزا تھی اس تحکم
اور ناشائستہ کلمہ کی۔ مگر گنہگار کو اس سے اپنے گناہ پر دلیر اور ناصح سے بے نیاز ہونے کا سبق لینا صحیح نہیں کہ
یہ کیا خبر ہے اس کا ناصح بھی ایسا ہی ہے جس کی تذلیل کے لئے اسکو جنتی بنا دیا گیا۔ پھر کیا ضرور ہے کہ یہ رحمت
الہی کا مستحق ہے نہ کہ سزا کا جب کہ عام قانون یہ ہے کہ توبہ کئے بغیر جو مرے گا وہ سزا پائے گا۔ رہا فضل وکرم
کا قصہ سو ایسا ہے جیسا دنیا میں کسی پر فضل فرمائے اور چھپر پھاڑ کر بلا محنت وکسب کسیکو خزانہ دیدے
اس اتفاقی قصہ سے کوئی شخص قانونِ عام یعنی کسب دنیا میں جد وجہد کو نہیں چھوڑتا کیونکہ جانتا ہے یہ
ضروری نہیں کہ مجھ پر ایسا ہی فضل ہو اس لئے کہ فضل نام اسی کا ہے جو اختیاری ہو یعنی جس پر چاہے کرے
جس پر چاہے نہ کرے نہ یہ کہ بندہ کے اختیار میں ہو کہ مجھ پر ضرور ہو گا۔ یہ حکم تو اسی عابد کے حکم میں ہوا
جس نے اللہ کے فضل اختیاری کو اپنے قبضہ میں سمجھا تھا (ایضاًؓ) رفع : ایک شخص (مرتکب گناہ ہوکر) اپنے
نفس پر زیادتی کیا کرتا تھا۔ جب موت اس کے سامنے آئی تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا
دیجیو اور پھر مجھے پیس کر (میری مٹی کو) ہوا میں اڑا دیجیو کہ واللہ اگر میرے رب نے مجھے پکڑا تو اتنا عذاب دیگا

علی ما صنعت؟ قال خشیتك یا رب فغفرله۔ وفی روایۃ، قال رجل لم یعمل حسنۃ قط لاهله اذا مات
فحرقوه ثم ذروا نصفه فی البر ونصفه فی البحر بنحوه۔ وفیه، فامر الله البر فجمع ما فیه وامر
البحر فجمع ما فیه ثم قال لم فعلت هذا؟ قال من خشیتك یا رب وانت اعلم فغفر الله له۔ للشیخین
والموطا والنسائی (ابن عباس) ان عیینۃ بن حصن قال لعمر هی یا ابن الخطاب والله ما تعطینا الجزل
ولا تحکم بیننا بالعدل فغضب عمر حتی هم بان یوقع به فقال الحر یا امیر المؤمنین ان الله تعالی قال
لنبیه صلی الله علیه وسلم خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین وان هذا من الجاهلین
فوالله ما جاوزها عمر حین قرأها علیه وکان وقافا عند کتاب الله تعالی۔ للبخاری۔

کتاب الفتن اعاذنا الله منها (التحذیر والتنفیر منها)

(ابو ثعلبۃ الخشنی) انه سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن هذه الآیۃ علیکم انفسکم فقال ائتمروا
بالمعروف وانتهوا عن المنکر حتی اذا رأیتم شحا مطاعا وهوی متبعا ودنیا مؤثرة واعجاب کل ذی

جو کسی کو بھی نہ دیا ہوگا (یہ بتا رہا ہے کہ گناہوں کو پہاڑ کا سا بوجھ اور اپنے کو سخت سزا کا مستحق سمجھ رہا
تھا۔ اور جلانے وغیرہ کی وصیت غلبۂ خوف کی وجہ سے تھی) پس جب مر گیا تو اس کے ساتھ وہی کیا گیا۔ پس
اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کا جو کچھ بھی تیرے اندر ہے سب جمع کر دے۔ چنانچہ اس نے کر دیا اور وہ
کھڑا ہوا نظر آیا تو حق تعالیٰ نے فرمایا تجھے ایسا کرنے پر کیا چیز محرک ہوئی؟ بولا تیرا خوف اے رب پس حق تعالیٰ
نے اسے بخشدیا۔ (کہ فعل کیسا ہی برا سہی مگر منشا مستحسن تھا کہ رب سے ڈرا اور بہت ڈرا) اور ایک روایت
میں ہے آپ نے فرمایا ایک شخص جس نے کوئی نیکی بھی کبھی نہیں کی تھی اپنے گھر والوں سے بولا کہ جب میں مروں
تو مجھے جلا دینا۔ چنانچہ انہوں نے جلایا اور پھر اس کی خاک کو آدھا خشکی (اور ہوا) میں اڑایا اور آدھا
دریا میں بہایا الخ اور اس میں اس طرح ہے۔ پس اللہ نے خشکی کو حکم کیا اور جو (آدھا حصہ) اس میں تھا وہ اس
نے جمع کر دیا۔ اور تری کو حکم کیا تو جو اس میں تھا وہ اس نے جمع کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا
عرض کیا کہ تیرے ڈر سے اے رب اور تو خوب جانتا ہے (کہ سچ بول رہا ہوں یا جھوٹ) پس اللہ نے اسے
بخشدیا (ق ط ئ)۔ (ابن عباس) عیینہ بن حصن نے (ایک مرتبہ) حضرت عمر سے یہ کہدیا کہ اے ابن الخطاب
واللہ نہ تم ہمیں بھرپور مال دیتے ہو اور نہ ہمارے درمیان منصفانہ فیصلہ کرتے ہو۔ پس حضرت عمر کو غصہ
آگیا حتی کہ آپ نے قصد کیا کہ اسکو سزا دیں۔ پس ایک دانا شخص بولا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے خذ بالعفوا لخ معافی (کا طریق) پکڑو اور نیک بات کا حکم دو اور نادانوں
سے منہ پھیر لو (اور ان کی جہالت کی پرواہ نہ کرو) اور یہ شخص نادانوں ہی میں سے ہے۔ پس خدا کی قسم
حضرت عمر پر جب اس نے یہ آیت پڑھی تو ذرا بھی وہ آگے نہ بڑھے اور وہ کتاب اللہ پر بہت ہی رکنے
والے تھے (کہ کیسا ہی جوش و غصہ ہو حکم خدا سن کر ٹھیر جاتے اور حرکت نہ کرتے تھے) (خ)

فتنوں کا بیان اللہ ان سے محفوظ رکھے۔ ان سے ڈرانا اور نفرت دلانا

(ابو ثعلبہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا علیکم انفسکم کہ صرف
اپنی اصلاح کا اہتمام کرو (دوسروں سے واسطہ نہ رکھو) پس آپ نے فرمایا کہ (نہیں ہمیشہ) نیک

رأى برأيه فعليك بنفسك ودع عنك العوام فان من ورائكم ايام الصبر فيهن مثل القبض على الجمر للعامل فيهن مثل اجر خمسين رجلا يعملون مثل عملكم قيل يا رسول الله اجر خمسين منا ومنهم؟ قال بل اجر خمسين منكم ۔ لابى داود والترمذى (ابو ثعلبة) رفعه انكم فى زمان من ترك فيه عشر ما امر هلك ثم يأتى زمان من عمل فيه بعشر ما امر نجا ۔ للترمذى (ابن عمرو) شبك النبى صلى الله عليه وسلم اصابعه وقال كيف انت يا عبد الله بن عمرو اذا بقيت فى حثالة قد مرجت عهودهم و اماناتهم واختلفوا فصاروا هكذا؟ قال فكيف يا رسول الله؟ قال تأخذ ما تعرف وتدع ما تنكر وتقبل على خاصتك وتدعهم وعوامهم ۔ للبخارى (ابو ذر) رفعه يا اباذر قلت لبيك يا رسول الله

کام کی نصیحت اور خلاف شرع کی ممانعت کرتے رہو یہانتک کہ جب دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کا اتباع کیا جاتا ہے اور دنیا کو (دین پر) ترجیح دیجاتی ہے اور ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرتا ہے تو اس وقت صرف اپنا فکر کرو اور عوام (کی اصلاح کا اہتمام) چھوڑ دو کہ تمہارے آگے وہ دن (آنیوالے) ہیں جن میں (دین پر) جما رہنا ایسا دشوار ہوگا جیسے چنگاری کو مٹھی میں دابے رہنا۔ ان ایام میں (دین پر) عمل کرنے والے کو تمہارے مثل پچاس عمل کرنیوالوں کا سا اجر ملے گا۔ کسی نے کہا کہ یارسول اللہ ہم میں سے پچاس کا یا ان میں سے پچاس کا؟ فرمایا بلکہ تم میں سے پچاس کا (دت) **ف** فتنہ کے معنی آزمائش و امتحان کے ہیں۔ مراد وہ حالات وحوادث ہیں جن میں مسلمان کا دین تزلزل میں پڑ جائے اور ثابت قدم رہنا مشکل ہو جائے۔ چنانچہ جب ایسا زمانہ آئے کہ دنیا کو دین پر ترجیح دیجائے اور ہر شخص کیسا ہی جاہل کیوں نہ ہو اپنی رائے کے سامنے دوسرے کی رائے خواہ وہ کیسا ہی عالم ومتقی کیوں نہ ہو پروا نہ کرے تو دوسروں کی اصلاح تو کیا متوقع ہو اپنی ہی سنبھال مشکل ہے۔ آیت شریفہ کا حکم ایسے ہی وقت کے لیئے ہے نہ یہ کہ نصیحت کرنا کوئی چیز نہ رہے اور دوسروں کی معصیت سے اپنے اوپر اثر نہ پڑے (ابوہریرہ) **فع**: تم ایسے (نورانی) زمانہ میں ہو کہ جتنا حکم کیا گیا ہے کوئی اس کا دسواں حصہ بھی چھوڑے گا تو تباہ ہو جائے گا۔ اور پھر ایسا (فتنہ کا) زمانہ آنیوالا ہے کہ جتنا حکم ہے کوئی اس کا دسواں حصہ بھی کرے گا تو نجات پا جائیگا (ت) **ف** ہر شخص کی کارگذاری اس کی طاقت کے موافق دیکھی جاتی ہے۔ چونکہ صحابہ کا زمانہ انوار نبوت اور فیضانِ صحبت محمدیہ کی وجہ سے اس درجہ منور تھا کہ سورج کی شعاعیں اور ہوا کے جھونکے تک موجب سکون قلب محرک طاعت خداب نے ہوئے تھے۔ اس لئے کوئی شخص عمل خیر کے کمال اخلاص میں دسواں حصہ بھی کوتاہی کرتا تو بدنصیبی اور قابلِ گرفت تھا۔ اور فتنہ کے زمانہ میں جبکہ ہر طرف ظلمت برس رہی ہو عمل خیر میں اخلاص وتعلق مع اللہ کا دسواں حصہ بھی لے آئے گا تو خوش نصیبی ہے کہ ہر طرح پریشان حال اور صلحا کی صحبتوں سے محروم اور بددینوں کی مزاحمت سے مبتلا زلزلہ ہے (ابن عمرو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے دونوں ہاتھ کی) انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے فرمایا کیا ہوگا اے عبداللہ بن عمرو جبکہ تم ایسے ناکارہ لوگوں میں رہ جاؤ گے جن کے عہد اور امانتیں سب گڑبڑ اور ان میں باہم اس طرح اختلاف ہو جائے گا جیسا میری انگلیوں میں دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا تو (ایسے وقت) کیا کرنا چاہیئے یا رسول اللہ؟ فرمایا (ہمت اور احتیاط کو کام

ق خاصتک ای امر الخاص بنفسک ۱۲ ق مرجت ای اختلطت وفسدت ۱۲ ق ترک عشر ما امر ای من الامر بالمعروف والنهى عن المنكر ۱۲

وسعديك قال كيف انت اذا رأيت احجار[1] الزيت قد غرقت بالدم؟ قلت ما خار الله لي ورسوله قال عليك
بمن[2] انت منه قلت يا رسول الله أفلا اخذ سيفي فاضعه على عاتقي؟ قال شاركت القوم اذاً قلت فما تامرني
قال تلزم بيتك قلت فان دخل على بيتي؟ قال فان خشيت ان يبهرك شعاع السيف فالق ثوبك على
وجهك يبوء باثمك واثمه ¤ لابي داود مطولا (عديسة بنت اهبان) جاء علي الى ابي فدعاه الى الخروج
معه فقال له ان خليلي وابن عمك عهد الي اذا اختلف الناس ان اتخذ سيفا من خشب فقد اتخذته فان
شئت خرجت به معك فتركه ¤ للترمذي (ابو موسى) رفعه: ان بين يدي الساعة فتنا كقطع الليل

میں لائیو کہ جس بات کو اچھا سمجھو اُسے لے لیجیو اور جسے بُرا سمجھو اسے چھوڑ دیجیو۔ اور اپنے خاص لوگوں
پر (اصلاح و نصیحت میں) توجہ رکھیو اور عوام سے یکسو ہو بیٹھو (خ) ف وعدہ کا لحاظ اور امانت کی پاسداری
دین کا جزو اعظم ہیں کہ روز الست کا وعدۂ توحید اور امانت محبت خدا و رسول جس کے تحمل سے پہاڑوں کو بھی
لرزہ آیا وہی پورا کر سکے گا جسے اس کی قدر و منزلت ہوگی اور جب اسی سے رُخ پھر گیا تو دنیا کی اتنی رغبت
ہوگی جتنی صحابہ کو دین کی تھی۔ اور دین سے اتنی نفرت و بے پروائی ہوگی۔ جتنی صحابہ کو دنیا سے تھی۔ اور صحابہ
کے دین پر جاں نثاری اور دنیا سے وحشت و زہد کا حال اور تعلیم محمدی سے مفصل معلوم ہو چکا اس کو سامنے
رکھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ میں کس طبقہ میں ہوں اور زمانہ کیسا ہے۔ نور نبوت ہی کا کام ہے کہ بجلی
کی بہترین روشنی چلنے کے زمانہ میں گہری گھٹا چھائی ہوئی شب دیجور کی اندھیری کا بھی ادراک ہوا اور اس
میں چلنے والے مسافر کو ٹھوکر کھانے سے بچانے کی تعلیم کی جائے۔ ورنہ شاہی گودڑے کے ناز پروردہ کو فاقہ کی
تکلیف کا شعور ہی نہیں ہو سکتا۔ پس ایسے وقت میں چونکہ دینی نصیحت کا بھی مذاق اڑتا ہے اور اندیشہ ہے
کہ جس میں کسی لحاظ سے ذرا سی دینداری ہو وہ مذاق اڑتا دیکھ کر وہ بھی کھل کھیلیں اس لئے عوام سے کنارہ کشی
میں نجات ہے۔ اپنے خواص یعنی گھر والے بیوی بچے ہی بد دینی سے بچے رہیں تو غنیمت ہے اور جب ان پر بھی اس
طاعونی ہوا کا اثر ہو چلے تو وہ وقت ہوگا جس میں صرف اپنے نفس کا تحفظ مامور ہے۔ اور تجرد و عزلت میں بلکہ
پہاڑ کی چوٹی پر جہاں خاص لوگوں کا پہنچنا بھی دشوار ہو پڑا مرنا سبب امن و نجات ہے۔ (ابوذر) فع۔ اے
ابوذر میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ اور تعمیل حکم کے لئے تیار۔ فرمایا کس طرح کرو گے جب احجار
الزیت کو (کہ مدینہ میں ایک جگہ ہے) دیکھو گے کہ خون میں ڈوب گئی (چنانچہ یزید کے زمانہ میں اس کا وقوع ہوا
کہ اس جگہ دس ہزار علماء شہید کئے گئے) میں نے عرض کیا جو صورت بھی اللہ اور اس کا رسول میرے لئے پسند
فرمائے (وہ کروں) فرمایا اس سے جا ملیو جہاں سے آئے تھے (اور گھر میں جا بیٹھیو) میں نے کہا یا رسول اللہ
کیا تلوار لے کر کندھے پہ نہ رکھوں (اور باغیوں کو قتل نہ کروں) فرمایا ایسا کیا تو تم بھی ان کے شریک حال
بن جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا پھر آپ مجھے (ایسے وقت) کیا کرنے کا حکم فرماتے ہیں؟ فرمایا اپنے گھر سے چپٹے
رہیو (اور باہر نہ نکلیو) میں نے کہا اور اگر میرے گھر ہی میں وہ گھس آئے؟ فرمایا اگر اندیشہ ہو کہ تلوار
کی دھار تم کو چندھیا دیگی تو اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیجیو کہ (وہ تمہارا قاتل بن کر) تمہارا اور اپنا دونوں
کا گناہ لے کر جائے گا۔ (د) ف یہ بزدلی کی تعلیم نہیں بلکہ صبر و استقلال کی تعلیم ہے کہ مرنا قبول مگر
جس پر اسلام کا نام آیا ہوا ہے اس پر تلوار اٹھانا قبول نہیں۔ اور ہر چند کہ جان بچانے کے لئے مدافعت

[1] موضع المدینة بالحرة وقد وقع ذلک فی زمن یزید بن معاویة ۱۲ [2] ای باهلک وعشیرتک الذین خرجت من عندهم ای ارجع الیهم ۱۲ ابوالحسن

المظلم يصبح الرجل فيها مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا القاعد فيها خير من القائم و الماشي فيها خير من الساعي فكسروا قسيكم وقطعوا اوتاركم واضربوا سيوفكم بالحجارة فان دخل على احد منكم فليكن كخير ابني ادم ؛ لابي داود والترمذي وفي رواية : قالوا فما تأمرنا؟ قال فكونوا احلاس بيوتكم ؛ (ابو هريرة) رفعه ؛ ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم والقائم فيها خير من الماشي والماشي فيها خير من الساعي من تشرف اليها تستشرفه ومن وجد ملجأ او معاذا فليعذ به ؛ للشيخين (ابو سعيد

جائز تھی مگر حملہ کرنیوالا مسلمان تھا اس لئے احتیاط کا پہلو لے کر بحکم رسول اپنے نفس کو اتنا دابنا کہ منہ ڈانپ کر جان دیدے مگر اپنے دین پر آنچ نہ آنے دے منتہائے شجاعت ہے۔ (عدیسہ دختر اہبان) حضرت علی میرے والد (اہبان) کے پاس آئے اور اپنے ساتھ انکو جنگ میں لے جانے کی دعوت دی تو انہوں نے فرمایا کہ میرے خلیل اور آپ کے چچا زاد (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو تو لکڑی کی تلوار بنالوں (کہ نہ اصلی تلوار پاس ہوگی نہ کسی فریق کا ساتھ دے کر دوسرے فریق مسلم پر حملہ کرنے کی سوجھے گی) لہٰذا میں نے (حسب ارشاد محمدی) وہی بنا رکھی ہے آپ چاہیں تو اسی کو لے کر آپ کے ساتھ چلوں۔ چنانچہ علی ان کو چھوڑ گئے (ت) ف یہ فتنہ بھی بہت بڑا فتنہ تھا کہ دونوں طرف اجلہ صحابہ تھے اور ہر ایک اپنے اجتہاد میں برسر حق تھا۔ اس لئے جی توڑ مقابلہ کی کوشش تھی مگر جن محتاط صحابہ نے اس کو فتنہ سمجھا وہ جنگِ جمل وصفین دونوں سے یکسو رہے اور دین و دنیا دونوں کو خطرہ سے محفوظ رکھا۔ (ابو موسیٰ) فع ؛ قیامت کے آگے آگے ایسے (بڑے اور سخت) فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے (کہ ان کی گہری ظلمت میں امر حق مشتبہ ہو کر راہ صواب نظر آنا مشکل ہو جائے گا اور اس لئے مخلوق کے ایمان میں تزلزل کا یہ عالم ہو گا کہ) ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، ایسے وقت میں بیٹھنے والا شخص بہتر ہوگا کھڑے ہوئے سے، اور چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے، (کہ جتنا فتنہ سے دور اور اس میں پڑنے سے معذور رہوگا اتنا ہی خطرۂ جان و ایمان سے محفوظ و مامون رہے گا) پس اپنی کمانوں کو توڑ دیجیو اور زہ کو کاٹ دیجیو اور تلواروں کو پتھر سے دے مار یو (کہ کند و بیکار ہو جاویں) پھر (اس پر بھی) اگر تم میں کسی پر وہ گھس آوے تو آدم کے دو لڑکوں میں جو بہتر تھا اس کی مثل بننا (یعنی ہابیل کی طرح قابیل کے ہاتھ سے قتل ہو گئے اور مدافعت کے لئے بھی بھائی پر تلوار نہ اٹھائی) (ت) اور یہ روایت صحابہ نے کہا پھر (ایسے فتنہ کے وقت) آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا (کہ باہر ہی نہ نکلنا جو شرکتِ قتل کی نوبت آوے چہ جائیکہ اپنی رائے سے کام لے کر کسی فریق کو حق پر سمجھنا اور ساتھ دینا کہ ممکن ہے رائے غلط ہو)۔ (ابو ہریرہ) فع ؛ آگے چل کر ایسے (خطرناک) فتنے ہوں گے کہ ان میں بیٹھا ہوا شخص بہتر ہوگا کھڑے ہوئے سے، اور کھڑا ہوا بہتر ہوگا چلنے والے سے۔ اور چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے۔ جو بھی ان فتنوں کی طرف جھانکے گا فتنے اسکی طرف جھانکیں گے (اور مقناطیسی کشش کی طرح کھینچ لائیں گے۔ لہٰذا ڈرنا اور دور ہی بھاگنا بہتر ہے) اور جسکو کہیں امن و پناہ کی جگہ ملے، چاہئے کہ اس سے جا چپٹے۔ (ق) (ابو سعید) فع : قریب ہے وہ زمانہ کہ مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی کہ ان کو ساتھ لے جائے گا پہاڑ کی چوٹیوں اور بارش

رفعه: یوشك ان یكون خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال ومواقع القطر یفر بدینه من الفتن. د
لمالك والبخاری وابی داود والنسائی (ام مالك البهزیة) ذكر النبی صلی الله علیه وسلم فتنة فقربها
فقلت یا رسول الله من خیر الناس فیها؟ قال رجل فی ماشیة یؤدی حقها ویعبد ربه ورجل اخذ براس
فرسه یخیف العدو ویخوفونه: للترمذی (محمد بن علی) ان حرملة مولی اسامة اخبره قال ارسلنی
اسامة الی علی لیعطینی وقال انه سیسألك الآن فیقول ما خلف صاحبك؟ فقل له یقول لك لو كنت
فی شدق الاسد لاحببت ان اكون معك ولكن هذا امر لم اره قال حرملة فسألنی فاخبرته فلم یعطنی
شیئاً فذهبت الی حسن وحسین وابن جعفر فاوقروا الی راحلتی. د للبخاری (حذیفة) ما احد من الناس

کے مقامات (یعنی جنگلوں اور وادیوں) میں کہ اپنا دین (بچانے) کے لئے فتنوں سے بھاگے گا۔ (ط خ د ئ) ف ہرچند کہ شریعت اسلامیہ نے خلط واجتماع کو پسند کیا ہے کہ جماعت وجمعہ وعیدین وحج کی مشروعیت اس کی واضح دلیل ہے مگر جن کی خاطر یہ باہمی اجتماع پسند کیا ہے جب وہ ہی بھیڑ کی جگہ بھیڑیئے اور رسی کی جگہ سانپ بن جائیں تو اب امان بھاگنے میں ہے جتنا بھی تیز بھاگا جائے۔ (ام مالک بہزیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اس کو قریب بتایا پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت میں بہترین شخص کون ہوگا؟ فرمایا ایک وہ شخص جو اپنے مویشیوں میں (شہر سے باہر جا پڑے) کہ اُن کا حق (زکوٰۃ) ادا کرتا اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہے۔ اور ایک وہ شخص جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے (اور باگ روکے کھڑا رہے تاکہ) دشمن کو ڈرا رہا اور وہ اسے ڈرا رہے ہوں (ت) ف یعنی فتنہ سے بھاگ کر جہادِ کفار میں مشغول ہوا اور دینی خطرات جنگ کو ترجیح دی (محمد بن علی) حضرت اسامہ کے آزاد شدہ غلام حرملہ نے ان سے بیان کیا کہ میرے آقا) اسامہ نے مجھے (مدینہ سے) حضرت علی کے پاس (کوفہ) روانہ کیا تاکہ وہ مجھے کچھ (مال) عطا فرماویں۔ اور کہا کہ (دیکھو اے حرملہ) وہ تم سے پوچھیں گے کہ تمہارے آقا (یعنی اسامہ) کے مجھ سے علیحدہ رہنے کا کیا سبب ہوا (اور جنگ میں میرے ساتھی کیوں نہ بنے) لہٰذا تم اُن سے کہہ دینا کہ وہ آپ سے یوں کہتے ہیں۔ کہ (محبت تو مجھے آپ کی اتنی ہے کہ) آپ شیر کے منہ میں بھی ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں، مگر یہ معاملہ (باہمی جنگ کا) ایسا (فتنہ) ہے جس کو میں دینی لحاظ سے اچھا نہیں سمجھتا (اس لئے یکسو ہو بیٹھا) حرملہ کہتے ہیں چنانچہ (جب میں سامنے پہونچا تو) حضرت علی نے مجھ سے (وہی) سوال کیا۔ پس میں نے ان کو اصل وجہ سے جو اسامہ نے بتا دی تھی) مطلع کر دیا۔ پس انہوں نے مجھے کچھ نہ دیا۔ پھر میں حسن وحسین اور ابن جعفر کے پاس آیا تو انہوں نے میرے لئے (غلہ و مال سے) میری سواری کو لبریز کر دیا (خ) ف حضرت اسامہ کا سوال غالباً بیت المال سے ہوگا جس میں حق نہ ہونے کے سبب حضرت علی نے دریغ فرمایا اور حضرت حسنین وابن جعفر نے کہ خاندانِ نبوت کے سخی شاہزادے تھے اور نانا کی اسامہ کے ساتھ محبت آنکھوں سے دیکھے ہوئے تھے اپنے ذاتی مال سے ان کی امید سے بھی زیادہ بھرپور دیدیا۔ (حذیفہ) آدمیوں میں کوئی ایسا نہیں کہ اس کو فتنہ پائے مگر مجھے اس پر اندیشہ ہوتا ہے (کہ کہیں تباہ نہ ہو جائے) بجز محمد بن مسلمہ کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تمہیں فتنہ نقصان نہ پہونچا سکے گا (لہٰذا کیسا ہی فتنہ ہو مجھے اطمینان ہے کہ ان کو

تذ دکہ الفتنۃ الادانا اخافہا علیہ الا محمد بن مسلمۃ فانی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لاتضرک الفتنۃ ؛ لابی داود (معقل بن یسار[12]) رفعہ؛ العبادۃ فی الھرج کھجرۃ الیّ ؛ لمسلم والترمذی (المقداد[13]) رفعہ: ان السعید لمن جنب الفتن ان السعید لمن جنب الفتن ولمن ابتلی فصبر فواھاً ؛ لابی داود (یزید[14] بن ابی عبید) لما قتل عثمان خرج سلمۃ بن الاکوع الی الربذۃ وتزوج ھناک امرأۃ وولدت لہ اولاداً فلم یزل بھا حتی قبل ان یموت بلیال فنزل المدینۃ فمات بھا؛ وفی روایۃ: ان سلمۃ دخل علی الحجاج فقال یا ابن الاکوع ارتددت علی عقبیک تعربت؟ قال لا ولکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذن لی فی البدو؛ للشیخین والنسائی. (ابن[15] عباس) رفعہ؛ ویل للعرب من شر قد اقترب افلح من کف یدیہ؛ (سعید[16] بن زید) کنا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر فتنۃ عظم امرھا فقلنا اوقالوا یا رسول اللہ لئن ادرکتنا ھذہ لتھلکنا فقال کلا ان بحسبکم[17] القتل قال سعید فرأیت اخوانی قتلوا؛ ھما لابی داود (انس[18]) رفعہ: امتی علی خمس طبقات فاربعون سنۃ اھل بر وتقوی ثم الذین یلونھم الی عشرین ومائۃ سنۃ اھل تراحم وتواصل ثم الذین یلونھم الی ستین

مطلق ضرر نہ ہوگا۔) (معقل[12] بن یسار) رفع: عبادت کرنا خونریزی کے وقت ایسا ہے جیسے میری طرف ہجرت کرنا (م ت) ف جس طرح مہاجرین اپنا وطن چھوڑ کر آستانہ نبویہ پر آپڑے تھے اسی طرح مسلمانوں کے باہمی قتال کے وقت اس نے ہمت کی کہ ظلمت فساد سے منہ موڑ کر آستانہ خدا پر آپڑا (مقداد[13]) بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے علیحدہ رہا۔ بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے یکسو رہا، اور جو اس میں مبتلا ہوا اور صابر بنا رہا تو واہ واہ (کہ بڑی ہمت کی)، (یزید[14] بن ابی عبید) جب حضرت عثمان کی شہادت ہوئی تو سلمہ بن اکوع (مدینہ چھوڑ کر) ربذہ میں (کہ اب اس کا نام وادی حمرا ہے) چلے گئے اور وہیں نکاح کر لیا جس سے ان کی اولاد بھی ہوئی اور وہیں مقیم رہیں حتی کہ مرنے سے چند روز قبل مدینہ آئے اور یہیں انتقال کیا۔ اور بروایتے حضرت سلمہ حجاج کے سامنے گئے تو اس نے کہا اے سلمہ تم اپنی ایڑیوں پر لوٹ گئے (اور گذشتہ حالت کی طرف رجوع کر کے) بادیہ نشین بن گئے۔ فرمایا (خود) نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صحرا سکونت اختیار کرنے کی اجازت دیدی تھی (ق س ن) ف کہ فتنہ کے وقت شہر سے جنگل بھلا (ابن[15] عباس) رفع، وائے عرب کے لئے اس شر سے جو قریب آلگا۔ کامیاب ہوا جس نے اپنا ہاتھ روکا (د) ف مراد فتنہ شہادت عثمانی ہے یا اختلاف علی و معاویہ اور ممکن ہے کہ سانحہ شہادت حسین مراد ہو کہ اس کا شر ہونا عرب و عجم سب پر ظاہر ہے۔ واللہ اعلم (سعید[16] بن زید) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے ایک فتنہ کا تذکرہ فرمایا اور اس کو بڑا سخت بنایا تو ہم نے کہا یا رسول اللہ اگر اس نے ہمیں پا لیا تو ہلاک کر دے گا (کہ اس میں مبتلا ہو کر ہماری آخرت تباہ ہو جائے گی)، فرمایا ہرگز نہیں تمہیں قتل ہو جانا کفایت کرے گا (کہ اس کے بدلہ میں اخروی نقصان سے بچ جاؤ گے) سعید کہتے ہیں پس میں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا کہ قتل ہو گئے (اور حضرت کی بشارت پوری ہو گئی)، (د) (انس[18]) رفع، میری امت کے پانچ طبقے ہوں گے پس (وفات سے) ۴۰ھ تک تو سب نیکی و پرہیزگاری والے ہوں گے، اور پھر جو لوگ ان کے بعد ہوں گے

التوجع وقیل التوجع فیہ آہا۔ [13] لسکون السین ای کالنیکہ والباء زائدۃ کذا قیل ولیس کذلک بل لفتح السین وقد تسکن ای کلا ان القتل

ومائة سنة اهل تدابر وتقاطع ثم الهرج الهرج النجا النجا ؛ للقزوينى بمجهول (ابوهريرة[۱۵]) رفعه: لتاتين على الناس زمان لايدرى القاتل فى اى شئ قتل ولايدرى المقتول فى اى شئ قتل قيل وكيف يكون ذلك قال الهرج القاتل والمقتول فى النار ؛ لمسلم (ابن عمرو[۱۹] بن العاص) رفعه انها ستكون فتنة تستنظف[۱] العرب قتلاها فى النار اللسان فيها اشد من وقع السيف ؛ للترمذى وابى داود (اسامة[۲۰]) اشرف النبى صلى الله عليه وسلم على اطم من اطام المدينة فقال هل ترون ما ارى؟ قالوا لا قال فانى ارى مواقع الفتن خلال بيوتكم كمواقع القطر ؛ (ابوسعيد[۲۱]) رفعه: لتتبعن سنن من كان قبلكم شبرًا بشبر وذراعًا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب لتبعتموهم قلنا يا رسول الله اليهود والنصارى؟ قال فمن ؛

سنہ ۱۲۰ھ تک (گو ان جیسے مجسم صلاح نہ ہوں گے مگر پھر بھی) باہم رحم اور حسنِ سلوک برتنے والے ہوں گے، اور پھر ان کے بعد جو لوگ ہوں گے وہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے اور قطع تعلقات کرنے والے ہوں گے (کہ معاشرت ٹھیک نہ ہوگی، تاہم اعمال فی الجملہ درست ہوں گے) اور ان کے بعد تو قتال ہی قتال ہے (الٰہی بچا بچا.

(ہ) (ابوہریرہ[۱۵]) فع، لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ نہ قاتل کو پتہ ہوگا کہ کس بات پر قتل کیا اور نہ مقتول کو خبر ہوگی کہ کس بات پر مارا گیا۔ کسی نے کہا اور یہ کیسے؟ فرمایا بس خانہ جنگی (اور اندھا دھند قتل) کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں (س) (ابن عمرو[۱۹] بن عاص) فع: عنقریب ایک (بڑا) فتنہ ہوگا (جس کا اثر) گھیر لیگا عرب کو۔ جو اس میں مارے جائیں گے سب جہنم میں جائیں گے (کہ خانہ جنگی تھی جسے دین سے واسطہ نہ تھا اور وہ خود قتل کے درپے تھے گو ناکام رہے) اس میں زبان ہلانا زیادہ سنگین ہوگا تلوار مارنے سے (ت د) ف یعنی اندھی عصبیت کی جنگ ہوگی کہ کوئی زبان سے نصیحت کا ایک لفظ بھی نکالے گا تو مبتلا ر مصیبت ہوگا (اسامہ[۲۰]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے ایک قلعہ پر چڑھ کر غور کی نگاہ ڈالی اور فرمایا کیا تم بھی دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے بیچ گھروں میں پڑ رہے ہیں مینہ پڑنے کی طرح (ق) ف جس طرح پوری زمین کا نقشہ بنایا جاتا ہے ایک گول کرہ پر کہ از اول تا آخر عالم کے تمامی واقعات قائم کر دیئے جائیں اور اس کو چکر دیا جائے تو جو چیز داہنی طرف سرکتی جائے گی وہ ماضی کہلائے گی اور جو حصہ نظر کے سامنے ہوگا وہ حال ہے۔ اور بائیں جانب کا جو آنے والا ہے وہ مستقبل کہلاتا ہے کہ تدریجاً سامنے آکر حال بنتا ہوا ماضی بنتا چلا جاتا ہے۔ اگر کسی خاص شخص کے سامنے مالک کرہ اس کو گھما کر ماضی یا مستقبل کو سامنے لے آئے تو اس کو یہی معلوم ہوگا جیسے حال، کہ نظر کے سامنے وقوع ہو رہا ہے۔ اسی کا نام کشف ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ پیش آنیوالے فتن کا اس وقت مشاہدہ کرایا گیا اور صاف نظر آیا کہ بارش کے قطرات کی فتنے لوگوں کے گھروں میں پڑ رہے ہیں اور دُنیا کو مشاہدہ اس وقت ہوا جبکہ تدریجی گردش کھاتا ہوا کرۂ زمانہ کا وہ فتنہ ان کے سامنے آیا جس پر کاتب ازل نے ان کو درج کیا تھا (ابوسعید[۲۱]) فع، تم دہرا تے ہیں، اپنے سے پہلی امتوں کی روش پر چلوگے بالشت سے بالشت اور ہاتھ سے ہاتھ (کہ بالشت برابر بھی فرق نہ ہوگا) حتی کہ اگر وہ گوہ کے بھٹ میں گھسینگے (کہ صریح حماقت ہے) تو تم (اس میں بھی) ان کا ساتھ دوگے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا (پہلی امت سے مراد) یہود و نصاریٰ ہیں؟ فرمایا پھر اور کون (ق) ف انہوں نے

لہ ای نسخہ غیر بلا ۱۲

هما للشيخين (عائشة[۲۲]) رفعته: لايذهب الليل والنهار حتى تعبد اللات والعزى قلت يا رسول الله ان كنت لاظن حين انزل الله هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون ان ذلك تام قال انه سيكون من ذلك ما شاء الله ثم يبعث الله ريحًا طيبة فيتوفى كل من كان فى قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان فيبقى من لاخير فيه فيرجعون الى دين ابائهم: لمسلم (ابوهريرة[۲۳]) رفعه: ستكون فتنة صماء بكماء عمياء من اشرف لها استشرفت له واشراف اللسان فيها كوقوع السيف: لابى داود (ابن عمر[۲۴]) رفعه: اذا مشت امتى المطيطاء وخدمتها ابناء الملوك وفارس الروم سلط شرارها على خيارها: للترمذى (معاذ[۲۵]) ان ورائكم فتنا يكثر فيها المال ويفتح فيها القرآن حتى ياخذه المومن والمنافق والرجل والمرأة والعبد والحر والصغير والكبير فيوشك قائل ان يقول ما للناس لايتبعونى وقد قرأت القرآن وما هم بمتبعى حتى ابتدع لهم غيره فاياكم وما ابتدع فانما ابتدع ضلالة واحذركم زيغة

اپنے بشپ اور پادریوں کو طاق میں بٹھا کر داڑھیاں منڈائیں تو انہوں نے بھی میلان صاف کر دیا۔ اور انہوں نے عورتوں کو قدیم شرمیلا لباس چھڑا کر برہنگی کا جوڑا پہنایا اور ان کے سروں کے بال کتروائے تو انہوں نے بھی اگرچہ منہ کالے رہے مگر گویا وہی بن گئے۔ اب کہتے ہیں کہ ڈاکٹری جدید تحقیق یہ ہوئی ہے کہ سات نسلوں تک داڑھی منڈنے کا طریق متواتر یہی رہا۔ تو یہ وضع ہی خلقی ہو جائے گی اور مرد مادۂ رجولیت سے محروم پیدا ہوں گے اور اس لئے وہ داڑھی رکھنے لگیں گے تو یہ بھی رکھنے لگیں گے۔ جس سے پتہ چلا کہ مصلحت ومنفعت کا بہانہ بھی محض ڈھکوسلا ہے۔ قلوب میں چونکہ وہ روش کھپ گئی ہے اس لئے اندھی تقلید ہے۔ انہوں نے انبیا کو قتل کیا تو یہ خاتم النبیین کے ہزاراں ہزار نائبین کا لانبیاء کے قاتل بنے اور بنیں گے۔

(عائشہ[۲۲]) رفع: رات اور دن (یعنی زمانہ کا) خاتمہ نہ ہوگا جبتک کہ (گذشتہ زمانۂ جاہلیت کی طرح) لات اور عزی (یعنی ہاتھوں کے گھڑے ہوئے بتوں کی) پرستش نہ ہونے لگیگی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ذات حق وہ ہے جس نے ہدایت اور دین حق دے کر اپنا رسول بھیجا تاکہ اس تمامی دینوں پر غالب کرے گو ناگوار گذرے مشرکوں کو تو میں سمجھی تھی کہ یہ کامل ہے (اور شرک کا ملیامیٹ ہونا دائمی ہے)۔ فرمایا جب تک اللہ چاہے گا ایسا ہی رہے گا (کہ عرب میں شرک نہ ہوگا) مگر پھر حق تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا (جسے سونگھکر) جسکے دل میں بھی رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا وہ وفات پا جائے گا اور صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن میں نام کو خیر نہیں۔ پس وہ اپنے آبائی مذہب کی طرف لوٹ جائیں گے (اور پہلا سا کفر و شرک ہونے لگے گا) س (ابوہریرہ[۲۳]) فع: عنقریب ایک بہرہ گونگا اندھا فتنہ ہوگا کہ جو اس کی طرف جھانکے گا وہ فتنہ اس کو جھانکے گا (اور اپنی طرف کھینچ لے گا)، اور اس میں زبان کا نکالنا تلوار مارنے کے مثل ہوگا (د) ف یہ مطلب نہیں کہ اس میں حق و باطل کی تمیز نہ ہوگی بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ نصیحت سننے سے کان، اور حق بات کہنے سے زبان اور راہ راست دیکھنے سے آنکھیں بند کرلیں گے اس لئے خطا و صواب میں امتیاز کا خیال ہی نہ ہوگا۔ جب اپنی حالت یہ ہو اور علماء کی یہ گت بنے کہ کوئی زبان بھی ہلائے تو گولی مار دینے کو جی چاہے پھر بجز بیابان یا بند کواڑ گھر کے کونہ کے عافیت کہاں ملے۔ (ابن عمر[۲۴]) فع، جب میری امت متکبرانہ چال چلے گی اور سلاطین

الحکیم فان الشیطان قد یقول کلمۃ الضلالۃ علی لسان الحکیم وقد یقول المنافق کلمۃ الحق وقال اجتنب من کلام الحکیم المشتہرات[ع] التی یقول ما ھذہ ولا یثنینك ذلك عنه فانه لعله یراجع وتلق الحق اذا سمعته فان علی الحق نورًا۔ لابی داود (حذیفۃ) کان الناس یسألون النبی

فارس وروم کی اولاد ان کی خدمتیں کریگی (کہ فتوحاتِ ممالک سے نفس پھول کر کبر ونخوت دماغ میں سمائیگا) تو بدترین لوگوں کو بہترین پر مسلط کیا جائے گا (رت) **ف** تاکہ صلحا پر مظالم برسنے سے ان کا پیمانہ جلد لبریز ہو جائے اور مظلومین کو ابتلاء فتنہ پر صبر کا بھرپور اجر ملے کیونکہ اہل اللہ ہی کی خاطر عالم کو بقا ہے اس لئے وہ اٹھیں تو ظالموں پر عذاب آئے حضرات انبیاء پر اشقیاء کا ظلم وتسلط اتمام حجت یعنی ظالموں کے حد سے گذرنے کا مقبولین کے لئے کسی قصور کی سزا۔ افسوس کہ یہی مال وجاہ جس کا نام ترقی ہے آخر اپنی اور اپنے ساتھ تمام عالم کی بربادی کا سبب ہوتی ہے۔ (معاذ[۲۵]) تمہارے آگے ایسے فتنے ہیں کہ جن میں مال کی کثرت ہوگی اور اس میں قرآن کھول لیا جائے گا حتی کہ مومن ہو یا منافق اور عورت ہو یا مرد اور حر ہو یا غلام اور بچہ ہو یا بوڑھا ہر شخص اسکو لے لے گا (کہ لفظوں کا ترجمہ کرے گا مگر سمجھ نام کو نہ ہوگی) پس قریب ہے کہ (دل میں) کہے لوگوں کو کیا ہو گیا میرا اتباع نہیں کرتے حالانکہ میں نے قرآن پڑھ لیا (اور اس کی حقیقت کو سمجھ لیا ہے) اچھا جب تک میں ان کے لئے نئی بات نہ نکالوں گا اس وقت تک وہ میرے تابع نہ بنیں گے (کیونکہ زمانہ کا رنگ دیکھ رہا ہے کہ نئی بات پر لپکتے ہیں) پس (اے مسلمانو!) اس کی نو ایجاد باتوں سے اپنے کو بچائیو کہ جو کچھ اس نے ایجاد کیا ہے وہ گمراہی ہے۔ اور دانشمند کی لغزش سے میں تم کو بہت ڈراتا ہوں (کہ پڑھا لکھا جب گمراہ ہوتا ہے تو بڑا غضب ڈھاتا ہے۔ دیکھو کبھی شیطان دانا کی زبان گمراہی کا کلمہ بولنے لگتا ہے۔ اور کبھی منافق بھی حق بات کہدیتا ہے (لہٰذا حق وباطل کا امتیاز قائل سے نہ ہوگا، بلکہ خود قول کو دیکھو کہ عمل صحابہ اور روش محمدیؐ کے موافق ہے یا مخالف) نیز معاذ نے (اس کے جواب میں جس نے پوچھا تھا کہ پھر مجھے حق وباطل کی تمیز کیوں کر ہو) فرمایا کہ دانا کے کلام میں اُن شہرت والی باتوں سے بچ جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ کیا باتیں ہیں (جن کا قرونِ خیر میں کہیں پتہ نہیں اور شہرت اتنی) اور (باوجود اس کے) یہ تجھ کو اس دانا سے منحرف نہ بنا سکے ممکن ہے (تیرے اس کے ساتھ لگے لپٹے رہنے پر تیری شرم یا نصیحت سے حق کی طرف) وہ رجوع کرلے (اور اس کے ساتھ جو مخلوق گمراہی سے بچے ان کا بھی تجھے ہی ثواب ملے) ہاں جب تو حق بات سنے تو اس کو لے لے کہ حق پر ایک نور ہوا کرتا ہے (جس کو ہر مومن ادراک کر لیا کرتا ہے بشرطیکہ شہرت ورواج سے نظر ہٹا کر طلب ہدایت میں اللہ سے لو لگائے) (د) **ف** ایک روایت میں مشتہرات کی جگہ مشتبہات ہے کہ وہ نو ایجاد باتیں دین کی صورت لئے ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فتنہ نام ہی اس کا ہے جس میں لرزہ آجائے اور ایسے ہی وقت استقلال وہمت کا امتحان ہوا کرتا ہے کہ جب طاعونی ہوا زوروں پر ہو تو مرد وہی ہے جو پھونک پھونک کر قدم رکھے اور خود احتیاط پر جم کر دوسروں کو بھی اس زہریلے اثر سے بچالے۔ ورنہ سب کے ساتھ مر رہنا بھی مشکل نہیں اور امن وامان کے موسم میں تندرست رہنا بھی دشوار نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ دانشمند خواہ لیڈر قوم ہو یا عالم مقتدا جب پھسلتا ہے تو شیطان کہ معلم الملکوت ہے اس کی زبان میں بولتا اور ہزاروں کو پھسلا دیتا ہے کہ صورت ہوتی ہے قرآن وحدیث سے ثبوت کی کہ وہ ترجمہ

له اعلم ان الحکیم من اوتی الحکمۃ وھی ادراک الشئ بابدع وجوھہ واحکم شؤونہ مع وضعھا فی محالھا ۱۲ ؎ ای التی ظھرت فی قالب شنیع واشتہرت بذلک ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسألہ عن الشر مخافۃ ان یدرکنی فقلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ وشر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر؟ قال نعم قلت وھل بعد ذلک الشر من خیر؟ قال نعم وفیہ دخنٌ[1] قلت وما دخنہ یا رسول اللہ؟ قال قوم یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدیی تعرف منھم وتنکر فقلت فھل بعد ذلک الخیر من شر؟ قال نعم دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم قذفوہ فیھا فقلت یا رسول اللہ فماتری ان ادرکنی ذلک؟ قال تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم قلت فان لم یکن لھم جماعۃ والامام؟ قال فاعتزل تلک الفرق کلھا ولو ان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک۔ وفی روایۃ: قوم لا یستنون

ہوکر ہر کہ ومہ کے ہاتھ میں پہنچ لیا ہے اور ہر ایک کو دعویٰ ہوگیا کہ میری برابر اسے کسی نے سمجھا ہی نہیں۔ اور خداداد سمجھ جسے تفقہ کہتے ہیں کہ نصیب ہوتی ہے تقویٰ اور ریاضت سے نہ ان کے نزدیک کوئی چیز ہے نہ عوام کے نزدیک کوئی شے۔ اس لئے عوام مبتلا فتنہ ہوکر کہنے لگتے ہیں کہ یہ بھی مولوی اور وہ بھی مولوی پھر ہمیں کیا تمیز کہ کون حق پر ہے۔ حالانکہ یہی اعتراض اہلِ حق بھی ان پر کرسکتے ہیں کہ جب دونوں برابر ہیں تو تم نے اس جدید کو ترجیح کیوں دی؟ اور اسی دلیل سے ہم کو بھی برسرِ حق مانو اور ضدین کو جمع کرو۔ مگر بات یہ ہے کہ یہ جدید چونکہ ان کے مذاق ورواج اور خواہش نفس کے موافق ہوتا ہے اس لئے مولوی کا تو نام ہی نام ہے درحقیقت اتباع ہوائے نفس ہے اور اس پر بھی امرِ حق مشتبہ ہو تو اس کی تمیز کی دو صورتیں ہیں ایک اکتسابی کہ یہ دیکھو وہ کوئی نئی بات ہے جسے دیندار بنگاہ تعجب دیکھتے ہیں، یا پرانی ہیں کہ مانوس بنے ہوئے حالتِ سابقہ پر چلے آتے ہیں۔ پس اس کے متعلق یہ سوال پیش ہونا ہی کہ کیا قصہ ہے اس کا وبال اور بدعت ہونے کی کافی علامت ہے۔ دوم وجدانی کہ اس کی محبت ونفرت دونوں سے خالی الذہن ہوکر اپنا ایمان کی روشنی میں غور سے دیکھو کہ اس میں نور ہے یا ظلمت، چونکہ حق بات کبھی نور سے خالی نہیں ہوتی اس لئے ناممکن ہے کہ پتہ نہ چلے۔ اور اسی سے یہ معیار بھی معلوم ہوا کہ جن کے قلوب میں ظلمت ہے مثلاً بد دین اور کفار اگر وہ اس سے مانوس ہوں تو سمجھ لو کہ باطل ہے جس میں ظلمت ہے، ورنہ مظلوم قلوب جو شپرِ چشم کی طرح نور سے گھبرایا کرتے ہیں۔ اس سے ضرور دور بھاگتے۔ باہمہ اہلِ ہمت کا کام یہ ہے کہ گمراہ حکیم سے قطع تعلق نہ کرے کہ آخر مسلمان ہے کیا عجب ہے رجوع الی الحق کرلے۔ یا اس بدعت کے علاوہ اس کے دوسرے اقوالِ حقہ میں اتباع کی ضرورت پیش آئے۔ مگر جس میں اس کی طاقت نہ ہو اور خود شبہ میں پڑنے کا خطرہ ہو اسے بھاگنے ہی میں امن ہے کہ ڈاکٹر جو آپریشن کا ماہر ہے اس کا اپریشن کے کمرہ میں رہنا بہتر ہے اور عوام کو جنہیں چیر پھاڑ دیکھ کر بیہوش ہوجانے کا اندیشہ ہے ان کا کمرہ سے نکال دینا ہی ان پر احسان وشفقت ہے۔ (حذیفہؓ) اور لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر وخوبی کے متعلق دریافت کیا کرتے مگر میں آپ سے شر کے متعلق دریافت کیا کرتا تھا (کہ کیا کیا فتنے اور کب ہوں گے مبادا وہ مجھے دیکھنا پڑے (تو معلوم ہوجائے کہ اس سے بچنے کی کیا صورت ہے) چنانچہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم (حضور کی تشریف آوری سے قبل) جہالت اور بدحالی میں پڑے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ اس خیر (یعنی اسلام کا زمانہ) لایا تو اس خیر کے بعد کیا کوئی شر (کا زمانہ) آئے گا؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا پھر اس شر کے بعد خیر (کا وقت) آئے گا فرمایا ہاں مگر اس میں دھواں (اور ظلمت کا اختلاط) ہوگا میں نے پوچھا کہ ظلمت کا کیا مطلب یا رسول اللہ؟ فرمایا بہتیرے لوگ میرے طریق کے خلاف [illegible] راستے چلیں گے، کہ کوئی فعل ان

[1] قولہ دخن: فساد واختلاف تشبیہ بالدخان الذی من الحطب الاخضر ۱۲

بسنتی وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس قلت فما اصنع ان ادرکت ذلک، قال تسمع وتطیع وان ضرب ظھرک واخذ مالک فاسمع واطع ؛ للشیخین وابی داود (ابن عمرو[27] بن العاص) رفعه: انه لم یکن قبلی نبی الا کان حقًا علیہ ان یدل امته علی خیر ما یعلمه لھم وینذرھم شر ما یعلمه لھم وان امتکم ھذہ جعل عافیتھا فی اولھا وسیصیب اخرھا بلاء وامور تنکرونھا وتجئ فتنة فیرقق بعضھا بعضًا وتجئ الفتنة فیقول المؤمن ھذہ مھلکتی ثم تنکشف وتجئ الفتنة فیقول المؤمن ھذہ ھذہ فمن احب ان یزحزح عن النار ویدخل الجنة فلتأته منیته وھو یؤمن باللہ والیوم الاخر ولیأت الی الناس الذی یحب ان یؤتی الیه ومن بایع اماما فاعطاہ صفقة یدہ وثمرة قلبه فلیطعه ان استطاع فان جاء اخر ینازعه فاضربوا عنق الاخر ؛ لمسلم والنسائی (جابر[28]) رفعه: ان عرش ابلیس علی البحر فیبعث سرایاہ فیفتنون الناس فاعظمھم عندہ اعظمھم فتنة یجئ احدھم فیقول فعلت کذا وکذا فیقول ما صنعت شیئًا ثم یجئ احدھم فیقول ما ترکته حتی فرقت بینه وبین امرأته فیدنیه منه ویلتزمه ویقول نعم انت ؛ لمسلم (ابو موسی[29]) رفعه:

کا موافق سنت ہوگا اور کوئی فعل خلاف سنت میں نے کہا پھر اس (مخلوط) خیر کے بعد شر ہوگا؟ فرمایا ہاں دوزخ کے دروازے پر کچھ لوگ داعی بن کر کھڑے ہونگے کہ جو ان کا کہنا مانے اسے دوزخ میں پھینکدیں (یعنی مقتدیان قوم گمراہ کرنے کے ساعی ہوں گے) میں نے عرض کیا اگر یہ زمانہ مجھے ملے تو آپکی کیا رائے ہے (مجھے کیا کرنا چاہیئے) فرمایا مسلمانوں کے جتھے اور انکے امام کیساتھ چپٹے رہیو۔ میں نے کہا اور اگر جتھا اور امام کچھ نہو؟ فرمایا تو ان (اختلاف کنندہ) تمام فرقوں سے الگ رہیو اور اگر درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑلو حتی کہ اسی (عزلت وصحرا نشینی) میں موت آجائے تو بہت اچھا اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ میری سنت پر نہ چلیں گے اور ان میں (سردار بن کر) ایسے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے انسانی اجسام میں۔ میں نے کہا اگر یہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں۔ فرمایا امیر کا حکم سنیو اور مانیو اگرچہ کمر پٹے اور مال چھنے مگر سننا اور ماننا نہ چھوڑیو (ق د) ابن عمرو[27] بن عاص رفع: مجھ سے قبل جو نبی بھی گذرا اس پر ضروری تھا کہ امت کیلئے جو بات بھی جانے اسکی انہیں رہبری کرے اور جو ان کے لئے بری سمجھے اس سے ان کو ڈرائے۔ اور اس امت (محمدیہ کی) عافیت اس کے پہلے حصہ (یعنی صحابہ وتابعین) میں ہے اور اخیر حصہ کو بلا اور ناگوار صورتیں پیش آئیں گی اور وہ فتنے رونما ہوں گے کہ ایک فتنہ دوسرے کو ہلکا بنادے گا۔ ایک فتنہ پیش آئے گا (جسے دیکھکر) مومن کہیگا کہ بس اس نے مجھے ہلاک کیا مگر پھر وہ رفع ہو جائے گا اور دوسرا فتنہ برپا ہوگا اور مومن کہے گا بس یہی ہے (مہلک وتباہ کن۔ اسی طرح ہر بعد والا فتنہ پہلے سے بڑا ہوگا) تو جسکو محبوب ہو کہ دوزخ سے دور رہے اور جنت میں داخل ہو اسے ضروری ہے ایسی حالت میں موت آئے کہ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو (ورنہ فتنوں میں اس کے بھی لالے پڑجائینگے) اور ان لوگوں کے پاس آوے جو اس کے آنے کو پسند کرتے (اور اس کے ہم خیال اور گوشہ نشیں ہوں) جس نے کسی امام سے بیعت کی کہ دستی معاملہ اور اپنا ثمرۂ قلب اس کے حوالہ کیا کہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر دل سے اسکو حاکم وقت تجویز کرلیا) تو چاہیئے کہ اس کی اطاعت کرے جہاں تک بھی ہو سکے۔ پھر اگر دوسرا آئے اور اس سے چھیننا جھپٹی کرے (کہ اپنے کو حاکم وقت بنا کر مقابلہ پر آوے) تو اس دوسرے کی گردن ماردو (کہ صحیح امیر ہوتے ہوئے دوسرے کا دعویٰ باطل اور بغاوت ہے) س ئ (جابر[28]) رفع: شیطان کا تخت سمندر پر ہے۔ وہ اس (دار السلطنت سے) اپنا لشکر بھیجتا ہے کہ لوگوں کو فتنوں میں ڈالیں اور جس کا فتنہ بڑا ہوتا ہے اسی کا

من حمل علینا السلاح فلیس منا؛ للشیخین والترمذی (ابن الزبیر) [٣٤] رفعه: من شهر سیفه ثم وضعه فدمه هدر؛ للنسائی (جندب) [٣١] رفعه: من قتل تحت رایة عمیة یدعو عصبیة او ینصر عصبیة فقتلته جاهلیة؛ لمسلم والنسائی (سفیان) [٣٢] سمعت رجلا سأل جابرًا الجعفی عن قوله تعالیٰ فلن ابرح الارض حتی یأذن لی ابی او یحکم الله لی الآیة قال جابر لم یجئ تاویلها بعد قال سفیان کذب قیل لسفیان ما اراد بهذا؟ فقال طائفة من الرافضة یقولون ان علیًا فی السحاب فلا نخرج مع من خرج من ولده حتی ینادی منادٍ من السماء یریدون علیًا اخرجوا مع فلان فذلک تأویل هذه الآیة عندهم وکذب جابر وکذبوهم انما کانت هٰذه الآیة فی اخوة یوسف وقال تعالیٰ وحرام علیٰ قریة اهلکناها انهم لا یرجعون؛ لمسلم فی مقدمة کتابه (ابن عمر) [٣٣] رفعه: الا ان الفتنة ههنا یشیر الی المشرق من حیث یطلع قرن الشیطان؛ وفی روایة: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قالوا وَفِیْ نَجْدِنَا؟ قال اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قالوا یا رسول الله وَفِیْ نَجْدِنَا؟ فاظنه قال فی الثالثة هناك الزلازل

مرتبہ شیطان کے نزدیک بڑا ہوتا ہے۔ ایک آتا ہے اور کہتا ہے میں نے ایسا کیا اور ایسا کیا شیطان کہتا ہے کچھ نہیں کیا (اور یہ تیری کارگذاری مطلق قابل توجہ نہیں) پھر ایک آتا ہے اور کہتا ہے میں نے انسان کو چھوڑا ہی نہیں یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان تفرقہ ڈالدیا۔ پس اسکو اپنے قریب بلاتا اور چھاتی سے لگالیتا اور کہتا ہے ہاں تونے بیشک بڑا کام کیا (س) ف زوجین کی نا اتفاقی جڑ ہے بیسیوں گناہوں کی کہ کہنے کے لئے ایک زبردست سے تعلق ہے مگر تمامی نظام خانہ داری تربیت اولاد محافظت مال واسباب اور عفت و پاکدامنی جس کی بدولت اطمینان سے دین و دنیا دونوں کمارہا ہے مختل و برباد ہوجاتا اور خسر الدنیا والآخرة صادق آتا ہے (ابو موسیٰ) [٣٤] فع: جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہمارا نہیں (کہ مسلمان پر ہتھیار اٹھانا اسلام کا مقابلہ کرنا ہے) ق ت (ابن زبیر) فع: جس نے اپنی تلوار کو سوتا اور پھر (چلائے بغیر) رکھدیا اس کا خون معاف ہے (ن) ف کہ محض نیام سے باہر نکالنا ہی اسلام کے مقابلہ کو ثابت کرچکا لہٰذا کوئی اسے قتل کردے تو قاتل سے مواخذہ نہ ہوگا ہاں توبہ متحقق ہوجائے تو خیر (جندب) [٣١] فع: جو کسی اندھے جھنڈے کے نیچے قتل ہو کہ محض قومیت کا بلاواتھا (جس میں حق و ناحق کی تمیز کچھ نہ تھی) تو اس کا مقتول ہونا جاہلیت کا سا مارا جانا ہے کہ وہ بھی بلا امتیازِ حق محض برادری کا ساتھ دینا تھا جسے حمیت قومی اور عصبیت خاندانی کہتے ہیں (س ک) (ابو سفیان) [٣٢] میں نے ایک شخص کو جابر جعفی سے ارشاد خداوندی فلن ابرح الارض الخ کی بابت دریافت کرتے سُنا تو جابر نے کہا اس کے مصداق کا ابھی ظہور نہیں ہوا سفیان نے فرمایا اس نے جھوٹ کہا۔ سفیان سے پوچھا گیا اس کا مطلب کیا تھا؟ فرمایا (ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ میں یہاں سے نہ ٹلوں گا حتی کہ میرے والد صاحب مجھے اجازت دیں یا اللہ میرے لئے فیصلہ فرمادے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانیوالا ہے) تو رافضیوں کا ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ علی ابر میں (ہماری نظروں سے غائب چھپے بیٹھے ہیں) پس انکی اولاد میں جس کا بھی ظہور ہو اس کا ساتھ نہ دے جبتک کہ آسمان سے ندا دینے والا اور اس سے مراد حضرت علی ہیں، ندا نہ دے کہ فلاں کے ساتھ ہوکر نکلو۔ پس ان کے نزدیک اس آیت کا یہ مطلب ہے۔ جابر نے جھوٹ کہا اور رافضیوں نے سب کو جھٹلایا کہ یہ آیت تو برادران یوسف کے بارہ میں ہے (جب حضرت یوسف نے تدبیر کیساتھ بن یامین کو رکھ لیا تو بھائیوں کو پریشانی ہوئی کہ گھر جاکر باپ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اور آخر بڑے بھائی نے کہا کہ جب تک والد صاحب اجازت نہ دیں مصر سے

والفتن ومنها يطلع قرن الشيطان ؛ وفى رواية: قال سالم يا اهل العراق ما اسألكم عن الصغيرة واركبكم للكبيرة سمعت ابى عبد الله بن عمر يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الفتنة تجئ من ههنا واوما بيده نحو المشرق من حيث يطلع قرن الشيطان وانتم يضرب بعضكم رقاب بعض وانما قتل موسى الذى قتل من ال فرعون خطأ فقال الله له قتلت نفسًا فنجيناك من الغم وفتناك فتونا ؛ للشيخين و الموطا والترمذى . الاحنف[٣٤] بن قيس خرجت وانا اريد هذا الرجل فلقينى ابو بكرة فقال اين تريد يا احنف؟ قلت اريد نصر ابن عم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا احنف ارجع فانى سمعته صلى الله عليه وسلم يقول اذا تواجه المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول فى النار فقلت او قيل يا رسول الله هذا القاتل فما بال المقتول؟ قال انه كان قد اراد قتل صاحبه ؛ للشيخين وابى داود والنسائى (ابن[٣٥] مسعود) رفعه: سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر ؛ للشيخين والترمذى والنسائى (ابن[٣٦] عمر) رفعه: لا ترجعوا بعدى كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض ؛ لابى داود والنسائى (وعنه[٣٧]) رفعه: من مشى الى رجل من امتى

ذلموں گا یا یہ کہ موت آجائے اور یہیں مر جاؤں) اور حق تعالیٰ تو فرماتا ہے حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کر دیا وہ دوبارہ نہ آئیں گے (پھر حضرت علی کا دوبارہ دنیا میں آنا اور گھاٹا میں روپوش ہونا چہ معنی. یہ محض ایک فتنہ ہے جس سے مخلوق کو گمراہ کیا جا رہا ہے) ٣٣ (ابن عمرؓ) رفع: خبردار ہو فتنہ ادھر ہے اور مشرق کی طرف اشارہ فرماتے تھے جہاں شیطان کا سینگ نمودار ہوتا (اور طلوع آفتاب پر آفتاب کو اپنے سینگوں کے بیچ میں لے کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ سورج پرستوں سے اپنی پرستش کرائے) اور ایک روایت میں ہے (آپ نے دعا فرمائی) الٰہی برکت بخش ہمارے ملک شام میں الٰہی برکت بخش ہمارے ملک یمن میں. صحابہ نے عرض کیا اور ہمارے ملک نجد میں بھی. فرمایا الٰہی برکت دے ہمارے شام میں الٰہی برکت دے ہمارے یمن میں. صحابہ نے (پھر) کہا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں. پس میرا خیال ہے کہ تیسری مرتبہ میں آپ نے فرمایا کہ اس جانب زلزلے اور فتنے ہونگے اور اسی جانب سے شیطان کا سینگ طلوع کرتا ہے. اور ایک روایت میں ہے کہ سالم نے (جبکہ ایک عراقی نے مسئلہ پوچھا کہ احرام حج باندھے ہوئے اگر مچھر کو مار دے تو کیا فتنہ ہوگا) کہا کہ اے اہل عراق تم بھی عجیب لوگ ہو کہ صغیرہ گناہ کی اتنی کرید اور (قتل حسین جیسے) کبیرہ گناہ پر اتنے دلیر. میں نے اپنے والد عبداللہ بن عمر کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے فتنہ ادھر سے آئے گا اور اشارہ فرماتے تھے مشرق کی طرف جہاں شیطان کا سینگ نمودار ہوتا ہے اور تم آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں اڑاتے ہو حضرت موسیٰ سے فرعون کے لوگوں میں ایک شخص کا خون بلا قصد ہو گیا تھا تو اس کا نام فتنہ قرار پایا اور حضرت موسیٰ کو اس کا اتنا رنج ہوا کہ وطن چھوڑنا پڑا چنانچہ حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا تم نے ایک نفس کو قتل کر دیا تھا پس ہم نے تم کو غم سے نجات بخشی اور تم کو ایک خاص آزمائش میں ڈالا تھا (کہ دیکھیں خطا پر ندامت ہوتی ہے یا نہیں) (ق طا ت) ٣٤ (احنف بن قیس) میں حضرت علی (کی مدد) کے ارادہ سے گھر سے نکلا تو مجھے ابوبکرہ ملے اور فرمایا کہاں کا ارادہ ہے اے احنف میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کی مدد کی قصد سے جا رہا ہوں فرمایا اے احنف واپس ہو جاؤ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا تھا جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آویں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں. اس پر میں نے یا کسی اور نے عرض کیا کہ قاتل تو خیر مگر مقتول کا کیا قصور. فرمایا وہ بھی تو اپنے مقابل کے قتل کا قصد رکھتا تھا (اور مدار عمل عزم پر ہے کہ کامیابی و ناکامی

ليعتده فنيقل عنكي[۱] فالقاتل فى النار والمقتول فى الجنة ؛ لابى داود (ابن مسعود[۳۸]) لا يقول احدكم اللهم اِنِّیٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ فانه ليس منكم احد الا يشتمل على فتنة ولكن من استعاذ فليستعذ من مضلاتها فان الله تعالىٰ يقول اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؛ للكبير بانقطاع ومختلط (ام حبيبة[۳۹]) رفعته: رأيت ما تلقى امتى بعدى وسفك بعضهم دماء بعض وسبق ذلك من الله كما سبق فى الامم قبلهم فسألته ان يولينى شفاعة يوم القيامة فيهم ففعل ؛ لاحمد والاوسط (انس[۴۰]) رفعه: من اقتراب الساعة ان يرى الهلال قبلا[۴۱] فيقال لليلتين وان تتخذ المساجد طرقا وان يظهر موت الفجأة ؛

خدا کا فعل ہے) ق دی (ابن مسعود[۳۵]) فع: مؤمن کو گالی دینا فسق ہے (کہ آبرو کو ضائع کیا) اور اسکو قتل کرنا کفر (کہ جان کو جس سے اسلامی نسل جاری ہوتی ضائع کیا) ق ت ی (ابن عمر[۳۶]) فع: میرے بعد تم دوبارہ کافر نہ بن جائیو کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو (دی) ف عالم کا بقا بدولت ایمان ہے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی مؤمن رہے گا قیامت نہ آئیگی اس کا لحاظ نہ رکھنا اور اسکے قتل پر تیار ہونا چونکہ کفار کا کام ہے اس لئے باہمی خونریزی کو شریعت نے بہت ہی سنگین جرم اور فعلِ کفار قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایمان کی جو وقعت اللہ کے نزدیک ہے کہ اسی کی خاطر انبیاء ورسل دنیا میں بھیجے گئے وہ جس کے قلب میں ہوگی کسی مؤمن کی آبرو یا جان کو نقصان پہونچانا کبھی گوارہ نہیں کر سکتا کہ مجانست ایمانی ذریعۂ الفت ہے نہ کہ سبب عداوت۔ اس لئے خانہ جنگی ایک فتنۂ عظمیٰ ہے اور سلامتی اسی میں ہے کہ یکسو رہے۔ (ایضاً[۳۷]) فع: جو شخص میری اُمت کے کسی شخص کی طرف اس کے قتل کرنے کے لئے قدم بڑھائے تو اس کو چاہیئے کہ یوں کردے (یعنی اپنی گردن اس کے سامنے کردے کہ سر کاٹ لے) پس قاتل جہنم میں جائے گا اور مقتول جنت میں (د) ف ہر چند کہ مدافعت جائز ہے مگر مقابلہ میں چونکہ اندیشہ ہے نفسانیت کا کہ حد مدافعت سے تجاوز ہو کر اس کے قتل کا عزم پیدا ہو جائے اس لئے بے خطر یہی صورت ہے کہ شہادت قبول کرے مگر قاتل مسلم ہونا قبول نہ کرے۔ (ابن مسعود[۳۸]) یہ نہ کہنا چاہیئے کہ الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں فتنہ سے کیونکہ فتنہ کیساتھ شامل ہونے سے تو تم میں کوئی بھی خالی نہیں۔ البتہ جو پناہ مانگے وہ فتنہ کی گمراہ کن حالتوں سے پناہ مانگے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے مال واولاد فتنہ ہیں (ک) ف مطلب یہ ہے کہ فتنہ بمعنی آزمائش تو مال واولاد بھی ہے جس سے کم وبیش ہر شخص بہرہ یاب ہے بلکہ اس سے محفوظ رہنا محرومیت ہے۔ ہاں فتنہ کے نتائج بد اور امتحان میں ناکامی سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ مگر حدیث نبوی میں جہاں مطلق فتنہ سے پناہ مانگی گئی ہے وہاں یہی نتیجہ بد یا اس کا خطرہ مراد ہے کہ مال واولاد خود خطرہ نہیں بلکہ اس لحاظ سے کہ قلب کی ان کی طرف کشش ہوگی تو اللہ کیطرف کشش کا مقابلہ نہ کر بیٹھے، محل خطرہ ہیں۔ جیسے حسنِ سورت وحسنِ صوت کہ نعمت الٰہیہ ہے۔ مگر جاذبِ نفوس ہونے کے سبب بدنفسوں کے لئے محل خطر (ام حبیبہ[۳۹]) فع: میں نے عالم کشف میں دیکھا جو کچھ بھی (ابتلاء وفتنہ) میری اُمت کو میرے بعد پیش آنا ہے نیز انکی باہمی خونریزی اور یہ اللہ کی طرف سے مقدر ہو چکا ہے جس طرح پہلی امتوں میں مقدر ہو چکا تھا۔ لہٰذا میں نے (تقدیر بدلنے کی جگہ) اپنے اللہ سے یہ دعا مانگی کہ بروز قیامت ان کی شفاعت کا مجھے اختیار بخشدے چنانچہ اس نے منظور فرما لیا (م و) ف یہ دلیل ہے کہ قتلِ مسلم کفرِ حقیقی نہیں ورنہ شفاعت ہی ممنوع اور مغفرت مسدود ہوتی۔ (انس[۴۰]) فع: قربِ قیامت کی علامت ہے کہ چاند سامنے (بغیر تلاش کے) نظر آجائے کہ کہا جائے دوسری رات کا ہے اور مسجدوں کو راستہ بنا لیا جائے (کہ رداردی آنا ہو۔ یا ان کی پامالی وویرانی مراد ہے) اور یہ کہ اچانک موتوں کا

[۱] یعنی فلیمد عنقہ ۱۲ ابوداؤد۔ کہ اوائل قتل وغیرہ ۱۲

للاوسط والصغير بضعف (ابن عمرو بن العاص) رفعه: لا تقوم الساعة حتى يظهر الفحش وقطيعة الرحم وسوء الجوار ويخون الامين قيل يا رسول الله فكيف المؤمن يومئذ قال كالنخلة وقعت فلم تفسد واكلت فلم تكسر ووضعت طيبا ؛ للبزار بلين (حذيفة) رفعه: يدرس الاسلام كما يدرس وشي الثوب حتى لا يدرى ما صيام ولا صلاة ولا نسك ولا صدقة وليسرى على كتاب الله تعالى في ليلة فلا يبقى في الارض منه اية وتبقى طوائف من الناس الشيخ الكبير والعجوز يقولون ادركنا اباءنا على هذه الكلمة لا اله الا الله فنحن نقولها فقال له صلة ما يغني عنهم لا اله الا الله وهم لا يدرون ما صلوٰة ولا صيام ولا نسك ولا صدقة ؟ فاعرض عنه حذيفة ثم ردها عليه ثلاثا كل ذلك يعرض عنه حذيفة ثم اقبل عليه في الثالثة فقال يا صلة تنجيهم من النار ثلاثا ؛ للقزويني (عوف بن مالك) رفعه: يكون امام الدجال سنون خوادع تكثر فيها المطر ويقل النبت و يكذب فيها الصادق ويصدق فيها الكاذب ويؤتمن فيها الخائن ويخون فيها الامين وينطق

ظہور ہو وہ (د) **ف** قرب قیامت ہلال کی جسامت بڑھ جائیگی کہ طلوع ہوتے ہی نظر آجائے گا جیسے دوسری رات کا ہوتا ہے۔ یا یہ ترجمہ ہے کہ قبل از وقت نظر آئے اور یہ بھی اس کے واضح اور بڑے ہونے کے سبب ہوگا کہ دوسری شب کے چاند کی طرح قبل غروب آفتاب ہی دیکھ جائے گا۔ اور مساجد کی عظمت واحترام سے قلوب خالی ہو جائے گا۔ کہ ان کو گذرگاہ بنائیں گے یا یہ مطلب ہے کہ وہ راستہ کی طرح پامال و ویران ہوں گی یا یہ کہ نماز کے لئے آنیوالوں کو بھی اُنس نہ ہوگا۔ آئیں گے اور ٹکریں مار کر بھاگ جائیں گے۔

(ابن عمرؓ) رفع: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ فحش اور رشتہ داروں میں بے تعلقی اور پڑوس کی بدسلوکی کا ظہور ہو اور امانتدار بھی خیانت کرنے لگے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ مومن کی اس وقت کیا حالت ہوگی فرمایا جیسے کھجور کا درخت کہ گر پڑے تو صرف ایک تنہ ہونے کے سبب چیزوں کو برباد نہ کرے اور کوئی اسے کھالے تو صحت میں شکستگی نہ لاوے اور قائم رہے تو مزہ دار (پھل) برسائے (بز)

ف غرض یکسو و بے تعلق اور ہر حال نرم و خاشع اور نفع رساں اللہ والا بنا رہے۔ (حذیفہؓ) رفع: اسلام (کے افعال واخلاق) ایسے مٹ جائیں گے جیسے کپڑے کے پھول بوٹے (کثرت استعمال سے) مٹ جایا کرتے ہیں یہاں تک کہ نہ روزہ کا پتہ ہوگا نہ نماز کا نہ حج کا اور نہ زکوٰۃ و خیرات کا اور کتاب اللہ (قرآن مجید) پر رات میں روانگی پیش آئیگی (کہ وہ قلوب واوراق سے نکل جائے گا) پس دنیا میں ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی اور چند اشخاص بڑے اور بوڑھیں رہ جائیں گی جو کہیں گے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اس کلمہ لا الہ الا اللہ پر پایا تھا لہذا ہم بھی اسے کہنے لگے (باقی اس کی حقیقت اور حکم یعنی عقیدہ و عمل کا انہیں پتہ بھی نہ ہوگا) پس صلہ نے حذیفہ سے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہنا انکو کیا کام آئے گا جبکہ نہ انکو نماز کا پتہ ہے نہ روزہ کا نہ ارکان حج کا اور نہ صدقہ کا پس حذیفہ نے انکی طرف سے منہ پھیر لیا (اور جواب نہ دیا) پھر انہوں نے یہی تین مرتبہ کہا کہ ہر دفعہ حذیفہ ان کی طرف سے منہ پھیرتے رہے۔ آخری تیسری مرتبہ میں منہ سامنے کرکے فرمایا اے صلہ یہ بھی انکو دوزخ سے نجات دلادیگا تین بار فرمایا (ہ) **ف** کہ کلمہ توحید اگرچہ محض تقلید کے درجہ میں ہو تب بھی معتبر ہے کہ اصل فطرت ہے جو عارض کفر سے خالی ہونے پر گروہ مومنین میں شامل رکھے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اعمال واخلاق سے بے بہرہ ہونیکا

فیھا الرویبضۃ قیل یا رسول اللہ وما الرویبضۃ؟ قال من لا یؤبہ لہ ؛ للکبیر بمدلس.

ماورد من فتن مسماۃ

(حذیفۃ) کنا عند عمر فقال ایکم یحفظ من حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الفتنۃ؟ فقلت انا احفظہ فقال ھات انک لجریٔ وکیف قال؟ قلت سمعتہ یقول فتنۃ الرجل فی اھلہ ومالہ ونفسہ وولدہ وجارہ یکفرھا الصیام والصلوۃ والصدقۃ والامر بالمعروف والنھی عن المنکر فقال عمر لیس ھذا ارید انما ارید التی تموج کموج البحر قلت مالک ولھا یا امیر المؤمنین؟ ان بینک وبینھا بابا مغلقا قال فیکسر الباب او یفتح؟ قال قلت بل یکسر قال ذلک احری ان لا یغلق ابدا قال فقلنا لحذیفۃ ھل کان عمر یعلم من الباب؟ قال نعم کما یعلم ان دون غد لیلۃ انی حدثتہ حدیثا لیس بالاغالیط قال فھبنا ان نسأل حذیفۃ من الباب، فقلنا لمسروق سلہ فسألہ فقال عمرؓ

عذاب بھگتیں. کہ گلبدن کے نقش ونگار مٹ جانے پر گو بہار اور قدر وقیمت ساری خاک میں مل گئی مگر دھوتر کی طرح پھر بھی اسکو کپڑا ہی کہیں گے (عوف بن مالکؓ) نعم. دجال سے پہلے تین سال دھوکہ کے ہوں گے کہ ان میں بارش تو بکثرت ہوگی مگر پیداوار بہت کم. اور ان سالوں میں سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور جھوٹے کو سچا. اور ان میں خائن کو امین سمجھا جائے گا اور امین ان میں خائن بن جائے گا. اور بولے گا اس میں کمینہ (لث) ف صورت کسی امر کی توقع دلائے اور وقوع پذیر ہو اس کے خلاف، اسکو دھوکہ کہتے ہیں. چونکہ ان تین سالوں میں محسوسات کی بھی یہی صورت ہوگی کہ کثرتِ بارش سے امید ہوگی کثرت پیداوار کی مگر ہوگا اس کا خلاف. اور معانی میں بھی یہی انقلاب ہوگا کہ جسکو سچ اور امانت سمجھ رہے ہو وہ جھوٹ اور خیانت ہے، اس لئے ان سالوں کو دھوکہ کے سال کہا گیا اور یہ پیش خیمہ ہے دجال کا کہ اس کے خلط ملط اور عالمگیر دجل و دھوکہ کا اثر زمانہ کے حسیات ومعانی پر تین سال پہلے سے پڑنے لگے گا جیسے طاعون کا موسم قریب آتا ہے تو ہفتوں پہلے سے ہوا میں فساد اور سمیت کا اثر نمودار ہو جاتا ہے.

چند نامزد فتنے

(حذیفہ) ہم حضرت عمرؓ کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے کہ آپ نے فرمایا فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کسکو یاد ہے؟ میں نے کہا مجھے یاد ہے. فرمایا تم بڑے دلیر ہو (کہ ایسے قصوں کو یاد رکھا) اچھا سناؤ آپ نے ذکر کیا فرمایا میں نے کہا آپ کو یہ فرماتے میں نے سنا کہ انسان کا فتنہ بی بی اور مال اور خود اپنی ذات اور بچوں اور پڑوسی کے متعلق (کہ ان کی محبت میں کسی گناہ کا مرتکب ہو) اسے روزے نماز خیرات اور کار خیر کی ترغیب اور معصیت سے روکنا (غرض افعال حسنہ کفارہ (بن کر) مٹا دیں گے. حضرت عمرؓ نے کہا یہ (معمولی فتنے دریافت کرنے) سے مجھے مقصود نہیں میرا مقصود وہ (بڑا) فتنہ ہے جو سمندر کی سی لہریں مارے گا. میں نے کہا آپ کو اس سے کیا واسطہ اے امیر المؤمنین. آپ کے اور اس کے درمیان تو ایک بند دروازہ حائل ہے (کہ جب تک وہ نہ ہٹے گا فتنہ کا ظہور نہ ہوگا) فرمایا اچھا وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ میں نے کہا بلکہ توڑا جائے گا. فرمایا وہ تو اس قابل ہو جائے گا کہ پھر بند نہ ہو سکے. راوی کہتا ہے کہ ہم نے حذیفہ سے پوچھا حضرت عمرؓ کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے. کہا ہاں (اتنا یقینی) جیسے یہ معلوم تھا کہ کل سے ورے رات ہے. میں نے ان کو جو حدیث سنائی وہ غلط نہ تھی. پھر حذیفہ سے

لغت ۴۲ الغرور والنضر ... (margin gloss, partly illegible) ... ۱۲ قاموس.

للشيخين والترمذی وفی روایة: قال عمر انت لله ابوك قال حذیفة سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول تعرض الفتن علی القلوب کالحصیر عودًا عودًا فای قلب اشربها نکتت فیه نکتة سوداء وای قلب انکرها نکتت فیه نکتة بیضاء حتی تصیر علی قلبین علی ابیض مثل الصفا فلا تضره فتنة ما دامت السمٰوات والارض والآخر اسود مربادا کالکوز مجخیا لا یعرف معروفا ولا ینکر منکرا الا ما اشرب من هواه وحدثته ان بینك وبینها بابا مغلقا یوشك ان یکسر قال عمر کسرا لا ابا لك فلو انه فتح لعله کان یعاد قال لا بل یکسر وحدثته ان ذلك الباب رجل یقتل او یموت حدیثا لیس بالاغالیط قال ابو خالد فقلت لسعد یا ابا مالك ما اسود مرباد؟ قال شدة البیاض فی سواد قلت فما المجخیا؟ قال منکوسا۔ (ابن عمر) کنا قعودًا عند النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر الفتن فاکثر فی ذکرها حتی ذکر فتنة الاحلاس قال هی هرب وحرب ثم فتنة السراء دخنها من تحت قدمی رجل من اهل بیتی یزعم انه منی ولیس منی وانما اولیاء المتقون

یہ دریافت کرتے ہمیں ڈر معلوم ہوا کہ وہ دروازہ کون ہے اس لئے ہم نے مسروق سے کہا کہ تم دریافت کرلو۔ چنانچہ انہوں نے دریافت کیا اور حذیفہ نے فرمایا کہ خود حضرت عمر تھے (ق ت) اور بروایتے حضرت عمر نے فرمایا بڑا خوش نصیب ہے تمہارا باپ (جسے تم جیسا دلیر بیٹا ملا کہ فتنہ کا مضمون یاد رکھتا ہے) حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ فتنے (مسلمانوں کے) قلوب پر پیش کئے جائیں گے بوریئے کی طرح تنکے تنکے (کہ جس طرح بوریئے کی بناوٹ ہوتی ہے ایک تنکا دوسرے سے پیوستہ اسی طرح دلوں پر بلاؤں اور مصیبتوں کا یا عقائد فاسدہ وشہوات نفسانیہ کا ہجوم ہوگا) پس جس دل میں وہ پلا دیا گیا (اور قلب اس سے مانوس ہوا) تو اس میں ایک سیاہ نکتہ کا نشان کر دیا جائے گا۔ اور جس دل نے اسکو برا سمجھا (اور وحشت کھائی) اسمیں سفید نکتہ کا نشان کر دیا جائے گا حتی کہ تمام قلوب دو قسم پر (منقسم) ہوجائیں گے۔ ایک سفید مثل سنگِ مرمر کے کہ جبتک بھی آسمان وزمین قائم رہیں گے کوئی فتنہ انکو نقصان نہ پہونچاسکے گا اور دوسرا قلب سیاہ خاکی رنگ پیالہ کی طرح اوندھا کہ نہ اچھا سمجھے گا کارِ خیر کو نہ بُرا سمجھے گا کارِ بد کو بجز خواہش نفس کے جس کا گردیدہ ہوگا۔ اور میں نے حضرت عمر سے بیان کیا کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے جو عجب نہیں توڑا جائے۔ حضرت عمر نے (تعجب سے) فرمایا توڑا جائے گا، اگر کھول لیا جاتا کہ ممکن تھا کہ پھر پہلی حالت پر لے آیا جائے، حذیفہ نے کہا نہیں وہ توڑا ہی جائے گا اور میں نے جو یہ مضمون بیان کیا کہ وہ دروازہ ایک شخص ہے (جس کے کھولنے اور توڑنے سے مراد ہے) کہ قتل کیا جائے گا یا اپنی موت مرے گا سو یہ غلط نہیں بیان کیا۔ ف دروازہ کے پرے کوئی چیز ہوتی ہے تو جب تک دروازہ بند رہے وہ چیز نہ آسکے گی اور نہ وہاں تک کوئی پہنچ سکے گا اور جب دروازہ کھل گیا تو دو طرفہ آمد کا راستہ ہوگیا مگر اس کا بند کیا جانا ممکن ہے لیکن اگر دروازہ توڑ دیا گیا تو وہ چیز ہی نہ رہی جو دوبارہ آڑ بن سکے حق تعالیٰ شانہ نے امت محمدیہ میں حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن خطاب کے وجود کو فتن کا روکنے والا دروازہ بنایا تھا کہ شیطان بھی آپ سے ڈرتا اور رکا رہتا تھا جب تک آپ زندہ رہے کوئی فتنہ رونما نہ ہوسکا۔ مگر جب اس دروازہ کو توڑا گیا اور آپ کو ایک نصرانی غلام کے ہاتھوں نے ظلماً شہید کیا تو خون فاروقی رنگ لایا اور طرح طرح کے فتنوں کا ظہور ہوا جنہوں نے شہادت عثمان اور جنگِ جمل وصفین جیسے حوادث کا نتیجہ دکھایا کہ باہمی خانہ جنگی سے ہزاراں ہزار اصحابہ شہید ہوگئے اگر آپ با اطمینان فارغ ہوکر حضرت صدیق اکبر کی طرح وصال فرماتے تو دروازہ گویا کھولا جاتا کہ پھر فتنوں کا سدباب ممکن تھا۔

ثم يصطلح الناس على رجل كورك على ضلع ثم فتنة الدهيماء لاتدع احدا من هذه الامة الالطمته لطمة فاذا قيل انقضت تمادت يصبح الرجل فيها مؤمنا ويمسي كافرا حتى يصير الناس الى فسطاطين فسطاط ايمان لانفاق فيه وفسطاط نفاق لاايمان فيه فاذا كان ذاكم فانتظروا الدجال من يومه او غده (ابوبكرة) رفعه: ينزل ناس من امتي بغائط يسمونه البصرة عند نهر يقال له دجلة ويكون عليه جسر يكثر اهلها وتكون من امصار المهاجرين (وفي رواية: المسلمين) فاذا كان في آخر الزمان جاء بنو قنطوراء عراض الوجوه صغار الاعين حتى ينزلوا على شط النهر فيتفرق اهلها ثلاث فرق فرقة يأخذون اذناب البقر والبرية وهلكوا وفرقة يأخذون لانفسهم وكفروا وفرقة يجعلون ذراريهم خلف ظهورهم ويقاتلو

اور اسی لئے حضرت ممدوح کو یہ سن کر کہ دروازہ توڑا جائے گا، شفقت برامت کے سبب قلق ہوا۔ مگر مقدر اسی طرح تھا اس لئے خود ہی واپسی جج میں ممدوح کی زبان سے شہادت کی دعا بھی نکلی اور آپ کی عظمت عند اللہ بہر صورت دنیا پر ظاہر ہو کر رہی (ابن عمرؓ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنوں کا تذکرہ فرمایا اور طویل ذکر کیا حتی کہ احلاس کے فتنہ کا ذکر کیا (جو ٹاٹ کی طرح مدت تک چپٹا رہے گا) فرمایا وہ فرار اور جنگ ہے (کہ بھائیوں میں پھوٹ پڑیگی اور ایک عزیز دوسرے سے دور بھاگے گا اور خانہ جنگی ہوگی اور ایک دوسرے کے مال کو حلال سمجھے گا (ممکن ہے وہ فتنہ مراد ہو جو آخیر خلافت عثمانی میں رونما ہو کر مدت دراز کے بعد مصالحۃ امام حسین پر ختم ہوا) پھر ایک فتنہ سراء ہوگا (جس میں خوشکن مال و دولت کو دخل ہوگا یا اس میں خفیہ کارروائیاں ہوں گی) اسکا اٹھان میرے گھرانے کے ایک شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا جو گمان کریگا کہ میرا ہے۔ حالانکہ وہ میرا نہیں (کہ نسب میں اگرچہ حسینی ہو مگر درحقیقت میری اولاد نہیں) کہ میرے رشتہ دار وہی ہیں جو پرہیزگار ہوں (نہ کہ فتنہ اٹھانے والے) اسکے بعد لوگ مصالحت (اور بیعت) کریں گے ایک شخص کے (ہاتھ) پر جیسے (کہاوت ہے) کہ سُرین پسلی پر (یعنی جس طرح سُرین کا بوجھ پسلی نہیں سنبھال سکتی کہ دونوں میں بُعد اور عکس وضع ہے۔ اسی طرح اس شخص کے ہاتھ پر بیعت بے ڈھنگی اور غیر مستقیم ہوگی کہ چند روز بھی اسے قرار نہ ہوگا۔ عجب نہیں اس فتنہ سے مراد شریف حسین کا فتنہ ہو جو رمضان سنہ ۱۳۳۴ھ میں رونما ہوا کہ سید کہلا کر مال کثیر کی طمع میں خفیہ سازشوں کے ساتھ خلافت اسلامیہ سے بغاوت کی اور بے گناہ ترکوں کی قتل و خونریزی کے بعد استبداد کو اختیار کیا۔ آخر اس کے بیٹے شریف علی کے ہاتھ پر بیعت کی نوبت آئی جس کے نظم و بقا پر سُرین کا بوجھ پسلی پر ہونے کی مثل صادق آئی) اس کے بعد نہایت سیاہ (اور رگہری ظلمت والا) فتنہ ہوگا کہ اس امت کے کسی شخص کو بھی طمانچہ مارے (اور کچھ نہ کچھ اثر ڈالے) بغیر نہ چھوڑے گا (اور اتنا لمبا ہوگا کہ) جب کہا جائے گا اب ختم ہوا تو اور کھچیگا۔ صبح کے وقت انسان اس میں مومن ہوگا (کہ بھائی کے جان و مال کو حرام سمجھیگا اور شام کو کافر (کہ اسکو حلال سمجھ کر خانہ جنگی میں مشغول ہوگا۔ یا ایمان میں تزلزل ہوگا کہ صبح کو معتقد رسول تھا اور شام کو غلام دہریت و نصرانیت) حتی کہ آدمی دو فریق بن جائیں گے۔ ایک ڈیرہ ایمان کا جس میں نام کو بھی نفاق نہ ہوگا اور ایک ڈیرہ نفاق کا جس میں نام کو بھی ایمان نہ ہوگا۔ پس جب یہ (فتنہ عظمیٰ رونما) ہو تو دجال کا انتظار کرو کہ اُسیدن (اسکا ظہور ہو) یا اگلے دن۔ (یہ فتنہ ہائلہ جس کا اثر تمامی دنیائے اسلام پر پڑے گا ظہور مہدی سے قبل ہوگا اور آخر دنیا کے دو حصے ہو جائیں گے کہ ایک فریق مخلص مومنین کا ہوگا جو امام مہدی کے ساتھ بیت المقدس میں ہوں گے اور دوسرا فریق خالص منافقین و کفار کا ہوگا، جو دجال کے ساتھ ہوں گے اور بیت المقدس کا محاصرہ

علیہ السلام اولادہا الترک یسمون بذلک وہو بفتح القاف وضم الطاء مقصورا وبنو قنطوراء الترک والسودان وقیل قنطوراء اسم جاریۃ

وهم الشهداء ‹‹ (ذو مخبرؓ) رفعه: ستصالحون الروم صلحا امنا فتغزون انتم وهم عدوا من ورائهم فتنصرون وتغنمون وتسلمون ثم ترجعون حتى تنزلوا بمرج ذی تلول فیرفع رجل من اهل النصرانیة الصلیب فیقول غلب الصلیب فیغضب رجل من المسلمین فیدقه فعند ذلك تغدر الروم وتجتمع للملحمة ‹‹ زاد فی روایة ویثور المسلمون الی اسلحتهم فیقتتلون فیکرم الله تلك العصابة بالشهادة ‹‹ (ام سلمةؓ) رفعته: یکون اختلاف عند موت خلیفة فیخرج رجل من اهل المدینة هاربا الی مکة فیأتیه ناس من اهل مکة فیخرجونه

کریں گے آخر اس کا خاتمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر ہوگا کہ آسمان سے اُتریں گے اور دجال کو قتل کر کے دنیا کو نورِ ایمان اور کمال عدل و برکات تامہ سے بھر دینگے) (ابوبکرؓ رفع: میری اُمت کے لوگ نشیب کی وسیع زمین میں اتریں گے جسے بصرہ پکارا جائے گا نہر کے کنارہ جس کا نام دجلہ ہوگا اور اس پر ادھر سے اُدھر آنے جانے کے لئے) پُل ہوگا: اس کی آبادی کثیر ہوگی اور وہ مہاجرین اور بروایتے مسلمانوں کے شہروں میں سے ہوگا (کہ مفتوح ہوکر دارالاسلام بنے گا اور مسلمان دارالکفر سے ہجرت کر کر کے وہاں جائیں گے) پھر جب آخری زمانہ آئے گا تو قنطورا (ترکیوں کے جد اعلیٰ) کی اولاد چوڑے چوڑے منہ اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے آئیں گے کہ نہر کے کنارہ (بغرض جنگ) پڑاؤ ڈالیں گے پس اہل بصرہ (مسلمانوں) کے تین فریق ہو جائیں گے۔ ایک فریق بیلوں کی دمیں پکڑ کر جنگل کا راستہ لے گا (کہ اپنی کھیتی باڑی کے دھندے میں جہاد و حفاظتِ ملک کی پرواہ نہ کرے گا) اور ہلاک ہو جائے گا اور ایک فریق کو اپنی جان کی پڑیگی اور کفر اختیار کرے گا اور ایک فریق اپنے بچوں کو اپنی کمروں پر لاد کر نکلے گا (کہ گھر پر چھوڑے تو کون حفاظت کرے) اور اُن کافر ملہ آور ترکوں سے لڑے گا۔ اور وہی لوگ سچے شہید ہیں۔ ف بصرہ سے مراد غالبًا بغداد ہے کہ اس کے ایک دروازہ کا نام بصرہ ہے اسی میں دریائے دجلہ جاری اور اس پر پُل قائم ہے اور مدت دراز تک خلفاء عباسیہ کا دارالخلافہ اور ہجرت گاہ مسلمین رہا ہے۔ اور بزمانہ معتصم باللہ صفر ۶۵۶ھ میں یہ سانحہ بھی پیش آیا۔ ورنہ شہر بصرہ پر تا بنک یہ واقعات صادق نہیں آتے۔ واللہ اعلم (ذومخبرؓ رفع: عنقریب تمہاری مصالحت ہوگی رومیوں کے ساتھ با امن صلح (کہ غدر و بدعہدی کا کسی فریق کو اندیشہ نہ رہے گا) پس تم اور وہ مل کر دشمن سے جنگ کروگے اور فتحیاب ہوؤگے اور مالِ غنیمت لوگے اور (قتل و ہزیمت سے) سلامتی پاؤگے۔ پھر تم سب واپس ہو کر ایک ٹیلوں والی شاداب چراگاہ میں پڑاؤ ڈالوگے۔ پس ایک نصرانی شخص صلیب کو اونچا کرے گا اور کہے گا کہ صلیب غالب آئی (اور اس کی بدولت فتح نصیب ہوئی) پس (یہ سن کر) ایک مسلمان شخص کو غصہ آئے گا اور وہ صلیب کو کوٹ دے گا۔ پس اس وقت رومی غدر کریں گے اور جنگ کے لئے چار طرف سے جمع ہوں گے۔ ایک روایت میں اتنا زائد ہے اور (صلیب کے قصہ پر) مسلمان لپکیں گے اپنے ہتھیاروں کی طرف اور خوب لڑیں گے۔ پس اللہ اس جماعت کو شہادت کی عزت بخشے گا (د) ف روم کوہ ہمالیہ کی طرح ایک مشہور پہاڑ ہے جس کے نیچے کا ملک روم کہلاتا ہے۔ اس ملک کا بادشاہ نصرانی المذہب تھا اور اس کا لقب کسریٰ کہلاتا تھا۔ انطاکیہ اس کا دارالسلطنت تھا اور بزمانہ فاروقی سب پر اسلامی قبضہ ہوا۔ مگر قوم بدستور روم کہلاتی ہے۔ انہیں نصاریٰ میں ایک سلطنت کیساتھ اہلِ اسلام کا معاہدہ ہو کر دوسری نصرانی سلطنت سے جنگ ہوگی اور پھر صلیب کے بلند کئے جانے کے قصہ پر ان سے بھی قتال عظیم ہوگا کہ مسلمان بکثرت شہید ہوں گے اور بچے کھچے مدینہ میں آرہیں گے۔ آخر کسی کو امیر بنائیں گے

له ای لم یقع النفع الغزو والقوم ذو سلاح ۱۲

وهو كاره فيبايعونه بين الركن والمقام ويبعث اليه بعث من الشام فيخسف بهم بالبيداء بين مكة والمدينة فاذا رأى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه ثم ينشؤ رجل من قريش اخواله كلب فيبعث اليهم بعثا فيظهرون عليهم وذلك بعث كلب والخيبة لمن لم يشهد غنيمة كلب فيقسم المال ويعمل فی الناس بسنة نبيهم ويلقى الاسلام بجرانه الى الارض فيلبث سبع سنين. وفی رواية تسع سنين ثم يتوفى ويصلی عليها المسلمون قلت يا رسول الله كيف بمن كان كارها؟ قال يخسف بهم ولكن يبعث يوم القيامة على نيته. (ثوبانؓ) رفعه: يوشك الامم ان تداعى عليكم كما تداعى الاكلة الى قصعتها فقال قائل من قلة نحن يومئذٍ؟ فقال بل انتم يومئذٍ كثيرون ولكنكم غثاء كغثاء السيل ولينزعن الله من صدور عدوكم المهابة منكم وليقذفن فی قلوبكم الوهن قيل ما الوهن يا رسول اللهؐ؟ قال حب الدنيا

فکر ہوگی اور امام مہدی کا ظہور ہو جائے گا۔ پس جہاں حدیث میں روم یا ترک کا لفظ آیا ہے اس ملک وقوم کے نصاریٰ مراد ہیں کہ انکی حکومت و سلطنت زوروں پر ہوگی (ام سلمہؓ) رفع: خلیفہ کی وفات کیوقت اختلاف واقع ہوگا (کہ اب کس کو حاکم اسلام بنائیں) پس اہل مدینہ میں سے ایک شخص بعجلت نکل کر مکہ آئے گا (کہ کہیں مجھے حاکم بننے پر مجبور نہ کریں اور وہ امام مہدی ہوں گے) پس اب باشندگانِ مکہ ان کے پاس آئیں گے اور ان کو بادلِ ناخواستہ (گھر سے) باہر نکالیں گے اور حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم کے درمیان ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اور ملک شام سے (آپ کا مقابلہ کرنے کے لئے) آپ کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا (کہ اس کا بھیجنے والا اولادِ ابوسفیان کا ایک شخص ہوگا جسے سادات کے ساتھ عداوت ہوگی) پس وہ لوگ مکہ و مدینہ کے درمیان مقام بیداء میں دھنسا دیئے جائیں گے۔ پس جب آدمی یہ (آپ کی کرامت و منزلت عنداللہ) دیکھیں گے تو ملک شام کے (چالیسوں) ابدال اور اہلِ عراق (و دیگر ممالک کے اولیاء و صلحاء) کے گروہ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ سے بیعت کریں گے۔ پھر قریش میں کا ایک شخص اٹھے گا جس کی ننہیال قبیلہ کلب ہوگی اور وہ (حضرت امام سے جنگ کرنے کے لئے) ایک لشکر بھیجیگا جن پر (امام کے لشکری) فتحیاب ہوں گے اور وہ لشکر (شکست خوردہ) قبیلہ کلب ہوگا۔ اور بدنصیبی اس کی جو کلب (سے لوٹے ہوئے مالِ) غنیمت میں موجود نہ ہو (یہ ترغیب ہے کہ ہر مسلمان کو اس میں شرکت کرنا چاہیئے کہ ایک پنتھ دو کاج اس میں دین و دُنیا دونوں کا نفع ہوگا) پس (حضرت امام اس) مال کو تقسیم کریں گے۔ اور لوگوں میں ان کے نبی (سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم) کے طریقہ پر برتاؤ فرمائیں گے، اور اسلام زمین پر اپنی گردن رکھ دے گا پس آپ سات برس (خلیفہ) رہیں گے۔ اور بروایتے نو برس (اگر مشغولیت جنگِ عظیم کے دو سال شامل کئے جاویں) پھر آپ کی وفات ہو جائے گی اور مسلمان نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کا کیا ہوگا جو (کلب کے لشکر میں) بادلِ ناخواستہ شریک ہوا ہوگا؟ فرمایا ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا۔ (کہ بہرحال شریک تو ہوئے) مگر قیامت کے دن اپنی نیت پر اٹھایا جائے گا (اور جبر و کراہت جنگ کے سبب عذاب جہنم سے نجات پا جائے گا)۔ ف اونٹ جب راحت و اطمینان میں ہوتا ہے تو اپنی گردن زمین پر پھیلا دیتا ہے۔ یہ استعارہ ہے کہ اسلام بزمانہ امام بے خوف و خطر اور مطمئن ہوگا

علی الارض اذا برک واستقر ... المراد ان الاسلام یستقر ...

وكراهية الموت، هی لابی داود (حذیفة) والله انی لاعلم الناس بكل فتنة هی كائنة فیما بینی وبین الساعة وما بی الا ان یكون رسول الله صلی الله علیه وسلم اسرالیّ فی ذلك شیئا مالم یحدثه غیری ولكنه قال یوما وهو فی مجلس یتحدث فیه عن الفتن ویعدهن منهن ثلاث لایكدن یذرن شیئا ومنهن فتن كریاح الصیف ومنها صغار ومنها كبار فذهب اولئك الرهط الذین سمعوه معی كلهم غیری، لمسلم دو عنه، والله ما ادری انسی اصحابی ام تناسوا والله ماترك رسول الله صلی الله علیه وسلم من قائد فتنة الی انقضاء الدنیا یبلغ من معه ثلاث مائة فصاعدا الا قد سماه لنا باسمه واسم ابیه واسم قبیلته، لابن عمرو، رفعه: یوشك المسلمون ان یحاصروا الی المدینة حتی یكون ابعد مسالحهم سلاح قال الزهری سلاح قریب من خیبر، هما لابی داود (ابومالك) رفعه: لیكونن من امتی قوم یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف ولینزلن اقوام الی جنب علم تروح علیهم

کہ کفر وشرک وبدعات ومخترعات سب مٹ جائیں گے اور ہر امر میں طریقۂ محمدی پر عمل ہوگا (ثوبان) رفع: قریب ہے (کہ کفار کے) گروہ باگروہ تمہارے مقابلہ کے لئے (چار طرف سے) بلائے جائیں جیسے کھانیوالوں کو بلایا جاتا ہے پیالہ کیطرف۔ پس ایک شخص نے کہا کہ یہ (دلیری دشمنوں کی اس روز ہمارے قلیل ہونے کی وجہ سے ہوگی۔ فرمایا نہیں تم اس وقت (گنتی میں تو) بہتیرے ہوگے مگر گھاس اور جھاگ (کے مثل بے حقیقت) ہوگے جیسے پانی کے اوپر گھاس (کا کوڑا یعنی کفِ آب) ہوتا ہے اور اللہ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا رعب نکال لیگا اور تمہارے دلوں میں ضعف ڈالدیگا۔ عرض کیا گیا کہ ضعف کیسا یا رسول اللہ؟ فرمایا دنیا کی محبت اور مرنے کی ناگواری (د) ف: کہ حب دنیا کی وجہ سے دنیا میں رہنا پیارا معلوم ہوگا اور (اس لئے راہ خدا میں مرنے سے وحشت ہوگی کہ دشمن کے مقابلہ کا نام سن کر موت آئیگی (حذیفہ) واللہ مجھے ہر فتنہ کا جو آج سے لے کر قیامت تک ہونیوالا ہے سب سے زیادہ علم ہے اور (اس کے اظہار سے) مجھے کوئی امر مانع نہیں بجز اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بعض امور جو دوسروں سے بیان نہیں فرمائے مجھ سے پوشیدہ طور پر ذکر فرمائے (اس لئے افشاء راز مجھے گوارا نہیں۔ ہاں ایک دن آپ نے مجلس میں فتنوں کا ذکر فرماتے اور ان کو گنتے ہوئے یہ کہا کہ ان میں تین فتنے ایسے ہیں جو کسی چیز کو بھی (اپنا اثر ڈالے بغیر) نہ چھوڑیں گے۔ اور ان میں بعض فتنے گرم لُو کی طرح (جھلسنے اور گھبرا دینے والے) ہوں گے اور بعض چھوٹے ہوں گے اور بعض بڑے۔ پس جن لوگوں نے میرے ساتھ یہ حدیث سنی تھی وہ سب رخصت ہوئے بجز میرے (اور اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ آج مجھ سے زیادہ فتنوں کا کسی کو علم نہیں ہے) م (ایضاً) واللہ مجھے پتہ نہیں کہ میرے رفقاء بھول گئے یا انہوں نے بھولا ہوا بنا لیا (کہ ذکر کرنا خلاف مصلحت سمجھتے ہیں ورنہ) خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دنیا کے ختم ہونے تک کوئی بھی فتنہ کا بانی ومحرک جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو یا اس سے زیادہ تک پہونچے ایسا نہیں چھوڑا کہ اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام ہمیں سنا دیا ہو (ابن عمرو) رفع: قریب ہے کہ مسلمانوں کو گھیرتے گھیرتے مدینہ میں لاکر محصور کر دیا جائے کہ ان کی بعید سے بعید سرحد مقام سلاح ہوگی (جو کہ خیبر کے قریب ہے) د (ابو مالک) رفع: میری اُمت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو زنا اور ریشمی لباس اور شراب اور تماشے باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ (خواہ اعتقاداً جیسے متعہ یا عرس ومحرم کے باجے وغیرہ یا عملاً کہ حلال کی طرح بیدھڑک استعمال کریں گے) اور چند قومیں ایک پہاڑ کے نیچے قیام کریں گی۔ اور شام کو ان کے مویشی (چر کر واپس آئیں گے تو ایک شخص (مسکین اپنی)

عہ جس مضمون کو تبلیغی امر ونہی سے تعلق نہو اس کا مخفی طور پر کسی خاص سے ذکر کرنا منصب رسالت کے منافی نہیں ۱۲

سارحة لهم فيأتيهم رجل لحاجة فيقولون ارجع الينا غدا فيبيتهم الله ويضع العلم ويمسخ اخرين قردة وخنازير الى يوم القيامة ۔ (عبدالله بن زیاد) لما سار طلحة والزبير وعايشة الى البصرة بعث على عمار بن ياسر وحسنا فقدما علينا الكوفة فصعدا المنبر وكان حسن بن على فى اعلاه وعمار اسفله منه فاجتمعنا اليهما فسمعت عمارا يقول ان عايشة قد سارت الى البصرة والله انها لزوجة نبيكم فى الدنيا والأخرة ولكن الله ابتلاكم ليعلم اياه تطيعون ام هى ۔ (شقيق) دخل ابو موسى وابو مسعود على عمار حيث اتى الكوفة ليستنفر الناس فقالا ما رأينا منك امرا منذ اسلمت اكره عندنا من اسراعك فى هذا الامر فقال ما رأيت منكما امرا منذ اسلمتما اكره عندى من ابطائكما عن هذا الامر ثم كساهما حلة حلة ۔ وفى رواية ۔ ان ابا مسعود هو كسى عمارا وابا موسى حلة حلة ۔ هى للبخارى (قيس بن عباد) قلت لعلى اخبرنى عن مسيرك هذا أعهد عهده اليك النبى صلى الله عليه وسلم ام رأى رأيته ؟ قال ما عهد الى النبى صلى الله عليه وسلم بشئ ولكنه رأى رأيته ۔ لابى داود (ابو رافع) ان النبى صلى الله عليه وسلم قال لعلى انه سيكون بينه وبين عايشة امر قال انا يا رسول الله ؟ قال نعم

ضرورت لے کر ان کے پاس آئے گا (مگر وہ بایں کثرت شیر) جواب دیں گے (کہ اسوقت تو جاؤ) کل کو آئیو۔ پس رات ہی میں ان کو ہلاک کر دیگا اور (ان پر) پہاڑ گرا دیگا اور دوسروں کو (قیامت تک کے لئے) بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیگا۔ (عبداللہ بن زیاد) جب طلحہ اور زبیر اور عائشہ صدیقہ (حضرت عثمان کے انتقام کی سعی میں) بسوئے بصرہ روانہ ہوئے تو حضرت علی نے (کہ مدینہ میں تھے) عمار بن یاسر اور حضرت حسن کو روانہ کیا اور وہ ہمارے پاس کوفہ میں آئے (تاکہ انکی موافقت سے روک کر ہمیں حضرت علی کے موافق بنائیں) پس دونوں ممبر پر چڑھے کہ حسن بن علی اوپر کی سیڑھی پر تھے اور عمار ان سے نیچے (کی سیڑھی پر) پس ہم سب ان کے پاس جمع ہو گئے تو میں نے عمار کو یہ کہتے سنا کہ (صاحبہ) عائشہ رض (حضرت علی کیخلاف) بجانب بصرہ روانہ ہوگئی ہیں۔ اور خدا کی قسم بیشک وہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں دنیا و آخرت دونوں میں مگر اللہ تم کو آزماتا ہے کہ دیکھے تم علی کی اطاعت کرتے ہو یا انکی (خ) **ف** مقصود یہ تھا کہ حضرت عائشہ رض کی اس لشکر کشی سے نہ ان کی زوجیت پیغمبر میں کچھ فرق آیا نہ ان کے اسلام یا منزلت عند اللہ میں۔ مگر تمہارے لئے فتنہ کی صورت ضرور ہے کہ امر خلافت میں چونکہ حق بجانب علی ہے اس لئے ان کا ساتھ دینا چاہیئے نہ کہ حضرت صدیقہ کا۔

(شقیق) ابو موسیٰ اور ابو مسعود حضرت عمار کے پاس آئے جبکہ وہ کوفہ میں لوگوں کو (حضرت علی کی طرفداری میں) ابھارنے کے لئے آئے تو ان دونوں نے کہا کہ (اے عمار) جب سے تم مسلمان ہوئے ہو ہم نے تمہارا کوئی کام اس (معاملہ جنگ) میں عجلت کرنے سے زیادہ ناگوار نہیں دیکھا تو عمار نے جواب دیا کہ جب سے تم مسلمان ہوئے ہو میں نے تمہارا کوئی کام اس معاملہ (شرکت علی) میں تاخیر کرنے سے زیادہ ناگوار نہیں دیکھا۔ اس کے بعد دونوں کو ایک ایک حلہ پہنایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ابو مسعود تھے جنہوں نے عمار اور ابو موسیٰ کو ایک ایک حلہ پہنایا۔ (خ) (قیس بن عباد) میں نے حضرت علی سے کہا یہ تو بتلایئے کہ آپ کا یہ سفر (بسوئے عراق) کوئی وصیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمائی تھی یا محض آپکی رائے ہے جو آپکے ذہن میں آئی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کچھ وصیت نہیں فرمائی اور یہ صرف میری رائے ہے جو میرے خیال میں آئی (د) (ابو رافع) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ تمہارے اور عائشہ رض کے درمیان کچھ قصہ ہوگا انہوں نے عرض کیا کہ میرے ساتھ یا رسول اللہ؟ فرمایا ہاں۔ پھر انہوں نے عرض کیا تمامی صحابہ میں خاص میرے ساتھ؟ فرمایا ہاں۔ عرض کیا کہ میں ہی بڑا بدنصیب رہا یا رسول اللہ

له يضع العلم يعني برفع ظاهر بقي قال في الدر يرفع ليسقط ۱۲

عہ کہ عورت ہیں جن میں حق تعالیٰ نے حاکم بننے کی صلاحیت نہیں رکھی۔ ۱۲

قال انا من بين اصحابی؟ قال نعم قال انا اشقاهم یا رسول اللہ؟ قال لا ولکن اذا کان ذلک فارددها
الی مأمنها ؛ لاحمد والبزار والکبیر (قیس[15] بن ابی حازم) ان عایشۃ لما نزلت علی الحوأب[1] سمعت نباح
الکلاب فقالت ما اظننی الا راجعۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لنا ایتکن تنبح علیہا کلاب
الحوأب؟ فقال لہا الزبیر لا ترجعین عسی اللہ ان یصلح بک بین الناس ؛ لاحمد والموصلی والبزار (ابن[16] عباس)
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنسائہ لیت شعری ایتکن صاحبۃ الجمل الادبب[2] تخرج فتنبحها کلاب
حوأب یقتل عن یمینها وعن یسارها قتلی کثیرا ثم تنجو بعد ما کادت ؛ (حذیفۃ[17]) قال کیف انتم وقد خرج
اہل بیت نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم فرقتین یضرب بعضکم وجوہ بعض بالسیف فقیل یا ابا عبد اللہ فکیف
نصنع ان ادرکنا ذلک الزمان؟ قال انظروا الفرقۃ التی تدعوا الی امر علی فالزموها فانها علی الہدی ؛

فرمایا نہیں: اس میں بدنصیبی نہیں کہ امر مقدر اور خطائے اجتہادی ہے، مگر جب یہ پیش آوے تو اُنکے ساتھ میرے محبانہ تعلق
کا لحاظ رکھنا اور ان کو جائے امن (یعنی مدینہ میں ان کے گھر) واپس پہونچا دینا اس میں اشارہ تھا کہ فتح حضرت
علی کو ہوگی ، م بز ک (قیس[15] بن ابی حازم) حضرت عائشہ کا جب (سفر بصرہ میں) حوءب مقام پر پڑاؤ ہوا تو کتوں کے
بھونکنے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی۔ آپ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ مجھے لوٹنا پڑے گا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا تھا تم میں کون ہے جس پر حوءب کے کتے بھونکیں گے؟ (اب معلوم ہوا کہ یہ کشف میرے اسی
واقعہ کے متعلق تھا جس پر آنحضرت کو افسوس تھا) مگر حضرت زبیر نے آپ سے کہا واپس نہ ہوجیے کہ (مقصود خانہ جنگی نہیں
بلکہ) ممکن ہے اللہ آپ کے ذریعہ لوگوں میں صلح کرادے (تو یہ سفر بڑا مبارک اور موجب اجر ہوگا) م مں۔ بز (ابن[16] عباس)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ تم میں کون ہوگی اس اونٹ والی جس
کے مُنہ پر بال زیادہ ہوں گے کہ نکلیگی اور اس پر حوءب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے دائیں اور بائیں بکثرت لوگ مقتول
ہوں گے پھر وہ نجات پاجائیگی اس کے بعد کہ قریب تھا اسکو دینی و دنیوی نقصان پہنچے (بز) **ف** ام المؤمنین حضرت
عائشہ صدیقہ جب خونِ عثمان کی حمایت اور اہل مدینہ کے باہمی اختلاف کو دور کرنے کی نیت سے چلی ہیں تو ایسے ہی اونٹ
پر سوار تھیں جس کے منہ پر اون زیادہ تھی اور اسی لئے اس کا نام جنگ جمل ہوا۔ اونٹ کا نام عسکر تھا اور اسکو یعلی
ابن امیہ نے قبیلۂ عرینہ کے ایک شخص سے دو سو درہم میں خرید کر حضرت صدیقہ کو پیش کیا تھا۔ یہ واقعہ ۳۶ھ کا ہے
کہ آپ حج کو آئی تھیں اور یہیں آپکو مدنی واقعات پہونچائے گئے تھے۔ مکّہ سے روانگی پر آپ کے ساتھ اہل مکہ و مدینہ
کے ایک ہزار سوار تھے اور راستہ میں جو لوگ شامل ہوتے رہے سب ملاکر تین ہزار جانبازانِ عرب کا لشکر
ہوگیا تھا۔ حضرت علی کو جب یہ خبر پہونچی تو چار ہزار کا لشکر لے کر مدینہ سے چلے جن میں چار ہزار جلہ صحابہ بیعت رضوان
والے تھے اور آٹھ سو انصار مدینہ۔ اور عمار اور صاحبزادہ حسن کو کوفہ بھیجا کہ اندیشہ تھا باشندگان عراق، زوجۂ
رسول کا ساتھ دے کر جنگ کو طویل نہ کر دیں۔ یہ فتنہ بھی مسلمانوں کے لئے سخت ترین آزمائش کا فتنہ تھا کہ
ایک طرف ماں اور دوسری طرف بیٹا اور دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت اور بات بھی وہ کہ
دو طرفہ حق و صواب نظر آئے۔ بلکہ بظاہر حضرت صدیقہ کا پلہ راجح کہ حضرت عثمان کا خون جو کہ ایک جھوڑ دو دو
جگر گوشۂ رسول کے شوہر اور ذو النورین داماد پیغمبر تھے کوئی معمولی خون نہ تھا جس کے بہانے والوں سے
گرفت اور پوچھ ہی نہ ہو۔ پھر اس کا انجام خانہ جنگی کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر تلوار اٹھانا اور قتل

[1] الحوأب لکوکب منزلۃ بین البصرۃ ومکۃ۔ ۱۲ [2] اراد الادب وھو کثیر الشعر وھو مدغم فک للسجع ۱۲

ھما للبزار (ابن عباسؓ) لما بلغ اصحاب علیؓ حین ساروا الی البصرۃ ان اھل البصرۃ قد اجتمعوا الطلحۃ والزبیر شق علیھم ووقع فی قلوبھم فقال علی والذی لا الہ غیرہ لنظھرن علی اھل البصرۃ ولنقتلن طلحۃ والزبیر ولیخرجن الیکم من الکوفۃ ستۃ الاف وخمس مائۃ وخمسون رجلا قال ابن فوقع ذلک فی نفسی فلما اتی اھل الکوفۃ خرجت فقلت لا نظرن فان کان کما یقول فھو امر سمعہ والا فھی خدیعۃ الحرب فرأیت رجلا من عیش فسألتہ فقال ما قال علیؓ. للکبیر بضعف (ابن عمرؓ) دخلت علی حفصۃ ونوساتھا تنطف قلت قد کان من الناس ما ترین فلم یجعل لی من الامر شئ فقالت الحق فانھم ینتظرونک واخشی ان یکون فی احتباسک عنھم فرقۃ فلم تدعہ حتی ذھب فلما تفرق للناس خطب معاویۃ وقال من کان یرید ان یتکلم فی ھذا الامر فلیطلع لنا قرنہ فلنحن احق بہ منہ ومن ابیہ قال حبیب بن مسلمۃ فھلا اجبتہ؟ قال عبد اللہ فحللت حبوتی وھممت ان اقول احق بھذا الامر منک من قاتلک وایاک علی الاسلام

ھذا کی تحریر مقالات ۳ ص ۲ ی ذوالحجہ النظر ۱۲/۱

کا ارادہ کرنا بھی بزبان پیغمبر ایمان کو زلزلہ میں ڈالنے والا جرم تھا۔ اور قتل بھی حضرات صحابہ کا کہ اللہ کو ان کا ایک ایک نفس لکھو کھا نفوس سے زیادہ پیارا تھا۔ اور پھر دو چار کا قتل نہیں بلکہ دائیں بائیں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آنکھوں دیکھتے جیتے دو ریاستوں کی باہمی جنگ میں ایک امور سلطنت سے بے بہرہ کاشتکار اور تاجر کو حق نہیں کہ یکطرفہ فیصلہ دیکر ایک کو حق پر کہے اور دوسرے کو غلطی پر۔ پھر ہمارا کیا منہ ہے کہ چودہ برس قبل پیش آنے والے اس بڑے فتنہ میں جس نے صحبتِ محمدیہ کی فیض یافتہ جماعت کو بھی پریشان بنا دیا تھا کہ کوئی ادھر گیا کوئی اُدھر اور کوئی دونوں سے الگ رہا ادھر ہو نہ اُدھر، زبان ہلائیں۔ اور یہ تو بہت ہی خطرناک ہے کہ مان نہ مان میں تیرا مہمان ایک فریق کے ہمدرد بن کر دوسرے پر لعن طعن کریں۔ بس ایک امر مقدر تھا جو ہو کر رہا اور فیصلہ دینا احکم الحاکمین کا کام ہے کہ سب اسی کے پیارے اور اسی کے محبوب پیغمبر کے عشاق و تلامذہ تھے۔ ہاں بارشاد پیغمبر اتنا کہہ سکتے ہیں کہ حق بجانب علی تھا (حذیفہؓ) نے کہا کیا حال ہو گا تمہارا جبکہ تمہارے نبی کے اہلبیت دو فریق بن کر (باہمی جنگ کے لئے گھروں سے) نکلیں گے کہ ایک دوسرے کے منہ پر تلوار مارے گا۔ کسی نے پوچھا کہ اے ابو عبد اللہ اگر ہمیں یہ وقت دیکھنا پڑے تو کیا کرنا چاہیئے۔ فرمایا اس فریق کو دیکھیو جو علی کے بارہ میں آواز لگاتا ہے پس اس کے ساتھ رہیو۔ کہ وہ برسرِ حق ہے۔ (بز) (ابن عباسؓ) علی کے رفقا جب بجانب بصرہ روانہ ہوئے تو ان کے کانوں میں پڑا کہ اہلِ بصرہ حضرت زبیر (اور عائشہ صدیقہ) کی موافقت پر متفق ہو گئے تو ان پر یہ شاق گذرا اور ان کے دلوں میں (تذبذب) واقع ہوا (کہ عجب نہیں ہمیں شکست ہو) پس حضرت علی نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہم اہل بصرہ پر غالب آکر رہیں گے اور طلحہ و زبیر کو ضرور قتل کریں گے اور (تم نے ہمت ہاری اور فرار کیا تو ہم کوفہ سے چھ ہزار پانچ سو پچاس ۶۵۵۰ کا لشکر لے کر تمہاری طرف خروج کریں گے۔ ابن عباس فرماتے ہیں اس (زور دار دعوے) سے میرے دل میں کھٹک واقع ہوئی اور جب اہل کوفہ کا لشکر آیا تو میں باہر نکلا اور (اپنے دل میں) کہا کہ ضرور ضرور دیکھوں گا اگر ایسا ہی ہوا جیسا لشکر کی تعداد کے متعلق (علی نے کہا تھا تو (سمجھوں گا کہ) یہ واقعہ ہے جسکو وہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) سن چکے ہیں۔ ورنہ جنگ کی ایک چال ہے (جو اپنے لشکر کو سنبھالنے کے لئے چلی گئی ہے) پس لشکر کے ایک شخص پر میری نگاہ پڑی تو میں نے اس سے پوچھا (کہ تمہاری تعداد کتنی

خشيت ان اقول كلمة تفرق بين الجمع وتسفك الدم وتحمل عنى غير ذلك فذكرت ما اعد الله فى الجنان قال
حبيب حفظت وعصمت ؛ للبخاری (علیؓ) عهد الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی قتال الناکثین والقاسطين
والمارقين ؛ للبزار والاوسط (ابن عمرؓ) قال لم اجدنی اسیٰ علی شیٔ الا انی لم اقاتل الفئة الباغیة مع علیؓ ؛
للکبیر (حذیفہؓ) قال لرجل عبس ان امیر المؤمنین عثمان قد قتل فما تأمرنا؟ قال آمرکم ان تلزموا عمارًا قالوا
ان عمارًا لا یفارق علیًا قال ان الحسد هو اهلك الجسد وانما ینفرکم من عمار قربه من علی فوالله لعلی افضل من
عمار ابعد ما بین التراب والسحاب وان عمارًا لمن الاخیار (وهو یعلم انهم ان لزموا عمارًا کانوا مع علیؓ) ؛
للکبیر بمتهم (ابن عمرو بن العاص) قال لرجلین یختصمان فی رأس عمار یقول کل واحد منهما انا قتلته فقال
عبد الله لیطب به احد کما نفسًا لصاحبه فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول تقتله الفئة

ہے) سو اس نے وہی بتائی جو علی نے کہی تھی (ک)، (ابن عمرؓ) میں (اپنی بہن ام المؤمنین حفصہ کے پاس گیا اور ان کی
مینڈھیوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ میں نے کہا آپ دیکھ رہی ہیں لوگوں کی طرف سے کیا ہو رہا ہے کہ امر خلافت میں میرا
(مشورہ لینے تک کا) کوئی حق نہیں رکھا (اس لئے میں یکسو ہو بیٹھا) انہوں نے فرمایا (نہیں) تم کو ضرور شریک ہونا چاہیئے
کہ وہ تمہارے منتظر ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ تمہارے ان سے علیحدہ رہنے میں کوئی تفرقہ لاحق نہ ہو جائے۔ پس جبتک وہ
روانہ نہ ہو گئے حضرت حفصہ نے انکو چھوڑا نہیں (آخر جنگ کا قصہ بصورتِ مصالحت طے ہو گیا۔) اور جب لوگ منتشر
ہو گئے تو معاویہ نے خطبہ پڑھا اور کہا جس کا ارادہ ہو کہ اس معاملہ (استحقاق خلافت میں) کوئی لفظ کہے تو وہ ہمارے
سامنے اپنا سینگ ابھارے (ہم بھی تو دیکھیں کون سامنے ہے اور پھر جواب دیں کہ) ہم اس سے اور اس کے باپ
سے زیادہ اس کے حق دار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ نے کہا تم نے اس کا (ترکی بہ ترکی) جواب کیوں نہ دیا۔ عبد اللہ
نے کہا میں نے کمر باندھ لی اور قصد تو کر لیا تھا کہ کہوں تم سے زیادہ حقدار وہ ہے جو اسلام پر تم سے اور تمہارے
باپ سے لڑا (یعنی میں کہ قدیم الاسلام ہوں اور اس وقت جبکہ تم مع اپنی والد کے لشکر کفار میں تھے اسلامی
جھنڈے کے نیچے ہو کر تم سے جنگ کی)، مگر مجھے ایسا کلمہ کہتے اس کا خوف ہوا کہ جماعت میں تفرقہ پڑ جائے گا اور
خون بہہ جائیں گے اور جانے کیا کیا میری طرف سے نقل کر کے شور مچایا جائے گا لہذا میں نے اُن (نعمتوں) کو یاد کیا
جنہیں (صبر و تحمل والوں کے لئے) اللہ نے جنتوں میں مہیا کیا ہے۔ حبیب نے کہا (اچھا کیا کہ دنیوی ایذا سے بھی
بچے رہے اور (اخروی سزا، فتنہ سازی و خونریزی سے) بھی محفوظ رہے (خ)، (علیؓ) مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی وصیت فرمائی تھی جو بد عہدی کریں اور (جو زیادتی و بغاوت کریں اور
جو (اطاعت دین) سے باہر نکل جائیں (خ) (ابن عمرؓ) مجھے کسی بات کا افسوس ہے تو صرف اس کا ہے کہ علی
کے ساتھ ہو کر میں نے باغی جماعت (اہل صفین سے جنگ نہیں کی) (ک) (حذیفہؓ) سے بنو عبس نے کہا کہ امیر
المؤمنین عثمان کو قتل کر دیا گیا پس آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ عمار کے ساتھی
رہو۔ انہوں نے کہا عمار تو علی سے علیحدہ ہونگے۔ فرمایا اس حسد ہی نے تو (جسم و) جسد کو تباہ کیا عمار سے تمہاری
نفرت اُن کے علی کے ساتھ قریب کی وجہ سے ہوئی۔ اور واللہ علی کو عمار پر زمین او ابر کے فصل سے بھی زیادہ
فضیلت حاصل ہے اور (خود عمار بھی بہترین لوگوں میں ہیں۔ اور حذیفہ جانتے تھے کہ عمار کے ساتھی بنیں گے
تو علی کے ساتھ ہوں گے (اس لئے عمار کی معیت کا حکم فرمایا کہ حضرت علی کے نام سے ان کو وحشت ہوتی تھی)

الباغية فقال معاوية فما بالك معنا؟ قال ان ابی شکانی الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال اطع اباك ما دام حيا ولا تعصه فانا معکم ولست اقاتل احدًا، لاحمد (ابن ابی اوفی[24]) رفعه: الخوارج کلاب النار للقزوینی (زید بن وهب[25]) انه کان فی الجیش الذین کانوا مع علی الذین ساروا الی الخوارج فقال علی ایها الناس انی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول یخرج قوم من امتی یقرءون القرآن لیس قراءتکم الی قراءتهم بشئ ولا صلاتکم الی صلاتهم بشئ ولا صیامکم الی صیامهم بشئ یقرءون القرآن یحسبون انه لهم وهو علیهم لا تجاوز صلاتهم تراقیهم یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیة لو یعلم الجیش الذین یصیبونهم ما قضی لهم علی لسان نبیهم لنکلوا عن العمل وآیة ذلك ان فیهم رجلا له عضد لیس له ذراع علی عضده مثل حلمة الثدی علیه شعرات بیض فتذهبون الی معاویة واهل الشام وتترکون هؤلاء یخلفونکم فی ذراریکم واموالکم واللہ انی لارجو ان یکون هؤلاء القوم فانهم قد سفکوا الدم الحرام واغاروا فی سرح الناس فسیروا قال سلمة بن کهیل فنزلنی زید بن وهب منزلا منزلا حتی قال مررنا علی قنطرة فلما التقینا وعلی الخوارج یومئذ عبد اللہ بن وهب الراسبی فقال لهم القوا الرماح وسلوا سیوفکم من جفونها فانی اخاف ان یناشدوکم کما ناشدوکم یوم حروراء فرجعوا فوحشوا برماحهم

ک (ابن عمرو بن عاص[23]) نے ان دو شخصوں سے جو عمار کے سر کے متعلق لڑ رہے تھے کہ ان میں ہر شخص کہتا تھا میں نے قتل کیا ہے. یوں فرمایا تم میں ہر ایک اپنے رفیق کے سامنے دل خوش کرلے (ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے عمار کو باغی جماعت قتل کریگی (پس قاتل تو باغی اور عند اللہ مبغوض ہے چہ جائیکہ اس پر فخر و نزع) پس معاویہ نے کہا پھر تم جو ہمارے ساتھ ہو؟ فرمایا (اس کا سبب تو یہ ہے کہ) میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی (کہ بیٹا ہو کر میرا کہنا نہیں مانتا) پس آپ نے فرمایا اپنے باپ کی اطاعت کئے جا جبتک بھی وہ زندہ رہے اور کبھی نافرمانی نہ کیجیو لہذا (باپ کے حکم کی وجہ سے) میں تمہارے ساتھ ہوں مگر جنگ کسی سے نہیں کرتا (کہ حکم پیغمبر کیخلاف باپ کی نافرمانی بھی ہو اور باغی بھی قرار نہ پاؤں) م (ابن ابی اوفی[24]) رفع: خوارج دوزخ کے کتے ہیں (ہ) ف بغداد اور واسط کے درمیان مشرقی جانب ایک صوبہ ہے، نہروان جس میں اسکاف جرجرایہ اور صافیہ وغیرہ متعدد شہر آباد تھے. وہاں کے باشندے جو کہ حضرت علی کے لشکر میں تھے باغی ہو کر اطاعت سے نکل گئے اور اس لئے خارجی کہلائے. اور آخر ان کے ساتھ وہ مشہور جنگ ہوئی جو جنگ نہروان کہلاتی ہے (زید بن وہب[25]) اس لشکر میں تھے جو خارجیوں کی طرف (بغرض جنگ) روانہ ہوا تھا پس حضرت علی نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ فرماتے تھے میری امت میں ایک گروہ نکلے گا جو (زبانوں سے) قرآن کی اتنی تلاوت کریں گے کہ انکی تلاوت کے سامنے تمہاری تلاوت کوئی چیز نہ ہوگی. اور نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نماز کوئی چیز ہوگی. اور نہ ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزے کوئی چیز ہوں گے، قرآن پڑھیں گے اور سمجھیں گے کہ وہ ان کے کام آئے گا حالانکہ وہ ان پر (موجب وبال) ہوگا (کہ یہ کثرت تلاوت و عبادت محض ظاہری اور بدعقیدگی کیساتھ ہوگی اور اس لئے) ان کی نماز (کا نور یا اثر) ان کے حلق سے نیچے تو کیا ان کی ہنسلی (گردن) سے بھی آگے نہ بڑھے گا. اسلام سے ایسے کورے نکل جائیں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے (کہ باوجود جسم میں عبور کرنے کے خون کا دھبہ بھی مشکل سے آتا ہے. اگر اس لشکر کو جو ان پر حملہ کریگا معلوم ہو جائے کہ بزبان پیغمبر ان کے لئے کیا (اجر و ثواب) مقرر ہوا ہے تو اسی کو حصول جنت کے لئے کافی سمجھ کر دوسرے

وسلوا السیوف وشجرهم الناس برماحهم وقتل بعضهم علی بعض وما اصیب یومئذ من الناس الا رجلان
فقال علی التمسوا فیہم المخدج فالتمسوہ فلم یجدوہ فقام علی بنفسہ حتی اتی ناسًا قد قتل بعضہم علی بعض
قال اخرجوہم فوجدوہ مما یلی الارض فکبر ثم قال صدق اللہ وبلغ رسولہ فقام الیہ عبیدۃ السلمانی فقال
یا امیر المؤمنین اللہ الذی لا الہ الا ہو أسمعت ہذا الحدیث من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال
ای واللہ الذی لا الہ الا ہو حتی استحلفہ ثلاثًا وہو یحلف لہ۔ وفی روایۃ: واستخرجوہ من تحت قتلی
فی الطین قال ابو الوضیئ فکانی انظر الیہ حبشی علیہ قریطق لہ احدی یدیہ مثل ثدی المرأۃ علیہا شعیرات
مثل الشعیرات التی تکون علی ذنب الیربوع قال ابو مریم ان کان ذلک المخدج لمعنا یومئذ فی المسجد نجالسہ
باللیل والنہار وکان فقیرًا ورأیتہ مع المساکین یشہد طعام علی مع الناس وقد کسوتہ برنسا وکان یسمی
نافعا ذا الثدیۃ وکان فی یدہ مثل ثدی المرأۃ علی رأسہ حلمۃ مثل حلمۃ الثدی علیہ شعیرات مثل سبالۃ
السنور۔ لمسلم وابی داود (عبد اللہ بن ابی رافع) ان الحروریۃ لما خرجوا علی علی فقالوا لا حکم الا للہ قال علی
کلمۃ حق ارید بہا باطل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف لنا ناسًا انی لا عرف صفتہم فی ہؤلاء
یقولون الحق بالسنتہم ولا یجاوز ہذا منہم واشار الی حلقہ۔ ومن ابغض خلق اللہ منہم اسود احدی

نفلی) اعمال سے کاہل ہو بیٹھیں۔ اور اس کی نشانی (کہ وہ کون لوگ ہیں) یہ ہے کہ ان میں ایک شخص (ٹنٹا) ہوگا جس کے
صرف بازو ہوگا اور کہنی سے انگلیوں تک باقی) ہاتھ نہ ہوگا۔ اور بازو پر پستان کی سی گھنڈی ہوگی جس پر چند سفید
بال ہوں گے پس تم لوگ معاویہ اور اہل شام کیطرف تو (لڑنے کے لئے) جاتے ہو اور ان لوگوں کو (زندہ) چھوڑے جاتے ہو
کہ تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں اور مال میں (بربادی) پھیلائیں۔ واللہ مجھے امید ہے کہ یہی (خوارج) وہ لوگ ہیں
(جن کا پتہ آنحضرتؐ نے دیا تھا) کہ انہوں نے ناجائز خون بہائے اور (لوگوں کے مویشیوں پر چھاپہ مارا (جس کی وجہ سے باغی
اور مستحق قتل ہوئے) پس چلو اور پہلے ان کا کام تمام کر دو (سلمہ بن کہیل کہتے ہیں پس زید بن وہب نے مجھ سے منزل در
منزل کا حال بیان کیا حتی کہ فرمایا ہمارا (دبرجان کے) پل پر گذر ہوا تو (ان سے مقابلہ ہو گیا) پس جب دونوں لشکر گتھم
گتھا ہو گئے اور اس دن لشکر خوارج کا امیر عبداللہ بن وہب راسبی تھا تو اس نے خارجیوں سے کہا کہ نیزے پھینک دو اور
تلواریں نیام سے نکال لو (تاکہ لشکر علی کو مہلت دیئے بغیر کاٹ ڈالو) کیونکہ مجھے اندیشہ ہے وہ تم کو صلح (پر مجبور کرنے کے لئے)
قسمیں نہ دینے لگیں جیسا کہ جنگ حرورا کے دن تمہیں قسمیں دینے لگے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے نیزے پھینک دیئے اور
تلواریں سونت لیں۔ اور ان لوگوں (یعنی لشکر علی) نے ان کو دور ہی دور) اپنے نیزوں سے چھید لیا اور ان کے اوپر
تلے کشتوں کے پشتے لگ گئے اور علوی لشکر کے صرف دو آدمی کام آئے۔ پس حضرت علی نے فرمایا اس ٹنٹے کو ڈھونڈو۔
چنانچہ لوگوں نے تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ تب حضرت علی خود اٹھے حتی کہ اوپر نیچے ڈھیر لگی ہوئی نعشوں پر آئے اور کہا انکو
جدا کرو۔ پس (اسی کے نیچے) زمین سے لگا ہوا وہ ملا تو آپ نے آواز تکبیر بلند کی اور پھر کہا کہ اللہ نے سچ فرمایا اور
اس کے رسول نے (بجنسہ اس کا ارشاد) پہنچایا پس عبیدہ سلیمانی آپ کی طرف اٹھے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین آپکو
قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا یہ حدیث آپ نے (بلا واسطہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ فرمایا
ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حتی کہ عبیدہ نے تین مرتبہ آپکو حلف دیا اور آپ نے تین ہی مرتبہ
قسم کھا کر اقرار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے اسکو مقتولین کے نیچے سے نکالا کیچڑ میں (لتھڑا ہوا)۔ ابو الوضئ

له تحره بالرمح طعنه حتى انتشب فيه ۱۲ له اى ناقص اليد ۱۲ له تصغير طرف الثدى القطعة ۱۲ له الشعرات المسترسلة من اطراف الضرع ۱۲

يد يه طبى شاة او حلمة ثدى فلما قتلهم على قال انظروا فنظروا فلم يجد واشيئاً فقال ارجعوا فوالله ما كذبت ولا كذبت مرتين او ثلاثاً ثم وجدوه فى خربة فاتوا به حتى وضعوه بين يديه ؛ لمسلم (سويد بن غفلة) قال قال على اذا احدثتكم عن النبى صلى الله عليه وسلم حديثاً فوالله لان اخر من السماء احب الى من ان اكذب عليه واذا حدثتكم فيما بيني وبينكم فان الحرب خدعة وانى سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول سيخرج قوم فى اخر الزمان حدثاء الاسنان سفهاء الاحلام يقولون من قول خير البرية يقرؤن القران لا يجاوز ايمانهم حناجرهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية فاينما لقيتموهم فاقتلوهم فان فى قتلهم اجراً لمن قتلهم عند الله يوم القيامة ؛ للشيخين وابى داود والنسائى (ابو سعيد) سئل عن الحرورية هل سمعت النبى صلى الله عليه وسلم ولكنى سمعته صلى الله عليه وسلم يقول يخرج فى هذه الامة ولم يقل منها قوم تحقرون صلاتكم مع صلاتهم يقرؤن القران لا يجاوز حلوقهم او حناجرهم يمرقون من الدين مروق السهم من الرمية فينظر الرامى سهمه الى نصله الى رصافه فيتمارى فى الفوقة هل علق بها من الدم شئ ؛ وفى رواية ؛ بينما نحن عند النبى صلى الله عليه وسلم وهو يقسم قسما اتاه

کہتے ہیں گویا میں اسکو دیکھ رہا ہوں حبشی تھا جسپر کرتہ تھا۔ اس کا ایک ہاتھ عورت کی پستان جیسا تھا جس پر چند بال تھے جیسے جنگلی چوہے کی دم پر ہوا کرتے ہیں۔ ابو مریم کہتے ہیں کہ یہ شخص مسجد میں رات دن ہمارے پاس بیٹھا اٹھا کرتا تھا اور اس وقت وہ ایک فقیر تھا۔ اور دربار رہا) میں نے اسے مسکینوں کیساتھ دیکھا کہ لوگوں کے ساتھ حضرت علی کے طعام ضیافت پر حاضر ہوا کرتا تھا۔ میں نے اسکو ایک اونچی ٹوپی بھی اڑھا دی تھی اور اس کا نام نافع پستان والا پکارا جاتا تھا اور اس کے ہاتھ میں عورت کی پستان کی طرح دکھتی کے، سرے پر گھنڈی تھی پستان کی گھنڈی کیطرح جس پر چند بال تھے جیسے بلاؤ کی مونچھ (س د) (عبد اللہ بن ابی رافع) حروریہ (فرقہ خوارج) نے جب حضرت علی سے بغاوت کی تو کہا کسی کا حکم نہیں بجز اللہ کے۔ حضرت علی نے فرمایا بات سچی ہے مگر مراد اس سے باطل لی گئی (کہ خارجیوں کا مطلب یہ تھا کہ علی کی خلافت اور آپکی اطاعت کوئی چیز نہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (گمراہ) جماعت کی کچھ علامتیں بیان فرمائی تھیں جن کو ان لوگوں کے اندر پا رہا ہوں کہ زبانوں سے حق بات کہتے ہیں مگر وہ اپنے حلق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس سے آگے نہیں بڑھتی اور ان میں اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے زیادہ مبغوض وہ سیاہ فام ہے جس کا ایک ہاتھ گویا بکری کا تھن یا پستان کی گھنڈی ہے۔ پس جب حضرت علی نے انکو قتل کیا تو فرمایا تلاش کرو۔ پس تلاش کیا تو کچھ پتہ نہ لگا۔ آپ نے فرمایا پھر جاکر دیکھو کہ واللہ نہ میں نے جھوٹ کہا ہے اور نہ مجھ سے (پیغمبر نے) جھوٹ فرمایا۔ دو تین مرتبہ یہی فرمایا۔ آخر کار وہ ایک ویرانہ میں ملا تو لوگ اسے لے کر آئے اور آپکے سامنے رکھدیا۔ (س) (سوید بن غفلہ) کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا جب میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی حدیث سناؤں تو اللہ کی قسم آسمان سے گرنا مجھے اس سے زیادہ پیارا ہے کہ آپ پر جھوٹ بولوں۔ ہاں جب آپس کی کوئی بات تم سے کہوں تو جنگ ایک چال ہے (اس میں توریہ کی آمیزش ممکن ہے) اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے (قرن صحابہ کے) آخر زمانہ میں ایک قوم برآمد ہوگی نو عمر بیوقوف کہ بات کہیں گے بہترین مخلوق کی سی، اور تلاوت کریں گے قرآن کی مگر ان کا ایمان (صرف زبان پر ہوگا) ان کے حنجر گردن سے آگے نہ سرکیگا۔ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے۔ پس جہاں کہیں بھی تم ان سے ملو ان کو قتل کردو کہ ان کے قتل میں اللہ

فى اليقظة تكيف بالنوم وتامل فى الزمان واهل تقطع بان هذا هو الواقع وماله من دافع ۲ سكه بالمهملة هو عصب يلوى على مدخل النصل فيه ۱۲ نهاية

ذوالخویصرۃ وھو رجل من بنی تمیم فقال یا رسول اللہ اعدل فقال صلے اللہ علیہ وسلم ویلک ومن یعدل اذا لم اعدل :: وفی اخری: قد خبت وخسرت ان لم اعدل :: وفی اخری: قال ابو سعید فاشھد انی سمعت ھذا من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واشھد ان علیاً قاتلھم وانا معہ فامر بذلک الرجل فالتمس فوجد فاتی بہ حتی نظرت الیہ علی نعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم :: وفی اخری: قال ابو سعید بعث علی وھو بالیمن الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم بذھیبۃ فی تربتھا فقسمھا بین اربعۃ الاقرع بن حابس الحنظلی وبین عیینۃ بن بدر الفزاری وبین علقمۃ ابن علاثۃ العامری وبین زید الخیل الطائی فتغضبت قریش والانصار فقالوا یعطیہ صنادید اھل نجد ویدعنا قال انما اتألفھم فاقبل رجل غائر العینین ناتی الجبین کث اللحیۃ مشرف الوجنتین محلوق الرأس فقال یا محمد اتق اللہ قال فمن یطیع اللہ اذا عصیتہ؟ فیأمننی علی اھل الارض ولا تأمنونی نسأل رجل من القوم قتلہ اراہ خالد بن الولید فمنعہ فلما ولی قال ان من ضئضئی ھذا قوما یقرؤن القرآن لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الاسلام مروق السھم من الرمیۃ یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد :: وفی اخری: الا تأمنونی وانا امین من فی السماء یأتینی خبر السماء صباحا ومساء بنحوہ وفیہ: ثم ولی الرجل فقال خالد بن الولید یا رسول اللہ الا اضرب عنقہ؟ فقال لا لعلہ ان یکون یصلی قال خالد وکم من مصل یقول بلسانہ ما لیس

کے نزدیک بروز قیامت قاتل کے لئے بڑا اجر ہے (می دی) (ابو سعیدؓ سے حروریہ فرقہ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا کچھ ذکر کرتے آپ نے سُنا ہے؟ فرمایا یہ تو میں جانتا نہیں کہ حروریہ کون (بلا) ہے البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ اس اُمت میں، یہ نہیں فرمایا کہ اس امت میں سے (جسکا منشا یہ ہے کہ وہ فرقہ اُمت محمدیہ سے خارج ہوگا) ایک گروہ نکلے گا جن کی نماز کے سامنے تم اپنی نماز کو حقیر سمجھو گے۔ وہ تلاوت قرآن کریں گے مگر ان کے حلق سے نہ بڑھے گا۔ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نکل جاتا ہے شکار سے کہ تیر مارنے والا بھال اور اس کے خول تک (جس میں تیر کو پھنسایا جاتا ہے) نظر ڈال جاتا ہے (اور کہیں خون کا نشان نہیں دیکھتا) ہاں اس کے چلہ کی بندش کے مقام میں کچھ شبہ سا ہوتا ہے کہ شاید ذرا ظہور خون لگا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور آپ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ جو کہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا آیا اور کہا یا رسول اللہ انصاف ملحوظ رکھئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ارے کم بخت میں انصاف ملحوظ نہ رکھوں گا تو اور کون ملحوظ رکھے گا۔ اور دوسری روایت میں ہے، اگر میں نے ہی انصاف ملحوظ نہ رکھا تو تو بڑے حرمان وخسارہ میں پڑا (کہ جس کا نبی نا انصاف ہو اس کا امتی کیسا نا انصاف ہوگا) اور تیسری روایت میں ہے کہ ابو سعید نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ میں نے (اپنے کانوں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ علیؓ نے ان کے ساتھ جنگ کی اور میں ان کے ساتھ تھا۔ پس اس شخص کے متعلق انہوں نے حکم دیا چنانچہ تلاش پر وہ ملا اور علیؓ کے پاس لایا گیا۔ حتی کہ میں نے اسکو خود دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے کے موافق۔ اور بروایتے ابو سعید نے فرمایا کہ علیؓ نے جبکہ وہ یمن میں تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھوڑا سونا مٹی میں ملا ہوا (جیسا کہ معدن سے نکلا تھا) بھیجا تو

فی قلبہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم انی لم اومران انقب علی قلوب الناس ولا اشق بطونھم ثم نظر الیہ وھو مقفٍ فقال یخرج من ضئضئی ھذا قوم یتلون کتاب اللہ رطبا بنحوہ: وفی اخری: فقام الیہ عمر فقال یا رسول اللہ الا اضرب عنقہ؟ قال لا فقام الیہ خالد سیف اللہ فقال یا رسول اللہ الا اضرب عنقہ؟ قال لا: وفی اخری: ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم ذکر قوما یکونون فی امتہ یخرجون فی فرقۃ من الناس سیماھم التحالق قال ھم شر الخلق او من شر الخلق یقتلھم ادنی الطائفتین الی الحق: للستۃ الا الترمذی وللنسائی عن ابی برزۃ نحوہ وفیہ: سیماھم التحلیق لایزالون یخرجون حتی یخرج اٰخرھم مع المسیح الدجال: (انس)[29] ان رجلا کان یغزو مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاذا رجع وحط عن راحلتہ عمد الی المسجد فجعل یصلی فیہ فیطیل الصلوۃ حتی جعل اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم یرون ان لہ فضلا علیھم فمر یوما والنبی صلے اللہ علیہ وسلم قاعد فی اصحابہ فقال لہ بعض صحابہ یا رسول اللہ ھو ذاک الرجل فاما ارسل الیہ واما جاء من قبل نفسہ فلما راٰہ صلے اللہ علیہ وسلم مقبلا قال والذی نفسی بیدہ ان بین عینیہ سفعۃ من الشیطان فلما وقف علی المجلس قال لہ صلی اللہ علیہ وسلم اَقلت فی نفسک حین وقفت علی المجلس لیس فی القوم خیر منی؟ قال نعم ثم انصرف

آپ نے اسکو اقرع بن حابس حنظلی عیینہ بن بدر فزاری علقمہ بن علاثہ عامری اور زید خیل طائی چار شخصوں میں تقسیم فرمایا۔ پس قریش و انصار کو غصہ آیا اور کہا کہ سرداران نجد کو تو عطا فرماتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا میں ان کی تالیف قلوب کرتا ہوں (کہ اس مراعات سے ایمان پختہ ہو جائے گا اور تم پہلے سے پختہ ہو اس لئے تمہیں دینے کی ضرورت نہ سمجھی چنانچہ معقول وجہ سن کر سب ٹھنڈے ہو گئے مگر) ایک شخص آیا جس کی آنکھیں اندر کو گڑی ہوئی، ماتھا اونچا ڈاڑھی گھنی، کلّے اُبھرے ہوئے اور سر منڈا ہوا تھا اور کہا کہ اے محمد اللہ سے ڈرو (اور حق داری کو چھوڑ کر ناانصافی نہ کرو) آپ نے فرمایا جب میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر اس کی اطاعت کون کرے گا وہ تو مجھے اہل زمین پر امین تجویز فرمائے اور تم مجھے امین نہیں (بلکہ خائن) سمجھتے ہو۔ پس ایک شخص نے اس کے قتل کر دینے کی آپ سے درخواست کی اور میرا خیال یہ ہے کہ وہ خالد بن ولید تھے مگر آپ نے منع فرمایا۔ پھر جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپ نے فرمایا اس کی نسل (یعنی ہم نسب خاندان) سے ایک قوم ہو گی کہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے چنبر گردن سے آگے نہ بڑھے گا اسلام سے نکل جائیں گے شکار سے تیر نکل جانے کی طرح۔ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑیں گے۔ اگر میں نے انکو پایا تو قوم عاد کی طرح (جڑ بنیاد سے) انکو قتل کر ڈالوں گا۔ اور بروایتے کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے حالانکہ میں اہل آسمان کا امین ہوں کہ صبح و شام آسمانی خبر میرے پاس آتی ہے الخ اور اسی میں ہے کہ پھر اس شخص نے پیٹھ پھیری تو خالد بن ولید نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس (گستاخ) کی گردن نہ مار دوں؟ فرمایا نہیں ممکن ہے نماز پڑھتا ہو۔ خالد نے کہا اور بہتیرے نمازی (منافق) ہیں جو زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں ہوا کہ لوگوں کے دل خرید دوں اور نہ اس کا کہ ان کا پیٹ چاک کر دوں (اور دیکھوں اندر کیا ہے) اس کے بعد جب کہ وہ پشت پھیر کر چلا تو آپ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم ہو گی جو کتاب اللہ کی تلاوت بڑی طراوٹ سے کریں گے۔ ۶
اور بروایتے حضرت عمر اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس کی گردن نہ مار دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ملا اى كى طلا ست تر مضا او فرية و حمل با مر ... لقى ... ستا من المحزن ١٢

فاتی ناحیة من المسجد فخط خطاً برجله ثم صف کعبیه فقام یصلی فقال صلی الله علیه وسلم ایکم یقوم الی هذا فیقتله؟ فقام ابوبکر فقال صلی الله علیه وسلم أقتلت الرجل؟ قال وجدته یصلی فهبته فقال صلی الله علیه وسلم ایکم یقوم الی هذا فیقتله؟ قال عمر انا واخذ السیف فوجده یصلی فرجع فقال صلی الله علیه وسلم أقتلت الرجل؟ قال یا رسول الله وجدته یصلی فهبته فقال صلی الله علیه وسلم ایکم یقوم الی هذا فیقتله؟ قال علی انا قال صلی الله علیه وسلم انت له ان ادرکته فذهب علی فلم یجده فقال صلی الله علیه وسلم أقتلت الرجل؟ قال لم ادر این سلك فقال صلی الله علیه وسلم ان هذا اول قرن خرج فی امتی لو قتلته ما اختلف فی امتی اثنان ٭ للموصلی بلین. (ابن عمر) وقال له رجلان فی فتنة ابن الزبیر ان الناس صنعوا ما تری وانت ابن عمر وصاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فما یمنعك ان تخرج؟ فقال یمنعنی ان الله حرم علی دم اخی المسلم قال ألم یقل الله وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة فقال ابن عمر قد قاتلنا حتی لم تکن فتنة وکان الدین لله وانتم تریدون ان تقاتلوا حتی لا تکون فتنة ویکون الدین لغیر الله ٭ للبخاری (ابو نوفل) قال رأیت عبد الله بن الزبیر علی عقبة المدینة فجعلت قریش تمر علیه والناس حتی مر علیه عبد الله بن عمر فوقف علیه فقال السلام علیك ابا خبیب ثلاثا اما والله لقد کنت انهاك عن هذا ثلاثا ان کنت

پھر خالد سیف اللہ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس کی گردن نہ مار دوں ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ الخ: اور بروایتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر فرمایا کہ آپ کی امت میں ہوں گے اور لوگوں میں تفرقہ کیوقت (یعنی حضرت علی اور معاویہ کے اختلاف میں مسلمانوں کے دو فریق ہو جانے پر) نکلیں گے۔ ان کی خاص علامت سر منڈانا ہوگی۔ وہ بدترین خلق ہیں۔ ان کو وہ فریق قتل کرے گا جو حق کے زیادہ قریب ہوگا (مسلم) اور نسائی میں ابو برزہ سے یہی مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ انکی نشانی سر منڈانا ہے اور وہ ہمیشہ بغاوت کرتے رہیں گے حتی کہ ان کا آخری حصہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ **ف** اس میں اشارہ ہے کہ تفرقہ معاویہ میں حضرت علی برسر حق ہوں گے اور وہی اسکو قتل کریں گے۔ نیز یہ کہ خوارج کا استیصال نہوگا اور یہ فرقہ اپنی بدعقیدگی و بغاوت پر تا قرب قیامت قائم رہے گا۔ حتی کہ دجال کا ساتھی بن کر اس فرقہ باطلہ کی جڑ کٹے گی (انس رضی) ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہوا کرتا اور جب (واپس آکر) اونٹ سے کجاوہ اتارتا تو (فوراً) مسجد کا رخ کرتا اور نماز شروع کر دیتا اور بڑی لمبی نماز پڑھا کرتا حتی کہ اس کی چستی اور لمبی عبادت دیکھ کر صحابہ سمجھنے لگے کہ اسکو ہم پر فضیلت ہے۔ پس ایکدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کا گذر ہوا تو کسی صحابی نے آپ سے کہا یا رسول اللہ وہ شخص یہ ہے۔ پس یا تو وہ بلوایا گیا یا خود ہی آیا تو اسے آتا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان شیطانی اثر ہے پس جب وہ مجلس پر آکر کھڑا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے مجلس پر کھڑے ہوتے وقت اپنے دل میں کہا تھا کہ ساری قوم میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں ہے؟ اس نے کہا ہاں پھر وہ چلا گیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں آکر اپنے پاؤں سے ایک لکیر کھینچی اور پھر اپنے دونوں ٹخنے (اس لکیر پر) ایک سیدھ میں رکھ کر نماز پڑھنے لگا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کون ہے جو اٹھ کر اسے قتل کر آئے۔ چنانچہ ابوبکر اٹھے (اور جب واپس آئے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس شخص کو قتل کر آئے؟ عرض کیا میں نے اسے نماز پڑھتا ہوا پایا تو مجھ پر اس کی ہیبت طاری ہوئی (اور ایسی حالت میں قتل کرنے کی ہمت نہوئی) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) فرمایا تم میں کون ہے

ما علمت صوّاما قوّاما وصولا للرحم اما واللّٰه لامّة انت شرها لامّة خير ثم نفذ فبلغ الحجاج موقفه وقوله فارسل الى ابن الزبير فانزل عن جذعه فالقى فی قبور الیهود ثم ارسل الى امه اسماء بنت ابی بکر فابت ان تأتیه فاعاد علیها الرسول لتأتینی او لابعثن الیک من یسحبک بقرونک فابت وقالت لا اٰتیک حتی تبعث الیّ من یسحبنی بقرونی فقال ارونی سبتی فاخذ نعلیه ثم انطلق یتوذف[له] حتی دخل علیها قال کیف رأیتنی صنعت بعدو اللّٰه؟ قالت رأیتک افسدت علیه دنیاه وافسد علیک اٰخرتک وبلغنی انک تقول یا ابن ذات النطاقین انا واللّٰه ذات النطاقین اما احدهما فکنت ارفع به طعام رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وطعام ابی من الدواب واما الاٰخر فنطاق المرأة التی لا تستغنی عنه اما ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حدثنا ان فی ثقیف کذابا ومبیرا فاما الکذاب فرأیناه واما المبیر[۲۲] فلا اخالک الا ایاه قال فقام عنها ولم یراجعها[۳۳] المسلم لا درزین: وقال دخلت لاخبرها فخبرتنی به (سعید[۳۴] بن عمرو بن سعید بن العاص) کنت مع مروان

ہے جو لٹھ اور اسکو قتل کر آوے ؟ عمر نے کہا میں ہوں اور تلوار لیکر چلے پس اسکو نماز پڑھتا ہوا پایا اور لوٹ آئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا اس شخص کو قتل کر آئے ؟ عرض کیا یا رسول اللہ! اسکو نماز پڑھتے پایا لہذا ڈر معلوم ہوا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سہ بارہ) فرمایا تم میں کون ہے جو لٹھے اور اسکو قتل کر آئے ؟ پس علی نے کہا میں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم اس کام کے ہو بشرطیکہ اسے پاؤ۔ چنانچہ علی گئے تو اسکو نہ پایا (اور واپس آئے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا اس شخص کو قتل کر آئے ؟ عرض کیا مجھے پتہ نہیں وہ کہاں چلا گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہلی نظیر ہے جو میری امت میں نکلی (کہ صورت بزرگانہ اور سیرت شیطانی) اگر تم اسکو قتل کر دیتے تو (کسی فتنہ کا ظہور نہ ہوتا) اور دو آدمی بھی میری امت میں باہم اختلاف نہ کرتے (ص) (ابن عمر[۳۰] سے) دو شخصوں نے ابن زبیر کے فتنہ کے متعلق کہا کہ لوگوں نے جو کچھ کیا وہ آپ دیکھ رہے ہیں اور آپ عمر جیسے بہادر اور حق گو کے بیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں پھر کون وجہ مانع ہے کہ مقابلہ نہیں کرتے۔ فرمایا مانع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان بھائی کا خون مجھ پر حرام بنا دیا ہے اس شخص نے کہا کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا ان سے لڑو یہانتک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ ابن عمر نے فرمایا ہاں ہم بیشک لڑے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہا اور دین اللہ کا ہوگیا اور تم چاہتے ہو کہ (مسلمانوں سے) لڑو تاکہ فتنہ برپا ہو اور دین غیر اللہ کا ہنجائے۔ (خ) ف مطلب یہ ہے کہ آیت شریفہ میں جنگ کفار کا حکم ہے چنانچہ ہم نے اس کی تعمیل میں اتنے جہاد کئے کہ سارا عرب فتنہ کفر سے پاک صاف ہو کر چار طرف ایک اللہ کے پوجنے والے نظر آنے لگے۔ اور تم خانہ جنگی کو اس کا مصداق بنا کر اپنے بھائیوں سے لڑنا چاہتے ہو جسکا نتیجہ یہ ہے کہ فتنہ برپا ہو اور مسلمانوں کی کمزوری سے کافر نفع اٹھائیں تو اللہ کے بدلے شیطان کی اطاعت ہونے لگے اور یہی فتنہ کا منشا ہوا کرتا ہے کہ حکم خدا و رسول کا مطلب نا سمجھی یا ہٹ دھرمی سے کچھ کا کچھ بنا لیتے اور دوستی کا دشمنی برتا کرتے ہیں۔ (ابو نوفل[۳۱] کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیر (کی نعش) کو مدینہ (کی طرف جانیوالے) راستہ پر دیکھا کہ سارے ملک میں شہرت دینے کے لئے عام گذرگاہ پر سولی پر لٹکا دیا گیا تھا پس قریش اور دیگر آدمی گذرنے لگے حتی کہ عبداللہ بن عمر کا بھی اس (نعش) پر گذر ہوا تو آپ وہاں ٹھہرے اور (نعش کو مخاطب بنا کر) تین مرتبہ کہا السلام علیک اے ابو خبیب (اور پھر تین مرتبہ یہ کہا دیکھو میں خدا کی قسم تمہیں اس (مقابلہ و دعوی خلافت سے) منع کیا کرتا تھا مگر تم نے میری نہ سنی اور ہوا جو ہونا مقدر تھا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں تم کو عاصی سمجھتا ہوں) بیشک جہاں تک مجھے علم ہے تم بکثرت روزے رکھنے والے راتوں (اللہ کے سامنے) کھڑے رہنے والے اور بہت زیادہ رشتہ ناطہ میں سلوک کرنے والے تھے اور واللہ وہ امت جسمیں تم جیسا بدتر ہو بہت ہی اچھی ہے (کہ تم جیسے عابد صالح کو جب بدتر کہا جائے تو بہتر کا تو کیا پوچھنا) اس کے بعد آپ چلے گئے۔ پس حجاج کو آپ کے ٹھہرنے اور یہ الفاظ کہنے کی اطلاع پہونچی تو اس نے آدمی بھیجکر ابن زبیر کی نعش کو تختہ سے اتروا لیا اور

[له] وتقارب الخطو وتحرك منكبيه متبخترا [illegible] ١٢ قاموس [illegible] في العقل من الملوك [illegible] ١٢ [illegible] وقيل ان الكذاب [illegible] يعني به المختار بن ابي عبيد الثقفي كان شديد الكذب ومن اقبح دعواه ان جبرئيل ياتيه واتفق العلماء على ان المراد بالكذاب هنا المختار بن ابي عبيد وبالمبير الحجاج ابن يوسف ١٢ نووي في شرح مسلم.

وابی هریرة فی مسجد النبی صلے الله علیه وسلم فسمعت ابا هریرة یقول سمعت الصادق المصدوق یقول هلاک امتی علی یدا غیلمة من قریش قال مروان لعنة الله علیه غلمة قال ابوهریرة ان شئت ان اسمیهم بنی فلان وبنی فلان: للبخاری (الزبیر بن عدی) دخلنا علی انس فنشکونا الیه مانلقی من الحجاج فقال اصبروا فانه لا یاتی علیکم زمان الا الذی بعده شر منه حتی تلقوا ربکم سمعت هذا من نبیکم صلے الله علیه وسلم: للبخاری والترمذی (ابن عمر) رفعه فی ثقیف کذاب ومبیر: للترمذی وقال یقال الکذاب المختار بن ابی عبید والمبیر الحجاج (هشام بن حسان) قال احصی ما قتل الحجاج صبرًا فوجد مائة الف وعشرین الفا: للترمذی (ابن المسیب) قال وقعت الفتنة الاولی یعنی مقتل عثمان فلم یبق من اصحاب بدر احد ثم وقعت الفتنة الثانیة یعنی الحرة فلم یبق من اصحاب الحدیبیة احد ثم وقعت الفتنة الثالثة فلم ترفع وبالناس طباخ: للبخاری (حذیفة) رفعه

یہود کے قبرستان میں پھکوا دیا۔ اس کے بعد ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا مگر انہوں نے آنے سے انکار فرما دیا۔ اس نے دوبارہ قاصد بھیجا کہ یا تو آؤ ورنہ آدمی بھیجوں گا جو تمہاری چٹیا پکڑ کر کھینچتا لیجائے کبھی نہ آؤنگی۔ پس حجاج نے انکار کیا اور کہا کہ اب تو جبتک اسے نہ بھیجے جو میری چٹیا پکڑ کر کھینچتا لیجائے کبھی نہ آؤنگی۔ پس حجاج نے کہا میرے جوتے لاؤ اور جوتے پہن کر اکڑتا ہوا چلا حتی حضرت اسماء کے پاس پہنچا اور کہا تم نے دیکھا میں نے ابتک کیا کچھ کیا۔ آپ نے فرمایا ہاں دیکھا تم نے اس (میرے لخت جگر) پر اس کی دنیا تباہ کی۔ اور اس نے تمہاری آخرت کو برباد کیا۔ اور مجھے خبر پہنچی ہے کہ تم (میرے بیٹے کو مجھ پر خدمتگار کا آوازہ کسنے کے لئے) دوکمربند والی کا بیٹا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ ہاں واللہ میں ہوں دوکمربند والی (اور یہ میرے لئے فخر ہے) کہ ان دو میں ایک کمربند وہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد (ابوبکر صدیق) کا کھانا اٹھاتی تھی۔ اور دوسرا عورت کا وہ معمولی کمربند ہے جس سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ اور دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان فرمائی تھی کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب پیدا ہوگا اور ایک سفاک۔ پس کذاب کو تو ہم دیکھ چکے تھے (کہ مختار بن عبید تھا) رہا سفاک سو جہاں تک میرا خیال ہے وہ تم ہو۔ پس حجاج (انکی یہ صابرانہ و دلیرانہ تقریر سنکر) اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ جواب نہ پڑا (س) اور رزین میں اتنا زائد ہے کہ حجاج نے کہا میں تو اس لئے گیا تھا کہ انکو (اپنے غلبہ واقتدار سے) باخبر کردوں مگر انہوں نے مجھے ہی خبردار کر دیا کہ بزمانہ پیغمبر سفاک ہوں۔ ف کمربند اس زمانہ میں ایک پتلی دھجی کا نام ہے جو پاجامہ کے نیفہ میں ڈالا جاتا ہے۔ مگر اس زمانہ میں پاجامہ کی جگہ تہبند باندھا جاتا اور عورتیں کمر سے ایک پٹکا باندھ لیتی تھیں کہ پیٹ بھی نہ بڑھے اور چلنے پھرنے میں تہبند نہ کھلجائے۔ وہی کمربند ہے جس کو پھاڑ کر بڑا حصہ سفر ہجرت میں حضرات رفیقین فی الغار کا توشہ باندھنے میں کام آیا تھا اور چھوٹا حصہ نسوانی ضرورت کمربندی میں۔ مختار بن عبید ثقفی دعوی کرتا تھا کہ جبرئیل مجھ پر وحی لاتے ہیں اسلئے کذاب نام ہوا۔ اور حجاج بن یوسف ثقفی کی سفاکی مشہور ہے کہ اس کے مقتولین کی تعداد لاکھوں سے بھی متجاوز ہو چکی تھی (سعید بن عمرو) میں مروان اور ابوہریرہ کیساتھ مسجد نبوی میں تھا کہ ابوہریرہ کو یہ فرماتے سنا میں نے سچے اور معتبر (پیغمبر) کو سنا کہ فرماتے تھے کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ مروان نے کہا اللہ کی پھٹکار ان لونڈوں پر۔ ابوہریرہ نے فرمایا میں چاہوں تو ان کے نام بھی بتادوں فلاں اور فلاں قبیلہ کے (خ) ف یزید جیسے نوعمر آزاد منش مراد ہیں کہ مروان بن حکم گورنر مدینہ بھی انہیں میں تھا۔ اور حق تعالیٰ نے اسی کی زبان سے اس پر لعنت کرائی۔ اور امت سے مراد اسی زمانہ کے مسلمان ہیں کہ یہ جوانان قریش اپنے ہمعصروں کو قتل وہلاک کریں گے۔ (زبیر بن عدی) ہم نے انس کے پاس جا کر ان مصیبتوں کا اظہار کیا جو ہمیں حجاج کیطرف سے پہنچ رہی تھیں تو آپ نے فرمایا صبر کرکے بیٹھو جو وقت بھی آئے گا وہ پہلے سے بدتر آئے گا یہانتک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔ یہ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (خ ت) ف وجود محمدی مجسم رحمت اور سبب امان خلق تھا۔ جوں جوں آپکا زمانہ دور ہوتا جائے گا شر وفساد بڑھتا جائے گا حتی کہ سب سے بڑا فساد یعنی قیامت کا وقوع ہوگا کہ دنیا ہی ختم ہو جائیگی۔ (ابن عمر) رفع ثقیف کے قبیلہ میں ایک کذاب ہوگا اور ایک سفاک۔ ترمذی کہتے ہیں کہ

احصوا لی کم یلفظ الاسلام؟ فقلنا یا رسول اللہ اتخاف علینا ونحن ما بین الست مائۃ الی السبع مائۃ؟ قال انکم لاتدرون لعلکم ان تبتلوا فابتلینا حتی جعل الرجل منا لا یصلی الا سرا۔ للشیخین (خلف بن حوشب) قال کانوا یستحبون ان یتمثلوا بھذہ الابیات عند الفتن الحرب اول ماتکون فتیۃ، تسعی بزینتھا لکل خلیل، حتی اذا اشتعلت وشب ضرامھا، ولت عجوزا غیر ذات حلیل، شمطاء تنکر لونھا وتغیرت، مکروھۃ للشم والتقبیل للبخاری (عمر) ولد لاخی ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلام فسموہ الولید فقال صلی اللہ علیہ وسلم سمیتموہ باسماء فراعنتکم لیکونن فی ھذہ الامۃ رجل یقال لہ الولید لھو اشد علی ھذہ الامۃ من فرعون لقومہ، لاحمد (ابو اسحاق) قلت لابن عمر ان المختار یزعم انہ یوحی الیہ قال صدق وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم

کہا جاتا ہے کذاب تو مختار بن ابی عبید تھا اور سفاک حجاج بن یوسف (ہشام بن حسان) کہتے ہیں کہ حجاج نے جن کو معرکہ جنگ اور قصاص وحدود کے علاوہ ظلماً قید سے قتل کیا تھا میں نے ان کی شمار کی تو ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔ (ت) (ابن مسیب) فرماتے ہیں پہلا فتنہ یعنی حضرت عثمان کا قتل واقع ہوا تو جنگ بدر والے صحابہ میں سے کوئی باقی نہ رہا پھر دوسرا فتنہ یعنی حرہ پیش آیا تو حدیبیہ میں شریک ہونے والے صحابہ میں کوئی نہ رہا۔ اور پھر تیسرا فتنہ ہوا تو جب تک آدمیوں میں خیر کا نام رہا وہ رفع نہوا (خ) **ف** فتنہ خصوصاً خانہ جنگی کی ظلمت کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ صلحاء سے جو کہ سبب رحمت خلق ہوتے ہیں دنیا خالی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ تیسرے فتنہ میں کہ شاید قتل ابن زبیر ہے صحابی کا سطح زمین پر وجود نہ رہا کہ اصل خیر و باعث امن عالم تھے۔ (حذیفہ) نے مجھے گنواؤ کتنے لوگوں کو اسلام پھیلنے لگا کہ وہ اسلام کو کیا چھوڑیں گے انہیں کو اسلام چھوڑے گا ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو ہم پر اندیشہ ہے (کہ ان کا سر نہ کچل سکیں گے) حالانکہ ہم چھ سو اور سات سو کے درمیان ہیں۔ فرمایا تمہیں کیا پتہ ممکن ہے کہ ابتلاء میں پڑ جاؤ۔ چنانچہ ہم کو (واقعہ حرہ میں) ابتلا پیش آیا کہ ایک ایک شخص نماز بھی چھپ کر پڑھتا تھا اور نہ جماعت ہو سکی نہ کھلی مسجد میں نماز (ق) (خلف بن حوشب) کہتے ہیں کہ فتنوں کے وقت صحابہ ان اشعار کو بطور تمثیل پڑھا کرتے تھے۔ جنگ شروع شروع تو (گویا) ایک جوان عورت ہوتی ہے کہ ہر شید کو اپنی طرف رجھانے کے لئے بناؤ سنگھار کی کوشش کرتی ہے مگر جب مشتعل ہو کر اس کی لپٹ تیز ہو جاتی ہے تو سفید بالوں کی رانڈ بڑھیا بن جاتی ہے جس کا رنگ بدل گیا اور کچھ کی کچھ بن گئی کہ اسکو سونگھنے اور چومنے سے بھی گھن آتی ہے (عمر) ام سلمہ زوجہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی (عمارہ بن ولید) کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے ولید رکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا نام فرعونوں کے نام پر رکھا۔ اس امت میں ایک شخص ہوگا اور اس کا نام بھی ولید ہوگا کہ جتنا فرعون اپنی قوم کے لئے سخت وہ اس سے بھی زیادہ اس امت پر سخت ہوگا۔ (م) (ابو اسحاق) میں نے ابن عمر سے کہا مختار دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر وحی آتی ہے۔ فرمایا سچ تو کہتا ہے (قرآن مجید میں ہے) وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم کہ شیاطین وحی بھیجا کرتے ہیں اپنے دوستوں کی طرف (د) **ف** وحی نام ہے کسی مضمون کے قلب میں ڈالنے کا خواہ امر حق من اللہ ہو جس کا نام وحی ربانی ہے یا امر باطل من الشیطان ہو جس کا نام القاء شیطانی ہے۔ جیسا کہ مختار ثقفی کے قلب میں القاء ہوتا تھا۔ یہی حال ہوا کرتا ہے مدعیان نبوت دجالوں کا کہ کاہنوں کی طرح ان پر شیطانی القاء ہوتا ہے جس میں کوئی بات سچی ہوئی کوئی جھوٹی اور اسکو وحی آسمانی بنا کر اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا کرتے اور عوام الناس اس اتفاقی سچ ہو جانے والی بات سے دھوکہ کھا کر اس کے معتقد ہو جایا کرتے ہیں۔

کتاب الملاحم واشراط الساعة

(ابو ھریرۃ) رفعہ بعثت انا والساعۃ کھاتین یعنی اصبعیہ * للبخاری (المستورد بن شداد) رفعہ بعثت فی نفس الساعۃ فسبقتھا کما سبقت ھذہ لھذہ لاصبعیہ السبابۃ والوسطی * (ابو ھریرۃ) رفعہ لا تقوم الساعۃ حتی تخرج نار من ارض الحجاز تضئ اعناق الابل ببصری * للشیخین (ابن عمر) رفعہ ستخرج نار من حضرموت قبل القیامۃ تحشر الناس قالوا یا رسول اللہ فما تامرنا؟ قال علیکم بالشام * للترمذی (انس) رفعہ اول اشراط الساعۃ نار تحشر الناس من المشرق الی المغرب * للبخاری (ابو ھریرۃ) رفعہ لا تقوم الساعۃ حتی تقاتلوا خوزا وکرمان من الاعاجم حمر الوجوہ فطس الانوف صغار الاعین وجوھھم کالمجان المطرقۃ نعالھم الشعر * وفی روایۃ: وھم اھل ھذا البارز یعنی اھل فارس * وفی اخری: لا تقوم الساعۃ حتی تقاتل المسلمون الترک قوما وجوھھم کالمجان المطرقۃ یلبسون الشعر ویمشون فی الشعر * للستۃ الا مالکا ولابی داود عن بریدۃ نحوہ وفیہ: تسوقونھم ثلاث مرار حتی

معرکے اور قیامت کے شرائط

(ابو ہریرہ) نع: میں اور قیامت اِن (شہادت کی اور بیچ کی) دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں (کہ دونوں میں کوئی آڑ نہیں اور ایک ذرا آگے بڑھی ہوئی ہے دوسری سے) خ (مستورد بن شداد) نع: میرا بھیجا جانا عین (زمانہ) قیامت ہی میں ہوا ہے۔ اور میں اس سے کچھ پہلے آگیا جیسے یہ انگشت (شہادت آگے بڑھ گئی) اس بیچ کی انگلی سے (ت) ف مراد قرب اور عدم فصل ہے کہ آپکی تشریف آوری دنیا کی آخری آبادی ہے اور آپ کے بعد قیامت ہی آنی ہے۔ (ابو ہریرہ) نع: قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ ایک آگ نکلے زمین حجاز سے جو بصری کے اونٹوں کی گردنیں روشن کردے۔ (ق) ف چنانچہ ۳ جمادی الثانیہ ۶۵۴ھ کو اسکا ظہور ہوا اور ۲۷ رجب یوم یکشنبہ یعنی باون روز تک وہ قائم رہی۔ ایک بڑے شہر کی طرح گرج کا سا شور مچاتی دریا کا سا جوش مارتی حجاز کی طرف سے اٹھی کہ جس پہاڑ پر پہونچتی اسکو سیسہ کی طرح پگھلاتی اور خاک سیاہ بنا دیتی تھی۔ مدینۃ الرسول کے قریب آکر ٹھیر گئی کہ اہل مدینہ رات کو اس کی روشنی میں کام کرتے تھے۔ آخر سب آہ وزاری کرکے مسجد نبوی میں آپڑے۔ یہ صرف رحمۃ اللعالمین کے قدموں کی برکت تھی کہ جس پتھر کا نصف حرم مدینہ میں تھا اور نصف اس سے باہر اس کا وہی رخ جل کر راکھ ہوا جو باہر تھا اور نصف آخر کو آنچ نہ آئی۔ شہر بصری دمشق سے تین منزل ہے اور اب اس کا نام حوران ہے۔ اس آگ کی روشنی وہاں تک چمکی۔ اور اسی سال اطراف عالم میں وقائع عجیبہ پیش آئے اور اس کے اگلے سال بغداد اور نواح دنیا میں جنگ وحرب کی آگ بھڑکی۔ (ابن عمر) نع: قیامت سے قبل حضرموت کی طرف سے (کہ یمن کا مشہور ہے) ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو جمع کرلائے گی صحابہ نے کہا یارسول اللہ ہمیں کیا حکم ہے۔ فرمایا ملک شام کو اختیار کیجیو (ت) (انس) نع: قیامت کی پہلی شرط وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے بسوئے مغرب لا جمع کریگی (خ) ف اس آگ کا ظہور قرب قیامت ہوگا کہ پے درپے آنیوالی شرطوں میں پہلی ہے۔ اور یہ ساری آبادی کو چار طرف سے گھیر کر اور ہنکا کر ملک شام میں لے آئے گی۔ کہ وہی ارض محشر ہے۔ (ابو ہریرہ) نع: قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ تم جنگ کرو خوز (باشندگان خورستان) اور کرمان (مابین فارس وسجستان) سے کہ عجمی لوگ ہیں۔ لال منہ بیٹھی ہوئی ناک

تلحقونھم بجزیرۃ العرب فامافی السیاقۃ الاولی فینجو من ھرب منھم واما فی الثانیۃ فینجو بعض ویھلک بعض واما فی الثالثۃ فیصطلمون[۱]۔ بد روعنہ رفعہ: لا تقوم الساعۃ حتی ینزل الروم بالاعماق او بدابق[۲] فیخرج الیھم جیش من المدینۃ من خیار اھل الارض یومئذ فاذا تصافوا قالت الروم خلوا بیننا وبین الذین سبوا منا نقاتلھم فیقول المسلمون لا واللہ لا نخلی بینکم وبین اخواننا فیقاتلونھم فینھزم ثلث لا یتوب اللہ علیھم ابدا ویقتل ثلث ھم افضل الشھداء عند اللہ ویفتتح الثلث لا یفتنون ابدا فیفتتحون القسطنطینیۃ فبینما ھم یقسمون الغنائم قد علقوا سیوفھم بالزیتون اذا صاح فیھم الشیطان المسیح الدجال قد خلفکم

اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں والے۔ ان کے چہرے (گول چپٹے اور بھاری پُر گوشت ہیں) جیسے ڈھال تہ بر تہ۔ اور ان کے جوتے بالوں کے ہوں گے۔ اور بروایتے وہ اہلِ فارس ہیں۔ اور بروایتے قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ مسلمان جنگ کریں قوم ترک سے جن کے چہرے تہ بہ تہ ڈھالوں کی طرح ہیں اور بال ہی پہنتے ہیں اور بالوں ہی میں چلتے ہیں (کہ سرد ملک کے باشندے ہیں اس لئے اون یا پوستین بدن پر ہوگا اور بالوں کے بنے ہوئے موزے پاؤں میں) اور ابو داؤد میں بریدہ سے اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ تم ان کو ہانکو گے تین مرتبہ (کہ وہ شکست کھا کر آگے آگے بھاگ رہے ہوں گے اور تم پیچھے سے انکو بڑھائے لئے جاؤ گے) حتیٰ کہ انکو جزیرۃ عرب سے جا ملاؤ پس پہلی مرتبہ ہانکنے میں تو جوان میں بھاگ نکلے گا وہ بچ جائے گا۔ اور دوسری مرتبہ میں کوئی بچے گا اور کوئی ہلاک ہوجائیگا مگر تیسری مرتبہ میں وہ جڑ بنیاد سے تباہ ہوجائیں گے۔ ف مسند امام احمد کی روایت اس کے برعکس ہے کہ ہانکنے والے ترک ہوں گے حتی مسلمانوں کو پسپا کرکے نواح عرب تک پہونچا دیں گے اور یہی روایت صحیح ہے چنانچہ وقوع بھی ہوچکا۔ (ایضاً) فع: قیامت قائم نہوگی یہاں تک کہ اہلِ روم قصبہ اعماق یا دابق میں (کہ حلب کے قریب ہیں) پڑاؤ ڈالیں گے۔ پس شہر سے ایک لشکر کہ اس زمانہ میں بہترین اہلِ زمین ہوں گے ان کی طرف نکلے گا جب (جنگ کے لئے دو طرفہ) صف بندی ہوجائے گی تو روم کہیں گے کہ ہمارے اور ان (مسلمانوں) کے درمیان سے تم ہٹ جاؤ جنہوں نے ہمارے (بچوں اور بڑوں کو) قید کرلیا ہے کہ ہم ان سے لڑیں اور اپنا انتقام لے لیں) مسلمان کہیں گے کہ نہیں خدا کی قسم ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان تخلیہ نہیں کرسکتے کہ تم ان سے لڑو اور ہم کھڑے تماشا دیکھیں) چنانچہ مسلمان ان سے جنگ کریں گے۔ پس تہائی (مسلمان تو شکست کھائیں گے (اور بھاگ جائیں گے) کہ ان کو اللہ توبہ کی کبھی توفیق نہ دیگا (اور وہ کفر پر مریں گے) اور ایک تہائی قتل کردیئے جائیں گے جو کہ اللہ کے نزدیک افضل ترین شہدا ہوں گے اور ایک تہائی فتحیاب ہوں گے اور وہ کبھی فتنہ میں نہ ڈالے جائیں گے (یعنی ان کو بامن و امان حسن خاتمہ نصیب ہوگا) غرض قسطنطنیہ فتح کرلیں گے۔ پس (مطمئن ہوکر) مالہائے غنیمت تقسیم کررہے ہوں گے کہ اپنی تلواروں کو زیتون پر لٹکا دیا ہوگا دفعۃً شیطان ان میں چیخیگا کہ مسیح دجال تمہارے بعد تمہارے اہل وعیال میں آگھسا۔ پس (مسلمان گھبراکر) چل پڑیں گے اور یہ خبر (اس وقت) بے بنیاد ہوگی۔ مگر جب ملک شام (یعنی بیت المقدس میں کہ اس وقت اس پر اسلامی قبضہ ہوگا) آئیں گے تو دجال کا خروج ہوگا۔ پس دریں اثنا کہ (مسلمان اُس کے ساتھ) جنگ کی تیاری اور صفیں برابر کررہے ہوں گے کہ نماز کی تکبیر کہی جائے گی۔ پس عیسیٰ بن مریم اتریں گے اور ان کے امام بنیں گے۔ پس جب دشمن خدا (دجال) اُن کو دیکھے گا تو پگھلنے لگے گا جیسے نمک پگھلا کرتا ہے پانی میں کہ اگر ابنِ مریم اس کو چھوڑ دیں

[۱] بضم الیاء المفعول ای استاصل من الصلم ویروی القطع ای یستاصلون ۱۲ [۲] موضعان ببلاد موضع ودابق بالیاء فی القاموس کصاحب وہاجر قریۃ بحلب ذکرہ الاصلی ۱۲

فی اھالیکم فیخرجون وذلک باطل فاذا جاء والشام خرج فبینما ھم یعدون للقتال یسوون صفوفھم اذا قیمت الصلٰوۃ فینزل عیسی بن مریم فامھم فاذا راٰہ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی یھلک ولکن یقتلہ اللہ بیدہ فیریھم دمہ بحربتہ۔ (ابن مسعودؓ) قال لا تقوم الساعۃ حتی لا یقسم میراث ولا یفرح بغنیمۃ ثم قال بیدہ ھٰکذا و نحاھا نحو الشام فقال عدو یجمعون لاھل الاسلام ویجمع لھم اھل الاسلام قیل لہ تعنی الروم؟ قال نعم ویکون عند ذاکم القتال ردۃ شدیدۃ فیشترط المسلمون شرطۃ للموت لا ترجع الا غالبۃ فیقتتلون حتی یحجز بینھم اللیل فیفیٔ ھؤلاء وھؤلاء کل غیر غالب وتفنی الشرطۃ ثم یشترط المسلمون شرطۃ للموت لا ترجع الا غالبۃ فیقتتلون حتی

تو گھل کر خود ختم ہوجائے۔ مگر اللہ (نے مقدر یوں فرمایا ہے) کہ اس کو قتل کرائے ان کے ہاتھوں لہٰذا اس کو نیزہ سے قتل کریں گے اور (اپنے نیزہ پر لگا ہوا) اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔ (تاکہ سب کو یقین آجائے کہ زندہ کو مارا ہے نہ یہ کہ مارنے سے پہلے مرچکا تھا) ف امامت سے مراد یہ ہے کہ آئندہ نمازوں میں ہمیشہ آپ ہی امامت فرمائیں گے کہ اپنے زمانہ کے افضل البشر ہیں۔ اور نزول کے وقت جب کہ امامت کے لئے امام مہدی مصلے پر پہنچ لئے ہوں گے تو حضرت مہدی ہی کو مامور فرمائیں گے کہ امامت کریں۔ اور اس میں اظہار ہوگا کہ میں تابع طریق محمدی بن کر آیا ہوں۔ پس وہ بھی حکماً آپ ہی کی امامت ہوئی کہ آپ کے امر سے امام مہدی امام نماز بنے۔ (ابن مسعودؓ نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک (وہ وقت نہ آجائے) کہ نہ میراث تقسیم کی جائے گی نہ مال غنیمت ملنے کی خوشی ہوگی (کیونکہ ننانوے فیصدی مسلمان قتل ہوجائیں گے پھر کس کی میراث اور کیسی خوشی) اس کے بعد اپنے ہاتھ سے بجانب شام اشارہ کرکے فرمایا کہ دشمن جمع ہوں گے مسلمانوں سے (جنگ) کے لئے اور مسلمان جمع ہوں گے ان کے لئے۔ کسی نے کہا کیا دشمن سے مراد روم ہیں؟ فرمایا ہاں۔ اور اس جنگ کے وقت بڑا سخت جوش ہوگا۔ پس مسلمان ایک منتخب گروہ کو آگے بڑھائیں گے موت کی شرط پر کہ غالب آئے بغیر واپس نہ ہو (ورنہ شہید ہوجائے) پس (جی توڑ کر) لڑیں گے حتی کہ دونوں فریق کے درمیان رات حائل ہوجائے گی اور واپس ہوں گے یہ بھی اور وہ بھی کہ کوئی بھی غالب نہ آئے گا۔ اور منتخب شدہ آگے بڑھائے ہوئے (دونوں فریق کے) فنا ہوجائیں گے۔ پھر (اگلے دن) مسلمان ایک جماعت کو موت کی شرط پر آگے بڑھائیں گے کہ نہ لوٹے مگر غالب ہو کر۔ پس لڑیں گے حتی کہ ان میں رات حائل ہوجائے گی اور واپس ہوں گے وہ بھی اور یہ بھی کہ کسی کو غلبہ نہ ہوگا اور آگے بڑھایا ہوا گروہ (دونوں فریق کا پھر) فنا ہوجائے گا۔ پھر (سہ بارہ) مسلمان ایک جماعت کو موت کی شرط پر آگے بڑھائیں گے کہ واپس نہ ہو مگر جیت کر۔ پس لڑیں گے حتی کہ رات ان میں حائل ہوجائے گی اور لوٹ جائیں گے وہ اور یہ کہ کوئی (کسی پر) غالب نہ ہوگا اور آگے بڑھائی ہوئی جماعت فنا ہوجائے گی۔ پس جب چوتھا دن ہوگا تو بچے کھچے مسلمان ان کی طرف لپکیں گے پس اللہ (ان کو فتح دے گا اور ان پر ہزیمت ڈالے گا مگر ایسی شدید لڑائی ہوگی کہ اس جیسی نظر نہ آئی ہوگی۔ حتی کہ پرندان کے اطراف میں پرواز کرے گا تو ان کو ختم نہ کرسکے گا کہ (نعشوں کی سڑاند کے مارے) مر کر گر پڑے گا۔

يحجز بينهم الليل فيفئ هؤلاء و هؤلاء و كل غير غالب و تفنى الشرطة ثم يتشرط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فيقتتلون حتى يمسوا فيفئ هؤلاء و هؤلاء كل غير غالب و تفنى الشرطة فاذا كان فى اليوم الرابع نهد اليهم بقية اهل الاسلام فيجعل الله الدائرة عليهم فيقتتلون مقتلة لا يرى مثلها حتى الطائر ليمر بجنباتهم فما يخلفهم حتى يخر ميتا فيتعاد بنو الاب كانوا مائة فلا يجدونه بقى منهم الا الرجل الواحد فباى غنيمة يفرح او اى ميراث يقسم فبينما هم كذلك اذ سمعوا بباس هو اكبر من ذلك فجاءهم الصريخ ان الدجال قد خلفهم فى ذراريهم فيرفضون ما بايديهم ويقبلون فيبعثون عشر فوارس طليعة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لاعرف اسمائهم و اسماء ابائهم والوان خيولهم هم خير فوارس على ظهر الارض يومئذ او قال من خير فوارس يومئذ. ر ابو هريرة رفعه: سمعتم بمدينة جانب منها فى البر و جانب منها فى البحر؟ قالوا نعم يا رسول الله قال لا تقوم الساعة حتى يغزوها سبعون الفا من بنى اسحاق فاذا جاؤها نزلوا فلم يقاتلوا بسلاح

پس ایک باپ کی اولاد شمار ہو گی، جو سّو نفر تھے تو ان میں بجز ایک نفس واحد کے کسی کو بھی بچا ہوا نہ پائیں گے۔ پھر بھلا کس مالِ غنیمت پر خوشی ہو۔ اور کون سی میراث تقسیم کی جائے۔ پس وہ اسی حال میں ہوں گے کہ یکایک ایک لڑائی کی جو اس سے بھی بڑی ہے ان کے کانوں میں آواز پڑیگی کہ دجال ان کے پیچھے ان کی اولاد میں آگھسا۔ پس جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہو گا اسے چھوڑ چھاڑ اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ پس دس سوار پیش رو بنا کر دکہ دشمن کی حالت جانچ کر لشکر کو اطلاع دیں) روانہ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں واقف ہوں ان کے ناموں سے اور ان کے باپوں کے ناموں سے اور ان کے گھوڑوں کے رنگ سے کہ وہ اس وقت سطح زمین کے بہترین سوار ہوں گے۔ (ابو ہریرہ) رفع: کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر میں؟ صحابہ نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ اس پر جہاد کریں گے ستر ہزار (مسلمان) حضرت اسحاق کی اولاد (یعنی اہلِ شام) میں سے۔ پس جب اس شہر پر آئیں گے اور (اس کا محاصرہ کر کے) پڑاؤ ڈالیں گے تو نہ ہتھیار سے لڑیں گے نہ کوئی تیر پھینکیں گے (بلکہ نعرۂ تکبیر بلند کریں گے اور) کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پس شہر کی ایک جانب گر پڑیگی ثور بن زید کا قول ہے کہ جہاں تک میرا علم ہے وہ جانب آپ نے فرمائی جو سمندر میں ہے۔ پھر دوبارہ کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو دوسری جانب بھی گر پڑیگی۔ پھر سہ بارہ کہیں گے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو ان کے لئے راستہ کھل جائے گا اور وہ اس میں داخل ہو کر مالِ غنیمت لیں گے۔ پس مالِ غنیمت کو تقسیم ہی کر رہے ہوں گے کہ دفعۃً ایک چیخ سُنائی دیگی کہ دجال نکل آیا۔ پس وہ ہر چیز کو چھوڑ کر (وطن کی طرف) لوٹ جائیں گے (م، ف غالبًا یہ قسطنطنیہ کے علاوہ کوئی دوسرا شہر لب ساحل ہو گا کہ قسطنطنیہ کی فتح سخت خونریزی کے بعد منقول ہے اور یہ شہر محض ذکر اللہ سے منہدم و مفتوح ہو گا۔ (ایضًا) رفع: قیامت قائم نہ ہو گی یہاں تک کہ مسلمان جنگ کریں گے یہود کے ساتھ۔ پس مسلمان (فتحیاب ہوں گے اور) ان کو قتل کریں گے حتی کہ یہودی کسی پتھر یا درخت

ولم یرموا بسھم قالوا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط احد جانبیھا قال ثور بن یزید لا اعلمہ الا قال الذی فی البحر ثم یقولون الثانیۃ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیسقط جانبھا الاٰخر ثم یقولون الثالثۃ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر فیفرج لھم فیدخلونھا فیغنمون فبینما ھم یقتسمون المغانم اذ جاءھم الصریخ فقال ان الدجال قد خرج فیترکون کل شیٔ ویرجعون ۔ م (مسلم) وعنہ رفعہ، لا تقوم الساعۃ حتی یقاتل المسلمون الیھود فیقتلھم المسلمون حتی یختبئ الیھودی من وراء الحجر والشجر فیقول الحجر او الشجر یا مسلم یا عبد اللہ ھذا یھودی خلفی فتعال فاقتلہ الا الغرقد فانہ من شجر الیھود ۔ للشیخین (حذیفۃ) رفعہ: والذی نفسی بیدہ لا تقوم الساعۃ حتی تقتلوا امامکم وتجتلدوا باسیافکم ویرث دنیاکم شرارکم ۔ (وعنہ) رفعہ: لا تقوم

کے پیچھے (جان بچا کر) چھپے گا۔ تو وہ پتھر یا درخت کہے گا۔ کہ اے مسلمان۔ اے بندۂ خدا یہ ہے یہودی میرے پیچھے پس آ اور اسکو قتل کر۔ مگر غرقد (اطلاع نہ دے گا) کہ وہ یہود کا درخت ہے۔ (ق، ف)
یعنی غرقہ کو کہ کانٹے دار درخت ہوتا ہے یہود کے ساتھ معنوی مناسبت ہے جس کی حقیقت اللہ کو معلوم ہے، لہذا وہ یہودی کی حمایت کرے گا۔ اور غالبًا یہ وہ یہودی ہوں گے جو دجال کا ساتھ دیں گے۔ اور جب دجال حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا تو اس لشکر کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل عام ہوگا۔ (حذیفہؓ) فع، قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان اس کے قبضہ میں ہے، قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ تم اپنے بادشاہ کو قتل اور دباہم، اپنی تلواروں کے وار کروگے۔ اور تمہارے بدتر لوگ دنیا کے مالک بن جائیں گے (کہ رعایا میں بدامنی بےسلیقگی اور خانہ جنگی ہوگی۔ اور حکومت ظالموں اور کمینوں کے ہاتھوں میں آجائے گی۔) (ایضاً) فع: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سب میں زیادہ دنیا سے بہرہ ور وہ ہوگا جو خود بھی لچا ہوگا اور اس کا باپ بھی لچا۔
ف دنیا میں جب دینداری کا زور ہوتا ہے تو دنیا کی حکومت و سلطنت اور اس کے ہر شعبہ کا نظم بھی دینداروں کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ اور اس لئے اللہ کے منصفانہ قانون یعنی شریعت کے نفاذ سے ساری رعایا بلکہ شجر و حجر اور گھاس کے تنکہ تنکہ میں برکت ہوتی ہے اور جوں جوں زمانہ محمدی کو بُعد اور قیامت کو قُرب ہوتا جائے گا دینداری کمزور ہوتی جائے گی اور جو جتنی بد دینی اور شہدہ پن اختیار کرے گا اسی قدر ترقی یافتہ اور مالا مال ہوگا۔ کہ متبع سنت کو حلال ذریعہ سے پیٹ بھرا ور روٹی کا ملنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اسی کا نام فتنہ ہے جس سے پناہ مانگی جاتی ہے کہ یہ ابتلاء فاقہ زدہ دیندار کے پاؤں بھی پھسلائے گا۔ (ابو سعیدؓ) فع: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ درندے گفتگو کریں گے آدمیوں سے اور آدمی کے چابک کا چمڑہ اور جوتہ کا تسمہ بات کرے گا آدمی سے اور اس کی ران اسے خبر دیگی جو کچھ اس کی بیوی نے اس کے پیچھے کیا ہوگا دات) ف دنیا چونکہ قریب قیامت اعجوبہ پرست اور جدت پسند زیادہ ہوگی اور ہر روز نئی نئی حیرت انگیز ایجادیں اتنی ہوں گی کہ امن و برکات والے خیر القرون کو

الساعة حتی یکون اسعد الناس بالدنیا لکع بن لکع۔ (ابو سعیدؓ) رفعه: والذی نفسی بیدہ لا تقوم الساعة حتی تکلم السباع الانس وحتی یکلم الرجل عذبۃ سوطه وشراك نعله وتخبرہ فخذہ بما احدث اهله بعدہ۔ هی للترمذی (ابو هریرةؓ) رفعه: لا تقوم الساعة حتی تضطرب الیات نساء دوس علی ذی الخلصة وذوالخلصة طاغیة دوس التی کانوا یعبدون فی الجاهلیة۔

تاریک زمانہ کہا جائے گا۔ اس لئے قدرت کی طرف سے بھی نئے نئے امراض نئے نئے حوادث اور نئے نئے واقعات ظاہر ہوں گے اور وہ دن بدن بڑھیں گے حتی کہ ظہور دجال پر اس قسم کے عجائبات کا خاتمہ ہو کر دنیا ہی ختم ہو جائے گی۔ (ابو ہریرہؓ) فع: قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ قبیلہ دوس کی عورتوں کے سُرین ہلیں گے ذوالخلصہ کے گرد۔ اور ذوالخلصہ قبیلہ دوس کے بُت کا نام ہے جس کو وہ بزمانہ جاہلیت پوجا کرتے تھے۔ اور بروایتے وہ تبالہ میں تھا کہ یمن کا ایک شہر ہے۔ ف مطلب یہ ہے کہ ارتداد کا فروغ ہوگا کہ دوس کی عورتیں مرتد ہو کر پھر بتوں کا طواف کرنے لگیں گی۔ نیز اس میں اشارہ ہے ان کے تمول کی طرف کہ دولت مندی ان کو اتنا فربہ بنا دیگی کہ سُرینوں پر گوشت لٹکنے گا۔ ہر کمالے را زوالے اور وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ اس دنیا کے لئے وہ قانون قدرت ہے جس سے اسلام بھی مستثنیٰ نہیں۔ اس لئے جوں جوں قیامت قریب آتی جائے گی انوارِ سنت و برکاتِ دین میں ایسا اضمحلال آتا جائے گا۔ جیسے جوانی کا زمانہ گذرنے کے بعد انسان کے تمامی اعضا و قویٰ کمزور ہونے لگتے ہیں۔ حتی کہ جن کا خاتمہ بخیر ہونا مقدر ہے ان کی روحیں بحالت ایمان قبض کر لی جائیں گی۔ اور جن میں گندگی و نجاست ہے وہ آہستہ آہستہ دین سے دور ہوتے ہوئے آخر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔ اور وہ وقت آجائیگا جو بعثت محمدیہ سے قبل تھا۔ بلکہ اس سے بھی بدتر کہ ایک بھی ایسا نہ رہے گا جس کی خاطر دار دنیا کو قائم رکھا جائے۔ اسی کا نام قیامت ہے کہ سارا انتظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ اور کوئی ذرا بھی غور سے دیکھے تو اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں کہ ظلمت کفر و نفرت اسلام کی اندھی تیزی سے چل رہی اور حب مال و ہوس ترقی جو اس کی جڑ ہے شیر مادر کی طرح جزو خون بن رہی ہے۔ نیز یہاں ایک یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ جب انسان پر جوانی کا جوش طاری ہوتا ہے تو اس کا ذہن آنے والے بڑھاپے سے بالکل خالی ہوتا ہے۔ اسی طرح بزمانۂ محمدی اسلام کو جو شباب حاصل تھا اس میں قیامت یا اس کے قریب پیش آنے والے انقلابات اور کمزوریوں کا وسوسہ بھی نہ ہونا چاہیئے تھا مگر یہ نبوت ہی کی طاقت ہے کہ ہر کمال کے وقت اس کے زوال کا منظر قائم رکھ سکے۔ اور اس لئے قطع نظر اس کے کہ صدیوں بعد کے واقعات کی صحیح خبر دینا ایک معجزہ ہے دو متضاد حالتوں کا بہ یک وقت مستحضر رکھنا بھی مبشر نبوت صادق ہے۔ (ایضاً) فع: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ نہ قائم ہوئے گا قحطان کا ایک شخص کہ لوگوں کو ہانکے گا اپنی لاٹھی سے (ق) ف قحطان نام ہے اہل یمن کے جد امجد کا کہ اس کی اولاد قبیلہ بنی قحطان کے نام سے مشہور ہے اس قبیلہ کے ایک شخص کا بادشاہ ہونا قبل از قیامت ضروری ہے۔ کہتے ہیں کہ انہیں کا نام جہجاہ ہوگا۔

لہ لکع اللئیم یعنی العبد والاحمق ودون لا تجر لفظ ودا غیرہ ۱۲ سلہ بیت غیرہ ۱۲ سلہ بلدة بالیمن بفتح الثاء وتخفیف الموحدة ۱۲

وفی روایۃ: انہ فی تبالۃ ؛ (وعنہ[15]) رفعہ: لاتقوم الساعۃ حتی یقوم رجل من قحطان یسوق الناس بعصاہ ؛ هما للشیخین (انس[16]) رفعہ: لاتقوم الساعۃ علی احد یقول لا الہ الا اللہ ؛ لمسلم والترمذی (وعنہ[17]) رفعہ: لاتقوم الساعۃ حتی یتقارب الزمان فتکون السنۃ کالشھر والشھر کالجمعۃ والجمعۃ کالیوم ویکون الیوم کالساعۃ والساعۃ کالضرمۃ[1] من النار ؛ للترمذی (ابن مسعود[18]) رفعہ: لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ؛ لمسلم (ابوہریرۃ[19]) رفعہ: لاتقوم الساعۃ حتی یحسر الفرات عن جبل من ذھب یقتتل علیہ فیقتل من کل مائۃ تسعۃ وتسعون فیقول کل رجل منھم لعلی اکون انا انجو ؛ للشیخین وابی داود والترمذی (وعنہ[20]) رفعہ: والذی نفسی بیدہ لاتمر[2] الدنیا حتی یمر الرجل بالقبر فیتمرغ علیہ ویقول یالیتنی مکان صاحب ھذا القبر ولیس بہ الدین ما بہ الا البلاء ؛ لمالک والشیخین (وعنہ[21]) رفعہ: لاتذھب اللیالی والایام حتی یملک رجل یقال لہ الجھجاہ[3] او الجھجل ؛ لمسلم (وعنہ[22]) رفعہ: تقیئ الارض افلاذ کبدھا مثل الاسطوان من الذھب والفضۃ فیجیئ القاتل فیقول فی ھذا قتلت ویجیئ القاطع فیقول فی ھذا قطعت رحمی ویجیئ السارق فیقول فی ھذا قطعت یدی ثم یدعونہ فلا یأخذون منہ شیئا ؛ لمسلم والترمذی (سلامۃ بنت الحر[23])

جو کہ حدیث آئندہ مذکور ہے۔ اور یہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے بعد ان کے جانشین حاکم با قتدار ہونگے کہ تمام رعایا مطیع و مسخر ہو کر ان کی لاٹھی کی داب مانیگی (انس[16]) مع: قیامت نہ آئے گی کسی ایسے شخص پر جو لا الٰہ الا اللہ کہتا ہو (س ت)، ف یعنی کلمۂ توحید کے قائلین مومنین قیامت سے قبل دنیا سے اٹھا لئے جائینگے اور جب کفار ہی کفار زمین پر رہ جائیں گے تو قیامت آجائے گی (ایضاً[17]) فع: قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمانہ اتنا پاس پاس نہ ہو جائے کہ سال بمنزلہ مہینہ کے ہوگا اور مہینہ مثل جمعہ کے (یعنی سات دن کے) اور جمعہ مثل ایک دن کے اور دن بمنزلہ گھنٹہ کے اور گھنٹہ اتنا قلیل جیسے آگ کی لپٹ (کہ ادھر شعلہ اٹھا اور ادھر ختم ہو کر بیٹھ گیا) ت، ف مراد یہ برکتی ہے کہ جو کام پہلے زمانہ میں مثلاً ایک مہینہ کے اندر پورا ہو جاتا تھا قریب قیامت کے وہ سال بھر میں انجام پائے گا (ابن مسعود[18]) فع: قیامت صرف بدترین آدمیوں پر قائم ہوگی (س)، ف کہ نیکوکار اور مومنین سب دنیا سے اٹھ لیں گے اور بے حیا و کفار و فجار دنیا میں رہ جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی آبادی صلحا ر مومنین کی بدولت ہے کہ جب دنیا میں وہ نہ رہے تو دنیا ہی نہ رہی (ابوہریرہ[19]) مع: قیامت نہ آئے گی یہانتک کہ کھل جائے فرات سونے کے پہاڑ سے جس پر جنگ ہو اور فیصدی ننانوے مارے جاویں۔ پس ہر شخص کہے گا ممکن ہے میں ہی ہوں جو بچا رہے گا۔ (ق د ت)، ف یعنی دریائے فرات جگہ سے ہٹ جائے گا اور معدن طلائی جس میں پہاڑ کی برابر کثیر سونا ہوگا نمودار ہوگی۔ ہر شخص چاہے گا کہ میں اس پر قبضہ کر دوں اور اس لئے باہم جنگ عظیم برپا ہوگی۔ باوجودیکہ ۹۹ فیصدی مارے جائیں گے مگر ہر شخص اس امید پر کہ عجب نہیں میں بچا رہوں نہ حرص سے باز آئے گا نہ جنگ سے ہاتھ روکے گا (ایضاً[20]) مع: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا ختم نہ ہوگی یہاں تک کہ آدمی کا قبر پر گذر ہوگا تو وہ اس پر لوٹے گا اور کہے گا اے کاش میں ہوتا اس قبر والے (مردہ) کی جگہ۔ اور یہ موت کی آرزو بحفاظت دین نہ ہوگی کہ اس شخص

[1] الضرمۃ المرۃ من الضرم النار اشتعلھا ۱۲ [2] ای لاتزول ۱۲ [3] ویروی جھجاہ وجھجا وکلھا اسم

فعه: ان من اشراط الساعة ان يتدافع اهل المسجد الامامة فلا يجدون اماما يصلى بهم (عبد الله بن حوالة) رفعه، يا ابن حوالة اذا رأيت الخلافة قد نزلت الارض المقدسة فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام والساعة يومئذٍ اقرب من الناس من يدى هذه من رأسك. هما لابى داود (ابو هريرة) رفعه، لاتقوم الساعة حتى تقتتل فئتان عظيمتان من المسلمين يكون بينهما مقتلة عظيمة دعواهما واحدة وحتى يبعث دجالون كذابون قريب من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله وحتى يقبض العلم وتكثر الزلازل ويتقارب الزمان وتظهر الفتن ويكثر الهرج وهو القتل وحتى يكثر فيكم المال فيفيض حتى يهم رب المال من يقبل صدقته وحتى يعرضه فيقول الذى عرض هو عليه لا ارب لى فيه وحتى يتطاول الناس بالبنيان وحتى يمر الرجل بقبر الرجل فيقول يا ليتنى مكانه وحتى تطلع الشمس من مغربها فاذا طلعت ورآها الناس

میں دین نام کو بھی نہ ہو گا بجز دنیوی کلفت اور بلا کے (کہ اس سے تنگ آکر زندگی پر موت کو ترجیح دے گا) ط ق، (ایضاً) فع: دن و رات ختم نہ ہوں گے (اور قیامت نہ آئے گی) یہاں تک کہ ایک شخص بادشاہ بنے جس کا نام جہجاہ ہو گا یا جہجل (س، (ایضاً) فع: زمین اُگل دیگی اپنے جگر گوشوں یعنی ستون کی مانند سیم و زر کو (کہ دفینے اور خزانے سب باہر نکل پڑیں گے) پس خونی آئے گا اور کہے گا میں اسکی (طلب) میں قتل کا مرتکب ہوا تھا اور (تعلق رشتہ داری کو) قطع کرنے والا آئے گا اور کہے گا میں نے اسی کی (محبت) میں قطع رحم کیا (اور مجرم بنا) اور چور آئے گا اور کہے گا کہ اسی (سلسلہ) میں میرا ہاتھ کاٹا گیا (کہ مال کی ہوس نے چوری کرائی اور اس کی سزا ملی ہاتھ کاٹے جانے سے) پھر اس مال کو سب چھوڑ جائیں گے اور اس میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔ (س) **ف** قرب قیامت میں زر و مال کی کثرت کے سبب اس کی طلب و رغبت نہ رہے گی بلکہ گذشتہ زمانہ میں اس کی ہوس و حرص تے جو اخلاقی جرم کرائے ان پر تحسر ہو گا۔ مگر یہ وسعت مال راحت بخش نہ ہو گی کہ نظامِ عالم اسی کی طلب و احتیاج پر رکھا گیا ہے۔ اور جب ہر شخص غنی ہو گا تو آقا کو نوکر اور امیر کو معمار و مزدور کبھی نہ ملے گا (سلامہ دختر حر، فع: قیامت کے شرائط میں یہ بھی ہے کہ اہلِ مسجد (نماز میں) امام بننے کو ایک دوسرے پر رکھیں گے اور ایک بھی امامت کے قابل نہ ملے گا جو ان کو نماز پڑھا دے (ق) (عبد اللہ بن حوالہ) فع: اے ابن حوالہ جب تو دیکھے کہ خلافت کا نزول ارض مقدسہ (یعنی ملکِ شام) میں ہو گیا تو قریب آلگے زلزلے اور پریشانیاں اور (علاماتِ قیامت کے) بڑے امور۔ اور قیامت اس وقت لوگوں کے اس سے بھی زیادہ قریب ہو گی جتنا میرا یہ ہاتھ تمہارے سر کے (قریب ہے) (ف بنی اُمیہ کی امارت کا زمانہ مراد ہے کہ زلزلۂ قیامت کے مقدمات اس وقت سے شروع ہو گئے (ابو ہریرہ) فع: قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں باہم لڑیں گی اور ان میں جنگِ عظیم ہو گی۔ دونوں کا دعویٰ ایک ہو گا (چنانچہ جنگِ صفین یا جنگ جمل کا وقوع ہوا کہ ہر فریق اپنے برسرِ حق ہونے کا مدعی تھا اور دونوں بزبانِ پیغمبر مسلمان ہیں کہ خطا، اجتہادی تھی) اور (قیامت نہ آئے گی) حتیٰ کہ تیس کے قریب جھوٹے مکار پیدا ہوں گے کہ ان میں ہر ایک گمان (اور دعویٰ) کرے گا کہ وہ اللہ کا پیغمبر ہے۔ (چنانچہ مختلف بلاد و ازمنہ میں بہتیرے مدعیان نبوت دجال ظاہر ہو چکے اور مر کھپ لئے) اور حتیٰ کہ علم قبض کر لیا جائے گا (کہ علماء

امنوا اجمعون فذلك حين لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن امنت من قبل او كسبت فی ايمانها خيرًا فلتقوا عن الساعة وقد نشر الرجلان ثوبهما بينهما فلا يتبايعانه ولا يطويانه ولتقومن الساعة وقد انصرف الرجل بلبن لقحته فلا يطعمه ولتقومن الساعة وهو يليط حوضه فلا يسقی فيه ولتقومن الساعة وقد رفع اكلته الی فيه فلا يطعمها ٭ وفی رواية : وحتی تعود ارض العرب مروجًا وانهارًا ٭ للشيخين (حذيفة[۲۶] بن اسيد الغفاری رفعه) انها لن تقوم الساعة حتی تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسیٰ ويأجوج ومأجوج وثلاثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب واٰخر ذلك نار تطرد الناس الی محشرهم ٭ وفی رواية : وريح تلقی الناس فی البحر ٭ وفی اخری : ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس فتبيت معهم حيث باتوا وتقيل معهم حيث قالوا ٭ لمسلم

حقانی وفات پا جائیں گے اور مبتدعین وبددین ملحدین کا زور ہوگا) اور زمانہ پاس پاس ہو جائے گا (کہ وقت کی برکت چھن جائے گی) اور فتنے ظاہر ہوں گے (کہ قسم قسم کی بد دینیوں کو دین بنا کر اہل حق کو ستایا جائیگا) اور خونریزی بہت ہوگی اور (حتی کہ تم میں مال بکثرت ہوگا (گویا) بہتا پھرے گا. یہاں تک کہ صاحب مال متفکر ہوگا کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے اور (حتی کہ اسکو پیش کرے گا مگر جس پر پیش کیا ہے وہ کہے گا کہ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے. (یہ زمانہ مہدیؑ میں ہوگا کہ کثرتِ مال کے سبب ہر شخص خوشحال ہوگا اور صدقہ قبول کرنے والا مسکین باوجود تلاش کے نصیب نہ ہوگا) اور (قیامت نہ آئے گی) حتی کہ لوگ تعمیرات اونچی اونچی بنانے میں فخر کریں گے (کہ ترقیات دنیا کا عشق ہوگا اور مدارس ومساجد یعنی دینی مکانات پامال اور شخصی ملکیت و چوپال بنیں گے) اور (حتی کہ کثرت افکار و فتن کے سبب) آدمی کسی شخص کی قبر پر گذرے گا تو کہے گا اے کاش میں اس کی جگہ (مردہ و مدفون) ہوتا (یعنی باوجود کثرت مال و ترقیات جدیدہ کے دنیا میں راحت کا نام نہوگا اور بے لطف جینے پر مرنیکو ترجیح ہوگی) اور (حتی کہ سورج اپنی مغربی سمت سے نکلے گا اور جب وہ (مغرب سے) نکلے گا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو سب ایمان لے آویں گے مگر وہ وقت ہوگا کہ کسی نفس کو جو کہ پہلے ایمان نہ لایا یا بحالتِ ایمان کارِ خیر نہ کیا تھا اس وقت ایمان لے آنا مفید نہ ہوگا پس قیامت (دفعۃً) قائم ہو جائے گی دراں حالیکہ دو آدمیوں نے (خرید و فروخت کے لئے) کپڑا پھیلا رکھا ہوگا اور وہ اسکو نہ بیچ سکیں گے نہ لپیٹ سکیں گے اور قیامت قائم ہو جائے گی دراں حالیکہ اپنی اونٹنی کا دودھ (دوہکر) لا رکھا ہوگا مگر اس کو چکھ بھی نہ سکے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی دراں حالیکہ اپنے منہ کی طرف نوالہ اٹھایا ہوگا مگر اس کو نگل بھی نہ سکے گا. اور ایک روایت میں یہ آیا ہے (قیامت نہ آئے گی) جب تک کہ عرب کی زمین باغات اور انہار نہ بن جائے (کہ عرب کے ریگستان میں جہاں زراعت بھی نہیں ہو سکتی نہریں جاری ہوں گی اور سرسبز و شاداب باغات لہلہا رہے ہوں گے. یہ تغیر عظیم اطلاع دے رہا ہے انقلاب عظیم اور وقوع قیامت کی) (ق (حذیفہ[۲۶] بن اسید غفاری) رفع : قیامت قائم نہوگی جب تک کہ اس سے قبل دس نشانیاں نہ دیکھ لوگے. پس ذکر فرمایا دھواں (کہ عالمگیر[۱] ہو کر پھیلے گا اور چالیس دن رہے گا مومنین پر زکام کا سا اثر ہوگا اور کافر بیہوش ہو جائیں گے) اور دجال (کا ظہور ہوگا) (کوہ[۳] صفا پھاڑ کر عجیب شکل کا) جانور (نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا اور تمام زمین کے کافروں کی ناک پر سیاہ مہر کر دیگا

لہ مرعی دابتنا تمرح الی الدواب ۱۲

وابی داود والترمذی (ابوھریرۃؓ) رفعہ: اذا اتخذ الفیٔ دولًا والامانۃ مغنمًا والزکوٰۃ مغرمًا وتعلم العلم لغیر الدین واطاع الرجل امرأتہ وعق امہ وادنی صدیقہ واقصی اباہ وظھرت الاصوات فی المسجد وساد القبیلۃ فاسقھم وکان زعیم القوم ارذلھم واکرم الرجل مخافۃ شرہ وظھرت القینات والمعازف وشربت الخمور ولعن آخر ھذہ الامۃ اولھا فلیرتقبوا عند ذلک ریحًا حمراء وزلزلۃ وخسفًا ومسخًا وقذفًا وآیات تتابع کنظام بالٍ انقطع سلکہ فتتابع۔ للترمذی (عوف بن مالکؓ) رفعہ: اعدد ستًا بین یدی الساعۃ موتی ثم فتح بیت المقدس ثم موتان یأخذ فیکم کعقاص الغنم ثم استفاضۃ المال حتی یعطی الرجل مائۃ دینار فیظل ساخطًا ثم فتنۃ لا یبقی بیت من العرب الا دخلتہ ثم ھدنۃ تکون بینکم وبین بنی الاصفر فیغدرون فیأتونکم تحت ثمانین غایۃ تحت کل غایۃ اثنا عشر الفًا۔ للبخاری (ابن عمرو بن العاص) رفعہ: اول الآیات خروجًا طلوع الشمس من مغربہا وخروج الدابۃ علی الناس ضحی وایتہما کانت قبل

اور مسلمانوں کی پیشانی پر نورانی لکیر کھینچ دے گا) اور سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا اور عیسٰیؑ بن مریم کا اترنا اور یاجوج و ماجوج (کا خروج کہ اولاد یافث بن نوح کے دو مفسد قبیلے ہیں) اور تین خسف (کہ زمین پھٹے گی اور مخلوق اس میں دھنس جائے گی) ایک خسف مشرقی زمین میں ہوگا اور ایک زمین مغرب میں اور ایک جزیرۂ عرب میں اور ان سب کے اخیر ایک آگ نکلے گی یمن سے جو ان کو ہانک کر لے جائے گی ان کے محشر (یعنی ملک شام) کی طرف۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک آگ برآمد ہوگی (یمن کے مشہور شہر) عدن کی تہ سے کہ ہانکے گی لوگوں کو جانبِ حشر کی طرف۔ اور ایک روایت میں اس دسویں نشانی کے متعلق یہ ہے کہ ہوا (چلے گی) جو ڈالے گی لوگوں کو سمندر میں۔ (ممکن ہے کہ گرم لو اور وہ ہوا ہو جس سے آگ برسے) اور ایک روایت میں ہے کہ آگ نکلے گی عدن کے پرلے کنارہ سے (کہ لوگ اس سے بھاگیں گے۔ اور وہ غلّہ کی بکریوں کی ان کو سمیٹ کر بسوئے شام چلنے پر مجبور کرے گی کہ) رات گذاریگی ان کے ساتھ جہاں بھی وہ رات گذاریں گے اور دوپہر کو ٹھیریگی جہاں بھی وہ ٹھیریں گے (کہ بقدر ضرورت ان کو خواب و قیام کا وقت دیتی ہوئی ملک شام میں لے آئے گی) س د ت۔ (ابوہریرہؓ) رفعہ: جس وقت غنیمت کو (کہ کفار سے حاصل ہوتا اور مجاہدین میں تقسیم ہونا چاہیئے) دولت بنالیا جائے (کہ حقوق شرعیہ کا لحاظ نہ کریں اور ذاتی مملوکہ بنالیں) اور امانت کو مال غنیمت سمجھ لیا جائے (گویا کافروں سے لوٹا ہوا مال حلال ہے) اور زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھ لیا جائے (کہ اس کا ادا کرنا چٹی و تاوان کی طرح شاق معلوم ہو) اور علم حاصل کیا جائے غیر دین کے لئے (کہ حدیث و فقہ پڑھنا بھی دنیا کمانے کے لئے ہو جائے) اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور ماں کی نافرمانی (کہ ماں پر بیوی کو ترجیح ہو) اور دوست کو اپنے پاس بٹھائے اور باپ کو دور کرے (کہ اپنے دوست باپ سے زیادہ پیارے ہو جائیں) اور آوازوں کا مسجد میں ظہور ہو (کہ جہاں ذکر اللہ بھی بلند آواز سے ہو، ادب سے دنیوی امور کے شور و شغب ہوں) اور قوم کا سردار ان کا فاسق شخص بن جائے اور قوم کا متکفل (چودہری) وہ بنے جو رذیل ہو (کہ افسری و حکومت بد دین اور کمینہ خصلت لوگوں کے ہاتھ میں آئے جنہیں نہ شرافت کا پاس ہو نہ شریعت کا لحاظ) اور آدمی کی عزت کی جائے اس کی شرارت کے اندیشہ سے (کہ ظالم کے خوفِ ظلم کے سبب اس کی عزت

فالمفی مرض بکثر الموت دمسر ۲ ۳ شہ الغایۃ والرایۃ سواء دمن رواہ بالموحدۃ اراد بہ الاجمۃ فشبہ کثرۃ الرماح بہا ۱۲ نہایۃ۔

لہ ای القوم دون قوم جمع دولۃ بالضم وہو ما یتداول من المال فیکون لقوم دون قوم ۱۲ نہایۃ سلہ ای انتقال الی رب ۱۲ سلہ بوزن البطلان الموت الکثیر ۳ سلہ بالضم داء یأخذ الغنم لا یلبثہا ان تموت دالموتان کثرۃ وقوع الموت

صاحبتها فالاخرى على اثرها قريبا ؛ لمسلم وابی داود (ابو امامۃ) رفعه : تخرج الدابۃ فتسم الناس على خراطيمهم ثم يعمرون فيكم حتى يشترى الرجل البعير فيقول ممن اشتريته ؟ فيقول اشتريته من احد المخطمين ؛ لاحمد (ابوهريرة) رفعه : بئس الشعب جياد قالها مرتين او ثلاثا قالوا بم يا رسول الله ؟ قال تخرج منه الدابة فتصرخ ثلاث صرخات فيسمعها من بين الخافقين ؛ للاوسط بضعف (حذيفة بن اسيد) اراه رفعه : تخرج الدابة من اعظم المساجد فبينما هم كذلك اذ دنت الارض فبينما هم كذلك اذ تصدعت قال ابن عيينة تخرج حين يسير الامام من جمع وانما جعل سابق الحاج ليخبر الناس ان الدابة لم تخرج ؛ للاوسط (ابن عمرو بن العاص) رفعه : اذا طلعت الشمس من مغربها خر ابليس ساجدا ينادى ويجهر الٰهى مرنى ان اسجد لمن شئت فتجتمع اليه زبانيته فيقولون يا سيدهم ما هذا التضرع ؟ فيقول انما سألت ربى

بغیر چارہ نہیں ہوتا) اور کھل جائیں گانیوالیاں اور باجے (کہ بے حیائی عام ہو کر کنچنیوں کے ناچ گانے اور طرح طرح کے مزامیر و باجے علی الاعلان ہونے لگیں) اور شرابیں پی جائیں اور اس امت کے پچھلے تبرا بازی کریں پہلوں پر (کہ ائمہ و فقہاء اور خلفاء راشدین پر طعن و تشنیع ہو) پس اس وقت انتظار کرو سرخ ہوا (اور خونی تند آندھی) کا اور (سخت) بالن کا اور زمین میں دھسنے اور صورتیں (خنزیر و بندر کی شکل میں) بدل جانے اور (آسمان سے) پتھر برسنے کا کہ بڑے بڑے اولے یا احجار پڑیں گے) اور دیگر نشانیوں کا جو اس طرح آگے پیچھے ظاہر ہونگی جیسے (ہار یا تسبیح کا) پرانا ڈورا ٹوٹ جائے اور دانے پے درپے گرنے لگیں۔ (ت) (عوف بن مالک) فع : گن چھ چیزیں قبل از قیامت میری وفات (کہ اولین علامت ہے خاتمۂ دنیا کی) اور بیت المقدس کا فتح ہونا (کہ خلافت فاروقی میں پورا ہوا) اور مری کہ تم میں پھیلے گی جیسے وبا پھیلتی ہے بکریوں میں (چنانچہ طاعون عمواس ہوا کہ تین روز میں ستر ہزار مسلمان لشکر نے وفات پائی) پھر (مال کی کثرت کہ ایک شخص کو سو دینار دیئے جائیں گے تب بھی وہ ناراض ہی رہے گا (چنانچہ خلافت عثمانی میں کثرتِ فتوحات و مال غنیمت سے ایسا وقوع ہوا) پھر ایک (عام) فتنہ کہ عرب میں ایک گھر بھی نہ بچے گا جس میں وہ گھس نہ جائے (چنانچہ شہادتِ عثمانی کا سانحہ پیش آیا۔) اس کے بعد صلح واقع ہوگی تمہارے اور رومیوں کے درمیان (کہ ان کا جدامجد روم بن عیصو بن یعقوب زرد رنگ مائل بسفیدی تھا) پس وہ بدعہدی کریں گے اور تم پر (چڑھکر) آئیں گے اسی علم کے نیچے کہ ہر علم کے ماتحت بارہ ہزار (فوجی سپاہی ہوں گے (خ) (ابن عمرو بن عاص) فع : پہلی نشانی (قرب قیامت کی) ظہور میں سورج کا مغرب سے نکلنا ہے اور جانور کا (کوہ صفا سے) چاشت کے وقت آدمیوں کے سامنے نکلنا۔ اور ان میں جونسی بھی پہلے ہوگی تو دوسری اس کے پیچھے قریب ہی ہوگی (س د) (ابو امامہ) فع : جانور (کوہ صفا سے) نکل کر (اہل کفر) لوگوں کی ناک پر (عصائے موسیٰ سے اونٹ کی نکیل کے مثل سیاہ) دھاری کر دے گا۔ پھر وہ تم میں رستے بستے رہیں گے (اور اس علامت سے بھی مخالف ولیشمان نہوں گے) حتی کہ ایک شخص اونٹ خریدے گا تو (بائع سے) پوچھے گا تم نے اس کو کس سے خریدا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ ناک پر دھبہ والے ایک شخص سے خریدا تھا۔ (م) (ابو ہریرہ) جیاد (کہ کوہ صفا کے قریب اس وقت محلہ ہے) بری وادی ہے۔ (دیا تین بار (آپ نے یہی فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا وجہ کیا ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا اس سے وہ جانور برآمد ہوگا (جو علامتِ قرب قیامت ہے) پس تین بار (جانور کی سی) آواز کرے گا جس کو سنے گی ساری آبادی جو ہر دو کنارہ زمین کے درمیان ہے۔ (و) (حذیفہ بن اسید) فع، وہ جانور

له ای الکافر نکتب علی خرطومہ ای انفہ والمؤمن نعلی جبہتہ ۱۲ که ای البلدان لانہا تخرج من مکۃ ۱۲

ان ینظرنی الی الوقت المعلوم ثم دابۃ الارض من صدع فی الصفا فاول خطوۃ تضعہا بانطاکیۃ فتاتی ابلیس فتلطمہ ۃ للکبیر والاوسط بضعف (معاذ) [۳۴] رفعہ؛ عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمۃ وخروج الملحمۃ [له] فتح قسطنطنیۃ وفتح القسطنطنیۃ [که] خروج الدجال ثم ضرب بیدہ علی فخذ الذی حدثہ او منکبہ ثم قال ان ھذا الحق کما انک قاعد ھھنا یعنی معاذاً ؛ وفی روایۃ: الملحمۃ الکبری وفتح القسطنطنیۃ وخروج الدجال فی سبعۃ اشھر ۃ لابی داود والترمذی (عبد اللہ بن بسر) [۳۵] رفعہ؛ بین الملحمۃ وفتح المدینۃ ست سنین ویخرج المسیح الدجال فی السابعۃ ۃ لابی داود (ابن عمرو بن العاص) [۳۶] بینما نحن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم نکتب اذ سئل ای المدینتین تفتح اولا قسطنطنیۃ او رومیۃ؟ فقال لا بل مدینۃ ھرقل اولا ۃ للدارمی (عائشۃ) [۳۷] رفعتہ؛ یکون فی اخر ھذہ الامۃ خسف ومسخ وقذف قلت یا رسول اللہ انھلک

سب سے بڑی مسجد (والے شہر یعنی مکہ) سے نکلے گا۔ پس اسی حال میں مشغول ہوں گے کہ زمین چیخنگی (اور لوحہ کی سی آواز برآمد ہوگی) پھر وہ دفعۃً پھٹ جائے گی۔ ابن عیینہ (راوی) کہتے ہیں کہ جانور کا خروج (چاشت کے وقت) ہوگا جس وقت کہ حج کا امام مزدلفہ سے چلا کرتا ہے اور اس کو حجاج کے آگے (سب سے پہلے مکہ میں آجانے والا) اسی لئے قرار دیا گیا ہے تاکہ ہر سال عدم خروج دابہ معلوم کرے اور لوگوں کو خبر دے کہ وہ نہیں نکلا (د) (ابن عمرو بن عاص) [۳۳] رفع: جب سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا تو ابلیس سجدہ میں گر پڑے گا اور بآواز بلند پکارے گا کہ الٰہی جس کے لئے بھی آپ مجھے سجدہ کا حکم دیں گے میں کرلوں گا مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوچکا ہوگا، پس اس کے چیلے چانٹے جمع ہوجائیں گے اور کہیں گے یہ آہ وزاری کیسی؟ کہے گا میں نے مردود ہوتے وقت) اپنے رب سے یہی درخواست کی تھی کہ مجھے ایک وقت مقررہ تک (زندہ رکھ کر گمراہ کرنے کی) مہلت دیجئے اور یہ وہی وقت مقررہ ہے (کہ اب نہ ایمان مقبول ہے نہ مہلت منظور) اس کے بعد زمین کا جانور کوہ صفا کی دراڑ سے (نکلے گا) پس پہلا قدم جو رکھے گا تو وہ انطاکیہ میں ہوگا کہ ابلیس تک پہونچے گا اور اس کے طمانچہ مارے گا (ک و) (معاذ) [۳۴] رفع: بیت المقدس کی آبادی کہ (نصاریٰ کے ہاتھوں بام ترقی پر ہوگی علامت ہے) یثرب (مدینۃ الرسل) کے ویران ہونے کی۔ اور یثرب کی ویرانی (نشانی ہے) جنگ عظیم کے ظہور کی (جس میں فیصدی ۹۹ مقتول ہوجائیں گے) اور جنگ عظیم (علامت ہے) فتح قسطنطنیہ کی (کہ اس وقت اس پر نصاریٰ کا قبضہ ہوگا) اور فتح قسطنطنیہ (نشانی ہے) خروج دجال کی۔ اس کے بعد آپ نے اس کی ران یا شانہ پر ہاتھ مارا جس سے یہ بیان فرما رہے تھے اور کہا کہ بلاشبہ یقینی ہونے والا ہے جیسے تم (اے معاذ) اس جگہ بیٹھے ہو (کہ اس میں شبہ ہی نہیں) اور ایک روایت میں ہے کہ جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال (تینوں واقعات) سات مہینے کے اندر ہوجائیں گے (د ت) (عبد اللہ بن بسر) [۳۵] رفع: جنگ عظیم اور فتح شہر (قسطنطنیہ) کے درمیان چھ سال (کا فصل) ہوگا اور مسیح دجال کا خروج ساتویں (سال) میں (د)

ف یہ حدیث اصح ہے اور پہلی کا ایک راوی مجروح ہے۔ ممکن ہے سال کی جگہ غلطی سے مہینہ نقل ہوگیا ہو۔

(ابن عمرو بن عاص) [۳۶] ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے (وحی یا قرآن) لکھ رہے تھے کہ کسی نے آپ سے سوال کیا۔ دونوں شہروں میں پہلے کون سا فتح ہوگا۔ یعنی قسطنطنیہ یا رومیہ؟ فرمایا نہیں بلکہ ہرقل (قیصر روم) کا شہر (رومیہ) اول فتح ہوگا (دی) (عائشہ) [۳۷] رفع: اس امت محمدیہ کے آخری لوگوں میں دھنسنے

له بالحاء المہملۃ الحرب ۱۲ که بضم القاف وسکون وضم الطاء الاولی وکسر الثانیۃ وباء ساکنۃ ونون نسبۃ الی قسط مع زیادۃ تاء التانیث مدینۃ فی بلاد الروم فتحت فی زمن عثمان وتفتح عند خروج الدجال ۱۲ ابو الحسن ۱۲

وفينا الصالحون؟ قال نعم اذا كثر الخبث[1] د للترمذی (نافع[38] بن عتبة بن ابی وقاص) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقوم من قبل المغرب علیھم ثیاب الصوف تغزون جزیرۃ العرب فیفتحھا اللہ ثم فارس فیفتحھا اللہ ثم تغزون الروم فیفتحھا اللہ ثم تغزون الدجال[2] فیفتحہ اللہ د لمسلم (جابر[39]) سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشھر تسألونی عن الساعۃ وانما علمھا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ الیوم یأتی علیھا مائۃ سنۃ وھی حیۃ یومئذ فسرھا عبد الرحمن صاحب السقایۃ نقص العمر قال سالم بن ابی الجعد انما ھی نفس مخلوقۃ یومئذ د لمسلم والترمذی ولھما وللبخاری وابی داود عن

اور صورت بدلنے اور (آسمان سے) پتھر برسنے (کے عذاب) ہوں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم ہلاک کر دیئے جائیں گے حالانکہ ہم میں نیکوکار بھی ہوں گے؟ فرمایا ہاں۔ جب خباثت (اور کفر و فجور) بڑھ جائے گا (تو عذاب عام ہوگا جس میں اچھے برے سب ہلاک ہوں گے مگر اچھوں کی موت سزا نہ ہوگی بلکہ رحمت ہوگی کہ کسی بستی میں ۹۹ فیصدی اگر مر جائیں اور ایک زندہ رہے تو یہ زندگی اس کے لئے پریشان کن ہے کہ ضروریات زندگی کا پورا ہونا بھی دشوار۔ لہٰذا اس کو بھی وفات دیکر اس ضیق سے بچا لیا جائے گا۔ اور قیامت کے دن اپنی اپنی نیتوں پر محشور ہو کر طلحاء سزا پائیں گے اور صلحاء دوہرا اجر (نافع[38] بن عتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مغربی قوم سے جن کے کپڑے اُون کے تھے فرمایا کہ تم جزیرۂ عرب کے (جو شہر اب تک اسلامی قبضہ میں نہیں آئے اُن پر) جہاد کروگے اور اللہ اس کو فتح کرائے گا۔ پھر فارس پر جہاد کروگے اور اللہ فتح دے گا۔ پھر تم روم پر جہاد کروگے اور اللہ اسے فتح کرائے گا اور اس کے (ایک مدت) بعد دجال پر جہاد کروگے اور اللہ اس کے (مقبوضہ شہروں پر) فتح بخشے گا (س) (جابر[39]) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے ایک مہینہ قبل یہ فرماتے سُنا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو کہ کب آئے گی؟ اور اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔ ہاں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کوئی ایسا جاندار نہیں کہ اس پر سو برس گذریں اور وہ زندہ رہے۔ عبد الرحمٰن صاحب سقایہ نے اس کا مطلب بیان کیا ہے عمریں کم ہونے کا (کہ عمریں سو برس کم ہوں گی) اور سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ (صرف) اس وقت کی مخلوق کی جانیں مراد ہیں (س ت) اور ابن عمر سے بھی اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ مراد یہ تھی کہ (آج سے پورے سو برس میں صحابہ کا یہ قرن ختم ہو جائے گا کہ اس کا نام قیامت وسطیٰ ہے اور وہ نمونہ ہے قیامت کبریٰ کا) (عائشہ[40]) بدوی لوگ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ سے پوچھا کرتے کہ قیامت کب آئے گی۔ پس اس میں جو بھی سب سے کم عمر ہوتا اسے دیکھ کر فرمایا کرتے کہ اگر اس کی زندگی ہوئی تو اسے بڑھاپا نہ آئے گا کہ تم پر قیامت آجائے گی۔ حضرت ہشام کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مراد ہے (کہ وفات محمدی امت کے لئے گویا قیامت ہے۔ اور یوں بھی پہلی علامت قیامت ہے کہ ختم نبوت شرط ہے ختم دنیا کی) (ق) (ابو سعید[41]) فع: صدی ختم ہونے پر آج جو نفس زندہ ہے زمین پر کوئی نہ رہے گا (دین) (ابن مسعود[42]) فع: اگر دنیا کا صرف ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اس کو دراز کرے گا یہاں تک کہ اس میں بھیجے گا ایک شخص کو جو میرا (ہوگا) یا فرمایا کہ میرے اہل بیت سے ہوگا اس کا نام موافق ہوگا میرے نام کے اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے۔ بھر دے گا زمین کو عدل و انصاف سے جیسی کہ بھری ہوئی ہوگی ظلم و زیادتی سے (د ت) ف امام مہدی مراد ہیں کہ محمد بن عبد اللہ نام ہوگا اور غالباً باپ کی طرف سے

---

[1] بضم الخاء و سکون الباء ای الفجور [2] ای کنیت الدجال ۱۲

ابن عمر بنحوہ وفیہ یرید بذلک ان ینخرم ذلک القرن ﴿ ؛ ﴾ (عائشۃؓ) کان الاعراب اذا قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سألوہ عن الساعۃ متی الساعۃ؟ فینظر الی احدث الناس منھم فیقول ان یعش ھذا لم یدرکہ الھرم حتی قامت علیکم الساعۃ قال ھشام یعنی موتہ ؛ للشیخین (ابو سعیدؓ) رفعہ: لاتأتی مائۃ سنۃ وعلی الارض نفس منفوسۃ الیوم ؛ لرزین (ابن مسعودؓ) رفعہ: لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطول اللہ ذلک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا ؛ لابی داود والترمذی (ام سلمۃؓ) رفعتہ: المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ ؛ لابی داود (ابو سعیدؓ) رفعہ: المھدی منی اجلی الجبھۃ اقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما یملک سبع سنین ؛ للترمذی وابی داود ولفظہ (علیؓ) ونظر الی ابنہ الحسن فقال ان ابنی ھذا سید کما سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم یشبھہ فی الخُلق ولا یشبھہ فی الخَلق ؛ لابی داود (عنہؓ) رفعہ: المھدی منا اھل البیت یصلحہ اللہ فی لیلۃ ؛ للقزوینی (فاطمۃ بنت قیسؓ) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر فنودی الصلوۃ جامعۃ فلما قضی الصلوۃ جلس علی المنبر وھو یضحک فقال لیلزم کل انسان مصلاہ ثم قال ھل تدرون لم جمعتکم؟ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال انی واللہ ما جمعتکم لرغبۃ ولا لرھبۃ ولکن جمعتکم لان تمیما الداری کان رجلا نصرانیا فجاء فبایع واسلم وحدثنی حدیثا

حسنی اور ماں کی طرف سے حسینی ہوں گے۔ قربِ قیامت آپ کا ظہور ہوگا کہ اس زمانہ کے ابدال (و اولیا) آپ کی جستجو میں ہوں گے اور اس وقت جبکہ آپ طوافِ کعبہ میں مشغول اور حجرِ اسود و مقامِ ابراہیم کے درمیان ہوں گے اہلِ دل اولیاء آپ کو پہچانیں گے اور زبردستی گھیر گھار کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ چنانچہ آپ حاکم بن کر مسلمانانِ عالم کی فوج سے کفار دیلک ساتھ جنگِ عظیم کریں گے اور آپ کا زمانہ عدل و انصاف اور اتباعِ شریعتِ محمدیہ میں پورا نمونہ ہوگا قرنِ محمدیؐ کا (ام سلمہؓ) فع: مہدی میرے خاندان سے ہوں گے یعنی فاطمہ کی اولاد میں (د) (ابو سعیدؓ) فع: مہدی (آخر الزمان) میرے (نسب سے) ہیں چمکتی پیشانی اونچی ناک کہ بھر دیں گے زمین کو داد و عدل سے جیسا کہ وہ بھری ہوئی تھی جور و ظلم سے۔ حکومت کریں گے سات برس (ت د) (علیؓ) نے اپنے بیٹے حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ میرا یہ لڑکا سیّد (اور سردار) ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ نام تجویز فرمایا۔ اور (آئندہ) اس کی صلب (اور نسل سے) ایک شخص (مہدی آخر الزماں کا) ظہور ہوگا جو ہمنام ہوگا تمہارے نبی (محمد بن عبداللہ) کے۔ عادات میں آنحضرت کے مشابہ ہوگا مگر صورت و شکل میں آپ کے مشابہ نہ ہوگا (د) (ایضاً) فع: مہدی ہم میں سے یعنی اہلِ بیت میں سے ہے کہ اللہ اس کو ایک رات (یعنی ذرا دیر) میں (حکومت عامہ کے لئے اہل اور) قابل بنا دے گا۔ (ہ) (فاطمہؓ دختر قیس) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور پکارا گیا کہ (نماز کے لئے آؤ وہ تم کو) جمع کرنا چاہتی ہے۔ پس جب آپ نماز پڑھ چکے تو مسکراتے ہوئے ممبر پر بیٹھے اور فرمایا ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھا رہے (کہ مجھے کچھ کہنا ہے) اس کے بعد فرمایا کیا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا

لہ ای الحزن بادواو نحیا وادرسیا ۱۲ ملکہ وفی روایۃ او قال یوم من ۱۲

وافق الذی کنت احدثکم عن المسیح الدجال حدثنی انہ رکب فی سفینۃ بحریۃ مع ثلاثین رجلا من لخم وجذام فلعب بھم الموج شہرًا فی البحر ثم ارفئوا الی جزیرۃ فی البحر حیث مغرب الشمس فجلسوا فی اقرب السفینۃ فلقیتھم دابۃ اھلب کثیر الشعر لا یدرون ما قبلہ من دبرہ فقالوا ویلک ما انت؟ قالت انا الجساسۃ قالوا وما الجساسۃ؟ قالت ایھا القوم انطلقوا الی ھذا الرجل الذی فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق قال لما سمعت لنا رجلا فرقنا منھا ان تکون شیطانۃ فانطلقنا سراعا حتی دخلنا الدیر فاذا فیہ اعظم انسان رأیناہ قط خلقًا واشدہ وثاقا مجموعۃ یداہ الی عنقہ ما بین رکبتیہ الی کعبیہ بالحدید قلنا ویلک ما انت؟ قال قد رتم علی خبری فاخبرونی ما انتم قالوا نحن ناس من العرب رکبنا فی سفینۃ بحریۃ فصادفنا البحر حین اغتلم فلعب بنا الموج شہرًا ثم ارفئنا الی جزیرتک ھذہ فجلسنا فی اقربھا فدخلنا الجزیرۃ فلقینا دابۃ اھلب کثیر الشعر لا ندری ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر فقلنا ویلک ما انت؟ فقالت الجساسۃ قلنا وما الجساسۃ؟ قالت

میں نے تمکو کسی (امر دین و دنیا کی) رغبت یا خوف (دلانے) کی خاطر جمع نہیں کیا بلکہ اس لئے جمع کیا ہے کہ تمیم داری نصرانی تھا اور اس نے آکر (مجھ سے) بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور ایک خبر مجھے سنائی جو اس کے موافق پڑی کہ میں مسیح دجال کے متعلق تم سے بیان کیا کرتا تھا لہٰذا میں نے چاہا کہ معاینہ کی تائید سے وہ خبر تمہارے ذہن میں بٹھا دوں) تمیم نے مجھے یہ خبر سنائی کہ وہ (بجلہ کے) قبیلہ لخم وجذام کے تیس نفر کیساتھ (بضرورت سفر) دریائی جہاز میں سوار ہوا اور موج ایک مہینہ تک سمندر میں ان کیساتھ کھیل کرتی رہی (کہ کبھی کسی طرف لے گئی اور کبھی کسی طرف) آخر کار غروب آفتاب کے وقت ایک ٹاپو پر لنگر ڈالا اور ایک ڈونگی میں (کہ کوتل گھوڑے کی طرح جہاز کے ساتھ ہوا کرتی ہیں) بیٹھ کر جزیرے میں اترے۔ پس انکو ایک جانور ملا بکثرت بالوں والا کہ کچھ پتہ نہ چلتا تھا اس کا آگا کدھر ہے کہ پیچھا کدھر۔ اور انہوں نے (براہ تعجب) کہا کمبخت تو کون بلا ہے، اس نے کہا میں جاسوس ہوں (کہ آسنے جانے والوں سے خبریں معلوم کر کے دجال کو پہونچاتا تھا) پوچھے جاسوس کیسا۔ اس نے کہا صاحبو اس شخص کے پاس چلو جو اس گرجا میں ہے کہ وہ تمہاری خبر (سننے) کا بہت مشتاق ہے۔ تمیم نے کہا کہ جب اس نے آدمی کا نام لیا تو ہم ڈرے کہ (کوئی بھتنی) شیطان نہو۔ غرض ہم تیز رفتار چل کر گرجا میں پہونچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بڑا قدآور اور مضبوط بندھا ہوا آدمی ہے کہ اس جیسا پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اس کے ہاتھ گردن میں جکڑے ہیں اور گھٹنوں سے لیکر ٹخنوں تک لوہے (کی زنجیروں) میں بندھا ہوا ہے۔ ہم نے کہا کم بخت تو کون بلا ہے۔ بولا تم قادر ہو گئے میری خبر (معلوم کر لینے) پر (لہٰذا اب چھپانا فضول ہے مگر پہلے) تم بتاؤ کہ کون ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم عرب کے آدمی ہیں۔ دریائی جہاز میں سوار ہوا اور (وہ وقت سمندر میں جوش کا تھا) پس اس کی موجیں مہینہ بھر تک ہمارے ساتھ کھیل کرتی رہیں اور اس کے بعد ہم تیرے اس جزیرہ پر لنگر انداز ہوئے اور ڈونگی میں بیٹھ کر جزیرہ میں داخل ہوئے تو ہمیں ایک جانور ملا زیادہ بالوں والا کہ بالوں کی کثرت کے سبب اس کے آگے اور پیچھے کی تمیز نہ ہوتی تھی۔ پس ہم نے کہا تو کون بلا ہے؟ اس نے کہا جاسوس ہوں۔ ہم نے کہا جاسوس کیا چیز۔ اس نے کہا اس شخص کے پاس چلو جو گرجا میں ہے کہ وہ تمہاری خبر (سننے) کا زیادہ مشتاق ہے لہٰذا ہم تیز قدم تیری طرف لپکے اور گھبرائے اور ہمیں اندیشہ ہوا کہ بھتنی نہو۔ پس اس (ربیڑی سے جکڑے ہوئے انسان) نے کہا اچھا مجھے بیسان کے نخلستان کی حالت سناؤ (جو ملک حجاز میں ایک بستی ہے) ہم نے کہا اس کی کس حالت کو دریافت کرنا چاہتا ہے کہا اس کے درختوں

له بنج فارب وہی الصغیرة ۱۲ سله فزعنا ۱۲ سله الھلب بالضم الشعر کلہ او ما غلظ منہ او شعر الذنب او شعر الخنزیر الذی یخرز بہ وبالتحریک کثرۃ الشعر وہو اھلب ۱۲ ناموس۔

اعمد والی هذا الرجل الذی فی الدیر فانه الی خبرکم بالاشواق فاقبلنا الیک سراعا وفزعنا منها ولم نأمن ان تکون شیطانة فقال اخبرونی عن نخل بیسان قلنا عن ای شانها تستخبر؟ قال اسألکم عن نخلها هل تثمر؟ فقلنا له نعم قال اما انها توشک ان لا تثمر قال اخبرونی عن بحیرة طبریه[1] قلنا عن ای شانها تستخبر؟ قال هل فیها ماء؟ قالوا هی کثیرة الماء قال اما ان ماءها یوشک ان یذهب قال اخبرونی عن عین زغر[2] قالوا عن ای شانها تستخبر؟ قال هل فی العین ماء وهل یزرع اهلها بماء العین؟ قلنا له نعم هی کثیرة الماء واهلها یزرعون من مائها قال اخبرونی عن نبی الامیین ما فعل؟ قالوا قد خرج من مکة ونزل یثرب قال اقاتله العرب؟ قلنا نعم قال کیف صنع بهم؟ فاخبرناه انه قد ظهر علی من یلیه من العرب واطاعوه قال لهم قد کان ذلک؟ قلنا نعم قال اما ان ذلک خیر لهم ان یطیعوه وانی مخبرکم عنی انا المسیح وانی یوشک ان یؤذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریة الا هبطتها فی اربعین لیلة غیر مکة وطیبة فانهما محرمتان علی کلتاهما کلما اردت ان ادخل واحدة منهما استقبلنی ملک بیده السیف صلتا یصدنی عنها وان علی کل نقب من انقابها ملئکة یحرسونها قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وطعن بمخصرته فی المنبر هذه طیبة هذه

کھجور کی بابت کہ پھل لاتے ہیں یا نہیں۔ ہم نے کہا ہاں لاتے ہیں۔ بولا قریب ہے وہ وقت (قیامت کا) کہ ان میں پھل نہ آئے گا (اس کے بعد) کہا اب مجھے مطلع کرو بحیرہ طبریہ سے (کہ ملک شام میں اردن کے قریب ایک قصبہ ہے۔ اور طبرانی محدث یہیں کے باشندہ تھے) ہم نے کہا اس کی کس بات کی خبر پوچھنا چاہتا ہے؟ بولا اس میں پانی ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا ہاں اس میں بہتیرا پانی ہے بولا قریب ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جائے۔ پھر کہا کہ مجھے خبر دو چشمہ زغرہ کے متعلق (کہ شام کا ایک شہر ہے) ہم نے کہا اس کی کس بات کی خبر چاہتا ہے۔ بولا کیا اس چشمہ میں پانی ہے اور اسکے پانی سے بستی کے لوگ کاشت کرتے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں اس میں بہتیرا پانی ہے اور اہل بستی اسی کے پانی سے کاشت کرتے ہیں۔ بولا اچھا مجھے اطلاع دو اَن پڑھوں (یعنی اہل عرب) کے پیغمبر کی بابت کہ ان کا کیا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ہاں وہ مکہ سے چلے آئے اور یثرب میں آ ٹھیرے۔ بولا کیا اہل عرب نے ان سے جنگ کی۔ ہم نے کہا ہاں۔ بولا پھر انہوں نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ پس ہم نے اس کو مطلع کیا کہ وہ اپنے آس پاس کے تمام عرب پر غالب آئے اور باشندوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔ بولا سُن لو۔ ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ ان کی اطاعت کریں (کیونکہ یہ اطاعت ہی قیامت کو روکے ہوئے ہے) اور اب میں تم کو اپنے متعلق آگاہ کرتا ہوں کہ میں مسیح (دجال) ہوں اور قریب ہے وہ وقت کہ مجھے نکلنے کی اجازت ہو۔ کہ میں نکل کر چالیس دن کے اندر تمام زمین کا گشت کروں اور کوئی بستی نہ چھوڑوں جس میں داخل نہ ہوں بجز مکہ اور طیبہ (مدینہ منورہ) کے کہ وہ دونوں مجھ پر حرام کر دیئے گئے ہیں۔ جب بھی ان میں کسی ایک کے اندر داخل ہونے کا ارادہ کروں گا ایک فرشتہ جس کے ہاتھ میں ننگی ہوئی تلوار ہوگی میرے سامنے آئے گا کہ مجھے اس سے روکے گا اور اس کے ہر راستہ پر فرشتے ہوں گے جو اس کی نگہبانی کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ تمام قصہ سنا کر) اپنی چھڑی کو ممبر پر مارا اور فرمایا یہی ہے طیبہ یہی ہے طیبہ (جس میں دجال گھس نہ سکے گا) کیا میں نے تم کو (بعینہٖ) یہی خبر نہیں دی تھی؟ لوگوں نے کہا جی ہاں (بے شک یہی خبر دی تھی) فرمایا پس مجھے تمیم داری کی یہ اطلاع پسند

[1] بلدة بالروم وفی القاموس وطبریة محرکة قصبة الاردن والنسبة طبرانی ١٢
[2] زغر بلدة بالشام ١٢

طيبة هذه طيبة الا هل كنت حدثتكم ذلك؟ فقال الناس نعم قال فانه اعجبني حديث تميم انه وافق الذي كنت حدثتكم عنه وعن المدينة ومكة الا انه في بحر الشام او بحر اليمن لا بل من قبل المشرق و ما هو من قبل المشرق ما هو من قبل المشرق ما هو واومأ بيده الى المشرق قالت فحفظت هذا من رسول الله صلے الله عليه وسلم. ومن رواياته، قالت فسمعت النبي صلے الله عليه وسلم وهو على المنبر يخطب فقال ان بني عم لتميم الداري ركبوا في البحر وساق الحديث. ومنها ان النبي صلے الله عليه وسلم اخرج تميما الى الناس فحدثهم ومنها: قال صلے الله عليه وسلم ايها الناس حدثني تميم الداري ان اناسا من قومه كانوا في البحر في سفينة لهم فانكسرت بهم السفينة فركب بعضهم على لوح من الواح السفينة فخرجوا الى جزيرة وساق الحديث ومنها: قالت صلے الظهر ثم صعد المنبر: ومنها: انه اخر العشاء الآخرة ذات ليلة ثم خرج فقال انه حبسني حديث كان يحدثنيه تميم الداري عن رجل كان في جزيرة بنحوه. وفيه: ان الجساسة قالت له اذهب الى ذلك القصر فاتيته فاذا رجل يجر شعره مسلسل في الاغلال ينزو فيما بين السماء والارض. ومنها: ان ناسا من اهل فلسطين ركبوا سفينة في البحر فجالت بهم نحوه. وفيه: قالت انا الجساسة قالوا فاخبرينا قالت

آئی کہ اس کے موافق پڑی جو میں تم کو دجال اور مدینہ و مکہ کے متعلق دیا کرتا تھا سنو کہ وہ (دجال) بحر شام میں ہے یا بحر یمن میں۔ نہیں بلکہ مشرق کی جانب سے۔ ہاں بجانب مشرق ہے بجانب مشرق ہے اور دست مبارک سے مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔ دختر قیس کہتی ہیں میں نے یہ (تمام قصہ خاص) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سن کر) یاد رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے وہ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممبر پر بیان کرتے سنا کہ فرمایا تمیم داری کے چچیرے بھائی (اور کنبہ کے لوگ) سمندر میں (سفر کے لئے) کشتی پر سوار ہوئے اور آگے پورا قصہ نقل کیا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمیم کو لوگوں کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے (خود اپنا چشم دید قصہ) ان سے نقل کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو۔ مجھ سے تمیم داری نے بیان کیا کہ چند آدمی ان کی قوم کے اپنی ایک کشتی کے اندر سمندر میں تھے کہ کشتی (موج کے تھپیڑوں سے) ٹوٹ گئی اور کچھ لوگ کشتی کے ایک تختہ پر بیٹھ کر ایک جزیرہ میں جا پہونچے۔ اور آگے وہی حدیث نقل کی اور ایک روایت میں ہے۔ دختر قیس کہتی ہیں آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر ممبر پر چڑھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شب آپ نے نماز عشاء کو موخر کیا (کہ وقت معہود سے دیر ہوگئی) اور اس کے بعد آپ تشریف لائے اور فرمایا مجھے ایک واقعہ نے روک لیا تھا جو تمیم داری مجھ سے بیان کر رہے تھے ایک شخص (یعنی دجال) کے متعلق جو جزیرہ میں تھا الخ اور اسی میں یہ ہے کہ جساسہ نے کہا اس محل کی طرف چل۔ چنانچہ میں وہاں آیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص جس کے بال (اتنے لمبے ہیں کہ زمین پر) گھسٹتے ہیں طوق و زنجیر میں جکڑا ہوا ہے (بیڑیاں توڑانے کے لئے) کودتا ہے آسمان و زمین کے درمیان۔ اور بروایتے چند نفر اہل فلسطین سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوئے اور وہ طوفان میں آگئی الخ اور اسی میں ہے اس نے کہا میں جاسوس ہوں۔ ان لوگوں نے کہا ہمیں (اپنے حالات سے) مطلع کر۔ اس نے کہا نہ میں تم کو کچھ بتاؤں گا نہ تم سے کچھ پوچھوں گا۔ ہاں بستی کے پرلے کنارہ چلو کہ وہاں وہ شخص ہے جو تم کو بتائے گا بھی اور تم سے پوچھے گا بھی چنانچہ ہم بستی کے پرلے کنارہ آئے تو دیکھتے کیا ہیں ایک شخص ہے بندھا ہوا الخ اور اسی میں ہے کہ اس نے کہا مجھے مطلع کرو بیسان کے نخلستان سے جو کہ اردن اور فلسطین کے درمیان ہے آیا پھل لاتا ہے یا نہیں۔

لا اخبرکم ولا استخبرکم ولکن ائتوا اقصی القریۃ فان ثم من یخبرکم ویستخبرکم فاتینا اقصی القریۃ فاذا
رجل موثق بنحوہ ۱۰ وفیہ ؛ قال اخبرونی عن نخل بیسان الذی بین الاردن[۱۱] وفلسطین ھل اطعم؟ قلنا نعم ۱۰
لمسلم والترمذی وابی داؤد ولہ عن جابر نحوہ وفیہ ؛ شہد جابر انہ ابن صیاد قلت فانہ قد مات قال وان
مات قلت فانہ اسلم قال وان اسلم قلت فانہ دخل المدینۃ قال وان دخل المدینۃ ۱۰ (النواس[۴۸] بن سمعان)
ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدجال ذات غداۃ فخفض[۴۹] فیہ ورفع حتی ظنناہ فی طائفۃ النخل فلما رحنا
الیہ عرف ذلک فینا فقال ما شانکم؟ قلنا یا رسول اللہ ذکرت الدجال غداۃ فخفضت فیہ ورفعت
حتی ظنناہ فی طائفۃ النخل فقال غیر الدجال اخوفنی علیکم ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان
یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم انہ شاب قطط[۵۰] عینہ طافیۃ کانی اشبہہ
بعبد العزی بن قطن فمن ادرکہ منکم فلیقرأ علیہ فواتح[۵۱] سورۃ الکہف فانہ خارج خلۃ[۵۲] بین الشام و
العراق فعاث[۵۳] یمینا وعاث شمالا یا عباد اللہ فاثبتوا قلنا یا رسول اللہ وما لبثہ فی الارض؟ قال اربعون
یوما یوم کسنۃ ویوم کشہر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم قلنا یا رسول اللہ فذالک الیوم الذی

ہم نے کہا ہاں لاتا ہے۔ (س د ت) اور ابو داؤد میں جابر سے اسی طرح مروی ہے اور یہ بھی ہے کہ جابر نے یقین کے ساتھ
کہا کہ وہ ابن صیاد تھا۔ میں نے کہا وہ تو مر چکا (اور یہ دجال زندہ ہے کہ تمیم کی اس سے ملاقات ہوئی) فرمایا اگرچہ مر چکا
میں نے کہا وہ تو اسلام لے آیا تھا (اور دجال کافر ہے) فرمایا اگرچہ اسلام لے آیا تھا۔ میں نے کہا وہ تو مدینہ میں آیا
تھا (اور دجال مدینہ میں گھس نہ سکے گا) فرمایا اگرچہ مدینہ میں آیا تھا۔ **ف** ابن صیاد جس کا قصہ آگے آئے گا مدینہ
کا ایک یہودی تھا جس میں سحر و کہانت کا اثر تھا بعض صحابہ کا خیال بلکہ یقین تھا کہ یہی وہ دجال معہود ہے اور
اس کا مرنا اور مدینہ میں رہنا اور اسلام لانا اس پر حمل کرتے تھے کہ موت اس کی محض ظاہری یا گمشدگی تھی کہ
اس کو یہاں سے جا کر جزیرہ میں مقید کر دیا گیا اور اسلام کے بعد وہ مرتد ہو گیا اور مدینہ میں نہ گھسنا
اسی وقت کا مراد ہے جبکہ ابتلاء عام کے لئے قرب قیامت اس کا خروج ہوگا۔ اس میں شک نہیں کہ دجل و
تلبیس کی وجہ سے دجال ہونا اس پر صادق ہے گو دجال معہود نہ ہو۔ اور بعض علامات میں اشتراک کی وجہ سے
بالخصوص جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس اشتباہ کو صاف کرنے والی کوئی بات نہیں فرمائی تو اسکو
دجال معہود سمجھ لینا بعید نہیں۔ مگر غالب خیال یہی ہے کہ دجال معہود دوسرا ہے جو یہودی ہوگا اور بزمانہ
مہدی آخر الزمان شام و عراق کے درمیان سے نکل کر اول دعوئ نبوت کرے گا۔ پھر اصفہان میں پہونچے گا۔
اور وہاں کے ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے تو خدا ہونے کا دعویٰ شروع کر دے گا۔ ملکوں
ملکوں گشت کرتا ہوا یمن کی سرحد تک پہونچے گا اور پھر مکہ کے قریب آ کر ٹھیرے گا مگر اندر نہ گھس سکے گا۔
ہزاروں لاکھوں اس پر ایمان لا کر گمراہ ہوں گے۔ آخر باب لُد کے قریب کہ ایک مقام ہے حضرت عیسیٰ مسیح کے
نیزہ سے مارا جائے گا اور اس کا لشکر اسلامی فوج کے ہاتھوں جس کے امیر امام مہدی ہوں گے قتل و برباد
ہوگا۔ حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے خروج کو اول شام یا یمن کے سمندر سے فرمایا اور
پھر امر تحقیقی یعنی مشرقی جانب کی تعیین فرمائی۔ مگر مشرقی جانب میں بھی شہر یا بستی کو نامزد نہیں فرمایا۔ تاکہ وقت
قیامت کو مخلوق سے مبہم رکھنے میں ابتلاء و امتحان کے متعلق حق تعالیٰ کی جو مصلحت ہے وہ محفوظ رہے

---

[۱۱] بلدتین بشد النون کورۃ بالشام ۱۲ قاموس [۴۹] ہون امرہ ووہنہ ورفع ای عظم فتنتہ ورفعہا ۱۲ [۵۰] شدید الجعودۃ او حسن الجعودۃ ۱۲ نہایہ [۵۱] ای اوائلہا وقد جاء من اواخرہا فالوجہ الجمع بینہما ۱۲ [۵۲] ای طریقا وردی بالحاء المہملۃ من الحلول ای سمت ذلک وقبالہ ۱۲ [۵۳] ای مفسد و بارز یقال عاث یعیث عیثا افسد و برز ۱۲

كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال لا اقدروا له قدره قلنا يا رسول الله وما اسراعه في الارض؟
قال كالغيث استدبرته الريح فيأتي على القوم فيدعوهم فيؤمنون به ويستجيبون له فيأمر السماء
فتمطر والارض فتنبت فتروح عليهم سارحتهم اطول ما كانت ذرى واسبغه ضروعا وامده خواصر

اور یہی ابہام سبب ہوا ابن صیاد کے متعلق صحابہ کے اشتباہ کا) نواس بن سمعان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح کو دجال کا ذکر کیا اور اس کے متعلق نیچ اونچ سب دکھائی (کہ آنکھ سے کانا ہے جس کا خدا ہونا احمق بھی نہیں مان سکتا۔ مگر خارق عادات امور اتنے ظاہر کرے گا کہ بڑے بڑے اس کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے) حتی کہ ہم نے سمجھا کہ وہ (قریب ہی شہر سے باہر) کسی نخلستان میں ہے۔ پس جب شام کو ہم حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے ہم میں (افسردگی و پریشانی کو) محسوس فرمایا اور پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ ہم نے کہا یارسول صبح آپ نے دجال کا تذکرہ فرمایا اور نیچا بھی ڈالا اور اونچا بھی اٹھایا حتی کہ ہم نے سمجھا کہ وہ (پاس ہی) درختہائے کھجور میں (چھپا بیٹھا اور نکلا چاہتا) ہے۔ فرمایا دجال (کے اثر) کا مجھے تم پر فکر نہیں اس سے زیادہ تو دوسرے (فتنوں) کا خوف ہے (لہذا پریشان نہ ہو) اگر اس کا خروج بالفرض میری موجودگی میں ہوا تو میں تم سے ورے اس کا مقابل ہوں (کہ سب نمٹ لوں گا اور تم پر آنچ نہ آنے دوں گا) اور اگر نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنے ذات کا حجت کنندہ (مدافع) ہے اور اللہ میرا خلیفہ (وکیل) ہے ہر مسلمان پر (کہ حجت واستقلال بخش کر اس کے ایمان کی محافظت کرے گا۔ اور میں اس کی شناخت بتاتا ہوں کہ) وہ جوان ہے خمیدہ بالوں والا۔ اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی گویا میں اس کو مشابہت دیتا ہوں عبدالعزی ابن قطن کے ساتھ (کہ قبیلہ خزاعہ کا ایک مشرک تھا اور اس کی آنکھ میں ٹینٹ تھا) پس جو شخص تم میں سے اسکو پائے وہ اس پر سورہ کہف کی شروع آیتیں (الحمد للہ الذی سے لے کر کذبا تک) پڑھے (کہ جس طرح اصحاب کہف اپنے ظالم بادشاہ دقیانوس سے کہ ان سے اپنے کو خدا کہلوانا چاہتا تھا محفوظ رہے ان آیتوں کی برکت سے یہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا) وہ نکلے گا ایک راستہ سے جو ملک شام و عراق کے درمیان ہے اور فساد مچائے گا دائیں اور فساد مچائے گا بائیں (کہ چار طرف اپنے لشکر بھیجیگا کہ جہاں خود بھی نہ پہنچ سکے گا اس کا فتنہ وہاں بھی پھیلے گا) پس اے اللہ کے بندو (اپنے دین پر) جمے رہیو اور اس کے دجل وفریب میں نہ آئیو) ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ زمین پر اس کا قیام کتنا ہوگا؟ فرمایا چالیس دن کہ ایک دن مثل ایک برس کے ہوگا۔ اور ایک دن برابر ایک مہینہ کے۔ اور ایک دن مقدار ہفتہ کے اور باقی ایام مثل تمہارے دنوں کے۔ ہم نے کہا یارسول اللہ جو دن ایک برس کی برابر ہوگا کیا اس میں ایک دن کی نماز ہمیں کفایت کرے گی؟ فرمایا نہیں بلکہ اندازہ کرنا (اور نماز کے لئے دن کی مقدار کا (کہ اس سے پہلے دن نماز پنجگانہ میں جتنا فصل تھا وہ گذرنے پر ہر نماز پڑھنا کہ سال بھر کی نمازیں پوری ہوں۔ اسی طرح مہینہ اور ہفتہ کے برابر دن میں) ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کی تیز رفتاری زمین میں کیسی ہوگی (کہ تھوڑی سی مدت میں ساری دنیا کا گشت لگالے گا) فرمایا مانند اس بارش (والے بادل) کے جس کے پیچھے (تیز) ہوا آدے۔ پس ایک قوم پر آئے گا اور ان کو اپنے اتباع (واطاعت کی طرف) بلائیگا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کا کہا مان لیں گے۔ پس وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائیگا

ثم يأتی القوم فيدعوهم فيردون عليه قوله فينصرف عنهم فيصبحون ممحلين ليس بايديهم شئ من اموالهم ويمر بالخربة فيقول لها اخرجي كنوزك فتتبعه كنوزها كيعاسيب النحل ثم يدعو رجلا ممتلئا شبابا فيضربه بالسيف فيقطعه جزلتين رمية الغرض ثم يدعوه فيقبل ويتهلل وجهه ويضحك فبينما هو كذلك اذ بعث الله المسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقی دمشق بين مهرودتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين اذا طاطأ رأسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان اللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه الامات ونفسه ينتهي حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله ثم يأتی عيسی قوم قد عصمهم الله منه فيمسح عن وجوههم ويحدثهم بدرجاتهم فی الجنة فبينما هو كذلك اذ اوحی الله تعالى الى عيسى انی قد اخرجت عبادا لی لايدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الى الطور ويبعث الله يأجوج ومأجوج وهم من كل حدب ينسلون فيمر اوائلهم

اور زمین کو (حکم دے گا) تو وہ (کھیتی اور پھل پھول) اُگائیگی. پس شام کو ان کے مواشی (جو صبح چرنے کے لئے جنگل گئے تھے واپس) آئیں گے اس سے دراز تر کوہاں والے جیسے تھے، اور لبریز تر تھنوں والے، اور خوب کھچی ہوئی کوکھوں والے (کہ شکم سیری کے سبب ہر قسم کی فربہی آجائے گی اور یہ سب استدراج ہوگا کہ بغرض امتحان وابتلاحق تعالیٰ اس کو یہ قدرت بخشے گا) پھر وہ دوسری قوم پر آئے گا اور ان کو دعوت دے گا تو وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے (اور اس کی اطاعت نہ کریں گے) پس وہ ان کے پاس سے واپس جائے گا اور وہ صبح کو قحط زدہ بن جائیں گے کہ ہاتھوں میں (پیسہ غلہ) کچھ بھی نہ ہوگا (مگر وہ اس بلا پر صابر وراضی رہیں گے کیونکہ اولیا امت کو بطفیل سید الرسل یہ بصیرت عطا ہوئی ہے کہ حق کا مدار اتباع شریعت ہے نہ کہ دنیا کی خوشحالی) اور ویرانہ پر اس کا گذر ہوگا پس وہ اس سے کہے گا اپنے خزانے باہر نکال۔ چنانچہ اس کے تمام خزانے دجال کے پیچھے ہولیں گے جیسے شہد کی مکھیوں کا سردار۔ (کہ آگے چلتا ہے اور مکھیوں کی فوج اس کے پیچھے، اس کے بعد دجال ایک شخص کو (کہ غالبًا حضرت خضر) ہوں گے بلائیگا کہ جوانی میں بھرے (اور باوجود طویل العمر ہونے کے خوب تنومند ہونگے) پس ان کو اس جرم میں کہ وہ اس کو دجال وکافر کہیں گے، تلوار مار کر دو ٹکڑے کر دے گا. نشانہ کے تیر کی طرح. اس کے بعد ان کو پکارے گا اور وہ زندہ ہوکر سامنے آئیں گے کہ ان کا منہ چمک رہا ہوگا اور ہنس رہے ہوں گے (اور فرمائیں گے کہ اس قصہ سے تو تیرا دجال ہونا اور محقق ہوگیا۔) الغرض وہ اسی (تبلیغ کفر اور خوارق عادات کے دجل وتلبیس) میں مشغول ہوگا کہ یکایک حق تعالیٰ مسیح بن مریم کو مبعوث فرمائے گا کہ اتریں گے دمشق کے شرقی جانب سفید منارہ کے پاس کہ آپ دو زرد کپڑوں میں (یعنی زعفرانی رنگ کی قمیص وتہ بند پہنے) ہوں گے. ہاتھ رکھے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر. جب سر مبارک جھکائیں گے تو (پانی) ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح چاندی کے دانے برسیں گے (کہ سر جھکاتے اور اٹھاتے جمال جہاں آراسے جو پسینہ یا غسل آسمانی کی وجہ سے جو قطرات گریں گے وہ چمک وصفائی میں نقرئی دانوں اور موتی جیسے خوشنما ہوں گے) پس کسی کافر کو صحیح نہ ہوگا کہ آپ کا سانس پائے اور مر نہ جائے (کہ دم عیسیٰ میں خاصیت ہی ہوگی اہلاک کفار کی) اور ان کا سانس پہونچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہونچیگی (لہٰذا جب

على بحيرة طبرية فيشربون ما فيها ويمر آخرهم فيقولون لقد كان بهذه مرة ماء ويحصر نبي الله عيسى واصحابه حتى يكون رأس الثور لاحدهم خيرا من مائة دينار لاحدكم اليوم فيرغب عيسى واصحابه الى الله جل وعلا فيرسل عليهم النغف في رقابهم فيصبحون فرسى كموت نفس واحدة ثم يهبط عيسى واصحابه الى الارض فلا يجدون في الارض موضع شبر الا ملأه زهمهم ونتنهم فيرغب عيسى واصحابه الى الله تعالى فيرسل طيرا كاعناق البخت فتحملهم فتطرحهم حيث شاء الله ثم يرسل الله مطرا لا يكن منه بيت مدر ولا وبر فيغسل الارض حتى يتركها كالزلفة ثم يقال للارض انبتي ثمرتك وردي بركتك فيومئذ تأكل العصابة من الرمانة ويستظلون بقحفها ويبارك الله في الرسل حتى ان اللقحة من الابل لتكفي الفئام من الناس واللقحة من البقر لتكفي القبيلة من الناس واللقحة من الغنم لتكفي الفخذ

کافر پر بھی آپ کی نظر پڑیگی وہ فنا ہوجائے گا) پس (دجال بخوفِ ہلاکت آپ سے بھاگے گا اور) آپ اس کا تعاقب کریں گے حتی کہ باب لُد کے قریب (کہ قصبہ ہے فلسطین میں یا پہاڑ ہے ملک شام میں) اس کو پائیں گے اور قتل کریں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ کے پاس وہ گروہ آئے گا جن کو حق تعالیٰ نے دجال (کے فتنۂ ارتداد) سے محفوظ رکھا تو آپ ان کے منہ سے (گرد وغبار) پوچھیں گے اور (بنگاہِ محبت واحترام دیکھ کر) جنت میں ان کے درجات ان سے بیان فرمائیں گے۔ پس آپ اسی شغل میں ہوں گے کہ دفعۃً حق تعالیٰ عیسیٰؑ کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں ایسے بندے (یعنی قوم یاجوج وماجوج) ظاہر کرنا چاہتا ہوں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے میرے (مسلمان) بندوں کو طور کی طرف سمیٹ لاؤ۔ اور حق تعالیٰ یاجوج وماجوج کو بھیجدے گا اور (بھوکا شیر جس طرح پنجرہ سے کھل کر لپکتا ہے) وہ ہر بلند زمین (یعنی چار طرف کے پہاڑوں) سے دوڑیں گے کہ ان کا پہلا حصہ طبریہ کے تالاب پر گذرے گا تو جتنا بھی اس میں (پانی) ہے سب پی جائے گا اور وہ (اتنا سوکھ جائے گا کہ) ان کا پچھلا حصہ جب گذرے گا تو کہیں گے کہ یہاں کبھی پانی تھا۔ اور اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے صحابہ تمامی مومنین کوہِ طور میں) محصور رہیں گے یہاں تک کہ (فاقوں کی وجہ سے) بیل کا کلہ (کہ تمامی گوشت میں ارزاں اور ارذل ہوتا ہے) ہر شخص کے لئے آج کے سو دینار سے بھی بہتر (اور قابلِ قدر) ہوگا پس عیسیٰ اور ان کے ساتھی گڑگڑائیں گے اللہ جل شانہ کے حضور (اور دعا کریں گے کہ یاجوج وماجوج کو ہلاک فرما کر ہمیں زمین پر اتارنا اور کھانا پینا نصیب ہو) چنانچہ حق تعالیٰ ان پر کیڑے (جو اونٹ بکری کی ناک میں پیدا ہوکر مری پھیلا دیتے ہیں) ان کی گردنوں میں (بصورتِ عذاب) بھیجے گا اور وہ سب (یکدم مُردہ ہوجائیں گے جیسے ایک جان کا مرنا۔ پھر حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے تو زمین میں بالشت برابر جگہ بھی نہ پائیں گے جس کو ان کی چربی اور عفونت نے بھر نہ دیا ہو۔ پس عیسیٰ اور ان کے ساتھی بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑائیں گے تو حق تعالیٰ (ایسے بڑے) پرند بھیجے گا جیسے بختی اونٹ کی گردنیں پس وہ ان (کی نعشوں) کو اٹھا اٹھا کر جہاں اللہ کو منظور ہوگا پھینک دیں گے۔ اس کے بعد اللہ بارش برسائے گا کہ اس سے نہ کوئی مٹی (اور اینٹ) کا مکان (اپنے اندر کی کسی چیز کو محفوظ رکھ سکے گا نہ کوئی اون کا گھر (یعنی سب کے خیمے کہ جنگل کی بستی اسی میں رہتی بستی ہے۔ غرض ہر گوشہ گوشہ میں بارش کا پانی پہونچے گا) اور زمین کو دھو کر ایسا بنا چھوڑے گا جیسے صاف آئینہ پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پھل

من الناس فبينما هم كذلك اذ بعث الله تعالى ريحا طيبة فتأخذهم تحت اباطهم فتقبض روح كل مومن وكل مسلم ويبقى شرار الناس يتهارجون فيها تهارج الحمر فعليهم تقوم الساعة ؛ وفي رواية بعد قوله لقد كان بهذه مرة ماء ؛ ثم يسيرون حتى ينتهوا الى جبل الخمر[2] وهو جبل بيت المقدس فيقولون لقد قتلنا من في الارض فلنقتل من في السماء فيرمون بنشابهم الى السماء فيرد الله عليهم نشابهم مخضوبة دماء ؛ لمسلم وابي داود والترمذي وللقزويني بضعف نحوه عن ابي امامة وفيه : ان من فتنته ان يقول لاعرابي ارأيت ان بعثت اليك اباك وامك أتشهد اني ربك ؟ فيقول نعم فيتمثل له شيطانان في صورة ابيه وامه فيقولان يا بني اتبعه فانه ربك ؛ وفيه : لا يبقى شيء من الارض الا وطأه الا مكة

اُگا اور برکت کو واپس کر۔ بس وہ دن ہوگا کہ ایک انار (اتنا بڑا ہوگا جس سے ایک بڑی جماعت کھا کر شکم سیر ہو جائیگی اور اس کے چھلکے کے سایہ میں سب بیٹھ جائیں گے۔ اور اللہ دودھ میں برکت بخشے گا (اور مویشی کے تھنوں میں اتنا زیادہ پیدا ہوگا) کہ ایک دودھ والی اونٹنی جماعت کثیر کو کفایت کریگی اور ایک دودھ والی گائے ایک بڑی برادری کو کفایت کریگی اور ایک دودھ والی بکری ایک بڑے کنبہ کو کفایت کریگی۔ بس لوگ اسی (خوشحالی و برکات) میں ہوں گے کہ حق تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جو ان کی بغلوں کے نیچے پہونچے گی اور ہر مومن و ہر مسلمان کی روح قبض کریگی (اور اب دنیا میں) بدترین مردم رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح (بے حیائی کے ساتھ علانیہ) جفتی کھائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی اور ایک روایت میں اس قصہ کے بعد کہ (قوم یاجوج و ماجوج کا پچھلا حصہ کہے گا) یہاں کسی وقت میں پانی تھا یہ ہے کہ پھر وہ (اودھم مچاتے اور دنیا کو برباد کرتے) چلیں گے حتی کہ وہ کوہِ خمر تک پہونچیں گے کہ بیت المقدس کے پہاڑ کے نام ہے پس کہیں گے کہ جتنے زمین تھے ان کو تو ہم قتل کر چکے (کہ نہ آدم نظر آتا ہے نہ آدم زاد) لہذا ہمیں چاہیئے کہ ان کو بھی قتل کر ڈالیں جو آسمان میں ہیں چنانچہ تیر پھینکیں گے آسمان کی طرف اور حق تعالیٰ ان کے تیروں کو خون میں رنگا ہوا ان کی طرف واپس فرمائیگا (جس سے وہ پھول جائیں گے کہ اب زمین و آسمان دونوں پر ہم ہی ہم ہیں اور اس کبر و سوء ادب پر عذاب عام کا استحقاق صحیح ہو جائے گا) س د ت۔ اور ابن ماجہ میں ابو امامہ سے اسی طرح مروی ہے اور یہ بھی ہے کہ دجال کا فتنہ ایسا (زبردست) ہوگا کہ ایک دیہاتی شخص سے کہے گا دیکھ اگر میں تیرے (مرے ہوئے) باپ اور ماں کو اٹھا کر کھڑا کر دوں تب تو میرے رب ہونے کی تو گواہی دے گا؟ وہ کہے گا ہاں۔ بس دو شیطان دا اس کے مسخر شیاطین میں سے، اس کے ماں باپ کی شکل بن کر سامنے آ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے کہ بیٹا اس کا اتباع کر کہ یہی بیشک تیرا رب ہے اور اسی میں ہے کہ زمین کا کوئی حصہ نہ بچے گا جہاں دجال کے قدم نہ پڑیں بجز مکہ اور مدینہ کے کہ راستوں میں جس راستہ سے بھی آئے گا ننگی ہوئی تلواریں لئے ہوئے فرشتے اس کو ملیں گے حتی کہ (داخلہ سے مایوس ہو کر سرخ پہاڑی کے قریب جہاں (مدینہ کی) شور زمین ختم ہوتی (اور قابل کاشت زمین شروع ہوتی ہے۔) پڑاؤ ڈالے گا اور مدینہ کو تین مرتبہ بھونچال آئے گا کہ کوئی منافق مرد و عورت نہ بچے گا جو (ڈر کر) دجال کی طرف نکل نہ آئے گا۔ پس (اس طرح) مدینہ گندگی کو اپنے سے دور کر دے گا جیسے بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔ اور وہ دن ہوگا جس کا نام یوم الخلاص پکارا جائے گا (کہ کھرا کھوٹے سے جدا ہو گیا)۔ ام شریک نے کہا کہ یا رسول اللہ اہل عرب اس دن کہاں ہوں گے (کہ منافقوں کو مدینہ میں بسنے کا موقع ملے گا)؛ فرمایا (اول تو

لہ یتسافدون وقال الزمخشری یتسافدون ۱۲ ۔ ۲ سمی بذلک لکثرۃ شجرہ و ان الخمر کل ما استتر من بناء او شجر او نحوہ ۱۲

والمدينة فانه لا يأتيهما من نقب من انقابهما الا لقيته الملائكة بالسيوف صلتة حتى ينزل عند الظريب الاحمر عند منقطع السبخة فترجف المدينة باهلها ثلاث رجفات فلا يبقى منافق ولا منافقة الا خرج اليه فتنفى الخبيث منها كما ينفى الكير خبث الحديد ويدعى ذلك اليوم يوم الخلاص قالت ام شريك يا رسول الله فاين العرب يومئذ؟ قال هم يومئذ قليل وجلهم ببيت المقدس واما مهم رجل صالح فبينما اما مهم قد تقدم ليصلى بهم الصبح اذ نزل عليهم عيسى ... وفيه: ان ايامه اربعون سنة السنة كنصف سنة والسنة كالشهر والشهر كالجمعة وآخر ايامه كالشررة يصبح احدكم على باب المدينة فلا يبلغ بابها الآخر حتى يمسى فقيل يا رسول الله كيف نصلى فى تلك الايام القصار؟ قال تقدرون فيها الصلوة كما تقدرونها فى هذه الايام الطوال ثم صلوا فيكون عيسى فى امتى حكما عدلا واماما مقسطا يدق الصليب ويذبح الخنزير ويضع الجزية وتترك الصدقة فلا يسعى على شاة ولا بعير وترفع الشحناء والتباغض وتنزع حمة كل ذات حمة حتى يدخل الوليد يده فى الحية فلا تضره وتفر الوليدة الاسد فلا يضرها ويكون الذئب فى الغنم كأنه كلبها وتملأ الارض من السلم كما يملأ الاناء من الماء وتكون الكلمة واحدة فلا يعبد الا الله وتضع الحرب اوزارها وتسلب قريش ملكها وتكون الارض كفاثور الفضة تنبت نباتها بعهد آدم حتى يجتمع النفر على القطف من العنب فيشبعهم ويجتمع النفر على الرمانة فتشبعهم ويكون

وہ اس وقت بہت ہی کم ہوں گے (پھر جتنے بھی ہوں گے) وہ سب بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام ایک دیندار شخص ہوگا (یعنی مہدی خاتم المجددین وسید الاولیاء) پس درانحالیکہ ان کا امام ان کو نماز فجر پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا کہ یکایک حضرت عیسیٰ (آسمان سے) اتریں گے۔ اور اسی میں ہے کہ (دجال کے قیام کا) زمانہ چالیس برس ہوگا کہ ایک برس مثل آدھے برس کے اور ایک برس مثل مہینہ کے اور ایک مہینہ مثل ہفتہ کے (غرض بڑھوتری ہوکر پھر وقت کی برکت سلب ہوتی رہے گی حتیٰ کہ) اس کا آخری دن (اتنا کم ہوگا) جیسے لپٹ (یا وقتِ سحر) کہ صبح کے وقت ایک شخص مدینہ کے ایک دروازہ پر ہوگا تو اس کے دوسرے دروازہ پر نہ پہونچنے پائے گا کہ شام ہوجائے گی۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ان چھوٹے دنوں میں نماز کس طرح پڑھیں۔ فرمایا ان میں بھی نماز کے وقت کا اندازہ کرو جیسا کہ (اس کے پہلے) بڑے دنوں میں اندازہ لگاؤ گے (پس حسب مقدارِ وقت) نماز پڑھنا۔ الحاصل عیسیٰ میری امت میں حاکم عادل اور امام منصف بنیں گے (کہ دینی و دنیوی دونوں سیاست آپ کے حوالہ ہوں گی) صلیب کو توڑ دیں گے (اور نصرانیت کو کہ صلیب ان کا مارکہ اور زنار ہنود کی طرح شعار مذہبی ہے مٹا دیں گے) اور خنزیر کو قتل کریں گے (کہ نصرانیت مٹی تو ان کا ذبیحہ بھی ملیامیٹ ہوا) اور جزیہ (کا قانون) اٹھا پھینکیں گے (کہ کسی کافر ہی کو زندہ نہ چھوڑیں گے جسے ذمّی قرار دے کر جزیہ مقرر کیا جائے) اور صدقہ (و زکوٰۃ کا وصول کرنا) ترک فرمادیں گے کہ نہ محصّل مقرر کیا جائے گا بکریوں (کی زکوٰۃ وصول کرنے) پر اور نہ اونٹوں پر (کہ ہر شخص امیر ہوگا اور صدقہ نہ لینے والا کوئی نہ رہے گا لہٰذا امام کو محصل مقرر کرکے تحصیل وصول کی ضرورت نہ رہے گی) اور دلوں سے بفیضانِ صحبت عیسویہ) کینہ اور بغض اٹھالیا جائے گا اور (اس کا اثر موذی جانوروں تک پہونچتا ہوگا کہ) ہر زہریلے جانور کا زہر سلب ہوجائے گا۔ حتیٰ کہ بچہ اپنا ہاتھ سانپ کے منہ میں دیدے گا تو وہ اس کو ضرر نہ پہونچائے گا اور لڑکی شیر کو بھگا دیگی اور وہ اس کو مضرت نہ پہونچا سکے گا۔ اور بھیڑیا بکریوں میں ایسا رہے گا جیسے گلہ کا کتا

الثور بكذا وكذا من المال وتكون الفرس بالدريهمات قيل يا رسول الله وما يرخص الفرس؟ قال لا يركب لحرب ابداً قيل له فما يغلي الثور؟ قال تحرث الارض كلها وان قبل خروج الدجال ثلاث سنوات شداد يصيب الناس فيها جوع شديد يأمر الله السماء في السنة الاولى ان تحبس ثلث مطرها ويأمر الارض فتحبس ثلث نباتها ثم يأمر السماء في الثانية فتحبس ثلثي مطرها ويأمر الارض فتحبس ثلثي نباتها ثم يأمر السماء في السنة الثالثة فتحبس مطرها كله فلا تقطر قطرة ويأمر الارض فتحبس نباتها كله فلا تنبت خضرا فلا يبقى ذات ظلف الا هلكت الا ما شاء الله قيل فما يعيش الناس ذلك الزمان؟ قال التهليل والتكبير والتسبيح والتحميد ويجزى ذلك عنهم مجزأة الطعام قال المحاربي ينبغي ان يدفع هذا الحديث الى المؤدب حتى يعلمه الصبيان في الكتاب. ر دابن عمرو بن العاص رفعه، ان يأجوج ومأجوج من ولد آدم ولو ارسلوا لافسدوا على الناس معاشهم ولن يموت منهم رجل الا ترك من ذريته الفا فصاعدا وان

(کہ بچاے کاٹنے کے اُنکی نگہبانی کرتاہے) اور ساری زمین اسلام (اور ایک حاکم کی اطاعت عامہ) سے ایسی لبریز ہوگی جیسے برتن لبریز ہوتاہے پانی سے۔ اور بس سب کا ایک کلمہ ہوگا کہ بجز اللہ کے کسی کی عبادت نہ رہے گی۔ اور لڑائی اپنے بوجھ اتار پھینکیگی (کہ جب کفر وفساد نہ رہا تو جنگ وجہاد بھی نہ رہا) اور (قریش (کہ امام مہدی بھی انہیں میں ہیں) اپنا ملک (کہ وہی حکومت کے حقدار ہیں) چھین لیں گے (ظالموں کے ہاتھوں سے) اور زمین طشت نقری کی طرح بن جائے گی کہ بزمانۂ آدم جیسی (بابرکت) پیداوار ہوتی تھی وہ ہوگی حتی کہ انگور کے ایک خوشہ پر ایک جماعت آبیٹھیگی تو وہ ان کو شکم سیر کردے گا اور ایک انار پر ایک جماعت بیٹھ جائے گی تو وہ ان کا پیٹ بھر دے گا۔ اور بیل اتنی اور اتنی قیمت کو ہو جائے گا۔ اور گھوڑا چند درہم کا رہ جائے گا۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ گھوڑا اتنا سستا کیوں ہوگا؟ فرمایا کہ اب جنگ کے لئے اس پر کبھی سواری نہ ہوگی (اور جب ضرورت کم ہوئی تو قیمت بھی کم ہوئی) عرض کیا گیا اور بیل مہنگا کیوں ہوگا؟ فرمایا ساری زمین (چونکہ کھیتی کے قابل ہوگئی لہذا سب) پر زراعت کی جائے گی (اور اس لئے بیل کی ضرورت بڑھی تو قیمت بھی بڑھی) اور دجال کے خروج سے قبل (برکتوں کے تدریجاً سلب ہونے کے لئے) تین سال بہت سخت ہوں گے جن میں مخلوق کو شدید فاقہ کی تکلیف پہونچے گی کہ پہلے سال میں حق تعالیٰ آسمان کو حکم فرمائے گا تو وہ اپنی (حسب معمول) بارش کا تہائی حصہ روک لے گا۔ اور زمین کو حکم فرمائے گا تو (باوجود کنوؤں اور نہروں سے بھی آبپاشی ہونے کے) وہ اپنی پیداوار کا تہائی حصہ روک لیگی۔ پھر دوسرے سال میں آسمان کو حکم دے گا تو وہ اپنی بارش کا دو تہائی روک لے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اپنی پیداوار کا دو تہائی روک لے گی۔ پھر تیسرے سال میں آسمان کو حکم دے گا تو وہ تمام بارش کو روک لے گا کہ ایک بوند بھی نہ برسیگی۔ اور زمین کو حکم دے گا تو وہ ساری پیداوار کو بند کرلے گی کہ ہرا تنکا بھی پیدا نہ ہوگا۔ پس کوئی کھر والا (مویشی گائے بکری ہرن) نہ بچے گا جو ہلاک نہ ہو جائے بجز اس کے جسے اللہ بچانا چاہے (تو وہ بلا واسطہ سبب محض قدرت حق سے زندہ رہ جائے گا) عرض کیا گیا کہ پھر اس زمانہ میں (جب نہ دودھ ہوگا نہ گوشت اور نہ غلہ وترکاری تو) لوگوں کی گذران کس طرح ہوگی۔ فرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اور سبحان اللہ والحمد للہ (کے ورد و وظیفہ پر زندگیاں ہوں گی) اور یہ (ذکر اللہ فرشتوں کی طرح) ان

من ورائهم ثلاث امم تاول وتارنس ومنسك ؛ للكبير والاوسط وله عن حذيفة رفعه ؛ يأجوج امة دماجوج امة كل امة اربع مائة الف امة لا يموت الرجل حتى ينظر الى الف ذكر بين يديه من صلبه كل قد حمل السلاح قلت يا رسول الله صفهم لنا قال هم ثلاثة اصناف فصنف منهم امثال الارز[له] قلت وما الارز؟ قال شجر بالشام طول الشجرة عشرون ومائة ذراع فى السماء فقال صلى الله عليه وسلم هؤلاء الذين لا يقوم لهم جبل ولا حديد وصنف منهم يفترش باذنه ويلتحف بالاخرى لا يمرون بفيل ولا وحش ولا جمل ولا خنزير الا اكلوه ومن مات منهم اكلوه مقدمتهم بالشام وساقتهم بخراسان يشربون انهار المشرق وبحيرة طبرية[عه] ؛ د ابو سعيدؓ حدثنا النبى صلى الله عليه وسلم عن الدجال فكان فيما حدثنا به ان قال يأتى الدجال وهو محرم عليه ان يدخل نقاب المدينة فينتهى الى بعض السباخ التى بالمدينة فيخرج اليه يومئذ رجل هو خير الناس او من خير الناس فيقول اشهد

کوخدا کا کام دے کر کفایت کرے گا۔ محاربی کہتے ہیں یہ حدیث اس قابل ہے کہ معلم کے حوالہ کی جائے تاکہ مکتب میں سب بچوں کو پڑھا دیا کرے (کہ مختصر و جامع بھی ہے اور تمامی آثارِ قیامت مذکور ہیں)۔ (ابن عمرو[۹] ابن عاص) رفع : یاجوج و ماجوج اولاد آدم ہی سے ہیں (جنات یا کوئی دوسری نوع نہیں۔ مگر ڈاکوؤں کی طرح شر و فساد کے دلدادہ ہیں کہ اگر چھوڑ دیئے جاویں تو لوگوں کی گذران کی تمام چیزیں تہ و بالا کر دیں۔ اور ان کی نسل میں اتنی بڑھوتری ہے) کہ ان میں ایک شخص بھی ایسا نہیں مرتا جو اپنی نسل میں ایک ہزار یا اس سے بھی زیادہ نہ چھوڑ جاتا ہو۔ اور ان کے علاوہ تین گروہ اور ہیں (کہ ان ہی میں شامل اور ان ہی کی طرح مفسد و کثیر العدد ہیں یعنی تاول اور تارنس اور منسک (ک و) اور وسط میں حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ یاجوج ایک مستقل گروہ ہے اور ماجوج ایک مستقل گروہ۔ ہر گروہ چار لاکھ جماعتوں کا ہے کہ جب تک اپنی زندگی میں اپنی صلبی اولاد کے ایک ہزار مرد جو ہتھیار اٹھانے کے قابل ہو جائیں دیکھ نہیں لیتا مرتا نہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ان کی کچھ اور کیفیت ہم کو بتایئے۔ فرمایا ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو صنوبر کے درختوں جیسی ہے۔ میں نے کہا صنوبر کیا چیز ہے۔ فرمایا ملک شام میں ایک درخت ہوتا ہے اس کا طول آسمان میں ایک سو بیس ہاتھ (یعنی ساٹھ گز تک اونچا) ہوتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ تو ایسے ہیں جن کے سامنے نہ پہاڑ قائم رہ سکتا ہے نہ لوہا۔ اور ایک قسم ان میں (اتنے بڑے کانوں والی) ہے کہ اپنے ایک کان کا بچھونا بنا لیتی ہے اور دوسرے کا لحاف (کہ ایک کو بچھا لیا تو پورے لیٹ سکے اور دوسرے کو اوڑھ لیا تو سارا بدن چھپ گیا) ہاتھی ہو یا کوئی سا بھی جنگلی جانور اور اونٹ ہو یا خنزیر جس (حلال و حرام چوپایہ) پر بھی ان کا گذر ہوتا ہے اس کو کھا جاتے ہیں۔ اور خود ان میں بھی کوئی مرتا ہے تو اس کو بھی کھا جاتے ہیں۔ (ان کی بھی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ) اگلا حصہ ملک شام میں ہو تو پچھلا حصہ خراسان میں۔ مشرقی نہروں اور طبریہ کے تالاب کو (کہ دس میل لمبا اور گویا چھوٹا سا سمندر ہے) پی جائیں گے۔ **ف** تیسری قسم کا یہاں ذکر نہیں آیا مگر دوسری کتب میں ہے کہ ان کی جسامت چوکور ہے یعنی طول و عرض برابر اور وہ سب میں زیادہ خبیث و شریر ہیں۔ (ابو سعیدؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا جو تذکرہ ہم سے فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا کہ دجال آئے گا مگر اس پر ممنوع ہے کہ مدینہ کے دروازوں میں گھس سکے۔ لہٰذا مدینہ کے (باہر

[له] الارز ونحوه شجر الصنوبر ۱۲ منه [۲ه] هذا صنفان ولم يذكر الثالث هنا وذكره في غير هذا الكتاب وثلث مربع طوله وعرضه واحد وهم اشد ۱۲

انک الدجال الذی حدثنا عنک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حدیثہ فیقول الدجال أرأیتم ان قتلت هذا ثم احییته هل تشکون فی الامر؟ فیقولون لا فیقتله ثم یحییه فیقول حین یحییه واللہ ما کنت قط اشد بصیرة منی الیوم فیقول الدجال اقتله فلا یسلط علیه ۔ وفی روایة بنحوه وفیه: فیقول الرجل هذا الدجال الذی ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیأمر به فیشبح فیقول خذوه واشبحوه فیوسع ظهره و بطنه ضربا فیقول اما تؤمن بی؟ فیقول انت المسیح الکذاب فیؤمر به فیؤشر بالمئشار من مفرقه حتی یفرق بین رجلیه ثم یمشی الدجال بین قطعتین ثم یقول له قم فیستوی قائما ثم یقول له اتؤمن بی؟ فیقول ما ازددت فیک الا بصیرة ثم یقول یا ایها الناس انه لا یفعل بعد باحد من الناس فیأخذه الدجال لیذبحه فیجعل ما بین رقبته الی ترقوته نحاسا فلا یستطیع الیه سبیلا فیأخذ بیدیه ورجلیه

شامی راستہ پر، شور یلی زمین میں پڑاؤ ڈالے گا۔ پس اس دن ایک شخص کہ بہترین لوگوں میں سے (مدینہ سے) نکل کر اس کے پاس آئے گا (غالباً وہ خضر علیہ السلام ہوں گے) اور کہے گا کہ میں شہادت دیتا ہوں تو وہی دجال ہے جس کا قصہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا پس دجال (اپنے حوالی موالی سے) کہے گا دیکھو جی اگر میں اسے قتل کر دوں اور پھر جلا اٹھا دوں کیا پھر بھی میرے معاملہ (اور دعویٰ خدائی میں) شک کروگے؟ وہ کہیں گے کہ نہیں۔ چنانچہ وہ ان کو قتل کرے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ پس جب ان کو زندہ کر دے گا تو وہ فرمائیں گے خدا کی قسم آج سے زیادہ مجھے بصیرت کبھی حاصل نہیں ہوئی (کہ پہلے تیرا دجال ہونا دلیل سماعی سے تھا اور اب عین الیقین بن گیا) پس دجال کہے گا کہ اسے قتل کر دوں گا مگر اس کو قدرت نہ ہو سکے گی (کہ حجت پوری ہو چکی) اور ایک روایت میں ہے اس شخص کے اس کہنے پر کہ یہی ہے وہ دجال جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا تھا یہ ہے کہ پھر ان کے متعلق دجال حکم دے گا کہ زمین پر لٹا دیا جائے اور کہے گا کہ اس کو پکڑو اور تان کر پٹا دو۔ چنانچہ آپ کی کمر اور پیٹ کو مارتے مارتے چوڑا کر دیا جائیگا پس کہے گا اب بھی مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ آپ فرمائیں گے ہاں تو مسیح کذاب ہے کہ اہل توحید پر تیرا یہ ظلم تیرے دجال ہونے کی علامت ہے) پس وہ حکم دے گا اور آپ کے سر پر آرہ چلایا جائے گا کہ پاؤں کے درمیان تک (سارا بدن) جدا کر دیا جائے گا اور پھر (بدن کے) دو ٹکڑوں کے درمیان آدمی چلیں گے۔ اس کے بعد ان سے کہے گا کہ اٹھ کھڑا ہو۔ پس وہ زندہ ہو کر سیدھے کھڑے ہو جائیں گے۔ پھر وہ ان سے کہے گا کہ اب بھی مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ فرمائیں گے مجھے تو اس قصۂ قتل سے، تیرے (دجال ہونے کے) متعلق واقفیت (اور یقین ہی) بڑھا۔ اس کے بعد آپ فرمائیں گے کہ لوگو (موت سے ڈر کر اپنے ایمان میں متزلزل نہ ہونا کہ اس ابتلاء کا آخری تختۂ مشق اللہ نے مجھے تجویز فرمایا تھا سو ہو چکا) اب یہ کسی کے ساتھ ایسا نہ کر سکیگا پس دجال آپ کو پکڑے گا کہ قتل کرے مگر آپ کی گردن کو ہنسلی تک تانبا جیسا بنا دیا جائیگا کہ دجال کو ذبح کر دن کاٹنے کی کوئی صورت نہ ہو گی۔ پس (کھسیانا ہو کر) آپ کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر پھینک دے گا کہ لوگ تو سمجھیں گے آگ میں ڈالا (جسے وہ اپنی دوزخ بتاتا تھا) حالانکہ

فيقذف به فيحسب الناس انما قذفه الى النار وانما القى فى الجنة فقال صلے الله عليه وسلم هذا اعظم الناس شهادة عند رب العالمين ؀ للشيخين (حذيفة) رفعه، لانا اعلم بما مع الدجال منه معه نهران يجريان احدهما رأى العين ماء ابيض والأخر رأى العين نار تأجج فاما ادرك احد فليأت النهر الذى يراه نارًا وليغمض ثم ليطأطئ رأسه فيشرب منه فانه ماء بارد وان الدجال ممسوح العين عليها ظفرة[١] غليظة مكتوب بين عينيه كافر يقرأه كل مؤمن كاتب وغير كاتب ؀ وفى رواية الدجال اعور العين اليسرى جفال[٢] الشعر معه جنة ونار فناره جنة وجنته نار ؀ للشيخين ولابى داود (المغيرة[٥١]) ماسأل احد رسول الله صلے الله عليه وسلم عن الدجال اكثر مما سألته وانه قال لى ما يضرك منه قلت انهم يقولون ان معه جبل خبز ونهر ماء قال هو اهون على الله من ذلك ؀ للشيخين (ام شريك[٥٢]) رفعته، ليفر الناس من الدجال فى الجبال قلت يا رسول الله فاين العرب يومئذ؟ قال هم قليل ؀ لمسلم والترمذى

ان کو ڈالا جنت میں (کہ حقیقت برعکس ہوگی) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رب العالمین کے نزدیک سب میں بڑی شہادت والا شخص ہے۔ (ق)۔ (حذیفہ) فع: میں خوب جانتا ہوں کہ دجال کے ساتھ کیا ہوگا۔ دو نہریں بہتی ہوئی اس کے ساتھ ہوں گی کہ ایک نظاہر صورت شفاف پانی ہوگا (جسے وہ جنت کہے گا) اور دوسری نہر آنکھوں سے شعلہ بھڑکتی آگ دکھائی دیگی (جسے وہ دوزخ بتائے گا) پس اگر کوئی (اس وقت کو) پائے تو اس نہر میں جائے جو آگ نظر آتی ہے (کہ دین پر جما رہے تاکہ جبرًا اس میں ڈالا جائے) اور آنکھیں بند کرکے گردن جھکالے (کہ دیکھنے سے دہشت و خوف لاحق نہو) پس اس سے پینا نصیب ہوگا کہ وہ (درحقیقت آگ نہیں بلکہ) ٹھنڈا پانی ہے۔ اور بیشک دجال کی آنکھ سلیٹ ہے اور (دوسری) آنکھ پر موٹا ناخنہ ہے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھا ہوا ہوگا جس کو ہر پڑھا اور بے پڑھا مومن پڑھے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجال بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور بال بکثرت ہوں گے۔ اس کے ساتھ اس کی جنت اور دوزخ ہوگی پس اس کی دوزخ (درحقیقت) جنت ہے اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہے۔ (ق د) (مغیرۃ[٥١]) دجال کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا میں نے دریافت کیا ہے اس سے زیادہ کسی نے دریافت نہیں کیا۔ اور بے شک آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم کو اس سے کیا مضرت پہونچ سکتی ہے۔ میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔ فرمایا وہ اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (ق) **ف** یعنی اللہ کے نزدیک دنیا کا مال و متاع بے حقیقت ہے لہذا کسی کافر کو اس سے بھی زیادہ مل جائے تو یہ اس کے اللہ کے نزدیک باعزت ہونے کی علامت نہیں کہ اس کے نزدیک عزت صرف ایمان کی ہے۔ اور چونکہ صاحب ایمان سمجھتا ہے کہ مال و دولت پر رجھانا تلبیس و دجل ہے اور ایسے تصرفات باطل وبے حقیقت ہیں لہذا اس استدراج کی مضرت مومن کو نہیں پہونچ سکتی (ام شریک[٥٣]) فع: لوگ دجال سے ڈر کر پہاڑوں میں بھاگیں گے۔ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ اس دن اہل عرب کہاں چلے جائیں گے (جن

[١] ظفرۃ لحم تنبت عند المآق ١٢ [٢] کسحاب ای کثیر ١٢

(عمران بن حصین) رفعه: من سمع الدجال فلينأ عنه فوالله ان الرجل ليأتيه وهو يحسب انه مؤمن فيتبعه بما بعث به من الشبهات: لابی داود (وعنه) رفعه: ما من خلق آدم الی قیام الساعة خلق اکبر من الدجال: وفی روایة: امر اکبر من الدجال: لمسلم (ابن عمر) رفعه: ان الله لیس باعور الا ان المسیح الدجال اعور العین الیمنی کأن عینه عنبة طافئة: وفی روایة: تعلمون انه لیس یری احد منکم ربه حتی یموت وانه مکتوب بین عینیه کافر یقرأه من کره عمله: للشیخین وابی داود والترمذی ولهم عن انس رفعه: ما من نبی الا وقد انذر امته الاعور الکذاب الا انه اعور وان ربکم لیس باعور مکتوب بین عینیه ک ف ر: (عبادة بن الصامت) رفعه: انی حدثتکم عن الدجال حتی خشیت ان لا تعقلوا ان المسیح الدجال قصیر افحج جعد اعور مطموس العین لیست بناتئة ولا جحراء فان التبس علیکم فاعلموا ان ربکم لیس باعور: لابی داود وله وللترمذی عن ابی عبیدة ابن الجراح نحوه وفیه لعله سیدرکه بعض من رآنی وسمع کلامی قالوا یا رسول الله فکیف قلوبنا

کی شجاعت مشہور اور کام ان کا جہاد ہے) فرمایا وہ بہت تھوڑے ہوں گے (کہ مقابلہ کی طاقت نہ رکھیں گے) س ت (عمران بن حصین) فع: جو شخص دجال (کے خروج) کی خبر سنے اس کو چاہیئے کہ دجال سے دور رہے کہ واللہ آدمی یہ سمجھ کر کہ میں مومن ہوں (مجھ پر اس کا اثر نہیں ہو سکتا) اس کے پاس آئے گا اور اس کا تابع بن جائے گا ان (شبہات اور تصرفات) کی وجہ سے جن کو دے کر وہ (دنیا میں) بھیجا گیا ہے (د) ف کہ فتنہ سے ڈرنا اور دور رہنا ہی امن کی صورت ہے۔ کیونکہ اپنے آپ کو ضعیف سمجھنے سے توفیق الٰہی دستگیر بنتی ہے اور جہاں اپنے نفس پر اعتماد اور اپنی قوت ایمانی پر گھمنڈ ہوا بس تباہ ہوا (ایضاً) فع: آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کوئی مخلوق بھی (فتنہ میں) دجال سے بڑھی ہوئی نہیں۔ اور بروایتے کوئی واقعہ دجال سے بڑا نہیں (س) (ابن عمر) فع: اللہ پاک (نعوذ باللہ عیب دار اور) کانا نہیں اور دیکھو مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے (کہ ایک آنکھ بالکل سلیٹ) ہے اور دوسری میں (پھولا) گویا پھولا ہوا انگور۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تمہیں معلوم ہے کوئی بھی اپنے رب کو دیکھ نہیں سکتا جب تک کہ مر نہ جائے اور اس کی آنکھوں کے درمیان (قدرتی قلم سے) لکھا ہوا ہے لفظ کافر کہ اس کو پڑھے گا جو بھی اس کے عمل کو برا سمجھے گا (ق د ت) اور انس سے مرفوعاً روایت ہے۔ کوئی نبی نہیں ہوا جس نے اپنی امت کو کانے جھوٹے (دجال) سے نہ ڈرایا ہو (کہ فتنوں کا سردار ہے جس کی اطلاع اجمالاً ہر پیغمبر نے دی ہے مگر آپ کی امت کو چونکہ یہ وقت دیکھنا ہے اس لئے آپ شد و مد اور تفصیل کے ساتھ اس سے بچاتے ہیں) دیکھو وہ کانا ہے اور تمہارا (حقیقی) رب کانا نہیں۔ اس کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) لکھا ہوا ہے ک ف ر (عبادہ بن صامت) فع: میں نے تم سے دجال کے متعلق (بار ہا اور بہت کچھ) بیان کیا یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا مبادا تم نہ سمجھو (اور وہ یاد نہ رہے یا اس پر بھی کچھ اشتباہ رہ جائے لہذا جامع و مختصر بتاتا ہوں کہ) مسیح دجال ٹھنگنا ہے (جو عظیم الخلقت اور موٹا تازہ پیٹل ہونے کے منافی نہیں کہ اکثر فتنہ انگیز اسی قد و قامت کے ہوا کرتے ہیں اور) پنڈلیاں اس کی دلنجوں

له یعنی الذی ذا مسٹی بامد بین العینین ۱۲ ـله یعنی مجاز محدود ای ناترۃ فی نفسہا مسخرۃ ۱۲

يومئذ؟ قال مثلها اليعني اليوم اوخيرًا (ابو سعيد[٥٨]) انه سأل النبی صلے الله علیه وسلم عن الدجال فقال هو يومه هذا قد اكل الطعام وانی اعهد اليكم فيه عهدًا لن يعهده نبی الی امته ان عينه اليمنی ممسوحة جاحظة لاحدقة لها كانها نخاعة فی حائط وعينه اليسری كانها كوكب دری ومعه مثل الجنة والنار فناره جنة وماؤه نار الا و بين يديه رجلان ينذران اهل القری فاذا خرجا من قريه دخلها اول اصحاب الدجال ؛ لرزين (ابو بكر[٥٩]) رفعه: الدجال يخرج من ارض بالمشرق يقال لها خراسان يتبعه اقوام كأن وجوههم المجان المطرقة ؛ (ابو بكر[٦٠]) رفعه: يمكث ابوالدجال وامه ثلاثين عاما لا يولد لهما ولد ثم يولد لهما غلام اعور اضرس واقله منفعة تنام عيناه ولا ينام قلبه ثم نعت لنا صلے الله عليه وسلم ابويه فقال ابوه طوال ضرب اللحم كان انفه منقار وامه امرأة فرضاخية طويلة الثديين قال ابو بكرة فسمعنا بمولود قد ولد علی هذه الصفة فی يهود المدينة فذهبت انا والزبير بن العوام حتی دخلنا علی ابويه فاذا نعت رسول الله صلے الله عليه وسلم فيهما فقلنا هل لكما ولد؟ فقالا مكثنا ثلاثين عاما لا يولد لنا ولد ثم ولد لنا غلام اعور اضرس واقله منفعة تنام عيناه ولا ينام قلبه فخرجنا من عندهما فاذا هو منجدل

کی طرح) چمک رہی ہیں۔ سر کے بال (حبشیوں کی طرح مڑے ہوئے اور (ایک آنکھ سے) کانا کہ آنکھ مٹی ہوئی (سلیپٹ) جو نہ ابھری ہوئی نہ دھنسی ہوئی اور دوسری آنکھ میں پھولا کہ ہر دو چشم سے عیبدار) پس اگر اس کا معاملہ تم پر مشتبہ ہو تو جان لو کہ تمہارا خدا کانا نہیں (کہ وہ جسم اور حاسۂ چشم ہی سے منزہ ہے پھر کانا پن کیسے لاحق ہوا) (م) اور (ترمذی میں ابو عبیدہ بن جراح سے اسی طرح مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ عجب نہیں کوئی شخص جس نے مجھے دیکھا اور میرا کلام سنا ہے اس کو پائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس روز ہمارے قلوب کی کیا حالت ہوگی؟ فرمایا ایسی ہی جیسی کہ آج ہے یا اس سے بھی بہتر (کہ مومن عارف پر اس کا اثر نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ صحابہ اور اس سے بعض نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور اس وقت صحابہ میں موجود تھے کہ دجال کے ہاتھوں شہید ہوں گے)۔ (ابو سعید[٥٨]) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ آج موجود ہے کہ کھانا کھاتا ہے (اگرچہ ظہور اس کا قریب قیامت ہوگا) اور میں اس کے متعلق ایک خاص علامت بتاتا ہوں جو کسی نبی نے بھی اپنی امت کو نہیں بتائی اس کی داہنی آنکھ سلیپٹ ہے (غدود کی طرح) ابھری ہوئی کہ اس میں ڈھیلا نہ ہوگا گویا وہ بلغم ہے دیوار میں۔ بائیں آنکھ جیسے چمکتا تارہ۔ اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ کی طرح (باغ اور آگ کا مجموعہ) ہوگا۔ مگر دوزخ اس کی (درحقیقت) جنت ہے اور اس کا پانی (کہ نہر بنا ہوا اس کی جنت میں جاری ہوگا درحقیقت) دوزخ ہے۔ اس کے آگے آگے دو شخص ہوں گے جو بستیوں (کے باشندوں) کو ڈرائیں گے (کہ دجال سے دھوکہ نہ کھانا) پس جب وہ (بستی سے) باہر نکل جائیں گے تب دجال کے ساتھیوں کا ابتدائی حصہ (بستی میں) داخل ہوگا (ز ین) **ف** دجال کی آنکھ کے متعلق مختلف الفاظ آئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عور عربی میں عیب کو کہتے ہیں خواہ بالکل بینائی جاتے رہنے سے ہو جسے کانا کہتے ہیں۔ اور اس کی ایک آنکھ ایسی ہی سلیپٹ ہوگی جس میں

في الشمس في قطيفة وله همهمة فكشف عن رأسه فقال ما قلتما؟ قلنا وهل سمعت ما قلنا؟ قال نعم تنام عيناي ولا ينام قلبي ؛ هاللترمذي (انس رض) رفعه: يتبع الدجال من يهود اصفهان سبعون الفا عليهم الطيالسة ؛ (محمد بن المنكدر رض) رأيت جابر بن عبد الله يحلف بالله ان ابن صياد الدجال قلت أتحلف بالله؟ قال فاني سمعت عمر يحلف بالله على ذلك عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا ينكره ؛ للشيخين وابي داود (ابن عمر) ان عمر انطلق مع

سیاہ ڈلا نام کو ہوگا۔ صرف ایک ابھار ہوگا منہ بند۔ اور دوسری بھی عیب دار ہوگی کہ اس میں ابھرا ہوا ٹینٹ ہوگا جو تارہ کی طرح چمکیگا کہ یہ دوسرا عیب ہے آنکھ کے ممسوح یعنی سلپٹ ہونے کے سبب اس کا نام مسیح دجال ہے۔ اور سیدنا عیسیٰ کو مسیح اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کے مسح ید یعنی ہاتھ پھیرنے سے اندھے بینا اور کوڑھی تندرست ہوتے تھے۔ (ابو بکر رض رفع: دجال مشرقی زمین سے نکلے گا جس کو خراسان کہتے ہیں (کہ ماوراء النہر میں ملک عراق کا ایک شہر ہے) اور اس کے ساتھ ہوں گی وہ قومیں جن کے چہرے اوپر نیچے رکھی ہوئی ڈھالوں کیطرح ہوں گے (یعنی منہ چوڑے اور رخسارے پھولے ہوئے ات (ابو بکرہ رض رفع دجال کے ماں باپ تیس برس تک تو دلا ولد رہیں گے کہ ان کے کوئی اولاد نہ ہوگی۔ اور اس کے بعد ان کے ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ پیدائشی کانا اور بڑے بڑے دانتوں والا بہت ہی کم نفع رساں اس کی آنکھیں سویا کریں گی اور دل نہ سوئے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کے والدین کا حلیہ بیان کیا کہ اس کا باپ دراز قامت ہوگا سبک گوشت (دبلا پتلا)۔ اس کی ناک خمیدہ و پتلی ہوگی جیسے چونچ۔ اور اس کی ماں ایک چوڑی چکلی عورت ہوگی لمبی پستانوں کی۔ ابو بکرہ رض کہتے ہیں کہ پھر مدینہ میں ایک یہودی کے گھر ایک ایسے ہی بچہ کی خبر ہم نے سُنی تو میں اور زبیر بن عوام چلے اور اس کے والدین کے پاس پہونچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا حلیہ ان میں موجود پایا۔ پس ہم نے پوچھا کیا تمہارا کوئی فرزند ہے؟ بولے کہ تیس برس تک تو ہم یوں ہی رہے کہ ہمارے کوئی بچہ نہ ہوا اس کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا کانا اور دانتوں والا اور قلیل منفعت والا کہ اس کی آنکھیں سوتی رہتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے۔ پس ہم ان کے پاس سے چلے تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ (بچہ) دھوپ میں پڑا ہے ایک چادر میں اور گنگنا رہا ہے۔ پس ہم دونوں نے (آہستہ آواز سے کچھ کہا) تو اس نے سر سے (چادر ہٹا کر منہ) کھولا اور کہا تم دونوں نے کیا کہا؟ ہم نے کہا جو بات ہم نے کہی کیا تو نے سن لی۔ کہا ہاں میری آنکھیں سویا کرتی ہیں اور دل نہیں سویا کرتا (ت)۔ ف یعنی سوتے میں بھی افکار فاسدہ اور شیطانی خیالات منقطع نہ ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان بایں معنی ہے کہ اذکار صالحہ منقطع نہ ہوتے اور آپ کی حالت خواب وحی ربانی اور تحفظ طاعات کے لئے مانع نہ ہوتی تھی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کشف کوئی علامت حقانیت نہیں کہ محض یکسوئی کا ثمرہ ہے جو باطل میں یکسوئی اور ہر وقت شیطانی خیالات میں انہماک سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کا نام صاف اور کنیت ابن صیاد تھی۔ اور بہتیرے صحابہ کا بھی یہ خیال تھا کہ یہی دجال معہود ہے جو اپنے وقت پر خروج کرے گا۔ (انس رض رفع: اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے تابع ہوں گے جن پر طیلسان ہوں گے (س)۔ ف سر پر رومال کی طرح ایک کپڑا ڈالتے اور دونوں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی رھط من اصحابہ قبل ابن صیاد حتی وجدہ یلعب مع الصبیان عند اطم بنی مغالۃ وقد قارب ابن الصیاد یومئذ الحلم فلم یشعر حتی ضرب صلے اللہ علیہ وسلم ظھرہ بیدہ ثم قال لابن صیاد اتشھد انی رسول اللہ؟ فنظر الیہ صیاد فقال اشھد انک رسول الامیین فقال ابن صیاد لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتشھد انی رسول اللہ؟ فرفضہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقال اٰمنت باللہ وبرسولہ ثم قال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ماذا تری؟ فقال یأتینی صادق وکاذب فقال لہ صلے اللہ علیہ وسلم خلط علیک الامر ثم قال لہ صلی اللہ علیہ وسلم انی قد خبأت لک خبأ فقال ابن صیاد ھو الدخ فقال لہ صلے اللہ علیہ وسلم اخسأ فلن تعدو قدرک فقال عمر ذرنی یارسول اللہ اضرب عنقہ فقال صلے اللہ علیہ وسلم ان یکنہ فلن تسلط علیہ وان لم یکنہ فلا خیر لک

کنارے کندھوں پر چھوڑ دیتے ہیں گرمی میں۔ یا سر پر تیل لگانے کے بعد عمامہ سے نیچے عرب اس کا استعمال کرتے ہیں اور اب اس کو تالسان کہتے ہیں۔ یہ شعار یہود یا متبعین دجال کی کوئی خصوصیت نہیں ہے کہ اس کا استعمال ناجائز کہا جائے بلکہ صرف ایک حالت بتائی گئی ہے جیسے کہا جائے کہ کافروں کی فوج آئی جن کے سر پر خود تھے اور ہاتھ میں تلوار۔ (محمد بن منکدر رح میں نے جابر بن عبداللہ کو دیکھا کہ اللہ کی قسم کھا کر کہا کرتے تھے ابن صیاد (وہی مسیح) دجال ہے۔ میں نے کہا آپ (اس پر) اللہ کی قسم کھاتے ہیں۔ فرمایا میں نے عمر کو سنا کہ اس پر اللہ کی قسم کھایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آنحضرت انکار نہ فرماتے تھے (ق د) ف یا اس لئے کہ دجل کے معنی فتنہ و تلبیس کے ہیں لہذا آخری دجال معہود نہیں مگر یہ بھی گمراہ کنندہ و فتان تھا۔ یا اس لئے کہ تعین کے متعلق آپ پر بھی وحی کا نزول نہ ہوا تھا لہذا اس کا دجال معہود ہونا مستبعد نہ تھا (ابن عمرؓ) حضرت عمر منجملہ چند صحابہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے اور اسکو یہودی قبیلہ بنی مغالہ کے محلہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتا ہوا پایا اور اس وقت میں ابن صیاد جوانی کے قریب پہونچ چکا تھا پس اسکو ہمارے پہونچنے کی خبر نہ ہوئی یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمر پر ہاتھ مارا اور پھر ابن صیاد سے فرمایا کیا (میرے متعلق) تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اُن پڑھوں (یعنی صرف اہل عرب) کے رسول ہو۔ پھر ابن صیاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ (میرے متعلق) گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس آپ نے اسکو چھوڑ دیا (اور بحث کرنا پسند نہ کیا) اور فرمایا میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے رسولوں پر (اور تو نہ رسول ہے نہ تجھ پر ایمان) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تجھے کیا دکھتا (اور منکشف ہوتا) ہے۔ بولا میرے پاس آتا ہے سچا اور جھوٹا (یعنی جو شیطان مجھے خبریں پہونچاتا ہے جس کو میں کشف کہتا ہوں وہ کوئی خبر سچی پہونچاتا ہے اور کوئی جھوٹی) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلط ملط کر دیا گیا تجھ پر معاملہ (کہ سچی بات میں بھی جھوٹ کا احتمال ہو کر اعتبار نہ رہا۔ اور جب خود اس کا اقرار کرتا ہے تو اپنے دعوی نبوت کی خود تکذیب کر رہا ہے) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کا امتحان لینا چاہا تاکہ صحابہ پر ظاہر ہو جائے کہ وہ کاہن ہے اور) فرمایا میں نے (اپنے دل میں) ایک بات چھپائی ہے بتا وہ کیا ہے اور آپ نے آیت یوم تاتی السماء بدخان مبین کا دھیان فرمایا۔ ابن صیاد نے کہا وہ دُخ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دور ہو کہ اپنی ستی سے آگے نہیں بڑھ سکتا (یعنی بس تیرے دعوی کی اتنی حقیقت ہے کہ ایک

له اى اضمرت لك ضميرا وكانوا يضمرون للكهنة ١٢ سه اى الدخان اى ببعض الكلمة ولم يقدر على تمامها فضلا عن الاتيان بغيرها كعادة الكهنة ١٢

فی قتله وقال ابن عمر انطلق بعد ذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بن کعب الی النخل التی فیها
ابن صیاد حتی اذا دخل صلی الله علیه وسلم النخل طفق یتقی بجذوع النخل وهو یختل ان یسمع من
ابن صیاد شیئا قبل ان یراه ابن صیاد فراٰه رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو مضطجع علی فراش
فی قطیفة له فیها زمزمة فرأت ام ابن صیاد رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یتقی بجذوع النخل
فقالت لابن صیاد یا صاف وهو اسم ابن صیاد هذا محمد فثار ابن صیاد فقال صلی الله علیه وسلم
لو ترکته بیّن قال ابن عمر فقام صلی الله علیه وسلم فاثنی علی الله بما هو اهله ثم ذکر الدجال فقال
انی لانذرکموه ما من نبی الا وقد انذر قومه لقد انذره نوح قومه ولکن اقول لکم فیه قولا لم یقله نبی
لقومه تعلموا انه اعور وان الله لیس باعور؛ وفی روایة: انی قد خبأت خبأ وخبأ له یوم تاتی
السماء بدخان مبین؛ للشیخین وابی داود والترمذی وله ولمسلم عن ابی سعید: ما تری؟ قال اری
عرشا علی الماء فقال صلی الله علیه وسلم تری عرش ابلیس علی البحر؛ (ابو سعید[٦٤]) قال رسول الله

لفظ بتایا اور وہ بھی ناقص کہ یہی کام ہے کاہنوں کا) پس عمر نے کہا یا رسول اللہ مجھے رہنے دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں
کہ نہ یہ رہے گا نہ مخلوق اس کو صاحب کشف سمجھ کر گمراہ ہوگی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی دجال معہود
ہے تو تم کو اس پر تسلط نہ ہوگا (کہ اس کا قتل حضرت عیسیٰؑ کا حصہ ہے) اور اگر وہ نہیں تو اس کے قتل میں تمہارے لئے کوئی
خوبی نہیں۔ (کیونکہ ذمی معاہد ہے اور ابھی نابالغ ہے، لہذا قتل جائز نہیں) ابن عمر کہتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعب (ایکدن چلے) اس نخلستان کی طرف جس میں ابن صیاد (رہتا تھا) اور اس تدبیر
میں کہ ابن صیاد سے (قبل اس کے کہ وہ آپ کو دیکھے کچھ سنیں، درختوں کی آڑ میں چھپنے لگے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس کو دیکھا کہ اپنی چادر میں (لپٹا ہوا) بچھونے پر لیٹا ہوا ہے اور کچھ منمنا رہا ہے (کہ سمجھ میں نہیں آتا
کیا کہہ رہا ہے) پس ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ پایا کہ آپ کھجور کے تنوں میں چھپنا
چاہتے ہیں۔ اس لئے ابن صیاد سے کہا اے صاف اور یہ ابن صیاد کا نام تھا دیکھ یہ محمد (موجود) ہیں۔ پس ابن صیاد
(جلدی سے) اُٹھ بیٹھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ چھوڑے رکھتی (اور اس کو آگاہ نہ کرتی) تو وہ
کھولدیتا یعنی اس کی آنادانہ تنہائی کی گفتگو سے حقیقتِ حال کا کچھ پتہ چل جاتا) ابن عمر کہتے ہیں پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم (ایک روز) کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کی جس کا وہ سزاوار ہے اور پھر دجال کا تذکرہ
فرمایا اور کہا میں تم کو ڈراتا ہوں اس سے (کہ بچنا اور دھوکہ میں نہ آنا) کوئی نبی نہیں جس نے اپنی قوم کو اس سے
ڈرایا نہو۔ اور بے شک نوحؑ نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا مگر میں تم سے اس کے متعلق ایسی بات بیان
کرتا ہوں جو کسی نبی نے بھی اپنی قوم سے نہیں بیان کی۔ خوب معلوم کرلو کہ وہ کانا ہے اور اللہ کانا نہیں (ق د
ت) اور مسلم میں ابو سعید سے مروی ہے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا) تجھے کیا نظر آتا ہے؟
بولا ایک تخت نظر آتا ہے پانی پر۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ابلیس کا تخت نظر آتا ہے سمندر
پر (ابو سعید[٦٣]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے پوچھا جنت کی مٹی کیسی ہے؟ بولا (نرمی و
ولطافت میں گویا) میدہ سفید (اور خوشبو میں جیسے) مشک اے ابو القاسم۔ آپ نے فرمایا ٹھیک بتایا۔ اور
ایک روایت میں ہے کہ ابن صیاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا جنت کی مٹی کے متعلق اور

صلے اللہ علیہ وسلم لابن صیاد ما تربۃ الجنۃ؟ قال درمکۃ بیضاء مسک یا ابا القاسم قال صدقت۔ وفی روایۃ ان ابن صیاد سأل النبی صلے اللہ علیہ وسلم عن تربۃ الجنۃ فقال درمکۃ بیضاء مسک خالص۔ (مسلم وعنہ) قال خرجنا حجاجا او عمارا ومعنا ابن صیاد فنزلنا منزلا فتفرق الناس وبقیت انا وھو فاستوحشت منہ وحشۃ شدیدۃ مما یقال علیہ وجاء بمتاعہ فوضعہ مع متاعی فقلت ان الحر شدید فلو وضعتہ تحت تلک الشجرۃ قال ففعل فرفعت لنا غنم فانطلق فجاء بعس فقال اشرب اباسعید فقلت ان الحر شدید واللبن حار ما بی الا انی اکرہ ان اشرب علی یدہ فقال ابا سعید لقد ھممت ان اٰخذ حبلا فاعلقہ بشجرۃ ثم اختنق مما یقول لی الناس یا ابا سعید من خفی علیہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما خفی علیکم معشر الانصار الست من اعلم الناس بحدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم؟ الیس قد قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھو کافر؟ وانا مسلم الیس قد قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ھو عقیم لا یولد لہ؟ وقد ترکت ولدی بالمدینۃ

آپ نے فرمایا (جیسے) سفید میدہ، خالص مشک (س) (ایضاً) کہتے ہیں کہ ہم (ایک سال) حج یا عمرہ کے لئے (مدینہ سے) چلے۔ اور ہمارے ساتھ (سفر میں) ابن صیاد بھی تھا (کہ منافقانہ اسلام لے آیا تھا)۔ پس ہم نے ایک پڑاؤ پر قیام کیا تو (قافلے کے) لوگ اِدھر اُدھر منتشر ہوگئے اور میں اور ابن صیاد رہ گئے۔ پس میں ان باتوں کی وجہ سے جو اس کے متعلق کہی جاتی تھیں (کہ وہ دجال ہے) اس سے بہت ہی گھبرایا اور وہ اپنا سامان لیکر آیا اور میرے سامان کے ساتھ رکھدیا۔ میں نے اس سے کہا کہ گرمی سخت ہو رہی ہے اگر تم اس (اپنے سامان کو) اس درخت کے نیچے رکھتے (تو بہتر تھا) ابن عمر کہتے ہیں (یہ اس کی سمجھ میں آگیا اور) اس نے ایسا کر لیا۔ پس یکایک ہمیں بکریاں ادھر نظر آئیں تو وہ گیا اور دودھ کا بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ لے کر آیا اور کہا کہ لو ابو سعید پیو۔ میں نے کہا گرمی شدید ہے اور دودھ گرم ہوتا ہے (اس لئے میں نہیں پی سکتا) اور میرے اس عذر کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ مجھے اس کے ہاتھ سے پینا پسند نہ تھا۔ پس کہنے لگا کہ اے ابو سعید میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ ایک رسّی لے کر درخت میں لٹکاؤں اور اپنے آپ کو پھانسی دے لوں اس (صدمۂ بہتان) کی وجہ سے جو میرے متعلق لوگ کہتے ہیں (کہ یہ دجال ہے) اے ابو سعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اگر کسی پر پوشیدہ رہی ہو (تو رہی ہو) مگر اے گروہ انصار تم پر تو پوشیدہ نہیں۔ کیا تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے واقف نہیں ہو؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ (دجال) کافر ہے اور تم دیکھتے ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ بانجھ ہوگا کہ اس کی اولاد نہ ہوگی۔ اور میں تو اپنا لڑکا مدینہ میں چھوڑ کر آیا ہوں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ نہ مدینہ میں داخل ہو سکے گا نہ مکہ میں۔ حالانکہ میں مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کا ارادہ ہے۔ ابو سعید کہتے ہیں۔ (اس کی اس تقریر سے) قریب تھا کہ میں اسکو معذور سمجھوں (اور اس کے دجال ہونے کو غلط قرار دوں) کہ اس کے بعد بولا ہاں خدا کی قسم میں اس کو (اور اس کے جائے ولادت کو) اور یہ کہ اس وقت وہ کہاں ہے جانتا ضرور ہوں۔ میں نے کہا تجھ پر ہلاکت ہو جیو تمام عمر (کہ پھر مجھے شبہ میں ڈالدیا) اور ایک روایت میں ہے کہ ابن صیاد سے پوچھا گیا تو اس سے خوش ہے

ـه الدرمک دقیق الحواری والمراد الخالص ۱۲ قاموس۔

أولیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل المدینۃ ولا مکۃ؟ وقد اقبلت من المدینۃ وانا ارید مکۃ قال ابو سعید حتی کدت ان اعذرہ ثم قال اما واللہ انی لاعرفہ واعرف مولدہ واین ھو الآن؟ قلت تبًا لک سائر الیوم۔ وفی روایۃ: قیل لابن صیاد ایسرک انک ذاک الرجل فقال لو عرض علیّ ما کرھت۔ لمسلم والترمذی (نافع) لقی ابن عمر ابن صیاد فی بعض طرق المدینۃ فقال لہ قولا اغضبہ فانتفخ حتی ملأ السکۃ فدخل ابن عمر علی حفصۃ وقد بلغھا فقالت لہ رحمک اللہ ما اردت من ابن صیاد؟ اما علمت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما یخرج من غضبۃ یغضبھا۔ وفی روایۃ: قال ابن عمر لقیتہ مرتین فلقیتہ مع قومہ فقلت لبعضھم ھل تحدثون انہ ھو؟ قالوا لا واللہ قلت کذبتمونی واللہ لقد اخبرنی بعضکم انہ لن یموت حتی یکون اکثرکم مالًا وولدًا وکذالک ھو زعموا الیوم قال فتحدثنا ثم فارقتہ فلقیتہ لقیۃ اخری وقد نفرت عینہ فقلت متی فعلت عینک ما اری؟ قال لا ادری قلت لا تدری وھی فی رأسک؟ قال ان شاء اللہ خلقھا فی عصاک ھذہ فنخر[1] کاشد نخیر حمار سمعت فزعم بعض اصحابی انی ضربتہ بعصا کانت معی حتی تکسرت واما انا فواللہ ما شعرت قالوا وجاء حتی دخل علی ام المؤمنین فحدثھا فقالت ما تریدالیہ؟ الم تعلم انہ قد قال ان اول ما یبعثہ علی الناس غضبۃ یغضبھا۔ لمسلم (جابرؓ) قال فقدنا ابن صیاد یوم الحرۃ۔ لابی داود

کہ تو وہی دجال ہو؟ کہنے لگا ہاں اگر یہ مجھ پر پیش کیا جائے تو ناپسند بھی نہیں۔ (س ت) (نافعؒ) ابن عمر کی مدینہ کے ایک کوچہ میں ابن صیاد سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اس کو کوئی بات کہدی جس سے اسکو غصہ آگیا اور وہ اتنا پھولا کہ کوچہ بھر گیا ابن عمر (جب ام المؤمنین) حفصہ کے پاس آئے اور ان کو یہ خبر پہونچ چکی تھی تو انہوں نے ان سے کہا اللہ تم پر رحم کرے تم کو ابن صیاد سے کیا مطلب۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ایک غصہ ہی کی وجہ سے اس کا خروج ہوگا (لہٰذا نہ اس سے بات کرو نہ غصہ دلاکر مخلوق کو اس کے فتنہ میں ڈالو کہ ممکن ہے دجال ہی ہو) اور ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر فرماتے ہیں۔ میں اس سے دو مرتبہ ملا۔ ایک ملاقات کو اس سے اس کی قوم کے ساتھ ہوئی تو میں نے ان سے کہا کیا تم کہا کرتے ہو کہ یہ (ابن صیاد) وہی (دجال معہود) ہے۔ بولے نہیں واللہ (ہم نہیں کہتے) میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو واللہ تمہارے ہی چند لوگوں نے مجھے خبر دی کہ وہ نہ مرے گا جب تک کہ مال اور اولاد میں تم سب سے زیادہ نہ ہوجائے گا اور آج وہ ایسا ہی ہے۔ کہتے ہیں کہ پس اس نے مجھ سے باتیں کیں اور میں چلا آیا۔ پھر اس سے میری دوسری ملاقات ہوئی اور اس کی آنکھ ورم کرآئی تھی تو میں نے اس سے کہا یہ (ورم) جو مجھے نظر آرہا ہے۔ تیری آنکھ میں کب ہو گیا۔ بولا مجھے پتہ نہیں۔ میں نے کہا تجھے پتہ نہیں حالانکہ آنکھ تیرے ہی سر میں ہے۔ کہا اگر اللہ چاہے تو تیری اس لاٹھی میں آنکھ پیدا کردے (اور اس کو جماد ہونے کے سبب نہ آنکھ کا پتہ ہوگا نہ ورم کا۔ اسی طرح مجھے اپنے افکار و تخیلات میں ڈوبنے کی وجہ سے ورم و درد کا شعور نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔) اس کے بعد اس نے ناک میں آواز کی جیسے گدھے کی سخت ترین آواز جو میں نے کبھی نہ سنی ہو۔ پس میرے بعض دوست

[1] نخیر نخر [illegible] الصوت فی خیاشیمہ ١٢ قاموس

(الصعب بن جثامہ)[65] رفعہ: لا یخرج الدجال حتی یذھل الناس عن ذکرہ وحتی تترک الأئمۃ ذکرہ علی المنابر۔ لابن احمد (ابوھریرۃ)[66] ذکر الدجال عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال تلدہ امہ فی قبرھا فاذا ولدتہ حملت النساء بالخطائین[1]۔ للاوسط بمجھول (وعنہ)[67] رفعہ: والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد۔ وفی روایۃ: وحتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابوھریرۃ اقرء وا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ الآیۃ وفی اخری: کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔ وفی روایۃ: فامکم منکم فسرہ ابن ابی ذئب فامکم بکتاب ربکم وسنۃ نبیکم۔ وفی اخری: لینزلن ابن مریم بنحوہ وفیہ: ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد۔ وفی اخری: لیس بینی وبینہ نبی وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض ینزل بین ممصرتین کأن رأسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویھلک اللّٰہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک المسیح الدجال ثم یمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون۔

[1] لہ جمع خطاء وہو الکاذ (؟) العاصی ای تحمل النساء ابا ناعمد ۱۲

کہتے تھے کہ میں نے اس کے ایک لاٹھی ماری جو میرے ساتھ تھی مگر مجھے اس کا شعور نہیں ہوا۔ کہتے ہیں (کہ اس کے بعد یہ آئے) اور اپنی بہن ام المومنین حفصہ کے پاس جاکر قصہ سُنایا تو انہوں نے فرمایا تمہارا اس کے پاس جانے سے کیا مقصود ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پہلی چیز جو اس کو لوگوں پر ظاہر کریگی وہ غصہ ہی ہوگا جو اسے پیش آئے گا۔ (س) (جابر)[66] فرماتے ہیں کہ جنگ حرہ کے دن ہمیں پتہ لگا کہ ابن صیاد مفقود ہو گیا (د) ف حرہ مدینہ منورہ کے قریب سیاہ کنکریوں والی وہ زمین ہے جہاں یزید کے لشکر نے ذی الحجہ ۶۳ھ میں بماتحتی مسلم بن عقبہ اہل مدینہ پر مشہور خونریزی کی تھی اور اس کے کچھ ہی دنوں بعد یزید مرگیا۔ چونکہ اس کے کچھ حالات دجال معہود کے مشابہ تھے اس لئے بعض صحابہ قطعی حکم لگاتے تھے کہ یہی دجال ہے اور چونکہ صاحب اولاد تھا اور مدینہ میں رہتا تھا اور اسلام لے آیا تھا اس لئے اکثر کی رائے یہ تھی کہ یہ دجال ضرور ہے منجملہ ستر دجالوں کے مگر وہ دجال نہیں جس کا فتنہ اکبر الفتن ہے۔ اور جب مطلق دجال کا لفظ بولا جاتا ہے تو وہی مراد ہوتا ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اس کے فیصلہ میں کوئی وحی نازل نہیں ہوئی جس میں مصلحت یہ تھی کہ اس کے فتنہ سے بھی لوگ خائف رہیں، لہذا صحابہ کا اختلاف بھی رفع نہیں ہوا۔ اور ممکن ہے کہ دجال معہود وہ ہو جسے تمیم داری نے جزیرہ میں پابزنجیر دیکھا تھا اور شیطان بصورت ابن صیاد ہو کر منافقانہ اسلام سے مخلوق کو فتنہ واشتباہ میں ڈالنے کے لئے مدینہ میں آبسا ہو۔ کہ حرہ کے دن مفقود ہو کر اپنی اسی رفیق سے جاملا۔ (صعب بن جثامہ)[68] رفع: دجال کا خروج ہوگا جبکہ لوگ اس کے ذکر سے غافل ہوجائیں گے اور امام ممبر پر اس کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیں گے (م) ف یعنی اچانک اس کا ظہور ہوگا کہ نہ دلوں میں اس کا فکر رہے گا نہ زبانوں پر چرچا۔ (ابوہریرہ)[69] دجال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا اس کی ماں اپنی قبر میں اس کو جنیگی۔

للشیخین وابی داود والترمذی (جابرؓ) رفعہ: لا تزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامۃ فینزل عیسی فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ۔ (ابن عمروؓ بن العاص) رفعہ: یخرج الدجال فی امتی فیمکث اربعین لا ادری اربعین یوما او شھرا او عاما فیبعث اللہ عیسی کأنہ عروۃ بن مسعود فیطلبہ فیھلکہ ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ من قبل الشام فلا یبقی علی وجہ الارض احد فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر او ایمان الا قبضتہ حتی لو ان احدکم دخل فی کبد جبل لدخلتہ علیہ حتی تقبضہ فیبقی شرار الناس فی خفۃ الطیر واحلام السباع

اور جب اس کو جنیں گی تو عورتیں بددینوں اور کافروں کی حاملہ بنے گی۔ (ز) **ف** یعنی وہ ماں کے مرنے کے بعد قبر میں پیدا ہوگا اور ساتھ ہی اس کے تابعین کی تخم ریزی شروع ہوگی کہ جو بھی حمل کسی کو قرار پائیگا وہ کافر و فاجر ہوگا (ایضاًؓ) فع: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قریب ہے وہ وقت کہ ابن مریم منصف حاکم بن کر تم میں نزول فرمائیں۔ پس صلیب کو شکستہ اور خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ (اتار کر) رکھدیں اور مال (کثرت کی وجہ سے) بہتا پھرے کہ کوئی اسے قبول نہ کرے۔ اور ایک روایت میں ہے یہاں تک کہ ایک بار سجدہ کرنا بہتر ہوگا دنیا و مافیہا سے (یعنی برکات نبوت سے دین کی محبت اور دنیا کے مال سے نفرت ہوگی) اس کے بعد ابو ہریرہ کہا کرتے تھے کہ (اگر دلیل کے لئے) دل چاہے تو پڑھو وان من اھل الکتاب الخ کہ اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ ہوگا جو ان پر ان کے مرنے کے قبل ایمان نہ لے آئے گا۔ اور دوسری روایت میں ہے اور کیا (مبارک) حال ہوگا تمہارا جب کہ نزول فرمائیں گے ابن مریم تم میں اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔ اور بروایتے وہ تمہارے امام بنیں گے تمہارے (اہل ملت میں بن کر) تم ہی میں سے۔ ابن ابی ذئب نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عیسٰی تمہارے امام بنیں گے اور اپنی شریعت پر نہ چلیں گے بلکہ) تمہارے رب کے قرآن اور تمہارے نبی کی سنت (یعنی شریعت محمدیہ پر چل کر) حکومت فرمائیں گے۔ اور تیسری روایت میں ہے ضرور ابن مریم کا تم میں نزول ہوگا الخ اور اسی میں ہے اور جاتا رہے گا بغض وکینہ اور باہمی حسد۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور وہ اترنے والے ہیں۔ پس جب ان کو دیکھو تو پہچان لیجیو کہ وہ میانہ قد شخص ہیں۔ مائل بہ سرخی و سپیدی۔ اتریں گے دو ہلکے زرد کپڑوں میں (حسین) اور ستھرے گویا سر سے (تازہ غسل کا پانی) ٹپک رہا ہے حالانکہ اس کو نمی بھی نہیں لگی۔ پس اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ اتار رکھینگے اور اللہ ان کے زمانہ میں تمامی مذاہب کو بجز اسلام کے فنا کر دے گا اور مسیح دجال کو ہلاک کریں گے۔ پھر زمین میں چالیس برس ٹھیریں گے (کہ تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور سات برس اب قیام ہوگا) اور اس کے بعد وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے (پھر قبہ خضرا میں آنحضرتؐ کے پاس دفن ہوں گے (ق د ت) (جابرؓ) فع: میری امت کی ایک جماعت حق پر (جمی ہوئی مخالفین سے لڑتی رہے گی غلبہ پاتی ہوئی قیامت تک۔ پس عیسیٰ اتریں گے اور ان کے امیر (امام مہدی) کہیں گے کہ تشریف لائیے

لا يعرفون معروفاً ولا ينكرون منكراً فيتمثل لهم الشيطان فيقول الا تستجيبون؟ فيقولون فما تأمرنا فيأمرهم بعبادة الاوثان وهم في ذلك دارّ رزقهم حسن عيشهم ثم ينفخ في الصور فلا يسمعه احد الا اصغى ليتاً و رفع ليتاً فاول من يسمعه رجل يلوط حوض ابله فيصعق ويصعق الناس ثم يرسل الله مطراً كانه الطل او الظل نعمان الشاك فتنبت منه اجساد الناس ثم ينفخ فيه اخرى فاذا هم قيام ينظرون ثم يقال يا ايها الناس هلموا الى ربكم وقفوهم انهم مسئولون ثم يقال اخرجوا بعث النار فيقال من كم؟ فيقال من كل الف تسع مائة وتسع وتسعين فذلك يوم يجعل الولدان شيبا و ذلك يوم يكشف عن ساق۔ رواہ مسلم۔

كتاب القيامة واحوالها من الحشر والحساب والحوض والصراط والميزان والشفاعة

(ابو سعیدؓ) رفعه: كيف انعم وقد التقم صاحب القرن القرن وحنى جبهته واصغى سمعه ينتظر ان يؤمر فينفخ فكان ذلك ثقل على اصحابه فقالوا كيف نفعل يا رسول الله او نقول؟ قال قولوا حسبنا الله ونعم الوكيل على الله توكلنا۔ للترمذی (ابن عمروؓ بن العاص) جاء اعرابی الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم

نماز پڑھائیے۔ وہ فرمائیں گے نہیں تم ہی میں کا ایک دوسرے پر حاکم ہوگا اللہ کے اس امت کو بزرگی بخشنے کے سبب (م) ف ہر چند کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام شریعت محمدیہ ہی پر عامل ہوں گے مگر نبوت آپ کی برقرار رہے اسلئے باوجود افضل واحق ہونے کے نماز کی امامت کیلئے ادباً امام مہدیؑ کو آگے بڑھائیں گے کہ وہ امت محمدیہ کے ایک فرد اور پہلے سے امام ہوں گے (ابن عمروؓ بن عاص) فع: دجال کا میری امت میں خروج ہوگا اور وہ چالیس، مگر یہ معلوم نہیں کہ دن یا مہینہ یا سال قیام کریگا۔ پس حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو بھیجیگا جو زیادہ مشابہیں عروہ بن مسعود کے پس اسکو تلاش کر کے کہ وہ بھاگے گا اور آپ پیچھا کریں گے) اسکو ہلاک کریں گے۔ پھر آپ سات برس لوگوں میں رہیں گے کہ دو آدمیوں میں بھی باہم عداوت نہ ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ ملک شام کیطرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجیگا پس ایک بھی نہ بچیگا جس کے قلب میں ذرہ برابر خیر یا ایمان ہو کہ اسکی روح قبض نہ کرلے۔ حتیٰ کہ کوئی پہاڑ کی کھو میں گھسیگا تو اس کے اندر بھی وہ داخل ہوگی اور اس کی روح قبض کرلیگی۔ (پس اسوقت دنیا میں) بدترین (کفار) ہی باقی رہ جائیں گے جن میں پرندوں کا سا ہلکا پن ہوگا (کہ استقلال اور سوچ بچار کا مادّہ نام کو نہوگا) اور درندوں کا سا تحمل ہوگا (کہ مغلوب الغضب ہوں گے) نہ وہ اچھا سمجھیں گے نہ بُرا (بلکہ محض اتباع نفس سے کام ہوگا) پس شیطان (آدمی کی صورت بن کر ان کے سامنے آئے گا اور کہے گا میں ایک بات بتاؤں) اسے مانوگے بھی؟ کہیں گے (ہاں کہو) کیا حکم دیتے ہو۔ پس وہ انکو بتوں کی پرستش کا حکم دیگا (کہ انکے ذریعہ خوش عیشی خوب نصیب ہوگی۔) پس وہ اسی فراخی رزق اور اپنی خوش عیشی میں ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائیگا اور جس کے کان میں بھی اسکی آواز پڑیگی وہ (دہشت کے مارے) گردن کا ایک رُخ کبھی جھکائے گا کبھی اٹھائے گا۔ پس سب میں پہلے اسکو ایک شخص سُنے گا جو اپنے اونٹوں (کے پانی پینے) کے حوض کی مرمت کر رہا ہوگا۔ پس وہ مر جائے گا اور (پھر) دوسرے لوگ بھی اسکی آواز کی دہل سے فنا ہو جائیں گے۔ پھر حق تعالیٰ (ہلکی پھوار) شبنم جیسی بارش بھیجیگا جس سے سب آدمیوں کے بدن اُگ آئیں گے اور اس کے بعد دوبارہ صور میں پھونک ماری جائے گی تو ان میں روح پڑ جائیگی اور سب کھڑے نظر آئیں گے کہ (حیرت کے ساتھ چار طرف) تکتے ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا اے لوگو چلو اپنے رب کی طرف اور (فرشتوں کو حکم ہوگا)

ل ليتاً بكسر اللام صفحة العنق اي يرفعها تارة ويخفضها اخرى من الدهشة ١٢ ك اي يلطخ ويصلحه ١٢



فقال ما الصور؟ قال قرن ينفخ فيه ۔ لابی داود والترمذی (ابوھریرہؓ) رفعه: ما بين النفختين اربعون يوما؟ فقال ابو هريرة ابيت قالوا اربعون شهرا؟ قال ابيت قالوا اربعون سنة؟ قال ابيت ثم ينزل من السماء ماء فينبتون كما ينبت البقل وليس من الانسان شئ الا يبلى الا عظم واحد وهو عجب الذنب منه يركب الخلق يوم القيامة ۔ وفی رواية: كل ابن آدم تاكله الارض الا عجب[1] الذنب منه خلق وفيه يركب ۔ للستة الا الترمذی (كعب بن مالكؓ) رفعه: انما نسمة[2] المؤمن طير تعلق فی شجرة الجنة حتى يرجعه الله تعالى فی جسده يوم يبعثه ۔ لمالك وللنسائی (ابو رزين العقيلی) قلت يا رسول الله كيف يعيد الله الخلق وما آية ذلك فی خلقه؟ قال اما مررت بوادی

انکو ایک جگہ، ٹھیراؤ کہ ان سے (دنیا میں کئے ہوئے چھوٹے بڑے عمل کا) سوال کیا جائے گا اس کے بعد حکم ہوگا کہ جہنم میں بھیجے جانیوالوں کو علیحدہ نکال لو۔ عرض کیا جائے گا کتنے میں سے (کتنی مقدار؟) حکم ہوگا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ پس یہ وہ دن ہوگا (جس کے متعلق ارشاد ہے) کہ بچوں کو بوڑھا بنا دیگا اور یہ دن ہوگا (جس کی بابت ارشاد ہے) جس دن پنڈلی کھولدی جائے گی (کہ محاورہ ہے کمال شدت وسختی پیش آنے سے) س۔

قیامت اور اس کے حالات مثلاً حشر حساب حوضِ کوثر پلصراط میزان اور شفاعت

(ابو سعیدؓ) فع: کیونکر چین سے بیٹھوں اور حال یہ ہے کہ صاحبِ صور (اسرافیلؑ) نے منہ میں لے لیا ہے صور کو (پھونکنے کے لئے) اور جھکا دیا ہے اپنے ماتھے کو اور کان لگائے ہوئے منتظر ہے کہ حکم ہو اور پھونک مارے۔ پس اسکا بوجھ پڑا صحابہ پر (اور متفکر و پریشان ہوکر) عرض کیا کہ ہم کیا کریں یا رسول اللہ؟ فرمایا (التجا کرو بارگاہ خدا میں اور) کہو اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا (ت) ف کہ ہر سختی کیوقت لطفِ الٰہی کا دامن پکڑنے سے امن و آرام ملتا ہے۔ (ابن عمرؓ و بن عاص) ایک بدو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر پوچھا صور کیا چیز ہے؟ فرمایا ایک سینگ (کی شکل بڑی چیز) ہے جس میں پھونک ماری جائیگی (کہ پہلی پھونک سے ساری مخلوق مرجائے گی اور دوسری سے سب زندہ ہو جائیں گے) (ت) (ابو ہریرہؓ) فع: دونوں پھونک کے درمیان چالیس کی مدت ہے پوچھا گیا کہ چالیس دن؟ ابو ہریرہ نے کہا میں نہیں جانتا کہا گیا کہ چالیس مہینے؟ کہا میں نہیں جانتا۔ کہا گیا چالیس سال؟ کہا میں نہیں جانتا (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمل چالیس ہی کا لفظ فرمایا یا کہ میں بھول گیا اس لئے یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کیا مراد ہے مگر دوسری حدیث میں آیا ہے کہ چالیس سال کا زمانہ ہوگا) اس کے بعد آسمان سے پانی برسے گا پس اگیں گے (اور پیدا ہوں گے جاندار) جیسے (زمین سے) اگتا ہے سبزہ۔ اور آدمی کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو بوسیدہ نہ ہو جائے بجز ایک ہڈی کے اور وہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ہے کہ مخلوق کی ترکیب اسی سے ہوگی بروز قیامت اور ایک روایت میں ہے کہ آدمی کا سارا حصہ زمین کھالے گی بجز ریڑھ کی ہڈی کے کہ اسی سے پیدا ہوا تھا اور اسی میں ترکیب دیا جائے گا (ست) ف یہ ان کا حال ہے جن کی نعش گلتی سڑتی ہے کہ ماں کے پیٹ میں سب سے پہلے ریڑھ کی ہڈی بنائی گئی اور وہی قبر میں کتنی ہی قلیل ہو کر رہے ضرور قائم رہے گی۔ اور حشر کے دن بحکم خدا اس پر تمامی اعضا مرتب کئے جائیں گے۔ مگر جن کی نعش محفوظ رہتی ہے جیسے انبیا اور رسل اور اکثر شہدا، و اولیا پس انکو حق تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ کھاوے۔ (کعبؓ بن مالک) فع: مومن

[1] العجب بالفتح فالسكون العظم الذی فی اسفل الصلب عند العجز وهو العسب من الدواب ١٢ نهاية [2] النسم محركة نفس الروح كالنفس محركة ١٢

قوملت جدبا ثم مررت به یهتز خضرا؟ قلت نعم قال فتلك اٰية الله في خلقه كذلك يحيي الله الموتى (لرزين)

(سهل بن سعد) رفعه: يحشر الناس يوم القيامة على ارض بيضاء عفراء[1] كقرصة النقي ليس فيها معلم[2] لاحد للشيخين (ابن عباس) رفعه: يحشر الناس يوم القيامة عراة غرلا[3] واول الخلق يكسى ابراهيم الخليل ثم قرأ كما بدأنا اول خلق نعيده؛ وفي رواية: تحشرون حفاة عراة غرلا فقالت امرأة ايبصر بعضنا عورة بعض؟ قال يا فلانة لكل امرئ منهم يومئذ شان يغنيه؛ للشيخين والترمذي والنسائي (انس) ان رجلا قال يا رسول الله قال الله تعالى الذين يحشرون على وجوههم الى جهنم ايحشر الكافر على وجهه؟ قال أليس الذي امشاه على الرجلين في الدنيا قادرا على ان يمشيه على وجهه يوم القيامة؛ للشيخين (ابو هريرة) رفعه: يحشر الناس يوم القيامة ثلاثة اصناف صنفا مشاة وصنفا ركبانا وصنفا على وجوههم قيل يا رسول الله وكيف يمشون على وجوههم؟ قال ان الذي امشاهم على اقدامهم قادر ان يمشيهم على وجوههم اما انهم يتقون بوجوههم كل حدب وشوك؛ للترمذي (وعنه)

کی روح (بصورت) پرند ہوتی ہے۔ جو جنت کے درخت میں لٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ اس کو بدن میں لوٹائے گا جس دن کہ اس کو (حشر کے لئے) اٹھائے گا (ط ئ) (ابو رزین عقیلی) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مخلوق کو اللہ کس طرح دوبارہ زندہ کرے گا اور یہاں مخلوق میں اس کی نشانی کیا ہے؟ فرمایا کیا تمہارا اپنی قوم کے خشک جنگل پر گذر نہیں ہوا کہ اس کے بعد (پانی پڑکر) جب وہ ہرا بھرا لہرا رہا ہو تب پھر تمہارا گذر ہوا ہو۔ میں نے کہا ہاں (دونوں حالتوں پر گذر رہوا اور دیکھا ہے) فرمایا بس یہی مخلوق میں اللہ کی نشانی ہے (جس سے بعث وحشر کی شناخت ہوتی ہے) اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کر دے گا (جس طرح سبزہ وترکاری کو خشک کھیت میں دوبارہ لہلہا دیا ہے) (سہل بن سعد رفع: بروز قیامت لوگ جمع کئے جائیں گے ایک سفید مٹیالی زمین میں جو (گولائی اور رنگ میں) میدہ کی روٹی کے مثل ہوگی کہ اس میں نام کو بھی (کسی مکان یا درخت کا) نشان نہ ہوگا (ق) (ابن عباس) رفع: لوگ محشر میں لائے جائیں گے برہنہ غیر مختون۔ اور مخلوق میں سب سے پہلے ابراہیم خلیل اللہ کو کپڑا پہنایا جائے گا (کہ راہ حق میں نار نمرودی کے اندر ڈالتے وقت ان کو برہنہ کیا گیا تھا) اور اس کے بعد یہ آیت پڑھی کما بدأنا الخ کہ جیسے پہلی پیدائش میں (شکم مادر کے اندر) ہم نے ابتدا کی تھی اسی طرح یعنی ننگے بدن اور بے ختنہ) ہم دوبارہ اسے پیدا کریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے تم کو میدان حشر میں لایا جائے گا برہنہ پا برہنہ بدن غیر مختون۔ تو ایک عورت نے کہا کیا ہم میں ایک شخص دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھے گا؟ فرمایا اے عورت ہر شخص کو اس دن وہ فکر ہوگا جو (نظر بازی سے) اسے بے نیاز بنا دے گا (کہ اپنی اپنی پڑی ہوگی اور کسی چیز پر نظر ڈالنے کا ہوش ہی نہ ہوگا) ق ت ئ (انس) ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وہ لوگ کہ جن کو منہ کے بل چلایا جائے گا جہنم کی طرف، کیا کافر کو اس کے منہ پر چلایا جائے گا؟ فرمایا کیا جس ذات نے اس کو دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے وہ اس پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن اس کو منہ کے بل چلائے (ق) **ف** خصوصاً جبکہ سانپ اور حشرات الارض کو منہ کے بل چلتا ہوا دیکھتے بھی ہیں۔ پس اگر تمہارے لئے وہ قابل تعجب ہے تو ان کے لئے تمہارا قدموں پر کھڑے ہو کر چلنا قابل تعجب ہے۔ (ابو ہریرہ) رفع: [illegible] ... قسم [illegible] کر میدان حشر میں لایا جائے گا۔ ایک قسم

[1] العفرة بياض ليس بالناصع او كلون عفر الارض وهو وجهها ١٢ [2] علم بفتح اللام وفي رواية معلم اي علامة ١٢ [3] غرلا بضم الغين جمع اغرل وهو الاقلف والغرلة القلفة ١٢

رفعه: يحشر الناس يوم القيامة على ثلاث طرائق راغبين وراهبين و اثنان على بعير وثلاثة على بعير واربعة على بعير وعشرة على بعير وتحشر بقيتهم النار تقيل معهم حيث قالوا وتبيت معهم حيث باتوا وتصبح معهم حيث اصبحوا وتمسي معهم حيث امسوا۔ للشيخين والنسائي (عنه) رفعه: يعرق الناس يوم القيامة حتى يذهب في الارض عرقهم سبعين ذراعا فانه يلجمهم حتى يبلغ آذانهم۔ للشيخين (لابن عمرؓ) وتلا الا يظن اولئك انهم مبعوثون ليوم عظيم يوم يقوم الناس لرب العالمين فقال يقوم احدهم في رشحه الى انصاف اذنيه۔ للشيخين والترمذي (المقداد) رفعه تدنى الشمس يوم القيامة من الخلق حتى تكون منهم كمقدار ميل قال سليم بن عامر فوالله ما ادري ما يعني بالميل امسافة الارض او الميل الذي يكتحل به العين قال فيكون الناس على قدر اعمالهم في العرق فمنهم من يكون الى كعبيه ومنهم من يكون الى ركبتيه ومنهم من يكون الى حقويه ومنهم من

قدموں پر چلتی (آئیگی) اور ایک قسم سوار ہوکر اور ایک قسم منہ کے بل چل کر۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ منہ پر کس طرح چلیں گے؟ فرمایا جس نے ان کو پاؤں پر چلایا ہے وہ قادر ہے کہ ان کو منہ کے بل چلائے۔ ہاں وہ اپنے منہ ہی کے ذریعہ ہر بلندی اور کانٹے سے بچیں گے (جیسے سانپ چلتا تو ہر موذی اور مضر سے بچتا ہوا چلتا ہے) (ت ایضاً) فع: لوگ تین طریق پر حشر کیے جائیں گے۔ ایک وہ جو ثواب کی رغبت (میں عبادت) کرتے تھے ایک وہ جو (عذاب کے) ڈر میں عبادت کرتے تھے۔ (اور یہ دونوں فریق سوار ہوں گے کہ) کسی اونٹ پر دو ہوں گے کسی پر تین اور چار اور کسی پر دس۔ اور باقی سب کو آگ کھینچکر لائیگی کہ دوپہر کو ٹھیریگی ان کے ساتھ جہاں وہ ٹھیریں گے اور رات گذاریگی ان کے ساتھ جہاں وہ رات گذاریں گے اور ان کے ساتھ صبح کریگی جہاں وہ صبح کریں گے اور شام کریگی جہاں وہ شام کریں گے (ق ی) ف اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ آگ جو ہر وقت ان کے ساتھ رہ کر حشر میں لائیگی مردوں کے قبروں سے اٹھنے کے بعد کی ہے یا اس سے قبل محشر یعنی زمین شام میں لانے کے لئے جو کہ علامات قیامت میں سے ہے (ایضاً) فع: قیامت کے دن لوگوں کو اتنا پسینہ آئے گا کہ زمین میں ستر ہاتھ تک پہونچ جائے گا کہ ان کے دہن لگام بن جائے گا۔ حتی کہ کانوں تک پہونچے گا (ق) (ابن عمرؓ) آیت الا یظن الخ کیا وہ یقین نہیں رکھتے کہ ان کو (قبروں سے) اٹھایا جائے گا ایک بڑے دن میں کہ جس دن لوگ کھڑے ہوں گے بحضور رب العالمین۔ تلاوت کرکے فرمایا کہ بعضا اپنے پسینہ میں نصف کان تک (ڈوبا ہوا کھڑا ہوگا (ق ت)۔ (مقدادؓ) فع: قیامت کے دن سورج مخلوق کے قریب لایا جائے گا کہ ایک میل کی مقدار ہوجائے گا۔ سلیم بن عامر (راوی) کا قول ہے کہ مجھے نہیں معلوم میل سے مراد مسافت زمین ہے (جو ۶۰۰۰ گز ہوتی ہے) یا سلائی مراد ہے جس سے آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے (کہ عربی میں اس کو بھی میل کہتے ہیں) پس آدمی اپنے اعمال کے موافق پسینہ میں (غرق ہوں گے) کہ کوئی اپنے ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک اور کوئی کولھوں تک اور کسی کے لگام کی طرح (دہانہ تک) پہونچے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پر ہاتھ کا اشارہ کرکے بتایا (س ت) ف میدان حشر میں ہر ایک کے اعمال کی جزا و سزا کا بہر صورت ظہور ہونے لگے گا۔ چنانچہ سورج سروں کے قریب آلگے گا تو حسب اعمال ہر بدکار اپنے پسینہ میں ڈوب جائے گا کہ دیکھنے والا اور وہ خود اسی سے اپنے اعمال بد کا

یلجمہ العرق الجاماً واشار صلے اللہ علیہ وسلم بیدہ الی فیہ ؛ لمسلم والترمذی (دعنہ) دفعہ، یحشر الناس مابین السقط الی الشیخ الفانی ابناء ثلاث وثلاثین فی خلق ادم وحسن یوسف وقلب ایوب مکحلین ذوی افانین لہ ؛ للکبیر (ابوہریرۃ) دفعہ، یحشر المتکبرون یوم القیامۃ فی صور الذر ؛ للبزار بجفی (ابو سعید) قیل یارسول اللہ یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ فما اطول ھذا الیوم فقال صلے اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ انہ لیخفف علی المؤمن حتی یکون علیہ اخف من صلاۃ مکتوبۃ یصلیھا فی الدنیا ؛ لاحمد والموصلی ولہ عن ابی ھریرۃ رفعہ، یوم یقوم الناس لرب العالمین مقدار نصف یوم من خمسین الف سنۃ فیھون ذلک علی المؤمن کتدلی الشمس للغروب الی ان تغرب ؛ ابن عباس، قال من شک ان المحشر بالشام فلیقرأ اول سورۃ الحشر ھو الذی اخرج الذین کفروا من دیارھم لاول الحشر فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم فھی ارض المحشر ؛ للبزار بلین (جابر) دفعہ، یبعث کل عبد علی مامات علیہ ؛ لمسلم (ابوہریرۃ) رفعہ،

اندازہ لگا سکے گا۔ اور چونکہ دارِ آخرت کے تمامی امور بطور خرق عادت اور قانونِ دنیا کے جن کو اسباب کہا جاتا ہے خلاف ہوں گے اس لئے بیک وقت اور ایک حرارت میں ہر شخص پر مختلف آثار پیدا ہونا قابلِ تعجب نہیں۔ اور یہ تو عالم دنیا میں بھی دیکھتے ہیں کہ دو شخص ایک پلنگ پر پڑے ہیں اور ایک اچھا خواب دیکھ کر فرحاں ہے اور دوسرا ڈراؤنا خواب دیکھ رہا اور لرزاں و پریشان ہو رہا ہے بلکہ ایک گھر میں دو شخص ہیں مگر ایک تندرست و خوش ہے اور دوسرا مریض اور محزون (ایضاً) اسقاط سے لے کر شیخ فانی تک (تمامی انسان) تینتیس ۳۳ برس کے نوجوان بنا کر حشر کئے جاویں گے کہ حضرت آدم کا سا (تندرست و طویل) بدن ہوگا اور حضرت یوسف کا سا (بے نظیر) حُسن اور حضرت ایوب کا سا (قوی و متحمل) قلب سُرمگین آنکھیں اور شاخہائے درخت کی طرح (نرم و نازک) بالوں والے (ک)۔ ف یہ اہلِ جنت کی صورت ہوگی بوقت دخول جنت کہ ہر طرح تام الخلقت اور کامل الاخلاق ہوں گے (ابوہریرہ) فع: تکبر والے بروزِ قیامت چیونٹیوں کی صورتوں میں محشور ہوں گے (بز) کہ جتنا اپنے کو لوگوں سے بڑا و برتر سمجھا تھا اسی قدر اولین و آخرین کے بھرے مجمع میں چھوٹے اور ذلیل ترین نظر آئیں گے۔

(ابو سعید) عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ (قیامت کے) دن کی مقدار پچاس ہزار برس ہوگی۔ وہ دن کس درجہ دراز ہوگا (اور کیسا کٹھن گذرے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ مومن پر اس کو ہلکا کر دیا جائے گا حتی کہ فرض نماز (کے وقت) سے بھی زیادہ ہلکا ہو جائے گا جو دنیا میں پڑھا کرتا تھا (م ص) اور ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس دن لوگ بحضور رب العالمین کھڑے ہوں گے وہ پچاس ہزار برس کے دن کی آدھی مقدار ہوگی مگر مومن پر اتنی آسان (اور قلیل) کر دی جائے گی جیسے ڈوبنے کے لئے سورج کے جھکنے سے لے کر غروب ہو جانے تک کا وقت۔ ف اس میں بھی بڑا دخل پریشانی اور سرور کو ہوگا کہ غمزدہ کو چھوٹی رات بھی برسوں کی برابر دراز ہو جاتی ہے اور شادمان و مسرور کے لئے بڑی سے بڑی رات ... (ابن عباس) جس کو اس میں شک ہو کہ

لہ الغفن محرکہ الغصن جمعہ افنان وجمع الجمع افانین وہو خصلۃ الشعر تشبیہا بالغصن الشجرۃ ای ذو شعور وجمہ ۱۲ قاموس۔

من كانت عنده مظلمة لاخيه من عرضه او شئ منه فليحلله منه اليوم من قبل ان لا يكون دينار
ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات
صاحبه فحمل عليه ؛ (وعنه)[٢٠] رفعه : اتدرون ما المفلس؟ قالوا المفلس فينا من لا درهم له
ولا متاع قال ان المفلس من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ويأتي وقد شتم هذا وقذف
هذا واكل مال هذا وسفك دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فان
فنيت حسناته قبل ان يقضى ما عليه اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم يطرح في النار ؛ (وعنه)[٢١] رفعه :
لتؤدن الحقوق الى اهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء ؛ هي لمسلم والترمذي
(وعنه)[٢٢] قال كنا نسمع ان الرجل يتعلق بالرجل يوم القيامة وهو لا يعرفه فيقول له مالك الي وما بيني
وبينك معرفة؟ فيقول كنت تراني على الخطاء وعلى المنكر ولا تنهاني ؛ لرزين (عائشة)[٢٣] كانت

میدانِ حشر ملک شام ہے وہ سورۂ حشر کا شروع پڑھ (کر اطمینان کر لے (کہ اس کا ترجمہ یہ ہے) اللہ
وہ ذات ہے جس نے نکالا کافروں (یہود بنی نضیر) کو ان کے گھروں سے اول اجتماع کے لئے (کہ جلا وطن ہو کر
ملک شام میں آباد ہوں) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی زمین محشر ہے (جہاں اولین و
آخرین کا اجتماع ہوگا) بزد (جابر)[١٨] فع : ہر بندہ اسی حالت پر مبعوث ہوگا جس پر مرا تھا (مس) ف مرنے
کے بعد زندہ ہو جانے اور قبروں سے اٹھنے کا نام بعث ہے۔ اور اعتبار چونکہ خاتمہ کا ہے اس لئے وہ
حالت جس پر موت آئی تھی خواہ ایمان ہو یا کفر اور طاعت ہو یا معصیت جزءً و کلاً بعث کے وقت قائم
ہوگی۔ (ابوہریرہ)[١٩] فع : جس کے ذمہ بھی کوئی مطالبہ ہو مسلمان بھائی کا خواہ اس کی آبرو کے متعلق یا
اور کچھ (جسے اس نے ظلماً نقصان پہونچایا) تو اسے چاہیئے کہ آج اس سے قبل اس سے معاف کرا لے کہ نہ
درہم ہوگا نہ دینار۔ اگر اس کے پاس نیک عمل ہوں گے تو مطالبہ ظلم کی مقدار وہ اس سے لے لئے جائیں گے
اور اگر نیکیاں ہوں گی تو اس (مظلوم) کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے (ایضاً)[٢٠] فع : جانتے بھی
ہو کہ مفلس کسے کہتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ مفلس ہم میں وہ کہلاتا ہے جس کے پاس نہ پیسہ ہو نہ کوئی
سامان۔ فرمایا (حقیقی) مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ (ہر قسم کی عبادتیں) لئے ہوئے
آئے گا۔ اور (چار طرف سے دعویدار مظلوم) دوڑیں گے کہ اسے گالی دی تھی اور اس پر بہتان باندھا
تھا اور اس کا (ناحق) مال کھایا تھا اور اس کا خون بہایا تھا پس اپنی نیکیوں میں سے کچھ اسے دیگا
اور کچھ اسے دے گا۔ پھر اگر نیکیاں اس سے پہلے ختم ہو جائیں گی کہ جتنے حقوق اس پر تھے وہ پورے
ہوں تو ان (مظلوموں) کی خطائیں لے کر اس پر ڈالدی جائیں گی اور اس کے بعد (خطاؤں کی سزا
میں) اسکو جہنم میں جھونک دیا جائے گا (ایضاً)[٢١] فع : بروز قیامت تم کو اہل حقوق کے حقوق ضرور ادا
کرنے ہوں گے۔ حتیٰ کہ بے سینگ والی بکری کو بھی سینگ والی بکری سے قصاص دلایا جائے گا (کہ اس نے
بیچاری کے سینگ مارا تھا تو آج اس کو سینگ عطا ہوگا کہ اسے مارے تاکہ بدلہ پورا ہو۔ اور پھر
سب کو خاک بنا دیا جائے) (س د) (ایضاً)[٢٢] فع : ہم سنا کرتے تھے کہ ایک شخص قیامت کے دن ایک
شخص کو پکڑ کر کھڑا ہو جائے گا حالانکہ وہ اس کو پہچانتا بھی نہ ہوگا۔ یہ کہے گا تجھے مجھ سے کیا واسطہ؟

من كانت عنده مظلمة لاخيه من عرضه او شئ منه فليحلله منه اليوم من قبل ان لا يكون دينار ولا درهم ان كان له عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات اخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه (خ) (وعنه)[٢٠] (رفعه): اتدرون ما المفلس؟ قالوا المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع قال ان المفلس من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ويأتي وقد شتم هذا وقذف هذا واكل مال هذا وسفك دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يقضى ما عليه اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم يطرح في النار (م) (وعنه)[٢١] (رفعه): لتؤدن الحقوق الى اهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء (هي لمسلم والترمذي) (وعنه)[٢٢] قال كنا نسمع ان الرجل يتعلق بالرجل يوم القيامة وهو لا يعرفه فيقول له مالك الي وما بيني وبينك معرفة؟ فيقول كنت تراني على الخطاء وعلى المنكر ولا تنهاني (لرزين) (عائشة)[٢٣] كانت

میدانِ حشر ملک شام ہے وہ سورۂ حشر کا شروع پڑھ (کر اطمینان) کرلے (کہ اس کا ترجمہ یہ ہے) اللہ وہ ذات ہے جس نے نکالا کافروں (یہود بنی نضیر) کو ان کے گھروں سے اول اجتماع کے لئے (کہ جلا وطن ہوکر ملک شام میں آباد ہوں) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی زمین محشر ہے (جہاں اولین و آخرین کا اجتماع ہوگا) (بز (جابرؓ)[١٨] فع: ہر بندہ اسی حالت پر مبعوث ہوگا جس پر مرا تھا (م) ف مرنے کے بعد زندہ ہوجانے اور قبروں سے اٹھنے کا نام بعث ہے۔ اور اعتبار چونکہ خاتمہ کا ہے اس لئے وہ حالت جس پر موت آئی تھی خواہ ایمان ہو یا کفر اور طاعت ہو یا معصیت جزءً وکلاً بعث کے وقت قائم ہوگی۔ (ابوہریرہؓ)[١٩] فع: جس کے ذمہ بھی کوئی مطالبہ ہو مسلمان بھائی کا خواہ اس کی آبرو کے متعلق یا اور کچھ (جسے اس نے ظلماً نقصان پہونچایا) تو اسے چاہیئے کہ آج اس سے قبل اس سے معاف کرالے کہ نہ درہم ہوگا نہ دینار۔ اگر اس کے پاس نیک عمل ہوں گے تو مطالبۂ ظلم کی مقدار وہ اس سے لے لئے جائیں گے اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو اس (مظلوم) کے گناہ لے کر اس پر لاد دیئے جائیں گے (ایضاً)[٢٠] فع: جانتے بھی ہو کہ مفلس کسے کہتے ہیں (ہم نے عرض کیا کہ مفلس ہم میں وہ کہلاتا ہے جس کے پاس نہ پیسہ ہو نہ کوئی سامان۔ فرمایا (حقیقی) مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ (ہر قسم کی عبادتیں) لئے ہوئے آئے گا۔ اور (چار طرف سے دعویدار مظلوم) دوڑیں گے کہ اسے گالی دی تھی اور اس پر بہتان باندھا تھا اور اس کا (ناحق) مال کھایا تھا اور اس کا خون بہایا تھا پس اپنی نیکیوں میں سے کچھ اسے دیگا اور کچھ اسے دے گا۔ پھر اگر نیکیاں اس سے پہلے ختم ہوجائیں گی کہ جتنے حقوق اس پر تھے وہ پورے ہوں تو ان (مظلوموں) کی خطائیں لے کر اس پر ڈالدی جائیں گی اور اس کے بعد (خطاؤں کی سزا میں) اسکو جہنم میں جھونک دیا جائے گا (ایضاً)[٢١] فع: بروز قیامت تم کو اہل حقوق کے حقوق ضرور ادا کرنے ہوں گے۔ حتی کہ بے سینگ والی بکری کو بھی سینگ والی بکری سے قصاص دلایا جائے گا (کہ اس نے بیچاری کے سینگ مارا تھا تو آج اس کو سینگ عطا ہوگا کہ اسے مارے تاکہ بدلہ پورا ہو۔ اور پھر سب کو خاک بنادیا جائے) (س د (ایضاً)[٢٢] فع: ہم سنا کرتے تھے کہ ایک شخص قیامت کے دن ایک شخص کو پکڑ کر کھڑا ہوجائے گا حالانکہ وہ اس کو پہچانتا بھی نہ ہوگا۔ یہ کہے گا تجھے مجھ سے کیا واسطہ؟

لا تسمع شيئًا لا تعرفه الا راجعت فيه حتى تعرفه وان النبى صلے اللہ علیہ وسلم قال من نوقش الحساب عذب فقلت اليس يقول الله واما من اوتى كتابه بيمينه فسوف يحاسب حسابا يسيرا وينقلب الى اهله مسرورًا فقال انما ذلك العرض وليس احد يحاسب يوم القيامة الا هلك. وفى رواية: وليس احد يناقش الحساب يوم القيامة الا عذب. للشيخين وابى داود والترمذى (ابن مسعود) رفعه[24]: اول ما يحاسب عليه العبد الصلاة واول ما يقضى بين الناس فى الدماء. للشيخين والترمذى والنسائى بلفظه (وعنه) رفعه[25]: لا تزول قدما ابن آدم يوم القيامة من عند ربه حتى يسئل عن خمس عن عمره فيما افناه وعن شبابه فيما ابلاه وعن ماله من اين اكتسبه وفيم انفقه وماذا عمل فيما علم. (انس) رفعه[26]: يجاء بابن آدم يوم القيامة كانه بذخ[1] فيوقف بين يدى الله تعالى فيقول الله اعطيتك وخولتك[2] وانعمت عليك فماذا صنعت؟ فيقول يا رب جمعته وثمرته وتركته اكثر ما كان فارجعنى آتك به فيقول له

میرے اور تیرے درمیان تو شناسائی بھی نہیں۔ وہ کہے گا تو مجھے غلطی اور خلاف شرع کام پر دیکھتا تھا اور منع نہیں کرتا تھا اس لئے میرے ساتھ چل کر میرے سزایاب ہونے میں تیری بھی شرکت ہے ابن (عائشہ)[23] کی عادت تھی کہ جو بات سنتیں اور نہ سمجھتیں تو اس کی تحقیق کیا کرتی تھیں جب تک کہ سمجھ نہ لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اکیدن) فرمایا جس سے (بروز قیامت) حساب میں گرفت کی گئی بس وہ سزایاب ہوا۔ تو میں نے کہا کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا حساب لیا جائے گا حساب آسان۔ اور وہ لوٹے گا اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش۔ (پھر مطلق حساب پر یقیناً سزایاب ہونا کیسا) فرمایا وہ (آسان حساب) تو صرف پیشی ہوگی۔ ہاں جس سے بھی قیامت کے دن باز پرس ہوئی بس وہ ہلاک ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن جس سے حساب میں گرفت کی گئی پس وہ عذاب میں گیا (ق دت)، ف محاسبہ کے طرز میں بھی حسب حال فرق ہوگا کہ جن پر رحم فرمانا ہے ان کے اعمال کا حساب برائے نام ہوگا کہ سامنے بلا کر پوچھ لیا جائے گا کیا تم نے یہ گناہ کئے اور بندہ اقرار کرے گا ہاں اے رب بے شک کئے۔ حکم ہوگا کہ تم نے برا کیا مگر جاؤ ہم نے معاف کیا۔ اور جن کو سزا دینا مقصود ہے ان سے گرفت بھی ہوگی کہ بتاؤ ایسا کیوں کیا اور ایسا کرنے کا تم کو حق کیا تھا۔ جس کے ساتھ یہ برتاؤ ہوا تو سمجھ لو کہ مجرم قرار پا گیا اور ضرور سزایاب ہوگا کہ جواب بن پڑ نہیں سکتا اور نہ کوئی عذر ہے جو خطا سے بری کرا سکے۔ (ابن مسعودؓ)[24] فع: سب سے اول جو بندہ سے پوچھ ہوگی تو نماز کی ہوگی اور سب سے پہلے جو لوگوں میں فیصلہ کیا جائے گا تو خون کے مقدمات کا ہوگا (ق ت ئ) ف کہ حقوق اللہ میں اہم ترین عبادت نماز ہے اور حقوق العباد میں سنگین مقدمہ قتل کا (ایضاً)[25] فع: (بروز قیامت) اللہ کے سامنے سے آدمی کے قدم ہٹ نہ سکیں گے جب تک کہ پانچ باتوں کا سوال نہ کر لیا جائے گا۔ (عمر کس (مشغلہ) میں صرف کی۔ جوانی کس حالت میں ختم کی۔ مال کہاں سے کمایا اور کس جگہ خرچ کیا اور جتنا علم حاصل تھا اس پر کتنا عمل کیا۔ (انسؓ)[26] فع: آدمی (مجرم) کو بروز قیامت (ذلت کے ساتھ) لایا جائے گا جیسے بھیڑ کا بچہ (کان پکڑ کے گھسیٹ کر لاتے ہیں)

له والبذخ ولد الضان ای بچہ بزغالہ ۱۲ منہ ک ای اعطیتک خولا وھی الخدم والحشم ۱۲

ادنی ماقدمت فیقول یارب جمعتہ وثمرتہ وترکتہ اکثر ماکان فارجعنی اٰتک بہ فاذا عبد لم یقدم خیرًا فیمضی بہ الی النار۔ ھا للترمذی (ابوھریرۃ) رفعہ: یلقی العبد ربہ فیقول ای فل الم اکرمک واسودک وازوجک واسخر لک الخیل والابل واذرک ترأس وتربع؟ فیقول بلی یارب فیقول ظننت انک ملاقی؟ فیقول لا فیقول فانی انساک کما نسیتنی ثم یلقی الثانی فذکر مثلہ ثم یلقی الثالث فذکر مثلہ الی ان قال اظننت انک ملاقی فیقول ای رب اٰمنت بک وبکتابک وبرسلک وصلیت وصمت وتصدقت ویثنی بخیر ما استطاع فیقول ھھنا اذًا ثم یقول الاٰن نبعث شاھدًا علیک فیتفکر فی نفسہ من ذا الذی یشھد علیہ؟ فیختم علی فیہ ویقال لفخذہ انطقی فتنطق فخذہ ولحمہ وعظامہ بعملہ وذلک لیعذر من نفسہ وذلک المنافق وذلک الذی سخط اللہ علیہ۔ لمسلم مطولا (ابو سعید) قلنا یارسول اللہ ھل نری ربنا

پس اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ پس حق تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھے (بہتیرا روپیہ پیسہ) دیا تجھے صاحب حشم وخدم بنایا اور تجھ کو ہر قسم کی نعمتیں بخشیں (بتا ان کے شکریہ میں) تو نے کیا کیا۔ کہیگا اے رب میرے میں نے اسے جمع کیا اور ترقی دی اور جتنا تھا اس سے بہت زیادہ (بنا کر) چھوڑ آیا۔ اب مجھے (دنیا میں ذرا دیر کو) واپس کر دیجئے تو میں آپ کے پاس سب لے آؤں۔ اللہ اس سے فرمائے گا (تیری جمع پونجی ہمیں درکار نہیں) بس مجھے یہ دکھا کہ زندگی میں (یہاں کے لئے) تو نے کیا بھیجا؟ وہ (پھر یہی) کہیگا کہ اے رب میرے میں نے اس کو جمع کیا اور ترقی دی اور جتنا تھا اس سے بہت زیادہ (کرکے) چھوڑ آیا اب مجھے (دنیا میں) بھیج دیجئے تو آپ کے پاس سب لے آؤں۔ غرض وہ بندہ (خود بار بار اقرار کرے گا کہ) کوئی نیکی پہلے نہیں بھیجی لہٰذا اسکو جہنم کی طرف روانہ کر دیا جائے گا (ت، ف) آہ اگر فرمودۂ پیغمبر پر یقین ہو جیسا کہ دعوئ ایمان بتا رہا ہے تو بخل وظلم اور حرص وہوس ترقی مسلمان کے قلب سے ایسی نکل جائے جیسے رشوت یا قتل کا مقدمہ قائم ہونے پر کٹہرہ میں کھڑے ہوئے مجرم کے دل سے امنگیں دور ہو جایا کرتی ہیں۔ (ابوہریرہ رفع: بندہ اپنے رب سے ملے گا اور وہ فرمائے گا اے فلانے کیا ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تجھے معزز اور سردار قوم بنایا۔ تجھے بیوی دی گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع کئے اور تجھے رئیس بنا چھوڑا کہ چوتھائی لیا کرتا تھا (بزمانۂ جاہلیت بادشاہ کا حصّہ مالِ غنیمت میں اسی مقدار ہوا کرتا تھا) وہ کہیگا ہاں اے میرے رب (بیشک ایسا ہی تھا) پس فرمائے گا کیا تجھے اس کا بھی خیال تھا کہ مجھ سے آکر ملنا ہے؟ وہ کہے گا کہ نہیں فرمائے گا اچھا (آج) میں بھی تجھے بھلا دوں گا جیسا تو نے مجھے بھلا دیا تھا (اور خبر بھی نہ لوں گا کہ جہنم میں تجھ پر کیا گذر رہی ہے) پھر دوسرا سامنے آئے گا (کہ وہ بھی کافر ہوگا) اور یہی حال آپ نے اس کا ذکر کیا۔ اور پھر تیسرا حاضر ہوگا اور اس کا بھی یہی قصہ ذکر فرمایا یہاں تک کہ جب سوال ہوگا کیا تجھے اس کا بھی یقین تھا کہ مجھ سے آکر ملے گا تو کہے گا ہاں اے رب میرے میں ایمان لایا تجھ پر اور تیری ہر کتاب پر اور تیرے تمام پیغمبروں پر اور (حسب حکم پیغمبر پنجگانہ) نماز پڑھی اور (سارے رمضان کے) روزے رکھے اور (فرض ونفل ہر قسم کی) خیرات کی۔ غرض حسب طاقت نیکیوں کو دہرائے گا۔ پس حق تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب ذرا ٹھیرا (اور خاموش ہو جا) اس کے بعد فرمائے گا اب ہم تجھ پر گواہ قائم کرتے ہیں۔ پس وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ بھلا کون ہوگا جو مجھ پر گواہی دے گا۔ تب اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی (کہ زبان کھل نہ سکے گی) اور اس کی ران سے کہا

خیّنہ ۱۲ ۲؎ ای اجعلک سیدا ۱۲ ۳؎ ای اترکک تصیر رئیسا ۱۲ ۴؎ ای ترتفع فی ربیع الغنائم ای تأخذ الربع من المغنم ۱۲

یوم القیامۃ؟ قال نعم فھل تضارون فی رویۃ الشمس بالظھیرۃ صحوًا لیس معھا سحاب؟ وھل تضارون فی رویۃ القمر لیلۃ البدر صحوًا لیس فیھا سحاب؟ قالوا لا یا رسول اللہ قال فما تضارون فی رویۃ اللہ یوم القیامۃ الا کما تضارون فی رؤیۃ احدھما اذا کان یوم القیامۃ اذن مؤذن لتتبع کل امۃ ما کانت تعبد فلا یبقی احد کان یعبد غیر اللہ من الاصنام والانصاب الا یتساقطون فی النار حتی اذا لم یبق الا من کان یعبد اللہ من بر وفاجر وغبر اھل الکتاب فیدعی الیھود فیقال لھم ما کنتم تعبدون؟ قالوا نعبد عزیر ابن اللہ فیقال کذبتم ما اتخذ اللہ من صاحبۃ ولا ولد فماذا تبغون قالوا عطشنا یا رب فاسقنا فیشار الیھم الا تردون فیحشرون الی النار کانھا سراب یحطم بعضھا بعضًا فیتساقطون فی النار ثم تدعی النصاری فیقال لھم ما کنتم تعبدون؟ قالوا کنا نعبد المسیح ابن اللہ فیقال لھم کذبتم ما اتخذ اللہ من صاحبۃ ولا ولد فماذا تبغون؟ فیقولون عطشنا یا ربنا فاسقنا فیشار الیھم

جائے گا کہ بول۔ چنانچہ اس کی ران اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں (اپنے متعلق) اپنے عمل کو ظاہر کریں گی اور یہ (اس لئے ہوگا) کہ اس کا نفس ہی اس کے عذر کو ساقط کر دے۔ اور یہ شخص منافق ہوگا اور وہ ہوگا جس پر اللہ کا غصہ ہوگا۔ (لہٰذا گوشت پوست ظاہر کرے گا کہ اندرون سے کچھ بھی نہیں ہوا اور جو کچھ ہوا وہ خوف جان ومال کی خاطر اوپری ہوا) س) (ابوسعیدؓ) ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا ہاں۔ کیا تم کو دوپہر کے وقت سورج کے دیکھنے میں (بھیڑ کے دھکا پیل کی) کچھ تکلیف ہوتی ہے جبکہ وہ کھلا ہوا ہو کہ بادل (وغبار اس کے ساتھ کچھ) نہ ہو اور کیا شب چہار دہم کا چاند دیکھنے میں جبکہ وہ صاف ہو کہ اس کے ساتھ بادل نہ ہو کچھ مشقت ہوتی ہے؟ عرض کیا کہ نہیں یا رسول اللہ (کچھ بھی دشواری نہیں ہوتی۔) فرمایا پس بروز قیامت تم کو اپنے رب کے دیکھنے میں دشواری نہ ہوگی جیسی ان دونوں کے دیکھنے میں نہیں ہوتی جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک ندا دینے والا (فرشتہ) ندا دے گا کہ جو امت جس کی پرستش کیا کرتی تھی وہ اس کے ساتھ لگ لے۔ پس جو کوئی بھی اللہ کے سوا بتوں اور مٹھوں وغیرہ کی پرستش کیا کرتا تھا کوئی نہ بچے گا جو (اپنے بتوں وغیرہ کے ساتھ) جہنم میں نہ جا پڑے۔ حتی کہ جب صرف اللہ کی پرستش کرنے والے باقی رہ جائیں گے خواہ نیک عمل ہوں یا بدعمل اور (اہل کتاب بھی (جو بت پرست نہ تھے) تو یہود کو بلایا جائے گا۔ اور ان سے پوچھا جائے گا تم کس کی پرستش کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی پرستش کیا کرتے تھے۔ پس کہا جائے گا کہ تم نے (ان کو بیٹا قرار دینے میں) جھوٹ بولا کہ اللہ نے تو کسی کو بیوی بنایا ہے نہ بیٹا۔ پھر اب کیا چاہتے ہو؟ کہیں گے ہمیں پیاس بہت لگ رہی ہے اے رب ہمارے ہم کو (پانی) پلا دیجئے۔ پس ان کو (جہنم کی سمت) اشارہ کر کے کہا جائے گا کہ پینے کے لئے گھاٹ پر جاتے کیوں نہیں۔ چنانچہ وہ جہنم کی طرف لائے جائیں گے جو ریت کی طرح ہوگی (جیسے دور سے دیکھنے والا پانی سمجھتا ہے) کہ (جوش وخروش میں) اس کا ایک حصہ اپنے ہی دوسرے حصہ کو توڑ رہا ہوگا (جیسے تند غیظ وغضب میں اپنا ہاتھ خود ہی کاٹا کرتا ہے) پس سب دوزخ میں جا پڑیں گے۔ اس کے بعد نصاری کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کیا کرتے تھے۔ پس کہا جائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا۔ اللہ نے تو نہ کسی کو بیوی قرار دیا نہ بیٹا۔

الا تردون؟ فیحشرون الی جهنم کانها سراب یحطم بعضها بعضاً فیتساقطون فی النار حتی اذا لم
یبق الا من کان یعبد اللہ من بر و فاجر اتاہم اللہ فی ادنی صورۃ من التی راوہ[1] فیہا قال فما
تنتظرون تتبع کل امۃ ما کانت تعبد قالوا یا ربنا فارقنا الناس فی الدنیا افقر ما کنا الیہم ولم نصاحبہم
فیقول انا ربکم فیقولون نعوذ باللہ منک لا نشرک باللہ شیئاً مرتین او ثلاثا حتی ان بعضہم لیکاد ان
ینقلب فیقول ھل بینکم و بینہ ایۃ فتعرفونہ بہا؟ فیقولون نعم فیکشف عن ساق فلا یبقی من کان یسجد
للہ من تلقاء نفسہ الا اذن اللہ لہ بالسجود و لا یبقی من کان یسجد اتقاء و ریاء الا جعل اللہ ظہرہ
طبقۃ واحدۃ کلما اراد ان یسجد خر علی قفاہ ثم یرفعون رؤسہم وقد تحول فی صورتہ التی راوہ فیہا
اول مرۃ فیقول انا ربکم فیقولون انت ربنا ثم یضرب الجسر علی جہنم و تحل الشفاعۃ و یقولون اللہم
سلم سلم قیل یا رسول اللہ و ما الجسر؟ قال دحض مزلۃ[2] فیہ خطاطیف و کلالیب و حسکۃ تکون

پھر اب کیا چاہتے ہو۔ کہیں گے پیاس بہت لگ رہی ہے اے رب ہمیں کچھ پلا دیجئے۔ پس ان کو اشارہ کیا جائیگا
کہ گھاٹ پر جاتے کیوں نہیں۔ چنانچہ جہنم کی طرف جو ریت کی طرح نظر آئے گی ان کو لایا جائے گا کہ اس کا بعض
حصہ بعض کو توڑ رہا ہوگا۔ پس سب جہنم میں جا پڑیں گے۔ یہاں تک کہ جب بجز ان کے جو اللہ کی پرستش کیا کرتے تھے خواہ
نیک عمل ہوں یا بدعمل اور کوئی باقی نہ رہے گا تو حق تعالیٰ ان کے پاس اس صورت کے علاوہ جس میں انہوں نے
اس کو دیکھا تھا دوسری صورت میں آئے گا اور فرمائے گا تم کس انتظار میں کھڑے ہو کہ ہر اُمت ان کے پیچھے
جا رہی ہے جن کی وہ عبادت کیا کرتی تھی۔ وہ کہیں گے یا رب ہم لوگوں سے دنیا ہی میں باوجودیکہ ہم اس وقت
ان کے بہت زیادہ محتاج تھے الگ ہوگئے اور ان کے ساتھ نہ رہے (تو اب ان کا ساتھ کیا دے سکتے ہیں) بس
فرمائے گا میں ہوں تمہارا رب۔ وہ کہیں گے نعوذ باللہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کر سکتے۔ دو یا تین
مرتبہ یہی کہیں گے حتی کہ بعض ان میں عجب نہیں پلٹ جائے (اور خدا امان لے) پس فرمائے گا کیا تمہارے اور اس کے
درمیان کوئی علامت ہے جس سے تم اس کو پہچان لو، وہ کہیں گے ہاں۔ پس پنڈلی کھولدی جائے گی اور جو بھی
اللہ کو بطیب خاطر سجدہ کیا کرتا تھا کوئی نہ بچے گا جسے حق تعالیٰ سجدہ میں گرنے کی اجازت نہ دیدے۔ اور
جو (کسی کے) ڈر یا دکھاوے کے لئے سجدہ کیا کرتے تھے ان میں کوئی نہ بچے گا جس کی کمر کو تختہ نہ بنا دیا جائے
کہ جب بھی وہ سجدہ کرنے کا قصد کرے گا تو گدی کے بل گر جائے گا۔ اس کے بعد (سجدہ میں گر جانے والے
مخلص مومنین) اپنے سر اٹھائیں گے اور (دیکھیں گے) کہ حق تعالیٰ اپنی اس صورت میں ہوگیا جس میں اس کو
پہلے دیکھا تھا۔ پس فرمائے گا کہ میں ہوں تمہارا رب۔ عرض کریں گے کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ (یہ ایک
شئے ہے جس کی حقیقت مشاہدہ ہی کے وقت معلوم ہوگی۔ مگر اتنا ضرور سمجھ لو کہ انسان جب اپنے محبوب
سے بات کرتا ہے تو لفظ لفظ میں محبت و انبساط ہوتا ہے اور جب کسی دشمن سے بات کرتا ہے تو لفظ
لفظ میں رکھاوٹ اور انقباض ہوتا ہے اور اس سے خود مخاطب سمجھ لیتا ہے کہ میں محبوب ہوں یا مبغوض
چونکہ مومنین کے قلوب پر دنیا میں حق تعالیٰ کے محبانہ انوار کا ورود رہتا تھا۔ اور اس وقت جبکہ مومنین
و منافقین سب مخاطب ہوں گے تو اول مرتبہ رب سبحانہ کا کلام ان محبانہ انوار سے خالی ہوگا جو خالص
مومنین کے ساتھ مخاطبت میں ہوا کرتا ہے، اور اس لئے مومنین اس کے رب ہونے کا انکار کریں گے اور

[1] رآہ فیہا سابقا اما بالعین فی الوقت و اما فی دار الدنیا اما بالبصر او البصیرۃ و فیہ دلیل لمن للقول بجواز الرؤیۃ بالبصر فی دار الدنیا ۱۲ السید عبد اللہ۔ [2] الدحض و الطین ای المکان الذی یکون فیہ الزلق ۱۲

بنجد فیہا شوکیۃ یقال لہا السعدان فیمر المؤمنون کطرف العین و کالبرق و کالریح و کا لطیر و کاجاوید الخیل و الرکاب فناج مسلم و مخدوش مرسل و مکدوس فی نار جہنم حتی اذا خلص المؤمنون من النار فو الذی نفسی بیدہ ما من احد منکم باشد مناشدۃ للہ فی استقصاء الحق من المؤمنین للہ یوم القیامۃ لاخوانہم الذین فی النار فیقولون ربنا کان یصومون معنا و یصلون و یحجون فیقال لہم اخرجوا من عرفتم فتحرم صورہم علی النار فیخرجون خلقاً کثیراً قد اخذت النار الی نصف ساقہ والی رکبتیہ ثم یقولون ربنا مابقی فیہا احد ممن امرتنا بہ فیقول ارجعوا فمن وجدتم فی قلبہ مثقال دینار من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقولون ربنا لم نذر فیہا احداً ممن امرتنا ثم یقول ارجعوا فمن وجدتم فی قلبہ مثقال نصف دینار من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقولون ربنا لم نذر فیہا ممن امرتنا احداً ثم یقول ارجعوا فمن وجدتم فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر فاخرجوہ فیخرجون خلقاً کثیراً ثم یقولون ربنا لم نذر فیہا خیراً و کا

بعض لوگ خواہ منافق ہوں یا وہ جو محض تقلید میں دیکھا دیکھی ایمان لے آئے تھے قریب ہوگا کہ پلٹا کھائیں اور رب سمجھ لیں کہ انوار محبانہ سے ناآشنا ہیں۔ پس دوسری بار اعداء کو محجوب فرما کر صرف محبوبین سے مخاطبت ہوگی تو جو انوار ظاہری و باطنی دنیا میں تعلق مع اللہ سے ان کے قلوب پر وارد ہوچکے تھے ان کا درود ہوگا۔ اور پنڈلی کھولنے سے اسی نور محبانہ کا وضوح مراد ہے کہ اس کے موافق پڑتے ہی وہ سجدہ میں گر جائیں گے۔ اور اعداء و منافقین اپنی توجہ الی غیر اللہ کے سبب اس ثمرۂ توحید و اخلاص سے محروم رہیں گے واللہ اعلم، پھر اس کے بعد جہنم کے اوپر پل قائم کر دیا جائے گا اور شفاعت کا وقت آئے گا اور لوگ (پل صراط پر چلنے میں) پکاریں گے الٰہی نجات نجات۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ پل کیسا ہوگا؟ فرمایا (اس پر یا اس سے ورے) پھسلن ہوگی کہ (پاؤں) پھسلیں گے اور اس میں آنکڑے اور آڑے ترچھے کانٹے ہوں گے (جیسے کنوئیں میں گرے ہوئے ڈول نکالنے کے لئے ہوتے ہیں۔ اور بڑے بڑے خار جیسے نجد میں اس خار دار درخت کے ہوتے ہیں جس کو سعدان کہتے ہیں پس مومنین (اپنے قوت وضعف ایمان کے موافق) اس پر گذریں گے (کوئی جیسے پلک جھپکنا (کہ یا ادھر تھا یا اُدھر) کوئی بجلی کی طرح کوئی ہوا کے مثل کوئی پرند کی طرح کوئی اعلیٰ قسم کے گھوڑوں کی طرح اور کوئی تیز رَو اونٹ کی مثل۔ پس کوئی سالم اور نجات یافتہ (پار ہو جائے گا) اور کوئی خراشیں کھایا اور جھلسا ہوا پار ہو جائے گا اور کوئی گرا ہوا ہوگا آتش دوزخ میں۔ حتی کہ جب مومنین (نیکوکار) جہنم سے نجات پاجائیں گے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ کوئی تم میں اپنا حق وصول کرنے کے لئے مطالبہ میں اتنا شدید نہ ہوگا جتنا مومنین اللہ سے بروز قیامت اپنے ان بھائیوں کے لئے مطالبہ (اور درخواست میں) کرنیوالے ہوں گے جو دوزخ میں ہیں کہ عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار، یہ لوگ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے روزے رکھا کرتے اور حج کیا کرتے تھے: پس آج بھی ان کو ہم سے جدا نہ کیجئے، ان سے کہا جائے گا اچھا نکال لاؤ جن کو بھی تم پہچانتے ہو۔ چنانچہ آگ پر ان

ابو سعید یقول ان لم تصدقونی بهذا الحدیث فاقرءوا ان شئتم ان الله لا یظلم مثقال ذرة وان
تك حسنة یضاعفها ویؤت من لدنه اجرا عظیما فیقول الله تعالی شفعت الملائكة و شفع
النبیون وشفع المؤمنون ولم یبق الا ارحم الراحمین فیقبض قبضة من النار فیخرج منها
قوما لم یعملوا خیرا قط قد عادوا حمما فیلقیهم فی نهر فی افواه الجنة یقال له نهر الحیاة فیخرجون
كما تخرج الحبة فی حمیل السیل الا ترونها تكون الی الحجر والی الشجر ما یكون الی الشمس اصیفر
واخیضر وما یكون منها الی الظل یكون ابیض فقالوا یا رسول الله كانك كنت ترعی بالبادیة
قال فیخرجون كاللؤلؤ فی رقابهم الخواتیم یعرفهم اهل الجنة هؤلاء عتقاء الله الذین ادخلهم
الجنة بغیر عمل عملوه ولا خیر قدموه ثم یقول ادخلوا الجنة فما رأیتموه فهو لكم فیقولون ربنا
اعطیتنا ما لم تعط احدا من العالمین فیقول لكم عندی افضل من هذا فیقولون یا ربنا ای شیء افضل
من هذا؟ فیقول رضائی فلا اسخط علیكم بعده ابدا۔ وفی روایة: قال ابو سعید بلغنی ان

کے چہرے حرام کر دیئے جائیں گے (کہ پہچانے جا سکیں گے) اور وہ کثیر مخلوق کو نکال لائیں گے
کہ کسی کو آگ نے آدھی پنڈلی تک اور کسی کو گھٹنوں تک کھالیا ہوگا۔ پھر کہیں گے کہ اے ہمارے
رب جن کے متعلق آپ نے ہمیں حکم دیا تھا اب ان میں (جہنم کے اندر) کوئی نہیں رہا۔ فرمائے گا دوبارہ
جاؤ اور جس کے قلب میں اشرفی برابر بھی نیکی پاؤ اسے بھی نکال لاؤ۔ چنانچہ ایک کثیر مخلوق کو نکال
لیں گے اور پھر عرض کریں گے کہ جن کی بابت آپ نے حکم دیا تھا ان میں سے کسی کو بھی ہم نے اس میں
نہیں چھوڑا۔ پھر فرمائے گا سہ بارہ جاؤ اور جس کے قلب میں آدھی اشرفی برابر بھی نیکی پاؤ اس کو نکال لو۔
چنانچہ کثیر مخلوق کو نکالیں گے اور پھر عرض کریں گے کہ اے رب جن کے متعلق آپ نے ہمیں حکم
دیا تھا ان میں سے کسی ایک کو بھی ہم نے اس میں نہیں چھوڑا۔ اس کے بعد فرمائے گا کہ پھر جاؤ اور
جس کے قلب میں ذرہ برابر بھی نیکی پاؤ اس کو بھی نکال لو۔ چنانچہ کثیر مخلوق کو نکالیں گے اور پھر
عرض کریں گے کہ اے رب ہمارے ہم نے اس میں کوئی نیکی رہنے ہی نہیں دی (سب کو باہر نکال لیا)
اور ابو سعید کہا کرتے تھے اگر اس حدیث کے بارہ میں مجھے سچا نہ سمجھو تو اس آیت کو پڑھ لو۔
(یہ اس کی تصدیق کنندہ ہے کہ) بیشک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہ فرمائے گا۔ اور اگر کوئی نیکی
ہوگی تو اس کو دوچند سہ چند بنا دے گا اور اپنی طرف سے بھی اجر عظیم دے گا۔ پس حق تعالیٰ
فرمائے گا کہ فرشتے بھی سفارش کر چکے اور انبیاء بھی سفاعت کر چکے اور تمام مؤمنین بھی
شفاعتیں کر چکے اور کوئی باقی نہیں رہا بجز ارحم الراحمین کے (کہ اپنی رحمت کی بارش برسائے)
چنانچہ دوزخ سے ایک مٹھی بھرے گا اور ان لوگوں کو نکالے گا جنہوں نے کوئی بھی نیکی کبھی نہیں
کی (اور صرف ایمان ہی ایمان ہے وہ بھی اتنا پوشیدہ کہ اللہ ہی کو اس کا ادراک ہو سکتا ہے)
اور یہ لوگ جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ پس ان کو دہانہ جنت (پر بہنے والی) نہر میں ڈالدے گا جس
کو نہر حیات کہتے ہیں۔ پس اس میں سے (نئی زندگی پاکر) ایسے نکلیں گے جیسے سوکھا ہوا (گیہوں وغیرہ کا)
دانہ پانی بہنے کی جگہ (سبز) شاداب ہو کر نکلا کرتا ہے۔ کیا تم اس کو پتھر یا درخت کے پاس دیکھتے

الجسر ادق من الشعر واحد من السیف ۔ للشیخین والنسائی ولمسلم عن جابر، قال، فیقول من تنتظرون؟ فیقولون ننتظر ربنا فیقول انا ربکم فیقولون حتی ننظر الیک فیتجلی لهم یضحک فینطلق بهم ویتبعونه ویعطی کل انسان منهم منافق او مؤمن نورا ثم یتبعونه وعلی جسر جهنم کلالیب وحسک تاخذ من شاء الله ثم یطفأ نور المنافقین ثم ینجو المؤمنون فتنجوا اول زمرة وجوههم کالقمر لیلة البدر سبعون الفا لا یحاسبون ثم الذین یلونهم کاضوء نجم فی السماء ثم کذلک ثم تحل الشفاعة ویشفعون حتی یخرج من النار من قال لا اله الا الله وکان فی قلبه من الخیر ما یزن شعیرة فیجعلون بفناء الجنة ویجعل اهل الجنة یرشون علیهم الماء حتی ینبتوا نبات الشیٔ

نہیں کہ جس قدر وہ سورج کی طرف ہوتا ہے وہ زرد یا سبز ہوتا ہے اور جو حصہ سایہ میں ہوتا ہے وہ سپید ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ گویا آپ جنگل میں چراتے رہے ہیں (کہ جنگلی پیداوار کی نوعیتوں سے بھی واقف ہیں) فرمایا پس وہ موتی کی طرح (شفاف چمکدار ہو کر) نکلیں گے کہ ان کی گردنوں میں علامت کے لئے سونے وغیرہ کے) ہار ہوں گے کہ اہل جنت ان کو پہچان لیں گے کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں جن کو اس نے جنت میں داخل فرمایا ہے بغیر عمل کئے اور بلا کسی نیکی کے اپنے آگے بھیجے۔ اس کے بعد فرمائے گا کہ جاؤ جنت میں اور جہاں تک بھی تمہاری نگاہ جائے وہ سب تمہارا ہے۔ عرض کریں گے کہ اے رب ہمارے تو نے تو ہمیں اتنا دیدیا کہ دنیا جہاں میں کسی کو بھی نہیں دیا۔ فرمائے گا کہ تمہارے لئے میرے پاس اس سے بھی بہتر چیز ہے کہیں گے کہ اے ہمارے رب اس سے بہتر کون چیز ہے۔ فرمائے گا۔ میری خوشنودی کہ میں اس کے بعد تم پر کبھی خفا نہ ہوں گا (اور اس طرح ہر نعمت و لذت دائمی ہو کر اطمینان و سرور کو دائمی بنا دیگی) اور ایک روایت میں ہے ابو سعید نے کہا مجھے یہ حدیث پہونچی ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے (ق ی)، ف ایک خط سیدھا کھینچو اور دو خط اس کے دائیں بائیں ذرا رخ پھیر کر کہ تینوں خط ایک نقطہ پر آملیں۔ اب اس نقطہ پر غور کرو کہ اس کے درمیانی حصہ سے خط مستقیم چلا ہے اور برابر ہی سے ادھر ادھر دو خط ٹیڑھے نکلے ہیں۔ اس خط مستقیم کو صراط مستقیم سمجھو جس پر چلنے کا دنیا میں حکم ہے۔ اور خمیدہ خطوں کو افراط اور تفریط سمجھو۔ اول تو یہ نقطہ ہی بال سے زیادہ باریک ہے جو ملتقے ہے تینوں خطوں کا، اور اس کا وہ جز جو مبتدا ہے خط مستقیم کا وہ تو بہت ہی باریک ہے۔ مگر حضرات انبیا تو عمر بھر اس اعتدال حقیقی پر چلنے کے اتنے مشاق تھے کہ ان کی نظیر نہیں مل سکتی اور عامۂ مؤمنین نے حسب استعداد و ہمت اس پر چلنے کی کوشش کی اور باوجود طرح طرح کے خطرات اور ایذاؤں کے اس پر چلتے رہے۔ اسی صراط مستقیم کی کہ مزلہ اقدام ہے صورت مثالیہ ہوگی۔ وہ پل صراط جس کو جہنم پر پل کی طرح بچھایا جائے گا۔ اور دار العمل میں اس پر چلنے کی جو رفتار اور کیفیت رہی ہے دار الجزا میں اس کا ظہور ہو جائے گا۔ کہ کوئی پلک زدن میں عبور کرے گا اور کوئی بجلی کو ندنے کی طرح۔ حتی کہ کوئی گھسٹتا ہوا۔ اور جس نے دنیا میں اس کو چھوڑ کر افراط یا تفریط کا ٹیڑھا راستہ اختیار کیا وہ وہاں بھی سیدھے پل پر نہ چل سکے گا اور کٹ کر یا پھسل کر ادھر گرے گا یا ادھر۔ (اور جابر نے) فرمایا کہ (جب حق تعالی) پوچھے گا کہ تم کس کے انتظار میں کھڑے ہو تو وہ کہیں گے کہ ہم اپنے رب کے منتظر

فی السیل ویذھب حراقة ثم یسأل حتی تجعل له الدنیا وعشرة امثالها (مسلم مطولا ابن عمر) [۲۹]
رفعه: فی النجوی یدنو المؤمن من ربه حتی یضع علیه کنفه فیقرره بذنوبه تعرف ذنب کذا؟ فیقول
اعرف رب اعرف رب مرتین فیقول سترتها علیک فی الدنیا واغفرها لک الیوم ثم تطوی صحیفة
حسابه۔ واما الاخرون ای الکفار والمنافقون فینادی علی رؤس الخلائق ھؤلاء الذین کذبوا
علی ربھم الا لعنة اللہ علی الظالمین ۔ للشیخین (عائشة) ان رجلا قال یارسول اللہ ان لی مملوکین
یکذبوننی ویخوننی ویعصوننی واشتمھم واضربھم فکیف انا منھم؟ فقال النبی صلے اللہ
علیه وسلم اذا کان یوم القیامة یحسب ماخانوک وعصوک وکذبوک وعقابک ایاھم فان کان
عقابک ایاھم بقدر ذنوبھم کان کفافا لا لک ولا علیک وان کان عقابک ایاھم دون ذنوبھم

ہیں. فرمائے گا کہ میں ہوں تمہارا رب۔ وہ کہیں گے (اچھا ٹھیریئے) ہم آپ کو بغور دیکھ لیں۔ پس حق تعالیٰ
تجلی فرمائے گا ہنس کر (اور رحیمانہ طرز کی جھلک دکھلائے گا) کہ ان کو لے چلے گا اور وہ اس کے ساتھ ساتھ
ہولیں گے۔ اور ان میں ہر شخص کو خواہ منافق ہو یا مومن ایک روشنی دیجائے گی کہ اس کے بعد وہ اس روشنی
کے پیچھے ہولیں گے۔ اور جہنم کے پل پر آنکڑے اور خار ہوں گے کہ جس کو بھی اللہ چاہے گا وہ اسے پکڑیں گے
پھر منافقوں کی روشنی تو بجھ جائے گی (کہ ظاہری صورت کا ساتھ ختم ہو لیا اور اب حقیقت کھلنے کا وقت
آیا) لہٰذا مومنین (پل صراط عبور کرنے میں) نجات پائیں گے کہ پہلا گروہ جو نجات پائے گا وہ ان کے چہرے
چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے وہ ستر ہزار ہوں گے کہ ان سے کوئی حساب نہ لیا جائے گا پھر وہ لوگ
ہوں گے جو (راہ مستقیم پر چلنے میں) ان کے قریب قریب ہوں گے (جن کے چہرے) آسمان کے روشن ترین ستارہ
کی طرح ہوں گے۔ پھر اسی طرح (درجہ بدرجہ جتنا فرق ہوگا اتباع شریعت میں اسی قدر فرق ہوگا رفتار میں اور
چہروں کی چمک دمک میں) اس کے بعد اجازت ہوگی شفاعت کی اور (ملائکہ ورسل وعلماء واولیاء وحفاظ
واطفال سب ہی جس جس کی ہو سکے گی) شفاعت کریں گے حتی کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے قلب میں
جو کے سم (دانہ) بھر نیکی ہوگی وہ بھی نکال لیا جائے گا۔ اور ان کو صحن جنت میں لا ڈالا جائے گا۔ پس اہل جنت
ان پر پانی چھڑکیں گے حتی کہ وہ اس طرح نشوونما پائیں گے جیسے پانی بہنے کی جگہ پر کوئی چیز پروان چڑھتی ہے
اور ان کی جھلس جاتی رہے گی۔ پھر وہ درخواست کرے گا حتی کہ اس کو دنیا اور جیسی دس دنیا کے برابر
(باغات وزمین کی سلطنت) دیدی جائے گی (س) (ابن عمر، رفع) [۲۹] سرگوشی کے متعلق جو کہ اللہ ولا اس
کے (بندۂ مؤمن میں بروز حساب واقع ہوگی. آنحضرت نے یہ صورت بیان فرمائی کہ) مؤمن اپنے رب
کے قریب آئے گا (کہ قرب مرتبہ مراد ہے نہ کہ قرب مکانی) یہاں تک کہ اس کو اپنے سایۂ رحمت میں چھپا
لے گا اور اس کے گناہوں کا اس سے (اس صورت) اقرار کرے گا کہ فلاں گناہ سے واقف بھی ہو؟ وہ
کہے گا ہاں اے رب واقف ہوں ہاں اے رب واقف ہوں. پس فرمائے گا ہم نے دنیا میں تم پر
(پردہ پوشی فرمائی اور) اس کو چھپائے رکھا اور آج اس کو بخشے دیتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے اعمال
نامے لپیٹ دیئے جائیں گے (اور کسی کو اس کے گناہ کے دیکھنے یا سننے کا موقع ہی نہ ملے گا۔) رہے
دوسرے لوگ یعنی کفار اور منافقین سو مخلوق کے بھرے مجمع میں باآواز بلند پکارا جائے گا کہ یہ ہیں

كان فضلا لك وان كان عقابك اياهم فوق ذنوبهم اقتص لهم منك الفضل فتنحى الرجل وجعل يهتف ويبكى فقال له صلى الله عليه وسلم اما تقرأ قول الله تعالى ونضع الموازين القسط ليوم القيامة الى حاسبين؟ فقال الرجل يا رسول الله ما اجد لى ولهؤلاء شيئا خيرا من مفارقتهم اشهد انهم كلهم احرار؛ للترمذى (انس)[٣١] كنا عند النبى صلى الله عليه وسلم فضحك فقال هل تدرون مم اضحك؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال من مخاطبة العبد ربه فيقول يا رب الم تجرنى من الظلم؟ قال يقول بلى قال فانى لا اجيز اليوم على نفسى شاهدا الا منى فيقول كفى بنفسك اليوم عليك شهيدا او الكرام الكاتبين شهودا فيختم على فيه ويقول لاركانه انطقى فتنطق باعماله ثم يخلى بينه وبين الكلام فيقول بعدا لكن وسحقا فعنكن كنت اناضل؛ لمسلم

وہ لوگ جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر سن لو کہ اللہ کی پھٹکار ظالموں پر (ق) (عائشہ)[٣٠] ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے غلاموں کی یہ حالت ہے کہ مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں میری خیانت کرتے ہیں اور میرا کہنا نہیں سنتے اور میں ان کو سخت سست کہتا اور مارا کرتا ہوں پس میری ان سے کیونکر نمٹیگی؟ فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو جتنی انہوں نے تمہاری خیانت اور نافرمانی کی ہے اور تم سے جھوٹ بولا ہے اس کا اور ان کو تمہاری سزا دینے کا حساب کیا جائے گا۔ پس اگر تمہاری سزا بقدر ان کی خطاؤں کے ہوگی تو برابر سرابر رہے گا کہ نہ تم کو ثواب نہ تم پر عذاب۔ اور اگر تمہاری سزا ان کی خطاؤں سے کم ہوگی تو زیادتی تمہارے لئے (موجب اجر) ہوگی۔ اور اگر تمہارا ان کو سزا دینا ان کی خطاؤں سے زائد ہو گا تو تم سے اس زیادتی کا ان کو قصاص دلایا جائے گا۔ پس وہ شخص ایک طرف جا کر آہ و زاری کرنے لگا۔ (کہ خطا پر غصہ کے وقت سزا دینے میں جرم کی مقدار کا محفوظ رکھنا بڑا کٹھن ہے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تم اللہ کا ارشاد پڑھتے نہیں کہ ہم قیامت کے دن پوری منصفانہ تولی رکھیں گے۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ میں اپنے اور ان (غلاموں) کے لئے ان کو علیحدہ کر دینے سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب آزاد ہیں۔ (نہ وہ ہوں گے نہ خطا پر سزا کی نوبت آئے گی اور نہ محاسبہ کا فکر ہو گا) ت (انس)[٣١] ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ ہنسے اور فرمایا جانتے بھی ہو کہ میں کس وجہ سے ہنستا ہوں عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بندہ کی اپنے رب کے ساتھ گفتگو پر (ہنسی آئی) کہ وہ (قیامت کے دن) کہے گا اے میرے رب کیا آپ نے مجھے ظلم سے مطمئن نہیں کیا (کہ ذرہ برابر کسی پر ظلم نہ ہو گا) ارشاد ہو گا بے شک کیا۔ کہے گا تو آج میں اپنے نفس پر کسی کی گواہی جائز نہ رکھوں گا بجز اس کے جو مجھ ہی میں سے ہو۔ پس فرمائے گا اچھا آج تجھ پر تیرا نفس اور کرام کاتبین ہی گواہ کافی ہیں۔ چنانچہ اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ بولو۔ پس وہ اس کے اعمال بیان کریں گے اور اس کے بعد اس کی گویائی (جو بند کر دی گئی تھی) کھول دی جائے گی۔ پس وہ اپنے اعضاء سے) کہیگا دور ہو تم پر پھٹکار کہ تمہاری ہی طرف سے تو میں حملہ کیا کرتا (اور تم ہی کو موٹا تازہ رکھنے کے لئے لڑتا جھگڑتا اور مبتلا معصیت ہوا کرتا تھا۔ آج تم نے ہی مجھے رسوا کیا) س (انس)[٣٢] فع: ظلم تین قسم کا ہے ایک ظلم وہ ہے جسے اللہ

له اى اجاوزوا نهم واداعم ١٢

[٣٠] ہر چیز کی حد ہوتی ہے ... [illegible] ... وزن کیو

(انس[۴۲] رفعه: الظلم ثلاثة- فظلم لایغفره الله وظلم یغفره الله وظلم لایترکه الله فاما الظلم الذی لایغفره الله فالشرک ان الشرک لظلم عظیم واما الظلم الذی یغفره الله فظلم العباد لانفسهم فیما بینهم وبین ربهم واما الظلم الذی لایترکه الله فظلم العباد بعضهم بعضاً حتی یدین لبعضهم من بعض: للبزار وفیه احمد بن مالک القشیری (عقبة بن عامر[۴۳]) رفعه: اول خصمین یوم القیامة جاران: لاحمد (انس[۴۴]) رفعه: اذا التقی الخلائق یوم القیامة فادخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار نادی منادیا اهل الجمع تتارکوا المظالم بینکم وثوابکم علیَّ: للاوسط بلین (ابوذر[۴۵]) رفعه: انی لاعلم اخر اهل الجنة دخولا الجنة واخر اهل النار خروجا منها رجل یؤتی به یوم القیامة فیقال اعرضوا علیه صغار ذنوبه وارفعوا عنه کبارها فیعرض علیه صغارها فیقال له عملت یوم کذا وکذا کذا وکذا وعملت یوم کذا وکذا کذا وکذا؟ فیقول نعم

بخشنے کا نہیں اور ایک ظلم وہ ہے جسے اللہ بخشدے گا اور ایک ظلم وہ ہے جسے اللہ چھوڑے گا نہیں پس وہ ظلم جسے اللہ نہ بخشیگا وہ تو شرک ہے کہ (قرآن میں فرماچکا) بیشک شرک بڑا ظلم ہے اور وہ ظلم جسے بخشدیگا وہ بندوں کا اللہ کے اور اپنے معاملات میں اپنی جانوں پر ظلم کرنا (یعنی گناہوں کا مرتکب ہونا) ہے اور وہ ظلم جسے اللہ چھوڑے گا نہیں وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ جب تک ایک کو دوسرے سے بدلہ نہ دلا لیگا (معاف نہ فرمائے گا) بز (عقبہ بن عامر[۴۳]) رفع: سب سے اول دو شخص جن کا قیامت کے دن مقدمہ آئیگا دو پڑوسی ہوں گے (کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی اور پڑوس کے حق کا لحاظ نہ کیا تھا) م (انس[۴۴]) رفع: جب قیامت کے دن ساری مخلوق ایک دوسرے سے ملیگی اور جنتیوں کو جنت میں داخل کردیا جائے گا اور دوزخیوں کو دوزخ میں تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا کہ اے اہل محشر آپس کے مظالم کو چھوڑ بیٹھو اور تمہارا ثواب میرے ذمہ (د) ف یہ ایک دوسرے کو معاف کردینے کی ترغیب دینا اللہ کا مستقل انعام ہے کہ بدلہ لینے میں تو ذرا دیر کے لئے دل ٹھنڈا ہوجاتا ہے اور ثواب ایک دائمی لذت اور بیش از بیش نعمت ہے۔ پس بہتیرے مظلومین اپنا حق انتقام معاف کردیں گے اور جو اس پر بھی معاف نہ کریں ان کو البتہ قصاص دلایا جائے گا (ابوذر[۴۵]) رفع: میں خوب جانتا ہوں اس جنتی کو جو سب کے اخیر جنت میں جائے گا اور دوزخ سے نکلنے والوں میں آخری شخص ہوگا وہ ایک شخص ہوگا کہ قیامت کے دن اسے لایا جائے گا اور کہا جائیگا کہ اس کے صغیرہ گناہوں کو اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہوں کو (ابھی) اٹھا رکھو۔ پس اس سے پوچھا جائے گا فلاں فلاں وقت تونے ایسا ایسا اور فلاں دن یہ یہ کام کیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں (کیونکہ) انکار کرنے کی گنجائش نہ پائے گا اور اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہوگا (کہ وہ نہ پیش ہونے لگیں) پس اس سے کہا جائے گا اچھا ہر گناہ کی جگہ تیرے لئے نیکی۔ پس (کریم کا یہ لطف دیکھ کر فکر منعکس ہوجائے گا اور عرض کرے گا کہ اے پروردگار میں نے اور بھی تو کچھ کام کئے تھے جو یہاں نظر نہیں آتے (یعنی کبیرہ گناہ کہ وہ بھی حسنات ہوجاویں) پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہوگئیں (م ت) (ابن مسعود[۴۶]) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے زمانہ جاہلیت میں (بحالت کفر) جو (گناہ) کئے تھے کیا ان پر بھی ہماری پکڑ ہوگی؟ فرمایا جو اسلام لانے میں اچھا ثابت ہوا اس سے اعمال جاہلیت کی گرفت

لا یستطیع ان ینکرو ھو مشفق من کبار ذنوبہ ان تعرض علیہ فیقال لہ فان لک مکان کل سیئۃ حسنۃ فیقول رب قد عملت اشیاء لا اراھا ھھنا قال فلقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحک حتی بدت نواجذہ ؛ لمسلم والترمذی (ابن مسعودؓ) قال رجل یارسول اللہ أنؤخذ بما عملنا فی الجاھلیۃ ؟ قال من احسن فی الاسلام لم یؤخذ بما عمل فی الجاھلیۃ ومن اساء فی الاسلام أخذ بالاول والاخر ؛ للشیخین (ابوذرؓ) قلت یارسول اللہ ما آنیۃ الحوض ؟ قال والذی نفسی بیدہ لآنیتہ اکثر من عدد نجوم السماء وکواکبھا فی اللیلۃ المظلمۃ المصحیۃ آنیۃ الجنۃ من شرب منھا لم یظمأ آخر ما علیہ یشخب فیہ میزابان من الجنۃ من شرب منہ لم یظمأ عرضہ مثل طولہ ما بین عمان الی ایلۃ وماؤہ اشد بیاضا من اللبن واحلی من العسل ؛ للترمذی ومسلم بلفظہ ولھما وللبخاری عن انس رفعہ : ما بین ناحیتی حوضی کما بین صنعاء والمدینۃ ؛ وفی روایۃ : ما بین المدینۃ وعمان ؛ وفی اخری : کما بین ایلۃ وصنعاء الیمن ؛ وفی اخری : تری فیہ اباریق الذھب والفضۃ کعدد نجوم السماء ؛ وللشیخین عن ابن عمرو بن العاص : حوضی مسیرۃ شھر ؛ (ابو طالوتؒ) ان ابا برزۃ الاسلمی دخل علی عبید اللہ بن زیاد فلما رآہ قال ان محمدیکم ھذا الدحداح ففھمھا الشیخ فقال ما کنت احسب ان ابقی فی قوم یعیرونی بصحبۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ عبید اللہ ان صحبۃ محمد لکم زین غیر شین قال انما بعثت الیک

نہ ہوگی (کہ توبہ کرنے اور اسلام لانے سے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) اور جو اسلام لانے میں برا ثابت ہوا (کہ منافقانہ اسلام لایا) اس سے اگلے اور پچھلے (سب گناہوں) کا مواخذہ ہوگا (ق) (ابوذرؓ) میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ حوض کوثر کے برتن (اور گلاس جن میں آنے والوں کو اس کا پانی پلایا جائیگا) کتنے ہوں گے۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کے ظروف کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہوگی جتنے بے غبار آندھیری رات میں آسمان کے چھوٹے بڑے تارے ہوتے ہیں۔ یہ ظروف جنت ہیں کہ جو بھی ان میں سے کچھ پی لے گا اسے آخر تک (یعنی کبھی) پیاس نہ لگے گی کہ جنت (کی اس نہر) سے دو پرنالے اس میں گر رہے ہوں گے کہ جس سے کوئی پی لیوے تو پھر کبھی پیاس نہ لگے حوض کوثر کا عرض مثل طول کے (مربع) اتنا ہوگا جیسے عمان سے (کہ بفتح عین شام کا شہر ہے) ایلہ (یعنی بیت المقدس) اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سپید ہوگا اور شہد سے زیادہ میٹھا (ت س) اور بخاری میں ان سے مرفوعا روایت ہے کہ میرے حوض کے اطراف کا فصل ایسا ہے جیسے صنعاء (کہ بخد یمن کا شہر ہے) اور مدینہ۔ او ز بروایتے جتنا مدینہ اور عمان کا درمیان۔ اور دوسری روایت میں ہے جیسے ایلہ اور صنعاء یمن۔ اور تیسری روایت میں ہے کہ اسمیں طلائی اور نقرئی گلاس آسمان کے ستاروں کی شمار کے موافق پڑے نظر آئیں گے۔ اور شیخین نے ابن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے کہ میرا حوض ایک ماہ کی مسافت کے موافق ہوگا (کہ آدمی اس کنارہ سے چلے تو مہینہ بھر میں اس کنارہ تک پہونچے)۔ اور یہ سب تشبیہات محض سمجھانے کے لئے ہیں جو مختلف عنوان سے ادا ہوئیں ورنہ حقیقی پیمائش کس نے ناپی ہے اور اس کی ضرورت ہی کیا۔ (ابو طالوتؒ) ابو برزہ اسلمی (ایک دن بلائے ہوئے) عبید اللہ بن زیاد کے

لاسألك عن الحوض هل سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر فيه شيئًا؟ قال ابوبرزة نعم لامرة ولامرتين ولاثلاثا ولااربعًا ولاخمسًا فمن كذب به فلاسقاه الله منه ثم خرج مغضبًا لابى داود (سمرة) رفعه: ان لكل نبى حوضا ترده امته وانهم يتباهون ايهم اكثر واردة وانى لارجوان اكون اناكثرهم واردة: للترمذى (ابن عمرو بن العاص) انه سأل النبى صلى الله عليه وسلم هل بين الجنة والنار منزل؟ قال بينهما حوضى شرفاته على الجنة وتضرب شرفاته على النار: للكبير مطولا بخفى (ابوهريرة وجابر) رفعاه: على بن ابى طالب صاحب حوضى يوم القيامة: للاوسط بلين (انس) رفعه: ليردن على الحوض رجال حتى اذا رفعوا الى اختلجوا دونى فلاقولن اى رب اصيحابى فليقولن لى انك لاتدرى مااحدثوا بعدك: وفى رواية: فاقول سحقا لمن بدل بعدى: (ابوهريرة) رفعه: يرد على يوم القيامة رهط من اصحابى فيجلون عن الحوض فاقول يارب اصحابى فيقول انه لاعلم لك بما احدثوا بعدك انهم ارتدوا على ادبارهم القهقرى:

پاس آئے (جو کہ یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا) جب اس کی آپ پر نظر پڑی تو (مذاق اڑانے کے لہجہ میں حاضرین مجلس سے کہا) تمہارا محمدی یہ کتنا موٹا تازہ ہے (پس آپ نے اپنی ذات پر طعن کی تو پرواہ نہ کی مگر صحابی کو طعن کے ساتھ محمدی کہنے میں ذات محمدی پر اثر پہونچتا تھا اس لئے) شیخ (ابوبرزہ) نے اسکو سمجھا اور فرمایا میں نہ سمجھتا تھا کہ ایسی قوم میں باقی رہوں گا جو مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت (میں رہنے) پر عار دلائیں گے۔ عبیداللہ بن زیاد نے (بات بنائی اور) آپ سے کہا کہ نہیں صحبت محمد تو تمہارے لئے خوبی ہے عیب نہیں ہے۔ (اور اس کے بعد کہا میں نے تم کو اس لئے بلوایا ہے کہ حوض کوثر کے متعلق تم سے دریافت کروں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارہ میں کچھ سنا ہے؟ ابوبرزہ نے فرمایا ہاں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں تین اور چار پانچ دفعہ نہیں (بلکہ بار بار سنا ہے) پس جو اس کو غلط سمجھے اللہ اسے اس کا (ایک گھونٹ بھی) نہ پلائے۔ اس کے بعد غصہ ہی میں باہر چلے گئے۔ (د) (سمرہ) رفع: ہر نبی کے لئے (قیامت کے دن) ایک حوض ہوگی کہ ان کی امت اس پر پانی پینے کیلئے آئے گی۔ اور حضرات انبیاء بنگاہ فخر دیکھیں گے کہ کس کے حوض پر آنے والے زیادہ ہیں (کیونکہ علامت ہے حسن کارگذاری کی کہ جتنے زیادہ مسلمان بنائے اسی قدر اللہ کے زیادہ پیارے بنے) اور مجھے امید ہے کہ میں ہی ہونگا (جس کے حوض پر) آنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی (ت) ف کہ آپکی امت سب کی امتوں سے زیادہ اور (آپ کی امت کے صلحاء و اولیاء سب کی امتوں کے صلحاء و اولیاء سے شمار میں زیادہ ہوں گے (ابن عمرو بن عاص) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جنت اور دوزخ کے درمیان بھی کیا کوئی جگہ ہوگی؟ فرمایا ہاں۔ ان دونوں کے درمیان میری حوض ہوگی جس کی (ادھر کی) پٹری جنت پر ہوگی اور (ادھر کی) پٹری دوزخ پر جا لگے گی (ک) (ابوہریرہ و جابر) فع: علی بن ابی طالب میرا رفیق حوض ہوگا دیر (روز قیامت (و) ف کہ پیاسوں کو پلانے میں آپ کے شریک کار رہوں گے چونکہ زحمہ کثیر در کثیر ہوگا اور پیاس کی بے حد شدت اس لئے سارے مجمع کو چار طرف پلانے اور بھیڑ کو روکنے اور دھکا پیل کا نظم کرنے میں بہتیرے خدام و اعوان کی ضرورت ہوگی اور جدا جدا خدمت حسب مراتب خوش نصیب حضرات صحابہ کے سپرد کیجائیگی ممکن ہے کہ حضرات شیخین کے سپرد کسی رخ پر پلانیکی خدمت ہو اور قرب نسب و زوجیت بتول کے رشتہ کیوجہ سے نہر کوثر پر آنحضرت روحی فداہ کے ساقی

ط ایلیا باوہ الخلفاء فخرہ ۱۲ اشعار کی جزاں وارکرا ۱۲ منہ ای لیطرودن عن الحوض و یمنعون عنہ ورودی باالحکم مختصر النہایۃ ۱۲

وفی روایۃ: ترد علیّ امتی الحوض وانا اذود الناس عنہ کما یذود الرجل ابل الرجل عن ابلہ قالوا یا نبی اللہ تعرفنا؟ قال نعم لکم سیما لیست لاحد غیرکم تردون علیّ غرًا محجلین من اثار الوضوء ولتصدن عنی طائفۃ منکم فلا یصلون فاقول یا رب ھؤلاء من اصحابی فیجیبنی ملک فیقول وھل تدری ما احدثوا بعدک۔ ھما للشیخین

(انس)[۴۲] سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یشفع لی یوم القیامۃ قال انا فاعل ان شاء اللہ قلت فاین اطلبک؟ قال اول ما تطلبنی علی الصراط قلت فان لم القک علی الصراط؟ قال فاطلبنی عند المیزان قلت فان لم القک عند المیزان؟ قال فاطلبنی عند الحوض فانی لا اخطئ ھذہ الثلاثۃ مواطن۔ (المغیرہ)[۴۵] رفعہ

بننے میں شرکت کا حضرت علی کو نصیب ہو۔ کہ فتنہ رفض وخروج آپ ہی کے زمانہ میں ہوا اس لئے آپ ہی ان کو جنہیں کوثر سے محروم رہنا ہے خوب پہچان سکیں گے۔ اور اس وقت ان کو بھی آپ کی حقانیت وعظمت کا مشاہدہ ہو جائے گا۔ پس اس کو درجہ خلافت یا افضلیت مراتب سے کوئی تعلق نہیں کہ ہر خدمت کا مقتضا جدا ہے اور ہر کام میں جدا صلاحیت واستعداد کا لحاظ۔ (انس)[۴۴] فع: میری حوض پر کچھ لوگ آئیں گے حتی کہ جب مجھ تک پہونچیں گے تو مجھ سے پرے ہی ان کو تھام لیا جائے گا میں کہوں گا کہ اے رب (یہ تو) میرے اصحاب ہیں پس مجھے جواب عطا ہوگا آپکو خبر نہیں کہ آپ کے بعد انہوں نے (دین میں) کیا کیا نئی باتیں ایجاد کیں۔ اور ایک روایت میں ہے پس میں کہوں گا دور ہوں جنہوں نے (دین کو) بدل دیا میرے بعد (ق) (ف اگر اصحاب سے مراد صحابہ ہیں تو وہ مرتدین مراد ہیں جن سے حضرت صدیق نے جنگ فرمائی کہ زکوٰۃ جیسے رکن اسلام کا انہوں نے انکار کر کے دین کو بدلا اور اگر مطلقًا متبعین مراد ہیں تو اہل بدعت مراد ہیں جنہوں نے رسومات ومخترعات کو دین کا رنگ دیکر پھیلایا کہ امتی کہلاتے ہیں اور دین کو جسے پیغمبر نے ہر طرح کامل بنا کر چھوڑا ہے ناقص بتلاتے اور بدلتے ہیں۔ اور اہل تشیع کا اس سے صاحبین یا دیگر اجلہ صحابہ کو مراد لینا تو قطع نظر بے دلیل ہونے کے یوں بھی شرمناک ہے کہ خلافت علویہ اور تمامی سیاست شرعیہ انہیں حضرات کی خدمت اسلام پر متفرع ہے۔ اور اس کے باطل ہونے سے حوض کوثر پر آنیوالا ایک بھی باقی نہیں رہتا چہ جائیکہ تمامی انبیاء سے نسبتًا زیادہ تعداد ہو اور صرف چند نفوس کو روکا جائے۔ (ابو ہریرہ)[۴۳] فع: بروز قیامت میرے (حوض) پر میرے چند اصحاب آئیں گے تو ان کو حوض (پر پہونچنے) سے روک دیا جائے گا میں کہوں گا کہ اے رب میرے اصحاب (کو کیوں روکا جاتا ہے)، تو ارشاد ہوگا تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا جدت کی تھی۔ یہ اپنے پچھلے پاؤں لوٹ گئے (اور اپنے مذہب سابق پر آ کر اسلام سے مرتد ہو گئے) تھے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ میری امت پینے کے لئے میرے حوض پر آئے گی اور میں (دوسری امت کے لوگوں کو) اس سے ہٹاؤں گا جیسے آدمی دوسرے کے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے (ان کو گھاٹ پر پانی پلاتے وقت) ہٹایا کرتا ہے (اور اس کا منشا بخل نہیں بلکہ وہ دن یوم مفاخرہ ہے اور ہر پیغمبر کی حوض پر آنیوالوں کی صحیح شمار اسی ہٹانے پر موقوف ہے ورنہ کہنے کا موقع ملے گا کہ ہماری امت کے بہتیرے آدمی حوض محمدی پر پہنچ آئے جس سے ہماری تعداد کم پڑ گئی اور وہ بڑھ گئی) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ہم کو (ایسے بھرے مجمع میں) پہچان لیں گے۔ فرمایا ہاں تمہارے لئے ایک خاص علامت ہوگی جو تمہارے سوا کسی میں نہ ہوگی کہ جس وقت میرے پاس آؤ گے وضو کے اثر سے تمہارے منہ اور ہاتھ چمکتے ہوں گے۔ اور تم میں سے چند لوگ مجھ سے علیحدہ کر لئے جائیں گے کہ (حوض تک) پہونچ نہ سکیں گے میں کہوں گا کہ اے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں پس فرشتہ مجھے جواب دے گا آپ کو خبر بھی ہے کہ انہوں نے آپ کے

شعار المؤمنين على الصراط يوم القيامة رب سلم سلم ؛ هما للترمذى (يعلى بن منيه[٤٤]) رفعه، تقول النار للمؤمن يوم القيامة جز يا مؤمن فقد اطفأ نورك لهبى ؛ للكبير بضعف (عائشة[٤٦]) قالت ذكرت النار فبكيت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما يبكيك؟ قلت ذكرت النار فبكيت فهل تذكرون اهليكم يوم القيامة؟ فقال اما فى ثلاثة مواطن فلا يذكر احد احدًا عند الميزان حتى يعلم ايخف ميزانه ام يثقل وعند تطائر

بعد کیا کیا مدتیں کی ہیں۔ (ق) ف یہ علامت کہ اعضاء وضو منور رہوں گے اُمتِ محمدیہ کے لئے مخصوص ہوگی کہ قیامت تک کے مسلمانوں کو جنہیں آنحضرت روحی فداہ نے دنیا میں دیکھا نہیں ہے اس علامت سے پہچانیں گے۔ نماز کی ضرورت کے لئے یہی ایک مضمون کافی تھا کہ امت محمدی ہونے کی شناخت حوض کوثر پر وضو ہی کے اثر سے ہوگی۔ چہ جائیکہ اس کے قصدًا ترک پر آنحضرت نے کفر کا بھی فتویٰ دیا ہے۔ (انس[٤٢]) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیے۔ آپ نے (وعدہ) فرمایا انشاء اللہ ضرور کروں گا۔ میں نے کہا (پھر شفاعت کرلنے کے لئے) آپ کو تلاش کہا کروں۔ فرمایا سب سے پہلے مجھے پُلصراط پر تلاش کیجیو۔ میں نے عرض کیا اچھا اگر آپ پُل صراط پر نہ ملیں تب، فرمایا پھر ترازو کے پاس تلاش کرنا میں نے کہا اور اگر میزان پر بھی آپ سے نہ ملوں۔ فرمایا پھر مجھے حوض پر تلاش کیجیو کہ ان تین جگہ پر ملے بغیر نہ رہوں گا کہ یہی تین مقام ہیں جہاں اُمت کی مدد اور تسکینِ خاطر کے لئے میرا ہونا ضروری ہے۔ (ت) (مغیرہ[٤٥]) فع: پل صراط پر بروز قیامت مومنین کا شعار یہ ہوگا، اے رب نجات دے نجات دے (ت) ف ایک جماعت باہم ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے راز میں ایک لفظ مقرر کرلیتی ہے جس سے دوسری جماعت واقف نہیں ہوتی جنگ میں اس کی خاص ضرورت پیش آتی ہے۔ تاکہ اپنے گروہ والے کو پہچان سکیں۔ اسکو شعار کہتے ہیں۔ پُل صراط پر عبور کرتے وقت ہر نبی کی امت اپنے نبی کے پیچھے پیچھے ہوگی اور ان مومنین کی زبانوں پر جو مغفور اور اہل شفاعت ہونگے یہ لفظ جاری ہوگا۔ کہ اس سے ہر اُمت کا مومن دوسری اُمت کے مومن کو پہچان سکے گا خواہ کبھی نہ دیکھا ہو۔ (یعلی بن منیہ[٤٤]) فع: بروزِ قیامت مومن سے (پل صراط پر عبور کرتے وقت) دوزخ کہیگی کہ (جلدی) گذر اے مومن کہ تیرا نُور (ایمان) میرے شعلوں کو بجھائے دیتا ہے۔ (ک)، (عائشہ[٤٦]) کہتی ہیں کہ (ایک مرتبہ) دوزخ کو یاد کرکے میں رونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پُوچھا کیوں رو رہی ہو۔ میں نے کہا کہ دوزخ کو یاد کرکے رونا آگیا۔ بھلا قیامت کے دن آپ اپنے گھر والوں کو بھی یاد رکھیں گے؟ فرمایا کہ تین[٣] موقعوں پر تو کوئی کسی کو بھی یاد نہ کرے گا۔ میزان (میں اعمال تُلتے) وقت جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا پلّہ ہلکا ہو یا بھاری اور نامۂ اعمال کے اڑنے کے وقت جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ نامۂ اعمال کہاں آکر پڑتا ہے یعنی داہنے ہاتھ میں یا بائیں میں یا پیٹھ کے پیچھے اور اس وقت جب کہ پُل صراط جہنم کے اوپر رکھی جائے گی جب تک کہ عبور نہ کر جائے۔ (کہ یہ تینوں وقت بڑے کٹھن اور فیصلہ کن ہوں گے اس لئے ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی)، (د) (انس[٤٢]) فع: ہر نبی کے لئے ایک دُعا (کے قبول ہونے کا حتمی وعدہ ہوا) ہے جس کو وہ اپنی امت کے لئے (دنیا میں) مانگ چکے مگر میں نے اپنی اس دعا کو بروز قیامت امت کی شفاعت کے لئے محفوظ رکھ چھوڑا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے میں پہلا شخص ہونگا جو جنت میں لے جانے کی اللہ سے) سفارش کروں گا اور میں بروز قیامت تمامی انبیاء سے زیادہ تابعین والا ہونگا۔

الصحف حتی یعلم این یقع کتابه فی یمینه ام فی شماله ام من وراء ظهره وعند الصراط اذا وضع بین
ظهرانی جهنم حتی یجوز ٭ لابی داود (انس[۴۸]) رفعه: لکل نبی دعوة قد دعاها لامته وانی اختبأت
دعوتی شفاعة لامتی یوم القیامة ٭ وفی روایة انا اول الناس یشفع فی الجنة وانا اکثر الانبیاء
تبعًا یوم القیامة وانا اول من یقرع باب الجنة ٭ للشیخین (جابر[۴۹]) رفعه: شفاعتی لاهل الکبائر
من امتی ٭ للترمذی وقال جابر من لم یکن من اهل الکبائر فما له وللشفاعة ٭ (انس[۵۰]) قال
معبد بن هلال العنزی انطلقنا الی انس وتشفعنا بثابت فانتهینا الیه وهو یصلی الضحٰی فاستأذن
لنا ثابت فدخلنا علیه واجلس ثابتًا معه علی سریره فقال له یا ابا حمزة ان اخوانک من اهل
البصرة یسألونک ان تحدثهم حدیث الشفاعة فقال حدثنا محمد صلی الله علیه وسلم قال اذا
کان یوم القیامة ماج الناس بعضهم الی بعض فیأتون آدم فیقولون اشفع لذریتک فیقول لست
لها ولکن علیکم بابراهیم فانه خلیل الله فیأتون ابراهیم فیقول لست لها ولکن علیکم بموسی فانه
کلیم الله فیؤتی موسی فیقول لست لها ولکن علیکم بعیسی فانه روح الله وکلمته فیؤتی عیسی فیقول
لست لها ولکن علیکم بمحمد صلی الله علیه وسلم فاؤتی فاقول انا لها فانطلق فاستأذن علی ربی فیؤذن
لی فاقوم بین یدیه فاحمده بمحامد لا اقدر علیها الا الآن یلهمنیها الله ثم اخر لربنا ساجدًا فیقول

اور میں پہلا شخص ہوں گا جو دروازۂ جنت کو کھٹکھٹاؤں گا۔ (ق)۔ (جابرؓ[۴۹]) رفع: میری شفاعت ان کے لئے
ہوگی جو میری امت میں کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے۔ (ت) اور (پھر حدیث بیان کرکے) جابر نے
کہا کہ جو مرتکبین کبائر میں سے نہیں اسے شفاعت سے کیا علاقہ کہ وہ تو خود ہی بخش دیئے جائیں گے
یا مغفور اقارب واحباب کی سفارش پر معاف کر دیئے جائیں گے۔ بڑوں کی سفارش تو بڑی
خطاؤں کے معاف کرانے کے لئے ہوتی ہے۔) (انسؓ[۵۰]) معبد بن ہلال کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس
کی طرف چلے اور حضرت ثابت کو سفارشی بنایا (کہ تعارف کرا دیں) چنانچہ ہم ان تک آئے اور
وہ اشراق پڑھ رہے تھے۔ پس ثابت نے اجازت حاصل کی اور ہم ان کے پاس پہونچے اور آپ نے
ثابت کو اپنے پاس اپنی چوکی پر بٹھا لیا۔ ثابت نے ان سے کہا کہ اے ابو حمزہ یہ آپ کے (دینی) بھائی
باشندگان بصرہ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ انہیں شفاعت کی حدیث سُنا دیں۔ پس انہوں
نے فرمایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان کی اور فرمایا کہ جب قیامت
کا دن ہوگا تو لوگوں میں کھل بل پڑے گی۔ پس سب مل کر حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور
کہیں گے کہ اپنی اولاد کی شفاعت فرمایئے۔ پس وہ فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل (اور یہ میرا
منصب) نہیں۔ ولیکن تم ابراہیم کے پاس جاؤ کہ وہ خلیل اللہ ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیم
کے پاس آئیں گے اور وہ بھی یہی فرمائیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں۔ ولیکن تم موسیٰ کے
پاس جاؤ کہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے پاس حاضری ہوگی اور وہ فرمائیں گے
میں اس کا اہل نہیں۔ ولیکن تم عیسیٰ کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ حق ہیں۔ پس
عیسیٰ کے پاس آئیں گے اور وہ فرمائیں گے میں اس کا اہل نہیں۔ ولیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

يا محمد ارفع رأسك وقل يسمع لك وسل تعطه واشفع تشفع فاقول يارب امتی امتی فيقال انطلق فمن كان فی قلبه مثقال حبة من برة او شعيرة من ايمان فاخرجه منها فانطلق فافعل ثم ارجع الی ربی فاحمده بتلك المحامد ثم اخر له ساجدًا فيقال لی يا محمد ارفع رأسك وقل يسمع لك وسل تعطه واشفع تشفع فاقول يارب امتی امتی فيقال لی انطلق فمن كان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان فاخرجه منها فانطلق فافعل ثم اعود الی ربی فاحمده بتلك المحامد ثم اخر له ساجدًا فيقال لی يا محمد ارفع رأسك وقل يسمع لك وسل تعطه واشفع تشفع فاقول يارب امتی امتی فيقال لی انطلق فمن كان فی قلبه ادنی ادنی ادنی مثقال حبة من خردل من ايمان فاخرجه من النار فانطلق فافعل هذا حديث انس الذی انبأنا به فخرجنا من عنده فلما كنا بظهر الجبان[عه] قلنا لو ملنا الی الحسن فسلمنا عليه وهو مستخف فی دار ابی خليفة قال فدخلنا عليه فسلمنا عليه فقلنا يا ابا سعيد

کے پاس جاؤ۔ پس وہ میرے پاس آئیں گے اور میں کہوں گا کہ ہاں میں اس کے لئے تیار ہوں، چنانچہ چلوں گا اور اپنے رب پر حاضری کی اجازت مانگوں گا پس مجھے اجازت دی جائے گی اور میں اس کے حضور کھڑا ہو کر ان الفاظ میں اس کی حمد کروں گا جن پر اس وقت قدرت نہیں۔ ہاں اس وقت اللہ مجھے الہام فرمائے گا۔ پھر میں اپنے رب کے لئے سجدہ میں گر پڑوں گا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا اے محمدؐ اپنا سر اٹھاؤ اور کہو (جو کہنا ہے) کہ تمہاری شنوائی ہوگی اور مانگو کہ دیا جائے گا اور سفارش کرو کہ قبول کی جائیگی پس میں عرض کروں گا کہ اے میرے پروردگار میری اُمت میری اُمت پس کہا جائے گا کہ اچھا جاؤ جس کے قلب میں گیہوں یا جَو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے نکال لو۔ پس میں چلوں گا اور نکال لاؤنگا اس کے بعد پھر اپنے رب کی طرف آ کر وہی حمد وثنا کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پس مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمدؐ سر اٹھاؤ اور کہو کہ سنا جائے گا اور مانگو کہ دیا جائے گا اور سفارش کرو کہ قبول کی جائے گی۔ پس میں عرض کروں گا اے رب میری اُمت۔ میری اُمت۔ پس مجھ سے کہا جائے گا کہ اچھا جاؤ اور جس کے قلب میں رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ چنانچہ میں جاؤنگا اور اس پر عمل کروں گا اور پھر اپنے رب کی طرف واپس آ کر وہی حمد وثنا کروں گا اور سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پس مجھ سے کہا جائے گا اے محمدؐ سر اٹھاؤ جو کہو گے وہ سنا جائے گا اور جو مانگو گے وہ دیا جائے گا اور جس کی سفارش کرو گے وہ قبول ہوگی۔ پس میں عرض کروں گا کہ اے رب میری اُمت میری اُمت۔ پس مجھ سے کہا جائے گا کہ جاؤ اور جس کے قلب میں ادنیٰ ادنیٰ دانہ رائی کے برابر بھی ایمان ہو اسکو بھی دوزخ سے نکال لو۔ پس میں جاؤں گا اور نکال لاؤں گا۔ اتنی تو انس کی حدیث ہے جو انہوں نے خود ہم سے بیان کی۔ پھر ہم ان کے پاس سے روانہ ہوئے اور جب گورستان کی پشت پر پہونچے تو ہمیں خیال ہوا کہ اچھا ہو اگر حضرت حسن سے بھی مل لیں۔ اور سلام کر لیں۔ اور وہ اس وقت ابو خلیفہ کے مکان میں روپوش تھے۔ پس ہم ان کے پاس گئے اور ان کو سلام کیا اور عرض کیا کہ اے ابو سعید ہم آپ کے بھائی ابو حمزہ کے پاس سے آ رہے ہیں اور شفاعت کے بارہ میں جو (پیاری) حدیث انہوں نے ہمیں سنائی ایسی ہم نے کبھی نہیں سنی۔ فرمایا سناؤ کہ انہوں نے کیا بیان کیا، چنانچہ ہم نے

عه: بظهر الجبان ای الصحراء وتسمی بها المقبرة لانها تكون فی الصحراء تسمية الشیء بموضعه ۱۲

جئنا من عند اخيك ابي حمزة فلم نسمع بمثل حديث حدثناه في الشفاعة قال هيه فحدثناه الحديث فقال هيه قلنا مازادنا قال قد حدثنا به منذ عشرين سنة وهو يومئذ جميع[1] ولقد ترك شيئا ما ادري انسي الشيخ اوكره ان يحدثكم فتتكلوا قلنا له حدثنا فضحك وقال خلق الانسان من عجل ما ذكرت لكم هذا الا وانا اريد ان احدثكموه قال ثم ارجع الى ربي في الرابعة فاحمده بتلك المحامد ثم اخر له ساجدا فيقال لي يا محمد ارفع راسك وقل يسمع لك وسل تعطه واشفع تشفع فاقول يارب ائذن لي فيمن قال لا اله الا الله قال فليس ذلك اليك ولكن وعزتي وكبريائي وعظمتي وجبريائي لاخرجن منها من قال لا اله الا الله ؛ للشيخين وللدارمي عن عقبة بن عامر نحوه وفيه فيأتون عيسى فيقول ادلكم على النبي الامي فيأتوني فيأذن الله لي ان اقوم اليه فيثور مجلسي اطيب ريح شمها احد قط حتى اتي ربي فيشفعني ويجعل لي نورا من شعر رأسي الى ظفر قدمي فيقول الكافرون عند ذلك لابليس قد وجد المؤمنون من يشفع لهم فقم انت فاشفع لنا الى ربك فانك انت اضللتنا قال فيقوم فيثور مجلسه انتن ريح شمها احد قط ثم يعظم لجهنم فيقول عند ذلك وقال الشيطان لما قضي الامر ان الله وعدكم وعد الحق ووعدتكم فاخلفتكم الآية؛

وہ حدیث ان سے بیان کی۔ پس فرمایا اور سناؤ۔ ہم نے کہا کہ اس سے زائد ہم سے کچھ نہیں فرمایا۔ کہنے لگے بیس سال ہوئے انہوں نے یہ حدیث مجھے سنائی تھی اور اس وقت وہ پوری تھی۔ اب کچھ حصہ چھوڑ دیا نہ معلوم بھول گئے یا تم کو سنانا پسند نہ کیا تاکہ بھروسہ نہ کر بیٹھو۔ ہم نے کہا وہ حصہ آپ بیان فرما دیجئے تو ہنسے اور فرمایا انسان کی خِلقت میں عجلت داخل ہے۔ میں نے اس کا ذکر ہی تم سے اس لئے کیا کہ وہ تم کو سنانا چاہتا تھا۔ (اس کے بعد) فرمایا پھر چوتھی مرتبہ میں اپنے رب کی طرف آؤں گا اور وہی حمد وثنا کروں گا۔ پھر سجدہ میں گر پڑوں گا۔ ارشاد ہوگا کہ اے محمد سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائے گی اور مانگو کہ (منہ مانگا) عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ اس کی منظوری دیجائے گی۔ پس میں کہوں گا کہ اے رب ان کے متعلق بھی مجھے اجازت دیجئے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا۔ (اور اس سے زائد کوئی ثمرہ ایمان ان پر نہیں۔ کہ ان کو بھی دوزخ سے نکال لاؤں) ارشاد ہوگا کہ یہ تمہارے حوالہ نہیں (بلکہ میرا کام ہے کہ) قسم ہے اپنی عزت وکبریائی اور عظمت کی کہ اس کو دوزخ سے میں نکال لوں گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا۔ اور دارمی نے عقبہ بن عامر سے یہی روایت کی ہے اور اس میں یہ زائد ہے کہ سب حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے اور وہ فرمائیں گے میں تمہیں نبی امی کا (جو اس منصب کے حقدار ہیں) پتہ بتاتا ہوں۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ پس اللہ مجھے اجازت دے گا اور میں اٹھوں گا تو اس وقت میری مجلس سے وہ بہترین خوشبو پھوٹیگی کہ اس جیسی کبھی کسی نے نہ سونگھی ہوگی۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گا پس وہ میری سفارش قبول فرمائے گا اور میرے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک نور عطا فرمائے گا۔ اس وقت کفار (اپنے پیشوا) ابلیس سے کہیں گے کہ مومنین کو تو وہ شخص مل گیا جو ان کی سفارش کرے لہذا تو بھی اٹھ اور اپنے رب سے ہماری سفارش کر کہ تو نے ہی تو ہمیں گمراہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ پس وہ اٹھے گا اور اس کی مجلس سے

[1] اى تجتمع الخلق قوى لم يحصرهم ولم ينقص والضمير راجع الى الناس ۱۲ نہایہ

(ابو هريرة) كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في دعوة فرفع اليه الذراع وكان يعجبه فنهس منها نهسة وقال انا سيد الناس يوم القيامة هل تدرون مم ذالك؟ يجمع الله الاولين

وہ گندی سے گندی بدبو ہوٹیگی کہ اس جیسی کسی نے کبھی سونگھی ہوگی۔ اور اس کے بعد اس کو جہنم کی طرف تان دیا جائے گا۔ اور اس وقت پکارے گا (جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے) کہ جب قصّہ طے ہوچکے گا تو شیطان کہے گا بے شک اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا وعدہ برحق۔ اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا (کہ دین سے آزادی میں ہر قسم کی راحت ہے) مگر وہ غلط کیا تھا الخ۔ **ف** افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کاملہ کا ظہور قیامت کیدن دو شفاعتوں میں ہوگا۔ کہ پہلی شفاعت تمامی مخلوق کے لئے ہوگی۔ اور اس کے متعلق ہوگی کہ ان کا حساب لے لیا جائے اور التوار کار کے انتظار کی تکلیف جو کہ موت سے زیادہ ان کو مضطرب وحیران بنائے ہوئے ہے دور کر دیجائے۔ اس کا نام شفاعت کبریٰ ہے اور یہ ترتیب کہ پریشان مخلوق حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک تمامی اجلّا انبیاء سے انکاری جواب پاکر سب کے اخیر آپ کے پاس درخواست لائے گی یہ اسی لئے ہوگی کہ دنیا بھر کو معلوم ہوجائے کہ یہ منصب آج دوسرے کا نہیں ہے۔ کہ پہلے ہی آپ کے پاس آتے تو احتمال رہتا ممکن ہے دوسرا بھی یہ احسان کرسکتا۔ چنانچہ آپ مقام محمود میں کھڑے ہوکر از اوّل تا آخر ہر ذی حیات پر شفاعت کا احسان عام فرمائیں گے۔ اور آپ کی شفاعت قبول ہوکر محاسبات ومقدمات کی پیشی شروع ہوجائے گی۔ اور آخر پُل صراط پر عبور کرتے ہوئے کہ جنّت اس پار ہوگی مومنین اپنی تیز رفتاری کا نظارہ کرلے وہاں پہونچ لیں گے اور دوزخی کٹ کٹ کر جہنم میں جاگریں گے جن میں کفار ومشرکین سبھی ہوں گے اور وہ مومنین بھی جو عملی واخلاقی گناہوں میں ملوث تھے اور جب تک وہ متعفّن مادّہ جل نہ جائے جنت میں جانے کے قابل نہیں ہوسکتے۔ اب دوسری شفاعت کا وقت آئے گا کہ ان کو معافی ملے اور مادّۂ خبیثہ کا ازالہ اب رحمت سے فرمادیا جائے۔ اس کا نام شفاعت صغریٰ ہے کہ خاص اپنی اُمت کے لئے ہوگی۔ اور آپ بار بار شفاعت فرماکر جس کے قلب میں ایمان کا کچھ بھی نور محسوس کریں گے خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو دوزخ سے نکال لائیں گے۔ اس قسم کی شفاعت دیگر انبیاء ورسل اپنی امتوں کے لئے اور عام صلحاء واولیاء جن کی مغفرت ہوچکی اور وہ اطفال جو صغرسنی میں مرے اپنے والدین اور دیگر اقارب واحباب کے لئے نیز کریں گے جس سے ان کی مقبولیت عند اللہ عالم آشکارا ہوگی۔ مگر جس کا کوئی حامی اور نام لیوا ہوگا اس لاوارث وبیکس پر شفقت محمدیہ ہی کا ابر نیسان برسے گا۔ اور اگر اس تہ پر نظر ڈالی جائے کہ آپ کا وجود سبب آفرینش عالم ہے اور آپ ہی مرکز ہیں دائرۂ نبوت کے کہ تمامی انبیاء ورسل کی نبوت ورسالت ظلّ اور پرتو ہے نبوتِ محمدیہ کا۔ تو یہ کہنا ایک واقعہ ہے کہ جس جس کی بھی شفاعت بروزِ قیامت ہوگی وہ بالواسطہ شفاعت محمدیہ ہے اور اس دن اوّل سے لے کر آخر تک جو بھی جنت میں جائے گا وہ طفیلی ہے سیّد الرسل کا۔ لہٰذا دونوں قسم کی شفاعتوں کا تاج آپ ہی کے سر مبارک پر ہے کہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹانا اور داخلہ کے لئے اس کو کھلوانا آپ ہی کے لئے مخصوص ہے فصلی اللہ علیہ وآلہ بقدر جمالہ وکمالہ۔ یہاں حدیث میں اختصار ہے۔ اور دونوں

والاخرین فی صعید واحد فیبصرهم الناظر ویسمعهم الداعی وتدنو منهم الشمس فیبلغ الناس من الغم والکرب مالا یطیقون ولا یحتملون فیقول الناس الا ترون الی ما انتم فیه الی ما بلغکم الا تنظرون من یشفع لکم الی ربکم؟ فیقول بعض الناس لبعض ابوکم آدم فیاتونه فیقولون یا آدم انت ابو البشر خلقک اللہ بیدہ ونفخ فیک من روحه وامر الملائکة فسجدوا لک واسکنک الجنة الا تشفع لنا الی ربک الا تری ما نحن فیه وما بلغنا؟ فقال ان ربی غضب الیوم غضبًا لم یغضب قبله مثله ولا یغضب بعد مثله وانه نهانی عن الشجرة فعصیت نفسی نفسی نفسی اذهبوا الی غیری اذهبوا الی نوح فیاتون نوحًا فیقولون یا نوح انت اول الرسل الی اهل الارض وقد سماک اللہ عبدًا شکورًا الا تری ما نحن فیه الا تری ما بلغنا الا تشفع لنا الی ربک فیقول ان ربی غضب الیوم غضبًا لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعدہ مثله وانه قد کانت لی دعوة دعوت بها علی قومی نفسی نفسی نفسی اذهبوا الی غیری اذهبوا الی ابراهیم فیاتون الی ابراهیم فیقولون انت نبی اللہ وخلیله

قسم مخلوط ہوگئی ہیں۔ (ابوہریرہؓ) ہم ایک دعوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ دست کا گوشت آپ کو پیش کیا گیا کیونکہ وہ آپ کو بھاتا تھا۔ پس آپ نے اس کو دانتوں سے نوچ نوچ کر کھایا اور فرمایا میں تمامی آدمیوں کا سردار ہوں گا۔ بروز قیامت (کہ سردار تو آپ یہاں بھی ہیں مگر وہاں دنیا بھر کے ہر چھوٹے بڑے پر اس کا اظہار ہوگا) اور جانتے بھی ہو کہ یہ کس طرح ہوگا حق تعالیٰ تمامی اگلوں اور پچھلوں کو ایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا کہ دیکھنے والا (اس کنارہ سے اس کنارہ تک کے آدمی کو) دیکھیگا اور (ایک آواز دینے والا سب کو (اپنی آواز) سنا سکے گا۔ اور سورج ان کے قریب آلگے گا۔ پس لوگوں کو اس درجہ غم اور کوفت پہونچے گی کہ برداشت نہ کرسکیں گے۔ پس آپس میں کہیں گے دیکھتے ہو کہ کس مصیبت میں مبتلا ہوا اور پریشانی کس حد پر پہونچگئی۔ ایسے شخص کی تلاش کیوں نہیں کرتے جو پروردگار سے تمہاری سفارش کرے (کہ حساب لے کر فیصلہ فرمائیں۔ اور اس کس مپرسی کی حالت سے نجات بخشیں) پس بعض آدمی بعض سے کہیں گے کہ تمہارے باپ ہیں آدم (اور بیٹے کی مصیبت میں باپ کے برابر کوئی کام نہیں دیتا لہٰذا انہیں سے التجا کرو) چنانچہ ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم آپ ابوالبشر ہیں۔ اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے (بلا واسطہ) پیدا کیا اور اپنی (خاص) روح آپ کے اندر پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور جنت کو آپکا مسکن بنایا کیا (آج) اپنے رب سے ہماری سفارش نہ کریں گے؟ کیا جس پریشانی میں ہم مبتلا ہیں اور وہ جس حد تک پہونچگئی ہے آپ دیکھتے نہیں (اور کیا آپ کو اولاد کی اس مصیبت پر ترس نہیں آتا) وہ فرمائیں گے آج میرے رب کو اتنا غصہ ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ ہوا اور نہ آئندہ کبھی ایسا ہوگا اور اس نے مجھے ایک خاص درخت (میں سے کھانے) کو منع فرمایا تھا اور مجھ سے تعمیل نہ ہوسکی تھی (مجھے اپنی ہی فکر ہے) نفسی نفسی۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ اچھا نوح کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت نوح کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح آپ ساری زمین (کے کفار) پر مبعوث ہونیوالے پہلے پیغمبر ہیں (کہ آپ سے قبل جو نبی آیا وہ کسی خاص حصۂ زمین کا رسول

من اهل الارض اشفع لنا الی ربك الا تری الی ما نحن فیه فیقول لهم ان ربی قد غضب الیوم غضبا
لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله وانی کنت کذبت ثلاث کذبات فذکرها نفسی نفسی
نفسی اذهبوا الی موسی غیری اذهبوا الی فیأتون موسی فیقولون انت رسول الله فضلك الله
برسالاته وبکلامه علی الناس اشفع لنا الی ربك الا تری الی ما نحن فیه فیقول ان ربی قد غضب
الیوم غضبا لم یغضب قبله مثله ولن یغضب بعده مثله وانی قد قتلت نفسا لم اؤمر بقتلها نفسی
نفسی نفسی اذهبوا الی غیری اذهبوا الی عیسی فیأتون عیسی فیقولون یا عیسی انت رسول الله
وکلمته القاها الی مریم وروح منه وکلمت الناس فی المهد اشفع لنا الی ربك الا تری ما نحن
فیه؟ فیقول عیسی ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب

بن کر آیا، یا اولاد کو محض احکام خدا کی تعلیم دینے کے لئے) اور اللہ نے بندہ شکرگذار آپ کا نام رکھا۔ کیا
آپ نہیں دیکھتے ہم کس مصیبت میں ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے ہم پر کیا پڑ رہا ہے۔ کیا آپ اپنے پروردگار سے
ہماری شفاعت نہیں کر سکتے؟ وہ فرمائیں گے آج میرے رب کو اتنا غصہ ہے کہ ایسا غصہ نہ پہلے کبھی ہوا نہ آئندہ
ہوگا۔ اور ایک دعا (جس کے قبول ہونے کا حتمی وعدہ ہوتا ہے۔ وہ دیگر انبیاء کی طرح) مجھے بھی ملی تھی
اس کو میں اپنی قوم (کے ڈوبنے کی درخواست) میں مانگ چکا (اس لئے اطمینان نہیں کہ درخواست
شفاعت قبول ہو۔ خصوصًا اپنے بیٹے کو غرق سے بچانے کی از روئے لاعلمی درخواست کر کے معتوب بھی
ہو چکا ہوں جس کی وجہ سے خود ڈر رہا ہوں) نفسی نفسی نفسی۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ ہاں ابراہیم
کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ اللہ کے (بزرگ ترین) نبی تمامی
باشندگان زمین سے (انتخاب کئے ہوئے) اس کے خلیل ہیں۔ اپنے رب سے ہماری سفارش فرمائیے۔ کیا
آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس مصیبت میں ہیں۔ وہ ان سے فرمائیں گے آج میرے پروردگار کو اتنا غصہ ہے کہ نہ
اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ آیا اور نہ آئندہ کبھی ایسا غصہ آوے۔ اور میں (صورۃً) تین جھوٹ کا مرتکب
ہو چکا ہوں اور پھر ان تینوں کا تذکرہ فرمائیں گے۔ نفسی نفسی نفسی۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ اچھا موسیٰ
کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ اللہ کے (اولوالعزم) رسول ہیں کہ
اللہ نے آپ کو اپنے پیغاموں اور ہمکلامی سے لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے
کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حال میں ہیں۔ وہ فرمائیں گے آج میرے رب کو اتنا غصہ ہے کہ نہ اس سے
پہلے کبھی ایسا غصہ آیا اور نہ آئندہ کبھی ایسا آئے۔ اور میں ایک نفس (قبطی) کو (خطاءً) قتل کر چکا ہوں
جس کے قتل کرنے کا مجھے حکم نہ ملا تھا۔ نفسی نفسی نفسی۔ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ اچھا عیسیٰ کے پاس
جاؤ۔ پس وہ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے عیسیٰ آپ اللہ کے رسول اور وہ کلمہ
ہیں جس کو اس نے مریم کی طرف ڈالا (کہ بغیر باپ کے لفظ کن کے اشارہ سے پیدا فرما دیا) اور اس کی
طرف سے (خاص) روح ہیں کہ آپ نے گہوارہ میں (بحالت طفولیت) کلام فرمایا۔ اپنے رب سے ہماری
سفارش کر دیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے ہم کس کلفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے آج
میرے رب کو اتنا غصہ ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ آیا اور نہ آئندہ کبھی ایسا آوے۔ اور کسی گناہ

قبله مثله ولن يغضب بعده مثله ولم يذكر ذنبا نفسي نفسي اذهبوا الى غيري اذهبوا الى محمد فيأتون
فيقولون يا محمد انت رسول الله وخاتم النبيين وقد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر اشفع لنا
الى ربك الا ترى الى ما نحن فيه؟ فانطلق فاتي تحت العرش فاخر ساجدا لربي ثم يفتح الله علي من محامده
وحسن الثناء عليه شيئا لم يفتحه على احد قبلي ثم يقال يا محمد ارفع رأسك سل تعطه واشفع تشفع
فارفع رأسي فاقول امتي يا رب امتي يا رب فيقال يا محمد ادخل من امتك من لا حساب
من الباب الايمن من ابواب الجنة وهم شركاء الناس فيما سوى ذلك من الابواب ثم قال والذي نفسي
بيده ان ما بين المصراعين[1] من مصاريع الجنة كما بين مكة وهجر[2] او كما بين مكة وبصرى[3] وللبخاري:
كما بين مكة وحمير[4] وفي رواية: يجمع الله تعالى الناس فيقوم المؤمنون حتى تزلف[5] لهم الجنة
فيأتون آدم فيقولون يا ابانا استفتح لنا الجنة فيقول وهل اخرجكم من الجنة الا خطيئة ابيكم
لست بصاحب ذلك اذهبوا الى ابني ابراهيم خليل الله فيقول ابراهيم لست بصاحب ذلك

کا تذکرہ نہیں کیا۔ (بلکہ وہ مانع ایک ندامت ہوگی کہ قوم نے مجھے خدا کا بیٹا بتایا اور اس لئے خدا سے سفارش کرتے شرم آتی ہے) نفسی نفسی کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ ہاں محمد ؐ کے پاس جاؤ۔ پس وہ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے محمد ؐ آپ اللہ کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں اور حق تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ (اگر ہوں بھی تو) بخش چکا ہے۔ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہم کس مصیبت میں ہیں (اور اب آخری دروازہ یہی ہے کہ یہاں سے محروم لوٹے تو کہیں سہارا نہیں) پس میں چلوں گا اور عرش کے نیچے آ کر اپنے رب کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پھر حق تعالیٰ مجھ پر اپنے محامد اور حسن ثنا میں (وہ بات) القا فرمائے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر القا نہیں فرمائی اور اس کے بعد کہا جائے گا کہ اے محمد ؐ سر اٹھاؤ۔ مانگو (جو مانگنا ہو) کہ دیا جائے گا اور سفارش کرو کہ منظور کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب میری امت (پر نظر رحم) میری امت (پر نگاہ لطف) میری امت (پر فضل و کرم فرما کہ سببِ آفرینش عالم ہونے کے سبب ساری مخلوق آپ کی امتِ دعوت میں شامل ہے چنانچہ سب کی مصیبت دور ہو کر پیشی شروع ہو جائے گی۔ اور آخر میں امتِ اجابت پر خصوصی احسان ہوگا کہ ان کے جنت میں لے جانے کی درخواست ہوگی) چنانچہ ارشاد ہوگا کہ اے محمد ؐ اپنی امت میں ان (فقرا) کو جن پر کوئی حساب نہیں دروازہ ہائے جنت میں داہنی جانب کے دروازہ سے اندر لے جاؤ اور وہ اس کے سوا دوسرے دروازوں میں بھی لوگوں کے شریک رہیں گے (کہ یہ خاص دروازہ ان کی شانِ امتیاز کے لئے ان کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسروں کے لئے ممنوع ہے۔ نہ یہ کہ دوسرے دروازوں سے ان کا داخلہ ممنوع ہے)۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جنت کے کواڑوں میں دو کواڑ کا درمیانی فصل اتنا ہوگا جتنا مکہ اور ہجر کا فاصلہ (کہ قصبہ ہے بحرین میں) یا جیسے مکہ اور بصری کا فاصلہ (کہ دمشق سے تین منزل ہے) اور اب اس کا نام حوران ہے) اور بخاری میں ہے جیسے مکہ اور حمیر کا فاصلہ (کہ قبیلہ ہے یمن کا سبا کی اولاد اور یہ سب محض سمجھانے کے لئے تخمین ہے ورنہ حقیقت حال دنیا کی عقول سے بالا ہے) اور ایک روایت میں

[1] ہا بان يغضبان ويغضان جميعا ١٢ [2] وفي بعض نسخ البخاري الهجري بالتعريف وهي بفتحتين قاعدة ارض البحرين او بلد باليمن ١٢ [3] بضم الباء مدينة حوران بينها وبين دمشق نحو ثلاث مراحل ١٢ ازكريا [4] قبيلة من العرب من

انما كنت خليلا من وراء وراء اعمدوا الى موسى بنحوه ؛ وفيه: وترسل الامانة والرحم فيقومان جنبتي الصراط يمينا وشمالا فيمر اولكم كالبرق قلت بابي وامي اى شئ كالبرق ؟ قال الم تروا الى البرق كيف يمر ويرجع فى طرفة عين ثم كمر الريح ثم كمر الطير وشد الرجال تجرى بهم اعمالهم ونبيكم قائم على الصراط يقول رب سلم سلم حتى تعجز اعمال العباد حتى يجئ الرجل فلا يستطيع السير الا زحفا ؛ للشيخين والترمذى وله عن ابى سعيد رفعه: انا سيد ولد آدم يوم القيامة ولا فخر وبيدى لواء الحمد ولا فخر وما من نبى آدم فمن سواه الا تحت لوائى وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر فيفزع الناس ثلاث فزعات فيأتون آدم بنحوه ؛ الا ان فيه: فيأتون عيسى فيقول انى عبدت من دون الله ؛ (بريدة)[52] انه قال لمعاوية انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انى لارجو ان اشفع يوم القيامة فى عدد ما فى الارض من شجرة ومدرة[له] قال فترجوها انت يا معاوية ولا يرجوها على ؛ لاحمد بضعف (انس الانصارى)[53] رفعه: انى لاشفع يوم القيامة فى كل شئ

ہے کہ حق تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا پس مؤمنین (رُکے) کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ جنت ان کے پاس لائی جائے گی۔ پس وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے والد بزرگوار ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوائیے۔ وہ فرمائیں گے میاں تم کو جنت سے تمہارے والد ہی کی خطا نے تو نکالا تھا پس میں اس (دروازہ کھلوانے) کا اہل نہیں ہوں۔ میرے بیٹے ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ پس حضرت ابراہیم (بھی یہی) کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں۔ میں تو بس خلیل تھا (جس کی شان تسلیم و تفویض کی ہے اور یہ منصب درخواست) بہت بالا ہے بہت بالا ہے۔ موسیٰ کے پاس جاؤ الخ۔ اور اس میں ہے کہ امانت اور خون کے رشتہ کو چھوڑا جائے گا اور وہ پلصراط کے دونوں رُخ پر داہنے اور بائیں آکھڑے ہوں گے (کہ جس نے ان کا حق تلف کیا تھا ان کو گھسیٹ کر جہنم میں گرا دیں)۔ پس تم میں سب سے پہلا شخص گذرے گا جیسے بجلی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان بجلی کی طرح کیا چیز؟ فرمایا کیا بجلی کو دیکھا نہیں کہ پلک زدن میں کیسی گذر جاتی اور لوٹ آتی ہے۔ پھر اس کے بعد والا ایسا گذرے گا جیسے ہوا کا چلنا اور پھر جیسے پرند کی رفتار اور آدمیوں کا دوڑنا کہ ان کے اعمال ان کو چلائیں گے (اور جیسی صراط مستقیم پر چلنے کی مشق دنیا میں ہو چکی ہے وہی یہاں کام دیگی) اور تمہارا نبی پلصراط (سے پلک زدن میں گذر کر اس کے پرلے کنارہ پر) کھڑا ہوا کہہ رہا ہوگا اے رب (ان کو) سلامت رکھ سلامت رکھ۔ حتی کہ بندوں کے اعمال (ان کے چلانے سے) عاجز ہو جائیں گے (کہ ان کے گذرنے کا وقت آئے گا جن کے پاس کوئی عمل نہیں اور وہ سہج سہج گھٹنیوں چلیں گے) یہاں تک کہ ایک شخص آئیگا جو سُرین پر گھسٹنے کے سوا چل ہی نہ سکے گا (ق ت)، اور ترمذی میں ابو سعید سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں تمامی اولادِ آدم کا سردار ہوں گا بروز قیامت اور اس پر فخر نہیں کرتا۔ اور میرے ہاتھ میں ہوگا حمد کا علم اور فخر نہیں کرتا۔ اور انسان و ماسوا سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اور میں پہلا شخص ہونگا جو زمین شق ہونے پر نکلوں گا اور فخر نہیں کرتا۔ پس لوگوں کو تین[۳] پریشانیاں پیش آئیں گی پس وہ آدم کے پاس آئیں گے الخ۔ اور اسی میں یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے اللہ کو چھوڑ کر مجھے معبود

[له] المدر بحرکہ قطع الطین الیابس او العلک الذی لا رمل فیہ واحدہ مدرۃ ۱۲ قاموس۔

ما علی وجہ الارض من حجر ومدر ۔ (ابو ھریرۃ ؓ) رفعہ : اٰتی جھنم فاضرب بابھا فیفتح لی فادخلھا فاحمد اللہ محامد ما حمدہ احد قبلی مثلہ ولا یحمدہ احد بعدی ثم اخرج منھا من قال لا الٰہ الا اللہ مخلصا فیقوم الی اناس من قریش فینتسبون الی فاعرف نسبھم ولا اعرف وجوھھم واترکھم فی النار ۔ ھما للاوسط بخفی (ابن عمر ؓ) رفعہ : اول من اشفع لہ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب

سمجھا گیا (اس لئے سفارش لے جاتے ہوئے شرم آتی ہے) ف یہ محبوبیت کے اظہارِ شرف کا دوسرا موقع ہوگا کہ پل صراط سے گذر لیں گے اور جنت کے پاس پہونچیں گے تو دروازہ بند پائیں گے اور پھر جلیل القدر پیغمبر سے اب جنتیوں کی درخواست ہوگی کہ شوقِ وصال بے چین بنائے ہوئے ہے۔ دروازہ کھلوایئے کہ اندر پہونچیں۔ مگر یہ منصب بھی آنحضرت روحی فداکا ہے کہ انبیاء و رسل بھی دخولِ جنت میں آپ کے مرہون احسان ہوں گے۔ حضرات انبیاء کا کمال ہے کہ محض صورت خطا کو اور اس کے بخشدیئے جانے کی صریح اطلاع کے اس کی ندامت و یاد داشت دلوں سے نہ جائے گی کہ جتنی شاہنشاہ جل جلالہ کی معرفت زیادہ اسی قدر ہیبت و خوف اور بے نیازی پر نگاہ زیادہ۔ اور چونکہ سیّد الوجود سے کام لینا اور آپ کی محبوبیت و سیادت عامہ کا علی رؤس الاشہاد اظہار کرنا ہے اس لئے آپ پر رحمۃ للعالمین ہونے کے سبب ہر یگانہ و بیگانہ پر ترس کھانے کی کیفیت غالب ہوگی حسبِ کمالِ شان اگر آپ پر خوف کا غلبہ ہو تو پھر شفاعت کا دروازہ مسدود ہو جائے۔ (بریدہ ؓ) نے معاویہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ مجھے اُمید ہے بروز قیامت اتنے (گناہ گاروں) کی شفاعت کروں گا جتنے ساری زمین کے درخت اور کچے ڈلے ہیں (اور اس کے بعد بریدہ نے) کہا پھر اے معاویہ تم تو اس (شفاعت محمدیہ سے بہرہ یاب ہونے) کی توقع رکھو اور علی ؓ اس کی توقع نہ رکھیں (یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اس وسیع شفاعت مقبولہ میں تم دونوں کا شامل ہونا بات ہی کیا ہے) م (انیس الصاری ؓ) فع : میں بروز قیامت جو کچھ بھی زمین میں ہے خواہ پتھر ہو یا کچا ڈلا سب کے متعلق سفارش کروں گا (کہ ہر چیز کا کرب جو اس کے شایاں ہے آپ ہی کی شفاعت سے رفع ہوگا) د (ابوہریرہ ؓ) فع : میں دوزخ پر آکر اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔ پس وہ میرے لئے کھول دیا جائے گا اور میں اس میں جاؤں گا (جس شان سے خاص قیدیوں کو عزت کے ساتھ رہا کرنے کی خاطر وسرائے سیاسی جیل میں جایا کرتا ہے) پس اللہ کی اُن تعریفوں سے حمد کروں گا جن سے نہ میرے پہلے کسی نے حمد کی اور نہ میرے بعد کوئی کرے گا۔ اور اس کے بعد جس نے بھی اخلاص سے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا (اور بصیرتِ محمدیہ اس کو ادراک کر سکی) ان کو دوزخ سے باہر نکال لاؤں گا۔ پس قریش کے کچھ آدمی جو (نسب کے رشتہ میں) میری طرف منسوب ہوتے تھے اٹھ کر میرے پاس آئیں گے پس میں ان کے نسب کو پہچان لوں گا مگر ان کے چہرے نہ پہچان سکوں گا (کہ دوزخ نے جھلسکر مُنہ بگاڑ دیا ہوگا) اور ان کو دوزخ میں چھوڑ آؤں گا (کہ کفر و شرک کا جُرم ناقابلِ عفو ہے اور ان کو میرا ہم نسب رشتہ دار ہونا کچھ مفید نہیں) و (ابن عمر ؓ) فع : میں اپنی اُمّت میں سب سے پہلے اپنے گھر والوں کی شفاعت کروں گا اور پھر قریش وانصار میں جسے جتنا مجھ سے قُرب ہوگا (بہ ترتیب

من قریش والانصار ثم من امن بی واتبعنی من اهل الیمن ثم من سائر العرب ثم من الاعاجم واول من اشفع له اولوا الفضل؛ للکبیر بخفی (عبد[56] الملک بن عباد بن جعفر) رفعه: اول من اشفع له من امتی اهل المدینة واهل مکة واهل الطائف. للبزار والکبیر بخفی (عثمان[57]) رفعه: اول من یشفع یوم القیامة الانبیاء ثم الشهداء ثم المؤذنون؛ للبزار بضعف (ابوسعید[58]) رفعه: اذا کان یوم القیامة اُتی بالموت کالکبش الاملح فیوقف بین الجنة والنار فیذبح وهم ینظرون فلوان احدًا مات فرحًا لمات اهل الجنة ولوان احدًا مات حزنًا لمات اهل النار؛ وفی روایة: فیؤتی بالموت کھیئة کبش املح فینادی منادیا اهل الجنة فیشرئبون وینظرون فیقول لهم هل تعرفون هذا؟ فیقولون نعم هذا الموت وکلهم قد راٰه ثم ینادی منادیا اهل النار فیشرئبون وینظرون فیقول لهم هل تعرفون هذا؟ فیقولون نعم هذا الموت وکلهم قد راٰه فیذبح بین الجنة والنار ثم یقول یا اهل الجنة خلود فلا موت ویا اهل النار خلود فلا موت ثم قرأ وانذرهم یوم الحسرة اذ قضی الامر وهم فی غفلة وهم لا یؤمنون واشار بیده الی الدنیا؛ للشیخین والترمذی۔

اُن کی شفاعت کروں گا، اور پھر ان اہل یمن کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میرا اتباع کیا اور پھر باقی عرب کے مومنین کی اور پھر اہل عجم کی۔ اور (ان میں بھی) سب سے پہلے صاحبانِ فضل کی شفاعت کروں گا (کہ جس کو اتباع سنت میں زیادہ پاؤں گا اس کو مقدم رکھوں گا)۔ ت (عبد[56] الملک بن عباد بن جعفر) رفع: میں اپنی اُمت میں (مقامی لحاظ سے) جن کی سب سے پہلے شفاعت کروں گا وہ اہل مدینہ اور اہل مکہ اور اہل طائف ہوں گے (بزوک)۔ (عثمان[57]) رفع: سب سے پہلے جو حضرات شفاعت کریں گے وہ انبیاء ہوں گے اور ان کے بعد شہداء اور پھر (اخلاص کے ساتھ نماز کے لئے) اذان دینے والے (بز) ف ان کی تخصیص بلحاظ فضیلت و شرف ہے ورنہ ہر صالح و مغفور شفاعت کرے گا۔ (ابوسعید[58]) رفع: جب قیامت کا دن ہوگا تو موت کو خوبصورت دُنبہ کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کرکے ذبح کر دیا جائے گا اور سب مخلوق دیکھ رہی ہوگی پس اگر کسی کو موت آتی تو اہل جنت خوشی کے مارے مر جاتے، اور اگر کسی کو موت آتی تو اہل دوزخ رنج کے مارے مر جاتے اگر موت تو ذبح ہو چکی اور اس طرح جنتیوں کو دوام عیش میں مطمئن اور دوزخیوں کو تکلیف رفع ہونے سے ہمیشہ کے لئے مایوس بنا دیا جائے گا کہ اب موت ہی نہیں رہی جو زندگی ختم کر کے کلفت دور کر دے اور ایک روایت میں ہے کہ موت کو خوبصورت مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور اس کے بعد ایک منادی پکارے گا کہ اے اہل جنت۔ پس وہ (دیواروں کے اوپر سے) جھانک کر دیکھنے لگیں گے۔ فرشتہ ان سے کہے گا اس کو پہچانتے بھی ہو؟ کہیں گے ہاں یہ موت ہے (اور پہچانیں کیوں نہیں کہ) ہر ایک نے اسکو دیکھا (اور مزہ چکھا) ہے۔ پھر منادی پکاریگا کہ اے اہل دوزخ۔ پس وہ بھی جھانک کر دیکھنے لگیں گے۔ فرشتہ ان سے کہے گا اسکو پہچانتے بھی ہو؟ کہیں گے ہاں یہ موت ہے اور ان میں بھی ہر ایک اسکو دیکھ چکا ہے۔ پس (دونوں فریق کو دکھا کر) جنت دوزخ کے بیچ میں اسکو ذبح کر دیا جائے گا اور پھر فرشتہ پکارے گا کہ اے جنتیو! اب ہمیشگی ہی ہمیشگی ہے۔ موت کا پتہ نہیں۔ اور اے دوزخیو

کتاب الجنة والنار وما فیھا

(ابوھریرہؓ[1]) رفعہ: لما خلق اللہ الجنة قال لجبریل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا فقال وعزتک لا یسمع بھا احد الا دخلھا فحفھا بالمکارہ فقال اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا فقال وعزتک لخشیت ان لا یدخلھا احد ولما خلق اللہ النار قال لجبریل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا فقال وعزتک لا یسمع بھا احد فیدخلھا فحفھا بالشھوات فقال اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا فلما رجع قال وعزتک لقد خشیت ان لا یسلم منھا احد الا دخلھا؛ لابی داود والترمذی والنسائی (وعنہ[2]) رفعہ: حفت النار بالشھوات وحفت الجنة بالمکارہ؛ للشیخین (ابن مسعودؓ[3]) رفعہ: الجنة اقرب الی احدکم من شراک نعلہ والنار مثل ذلک؛ للبخاری (انسؓ[4]) لا تزال جھنم یلقی فیھا وتقول ھل من مزید حتی یضع رب العزة فیھا قدمہ فینزوی بعضھا الی بعض وتقول قط قط[1] بعزتک وکرمک ولا یزال فی الجنة فضل حتی ینشئ اللہ لھا خلقاً فیسکنھم فضل الجنة؛ (ابوھریرہؓ[5]) رفعہ:

اب دوام ہی دوام ہے موت کا نام ونشان نہیں. پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (اور اے محمدؐ) ان کو ڈرا دو حسرت کے دن سے جبکہ قصہ طے کر دیا جائے گا اور وہ غفلت میں تھے اور ایمان نہ لائے تھے اور ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ فرمایا (کہ کمالِ حسرت کا دن وہی ہے جبکہ موت کو موت آجائے گی اور یہ غفلت وحرمانِ ایمان ان کا اس دنیا میں ہے. (ق ت)

جنت اور دوزخ کا بیان اور ان میں کیا کیا ہے

(ابوہریرہؓ[1]) فع: جب حق تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر دیا تو جبریل سے فرمایا جاؤ اور اسکو دیکھو. چنانچہ وہ گئے اور اسے دیکھا تو بولے قسم ہے آپ کی عزت کی کوئی بھی ایسا ہو گا کہ اس کی لذتوں اور راحتوں کو سُنے اور اس میں داخل نہ ہو. پس حق تعالیٰ نے ناگوار (مصائب ومشقتوں سے) اس کا احاطہ کھینچ دیا (کہ پہلے کوئی ان کو برداشت کرے جب داخلہ نصیب ہو) اور پھر فرمایا کہ جاؤ اور اب اسکو دیکھو. چنانچہ وہ گئے اور اس کو دیکھا تو کہنے لگے قسم ہے آپ کی عزت کی مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کوئی بھی اس میں داخل نہ ہو سکے. اور جب اللہ نے دوزخ کو پیدا کیا تو جبریل سے فرمایا جاؤ اور اس کو دیکھو. چنانچہ وہ گئے اور اسے دیکھا تو بولے قسم ہے آپ کی عزت کی کوئی بھی ایسا ہو گا جو اس کی (تکالیف وعذاب کی) سُنے اور اس میں داخل ہو. پس حق تعالیٰ نے اسکو خواہشات سے گھیر دیا اور پھر فرمایا کہ جاؤ اور اب اس کو دیکھو. چنانچہ وہ گئے اور اسے دیکھا تو کہنے لگے قسم ہے آپ کی عزت کی مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کوئی بھی اس میں داخل ہونے سے نہ بچ سکے گا (د ت ن) ف چونکہ مخلوق کا امتحان مقصود تھا اس لئے جنت کی باڑ طرح طرح سے لگائی گئی کہ سچا طالب وہی ہے جو سب کو برداشت کر لے اور پھر ہمیشہ کا آرام پائے. اور دوزخ کے ارد گرد شہوات نفسانیہ کا حصار کھینچا گیا کہ اس سے بچنا چاہے تو ناپائیدار دلکش خواہشات سے باز رہے، اور ان میں پڑے تو دوزخ میں جائے (ایضاً[2]) فع، دوزخ کو ڈھانپا گیا ہے خواہشاتِ نفسانیہ سے. اور جنت کو ڈھانپا گیا ہے گرانبار مشقتوں سے (ق) (ابن مسعودؓ[3]) فع؛ جنت ہر شخص سے اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ

[1] بمعنی حسب فتکرارہا للتاکید وہی ساکنة الطاء مخففة وراواہ بعضھم فتقول قطنی قطنی ای حسبی نہایة ومعنی قطنی حسبی وکفینی ہذا وفیہ ثلاث لغات سکون الطاء وکسرہا منون وغیر منون ۱۲

تحاجت الجنة والنار فقالت النار اوثرت بالمتکبرین والمتجبرین وقالت الجنة فمالی لایدخلنی الا ضعفاء الناس وسقطهم وغرتهم فقال اللہ تعالیٰ للجنة انت رحمتی ارحم بك من اشاء من عبادی وقال للنار انت عذابی اعذب بك من اشاء من عبادی ولکل واحدة منکما ملؤها فاما النار فلا تمتلئ حتی یضع اللہ تعالیٰ رجله فتقول قط قط ویزوی بعضها الی بعض ولا یظلم اللہ من خلقه احدًا واما الجنة فان اللہ ینشئ لها خلقًا ؛ هما للشیخین والترمذی (ابو سعید) رفعه: اما اهل النار الذین هم اهلها فانهم لایموتون ولا یحیون ولکن ناس اصابتهم النار بذنوبهم ۔ او قال بخطایاهم فاماتتهم اماتة حتی اذا کانوا فحما اذن بالشفاعة فجئ بهم ضبائر ضبائر فبثوا علی انهار الجنة ثم قیل یا اهل الجنة افیضوا علیهم فینبتون نبات الحبة فی حمیل السیل فقال رجل من القوم کأن رسول اللہ

قریب ہے۔ اور اس طرح دوزخ بھی۔ (کہ ذرا سی طاعت میں جنت مل جانا بعید نہیں بشرطیکہ نکتہ نواز خدا قبول فرمالے۔ اور اسی طرح ذرا سی معصیت پر جہنم میں چلا جانا بعید نہیں۔ اگر بے نیاز خدا گرفت فرمالے پس کسی طاعت کو کیسی ہی قلیل ہو حقیر نہ سمجھو اور کسی گناہ کو کیسا ہی ذرا سا ہو مگر معمولی نہ سمجھو) (خ) (انس) جہنم میں (دوزخیوں کے) ڈالے جانے کا سلسلہ قائم رہے گا اور وہ پکارتی رہیگی کہ اور کچھ ہے؟ (یعنی لبریز نہ ہوگی اور لاؤ اور لاؤ کہتی رہیگی) حتی کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھے گا۔ پس اس کے بعض اجزاء بعض کی طرف سمٹ آئیں گے (اور تنگ پڑکر) کہیگی کہ بس بس قسم ہے تیری عزت و کرم کی اب میں بھر گئی اور (اسی طرح) جنت میں، باوجود بے شمار جنتیوں کے جانے کی جگہ، فاضل رہے گی حتی کہ اس کے لئے حق تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا (جو نہ دنیا میں آئی اور نہ کوئی عمل کیا) پس ان کو جنت کی فاضل جگہ میں بسائے گا۔ (نا کردہ گناہوں کو جہنم میں ڈالنا کرم و عطا کے خلاف تھا۔ مگر راحت پہونچانا مقتضائے رحمت و سخاوت ہے۔ (ابو ہریرہ) فع: جنت اور دوزخ میں بحث ہوئی اور دوزخ نے کہا کہ مجھے انتخاب کیا گیا ہے (شیخی مارنیوالوں اور اینٹھ مروڑ کرنے والوں کے لئے (جو دنیا میں اپنے سے بڑا کسی کو سمجھتے ہی نہ تھے) اور جنت نے کہا کہ میرا کیا پوچھنا میرے اندر تو (بدن اور مال میں) کمزور اور (دنیا والوں کی نظروں میں) گرے ہوئے اور بھولے بھالے لوگ داخل ہوں گے (چونکہ یہ مباحثہ بصورتِ شکوہ تھا اور مصلحت پوچھنا مقصود تھا اس لئے) حق تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت (کا مقام) ہے کہ اپنے بندوں میں جس پر چاہوں گا تیرے ذریعہ رحم فرماؤں گا اور (اس کے مناسب وہی شکستہ دل ہیں جن میں عجز و انکسار ہے) اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرے عذاب کا (مظہر ہے) کہ اپنے بندوں میں جس کو چاہوں گا تیرے ذریعہ عذاب دوں گا (اور اس کے مناسب متکبرین و متجبرین ہی ہیں۔ پس میری حکمت و مشیت کا یہی مقتضاء ہے کہ ایک مظہر لطف و کرم ہو اور دوسری محل سزا و عدل) اور تم دونوں میں ہر ایک کو پیٹ بھراؤ (مخلوق دیجائے گی) مگر دوزخ تو بھرے گی نہیں حتی کہ حق تعالیٰ اس میں اپنا پاؤں رکھیں گے اور وہ کہے گی بس بس۔ اور اس کا ایک حصہ دوسرے کی طرف سمیٹ دیا جائے گا اور اللہ اپنی مخلوق میں کسی پر ظلم نہیں فرماتا (کہ اسے بھرنے کے لئے نا کردہ گناہ لوگوں کو ڈالدے) ہاں البتہ جنت (جب نہ بھرے گی) تو اس کے لئے حق تعالیٰ ایک مستقل پیدا فرمائے گا۔ (ق ت)۔ (ابو سعید) فع، ہاں دوزخی (یعنی کفار و مشرکین)

صلی اللہ علیہ وسلم قد کان بالبادیۃ؛ لمسلم (وعنہؓ) رفعہ: یخلص المؤمنون من النار فیحبسون علی قنطرۃ بین الجنۃ والنار فیقتص لبعضھم من بعض مظالم کانت بینھم فی الدنیا حتی اذا ھذبوا ونقوا اذن لھم فی دخول الجنۃ فوالذی نفس محمد بیدہ لاحدھم اھدی بمنزلہ فی الجنۃ منہ بمنزلہ کان فی الدنیا؛ للبخاری (جابرؓ) رفعہ: یخرج من النار قوم بالشفاعۃ کانھم الثعاریر[1] قلنا وما الثعاریر قال الضغابیس[2]؛ للشیخین (ابوھریرۃؓ) رفعہ: ان رجلین ممن یدخل النار لیشتد صیاحھما فیقول اللہ تعالیٰ اخرجوھما ثم یقول لھما لای شیء اشتد صیاحکما؟ فیقولان فعلنا ذلک لترحمنا فیقول ان رحمتی لکما ان تنطلقا فتلقیا انفسکما فی النار حیث کنتما فینطلقان فیلقی احدھما نفسہ فی النار فیجعلھا علیہ برداً وسلاماً ویقوم الآخر فلا یلقی نفسہ فی النار فیقول لہ الرب تعالیٰ ما یمنعک ان تلقی نفسک کما القی صاحبک نفسہ؟ فیقول رب انی لارجوا ان لا تعیدنی فیھا بعد ان اخرجتنی منھا فیقول اللہ تعالیٰ لک رجائک فیدخلان معاً فی الجنۃ برحمۃ اللہ؛ للترمذی (انسؓ) رفعہ:

جو کہ حقیقی اہلِ جہنم ہیں (کہ جہنم تیار ہی ان کے لئے ہوئی ہے) سو وہ تو نہ مریں گے نہ جئیں گے (بلکہ ہمیشہ ہمیشہ سسکنے کی حالت میں مبتلائے آلام رہیں گے) البتہ وہ لوگ جن کو گناہوں کی وجہ سے آگ پہونچیگی تو وہ ان کو ایکدم مار دیگی (کہ یہ بھی تکلیف کا خاتمہ ہو کر رحم کی علامت ہے) حتی کہ جب کوئلہ بن جائیں گے تو شفاعت کی اجازت ہوگی اور ان کو جماعت در جماعت (جہنم سے نکال کر) باہر لایا جائے گا اور جنت کی نہروں پر پھیلا دیا جائے گا اس کے بعد کہا جائے گا کہ اے اہلِ جنت ان پر (جنت کا آب حیات) ڈالو۔ پس وہ اس طرح اُگیں گے جیسے رو بہنے کی جگہ دانہ اُگا کرتا ہے۔ حاضرین میں ایک شخص نے (یہ مضمون سن کر) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو گویا جنگل میں رہے ہیں (کہ کاشت کی ماہیت سے آگاہ ہیں) (ایضاً) مومنین دوزخ سے نجات پاکر جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل ہے اس پر ٹھیرائے جائیں گے اور ایک کو دوسرے سے ان ظلموں کا قصاص دلایا جائے گا جو ان میں دُنیا کے اندر پیش آئے تھے۔ حتی کہ جب ہر طرح پاک اور صاف ہو جائیں گے تب ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ ان میں ہر ایک اپنی جنت کے گھر کا راستہ اس سے بھی زیادہ پہچانتا ہوگا جتنا دنیا میں اپنا گھر کا راستہ پہچانتا تھا (بخاری) (جابرؓ) فع: بذریعہ شفاعت ایک قوم دوزخ سے نکالی جائے گی گویا وہ ککڑی کے روئے ہیں (ق) ف جس وقت نکلیں گے تو کوئلہ کی طرح جھلسے ہوئے سیاہ ہوں گے اور پھر روئے کی طرح نشو ونما اور تازگی پائیں گے۔ (ابوہریرہؓ) فع: دوزخ کے اندر جانیوالوں میں دو شخص ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار بڑی زور کی ہوگی۔ پس حق تعالیٰ فرمائے گا کہ ان کو نکال کر لاؤ اور پھر ان سے پوچھے گا اتنا کیوں چیخ رہے ہو۔ عرض کریں گے اس لئے تاکہ آپ ہم پر رحم فرمائیں ارشاد ہوگا اچھا میرا رحم تمہارے ساتھ یہی ہے کہ جاؤ اور دوزخ میں جہاں تم پڑے تھے وہیں اپنے آپ کو ڈالدو۔ چنانچہ دونوں چلیں گے اور ایک تو اپنے آپ کو دوزخ میں ڈالدیگا اور حق تعالیٰ اس کو اس پر ٹھنڈا اور سلامتی بخش بنا دے گا۔ اور دوسرا کھڑا رہے گا اور اپنے آپ کو دوزخ میں نہ ڈالے گا۔ پس حق تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو نے اپنے آپ کو کیوں نہ ڈالا جیسا کہ تیرا ساتھی نے اپنے

[1] بالثاء المثلثۃ والعین صغار القثاء ۱۲ قاموس [2] جمع ضغبوس بالضم وقیل ھو نبت ینبت فی اصول الثمام یشبہ الھلیون یسلق بالخل والزیت ویوکل ۱۲ نھایۃ۔

یؤتی بانعم اهل الدنیا من اهل النار فیصبغ فی النار صبغة ثم یقال یا ابن آدم هل رأیت خیرًا قط؟ هل مرّ بك من نعیم قط؟ فیقول لا والله یا رب ویؤتی باشد الناس بؤسًا من اهل الجنة فیصبغ صبغة فی الجنة فیقال له یا ابن آدم هل رأیت بؤسًا قط؟ هل مرّ بك من شدة قط؟ فیقول لا والله یارب ما مرّبی بؤس قط ولا رأیت شدة قط۔ لمسلم (ابن مسعودؓ) رفعه: انی لا علم آخر اهل النار خروجًا منها وآخر اهل الجنة دخولا الجنة رجل یخرج من النار حبوًا فیقول الله تعالی له اذهب فادخل الجنة فیأتیها فیخیل الیه انها ملأی فیرجع فیقول یارب وجدتها ملأی فیقول الله اذهب فادخل الجنة فیأتیها فیخیل الیه انها ملأی فیرجع فیقول یارب وجدتها ملأی فیقول الله اذهب فادخل الجنة فان لك مثل الدنیا وعشرة امثالها او ان لك مثل عشرة امثال الدنیا فیقول أتسخر بی او تضحك بی وانت الملك؟ فلقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم ضحك حتی بدت نواجذه فکان یقول ذاك ادنی اهل الجنة منزلة۔ للشیخین والترمذی (وعنهؓ) رفعه: آخر من یدخل الجنة رجل فهو یمشی

آپ کو ڈال دیا۔ وہ عرض کرے گا کہ اے رب مجھے یہ امید تھی کہ آپ (جب فضل فرما کر) مجھے اس سے نکال چکے تو اب اس میں واپس نہ فرمائیں گے۔ پس حق تعالیٰ فرمائے گا اچھا تیری امید بجا ل۔ چنانچہ دونوں اللہ کی رحمت سے ایک ساتھ جنّت میں چلے جائیں گے (کہ ایک کی تعمیلِ حکم کا اندازہ پسند آیا اور دوسرے کی رجاءِ رحمت کی ادا بھائی کہ رحمتِ حق بہانہ می جوید بہا)۔ (انسؓ فع)۔ دوزخیوں میں سے ایک شخص جس نے دنیا میں سب سے زیادہ راحت اٹھائی تھی لایا جائے گا اور اس کو دوزخ میں ایک غوطہ دیکر پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم کیا تو نے کبھی کوئی آرام دیکھا تھا یا کسی لذت کا تجھ پر گذر بھی ہوا تھا؟ وہ عرض کرے گا کہ نہیں بخدا اے رب (میں نے تو لذت کا مزہ بھی نہیں چکھا کہ صرف ایک ڈوب نے دنیوی زندگی کے عمر بھر کے مزے یکدم بھلا دیئے) اور جنتیوں میں سے ایک شخص جو (دنیا میں) سب سے زیادہ سختیاں اٹھا چکا تھا لایا جائے گا اور اس کو جنت میں ایک ڈوب دے کر (کہ ڈالا اور فوراً نکال لیا) پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم کیا تو نے کوئی کلفت کبھی دیکھی تھی یا کسی سختی کا تجھ پر کبھی گذر ہوا تھا وہ کہے گا کہ نہیں بخدا اے رب مجھ پر تو کلفت کا گذر ہی نہیں ہوا اور نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی (کہ جنّت کی ذرا سی چاشنی عمر بھر کی مصیبت و پریشانی کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیگی) (س (ابن مسعودؓ) فع: میں اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں جو دوزخیوں میں سب سے آخیر دوزخ سے نکلے گا اور جنتیوں میں سب سے اخیر جنّت میں جائے گا۔ وہ شخص ہوگا جو سرینوں پر گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا پس حق تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے بخشا۔ پس جنّت میں داخل ہو۔ وہ جنّت کے پاس آئے گا تو اسکو ایسا معلوم ہوگا کہ وہ لبریز ہے (اور کہیں جگہ نہیں) پس واپس آئے گا اور عرض کرے گا کہ اے رب میں نے اسے لبریز پایا (کہ تل دھرنے کی بھی جگہ نہیں پھر اندر کیسے جاؤں) پس حق تعالیٰ فرمائے گا جا جنّت میں داخل ہو جا چنانچہ وہ (دوبارہ) آئے گا اور اسے یوں معلوم ہوگا کہ وہ لبریز ہے۔ پس واپس آئے گا اور کہے گا کہ اے رب میں نے اسے لبریز پایا۔ پس حق تعالےٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو کہ تجھے دنیا کی برابر (جگہ دی) اور اتنی ہی اتنی دس اور۔ پس عرض کرے گا کیا آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں اور آپ تو بادشاہ ہیں (جنھیں ادنیٰ

لعلہ ای یغمس فیہا کما یغمس الثوب فی الصبغ وصبغۃ بکسر الصاد وفتحہا ای غمسۃ ۱۲ المؤلف ۱۲ لعلہ ای من ادنی اہل الجنۃ لانہ یأتی الحدیث ان بعضہم یعطی الدنیا ومثلہا معہا ۱۲

مرۃ و یکبو مرۃ و تسفعہ النار مرۃ فاذا ماجاوزھا التفت الیھا فقال تبارک الذی نجانی منک لقد
اعطانی اللہ شیئاً ما اعطاہ احداً من الاولین والآخرین فترفع لہ شجرۃ فیقول یارب ادننی من ھذہ
الشجرۃ فلاستظل بظلھا و اشرب من مائھا فیقول اللہ تعالیٰ لعلی ان اعطیتکھا تسألنی غیرھا فیقول
لا یارب ویعاھدہ ان لا یسألہ غیرھا وربہ تعالیٰ یعذرہ لانہ یری مالا صبرلہ علیہ فیدنیہ منھا
فیستظل بظلھا ویشرب من مائھا ثم ترفع لہ شجرۃ ھی احسن من الاولی فیقول ای رب ادننی
من ھذہ لاشرب من مائھا واستظل بظلھا لا اسألک غیرھا فیقول یا ابن آدم الم تعاھدنی
ان لا تسألنی غیرھا؟ فیقول لعلی ان ادنیتک منھا تسألنی غیرھا فیعاھدہ ان لا یسألہ غیرھا

رعیت سے مذاق کرنا زیبا نہیں) پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یہ فرما کر ہنسے حتی کہ
کچلیاں ظاہر ہوگئیں (کہ بیچارہ جنّت کو پُر سمجھ کر اتنا پریشان تھا کہ اتنی کثیر عطا کو جس کا اس نے کبھی خواب
بھی نہ دیکھا تھا مذاق سمجھا کیونکہ اس کی ٹیکنے کی جگہ بھی اسے غنیمت معلوم ہوتی تھی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرمایا کرتے تھے کہ یہ شخص جنتیوں میں سب سے ادنیٰ درجہ کا ہے (پھر اس سے اونچے درجہ والوں کا کیا پوچھنا)
ق ت (ایضاً) فع (سب سے اخیر جو جنّت میں جائے گا وہ ایک شخص ہوگا کہ (دوزخ کی مصیبت سے
چکنا چور نکلے گا) تو کبھی (ہمت کر کے اٹھے گا اور) پاؤں چلے گا اور کبھی گر پڑے گا (اور گھٹنیوں کسیکیگا)
اور کبھی اسکو آگ کی لپٹ جھلسیگی (جس سے بھاگنے کی پڑی ہوگی) پس جب (اُفتاں خیزاں) اس سے
آگے بڑھ جائے گا تو اس کی طرف دیکھ کر کہے گا بڑی شان ہے (اس خدائے برتر) کی جس نے مجھے تجھسے
نجات بخش دی۔ درحقیقت اللہ نے مجھے وہ نعمت دی کہ اولین وآخرین (غرض ساری مخلوق) میں
کسیکو بھی نہیں دی (کہ اس کے نزدیک تو جہنم کی زد سے نکل جانا ہی بڑی سے بڑی نعمت ہے)۔ پس ایک
درخواست اس کی نظر کے سامنے کیا جائے گا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب
کر دیجئے کہ اس کے سایہ کا ذرا لطف اٹھالوں اور اس کا پانی (جو نہر بنا ہوا نیچے بہہ رہا ہے) پی لوں۔
حق تعالیٰ فرمائے گا عجب نہیں اگر یہ تجھے دیدوں تو اس کے بعد تو اور کوئی درخواست کرنے لگے۔ عرض
کریگا کہ نہیں اے رب اور عہد و پیمان کرے گا کہ اس کے بعد اور کچھ نہ مانگوں گا اور اس کا رب اسے
معذور سمجھتا ہے (کہ جھوٹ تو بولتا نہیں کہ اس وقت نیت یہی ہے مگر نباہ نہ سکے گا) کیونکہ اسکو وہ چیز
نظر آئے گی جس پر صبر ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اسکو درخت کے قریب لے آئے گا کہ وہ اس کے سایہ میں بیٹھے گا
اور اس کا پانی پیئے گا۔ اس کے بعد اس کے لئے دوسرا درخت بلند کیا جائے گا جو پہلے سے بدرجہا اچھا
ہوگا پس (اس پر نظر پڑے گی تو) عرض کرے گا کہ اے رب مجھے اس کے نزدیک پہونچا دے تاکہ اس
کا پانی پیوں اور اس کے سایہ میں بیٹھوں اور اس کے علاوہ آپ سے کچھ نہ مانگوں گا۔ ارشاد ہوگا کہ اے
ابن آدم کیا تو نے مجھ سے عہد و پیمان نہ کیا تھا کہ اس کے سوا کچھ نہ مانگے گا اور پھر فرمائے گا کہ عجب نہیں
اگر میں تجھے اس کے قریب لے آؤں تو پھر اور کچھ نہ مانگنے لگے۔ پس وہ پختہ وعدہ کرے گا کہ اس کے سوا
کچھ نہ مانگوں گا مگر اللہ اسکو معذور سمجھتا ہے کیونکہ (اس کے بعد) اس چیز پر نظر پڑیگی جس پر صبر
ہو ہی نہیں سکتا چنانچہ اسکو اس درخت کے پاس پہونچا دے گا اور وہ اس کے سایہ کا لطف اٹھائیگا

ور به تعالیٰ یعذ ره لانه یری مالا صبر له علیه فید نیه منها فیستظل بظلها ویشرب من مائها
ثم ترفع له شجرة عند باب الجنة وهو احسن من الاولیین فیقول یارب ادننی من هذه لاستظل
بظلها واشرب من مائها لا اسألك غیرها فیقول یا ابن آدم ألم تعاهدنی ان لا تسألنی غیرها ؟
قال بلیٰ یارب هذه لا اسألك غیرها وربه تعالیٰ یعذره لانه یری مالا صبر له علیه فید نیه منها
فاذا ادناه منها سمع اصوات اهل الجنة فیقول ای رب ادخلنیها فقال یا ابن آدم ما یصرینی منك
ایرضیك ان اعطیك الدنیا ومثلها معها؟ قال یارب أتستهزئ منی وانت رب العالمین ؟
فضحك ابن مسعود فقال الا تسئلونی مم اضحك؟ فقالوا مم تضحك؟ فقال هكذا ضحك رسول
الله صلے الله علیه وسلم فقالوا مم تضحك یا رسول الله ؟ فقال من ضحك رب العالمین حین
قال أتستهزئ منی وانت رب العالمین فیقول لا استهزئ منك ولكنی علی ما اشاء قادر۔ مسلم۔
(ابو هریرة[۱۳]) رفعه، نارکم هذه التی توقدون جزءٌ من سبعین جزءاً من نار جهنم قالوا

اور پانی پئے گا اس کے بعد اس کے لئے دروازہ جنت کے قریب ایک درخت اٹھایا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوشنما ہوگا۔ پس عرض کرے گا کہ اے رب مجھے اس درخت کے قریب پہونچا دیجئے کہ ذرا اس کا سایہ لیلوں اور اس کا پانی پی لوں۔ اس کے سوا آپ سے کچھ نہ مانگوں گا۔ ارشاد ہوگا کہ اے ابن آدم کیا تونے مجھ سے پختہ وعدہ نہ کیا تھا کہ اس کے سوا کچھ نہ مانگوں گا۔ عرض کرے گا بیشک کیا تھا اے رب (مگر ایک اور سن لیجئے آئندہ) اس کے سوا آپ سے کچھ نہ مانگوں گا اور حق تعالیٰ اسے معذور سمجھتا ہے۔ کیونکہ اسے وہ چیز نظر آتی ہے جس پر صبر ہی نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اسے اس کے قریب لے آئے گا اور جب اس کے قریب لے آئے گا تو اسکو جنتیوں کی آوازیں سنائی دیں گی (کہ مزہ مزہ کی باتیں کر رہے ہیں تو پھر للچائیگا اور) کہے گا کہ اے رب مجھے اس کے اندر پہونچا دیجئے۔ ارشاد ہوگا کہ اے ابن آدم آخر مجھ سے سوال کرنا تیرا کسی طرح ختم بھی ہوگا۔ کیا تیری یہ خوشی ہے کہ تجھے دنیا اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور دیدوں؟ عرض کریگا اے رب (مجھے گھسنا ہی غنیمت معلوم ہوتا ہے) کیا آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں۔ اور آپ تو رب العالمین ہیں۔ پس ابن مسعود (اس حدیث کو نقل کرکے ہنسے اور حاضرین سے) فرمایا تم مجھ سے دریافت نہیں کرتے کہ میں کس لئے ہنسا۔ اور پھر فرمایا کہ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس حدیث کو بیان فرماکر) ہنسے تھے تو صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں ہنسے؟ فرمایا کہ اللہ رب العالمین کے ہنسنے پر جبکہ بندہ نے کہا کیا آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ رب العالمین ہیں (چونکہ بار بار وعدے کرتا اور پھر اس کو توڑتا تھا گویا خود مذاق کرتا تھا اس لئے سمجھا کہ میرے اس فعل کی سزا بصورت مذاق دی جارہی ہے) پس حق تعالیٰ فرمائے گا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا بلکہ (واقعی اتنا تجھے دیا کہ) میں جو بھی چاہوں اس پر قدرت رکھتا ہوں۔ (س)۔ (ابو ہریرہ[۱۳]) فعہ، تمہاری یہ آگ جسے تم جلایا کرتے ہو دوزخ کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ واللہ (جھلسا دینے کو تو) یہی کافی تھی یا رسول اللہ۔ فرمایا ہاں وہ انہتر[۶۹] حصہ اس سے بھی بڑھا دیگئی کہ ہر حصہ کی تپش اس کے برابر ہے (ط ق ت)۔ (ایضاً[۱۳]) فعہ: دوزخ کو ایک ہزار برس دھونکا گیا حتی کہ وہ سرخ ہوگئی اور پھر ہزار برس

۱۵ ما یصرینی یقطع مسئلتی قال فی النہایۃ وفی روایۃ ما یصری منک ای ما یقطع مسئلتک التارک ویمنعک من سؤالی ۱۲

، اللہ ان کانت لکافیۃ یا رسول اللہ قال فانہا فضلت علیہا بتسعۃ وتسعین جزأً کلہا مثل حرہا ؛ لمالک والشیخین والترمذی (وعنہ[۱۳]) رفعہ : اوقد علی النار الف سنۃ حتی احمرت ثم اوقد علیہا الف سنۃ حتی ابیضت ثم اوقد علیہا الف سنۃ حتی اسودت فہی سوداء مظلمۃ ؛ لمالک والترمذی بلفظہ (وعنہ[۱۵]) کنا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فسمع وجبۃ[۱۵] فقال أتدرون ما ھذا ؟ قلنا اللہ ورسولہ اعلم قال ھذا حجر رمی بہ فی النار منذ سبعین خریفاً فہو یہوی فی النار الآن حیث انتہی الی قعرہا[۱۵] ؛ لمسلم (ابن عمرو[۱۶] بن العاص) رفعہ : لو ان رصاصۃ[۱۳] مثل ھذہ واشار الی مثل الجمجمۃ ارسلت من السماء الی الارض وہی مسیرۃ خمس مائۃ سنۃ لبلغت الارض قبل اللیل ولو انہا ارسلت من رأس السلسلۃ لسارت اربعین خریفاً اللیل والنہار قبل ان تبلغ اصلہا وقعرہا ؛ (ابو سعید[۱۷]) رفعہ : لسرادق[۱۵] النار اربع جدر کثف[۱۵] کل جدار مسیرۃ اربعین سنۃ ؛ (وعنہ[۱۸]) رفعہ ، ویل وادی جہنم یہوی فیہ الکافر اربعین خریفاً قبل ان یبلغ قعرہ ؛ (وعنہ[۱۹]) رفعہ : لو ان دلواً من غساق یہراق فی الدنیا لانتن اھل الدنیا ؛ (ابن عباس[۲۰]) ان النبی صلے اللہ علیہ

اس کو دھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سپید پڑ گئی ۔ اور پھر ایک ہزار برس اس کو دھونکا گیا حتی کہ سیاہ ہو گئی پس (اب) وہ سیاہ ہے نہایت اندھیری (رط ت) (ایضاً[۱۵]) ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ (دیوار کے گرنے کا سا) ایک دھماکہ سُنائی دیا۔ آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو یہ کیا تھا ؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے ۔ فرمایا یہ ایک پتھر تھا جس کو ستّر برس سے دوزخ میں پھینکا جا رہا تھا اور وہ اس میں گرتا گرتا اب اس کی تہ میں پہونچا ہے ۔ (س)۔ (ابن عمرو[۱۶] بن عاص) فع : اگر ایک گولا سیسہ وغیرہ کا اس جیسا اور اشارہ کر کے بتایا کہ کھوپری کی طرح (جس کی گولائی اور وزن جلد گرنے میں مددپہونچائے) آسمان سے بسوئے زمین چھوڑا جائے جو کہ (آدمی کی رفتار سے) پانچسو برس کی مسافت ہے ، تو رات سے پہلے (دن ہی دن میں) زمین پر پہونچ جائے گا لیکن دوزخ کی زنجیریں اتنی لمبی ہیں کہ زنجیر کے سرے سے اگر وہ گولا چھوڑا جائے تو اس کی تہ تک پہونچنے سے قبل چالیس برس رات اور دن چلے گا (س)۔ (ابو سعید[۱۷]) فع : دوزخ کی فصیل (جو چار طرف محیط ہے ، یکے بعد دیگرے چار دیواریں ہیں کہ ہر دیوار کی مُٹائی چالیس برس کی مسافت ہے (ایضاً[۱۸]) فع : ویل (جو کم تولنے والوں کی سزا کے لئے تجویز ہوا ہے) جہنم کے ایک میدان کا نام ہے جس میں کافر گرے گا تو چالیس برس تک اس کی تہ کو نہ پہونچ سکے گا ۔ (ایضاً[۱۹]) فع : اگر غساق (دوزخیوں کی پیپ اور دھوون یا ان کے آنسوؤں کا) ایک ڈول (بھر کر) دنیا میں بہا دیا جائے تو باشندگانِ دنیا کو متعفن بنا دے ۔ (ابن عباس[۲۰]) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اتقوا اللہ حق ۔۔۔ اللہ سے ڈرو جیسا بھی اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو مگر بحالت اسلام ، پس فرمایا کہ درخت سینڈہ کا (جو کہ دوزخیوں کی غذا ہے) اگر ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا بھر کے باشندوں پر ان کی گذران کے سامان کو تباہ کر دے پھر ان کا تو کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی یہ ہوگا (ت) ۔

ف دوزخ چونکہ عذاب کا گھر ہے اس لئے ہر تکلیف اس درجہ پر ہوگی جس کا دنیا میں رہتے ہوئے

وسلم قرأ اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون فقال لو ان قطرۃ من الزقوم قطرت فی الدنیا لافسدت علی اهل الدنیا معایشهم فکیف بمن یکون طعامهم ۔ للترمذی (ابو موسیٰ[۲۱]) رفعه: فی جهنم واد یقال له هبهب[له] یسکنه کل جبار فایاک ان تکون منهم ۔ للدارمی بضعف۔ (ابو هریرۃ[۲۲]) رفعه: اشتکت النار الی ربها فقالت رب اکل بعضی بعضا فاذن لها بنفسین نفس فی الشتاء ونفس فی الصیف فهو اشد ما تجدون من الحر واشد ما تجدون من الزمهریر ۔ للشیخین والترمذی (وعنه[۲۳]) رفعه: یخرج عنق[له] من النار یوم القیامۃ له عینان تبصران واذنان تسمعان ولسان ینطق یقول انی وکلت بثلاثۃ بمن جعل مع الله الٰها اٰخر وبکل جبار عنید وبالمصورین ۔ للترمذی ولرزین: من کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ بین عینی جهنم مقعدا قیل یا رسول الله ولها عینان ؟ قال اما سمعتم قول الله تعالیٰ اذا رأتهم من مکان بعید سمعوا لها تغیظا وزفیرا یخرج عنق من النار له عینان تبصران بنحوه ۔ (ابن مسعود[۲۴]) رفعه: یؤتی بالنار یومئذ لها سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملک یجرونها ۔ لمسلم والترمذی (ابو سعید[۲۵]) رفعه: ان ادنی اهل النار عذابا ینتعل بنعلین من نار یغلی منهما دماغه من حرارۃ نعلیه ۔ (سمرۃ[۲۶]) رفعه:

له بجزم ... بالسریانیۃ ۱۲ له عنق بضمتین وتسکین النون طائفۃ ۱۲

سمجھ میں آنا دشوار ہے۔ کہ یہاں دماغ وفہم اور تخیل سب یہیں کی ضرورت کے موافق دیا گیا ہے۔ اس لئے عالم آخرت کی خواہ جنت ہو یا دوزخ ماہیت یا حقیقت اس محدود اور تنگ دماغ میں نہیں آسکتی حتی کہ زقوم وحمیم وغساق بھی محض شکل کے لحاظ سے سمجھانے کے لئے بتائے گئے ہیں۔ ورنہ حقیقت تو وہیں دوزخیوں کو ادراک ہوگی کہ وہاں اس کے ادراک کے قابل دماغ بھی عطا ہوگا (ابو موسیٰ[۲۱]) فع: جہنم میں ایک نالہ ہے جس کو ہبہب کہتے ہیں ہر متکبر سرکش اس میں رہے گا۔ پس (اے مخاطب) اپنے آپ کو بچا کہ ان میں شامل ہو (م) (ابو ہریرہ[۲۲]) فع: دوزخ نے حق تعالیٰ سے اپنی تکلیف کا اظہار کیا کہ اے پروردگار (جوش غضب میں) میرا بعض حصہ بعض کو کھائے جاتا ہے۔ تو حق تعالیٰ نے اس کو (جوش ہلکا کرنے کے لئے) دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس جاڑہ میں، اور ایک گرمی میں۔ پس یہ اس (دوزخ) کے دونوں سانسوں کا اثر ہے جو تم (موسم گرما میں) سخت سے سخت لو پاتے ہو اور (موسم سرما میں) سخت سے سخت سردی محسوس کرتے ہو (کہ دوزخ کا عذاب بھی تپش اور انتہائی ٹھنڈ دو قسم کا ہے۔) ق ت۔ ف سائنس نے حرارت وبرودت موسمی کا سرچشمہ آفتاب اور کرۂ زمہریر کو قرار دیا اور شدت و خفت کو رفتار شمس کا اثر تجویز کیا ہے۔ مگر یہ کہ سرچشمہ میں یہ حرارت وبرودت کہاں سے آئی ہے اللہ کا سچا رسول ہی بتا سکتا ہے البتہ کرۂ حرارت وزمہریر کا واسطہ بن جانا کہ تدریجی اثر بڑھے اور گھٹے تاکہ دنیا اور اس کی مخلوق برداشت کر سکے ایسا ہے جیسے سیاہ شیشے کے ذریعہ سورج کو دیکھ سکنا کہ چکا چوند کو باوجود قائم ہونے کے اثر سے روک دیا (ایضاً[۲۳]) فع: دوزخ کا ایک قطعہ بروز قیامت باہر آئے گا جس کے دو آنکھیں ہوں گی جن سے دکھائی دیگا اور دو کان ہوں گے جن سے سنائی دے گا۔ اور ایک زبان ہوگی جس سے بولیگا۔ وہ کہے گا کہ میرے حوالہ تین شخص کئے گئے ہیں (۱) (مشرک) جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا اور ہر سرکش متکبر و ظالم

ان منهم من تأخذه النار الى كعبيه ومنهم تأخذه النار الى حجزته ومنهم من تأخذه النار الى ترقوته
(مسلم) (ابو الدرداء) يلقى على اهل النار الجوع فيعدل ما هم فيه من العذاب فيستغيثون بالطعام
فيغاثون بطعام من ضريع لا يسمن ولا يغني من جوع فيستغيثون بالطعام فيغاثون بطعام
ذي غصة فيذكرون انهم كانوا يجيزون الغصص في الدنيا بالشراب فيستغيثون بالشراب
فيدفع اليهم الحميم بكلاليب الحديد فاذا دنت من وجوههم شوت وجوههم فاذا دخل بطونهم
قطع ما في بطونهم فيقولون ادعوا خزنة جهنم عساهم يخففون عنا فيقولون لهم الم تأتكم
رسلكم بالبينات قالوا بلى قالوا فادعوا وما دعاء الكافرين الا في ضلال فيقولون ادعوا مالكا
فيقولون يا مالك ليقض علينا ربك فيجيبهم انكم ماكثون قال الاعمش نبئت ان بين

اور جاندار کی) تصویر بنانے والے (خواہ ہاتھ سے کھینچیں یا فوٹو سے وجہ حرمت یعنی تشبہ بالخالق دونوں میں متحقق ہے) ت۔ اور رزین میں ہے کہ جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا (کہ غلط بات کو میرا قول یا فعل بتایا) اُسے دوزخ کی آنکھوں کے بیچ میں اپنا ٹھکانا تلاش کرنا چاہیئے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دوزخ کی آنکھیں بھی ہوں گی؟ فرمایا کیا تم نے ارشاد خداوندی نہیں سُنا اذا رأتهم الخ جب وہ انکو دور ہی سے دیکھیگی تو اس کا جوش وخروش ان کو سُنائی دے گا۔ دوزخ کا ایک قطعہ نکلیگا جس کے دو آنکھیں ہوں گی الخ (ابن مسعود) فع: دوزخ کو (بروز قیامت سامنے) لایا جائے گا کہ اس دن اس کے ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسکو ہر چہار طرف سے کھینچ رہے ہوں گے (جیسے غصیارہ درندہ کو قابو رکھنے کے لئے کئی کئی رسّیاں ڈال کر چاروں رخ سے کھینچنا پڑتا ہے) س ت (ابو سعید) فع: دوزخیوں میں سب سے ادنی عذاب والا آگ کی دو جوتیاں پہنے گا کہ ان کی گرمی سے اس کا دماغ کھولے گا (جیسے تیز انگیٹھی پر بھیجا بھونا جاتا ہے) س (سمرة) فع: دوزخیوں میں کوئی ایسا ہوگا کہ آگ سے ٹخنوں تک پکڑے گی اور کوئی ایسا جسے گھٹنے تک پکڑیگی اور کوئی ایسا جسے ہنسلی تک پکڑیگی (کہ حسب جرائم ہر ایک کی سزا مختلف اور کم وبیش ہوگی) (ابو درداء) فع: دوزخیوں پر بھوک ڈالی جائے گی کہ جس عذاب میں پڑے ہیں وہ اس کے برابر ہو جائے گی (یعنی صرف بھوک کی تکلیف دوسرے عذابوں کے مساوی بن جائے گی) پس فریاد مچائیں گے غذا کی (کہ کچھ کھانے کو دیدیجئے) پس ان کو ضریع دیا جائے گا (جس کی صورت شبرک گھاس کی سی ہوگی مگر آگ سے زیادہ گرم ایلوے سے زیادہ تلخ اور سڑے ہوئے مردار سے زیادہ بدبودار۔ اور باینہمہ غذائیت کا اثر نا کو نہ ہوگا) کہ نہ (خون بنا کر بدن کو موٹا کر سکے اور نہ بھوک کی دکھن ہی کو رفع کر سکے۔ پس دوبارہ) فریاد مچائیں گے کھانے کی (کہ اس سے تو کچھ بھی نہ ہوا) تب ان کو گلوگیر کھانا دیا جائے گا (کہ ہڈی اور کانٹے کی طرح حلق پھنس جائے گا نہ نگلا جا سکے گا۔ نہ اُگلا جا سکے گا) اس وقت ان کو یاد آئے گا کہ دُنیا میں اُچھو ہٹایا کرتے تھے کسی پینے کی چیز سے۔ لہذا پینے کے قابل چیز کی فریاد کریں گے۔ تب ان کو آہنی آنکڑوں میں (لٹکا کر) کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا کہ جب ان کے منہ کے پاس پہونچے گا تو ان کے مُنہ جُھلس دے گا۔ اور جب پیٹ کے اندر جائے گا تو جو کچھ بھی (آنت اوجھڑی دل کلیجہ) پیٹ میں ہوگا سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔

دعائہم واجابۃ مالک لہم مقدار الف عام فیقولون ادعوا ربکم فلا تجدون خیرًا منہ فیقولون ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قومًا ضالین ربنا اخرجنا منہا فان عدنا فانا ظالمون فیجیبہم اخسئوا فیہا ولا تکلمون فعند ذلک یئسوا من کل خیر وعند ذلک یأخذون فی الزفیر والحسرۃ والویل ؛ (ابو ہریرۃ) رفعہ : ان الحمیم لیصب علی رؤسہم فینفذ حتی یخلص الی جوفہ فیسلت ما فی جوفہ[۲۵] حتی یمرق من قدمیہ وہو الصہر[لہ] ثم یعاد کما کان ؛ ہما للترمذی (وعنہ) رفعہ : ضرس کافر او ناب[۲۶] الکافر مثل احد وغلظ جلدہ مسیرۃ ثلاث ؛ لمسلم وللترمذی : ضرس الکافر یوم القیامۃ مثل احد وفخذہ مثل البیضاء ومقعدہ من النار مسیرۃ ثلاث مثل الربذۃ یعنی کما بینہا وبین المدینۃ و البیضاء جبل وقیل مدینۃ بالمغرب ؛ ولہ فی روایۃ : ان غلظ جلد الکافر اثنان واربعون ذراعًا وان

اس وقت وہ کہیں گے (کہ سب مل کر) دوزخ کے محافظین (فرشتوں) سے استدعا کرو شاید وہ (ترس کھا کر) ذرا سا عذاب ہلکا کر دیں. پس وہ ان کو جواب دیں گے الم تاتکم الخ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر دلائل و معجزات لے کر نہیں آتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ بیشک آئے تھے (مگر ہم نے انکی قدر نہ پہچانی) فرشتے کہیں گے (کہ جیسا کرنا ویسا بھرنا. نہ ہم خود ہلکا کر سکیں، اور نہ تمہاری سفارش کریں) لہذا تم خود (اللہ کو) اللہ کو پکار لو (اور جو کچھ کہنا ہو کہہ لو) اور (اس دن) کافروں کی پکار سب بیکار رہوگی (کہ دنیا میں تو قبول بھی ہو جاتی تھی مگر دار الجزا میں کوئی شنوائی نہ ہوگی) پھر وہ کہیں گے کہ مالک (داروغہ جہنم) ہی کو پکارو (کہ وہ ان سب کا افسر ہیں اور چونکہ تخفیف سے مایوس ہو چکے اس لئے موت کی درخواست کریں گے) پس کہیں گے یا مالک الخ اے مالک (اتنی ہی سفارش کر دو کہ) تمہارا رب ہمارا کام تمام کر دے (کہ مر ہی جاویں تو تکلیف سے چھٹکارا ہو) پس مالک ان کو جواب دیں گے کہ تم تو (ہمیشہ ہمیشہ اسی حالت میں اور یہیں) رہوگے. اعمش (راوی) کہتے ہیں کہ (کسی صحابی سے جو مجھے یاد نہیں رہے موقوفًا یا مرفوعًا) مجھے خبر ملی ہے کہ ان کے پکارنے اور مالک کے ان کو جواب دینے میں ہزار برس ہوں گے (کہ مایوسی کا جواب بھی ہزار برس بعد ملے گا اور اس مدت تک انتظار کی تکلیف مزید ہوگی) پھر (جب واسطوں سے ہر طرح ناامیدی ہو جائے گی تو) کہیں گے کہ (براہ راست) اپنے رب ہی کو پکارو کہ اس سے بہتر (قادر و غفور رحیم) تمہیں کوئی نہیں مل سکتا. چنانچہ عرض کریں گے کہ اے رب ہمارے غالب آئے ہم پر بدنصیبی ہماری (کہ جو سوء خاتمہ مقدر تھا پورا ہو کر رہا) اور (اس میں تیرا کوئی ظلم نہ تھا) بیشک ہم (اپنے قصد و اختیار کی رو سے) گمراہ تھے (مگر اب توبہ ہے) اے رب ہمارے ہمیں یہاں سے نکال لیجئے اگر پھر ایسا کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں (کہ جو سزا بھی اس وقت آپ دیں گے پھر معافی چاہنے کا منہ نہ ہوگا). پس حق تعالی ان کو جواب دے گا کہ دور ہو (اور کتوں کی طرح ذلیل ہوتے) وہیں پڑے رہو، اور مجھ سے بات نہ کرو (کہ میرا رحم اختیاری ہے. کسی پر ترس کھانے میں مجبور نہیں اور پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ کفر و شرک کو کبھی معاف نہ کروں گا لہذا آئندہ بھی فضول درخواست نہ کرنا) پس اس وقت وہ ہر قسم کی بھلائی سے (بالکل) ناامید ہو جائیں گے (کہ امید کی ساری منزلیں طے کر چکے اور کہیں سہارا بھی نہ ملا) پس اس وقت (گدھے کی سی آواز میں) نالہ و فریاد اور حسرت و واویلا کرنے لگیں گے (کہ اب کہاں جائیں اور کسے پکاریں) ت (ابو ہریرہ) رفع ؛ کھولتا ہوا پانی ان کے سروں پر[۲۸]

لہ یصہر ای یذاب اذا اذیب شحم و صہر بعض یصہر صہرا فہو مصہور ای اذیب بالصہر ۱۲

ضرسه مثل احد وان مجلسه من جهنم ما بين مكة والمدينة ؛ (وعنه[۳۰]) رفعه: ما بين منكبي الكافر في النار مسيرة ثلاثة ايام للراكب المسرع ؛ لمسلم (ابن عمر[۳۱]) رفعه: ان الكافر ليسحب لسانه الفرسخ والفرسخين يتوطأه الناس ؛ للترمذي (ابو هريرة[۳۲]) رفعه: ان ابراهيم يرى اباه يوم القيامة عليه الغبرة والقترة فيقول له ابراهيم الم اقل لك لا تعصيني؟ فيقول ابوه فاليوم لا اعصيك فيقول ابراهيم يا رب انك وعدتني ان لا تخزيني يوم يبعثون فاي خزي من ابي الابعد فيقول الله تعالى اني حرمت الجنة على الكافرين ثم يقول يا ابراهيم ما تحت رجليك؟ فنظر

ڈالا جائے گا جو (فوراً) سرایت کرتا ہوا ان کے پیٹ میں پہونچے گا اور جو کچھ پیٹ میں ہے اس کو سونت ڈالیگا حتی کہ پگھلکر پاؤں کے راستہ نکل جائے گا۔ اور یہی ہے صہر (یعنی چربی کا پگھلانا جو یصہر ما فی بطونہم میں مذکور ہے۔) اس کے بعد پھر اس کو پہلی حالت پر لایا جائے گا (اور پھر یہی سزا کا برتاؤ ہوگا اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے) ت (ایضاً[۲۹]) فع: کافر کی داڑھ قیامت کے دن کچلی کوہ اُحد کیطرح ہوگی، اور کھال کی مٹائی تین یوم کی مسافت (س) اور ترمذی میں ہے کہ کافر کی داڑھ قیامت کے دن اُحد کے مثل ہوگی، اور ران جیسے بیضاء، اور آگ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کی مسافت جیسے ربذہ۔ یعنی جتنا فصل مقام ربذہ اور مدینہ میں ہے۔ اور بیضاء ایک پہاڑ کا نام ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ بلاد مغرب میں ایک شہر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کافر کی کھال کی مٹائی بیالیس[۴۲] ہاتھ ہوگی اور داڑھ اُحد کی طرح اور جہنم میں اس کی نشستگاہ جیسے مکہ اور مدینہ کے درمیان۔ (ایضاً[۳۰]) فع: دوزخ میں کافر کے دونوں مونڈھوں کا فاصلہ تیز رفتار سوار کی تین روز کی مسافت کی برابر ہوگا (س) (ابن عمر[۳۱]) فع: کافر اپنی زبان کھینچے گا (یعنی زمین پر گھسیٹتا ہوا چلیگا کہ آدمی پاؤں سے (پاؤں سے) اسکو روندینگے (ت) ف قطب وقت شیخ عبدالعزیز کا مقولہ ابریز میں لکھا ہے کہ یہاں انسان اپنے خیال میں شئی سے شئی جو صورت بھی فرضی سمجھ کر لائے گا اس کا کہیں نہ کہیں اسی عالم میں بعینہ وجود ضرور ہوگا اگرچہ کسی کی بھی نظر سے نہ گذرا ہو۔ اور فطرت کے اس قانون سے یہ پتہ چلا کہ جو چیز اس عالم میں نہیں ہے وہ متخیلہ میں بھی نہیں آسکتی۔ پھر عالمِ برزخ یا عالمِ آخرت کی کوئی شے یہاں کسی کے متخیلہ میں کیسے آسکتی ہے۔ پس معذب کو بقدر عذاب بنانے کے لئے کافر کا ہر عضو اتنا بڑا کر دیا جائے گا جس کی مقدار اسی طرح خیال سے بالا ہے جیسے خود دوزخ اور اس کی صورتیں۔ باقی یقین کرنے کے لئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ممکن اور تحتِ قدرۃ الٰہیہ ہے۔ اور ہم سے اس پیغمبر نے بیان کیا ہے جس کی سچائی اور رسالت پر ہمارا ایمان ہے۔ لہٰذا ان واقعات میں ذرا بھی شک لانا کفر ہے اور اپنے کو اسی سزا کا مستحق بنانا ہے جس میں شک کر رہا ہے۔ اللہ ہمیں تمہیں سب کو اپنے ادنی عذاب سے بھی محفوظ رکھے۔ (ابو ہریرہ[۳۲]) فع: حضرت ابراہیم بروزِ قیامت اپنے باپ (آزر) کو دیکھیں گے کہ اس پر غبار و سیاہی چھائی ہوئی ہے۔ پس اس سے فرمائیں گے دیکھو میں نے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو۔ (مگر تم نے نہ مانا اور آج اس کا خمیازہ بھگتا) باپ کہے گا اچھا آج نافرمانی نہ کروں گا۔ (جو کچھ کہو گے مانوں گا۔ کسی طرح میری جان بچاؤ) پس ابراہیم (کو باپ پر) ترس آئے گا اور بے اختیار عرض کریں گے کہ اے پروردگار آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ حشر کے دن مجھے رسوا

فاذا هو بذیخ ملتطخ فیؤخذ بقوائمه فیلقی فی النار۔ للبخاری (انس)[۳۳] رفعہ: الشمس والقمر ثوران عقیران فی النار۔ للموصلی بلین (وعنہ)[۳۴] رفعہ: عمر الذباب اربعون لیلۃ والذباب کلہ فی النار الا النحل۔ (ابو ھریرۃ)[۳۵] رفعہ: لوان فی ھذا المسجد مائۃ الف او یزیدون وفیہ رجل من اھل النار فتنفس فاصاب نفسہ لاحترق المسجد ومن فیہ۔ ھما للموصلی (ابوسعید)[۳۶] رفعہ: لوان مقمعا من حدید وضع فی الارض فاجتمع لہ الثقلان ما اقلوہ من الارض۔ لاحمد والموصلی بلین (عمر)[۳۷] جاء جبریل الی فی حین غیر حینہ الذی کان یأتیہ فیہ فقام الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا جبریل مالی اراک متغیر اللون؟ فقال ما جئتک حتی امر اللہ تعالی بمفاتیح النار فقال یا جبریل صف الی النار وانعت لی جہنم فقال ان اللہ تعالی امر بجہنم فاوقد علیھا الف عام حتی

نہ فرمائے گا۔ اور میرے بدنصیب باپ (کے جہنم میں جانے سے) زیادہ کیا رسوا ہو گی۔ پس حق تعالیٰ فرمائے گا (تم کو بھی علم ہے) کہ میں جنت کو کافروں پر حرام کر چکا۔ اس کے بعد فرمائے گا ابراہیم (ذرا دیکھو) تمہارے پیروں کے نیچے کیا چیز ہے؟ پس آپ دیکھیں گے تو (مٹی میں) لتھڑا ایک بجو نظر آئے گا (کہ آذر کو اس شکل میں مسخ کر دیا جائے گا اور اسے دیکھ کر خود حضرت خلیل اللہ کو گھنیاہٹ و نفرت پیدا ہو جائے گی) پس اس کے پاؤں پکڑ کر اس کو آگ میں ڈالدیا جاوے گا (اس طرح آپکی رسوائی بھی نہ ہوئی کہ کسی نے یہ بھی نہ جانا آزر گیا جہنم میں یا کفتار) خ (انس)[۳۳] فع: سورج اور چاند پاؤں کٹے بیل (کی شکل) ہوں گے دوزخ میں (ص) ف یہ ضروری نہیں کہ جو بھی جہنم میں جائے وہ مجرم اور معذب ہی ہو کہ ملائکہ کا عذاب کی خدمت سرانجام دینے کے لئے، اور حضرات انبیاء کا بغرض شفاعت اس میں جانا ان کے معصوم و مرحوم ہونے میں بھی فرق نہ لائے گا۔ جیسے ڈاکٹر و جیلر کا بغرض انتظام اور کبھی وائسرائے کا بالغرض رہائی مجرمین جیل میں جانا۔ اور جیسے اینٹ پتھر کواڑ چوکھٹ اور آہنی سلاخوں یا چکی چولھے وغیرہ کا جیل میں ہونا اُن اشیاء کے لئے سزا نہیں ہے بلکہ سزایاب قیدیوں کے حبس اور مشقت کے اسباب ہیں۔ اسی طرح پتھر جن کے بت بنائے گئے یا سورج و چاند جن کی پرستش کیگئی جو شریک خدا قرار دیئے گئے اس لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے تاکہ مشرکین کو اپنے خدا کی حقیقت معلوم ہو کر عار اور یاس کی ذلت بڑھے۔ اور چونکہ ان دونوں ستاروں کی تیز رفتاری اور اپنے محور پر تیز راہی مشرکوں کی گمراہی کا حیلہ بنا اس لئے لُنجے اپاہج بیل کی صورت دی جائے گی۔ (ایضاً)[۳۴] فع: مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے اور بجز شہد کی مکھی کے سب دوزخ میں ہوں گی۔ (ص) ف یعنی جہنمیوں کے لئے عذاب بن کر کہ شرک کی نجاست میں آلودہ تھے اس لئے مکھیاں بھنکینگی۔ اور شہد کی مکھی کا طریق ایذا ڈنگ مارنا ہے اور اس میں بچھو وغیرہ اس میں بدرجہا بڑھے ہوئے دوزخ میں موجود ہیں اور یہ نجاست پر گرتی بھی نہیں جوان مکھیوں کی طرح گھنیاہٹ کی ایذا پہونچائے۔ (ابو ہریرہ)[۳۵] فع: اگر فرض کرو اس مسجد میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زاید آدمی ہوں اور ان میں ایک شخص دوزخ سے آکر سانس لے تو (اس کی تپش و گرمی سے) مسجد اور اس میں جتنے بھی آدمی ہوں سب جل جائیں (ص)۔ (ابوسعید)[۳۶] فع: اگر ایک آہنی گرز (جن سے دوزخیوں کے سر پھوڑے جائیں گے) زمین پر

بیضت ثم اوقد علیھا الف عام حتی احمرت ثم اوقد علیھا الف عام حتی اسودت فھی سوداء مظلمۃ لا یضیئ شررھا ولا یطفی لھبھا والذی بعثک بالحق لو ان قدر ثقب الابرۃ فتح من جھنم لمات من فی الارض کلھم جمیعًا من حرہ والذی بعثک بالحق لو ان خازنًا من خزنۃ جھنم برز الی اھل الدنیا فنظروا الیہ لمات من فی الارض کلھم من قبح وجھہ ومن نتن ریحہ والذی بعثک بالحق لو ان حلقۃ من حلق سلسلۃ اھل النار التی نعت اللہ فی کتابہ وضعت علی جبال الدنیا الارفضت[له]

لا رکھا جائے تو تمامی جن و انسان کی مخلوق جمع ہو کر بھی اس کو نہ اٹھا سکے۔ (۴) (عمر[رضی اللہ عنہ]) جبریل (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس وقت میں ان کا معمول تھا اس کے غیر وقت میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان کے پاس گئے اور پوچھا اے جبریل کیا بات ہے میں تمہارا رنگ بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں (کہ خوف کے مارے زرد پڑا ہوا ہے) تو انہوں نے کہا میں آپ کے اس وقت آیا ہوں جبکہ حق تعالیٰ نے دوزخ کی کنجیوں کے متعلق حکم فرمایا (کہ اس کو کھولو لہٰذا اسے دیکھ کر رنگ فق پڑ گیا)۔ پس آپ نے فرمایا اے جبریل دوزخ کا کچھ حال تو مجھے سناؤ اور جہنم کی کچھ کیفیت تو بیان کرو۔ کہنے لگے (کہ اے محمدؐ) حق تعالیٰ نے جہنم کے متعلق حکم فرمایا تو ایک ہزار برس اس کو دھونکا گیا حتی کہ وہ سپید ہو گئی۔ پھر حکم فرمایا تو ایک ہزار برس پھر اسکو دھونکا گیا حتی کہ سرخ (انگارہ) ہو گئی۔ پھر حکم فرمایا اور ایک ہزار برس اس کو دھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سیاہ پڑ گئی۔ پس اب وہ سیاہ اندھیری ہے۔ کہ نہ اس کے انگارہ میں چمک ہے (جو اٹھے اور ختم ہو کر دھواں بن جائے) اور نہ اس کی لپٹ کبھی بجھتی ہے۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنایا اگر جہنم سے سوئی کے ناکہ کی مقدار حصہ بھی کھول دیا جائے تو جتنی بھی زمین میں آبادی ہے اس کی تپش سے سب یکدم مرجائیں۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنایا اگر جہنم کے محافظین میں سے ایک محافظ (فرشتہ) اہل دنیا پر ظاہر ہو اور وہ اسکو دیکھ لیں تو اس کی بدروئی و بدبو سے جتنے بھی زمین میں ہیں سب مرجائیں (کہ سزا کی خدمت لینے کے لئے ان کی خلقت ہی ڈراؤنی اور ایذادہ بنائی گئی ہے) اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنایا اگر دوزخیوں کی زنجیر کی کڑیوں میں سے جن کا ذکر اللہ نے اپنے کلام میں (سلاسل و اغلال سے) کیا ہے ایک حلقہ دنیا کے پہاڑوں پر لا رکھا جائے تو وہ پھٹ جائیں۔ اور قائم نہ رہ سکیں۔ یہاں تک کہ وہ حلقہ پہاڑوں کو پھاڑتا ہوا) سب سے نیچے کی زمین تک جا پہونچے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اے جبریل (اب سننے کی طاقت نہیں مبادا) میرا دل ٹکڑے ہو جائے اور دم نکل جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کی طرف نگاہ کی تو دیکھا رو رہے ہیں۔ فرمایا اے جبریل تم اور رو رہے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک تمہارا مرتبہ جو کچھ بھی ہے وہ ہے۔ کہا اور روؤں کیوں نہیں بلکہ میں تو رونے کا زیادہ مستحق ہوں کہ کیا خبر ہے علم الٰہی میں میرا (انجام) اس حالت کے خلاف ہو جس پر اس وقت ہوں۔ اور مجھے پتہ نہیں ممکن ہے اس حال میں مبتلا ہو جاؤں جس میں ابلیس مبتلا ہوا۔ کہ (آخر) وہ بھی تو ملائکہ میں سے تھا (مگر مشیت الٰہیہ نے کچھ کا کچھ بنا دیا) اور مجھے کیا خبر ہے شاید وہ ابتلا پیش آ جائے جو ہاروت و ماروت کو پیش آیا (کہ قدرت الٰہیہ میں سب کچھ داخل

له از نفحی کا نقص ترغیب ۱۲

وماتقارت[ع] حتی تنتہی الی الارض السفلی فقال صلی اللہ علیہ وسلم حسبی یاجبریل لایتصدع قلبی فاموت فنظر صلی اللہ علیہ وسلم الی جبریل وھو یبکی فقال تبکی یاجبریل وانت من اللہ بمکان الذی انت بہ؟ فقال ومالی لاابکی انا احق بالبکاء لعلی اکون فی علم اللہ علی غیر الحال التی انا علیھا ومادری لعلی ابتلی بما ابتلی بہ ابلیس فقد کان من الملائکۃ ومادری لعلی ابتلی بما ابتلی بہ ھاروت وماروت فبکی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبکی جبریل علیہ السلام فمازالا یبکیان حتی نودیا ان یاجبریل ویامحمد ان اللہ تعالی قدامنکما ان تعصیاہ فارتفع جبریل وخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمر بقوم من الانصار یضحکون ویلعبون فقال أتضحکون وورائکم جہنم فلو تعلمون مااعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا ولما شبعتم الطعام والشراب ولخرجتم الی الصعدات تجأرون الی اللہ تعالی فنودی یامحمد لاتقنط عبادی انما بعثتک میسرا ولم ابعثک معسرا فقال صلی اللہ علیہ وسلم سددوا وقاربوا۔ للاوسط بضعف[۳۸] ابوھریرۃ قلت یارسول اللہ مم خلق الخلق؟ قال من الماء قلت الجنۃ مابناؤھا؟ قال لبنۃ فضۃ ولبنۃ ذھب وملاطھا

ہے اور اس لئے جب تک انجام کھل نہ جائے ہر وقت لرزنے کا مقام ہے۔) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے اور جبریل بھی، اور دونوں برابر روتے رہے حتیٰ کہ (غیبی) آواز آئی کہ اے جبریل اور اے محمدؐ اللہ تعالےٰ تم دونوں کو پروانۂ امان بخشا کہ تم اللہ کی معصیت نہ کروگے (اور تمہاری محبوبیت و مقبولیت میں تغیر نہ آئے گا) پس جبریل تو اوپر چڑھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو انصار کی ایک جماعت پر گذر ہوا جو ہنس کھیل رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کیا ہنس رہے ہو حالانکہ پیچھے جہنم (لگی ہوئی) ہے۔ اگر تم کو معلوم ہوجائے جیسے مجھے معلوم ہے تو تمہیں ہنسی کم آوے اور رونا بہت آوے اور خورد و نوش سے پیٹ نہ بھر سکو اور اللہ کی دہائی دیتے ہوئے جنگلوں کو نکل جاؤ۔ پس آواز آئی کہ اے محمد میرے بندوں کو (ضرورت سے زیادہ خوف دلاکر میری رحمت سے) مایوس نہ بناؤ۔ کہ تم کو آسانی بخش پیغمبر بناکر بھیجا گیا ہے دشواری میں ڈالنے والا نہیں بنایا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاضرین سے) فرمایا میانہ روی اختیار کرو (کہ خوف ورجا دونوں اعتدال پر رہیں) اور (پورا اعتدال نہ لاسکو تو) تو قریب قریب لے آؤ (غرض ہمت نہ ہارو اور کام کئے جاؤ؛ کاندریں راہ کار آید کار (و) ف جامع نے خود اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ خصوصًا ہاروت وماروت کا قصہ کہ قطعًا مخدوش ہے۔ (ابوہریرہ)[۳۸] فع: میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی ہے۔ فرمایا پانی سے۔ میں نے عرض کیا کہ جنّت کی تعمیر کس چیز کی ہے۔ فرمایا ایک اینٹ چاندی کی اور ایک اینٹ سونے کی۔ اور اس کا گارہ مُشک خالص کا اور کنگریاں موتی اور یاقوت اور مٹی اس کی زعفران۔ (اور یہ بھی محض تمثیل ہے ورنہ حقیقت حال اس سے بھی بہت بالا ہے)۔ جو اس میں داخل ہوگا وہ چین کرے گا اور کوئی کلفت نہ اٹھائے گا اور ہمیشہ (اسی راحت میں) زندہ رہے گا اور موت نہ آئے گی اور نہ ان کے کپڑے پرانے ہوں گے (کہ میلے ہوں یا پھٹ جائیں) اور نہ ان کی جوانی ختم ہوگی (کہ بڑھاپا آئے اور ہر چیز کا مزہ ہی جاتا رہے) ت (زید بن ارقم)[۳۹] فع: جنتی مرد کو کھانے پینے اور جماع وشہوت کے متعلق نشو

السلک الاذفر وحصباؤھا اللؤلؤ والیاقوت وتربتھا الزعفران من یدخلھا ینعم ولایبأس[1] ویخلد ولایموت ولاتبلی ثیابھم ولایفنی شبابھم ؕ للترمذی مطولا (زید بن ارقم[۴۱]) رفعہ: ان الرجل من اھل الجنۃ لیعطی قوۃ مائۃ رجل فی الاکل والشراب والجماع والشھوۃ فقال رجل من الیھود ان الذی یاکل ویشرب تکون منہ الحاجۃ قال یفیض من جلدہ عرق فاذا بطنہ قد ضمر[۲] للدارمی (ابو موسٰی[۴۲]) رفعہ: جنتان من فضۃ آنیتھما وما فیھما وجنتان من ذھب آنیتھما وما فیھما وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربھم الارداء الکبریاء علی وجھہ فی جنۃ عدن ؕ (وعنہ[۴۲]) رفعہ: ان للمؤمن فی الجنۃ لخیمۃ من لؤلؤۃ واحدۃ طولھا فی السماء ستون میلا ؕ وفی روایۃ: عرضھا للمؤمن فیھا اھلون یطوف علیھم المؤمن فلا یری بعضھم بعضا ؕ (ابو ھریرۃ[۴۲]) رفعہ: ان فی الجنۃ شجرۃ یسیر الراکب فی ظلھا مائۃ عام اقرؤا ان شئتم وظل ممدود ولقاب قوس احدکم فی الجنۃ خیر مما طلعت علیہ الشمس او تغرب ؕ ھی للشیخین والترمذی (عبادۃ بن الصامت[۴۳]) رفعہ: ان فی الجنۃ مائۃ درجۃ ما بین کل درجۃ ودرجۃ

مردوں کی قوت دی جائے گی۔ پس ایک یہودی نے کہا جو کھاتا پیتا ہے اس کو (پاخانہ پیشاب کی بھی) حاجت ہوتی ہے (وہاں اس کا کیا انتظام ہوگا) فرمایا اس کی کھال سے پسینہ بہیگا اور دیکھے گا کہ پیٹ ہلکا ہوگیا (منغص قضاء حاجت کی ضرورت ہی نہوگی) (ابو موسٰی[۴۲]) فع: دو جنتیں خالص چاندی کی ہیں کہ ان کے برتن اور جو کچھ بھی (تخت ومسہری وغیرہ) اس میں ہوگا (سب نقرئی ہوگا) اور دو جنتیں سونے کی کہ ان کے برتن اور سارا سامان (طلائی ہوگا) اور جنتیوں کے اور اس کے درمیان کہ اپنے رب کو دیکھیں صرف رداء کبریائی ہوگی ذات حق پر جنت عدن میں (کہ اس کو دیکھیں گے مگر عظمت وجلال کی وجہ سے کنہ کا ادراک نہ ہو سکے گا جیسے سورج کے دیکھنے میں پردہ حرارت ہے کہ مانع رویت نہیں ہے مگر ادراک حقیقت کے لئے آڑ ہے) (ایضاً[۴۲]) فع: مؤمن کے لئے جنت میں خیمہ ایک موتی کا ہوگا جس کا لمبان آسمان میں (یعنی ارتفاع) ساٹھ میل ہوگا اور بروایتے اس کا عرض (اتنا ہوگا) اس میں ہر چار طرف جدا جدا گھروں کی طرح) مومن کے متعلقین (بیوی بچے وغیرہ) ہوں گے جن کے پاس وہ آئے جائے گا کہ ایک ان میں دوسرے کو نہ دیکھے گا۔ (ابو ہریرہ[۴۲]) فع: جنت میں ایک درخت ہے (جس کا نام طوبٰی ہے) کہ سوار سَو برس اس کے سایہ میں چلے۔ تمہارا دل چاہے تو (تسکین خاطر کے لئے بطور دلیل اس آیت کو) پڑھ لو۔ وظل ممدود (کہ مدد درجہ کے لمبے سایہ میں ہوں گے) اور جنت میں تمہاری ایک کمان کی مقدار (یعنی بہت ہی ذراسی جگہ بدرجہا) بہتر ہے اس (تمام دنیا) سے جس پر سورج طلوع کرتا یا غروب ہوتا ہے۔ (ق ت) ف کہ وہاں کی ادنی ترین نعمت کے مقابلہ میں دنیا وما فیہا ہیچ در ہیچ ہے (عبادہ بن صامت[۴۳]) فع: جنت میں (اوپر تلے) سو درجے ہیں۔ کہ ایک درجہ سے دوسرے درجہ کا فصل جیسے آسمان وزمین کا درمیان۔ اور فردوس سب سے بالا درجہ ہے کہ جنت کی چاروں نہریں اسی سے نکلتی ہیں۔ اور اسی کے اوپر عرش ہے۔ لہٰذا جب اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو (انس[۴۴]) فع: راہِ خدا میں (خواہ جہاد ہو یا طلب علم یا اور کوئی کارِ نیک) ایک صبح کا چلنا یا شام چلنا بہتر ہے دُنیا وما فیہا (کی سلطنت) سے (کہ اس کا صلہ جنت ہے) اور جنت میں تمہاری ایک کمان یا ایک چابک کی برابر جگہ بہتر ہے دُنیا وما فیہا سے۔ (کہ سوار

[1] ای لا یصیبہ باس ولا بؤس ۱۲ [2] ای انضمّ ۱۲

کما بین السماء والارض والفردوس اعلی درجۃ منہا تفجر انہار الجنۃ الاربعۃ ومن فوقہا یکون العرش فاذا سألتم اللہ فاسألوہ الفردوس ۞ (انس) رفعہ: غدوۃ فی سبیل اللہ او روحۃ خیر من الدنیا وما فیہا ولقاب قوس احدکم او موضع قدہ فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیہا ولو ان امرأۃ من نساء اہل الجنۃ اطلعت الی اہل الارض لاضاءت الدنیا وما فیہا ولملأت ما بینہما ریحًا ولنصیفہا یعنی خمارہا خیر من الدنیا وما فیہا ۞ (سعد) رفعہ، لو ان ما یقل ظفر مما فی الجنۃ بدا لتزخرفت لہ ما بین خوافق السموات والارض ولو ان رجلا من اہل الجنۃ اطلع فبدا اسوارہ لطمس ضوءہ الشمس کما تطمس الشمس ضوء النجوم ۞ (معاویۃ جد بہز بن حکیم) رفعہ: ان فی الجنۃ بحر العسل وبحر الخمر وبحر اللبن وبحر الماء ثم تنشق الانہار بعد ۞ (ابو ایوب) اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی فقال یا رسول اللہ انی احب الخیل أ فی الجنۃ خیل؟ قال صلی اللہ علیہ وسلم ان ادخلت الجنۃ اتیت بفرس من یاقوتہ لہ جناحان فحملت

جب بیٹھتا ہے تو اپنا چابک زمین پر رکھ دیتا ہے۔ اور پیادہ جب بیٹھتا ہے تو اپنی کمان رکھ دیا کرتا ہے۔ اور جنت کی اتنی قلیل جگہ کو بھی لمبی چوڑی ساری سطح زمین پر فوقیت ہے۔ چہ جائیکہ ساری جنت جس کی وسعت کے سامنے ہزاراں ہزار دنیا کی (وسعت بھی کم ہے) اور اگر جنتی عورتوں میں سے (خواہ حوریں ہوں یا دُنیا کی دیندار بیبیاں جن کو بے مثل حسن دیا جائے گا) ایک عورت اہل زمین کی طرف جھانک لے تو (اپنے حسن کی چمک دمک سے) دُنیا وما فیہا کو جگمگا دے اور ان کو خوشبو سے لبریز کر دے اور اس کی اوڑھنی (جو بال چھپانے کے لئے سر پر باندھی جایا کرتی ہے) دُنیا وما فیہا سے بہتر ہے (چہ جائیکہ سارا لباس اور زیورات)۔ (سعد) فع: اگر اتنی مقدار جنت کے ساز و سامان میں سے جس کو ناخن اٹھا لے (دُنیا میں) ظاہر ہو جائے تو کنارہائے آسمان و زمین کا درمیان سب مزین ہو جائے اور اگر جنتیوں میں کا ایک شخص جھانکے اور اس کا کڑا (جو ہاتھ میں پہنے ہو گا) ظاہر ہو جائے تو (اس کی چمک) سورج کی چمک کو ایسا ماند کر دے جیسے سورج ماند کر دیا کرتا ہے تاروں کی چمک کو۔ (معاویہ جد بہز بن حکیم) فع: جنت میں دریا ہے شہد کا اور دریا ہے شراب کا اور دریا ہے دودھ کا اور دریا ہے پانی کا۔ پھر اس کے بعد (جب جنتی اس میں آباد ہو جائیں گے تو انہیں سے ہر طرف ہر مکان اور ہر باغ میں) نہریں پھوٹ جائیں گی۔ (ابو ایوب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدو آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے گھوڑوں سے محبت ہے۔ کیا جنت میں گھوڑے بھی ہوں گے؟ فرمایا اگر تم جنت میں پہونچا دئے گئے تو یاقوت کا گھوڑا تمہارے سامنے حاضر کیا جائے گا جس کے دو پَر ہوں گے اور اس پر تم کو سوار کیا جائے گا اور جہاں بھی تم چاہو گے وہ تم کو لے کر اڑے گا (اور پلک زدن میں وہاں پہونچا دے گا۔ کہ یہ لطف دُنیا کے گھوڑوں میں کہاں نصیب ہو سکتا ہے)۔ (علی) فع: جنت میں حوروں کے جمع ہونے کا ایک مقام ہو گا (کہ سب وہاں اکٹھی ہو کر نہایت خوش الحان پیاری اور) بلند آواز سے کہ مخلوق نے اس جیسی کبھی نہیں سنی (یہ مضمون گائیں گی)، ہم ہمیشہ (جہاں رہنے والیاں ہیں، کبھی ہلاک نہ ہوں گی اور ہم دائمی چین میں ہیں، کوئی کلفت نہ دیکھیں گی اور ہم (اپنے خدا اور شوہروں سے) خوش ہیں (کبھی ناخوش نہ ہوں گی۔ مبارک اسکو جو ہمارے لئے تجویز ہوا اور ہم اس کے لئے تجویز ہوئے

ع۵ اور ہر نہر میں چاروں کے رنگ اور مزے خدا جدا ہونگے جیسے قوس قزح آسمان پر پس جس شے کی خواہش ہوگی اسی ایک نہر سے پوری ہوگی ۱۲ م

علیہما ثم طارت بك حیث شئت ۔ (علیؓ) [۴۸] رفعہ : ان فی الجنۃ لمجتمعاً للحور العین یرفعن باصوات لم تسمع الخلائق بمثلہا یقلن نحن الخالدات فلا نبید ونحن الناعمات فلا نبأس ونحن الراضیات فلا نسخط طوبیٰ لمن کان لنا وکنا لہ ۔ (ابن المسیب) [۴۹] لقیت ابا ھریرۃ فقال لی اسأل اللہ ان یجمع بیننا فی سوق الجنۃ فقلت أفیہا سوق ؟ قال نعم اخبرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل الجنۃ اذا دخلوھا نزلوا فیہا بفضل اعمالہم ثم یؤذن لہم فی مقدار یوم الجمعۃ من ایام الدنیا فیزورون ربہم ویبرز لہم عرشہ ویبتدی لہم فی روضۃ من ریاض الجنۃ فیوضع لہم منابر من نور ومنابر من لؤلؤ ومنابر من یاقوت ومنابر من زبرجد ومنابر من ذھب ومنابر من فضۃ ویجلس ادناھم وما فیہم دنی علی کثبان المسك وما یرون ان اصحاب الکراسی افضل منہم مجلساً قلت یا رسول اللہ ھل نری ربنا ؟ قال نعم ھل تتمارون فی رؤیۃ الشمس والقمر لیلۃ البدر ؟ قلنا لا قال کذالك لا تمارون فی رؤیۃ ربکم ولا یبقی فی ذلك المجلس رجل الا حاضرہ اللہ تعالیٰ محاضرۃ [لہ] حتی یقول للرجل منہم

(ابن مسیب) [۴۹] کہتے ہیں میری ابوہریرہ سے (بازار میں) ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں ملا دے۔ میں نے کہا کیا جنت میں بازار بھی ہوگا ۔ (حالانکہ وہاں تجارت کی حاجت نہیں) فرمایا ہاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو بقدر اپنے اعمال کی بیشی کے وہاں اتریں گے (کہ جس کے جتنے زیادہ عمل ہوں گے اسی قدر اس کا مکان بلند اور بہتر ہوگا) اس کے بعد دنیا کے دنوں میں بمقدار یوم جمعہ (یعنی جس روز دنیا میں جمعہ آیا کرتا تھا) ان کو اجازت دی جائیگی پس وہ اپنے رب کی زیارت کریں گے (کہ صلا ہوگا نماز جمعہ کے لئے گھروں سے نکلنے کا) اور اس کا عرش باغہائے جنت کے ایک باغیچہ میں ان کے سامنے ظاہر ہوگا اور ان کے لئے رکھی جائیں گی کرسیاں نور کی اور کرسیاں موتی کی اور کرسیاں یاقوت کی اور کرسیاں زبرجد کی اور کرسیاں سونے کی اور کرسیاں چاندی کی (کہ جیسا جس کا درجہ ویسی اس کے لئے کرسی) اور جو ان میں (نسبتاً) ادنیٰ درجہ کے ہیں حالانکہ (حقیقتاً) ان میں کوئی بھی ادنیٰ نہیں ہے، وہ مشک کے ٹیلوں پر بیٹھیں گے (کہ کرسیاں صرف اعلیٰ مرتبہ والوں کے لئے ہیں مگر وہ کرسیوں والوں کو بلحاظ نشستگاہ اپنے سے افضل نہ دیکھیں گے (یعنی یہ شعور ضرور ہوگا کہ فلاں مجھ سے افضل ہے مگر اپنے عیش میں مگن اور مسرور رہوں گے۔ جیسے عالی ظرف بادشاہ کا برتاؤ باوجود یکہ حسب مراتب ہوا کرتا ہے مگر ہر ایک یوں سمجھتا ہے کہ میری برابر اس کا کوئی پیارا نہیں اسی طرح چبوترہ پر بیٹھا ہوا شخص نشست میں اپنے آپ کو گرا ہوا اور نیچا نہ سمجھے گا کہ یہ امر موجب کلفت ہے اور کلفت کسی جنتی کو بھی نہ ہوگی) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم (وہاں) اپنے رب کو دیکھیں گے ؟ فرمایا ہاں کیا تم کو کچھ شبہ ہوتا ہے سورج کے یا چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں ! کہ درحقیقت سورج اور چاندی دکھائی دیا یا اور کوئی چیز) ہم نے کہا نہیں (اس میں تو

لہ ای حضرۃ الحق سبحانہ وتعالیٰ ... [illegible]

یا فلان بن فلان أتذکر یوم کذا وکذا اذ قلت کذا وکذا؟ فیذکرہ ببعض غدراتہ فی الدنیا فیقول یارب الم تغفر لی؟ فیقول بلی بسعۃ مغفرتی بلغت منزلتک ھذہ فبینما ھم علی ذلک غشیتھم سحابۃ من فوقھم فامطرت علیھم طیبا لم یجد وامثل ریحہ شیئاً قط ویقول ربنا قوموا الی ما اعددت لکم من الکرامۃ فخذ واما اشتھیتم فنأتی سوقاً قد حفت بہ الملائکۃ فیھا مالم تنظر العیون الی مثلہ ولم تسمع الاذان ولم یخطر علی القلوب فنحمل منہ ما اشتھینا بغیر بیع ولا شراء وفی ذلک السوق یلقی اھل الجنۃ بعضھم بعضاً فیقبل الرجل من منزلتہ المرتفعۃ فیلقی ما ھو دونہ وما فیھم دنی فیروعہ ما علیہ من اللباس فما ینقضی اخر حدیثہ حتی یصیر علیہ ما ھو احسن منہ وذلک انہ لا ینبغی لاحد ان یحزن فیھا ثم تنصرف الی منازلنا فیلقانا ازواجنا فیلقن مرحبا واھلا لقد جئت وان لک جمال افضل مما فارقتنا علیہ فنقول انا زرنا الیوم ربنا الجبار ویحق لنا ان ننقلب بمثل ما انقلبنا؛

شبہ نہیں ہوتا) فرمایا اسی طرح اپنے رب کے دیکھنے میں بھی تم کو کوئی شبہ نہ ہوگا۔ اس جلسہ میں ایک شخص بھی ایسا نہ رہے گا جس سے حق تعالیٰ بلا واسطہ باتیں نہ کرے۔ یہاں تک کہ ان میں ایک شخص سے فرمائے گا اے فلاں کے بیٹے فلاں، تمہیں یاد بھی ہے کہ فلاں دن تم نے ایسا ایسا کہا تھا اور اس طرح اس کو یاد دلائے گا اس کی بعض عہد شکنیاں (یعنی گناہ جو روز الست کے وعدۂ ربوبیت کے خلاف تھے اور) دُنیا میں کر بیٹھا تھا (اور یہ علامت ہے کہ ایسے مغفور گناہگار سے بھی بالمواجہہ بات ہوگی چہ جائیکہ اولیاء محفوظین یا انبیاء معصومین) پس وہ کہے گا کہ اے رب میرے کیا آپ نے ان کو بخشا نہیں؟ فرمائیگا ہاں بخشا کیوں نہیں۔ میری وسیع مغفرت ہی کے طفیل تو تم اس مرتبہ تک پہونچے (کہ میری زیارت وہمکلامی کا لطف پایا۔ اور محبوب کا شکوہ جبکہ براہ راست شب وصال میں محبوب ہی سمجھتا ہے کہ ایذا ہے یا تقاضۂ محبت) غرض وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اوپر سے ایک ابر ان پر چھا جائے گا اور ان پر ایک ایسی خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی کبھی کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور ہمارا رب فرمائے گا اچھا اٹھو (اور چلو اس ضیافت و) عنایت کی طرف جو میں نے تمہارے لئے تیار کی ہے۔ اور لو جو تمہارا دل چاہے۔ پس (اس وقت) ہم ایک بازار میں آئیں گے جسکو (رحمت کے) فرشتوں نے ڈھانپ رکھا ہوگا (اور اس میں) وہ وہ چیزیں ہوں گی جن کا مثل نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سُنا اور نہ دلوں پر خطرہ (اور خیال) گذرا۔ پس جس چیز کو ہمارا جی چاہے گا بغیر خرید وفروخت کے ہم اٹھالیں گے۔ (کہ وہ بازار عطا وسخا ہے نہ کہ بازار بیع و شرا) اور اس بازار میں سب اہل جنت ایک دوسرے سے ملیں گے (یا اللہ مجھ ناچیز کو بھی وہ بازار دکھا کہ صلحاء واولیاء سے ملنا نصیب ہو) پس ایک شخص اپنے بلند مرتبہ سے آکر اپنے سے کم مرتبہ والے کے ساتھ ملے گا اور (برونے احساس) ان میں کم کوئی ہوگا ہی نہیں۔ پس اس (کم رتبہ والے) کو وہ لباس جو اس (بلند مرتبہ والے) پر ہوگا بھلا معلوم ہوگا تو اس کی گفتگو ختم نہونے پائے گی۔ کہ خود اس پر اس سے بھی اچھا لباس آجائیگا

[حاشیہ:] یعنی غدرۃ من الغدر بمعنی ترک الوفاء بالعہد وانکاب المعاصی ۱۲ ابو الحسن

(علیؓ) رفعه: ان فی الجنة لسوقا ما فیها شراء ولا بیع الا الصور من الرجال والنساء فاذا اشتهی الرجل
صورة دخل فیها، هی للترمذی وضعف حدیث ابی ایوب (ابو سعیدؓ) رفعه: ان اهل الجنة
لیتراؤن اهل الغرف من فوقهم کما تتراؤن الکوکب الدری الغابر فی الافق من المشرق والمغرب
لتفاضل ما بینهم قالوا یا رسول الله تلک منازل الانبیاء لا یبلغها غیرهم؟ قال بلی والذی
نفسی بیده رجال امنوا بالله وصدقوا المرسلین: للشیخین (ابو هریرةؓ) رفعه، ان اول
زمرة یدخلون الجنة علی صورة القمر لیلة البدر ثم الذین یلونهم علی اشد کوکب دری فی السماء
اضاءة لا یبولون ولا یتغوطون ولا یتفلون ولا یتمخطون امشاطهم الذهب ورشحهم
المسک ومجامرهم الالوة والانجوج عود الطیب وازواجهم الحور العین علی خلق رجل واحد علی

اور یہ اس لئے کہ وہاں کسی کو رنجیدہ ہونا شایان نہیں ہے۔ اس کے بعد ہم اپنے اپنے گھر واپس آئیں گے
تو ہماری بیبیاں ہم سے ملیں گی اور کہیں گی مرحبا واہلا اس تشریف آوری کے وقت تو آپ پر جمال
اس سے بہت زیادہ ہے جو ہم سے جدا ہوتے وقت آپ پر تھا۔ ہم جواب دیں گے۔ ہاں آج ہم نے اپنے
رب قدوس کی زیارت کی ہے اور (اس لئے) ہم اسکے مستحق تھے کہ ہم اس (حسین ترین) شکل میں
آجائیں۔ (علیؓ) فع: جنت میں ایک بازار ہے جہاں خرید و فروخت نہیں ہے۔ محض مرد اور عورتوں
کی (چار طرف صورتیں ہوں گی) اور مرد جس وقت جس صورت کی بھی خواہش کرے گا اسی میں ہوجائیگا
(اور اسی طرح جنتی عورت) ت (ابو سعیدؓ) فع: اہل جنت اپنے اوپر بالاخانہ والوں کو دیکھیں گے
جیسے تم اس روشن ستارہ کو دیکھتے ہو جو (پو پھٹنے کے بعد) مشرقی یا مغربی کنارہ آسمان پر باقی رہجاتا
ہے (اور یہ بالا و زیرین مکان کا فرق) اُن کے باہمی فرقِ مراتب کی وجہ سے ہوگا (کہ اونچے مرتبہ والے
اتنے اونچے بالاخانوں پر ہوں گے جو تارہ کی طرح نظر آئیں گے اور نیچے درجے والے ان سے نیچے) صحابہ
نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ (بالاخانے غالبًا) حضرات انبیاء کے مقام ہوں گے جہاں دوسرا کوئی نہ
پہونچ سکے گا۔ فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے (کہ ان کے ساتھ
ان کے محبین اور وہ مخلصین و متبعین بھی ہوں گے) جو اللہ پر ایمان لائے اور پیغمبروں کو سچا سمجھا (جیسا
کہ ایمان و تصدیق کا حق ہے) ق (ابو ہریرةؓ) فع: پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا وہ چودھویں شب
کے چاند کی صورت ہوں گے۔ اور پھر جو ان کے قریب قریب تھے وہ اس چمکدار ستارہ کے ہمشکل
جو آسمان میں سب سے زیادہ چمک رکھتا ہے۔ نہ ان کو پیشاب کی حاجت ہوگی نہ پاخانہ کی اور نہ تھوک
آئے نہ سِنک (کہ یہ سب گھنیاسٹ کی چیزیں ہیں جن سے جنت کا صاف ستھرا محل پاک صاف
ہے) اُن کے کنگھے (بالوں میں دینے کے) طلائی ہوں گے۔ اور اُن کا پسینہ مشک (سے بہتر خوشبو دار)
اور اُن کی انگیٹھیاں عود اور انجوج کی ہوں گی (کہ دنیا میں انگیٹھی لوہے کی ہوتی ہے اور اس میں عود
ڈال کر سلگایا جاتا ہے جس کے دھوئیں سے خوشبو اٹھتی ہے۔ مگر جنت کی انگیٹھیاں ہی عود کی ہونگی
جن میں نہ عود ڈالنے کی ضرورت اور نہ دھوئیں کا نام و نشاں مگر مہک عود سے بدرجہا بہتر) اور
ان کی بیبیاں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ (تمامی اہل جنت) شخص واحد کے اخلاق پر ہونگے

صورۃ ابیہم آدم ستون ذراعًا فی السماء ٭ وفی روایۃ: ولکل واحد منہم زوجتان یری مخ سوقہما من وراء اللحم من الحسن لا اختلاف بینہم ولا تباغض قلوبہم قلب واحد یسبحون اللہ بکرۃ وعشیا ٭ للشیخین والترمذی (جابر [۵۳]) رفعہ: ان اہل الجنۃ یاکلون فیہا ویشربون ولا یتفلون ولا یبولون ولا یتغوطون ولا یتمخطون قالوا فما بال الطعام؟ قال جشاء ورشح کرشح المسک یلہمون التسبیح والتحمید کما یلہمون النفس ٭ وفی روایۃ: بدل التحمید: الحمد ٭ وفی اخری: التکبیر لابی داود ومسلم بلفظہ (ابو سعید [۵۴]) رفعہ، من مات من اہل الجنۃ وھو صغیرا وکبیر یلوخلون الجنۃ بنی ثلاثین لا یزیدون علیہا ابدا وقال ان علیہم التیجان ان ادنی لؤلؤۃ منہا تضئی ما بین المشرق والمغرب ٭ (معاذ [۵۵]) رفعہ: یدخل اہل الجنۃ الجنۃ جردًا مردًا مکحلین ابناء ثلاثین او ثلاث وثلاثین سنۃ ٭ (انس [۵۶]) رفعہ، یعطی المؤمن فی الجنۃ قوۃ کذا وکذا من الجماع قیل یا رسول اللہ

اپنے باپ آدم کی صورت پر ساٹھ ہاتھ طول میں (کہ نہ صورتوں میں فرق ہوگا نہ سیرتوں میں اختلاف) اور ایک روایت میں ہے کہ جنتیوں میں ہر شخص کیلئے دو بیبیاں ایسی ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا حسن کی وجہ سے گوشت کے اوپر سے نظر آئے گا (کہ جلد بدن پر اتنا بھی غلاظت کا اثر نہ ہوگا جو اندروں کے نظر آنے سے مانع ہو) نہ ان میں باہم اختلاف ہوگا نہ بغض۔ سب کے قلوب ایک قلب (کیطرح) ہوں گے، صبح و شام اللہ کی تسبیح کیا کریں گے (جو فرشتوں کی طرح ان کی غذا اور سانس کی طرح سبب راحت ہوگی) (ق ت (جابر [۵۳]) فع: جنتی جنت میں کھائیں پئیں گے اور نہ تھوک آئے گا نہ پیشاب نہ پاخانہ نہ سنک۔ صحابہ نے کہا پھر کھانے کا کیا ہوگا (کہ اس کے لئے تو فضلات لازمی ہیں) فرمایا ڈکار اور پسینہ (اس کا قائم مقام ہوگا) (اور وہ بھی) بوئے مشک کی طرح۔ تسبیح و تحمید ان کے دلوں میں اس طرح ڈالدی جائیگی جیسے سانس لینا ڈالدیا جاتا ہے (کہ کھانے پینے ہر حال میں جاری رہتا ہے اور قصد و ارادہ کرنے کی بھی حاجت نہیں ہوتی) اور ایک روایت میں تحمید کے بدلہ حمد کا لفظ ہے۔ اور دوسری روایت میں تکبیر کا لفظ ہے (د س) (ابو سعید [۵۴]) فع: جنتیوں میں سے (دنیا میں) جس نے بھی وفات پائی خواہ بچپن میں یا بڑا ہوکر، جنت میں وہ سب تیس [۳۰] برس کے عمر والے، نوجوان بن کر) داخل ہوں گے۔ کہ کبھی اس سے اوپر نہ بڑھیں گے (اور یہ عالم شباب کہ یہی وقت ہے تلذذ و احتظاظ کا ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گا) اور فرمایا کہ ان کے سروں پر تاج ہوں گے جن کا ادنیٰ موتی بھی مشرق و مغرب کا درمیان منور کردے۔ (معاذ [۵۵]) جنتی جنت میں بالوں سے صاف بدن بے ریش سرمگیں چشم تینتیس [۳۳] یا تینتیس [۳۳] برس کے بنے ہوئے داخل ہوں گے۔ (انس [۵۶]) فع: مومن کو جنت میں اتنی (کثیر عورتوں سے) ساتھ ہمبستری کی قوت دیجائے گی۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا مرد (ستر بہتر عورتوں) سے جماع کر سکے گا؟ فرمایا ہاں اس کو سو مرد کی (برابر) طاقت دیجائیگی (ابو سعید [۵۷]) مومن کو جس وقت جنت میں اولاد کی خواہش ہوگی تو اس کا حمل اور ولادت اور عمر ہمیشہ بھی چاہتا ہے سب ایک لمحہ میں ہو جائے گی (ت)۔ (ابو ہریرہ [۵۸]) فع: جو بھی جنت میں جائے گا سدا چین میں رہے گا اور کوئی کلفت نہ دیکھے گا۔ اور نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔ (د س) (ابو سعید [۵۹]) فع: (یہ) زمین بروز قیامت ایک روٹی کی طرح ہو جائے گی جس کو حق تعالیٰ

او يطيق ذلك؟ قال يعطى قوة مائة رجل ؛ (ان المؤمن اذا اشتهى الولد فى الجنة كان حمله ووضعه وسنه فى ساعة واحدة كما يشتهى ؛ هى للترمذى (ابو هريرة) رفعه (من يدخل الجنة ينعم ولا يبأس ولا تبلى ثيابه ولا يفنى شبابه ؛ لمسلم (ابو سعيد) رفعه : تكون الارض يوم القيامة خبزة واحدة يتكفؤها الجبار بيده كما يتكفؤ احدكم خبزة فى السفر نزلا لاهل الجنة فاتى رجل من اليهود فقال بارك الرحمن عليك يا ابا القاسم الا اخبرك بنزل اهل الجنة يوم القيامة؟ قال بلى قال تكون الارض خبزة واحدة كما قال النبى صلى الله عليه وسلم فنظر النبى صلى الله عليه وسلم الينا ثم ضحك حتى بدت نواجذه ثم قال الا اخبرك بادامهم؟ قال بلى قال ادامهم بالام ونون قالوا وما هذا؟ قال ثور ونون يأكل من زيادة كبدهما سبعون الفا ؛ للشيخين (وعنه) ادنى اهل الجنة الذى له ثمانون الف خادم واثنتان وسبعون زوجة وينصب له قبة من لؤلؤ وزبرجد وياقوت كما بين الجابية الى صنعاء ؛ (ابن عمر) ان ادنى اهل الجنة منزلة لمن ينظر الى جنانه وازواجه ونعيمه وخدمه وسرره مسيرة الف سنة واكرمهم على الله من ينظر الى وجهه غدوة وعشية ثم قرأ صلى الله

اپنے ہاتھ سے الٹے پلٹے گا جیسے تم میں کوئی بحالت سفر اپنی روٹی کو پلٹا کرتا ہے (کہ پکانے کا پورا سامان مہیا نہیں ہوتا اسلئے پڑلے کر کبھی اِس ہاتھ پر لیتا ہے کبھی اس ہاتھ پر) اور اس طرح اس کی سطح برابر کر کے اس کی موٹی روٹی بناتا اور گرم راکھ پر سینک لیتا ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ زمین کو دستِ قدرت سے گول سطح مستوی بنا کر اہل جنت کی پہلی ضیافت قرار دے گا (کہ ہر قسم کے مزے جو اس میں ودیعت شدہ مجموعی طور پر زبان چکھیگی۔ تاکہ پھر جو بے مثل کھانے جنت میں ملیں ان کو کھا کر یہ احتمال نہ رہے کہ شاید دُنیا کی زمین سے بھی اس مزہ کی کوئی چیز پیدا ہوتی ہو جس کے کھانے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا) پس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا رحمٰن تم پر برکت بخشے اے ابوالقاسم کہو تو اہل جنت کی ضیافت بروزِ قیامت تمہیں بتا دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں بتاؤ۔ کہا کہ زمین ایک بڑی روٹی بن جائے گی۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف نگاہ ڈالی اور مسکرائے کہ کچلیاں ظاہر ہوگئیں۔ اس کے بعد اس نے کہا کہو تو ان کا سالن بتاؤں، آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کہ بیل اور مچھلی کہ ان کی کلیجی کے زائد حصہ سے ستر ہزار اشخاص کھا سکیں گے (ق)۔ (ایضاً) کم سے کم درجہ کے جنتی کو اسّی ہزار خدمت گار اور بہتر بیبیاں ملیں گی اور اس کے لئے موتی و زبرجد اور یاقوت کا (اتنا بڑا خیمہ) نصب کیا جائے گا جیسے جابیہ (قصبہ متصل دمشق) اور صنعا (یمن) کا درمیان (ابن عمر) کم سے کم درجہ کا جنتی وہ ہوگا جو اپنے باغات اور بیبیاں اور سامان عشرت و خدمت گار اور تخت وغیرہ ایک ہزار سال کی مسافت (میں پھیلا ہوا) دیکھے گا۔ اور ان میں جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہوگا وہ صبح اور شام دیدار الٰہی کا نظارہ کرے گا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی وجوہ یومئذ الخ بہتیرے منہ اس دن تر و تازہ اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے (ت) (مغیرہ) رفع موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالےٰ سے دریافت کیا کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا وہ ایک شخص ہوگا جو جنتیوں کے جنت میں داخل کئے جانے کے

عليه وسلم وجوه يومئذٍ ناضرة الى ربها ناضرة [۶۲] لهما للترمذي (المغيرة) رفعه: سأل موسى عليه السلام
انه ما ادنى اهل الجنة منزلة؟ قال هو رجل يجئ بعد ادخل اهل الجنة الجنة فيقال له ادخل الجنة فيقول
اى رب كيف وقد نزل الناس منازلهم واخذوا اخذاتهم فيقال له اما ترضى ان يكون لك مثل ملك
ملك من ملوك الدنيا؟ فيقول رضيت يا رب فيقول لك ذلك ومثله ومثله ومثله ومثله فقال في الخامسة
رضيت يا رب فيقول هذا لك وعشرة امثاله ولك ما اشتهت نفسك ولذت عينك فيقول رضيت
يا رب قال رب فاعلاهم منزلة؟ قال اولئك الذين اردت غرست كرامتهم بيدى وختمت عليها
فلم ترعين ولم تسمع اذن ولم يخطر على قلب بشر قال ومصداقه فى كتاب الله تعالى فلا تعلم نفس ما اخفى
لهم من قرة اعين الآية. للترمذي ومسلم بلفظه [۶۳] (ابو هريرة) رفعه: يدخل الجنة اقوام افئدتهم
مثل [ف] افئدة الطير. لمسلم [۶۴] (حارثة بن وهب) رفعه: لا يدخل الجنة الجواظ [ع] ولا الجعظرى [م] قال والجواظ
الغليظ الفظ. لابى داود [۶۵] (ابو هريرة) ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يتحدث وعنده رجل من
اهل البادية ان رجلا استأذن ربه فى الزرع فقال ألست فيما شئت؟ يقول بلى ولكن احب ذلك
فيؤذن له فيبذر فيبادر الطرف نباته واستحصاده وتكويره امثال الجبال فيقول الرب تعالى
دونك يا ابن آدم فانه لا يشبعك شئ فقال الاعرابى انك لن تجده الا قرشيا او انصاريا فانهم

بعد آئے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں جاؤ۔ وہ عرض کرے گا کہ اے رب کیسے جاؤں حالانکہ آدمی اس میں اپنی اپنی جگہ لے کر اُن پر قبضہ کر چکے (پھر جگہ کہاں رہی) پس اس سے کہا جائے گا کیا تو اس پر راضی ہو جائے گا کہ شاہانِ دنیا میں ایک (ساری زمین کے) بادشاہ کی برابر تجھے مُلک دیدیا جائے۔ وہ کہے گا ہاں اے رب میں راضی ہوں۔ پس ارشاد ہوگا جا تیرے لئے اتنا (ملک) اور اتنا ہی اور اتنا ہی اور اتنا ہی (حتیٰ کہ پانچ گنا دیا گیا) پس پانچویں مرتبہ میں وہ کہے گا میں راضی ہو گیا اے رب۔ پس ارشاد ہوگا یہ سب تیرے لئے اور اس کا دس گنا (گویا دُنیا کا پچاس گونہ اور اس کے علاوہ) تجھے ملے گا جو کچھ بھی تیرا نفس خواہش کرے اور آنکھ کو لذیذ معلوم ہو۔ پس وہ کہے گا میں راضی ہو گیا اے رب۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا اور اعلیٰ مرتبہ والا اے رب (کس حال میں ہوگا) فرمایا وہ لوگ تو وہ ہیں جن کی عزت افزائی کا درخت میں نے اپنے ہاتھ سے لگانا چاہا ہے اور ان پر مہر لگا دی ہے۔ لہٰذا (اُن کے لئے جو نعمتیں ہیں وہ) نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سُنیں اور نہ کسی بشر کے قلب پر ان کا وہم وخیال گذرا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی تصدیق قرآن مجید میں موجود ہے فلا تعلم الخ جو خنکی چشم ان کے لئے مخفی ہے اس کا کسی شخص کو بھی علم نہیں ہے۔ (ت س) [۶۳] (ابو ہریرہ) جنت میں کچھ لوگ ایسے داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مثل ہوں گے (س) ف یعنی متوکل یا خائف کہ خشیۂ خدا ثمرۂ علم ہے۔ اور علم افضل ترین مرتبہ ہے۔ [۶۴] (حارث بن وہب رفع: جنت میں نہ سنگدل سخت گو جائے گا نہ متکبر بدخو (کہ جنتیوں کی ایذا کا سبب ہے) (د) [۶۵] (ابو ہریرہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کر رہے اور آپ کے پاس ایک بدو بیٹھا تھا (جن کی بود و باش جنگل میں بیرون شہر رہتی ہے) کہ (آنحضرت نے فرمایا) ایک (جنتی) شخص اپنے رب سے کھیتی کرنے کی اجازت مانگے گا۔ پس ارشاد ہوگا کیا جو چیز بھی تجھے درکار وہ حاصل نہیں؟

ف اى فى الرقة واللطف او فى الخوف والهيبة او فى التوكل ۱۲ ع والجواظ المناع او كثير اللحم المختال فى مشيته والقصير البطين ۱۲ در م الجعظرى الفظ الغليظ المتكبر او الذى يتمدح بما ليس عنده او ما فيه ۱۲

اصحاب زرع فاما نحن فلسنا باصحاب زرع فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ؛
للبخاری (سلمان)[۶۶] رفعہ، لا یدخل الجنۃ احد الا بجواز[له] بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کتاب من اللہ لفلان بن
فلان ادخلوہ جنۃ عالیۃ قطوفہا دانیۃ ؛ للکبیر والاوسط (ابو امامۃ)[۶۷] الا کلکم یدخل الجنۃ الا من
شرد علی اللہ شراد[كه] البعیر علی اہلہ ؛ لاحمد والکبیر نحوہ وفیہ فمن لم یصدقنی فان اللہ تعالےٰ
یقول لا یصلٰہا الا الاشقی الذی کذب وتولی ؛ (ابن مسعود)[۶۸] رفعہ، انک لتنظر الی الطیر فی الجنۃ
فتشتہیہ فیجیٔ مشویًا بین یدیک ؛ للبزار بضعف (ابن عمرو بن العاص)[۶۹] ان رجلا قال یا رسول
اللہ اخبرنا عن ثیاب الجنۃ أخلق تخلق ام تنسج بنسج؟ فضحک بعض القوم فقال صلی اللہ علیہ
وسلم مم تضحکون من جاہل یسأل عالما؟ این السائل؟ قال انا ذا یا رسول اللہ قال تنشق عنہا ثمار

عرض کریگا بیشک سب کچھ حاصل ہے مگر کھیتی کرنیکو میرا دل چاہتا ہے۔ چنانچہ اسے اجازت عطا ہوگی۔ پس وہ بیج ڈالیگا اور چشم زدن میں اس کا اُگنا اور پک کر کٹ جانا اور (غلہ کا) پہاڑوں کے مثل خرمن لگ جانا عمل میں آئے گا۔ پس حق تعالےٰ فرماتے گالے تھام اے ابنِ آدم کوئی چیز بھی تیرا پیٹ نہ بھرسکی (کہ باوجود محنت بغیر سب کچھ نعمتیں موجود ہونے کے تو کھیتی کرنے کی ہوس سے باز نہ آیا) پس وہ بدو بولا کہ وہ شخص کوئی (مکہ کا باشندہ) قریشی یا (مدینہ کا باشندہ) انصاری ہوگا کہ وہی لوگ اہلِ زراعت ہیں ورنہ ہم تو (ایسی خواہش کیوں کرنے لگے کہ) اہلِ زراعت نہیں ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے حتی کہ کچلیاں نظر آئیں (خ) (سلمان)[۶۶] رفع: جنت میں اس پروانۂ اجازت کے بغیر کوئی نہ جاسکے گا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تحریر ہے اللہ جل جلالہٗ کیطرف سے فلاں بن فلاں کیلئے (کہ اے خازنین جنت) اسکو داخل کرلو جنت میں (جس کے درخت) بلند ہیں اور پھل دسروں کے قریب (کہ توڑنا آسان ہو) ک و (ابو امامہ)[۶۷] سن لو تم سب ہی جنت میں جاؤ گے بجز اس کے جو اللہ سے تمرد کرکے ایسا بھاگے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدک کر بھاگتا ہے (م) اور کبیر میں یہ بھی ہے کہ جو میری تصدیق نہ کرے (وہ قرآن میں دیکھ لے کہ) حق تعالےٰ فرماتا ہے جہنم میں کوئی داخل نہ ہوگا بجز اس بدنصیب کے جس نے (حق کو) جھٹلایا اور (اس کے اتباع) سے پیٹھ موڑی۔ (ابن مسعود)[۶۸] رفع: جنت میں ایک پرند پر تمہاری نظر پڑیگی اور تمہارا اس کے کھانے کو دل چاہے گا۔ معًا وہ بُھنا ہوا تمہارے سامنے رکھا ہوگا (بز) (ابن عمرو)[۶۹] ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ جنت کے کپڑوں کی ماہیت ہمیں بتلائیے کہ پیدائشی خودساختہ ہوں گے (یا کسی ریشم وغیرہ کے) بُنے ہوئے۔ پس بعض لوگ ہنسنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہنسے کیوں ہو کیا اس پر کہ ایک ناواقف دریافت کر رہا ہے واقفکار سے؟ کہاں ہے سائل؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ فرمایا ان سے جنت کے پھل نکلیں گے (بز) ف ریشم لعاب ہے کیڑے کا جسکو اپنے جسم پر لپیٹ رہتا ہے اور وہ شق ہوکر کیڑا اس میں سے باہر نکلتا اور فورًا مرجاتا ہے پس جنتی لباس اس ریشم کا نہ ہوگا جس سے کیڑا برآمد ہوتا ہے بلکہ وہ ریشم ہوگا جو جنتی پھلوں پر نشو ونما پائیگا اور متغیر نہ ہوگا کہ وہاں فنائیت کا نام نہیں خوب سمجھ لو کہ جنت کے پھل پھول درخت طعام شراب لباس فرش وغیرہ وغیرہ جو چیز بھی لذت وتنعم کا سامان ہے سب اعلیٰ ترین کرشمۂ قدرت حق ہے کہ دنیا میں اس کا تخیل بھی ہونا محال ہے۔ محض سمجھانے کے لئے ان کا نام دنیوی اشیاء تنعم کے ناموں پر ظاہر کیا گیا ہے ورنہ حقیقت کا یہاں ادراک ہی نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح لباس جنت کے متعلق جب کہا جائے گا کہ سندس واستبرق کا ہوگا جو ریشم کی باریک اور موٹی قسم ہے تو ذہن میں یہی ریشم

له ای بکتاب یجوز ۱۲ که شرد شرودا و شرادا و شرادا بالکسر نفر فهو شارد و شرود ۱۲

الجنة للبزار (جابر) سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اینام اھل الجنة؟ فقال النوم اخو الموت واھل الجنة لاینامون ۞ للاوسط والبزار (ابن عمر) رفعه: لو اذن اللہ فی التجارة لاھل الجنة لاتجروا فی البز والعطر ۞ للصغیر ۞ (ابوامامة) سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینتاکح اھل الجنة؟ قال نعم بذکر لا یمل وشھوة لاتنقطع دحمادحما ۞ وفی روایة لامنی ولامنیة ۞ للکبیر۔

رؤیة اللہ تعالٰی فی دار الخلد

(جریر) کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنظر الی القمر لیلة البدر وقال انکم ستروون ربکم عیانا کما ترون ھذا القمر لا تضامون فی رؤیته فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوة قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا فافعلوا ثم قرأ وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ۞ للشیخین والترمذی

جو کیڑے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو لعاب حیوان ہے اور جنتی ریشم کی ماہیت اشجار و ثمار جنت ہونگے۔ (جابرؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جنتی کیا سوئیں گے بھی؟ آپ نے فرمایا کہ نیند تو موت کی بھائی (یعنی اسکا مثل) ہے اور (اہل جنت کو (جب موت سے واسطہ نہیں تو) نیند بھی نہ آئیگی (و بز) ف نیند تقاضا ہے تعب اور تکان کا کہ دماغ اور اعصاب تھکن دور کرنے کیلئے غفلت کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور جہاں تعب اور تکان ہی نہیں وہاں نیند کی کہ نمونۂ موت ہے کیا ضرورت کہاں۔ (ابن عمرؓ) رفع: اگر اہل جنت کو حق تعالیٰ تجارت اجازت دیتا تو کپڑے اور عطر کی تجارت کرتے (ص) ف اس میں مدح ہے ان چیزوں کی تجارت کی کہ جنت میں بھی بالفرض تجارت ہوتی تو اسکی ہوتی (ابوامامہؓ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اہل جنت مجامعت بھی کریں گے؟ فرمایا ہاں (مگر) نہ عضو تناسل میں شکستگی آئیگی نہ شہوت میں انقطاع ہوگا (کہ یہ لذت کی فنائیت ہے جس سے جنت مستثنٰی ہے) اور (ایک روایت میں ہے کہ نہ عورت کی منی ہوگی نہ مرد کی (کہ انزال تو لذت کو ختم کر دیتا ہے اور وہاں کی لذت مستمرہ وغیرفانیہ بلا انقطاع ہوگی جس کی حقیقت وہیں سمجھ میں آئیگی کہ یہاں کی قوت مدرکہ یہیں کی لذتوں کو سمجھ سکتی ہے۔ (ک)

جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار

(جریرؓ) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ شب چہار دہم میں آپ نے چاند پر نگاہ ڈالی اور فرمایا کہ تم اپنے رب کو بالمواجہہ دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ اسکے دیکھنے میں دھکا پیل نہ ہوگی۔ پس اگر ہو سکے تو طلوع آفتاب اور غروب سے قبل (یعنی فجر و عصر) کی نماز میں (کسل و کاہلی سے) دب نہ جاؤ (اور قضا نہونے دو کہ اسکو حصول دیدار میں بڑا دخل ہے) اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی وسبح بحمد ربک الخ اور اپنے رب کی حمد کیساتھ تسبیح کر سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے (ق ر ت) (صہیبؓ) رفع: جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ شانہ فرمائیگا کچھ اور چاہتے ہو کہ اضافہ کروں عرض کریں گے آپ نے ہمارے منہ نورانی بنا دیئے ہمکو دوزخ سے (کہ دائمی مصیبت کا گھر تھا) نجات بخش کر جنت میں داخل فرما دیا (جہاں بہترین و بے تعداد ہر قسم کی نعمتیں ہر وقت موجود ہیں پھر باقی کیا رہ گیا جس کی مزید خواہش کریں) پس پردہ (جو نظارہ کا مانع تھا) اٹھا دیا جائیگا اور دیدار حق جل جلالہ میسر آئیگا پس اپنے رب کے نظارہ سے زیادہ پیاری کوئی چیز بھی انکی عطاؤں میں نہ ہوگی۔ ایک روایت میں اتنا زائد ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی للذین احسنوا الحسنٰی وزیادہ جنہوں نے اچھا (عمل) کیا تھا ان کو اچھا ہی (صلہ) ملے گا مع زیادتی کے (س ر ت) ف یہ زیادتی نعمت دیدار خدا ہے جس کی برابر عشاق خدا کے نزدیک کوئی نعمت نہیں۔ اور یوں بھی ظاہر ہے کہ روح تمامی بدن کے حواس کی اصل ہے۔ لہٰذا آنکھ

له الدعم النكاح بشدة و دفع ١٢ سله اى لامنى من الجانبين اذ بهما يمعن لذة ولعلك تقول اللذة لاتتم الا بالانزال فاذا انقد فلا يتم الالتذاذ فاقول ذلك فى هذا الدار لان لذاتها مشوبة بالكدار كما لايخفى على الغافل اما فى الاخرة فلذاتها تامة بالتمام على اتم وجوه الاتمام فلا خاصة فى المعنى الملوث بالدنى ١٢ السيد عبد الله۔

وابی داود (صہیب) رفعہ، اذا دخل اهل الجنة الجنة يقول الله تبارك وتعالىٰ تريدون شيئًا ازيدكم؟
فيقولون ألم تبيض وجوهنا؟ ألم تدخلنا الجنة وتنجينا من النار؟ فيكشف الحجاب فما اعطوا شيئًا احب
اليهم من النظر الى ربهم تعالىٰ: زاد فی رواية: ثم تلا هذه الآية للذين احسنوا الحسنى وزيادة ؛
لمسلم والترمذی (انس) رفعہ اتانی جبريل عليه السلام وفی يده مرآة[1] بيضاء فيها نكتة سوداء فقلت
ما هذه يا جبريل؟ قال هذه الجمعة يعرضها عليك ربك لتكون لك عيدًا ولقومك من بعدك تكون انت
الاول ويكون اليهود والنصارى من بعدك قال ما لنا فيها؟ قال لكم فيها خير لكم فيها ساعة من دعا ربه
فيها بخير هو له قسم الا اعطاه اياه او ليس له بقسم الا ذخر له ما هو اعظم منه او تعوذ فيها من شر هو عليه
مكتوب الا اعاذه منه او غير مكتوب الا اعاذه من اعظم منه قلت ما هذه النكتة السوداء فيها؟ قال
هذه الساعة تقوم الجمعة وهو سيد الايام عندنا ونحن ندعوه فی الآخرة يوم المزيد قلت لم تدعونه
يوم المزيد؟ قال ان ربك تعالىٰ اتخذ فی الجنة واديا افيح من مسك ابيض فاذا كان يوم الجمعة نزل تعالىٰ
من عليين على كرسيه ثم حف الكرسی بمنابر من نور وجاء النبيون حتى يجلسون عليها ثم يجئ اهل الجنة
حتى يجلسون على الكثب فيتجلى لهم ربهم تعالى حتى ينظروا الى وجهه وهو يقول انا الذی صدقتكم

کان زبان کی لذتیں یا خواہش نفسانی کا التذاذ سب یکطرف اور روح کا التذاذ ایک طرف۔ کہ دنیا میں بھی مجنون کو
دیدار لیلیٰ کی محض ہوس نے کھانے پینے پہننے کی کسی لذت کا ہوش بھی نہ رہنے دیا۔ (انس) جبرئیل میرے پاس آئے
اور ان کے ہاتھ میں ایک سفید (شفاف) آئینہ تھا جس میں ایک (ذراسا) دھبہ تھا میں نے کہا یہ کیا چیز ہے اے جبرئیل؟
کہا یہ جمعہ (کی صورت مثالیہ) ہے جسکو حق تعالیٰ آپ پر پیش فرماتا ہے تاکہ آپ کے لئے اور آپکے بعد آپکی قوم کیلئے عید
قرار پائے۔ آپ اسمیں اول ہونگے اور یہود و نصاریٰ آپکے بعد (کہ انہوں نے عید منانے کے لئے ہفتہ اور اتوار کا
انتخاب کیا) آپ نے فرمایا اس میں ہمارے لئے کیا (برکت) ہے؟ کہا اس میں تم سب کے لئے ہر قسم کی خوبی ہے اور اسمیں
ایک ساعت ایسی ہے کہ جو بھی اس میں اپنے رب سے کوئی خوبی مانگے گا اگر وہ اس کی قسمت میں لکھی ہوئی ہے تو وہ ملے گی
اور اگر قسمت میں نہیں ہے تو اس سے بہتر اس کے لئے ذخیرہ بنا کر (آخرت کیلئے) رکھی جائیگی۔ یا اس میں کسی برائی سے
پناہ مانگے گا تو اس سے پناہ بخشے گا اگر وہ مقدر ہو چکی ہے۔ اور اگر وہ مقدر نہیں ہے تو اس سے بڑی (مصیبت
و تکلیف) سے پناہ بخشے گا۔ میں نے پوچھا اور یہ سیاہ دھبہ اس میں کیسا ہے؟ کہا یہ قیامت ہے کہ جمعہ کے دن
قائم ہوگی اور یہ دن ہمارے یہاں سب دنوں کا سردار ہے اور ہم آخرت میں اسکو یوم المزید سے پکاریں گے
میں نے کہا یوم المزید سے کیوں پکارو گے؟ کہا اس لئے کہ حق تعالیٰ نے جنت میں سفید مشک کا ایک وسیع میدان
بنایا ہے۔ پس جب (ایام دنیا کے اعتبار سے) جمعہ کا دن ہوگا تو حق تعالیٰ علیین سے اپنی کرسی پر نزول فرمائے گا۔
اور پھر کرسی کے چار طرف نور کے ممبر رکھے جائیں گے اور (اول) انبیاء آکر ان پر بیٹھیں گے اور پھر (عام) جنتی
آئیں گے اور (حسب مراتب مشک کے) ٹیلوں پر بیٹھ جائیں گے۔ پس حق تعالیٰ ان کے لئے تجلی فرمائے گا اور
وہ اسکو دیکھیں گے۔ ارشاد ہوگا میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اسکو سچا کر دکھایا اور تم پر اپنا انعام پورا
کر دیا یہ میرا مقام سخاوت ہے لہٰذا مانگو (جو مانگنا ہو) پس وہ خوشنودی مانگیں گے (کہ آپ ہم سے خوش
رہیں) فرمائیگا میری خوشنودی ہی نے تم کو میرے گھر (جنت) میں اتارا اور میری عطا تم کو دلائی پس اور کچھ مانگو۔

[1] المرآة كلمة فارسية ۱۲ قاموس

وعدی واتممت علیکم نعمتی هذا محل کرامتی فاسألونی فیسألونه الرضا فیقول تعالیٰ رضائی احلکم داری
وانا لکم کرامتی فاسألونی فیسألونه حتی تنتهی رغبتهم فیفتح لهم عند ذلک مالا عین رأت ولا اذن
سمعت ولا خطر علی قلب بشر الی مقدار منصرف الناس یوم الجمعة ثم یصعد تعالیٰ علی کرسیه فیصعد
معه الشهداء والصدیقون احسبه قال ویرجع اهل الغرف الی غرفهم درة بیضاء لا قصم[له] فیها
ولا فصم او یاقوتة حمراء او زبرجد خضراء منها غرفها وابوابها مطردة فیها انهارها متدلیة فیها ثمارها
فیها ازواجها وخدمها فلیسوا الی شیٔ احوج منهم الی یوم الجمعة لیزدادوا فیه کرامة ولیزدادوا
فیه نظرا الی وجهه تعالیٰ ولذلک دعی یوم المزید ٭ للبزار والکبیر والاوسط والموصلی (ابو هریرة[رض])
ان الناس قالوا یا رسول اللہ هل نری ربنا یوم القیامة؟ قال هل تمارون فی القمر لیلة البدر لیس دونه
سحاب؟ قالوا لا یا رسول اللہ قال هل تمارون[له] فی الشمس لیس دونها سحاب؟ قالوا لا قال فانکم ترونه
کذالک یحشر الناس یوم القیامة فیقول من کان یعبد شیئا فلیتبع فمنهم من یتبع الشمس ومنهم من
یتبع القمر ومنهم من یتبع الطواغیت وتبقی هذه الامة فیها منافقوها فیأتیهم اللہ فیقول انا

چنانچہ وہ مانگیں گے یہاں تک کہ انکی رغبت انتہا پر پہونچ لیگی (اور کوئی رغبت باقی نہ رہے گی جس کو مانگیں) تب ان
کے لئے وہ چیز کھولی جائیگی جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ کسی انسان کے خیال میں آیا (یعنی لذتِ دیدار
خدا۔ اور یہ نظارہ) جمعہ کے دن لوگوں کے (مسجد) واپس ہونے کے وقت کی مقدار رہیگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ اپنی کرسی
پر صعود فرمائے گا اور اس کے ساتھ شہدا اور صدیقین کی جماعت بھی اوپر چڑھ جائیگی۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ بھی فرمایا اور
بالاخانہ والے (جنتی) اپنے بالاخانوں میں واپس ہوں گے جو ایسے سفید موتی کے ہوں گے جس میں توڑ پھوڑ نہیں ہوتی۔ یا
سُرخ یاقوت یا سبز زبرجد کے کہ اسکی (بے جوڑ) کھڑکیاں ہوں گی اور اسی کے دروازے، نہریں ان میں جاری ہونگی
اس کے خوشے اسمیں لٹکے ہوئے ہوں گے۔ بیویاں اور خدمتگار وہاں موجود ہوں گے (سب ہی نعمتیں مہیا ہونگی۔
مگر) یوم جمعہ سے زیادہ وہ کسی چیز کے بھی ضرورتمند نہ ہوں گے (اور انتظار ہوگا کسی طرح جلدی پھر روزِ جمعہ آئے
تاکہ اس میں عطا کی بیشی اور ذات باری تعالیٰ کے نظارہ کا اضافہ نصیب ہو۔ اور اسی (اضافۂ عطا) کیوجہ سے اسے
یوم المزید پکارا گیا (بزکٔ وص) (ابو ہریرہ[رض]) لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب
کو دیکھیں گے؟ فرمایا شب چہار دہم میں جبکہ ابر بھی نہو کیا چاند کے دیکھنے میں تم کو کچھ شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ چاند
نہو کچھ اور ہو۔ عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کیا سورج کے دیکھنے میں جبکہ اس پر بالکل ابر نہیں تمہیں کچھ شک ہوتا ہے؟
عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا اسیطرح (بلا شک و شبہ) تم اللہ کو دیکھو گے (جس کی صورت یہ ہوگی کہ بروزِ قیامت
سب آدمی (قبروں سے نکال کر ایک میدان میں) جمع کئے جاویں گے اور ارشاد ہوگا کہ جو شخص جس چیز کی عبادت کیا
کرتا تھا اس کے پیچھے لگ لے۔ پس کوئی پیچھے لگ لیگا سورج کے اور کوئی پیچھے لگ لیگا چاند کے اور کوئی پیچھے
لگ لے گا بتوں کے اور یہ اُمت باقی رہ جائے گی کہ (اس وقت) منافقین بھی ان میں ہوں گے۔ پس حق تعالیٰ
آئے گا اور فرمائے گا میں تمہارا پروردگار ہوں (تم میرے ساتھ آؤ) وہ کہیں گے ہم تو یہیں (کھڑے) رہیں گے
جب تک کہ ہمارا رب نہ آوے اور جب ہمارا رب آجائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پس حق تعالیٰ (دوسری تجلی
میں) آئے گا اور فرمائے گا میں ہوں تمہارا رب وہ کہیں گے۔ ہاں بیشک آپ ہمارے رب ہیں۔ پس ان کو بلائے گا

[له] القصم كسر حتى وابانة وبالفاء كسر من غير ابانة ۱۲ مجمع
[له] ای لا تقع منکم المماراة وهو استفهام انکاری ۱۲

ربکم فیقولون ھذا مکاننا حتی یأتینا ربنا فاذا جاء ربنا عرفناہ فیأتیھم اللہ فیقول
انا ربکم فیقولون انت ربنا فید عوھم ویضرب الصراط بین ظھرانی جھنم فاکون اول من یجوز من الرسل بامتہ
ولا یتکلم یومئذٍ احد الا الرسل وکلام الرسل یومئذٍ اللّٰھم سلم سلم وفی جھنم کلالیب مثل شوک السعدان ھل
رأیتم شوک السعدان؟ قالوا نعم قال فانھا مثل شوک السعدان غیر انہ لا یعلم قدر عظمھا الا اللہ تخطف
الناس باعمالھم فمنھم من یوبق بعملہ ومنھم من یخردل ثم ینجو حتی اذا اراد اللہ رحمۃ من اراد من اھل النار
امر الملائکۃ ان یخرجوا من کان یعبد اللہ فیخرجونھم باثار السجود وحرم اللہ علی النار ان تاکل اثر السجود
فیخرجون وقد امتحشوا فیصب علیھم ماء الحیاۃ فینبتون کما تنبت الحبۃ فی حمیل السیل ثم یفرغ اللہ
من القضاء بین العباد ویبقی رجل بین الجنۃ والنار وھو اخر اھل النار دخولا الجنۃ مقبل بوجھہ قبل
النار فیقول یا رب اصرف وجھی عن النار قد قشبنی ریحھا واحرقنی ذکاھا فیقول ھل عسیت ان افعل
ذلک ان تسأل غیر ذلک؟ فیقول لا وعزتک فیعطی اللہ ما شاء من عھد ومیثاق فیصرف اللہ وجھہ عن النار
فاذا اقبل بہ علی الجنۃ رأی بھجتھا سکت ما شاء اللہ ان یسکت ثم قال یا رب قدمنی عند باب الجنۃ فیقول

دکہ تم میرے پرستار تھے لہٰذا میرے پاس آؤ) اور جہنم پر پلصراط قائم کردی جائیگی۔ پس پیغمبروں میں اپنی امت کیساتھ
اس پر سب سے اول عبور کرنیوالا میں ہونگا اور (اس دن کوئی بات نہ کرسکے گا بجز پیغمبروں کے۔ اور پیغمبروں کا کلام بھی اس دن
یہ ہوگا الٰہی بچات۔ الٰہی بچات، اور جہنم میں آنکڑے ہونگے جیسے سعدان کے کانٹے کیا سعدان کے کانٹے تم نے دیکھے ہیں، صحابہ
نے کہا جی ہاں فرمایا بس وہ سعدان ہی کے کانٹوں کی طرح ہیں بجز اس کے کہ (یہ چھوٹے ہوتے ہیں) اور ان کی بڑائی کا علم
بس اللہ ہی کو ہے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق پکڑیں گے پس بعض تو اپنے کرتوت کی بدولت گر ہی پڑیں گے
(کہ آنکڑے ان کو کھینچکر جہنم میں پھینکدیں گے) اور بعض زخمی ہو ہو کر آخر بچ نکلیں گے۔ یہانتک کہ جب حق تعالےٰ
دوزخیوں میں جن پر رحم فرمانا چاہے گا تو فرشتوں کو حکم دیگا کہ جو اللہ کو معبود سمجھتا تھا (مگر بدعملی کی وجہ سے
دوزخ میں ڈالا گیا ہے) اس کو نکال لیں۔ چنانچہ وہ انکو سجدوں کے نشان (کی شناخت) پر نکال لیں گے کہ اللہ نے
نشانِ سجدہ کو کھانا آگ پر حرام کردیا ہے۔ پس وہ جھلسے ہوئے نکلیں گے کہ ہڈیاں نظر آئیں گی۔ تب اُن
پر آبِ حیات ڈالا جائے گا اور وہ اس طرح اُگیں گے جیسے پانی کی رَو میں دانہ اُگتا ہے۔ اس کے بعد حق تعالےٰ
بندوں کے فیصلہ سے فارغ ہوگا اور جنت دوزخ کے درمیان ایک شخص کھڑا رہجائے گا اور وہ جنت
میں جانے والا آخری دوزخی ہوگا کہ اس کا رُخ جہنم کی طرف ہوگا۔ وہ کہے گا کہ اے رب دوزخ کی طرف
میرا منہ پھیر دے کہ اس کی لُو نے مجھے مار لیا اور اس کی تپش نے مجھے بھون دیا۔ ارشاد ہوگا عجب نہیں اگر
ایسا ہم کردیں تو تم اور کچھ مانگنے لگو۔ وہ کہے گا نہیں اے میرے رب قسم ہے تیری عزت کی اور کچھ نہ مانگونگا
پس بہتیرے کچھ اللہ سے عہد و پیمان کرے گا۔ تب حق تعالےٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا۔
جب جنت کی طرف اس کا رُخ ہوجائے گا تو (دُور سے) اس کی شادابی کو دیکھے گا اور جتنا اللہ کو منظور
ہوگا خاموش کھڑا رہے گا (مگر پھر صبر نہ کرسکے گا اور) کہے گا کہ اے رب مجھے آگے دروازۂ جنت تک پہونچا
دیجئے۔ حق تعالےٰ فرمائے گا کیا تو نے عہد و پیمان نہ کئے تھے کہ جو مانگ چکا ہے اس سے زائد کچھ نہ مانگے گا؟
کہے گا کہ اے رب آپ کی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب مجھے نہ ہونا چاہیئے۔ ارشاد ہوگا کہ ممکن ہے

الله له أليس قد اعطيت العهود والميثاق ان لا تسأل غير الذی کنت سألت ؟ فیقول یا رب لا اكون
اشقى خلقك فيقول فما عسيت ان اعطيت ذلك ان تسأل غيره ؟ فيقول لا وعزتك لا اسألك غير هذا
فيعطى ربه ما شاء من عهد وميثاق فيقدمه الى باب الجنة فاذا بلغ بابها فرأى زهرتها وما فيها من
النضرة والسرور فيسكت ما شاء الله ان يسكت فيقول يا رب ادخلني الجنة فيقول الله ويحك
يا ابن ادم ما اغدرك أليس قد اعطيت العهود ان لا تسأل غير الذی اعطيت فيقول يا رب لا تجعلني
اشقى خلقك فيضحك الله تعالى منه ثم يأذن له فی دخول الجنة فيقول تمن فيتمنى حتى اذا انقطع امنيته
قال الله تعالى تمن من كذا وكذا ايذكره ربه حتى اذا انتهت به الامانی قال الله تعالى لك ذلك ومثله معه
قال ابو سعيد لابی هريرة انه صلى الله عليه وسلم قال الله تعالى لك ذلك وعشرة امثاله قال ابو هريرة
لم احفظ منه صلى الله عليه وسلم الا قوله لك ذلك ومثله معه قال ابو سعيد انی سمعته من رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول لك ذلك وعشرة امثاله قال ابو هريرة وذلك الرجل اخر اهل الجنة دخولا الجنة
للشيخين والترمذی۔

اگر یہ تجھے دیدوں پھر تو اور کچھ مانگنے لگے۔ کہے گا کہ نہیں قسم ہے آپ کی عزت کی کہ اس کے سوا کچھ نہ مانگوں گا۔ پس
جتنا بھی حق تعالیٰ کو منظور ہے وہ عہد و پیمان کرے گا پس حق تعالیٰ اسکو دروازۂ جنت پر لے آئے گا۔ جب جنت
کے دروازہ پر پہونچے گا تو (اب قریب سے) اس کی آرائش اور جو کچھ بھی اسمیں رونق و سرور ہے وہ نظر آئیگی تو جتنا
بھی اللہ کو منظور ہے سکوت کرے گا (اور جب صبر نہو سکے گا) تو عرض کریگا کہ اے رب مجھے جنت کے اندر پہونچا دیجئے۔
حق تعالیٰ فرمائیگا وائے تجھ پر اے ابن آدم تو بھی کتنا بدعہد ہے۔ کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کئے تھے کہ جو تجھے مل چکا ہے اس کے
سوا اور کچھ نہ مانگے گا؟ عرض کرے گا کہ اے میرے رب اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب مجھے نہ بنایئے۔ پس حق
تعالیٰ اسکی بات پر ہنس دیگا اور پھر اسکو جنت میں جانے کی اجازت دیگا اور فرمائیگا کہ خواہشیں پیش کر دکھا کیا چاہتا ہے
چنانچہ وہ تمنائیں پیش کرے گا حتی کہ جب اسکی تمام آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تو حق تعالیٰ اسکو خود یاد دلائیگا اور
فرمائے گا کہ یہ اور خواہش کر حتی کہ جب وہ آرزوئیں بھی حد کو پہونچ لیں گی تو حق تعالیٰ فرمائے گا اچھا یہ سب
تجھے دیا اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور۔ ابو سعید نے ابو ہریرہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یوں فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ فرمائے گا یہ سب تیرے لئے اور اس سے دس گنا اور۔ ابو ہریرہ نے کہا مجھے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا یہی یاد ہے کہ یہ سب تیرے لئے اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور۔ ابو سعید نے کہا میں نے
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ یہ سب تیرے لئے اور اس کا دس گنا اور۔ ابو ہریرہ نے کہا اور یہ شخص
آخری جنتی ہے جو سب کے بعد جنت میں جائے گا (ق ت) ف جب ادنیٰ جنتی کو اس کی تمناؤں سے بھی دس گنا
زائد دیا گیا تو اس سے اوپر کھو کھا فرق مراتب والوں خصوصاً سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر انعامات وعطایا کا کیا پوچھنا۔
اے میرے کریم مولیٰ تیرے رسول کے کلام کی یہ خدمت تیرے دیدار کے بیان پر ختم ہوئی ہے اسلئے اپنے محبوب سیدِ لد آدم کے
صدقہ مجھ ناچیز کو اور میرے مشائخ اساتذہ والدین اقارب اور تمامی احباب کو حسنِ خاتمہ نصیب فرما کر اس لذت دیدار سے
بہرہ یاب بنا یئو کہ آج جو مضمون زیر قلم ہے بعد الممات وہ مزہ دار مشاہدہ بنے جس کی لذت کے سامنے ہر لذت ہیچ ہو۔
و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علی سیدنا وحبیبنا وشفیعنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ فقط۔

ع النضرة الحسن والبهجة ۱۲

تشکر اور معذرت

برتن کے ہلنے پر چھلک کر اسکے منہ سے جو چیز باہر آئیگی وہی ہوگی جس سے برتن بھرا ہوا ہوگا کل اناء یترشح بما فیہ اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ زبان قلب کی ترجمان ہے۔ ایک سیدھا راہ چلنے والے بچہ کو جسوقت اسکی ماں نصیحت کریگی تو اسکے غصہ بھرے لفظوں میں بھی ایک مٹھاس ہوگا اس لئے کہ وہ محبت اور شفقت سے بھرے دل سے نکلے ہیں۔ اور رعایا کے مجمع عام میں جسوقت بادشاہِ وقت تقریر کریگا تو فقیر سے لیکر وزیر تک کے دلوں میں ایک کپکپی ہوگی اسلئے وہ ایک ایسے شخص کی زبان سے نکل رہے ہیں جسکے قلب میں سطوت وجلال بھرا ہوا ہے۔ وہی نصیحت اور وہی تقریر اگر دوسرے شخص کی زبان سے ادا ہو تو باوجودیکہ الفاظ وہی ہونگے مگر نہ وہ لہجہ ہوگا نہ رنگ اور اسلئے نہ وہ اثر ہوگا نہ کشش۔ چہ جائیکہ اسکو دوسری زبان کا جامہ پہنا دیا جائے اور اپنی مادری زبان میں ترجمہ کر کے اہل وطن کو پڑھایا یا سنایا جائے فوٹو کتنا ہی صحیح اور صاف کیوں نہ ہو مگر نہ اسمیں حرکت ہے نہ گویائی نہ حرارت نہ حیات۔ گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید۔ لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید۔

حضرات انبیاء علیہم السلام جو شاہی سفیر بنکر دنیا میں آئے انکے قلوب چونکہ بدیع السموات والارض کی تجلیات خاصہ کے زیر تربیت رہکر وانوار غیر منکشفہ پائے ہیں جو انکے مناصب سفارت کو شایان تھے اسلئے جو لفظ بھی اصلاح خلق کے متعلق انکی زبان سے نکلتا تھا وہ ایک روشنی لیکر نکلتا اور وہ مقناطیسی کشش ساتھ رکھتا تھا جو کسی دوسری زبان کو حاصل ہے نہ قلم کو۔ پھر کیا پوچھنا مرکز نبوت سرور عالم عالیا سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مقدس کا جسکی روح طیبہ نے بارگاہ احدیت میں محبوبانہ پرورش پائی اور تمامی دنیا کے جن وانسان کیطرف خواہ عرب ہو یا عجم اور سلطان ہو یا گدا رسول معظم بنکر اور تمامی مخلوقات کیلئے خواہ شجر ہو یا حجر اور فرش ہو یا عرش رحمت مجسم ہوکر ناف زمین یعنی مکہ معظمہ میں جلوہ افروز ہوئی۔ عدالت عالیہ کے ایک قابل جج کا فیصلہ جسکو اس کے قلم نے انگریزی زبان میں ادا کیا ہے جب نقل ہوکر ترجمہ کی غرض سے ٹرکی سے بڑی سند حاصل کئے ہوئے انگریزی داں کے سامنے ڈالا جاتا ہے تو حالانکہ کوئی لفظ مغلق یا کتب لغت میں ٹٹول کا محتاج نہیں ہوتا مگر وہ بھی قلم کو دانتوں میں دبائے گھنٹوں سوچا کرتا ہے کہ اسکے اصل مفہوم کا چربہ اردو زبان میں کس طرح اتاروں۔ اور آخر عجز کا اعتراف کر کے مشورہ دیتا ہے کہ کسی تجربہ کار پرانے بیرسٹر کے پاس لیجاؤ جس نے اس حاکمانہ تحریر کے اندرونی سطوت وعدل سے مناسبت حاصل کرنے میں عمر صرف کی ہو پھر مجھ ناچیز ودرگذری ہستی کا تو منہ کیا ہے کہ اس نبی امی کے کلام ہدایت التیام کا مفہوم ادا کر سکنے کا دعویٰ کرے جو جماعت انبیاء میں جوامع الکلم کی عطا سے مالا مال ہوا اور جسکو وما ینطق عن الھویٰ سے نوازا گیا کہ سیدنا موسیٰ کلیم اللہ بھی وہ کلام اس مقدس زبان سے سنتے تو عملاً بھی اتباع کئے بغیر نہ رہ سکتے۔

ہر مترجم کو کسی غیر زبان کی عبارت کے اپنی مادری زبان میں لاتے وقت جو دشواریاں پیش آتی ہیں انکو وہی خوب سمجھتا ہے جسپر گذر چکی ہوں بالخصوص عربی جیسی وسیع زبان کو اردو جیسی تنگ زبان کا جامہ پہناتے وقت کہ بعض دفعہ عربی لفظ کا وسیع مفہوم ادا کرنے کے لئے اس جیسا مختصر یا قریب قریب اردو کا لفظ ڈھونڈنے میں دماغ گھنٹوں چکر کھاتا ہے اور پھر بھی کامیاب نہیں ہوتا خاصکر مجھ جیسے کیلئے کہ کتابت وطباعت کو ساتھ لگائے بغیر نہ دماغ میں کوئی مضمون آتا ہے نہ قلم سے کوئی عبارت نکلتی ہے ایسے مریض کیلئے یہ تنگی جتنی بھی ہو جان روح ہو وہ تھوڑی ہے۔ بایں وجہ بارہا ہمت نے جواب دیا اور اپنی علمی بے بضاعتی وقصور فہم اور حرمان نور قلبی واستغراق ظلمات معاصی نے کمر توڑ دی مگر محض اس سہارے پر کہ مسجد نبوی میں استخارہ اور آستانہ محمدیہ پر مواجہہ شریفہ میں اس کا افتتاح کیا تھا کیا عجب ہے غیر متناہی قدرت کرم والی ذات کسی درجہ میں دین کا کچھ کام لیکر خدامان کلام الرسول کے زمرہ میں نام درج فرمالے۔ چڑھا اور لگا لپٹا رہا آخر کار چونکہ ہر ابتداء کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ سوا برس میں یہ حصہ ختم ہوکر ہدیہ ناظرین ہو رہا ہے مگر اصل حالت عرض کر چکا ہوں اسلئے ناز تو کیا اس کا دعویٰ بلکہ وسوسہ کرنا بھی سوء ادب اور بےحیائی سمجھتا ہوں کہ میں نے کلام محمدی کا اصل مفہوم ادا کر دیا پس اس میں جو خطا وغلطی ہے سو وہ میرے نفس کیطرف سے ہے اور جتنا حق وصواب ہے وہ اللہ کریم کی طرف سے ہے اور اس کا انعام ہے۔ بار الٰہا میری لغزشوں کو بخشدے اور اس تحریر کو جو تیرے ہی جناب لطف وکرم سے قلب اور قلم پر برس کر کاغذ میں آئی ہے قبول فرما کر مجھے اور تمامی امت محمدیہ کو اپنی محبت اور اپنے حبیب کی اطاعت سے مالا مال کر دے نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے۔ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے۔ بقلم عاشق الٰہی